www.alahazratnetwork.org

اشرف التفاسیر

تفسیر نعیمی

پارہ ہفتم

مصنف

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ اسلامیہ

۴۰ اردو بازار ★ لاہور

www.alahazratnetwork.org

نام کتاب —— تفسیر نعیمی (پارہ ہشتم)

مصنف —— حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

تعداد صفحات —— 712

کمپوزنگ —— لیزر کمپوزنگ ان، شار سائنس مارکیٹ،
تکیہ ابی والا، اکبری روڈ، نیو انارکلی، لاہور

پرنٹر —— پیر بھائی پرنٹرز

ناشر —— مکتبہ اسلامیہ، ۴۰ اردو بازار، لاہور۔

قیمت ——

www.alahazratnetwork.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

www.alahazratnetwork.org

فہرست "تفسیر نعیمی" پارہ ہفتم واذا سمعوا

مضمون	صفحہ
وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ	15
فیض کے نفیس معنی قرآن سے وجدان اور تڑپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پیدا ہوتی۔	17
بہہ جانے اور چھلک جانے میں فرق۔	17
قرآن میں سوز و گداز حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول کے بعد ہوا	20
وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ	23
ایمان و تقویٰ دل کی قوت ہے اور روحانی غذا ہے۔	26
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ	29
ماتحت کی چیز کو حرام کہنا تحریم حلال ہے اس سے بچو۔	31
حرام تین قسم کا ہے اور حلال و طیب میں نفیس	31
فرق ہے تفصیلی۔	31
تقویٰ اکل حلال صدق مقال اعلیٰ تغییر ... کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔	33
بھنگ چرس تمام حرام ہے اور اس سے مر جانا خودکشی ہے۔	34
شریعت طریقت ایمان حرام و حلال اور سب طریقت ایمان ... کی نفیس تفصیل۔	35
لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ	36
قسم لغو منعقدہ غموس میں شافعی اور احناف کا اختلاف	39
قسم کے تین اقسام کے مختلف احکام ضروریہ۔	43
منت سے پہلے ... قسم نہیں ہو سکتے اس کی نفیس تحقیق۔	44
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ	46
شیطانی خو جواری شرابی نہیں ...	49
شراب 3 ہجری میں بعد غزوہ احد حرام کی گئی جوا بت پرستی کسی دین میں حلال نہ تھے۔	50
شراب انگوری نجاست غلیظہ ہے دوسری شرابیں نجاست خفیفہ اور ان کے احکام میں چھ فرق۔	51
فال کھولنا عموماً حرام ہے۔	51
شطرنج کے احکام۔	52
حربی کافر سے جو چھینے اور اس سے جیتا ہوا مال لینے کا حکم۔	52
... اور شراب خانے ... ہیں۔	[illegible]
وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ	
اطاعت عقل سے ہوتی ہے ... اطاعت ہیں	[illegible]
...	[illegible]
حضور صلی اللہ علیہ وسلم ...	
نفیس بحث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدت	

www.alahazratnetwork.org

مضمون	صفحہ
آپ کی حیات اور قرآن اور رسول کی اطاعت کی شرط ہیں جب ہیں کی محکومیت بمنزلہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رب کی اطاعت کے مظہر۔	58
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور دوسروں کی اطاعت میں کئی نفیس فرق حضور صلی اللہ علیہ وسلم مصدر خلق ہیں۔ اطیعوا محمدا" کیوں نہ فرمایا اطیعوا الرسول کیوں کہا	61
تقویٰ اور احسان میں فرق اور تقویٰ کے احکام۔	61
حکم اور مشورہ میں فرق حضور صلی اللہ علیہ وسلم ماں کے شکم اور حلیمہ کی گود بلکہ عالم ارواح میں نبی ہیں۔	62
کلمہ طیبہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں ہے نبی اللہ کیوں نہیں یا ایھا الذین امنوا لیبلونکم اللہ بشیء من الصید۔	63
اللہ نے ہم کو ایمان کی صفت سے پکارا نہ کہ توحید کی صفت سے۔	64
صحابہ انبیاء اور صحابہ مصطفیٰ میں فرق۔	[illegible]
عاقل شکاری شیر و شکار رہتا ہے نفل شکاری اس [illegible] کی حالت [illegible]	69
یا ایھا الذین امنوا لا تقتلوا الصید وانتم حرم	69
محرم [illegible] لا تقتلوا [illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
دونوں سامنے ہوں تو کیا کیا جائے۔	73
جو اونٹ [illegible] یا روضہ اطہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں آ جائے تو امان پاتا ہے [illegible] شکاری جانور [illegible] ہے۔	74
اولیاء اللہ کے دامن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حدود حرم ہیں یہاں امان ہے۔ لطیفہ	74
احل لکم صید البحر	77
کلام میں فرق۔	77
دریائی جانور کون حلال ہیں کون حرام۔	78
موذی اور غیر موذی جانوروں کی پہچان۔	80
احرام میں دریائی شکار کیوں حلال ہے۔	80
دریا میں تیرتی ہوئی مچھلی حرام ہے۔	81
مچھلی ڈوب کے مر جائے تب بھی حلال ہے۔	81
جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاما للناس۔	82
کعبہ معظمہ کے فوائد اور وہ قیام عالم کیسے ہے۔	83
بقر عید کے پہلے عشرہ میں کون کون واقعات ہوئے۔	84
کلام موسوی توبہ آدم [illegible] وغیرہ۔	84
دنیا کعبہ سے اور کعبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔	86
کعبہ قیاما للناس ہے۔ بعض اولیاء قیوم عالم ہیں۔	87
بزرگوں کی نسبت [illegible] فیض پہنچاتی ہے۔	88
حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا [illegible] نشان بے نشان ہیں [illegible]	89

www.alahazratnetwork.org

مضمون	صفحہ
ما على الرسول الا البلاغ والله يعلم ما تبدون الخ۔	90
نبوت منسوخ ہونے پر نبی رسول اللہ تو رہتے ہیں مگر رسول الحکم نہیں رہتے۔	92
عیب خبیث کے عیب ولذیذ معانی	93
عیب خبیث عارضی اور اصلی میں فرق۔	96
يا ايها الذين آمنوا لا تسئلوا عن اشياء۔	97
اللہ رسول اصحاب اور ہم مسلمان مومن ہیں مگر ایمانوں میں فرق ہے اشیاء کی تحقیق پر غیر منصرف کیوں ہے	99
صحابہ کے سوالات تین قسم کے تھے تین ہی طرح کے جوابات۔	101
حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے ہر ذرہ ہر قطرہ کو دیکھ رہے ہیں۔	101
علم حقیقی قال سے نہیں حال سے حاصل ہوتا ہے بتایا نہیں جاتا۔	104
[illegible] فلا تسئلنی ما جعل الله من بحيرة ولا سائبة ولا وصيلة	105
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس [illegible] سو رہی تھی ہیں۔	107
رب نے [illegible] نعم گویا ہے	108
جس مشرکوں کے بت [illegible] اور [illegible] نام [illegible] ہوئے جانور [illegible] بیان [illegible]	109
بتوں کے نام کے جانور اور اولیاء کے نام کے جانوروں میں فرق۔	111
يا ايها الذين آمنوا عليكم انفسكم لا يضركم الخ۔	113
آیات [illegible] چھ قسم کی ہیں۔ بعض وہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوا تبلیغ اب بند ہو گئی اس کی تفصیل امام صاحب کے گھر کھانے کا عجیب واقعہ۔	116
کیا کسی کے قصور سے دوسرے پر عذاب آجاتا ہے۔	116
مرائی نالائق پر گمراہ گمراہ [illegible] ہیں۔	118
يا ايها الذين آمنوا شهادة بينكم۔	119
شہادت کے چھ معنی ہیں۔	121
گواہی اصلی اور فرعی میں فرق گواہی اصلی میں مشاہدہ ضروری ہے سارے نبی رب کی ذات صفات کے فرعی گواہ تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اصلی گواہ۔	121
مقدمہ میں گواہی بڑی اہم ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خالق و مخلوق کے گواہ ہیں۔	125
مثالی [illegible] ممکن [illegible] فرق۔	127
اللہ رسول کے [illegible] سے فیصلے آپس [illegible] ہیں اور [illegible] نافل [illegible] نفس [illegible]۔	131
نبی اور [illegible] میں [illegible] کے ذمہ نہیں وضو کی آیت [illegible] فرضیت سے پہلے نہیں [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے وضو کا حکم ہے۔	13[illegible]

www.alahazratnetwork.org

مضمون	صفحہ
یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم	133
انبیاء کرام قیامت میں متفکر ہوں گے اور بیخود ہوں گے۔ اذا احسنوا کی تفسیر تحقیق اور کہ رب نے کفار سے نہ پوچھا نبیوں سے پوچھا۔	134
لا علم لنا کی تفسیر تحقیق اور لا تعلمهم نحن نعلمهم کا مقصد۔	135
حضرات انبیاء کرام کو قیامت میں گھبراہٹ بالکل نہ ہوگی۔	138
قیامت میں بعض لوگ رب کو اپنا حساب دیں گے بعض دوسروں کا حساب دلائیں گے بعض اپنا حساب رب سے لیں گے۔	138
اذ قال اللہ یا عیسی ابن مریم اذکر نعمتی۔	139
اجرت رحمت نعمت میں فرق کے اقسام۔	140
عیسیٰ علیہ السلام کو پہلے توریت و انجیل کا علم دیا گیا پھر قرآن و حدیث کا علمتک الکتاب۔	141
چند بچوں نے گہوارے میں کلام کیا پھر یہ جناب عیسیٰ کی خصوصیت کیوں۔	144
جناب موسیٰ جناب خضر کے پاس کیا سیکھنے گئے تھے، کیا سیکھ کر آئے۔	145
واذ تخلق من الطین کہیئۃ الطیر۔	145
انبیاء کرام سے معجزے تین قسم کے ہوتے ہیں۔ لازمی اختیاری اور غیر اختیاری۔	146
پیدائشی خصوصیات۔	147
جناب عیسیٰ تصویر جانوروں کو اچھا کرتے تھے کیا مردوں کو زندہ اور دم سے کارسے نوچھ یا دم ہی نا سکتی ہیں۔	149
حضرت شاہ دولہ کی ٹوٹی ہوئی ران حضور غوث پاک نے زندہ کی۔	151
واذا اوحیت الی الحواریین ان امنوا بی	153
رسول کے نفیس معانی اور کلمہ میں رسول کیوں ہے نبی کیوں نہیں۔	155
اے عیسیٰ اگر تم میری اطاعت کرو تو رب تمہاری بات مانے گا مائدہ سفرہ اور خوان میں فرق۔	156
مائدۃ من السماء سے مراد طعام نہیں بلکہ یہی دسترخوان مراد ہے اس کے دلائل اور قادیانیوں کی نفیس تردید۔	160
بزرگوں کے لنگر کا کھانا شفا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں آپ کے سوا کوئی نبی نہ تھا۔	160
قال عیسی ابن مریم اللھم انزل علینا مائدۃ من السماء۔	163
میری تجھ سے اور تیری رب سے اس کا ثبوت قرآن مجید سے۔	164
اللھم کی تحقیق ستر ناموں میں میم سے۔	164
اتوار کے دن خوشی اور عید منانا۔	165
معجزے لازمی کی تین طرح کے ہیں۔	165
رزق باواسطہ اور بلاواسطہ میں فرق رزق بلاواسطہ بندوں سے مناسب نہ تھا اس لئے ہے۔	165
نبیوں کی بعض دعائیں ہم مانگ سکتے ہیں بعض	

www.alahazratnetwork.org

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
نہیں مانگ سکتے۔	166	وھو اللہ فی السموات و فی الارض۔	203
انبیاء کو قبولیت دعا کی خبر دی جاتی ہے، عید میلاد، عید معراج کا قرآن سے زبردست ثبوت۔	168	حق کے تین معنی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر معنی سے حق ہیں۔	205
بندہ کو رازق، خالق، رب کہنا جائز ہے یا نہیں۔	169	اعمال کا ثواب بقدر عقل ملتا ہے اس کی مثالیں۔	206
حضرت مسیح سے رب نے کلام فرمایا بلاواسطہ مگر آپ کلیم اللہ نہیں ہیں کیوں۔	169	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت و سکونت اور تشریف آوری میں فرق۔	207
جنت میں گوشت و انڈے وغیرہ ہوں گے یا نہیں۔	170	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ولادت و ظہور ختم ہوئے۔ تشریف آوری ختم نہ ہوئی۔	207
کس امت کی کون سے دن عید ہوئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی چار عیدیں ہیں۔	170	حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری عقل و دماغ میں ہیں اور مومنوں کے دل و ایمان میں۔	207
و اذ قال اللہ یا عیسی ابن مریم ءانت قلت۔	172	اللہ کے مقبولوں کے لئے موت ہے فنا نہیں وہ مر کر باقی رہتے ہیں جیسے سورج غروب ہو کر بھی باقی رہتا ہے۔	209
نفس کے گیارہ معنی ہیں رب کے لئے نفس کس معنی سے بولا جاتا ہے فی نفسک میں فی ظرفیہ نہیں کہ اللہ اپنے علم کا ظرف نہیں۔	175	الم یروا کم اھلکنا من قبلھم	209
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اگر تم نے قصور کیا ہے تو توبہ کرو، آپ کی بے علمی کی دلیل نہیں۔	176	موت کی قسمیں اور ہلاکت، شہادت، وصال، وفات میں فرق، قرن کی تحقیق قرآن کے معانی۔	210
انبیاء کرام سے ان کی قبر و حشر میں امت کے بارے میں سوال ہوں گے۔	177	تاریخی اور جغرافیائی چیزوں میں شہرت کافی ہے۔	212
اولیاء پر انبیاء کرام رشک کریں گے اس کا کیا مطلب ہے؟	178	ولو نزلنا علیک کتابا فی قرطاس فلمسوہ۔	214
ما قلت لہم الا ما امرتنی بہ	179	کیا نبی نے فرشتے کو اس کی اصلی شکل میں نہ دیکھا سوائے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے۔	217
شہید اور رقیب میں نفیس فرق۔	182	حسن یوسف کی تجلی کنعان کے کنویں پر اور مصر کے بازار میں اور عورتوں کے سامنے اور [illegible] معراج کی رات تجلی محمدی اس طرح تھی کہ کوئی انسان نہیں جھیل سکتا تھا۔	217
و ان تغفر لہم میں کفر کی شفاعت نہیں۔	182		
نبی اللہ کے نائب ہیں اور علماء نبی کے نائب، نائب اللہ [illegible] کفر ہے۔	201		

www.alahazratnetwork.org

مضمون	صفحہ
مومن کی تجلی سویرے اور دوپہر اور شام ہوا۔ جتنے ملوں میں اور گھر ملوں میں مختلف ہے کتاب اللہ کو ماہ کتب ہے یہی نور ماہ'	217
اسی لئے کتاب کہا، نہیں آتی۔	218
بعض معجزات منائے جاتے ہیں جیسے شق القمر بعض بتائے اور سنائے جاتے ہیں جیسے معراج اور نزول قرآن' فرشتے عورت کی شکل میں کبھی نہیں آتے	219
پہلی وحی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل کو پہچان لیا تھا ورقہ سے تائید کرائی تھی۔	221
رب کو ملاء خود اپنے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہچانو تو مومن ہوگے' شمع سے ہر چیز کو دیکھو' شمع کو کسی چیز سے نہ دیکھو۔	221
ولقد استھزی برسل من قبلک۔	222
قرآن مجید میں قل فرمانے کے پانچ چھ مقاصد ہیں' نفیس تحقیق بعض عبادات فرض ہیں مگر سنت نہیں جیسے زکوۃ۔	224
فرض علم کے لئے سفر فرض سنت کے لئے سفر سنت حرام کے لئے سفر حرام۔	226
قل لمن ما فی السموات والارض قل اللہ	227
وقتی گواہ اور دائمی گواہ میں فرق۔	229
خطاب تین طرح کے ہوتے ہیں فوری وقتی اور دائمی اللہ کی نعمتیں بواسطہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمت ہیں بلاواسطہ ہوں تو عذاب جیسے اور (بجلی) نار کے واسطے سے رحمت ہے بلاواسطہ نار عذاب ہے۔	230
ملکیت تین طرح کی ہوتی ہے خصوصی عرضی ہر ن جیسی قاسم قوت کی تقسیم قوتیں ہیں کچھ بہت محبوب ولی بانی سے قاسم ہیں بادل اور دریا بھی مگر تقسیموں میں فرق ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم شاندار قاسم ہیں تقسیم بھی اعلیٰ۔	230
خاتمیت مجازی نہیں ہو سکتی، کیسے ہو سکتی ہے	234
لفظ کلا کے بہت معانی۔	234
بزرگوں سے محبت اللہ تعالی کے لنگر خانے ہیں جہاں سے بانٹا جاتا ہے۔	235
محی الدین ابن عربی کی بے مثال ما قاتل دید۔	235
قل اغیر اللہ اتخذ ولیا	237
معصوم محفوظ کا فرق حضور صلی اللہ علیہ وسلم گناہ کے ارادے سے بھی معصوم ہیں۔	238
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایمان کا حکم کب دیا گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اول علم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی اول مومن ہیں۔	239
خوف خدا کی قسمیں اور نبیوں ولیوں کا خوف ہوتا ہے۔	240
خوف خدا اور خوف سزا میں فرق۔	242
شیطان کو مارنے کے دو ہتھیار۔	242
مس نمک میں سہلی اضافت کی طرف بجاب مصول ہے نفیس تحقیق ہے۔	244
وان یمسسک اللہ بضر فلا کاشف لہ الا ھو	245
مس ذوق اور ادراک میں نفیس فرق' ضر' شر اور خیر و نفع میں فرق۔	46

www.alahazratnetwork.org

مضمون	صفحہ
قرۃ کے معنی۔	247
عین اور یقین کا نفیس فرق۔	249
قل ای شئ اکبر شہادۃ	250
خالق اور مخلوق کی گواہیوں میں بہت سے نفیس فرق شاہد اور شہید میں بہت سے نفیس فرق۔	252
وحی اور نزول میں نفیس فرق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سورج ہیں۔	252
قرآن شمع ہے جس کا ایک کنارہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے دوسرا کنارہ مخلوق کی طرف۔	253
ہادی بشیر نذیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں	
قرآن ان چیزوں کا ذریعہ قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بدل نہیں۔	253
درخت اسلام کے لئے قرآن مثل پانی کی طرح بیرونی فیض ہے حضور رسول اللہ کے فیض کی طرح اندرونی فیض	253
مکہ والوں نے کن اہل کتاب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت سنی۔	255
باپ بیٹے اور بیٹی کی پہچان میں فرق۔	255
شئی کے معانی اور اللہ کو شئی کس معنی سے کہتے ہیں۔	257
حضور صلی اللہ علیہ وسلم تاقیامت بشیر و نذیر ہیں۔	259
جھوٹے نبیوں کی نبوت شئی نہیں کہ رب کی چاہی ہوئی نہیں۔	259
ومن اظلم ممن افترى على الله كذ	
با	261
حضور صلی اللہ علیہ وسلم آیات اللہ اور سب نبیوں کے گواہ ہیں۔	262
فتنہ کے سات معنی ہیں۔	264
مرتے وقت جان چھوڑ جاتی ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان نہیں چھوڑتے	267
اولی بالمؤمنین من انفسہم	267
دوزخ کا صرف ایک سبب ہے جنت کے ذریعہ بہت۔	267
ومنہم من یستمع الیک وجعلنا علی قلوبہم	268
ابو طالب کے اشعار دین اسلام کی حقانیت کا اقرار۔	270
حتی انتہائیہ مفرد پر آتا ہے اور ابتدائیہ جملہ پر۔	271
نہی اور نئی میں فرق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کتنے تھے ان میں سے کون ایمان لائے۔	272
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ رب کی سودے والی دکان ہے جیسی اخلاص و محبت کی نقدی لاؤ گے ویسا سودا پاؤ گے ورنہ خالی ہاتھ لوٹو گے چور بن کر جاؤ گے پکڑے جاؤ گے۔	273
ابو طالب کو برائی سے یاد نہ کرو۔	274
ہر چیز کو کاٹنے والی آگ ہے کفر کو کاٹنے والی آگ۔	
عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قینچی۔	276
ولو تری اذ وقفوا علی النار۔	276
کفار کو چار وقت ندامت ہوگی مومن کو خوشی۔	279
دنیا میں واپس آنے کی تمنا کیوں رد کر دی جائے	

www.alahazratnetwork.org

مضمون	صفحہ
گی۔	280
دنیا میں واپسی کی تمنا کفار بھی کریں گے اور شہدا بھی پھر ان میں فرق کیا ہے۔	281
ایک ہی کلام مومن کے لئے محبوبیت کا ذریعہ کافر کے لئے مردودیت کا۔	282
وقالوا ان ھی الا حیاتنا الدنیا	282
انسان کی تین زندگیوں کی تفصیل اور ان کی مدت۔	285
قیامت میں مومنین، کافرین، حضرات انبیاء اولیاء کی حیثیتوں میں فرق۔	286
قد خسر الذین کذبوا بلقاء اللہ حتی اذا جاء تہم	287
مومن کی زندگی، دنیاوی زندگی اور دنیا میں زندگی، ان میں فرق، قیامت کو ساعت کیوں کہتے ہیں۔	288
مومن کی موت اچانک نہیں اگرچہ وہ ہارٹ فیل سے مرے، کافر کی موت اچانک ہے اگرچہ برسوں بیمار رہے، اچانک موت غفلت کی موت ہے۔	291
دنیا منزل ہے، برزخ عارضی گھر، آخرت اصلی گھر اور دار ہے، مومن کے بد عمل گردنوں پر ہوں گے، کفار کی پیٹھوں پر اس فرق کی وجہ۔	293
ساعت بمعنی دوڑ کر آنے والی لہٰذا قیامت ساعت ہے کہ دوڑ کر آرہی ہے، کفار کی طرف مومن دوڑ رہے ہیں قیامت کی طرف۔	294
قد نعلم انہ لیحزنک الذی یقولون	295
علم کی قسمیں ان کے نتیجے محبوب کو جاننا اور	

مضمون	صفحہ
دشمن کو جاننا کچھ اور صبر کی قسمیں۔	297
حضرات انبیاء کرام پر مصیبتیں کیوں آتی ہیں، وہ صبر کیوں کرتے ہیں۔	301
کلام اور متکلم کے جھوٹے ہونے میں فرق۔	301
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریوں، پتھروں کو کلمہ پڑھایا ابوجہل کو کیوں نہ پڑھایا۔	302
وان کان کبر علیک اعراضہم	303
دل کے تین دروازے ہیں، دو بیرونی ایک اندرونی جان کے بغیر جسم کی قدر نہیں ایمان کے بغیر دل کی قدر نہیں، جان کے لئے غذا ہوا ضروری ایمان کے لئے خوف خدا غیرت مصطفیٰ لازم۔	306
معجزات انبیاء تین قسم کے ہیں لازم اختیاری اور غیر اختیاری۔	307
کیا قریب قیامت عیسیٰ علیہ السلام سب کو ہدایت دیں گے یا کفار کو فنا کردیں گے۔	309
جس کے ایمان کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارادہ کر لیں وہ ضرور ایمان لائے گا۔	311
ارادہ اور محبت میں فرق۔	312
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم میں آسمان پر جانے آیات لانے کی طاقت تھی مگر استعمال کی اجازت نہ تھی۔ **استطعت ان تبتغی** کی نفیس تفسیر۔	312
وقالوا لولا نزل علیہ اٰیۃ من ربہ	312
قالوا فرمانے کے مواقع اور اس کی نو حکمتیں نکتہ عجیبہ۔	313
جانور پرندے کس چیز میں ہماری مثل ہیں۔	316
علوم قرآنیہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم	

www.alahazratnetwork.org

مضمون	صفحہ
خبیث۔	318
علوم قرآنیہ کی طلب اور مسلمانوں سے عقیدے نہایت نفیس تحقیق۔	318
قرآن مجید میں طب، علم الہیئت، نجوم، منطق، تاریخ وغیرہ سب ہیں حضرت صدر الافاضل کا علم۔	319
جانوروں میں علوم و عقل، دانش کی حالت۔	321
جب ساری مخلوق ترقی کرتی ہے تو انسان اشرف الخلق کیوں ہے۔	323
اس آیت کی تفسیر ختم کرنے پر مفسر کو خواب میں بشارت [illegible]۔	324
والذین کذبوا بآیاتنا صم و بکم	324
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہر رب کی ظاہری صفات کو ظاہر کرتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا باطن رب کی باطنی صفات کا مظہر ہے۔	326
آئینہ اور انکسرے کی طرح غیر اللہ کے معانی اور ہر معنی کی علامت۔	327
جیسا مانگنے کے لئے اللہ کی مہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور عالمین [illegible] کھلواؤ گے۔	329
قیامت میں دوزخی جنتی سے کہے گا میں نے تجھے پانی پلایا آج میری شفاعت کر۔	331
ولقد ارسلنا الی امم من قبلک فاخذناھم	333
حلقت بعثت اور ارسال میں فرق۔	334
ترکیبوں کے معانی ان میں سے کون اچھی ہے کون بری۔	336
دنیاوی ترقی اور بختی میں فرق [illegible] سے ہوتی ہے۔	337
[illegible] حقیقت۔	337
جیسے موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر سے [illegible] شان اتباع سے نہیں ہے۔	338
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تین زمانے ہیں زمانہ وجود، زمانہ ظہور، زمانہ نبوت اور ان کے حدود اور کس زمانہ میں کیا فیض دنیا کو ملا۔	339
فلما نسوا ما ذکروا بہ	340
مومن کی موت کے تین نام ہیں وفات، وصال، شہادت۔ کافر کی موت کے تین نام ہیں۔ تدمیر، ہلاکت، اخذ۔ یونہی مومن کی زندگی طیبہ ہے کافر کی ضنک	343
قل ارأیتم ان اخذ اللہ سمعکم	347
ختم کے معانی اور یختم علی قلبک میں ختم سے کیا مراد ہے۔	348
ہر مومن کا دل اور قبر نبی [illegible] کی تجلی ہے جس میں جلوہ محبوب نظر آتا ہے۔	352
قرآن نے چار فرض لینے کے لئے چار چیزوں کو چار چیزوں سے پاک کرو۔	354
وما نرسل المرسلین الا مبشرین و منذرین	354
ہماری ولادت، وفات، [illegible]	

www.alahazratnetwork.org

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
ولادت و وفات مطلوب و محبوب ہے ان کی [illegible] اعمال سے [illegible]	355	واعذر به الذين يخافون ان يحشروا الى ربهم	372
[illegible] اصطلاحات سے جو [illegible] سے مدون [illegible]	[illegible]	دونوں میں معانی اور دونوں [illegible] الا میں فرق۔	374
[illegible] بدعت سیئہ سے پیدا ہوتی ہے۔	360	حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] قسم کا ہے اور [illegible] سے [illegible] ہوتے۔	375
قل لا اقول لكم عندي خزائن الله ولا اعلم الغيب	361	[illegible] محبت صرف ایک ہو جاتے۔	375
اس آیت کا مضمون [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیان [illegible] اس میں دعویٰ کی نفی ہے علم یا ملکیت کی نفی نہیں	362	ولا تطرد الذين يدعون ربهم بالغداة والعشي	379
صرف [illegible] ملکیت اور بیان رکھنے میں [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی [illegible] مطلب	363	غدوہ [illegible] عشا کا فرق۔	380
مصری عورتوں کا قول کہ یوسف بشر نہیں فرشتہ ہیں رب نے بغیر تردید نقل فرمایا یعنی انہوں نے سچ کہا تھا ان کی تفسیر وصورت میں بشریت میں فرشتہ	364	علماء نے تین معنی [illegible] یہاں کون سے معنی مراد ہیں۔	381
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی چار قسم کی ہے [illegible]	365	تاقیامت رب کو رات دن یاد کرنے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب رہیں گے۔ لفظ مرید کے معنی اور ماخذ۔	383
آیت قرآنیہ [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] انسانی عقل سے [illegible]	366	قیامت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا حساب نہ ہوگا نہ خاص اولیاء کا۔ [illegible] معنی سے مراد بھی ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو [illegible] عبادت ہے۔	384
علم الٰہی [illegible]	369	ایک بات مختلف [illegible] پر مختلف [illegible] ہے۔	385
[illegible] اولاد کیوں [illegible]	370	وكذلك فتنا بعضهم ببعض ليقولوا اهؤلاء من الله عليهم	386
[illegible]	[illegible]	ملت اور حکمت میں فرق۔	388
	372	علماء [illegible] کا [illegible] فرق۔	388

www.alahazratnetwork.org

مضمون	صفحہ
صحابہ کی فقیری کفار مکہ کے لئے گمراہی کا سبب بنی مگر یہ فقر ان کے لئے رحمت۔	390
قسطنطنیہ پر پہلا حملہ میں یزید جرنیل تھا۔ بڑے بڑے صحابہ سپاہی تھے۔	390
یزید تین قسم کے ہیں۔	391
وإذا جاءك الذين يؤمنون بآياتنا فقل سلام عليكم	392
بارگاہ رسالت میں حاضری کی صورتیں اور ان کے احکام چور کا آنا عطاری کا آنا جب آگاہ ہونے کی سات قسمیں ہیں اگر چہ پیدل چل کر جائے۔	393
دعا کی تین طرح کے ہیں مانگنے والے دعا دینے والے صرف قریب ہو جانے والے ان کے منہ میں آتیں ہیں۔	394
سلام کی تین قسمیں ہیں جن میں سے بعض سلام آنے والا کرے بعض بیٹھا ہوا۔	394
سلام کے چار معنی ہیں رب تعالیٰ امن رحمت سلامتی کی دعا وغیرہ۔	394
نفس کے معانی اور رب تعالیٰ کو نفس کس معنی سے نفس کہتے ہیں۔	395
رحم اور رحمت میں فرق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سلطان عالم ہیں رحمت الٰہی ہیں۔	395
جہالت کے معانی اور توبہ کی جہالت کا کیا معنی ہے۔	395
قرآن مجید سے بعض احکام ثابت ہیں بعض کی اقسام ہے۔	396

مضمون	صفحہ
جیسے گھڑی کی ایک مشین چار قسم کی سوئیوں کو مختلف حرکت دیتی ہے ایسے ہی ایمانی مشین مختلف طرح مومنوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتی ہے۔	397
ساری عبادات سے افضل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر حاضری ہے۔	399
حقوق العباد کی شفاعت: دو معنی۔	399
جو تہمت نعت تو معاف ہو سکتی ہے ایسے ہی جو جرم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دل لگانے ہو سکتا ہے۔	400
ازلی تحریر اور وقتی تحریر میں نفیس فرق۔	403
قل اني نهيت ان اعبد الذين تدعون من دون الله	403
قرآن مجید میں ہوا چار معنی میں ارشاد ہوئی ہے۔	404
حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کے مطیع نہیں سوائے رب کے سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع ہیں۔	405
حتی کہ حمزہ و عباس بھی آپ کے امتی ہیں۔	405
قل اني على بينة من ربي و كذبتم به	408
بینہ کے نفیس معانی۔	411
انبیاء کرام کی سیف زبانی کی آیات اور میرے پاس عذاب نہ ہونے کے معنی نفیس تحقیق۔	411
رحمت والے نبی کے پاس عذاب نہیں وہاں تو رحمت ہے۔	411
حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاکم ہیں اس کی نفیس تحقیق۔	412

www.alahazratnetwork.org

مضمون	صفحہ
رب کے غضب کی ... حضور صلی اللہ علیہ وسلم ... حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ...	413
حضور صلی اللہ علیہ وسلم ... عذاب نہیں ... اور ... میں فرق نہیں تحقیق۔	414
ان الحکم الا للہ کی تحقیق ... سوا ...	415
ابوطالب کے ایمان کی کوشش فرمانا ان کا ایمان نہ لانا نہیں تحقیق۔	419
محبت ارادہ امر مشیت میں فرق ہدایت ... امر ... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امر ... مشیت سے ملتی ہے۔	419
وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو	420
رحمت عالم کے لئے پانچ چیزیں ضروری ہیں۔	420
عمر قدرت ... وغیرہ۔	421
مفاتح الغیب ... معانی۔	422
... میں فرق۔	422
کلی علم جزئیات علوم کی چابی ہے۔	426
عالم ... مالک ...	426
حضور صلی اللہ علیہ وسلم مفاتح الغیب ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ... غیب کی چابی ہے۔	427

مضمون	صفحہ
وھو الذی یتوفاکم باللیل و یعلم ما جرحتم	423
نیند وفات ... ہیں۔	424
نیند میں ... نکل جاتی ہے ... کی روح ... ہے۔	42[illegible]
جان اور نفس میں فرق ... جارحہ۔	430
مومن و کافر کی موت اور حساب میں فرق۔	431
کافر مومن ولی نبی کی نیند میں فرق۔	432
جسم کے دن و رات اور روح کے دن و رات ... اور۔	434
وھو القاھر فوق عبادہ ویرسل علیکم حفظۃ	435
ولی خیالات عشق و محبت فرشتوں کی تحریر ... ان کے علم سے خارج ہیں۔	436
محافظین فرشتے کتنی قسم کے ہیں اور کتنے ہی کب سے کب تک حفاظت کرتے ہیں۔	43[illegible]
جان کے محافظ فرشتے ہیں ایمان کے محافظ اولیاء و انبیاء۔	436
جان نکالنے والے فرشتے چودہ ہیں سات رحمت کے مومنوں کے لئے سات عذاب کے کفار کے لئے ان سب کے سردار حضرت عزرائیل ہیں۔	437
تمام روئے زمین حضرت عزرائیل کے سامنے طشت کی طرح ہے۔	437
بعض کی جان خود رب نکالتا ہے جیسے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ... عزرائیل	

www.alahazratnetwork.org

مضمون	صفحہ
اور بعض دوسرے فرشتے معاون کر کے نفیس تحقیق۔	438
جانوروں، جنات، فرشتوں کو موت کیسے آتی بتایا گیا۔	438
مولیٰ کے تین معنی مالک، وارث، محبوب۔	438
جس عمل کا حساب نہ ہوگا اس کا وزن ہوگا۔ سب کا حساب ہوگا قبر، موت کی مدت میں سارا حساب ہو جائے گا۔	439
اللہ رسول کی امان یا پیروں کا سایہ کہنے کا ثبوت۔	441
کاتب اعمال دو فرشتے حافظین ساتھ اور جان نکالنے والے سات فرشتے کیوں ہیں۔	441
ہماری کمزوری اور فرشتوں، نبیوں، ولیوں کی طاقت رب کی معرفت کا ذریعہ ہے۔	445
حفاظت عامہ اور حفاظت خاصہ کا فرق۔	445
بزرگان دین اور ان کے تبرکات دافع ابتلاء مشکل کشا ہوتے ہیں۔	450
ربانی قول، شیطانی قول، ذاتی قول میں فرق عجیب تحقیق۔	450
قل هو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم	451
اوپر والے اور نیچے والے عذابوں کی نفیس تفسیر۔	453
اللہ کی نعمتوں کا دروازہ صرف ایک ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دور کر دیں تو ہمیں خدا نہیں ملتے جیسے دھوپ کا ذریعہ صرف سورج ہے۔	454
ہر تیس سال میں طوفان نوح کا ظہور ہوتا رہے گا	456
نبی زادی، مومن کے لیے رحمت ہے کافر کے لئے عذاب	457
کس عذاب کو بند ہو گیا مانئے اور کون عذاب آ سکتا ہے۔	457
حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود سے صرف رسول ہیں مومن مسلمان کے لئے رسول، وکیل، شفیع سب کچھ ہیں۔	458
اللہ کی قدرت نبی کے ذریعے سے رحمت ہے بغیر اس کے عذاب جیسے بجلی بلا واسطہ پڑے، بذریعہ گرم کرنے فرج کے ذریعہ ٹھنڈا، رب کی بعض نعمتوں میں تعدد ہے بعض میں وحدت جیسے تارے اور سورج ایسے ہی جیسے صحابی اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	459
و اذا رایت الذین یخوضون	460
تفکر، تدبر، غور اور خوض میں نفیس فرق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا، تمنا، نظارہ کرنا، زیارت کرنا، تاکنا، گھورنا ان میں فرق۔	461
شیطانی، نفسانی، ایمانی بھولوں میں فرق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس بھول سے محفوظ ہیں۔	462
کفار کی صحبت کی قسمیں ان کے احکام۔	464
سورج میں رات نہیں، ایسے ہی حضور میں گناہ نہیں ہو سکتے۔	466
و ذر الذین اتخذوا دینهم لعبا و لهوا	467

www.alahazratnetwork.org

مضمون	صفحہ
[illegible] سات طرح [illegible] بحث۔	469
دنیاوی زندگی دنیا میں زندگی دنیا سے زندگی ان میں فرق۔	469
دون کے معنی اور اس کے متعلقات استعمال۔	469
قل اندعوا من دون الله ما لا ينفعنا ولا يضرنا۔	475
قرآن مجید میں دعا اور صلوٰۃ چار معنی میں آیا ہے۔	47?
حضرت مسیح و عزیر معبودان باطلہ نہیں بلکہ ان کے فوٹو ان کے بت صلیب وغیرہ معبودان باطلہ ہیں۔	47?
ہدایت تین قسم کی ہے۔ فطری، عقلی، شرعی۔	
اس آخری ہدایت کا مرکز حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔	479
نماز قائم کرنے کے شرعی اور عشقی معانی۔	482
حضرت صدیق کا ایمان رب کا لگایا ہوا باغ ہے۔ اسے کوئی نہیں کاٹ سکتا۔	482
وهو الذي خلق السموات والارض بالحق	485
صور ایک ہے اور قیامت میں کتنی بار پھونکا جائے گا۔ صور کے اول [illegible] فنا۔	487
دنیا میں حضرات انبیاء کو ملک اور ملکوت دونوں کیوں دیے جاتے ہیں اس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے [illegible] اظہار ہوتی ہے۔	488
[illegible] کے لئے حق [illegible] فرق [illegible] نہیں [illegible]۔	489
صور پھونکنے کے متعلق مرزائی تحریف اور رد۔	489

مضمون	صفحہ
خلق اور بعثت میں فرق نبی کی بشریت سے خدا کو پہچاننا توحید ہے ان کی رسالت سے پہچاننا ایمان ہے۔	490
دنیا میں لوگ آہستگی سے کیوں پیدا ہوتے اور قیامت میں جلد کیوں اٹھیں گے نفیس بحث۔ اپیل اور درخواست میں فرق۔ پہلی اور دوسری پیدائش کی نفیس تحقیق۔	492
واذ قال ابراهيم لابيه آزر اتتخذ اصناما آلهة	494
باپ قولی یا فعلی میں فرق یا [illegible] مانتا۔ اب اور والد میں ام اور والدہ میں فرق۔	495
آزر حضرت ابراہیم کا کون تھا۔	496
آپ کی ماں [illegible] مقام پیدائش کوثی ہے۔	496
نہایت قوی دلائل کہ آزر جناب ابراہیم کا باپ نہیں۔	496
از آدم تا عبداللہ ایک لاکھ آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب میں ہیں ان کی تفصیل آپ کے نسب میں چھ نبی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب نامہ تا آدم علیہ السلام نفیس تحقیق۔	497
آزر کے معنی یہ عجمی لفظ ہے یا عربی۔	497
ملک اور ملکوت کا نفیس فرق۔	498
لفظ آمنہ کے حروف کے نکات۔	499
دعا ماثورہ اور اعمال مسنونہ کسے کہتے ہیں عمل نبی اور سنت نبی میں فرق۔	501
انبیاء کے اعمال قانون سے وراء ہوتے ہیں تو ان	

صفحہ	مضمون
502	[illegible]
503	فلما جن علیه اللیل رأ کوکبا قال هذا ربی
505	[illegible]
508	[illegible] صفت [illegible]
506	[illegible] حضرت ابراہیم [illegible]
510	نبی [illegible] حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر [illegible] بھی گمراہ نہیں ہوتے۔
512	انی وجهت وجهی للذی فطر السموات والارض حنیفا
513	وجهت [illegible]
513	دین میں اختیار [illegible]
516	وحاجه قومه قال اتحاجونی فی الله
519	[illegible] مومنین کے لئے رحمت [illegible] تبلیغ۔
52[illegible]	وکیف اخاف ما اشرکتم ولا تخافون
523	[illegible]
525	[illegible]
52[illegible]	[illegible]
52[illegible]	وتلک حجتنا آتیناها ابراهیم علی قومه
529	[illegible] شیطانی [illegible]
531	[illegible] تفصیل [illegible] تحقیق۔
533	دلیل [illegible] تحقیق۔
534	[illegible] اور دلیل [illegible] محمدی [illegible]
534	ووهبنا له اسحاق ویعقوب
535	اسحاق اور یعقوب [illegible]
536	نوح [illegible] حضرت آدم [illegible]
536	حضرت [illegible] نسب نامہ [illegible] حالات شریف۔ حضرت ایوب و یوسف کے حالات۔
537	[illegible] حضرت الیاس [illegible] علیہم السلام کے حالات۔
539	[illegible] انبیاء [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
540	[illegible]
541	قرآن مجید [illegible] افضلیت [illegible]

www.alahazratnetwork.org

مضمون	صفحہ
بنی اسرائیل کی افضلیت قومی اس کی وجہ۔	542
ومن اٰبائھم وذریٰتھم واخوانھم۔	544
کسی نبی کے ماں یا باپ کافر مشرک نہیں ہوئے بیوی زانیہ نہیں ہوئی برادران یوسف آخر مومن متقی ہوئے۔	545
ضبط شدہ مال کی بقا نہیں حضرات صحابہ کے اعمال باقی ہیں قرآن مسجد نبوی وغیرہ تو وہ حضرات مقبول ہیں۔	548
اولئک الذین اٰتینٰھم الکتب والحکم والنبوۃ۔	551
کتاب کے تین معنی کیا ہر نبی کو نئی کتاب ملی۔	551
اقتدا اور اتباع میں نفیس فرق اور نبی کی اقتدا ان کی ہدایت اقتدا میں فرق۔	553
قرآن حکم ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاکم قرآن ہیں۔	553
انبیاء کرام کے خصوصی صفات جس کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جامع ہیں۔	554
علماء اسلام دنیا میں تمام نبیوں کی عزت کے محافظ ہیں' آخرت میں ان کے گواہ ان کی تنخواہ رب کے ذمہ ہے	556
سجود آدم اور درود محمدی میں فرق' آدم ابوالبشر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابوالارواح ہیں۔	556
اسباط یعقوب' سبطین محمدی' حسن یوسف اور حسن محمدی میں فرق۔	556
قرآن نے ساری مخلوق کو ہدایت کیسے دی نفیس تحقیق۔	558
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبوت پر اجرت کیوں نہیں مانگتے' ہماری طاقت مانگنے کے لئے اور داتا کا ہاتھ دینے کے لئے ہے۔	558
وما قدروا اللہ حق قدرہ اذ قالوا ما انزل اللہ۔	559
حق قدرہ کے نفیس دو معنی حضرت موسیٰ طالب' توریت تھے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مطلوب قرآن ہیں۔	561
توریت میں صرف نور ہدایت تھی' قرآن میں سوز وگداز بھی ہے مگر یہ سوز وگداز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ادا ہو جانے پر پیدا ہوا' مشتری وہاں جاری ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں۔	562
توریت اور قرآن کے نزول میں چھ طرح فرق ہے۔	565
قرآن جیسا آیا ویسا ہی رہا مگر توریت جیسی آئی ویسی نہ رہی۔	568
وھٰذا کتٰب انزلنٰہ مبٰرک مصدق الذی۔	571
قرآن کریم کو ذلک کیوں فرمایا جاتا ہے اور ھذا کیوں۔	572
الفاظ قرآن کا نزول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کان پر آہستگی سے ہوا۔ مضامین قرآن کا نزول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر یکدم۔ لہٰذا نزلنا انزلنا فرمایا۔	572

www.alahazratnetwork.org

مضمون	صفحہ
قرآن اسم سارے کا ہے۔	573
وحی ... تمیز ... کا ثبوت امام رازی [illegible] میرا [illegible] ہے۔	573
ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا او قال اوحی الی	578
نبی اور رسول میں فرق۔	579
اور آیت اطاعت میں رسول نبیوں سے نبی کیوں نہیں۔ اللہ پر جھوٹ گھڑنے کی بہت صورتیں ہیں۔	579
اللہ پر جھوٹ گھڑنے کی بہت صورتیں ہیں	581
سکرات موت اور غمرات موت میں عجیب فرق۔	582
اخراج اور رجوع میں فرق کافر کے لئے موت اخراج ہے مومن کے لئے رجوع۔	583
دور اور زادی پر کھانے کے مقامات۔	585
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سکرات موت کیوں ہوئی۔	586
ولقد جئتمونا فرادی کما خلقناکم اول مرۃ	588
اسلامی شفاعت [illegible] شفاعت [illegible] میں [illegible] اور [illegible] میں فرق۔	590
ایمانیات مضمون ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس [illegible] معرفت سے ملے۔	591
[illegible] اور باپ میں فرق۔	594
قیامت میں انبیاء [illegible] نفسی نفسی فرمانا	

مضمون	صفحہ
[illegible] سے [illegible] گا۔	595
دنیا میں رب کے پاس آنے کی صورتیں۔	595
ان اللہ فالق الحب والنوی	596
سورج کی شعاعوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہوں میں فرق شعاعوں سے [illegible] نگاہوں سے [illegible] کتاب۔	599
[illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible]	600
تفسیر نعت اور شفاعت کے لئے علم غیب ضروری ہے۔	602
وھو الذی جعل لکم النجوم لتھتدوا بھا۔	604
علم اور فقہ میں فرق۔	607
حوریں انسان نہیں شکل انسانی میں ہیں جیسے حضرت جبرائیل کبھی شکل انسانی میں ہوتے تھے۔	609
آسمان سے [illegible] اندھیریاں بہت ہیں [illegible] اندھیری میں [illegible] تارے ہیں۔	610
وھو الذی انزل من السماء ماء فاخرجنا بہ	613
[illegible] تین [illegible] میں فرق۔	615
شریعت حقیقت [illegible] طریقت [illegible]	619
وجعلوا للہ شرکاء الجن وخلقھم وخرقوا	620
طیب [illegible] اور [illegible] میں [illegible] فرق [illegible]	

www.alahazratnetwork.org

مضمون	صفحہ
تعالیٰ میں فرق، تعلق ہونا، تبعیض میں فرق۔	622
بدیع السموات والارض	625
انی یکون لہ ولد	625
معنی سے تحقیق معنی۔	627
معرفت توحید اور معرفت ایمان میں فرق۔	628
عبادت دونوں میں، دو مستحق اطاعت ہو سکتے ہیں' نہیں بحث۔	628
نہ خدا دو ہو سکتے ہیں نہ معطی و معبود دو ہو سکتے ان جداگانہ معبوت اور معبودیت میں فرق۔	629
ابدہ مطلق اور بدیع میں فرق، نہ خالق نہ مدبر نہیں ہو سکتا، موحد ہو سکتا ہے جیسے تحقیق۔	630
کیا حضرت علی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل ہیں' زوجہ اور صاحب میں فرق۔	631
رب تعالیٰ جسم محمدی کا خالق ہے' روح محمدی کا مربی۔	632
چارمالی ہم ماتحتی اور موت میں فرق۔	633
لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار	633
ادراک اور نظر میں فرق۔	633
دیدار الٰہی کی نفیس بحث۔	635
دیدار معراج کا نفیس ثبوت۔	637
رب کا دیدار قیامت میں کیا جیسے سورج اور چاند جہاں سے دیکھو تا ہے۔	638
کیا حضرت عائشہ نے دیدار معراج کا انکار کیا۔ رب کے نور دو قسم کے ہیں۔	638
حضور صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر بھی ہیں باطن بھی	

مضمون	صفحہ
یونہی آئی ہے۔	640
قد جاءکم بصائر من ربکم ... بیان محمد مصطفیٰ ... آیا ... ہوا۔	640
حضور صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں سے تقرار ہیں' کفار کے نہیں۔	641
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات تا قیامت باقی ہیں اس کی تفصیل۔	647
اتبع ما اوحی الیک من ربک۔	649
حضور صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے تبع ہیں مطیع نہیں۔	649
ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تبع بھی ہیں مطیع بھی۔	649
حضور صلی اللہ علیہ وسلم بچپن شریف سے ہی وحی کے تبع تھے۔	650
حافظ حفیظ اور وکیل میں نفیس فرق۔	651
جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں آگیا وہ اللہ کی نظر میں آگیا، جو ان کی نظر سے گر گیا وہ اللہ سے گیا۔	653
حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے تبع ہیں' قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق۔	
حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدنی عربی تھے تو قرآن بھی مدنی عربی ہوا۔	655
... قف ... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ... ہے۔	657
ولا تسبوا الذین یدعون من دون	

www.alahazratnetwork.org

مضمون	صفحہ
الله۔	658
موت سے مومن کو بلایا جاتا ہے کافر کو لایا جاتا ہے، محبوبوں کو پہنچایا جاتا ہے۔	661
حضرت صدیق اکبر کا حدیبیہ میں بت کو گالی دینا جوش ایمان سے تھا جیسے موسیٰ علیہ السلام کا تختیاں ڈالنا۔	663
واقسموا باللہ جهد ایمانهم لئن جاء تهم	665
قسم، حلف، یمین میں فرق۔	667
حضور صلی اللہ علیہ وسلم صفا پہاڑ کو سونے کا کر سکتے تھے نفیس تحقیق۔	668
معجزات تین قسم کے ہیں۔ اور کس معجزہ کے انکار سے عذاب آتا ہے۔	669
شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم، دل وغیرہ کے حالات ہیں۔	670
نبی کو معجزات کی قدرت ہے مگر بعض کی اجازت نہیں۔	672

www.alahazratnetwork.org

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ

اور جب سنتا انہوں نے وہ جو اتارا گیا طرف ان پیغمبر کے تو دیکھے گا تو ان کی آنکھوں کو بہتی ہیں آنسو سے اس وجہ سے

اور جب سنتے ہیں وہ جو رسول کی طرف اترا تو ان کی آنکھیں دیکھو کہ آنسوؤں سے ابل رہی ہیں اس لئے

مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ

کہ پہچانا انہوں نے حق کو کہتے ہیں اے رب ہمارے ایمان لائے ہم پس لکھ تو ہم کو ساتھ گواہوں کے

کہ وہ حق کو پہچان گئے کہتے ہیں اے رب ہمارے ہم ایمان لائے تو ہمیں حق کے گواہوں میں لکھ لے

تعلق : اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق** پچھلی آیت کریمہ میں بعض عیسائیوں کی نرمی دل کا ذکر تھا اب ان کی آنکھوں کی نمی محبت الٰہی میں آنسو بہانے کا ذکر ہے گویا قلب کی حالت بیان کرنے کے بعد چشم کی حالت زبان کی عبارت کا ذکر ہے۔ قلب کے بعد قالب کا تذکرہ ہے۔ چونکہ دل بادشاہ ہے جسم اس کی رعایا لہٰذا دل کا ذکر پہلے آنکھوں و زبان کا ذکر اب بعد میں ہوا۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیت کریمہ میں عیسائیوں کی دلی قرب محبت کا ذکر تھا جو انہیں مسلمانوں سے ہے اب اس کے نتیجہ کا ذکر ہے کہ اس محبت مومنین کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے دل نرم آنکھیں تر ہو گئیں اور ایمان نصیب ہو گیا۔ صالحین کی محبت نیکیوں کی تخم ہے۔ تخم کا ذکر پچھلی آیات میں تھا۔ درخت یا پھلوں کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہے۔

حب درویشاں کلید جنت است　　　　دشمن درویشاں کلید لعنت است

تیسرا تعلق پچھلی آیت کریمہ میں عیسائیوں کے مومنوں سے قریب المحبت ہونے کی دو وجہیں بیان ہوئیں ایک ان میں علماء صوفیوں درویشوں کا ہونا دوسرے ان کے دلوں میں تکبر و غرور نہ ہونا اب اس کی تیسری و چوتھی وجہ بیان ہو رہی ہے قرآن مجید کی آیات سن کر آنکھوں سے آنسو بہانا اور زبان سے اعلان ۔ گویا ایک جنت کی چار دیواریں ہیں جن میں سے دو کا ذکر پہلے ہو چکا دو کا ذکر اب ہو رہا ہے۔ **چوتھا تعلق** پچھلی آیت میں عیسائیوں کی محبت مومنین کا ذکر تھا۔ اب اہل محبت قرآن اور محبت صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ ہے کبھی محبت قرآن و محبت رسول پہلے نصیب ہوتی ہے محبت مومنین بعد میں بطور نتیجہ اور کبھی اس کے برعکس ہوتا ہے کبھی سورج سے دھوپ کو معلوم کرتے ہیں کبھی دھوپ سے سورج کا پتہ لگاتے ہیں۔ یہاں دھوپ سے سورج کو معلوم کرایا ہو۔ مسلمان دھوپ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سورج قرآن اسی شمس کی نورانی شعاعیں ان لوگوں نے دھوپ سے سورج کو جانا۔

شان نزول جب مہاجرین حبشہ بادشاہ حبشہ نجاشی کے دربار میں بلائے گئے۔ جہاں حبشی عیسائی اور مشرکین مکہ کا اجتماع

www.alahazratnetwork.org

تھا تو نجاشی بادشاہ نے امیر مہاجرین حضرت جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا تمہارے قرآن میں ہماری مریم بتول کا ذکر بھی ہے تو آپ نے فرمایا کہ ہمارے قرآن میں اس جناب کے نام کی پوری ایک سورت ہے۔ سورہ مریم اور ان کا ذکر تو بہت جگہ ہے۔ شاہ حبشہ نے سورۂ مریم سنانے کی عرض کی آپ نے یہ رکوع تلاوت کیا **واذکر فی الکتاب مریم** اور **ذلک عیسی ابن مریم** تک۔ بعض روایات میں ہے کہ سورۂ طٰہٰ شریف شروع سے **ھل اتاک حدیث موسی** تک کی تلاوت کی اس پر نجاشی اور اس کی دربار کے عیسائی مست ہو گئے۔ جیسا کہ ابھی اس سے پچھلی آیت میں عرض کیا گیا پھر نجاشی بادشاہ نے ستر لوگ صاحب مدینہ منورہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے آئے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سورہ یٰسین سنائی۔ جس پر وہ بہت ہی روئے۔ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور زار و قطار رونے لگے ان واقعات پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں ان لوگوں کے اس جذبہ کی تعریف فرمائی گئی۔ (تفسیر مدارک) یہ پورا واقعہ ابھی پچھلی آیت کریمہ میں تفصیل سے عرض کیا گیا۔

تفسیر **واذا سمعوا ما انزل الی الرسول** بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ جملہ معطوف ہے۔ **منہم قسیسین** پر لہذا اور مطلب یہ ہے اس میں ان عیسائیوں کے مومنوں سے محبت کرنے کی تیسری چوتھی وجہ بیان فرمائی گئی معطوف علیہ میں پہلی دوسری وجہ بیان کی گئی تھی مگر اکثر مفسرین کا خیال ہے کہ یہ نیا جملہ ہے اور واؤ ابتدائیہ ہے۔ اسی دوسرے قول کو ترجیح ہے۔ (تفسیر صاوی) خیال رہے کہ اس آیت سے قرآن مجید کا دوسرا خمس شروع ہوتا ہے پہلا خمس ختم ہو گیا۔ **لا یستکبرون** پر۔ لہذا مناسب یہ ہی ہے کہ یہ آیت نئی ہو۔ (صاوی) رب تعالیٰ نے یہاں **اذا** فرمایا **کلما** نہیں فرمایا۔ جس سے مسلمانوں کو اشارۃً بتایا کہ قرآن کریم سنتے وقت یہ وجدانی کیفیت یہ سوز و گداز ہمیشہ نہیں ہوتا یہ رنگ کبھی ہوتا ہے لہٰذا اگر کسی وقت تلاوت یا نماز یا تلاوت یا وظائف میں یہ رنگ نہ آئے تو اس سے بددل نہ ہو جاؤ کہ یہ قبض و بسط ہر چیز میں ہوتا رہتا ہے تم مزے کے لئے عبادت نہ کرو خدا کے لئے کرو۔ **سمعوا** کا فاعل **ھم** ضمیر ہے جس کا مرجع نصاری یا قسیسین و رہبان ہیں یہاں بھی **سمعوا** فرمایا **اسمعوا** نہ فرمایا۔ جس میں اشارۃً بتایا کہ کبھی یہ وجدانی کیفیت اتفاقاً سن لینے سے بھی پیدا ہو جاتی ہے خواہ قصداً سنے یا ویسے ہی اتفاقاً۔ **ما انزل** سے مراد سارا قرآن مجید نہیں بلکہ اس کی بعض آیات مراد ہیں اس لئے **انزل** فرمانا درست ہے۔ ممکن ہے کہ **ما انزل** سے مراد قرآنی آیات بھی ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات آپ کے حالات بھی کیونکہ نجاشی بادشاہ نے ان صحابہ مسلمانوں سے سب کچھ پوچھا پہلا احتمال زیادہ قوی ہے۔ قرآن کریم میں جہاں **الرسول** یا **النبی** بغیر قید ذکر ہو تو وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہوتے ہیں۔ چونکہ قرآن مجید میں یہ تڑپا دینے کی شان تب پیدا ہوئی جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آیا اس سے پہلے کوئی اس سے تڑپا تھا نہ اس میں یہ سوز و گداز تھا اس لئے **القرآن** نہ فرمایا بلکہ **ما انزل الی الرسول** فرمایا۔ یہ دنیاوی عبارت ارشاد ہوئی بلکہ یہ کتاب قرآن تو تب بنی جب کہ اسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا۔ قرآن نے کہی ہیں پڑھی بھی کتاب کس کی پڑھی ہوئی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ خالی چیز کچھ نہیں کرتی مگر جب زمین میں تجارت کر دی جائے تب اثر کرتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آستانہ وہ ہے جہاں ترقی عبادات بلکہ اولیاء کی چیزیں تجارت کی جاتی ہیں اس آستانہ سے کعبہ میں زمین مدینہ میں بلکہ بھر آگیا اس کارخانہ سے حضرت صدیق و فاروق مہاجرین و انصار کی

www.alahazratnetwork.org

بیڑیاں ساحل ہو گئیں دعائیں دو ہی قبول ہوتی ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں کا یاور۔ **ترى اعينهم تفيض من الدمع** یہ عبارت **واذا سمعوا** کی جزا ہے۔ دیکھنے سے مراد آنکھوں سے دیکھنا ہے اس لئے اس کا مفعول ایک ہی آیا۔ یعنی اعینهم تری میں خطاب یا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے یا حضرات صحابہ کرام سے جنہوں نے ان عیسائیوں کا رونا آنکھوں سے دیکھا۔ تفیض حال ہے **اعينهم** کا اور **من الدمع** فیض کی تمیز ہے "کا" یا "تا" کے متعلق ہو کر یہ عبارت تین طرح سے نہایت ہی فصیح و بلیغ ہے۔ بہتے ہیں آنسو مگر فرمایا گیا ان کی آنکھیں بہتی ہیں پھر آنسوؤں کا کر دینا "سے نہ فرمایا بلکہ الدمع معرفہ سے لیا۔ پھر **الدمع** پر من داخل فرمایا اس میں ایسی خوبیاں ہیں جو قال سے نہیں بلکہ حال سے معلوم ہو سکتی ہیں۔ تفیض بنا ہے فیض سے معنی چھلکنا یعنی برتن کا بھر جانا اور اس سے کچھ گر جانا بزرگوں کے فیوض و برکات کو اس لئے فیض کہتے ہیں کہ وہ ان کے بھرے ہوئے دل کا چھلکا ہوتا ہے جو جوش میں بہنے لگتا ہے۔ جس سے ہم جیسے لوگ چلو بھر لیتے ہیں یعنی ان کی آنکھیں آنسوؤں سے اس قدر بھر جاتی ہیں کہ ان سے آنسو ابل پڑتے ہیں۔ تم ان کا یہ حال اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو۔ خیال رہے کہ برتن سے کوئی چیز گر جانے میں برتن خالی ہو جاتا ہے اس یا اس چیز بہہ جاتی ہے اسے اردو میں گر جانا بہہ جانا اور عربی میں سیلان یا جریان کہا جاتا ہے مگر چھلکنے میں برتن خالی نہیں ہوتا اس پاس چیز بہہ باقی ہے جس سے چیونٹی مکھی وغیرہ جانور پی لیتے ہیں اسے عربی میں فیض اردو میں ابلنا یا چھلکنا کہا جاتا ہے چونکہ مرد مومن کے ایسے آنسو جو عشق الٰہی میں بہیں اس زمین کے لئے جہاں وہ بیٹھ کر روئے اس در و دیوار کے لئے بلکہ وہاں کے ذروں کے لئے جو شخص وہاں محبت و اخلاص سے آ کر بیٹھ جائے اس کے لئے فیض رساں ہوتے ہیں اور خود رونے والے کے لئے کمی نہیں ہوتی اس لئے یہاں تفیض فرمایا۔ فیض کے معنی یہاں بہت خیال ہیں **مما عرفوا من الحق** اس عبارت میں دو من ہیں۔ پہلا **مما** میں دوسرا **من الحق** میں پہلا **من** تعلیلیہ ہے **ما مصدریہ**، دوسرا **من** یا **ما** کا بیان ہے یعنی **من** بیانیہ یا **من** تبعیضیہ ہے۔ حق سے مراد یا قرآن مجید ہے یا اسلام یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا یہ تمام چیزیں کیونکہ یہ سب حق ہیں یعنی وہ لوگ قرآن سن کر اس لئے روتے ہیں کہ وہ حق کو پہچان چکے **يقولون ربنا امنا** یہ عبارت نیا جملہ ہے یا **عرفوا** کے فاعل سے حال ہے **يقولون** کا فاعل وہی قرآن سن کر رونے والے عیسائی ہیں۔ ومالنا پہلے یا پوشیدہ ہے **امنا** کا مفعول بہ پوشیدہ ہے یعنی یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا بالقرآن یا بما انزل یعنی وہ لوگ رو کر یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم قرآن پر یا ان رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یا اس اتارے ہوئے پر ایمان لے آئے ہمارے گزشتہ گناہ معاف فرما دے یہ کلام یعنی اسباب ایمان لانے کے لئے نہیں ہے کہ گزشتہ ایمان کی خبر دینے کے لئے جیسے بعث اور اشترایت (تفسیر مدارک) **فاكتبنا مع الشاهدين** اس جملہ میں ف جزائیہ ہے اور یہ جملہ ایک پوشیدہ شرط کی جزا ہے **اكتب** سے مراد یا شمار کرنا ہے، فہرست میں نام لکھنا ہے یا ثبت یعنی **اجعل شاهدين** سے مراد وہ پرانے مسلمان ہیں جو پہلے کلمہ شہادت پڑھ کر ایمان لا چکے ہیں جیسے صدیق و فاروق یا مہاجرین و انصار بن چکے ہیں یا اس سے مراد امت محمدیہ ہے جو قیامت میں تمام نبیوں کے حق میں گواہی دے گی۔ **لتكونوا شهداء على الناس** یعنی اگرچہ ہم آج مسلمان ہوئے مگر ہمیں اپنے فضل و کرم سے پرانے مسلمانوں میں سے بنا دے یا ہم کو قیامت میں امت محمدیہ میں شامل کر جو حضرات انبیاء کی گواہ ہے۔ خیال رہے کہ انجیل شریف میں امت محمدیہ کے فضائل میں یہ بیان فرمایا گیا تھا کہ وہ امت سارے نبیوں کی گواہ ہوگی۔ وہاں سے معلوم کر کے یہ عاجزانہ درخواست کرتے ہیں لہذا ان کی نیت واضح ہے (تفسیر مدارک) یا یہ مطلب ہے کہ مولیٰ ہم پردیسی اتفاقاً تیرے محبوب کی گلی میں پہنچ گئے ہمیں

www.alahazratnetwork.org

یہاں آتا ہے۔ ہو یا نہ ہم تو غائبین ہیں ایسے خوش نصیب صحابہ جو ہر وقت تیرے محبوب کے آستانہ میں سایہ کی طرح حاضر رہتے ہیں ہم غائبین مجبوریں کو ان حاضرین شاہدین کے ساتھ لکھ لے ہمارا امام بھی ان کے تقدیم ہی بنا لے غرضیکہ شاہدین یا ماخذ تو شہادت سے یا شہادت ہے یا مشاہدہ سے یہاں ہر معنی درست ہیں یہ شہود حاضری شہادت گواہی مشاہدہ نظارہ تمام معانی۔

خلاصہ و تفسیر : اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان نو مسلم عیسائیوں کی یہ حالت بیان فرمائی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت سنتا آنکھوں سے آنسو ہلاتا دلوں میں سوز و گداز معرفت الٰہی ہوتا زبان سے اپنے ایمان کا اظہار کرتا یہ انہوں کا سنگ ما تا تھا۔ چنانچہ فرماتا ہے ان مذکورہ عیسائیوں کے دل کا حال تو وہ ہے جو آپ نے ابھی سن لیا اور ان کا حال یہ ہے کہ اول جب حضرات صحابہ سے یا آپ سے یا مسلمانوں سے وہ قرآن وغیرہ سنتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا تم آپ دیکھتے ہی ہو کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہنے لگتی ہیں اس طرح کہ ان کی آنکھوں سے آنسو ابل پڑتے ہیں یہ آنسوؤں کا ابل پڑنا اس لئے ہوتا ہے کہ وہ حق پہچان چکے ہیں بذریعہ انجیل شریف قرآن مجید کی حقانیت پہچان چکے ہیں یا قرآن سنتے ہی حق پہچان گئے اسلام کی حقانیت معلوم کر گئے یا انہوں نے قرآن کے ذریعہ آپ کو پہچان لیا۔ آپ سراپا حق ہیں بعض لوگوں نے آپ سے قرآن کو جانا۔ بعض نے قرآن سے آپ کو پہچانا یہ پہلے لوگوں میں سے ہیں انہوں نے اس سوز و گداز کو غنیمت جانتے ہوئے یہ کیا کہ وہ روتے ہوئے دعا مانگتے ہیں کہ الٰہی ہم ایمان لائے تو ہمارے ایمان کو قبول کر لے اور اپنے فضل و کرم سے ہم کو پرانے مسلمانوں میں شامل فرما لے یا قیامت میں ہم کو ان شاہدین میں اٹھا جو حضرات انبیاء کرام کے گواہ ہیں خیال رہے کہ جیسے عرق کشید کرتے وقت پھول اور پانی دیگ یعنی قرع میں ہوتا ہے۔ آگ کی گرمی سے اس کی بھاپ لوہے والے انبیق سے قطرہ کر پانی بن جاتی ہے وہ پانی ٹونٹی سے ٹپک جاتا ہے ایسے ہی رونے کی حالت میں دل سے گرم بھاپ اٹھتی ہے دماغ سے ٹکرا کر پانی بنتی ہے وہ پانی آنسوؤں کی شکل میں آنکھوں سے ٹپک پڑتا ہے یہ آنسو رونے کا آخری درجہ ہے۔ یہاں ذکر ہے کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے ابلتی ہیں اگر فقط بکو افرمایا جاتا تو یہ باریک بات حاصل نہ ہوتی۔

فائدے : اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ۔ جیسے قرآن مجید پڑھنا اور سننا بھی عبادت ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی ابن کعب سے قرآن مجید پڑھوا کر سنا یہ فائدہ **واذا سمعوا** سے حاصل ہوا۔ سبحان اللہ قرآن پاک پڑھنا عبادت سننا عبادت اسے دیکھنا عبادت اسے چھونا اسے لکھنا اسے تعلیم کرنا سب عبادت ہے۔ یہ اس کریم کی ذرہ نوازی۔ سوز و گداز کو غنیمت جانے اس موقعہ پر حاضر رہنا ضروری ہے یہ وقت قبول رحمت الٰہی کا ہے۔ دعا کے الفاظ میں ضرور رہتے اور دعا میں اولاً ربنا یا اللھم ضرور کہے کہ یہ آداب دعا سے ہے ربنا کہنے میں اپنے پروردہ ہونے رب کے مالک ہونے کا اقرار ہے۔ دوسرا فائدہ۔ اگر بغیر ارادہ کان میں قرآن مجید کی آواز آجائے اور ادب سے سنے تو یہ بھی عبادت ہے یعنی ارادۃً سننا بھی عبادت ہے اور اتفاقاً سن لینا بھی عبادت یہ فائدہ بھی **واذا سمعوا** سے حاصل ہوا کہ سمع کہتے ہیں مطلقاً سننے کو اور استماع کہتے ہیں ارادۃً توجہ سے سننے کو اسی لئے اگر آیت سجدہ اتفاقاً سن لے تب بھی سجدہ تلاوت واجب ہے۔ تیسرا فائدہ۔ قرآن مجید کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات طیبہ کا سننا بھی عبادت ہے یہ فائدہ ما انزل الی الرسول سے حاصل ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے کام کلام احوال سب رب

www.alahazratnetwork.org

کی طرف سے آتا ہے وہ ہیں۔ چوتھا فائدہ: قرآن کریم سن کر رونا بلکہ ہر ذکر الٰہی پر گریہ و زاری کرنا اور عشق و محبت سے رونا اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔ یہ فائدہ **تفیض من الدمع** سے حاصل ہوا بلکہ عذاب الٰہی سن کر خوف سے رونا اور رحمت الٰہی کی امید سے رونا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ان کے رب کی صفات پر شوق و محبت سے رونا یہ سب کچھ عبادت ہے بلکہ ان سے بلکہ اپنے گناہ یاد کر کے رونے کی توفیق ملنا اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **تقشعر منه جلود الذين يخشون ربهم** یعنی جن کے دلوں میں اللہ کا خوف ہے اس کا حال یہ ہے کہ اللہ رسول کے ذکر سے ان کی کھالوں پر بال کھڑے ہو جاتے ہیں۔

کبھی عشق کی آگ اندھیر ہے! — مسلماں نہیں خاک کا ڈھیر ہے!
تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے! — دل مرتضیٰ سوز صدیق دے

پانچواں فائدہ: قرآن کریم جب لوح محفوظ ہی میں تھا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر ابھی نازل نہ ہوا تھا تو اس میں الفاظ، حلال احکام، مضامین، اعمال ایمان سب کچھ تھا مگر سوز و گداز و رونا یہ صفت قرآن میں جب پیدا ہوئی جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پڑھ لیا اس زبان فیض ترجمان سے مس ہو کر سوز و گداز درد عشق جذبہ سب کچھ اس میں ہو گیا۔ جیسے لوح محفوظ میں قرآن کریم مکی مدنی نہ تھا اس میں وقف سکتہ رکوع وغیرہ نہ تھے یہ سب چیزیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے سے حاصل ہوئیں۔ ایسے ہی یہ ہے یہ فائدہ بجائے القرآن کے **ما انزل الی الرسول** فرمانے سے حاصل ہوا۔ بلکہ زمین مدینہ، کعبہ معظمہ، ماہ رمضان ہماری عبادات میں دعاؤں میں سوز و گداز درد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ سے ہی ہے یہ سودا صرف اسی دوکان سے ملتا ہے۔ چھٹا فائدہ: رونے کے ساتھ معرفت حق ہو تو نور پر نور ہے۔ یہ فائدہ **مما عرفوا** الخ سے حاصل ہوا۔ جب مزہ ہے کہ دل عشق سے پر ہو آنکھیں آنسوؤں سے محبت کی جڑ دل میں قائم ہو اس کی شاخیں آنکھوں وغیرہ میں۔ ساتواں فائدہ: رو رو کر دعا مانگنا قبولیت سے قریب ہوتا ہے۔ یہ فائدہ **فاکتبنا مع الشاہدین** سے حاصل ہوا کہ وہ لوگ روتے ہوئے یہ دعا مانگتے ہیں۔

دعائیں تو سالک بہت ہیں مگر — اثر کے لئے چشم تر چاہئے

یہ کرم بھی رب کی طرف سے ہی ہوتا ہے ادھر سے فیض ہو تو آنکھوں میں نمی آتی ہے بلکہ ہمارا بزرگوں کے پاس حاضری دینا دل کی نرمی آنکھوں کی نمی حاصل کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ آٹھواں فائدہ: معرفت الٰہی سے جو رونا ہو وہ بہت مقبول ہے رونے کی بہت قسمیں ہیں۔ ان میں سے وہ قسم اچھی ہے جس کا تعلق معرفت الٰہی اور عشق مصطفیٰ سے ہو۔ خیال رہے کہ عشق معرفت کے بعد ہوتا ہے یہ فائدہ **مما عرفوا** الخ سے حاصل ہوا۔ نواں فائدہ: اپنے ایمان کا اعلان اور لوگوں کے سامنے اقرار کرنا بھی رب تعالیٰ کو پیارا ہے بلکہ اقرار شرط ہے احکام اسلامیہ جاری کرنے کے لئے یہ فائدہ **یقولون ربنا آمنا** الخ سے حاصل ہوا۔ دسواں فائدہ: پرانا مسلمان ہونا یعنی قدیم الاسلام اللہ کی نعمت ہے یہ فائدہ **مع الشاہدین** کی پہلی تفسیر سے حاصل ہوا کہ ان نو مسلموں نے پرانے مسلمانوں کے ساتھ ہو جانے کی آرزو کی۔ گیارھواں فائدہ: کسی بندے کا اچھا ہونا بھی اللہ کی نعمت ہے اور اچھوں کے ساتھ ہونا ان کے زمرہ میں داخل ہونا بڑی نعمت ہے یہ نعمت دنیا میں بھی مفید ہے آخرت میں بھی فائدہ مند یہ فائدہ **مع الشاہدین** کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا۔ اصحاب کہف کا کتا اچھوں کے ساتھ ہو گیا اس کا بھی

www.alahazratnetwork.org

ہزاروں تک لے گیا۔ **بارھواں فائدہ:** نو مسلم اور پرانے مسلمان ایمان میں برابر ہیں۔ سب کا درجہ ایک ساتھ ہو گا یہ فائدہ بھی مع الشاہدین کی تفسیروں سے حاصل ہوا۔ رب تعالیٰ نے ان کی اس دعا کا ذکر فرمایا تردید نہ فرمائی۔ ان کی یہ عاجزی نہایت معلوم ہو الہ قبول ہوئی۔ **تیرھواں فائدہ:** اہل کتاب اگرچہ سارے نبیوں اور کتابوں توحید وغیرہ کو مانتے ہوں مگر مومن نہیں ہاں جب تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانیں یہ فائدہ ومانانا سے حاصل۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ ہم اب ایمان لائے۔ **چودھواں فائدہ:** بعض تحریریں ہمارے اعمال کے بعد ہوتی ہیں۔ جیسے اعمال نامہ کی تحریر یہ فائدہ فاکتبنا سے حاصل ہوا انہوں نے عرض کیا کہ اب تک ہمارا نام کافروں کی فہرست میں تھا اب وہاں سے مٹا کر مومنین کی فہرست میں لکھ دے۔ ہم ایمان لا چکے۔

پہلا اعتراض: اس آیت کریمہ میں اتنی دراز عبارت کیوں ارشاد ہوئی ما انزل الی الرسول صرف القرآن کہہ دیا جاتا۔ **جواب:** اس کے کئی جواب اشارۃً ابھی تفسیر میں عرض کر دیئے گئے کہ یا تو اس لئے کہ ان عیسائیوں نے قرآن مجید کی آیات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سن کر گریہ وزاری کی اس لئے ان دونوں کا شامل فرمایا گیا یا اس لئے کہ قرآن کریم میں یہ تاثیر بتانے کی تاثیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے کے باعث پیدا ہوئی ورنہ وہ سندوق میں آ کر اپنا کمال دکھاتا ہے۔ **دوسرا اعتراض:** قرآن کریم تو آہستہ آہستہ تیئس سال میں نازل ہوا پھر اس کے لئے انزل کیوں ارشاد ہوا۔ انزل کے معنی ہیں ایک دم اتارنا۔ **جواب:** یا تو یہاں انزل میں تجرید ہے اور اس کے معنی ہیں مطلقاً اتارنا خواہ یکدم ہو یا آہستگی کے لحاظ سے یا قرآن کریم کا نزول کئی بار ہوا ایک بار آہستگی سے اور بار ہا یکدم۔ چنانچہ جبریل امین ہر سال رمضان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم سناتے تھے یا ان لوگوں نے پورا قرآن نہ سنا تھا بلکہ کچھ آیات سنی تھیں ان آیات کا نزول یکدم ہی ہوا تھا۔ **تیسرا اعتراض:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ سارے عیسائی قرآن مجید سن کر روتے اور اپنے ایمان کا اعلان کرتے ہیں۔ کیونکہ پچھلی آیت میں عام عیسائیوں کا ذکر ہے یہ بات تو واقعہ کے خلاف ہے۔ بہت عیسائی قرآن مجید کی تردید کرتے اس کا مذاق اڑاتے ہیں پھر یہ فرمان درست کیونکر ہوا۔ **جواب:** پچھلی آیت میں عرض کیا گیا کہ **الذین قالوا انا نصری** میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اس سے نجاشی اور ان کے ساتھی اور وہ ستر عیسائی مراد ہیں جو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ تب تو یہ آیت کریمہ واضح ہے کہ یہ لوگ جو ایمان لائے ان کا یہ حال ہے کہ قرآن سن کر روتے اور عرض کرتے ہیں دوسرے یہ کہ **قالوا انا نصاری** سے مراد عام عیسائی ہیں کہ یہ بمقابلہ مشرکین و یہود نرم ہیں اس صورت میں **واذا سمعوا** سے مراد ان میں سے بعض لوگ ہیں اور مطلب یہ ہے کہ ان عیسائیوں میں بعض لوگ تو یہاں تک مسلمانوں سے قریب ہیں کہ قرآن سن کر رو پڑتے ہیں مومن بن جاتے ہیں بلکہ بیان القرآن میں محمد علی لاہوری نے تو یہاں لکھا کہ لارڈ ہیڈلے رات کو تہجد کے وقت نماز میں قرآن مجید پڑھ کر روتا تھا اور بھی آج کئی یورپین عیسائی ہیں جن کے دل قرآن مجید کے سننے سے پگھلتے ہیں واللہ اعلم بہرحال یہ آیت کریمہ بالکل درست ہے بعض عیسائیوں نے مسلمان ہو کر قرآن مجید کے ترجمے تفسیریں انگریزی میں شائع کیں۔ چنانچہ آج کل محمد مارما ڈیوک پکتھال انگریز کا انگریزی ترجمہ بہت مروج ہے جس سے حرمین شریفین میں انگریز عیسائیوں کی تفسیر انگریزی میں بلکہ وہاں یہ تفسیریں انگریزی خواں حاجی مسلمانوں کو مفت دی جاتی ہیں کسی شرابی

www.alahazratnetwork.org

یہود کی تو اس قسم کی ہمت نہ تھی۔ **چوتھا اعتراض۔** یہ عیسائی جب **مسلمان** ہوئے تو انہیں عیسائی کیوں فرمایا گیا۔ مسلمان ہو جانے کے بعد ان کا مسلمانوں سے محبت کرنا قرآن مجید سن کر رونا اپنے ایمان کا اعلان کرنا عجیب بات نہیں مشرکین اور بعض یہود بھی مسلمان ہوئے۔ [illegible] سیدنا عبداللہ ابن سلام اور ان کے ساتھی **مسلمان** ہوئے بلکہ مبلغ اسلام ہوئے۔ **جواب۔** اس کا جواب پہلی آیت میں [illegible] بتایا کہ عیسائیوں میں ایسے مخلص بہت ہوئے مشرکین یہود میں بہت تھوڑے جو نہ ہونے کے برابر ہیں اس سے متعلق بہت کچھ وہاں عرض کیا گیا۔ وہاں ہی ملاحظہ کرو۔ **پانچواں اعتراض۔** ان عیسائی نو مسلموں نے مسلمان ہوتے ہی یہ دعا کیوں مانگی کہ **فاکتبنا مع الشاہدین** یہ لوگ شاہد تو جب ہی بنے کہ مسلمان ہوئے۔ **جواب** اس کے دو جواب تفسیر میں عرض کئے گئے۔ ایک یہ کہ شاہدین سے مراد ہیں پرانے **مسلمان** جو ان لوگوں سے بہت پہلے توحید و رسالت کی گواہی دے چکے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ ہم آج **مسلمان** ہوئے ہیں مگر مولیٰ اپنے کرم سے ہم کو ان پرانے مسلمانوں میں شمار فرما لے جو ہم سے پہلے بہت نیک اعمال کر چکے۔ دوسرے یہ کہ شاہدین سے مراد ہیں قیامت میں انبیاء کرام کے گواہ تو مطلب یہ ہے کہ ہمارا خاتمہ ایمان پر فرما اور ہمارا حشر مسلمانوں کے ساتھ کر ان کی طرح ہم کو انبیاء کرام کا گواہ بنا عدالت ان کے ساتھ ہم کو بھی نصیب کر۔ **چھٹا اعتراض۔** اس آیت کریمہ میں اتنی دراز عبارت کیوں ارشاد ہوئی **اعینہم تفیض من الدمع** صرف **یبکون** کیوں نہ فرمایا گیا وہ مختصر لفظ تھا۔ **جواب** اس کا جواب تفسیر سے معلوم ہو گیا کہ اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ ان کے یہ آنسو دوسروں کے لئے فیض رساں ہوتے ہیں۔ خوف خدا عشق حضور **مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم** میں رونے والے کی جگہ بھی بافیض ہو جاتی ہے۔ تفیض بہت ہی پر لطف لفظ ہے۔

تفسیر صوفیانہ۔ قرآن مجید پڑھنے اور سننے والے مختلف قسم کے ہیں جن میں سے بعض وہ خوش نصیب ہیں جن کی زبان اور کان میں الفاظ قرآن پہنچتے ہیں اس کی [illegible] تک [illegible] ان کے دلوں تک حلاوت و لذت قرآن پہنچتی ہیں ان کی روح [illegible] قرآن سے روح مصطفیٰ **صلی اللہ علیہ وسلم** کا مشاہدہ کرتی ہیں ان کے اسرار صفات الٰہی کا نظارہ کرتے ہیں ایسے قاریوں اور سامعین پر علوم غیبیہ اسرار الٰہیہ **تجلیات ربانیہ** کھل جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں ان کے دل مجلس [illegible] میں عشق کی آگ سے [illegible] جاتے ہیں۔ ان کے رونگٹے خوف خدا سے کھڑے ہو جاتے ہیں کبھی [illegible] وجد کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ ان کے یہ حالات اپنے اختیار میں نہیں بلکہ کسی طرف سے فیض کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ ان کے پاس بیٹھنے والوں بلکہ مکان و مقام میں عجیب تاثیرات پیدا ہوتے ہیں۔ اس آیت کریمہ میں اس حالت کا ذکر ہے۔

حکایت۔ حضرت سعید [illegible] ایک بار نماز میں یہ آیت کریمہ بار بار تلاوت کر رہے تھے **کل نفس ذائقۃ الموت** ہاتف غیبی نے آواز دی اے سعید تمہاری تکرار آیت سے چار مومن جن مر چکے ہیں جنہوں نے ہیبت الٰہی میں آسمان کی طرف نظر اٹھا [illegible] حضرت ابوبکر صدیق قرآن مجید پڑھتے وقت بے تاب ہو کر روتے تھے یہ حال [illegible] صحابہ کرام [illegible] ایمان [illegible] پہنچ گئے اور اس مرتبہ پر پہنچ کہ [illegible] جنتی تصور کرنے [illegible] ہم اس جماعت میں شامل فرمائے [illegible] رسول کی قدر و منزلت کا مشاہدہ کرنے والے ہیں۔ انہوں نے

www.alahazratnetwork.org

حق یعنی قرآن کو تو پہچان لیا اب صاحب قرآن حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات سے مشاہدہ کرنے کا شوق دامن گیر ہوا اور یہ معاملگی قرآن مومن کی ابتدا ہے صاحب قرآن انتہا (تفسیر عرائس البیان) عارف کا ایک وقت ایسا آتا ہے کہ حضور ہی اس کی ابتدا ہوتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی انتہا۔

مرد مومن مالک خشک و تر است مرد مومن نائب پیغمبر است
مرد مومن را محمد ابتدا است مرد مومن را محمد انتہا است!

صوفیاء فرماتے ہیں کہ وہ دل دوست جو اچھا ہو اور اچھوں کے ساتھ ہو اچھوں کا ساتھ اللہ کی بڑی رحمت ہے اس لئے ان لوگوں نے دعا کی کہ ہم کو شاہدین کے ساتھ لکھ لے لکڑی کے سہارے لوہا تر جاتا ہے نیکوں کے سہارے ہم شاہدوں سے مارے گنہگاروں کا انشاء اللہ بیڑا پار ہوگا۔ ہر رشتہ نسبت دیکھتا ہے زوجیت، برادری وغیرہ ہم جنس سے ہی ہوسکتی ہے مگر عشق وہ رشتہ ہے جو نہ نسبت دیکھے نہ حیثیت نہ برابری نہ برادری حتیٰ کہ گنہگار کو جناب احمد مختار سے عشق ہو جاتا ہے بلکہ بندہ کو پروردگار سے والہانہ محبت ہو جاتی ہے گنہگار جانتا ہے کہ میں کہاں حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں۔

فسم نازش چہ کنم من عجمی او عربی لاف مہرش چہ زنم من حبشی او قرشی

مگر پھر دل اختیار میں نہیں اس آستانہ تک پہنچ ہی جاتا ہے ان کے قدموں سے لپٹ ہی جاتا ہے عشق کا خدا بھلا کرے کہ ہم جیسے بدکاروں کو سرکاروں تک پہنچاتا ہے۔ اب پڑھو **فاکتبنا مع الشاہدین** اگر اس آیت کی زندہ و جاوید تفسیر دیکھنا ہے اور عشق الشاہدین کی لذت پوچھنا ہے تو حضرت بلال کو دیکھو۔ ان سے اس ہمراہی کی لذت پوچھو۔ اکبر اقبال نے حضرت بلال کی بارگاہ میں عرض کیا ہے۔

چمک اٹھا جو ستارہ تیرے مقدر کا حبش سے تجھ کو اٹھا کر حجاز میں لایا
ہوئی اسی سے ترے غم قدم کی آبادی تری غلامی کے صدقے ہزار آزادی
وہ آستاں نہ چھٹا تجھ سے ایک دم کے لئے کسی کے شوق میں تو نے مزے ستم کے سہے

اس عشق کی آتش ہے جس نے حضرت بلال کو زندہ جاوید بنا دیا۔

اقبال کس کے لطف کا یہ فیض عام ہے رومی کو ہے فنا حبشی کو دوام ہے

یہ آیت ایسے مسائل تصوف کی کان ہے۔ کلام الٰہی سن کر رونا۔ یار کے ذکر پر وجد آنا۔ رونے اور وجدانی حالت میں کہہ دینے سے عشق الفاظ اہل دل ایچھوں کے ساتھ کی دعائیں کرنا ایمان کے وسیلہ سے دعائیں مانگنا وغیرہ یہ بھی یہاں اس سے ثابت ہوا کہ یہ ان آنسوؤں سے فیض پہنچا رہی ہے کب تک قیامت تک کہ ان آنکھوں کا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فیض کا چشمہ ہیں کنوئیں کا پانی ختم ہو جاتا ہے کہ وہ چشمہ سے اس کا تعلق نہیں چشمہ کا پانی ختم نہیں ہوتا کہ اس کا تعلق چشمہ سے ہے ایسے رونے والے اللہ کے مقبول ہیں ان کا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے یہ فیضان ختم نہیں ہوتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم فیضان کا چشمہ ہیں گویا اللہ اس چشمہ کے نلکے تمام دنیا اس سے ہمیشہ فیض لے کر وہاں کمی نہ ہو۔ صوفیاء فرماتے ہیں جیسے پنسل کے سرے پر حرف مٹانے والا ربڑ لگا ہوتا ہے تو پنسل کا ایک سرا لکھنے کا کام کرتا ہے۔ دوسرا سرا ربڑ والے

www.alahazratnetwork.org

[illegible]

وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا

اور کیا ہوا ہم کو کہ نہ ایمان لائیں ہم ساتھ اللہ کے اور اس کے جو آیا ہمارے پاس حق سے اور لالچ رکھتے ہیں ہم

اور ہمیں کیا ہوا کہ ہم ایمان نہ لائیں اللہ پر اور اس حق پر کہ ہمارے پاس آیا اور ہم طمع کرتے ہیں

رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ

کہ داخل کرے ہم کو رب ہمارا ساتھ قوم نیک کے تو ثواب دیا ان کو اللہ نے بوجہ اس کے جو کہا انہوں نے وہ باغات

کہ ہمیں ہمارا رب نیک لوگوں کے ساتھ داخل کرے تو اللہ نے ان کے کہنے کے بدلے انہیں باغ دیئے جن کے

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ

بہتی ہیں نیچے جن کے نہریں ہمیشہ رہیں گے ان میں یہ ہے بدلہ نیکوکاروں کا اور وہ لوگ جنہوں

نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں گے یہ بدلہ ہے نیکوں کا اور وہ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری

كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝

نے کفر کیا اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو وہ آگ میں اوندھے والے

آیتیں جھٹلائیں وہ ہیں دوزخ والے

تحقیق [illegible] تعلق [illegible]

[illegible]

[illegible] دوسرا تعلق [illegible]

[illegible]

[illegible] تیسرا تعلق [illegible]

[illegible] فاثابہم اللہ چوتھا تعلق [illegible] فی الدین [illegible]

www.alahazratnetwork.org

اب ان کے داخل فی الصالحین ہونے کا تذکرہ ہے یعنی وہ آن کی آن میں دین میں بھی آئے اور صالحین کے زمرہ میں بھی داخل ہو گئے۔

شان نزول : جب حبشی عیسائیوں کا ستر آدمیوں کا وفد مدینہ منورہ سے مومن ہو کر اپنے ملک حبشہ میں واپس پہنچا اور وہاں ان کے ایمان قبول کر لینے کی خبر ہوئی تو وہاں کے یہودیوں نے انہیں ملامت کی ان پر زبان طعن دراز کی۔ تم لوگوں نے اپنا آبائی دین چھوڑ دیا اور اسلام کا نیا دین اختیار کر لیا جو اس علاقہ میں پہلے سے نہ تھا تب ان لوگوں نے ان یہود کو وہ جواب شاندار دیا جس کا یہاں ذکر ہے (تفسیر خازن، مدارک، بغوی وغیرہ)

تفسیر **وما لنا لا نومن باللہ وما جاءنا من الحق** قوی احتمال یہ ہے کہ یہ جملہ نیا ہے لہٰذا و ما لنا کا واو ابتدائیہ ہے ما تعجب یا استفہام کے لئے ہے اور لا نومن حال ہے لنا کی ضمیر سے باللہ متعلق ہے نومن سے اور وما جاءنا کا معطوف ہے اللہ پر اس صورت میں یہ کلام وہ ہے جو ان نو مسلموں نے اپنے دل میں سوچا یا رب تعالیٰ سے عرض کیا اور ہو سکتا ہے کہ اس میں ان لوگوں کو جواب دیا گیا ہو۔ جنہوں نے ان لوگوں کو مسلمان ہو جانے پر طعنہ دیا ہو کہ تم نے اپنا دین کیوں چھوڑا۔ اور مسلمان کیوں ہو گئے تب واو زائدہ ہے۔ پوشیدہ سوال کے جواب میں واو زائدہ آ سکتا ہے (روح المعانی)۔ بہر حال ان کا یہ کلام نہایت ہی مخلصانہ ہے حق سے مراد یا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی ذات حق ہے ہر قول ہر فعل ہر ادا حق ہے۔ سراپا حق ہیں یا مراد قرآن مجید ہے یا اسلام یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات یعنی وہ نو مسلم اپنے دل میں سوچتے ہیں یا رب تعالیٰ سے بطور شکریہ عرض کرتے ہیں یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بطور عقیدت کہتے ہیں یا طعنہ دینے والے عیسائیوں یہودیوں کو جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جو سراپا حق ہیں کیوں ایمان نہ لائیں۔ ہمارے پاس وہ حق تشریف لے آیا۔ پھر اس پر ایمان نہ لانا بڑی ناشکری بے قدری ہے۔ **ونطمع ان یدخلنا ربنا مع القوم الصلحین** یہ جملہ لا نومن کی ضمیر سے حال ہے نطمع سے پہلے مبتدا پوشیدہ ہے کیونکہ مضارع جب حال ہو تو اس سے واو نہیں آتا واو صرف جملہ اسمیہ حالیہ سے آتا ہے بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ عبارت نومن پر معطوف ہے اور واو عاطفہ ہے اور لا نفی کے تحت ہے۔ طمع سے مراد امید قوی ہے یا مراد ہے لالچ۔ زیادتی لالچ بری ہے دینی لالچ اچھی یہاں دینی لالچ مراد ہے طمع کے معنی ہیں کسی چیز سے سیر نہ ہونا اور زیادتی کی خواہش کئے جانا اس کا مقابل ہے قناعت یعنی زیادتی کی خواہش نہ کرنا تھوڑے سے راضی ہو جانا دنیا کے لئے قناعت اچھی آخرت کے لئے طمع اچھی یدخلنا کا پہلا مفعول تو ہے نا اور مفعول دوم الجنۃ پوشیدہ ہے۔ قوم صالحین سے مراد وہ حضرات صحابہ کرام ہیں جو ان سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے اور مہاجرین و انصار کے لقب سے سرفرازی پا چکے تھے۔ بہت جہاد و نیک اعمال کر چکے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہ کر خدا رسیدہ ہو چکے تھے یعنی ہم لوگ اگرچہ ہیں تو نو مسلم اسلام سے ناواقف ابھی ابھی مسلمان ہوئے مگر ہم کو اپنے رب کریم سے امید قوی ہے کہ ہم کو ان قدیم الاسلام صحابہ کرام کے ساتھ جنت میں داخل فرما دے جو ہم سے پہلے اسلام کی بڑی بڑی خدمات کر کے بہت ترقیاں کر چکے یا یہ مطلب ہے کہ ہم کو اپنے رب سے طمع ہے کہ صالح مومنین میں ہم کو داخل فرما لے اس زمرہ میں ہمارا شمار فرمائے غرضیکہ یا تو وہ صالحین کے ساتھ رحمت میں داخلہ مانگ رہے ہیں یا صالحین کا ساتھ مانگ رہے ہیں

www.alahazratnetwork.org

فاثابهم الله بما قالوا اس جملہ میں ان کے اخلاص، دعا وغیرہ کے نتیجہ کا ذکر ہے۔ اس لیے اس پر ف ترتیب کی لائی گئی۔ اثاب بنا ہے **اثابۃ** سے جس کا مادہ ثواب ہے بمعنی پلٹنا، لوٹانا اور جزا۔ **فاثابهم** میں ہم سے مراد وہی نو مسلم عیسائی ہیں۔ جن کا ذکر اوپر سے چلا آرہا ہے۔ **بما** میں ب سببیہ ہے اور ما مصدریہ۔ قول سے مراد یا تو ان کا زبانی قول ہے۔ جو ابھی مذکور ہوا جو حق کی تصدیق کے ساتھ تھا یا مراد ہے دلی قول یعنی عقیدہ۔ یا اس سے مراد وہ دعا ہے جو ابھی مذکور ہوئی یعنی **فاکتبنا مع الشاهدين**۔ **بما** کا مطلب یہ بتایا گیا کہ یہ ثواب ان کے صرف اس دعا کا اس کلام کا نتیجہ ہے صرف اس قول کو ہم نے قبول کر لیا اور انہیں یہ ثواب دے دیا۔ **جنت تجری من تحتها الانهار** یہ اثاب کا دوسرا مفعول ہے۔ جنت کے معنی اس کے جمع لانے کی وجہ، نیچے کے معنی انہار و بحار میں فرق کہ جنت میں پانی دودھ شہد شراب طہور کی نہریں کیوں ہیں دریا کیوں نہیں۔ یہ سب باتیں ہم بیان ہو چکیں۔ یہاں اتنا سمجھو کہ آخرت میں باغات ہیں جن میں پھل ہوتے ہیں وہاں دانے کے کھیت نہیں کیونکہ دانہ بھوک دور کرنے کے لیے ہوتا ہے پھل لذت کے لئے وہاں بھوک نہیں تاکہ کھیت کے دانے ہوں یہ بھی خیال رہے کہ رب تعالیٰ جب کرم کرے تو ایک مومن کو ایک قول یا ایک عمل کے عوض ایک دو نہیں بہت سی جنتیں عطا فرما دے کیونکہ جنت میں ایک دو نہریں نہ ہوں گی بلکہ بہت سی نہریں ہوں گی وہ کریم ہم کو ہمارے لائق جزا نہ دے گا بلکہ اپنی کرم نوازی اپنی شان کے لائق دے گا۔ خیال رہے کہ ان لوگوں نے نیکوں کا ساتھ مانگا تھا۔ جنت نہیں مانگی تھی مگر چونکہ نیکوں کا ساتھ جنت میں ہی مل سکے گا اس لیے انہیں جنت بھی دے دی گئی دانہ حاصل کرنے والے کسان کو بھوسہ بھی مل جاتا ہے ایسے ہی صالحین کا ساتھ مانگنے والوں کو جنت بھی عطا ہو جاتی ہے۔ **خلدين فيها** یہ عبارت اثابہم کی ضمیر ہم سے حال مقدرہ ہے خلود کے معنی بہت رہنا بھی ہوتے ہیں اور ہمیشہ رہنا بھی یہاں ہمیشہ رہنا مراد ہے کیونکہ بہت سی آیات میں ان کے ساتھ ابدا بھی مذکور ہے یعنی وہ لوگ ان جنتوں میں ہمیشہ ہمیشہ ابدالآباد تک رہیں گے نہ مریں نہ وہاں سے نکلیں **وذلك جزاء المحسنين** ذلك سے اشارہ جنات کی طرف ہے یا وہاں کی سیر یا وہاں ہمیشہ قیام ہے۔ محسنین کے معنی ہیں نیک لوگ خوش عقیدہ و نیک عمل المحسنین سے مراد یا تو یہی لوگ ہیں جن کا ذکر ہو رہا ہے یا ہر قسم کے نیک لوگ اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ یہ لوگ اپنے اخلاص اور اس دعا اس تمنا کی برکت سے پرانے نیک کار مومنوں کے زمرہ میں شمار ہو گئے اور اس جزا کے مستحق وہاں عمل کا وقت عمل کی مقدار نہیں دیکھی جاتی اخلاص دیکھا جاتا ہے۔ **والذين كفروا وكذبوا باياتنا اولئك اصحاب الجحيم** اس عبارت میں تصویر کا دوسرا رخ دکھایا گیا ہے کیونکہ چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔ جب **الذين** کے بعد **امنوا** ہو اور بعد میں عطیات وغیرہ کا ذکر ہو تو الذین سے مراد صرف انسان ہوتے ہیں کیونکہ مومن جن اور فرشتوں کے لئے جنت تو ہے مگر وہاں کی نعمتیں نہیں فرشتے جنت میں تو ہوں گے مگر وہاں کے کھانے پینے نہیں ملا جنتیوں کی خدمت کے لئے بعض جانور جنت میں جائیں گے۔ جیسے اصحاب کہف کا کتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی عیسیٰ علیہ السلام کا خچر وہ بھی جزا کے لئے نہیں بلکہ ان بزرگوں کے ساتھ رہنے خدمت کرنے کے لئے اور جب الذین کے بعد کفر کا اور دوزخ کی سزا کا ذکر ہو تو وہاں کافر انسان کافر جن سب ہی مراد ہو سکتے ہیں کیونکہ دوزخ کی سزائیں کافروں کے لئے بھی ہے یہاں الذین سے مراد یا تو دوسرے عیسائی ہیں جو ایمان قبول نہ کریں اور ایمان لانے والوں پر طعن کریں یا مراد یہودی ہیں جن کی اسلام دشمنی مشہور ہے کفر سے مراد ان کا پچھلا کفر ہے یعنی توریت و انجیل کی تحریف اپنے انبیاء کرام کو جھٹلانا ہے۔ **كفروا** ماضی ہے اور اس کے بعد مستقبل کا ذکر ہو تو اس کے معنی ہوتے جنہوں نے کفر کیا کیونکہ ایک آن کا کفر تمام نیکیاں برباد کر دیتا ہے لیکن اگر کفروا

www.alahazratnetwork.org

کے عذاب دوزخ کی سزا کا ذکر ہے تو اس کے مستحق ہوتے ہیں جو کافر رہ کر مرتے ہیں خواہ تمام عمر کافر ہوئے مرتے وقت یا جو کافر ہوئے علم الٰہی میں ایسے ہیں الف الف تیں بار کافر۔ وہ جن کو نہیں پتہ تمنا ایمان کفر والا رکھ ہوا ہے یعنی ان تینوں میں سے کوئی کیا چاہیں یعنی و منکر تکذیب کریں یہ سب یا مرتے وقت دوں کے عمر تکذیب کی یا جو علم الٰہی میں کافر اور مکذب ہوئے اور آیات سے مراد آیات قرآنیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کاملہ ہیں یعنی آیت سے مراد یا تو قرآن کریم کی آیتیں یا توریت و انجیل کی آیتیں یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم از سر تا قدم آیات الٰہیہ ہیں تب کے بال شریف آیت لب کی آیت شریف آیت وغیرہ ہیں۔ جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رب تعالیٰ نے اپنی قدرت کا نمونہ بنایا ہے نمونہ وہ ہوتا ہے جو کاریگر کا کمال دکھائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کمال ذوالجلال کے نمونہ اتم ہیں۔ صحیم دوزخ نے ایک محل کا نام ہے۔ یہاں مطلقاً دوزخ مراد ہے اصحاب النار کے معنی ہیں دوزخ والے جو کہ وہاں ہی رہیں وہاں سے نہ نکلیں نہ مریں یعنی وہ یہودی عیسائی جو پہلے سے ہی کافر تھے اور اب ہمارے قرآن ہمارے محبوب کے معجزات کے منکر ہوئے وہ دوزخی ہیں کہ وہاں ہمیشہ رہیں کبھی وہاں سے نکل نہ سکیں گے۔

خلاصہ تفسیر۔ ان نو مسلم عیسائیوں کی پختگی ایمان کا حال یہ ہے کہ جب اس گروہ قوم عیسائی یا یہودی ان کو مسلمان نہ مانے طعنہ دیتے ہیں تو اس سے مرعوب نہیں ہوتے بلکہ ان کو نہایت مخلصانہ تبلیغ والا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول و حق پر ایمان کیوں نہ لائیں جب وہ حق ہمارے پاس آ گیا اور ہم نے اسے پہچان بھی لیا پھر ایمان سے منہ موڑ لیں۔ ہمارا حال یہ ہے کہ ہم کو ایمان لا کر اپنے رب کے کرم سے امید قوی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو ان صالحین مومنین قدیم الاسلام صحابہ کی جماعت میں شمار فرمائے ہم کو ان کے ساتھ جنت الخلد نصیب فرمائے۔ یہ لوگ صحابہ ایمان والے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول اس امید کی وجہ سے انہیں ایسی جنتیں عطا فرمائیں جن کے نیچے شراب طہور شہد دودھ وغیرہ کی نہریں جاری ہیں یہ لوگ ان جنتوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے انہیں وہاں موت آئے نہ وہاں سے نکالے جائیں۔ ہمارے ہاں نیک کاروں کی جزا یہی ہے ان نیک و خوش عقیدہ مسلمانوں کا حال تو یہ ہے لیکن جو وہ بد نصیب جو پہلے بھی کافر تھے اور اب بھی ہماری آیات قرآنیہ معجزات نبویہ کے انکاری ہوئے یہ بد نصیب دوزخ والے ہیں کہ وہاں ہمیشہ رہیں گے اور سخت سے سخت عذاب پائیں گے خیال رہے کہ ایک ہی قرآن ہے ایک ہی نبی ہے مگر لوگ مختلف ہیں اس سے ذریعہ کوئی جنتی بن جاتا ہے کوئی اس کا منکر ہو کر دوزخ حاصل کرتا ہے ایمانیات نصیب کیا ہے۔

فائدے۔ ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ۔ حق میں لازمی ہے ایمان میں دل کی قوت دیکھو یہ نو مسلم عیسائی ایمان لاتے ہی ایسے پختہ ہو گئے کہ انہیں اپنی قوم کے اعتراض کا بھی کوئی خیال نہ رہا۔ ہی ان سے صاف صاف کہہ دیا وما لنا لا نومن جیسے کہ فرعونی جادو گر ایمان لانے سے پہلے فرعون سے ڈرتے تھے اس کی اطاعت بھی کرتے تھے۔ ایمان لاتے ہی اللہ نے انہیں دل کی وہ قوت عطا فرمائی کہ فرعون کے ڈرانے دھمکانے پر صاف صاف کہہ دیا۔ فاقض ما انت قاض۔ انما تقضی ہذہ الحیوۃ الدنیا۔ وہ نئے ایمان تھے جو انہیں نصیب ہوا تم کو قوت ملتی ہیں ایمان و تقویٰ دل کو تقویت بخشتے ہیں۔ دوسرا فائدہ۔ ایمان کے لیے صرف اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات ماننا کافی نہیں بلکہ ہدایت نجات سے جانا

www.alahazratnetwork.org

مومن ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ساتھ ہی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مانے انہیں جانے پہچانے یہ فائدہ **من الحق** کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا کہ حق سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کا ذکر اللہ کے ساتھ کیا گیا۔ **تیسرا فائدہ:** اللہ تعالیٰ کسی کے پاس آنے جانے سے یاد سے آنا جانا ساتھ رہنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے یہ فائدہ **وما جاءنا من الحق** سے حاصل ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے **جاء** ما ارشاد نہ ہوا بلکہ حق کے لئے فرمایا گیا۔ **چوتھا فائدہ:** اچھوں کا ساتھ اور نیکوں کے زمرہ میں داخل ہونا اللہ کی بڑی نعمت ہے یہ فائدہ **مع القوم الصلحین** سے حاصل ہوا شیطان سے وہی بکری محفوظ رہتی ہے جو ریوڑ میں رہے حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا کی تھی **وادخلنی برحمتک فی عبادک الصالحین** موسیٰ علیہ السلام اور یوسف علیہ السلام نے دعا کی تھی **والحقنی بالصالحین** اللہ تعالیٰ اچھوں کا ساتھ نصیب کرے۔ **پانچواں فائدہ:** اسلام لاتے ہی نو مسلم اور پرانا مسلمان نفس ایمان میں برابر ہو جاتے ہیں کوئی پرانا مسلمان کسی نو مسلم کو اس لیے حقارت سے نہ دیکھے کہ وہ نو مسلم ہے یہ فائدہ **ان یدخلنا ربنا** سے حاصل ہوا بلکہ جو آج مسلمان ہوا اس کے سارے پچھلے گناہ معاف ہو گئے اور پرانے مسلمان نے گناہ کئے ہیں اس لیے وہ نو مسلم قابل احترام ہے۔ **چھٹا فائدہ:** اللہ تعالیٰ نیت نوازہے چاہے تو ایک لفظ سے سارے گناہ بخش دے اور دو رخی کو جنتی بنا دے یہ فائدہ **فاثابهم الله** سے حاصل ہوا۔ دیکھو ان لوگوں کے صرف اس کہنے پر **ویطمع ان یدخلنا** رب نے انہیں جنت کا ارشاد سنا دیا یہ فائدہ **بما قالوا** سے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ نے عطاء جنت کا سبب ان کا یہ قول بنایا۔ لہٰذا مسلمان کو چاہئے کہ ہمیشہ اچھی بات منہ سے نکالے۔ **ساتواں فائدہ:** اللہ تعالیٰ ایک مومن کو صرف ایک جنت عطا نہ فرمائے گا بلکہ کئی جنتیں دے گا یہ فائدہ جنات جمع فرمانے سے حاصل ہوا۔ **آٹھواں فائدہ:** نیکی کی تمنا رکھنا بھی نیکی ہے دیکھو ان نو مسلم عیسائیوں نے جماعت صحابہ میں شامل ہونے کی تمنا کی تو اس تمنا پر بھی انہیں ثواب دیا گیا کہ ارشاد ہوا **فاثابهم الله بما قالوا** نیکی کرنا کرانا نیکی میں مدد دینا نیکی کی تمنا کرنا سب ہی ثواب ہے یہی حال گناہ کا ہے۔ **نواں فائدہ:** جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث یا قرآن مجید کی ایک آیت سے ایمان لے جا تا ہے اور جو حضور کو دیکھے یا قرآن سنے سے بھی ایمان نہیں لاتا یہ فائدہ **والذین کفروا وکذبوا بایاتنا** سے حاصل ہوا دیکھو یہ نو مسلم عیسائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک آدھ بار دیکھ کر صرف چند آیات سن کر ایمان لے آئے ابو جہل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا اور قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتا رہا ایمان نہ لایا۔ رب کی بے نیازی سے خوف چاہئے۔

پہلا اعتراض: ان نو مسلم عیسائی ایمان لاتے ہی نیک و صالح ہو گئے ان کے سارے گناہ معاف ہو گئے پھر انہوں نے یہ کیوں کہا کہ ہم کو صالح قوم میں داخل فرما۔ **جواب:** اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا۔ صالحین سے مراد پرانے مسلمان ہیں جو ایمان لانے کے بعد نیک اعمال کرتے رہے ہیں ان مسلموں نے ایمان لانے سے پہلے کی ہدایت مانگی ہے مطلب یہ ہے کہ مولیٰ ہم نو مسلم ہیں ہم کو ان صالحین کے زمرہ میں شامل فرما لے جو بہت پہلے سے ساتھ ہیں۔ **دوسرا اعتراض:** یہاں **بما قالوا** سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ صرف اس کہنے سے جنتوں کے مستحق ہو گئے اور پرانے صالحین کے ساتھ ہو گئے یہ بے انصافی ہے کہ ایک شخص کو تھوڑے عمل کے بدلے پرانے عاملوں کے برابر کر دیا جائے (آریہ)۔ **جواب:** یہ انصاف نہیں بلکہ کرم ہے اور عطاء خسروانہ ہے۔ جنت کسی کی بھی ہے اور وہی عطائی بھی یہ عطائی جنت ہے رب تعالیٰ پاک کار

www.alahazratnetwork.org

بچوں کے ہونے چوں کہ جو بچے منصب ملنے سے پہلے فوت ہو گئے ان کے ماں باپ کے ساتھ جنت میں رکھے گا تو ماں باپ کو
جنت ملے گی۔ ان بچوں کو عطائی جنت ہی کا حق ہے یا لیاقت انصافی ہے۔ بغیر حق ہے۔ عیسائی تیسرا اعتراض:
یہاں فرمایا کفروا و کذبوا بایاتنا حالانکہ آیات کا جھٹلانا بھی کفر ہے تو کفر اور جھٹلانے کو الگ الگ کیوں فرمایا۔ جواب
یہاں کفر سے مراد ہے پچھلے نبیوں کا ان کے انکار فرمانا اور جھٹلانے سے مراد ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے آل معجزات کا انکار لہذا مضمون میں تکرار نہیں یا یوں کہو کفر بہت سی قسم کا ہے جن میں سے ایک
قسم آیات کا جھٹلانا یہاں نوعیت کفر بتانے کے لئے کفروا کے بعد کذبوا بایاتنا فرمایا گیا۔ لہذا تکرار نہیں ہے۔
چوتھا اعتراض: ان نو مسلم عیسائیوں نے تو صالحین کا ساتھ مانگا تھا۔ جنت میں ہمیشگی کی اس کی جزا میں جنت کی عطا
کیوں ہوئی۔ فاثابھم اللہ بما قالوا جنات تجری جواب: چند وجہ سے ایک یہ کہ اچھوں کی ہمراہی کا تمام
ٹھکانہ جنت ہے اور جنت کی جزاء جنت ہے دوسرے یہ کہ اچھوں کی ہمراہی جنت ہی میں نصیب ہوگی کہ وہی تو اچھوں کا مقام ہے
کے ساتھ جنت سے اسی جنت دی گئی۔ تیسرے یہ کہ وہاں مانگتا ہے اسے بھی ساتھ ملتا ہے۔ ان والوں کے لئے
جنت دی جاتی ہے۔ اچھوں کی سنگت ان سے ان کے مقابلہ جنت اور وہاں کی نعمتیں بہتر ہیں وہ الٰہی عطا کی
ہیں۔

تفسیر صوفیانہ: بعض انسانوں کی فطرت میں کفر و فسق ہے ان کی ہدایت عارضی ہوتی ہے جو وہ اپنی فطرت کی طرف لوٹ
جاتے ہیں۔ یہ لوگ صورۃً انسان ہوتے ہیں سیرت میں شیطان یا مردہ یا جانور وہ سب خود سن کر بھی نہیں سنتے اور سب کچھ
دیکھ کر بھی نہیں دیکھتے۔ بعض انسانوں کی فطرت میں ہدایت اطاعت معرفت، افضل ہے ان کی گمراہی عارضی ہوتی ہے ان کے چراغ
میں تیل بتی سب کچھ ہوتا ہے صرف دیا سلائی دکھانے کی دیر ہوتی ہے۔ اس آیت میں ان دونوں قسم کے لوگوں کا ذکر ہے
ان نو مسلم عیسائیوں نے حضرات صحابہ کرام کی صحبت پاتے ہی ایمان قبول کیا۔ ایک دم کر رہے لگے۔ کہہ دیا کہ ایمان ہم قبول
کر لیں۔ دوسرا یہ کہ آیا ان میں تیل بتی ہر چیز تیار تھی اللہ دکھانے کی۔ تھی وہ ہم کو عطا کیا ہم تو چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو
صالحین میں داخل فرمائے کیونکہ ان کی فطرت ایک ہی ہے یہ لوگ تو جنت والوں کے مستحق ہو گئے اور پہلی قسم کے لوگ دوزخ
کے ایندھن بنے جو تو وہاں ہی پہنچتی ہے جہاں کا خمیر ہوتا ہے مولانا فرماتے ہیں۔

> گوہر خود دولت تو اصل نبود | تو ز اصل نایدجز جو!
> آں عارفی باشد کہ او | آرد آزاد و شود تو توبہ!
> نوح وہ آدمی عاریہ بود! | آدم اندر زماں توبہ نمود!
> چونکہ اصلی بود جرم آں ابلیس | رو نبود آں جانب توبہ نفیس!

آدم علیہ السلام کی لغزش عارضی تھی لہذا بہت جلد رجوع و توبہ انہیں میسر ہو گئی۔ ابلیس کا جرم اصلی تھا اور اس کی گذشتہ
عبادات عارضی اس لئے اسے توبہ نصیب نہ ہوئی عارضی سیاہی صابن سے دھل جاتی ہے اصلی سیاہی کو دھانا ہوتا ہے از روح
انبیاء کے نظر اہل فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں دو قسم کی دعائیں مذکور ہیں۔ بعض وہ جو خود رب تعالیٰ نے ہم کو تعلیم کے لئے ارشاد
فرمائیں جیسے اھدنا الصراط المستقیم بعض وہ جو دعائیں جو مقبول بندوں نے مانگیں اور رب تعالیٰ نے نقل فرمائیں۔

www.alahazratnetwork.org

[illegible] دو قسم کی [illegible] ایک قرآن مجید کی [illegible] دوسرے معقول بندوں [illegible] سے نکلی ہوئی ہو تو [illegible] دو قسم کی ہیں [illegible] بعض بہت اسباب کے بعد ان کا حاصل [illegible] آسمان [illegible] جاتا ہے۔ بعض بہت ایسی کہ [illegible] ہیں۔ شیطان کی [illegible] لا [illegible] حضرت [illegible] ایسی بات سے ان کی [illegible] محبوب نے فرمایا [illegible] مسلمو [illegible] ایک قول کی [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم آیات اللہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار آیت اللہ کا انکار ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] مومن [illegible] وہ جنت کی نعمت ہے [illegible] ان چیزوں کا استعمال [illegible] اللہ کی اطاعت کرتا [illegible] رحمت [illegible] عذاب [illegible]

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا

اے وہ لوگو جو ایمان لا چکے نہ حرام کرلو ان پاکیزہ چیزوں کو جو حلال کیں اللہ نے واسطے تمہارے اور نہ

اے ایمان والو حرام نہ ٹھہراؤ وہ ستھری چیزیں جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کیں اور حد سے نہ بڑھو

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّا

حد سے بڑھو بے شک نہیں پسند کرتا اللہ حد سے بڑھنے والوں کو اور کھاؤ اس میں سے جو روزی دی تم کو اللہ نے حلال پاکیزہ

بے شک حد سے بڑھنے والے اللہ کو ناپسند ہیں اور کھاؤ جو کچھ تمہیں اللہ نے روزی دی حلال پاکیزہ

تَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝

اور ڈرو اللہ سے وہ اللہ کہ تم جس پر ایمان لانے والے ہو۔

اور ڈرو اللہ سے جس پر تمہیں ایمان ہے۔

تعلق اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیات میں عیسائیوں کی تعریف کے سلسلے میں ارشاد ہوا [illegible] قسیس [illegible] راہب [illegible] شبہ ہو سکتا تھا [illegible] حلال چیزوں کو حرام [illegible] قسیس [illegible] راہب تارک الدنیا تھے لہذا اب مسلمانوں کو تارک دنیا [illegible] حلال چیزوں کو حرام کر لینے سے منع فرمایا جا رہا ہے [illegible] پچھلی [illegible] سے ایک شبہ کو دور کیا جا رہا ہے۔ دوسرا تعلق پچھلی آیات میں اچھے عقائد کی تعلیم تھی اب اچھے اعمال [illegible] اچھی غذائیں کھانے کا حکم دیا جا رہا ہے [illegible] شاہوں [illegible] ہے۔ تیسرا تعلق پچھلی آیت میں ان عیسائیوں کا بیان ہوا جو کافروں [illegible] اب مسلمانوں کو حد سے [illegible] ان عیسائیوں کا طریقہ تھا۔ چوتھا تعلق پچھلی آیت کریمہ میں مسلمانوں کو [illegible]

www.alahazratnetwork.org

صالحین ہو جن کے ساتھ ملنے ساتھ رہنے کی تمنا دوسری قومیں کرتی ہیں لہ .سب یہ مانیں کرتی ہیں ان ید خلنا مع القوم الصالحین اب مسلمانوں کو فرمایا جا رہا ہے کہ تم اپنی سالہ قائم رکھو ہمیشہ صالحین رہو اپنے کسی کام میں حد سے آگے نہ بڑھو۔

شان نزول ۔ ایک بار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی جماعت میں وعظ فرمایا جس میں قیامت، دوزخ اور عذاب الہی کا ذکر تھا ایک حضرات صحابہ کرام کے دلوں پر بہت ہی اثر ہوا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہ کے گھر میں دس صحابہ کرام جمع ہوئے۔ ابوبکر صدیق، علی مرتضی، عبداللہ ابن مسعود، ابوذر غفاری، سالم مولی ابی حذیفہ، عبداللہ ابن عمر، مقداد ابن اسود، سلمان فارسی، معقل ابن مقرن، خود عثمان ابن مظعون صاحب خانہ اور ان بزرگوں نے تارک الدنیا ہو جانے کا عہد کیا وعدہ لیا کہ ہم ہمیشہ دن کو روزہ رات کو نوافل ادا کریں گے بستروں پر نہ سوئیں گے گوشت چربی وغیرہ اچھے کھانے نہ کھائیں گے۔ عورتوں سے نکاح نہ کریں گے اور جو شادی شدہ ہیں وہ اپنی بیویوں کے پاس نہ جائیں گے۔ ٹاٹ پہنیں گے خانہ بدوش ہو کر زمین میں مسافرانہ زندگی بسر کریں گے حتی کہ بعض صاحبوں نے کہا کہ ہم خصی ہو جائیں کہ آلہ عورتوں کے لائق نہ رہیں کیونکہ گناہوں کی جڑ دنیا ہے نہ دنیا سے ہم تعلق رکھیں گے نہ گناہ کریں گے یہ خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان ابن مظعون کے گھر تشریف لے گئے مگر وہاں کسی کو نہ پایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کی بیوی ام حکیم سے پوچھا کہ کیا یہ خبر حق ہے کہ ان لوگوں نے یہ عہد و پیمان کئے ہیں ام حکیم نے نہایت حکیمانہ انداز میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر عثمان نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی ہے تو سچ ہے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا انہوں نے اس کا اقرار کیا اور عرض کیا کہ ہم نے نیت خیر سے یہ ارادہ کیا ہے تاکہ گناہوں سے بچے رہیں اور ناراضی الہی کے مستحق نہ ہوں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے رب نے ترک دنیا کا حکم نہیں دیا روزے بھی رکھو افطاری بھی کرو رات کو سوؤ بھی نوافل بھی پڑھو میں تم کو عیسائیت کی تعلیم دینے نہیں آیا دیکھو میں نے نکاح بھی کیا گوشت بھی کھاتا ہوں دنیا میں بھی مشغلہ رکھتا ہوں یہ میری سنت ہے جو میری سنت سے منہ موڑے وہ میری جماعت سے نہیں تم پر اپنی جان کا بھی حق ہے۔ اپنی بیوی بچوں کا بھی گذشتہ قومیں اپنے نفسوں پر ایسی سختیاں کر کے ہلاک ہو گئیں یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید فرمائی گئی۔ (تفسیر کبیر، روح المعانی، روح البیان، خازن، صاوی، مدارک، تنویر المقباس وغیرہ) اس کے شان نزول میں اور روایات بھی ہیں مگر یہ روایت قوی ہے، بہرحال حضرات صحابہ کرام بلکہ تمام مسلمانوں کی فہمائش کے لئے یہ آیات اتریں۔

تفسیر ۔ **یا ایھا الذین امنوا** چونکہ آئندہ کچھ احکام اور کچھ ممانعتیں بیان ہو رہی ہیں اور یہ چیزیں مومنین کے لئے ہوتی ہیں کافر احکام شرعیہ کے مکلف نہیں اس لئے پہلے انہیں **امنوا** کے خطاب سے پکارا قوی احتمال یہ ہے کہ اس خطاب میں تمام انس و جن مومنین شامل ہیں۔ صرف صحابہ سے خطاب نہیں کہ اگرچہ شان نزول خاص ہے مگر الفاظ عام ہیں اس خطاب کے نکات بارہا بیان ہو چکے **لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم۔ لا تحرموا** بنا ہے تحریم سے جس کے معنی ہیں حرام کرنا، حرام سمجھنا، حرام کہنا، حرام کا فتوی دینا یہاں سارے معنی درست ہیں طیبات جمع ہے طیبہ کی اس کا مادہ ہے طیب بمعنی کسرہ کے

www.alahazratnetwork.org

ہم سے طیب کے بہت معنی ہیں اچھی چیز ستھری صاف کی ہوئی چیز گندگی سے پاک اور صفائی والی چیز عمدہ اعلیٰ چیز دل پسند چیز جسے دل قبول کرے اسی لئے خوشبو کو طیب مدینہ منورہ کو طیبہ مومن کو طیب وغیرہ کو طیب کہا جاتا ہے۔ رب فرماتا ہے **الطیبات للطیبین** یہاں آخری معنی مراد ہیں یعنی پسندیدہ چیز لہذا الطیب وہ لذیذ چیز ہے جس کی طرف دل راغب ہو اس کا مقابل ہے خبیث یعنی حلال کا مقابل ہے حرام اور طیب کا مقابل ہے خبیث۔ بعض چیزیں حلال ہیں مگر طیب نہیں جیسے کڑوی اور بدمزہ دوا حلال ہے اور بعض چیزیں طیب بھی ہیں حلال بھی جیسے لذیذ مزے دار غذائیں یہاں ما احل سے مراد مطلقاً حلال چیزیں ہیں خواہ کھانے کی ہوں یا پینے کی یا برتنے کی جیسے حلال غذائیں حلال مشروبات حلال لباس بیویاں مکانات وغیرہ اس ایک لفظ میں تمام چیزیں داخل ہیں یعنی اللہ کی حلال کی ہوئی لذیذ نعمتوں کو نہ تو اپنے پر حرام کرو قسم کھا کر یا عہد کر کے نہ دوسروں کے لئے حرام کرو اس کی حرمت کا فتویٰ دے کر یا ان میں حرام چیز شامل کر کے چنانچہ بحیرہ سائبہ وغیرہ جانوروں کو حرام کہنے والے لوگ اسی آیت کے مورد ہیں غرضیکہ ہر قسم کی چیز کے حرام ہونے کے فتوے نہ دو۔ غرضیکہ یہ ایک فرمان صدہا احکام کو شامل ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **لم تحرم ما احل اللہ لک** بیویوں کی اپنے حلال مال میں غصب چوری حق غیر شامل کر کے خلط ملط کر کے حلال کو حرام نہ کرو (از تفسیر کبیر) **ولا تعتدوا** اس عبارت میں یا تو پہلے حکم کی ہی تاکید ہے یا نیا حکم ہے یہ بنا ہے اعتداء سے جس کا مادہ عدو ہے معنی حد سے بڑھ جانا یعنی اللہ تعالیٰ نے حرام و حلال چیزوں کے لئے حدیں مقرر فرما دیں ہیں تم ان سے آگے نہ بڑھو اگر اس سے مراد ہے حلال کو حرام نہ کر لینا تو اس پہلے حکم کی تاکید ہے اور اگر مراد ہے حرام کو حلال نہ بنا لینا تو نیا حکم ہے یعنی نہ تو حلال و طیب چیزوں کو حرام کرو نہ حرام کو حلال جانو کیونکہ **ان اللہ لا یحب المعتدین** اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا ہے جو حلال و طیب چیزوں کو حرام جانیں وہ بھی رب کے محبوب نہیں مردود ہیں اور جو حرام کو حلال جانیں وہ بھی مردود ہیں تم کو چاہئے کہ اپنی زبان اپنی رہو جسے رب کریم حلال کرے اسے حلال جانو جسے حرام کرے اسے حرام جانو۔ **وکلوا مما رزقکم اللہ حلالا طیبا** اس عبارت کا منشاء یہ ہے کہ صرف حلال سمجھنے پر ہی کفایت نہ کرو بلکہ حلال طیب چیزیں خود کھاؤ بھی اوروں کو کھلاؤ۔ یہ حکم بھی ہے **وکلوا** امر ہے یا مباح کرنے کے لئے ہے یا واجب کرنے کے لئے کیونکہ جان بچانے کے لئے کھانا فرض ہے مرض سے بچنے کے لئے۔ مر جانا حرام ہے۔ روزانہ کئی بار کھانا سنت ہے زیادہ کھانا جائز ہے حلال کھانا فرض ہے حرام کھانا حرام ہے۔ **کلوا** میں دو احتمال ہیں یعنی کھاؤ یا کھانے کو جائز جانو کھانے سے مراد مطلقاً استعمال کرنا ہے جس میں کھانا پینا پہننا سب ہی داخل ہیں کیونکہ حرام و حلال کا تعلق زیادہ کھانے سے ہوتا ہے اس لئے اکثر کھانے کا ذکر فرمایا جاتا ہے رب فرماتا ہے **لا تاکلوا الربوا** سود نہ کھاؤ اس کا مطلب یہ نہیں کہ سود کھاؤ نہیں پہنو وغیرہ بلکہ مطلب یہ ہے کہ بالکل استعمال نہ کرو حلال وہ چیز ہے جو شریعت میں حرام نہ ہو حرام تین قسم کی ہیں بذاتہ خود حرام جیسے سور کتا مردار وغیرہ حرام لغیرہ جو کسی عارضہ کی وجہ سے حرام ہو جاوے جیسے مردار بکری وغیرہ حرام عارضی جو ہماری کسی حرکت سے ہمارے لئے حرام ہو جاوے جیسے چوری غصب سود رشوت یا حرام کمائیوں ناجائز پیشوں سے حاصل کی ہوئی چیزیں ان تمام کی تفصیل قرآن مجید نے نہیں کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ان تین کے سوا باقی سب چیزیں حلال ہیں حلال کے بعد طیب ذکر فرماتے ہیں وہ حکمت ہے جو ابھی عرض کی گئی کہ بعض چیزیں حلال ہوتی ہیں طیب نہیں جیسے مقول ریشہ وغیرہ بعض چیزیں طیب یعنی مزیدار لذیذ ہوتی ہیں مگر حلال نہیں جیسے بعض حرام جانوروں کے گوشت کہ بظاہر بڑے مزیدار معلوم ہوتے ہیں مگر حلال نہیں بعض چیزیں حلال بھی ہیں طیب بھی

www.alahazratnetwork.org

جیسے حلال تو تمہارا بائیں زوجہ اس لئے حلال کے ساتھ طیب فرمایا گیا۔ **واتقوا اللہ الذی انتم بہ مومنون** اس فرمان کا مقصود یہ ہے کہ حلال چیزوں کو حرام کرلینا تقویٰ نہیں بلکہ تقویٰ کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود میں رہا جائے یہ مقصد بھی ہے کہ حلال طیب چیزیں کھانے استعمال کرنے میں اتنے مشغول نہ ہو کہ تم خدا تعالیٰ کو ہی بھول جاؤ اس کا خوف ہمیشہ اپنے دل میں رکھو یہ بھی مقصد ہے کہ ایمان کے ساتھ تقویٰ بھی ضروری ہے تقویٰ میں تمام برائیوں سے بچنا اور تمام نیکیاں کرنا داخل ہے یہ مقصد ہے کہ ایمان کے ساتھ تقویٰ بھی ضروری ہے تقویٰ میں تمام برائیوں سے بچنا اور تمام نیکیاں کرنا داخل ہے یہ مقصد ہے کہ حلال طیب روزی تقویٰ کے لئے استعمال کرو کیونکہ عبادات کی روح عبادات کا نور اکل حلال صدق مقال سے وابستہ ہے اگر روزی حرام سے تو کسی عبادت میں نور اور سرور نہ ہوگا۔ تو یہ مقصد ہی تقویٰ اکل حلال صدق مقال میں ہے تو یہ مقصد ہی تقویٰ باقی دوسری چیزوں میں بھی اے مسلمانو کوئی محمد یہاں کہ وہ کر اللہ سے ڈرو۔ وہ ہمیشہ اللہ کا خوف اپنے دل میں رکھو کیونکہ تمہارا ایمان کا مقصد تقویٰ ہے۔

خلاصہ تفسیر: اللہ تعالیٰ نے بعض چیزیں حرام کی ہیں جیسے چیزیں حلال۔ مردار وغیرہ حرام ہے نمک، بکری وغیرہ حلال و حلال جانور طیب ہیں۔ حرام جانور خبیث اب جو کوئی ان طیب چیزوں کو حرام ذریعوں سے حاصل کرے یا اس میں حرام شامل کرے وہ طیب کو حرام بناتا ہے یوں ہی جو قسم وغیرہ کے ذریعہ طیب کو حرام کرے وہ بھی جرم کرتا ہے ان سب کی ممانعت اس آیت میں فرمائی گئی۔ چنانچہ ارشاد ہوا کہ اے ایمان والو وہ لذیذ چیزیں جو اللہ نے حلال کی ہیں تم نہ تو انہیں حرام سمجھو نہ اپنے کسی طریقے سے حرام کرلو نہ دوسروں کو ان کے حرام ہونے کا فتویٰ دو نہ ان میں حرام چیز خلط کرکے حرام بناؤ نہ انہیں حرام کہو یوں ہی کسی حرام چیز کو حلال جان کر حد شرعی سے آگے نہ بڑھو اللہ تعالیٰ حد سے آگے بڑھنے والوں یعنی حلال طیب کو حرام جاننے والوں اور حرام چیز کو حلال جاننے والوں کو ناپسند کرتا ہے جو حلال طیب روزی تمہیں اللہ نے دی وہ خوب کھاؤ پیو استعمال کرو تقویٰ اس میں نہیں کہ حلال کو حرام کرلو بلکہ حرام سے بچنا تقویٰ ہے لہٰذا ہمیشہ اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھتے ہو ایمان کے ساتھ تقویٰ لازم ہے۔

حکایت: امام حسن رضی اللہ عنہ ایک دعوت میں تشریف لے گئے آپ کے ساتھ فرقد بھی اور اس کے ساتھی بھی تھے دعوت میں بھنے مرغ، شہد، فالودہ اور قسم قسم کے کھانے شربت تھے فرقد الگ ہو بیٹھا امام حسن نے پوچھا کیا تیرا روزہ ہے وہ بولا نہیں لیکن میں نے کہا کہ یہ عمدہ غذائیں نہیں کھایا کرتا۔ حضرت امام حسن نے فرمایا کہ اے فرقد شہد ایک مکھی کے منہ کا لعاب ہے آٹا بھی اللہ کی نعمتیں ہیں ان میں سے کونسی چیز حرام ہے اللہ کی نعمتیں بندوں کے ہی لیے پیدا ہوئی ہیں ایک روایت میں ہے کہ کسی نے امام حسن سے عرض کیا کہ فلاں شخص لذیذ غذائیں نہیں کھاتا وہ کہتا ہے کہ میں ان کا شکریہ ادا نہیں کرسکتا آپ نے فرمایا وہ ٹھنڈا پانی بھی پیتا ہے یا نہیں لوگوں نے کہا ہاں پیتا ہے فرمایا کیا وہ ٹھنڈے پانی کا شکریہ ادا کرسکتا ہے وہ جاہل ہے ٹھنڈا پانی اللہ کی بڑی نعمت ہے جس کا شکریہ ناممکن ہے (تفسیر مدارک)۔

فائدے: اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: اسلام میں ترک دنیا حرام ہے تصوف یہ نہیں ہے کہ حلال چیزیں چھوڑ دی جائیں حرام سے بچنے سے تصوف حاصل ہوتا ہے یہ فائدہ **لا تحرموا** کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا

www.alahazratnetwork.org

یعنی حرام نہ سمجھو دوسرا فائدہ اگر کسی شخص نے قسم کے ذریعہ اپنے پر حلال چیز کو حرام کر لیا ہو وہ قسم توڑ کر حلال چیز کھائے اور قسم کا کفارہ ادا کرے قسم کا بہانہ بنا کر حلال سے پرہیز نہ کرے یہ فائدہ **لاتحرموا** کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا احرام نہ کرلو لہذا اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ میں گوشت نہ کھاؤں گا یا اپنی بیوی کے پاس نہ جاؤں گا یا ماں باپ کی خدمت نہ کروں گا تو قسم کی وجہ سے ان چیزوں سے محروم نہ رہے بلکہ یہ کام کرے قسم کا کفارہ دے رب تعالیٰ فرماتا ہے **لم تحرم ما احل اللہ لک**

تیسرا فائدہ جو چیز رب تعالیٰ نے حرام نہ کی ہو وہ حلال ہے اسے حرام نہ کہو یہ فائدہ **لاتحرموا** کی تیسری تفسیر سے حاصل ہوا احرام نہ بناؤ لہذا فاتحہ ختم شریف وغیرہ کے کھانے حرام نہ جانو یہ چیزیں حلال ہیں اللہ کا نام پڑھ دینے یا کسی کو ایصال ثواب کر دینے سے حرام نہیں ہو جاتیں رب تعالیٰ فرماتا ہے **قل لا اجد فیما اوحی الی** **چوتھا فائدہ** حلال و طیب میں کچھ فرق ہے حلال وہ چیز ہے جو حرام نہ ہو طیب وہ چیز ہے جو گندی نہ ہو ستھری ہو اس سے دل نفرت نہ کرے لہذا کچھوا کیکڑا وغیرہ اگرچہ حرام نہیں حلال ہیں مگر طیب نہیں یہ فائدہ **حلالا طیبا** سے حاصل ہوا **پانچواں فائدہ** یہ سمجھنا کہ فقیر بزرگ وہ ہے جو اچھا کھانا اچھا لباس استعمال نہ کرے دبلے پتلے رہیں اچھے بزرگ ... غلط ہے بزرگ وہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا پابند ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرغ اور فالودہ کھایا ہے آپ کو مٹھائی اور حلوہ بہت پسند تھا اور فرماتے تھے کہ مومن میٹھا ہوتا ہے میٹھا پسند کرتا ہے (تفسیر روح البیان) خیال رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ نعمتیں صالحین بندوں کے لئے پیدا فرمائی ہیں فاسق فاجر لوگ تو ان کے طفیل کھا لیتے ہیں اب ہم نے سمجھ رکھا ہے کہ اعلیٰ نعمتیں بدکاروں فاسقوں فاجروں کے لئے ہیں نیک لوگوں کے لئے خشک روٹی موٹے کپڑے ٹوٹے مکان اور فاسقوں کی دست نگری ہے یہ محض غلط ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے **والطیبات من الرزق قل ہی للذین امنوا فی الحیوۃ الدنیا خالصۃ یوم القیمۃ** معلوم ہوا کہ دنیا میں اچھے کھانے مومنوں کے لئے ہی پیدا کئے گئے کفار فساق ان کے طفیل کھاتے ہیں اور قیامت میں تو صرف مومنوں کو ملیں گے کفار ان سے محروم رہیں گے۔ **چھٹا فائدہ** شرعی حرام چیزوں کو حلال جاننا بے دینی ہے یہ فائدہ **لا تعتدوا** کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا جیسا کہ تفسیر میں عرض کیا گیا بعض بے دین تارک نماز بھنگی چرسی ہو کر فقیری اور خدا رسی کا دعویٰ کرتے ہیں لوگ ان کے معتقد ہو جاتے ہیں دونوں مردود ہیں فقیری کے لئے تقویٰ ضروری ہے۔ **ساتواں فائدہ**

اہل سنت کے نزدیک حرام روزی بھی رزق الٰہی ہے مگر اس کا استعمال گناہ ہے یہ فائدہ **کلوا مما رزقکم اللہ حلالا طیبا** سے حاصل ہوا جیسا کہ تخصیص کا فائدہ ہے کہ وہ بعض چیزوں کو نکالنے کے لئے ہوتی ہے (تفسیر کبیر) **آٹھواں فائدہ** دوسرے گناہ لازم گناہ ہیں مگر حرام غذا متعدی گناہ ہے معمولی زخم لازم ہے مگر کینسر کا زخم متعدی اس کی شاخیں تمام جسم میں پھیل کر سارے جسم کو خراب کر دیتی ہیں حرام غذا سے خون گوشت منی نطفہ جو کچھ بھی بنے گا حرام ہی ہوگا۔ اس لئے اس سے جو عبادت کی جائے گی ناقص ہی ہوگی [illegible] لہذا حرام روزی بہت دور تک خرابی لاتی ہے اس لئے حلال روزی کی نہایت تاکید کی گئی **نواں فائدہ** امر ہمیشہ وجوب کے لئے نہیں ہوتا کبھی صرف مباح کرنے کے لئے ہوتا ہے دیکھو یہاں **کلوا** صیغہ امر ہے مگر اباحت کے لئے ہے جیسا کہ ابھی اس کی ایک تفسیر میں عرض کیا گیا (تفسیر کبیر) **دسواں فائدہ** ساری حلال و طیب چیزیں خود ہی نہ کھا لے بلکہ اس میں سے اللہ کی راہ میں خیرات بھی کرے اپنی روزی میں فقراء و مساکین کا حصہ بھی رکھے یہ فائدہ **مما رزقکم اللہ** میں من تبعیضیہ فرمانے سے

www.alahazratnetwork.org

حاصل ہوا غرضیکہ نہ بخل کرے نہ اسراف و فضول خرچی (تفسیر کبیر) گیارہواں فائدہ مسلمان کو چاہئے کہ اللہ کی روزی غفلت کے ساتھ نہ کھائے اس کا شکریہ بھی ادا کرے یہ فائدہ **واتقوا اللہ** سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض کلوا امر ہے اور امر وجوب کے لئے آتا ہے کیا طیب روزی کھانا فرض ہے اگر کوئی شخص لذیذ غذائیں نہ کھائے تو گنہگار ہوگا؟ بہت سے غریب لوگ ہیں جنہیں اعلیٰ درجہ کی لذیذ غذائیں میسر نہیں ہوتیں تو کیا وہ سب گنہگار ہیں؟ **جواب:** اس کا جواب ابھی تفسیر میں گذر گیا کہ یہاں امر وجوب کے لئے نہیں صرف اباحت و اجازت کے لئے ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہاں ان کے حلال سمجھنے کا عقیدہ مراد ہے تب وجوب کے لئے ہی امر ہے یعنی حلال طیب چیزوں کا کھانا جائز سمجھو یا حلال روزی کھانا فرض ہے حرام کھانا حرام۔ خیال رہے جان رکھنے کے لئے بقدر ضرورت کھانا فرض ہے کہ جو کوئی بھوک ہڑتال کرکے جان دیدے وہ خودکشی کرکے مرا لو۔ روزانہ دو وقت پیاسا رہ کر کھانا سنت ہے یوں ہی جان بچانے کے لئے معمولی غذا کھانا فرض ہے لذیذ نعمتیں کھانا سنت ہے۔ یہ بھی یاد رکھو کہ نہ تو اپنے کو لذیذ غذاؤں کا عادی بنالو کہ معمولی نہ کھا سکو نہ لذیذ غذاؤں سے بالکل محروم ہو جاؤ ہر طرح کی عادت ڈالو یہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ رہا صرف جو کی روٹی ستو بھی گذارہ فرمایا اور بھی مرغ و بٹیر بھی کھائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل شریف اس آیت کریمہ کی تفسیر ہے۔ **دوسرا اعتراض:** اس آیت کریمہ میں **مما رزقکم اللہ** کے ساتھ کیوں ارشاد ہوا کیا بعض لذیذ غذائیں ہی حلال ہیں سب نہیں۔ **جواب:** مفسرین کرام نے اس من میں دو احتمال نکالے ہیں ایک یہ کہ من تبعیضیہ نہیں بیانیہ ہے اور یہ عبارت "حلالا طیبا" کا حال مقدم ہے لہذا معنی یہ ہیں کہ جو حلال طیب روزی اللہ نے تمہیں دی ہے وہ کھاؤ تب تو مطلب بالکل واضح ہے۔ دوسرے یہ کہ من تبعیضیہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ حلال و لذیذ نعمتیں ساری کی ساری نہ کھاؤ بلکہ کچھ تم کھاؤ کچھ فقراء، مساکین کو کھلاؤ تمہاری ہر نعمت میں مساکین کا بھی حصہ ہے لہذا مطلب بالکل واضح ہے (از تفسیر روح المعانی)۔ **تیسرا اعتراض:** اس آیت کریمہ میں حلال کے ساتھ طیب کیوں ارشاد ہوا جو حلال ہے وہ طیب ضرور ہے یہ قید بے فائدہ ہے۔ **جواب:** اس کا جواب ابھی تفسیر میں گذر گیا کہ علماء کے نزدیک حلال وہ جو حرام نہ ہو۔ طیب وہ ہے جو دل کو مرغوب ہو صوفیاء کے نزدیک حلال وہ ہے جو حرام نہ ہو۔ طیب وہ جو رب تعالیٰ کو پسند ہو جس کے استعمال سے رب راضی ہو۔ بعض چیزیں حلال ہوتی ہیں مگر طیب نہیں کہ ان کے کھانے سے رب راضی نہیں بعض چیزیں حلال نہیں مگر طیب ہیں جیسے اضطرار کی حالت میں مردار گوشت ہے تو حرام مگر رب تعالیٰ ان کے کھانے سے ناراض نہیں بلکہ جو نہ کھائے اور مر جائے تو رب تعالیٰ اس سے ناراض ہے۔ **چوتھا اعتراض:** اس آیت کریمہ میں ارشاد ہوا **لا تحرموا طیبات** اور یہ جملہ نہی ہے نہی یعنی ممانعت حرام کرنے کے لئے آتی ہے جس سے معلوم ہوا کہ قسم کھا کر حلال چیز اپنے پر حرام کر لینا حرام ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقعہ پر اپنے نفس پر شہد کیوں حرام فرمالیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو معصوم ہیں معصوم سے ناجائز کام سرزد نہیں ہو سکتا۔ **جواب:** لا تحرموا کے بہت سے معنی ہیں ایک معنی وہ ہیں جو سائل نے بیان کئے اس معنی سے بھی قسم کھا کر کھانا چھوڑ دینا حرام نہیں حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے نفس پر اونٹ کا گوشت حرام فرمالیا ایک نذر مان کر ہاں ہماری شریعت میں اس قسم پر قائم رہنا ممنوع ہے بلکہ قسم توڑ دینا اور کفارہ ادا کرنا ضروری ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قسم توڑ دی تھی شہد کھا کر قسم کا کفارہ ادا

www.alahazratnetwork.org

فرمایا تھا۔ لہذا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل اس آیت کریمہ کے خلاف نہیں اس لئے رب تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قسم پر نہایت ہی محبوبانہ انداز سے فرمایا **لم تحرم ما احل اللہ لک** لہذا آیت کریمہ پر کوئی اعتراض نہیں اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل شریف اس آیت کے خلاف ہے۔ **پانچواں اعتراض:** فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ مریض کو مضر غذائیں کھانا جائز نہیں بلکہ تندرستوں کو بھی مضر صحت غذائیں ممنوع ہیں' فقہاء کا یہ فتویٰ اس آیت کریمہ کے خلاف ہے۔ **جواب:** حرام چیزیں دو قسم کی ہیں ایک تو وضعاً حرام دوسرے عرضاً حرام یا ایک بذات خود حرام دوسری کسی عارضہ سے حرام مضر صحت چیزیں ایسے لوگوں کے لئے حرام ہیں کہ نقصان دہ چیزوں سے بچنا ضروری ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے **لا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ** یہ حرام لغیرہ کہلاتی ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو قوم صالح علیہ السلام کے کنویں کے پانی سے روک دیا حتیٰ کہ ان لوگوں نے اس پانی سے آٹا گوندھ لیا تھا۔ ان کو آٹا پھینک دینے کا حکم دیا حالانکہ وہ پانی بذات خود حرام نہ تھا بلکہ مضر تھا لہذا حرام ہو گیا۔ بعض لوگ بزرگوں کے جنگلوں کے جانوروں کا شکار نہیں کرتے کیوں اس لئے کہ وہ مضر ہوتے ہیں لہذا آیت کریمہ واضح ہے۔ بلکہ وبائی زمین میں جانا ممنوع ہے نقصان کے اندیشہ سے جہاں کی آب و ہوا مضر صحت ہو وہاں سے منتقل ہو جانا چاہئے یہ تمام احکام اس آیت کریمہ کے خلاف نہیں۔ **چھٹا اعتراض:** کھانے کے احکام کے ساتھ تقویٰ کا حکم کیوں دیا کہ فرمایا **واتقوا اللہ** کھانے میں اور تقویٰ میں کیا مناسبت ہے۔ **جواب:** چند وجہ سے ایک یہ کہ حلال روزی تقویٰ کی اصل ہے' حرام خور متقی نہیں ہو سکتا دوسرے یہ کہ تقویٰ یہ نہیں کہ لذیذ غذائیں چھوڑ دی جائیں تقویٰ یہ ہے کہ حرام و ممنوع کام چھوڑ دیے جاویں' تیسرے یہ کہ انسان کو چاہئے کہ کھانے پینے میں ہی زندگی نہ گزارے تقویٰ و طہارت کی کوشش میں رہے بلکہ کھانا پینا تقویٰ کے لئے اختیار کرے' حضرت سعدی نے کیا خوب فرمایا۔

خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است — تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است

بہر حال کھانے کو تقویٰ سے گہرا تعلق ہے۔

تفسیر صوفیانہ: اللہ تعالیٰ نے جیسے جسمانی پرورش کے لئے حلال و طیب روزیاں پیدا فرمائیں جن سے جسم کی ترقی ہوتی ہے ایسے ہی روحانی پرورش کے لئے روحانی طیب و حلال غذائیں پیدا فرمائیں' جسمانی صحت کے لئے مضر غذاؤں سے بچو روحانی صحت کے لئے مضر اعمال سے بچو یہاں ارشاد ہوا کہ اے مسلمانو! حلال و طیب روحانی غذاؤں سے اپنے کو محروم نہ کرو اپنے نفس پر ظلم و زیادتی نہ کرو اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں فرماتا بلکہ ظاہر و باطن پر اثر پڑتا ہے لہذا باطن کو سنبھالنے کے لئے ظاہر کو درست رکھو لہذا کھاؤ حلال و طیب پیو حلال و طیب بولو حلال و طیب چلو حلال و طیب دیکھو حلال و طیب سنو حلال و طیب چھوؤ حلال و طیب بلکہ دماغ سے سوچو تو حلال طیب سوچو دل میں حلال و طیب ہی کو جگہ دو بلکہ شریعت میں وہ طیب چیز حلال راستہ سے آئے وہ حلال ہے جو حرام ذریعہ سے آئے وہ حرام مگر طریقت میں جو حرام مقصد کے لئے کمائی جائے وہ بھی حرام ہے اگر رزق نفس کے لئے کمایا حرام ہو یار کو منانے کے لئے راضی کرنے کے لئے کمایا تو حلال ہے ناپاک لباس سے نماز جائز نہیں ہوتی حرام لباس کی وجہ سے نماز قبول نہیں ہوتی۔ شریعت میں طیب وہ جسے نفس پسند کرے دل کو مرغوب ہو جیسے لذیذ کھانے طریقت میں طیب وہ ہے جسے رب تعالیٰ پسند کرے جسے رب ناپسند فرمادے وہ اگرچہ حلال ہو مگر طیب نہیں دیکھو بحالت روزہ حلال غذائیں طیب نہیں کہ اس کے کھانے سے رب ناراض ہے افطار کرتے ہی وہی چیزیں طیب ہو گئیں' بحالت نماز کوئی جائز بات طیب نہیں

www.alahazratnetwork.org

کہ اس وقت بات [illegible] سے رب تعالیٰ راضی ہے [illegible] ہیں یہ باتیں طیب ہوتیں مومن کی زندگی بھی طیبہ موت بھی طیب اور [illegible] ــــــ کہ اللہ اس سے راضی ہے کافر کی زندگی بھی خبیثہ موت بھی خبیثہ اور رب اس سے راضی نہیں۔ [illegible] مولانا فرماتے ہیں۔

[illegible]

ہمیشہ غازی و مجاہد [illegible] کوئی نہیں [illegible] نفس [illegible] زندہ [illegible] ہو گیا اس پر [illegible] مخالفت [illegible] نفس کے حقوق ادا [illegible] طیب [illegible] کھاؤ [illegible] زندہ [illegible] اور تم اس پر [illegible] رب العالمین نے ہر چیز کی حد مقرر فرمائی ہے جو ان حدوں میں رہ [illegible] حد [illegible] سے [illegible] حد [illegible] زندگی موت [illegible] کی حد [illegible] سے [illegible] کافر [illegible] مومنین [illegible] کی غوث و قطب [illegible] حدود [illegible] جو حد سے نکلا [illegible] فرعون [illegible] کی حد توڑ کر دعویٰ خدائی کر [illegible] اپنی حدود توڑ کر موت کی حد میں داخل ہو [illegible] ان میں کوئی فرق نہیں [illegible] صوفیاء کی اصطلاح میں حلال وہ ہے جو معارف [illegible] طیب [illegible] جو دل میں یار کا شوق پیدا کرے [illegible] اہل مشاہدہ سے [illegible] حلال و طیب [illegible] سے [illegible] شریعت [illegible] حرام [illegible] حلال [illegible] طریقت [illegible] حرام [illegible] حلال [illegible] اور حضرت سلطان باہو [illegible] فرماتے ہیں۔

[illegible] مرشد [illegible] ہو　　مرن توں اگے مرگئے باہو تب مطلب نوں پایا ہو

[illegible] ہو　　عشق [illegible] رب [illegible] ہو

لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ولکن یؤاخذکم بما عقدتم
نہیں [illegible] تمہاری [illegible] قسموں [illegible] لیکن [illegible]
[illegible] ان قسموں [illegible]
الایمان فکفارتہ اطعام عشرۃ مسکین من اوسط ما تطعمون
[illegible] اس کا [illegible] دس مسکینوں کو [illegible]
[illegible] دس مسکینوں کو [illegible] اپنے گھر والوں کو [illegible]

www.alahazratnetwork.or

أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ أَيَّامٍ

گھر والوں کو [illegible] یا ان کو کپڑا دینا یا ایک بردہ (غلام) آزاد کرنا [illegible] تو تین دن کے

روزے [illegible]

ذٰلِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ ۚ وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ ۚ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ

یہ کفارہ ہے تمہاری قسموں کا جب کہ تم قسم کھاؤ اور حفاظت کرو اپنی قسموں کی [illegible] طرح بیان

روزے [illegible] یہ بدلہ ہے تمہاری قسموں کا جب تم قسم کھاؤ اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو اس طرح اللہ

لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٨٩﴾

فرماتا ہے [illegible] تمہارے لئے آیتیں اپنی تاکہ تم شکر کرو

تم سے اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں تم احسان مانو

تعلق اس آیت کریمہ کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں حلال چیزوں کو حرام کر لینے کی ممانعت فرمائی گئی تھی اب اس آیت کریمہ میں قسم نہ لینے کی ممانعت فرمائی جارہی ہے قسم کے ذریعہ بھی حلال شے کو حرام ہی کیا جاتا ہے مثلاً یہ [illegible] کی قسم میں گوشت نہ کھاؤں گا وغیرہ گویا قاعدہ کلیہ بیان فرمانے کے بعد اس کی ایک فرد کا ذکر فرمایا جارہا ہے جس میں عام لوگ مبتلا ہیں۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں حلال کو حرام کر لینے پر آخروی سزا کا [illegible] دیا گیا تھا اور ان اللہ لا یحب المعتدین اب اس جرم پر دنیاوی [illegible] ہے یعنی قسم کھانے پر کفارہ واجب ہو جاتا گویا آئندہ کی [illegible] کے بعد [illegible] سزا بیان ہو رہی ہے۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں صرف تحریم حلال کا [illegible] تھا اب اس تحریم حلال [illegible] اللہ کے نام کو آڑ بنانے کی حرمت بیان ہو رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام تو وہ بابرکت ہے جس سے حرام شے حلال ہوتی ہے [illegible] اللہ کے نام پر ذبح ہو جائے تو حلال تم کیسے بے وقوف ہو کہ اس کے نام پاک سے حلال [illegible] حرام [illegible] کی قسم کھا کر چیزیں حرام کر لیتے ہو۔

شان نزول اس آیت کریمہ [illegible] روایت ہیں [illegible] حضرات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] قسمیں کھائی تھیں [illegible] حلال چیزوں کا استعمال اپنے [illegible] (تفسیر خازن [illegible] روح المعانی)۔ دوسرا واقعہ یہ کہ سیدنا عبداللہ ابن رواحہ [illegible] کے گھر مہمان [illegible] تھے ان کی بیوی صاحبہ نے ان کے انتظار میں [illegible] مہمان کو کھانا نہیں کھلایا تو آپ نے قسم کھالی [illegible] کھانا [illegible] قسم کھالی [illegible] مہمان نے قسم کھالی کہ [illegible]

www.alahazratnetwork.org

دونوں نہ کھائیں گے تو میں بھی نہ کھاؤں گا۔ مجبوراً حضرت عبداللہ نے اپنی قسم توڑی اور کھانا کھایا پھر ان کی بیوی نے بھی کھایا اور مہمان نے بھی صبح کو بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر انہوں نے یہ سارا ماجرا بیان کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر خوشی کا اظہار فرمایا اور ارشاد فرمایا تم نے بہت اچھا کیا تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (ابن زید' تفسیر روح المعانی) مگر ان دونوں روایتوں میں تعارض نہیں ممکن ہے یہ دونوں واقعات متصل یعنی قریب قریب ہوئے ہوں ان پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہو۔

تفسیر **لا یؤاخذکم اللہ** اس عبارت میں عاقل بالغ مسلمانوں سے خطاب ہے کیونکہ کافر اور دیوانہ اور مسلمانوں کے چھوٹے بچوں کی قسم پر یہ مذکورہ احکام جاری نہیں ہوتے **لا یؤاخذ** بنا ہے مؤاخذہ سے جس کا مادہ **اخذ** ہے بمعنی پکڑ فرمانا قوی یہ ہے کہ یہاں یہ مضارع بمعنی حال ہے اور پکڑ سے مراد ہے دنیاوی پکڑ یعنی کفارہ یعنی اللہ تعالیٰ دنیا میں تم پر پکڑ نہیں فرماتا کہ کفارہ واجب نہیں کرتا اخروی پکڑ یعنی گناہ مراد نہیں **باللغو فی ایمانکم** اس میں ب سببیہ ہے لغو قسم اس کی تحقیق پہلے پارہ میں ہو چکی یہاں اتنا سمجھ لو کہ لغو کے لغوی معنی ہیں بیہودہ ناقابل اعتبار چیز قسم لغو کے متعلق احناف اور شوافع کا اختلاف ہے شوافع کے ہاں قسم لغو یہ ہے کہ بغیر ارادہ قسم واللہ باللہ منہ سے نکل جائے۔ بعض لوگ واللہ کہنے کے عادی ہوتے ہیں واللہ آئیے۔ واللہ جائیے وغیرہ احناف کے ہاں لغو قسم یہ ہے کہ جھوٹے واقعہ پر غلط فہمی سے اسے سچ سمجھ کر کھالی جائے چونکہ اس قسم میں جھوٹ بولنے کی نیت نہیں ہوتی اس لئے اس پر نہ کفارہ ہے نہ گناہ مگر یہاں لغو قسم میں قسم غموس بھی داخل ہے قسم لغو اور قسم غموس دونوں اس میں برابر ہیں کہ ان میں کفارہ واجب نہیں ہوتا قسم غموس یہ ہے کہ گزشتہ چیز پر دانستہ طور پر جھوٹی قسم کھالی جائے اس میں احناف کے نزدیک گناہ تو ہے مگر کفارہ نہیں (تفسیرات احمدیہ) **فی ایمانکم** ثابت کے متعلق ہو کر لغو کا حال ہے یا اس کی صفت یعنی تمہاری قسموں میں جو لغویت واقع ہو جاتی ہے اس پر رب تعالیٰ کسی قسم کی پکڑ نہیں فرماتا کہ اس پر کفارہ لازم نہیں فرماتا ہے۔ **ولکن یؤاخذکم بما عقدتم الایمان۔ لکن** وہم دور فرمانے کے لئے ہے یہاں پکڑ سے مراد دنیاوی پکڑ یعنی کفارہ ہے جو صرف قسم منعقدہ میں واجب ہوتا ہے اور **ماعقدتم** سے مراد قسم ہے جو پوری کرنے کے لئے کھائی جائے یہ قسم منعقدہ میں ہی ممکن ہے۔ قسم منعقدہ یہ ہے کہ کوئی آئندہ کام کے متعلق قسم کھائے کہ قسم خدا کی میں یہ کروں گا اس کے خلاف کرنے پر کفارہ واجب ہوتا ہے ماعقدتم میں ما مصدریہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ قسمیں منعقد کرنے پر تمہاری پکڑ فرماتا ہے کہ تم پر کفارہ واجب کرتا ہے اس صورت میں آیت کریمہ بالکل واضح ہے اور اس آیت میں تینوں قسموں کا ذکر ہے لغو میں قسم لغو اور قسم غموس کا ذکر ہے اور عقدتم میں قسم منعقدہ کا مذہب حنفی کے مطابق یہ تفسیر ہے اور یہی تفسیر بہت قوی ہے (تفسیر احمدی) اگرچہ یہ احتمال بھی ہے کہ لغو قسم پر بھی پکڑ تھی یعنی گناہ اور قسم منعقدہ پر کفارہ۔ تھا اسلام میں لغو قسم پر گناہ بھی نہیں اور منعقدہ قسم پر کفارہ ہے۔ (تفسیر احمدی) خیال رہے: کہ ماعقدتم سے پہلے ایک مضاف پوشیدہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ منعقدہ قسم کے توڑنے پر تمہاری پکڑ فرماتا ہے کیونکہ قسم منعقدہ سے کفارہ نہیں بلکہ اس کے توڑنے سے کفارہ واجب ہوتا ہے (روح المعانی احمدی وغیرہ) امام شافعی کے ہاں قسم منعقدہ اور قسم غموس دونوں میں کفارہ واجب ہے وہ قسم غموس کو ماعقدتم میں داخل مانتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں یہ قسم یہاں لغو میں داخل ہے ان کے ہاں ماعقدتم میں تفسیر حنفی قوی ہے کیونکہ سورہ بقرہ میں ارشاد ہوا **ولکن یؤاخذکم بما کسبت قلوبکم** وہاں غموس کو کسب قلب کہہ کر بیان فرمایا اور صرف مؤاخذہ کا ذکر کیا کفارہ کا ذکر نہ

ایام خلافت کی آئی ہے یہ آیت اس سورۃ اقدس کی آیت کے خلاف نہ ہوگی۔ **فکفارتہ اطعام عشرۃ مساکین** سے ثابت ہوا **احدکم** فرمایا ہے یعنی قسم منعقدہ پر چڑھتا ہے کہ اس کفارہ کا خیال رہے۔ کہ یہاں کفارہ میں چار چیزیں بیان فرمائیں ان سے پہلی تین میں اختیار دیا گیا۔ دس مسکینوں کو کھانا ان کا کپڑا یا غلام آزاد کرنا ایک ہی ترتیب رکھی کہ اگر یہ تینوں نا ممکن ہوں تو تین دن کے روزے ہیں کھانا دینے کی استطاعت ہو ان دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ مسکین کو بطور دعوت کھلایا جائے تب تو وہ وقت اس کا پیٹ بھرنا ضروری ہے دوسرے یہ کہ اسے مالک کر دیا جائے اس صورت میں شرط یہ ہے کہ فی مسکین آدھا صاع یعنی قریباً سوا دو سیر گندم یا اس کا آٹا دے دیا جائے فطرہ کی طرح کھانا کھلانے کی صورت میں سالن بھی دینا ہوگا مالک بنانے کی صورت میں یہ ضروری ہے یا قیمت دے کھانا دینے کی صورت میں تو دس مسکینوں کو ایک دن میں دے دے یا ایک مسکین کو دس روز تک سوا دو سیر گندم یا ساڑھے چار سیر جو دیا کرے اگر ایک مسکین کو دس مسکینوں کا کھانا دے دیا تو ایک دن کا ادا ہوگا دس کا دینا ہوگا۔ کھانا کھلانے کی صورت میں اسے اختیار ہے کہ روزانہ ایک مسکین کو صبح شام کھلا دیا کرے یا ایک ہی دن میں دس مسکینوں کو کھلا دے (تفسیر احمدی و کتب فقہ) **من اوسط ما تطعمون اهليكم** یہ عبارت ثابت کے متعلق ہو کر اطعام کا دل ہے اور حالت نفی میں ہے۔ یا اطعاماً محذوف کی صفت ہے اوسط سے مراد ہے درمیانی کھانا یا عدد میں درمیانی کہ نہ تو دن میں ایک وقت نہ تین وقت بلکہ دو وقت کھلائے یا درجہ میں درمیانی کہ نہ تو نہایت اعلیٰ قسم کا کھانا کھلاتا ہو نہ بالکل ہی ادنیٰ کھانا جیسا کھانا عموماً اپنے بچوں کو کھلاتا ہے۔ ویسا کھلائے (احمدی) **اهليكم** سے مراد بیوی بچے اور متعلق لوگ سب ہی ہیں جن کا کھانا انسان کے ذمہ ہوتا ہے **او کسوتهم** یہ عبارت معطوف ہے اطعام پر **هم** کا مرجع یہی دس مسکین ہیں جن کو کھانا کھلانا ہے کسوۃ سے مراد اتنا لباس ہے جس سے مسکین کا عام بدن ڈھک جائے لہٰذا مرد کو کرتہ یا پاجامہ یا تہبند دے اور اگر مسکین عورت ہو تو دوپٹہ بھی دے صرف ستر ڈھلنے کا یعنی ناف سے گھٹنے تک لنگوٹ دینا کافی نہیں (عام تفاسیر و احمدی) نکتہ عجیبہ عربی میں اطعام کے بعد دو مفعول مذکور ہوں تو کھانے کا مالک کرنا مراد ہوتا ہے جیسے اطعمت زیداً الخبز اور اگر ایک مفعول مذکور ہو تو صرف اباحت یعنی کھانا کھلا دینا مراد ہوتا ہے اور کسوۃ کاف کے کسرہ سے ہو تو معنی ہوتے ہیں کپڑے کا مالک کر دینا اور کاف کے فتحہ سے ہو تو معنی ہوتے ہیں کی کو عاریتہ کپڑا پہنا دینا اس آیت کریمہ میں اطعام کے بعد صرف ایک مفعول یعنی عشرۃ مساکین مذکور ہے لہٰذا اطعام کا مالک کرنا ضروری نہیں اور کسوۃ کاف کے کسرہ سے ہے لہٰذا اس کے معنی ہیں لباس کا مالک کر دینا اگر دس مسکینوں کو عاریتہ کپڑے دس دن کے لئے دیئے ہیں یا جاوے تو کفارہ ادا نہ ہوگا یہاں مالک کر دینا ضروری ہے یہ مسئلہ احناف و شوافع دونوں کے نزدیک ہے کھانے میں بھی مالک کر دینا ضروری ہے ماننا پڑا کہ یہ خلاصہ ہے۔

[illegible] اباں خالف [illegible] فالعبد المادہ میں لباس صرف پہننے کا ہے بلکہ [illegible] تفسیر [illegible] خیال رہے [illegible] ایک مسکین کو ایک [illegible] تو ایک مسکین [illegible] [illegible] کا خیال رہے۔ **او تحرير رقبة** یہ عبارت معطوف ہے کسوتھم پر [illegible] رقبہ کے معنی گردن اور مراد ہے [illegible] [illegible] مطلق [illegible] مطلق یعنی [illegible] [illegible] ہو [illegible] [illegible] غلام مسلمان ہو یا کافر امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے امام شافعی نہ مانے [illegible] اور ان حضرات

www.alahazratnetwork.org

نے فرمایا کہ کافر غلام کسی کفارہ میں آزاد نہیں ہو سکتا کیونکہ قتل کے کفارہ میں مومن غلام آزاد کرنا ضروری ہے تو تمام کفارات میں یہی چاہئے مگر احناف [illegible] کفارہ قتل میں غلام مطلق نہیں وہاں فرمایا گیا۔ تحریر رقبۃ مؤمنۃ وہاں قید ہے یہاں مقید مانا جائے گا۔ یہاں مطلق ہے وہاں مطلق، لہذا اسے [illegible] مذہب احناف ہے تو [illegible] فمن لم یجد فصیام ثلثۃ ایام اس عبارت میں کفارہ قسم کی چوتھی نوعیت کا ذکر ہے جو ترتیبی ہے۔ لم یجد سے مراد ہے ادائے کفارہ کے وقت ان چیزوں پر قادر نہ ہونا بعد میں اگرچہ قادر ہو جائے۔ لم یجد کا مفعول پوشیدہ ہے ضمیر غائب ہے [illegible] مذکورہ تین چیزوں میں سے کسی چیز کو نہ پائے نہ غلام نہ کھانا نہ کپڑا تو وہ تین روزے رکھے۔ خیال رہے: کہ احناف کے نزدیک قسم کے کفارہ میں تین روزے مسلسل لگاتار رکھنا ضروری ہے لہذا اگر درمیان میں کوئی روزہ ناغہ ہو گیا یا عورت کو حیض آگیا یا بیمار کھانا اور روزہ بیکار ہو گیا اب پھر تین روزے رکھے یہی احناف کا مذہب ہے اس کے دلائل ان شاء اللہ فوائد میں عرض ہوں گے۔ ذلک کفارۃ ایمانکم اذا حلفتم۔ ذالک سے اشارہ ان چاروں مذکورہ چیزوں کی طرف ہے۔ اگرچہ لفظاً وہ مذکورہ چیزیں ابھی ابھی مذکور ہوئی ہیں مگر چونکہ وہ بہت بڑی شان والی ہیں اس لئے ذالک اشارہ بعید ارشاد ہوا جیسے ذالک الکتاب میں ہے چونکہ ان چاروں کو اللہ کے نام کی شرافت سے نسبت ہے اس نسبت سے یہ چیزیں عظیم الشان ہو گئیں جیسے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا فدیہ ذبح عظیم قرار دیا گیا ذبح عظیم کفارہ فرما کر یہ بتایا کہ مذکورہ چیزیں صرف کفارہ ہیں ان سے دوسری عبادات ادا نہیں ہو سکتیں لہذا کفارہ کے روزوں میں قضا روزوں کی نیت نہیں کر سکتے کھانے کپڑے میں زکوٰۃ کی نیت نہیں کر سکتے نیز ان کاموں پر ثواب کا وعدہ نہیں گذشتہ گناہ مٹنے کا وعدہ ہے کفارہ کی اضافت ایمان کی طرف اس لئے ہے کہ قسم اس کا ذریعہ ہے جیسے کہا جاتا ہے نماز ظہر یا روزہ رمضان قسم توڑنا کفارہ کا سبب ہے ورنہ اس کی شرط ہے اس لئے کفارہ قسم کہا جاتا ہے کفارہ حنث نہیں کہا جاتا ایمان سے مراد وہی منعقدہ قسم ہے جس کی طرف اشارہ فرمایا بما عقدتم الایمان میں اذا ظرفیہ ہے اور ممکن ہے کہ شرطیہ ہو اور اس کی جزا پوشیدہ ہو (روح المعانی)۔ خیال رہے کہ احناف کے نزدیک ان چاروں کفاروں میں سے کوئی کفارہ قسم توڑنے سے پہلے نہیں ادا ہو سکتے اور شوافع کے ہاں اگلے تین مالی کفارے قسم توڑنے سے پہلے بھی دیئے جا سکتے ہیں مگر روزوں کا کفارہ صرف قسم توڑنے کے بعد ادا ہو گا احمد بن [illegible] الکفارہ بنا ہے کفر سے بمعنی چھپانا یا مٹانا یا معقید کی کو کفر اس لئے کہتے ہیں کہ وہ بیجوں کو مٹی میں چھپا دیتا ہے۔ [illegible] جب کہ اس کی تیز خوشبو دوسری خوشبوؤں کو چھپا لیتی ہے چونکہ یہ اعمال قسم کے گناہ کو مٹا دیتے ہیں اس [illegible] ان الحسنات یذھبن السیات چونکہ منعقدہ قسمیں بہت قسم کی ہوتی ہیں اپ ہم قسم کریں [illegible] قسم [illegible] کوئی بات سے منع یا ہو کام اس قسموں میں [illegible] تو کفارہ لازم ہے [illegible] اس لئے ایمان جمع ارشاد ہوا اپنے خاص معقول عذروں کی قسم رب تعالیٰ [illegible] واحفظوا ایمانکم اس عبارت میں کفارہ کے علاوہ ایک اور اہم حکم دیا گیا یعنی اپنی قسموں کی حفاظت [illegible] حفاظت کی [illegible] ہیں ایک یہ کہ اپنی قسموں کو پورا کرو [illegible] کفارہ دو اس صورت میں یہ قید [illegible] قسم [illegible] یا ہر بات سے رکے [illegible] اپنی زبان کی حفاظت [illegible] قسمیں نہ کھایا کرو [illegible] تمہاری قسموں کی حفاظت [illegible] رب تعالیٰ فرماتا ہے لا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم ایک [illegible] ہے۔

قلیل الا لا یا حافظ یمینہ　　اذا بدت [illegible] الالیۃ برت

www.alahazratnetwork.org

اس شعر میں قسم کی حفاظت سے مراد ہے قسم نہ کھانا (روح المعانی) تیسرے یہ کہ قسم پوری کرنے کے لئے کھاؤ نہ کہ توڑنے کے لئے توڑنا بہ مجبوری ہے تو مسلمان کو اپنی زبان کا بڑا پاس چاہئے کہ جو زبان سے کہے پورا کرے چہ جائیکہ قسم اس کی پاسداری تو بہت ہی چاہئے اگر قسم توڑ کر کفارہ دے دینے کی عادت ڈال لی گئی تو خلق میں تمہارا تمہاری قسموں کا اعتبار اٹھ جائے گا اور رب تعالیٰ بھی ناراض ہوگا کہ مذکورہ کفارہ اس بدنیتی بھرے ارادہ سے گناہ نہیں مٹا سکتا اگر کوئی رمضان میں روزہ نہ رکھے پھر قضا کرے تو قضا ادا ہو اس طرح نہیں ہو سکتا جو بلاوجہ وقت پر نماز نہ پڑھے قضا کرکے پڑھے تو اگرچہ فرض ادا ہو گیا مگر بلاوجہ قضا کرنے کا گناہ معاف نہیں ہوا یوں ہی قسم عمداً بلاوجہ توڑ دے پھر کفارہ دیدے تو اگرچہ قسم کا گناہ تو ختم ہو گیا مگر اس بلاوجہ توڑنے کا گناہ کیسے معاف ہوگا اس لئے ارشاد ہوا **واحفظوا ایمانکم کذلک یبین اللہ لکم ایاتہ لعلکم تشکرون** یہ ان احکام کا تتمہ ہے **کذالک** میں **ذالک** سے ان ہی مذکورہ احکام کی طرف اشارہ ہے **یبین** بنا ہے تبین سے بمعنی خوب بیان کر دینا تبینگی سے بیان فرمانا ہمارے لئے لعل شک کے لئے ہوتا ہے یہاں نتیجہ اور مقصد کے لئے ہے یعنی جیسے ہم نے قسم کے احکام بہت تفصیل سے بیان فرمائے یوں ہی ہم تمہارے لئے اے مسلمانو اپنی آیات و احکام خوب واضح کرکے بیان کرتے ہیں تاکہ تم شکر گزار ہو خیال رہے کہ **یبین** میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ براہ راست رب تعالیٰ ہی مفصل بیان فرماتا ہے جیسے قسم کے احکام میراث کے حصے یا اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے مفصل بیان فرماتا ہے جیسے احکام نماز و زکوٰۃ کو قرآن مجید میں اگرچہ مجمل ہیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تفصیل بیان فرما دی نیز علم فرما دیا کہ یہ تفصیل وار بیان تمہارے نفع کے لئے ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو پہلے سے ہی واقف ہیں اور تم سے پہلے کے تھا ہیں قرآن مجید مجمل ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے شارح ہیں اور علماء دین اس متن و شرح پر حاشیہ چڑھانے والے دیکھو لفظ صلوٰۃ قرآن میں ہے نماز کی شرح کیسے یہ حدیث میں اور نماز کے اعمال میں کون فرض ہے کون واجب کون سنت فقہ میں ہے **یبین** اللہ ان سب کو شامل ہے۔

خلاصہ تفسیر ہر جرم پر آخرت میں پکڑ ہوگی خواہ اس طرح کہ پیشی ہو کر معاف ہو جائے خواہ اس طرح کی سزا بھی دی جائے رب تعالیٰ فرماتا ہے **ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ** مگر بعض جرم وہ ہیں جن پر دنیا میں بھی پکڑ ہو جاتی ہے خواہ سیاسی پکڑ ہو جیسے چوری پر ہاتھ کٹنا زنا پر سنگسار ہونا شراب پر اسی کوڑے یا شرعی پکڑ جیسے رمضان میں روزہ توڑنے پر کفارہ لازم ہونا خواہ غیبی پکڑ جیسے زنا عام ہو جانے پر وبا میں آنا زکوٰۃ کا روک لینے پر بارشیں بند ہو جانا اور بعض گناہوں پر دنیا میں پکڑ نہیں جیسے نماز نہ پڑھنا روزہ نہ رکھنا یہی حال نیکیوں کا ہے کہ بعض نیکیوں کا فائدہ دنیا میں بھی دیکھا جاتا ہے جیسے والدین کی خدمت قسم غموس ان گناہوں میں سے ہے جن کی پکڑ آخرت میں تو ہے مگر دنیا میں نہیں کہ اس پر کفارہ نہیں مگر قسم منعقدہ کا توڑنا ان گناہوں میں سے ہے جس پر دنیا میں بھی شرعی پکڑ ہے کہ اس پر کفارہ واجب ہے اس آیت کریمہ میں ان ہی قسموں کا ذکر ہے ابھی تفسیر میں اشارۃً عرض کیا گیا کہ اس آیت کریمہ کی دو تفسیریں ہیں ایک احناف کی دوسری شوافع حضرات کی ان مختلف تفسیروں سے مختلف احکام حاصل کئے گئے ہیں ہم یہاں حنفی تفسیر عرض کرتے ہیں اے مسلمانو تمہاری لغو قسمیں خواہ غموس ہوں یا لغو ان دونوں میں اللہ تعالیٰ تم پر دنیاوی مواخذہ یعنی کفارہ واجب نہیں فرماتا ہاں منعقدہ قسمیں جن کو منعقد کر لینے کے لئے تم کھاؤ ان پر پکڑ فرماتا ہے کہ ان کے توڑ دینے کی صورت میں تم پر کفارہ واجب کرتا ہے ان قسموں کے توڑنے کا کفارہ یہ

www.alahazratnetwork.org

جب کہ تم قسم توڑ دینے کے بعد دس مسکینوں کو اپنے گھر یا رکاور میانی کھانا کھلاؤ اس طرح کہ ان کی دعوت کر کے انہیں کھلاؤ خواہ اس طرح کہ انہیں کھانے کا مالک کر دو یا دس مسکینوں کو بدن چھپانے والا کپڑا دے دو یا کوئی صحیح سالم غلام یا لونڈی آزاد کر دو خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر ان تینوں میں تم کو اختیار ہے کہ ان میں سے جو چاہو ادا کرو لیکن اگر بروقت کفارہ دینے کے تم ان میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہو کہ نہ تمہارے پاس دس مسکینوں کا کھانا ہو نہ کپڑا نہ آزاد کرنے کے لئے غلام تو مسلسل تین روزے رکھو یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھا کر توڑ دو تو یہ ادا کرو یہ بھی خیال رکھو اول تو قسم کھاؤ نہیں اور جب کھاؤ تو اسے بلا ضرورت نہ توڑو اپنی قسموں کی حفاظت کرو کہ مسلمان کی زبان خصوصاً قسم بہت حفاظت کی چیز ہے ہم تمہارے نفع کے لئے اس طرح اپنے احکام اپنی آیات خوب واضح کر کے بیان فرماتے ہیں تاکہ تم بندہ شکر گزار ہو۔

فوائد و مسائل قسم تین قسم کی ہے۔ قسم لغو، قسم غموس، قسم منعقدہ۔ قسم لغو یہ ہے کہ انسان نادانستہ طور سے گذشتہ کی جھوٹی قسم کھالے مثلاً اس نے کہا خدا کی قسم زید آگیا اسے یہی خبر تھی مگر واقعہ میں یہ غلط تھا زید نہ آیا تھا اس قسم پر نہ گناہ ہے نہ کفارہ۔ قسم غموس یہ ہے کہ گذشتہ واقعہ پر دانستہ طور پر جھوٹی قسم کھالے اس میں گناہ ہے کفارہ نہیں۔ قسم منعقدہ یہ ہے کہ آئندہ سے متعلق قسم کھائے کہ میں یہ کروں گا یا نہ کروں گا ایسا ہو گا اس قسم کو توڑ دینے پر کفارہ واجب ہو گا جو یہاں ارشاد ہوا۔ مسئلہ قسم غموس میں گناہ ہے کفارہ نہیں اس گناہ کا ذکر سورہ بقرہ میں گذر گیا کہ ارشاد ہوا **ولكن يؤاخذكم بما كسبت قلوبكم** سے مراد یہ قسم غموس یعنی جھوٹی قسم کھانا ہے اور یہاں اس کے بعد کفارہ بیان نہ ہوا جس سے معلوم ہوا کہ وہاں پکڑ سے مراد اخروی پکڑ ہی مطلوب ہے (تفسیر احمدی)۔

مسئلہ قسم منعقدہ میں کفارہ واجب ہے مگر قسم توڑ دینے کے بعد اور گناہ کے متعلق تفصیل ہے اگر کسی نیکی کے نہ کرنے یا گناہ کے کرنے کی قسم کھائی تھی تو اس کے توڑ دینے میں کوئی گناہ نہیں بلکہ توڑ دینا اور کفارہ ادا کر دینا ضروری ہے اور اگر اس کے برعکس کی قسم تھی تو اس کا توڑنا ممنوع ہے یہ مسئلہ **يؤاخذكم** کے بعد کفارت فرمانے سے حاصل ہوا۔ **فائدہ:** کفارہ قسم میں اگر فقراء کو کھانا دیا گیا تو ان کا مالک کر دینا ضروری نہیں، دو وقت دس مسکینوں کی دعوت کر دینا بھی کافی ہے لیکن اگر کپڑا دیا گیا تو کپڑے کا مالک کر دینا ضروری ہے یہ مسئلہ اطعام کو مصدر فرمانے اور کسوۃ کو ظرف کے کسرہ سے فرمانے سے حاصل ہوا جیسا کہ ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا۔ **فائدہ:** قسم کے کفارہ میں پورا جوڑا دینا ضروری ہے صرف تہبند یا انگوٹھی دے دینا کافی نہیں یہ فائدہ بھی کسوہ سے حاصل ہوا جیسا کہ ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا۔ **فائدہ:** قسم کے کفارہ میں تین روزے رکھنا ہوں تو مسلسل لگاتار رکھنا واجب ہیں یہی قول ہے حضرت عبداللہ ابن عباس مجاہد اور قتادہ وغیرہم کا یہی احناف کا مذہب ہے۔ چنانچہ ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت کی کہ جب کفارہ کی آیت نازل ہوئی تو حضرت حذیفہ نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم کو ان تینوں کفاروں میں اختیار ہے فرمایا ہاں لیکن اگر روزہ سے کفارہ دینا پڑے تو تین دن کے مسلسل رکھنا ہوں گے **فثلثة ايام متتابعات**۔ ابن ابی شیبہ، ابن حمید، ابن جریر، ابن ابی داؤد، ابن منذر، حاکم اور بیہقی نے بسند صحیح روایت کی کہ حضرت ابی ابن کعب کی قرات میں متتابعات ہے یعنی ان کی قرات یوں ہے فصیام ثلثة ایام متتابعات یہی احناف کا مذہب ہے (روح المعانی) **فائدہ:** پہلے کفاروں سے عاجز ہونا ادائے کفارہ کے وقت معتبر ہے یعنی جو شخص قسم کا کفارہ ادا کرتے وقت مسکینوں

www.alahazratnetwork.org

سے کھانے کپڑے سے یا غلام آزاد کرنے پر قادر نہ تھا اس نے تین روزے رکھ لئے بعد میں وہ ان پر قادر ہو گیا تو کفارہ ادا ہو گیا۔ یہ ہی مذہب احناف ہے امام شافعی کے ہاں قسم توڑنے کے وقت عاجز ہونا معتبر ہے مذہب احناف بہت قوی ہے جیسا کہ **فمن لم یجد** کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے **فائدہ:** قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا نہیں ہو سکتا۔ توڑنے کے بعد کفارہ واجب ہوتا ہے کیونکہ قسم **واحفظوا ایمانکم** سے حاصل ہوا جیسا کہ ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا۔ قسم پوری کرنے اس کی حفاظت کرنے کے لئے کھائی جاتی ہے نہ کہ کفارہ واجب کرنے کے لئے احناف کا مذہب یہ ہی ہے امام شافعی کے ہاں تین مالی کفارے تو قسم توڑنے سے پہلے (حنث سے پہلے) بھی ادا کئے جا سکتے ہیں مگر کفارے کے روزے قسم توڑنے کے بعد ہی رکھے جائیں گے۔ (تفسیر خازن و احمدی وغیرہ) **فائدہ:** قسم کے کفارہ میں کافر غلام بھی آزاد کیا جا سکتا ہے مومن کی قید نہیں یہ ہی احناف کا مذہب ہے یہ فائدہ **تحریر رقبۃ** میں رقبہ کے اطلاق سے حاصل ہوا۔ امام شافعی کے ہاں مومن غلام ہی آزاد کیا جائے گا کافر نہیں۔ کفارہ قسم کے تفصیلی احکام کتب فقہ میں ملاحظہ کرو۔ **فائدہ:** بلا وجہ قسم توڑ دینا بعد میں کفارہ دے دینا گناہ ہے کہ کفارہ سے اگرچہ قسم توڑنے کا گناہ تو مٹ گیا مگر بدنیتی، وعدہ خلافی دوسرے کو دھوکا دینے کا گناہ تو باقی رہا انسان کو چاہئے کہ اولاً تو کسی سے وعدہ کرے نہیں قسم کھائے نہیں اور جب کرے تو پورا کرے ورنہ رب تعالیٰ بھی ناراض ہو گا اور مخلوق میں اس کا اس کی زبان کا اس کی قسموں کا اعتبار جاتا رہے گا جن انبیاء کرام نے "خلق فرمایا گیا صادق الوعد" وہ حضرات وعدے پورے کرتے تھے، وعدہ خلافی کر کے قسمیں توڑ کر کفارے نہیں دیا کرتے تھے۔

پہلا اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ صرف لغو قسم میں کفارہ نہیں اس کے علاوہ دونوں قسموں میں کفارہ ہے خواہ قسم غموس ہو یا قسم منعقدہ کیونکہ ارشاد ہوا **ولکن یؤاخذکم بما عقدتم الایمان** لہذا ہر قسم ارادۃً کھائی جائے خواہ گذشتہ پر جھوٹی قسم ہو یا آئندہ پر دونوں میں کفارہ ہے (شوافع) اس کو پارہ سیقول میں یوں بیان فرمایا **ولکن یؤاخذکم بما کسبت قلوبکم** کسب اور عقد ایک ہی چیز ہے (شوافع) یہ اعتراض حضرات شوافع کا تعلق ہے۔ **جواب:** اس کا جواب ابھی اجمالاً تفسیر میں گذر گیا کہ عقد سے مراد دلی ارادہ نہیں ہے بلکہ منعقد کرنا مضبوط کرنا مراد ہے یہ وہی قسم ہو سکتی ہے۔ جس کے پورا کرنے نہ کرنے پر انسان قادر ہو اور وہ قسم منعقدہ ہی ہے۔ غموس قسم پر انسان کا اختیار نہیں لہذا وہ عقدتم سے الگ ہے ہاں وہ **کسبت قلوبکم** میں داخل ہے اس میں گناہ ہے کفارہ نہیں لہذا یہاں اس آیت کریمہ میں پکڑ فرمانے سے مراد ہے کفارہ لازم فرما دینا اور وہاں پہلے پارہ والی آیت میں پکڑ سے مراد آخرت کی پکڑ یعنی گناہ ہے اس لئے یہاں پکڑ کے بعد کفارہ کا ذکر ہے اور وہاں کفارہ کا ذکر نہیں۔ لہذا یہاں لغو قسم سے مراد غموس اور لغو دونوں ہیں اس کی مکمل تحقیق تفسیرات احمدیہ میں ملاحظہ کرو۔ **دوسرا اعتراض:** جب آیت کے شروع میں فرما دیا گیا کہ **فکفارتہ اطعام عشرۃ مساکین** تو پھر بعد میں کیوں فرمایا کہ **ذلک کفارۃ ایمانکم** دوبارہ فرمانا زائد ہے۔ **جواب:** اس اعتراض کا جواب ابھی تفسیر میں اشارۃً عرض کیا گیا اسے دوبارہ فرمانے کا منشاء یا تو یہ ہے کہ ان چاروں کاموں کا مجموعہ کفارہ نہیں بلکہ ان میں سے جو کام بھی کر لیا جائے کفارہ ادا ہو جائے گا یا یہ بتانا ہے کہ یہ کام صرف کفارہ قسم ہیں اور دوسرے کفارات میں صرف ذکر کیا بتانا ہے کہ یہ کام قسم توڑنے کا تاوان ہیں ان پر کسی قسم کے ثواب کا وعدہ نہیں غرضیکہ دوبارہ فرمانا بہت حکمتوں سے ہے۔ **تیسرا اعتراض:** اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قسم کا کفارہ قسم توڑنے سے پہلے بھی دیا جا سکتا ہے کیونکہ ارشاد ہوا **فکفارتہ**

اطعام سے مراد [illegible] سے معلوم ہوا کہ کفارہ واجب کرنے والی چیز قسم ہے نہ کہ [illegible] شکنی قسم توڑنا سبب [illegible] جائے
کے بعد [illegible] لہٰذا کفارہ سبب [illegible] سے پہلے بھی زکوٰۃ دینا جائز ہے [illegible] مسلم شریف
میں ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی کسی چیز پر قسم کھائے پھر دوسری چیز اچھی محسوس ہو تو **فلیکفر عن یمینه ولیات
الذی هو خیر** دیکھو اس میں کفارہ [illegible] اور قسم توڑنا [illegible] بعد میں معلوم ہوا کہ کفارہ [illegible] قسم توڑنے سے پہلے
دینا مستحب ہے (حضرات شوافع) یہ اختلافی مسئلہ ہمارے اور شوافع کے درمیان بہت مشہور ہے اس پر ان حضرات کے یہ مشہور
دلائل ہیں [illegible] علماء مختلف طریقوں سے بیان فرماتے ہیں۔ **جواب**: اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا
تحقیقی جواب الزامی یہ ہے کہ یہ دلائل تمہارے بھی خلاف ہیں اس لئے کہ آپ لوگ بھی [illegible] کفارہ دینے [illegible] قسم توڑ
دینا ضروری مانتے ہیں۔ صرف مالی [illegible] کفارہ میں [illegible] کفارہ مقدم [illegible] لکھتے ہیں [illegible] فرق اس آیت میں کہاں ہے
آپ کی پیش کردہ مسلم شریف کی حدیث آپ کے بھی خلاف ہے کیونکہ اس میں ارشاد ہے **فلیکفر عن یمینه ولیات الذی
هو خیر** [illegible] چاہئے کہ کفارہ پہلے دیا جاوے قسم بعد میں [illegible] آپ بھی نہیں [illegible]
اور جواب تحقیقی [illegible] قسم کفارہ کا سبب نہیں اس کا سبب حنث [illegible] قسم [illegible] نہیں کھائی جاتی
[illegible] کے لئے کھائی جاتی ہے۔ دیکھو یہاں ارشاد ہوا **واحفظوا ایمانکم** جب قسم توڑنا کفارہ کا سبب ہے تو سبب
سے پہلے [illegible] مسلم شریف کی پیش کردہ حدیث میں حنث اور کفارہ میں [illegible] مطلب یہ ہے کہ قسم کے
بعد [illegible] دونوں کام کرو حنث اور کفارہ ترتیب سے خاموشی ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب جمعہ کی اذان ہو
جائے تو **فاسعوا الی ذکر الله وذروا البیع** اللہ کے ذکر کی طرف آنے کی کوشش کرو اور تجارت چھوڑ دو یہاں یہ معنی
نہیں [illegible] بعد میں تجارت ترک کرو بلکہ مطلب یہ ہے کہ [illegible] دونوں کام کرو [illegible] کفارہ کے متعلق صحیح حدیث
یوں [illegible] **فلیات الذی هو خیر ثم لیکفر عن یمینه** کہ پہلے قسم توڑے پھر اس کے بعد کفارہ دے یہاں ثم نے
ترتیب [illegible] پہلے ہو اور کفارہ بعد میں خیال رہے کہ ہمارے اور شوافع کے ہاں اس آیت کریمہ میں حنث ضرور پوشیدہ
ہے یعنی **عقدتم الایمان ثم حنثتم لکفارته** جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے **فمن کان منکم مریضا او علی سفر
فعدة من ایام اخر** اس آیت میں فافطر پوشیدہ ہے یعنی جو بیمار یا مسافر ہو اور رمضان کے روزے نہ رکھے تو آئندہ قضا
[illegible] کیونکہ ہم اور شافعی حضرات دونوں کہتے ہیں کہ بغیر قسم توڑے کفارہ واجب نہیں صرف [illegible] تقدیم میں
اختلاف ہے [illegible] کی تحقیق [illegible] روح المعانی میں دیکھو۔ **چوتھا اعتراض** [illegible] کی صورت میں
[illegible] کفارہ [illegible] ضروری [illegible] کی صورت میں بھی [illegible] کا مالک کرنا ضروری ہونا چاہئے [illegible]
[illegible] (حضرات شوافع) **جواب**: اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ اطعام [illegible] مصدر [illegible]
[illegible] مصدر [illegible] کسوة مادہ [illegible] فرق [illegible] طریقہ سے یہ فرق [illegible]
[illegible] **پانچواں اعتراض** [illegible] قسم کے کفارہ میں مالی [illegible] کفارہ [illegible] غلام آزاد
[illegible] قیمت [illegible] غلام [illegible] تین روزے [illegible]
معمولی [illegible] **جواب** [illegible]

www.alahazratnetwork.org

تفصیلی کفارات کے احکام عقل انسانی سے وراء ہیں یہاں صرف گردن جھکانا اور قبول کرلینا ضروری ہے دنیاوی بادشاہوں کے قانون مطیب سے نسخے میں دواؤں کی مقداریں مانی جاتی ہیں یہ تو احکم الحاکمین کے قوانین ہیں بلا تشبیہ وہ حاکم بھی ہے حکیم بھی علیم بھی اس سے وراء باسبب بالکل درست ہے اگرچہ اس کے تمام احکام میں صدہا حکمتیں ہیں مگر ہم حکمتوں کے پیچھے نہ پڑیں ان احکام شرعیہ کی حکمتیں علوم کرنا ہوں تو ہماری کتاب اسرار الاحکام کا مطالعہ کرو۔

تفسیر صوفیانہ قسمیں دو قسم کی ہیں دنیا سے علیحدگی پر قسم یہ تو قسم ملاقات ہے قرب الٰہی سے محرومی پر قسم یہ قسم منعقدہ ہے جو اس طرح کی قسم میں پھنس جاوے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں یعنی اپنے پانچ حواس ظاہری اور پانچ حواس باطنی کو کھانا غذائے روحانی کو دو تم اپنے اہل یعنی دل روح سر خفی کو دیا کرتے ہو ان کے لحاظ سے یہ ہی ذوق محبت صدق اخلاص تعریض تسلیم رضا بالقضا انس ہیبت شہود کشف اور عمل نیک روحانی غذا ذکر فکر شوق توکل ملامت خوف امید ہیں یا پھر وہاں لوہے مددیں وہ انہیں اس معاملات میں لگا دیا ان حواس کو تقویٰ ظاہری باطنی کا لباس پہنا دیا گردن آزاد کرو اس طرح کہ اپنے کو ہوائے نفس سے نیا اطاعت شیطان کی قید سے آزاد کر دو اگر کوئی ان تینوں چیزوں پر قادر نہ ہو تو وہ تین دن کے روزے رکھے ایک روزہ دنیا کی لذتوں سے دوسرا آئندہ گزشتہ زمانہ کا دھیان ہے کہ کتنے گناہ اور عمر برباد ہوئے تیسرا وہ وقت کا روزہ ہے کہ غفلت پیدا کرنے والی چیزوں سے پرہیز رکھے اگلی مثال میں رکھے کہ عزیمت کریں جو صوفیائے کرام لوگوں کو اطاعت پر ثابت قدم رکھے مولانا فرماتے ہیں۔

اے کہ صبرت نیست از دنیائے دوں	چوں ست صبرت از خدائے دوست چوں
چونکہ ہے ایں شرب کم داری سکوں	چوں زابداری خدا و زنشزوں

اے بیوقوف جب تو کمینی دنیا یہاں کے کھانے پینے سے صبر نہیں کرسکتا تو حق تعالیٰ اس کے اشق سے نور غذا روحانی سے صبر یوں لیسے لیتا ہے (تفسیر روح البیان) خلاصہ یہ ہے کہ حضرات صوفیاء کے مشرب میں ساری قسمیں کفران کے لغاسے اور کفاروں کے مصارف خود ہم میں ہی موجود ہیں خدا دیکھنے والی آنکھ دے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ جیسے طبیب جب مریض کو نسخہ لکھ کر دیتا ہے جس کے اجزاء بیمار کو معلوم ہو جاتے ہیں اور وہ نسخہ سمجھ میں آجاتا ہے کہ بنفشہ زکام کے لئے لکھا ہے ملیٹھی کھانسی کے لئے گلاب کے پھول صلاب کے لئے ساتھ ہی کوئی گولی یا پڑیا بھی دیتا ہے جس کے اجزاء نہ دیکھے جاتے ہیں نہ عقل میں آتے ہیں وہ بغیر سمجھے کھائی جاتی ہے اور کہتا ہے کہ یہ گولی اس نسخے کے ساتھ یا چائے کے ساتھ کھاؤ ایسے ہی رب تعالیٰ نے عبادات احکامات میں بعض چیزیں وہ رکھی ہیں جو عقل میں آجائیں بعض وہ جو عقل سے وراء ہیں کہ سجدہ میں صرف ایک ہی بار ماتھے عقل کو دخل نہ دے نماز کے اجزاء کو سمجھ میں آتے ہیں کہ ان میں رب تعالیٰ کی حمد و ثنا ہے اپنے عجز کا اظہار مگر نماز کے اوقات ان کی تعداد اور رکعات عقل سے وراء ہیں یوں ہی کفارہ میں مسکینوں کو کھلانا پہناو دینا عقل میں آتا ہے کہ یہ صدقہ ہے مگر دس کی پابندی اگر آٹھ کو مسکینوں کو دیا تو کفارہ ادا نہ ہوگا یہ عقل سے وراء ہے کہ اسے سمجھو نہیں تو عمل کرو نیز ان کی ترتیب بھی عقل میں نہیں آتی نیز فرماتے ہیں کہ ہماری قسمیں اپنی ہماری ہوتی ہیں جن کا دام ہم پر لازم ہوتا ہے اگر ادا نہ کریں تو کفارہ دینا ہوتا ہے مگر اللہ والوں کی بعض قسمیں ان کی اپنی نہیں ہوتیں وہ قسمیں رب کی طرف سے ہوتی ہیں ان قسموں کو خود رب تعالیٰ پوری فرماتا ہے حدیث پاک میں ہے ایک صحابی نے قسم کھائی کہ آج بارش ہوگی تو جتنا بارش کی ایسی

www.alahazratnetwork.org

اللہ میاں سے تو رب تعالیٰ ان کی زبان پر لانا ہے کہ قسم ہے ضرور پوری کرنی ہے اس لیے یہاں ارشاد ہوا **کفارۃ ایمانکم** اور فرمایا **اذا حلفتم** ہماری قسمیں اور ہیں ہمارے منہ سے نکلی ہوئی رب کی قسمیں اور۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ

اے وہ لوگو جو ایمان لاچکے بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت اور تیر گندی چیزیں ہیں شیطان

اے ایمان والو شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک ہی ہیں شیطانی کام

مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ

کے کاموں سے ہیں پس بچو ان سے تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ بات یہی ہے کہ ارادہ کرتا

تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ شیطان یہی چاہتا ہے

اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ

ابلیس یہ کہ ڈالے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض شراب اور جوئے میں اور روک دے تم کو

کہ تم میں بیر اور دشمنی ڈلوا دے شراب اور جوئے میں اور تمہیں اللہ کی یاد

ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۝

اللہ کے ذکر اور نماز سے تو کیا تم باز رہو گے۔

اور نماز سے روکے تو کیا تم باز آئے۔

تعلق۔ اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح کا تعلق ہے **پہلا تعلق**: پچھلی گزشتہ آیات میں مسلمانوں سے فرمایا گیا تھا کہ حلال و طیب چیزوں کو حرام نہ کرو اب ارشاد ہو رہا ہے کہ حرام چیزوں شراب جوا وغیرہ کو حلال نہ ٹھہراؤ گویا تقویٰ کے ایک رخ کا ذکر پچھلی آیات میں تھا یعنی حلال و طیب چیزیں استعمال کرنا اور اس کے دوسرے رخ کا ذکر اب ہے یعنی حرام چیزوں سے بچنا۔ **دوسرا تعلق**: پچھلی آیت میں ان حلال و طیب چیزوں کا ذکر تھا جنہیں کوئی شخص قسم کھا کر اپنے پر حرام کر لے اب ان چیزوں کا ذکر ہے جو رب تعالیٰ نے حرام فرمائیں تو عارضی حرمت کا ذکر فرمانے کے بعد حرمت اصلی کا ذکر ہے۔ **تیسرا تعلق**: پچھلی آیات کریمہ کے آخر میں ارشاد ہوا تھا کہ اپنی کھائی ہوئی قسموں کی حفاظت کرو جن میں تم اللہ کا نام لیتے ہو اللہ کے نام کی حرمت کا خیال رکھو اب فرمایا جا رہا ہے کہ جب اللہ کے نام کا اتنا احترام ہے کہ اس کے نام کی کھائی قسم پوری کرنا چاہیے تو اس نام کے احکام کا بھی احترام کرو کہ شراب جوئے وغیرہ سے پرہیز کرو۔

شان نزول۔ ایک انصاری کے گھر حضرات صحابہ کی دعوت تھی جس میں مہاجرین بھی مدعو تھے انصار بھی کھانے کے بعد حسب معمول شراب کا دور چلا تمام مہمان نشہ میں چور ہو گئے۔ اسی بے خودی میں ایک صاحب بولے کہ مہاجرین سے انصار

www.alahazratnetwork.org

افضل ہیں۔ اس پر ایک انصاری نے حضرت سعد کی ناک پر اونٹ کی ہڈی ماری جس سے خون جاری ہو گیا تب حضرت سعد رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں زخمی ناک لئے ہوئے حاضر ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ سے سخت صدمہ پہنچا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (تفسیر خازن) حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ میرے متعلق قرآن کریم کی چار آیتیں احکام کی نازل ہوئیں۔ میں نے بدر کے دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مال غنیمت میں ایک تلوار مانگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تلوار وہاں ہی رکھ دو جہاں سے اٹھائی ہے تب آیت کریمہ **یسئلونک عن الانفال** نازل ہوئی۔ میں بیمار تھا میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے مال کے متعلق سوال کیا تو آیت کریمہ **کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت** نازل ہوئی میرے اسلام قبول کر لینے پر میری ماں نے مجھے دوبارہ کافر ہو جانے پر مجبور کیا تو آیت کریمہ **ووصینا الانسان بوالدیہ** نازل ہوئی ایک دعوت میں حالت نشہ میں ایک انصاری کے ہاتھوں زخمی ہوا تو یہ آیت کریمہ **انما الخمر والمیسر** نازل ہوئی (تفسیر احمدی) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہت تمنا تھی کہ شراب حرام ہو جاوے جب آیت کریمہ **یسئلونک عن الخمر والمیسر** نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا الٰہی شراب کے متعلق بیان شافی نازل فرما **لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ** نازل ہوئی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلا کر یہ آیت سنائی پھر جناب عمر رضی اللہ عنہ نے یہی دعا کی الٰہی شراب کے متعلق بیان شافی نازل فرما پھر جب یہ آیت کریمہ **انما الخمر** نازل ہوئی تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بلا کر سنائی جناب عمر رضی اللہ عنہ بہت ہی خوش ہوئے اور بولے **انتھینا ربنا** الٰہی ہم شراب سے باز آئے۔ (تفسیر صاوی) خیال رہے کہ شراب کے متعلق پہلے یہ آیت نازل ہوئی **قل فیھما اثم کبیر و منافع للناس** اس پر بعض حضرات نے شراب چھوڑ دی بعض لوگ پیتے رہے۔ پھر آیت کریمہ **لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ** نازل ہوئی تو کچھ اور صاحبوں نے بھی شراب چھوڑ دی۔ بعض حضرات نے کہا کہ نماز کے اوقات کے علاوہ ہم شراب پی لیا کریں گے اور نشہ میں گھر سے نہ نکلیں گے۔ پھر سورہ مائدہ کی یہ آیت نازل ہوئی **انما الخمر والمیسر** تب سب حضرات نے توبہ کر لی (تفسیر روح البیان) اس آیت کے نزول کے دن اہل مدینہ نے اپنے گھروں میں رکھی ہوئی شراب گرائی تو مدینہ کی گلیوں میں شراب بارش کے پانی کی طرح بہی تھی۔ عرصہ تک گلی کوچوں میں شراب کی بو رہی۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر یہ واقعہ پیش آیا وہ ہم بیان کر چکے ہیں ہم نے وہ محلہ دیکھی ہے جہاں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا مکان تھا اور شراب کا دور چل رہا تھا کہ اس آیت کا اعلان ہوا اور ان حضرات نے بے مثال طریقہ سے شراب چھوڑی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جنتی ہونے کی بشارت دی اب اس جگہ مسجد بنی ہے جسے مسجد فضیخ یعنی شراب والی مسجد کہتے ہیں۔ قابل زیارت جگہ ہے۔

تفسیر ۔ **یایھا الذین امنوا** چونکہ اہل عرب سے شراب چھڑانا بظاہر بہت ہی مشکل اور بہت اہم تھا۔ وہاں صدیوں سے پانی کی طرح شراب پی جاتی تھی نیز ان سے جوئے کی عادت چھڑانا بھی آسان نہ تھی کہ جوا وہاں بہت مروج تھا اور اس میں بہت دلچسپی لی جاتی تھی یہ دونوں چیزیں نفس کو بہت پسند تھیں۔ اس لئے پہلے مسلمانوں کو پیارے خطاب سے پکار کر حرمت کا اعلان فرمایا پھر شرعی احکام صرف مسلمانوں پر جاری ہوتے ہیں کفار ان احکام کے مکلف نہیں نیز نیکیاں اور گناہوں سے بچنا صرف

www.alahazratnetwork.org

مومنوں کو عذاب سے بچا سکتا ہے۔ کفار کچھ بھی کریں عذاب کے مستحق ہیں ان وجوہ سے مسلمانوں کو خطاب کرکے شراب و جوئے کی حرمت کا حکم سنایا گیا تاکہ معلوم ہو کہ یہ احکام صرف مسلمانوں پر جاری ہیں ہمارے ملک میں جو ذمی کفار رہتے ہیں ہم ان کو ان مذکورہ چیزوں سے جبراً نہ روکیں گے **انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام** خمر اور میسر کے معنی اور ان کی تفسیر سورۂ بقر میں گزر چکی ہے اور انصاب والازلام کے معنی اسی سورۂ مائدہ کے اول میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ یہاں اجمالاً اتنا عرض کرتے ہیں کہ خمر کے لغوی معنی ہیں چھپانا اسی لئے اوڑھنی کو خمار کہتے ہیں کہ وہ سر کو چھپا لیتا ہے لغت میں خمر انگوری شراب کو کہا جاتا ہے یہاں وہ ہی مراد ہے یہ ہی مذہب احناف ہے۔ چونکہ یہ شراب عقل کو چھپا لیتی ہے لہٰذا خمر کہلاتی ہے دوسرے اماموں کے ہاں ہر نشہ آور پتلی چیز خمر ہے خواہ شراب انگوری ہو یا دوسری شرابیں یا تاڑی وغیرہ اس اختلاف کے نتائج ہم سورۂ بقر میں عرض کر چکے ہیں کہ شراب انگوری کا ایک قطرہ بھی حرام ہے اور دوسری شرابیں جب نشہ دیں یا لطف و لذت کے لئے استعمال کی جائیں تب حرام ہیں۔ یہ امام اعظم کا قول ہے شریک ابن عبداللہ اور امام اوزاعی کے ہاں افیون وغیرہ خشک نشہ آور چیزوں کا ساتھ ہے (دیکھو تفسیر احمدی) قرآن کریم نے صرف خمر یعنی شراب انگوری حرام کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام خشک نشہ آور چیز حرام فرما دی ہمیشہ قرآن مجید ایک یا دو چیزیں بیان کرتا ہے باقی ساتھ کی حد کی چیزیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم حرام فرماتے ہیں۔ قرآن مجید نے صرف سور کا گوشت حرام کیا سور کے باقی اجزاء کتا بلی وغیرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام فرمائے تاکہ مسلمان کسی وقت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بے نیاز نہ ہو جائیں خیال رہے کہ قرآن مجید جب چند چیزوں کو جمع فرماتا ہے تو ان میں ضرور کوئی مناسبت ہوتی ہے نماز کو زکوٰۃ کے ساتھ جمع فرمایا **اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ** اپنے نام پاک کو اپنے رسول کے ساتھ جمع فرمایا **امنوا باللہ ورسولہ** دوسری ایمانیات قیامت فرشتوں وغیرہ کے ساتھ جمع نہیں فرمایا یہاں خمر کو جوئے کے ساتھ اس لئے جمع فرمایا کہ شراب خواری اور جوا لازم ملزوم ہیں کہ شراب خوار کا خرچ تو بڑھ جاتا ہے کمائی رہتی نہیں شرابی نشہ کی صورت میں کما نہیں سکتا اب اس خرچ کو پورا کرنے کے لئے چوری بھیک یا جوا کا شغل کرتا ہے شرابی سے چوری و بھیک بھی مشکل سے ہوتی ہے اس لئے عموماً جوا کھیلتا ہے اس مناسبت سے جوئے کا ذکر شراب کے ساتھ فرمایا۔ میسر بنا ہے یسر سے بمعنی آسانی رب فرماتا ہے **فان مع العسر یسرا** جوئے کو میسر اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں دوسرے کا مال بہ آسانی جیت لیا جاتا ہے اس لفظ کی تحقیق بھی سورۂ بقر میں ہو چکی یہاں اجمالاً اتنا عرض ہے کہ جوا ہر وہ عقد ہے جس میں دو طرفہ مال کی ہار جیت کی شرط ہو جوئے کی بہت قسمیں ہیں اور سب حرام اگر ایک طرف سے مال کی شرط ہو تو وہ انعام ہے جوا نہیں اس میسر کو عربی میں قمار بھی کہتے ہیں قمار کے لغوی معنی ہیں غلبہ چونکہ جوئے میں شراب کی سی لذت آتی ہے جوئے کا نشہ بھی انسان کو غافل کر دیتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے شراب کے ساتھ ہی جوئے کا ذکر فرمایا شراب جسمی بیماری کا سبب ہے۔ جوا قومی تباہی کا ذریعہ ہے نیز شراب میں لذت جانی ہے جوئے میں لذت مالی ان وجوہ سے شراب کا بیان اور جوئے کا ذکر ایک جگہ میں کیا۔ انصاب جمع نصب کی بمعنی گاڑھنا اس کی جمع قلت انصاب ہے اور جمع کثرت نصب سادہ پتھر جس کی پوجا کی جائے وہ نصب ہے اور نقشین پتھر جس میں کسی کی شکل بنائی جائے اور اس کی پرستش کی جائے وہ صنم ہے اس کی تحقیق بھی شروع سورۂ مائدہ میں ہو چکی۔ ازلام جمع زلم کی ہے فال کھولنے کے تیر **رجس من عمل الشیطان** عربی میں رجس گندے ناموں گندے عقیدوں کو کہا ہے اور رجز بمعنی عذاب ہے اور رکس گندی بدبودار چیزوں کو کہتے ہیں چونکہ یہاں

www.alahazratnetwork.org

ہولئے تیروں کا ذکر ہوا۔ شراب وجوا اور وہ گندے عقیدوں (بت پرستی اور تیروں سے فال) اس لئے رجس ارشاد ہوا کہ گندے کام گندے عقیدے دونوں پر بولا جاتا ہے (تفسیر صاوی) عمل شیطان سے مراد شیطان کے بتائے ہوئے کام ہیں کہ شیطان ان کے ہونے کام کہ خود شیطان نہ تو شراب پیتا ہے نہ جوا کھیلتا ہے نہ بت پرستی کرتا ہے نہ تیروں سے فال لیتا ہے۔ وہ خود شرابی یا بدکار نہیں وہ تو بڑا پکا مفسد ہے نیز اسے سارے جہان کو گمراہ کرنے کی فکر لگی ہے اسے شراب وجوئے کی فرصت کہاں وہ تو بہت مصروف زندگی رکھتا ہے اسے ایک آن کی فرصت نہیں یا عمل الشیطان سے مراد ہے شیطان کے پسندیدہ کام جن سے شیطان خوش ہوتا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ یہ چاروں کام بذات خود بھی گندے ہیں اور ان سے شیطان بھی خوش ہوتا ہے۔ جس کام سے شیطان خوش ہو بہت برا ہے حتیٰ کہ اگر وہ نماز سے خوش ہو تو وہ نماز نیکی نہیں۔ یوں ہی جس کام سے اللہ رسول خوش ہو جائیں وہ بہت اچھا ہے **فاجتنبوہ لعلکم تفلحون**۔ یہ عبارت ایک پوشیدہ شرط کی جزا ہے اس لئے اس پر ف جزائیہ آئی اجتناب کے معنی ہیں دور رہنا اس کا مادہ ہے جنب معنی دوری اس لئے گندے شخص کو جس پر غسل فرض ہو جنبی کہتے ہیں۔ قرآن کریم فرماتا ہے **فبصرت بہ عن جنب وھم لا یشعرون** پرہیز کو اجتناب اس لئے کہتے ہیں کہ انسان بری چیز سے دور رہتا ہے ہ کا مرجع یا شیطان ہے یا رجس یا ان چاروں چیزوں میں سے ہر ایک چیز اسی لئے یہ ضمیر واحد لائی گئی لعل اظہار کے لئے معنی امید ہوتا ہے رب تعالیٰ کی طرف سے یقینی کے لئے ہے یعنی جب حالت یہ ہے تو تم شیطان سے یا پلیدی سے یا ان چاروں کاموں میں سے ہر ایک سے پرہیز کرو اس امید پر کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ **انما یرید الشیطان**۔ شراب وجوئے کی دینی خرابیاں بیان فرمانے کے بعد اس کے دنیاوی نقصانات بتائے جا رہے ہیں کہ یہ چیزیں فتنہ فساد بغض و عداوت کی جڑیں ہیں شیطان سے مراد یا تو ابلیس ہے کیونکہ وہ تمام دنیا کے انسانوں پر نظر رکھتا ہے ہر شخص کا بدخواہ ہے۔ ہر برے کام وہی کراتا ہے یا شیطان سے مراد قرین شیطان ہے جو ہر انسان کے ساتھ رہتا ہے یا اس سے مراد برے ساتھی ہیں جو ہم کو برے کاموں کا مشورہ دیتے ہیں **ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء** چونکہ عداوت و بغض ڈالنے والا شیطان ہے شراب وجوا ان کے سبب ہیں اس لئے **یوقع** کا فاعل شیطان کو قرار دیا گیا۔ عداوت اور بغض میں تھوڑا سا فرق ہے وہ یہ کہ عداوت عام ہے بغض خاص عداوت ہر دشمنی کو کہتے ہیں کھلی ہو یا چھپی ہوئی بغض خاص چھپی ہوئی دشمنی کو کہا جاتا ہے جو کسی کے دل میں ہے (تفسیر روح البیان) **فی الخمر والمیسر** ظاہر یہ ہے کہ یہاں فی معنی سبب ہے۔ اس کے بعد تعالیٰ پوشیدہ ہے چونکہ بت پرستی اور تیروں سے فال، دشمنی وعداوت کا سبب نہیں اس لئے یہاں صرف شراب وجوئے کا ذکر ہوا ان دونوں کا ذکر نہ ہوا رجس ہونے میں وہ سب برابر ہیں۔ اس لئے پہلے ان چاروں کا ذکر تھا یعنی شیطان چاہتا ہے کہ شراب وجوئے کے ذریعہ تمہاری آپس میں دشمنی و عداوت ڈال دے کہ شرابی عموماً جماعت کے ساتھ شراب پیتے ہیں۔ نشہ آجانے پر آپس میں گالی گلوچ اور مار پیٹ کرتے ہیں نشہ اتر جانے پر اپنی چوٹ کا بدلہ لینے کی کوشش کرتے ہیں نیز بار ہا جواری جیتے ہوئے شخص سے جل جاتا ہے کہ اس نے میرا اس قدر مال بڑی آسانی سے لے لیا موقعہ پا کر اسے قتل کر دیتا ہے۔ جیسا کہ بارہا کا مشاہدہ ہے۔ غرضیکہ شراب وجوا فساد بلکہ خونریزی کی جڑیں ہیں ان سے نظام ملک بگڑ جاتا ہے بلکہ شراب ہر برائی کی جڑ ہے کہ برائی سے روکنے والی عقل ہے۔ جب شراب نے عقل ہی کھو دی تو شرابی جو چاہے کرے **ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوۃ** یہ شراب وجوئے کے دینی نقصان ہیں۔ **یصد** بنا ہے **صد** سے معنی روکنا چونکہ اس کا فاعل شیطان ہے اگرچہ یہ دونوں چیزیں ساری عبادات سے ہی روکنے کا ذریعہ

www.alahazratnetwork.org

ہیں مگر چونکہ ذکر اللہ بقیہ عبادات سے افضل ہے اور ذکر اللہ میں نماز سب سے اعلیٰ و افضل ہے۔ اس لئے خصوصیت سے ان دو کا ذکر فرمایا تجربہ ہے کہ شرابی شراب کی لذت اس کے نشہ میں چور ہو کر نماز وغیرہ کی پرواہ نہیں کرتا جواری جب تک اپنا سب کچھ ہار نہ دے وہ انہیں چھوڑتا جیتنے والا ایک بار جیت کر جوئے کی ہوس میں لگا رہتا ہے پھر نماز و ذکر اللہ کیسے کرے لہٰذا ان دونوں کی مشغولیت ذکر اللہ اور نماز سے رکاوٹ کا خاص سبب ہے اس لئے خصوصیت سے ان کا ذکر فرمایا فھل انتم منتھون نہایت بلیغ و لطیف طریقہ سے ممانعت ہے یعنی اے مسلمانوں ہماری سخت ممانعت ہے اور ان عقلی و نقلی خرابیوں دینی و دنیاوی نقصانات سننے کے بعد کیا تم شراب جوئے سے باز رہو گے یعنی بالضرور باز رہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر جوش سے فرمایا انتہینا یارب اے ہمارے رب ہم ضرور باز رہیں گے یا ہم باز آگئے۔

خلاصہ تفسیر چونکہ شراب عرب شریف میں صدیوں سے پانی کی طرح پی جاتی تھی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اسے بہت آہستگی سے حرام فرمایا کہ پہلا "اس سے نفرت دلائی پھر چند عرصہ بعد اس کے پینے پر پابندی لگائی کہ حالت نشہ نماز کے قریب نہ جاؤ پھر کچھ عرصہ بعد یعنی ۳ ہجری بعد غزوۂ احد یہ آیت کریمہ نازل فرما کر قطعی" حرام فرما دی (روح البیان) شراب پچھلے بعض دینوں میں حلال تھی۔ شروع اسلام میں بھی حلال تھی مگر جوا، بت پرستی، ناجائز فال تیروں کسی دین میں بھی حلال نہ ہوا نہ کبھی اسلام میں حلال ہوئے کیونکہ یہ بد عقیدگی اور بد عملی کبھی حلال نہ ہوئے مگر چونکہ شراب خواری جوئے کا ذریعہ ہے کہ شرابی آدمی کمانے کی بجائے جوئے چوری سے اپنا خرچ چلاتا ہے نیز شراب خوری میں عقل جاتی رہتی ہے بت پرستی بھی کر سکتا ہے اس لئے رب تعالیٰ نے ان سب کی ممانعت فرمائی اور شراب کو پہلے بیان فرمایا کہ یہ جوئے بت پرستی وغیرہ کا ذریعہ ہے چنانچہ ارشاد ہوا کہ اے ایمان والو شراب جوا بت پرستی تیروں سے فال کھولنا یہ سارے کام گندے ہیں شیطانی ہیں۔ لہٰذا ان سے ایک دم بچو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ شراب و جوئے میں دنیاوی و دینی بہت سی خرابیاں ہیں شیطان چاہتا ہے کہ شراب و جوئے کے ذریعہ تمہارے آپس میں دشمنی و بغض ڈال دے کہ تم شراب کے نشہ میں ایک دوسرے کو گالیاں دو آپس میں مار پیٹ کرو نشہ اترنے پر اس مار پیٹ کا بدلہ لو جوئے میں ہار جانے والا جب جیتنے والے کو اپنا مال لے جاتا ہوا دیکھے تو اس کے دل میں غم و غصہ کی آگ بھڑک جاوے جوش و غضب میں اسے مار ہی ڈالے لہٰذا یہ دونوں چیزیں ہزارہا دنیاوی خرابیوں کا ذریعہ ہیں اور یہ دونوں تم کو نماز سے اللہ کے ذکر سے روکتی ہیں کہ شرابی نشہ میں نماز نہیں پڑھتا اور نشہ اتر جانے پر پھر پینے کی فکر میں رہتا ہے جواری جب جوئے کے لئے بیٹھ جاوے تو تم اسے ہوش میں نہیں آتا نماز کہاں اور ذکر اللہ کہاں جب شراب و جوا ایسی چیزیں ہیں جو اللہ رسول کی ناراضی کا سبب بھی ہیں آپس کی عداوت و بغض کا ذریعہ بھی نماز و ذکر اللہ بقیہ ساری عبادات سے رکاوٹ بھی تو کیا اب بھی تم ہمارے محبوب کے غلام و ہماری رضا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے لئے تم ان سے باز آؤ گے ضرور باز آجاؤ یہ فرمان عالی ہر مسلمانوں کو چاہئے کہ بیکار خرچوں سے بچیں چائے حقہ سگریٹ پان تمباکو نسوار وہ چیزیں ہیں جن میں فائدہ مطلقاً نہیں مگر ان میں مال اور وقت دونوں ضائع ہوتے ہیں۔ مسلمان کی زندگی سادہ چاہئے یہ بھی خیال رکھو کہ شیطان ہمارا ایمانی دشمن ہے اگر وہ کسی آرام دہ چیز کا مشورہ بھی دے تو وہ مٹھائی میں زہر دے رہا ہے اور ہمارے دوست اللہ و رسول ہیں اگر وہ ہم کو تکلیف دہ حکم بھی دیں تو وہ درحقیقت اچھے ہیں ہم طبیب کے نشتر برداشت کرتے ہیں کیونکہ اس لئے کہ اسے اپنا دوست جانتے ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

فائدے : ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ: شرعی احکام صرف مسلمانوں پر جاری ہیں۔ کفار ان کے مکلف نہیں چنانچہ کفار پر نماز روزہ زکوٰۃ و حج وغیرہ فرض نہیں ان پر شراب و جوا وغیرہ حرام نہیں یہ فائدہ یاایھا الذین امنوا سے حاصل ہوا۔ سیاسی و ملکی انتظامات کے احکام کفار پر بھی جاری ہیں چنانچہ وہ چوری ڈکیتی قتل نہیں کر سکتے اگر کریں گے تو سزا شرعی ان پر جاری ہوگی۔ دوسرا فائدہ: انگوری شراب نجس نجاست غلیظہ ہے اس کا ایک قطرہ بھی حرام قطعی ہے نشہ دے یا نہ دے اس کی حرمت یا نجاست کا منکر کافر ہے یہ فائدہ رجس سے حاصل ہوا (تفسیر احمدی)۔

مسئلہ شراب انگوری کے سوا دوسری شرابیں نجاست خفیفہ ہیں ان کی حرمت انگوری شراب کی سی نہیں۔ شراب انگوری ایک قطرہ پینے پر شرعی حد یعنی اسی (80) کوڑے جاری ہوگی دیگر شرابوں میں حد نشہ تک پینے میں سزا شرعی ہے اس سے کم پینے میں نہیں (تفسیر احمدی) نشہ آور اور خشک چیزیں جیسے افیون، بھنگ، چرس، وغیرہ نجس نہیں پاک ہیں تاحد نشہ انہیں کھانا حرام ہے اگر نشہ نہ دیں۔ جیسے کہ دواؤں وغیرہ میں اطباء استعمال کرائیں تو حرام نہیں بہت سی معجونوں میں افیون پڑتی ہے اور اطباء بیماروں کو استعمال کراتے ہیں۔

مسئلہ: انگوری شراب مسلمان کے لئے مال متقوم نہیں لہذا اسے برباد کر دینے والے پر تاوان لازم نہیں اس کی تجارت مسلمان کے لئے حرام ہے (تفسیر احمدی و کتب فقہ) شراب انگوری کے سوا دوسری شرابوں کے مال ہونے میں اختلاف ہے اس کے برباد کر دینے پر امام اعظم کے نزدیک تاوان ہے۔ صاحبین کے ہاں تاوان نہیں (تفسیر احمدی)۔ تیسرا فائدہ: انگوری شراب پینے کے سوا اور کسی طرح بھی استعمال نہیں کی جا سکتی لہذا اس کا اعضاء پر لیپ کرنا بھی حرام ہے یہ فائدہ رجس سے حاصل ہوا مگر شرعی سزا اس کے پینے پر ہوگی۔ لیپ کرنا وغیرہ حرام تو ہے مگر اس پر یہ سزا نہیں۔ خیال رہے کہ انگوری شراب اور دوسری شرابوں میں چھ طرح فرق ہے (1) شراب انگوری نجاست غلیظہ ہے دوسری شرابیں نجاست خفیفہ (2) شراب انگوری کے ایک قطرہ پینے پر سزا شرعی یعنی اسی کوڑے جاری ہوں گے۔ دیگر شرابوں میں حد نشہ تک پینے پر (3) شراب انگوری مطلقاً حرام قطعی ہے اس پر ساری امت کا اجماع ہے۔ دوسری شرابوں میں بہت گفتگو ہے وہ تاحد نشہ حرام ہیں اس سے کم میں علماء کا اختلاف ہے جمہور کے نزدیک مکروہ تحریمی امام اعظم کے ہاں نہیں لہذا تاحد نشہ میں بھی شریک ابن عبداللہ اور امام اوزاعی اور ابن ابی لیلیٰ کا اختلاف ہے (تفسیر احمدی)۔ (4) شراب انگوری کی حرمت کا منکر کافر ہے دوسری شرابوں کی حرمت میں اختلاف لہذا ان کی حرمت کا منکر کافر نہیں (5) شراب انگوری کا لیپ وغیرہ بھی حرام ہے دوسری شرابوں کا نہیں (6) شراب انگوری کی مسلمان خرید و فروخت نہیں کر سکتا دوسری شرابوں کی خرید و فروخت بوقت ضرورت کر سکتا ہے۔ چوتھا فائدہ: جوئے سے حاصل کیا ہوا مال جیتنے والے کی ملک نہیں بن جاتا اس پر فرض ہے کہ واپس دے قریباً ساری حرام آمدنیوں کا یہی حال ہے جیسے رشوت، سود وغیرہ کی آمدنیاں یہ فائدہ والمیسر سے حاصل ہوا حتی کہ حقوق العباد یا ظلم سے حاصل کیا ہوا مال حاکم کے فیصلہ سے بھی ظالم کے لئے حلال نہیں ہو جاتا فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر میں کسی مقدمہ میں ایک فریق کی تیز زبانی چالاکی کی بنا پر اس کے حق میں فیصلہ دے دوں تو وہ مال اس کے لئے حلال نہ ہوگا حرام ہی رہے گا وہ مال اس نے لئے دوزخ کا انگارا ہے جب نبی کے فیصلے سے مال حلال نہ ہوا تو دوسرے حکام کے فیصلے سے حلال کیسے ہوگا۔ پانچواں فائدہ: بت سازی بت فروشی مسلمان کے لئے حرام ہے اس کی قیمت مسلمان کے لئے حلال نہیں یہ فائدہ والانصاب سے حاصل ہوا۔ چھٹا فائدہ: فال کھولنا حلال نا

[illegible] اس سے بے خبر رہے اور اس کے خلاف عمل کرے تو وہ مجرم نہیں یہ [illegible] شرعی حکم کا مکلف نہیں۔ ہاں اس پر شرکت

www.alahazratnetwork.org

اس پر چڑھ لینا یا حرام ہے" یہ فائدہ و الازلام سے حاصل ہوا۔ ساتواں فائدہ: صرف نیک اعمال کرنے سے کامیابی و نجات نہیں ہوتی بلکہ اس کے ساتھ برے اعمال سے بچنا بھی ضروری ہے یہ فائدہ فاجتنبوہ لعلکم تفلحون سے حاصل ہوا۔ آٹھواں فائدہ: نیکیاں کرنا گناہوں سے بچنا محض اس لئے نہ ہونا چاہئے بلکہ نجات حاصل کرنے کی نیت سے ہونا ضروری ہے" یہ فائدہ بھی لعلکم تفلحون سے حاصل ہوا۔ نواں فائدہ: مسلمانوں کا آپس میں بغض و عداوت بھی حرام ہے اور جو چیز بغض و عداوت کا ذریعہ بنے وہ بھی حرام ہے یہ فائدہ ان یوقع بینکم العداوۃ سے حاصل ہوا۔ دسواں فائدہ: جو چیز اللہ کے ذکر اور نماز سے روکے وہ بھی حرام ہے یہ فائدہ ویصدکم عن ذکر اللہ سے حاصل ہوا اس لئے اذان جمعہ کے بعد تجارت وغیرہ مشاغل حرام ہیں۔

مسئلہ: شطرنج مالی ہار جیت سے حرام ہے اس کے بغیر احناف کے ہاں ممنوع ہے امام شافعی کے ہاں جائز بشرطیکہ نماز و ذکر سے نہ روکے (تفسیر احمدی)۔ مسئلہ: شراب خواری بعض دینوں میں بلکہ شروع اسلام میں بھی حلال رہی مگر جوا، سود، چوری، رشوت، ظلم، زنا، ناحق ملک لینا وغیرہ بھی کسی دین میں حلال نہ ہوئے نہ اسلام میں کبھی حلال تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اول ہی سے امین اور صادق الوعد تھے۔ حضرات صحابہ کرام نے اسلام قبول کرتے ہی ان چیزوں سے علیحدگی اختیار کی۔

پہلا اعتراض: شراب، جوا اور فال بدعملیاں ہیں مگر بت پرستی بد عقیدگی کی وجہ اور چیز۔ جواب: یہ چاروں چیزیں رجس یعنی گندی ہونے میں برابر ہیں کہ ان تینوں کی گندگی عملی ہے اور بت پرستی کی گندگی اعتقادی نیز اس طرح بیان فرمانے میں مسلمانوں کو شراب وغیرہ سے انتہائی نفرت دلانا مقصود ہے کہ یہ چیزیں بت پرستی سے قریب ہیں (تفسیر کبیر) دوسرا اعتراض: تو پھر عداوت و بغض کے بیان میں صرف شراب و جوئے کا ذکر کیوں ہوا وہاں بھی ان چاروں کا ذکر چاہئے تھا۔ جواب: اس لئے کہ یہاں مقصود شراب و جوئے کی حرمت بیان فرمانا ہے بت پرستی و فال کا ذکر تبعاً ہوا نیز بت پرستی و فال میں یہ دنیاوی نقصانات نہیں عداوت و بغض شراب و جوئے میں یہ بھی ہیں ان وجوہ سے یہاں صرف دو کا ذکر ہوا (تفسیر کبیر) تیسرا اعتراض: کیا شیطان بھی شراب، جوا، بت پرستی فال کا مرتکب ہے وہ تو بڑا موحد ہے پھر رجس من عمل الشیطان کیوں فرمایا گیا یعنی شیطانی کام۔ جواب: اس کا جواب تفسیر میں گزر گیا کہ عمل الشیطان سے مراد ہے شیطان یہ کام کراتا ہے ان سے راضی ہوتا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ نماز روزہ وغیرہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں یعنی اسے خوش کرنے والے کام۔ چوتھا اعتراض: اگر جوا حرام ہے اور جوئے سے حاصل شدہ مال حرام تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مشرکین مکہ سے رومیوں کے فارس پر چند سال میں غالب آ جانے پر مالی شرط لگائی جس میں مالی ہار جیت تھی پھر آپ نے شرط جب پوری ہو گئی کہ رومی فارسیوں پر چند سال میں غالب آ گئے تو آپ نے مشرکین سے وہ مال وصول کیوں کیا وہ تو جوئے کا مال تھا؟ دیکھو روح المعانی سورہ روم کی پہلی آیت کی تفسیر۔ جواب: اس کا جواب تفسیر احمدی نے تو یہ دیا ہے کہ شرط صدیقی جوا حرام ہونے سے پہلے تھی لہٰذا اس آیت سے وہ منسوخ ہو گئی مگر فقیر کے خیال یہ جواب قوی نہیں کیونکہ شرط لگانا اگرچہ پہلے تھا ہجرت سے قبل مگر شرط جیتنا اس آیت کے بعد ہوا یعنی شرط کے تو سال بعد۔ جواب تحقیقی وہ ہے جو فقہاء نے دیا کہ مسلمان کا کفار سے مالی شرط لگانا حرام ہے کیونکہ اس میں اپنے ہار جانے کا اندیشہ ہے لیکن اگر مسلمان شرط جیت گیا تو مال حلال ہو گا کہ حربی کافر نے اپنی خوشی سے دیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو شرط

www.alahazratnetwork.org

[illegible] فریقین [illegible] قرض [illegible] خوشی سے دی تھی۔ **مسلمون فی بعض سنن** حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط [illegible] تین سال کے بجائے تین سال کے لئے کر دیا [illegible] حضرت صدیق کی وہ شرط بھی جائز تھی اور یہاں بھی [illegible] **لا ربوٰ بین الحربی والمسلم فی دار هم** [illegible] دارالحرب میں حربی کافر اور مسلمان کے درمیان سود نہیں۔ پانچواں اعتراض: جوئے میں فریقین جیتنے والے کو اپنا مال دینے پر راضی ہوتے ہیں پھر اسے حرام کیوں کیا گیا۔ جواب: زنا، سود، رشوت میں بھی فریقین مال لینے دینے پر راضی ہوتے ہیں مگر حرام ہیں جن عقود کو شریعت نے [illegible] حرام ہیں خواہ رضا سے ہوں یا بغیر رضا جیسے بیع فاسد [illegible] تجارت کرایہ عاریت ہبہ وغیرہ عقود ان میں رضا معتبر ہے [illegible] **الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم**۔

تفسیر صوفیانہ: صوفیائے کرام [illegible] ایمان [illegible] قلم قدرت نے ایمان حقیقی لکھ دیا **اولٰئک کتب فی قلوبهم الایمان** ایمان کا اصل مقام دل ہے ظاہری اعضاء ایمان کی تجلی گاہیں جیسے سورج [illegible] آسمان پر تھا [illegible] زمین پر اس کی تجلی ہے۔ صوفیاء کے ہاں خمر وہ چیز ہے جو عقل کو بے نور کر دے [illegible] محبت دنیا [illegible] اس خمر سے نفس امارہ میں جان آ جاتی ہے اور انسان حیوان بلکہ شیطان بن جاتا ہے۔ شیطان [illegible] اس کی خواہشات [illegible] کھو بیٹھتا ہے اور ایسا [illegible] غصہ عداوت [illegible] **تعبد من دون اللّٰه** بت [illegible] اللہ نے رضائے مقابل [illegible] راضی کرے وہ عرفاء کے ہاں شرک ہے اور اللہ کے سوا کسی سے تعلق امید شرک ہے [illegible] اللہ تعالیٰ ہے اس کے مقابل کوئی چیز سمجھنا یہ سب چیزیں گندگی اور شیطانی ہیں ان سے بچو گے تو نجات پاؤ گے یہ چیزیں [illegible] ایمان کی [illegible] ان میں جتلا ہونے والا اللہ کے ذکر حقیقی سے محروم رہتا ہے اے مسلمانو کیا اس سے بچو گے سبحان اللہ [illegible] چاہتا ہے میرا [illegible] اغیار [illegible] ایک پل بھی نہیں رہ سکتے صوفیاء کہاں خمر کی [illegible] شراب اچھی ہے جو خدا سے غافل نہ کرے وہ خمر ہے جو دنیا سے غافل کر کے یار کی طرف متوجہ کرے وہ شراب طہور ہے **وسقاهم ربهم شرابا طهورا** [illegible] اقبال نے کیا خوب فرمایا ہے

[illegible]

[illegible] خدا سے [illegible] وہ شراب طہور ہیں [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] صوفیاء [illegible] شراب [illegible] دریا [illegible] اور

مست جس جام میں [illegible] جس جگہ جنت [illegible]

وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا عَلٰی

[illegible]

اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ہوشیار رہو پھر اگر تم پھر جاؤ تو جان لو کہ ہمارے [illegible]

www.alahazratnetwork.org

رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۹۲ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

اور کچھ نہیں کہ ہمارے رسول پر پہنچانا ہے ظاہر ۹۲ نہیں ہے ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور عمل کئے اچھے

رسول کا ذمہ صرف واضح طور پر حکم پہنچا دینا ہے جو ایمان لائے اور نیک کام کئے ان پر کچھ گناہ

جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ

کچھ کوئی گناہ اس میں جو کھایا پیا انہوں نے جبکہ پرہیزگاری کریں اور ایماندار رہیں اور عمل کریں

نہیں ہے جو کچھ انہوں نے چکھا جب کہ ڈریں اور ایمان رکھیں اور نیکیاں پھر ڈریں اور ایمان

اٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۹۳

اچھے پھر ڈریں اور کامل رہیں پھر ڈرتے رہیں اور اللہ پسند کرتا ہے نیک سلوک والوں کو

رکھیں پھر ڈریں اور نیک رہیں اور اللہ نیکوں کو دوست رکھتا ہے۔

تعلق : اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیات میں شراب و جوئے سے سخت ممانعت فرمائی گئی ہے اہل عرب پر ان کا چھوڑنا بہت گراں تھا کیونکہ وہ صدیوں سے ان دونوں چیزوں کے عادی تھے اب وہ بات بتائی جا رہی ہے جس سے ان کا چھوڑنا آسان ہو جائے یعنی اللہ رسول کی خوشی فرمانبرداری ان کا بندہ بے دام بن جانا گویا سخت حکم پہلے دیا اور اس حکم پر عمل آسان کرنے والی چیز کا ذکر اب فرمایا جا رہا ہے گویا اپریشن کے ساتھ بے حس کر دینے والے ٹیکہ کا یا کڑوی دوا کے ساتھ شکر کا ذکر فرمایا۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیات میں شراب و جوئے کے متعلق احکام دیئے گئے اب فرمایا جا رہا ہے کہ ان پر عمل کرنے میں تمہارا ہی بھلا ہے ہمارے محبوب کا فائدہ نہیں وہ تم سے تمہارے اعمال سے بے نیاز ہیں اس بے نیازی کا اظہار بھی گویا تبلیغ ہے۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیات میں شراب و جوئے کے متعلق ایک اٹل قانون کا ذکر تھا اب اس قانون کے نفاذ کا ذکر ہے کہ اس قانون کے بننے سے پہلے جو کچھ کھایا پیا گیا وہ سب معاف ہے۔ چوتھا تعلق: پچھلی آیات میں جوئے اور شراب کی عقلی برائیاں بیان ہوئیں اب ارشاد ہے کہ تم ان عقلیات پر بس نہ کرو تم تو اس لئے یہ چیزیں چھوڑ دو کہ اس میں ہماری اور ہمارے رسول کی اطاعت ہے غرضیکہ جوئے شراب چھوڑنے کا حکم پہلے دیا گیا اور اس چھوڑنے پر ثواب ملنے کی شرط کا ذکر اب ہے کیونکہ جو شخص عقلی خوبیاں یا برائیاں دیکھ کر پرہیزگاری اختیار کرے وہ نہ متقی ہے نہ مستحق ثواب بلکہ ثواب کا مستحق وہ ہے جو اللہ رسول کی اطاعت کے لئے یہ کام کرے۔

شان نزول : جب شراب و جوئے کی حرمت کی آیات نازل ہوئیں اور مسلمان ان سے یکدم باز آ گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو مسلمان ان چیزوں کی حرمت سے پہلے شراب پیتے ہوئے اور جوا کھیلتے اس سے حاصل کیا ہوا مال کھاتے ہوئے فوت یا شہید ہو گئے اور وہ زندہ مسلمان جو مدینہ منورہ سے دور دراز مقامات پر آباد ہیں انہیں جب تک کہ حرمت کی خبر نہ پہنچی اور وہ بے خبری میں ان دونوں چیزوں کو استعمال کرتے رہیں

ان کا کیا حکم ہے کیا وہ لوگ گنہگار ہوں گے تب یہ آیت کریمہ لیس علی الذین امنوا نازل ہوئی جس میں آپ کے سوال کا بالتفصیل جواب دیا گیا (تفسیر کبیر) اس کے قریب قریب تفسیر خازن خزائن نے بھی بیان فرمایا۔

تفسیر واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول یہ عبارت "لوف سبحا فاجتنبوہ" پر معطوف ہے مطلب یہ ہے کہ شراب وغیرہ سے بچو اللہ و رسول کی اطاعت کرو اطاعت کا مادہ ہے طوع بمعنی خوشی و رغبت اس کا مقابل ہے کرہ بمعنی ناخوشی، بے رغبتی خوشی فرمانبرداری کو اطاعت کہا جاتا ہے اس خوشی پر ثواب ملتا ہے۔ جبری فرمانبرداری تو منافقین بھی کر لیتے تھے مگر ثواب کے مستحق نہ تھے چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت خدا کی طرح مطلقاً ہر حال ضروری ہے خواہ آپ کا حکم قرآن کے موافق ہو یا اس کے خلاف اس لئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علیحدہ اطیعوا فرمایا گیا ہے مگر حاکم یا باپ ان کی اطاعت میں شرط ہے کہ خلاف شرع حکم نہ دیں اس لئے دوسری جگہ ان کے لئے واولی الامر ارشاد ہوا علیحدہ اطیعوا نہ ارشاد ہوا

نیز اللہ کی اطاعت اس لئے ہے کہ وہ ہمارا خالق مالک رازق حاکم حقیقی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اس لئے ہے کہ وہ ہمارے نبی رسول شفیع ہیں اس لئے اللہ کی اطاعت کا ذکر پہلے ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا ذکر بعد میں قرآن مجید میں عموماً رسول اور الرسول سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے ہیں لہٰذا یہاں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہیں کیونکہ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی رسول کی اطاعت واجب نہیں، ساری نبوتیں منسوخ ہو چکیں، عبادت، اطاعت اور اتباع کا فرق ہم پانچویں پارے کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں، عبادت صرف خدا تعالیٰ کی ہے اطاعت اللہ کی بھی اس کے رسول کی بھی اور دوسرے بزرگوں کی بھی، اتباع صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے صلی اللہ علیہ وسلم اطاعت عقل سے ہوتی ہے، اتباع عشق و محبت سے، انجن اسٹیشن والوں کی اطاعت کرتا ہے مگر ڈبے انجن کی اتباع کہ ڈبے نہیں دیکھتے کہ لائن صاف ہے یا نہیں سگنل ہے یا نہیں لائن کمزور ہے یا مضبوط ان کا کام ہے انجن کے پیچھے دوڑنا ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا۔

خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں مرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

خیال رہے کہ قرآن مجید میں اطاعت کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول فرمایا جاتا ہے اور خطاب کے موقع پر عموماً نبی فرمایا جاتا ہے کیونکہ اطاعت واجب ہوتی ہے محسن کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بشان رسالت محسن ہیں رسول کے معنی ہیں فرستادہ یہاں فیضان رساں اس لئے یہاں بھی رسول فرمایا گیا یہ بھی خیال رہے کہ اگر کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خلاف قرآن حکم دیں تو اس کے لئے وہی حکم شریعت ہے اس کے لئے قرآن کا وہ حکم شریعت نہیں اس کی بہت مثالیں ہم نے اپنی کتاب سلطنت مصطفیٰ میں بیان کی ہیں وہاں مطالعہ کرو یہ بھی خیال رہے کہ اللہ کی اطاعت صرف اس کے فرمان و احکام میں ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان حضور کے عمل میں بھی ہے کہ آپ کے احکام فرض یا واجب ہیں اور آپ کے اعمال سنت مؤکدہ یا غیر مؤکدہ لہٰذا اطاعت خدا سے اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم عام تر ہے یہاں دو اطاعتوں کا حکم دیا گیا ہے اطاعت الٰہی اطاعت رسول کا پانچویں پارے میں چار اطاعتوں کا حکم ہے اور ایک جگہ صرف ایک اطاعت کا ذکر ہے یعنی اطاعت رسول کا من یطع الرسول فقد اطاع اللہ اس کی وجہ ہم پانچویں پارے میں زیر آیت اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم میں عرض کر چکے ہیں۔ اطاعت رسول جان ہے باقی تمام اطاعتیں

کی **واحذروا** یہ عبارت **اطیعوا** پر معطوف ہے یہ لفظ بنا ہے حذر سے بمعنی احتیاط، ہوشیاری یا بچنا یا ڈرنا یہاں چاروں معنی بن سکتے ہیں اگر بمعنی ڈرنا ہو تو ڈر دو قسم کا ہوتا ہے ایذا کا ڈر اور پکڑ کا ڈر ایذا کے ڈر کا انجام نفرت ہے پکڑ کے ڈر کا انجام اطاعت ہے لہذا احذروا کے معنی ہوئے اطاعت کے بارے میں شیطان سے ڈرتے رہو کہ وہ ہر جگہ ہر وقت پہنچ جاتا ہے یا ہم سے ڈرتے رہو اطاعت کے سبب بے خوف نہ ہو جاؤ یا احتیاط سے کام لو ہماری اطاعت ہمارے قوانین کے ماتحت کر دیا اپنی زندگی ہوشیاری سے گزارو اپنے ہر عضو ہر کام پر نظر رکھو ہمارا رب ہر آن تمہارے اس عمل پر بھی نظر رکھتا ہے اور ان کے ہر پہلو پر بھی نگاہ رکھے رہتا ہے تم بھی اپنے ہر دل کے ہر حال پر نگاہ رکھو کہ دل کدھر جا رہا ہے اعضاء کدھر۔ **فان تولیتم فاعلموا انما علی رسولنا البلاغ المبین** اس عبارت سے چند فائدے نکلتے ہیں ایک اللہ کے سخت غضب کا اظہار دوسرے عذاب الٰہی کا سخت خطرہ تیسرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتمام دیا ہے استغنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے نیازی کا اظہار اس لئے مفسرین نے ان کی جزا میں کئی احتمال بیان کئے ہیں یا تو **فاعلموا** ہی ان کی جزا ہے یا اس کی جزا ہے **فلن تضروا** **انما تولی** کے معنی بارہا بیان ہو چکے کہ یہ ولی بمعنی قرب سے بنا باب تفعل میں آکر سلب قرب یعنی دوری کے معنی دیتا ہے اب اس سے مراد ہوتا ہے منہ پھیر لینا پیٹھ کر لینا یعنی نہ ماننا بلاغ کے معنی ہیں تبلیغ احکام البلاغ المبین سے مراد ہے کھلم کھلا تبلیغ واضح طور پر احکام الٰہی کا پہنچا دینا۔ یعنی اگر تم اللہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری سے منہ پھیرو گے تو ہمارے نبی کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے کیونکہ ان کے ذمہ تمہاری ہدایت دینا نہیں ان کے ذمہ صرف احکام الٰہیہ کا پہنچا دینا ہے وہ اپنا کام بہت اچھی طرح کر چکے تم نہ مانو گے تو سزا پاؤ گے ان کا کام پورا ہو چکا اب تمہارا انجام باقی ہے نجات یا عذاب (تفسیر روح المعانی) **لیس علی الذین امنوا وعملوا الصلحت جناح فیما طعموا** اس عبارت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوال کا جواب ہے یہاں مومنین صالحین سے مراد وہی حضرات صحابہ ہیں جو شراب و جوا حرام ہونے سے پہلے وفات پا چکے تھے یا شہید ہو چکے تھے اور وہ حضرات صحابہ ہیں جو شراب و جوا حرام ہونے سے پہلے وفات پا چکے تھے یا شہید ہو چکے تھے اور وہ حضرات صحابہ ہیں جنہیں ابھی تک شراب و جوئے کی حرمت کی خبر نہ پہنچی تھی چونکہ وہ تمام حضرات مومنین و صالحین تھے ان میں کوئی فاسق نہ تھا اس لئے انہیں مومنین صالحین ارشاد فرمایا **جناح** کی تنوین عموم کے لئے ہے یعنی کسی قسم کا گناہ چھوٹا ہو یا بڑا **فیما** میں ما سے مراد وہی شراب و جوا ہے جس کے متعلق سوال تھا اگرچہ **طعم** کے معنی کھانا یا چکھنا ہیں مگر کبھی پینے کے لئے بھی آجاتا ہے قرآن کریم فرماتا ہے **ومن لم یطعمہ فانہ منی** یعنی جو نہ پئے گا۔ جیسے کہ عرب کا ایک شاعر کہتا ہے۔

فان شئت حرمت النساء سواکم — وان شئت لم اطعم نقاخا ولا بردا

یعنی اگر تم چاہو تو میں ٹھنڈا پانی نہ پیوں نہ چلوں۔ یہاں پانی وغیرہ کے لئے **طعم** استعمال ہوا اس آیت میں بھی طعم عام ہے جس میں شراب پینا اور جوئے کی آمدنی کھانا سب ہی شامل ہیں یعنی ان مومنین صالحین صحابہ پر اس میں کچھ گناہ نہیں کہ وہ اس سے پہلے شراب پی چکے یا جوئے کی آمدنی کھا چکے یا جو اب بے خبری میں کھا پی رہے ہیں کیونکہ قانون نافذ و جاری ہونے سے پہلے اس کی مخالفت نہیں ہوتی نافرمانی۔ یہ تفسیر خیال میں رہے کہ اس سے تمام اعتراض اٹھ جاتے ہیں آیت کریمہ **بفضلہ تعالیٰ** واضح ہو گئی **اذا ما اتقوا وامنوا وعملوا الصالحات** اس عبارت میں **اذا** نہ تو شرطیہ ہے نہ ظرفیہ بلکہ بیان واقعہ کے لئے ہے جس میں ان صحابہ کا تقویٰ، ایمان، نیک کار ہونے کا ذکر ہے ان تینوں فعلوں کا فاعل وہی حضرات صحابہ ہیں جن کے متعلق

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا تھا (تفسیر روح المعانی وغیرہ) یہاں تقویٰ سے مراد بد عقیدگیوں سے بچنا ہے اور ایمان سے مراد اچھے عقیدے اختیار کرنا **عملوا الصالحات** سے مراد نیک اعمال کرنا ہے نہایت نفیس ترتیب ہے کہ چیزوں کا ذکر ہے کہ بد عقیدگیوں سے بچنا پہلے ہے اچھے عقیدے اختیار کرنا بعد میں **لا الہ** پہلے ہے **الا اللہ** بعد میں نیک اعمال ان دونوں کے بعد ہیں۔ صالحات جمع فرما کر اشارۃً بتایا کہ ہر قسم کے نیک اعمال کرتے ہیں بدنی اعمال ہوں یا مالی **ثم اتقوا وامنوا** ثم ترتیب رتبی کے لئے ہے اور اس تقویٰ سے مراد شراب و جوئے سے بچنا ہے ایمان سے مراد ایمان پر قائم رہنا ہے۔ چونکہ یہ تقویٰ اور ایمان یہ استقامت پہلے تقویٰ اور ایمان کے بعد ہے لہٰذا ثم ارشاد ہوا یعنی وہ لوگ پھر شراب و جوئے سے بچیں اور ایمان پر قائم رہیں **ثم اتقوا واحسنوا** یہاں تقویٰ سے مراد باقی تمام گناہوں برائیوں سے بچنا ہے اور احسان سے مراد یا تو نیک اعمال کرنا ہے یا نیکیوں میں اخلاص کرنا غرضیکہ یہاں تین جگہ تقویٰ کا ذکر ہے اور دو جگہ ایمان کا ہر جگہ تقویٰ و ایمان کے علیحدہ معنی ہیں جو ہم نے عرض کئے اس کے علاوہ اور بہت معنی کئے گئے ہیں جیسا کہ انشاء اللہ اعتراض و جواب میں عرض کیا جائے گا **واللہ یحب المحسنین** اس عبارت میں ایمان تقویٰ احسان کے نتیجہ کا ذکر ہے محسنین سے مراد یا تو مذکورہ تقویٰ و ایمان والے ہیں نیک اعمال میں اخلاص کرنے والے یا لوگوں سے اچھے سلوک کرنے والے یعنی اللہ تعالیٰ نیک کار مومنوں سے بہت ہی محبت فرماتا ہے اگر خدا کا پیارا بننا ہے تو نیک اعمال کرو۔

خلاصہ ء تفسیر: جیسے جسمانی نعمتیں بعض ایسی ہیں جن کی ضرورت ہر شخص کو ہر وقت ہے جیسے ہوا پانی غذا دھوپ وغیرہ انہیں نعمت عامہ کہتے ہیں بعض نعمتیں وہ ہیں جن کی ضرورت کسی کسی کو کبھی کبھی پڑتی ہے جیسے سونا چاندی موتی جواہرات انہیں کہتے ہیں نعمت خاصہ یوں ہی روحانی نعمتیں بعض تو خاص ہیں جیسے نبوت ولایت قطبیت غوثیت یا زکوٰۃ حج جہاد وغیرہ اور بعض نعمت عامہ ہیں جن کی سب کو ہر وقت ضرورت ہے جیسے ایمان اور اللہ رسول کی اطاعت بلکہ دنیاوی نعمتوں کی حاجت مرنے کے بعد جاتی رہتی ہے مگر ایمان و اطاعت رسول کی ضرورت بعد موت بھی رہتی ہے یہاں اسی نعمت عامہ کا ذکر ہے جس کا ہر شخص ہر وقت محتاج اس لئے ارشاد ہوا کہ اے مسلمانو ہمیشہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر طرح خوشی فرمانبرداری کرو اور ہمیشہ شیطان سے ہوشیار رہو کسی وقت اپنے کو اس کے شر سے محفوظ نہ سمجھو اپنی زندگی احتیاط سے گذارو اگر تم میں فرمانبرداری کا جذبہ ہو گا تو تم پر شراب و جوا چھوڑنا بلکہ تمام شرعی پابندیاں آسان ہو جائیں گی۔ یہ خیال رکھو کہ اگر تم فرمانبرداری سے منہ موڑو گے تو اپنا ہی نقصان کرو گے ہمارے محبوب کا کچھ نہ بگڑے گا کیونکہ ان کے ذمہ احکام کی تبلیغ فرما دینا ہے نہ کہ تم کو ہدایت دینا اور وہ تو اچھی طرح تبلیغ فرما چکے اپنے فرض سے سبکدوش ہو چکے اللہ تعالیٰ اپنے قوانین بیان کرنے کے بعد کبھی عذاب کا ذکر فرماتا ہے کبھی ثواب کا کبھی اپنے علیم و خبیر ہونے کا کبھی اپنے غنی و بے نیاز ہونے کا کبھی اپنے محبوب کی بے نیازی کا یہاں یہ آخری یا پانچواں طریقہ اختیار فرمایا گیا۔ کیونکہ جسمانی اور روحانی عالم کا نظام حاکم و محکوم سے ہی چلتا ہے اور ضروری ہے کہ محکومین کو یہ خبر ہو کہ ہم حاکم کے محتاج ہیں وہ ہم سے بے نیاز ہے اس سے عالم کا قرار و انتظام قائم ہو گا اور اس وقار سے نظام درست رہے گا اس لئے یہ اعلان ہوا پھر فرمایا کہ یہ بھی خیال رکھو کہ نیک کار مومنوں پر اس کا گناہ نہیں جو اس حرمت سے پہلے شراب یا جوئے کا مال کھا پی چکے یا جو تحریم کے بعد حکم حرمت کی خبر ملنے سے پہلے کھا پی لیں کیونکہ قانون بننے

www.alahazratnetwork.org

سے پہلے اور اس کے ثبوت سے پہلے واجب العمل نہیں۔ علاوہ تمام رسولوں کے مستحق جب ہیں جب کہ شرک و کفر سے بچیں درستی عقیدہ سے اختیار کرتے ہوئے مومن قائم رہیں اور درستی عقائد کے ساتھ ہر قسم کے نیک اعمال کریں پھر شراب سے دور رہتے ہوئے بچیں انتہا پر قائم رہیں پھر تمام برائیوں سے بچیں اور نیک کام کریں وہ اخلاص سے نمایاں کریں یا لوگوں کے ساتھ اچھے سلوک کریں خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ نیک کاروں سے محبت کرتا ہے اگر تم اس کے پیارے بندے بننا چاہتے ہو تو اپنے نسب، قومیت، دولت پر گھمنڈ نہ کرو نیک کار ہو۔

نوٹ: یہاں تفسیر کبیر نے فرمایا کہ بعض بے دین جاہلوں نے اس آیت کریمہ کی عجیب اور تفسیر بلکہ تحریف کی ہے وہ کہتے ہیں کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ شراب، جوا حرام جب ہیں۔ جب ان سے عداوت بغض اللہ کے ذکر سے غفلت پیدا ہو اگر یہ خرابیاں پیدا نہ ہوں بلکہ ان سے خوبیاں مصلحتیں ہوں تو مومنوں پر کسی چیز کے کھانے پینے میں کوئی حرج نہیں، شراب جتنی ہو سکے پیو کیونکہ اس میں کچھ بھی ذکر نہیں **فیما طعموا** عام ہے۔ نعوذ باللہ یہ قول بالاجماع مردود ہے (تفسیر کبیر)۔

فائدے: اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرح مطلقاً ضروری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو بھی حکم دیں اس پر فرمانبرداری لازم ہے وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ قرآن کریم کا تو یہ حکم ہے آپ اس کے خلاف کیوں حکم دے رہے ہیں۔ یہ فائدہ **اطیعوا** کو مکرر فرمانے سے حاصل ہوا۔ دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء کرام کی میراث نہیں تقسیم ہوتی۔ حضرت علی فاطمہ زہرا کی موجودگی میں دوسرا نکاح نہ کریں۔ حضرت خزیمہ کی ایک گواہی دو کی برابر ہے۔ یہ احکام بظاہر قرآن کریم کے مطابق نہیں مگر ان کے لئے واجب العمل رہے بلکہ انسانوں کے سوا دوسری مخلوق بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع و فرمانبردار ہے جیسے ساری مخلوق رب تعالیٰ کی مطیع ہے کہ وہ اس کا خالق ہے یوں ہی بعد رب ساری مخلوق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مطیع ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کے رسول ہیں اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر سورج لوٹا اشارہ پر چاند پھٹا حکم پر جانوروں کنکروں پتھروں درختوں نے کلمہ پڑھا جب حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع فرمان ہوا جنات سب تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو شہنشاہ کونین ہیں۔ دوسرا فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم تا ابد حیات النبی ہیں آپ پر موت آئی مگر موت آپ کی حیات کو فنا نہ کر سکی نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کے لئے نبی ہیں۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام ہمیشہ کے لئے جاری ہیں یہ تینوں باتیں **واطیعوا الرسول** سے حاصل ہوئیں کیونکہ اطاعت واجب ہونے کے لئے تین شرطیں فرمانبردار کا زندہ ہونا اس کی فرماں روائی کا قائم ہونا فرمان کا باقی ہونا غیر منسوخ ہونا۔ تیسرا فائدہ: اللہ کی اطاعت کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ایسی لازم و ضروری ہے جیسے خدا تعالیٰ کو سجدہ کرنے کے لئے کعبہ کی طرف سجدہ کرنا ضروری کعبہ اللہ تعالیٰ کی سمت ہے مطلب ہے اور حضور رحمت تعالیٰ کی اطاعت سے مظہر اسی لئے دوسری جگہ ارشاد ہوا **ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ**۔ چوتھا فائدہ: مسلمان کو چاہئے کہ اپنی زندگی بہت ہوشیاری اور احتیاط سے گزارے کسی وقت اپنے کو شیطان سے محفوظ نہ مانے جب تک کہ ایمان پر خاتمہ نصیب نہ ہو جائے یہ فائدہ **ولعدو** سے حاصل۔ ابھی ہم نے تفسیر میں عرض کیا گیا۔ پانچواں فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم رب تعالیٰ کی بے نیازی کے مظہر ہیں انہیں کسی بندے کی حاجت نہیں۔ سب کو ان کی

حاجت ہے اگر تمام عالم گمراہ ہو جائے تو نہ رب تعالیٰ کی الوہیت میں فرق پڑ سکتا ہے نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں یہ فائدہ فانتم الاعلون سے حاصل ہوا۔ اگر کوئی سورج سے روشنی نہ لے تو سورج کے نور میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ چوتھا فائدہ انسان کیسی ہی نیکیاں کرے اگر اللہ رسول سے قرب حاصل نہ کر سکے تو وہ تمام نیکیاں بیکار ہیں نیکی وہی اچھی ہے جو اللہ رسول کے قرب کا ذریعہ ہو یہ فائدہ تولیتم نے پہلے معنی سے حاصل ہوا کہ اگر تم دور ہو گئے نیز انسان کیسی ہی نیکی کرے اگر اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہ ہو۔ ادھر سے ہٹا ہوا ہو تو سب برباد ہے جیسے نمازی کو پوری نماز میں رخ کعبہ کو چاہئے کہ اگر نماز کے کسی حصہ میں سے پھر گیا تو قرآن قیام رکوع سجدہ تو وہ ہی ہو گا مگر نماز نہ ہو گی یوں ہی مومن کی ساری زندگی سارے اعمال میں اپنا رخ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رکھے ورنہ ناکام ہو گا یہ فائدہ تولیتم کی دوسری تفسیر سے

حاصل ہوا اگر تم منہ پھیر و۔ ساتواں فائدہ قانون بننے سے پہلے واجب العمل نہیں ہوتا نیز قانون کے اعلان سے پہلے اگر کوئی اس سے بے خبر رہے اور اس کے خلاف عمل کرے تو وہ مجرم نہیں یہ فائدہ لیس علی الذین امنوا سے حاصل ہوا لہذا اگر کوئی شخص دنیا کے ایسے گوشہ میں ہو۔ جہاں شرعی احکام بالکل نہ پہنچے ہوں وہ کسی شرعی حکم کا مکلف نہیں۔ ہاں اس پر شرک سے بچنا عقیدہ توحید اختیار کرنا لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کی گواہی ہر ذرہ دے رہا ہے۔ آٹھواں فائدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین مغفور ہیں کیونکہ وہ احکام شرعیہ آنے سے پہلے وفات پا گئے اور تھے وہ موحد اس زمانہ میں نجات کے لئے صرف عقیدہ توحید کافی تھا یہ فائدہ بھی لیس علی الذین امنوا سے حاصل ہوا۔ نواں فائدہ اللہ تعالیٰ کی محبوبیت نسب و دولت عزت دنیاوی سے حاصل نہیں ہوتی اس کے حصول کا ذریعہ ایمان و تقویٰ ہے جس قوم کا آدمی ان دو چیزوں سے موصوف ہو خدا کا پیارا ہے یہ فائدہ واللہ یحب المحسنین سے حاصل ہوا۔ رب فرماتا ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم اور فرماتا ہے العزۃ للہ ولرسولہ وللمومنین ہر مومن عزت والا ہے۔

پہلا اعتراض اس آیت کریمہ میں دو جگہ اطیعوا کیوں ارشاد ہوا اللہ کے لئے الگ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے الگ جیسے امنوا باللہ ورسولہ میں امنوا ایک ہی ارشاد ہوا ہے ایسے ہی یہاں اطیعوا ایک ہی ارشاد کیوں نہ ہوا۔ جواب چند وجہ سے ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت مستقل اور مطلق واجب ہے جیسے خدا کی اطاعت کہ ماں باپ سلطان وغیرہ کی اطاعتوں میں کیوں اور کیسے کی گنجائش ہے اگر وہ جائز حکم دیں تو اطاعت کرو ورنہ نہیں مگر اللہ کی اطاعت کی طرح رسول کی اطاعت مطلقاً ضروری ہے۔ دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت مستقلاً واجب ہے۔ خدا کی اطاعت کی طرح اطاعت الٰہی کی ضمن میں اطاعت رسول نہیں لہذا قرآن مجید کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ماننا لازم ہیں۔ حدیث بالکل قرآن مجید کی طرح واجب العمل ہے۔ تیسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت خدا کی اطاعت کی طرح ہے یعنی ماں باپ کی اطاعت دینی طور پر یوں ہی لازم ہے جیسے خدا کی اطاعت کہ سرتابی کفر ہے بخلاف ایمان کے کہ ایمان اللہ رسول کے ماننے کا نام ہے نبوت توحید سے مل کر ایمان بنتا ہے۔ اس لئے امنوا ایک آیا اطیعوا دو دوسرا اعتراض اس آیت میں رب نے اپنا تو ذاتی نام لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صفاتی نام آیا اطیعوا اللہ ومحمدا کیوں نہ فرمایا اطیعوا الرب واطیعوا الرسول کیوں نہ ارشاد ہوا۔ جواب یا اس لئے کہ اطاعت بقدر احسان واجب ہے ماں باپ

www.alahazratnetwork.org

سے ہم لوگ ملی ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان [illegible] قرآن [illegible] کے آپ کی اطاعت ماں باپ سے
بھی [illegible] اطاعت [illegible] بھی ہوتی ہے [illegible] سے بھی اور محبت سے بھی [illegible] محبت کی اطاعت بڑی قوی
ہے الرسول [illegible] میں محبت [illegible] حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کی اطاعت [illegible] ہے [illegible] فان تولیتم [illegible] فاعلموا [illegible] معلق [illegible] موقوف
[illegible]
[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] تبلیغ [illegible]
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ [illegible] جب فرماتا ہے بلغ ما انزل الیک جواب [illegible] اس اعتراض کا جواب ابھی
تفسیر میں [illegible] فاعلموا [illegible] فاعلموا [illegible]
[illegible] کی اطاعت سے [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] صرف
تبلیغ ہے [illegible] جیسے کوئی حاکم کسی مجرم [illegible] میرا [illegible] چوتھا اعتراض [illegible]
آیت [illegible] معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف مبلغ ہیں [illegible] صفت نہیں انما حصر
[illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین [illegible]
[illegible] عقیدہ اس آیت کے [illegible] خلاف ہے ۔ جواب [illegible] حقیقی نہیں [illegible]
[illegible] تم سب کو ہدایت دے [illegible] حقیقی تو اللہ تعالیٰ
ہے لہٰذا تمہارے [illegible] اسوال [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم مبلغ [illegible] نہیں ۔ [illegible]
[illegible] جیسے انما انا بشر مثلکم کا مطلب یہ نہیں کہ [illegible] بلکہ مطلب یہ
ہے [illegible] فرشتہ ہوں نہ جن نہ خدا نہ خدا کا بیٹا [illegible] حقیقی [illegible] پانچواں اعتراض [illegible]
آیت میں [illegible] مومنین صالحین [illegible] شراب [illegible] حلال [illegible]
فرمایا [illegible] شراب [illegible] حرام [illegible] حلال تھے [illegible]
اس قید [illegible] شراب [illegible] حرمت سے پہلے [illegible]
[illegible] نوٹ [illegible]
[illegible] جواب [illegible]
اعوانہ [illegible] حضرات صحابہ [illegible] مطلب یہ ہے
[illegible] شراب [illegible] شراب
حلال تھے [illegible] فسق [illegible] علت کی طرف
اشارہ فرمایا [illegible] صفت کو طریق شرط [illegible]
[illegible] حضرات صحابہ کی نہایت [illegible]
[illegible] وعد اللہ الذین امنوا وعملوا الصالحات لھم مغفرۃ واجر عظیم [illegible]

alahazratnetwork.org

فرض نہیں ہوا کہ نماز کا حکم خدائی شان سے ہے اور شاورھم دوسری شان سے جواب تحقیق یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ماننا فرض ہے مگر مشورہ ماننا فرض نہیں وہاں اختیار ہے ورنہ حکم و مشورہ میں فرق کیا ہوگا یہی قرآنی احکام کا حال ہے **اقیموا الصلوٰۃ** حکم ہے اور **فاصطادوا** مشورہ اللہ تعالیٰ نے خلیفۃ الارض کے متعلق فرشتوں سے مشورہ فرمایا تو فرشتوں نے اختلاف رائے کیا غرضیکہ حکم میں فرق ہے حاکم میں فرق نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نبوت ایسی لازم ہے جیسے سورج کے لئے روشنی یا آگ کے لئے گرمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر حال میں نبی ہیں بلکہ حضرت حلیمہ کی گود میں جناب آمنہ کے شکم میں نبی ہیں بلکہ عالم ارواح میں نبی ہیں چالیس سال کی عمر شریف میں اعلان نبوت فرمایا نبوت اور اظہار نبوت میں فرق ہے۔

تفسیر صوفیانہ جیسے سلطان کا نوکر جب ہی تنخواہ کا مستحق ہے جب سلطان کی خدمت کرے ڈیوٹی اچھی طرح دے نمک خور حرام خور ہے یوں ہی اللہ کی نعمتیں اس کے لئے حلال و طیب ہیں جو اس کی اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے فاسق و کافر کھانے پینے کا بھی مجرم ہے کہ اس کی غذا پانی سے فسق و کفر ہی پیدا ہوگا جیسے بھڑ جو کھائے اس سے زہر ہی بنتا ہے۔ مومن کا کھانا پینا سونا جاگنا عبادت ہے کہ اس کی خوراک سے ایمان و عرفان و عبادات ہی حاصل ہوں گے جیسے شہد کی مکھی جو کھائے پیے اس سے شہد ہی بنتا ہے یہاں ارشاد ہوا کہ مومنین متقین صالحین محسنین پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ اعلیٰ حلال و طیب غذائیں کھائیں بشرطیکہ ان نعمتوں کا حق ادا کریں کہ منعم کا شکر کریں ان کے لئے کھانا پینا مضر نہیں کہ انہوں نے شرائط ادا کر دیئے صوفیا فرماتے ہیں کہ ہمارے ہاں محسن وہ ہے جو خود مرجائے مگر اس کے احسانات نہ مریں عامل کے ساتھ اس کے عمل بھی مرجائیں وہ ہمارے ہاں متقی اگرچہ ہو مگر محسن نہیں مولانا فرماتے ہیں۔

محسناں مردند و احسانہا بماند ۔۔۔ اے خنک آں را کہ ایں مرکب براند

ظالماں مردند و ماند آں ظلمہا ۔۔۔ وائے جانے کو کند مکرو دہا

گفت پیغمبر خنک آنرا کہ او ۔۔۔ شد ز دنیا ماند از او فعل نکو

مرد محسن لیک احسانش نہ مرد ۔۔۔ نزد یزداں دین و احسان نیست خرد

وائے آں کو مرد و عصیانش بماند ۔۔۔ تا نہ پنداری بمرگ او جاں بماند

یہ تقویٰ و احسان بھی رب تعالیٰ کی توفیق سے ہی نصیب ہوتے ہیں ہم کو تو نیچے گرنا آتا ہے۔ رب تعالیٰ بلندی عطا فرمائے تو اس کا کرم ہے۔ اطاعت تین قسم کی ہوتی ہے اطاعت بالخوف اطاعت بالرجاء اطاعت بالمحبت یعنی ڈر کی اطاعت لالچ کی اطاعت محبت کی اطاعت ان تینوں میں محبت کی اطاعت قوی ہے کہ دونوں اطاعتوں کے لئے فنا ہے خوف گیا اطاعت گئی امید گئی اطاعت گئی مگر محبت کی اطاعت کے لئے فنا نہیں اور رسول کے لفظ سے محبت وابستہ ہے دیکھو جسمانیات میں ماں محبت کا سرچشمہ ہے اس لئے بھائی کو ماں جایا کہتے ہیں۔ ایمانیات میں لفظ رسول محبت کا سرچشمہ ہے کہ ماں کا لفظ بولتے ہی اس کی وہ اس کی تمام مہربانیاں یاد آجاتی ہیں ہارون علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لئے کہا **ابن ام لا تاخذ بلحیتی ولا براسی** اے میرے ماں جائے میری ڈاڑھی اور سر کے بال نہ پکڑیوں ہی رسول بولتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے کمالات احسانات یاد آجاتے ہیں اور محبت کا دریا جوش مارنے لگتا ہے اس لئے اطاعت کے موقعہ پر الرسول فرمایا تاکہ

www.alahazratnetwork.org

معصوم ہوں نہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و محبت چاہئے ان کی محبت سے ہی اطاعتیں آسان ہو جاتی ہیں اس لئے سورۂ قرآن مجید میں اطاعت کے ساتھ محبت کی تاکید ہو جاتی ہے۔ کلمہ طیبہ میں محمد رسول اللہ ہے یا اللہ و حبیب اللہ نہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللَّهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهُ أَيْدِيكُمْ

اے وہ لوگو جو ایمان لائے البتہ ضرور آزمائے گا اللہ تعالیٰ تمہارا کچھ شکار سے کہ پائیں گے اسے ہاتھ

اے ایمان والو ضرور اللہ تمہیں آزمائے گا ایسے بعض شکار سے جس تک تمہارے ہاتھ اور نیزے

وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ

تمہارے اور نیزے تمہارے تاکہ جان لے اللہ اس کو جو ڈرتے ہیں اس سے غیب میں پس جو حد سے بڑھے پیچھے

پہنچیں کہ اللہ پہچان کرا دے ان کی جو اس سے بن دیکھے ڈرتے ہیں اس کے بعد جو حد سے بڑھے

فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ

اس کے پس واسطے اس کے عذاب ہے دردناک

اس کے لئے دردناک عذاب ہے

تعلق اس آیت کریمہ کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق** پچھلی آیت کریمہ میں اصلی و دائمی حرام چیزوں کی حرمت کا ذکر ہوا یعنی شراب، جوا اب اس چیز کی حرمت کا ذکر ہے جو عارضی طور پر چند دنوں کے لئے حرام ہو جاتی ہے پھر حلال ہوتی ہے یعنی بحالت احرام شکار کرنا گویا دائمی حرام کے بعد عارضی حرام کا ذکر ہے۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں اللہ رسول کی اطاعت کے ساتھ ہی ساتھ احتیاط اور ہوشیار رہنے کا حکم ہوا کہ فرمایا گیا **واحذروا** اب اس ہوشیاری کی تفصیل فرمائی جا رہی ہے کہ بہت موقعہ آزمائش کے ہوتے ہیں ان میں اپنے کو سنبھالنا اور شریعت کے دائرے میں رہنا ضروری ہے جیسے محرم کو شکاروں کا ملنا گویا پہلے قانون کی تفصیل اب بیان ہو رہی ہے۔ **تیسرا تعلق** کہ پہلے گزشتہ آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ طیب و حلال چیزیں حرام نہ کرو اب ارشاد ہے کہ طیب و حلال ہونا ہماری مرضی سے ہے کسی چیز کے ہم محرمات میں سے حرام ہو جانے سے اگرچہ بذات خود طیب معلوم ہوتی ہو جیسے شکار حلال ہے مگر احرام میں شکار طیب ہی ہو لیکن حرام و حلال ہو جاتا ہے غرضیکہ پہلے طیب و حلال کے حرام ہونے کا ذکر تھا اور اب طیب و حلال کو حرام کرنے والی چیز کا ذکر ہو رہا ہے۔

شان نزول ۶ ہجری میں پندرہ سو چودہ سو مسلمان عمرے کے ارادے سے مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے اس سفر میں اللہ تعالیٰ نے ان مسلمانوں کے چند امتحانات لئے جن میں مسلمان اول نمبر کامیاب ہوئے ان امتحانات میں ایک یہ تھا۔ حضرات صحابہ عموماً شکار کرتے تھے بعض حضرات کو شکار کا بہت شوق تھا اور حالت احرام میں سوا چند جانوروں کے تمام خشکی

www.alahazratnetwork.org

کے بارے میں شکار کرنا حرام ہوتا ہے زمین حرم میں شکار کرنا حرام ہے یہ حضرات جب احرام باندھ کر مقام حدیبیہ میں پہنچے وہاں ان کو کچھ روز قیام کرنا پڑا پھر بغیر عمرہ کئے واپس ہونا پڑا جس کا واقعہ بہت مشہور ہے اسے صلح حدیبیہ کہتے ہیں۔ تو اس حالت احرام میں پرندے چرندے وحشی شکاری جانور ان کی سواریوں ان کے خیموں میں اس طرح گھس آتے رہے کہ اگر یہ حضرات چاہتے تو چھوٹے جانوروں کو اپنے ہاتھوں سے پکڑ لیتے اور بڑے جانوروں کا نیزوں سے شکار کر لیتے اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو اس پیش آنے والے واقعہ کی خبر دینے کے لئے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی تاکہ مسلمان اس سے خبردار رہیں شکار سے بچیں الحمد للہ کہ تمام صحابہ کرام اس امتحان میں اول نمبر کامیاب ہوئے کسی صحابی نے ایک چڑیا بھی نہ پکڑی (روح البیان وغیرہ) اور بقیہ امتحان میں بھی یہ حضرات یوں ہی کامیاب ہوئے حدیبیہ مکہ مکرمہ کے قریب ایک جنگل ہے جس کا کچھ حصہ حل میں واقعہ ہے کچھ حصہ حرم میں ہم نے اس میدان کی زیارت کی ہے جدہ سے مکہ معظمہ جاتے ہوئے راہ میں آتا ہے جیسے میدان حنین مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان ایک وسیع علاقہ ہے ہم نے اس کی بھی زیارت کی ہے صلح حدیبیہ کا واقعہ بہت مشہور ہے اور سورہ فتح میں مذکور ہے۔

تفسیر : **یا ایھا الذین امنوا** چونکہ شکار کے شوقین حضرات کو اس حالت میں شکار سے رکنا بہت ہی دشوار ہوتا ہے خصوصاً اپنے سامنے ہاتھ کی زد میں ہو اس وقت اس کا شکار نہ کرنا تو دشوار ہے یہ تو کسی شکاری سے ہی پوچھو۔ اس لئے رب تعالیٰ نے پہلے **الذین امنوا** کے خطاب سے ان حضرات کو پکارا پھر یہ اہم واقعہ جو پیش آنے والا تھا بتایا **الذین امنوا** کے خطاب میں سارے مومن فرشتے جن وانس داخل ہوتے ہیں جیسے اے ایمان والو ہمارے نبی کی آواز پر اپنی آواز اونچی نہ کرو وغیرہ کبھی اس خطاب میں صرف مومن جن وانس ہی داخل ہوتے ہیں جیسے اے مومنو تم پر روزے فرض کئے گئے کبھی اس خطاب میں صرف مومن انسان شامل ہوتے ہیں۔ جیسے اے ایمان والو تم پر جمعہ فرض کیا گیا کبھی اس خطاب میں صرف صحابہ کرام ہی داخل ہوتے ہیں یہاں چوتھی قسم کا خطاب ہے جس میں صرف صحابہ داخل ہیں جیسا کہ آیت کریمہ کے مضمون سے واضح ہے کہ یہ واقعہ انہی حضرات کو پیش آیا دوسروں کو پیش نہ آیا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کہیں بھی توحید کے لقب سے نہ پکارا بلکہ ایمان کے خطاب سے پکارا تاکہ پتہ لگے کہ بارگاہ الٰہی میں پیاری چیز نری توحید نہیں بلکہ وہاں ایمان کی قدر ہے اور ایمان پر ہی نجات کا مدار ہے ایمان کی حقیقت اس کے ارکان اس کی اقسام ہم بارہا بیان کر چکے۔ **لیبلونکم اللہ** اس لفظ کی تحقیق دوسرے پارے کے شروع میں کی جا چکی ہے کہ یہ بنا ہے **بلو** سے بمعنی آزمائش و امتحان اسی سے ہے **بلا** مصیبت کو بلا اس لئے کہتے ہیں کہ یہ بھی بندہ کی آزمائش ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ امتحانات چند قسم کے لیتا ہے کبھی مرغوب چیز چھین کر کبھی مکروہ چیز دے کر کبھی غیر مرغوب چیز دے کر بھی امتحان لیتا ہے کہ بندہ اس میں پھنس کر غافل ہوتا ہے یا نہیں یہ امتحان بہت سخت ہے یہاں یہ تیسری قسم کا امتحان ہے چونکہ یہ واقعہ ضرور اور قریب پیش آنے والا تھا اس لئے اس میں لام تاکید اور نون تاکید لائے گئے چونکہ اس میں تمام صحابہ ہی کا امتحان تھا کہ نہ کوئی شکار کرے نہ کوئی شکار کی طرف اشارہ کرے نہ کوئی شکار میں مدد دے اس لئے تمام حضرات سے خطاب ہوا۔ خیال رہے کہ ممتحن کبھی تو امتحان لیتا ہے اپنی بے علمی دور کرنے کو کبھی امتحان دینے والے کی غلط فہمی دور کرنے کو کہ وہ ہو نا قابل مگر سمجھے اپنے کو قابل کبھی دوسروں کی ذہن دوری کے لئے کہ کسی شاگرد کو اعلیٰ درجہ دینا چاہتا ہے

www.alahazratnetwork.org

تو پہلے امتحان لے کر اس کی لیاقت دوسروں کو دکھا دیتا ہے پھر اسے انعام اکرام سے نوازتا ہے اللہ تعالٰی کے امتحانات تیسری قسم کے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تمام نبیوں کے صحابہ سے زیادہ مطیع ہیں ان کی اطاعت دکھا کر قیامت میں انہیں انعام دے گا یہاں یہی ہے بشیٔ من الصید یہ عبارت لیبلونکم کے متعلق ہے۔ ب سببیہ ہے اور من الصید میں من بیانیہ ہے صید بیان ہے شی کا صید کے معنی ہیں شکار کرنا مگر یہاں مراد ہے شکار والے جانور یعنی مصدر بمعنی مفعول ہے یہاں صید سے مراد وہ وحشی جانور پرندے ہیں جو ان احرام والے صحابہ پر چھا گئے تھے کہ شی قرار دیا کہ وہ شکاری جانور بہت معمولی حقیر تھوڑے سے ہوں گے اگرچہ وہ تعداد میں بہت تھے مگر انہیں تھوڑا فرمایا چند وجہ سے ایک یہ کہ انہیں شکار کر لینے پر اللہ کی ناراضی جو ہوتی وہ بہت زیادہ ہوتی۔ عتاب الٰہی کے مقابل تھوڑے ہیں دوسرے یہ کہ انہیں شکار نہ کرنے پر جو اللہ کی رضا حاصل ہوتی وہ بہت زیادہ ہے یعنی رضاء الٰہی کے مقابلہ میں بہت حقیر تیسرے یہ کہ یہ شکار متاع دنیا ہے اور دنیاوی سامان اگرچہ بہت ہو مگر کم ہے لذت اور حقیر ہے عظمت بکھ اور تھے اس لئے کہ تاکہ ان مومنین پر یہ امتحان آسان ہو جائے سخت امتحان کو آسان بنایا جاتا ہے تاکہ امتحان دینے والا گھبرا نہ جائے یا تو یہ اس لئے کہ ان جانوروں کو اللہ کی رضا سے نسبت نہیں لہذا اگر بہت بھی ہوں تو تھوڑے ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ کا دنبہ اگرچہ ایک تھا مگر عظیم تھا کہ اسے جناب خلیل و ذبیح سے نسبت تھی اس لئے اسے عظیم فرمایا گیا وفدینٰہ بذبح عظیم تنالہ ایدیکم ورماحکم یہ عبارت شی کی صفت ہے یا صید کا حال تنال بنا ہے نیل سے بمعنی پانا حاصل کرنا بعض لوگوں نے کہا کہ کبھی اس کے معنی ہوتے ہیں پہنچنا اس وقت اس کے بعد الی آتا ہے اس کی دلیل حضرت امام زین العابدین کا یہ شعر ہے۔

ان نلت یاریح الصبا یوما الی ارض الحرم — بلغ سلامی روضۃ فیہا النبی المحترم

مگر یہ دلیل کمزور ہے اس لئے کہ یہ قصیدہ جس کا یہ مطلع ہے حضرت امام زین العابدین کا نہیں یہ کوئی اور زین العابدین ہے اس قصیدے میں بہت غلطیاں ہیں اس شعر میں مرجع مونث کے لئے بلغ فعل مذکر لایا گیا بلغی چاہئے تھا لہذا یہ استدلال غلط ہے ہاتھ اور نیزوں کے پانے کے چند معنی کئے گئے ہیں ایک یہ کہ بعض تم سے بہت ہی قریب آ جائیں گے کہ تم انہیں ہاتھوں سے پکڑ لو اور بعض قدرے دور رہیں گے کہ ان تک تمہارے ہاتھ نہ پہنچیں مگر تمہارے نیزے پہنچ جائیں تیروں کی زد میں آ جائیں۔ دوسرے یہ کہ بعض چھوٹے چھوٹے جانور تم تک پہنچیں گے۔ جنہیں تم ہاتھ ہی سے دبوچ لو بعض بڑے جانور ہوں گے جنہیں تم بھالے چھید کر گرا لو تیسرے یہ کہ بعض شکاری جانوروں کو تم ذبح اختیاری کر سکو گے کہ انہیں نیزے سے گرا کر زندہ پکڑ لو اور ذبح کر لو بعض کو ذبح اضطراری کر سکو گے کہ تیروں نیزوں سے زخمی ہو کر ہلاک ہو جائیں (تفسیر روح المعانی) بہر حال اس فرمان کا مقصود شکار کی کثرت اور قبضہ فرمانا ہے لیعلم من یخافہ بالغیب اس عبارت میں مذکورہ امتحان کا مقصد بیان فرمایا گیا ہے یعنی اس امتحان کا مقصود تمہاری قوت ایمانی کا اظہار ہے یہاں علم اللہ سے جان لینے سے مراد ہے اللہ تعالٰی کا یہ جتانا اس کا ظاہر فرما کر جان لینا یا علم الٰہی سے مراد ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام یا تاقیامت مسلمانوں کا جان لینا کیونکہ اللہ کے پیاروں کا جاننا گویا اللہ تعالٰی کا ہی جاننا ہے ورنہ حق تعالٰی تو ہر چیز کو ہمیشہ سے جانتا ہے غیب کے معانی اور اس کے اقسام شروع سورہ بقرہ یومنون بالغیب میں بیان ہو چکے بالغیب سے مراد یا تو غیب کی حالت ہے کہ زبان شہادت سے ہے اور دل غیب یا غیب میں ہو رہا ہی رب سے بغیر دیکھے ڈرنا ہی یہ امتحان اس لئے ہے کہ اس سے کھرے کھوٹے مومن کی پہچان ہو جائے کہ جن

www.alahazratnetwork.org

کے دلوں میں خوف خدا ہے وہ تو شکار نہ کریں گے اور جو صرف خوف خدا کے مدعی ہیں وہ شکار کرلیں گے یہ شکار ان کے ہونے میں فرق کا ذریعہ ہے **فمن اعتدی بعد ذلک فلہ عذاب الیم** اس عبارت میں اس قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کی سزا کا ذکر ہے **من** سے مراد وہ حدیبیہ والے محرم صحابہ ہیں جن کا یہ امتحان لیا گیا **اعتدی** کے معنی ہیں حد سے بڑھ گیا کہ اس حکم کے خلاف عمل کرے یعنی شکار کرکے یا شکاری کی مدد کرکے یا شکار کی طرف اشارہ کرے یا شکار کا گوشت کھائے وغیرہ **اعتدی** میں بہت وسعت ہے۔ ہو سکتا ہے کہ حد سے مراد احرام کی ساری حدود ہوں جیسے سلا کپڑا پہننا، سر ڈھکنا، جوں قتل وغیرہ مارنا، شکار کرنا وغیرہ کی ممانعت اور ممکن ہے اسلام کی حدود مراد ہوں یا انسانیت کی حدیں یا نبی کے امتی ہونے کی حدیں یا مقتدی بندہ ہونے کی حدود غرضیکہ ہر چیز حد میں ہے تو مطیع اپنی حد سے نکل جائے تو معتدی خلاصہ یہ ہے کہ تعدی میں شکار کی حدود سے آگے بڑھنا مراد ہے یا احرام کی حدود سے یا اسلام کی حدود سے یا بندگی کی حدود سے نکلنا مراد ہے مگر پہلی توجیہ قوی ہے کہ ابھی شکار ہی کا ذکر ہوا ہے اس میں بہت گفتگو ہے کہ یہاں دردناک عذاب سے کیا مراد ہے بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس سے آخرت میں دوزخ کا عذاب سخت مراد ہے کیونکہ جو کوئی اب ان شکاروں کا شکار حلال جان کر کرلیگا وہ کافر ہوگا اور کافر کے لئے دوزخ ہے بعض نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ کفارہ ہے جو اگلی آیت میں مذکور ہے مگر یہ قول ضعیف ہے کیونکہ محرم کے شکار کا کفارہ عذاب نہیں ایک لحاظ سے عبادت ہے سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عذاب الیم سے مراد شکاری کے کپڑے اتار کر اسے کوڑے مارنا ہیں اس موقع پر شکاری کی یہ سزا رکھی گئی تھی قرآن مجید میں کوڑوں کو عذاب فرمایا گیا ہے ارشاد باری ہے۔ **ولیشھد عذابھما طائفۃ** اور فرماتا ہے **فعلیھن نصف ما علی المحصنات من العذاب** اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا قول یوں نقل فرمایا کہ آپ نے ہدہد کے متعلق فرمایا **لاعذبنہ عذابا شدیدا** اکثر مفسرین نے اسی قول کو اختیار فرمایا، دیکھو تفسیر کبیر اور روح المعانی۔ خازن وغیرہ۔

خلاصہ تفسیر اے ایمان والو میرے محبوب کے صحابیو مطلع رہو کہ عنقریب اللہ تعالیٰ تمہارا کچھ شکاری جانوروں سے امتحان لینے والا ہے کہ تم عمرہ کا احرام باندھے حدیبیہ میں ٹھہرے ہو گے کہ تم کو چھوٹے بڑے شکار کے جانور گھیر لیں گے تم پر اس طرح چھا جائیں گے کہ تم کو ان کے شکار کے لئے محنت کرنا نہ پڑے صرف تیروں یا ہاتھوں سے با آسانی ان کا شکار کرسکو خیال رکھنا اس وقت تمہارے دل شکار کے لئے بے تاب نہ ہو جائیں یہ تمہاری آزمائش ہوگی کہ کس کے دل میں خوف خدا ہے اور کس کے دل میں نہیں اس کے ذریعہ رب تعالیٰ زبانی اور دلی متقیوں میں چھانٹ کردے گا۔ خیال رکھنا کہ اس اطلاع کے بعد جو کوئی زیادتی یعنی قانون شکنی کرتے ہوئے وہ شکار کرلے گا تو اسے دنیا یا آخرت میں سخت سزا دی جائے گی۔ لہذا بہت احتیاط رکھنا شکار کو برے ارادہ سے دیکھنا بھی نہیں۔ خیال رہے کہ عام قانون یہ ہے کہ بحالت احرام شکار کرلینے سے اس جانور کی قیمت خیرات کرنا پڑتی ہے مگر حضرات صحابہ کرام کے اس شکار کرلینے پر صرف قیمت کی خیرات واجب نہ ہوتی بلکہ کوئی خاص سزا اس کے علاوہ بھی ہوتی کیونکہ اس شکار کرلینے میں صرف قانون شکنی نہ ہوتی بلکہ ربانی امتحان کی خلاف ورزی بھی ہوتی دیکھو یہود پر ہفتے کے دن شکار کرنا حرام تھا مگر ایلہ والوں کا شکار سے امتحان تھا ایلہ والوں نے شکار کرلیا تو بندر بنا دیئے گئے ان کے علاوہ اور یہود جو اس سے بارہا شکار کئے مگر ان پر یہ عذاب نہ آیا۔ قانون شکنی کی سزا اور ہے امتحان میں رہ جانے کی سزا کچھ اور کہ اس میں حکم ربانی کی بے ادبی بھی ہے یہاں اس سزا کا ذکر ہوا نہ اس کا ظہور ہوا کیونکہ اللہ کے فضل سے سارے صحابہ اس امتحان میں

www.alahazratnetwork.org

کامیاب رہے اس آیت کی مذکورہ سزا مخفی ہی رہ گئی۔

فائدے: اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے **پہلا فائدہ:** دنیا میں سختیاں دشواریاں رب تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے امتحانات ہیں اگر بندہ ان میں ثابت قدم رہے تو بڑا کامیاب ہے ان پر گھبرانا نہ چاہیے بلکہ راضی برضا رہنا چاہیے یہ فائدہ **لیبلونکم اللہ** سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ:** دنیا میں نعمتوں کی زیادتی ہر طرح کا عیش و آرام بھی حق تعالیٰ کی طرف سے بندوں کا امتحان ہے کہ ان میں مشغول ہو کر خود رب سے غافل نہ ہو جائے یہ فائدہ **بشیء من الصید** سے حاصل ہوا دیکھو رب نے احرام باندھے ہوئے صحابہ کے خیموں میں شکار داخل فرما دیئے اور ادھر صحابہ کو ممانعت فرما دی کہ خبردار انہیں ہاتھ نہ لگانا۔ **تیسرا فائدہ:** اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر بہت ہی مہربان ہے کہ انہیں امتحان سے پہلے آگاہ فرما دیتا ہے تاکہ اس امتحان میں کامیابی آسان ہو جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت پر قبر کے امتحان کے سارے پرچے آؤٹ کر دیئے کہ وہاں فلاں قسم کے پرچے ہوں گے۔ توحید، دین، نبوت، تم اس کے جواب یہ دو۔ دیکھو کوئی امتحان سے پہلے اگر پرچے شائع ہو جائیں تو گرفتار کر دیئے جاتے ہیں یہ ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے کرم و مہربانیاں۔

یا رب تو کریمی و رسول تو کریم صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم

چوتھا فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ تمام نبیوں کے صحابہ سے افضل ہیں دیکھو بنی اسرائیل کا دو بار امتحان لیا گیا جن میں وہ فیل ہی ہوئے ایک بار حضرت شمویل علیہ السلام کے زمانہ میں طالوت کے ساتھ جانے والے مجاہدین کا امتحان ہوا کہ یہ پیاسے تھے تم کو ٹھنڈے پانی کی نہر آئی تو حکم دیا کہ اس سے کوئی نہ پیئے مگر **فشربوا منه الا قليلا** ہزاروں میں سے صرف تین سو تیرہ پاس ہوئے باقی سب فیل۔ دوسری بار ایلہ والوں کا امتحان ہوا ان کو ہفتہ کے دن شکار کرنا حرام تھا اللہ کی شان کہ ہفتہ کے دن دریا میں مچھلیاں بہت نمودار ہوتیں یہ لوگ صبر نہ کر سکے سب نے شکار کر لیا اور ان پر عذاب الٰہی آ گیا کہ بندر بنا دیئے گئے **فقلنا لهم كونوا قردة خاسئين** مگر حضرات صحابہ کا جب اس وقت نہایت سخت امتحان ہوا تو ان میں سے کسی نے شکار کی طرف آنکھ بھر کر بھی نہ دیکھا تمام حضرات اول نمبر کامیاب رہے یہ ہے فرق اصحاب انبیاء اور اصحاب مصطفیٰ میں صلی اللہ علیہ وسلم شاگردوں کا فرق دیکھ کر ان کے معلموں کا فرق معلوم کرو۔ **پانچواں فائدہ:** حالت احرام صرف خشکی کے شکار حرام ہوتے ہیں دریائی جائز۔ لہٰذا محرم مچھلی کا شکار کر سکتا ہے یہ فائدہ **تناله ايديكم ورماحكم** سے حاصل ہوا کیونکہ دریائی شکار ہاتھ یا نیزہ سے نہیں کئے جاتے بلکہ بنسی یا جال سے کئے جاتے ہیں۔ اس کا ذکر اگلی آیت میں آ رہا ہے۔ **چھٹا فائدہ:** حالت احرام میں موذی جانوروں کا شکار حلال ہے جیسے چیل، کوا، دیوانہ کتا، شیر، بھیڑیا وغیرہ۔ یہ فائدہ بھی **تناله ايديكم ورماحكم** سے اشارۃً حاصل ہوا کہ یہ موذی جانور انسانوں کے خیموں میں نہیں آیا کرتے اس کا ذکر بھی ان شاء اللہ اگلی آیت میں آئے گا۔ **ساتواں فائدہ:** دل کے حال کا پتہ اعمال و افعال سے لگتا ہے نافرمانیاں کر کے یہ دعویٰ کرنا کہ ہم خدا سے ڈرتے ہیں جھوٹا دعویٰ ہے۔ یہ فائدہ **من يخافه بالغيب** سے حاصل ہوا۔ اگر دل میں اللہ کا خوف نبی کی شرم ہے تو ان کی اطاعت کرو۔ **آٹھواں فائدہ:** امتحان اور اس کی نوعیت کی خبر پہلے سے دے دینا امتحان کے خلاف نہیں۔ دیکھو رب تعالیٰ نے ان صحابہ کا شکار سے امتحان لیا مگر پہلے اس کی خبر دے دی قبر میں امتحان ہو گا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر مع امتحان کے سوالات کی خبر پہلے دے دی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کربلا میں حضرت حسین کو پیش آنے والے واقعات کی خبر پہلے دے دی لہٰذا

www.alahazratnetwork.org

مخالفین کا یہ کہنا کہ اگر حضرات انبیاء کرام کو علم غیب ہو تو پھر ان کے امتحانات بیکار ہو جائیں گے کیونکہ امتحان کے لئے امتحان دینے والے کی بے خبری ضروری ہے محض غلط ہے۔

پہلا اعتراض: اللہ تعالیٰ تو علیم و خبیر ہے اسے لوگوں کے امتحان کی کیا ضرورت ہے پھر وہ حضرات صحابہ کرام اور دوسرے مسلمانوں کے امتحان کیوں لیتا ہے۔ **جواب:** اس کا جواب دوسرے پارہ کے شروع آیت کریمہ **ولنبلونکم بشیء من الخوف** کی تفسیر میں گزر چکا کہ امتحان لینے والے کے علم کے لئے نہیں ہوتا بلکہ کبھی دوسروں کو بتانے کے لئے ہوتا ہے رب تعالیٰ جب کسی بندے کو اعلیٰ مقام دینا چاہتا ہے تو دنیا میں اس کا امتحان لے کر کامیاب کرکے پھر دیتا ہے تاکہ دوسرے بندے اس مقام کے دینے پر اعتراض نہ کریں حضرات صحابہ کرام کا امتحان اسی لئے تھا۔ **دوسرا اعتراض:** اللہ تعالیٰ کا علم قدیم ہے وہ ہمیشہ سے علیم و خبیر ہے پھر یہ فرمانا کیونکر درست ہوا **لیعلم اللہ** تاکہ اللہ جان لے کیا وہ پہلے سے نہیں جانتا۔ **جواب:** اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ یہاں علم سے مراد دیکھنا ہے یعنی علم مشاہدہ یہ علم کسی چیز کے ہو جانے کے بعد ہی ہوتا ہے یا اللہ کے جاننے سے مراد ہے اللہ کے بندوں کا جان لینا کہ ان کا جاننا اللہ کا ہی جاننا ہے۔ **تیسرا اعتراض:** اللہ تعالیٰ کا خوف تو ہر حال میں چاہئے غائبانہ ہو یا حاضرانہ پھر یہ کیوں فرمایا گیا **من یخافہ بالغیب**۔ **جواب:** جیسے ایمان کے لئے ضروری ہے کہ **بالغیب** ہو یوں ہی خوف کے لئے ضروری ہے کہ بالغیب ہو اسی خوف پر ثواب ملے گا مرتے وقت تو کافر بھی خوف کرنے لگیں گے۔ جس خوف کی قدر ہے وہ خوف بالغیب ہے اس لئے یہاں خوف بالغیب کا ذکر فرمایا۔ **چوتھا اعتراض:** اس آیت کریمہ میں ارشاد ہوا کہ جو کوئی حد سے بڑھے گا یعنی اس موقعہ پر شکار کرلے گا اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔ حالانکہ بحالت احرام شکار کر لینے پر صرف کفارہ واجب ہوتا ہے جیسا کہ اگلی آیت میں آرہا ہے کفارہ عذاب نہ دردناک پھر یہ فرمان کیونکر درست ہوا۔ **جواب:** ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا کہ یہاں حد سے بڑھنے سے مراد ہے اس شکار کو جائز سمجھ لینا پھر شکار کرنا یہ کفر ہے اور کافر کے لئے عذاب دردناک ہے یا دردناک عذاب سے کوڑے لگانا مراد ہے یہ کوڑے صرف اس شکار کے لئے تھے لہٰذا آیت واضح ہے۔

تفسیر صوفیانہ: اطاعت والوں کا ایمان اور درجہ کا ہے محبت والوں کا ایمان دوسرے درجہ کا یوں ہی مطیعوں کا حج و عمرہ اور محبین کا اور نماز روزہ حج زکوٰۃ سب میں یہ فرق مراتب ہے کسی کی یہ عبادات اور ہیں اعلیٰ کی کچھ اور۔

نماز زاہداں سجدہ سجودے نماز عاشقاں ترک وجودے

دنیا گویا حدیبیہ کا میدان ہے عاشقین مولیٰ گویا محرمین ہیں دنیا کی لذات اور رب تعالیٰ سے غافل کرنے والی چیزیں گویا وہ شکار ہیں جو مشتاق کے خیموں میں پھیلے ہوئے ہیں ان میں سے جانی لذات تو ہاتھوں سے حاصل ہوتے ہیں اور مالی و جاہی لذات نیزوں تیر کمان سے حاصل کئے جاتے ہیں۔ فرمایا گیا کہ اے لوگو جو محبین کا ایمان اختیار کرکے دنیاوی لذات سے ایک طرف ہو بیٹھے اور حج وصول اور عمرہ وصال کا احرام باندھ چکے۔ خیال رکھو کہ اس راہ سلوک طے کرنے کی حالت میں تمہیں نفسانی حیوانی شہوانی لذات کے شکار گھیر لیں گے جو تم کو بہت آسانی سے حاصل ہو سکیں گے۔ خیال رکھنا کہ ان شکاروں سے بچے رہو تاکہ تمہارا احرام قائم رہے اگر تم حد سے بڑھے تو محرومی کے عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے یہ عذاب بہت دردناک ہوگا کہ معرفت کے

www.alahazratnetwork.org

بعد رجوع من اللہ واصل بخدا شد ب حضرات مولانا فرماتے ہیں

قلب چوں تذبیہ شد در زماں! زر در آمد شد زری او حیاں!
دست و با انداخت زر مرده شش! دوزخ آتش ہمی خند ور حش

خالص سونا اور ملاوٹ دار دونوں ہی پیلے ہوتے ہیں مگر خالص سونا وہ ہے جو آگ میں جاکر پیلا رہے سیاہ نہ ہو جاوے یوں ہی مومن و منافق دونوں ہی کلمہ پڑھتے ہیں مگر خالص مومن وہ جو امتحان کی آگ میں سرخرو رہے (تفسیر روح البیان) عاقل شکاری شیر و چیتے وغیرہ کو شکار کر لیتا ہے۔ غافل شکاری ان کے ہاتھوں شکار ہو جاتا ہے مومن دنیا کو شکار کرتا ہے کافر اور غافل دنیا کے ہاتھوں شکار ہو جاتا ہے فرمایا گیا اے مسلمانو اللہ تمہارا اس شکار کے ذریعہ امتحان فرما رہا ہے تم شکار کرنا خود شکار نہ ہو جانا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ دنیا کو شکار کرنے یا دنیا کے ہاتھوں شکار ہو جانے کی تین علامتیں ہیں۔ اگر دنیا دل میں آجاوے تو بندہ خود شکار ہو جاتا ہے اگر دل دنیا سے الگ رہے تو شکار کر لیتا ہے اگر دنیا دین کے ماتحت تابع ہو کر رہے تو بندہ شکار کرتا ہے اور اگر دنیا غالب ہو جاوے کہ اس کے ساتھ دین نہ رہے تو بندہ شکار ہو جاتا ہے اس لئے اسلام نے اعضاء بدن مال وغیرہ سب میں شرعی احکام رکھے تاکہ دنیا دین کے ساتھ رہے خالص نہ ہوتے پائے اگر دنیا صرف دین کی حدود کے ساتھ مل جاوے تو بندہ دنیا کو شکار کر لیتا ہے اگر محض صرف بندہ دنیا کا ہو جاتا ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے ہم کو صدہا تکوینی حدود میں رکھا ہے کہ ہماری زندگی موت بچپن جوانی بڑھاپا کھانے پینے سونے جاگنے بیماری تندرستی کی حدیں ہیں جن کے اندر ہم کو رہنا پڑتا ہے یوں ہی شرعی حدیں بہت ہیں ہمارے اعضاء مال وغیرہ سب پر شریعت کا کنٹرول ہے پھر جیسے تکوینی حدود بعض دائمی ہوتی ہیں بعض عارضی بیماری میں بہت سی غذاؤں پر عارضی پابندیاں لگ جاتی ہیں ایسے ہی تشریعی پابندیاں بعض دائمی ہیں بعض عارضی جھوٹ کبھی نہ بولو گالی کبھی نہ بکو حرام کبھی نہ کھاؤ یہ دائمی حدود ہیں نماز میں ادھر ادھر نہ دیکھو کسی سے بات نہ کرو یوں ہی احرام میں سلا کپڑا نہ پہنو شکار نہ کرو یہ عارضی حدیں ہیں ان میں سے کوئی حد توڑے گا اسے دردناک عذاب ہوگا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا

اے وہ لوگو جو ایمان لائے نہ قتل کرو تم شکار کو حالانکہ تم احرام والے ہو اور جو تم میں سے قتل کرے شکار ارادۃً

اے ایمان والو شکار نہ مارو جب تم احرام میں ہو اور تم میں جو اسے قصداً قتل کرے تو

فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًاۢ بٰلِغَ

تو بدلہ ہے اس کی مثل جو قتل کیا جانوروں سے حکم کریں اس کا دو انصاف والے تم میں سے ہدیہ پہنچنے والی

اس کا بدلہ یہ ہے کہ ویسا ہی جانور مویشی سے دے تم میں کے دو ثقہ آدمی اس کا حکم کریں

الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَ

کعبہ تک یا کفارہ ہے مسکینوں کا کھانا یا اس کی برابر روزے تاکہ چکھے وہ وبال اپنے کام کا

قربانی ہو کعبہ کو پہنچتی یا کفارہ دے چند مسکینوں کا کھانا یا اس کے برابر روزے کہ اپنے کام کا وبال

www.alahazratnetwork.org

بَالَ اَمْرِهٖ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾

معاف کر دیا اللہ نے اس سے جو گزر چکا اور جو ہوئے گا تو بدلہ لے گا اس سے اللہ اور اللہ غالب

جنکہ اللہ نے معاف کیا جو ہو گزرا اور جو اب کرے گا تو اللہ اس سے بدلہ لے گا اور اللہ غالب

حکمت والا ہے

ہے بدلہ لینے والا

تعلق : اس آیت کریمہ کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیت میں احرام والے صحابہ کرام کے ایک خاص امتحان کا ذکر ہوا جو شکار کے ذریعہ لیا گیا۔ اب بحالت احرام شکار کی عام ممانعت ہے۔ کہ کوئی شخص بحالت احرام یا حرم شریف کی حدود میں شکار نہ کرے گویا یہ آیت حکم خاص کے بعد عام حکم بیان فرما رہی ہے۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیت کریمہ میں فرمایا گیا تھا کہ جو کوئی بحالت احرام شکار کرے گا اسے سزا دی جائے گی۔ اس سزا کی تفصیل پہلے عرض کی گئی اب فرمایا جا رہا ہے کہ اس جرم پر صرف سزا ہی نہ دی جائے گی بلکہ کفارہ بھی دینا لازم ہوگا۔ گویا شکار کی سزا کے بعد کفارہ کا ذکر ہوا۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیت کریمہ میں اس شکار کی حرمت بیان ہوئی جو محرم کے پاس خود پہنچ جائیں اب مطلقاً شکار کی حرمت کا ذکر ہے خواہ وہ محرم کے پاس خود آجائیں یا محرم ان کے پاس پہنچے۔

شان نزول : ایک عمرہ کے موقعہ پر حضرت ابوالیسر نے بحالت احرام حمار وحشی یعنی ایک بیل گائے کا شکار کر لیا لوگوں نے ان پر اعتراض کیا تو وہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور اپنے اس قصور کی خبر دی اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (تفسیر روح المعانی خزائن، تفسیر مدارک)۔

تفسیر : یا ایھا الذین امنوا چونکہ احکام شرعیہ خصوصاً اسلامی عبادات اور کفارات صرف مسلمانوں پر ہی لازم ہیں اور اس آیت میں احرام و حرم مکہ معظمہ کے احکام اور احرام کی حالت میں یا حرم شریف میں شکار کرنے پر کفارات کا ذکر ہے اس لئے اس آیت کو مسلمانوں سے خطاب سے شروع فرمایا تاکہ معلوم ہو کہ یہ احکام مسلمانوں کے ہیں کفار پر جاری نہیں **لا تقتلوا الصید** صید یا مصدر ہے بمعنی شکار کرنا مگر یہاں بمعنی مفعول ہے بمعنی شکاری جانور ہر وحشی جانور شکار ہے خواہ حلال ہو جیسے ہرن نیل گائے وغیرہ یا حرام جیسے بھیڑیا چیتا وغیرہ خواہ پرندہ ہو جیسے کبوتر فاختہ وغیرہ یہ تو یہاں شکار سے خشکی کے شکار مراد ہیں کیونکہ بحالت احرام دریائی شکار مچھلی وغیرہ حلال ہیں جیسا کہ اگلی آیت میں آرہا ہے اور خشکی کے شکاروں میں سے بھی چند جانور مستثنیٰ ہیں۔ چیل کوا چوہا بچھو کتا بھیڑیا اور خونخوار جانور جیسا کہ حدیث شریف میں ہے خیال رہے کہ یہاں نہ تو فرمایا **لا تصیدوا** (شکار نہ کرو) نہ فرمایا **لا تذبحوا الصید** (شکار کو ذبح نہ کرو) بلکہ ارشاد ہوا **لا تقتلوا الصید** شکار کو قتل نہ کرو تاکہ معلوم ہو کہ محرم کا کیا ہوا شکار مقتول ہے مذبوح نہیں یعنی مردار ہے حلال نہیں اسے نہ تو محرم کھا سکتا ہے نہ کوئی اور (تفسیر روح البیان و روح المعانی و تفسیر احمدی وغیرہ) تفسیر بیضاوی نے فرمایا کہ محرم کا مارا ہوا شکار مردار ہے جیسے کہ اوقرا ذبح ہو۔

جانور۔ بعض نے فرمایا کہ مردار تو نہیں مگر اس کا کھانا ٹھیک نہیں جیسے غاصب کوئی مغصوب جانور ذبح کرے تمام شافعی کے ہاں شکار صرف حلال وحشی جانور کو کہتے ہیں حرام وحشی شکار نہیں مگر مذہب احناف قوی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

صید الملوک ثعالب وارانب — واذا رکبت فصیدی الابطال

عرب کا ایک اور شاعر کہتا ہے۔

لیث تردی زبیة فاصطید!

ان اشعار میں لومڑی کو بھی شکار کہا گیا بہر حال شکار ہر وحشی جانور ہے حلال ہو یا حرام اور ہر شکار پر کفارہ مذکورہ واجب ہے **وانتم حرم** یہ عبارت **لا تقتلوا** کے فاعل سے حال ہے حرم جمع ہے حرام کی جیسے روح جمع ہے رواح کی (تفسیر مدارک و روح المعانی) حرام سے مراد ہے احرام باندھنے والا خواہ حج کا یا عمرہ کا یا حرم شریف کی زمین میں داخل ہونے والا خواہ احرام میں ہو یا نہ ہو لہذا محرم کہیں شکار نہیں کر سکتا نہ حرم میں نہ حل میں اور حدود حرم مکہ میں کوئی شکار نہیں کر سکتا خواہ محرم ہو یا حلال یہ آیت ان سب کو شامل ہے خیال رہے کہ حدود حرم جن میں شکار کرنا حرام ہے حسب ذیل ہیں مکہ معظمہ سے جانب مشرق چھ میل جانب مغرب بارہ میل جانب جنوب اٹھارہ میل جانب شمال چوبیس میل (تفسیر روح البیان) ان حدود میں ہمیشہ شکار کرنا حرام ہے نہ محرم شکار کرے نہ حلال **ومن قتله منکم متعمدا** اب اس جرم کی سزا کا ذکر ہے یعنی کفارہ دینے کا بیان بھی **منکم** کی قید کا ذکر فرمایا گیا کہ یہ مذکورہ کفارہ صرف مسلمان پر ہے قتل سے مراد مطلقا مارڈالنا ہے خواہ تیر سے شکار کو مار دے یا بندوق سے یا لاٹھی یا پتھر سے یا گلا دبا کر سب کا کفارہ ہے یہاں مذکور ہے **متعمدا** سے مراد یہ ہے کہ اسے اپنا احرام بھی یاد ہو یا زمین حرم ہونا بھی معلوم ہو اور یہ بھی خبر ہو کہ اس حالت میں شکار حرام ہے۔ قرآن مجید نے عمداً شکار پر کفارہ واجب کیا اور حدیث شریف نے خطاء پر لہذا ہر شکار پر کفارہ ہے خواہ عمداً ہو یا خطاء یہی اس مقام کی تحقیق ہے **فجزاء مثل ما قتل من النعم** یہ عبارت **قتله** کی خبر ہے چونکہ من میں شرط کے معنی تھے اس لئے یہاں ف آئی جزاء مبتدا محذوف الواجب کی خبر ہے یا علیہ پوشیدہ کا مبتدا اور مثل صفت ہے حرا کی امام شافعی و امام محمد کے ہاں مثل سے مراد صوری مثل ہے یعنی جو جانور شکار کیا ہے اس کا ہم شکل جانور خرید کر ذبح کرے چنانچہ اگر ہرن مارا ہے تو بکری اگر نیل گائے ماری ہے تو گائے اگر شتر مرغ مارا ہے تو اونٹ اگر جنگلی کبوتر شکار کیا ہے تو بکری کا بچہ ذبح کرے۔ ہمارے امام اعظم اور امام ابو یوسف کے ہاں مثل سے مراد معنوی مثل ہے یعنی مارے ہوئے جانور کی قیمت **من النعم** امام شافعی کے ہاں مثل کا بیان ہے اور امام اعظم کے ہاں **ما قتل** کا بیان یعنی وحشی ہو یا دونوں جانوروں۔ خیال رہے کہ جن شکاری جانوروں کی مثل صوری نہ ہو جیسے چڑیا وغیرہ ان کے متعلق امام شافعی بھی فرماتے ہیں کہ وہاں قیمت ہی واجب ہوگی۔ امام اعظم کا فرمان بہت ہی قوی ہے کیونکہ ان کے ہاں مثل کے معنی ہر صورت عام ہیں کسی صورت میں فرق نہیں کرنا پڑے گا امام شافعی کے ہاں کہیں مثل صوری مراد لینا ہوگا کہیں مثل معنی یعنی قیمت۔ آگے ارشاد ہے **یحکم به ذوا عدل منکم** اگر مثل سے مراد صوری مثل ہو تا تو دو عادلوں کے فیصلہ کرنے کی کیا ضرورت فیصلہ تو قیمت کا ہی ہوگا **یحکم** صفت ہے حرا کی یا مثل کی **ذوا عدل** سے مراد وہ دو آدمی ہیں جنہیں جانوروں کی قیمت لگانے کا تجربہ ہو **منکم** فرما کر بتایا کہ یہ فیصلہ کرنے والے مسلمان متقی ہوں کافر یا فاجر نہ ہوں یعنی اس شکاری پر اس شکار

www.alahazratnetwork.org

کے دوسرے جانور کی قیمت واجب ہے اس قیمت کا فیصلہ جائے شکار یا اس کے قریبی بستی کے دو آدمی متقی مسلمان جنہیں قیمت لگانے کی مشق ہو کریں اگرچہ ایک آدمی کی قیمت لگانے کا بھی اعتبار ہے مگر دو سے قیمت لگوانا بہتر ہے **هديا بالغ الكعبة** **هديا** یا تو حوا کا حال ہے یا بہ کی ضمیر کا اور **بالغ الكعبة** **هديا** کی صفت ہے کیونکہ **بالغ الكعبة** اضافت لفظی ہونے کی وجہ سے ھدیا کی طرح نکرہ ہے۔ ہدی وہ جانور ہے جو حرم شریف میں لے جا کر ذبح کیا جائے ثواب کے لئے ہدی بکری ہوتی ہے یا گائے یا اونٹ کعبہ سے مراد حدود حرم مکہ معظمہ میں کیونکہ خاص کعبہ میں جانور ذبح نہیں کئے جاتے یعنی اگر اس شکار کی قیمت اتنی ہو کہ اس سے ہدی خریدی جاسکے تو شکاری کو اختیار ہے کہ یا تو اس کی ہدی خرید کر حرم شریف میں لے جا کر ذبح کرے **او كفارة طعام مساكين** یہ عبارت یا تو جزاء پر معطوف ہے یا من النعم کے محل پر معطوف ہے اور طعام مساکین کفارہ کا بیان ہے یعنی اس صورت میں شکاری کو اختیار ہے کہ یا تو وہ اس کی قیمت سے ہدی خرید کر حرم شریف میں لے جا کر ذبح کرے یا اس قیمت سے گندم یا جو وغیرہ خرید کر مساکین کو دے ہر مسکین کو گندم کا آدھا صاع یا جو کا پورا صاع **او عدل ذلك صياما** یہ عبارت کفارہ پر معطوف ہے اور ذلک سے اشارہ طعام کی طرف ہے عدل کے معنی ہوتے ہیں برابر اگر عین کے کسرہ سے ہو تو اسی جنس کا برابر مراد ہوتا ہے اگر عین کے فتحہ سے ہو تو غیر جنس سے برابر مراد ہوتا ہے (تفسیر احمدی' روح البیان وغیرہ) چونکہ روزے کھانے کی غیر جنس ہیں اس لئے یہاں عدل عین کے فتح سے ارشاد ہوا یعنی اگر شکاری چاہے تو بجائے کھانا دینے کے روزے رکھے کہ ہر مسکین کے کھانے کے عوض ایک روزہ۔ خیال رہے کہ ہدی تو صرف حرم شریف میں ہی ذبح ہوگی مگر کھانا اور روزے ہر جگہ ادا ہو سکتے ہیں کیونکہ ہدی میں **بالغ الكعبة** کی قید لگائی گئی ان دونوں میں یہ قید نہیں ہے امام شافعی کے ہاں صدقہ میں بھی حرم کی قید ہے کہ کھانا وہاں کے ہی مسکین کو دے مگر روزے میں ان کے ہاں بھی گنجائش ہے کہ خواہ حرم شریف میں رکھے یا اور جگہ خیال رہے کہ یہ کفارہ کی ہدی اگر ذبح کی جائے تو صرف حرم میں لیکن اگر کسی مسکین پر خیرات کر دی جائے تو اور جگہ بھی درست ہے کہ اب وہ ہدی نہیں بلکہ صدقہ ہے طعام کی طرح نیز اگر اس قیمت کا کھانا دے تو فی مسکین آدھا صاع گندم دے اگر یہ جانور ہی فقیر کو دینا ہے تو ایک ہی کو دے سکتے ہیں (تفسیر احمدی' روح المعانی) یہ بھی خیال رہے کہ شکاری کے لئے بھی یہ ہی جزائیں ہیں اور شکاری کی مدد کرنے والے اشارہ کرنے والے پر بھی یہی جزائیں ہیں۔ بحکم حدیث امام شافعی کے ہاں صرف شکاری کی یہ جزائیں ہیں دوسرے مددگاروں کی نہیں (تفسیر احمدی) **ليذوق وبال امره** یہ عبارات نتیجہ ہے گذشتہ تمام جزاؤں کا لیذوق متعلق ہے جزاء پوشیدہ فعل کے وبال بنا ہے وبل سے جس کے معنی بوجھ اس لئے بہت زیادہ بارش کو وابل ثقیل غذا کو جو ہضم نہ ہو وبیل دھوبی کے ڈنڈے کو جس سے دھوبی کپڑے کوٹتا ہے وبیل کہتے ہیں (روح المعانی وغیرہ) امرہ کی ضمیر یا تو رب تعالیٰ کی طرف ہے تب امر سے مراد حکم ہے یا اس کا مرجع خود شکاری ہے تو امر سے مراد جرم ہے یعنی یہ جزائیں اس لئے واجب ہوئیں کہ شکاری محرم اپنے جرم کی سزا بھگتے یا یہ جزائیں اس لئے ہوئیں کہ محرم شکاری اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرنے کا وبال چکھے اور آئندہ اس جرم سے باز رہے **عفا الله عما سلف** اس عبارت میں گذشتہ شکاروں کی معافی کا اعلان فرمایا گیا عما میں ما سے مراد شکار ہیں اور سلف سے مراد ہے اس قانون بننے سے پہلے یا اسلام کی تشریف آوری سے پہلے جو مجرموں نے شکار کرلئے مقصد یہ ہے کہ تم نے بحالت احرام اسلام سے پہلے یا یہ حکم آنے سے پہلے جو شکار کرلئے وہ معاف کر دیئے گئے ان پر نہ تو دنیا میں یہ جزا واجب ہوگی نہ آخرت میں پکڑ اگرچہ چاہئے تو یہ تھا کہ ان شکاروں پر بھی پکڑ ہو کیونکہ اسے اس

www.alahazratnetwork.org

عرب تم لوگ دین ابراہیمی پر تھے ان کے دین میں بحالت احرام شکار حرام تھا نیز جاہلیت کے لوگ بھی اسے حرام سمجھتے تھے **ومن عاد فینتقم اللہ منہ** اس عبارت میں اس محرم کا ذکر ہے جو ایک بار شکار کرکے جزاء و کفارہ دے کر دوبارہ پھر شکار کرے من سے مراد ہے محرم عامہ ست مراد ہے دوبارہ شکار کرے خواہ پہلے شکار کی جزاء دے کر یا بغیر دیئے من مبتدا ہے معنی شرط اور فینتقم سے پہلے **ھو** پوشیدہ ہے **فھو ینتقم** کیونکہ جب مضارع جزاء ہو تو اس پر ف جزائیہ نہیں آتی لہٰذا اسے جملہ اسمیہ بنایا جاوے۔ (روح المعانی، خازن وغیرہ) انتقام یعنی بدلہ لینے سے مراد ہے اس پر دوبارہ جزاء کفارہ واجب فرمانا یہی عام علماء فقہا کا مذہب ہے مگر سیدنا عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ہے صرف اخروی گناہ ان کے نزدیک دوبارہ شکار کر لینے پر جزاء و فدیہ واجب نہیں مگر یہ قول جمہور علماء کے خلاف ہے بہر حال خواہ محرم میں یکبارگی چند شکار کرے یا آگے پیچھے کرے اس پر فی شکار ایک جزاء واجب ہوگی جتنے شکار اتنی جزائیں **واللہ عزیز ذو انتقام** اس عبارت میں قانون کی اہمیت کا اظہار ہے یعنی یہ قانون ہے رب تعالیٰ کا اور وہ تو غالب و قادر بھی ہے کہ سب اس کے بندے ہیں بدلہ لینے والا سزا دینے والا بھی کہ کوئی اسے سزا دینے بدلہ لینے سے روک نہیں سکتا لہٰذا اس سے ڈرو اور احرام میں شکار سے بچو۔

خلاصہ تفسیر: یہ آیت کریمہ بڑے ہی معرکہ کی ہے بحالت احرام شکار کر لینے کے متعلق ائمہ مجتہدین میں بڑا اختلاف ہے اور تمام علماء کا استدلال اسی آیت سے ہے اس لئے اس آیت کی بہت تفسیریں ہیں ہم مطابق مذہب حنفی خلاصہ تفسیر عرض کرتے ہیں جو کہ نہایت ہی قوی اور مدلل ہے جیسا کہ تفسیر میں عرض کیا گیا اے ایمان والو خبردار احرام میں یا حرم شریف میں کوئی خشکی کا شکار نہ کرنا سوا ان چند جانوروں کے جنہیں محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے مستثنیٰ کر دیا احرام خواہ حج کا بندھا ہو یا عمرہ کا بہرحال اس میں شکار حرام ہے جو احرام والا یا حرم شریف میں داخل ہونے والا عمداً ایسا شکار قتل کرکے مجرم ہو جاوے وہ شکار کی جگہ یا اس سے قریب بستی میں دو عادل متقی قیمت جاننے والوں سے اس کی قیمت لگوا لے اگر اس کی قیمت بدی کو پہنچ جاوے یعنی اس قیمت کی بکری یا گائے یا اونٹ آ سکے تب اس کو تین چیزوں کا اختیار ہے ایک یہ کہ اس قیمت کی ہدی خرید کر حرم شریف میں پہنچا کر ذبح کرے وہاں کے فقراء اس کا گوشت کھالیں یا اس قیمت کا غلہ خریدے اور وہاں ہی یا حرم شریف پہنچ کر اسے مساکین میں تقسیم کرے فی مسکین آدھا صاع (سوا دو سیر) گندم یا ایک صاع یعنی ساڑھے چار سیر جو دے یا فی مسکین غلہ کے صدقہ کے عوض ایک روزہ رکھے کہ اگر اس قیمت سے دس صاع گندم آتی ہے تو بیس روزے رکھے روزے خواہ وہاں ہی رکھے یا حرم شریف پہنچ کر یہ سزا اسی لئے ہے کہ یہ شکاری اپنے اس جرم کا وبال چکھے اور آئندہ ایسی حرکت نہ کرے اس آیت کے نزول سے پہلے جو کچھ تم بحالت احرام شکار کر چکے ہو اگرچہ ان پر بھی سزا تو چاہئے تھی مگر خیر ہم نے معاف فرما دیا جو کوئی دوبارہ پھر شکار کرے خواہ پہلے شکار کی سزا بھگت کر یا اس سے پہلے اللہ تعالیٰ اس سے بھی یہی بدلہ لے گا کہ اس کو دوبارہ یہی سزا بھگتنا پڑے گی اللہ سے ڈرو وہ بڑا غالب بھی ہے بدلہ لینے والا بھی اسے کوئی سزا سے روک نہیں سکتا۔

تتمہ: جب محرم بھوک سے مر رہا ہو اور سامنے مردار بھی ہو اور شکار بھی تو امام زفر کے ہاں مردار کھالے شکار نہ کرے کہ مردار کی حرمت ایک وجہ سے ہے اور اس شکار کی حرمت چند وجہ سے مگر امام اعظم کے نزدیک شکار کرکے کھائے اور اس کا کفارہ دے، مردار نہ کھائے کہ مردار کی حرمت دائمی ہے اس شکار کی حرمت عارضی کہ احرام کھل جانے یا حرم سے باہر نکل جانے

www.alahazratnetwork.org

نہ تم پر باقی ہے (از روح و تفسیر روح المعانی) اگر سردار اور شکار ذبح ہو۔ وجہ یہ ہو تو سب کے نزدیک یہ شکار کھانا مردار کھانا ہے (دیکھو روح المعانی)

فائدے: اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ۔ احرام و حرم کے یہ احترامات یعنی شکار کی یہ جزائیں صرف مسلمانوں کے لیے ہیں۔ کفار ان کے مکلف نہیں یہ فائدہ اس آیت کے اول میں **یا ایہا الذین امنوا** فرمانے سے حاصل ہوا دوسرا فائدہ۔ جو لاوارث بے یار و مددگار اللہ کے پیاروں کی پناہ لے لے وہ دنیاوی آفات سے بھی بچ جاتا ہے۔ یہ فائدہ **لا تقتلوا الصید** فرمانے سے حاصل ہوا کہ پالتو جانور اپنے مالک کی امان میں ہے اس کا ذبح حرم و احرام میں جائز ہے۔ شکاری جانور لاوارث بے یار مددگار ہے اس نے کعبہ معظمہ کی امان لی کہ اس کے حدود حرم میں آگیا تو وہ امان پا گیا کہ اس کا شکار کرنا حرام قرار دیا لہذا اگر ہم جیسے نکارے مجرم جن کا کوئی والی وارث نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن میں پناہ لیں تو انشاء اللہ دنیا و آخرت کے عذاب سے بچ جائے گے۔

یارسول اللہ بدرگاہت پناہ آوردہ ام!　　ہمچو کاہ آدم کو ہے کناہ آوردہ ام

میں مجرم ہوں آقا مجھے ساتھ لے لو　　کہ رستہ میں ہیں جا بجا تھانے والے

تیسرا فائدہ: کعبہ معظمہ کی حدود حرم کعبہ کا امن پناہ ہیں کہ جو ان حدود میں آگیا یا کعبہ میں آگیا کعبہ نے اسے پناہ دے دی ویسے ہی حضرات اولیاء اللہ و علماء دین کعبہ مصطفوی کے حدود حرم ہیں جو ولی کی نگاہ میں آگیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امان میں آ لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حرم کرم تمام عالم میں پھیلا ہوا ہے کوئی آئے تو سہی یہ فائدہ **وانتم حرم** کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **ومن دخله كان امنا** خیال رہے کہ حرم کعبہ اور حرم جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں بڑا فرق ہے حرم کعبہ میں شکار کو شکاری سے امان ہے۔ حرم مصطفوی میں گنہگار کو عذاب نار اور قہر باری سے امان ہے صلی اللہ علیہ وسلم خدا اس حرم سے الگ نہ کرے۔

دل کو ان سے خدا جدا نہ کرے!　　بے کسی لوٹ لے خدا نہ کرے

چوتھا فائدہ: محرم اور حدود حرم کا ذبح کیا ہوا شکار حرام ہے مثل مردار کوئی نہیں کھا سکتا نہ محرم نہ دوسرا کوئی اور یہ فائدہ **ومن قتله** سے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ نے **من ذبحها من صادہ** نہ فرمایا بلکہ **قتله** فرمایا فقہی معمے: ہم تیزی ذہن کے لیے چند فقہی معمے عرض کرتے ہیں۔ معمہ وہ کون مسلمان ہے جس کا ذبیحہ حرام ہے۔ حل۔ وہ احرام باندھا ہوا مسلمان ہے جس کا ذبیحہ شکار حرام ہے۔ حتی کہ بعض ائمہ والوں کے ہاں یہ مردار ہے۔ بھی یہ تحت معمہ ما علامہ تفسیر میں عرض کیا گیا۔ معمہ وہ کون مسلمان ہے جس پر اس کی بیوی حرام ہے۔ حل: یہ وہ حاجی ہے جو حج کے طواف زیارت کے بغیر واپس آجائے وہ جب تک پھر مکہ معظمہ جا کر طواف زیارت نہ کرے تب تک اس کی بیوی اس پر حرام ہے معمہ۔ وہ کون سا مسلمان ہے کہ جب نماز پڑھے تو ہو جائے بعد میں وہ درست نماز خود بخود باطل ہو جائے۔ حل۔ یہ وہ شہری مسلمان ہے جو جمعہ کے دن نماز ظہر اپنے گھر پڑھ لے پھر بعد نماز جمعہ کی نماز کے لئے مسجد میں آئے وہاں جمعہ کی نماز تیار پائے اس کی ظہر پہلے درست ہوئی تھی اب نماز جمعہ پالینے کی وجہ سے اس کی ظہر باطل ہو گئی۔ معمہ: وہ کون مسافر ہے جو اپنے گھر میں نماز ادا پڑھے مگر قصر پڑھے۔ حل: یہ وہ شخص ہے جس نے لمبا سفر کا ارادہ کیا ہو اپنے گھر سے بہ ارادہ سفر نکلے کچھ دور جا کر نماز قصر شروع کر دے دوران نماز وضو ٹوٹ جائے وہ گھر میں

لوٹ کر وضو کرے وہاں ہی یہ نماز پوری کرے تو یہ شخص یہ نماز قصر کرے گا۔ **معمہ** وہ کون مسلمان ہے کہ دس سال نماز پڑھے تو نہ ہو کچھ عرصہ بعد وہ باطل نماز بغیر اعادہ خود بخود ہو جائے۔ **حل** یہ وہ صاحب ترتیب مسلمان ہے جس کی ایک نماز رہ جائے وہ اسے بغیر قضا کئے ہوئے اگلی نماز میں پڑھتا رہے۔ چونکہ اس پر ترتیب فرض تھی اس لئے اس کی کوئی نماز نہ ہوگی مگر جب یہ نمازیں پانچ سے زیادہ ہو جائیں گی تو سب درست ہو جائیں گی کہ اب اس پر ترتیب فرض نہ رہی۔ **پانچواں فائدہ** اگر محرم شکاری ہدی دے تو اس کا حرم شریف میں جا کر ذبح کرنا ضروری ہے، حل میں اسے ذبح نہیں کر سکتا لیکن اگر مساکین کو صدقہ یا روزے سے کفارہ دے تو ہر جگہ دے سکتا ہے کیونکہ اس آیت کریمہ میں ہدی میں قید لگا دی گئی بالغ الکعبہ کی مگر مسکینوں کو کھانا دینے اور روزوں میں یہ قید نہیں اسے مطلق رکھا گیا۔ مقید میں قید ہے مطلق میں اطلاق۔ **مسئلہ** حرم یا احرام میں شکار کے تین کفارے ہیں، ایک یہ کہ اس شکار کی قیمت کا جانور خرید کر حرم شریف کی حدود میں ذبح کرے۔ دوسرے یہ کہ اس قیمت کی گندم خرید کر ہر مسکین کو فطرے کی بقدر یعنی سوا دو سیر دے۔ تیسرے یہ کہ ہر سوا دو سیر کے عوض ایک روزہ رکھے۔

مسئلہ اگر محرم چند شکار کرے تو ہر شکار کا مستقل ایک کفارہ واجب ہوگا۔ **مسئلہ** حدیث شریف سے ثابت ہے کہ محرم کا شکاری کو کسی قسم کی مدد دینا بھی حرام ہے نہ اسے شکار بتائے نہ بندوق وغیرہ اٹھا کر دے نہ چھری وغیرہ میں مدد دے اگر کرے گا تو اس پر بھی کفارہ مذکورہ واجب ہوگا۔ **مسئلہ** ان مذکورہ کفارات میں یہ اختیار خود شکاری محرم کو ہوگا کہ وہ چاہے تو ہدی دے چاہے مساکین کو کھانا دے، چاہے روزے رکھے قیمت لگانے والے حاکموں کو نہیں یہی امام اعظم کا مذہب ہے (تفسیرات احمدیہ)۔ **چھٹا فائدہ** مدینہ منورہ کی حدود میں شکار کر لینے پر مذکورہ کفارہ واجب نہیں یہی امام اعظم کا قول ہے امام شافعی کے ہاں وہاں کے شکار پر بھی کفارہ واجب ہے امام اعظم کی دلیل یہی آیت ہے کہ یہاں ارشاد ہوا **وانتم حرم**۔ **ساتواں فائدہ** اگر محرم شکار کا کفارہ ادا کرنے کے بعد پھر دوسرا شکار کرے تو اس پر دوسرا کفارہ واجب ہوگا۔ یہ فائدہ **ومن عاد فینتقم الله** سے حاصل ہوا امام اعظم کا یہی مذہب ہے حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ پھر کفارہ واجب نہ ہوگا وہ یہاں انتقام سے مراد لیتے ہیں صرف اخروی عذاب باقی صحابہ دنیاوی کفارہ اور اخروی عذاب دونوں مراد لیتے ہیں (تفسیر خازن)۔ **آٹھواں فائدہ** اس آیت کے نزول سے پہلے اور اس قانون کے بننے سے پہلے جن محرموں نے شکار کر لئے تھے ان پر نہ گناہ ہے نہ کفارہ کیونکہ گناہ ہوتا ہے قانون شکنی سے جب قانون ہی نہ بنا تھا تو اس کے توڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ فائدہ **عفا الله** سے حاصل ہوا۔

مسئلہ گناہ چند قسم کے ہیں۔ وہ گناہ جس پر نہ سزا ہو نہ کفارہ جیسے جھوٹ اور غیبت کرنا وغیرہ۔ وہ گناہ جن پر سزا ہے جیسے چوری، قتل، زنا، تہمت زنا وغیرہ۔ تیسرے وہ گناہ جن پر سزا نہیں مگر کفارہ ہے جیسے رمضان شریف میں روزہ توڑ دینا، قسم توڑ دینا وغیرہ۔ سزا میں محض عذاب ہوتا ہے اسے حاکم جاری کرتا ہے مگر کفارہ میں ثواب بھی ہوتا ہے اور اسے مجرم خود اپنے پر جاری کرتا ہے۔ عام ہوتا ہے کہ جن جرموں میں بندوں کی حق تلفی ہو ان پر سزا دی جاتی ہے اور جن جرموں میں کسی محترم چیز کی بے حرمتی ہو ان میں کفارہ ہوتا ہے اور جن جرموں میں یہ کوئی چیز نہ ہو ان میں نہ سزا ہے نہ کفارہ صرف توبہ ہوتی ہے۔ حرم یا احرام کے شکار میں معظمات شرعی کی بے حرمتی ہے اس لئے اس پر کفارہ واجب ہے یہ جرم اسی تیسری قسم کا ہے۔

www.alahazratnetwork.org

پہلا اعتراض: یہاں تک دوسری عبارت یوں ارشاد ہوتی کہ **لا تقتلوا الصید وانتم حرم** یہ مضمون صرف **لا تصید وانتم حرم** سے حاصل ہو سکتا تھا۔ **جواب** اس دوسری عبارت میں دو مسئلے رہ جاتے ایک یہ کہ محرم کا شکار حرام ہے وہ مذبوح بھی مثل مقتول ہے دوسرے یہ کہ اس حرمت کی علت حرم یا احرام ہے ان دونوں سے نکلتے ہی شکار حلال ہے **دوسرا اعتراض** اس آیت سے معلوم ہوا کہ عمداً شکار کرنے سے فدیہ واجب ہے مگر تم کہتے ہو کہ خطاً شکار سے بھی یہ کفارہ واجب ہے تمہارا یہ قول قرآن کریم کے فرمان متعمداً کے خلاف ہے (سعید ابن جبیر)۔ خیال رہے کہ سوا مجاہد کے کسی فقیہ نے خطاً شکار کے کفارہ کا انکار نہ کیا اور یہ قول بالکل شاذ ہے (خازن) **جواب** اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ عمداً شکار پر کفارہ قرآن کریم سے ثابت ہے اور خطاً شکار کا کفارہ حدیث شریف سے ثابت ہمارا ایمان قرآن و حدیث دونوں پر ہے ہو سکتا ہے کہ اس آیت میں متعمداً کی قید اس لئے لگائی گئی ہو اس نے آگے ارشاد ہے **لیذوق وبال امرہ تیسرا اعتراض** اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شکار کے کفارے میں اس کا ہم شکل جانور ذبح کرنا واجب ہے جیسے ہرن کے شکار میں بکری نیل گائے کے شکار میں گائے کیونکہ رب تعالیٰ نے فرمایا **من النعم** یہ **نعم** مثل کا بیان ہے من بیانیہ ہے پھر تم لوگ قیمت کیوں واجب کرتے ہو (شافعی) **جواب** احناف کے نزدیک **من النعم ما قتل** کا بیان ہے کہ محرم نے جو جانور شکار کر لیا اس کی مثل قیمت ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ آگے ارشاد ہو رہا ہے **یحکم بہ ذوا عدل** اس مثل کا فیصلہ دو متقی مسلمان کریں ظاہر ہے کہ فیصلہ قیمت کا ہی ہو سکے گا نہ کہ اس شکار کے ہم شکل جانور کا دوسرے یہ کہ امام اعظم کے مذہب پر یہ آیت اپنے عموم پر ہے کیونکہ قیمت ہر شکار کی ہو سکتی ہے مگر امام شافعی کے اصول پر آیت میں قید لگانی پڑے گی کیونکہ جو شکار ہم شکل جانور نہیں رکھتا وہ حضرات اس کے شکار میں قیمت ہی واجب کرتے ہیں آیت کو عموم پر رکھنا قید لگانے سے بہتر ہے لہذا مذہب احناف بہت قوی ہے۔ **چوتھا اعتراض** چاہیے کہ شکار کے کفارے کے روزے اور اس کی قیمت کا صدقہ بھی حرم شریف ہی میں ہو کیونکہ ہدی وہاں ہی ذبح ضروری ہے تم صدقہ اور روزہ ہر جگہ جائز کہتے ہو (شافعی) **جواب** اس لئے کہ قرآن کریم نے صرف ہدی میں یہ قید لگائی ہے کہ حرم میں ذبح ہو **ہدیا بالغ الکعبۃ** صدقہ اور روزوں میں یہ قید نہیں لگائی قرآن کریم مقید کو مقید اور مطلق کو مطلق پر رکھنا چاہیے کہ مقید مقید ہے اور مطلق مطلق اس میں کوئی تبدیلی نہ کرنی چاہیے نیز صدقہ اور روزہ ہر جگہ ادا ہو سکتے ہیں ہر وقت عبادت ہیں مگر جانور ذبح کرنا خاص زمانہ میں عبادت ہے جیسے قربانی یا خاص جگہ میں جیسے ہدی لہذا ہدی میں قید لگانا درست ہے نہ کہ روزوں یا صدقہ میں لہذا قید لگانا درست نہیں مذہب حنفی بہت ہی قوی ہے۔

نوٹ ضروری: یہ آیت ایسے شکار احرام کے مسائل کا منبع ہے تمام اماموں نے اسی آیت سے اپنے اپنے مذہب کے مطابق بہت سے مسائل نکالے ہیں ان کی تحقیق اور تفصیل کے لئے کتب فقہ کا مطالعہ فرماؤ ہم نے مذہب حنفی پر مدلل اور تفسیر کی ... نہایت ہی قوی ہے دوسرے اماموں کی تقاریر اور ان پر جرح قدح کی کتب میں ملاحظہ کرو خصوصاً تفسیر احمدی و روح المعانی میں امام ... نے ... وہ اس میں ... ہے۔

تفسیر صوفیانہ مومن دو قسم کے ہیں اہل سلوک اور اہل محبت جن جنہوں نے عشق خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا احرام باندھ لیا ہونے والے ... محبت والے گویا محرم ہیں ... دنیا کی چیزیں گویا شکار ہیں ... فرمایا جا رہا ہے

www.alahazratnetwork.org

اب اے محبت کا احرام باندھ کر کعبہ وصل کی طرف جانے والو تم خود شکار ہو چکے ہو اور شکار خود شکار نہیں کرتا لہٰذا تم بھی اس دنیاوی شکار سے باز رہو جو طالب مولیٰ ان میں سے کوئی شکار کرے کہ حرص و ہوس دنیاوی عیش میں مشغول ہو جیسے تو اس عیش کے بقدر مجاہدہ و ریاضت اسے اس کا کفارہ دے مگر اس کا بدلہ فیصلہ حاکم یعنی دل اور روح کرے یا اس کے عوض میں کچھ طعام یا شراب یا کپڑے صدقہ کرے گوشہ نشینی وغیرہ سے کفارہ دے یا کم سے کم اپنے اخلاص سے روزہ رکھے تو بیت تجلیت تک جائیں یا اپنے اندر دونوں ہی متینوں کو پانچ لطائف یعنی عقل قلب سر روح خفی کو روحانی غذائیں صدق، نیت، خلق سے اسارہ کشی مکروہات پر صبر، مرغوبات سے علیحدگی و یکسوئی اللہ کی عطائیں پر شکر رضا بالقضاء ازلی احکام پر سر تسلیم جھکانا یہ ان مساکین کی غذائیں ہیں یا ان کے برابر روزے رکھے صوفیاء کے ہاں روحانی روزے یہ ہیں کہ اپنے کو اغیار سے علیحدہ رکھے ملک اسوا کی طرف میلان نہ اختیار کرے یہ تمام کفارات اس لئے ہیں کہ نفس اپنی سرکشی کی سزا پائے کہ وہ لذتوں اور شہوتوں خفلتوں میں مشغول ہوا تو اس کو یہ مذکورہ کام کرا کر سزا دو جو یہ لوگ طالبین حق ہیں چلنے سے پہلے کر چکے ان کی معافی ہے۔ جو دنیا کا تارک ہو کر پھر دنیا کی طرف لوٹ جائے تو اللہ تعالیٰ اس سے بدلہ لے گا کہ اسے دنیا میں رسوائی آخرت میں خسارہ دے گا۔ اللہ تعالیٰ مانع ہی نے کیا خوب فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں۔

عاشق صنع تو ام و ز شکر و صبر عاشق مصنوع کے باشم جو گبر

عاشق صنع خدا باقر بود عاشق مصنوع او کافر بود

عشق و محبت صانع عالم سے کرو یا اس کی صنعت سے مصنوع سے عشق عشاق کے نزدیک کفر ہے کہ مصنوعات اغیار میں یا کہ بعد ان اغیار میں نہیں چھپتے مشرک مصنوعات اپنے ناپچاری ہے مومن مصنوعات کے ذریعہ صانع کو پہچان کر اسے پہنچتا ہے مومن کے مصنوع معرفت صانع کا زینہ ہے کافر کے لئے مصنوع حجاب ہے (تفسیر روح البیان)۔

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۖ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ

حلال کیا گیا تمہارے واسطے شکار دریا کا اور کھانا اس کا نفع کے واسطے تمہارے اور واسطے مسافروں کے اور حرام کیا گیا اوپر

حلال ہے تمہارے لئے دریا کا شکار اور اس کا کھانا تمہارے اور مسافروں کے فائدے کو اور تم پر حرام ہے خشکی کا شکار

الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٩٦﴾

تمہارے شکار خشکی کا جب تک رہو تم احرام والے اور ڈرو اللہ سے وہ کہ اسی کی طرف جمع کئے جاؤ گے

جب تک تم احرام میں ہو اور اللہ سے ڈرو جس کی طرف تمہیں اٹھنا ہے

تعلق: اس آیت کریمہ کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں حج یا عمرہ کے احرام والوں کو شکار سے روکا گیا اب بعض شکاروں کی حلت بیان ہو رہی ہے گویا پچھلی آیت عام تھی یہ آیت اس عموم سے خاص ہے۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیت میں محرم کو شکار کے قتل سے منع فرمایا گیا جس سے اشارۃً معلوم ہوا تھا کہ وہ بغیر قتل ذبح کے

www.alahazratnetwork.org

اولیٰ ہوں ان کا شکار محرم کے لئے حرام ہے اور جو جانور قابل ذبح نہ ہوں ان کا علم یہ نہیں کہ اب اس سے اشارے کی تصریح فرمائی جا رہی ہے گویا یہ آیت پچھلی آیت کی تفسیر و تشریح ہے۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں محرم کو شکار سے روکا گیا تھا مگر دریائی شکار سے روکنے میں سخت تکلیف کا باعث تھا کہ بعض ملک کے لوگ صرف مچھلی پر ہی گزارہ کرتے ہیں اس لئے اب آسانی فرمائی جا رہی ہے کہ خشکی کے شکار پر کسی قوم کا گذارہ نہیں مگر دریائی شکار پر بہت سی قوموں کا گذارہ ہے وہ دوسری چیز کھا ہی نہیں سکتے۔

تفسیر۔ احل لکم احل بنا حلال سے بمعنی مباح یہ حرام کا مقابل ہے یا تو یہ اجازت ہے بصورت خبر یعنی آج سے حلال کیا گیا جیسے احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم یا بمعنی تو ہی ہے یعنی پہلے ہی سے حلال رکھا گیا ہے لکم میں خطاب احرام والے مسلمانوں سے ہے خواہ حج کا احرام باندھے ہوں یا عمرہ کا یعنی اے احرام والو تمہارے لئے آج سے حلال کیا گیا یا پہلے ہی سے حلال رکھا گیا صید البحر وطعامہ یہ عبارت احل کا نائب فاعل ہے صید کے معنی ہیں شکار کرنا یا شکاری جانور یعنی صید یا تو بمعنی مصدر ہے یا بمعنی مفعول ہے بحر سے مراد مطلقاً پانی ہے خواہ سمندر ہو یا نہر یا تالاب دریائی شکار وہ ہے جو پانی میں ہی پیدا ہو اور پانی ہی میں رہے۔ خشکی میں زندہ نہ رہ سکے حلال ہو یا حرام جیسے مچھلی یا مگرمچھ یا کیکڑا وغیرہ جو جانور دریا میں بھی رہے خشکی میں بھی جیسے مینڈک یا بطخ وغیرہ یہ دریائی شکار نہیں ان کا شکار کرنا محرم کو جائز نہیں اگر شکار کرے گا تو کفارہ وغیرہ دینا پڑے گا۔ طعامہ سے مراد وہ مچھلی ہے جسے دریا باہر پھینک دے اور وہ مر جائے حضرت ابوبکر و عمر و ابو ایوب انصاری وغیرہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے یعنی محرم کو دریائی شکار کرنا بھی حلال ہے اور جو دریا کنارہ پر پھینک دے اور وہ مر جائے وہ بھی حلال بعض نے فرمایا کہ تازہ مچھلی صید بحر ہے اور خشک مچھلی طعام بحر یہ دونوں حلال ہیں، دیکھو حضرت یوشع علیہ السلام جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ حضرت خضر علیہ السلام کے پاس گئے تو ساتھ میں مچھلی لے گئے عرصہ تک وہی کھاتے رہے (تفسیر احمدی) بعض نے فرمایا کہ صید بحر سے مراد ہے دریا کا ہر شکار حلال ہو یا حرام اور طعامہ سے صرف حلال شکار مراد ہے لہٰذا یہ عام کے بعد خاص ہے بعض نے فرمایا کہ صید بحر سے مراد ہے خود محرم کا شکار کرنا اور طعامہ سے مراد ہے دوسرے کا شکار کیا ہوا کھانا کہ یہ دونوں حلال ہیں خیال رہے کہ احناف کے ہاں مچھلی کے سوا تمام دریائی جانور حرام ہیں امام احمد بن حنبل کے ہاں مینڈک اور ناکہ (مگرمچھ) کے سوا تمام دریائی جانور حلال ہیں امام مالک اور ابن ابی لیلیٰ کے نزدیک تمام دریائی جانور حلال ہیں بعض ائمہ کے نزدیک جن دریائی جانوروں کی شکل خشکی کا جانور حلال ہو وہ دریائی بھی حلال ہے اور جن کا مثل خشکی کا جانور حرام ہو وہ دریائی بھی حرام ہے لہٰذا دریائی گائے بھینس حلال ہے اور دریائی کتا دریائی سور دریائی انسان حرام ہے (تفسیر خازن) متاعا لکم وللسیارۃ متاعا احل کا مفعول لہ ہے یا متعلم پوشیدہ کا مفعول مطلق جس چیز سے نفع حاصل کیا جائے وہ متاع ہے یا متاع بمعنی نفع حاصل کرنا لکم میں خطاب محرمین سے ہے سیارۃ مبالغہ ہے سیر کا بمعنی چلنا سیارہ راہ گیر مسافر خواہ ایک ہو یا چند ہوں قافلے کی شکل میں یعنی اللہ تعالیٰ نے دریائی شکار حلال فرمایا تم احرام والوں اور دوسرے مسافروں کو نفع دینے کے لئے رب تعالیٰ کی تم پر یہ خاص مہربانی ہے۔ لہٰذا مقامی محرم یہ شکار تازہ بتازہ کھائیں اور مسافر مچھلی خشک کر کے اپنے ساتھ توشہ کے طور پر رکھیں سب درست ہے اس لئے یہاں لکم بھی فرمایا گیا اور للسیارۃ بھی۔ وحرم علیکم صید البر یہ

www.alahazratnetwork.org

محرمین کے لئے دوسرا علم ہے حرم بنا ہے تحریم سے جس کا مادہ حرمت ہے۔ حلت کا مقابل یعنی ناجائز بھی حرمت بمعنی عزت و احترام بھی آتا ہے جیسے بیت الحرام' الشہر الحرام یہاں وہ معنی مراد نہیں یہاں حرم خبر کے لئے ہے کیونکہ شکار پہلے ہی حرام کیا جا چکا ہے' یہاں اس کا ذکر تاکید کے لئے ہے علیکم میں خطاب ان ہی احرام والے حاجیوں یا عمرہ کرنے والوں سے ہے جن کا ذکر ابھی ہوا یہاں بھی صید سے مراد یا شکار کرنا ہے یا شکار کا جانور خشکی کا شکار وہ جانور ہے جو خشکی میں رہے اس کی پیدائش خواہ پانی میں ہو' خواہ خشکی میں لہٰذا ہرن' خرگوش کا شکار بھی محرم کو حرام ہے اور مرغابی' قاز' بطخ کا شکار بھی حرام ہے شکاری جانور وہ ہے جو بذات خود انسان سے وحشت کرے لہٰذا پالا ہوا ہرن بھی محرم کے لئے حرام ہے کہ وہ اگرچہ اب مانوس ہو گیا مگر اصل میں ہے وحشی اگر کوئی حلال آدمی شکار کرے وہ محرم کھا سکتا ہے جبکہ اس کے شکار میں کسی محرم نے مدد نہ کی ہو یہ ہی امام اعظم کا قول ہے خیال رہے کہ محرم پر خشکی کا شکار مطلقاً حرام ہے خواہ حلال جانور کا شکار ہو یا حرام کا لہٰذا محرم نہ تو ہرن کا شکار کر سکتا ہے نہ بیل وغیرہ کا۔ محرم کو بھیڑیئے' چیل کوے کا شکار کرنا حلال ہے باقی درندوں میں تفصیل ہے اگر وہ حملہ کریں تو ان کا شکار کر سکتا ہے بغیر حملے نہیں کر سکتا اگر کر لیا تو اس کی قیمت خیرات کرنا پڑے گی جو بکری سے زیادہ نہ کی جاوے گی لہٰذا شیر' چیتا' شکرہ' باز وغیرہ کا شکار کرنا محرم کو ممنوع ہے' اس کی تفصیل کتب فقہ اور تفسیر روح المعانی وغیرہ میں دیکھو' مادام تم حرما یہ حرام کے لئے قید ہے حرم بمعنی محرمین ہے یعنی جب تک تم احرام میں رہو تب تک تم پر خشکی کا شکار حرام ہے خیال رہے کہ بحالت احرام شکار کی حرمت احرام ختم ہو جانے سے ختم ہو جاتی ہے مگر حرم شریف کے شکار کی حرمت کبھی ختم نہیں ہوتی ہے وہ ہر حال حرام ہیں محرم اور حلال کوئی بھی ان کا شکار نہیں کر سکتا **واتقوا اللہ الذی الیہ تحشرون** اس حرمت کی اہمیت بتانے کے لئے مضمون کو اس جملہ پر ختم کیا گیا یعنی ان احکام کی مخالفت نہ کرو اللہ سے ڈرو تم سب کو وہاں ہی حاضر ہونا ہے اس کے حضور جمع ہونا ہے اس کی پکڑ سے کسی طرح نہیں چھوٹ سکتے۔

خلاصہ تفسیر اے حج عمرہ کے احرام والو شکار کے متعلق تم کو یہ آسانی دی جاتی ہے کہ تمہارے لئے بحالت احرام دریائی شکار حلال کیا گیا تم دریائی جانوروں کو شکار بھی کر سکتے ہو اور اگر بغیر شکار تم کو مل جاویں تو انہیں کھا بھی سکتے ہوں اگر مچھلی شکار کرو تو جائز ہے اور اگر دریا کے مچھلیاں کنارے پر پھینک دیں تو بھی کھا سکتے ہو اس میں مقامی محرم اور مسافر محرم کا سامان ہے کہ مقامی محرم تازہ مچھلیاں کھا میں مسافر محرم خشک مچھلیاں کھاتے رہیں ہاں جب تک تم احرام کی حالت میں رہو تب تک تم پر خشکی کا شکار حرام ہے اس کی سزا پچھلی آیت کریمہ میں بیان ہو چکی احرام کھل جانے پر خشکی کا شکار بھی حلال ہے بشرطیکہ وہ حرم شریف کے حدود کا نہ ہو ان احکام کو معمولی نہ سمجھو بہت سختی ہے ان پر عمل کرو اللہ سے ڈرتے رہو جس کی بارگاہ میں تم کو حاضر ہونا اور سب کو جمع ہونا ہے۔

فائدے اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ۔ دریائی شکار مطلقاً حلال ہے خواہ احرام والا کرے یا حلال آدمی اور خواہ حرم شریف کے حدود کا شکار ہو یا بیرون حرم کا کسی کا۔ یہ فائدہ واحل لکم سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ بحالت احرام محرم خود بھی دریائی شکار کر سکتا ہے اور دوسرے کا کیا ہوا بھی کھا سکتا ہے اور اگر دریا خود ہی اسے پھینک دے تب بھی کھا سکتا ہے یہ فائدہ وطعامہ سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ: خشک مچھلی کھانا جائز ہے یہ فائدہ وللسیارۃ فرمانے سے حاصل ہوا حضرات صحابہ کرام نے ایک بار ایک بڑی مچھلی کا گوشت پندرہ دن تک کھایا جیسا کہ احادیث میں ہے حضرت یوشع

www.alahazratnetwork.org

ورنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تلاش خضر کے پورے سفر میں مچھلی کھائی جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ **چوتھا فائدہ** محرم کے لئے خشکی کا شکار مطلقاً حرام ہے خواہ خود شکار کرنا ہو یا دوسرے محرم کا مارا ہوا شکار بھی یہ فائدہ وحرم سے حاصل ہوا۔ **پانچواں فائدہ** احرام کی حرمت احرام کھلتے ہی ختم ہو جاتی ہے مگر حرم شریف کا شکار کبھی کوئی نہیں کر سکتا یہ فائدہ **مادمتم حرما** سے حاصل ہوا۔ **چھٹا فائدہ**: بحالت احرام خشکی کا شکار کرنا سخت جرم ہے۔ دیکھو رب تعالیٰ نے یہاں چار طرح اس کی ممانعت فرمائی اولاً فرمایا **لا تقتلوا الصید** پھر اس کی سزا مقرر فرمائی پھر فرمایا **لیذوق وبال امرہ** پھر یہاں فرمایا **وحرم علیکم صید البر** ان تاکیدوں کی تکرار سے اس حکم کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔

مسئلہ: محرم بحالت احرام مکھی، مچھر، جوں، کھٹمل بھی نہیں مار سکتا کیونکہ یہ چیزیں موذی نہیں۔ موذی وہ جانور ہے جو اپنے نفع کے بغیر انسان کا نقصان کرے۔ لہٰذا سانپ، بچھو، چوہا، چیل، کوا موذی ہیں کہ یہ بلاوجہ انسان کا نقصان کرتے اسے تکلیف پہنچاتے ہیں مگر جوں، کھٹمل وغیرہ اپنا پیٹ بھرنے کے لئے انسان کو کاٹتے اس کا خون چوستے ہیں یہ فرق خیال میں رہے۔
مسئلہ: محرم کو حالت احرام سر منڈانا جسم کا کوئی بال اکھیڑنا حرام ہے اگر ایسا کرے گا تو اس کا کفارہ دینا پڑے گا اس قسم کے مسائل کتب فقہ خصوصاً بہار شریعت میں دیکھو۔ **ساتواں فائدہ**: احرام کھل جانے کے بعد شکار کرنا تو جائز ہو گا مگر حالت احرام کا شکار کیا ہوا جانور حرام ہی رہے گا لہٰذا **مادمتم حرما** کی قید شکار کرنے کے لئے ہے۔

پہلا اعتراض: اس کی کیا وجہ ہے کہ بحالت احرام خشکی کا شکار تو حرام کر دیا جاتا ہے مگر دریائی شکار حلال رہتا ہے وہ بھی تو اللہ کی مخلوق ہے اسے حرم و احرام میں امان کیوں نہ دی گئی فرق کیا ہے۔ **جواب**: اس قسم کے احکام ہماری عقل سے وراء ہیں ہم عقل کے گھوڑے دوڑانا نہیں چاہئیں بلکہ عقل کے ہتھیار ڈال دینا چاہئیں صرف فرمان کی اطاعت ضروری ہے۔

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن   کہ جاہا سپر باید انداختن

معلوم یہ ہوتا ہے کہ بحالت احرام خشکی کے شکار کا موقعہ تو بہت ملتا ہے مگر دریائی شکار کا موقعہ بہت کم میسر ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ حرم شریف کی حدود میں کوئی دریا نہر ہے ہی نہیں نیز خشکی کے شکار میں مشغولیت بہت ہوتی ہے دریائی شکار میں مشغولیت بہت کم وہ منٹوں میں ہوتا ہے یہ منٹوں سیکنڈوں میں لہٰذا خشکی کا شکار حرام کر دیا گیا تاکہ حاجی اس میں اپنا وقت صرف نہ کریں فقط اور ارکان حج و عمرہ کی ادا میں مشغول رہیں نیز خشکی کے شکار میں کبھی غلطی سے آدمی بھی مارا جاتا ہے کہ شکار کو گولی ماری آدمی زد میں آ گیا مگر دریائی شکار میں ایسا کبھی نہیں ہوتا اس میں کسی انسانی جان کا خطرہ نہیں کہ انسان خشکی میں رہتے ہیں دریا میں نہیں رہتے نیز بعض ملک کے باشندے صرف مچھلی پر ہی گزارہ کرتے ہیں اور جزیرے تو ان کے ہی ہیں مگر خشکی کے شکار پر گزارہ کسی کا نہیں۔ اگر مچھلی حرام کر دی جاتی تو وہاں کے مسلمان حج و عمرہ نہ کر سکتے۔ **دوسرا اعتراض**: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دریا کا ہر شکار حلال ہے مچھلی ہو یا دریائی کتا سور کیونکہ یہاں ارشاد ہوا **صید البحر وطعامہ** تو جانور دریا کا شکار ہے وہی ہماری غذا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ دریائی جانور صید ہیں تو وہ سب حلال غذا بھی ہیں۔ (نوٹ ان حضرات کا اعتراض ہے جو ہر دریائی جانور کو حلال سمجھتے ہیں جیسے ابن ابی لیلیٰ اور امام مالک۔ **جواب**: اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ یہاں **وطعامہ** میں ہ کا مرجع صید نہیں بلکہ بحر ہے اور معنی یہ ہیں کہ جس مچھلی کا شکار نہ کیا جا سکے خود مر کر ہی اسے سمندر کنارہ پر پھینک دے وہ بھی

www.alahazratnetwork.org

حلال ہے یعنی دریا کا ہر شکار حلال نہیں بلکہ اس کا مارا ہوا حلال جانور بھی حلال ہے اگرچہ اس کا شکار نہ کیا جاوے اس کی تفسیر وہ حدیث ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کا مارا ہوا حلال جانور بھی حلال ہے اگرچہ اس کا شکار نہ کیا جاتا اس کی تفسیر وہ حدیث ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بحر مسجدہ دریا کا مارا ہوا جانور حلال ہے لہذا اگر مچھلی دریا میں ہی مر کر تر جاوے وہ حرام ہے لو وہ دریا کی ماری ہوئی نہیں بلکہ بیماری کی ماری ہوئی ہے اور اگر تیر یا گولی سے ماری جاوے تو حلال ہے کہ یہ شکار کی ہوئی ہے یہ فرق خیال میں رہے۔ **تیسرا اعتراض:** یہاں ارشاد ہوا **متاعا لکم وللسیارۃ** تمہارے اور مسافروں کے لئے نفع کا سامان اس دراز عبارت سے فائدہ کوئی معنی معلوم ہوتا اس عبارت سے فائدہ کیا ہے۔ **جواب**۔ اس کے دو مقصد ہیں ایک یہ کہ مچھلی تازہ بھی حلال ہے یہ بات **لکم** سے بتائی گئی اور باسی سوکھی بھی حلال ہے یہ بات **وللسیارۃ** سے بتائی گئی دوسرے یہ گوشت دو تین روز میں تو حرام ہو جاتے ہیں مگر مچھلی حلال رہتی ہے دوسرے یہ کہ **مچھلی** کا صرف کھانا ہی جائز نہیں بلکہ اس کا ہر استعمال حلال ہے۔ مچھلی کے تیل سے مالش اس کی بدن پر مالش وغیرہ سب ہی حلال ہے احرام والوں کے لئے بھی اور غیر محرمین کے لئے بھی۔

تفسیر صوفیانہ اے بحر حقیقت میں غوطہ لگانے والو۔ خانہ کعبہ کی طرف قصد کر کے جانے والو اس سفر میں احرام باندھنے والو تمہارے لئے اس دریا کے شکار یعنی دریائے معرفت کے مشاہدات کشف اور دلی واردات سب حلال ہیں یہ تمہارے لئے اور تمام مسافرین راہ معرفت کے لئے روحانی غذائیں ہیں کہ تم ان واردات ان تجلی صفات سے خوب سیر ہو گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں اپنے رب کے پاس راتیں گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے ان شکاروں سے تم خود بھی کھاؤ اور دوسرے مسافرین راہ کو بھی کھلاؤ **فکلوا منہا واطعموا البائس الفقیر** خود کھاؤ فقراء کو کھلاؤ مشائخ و علماء راسخین کے ساتھ ان کے زیر تربیت طلباء کو بھی بہت کچھ مل جاتا ہے مگر خیال رکھنا کہ اس سفر میں خشکی کے شکار دنیا کے مطالب یہاں کے منافع حرام ہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ دنیا والوں پر آخرت حرام ہے اور آخرت والوں پر دنیا حرام ہے۔ اللہ والوں پر دونوں حرام ہیں ان کا مقصود ذات ہے۔ وہ سب باقی تمام چیزوں سے الگ ہیں۔ جب تم طالب وصال اور قبلہ وصول کے لئے احرام باندھے ... دنیا سے الگ رہو۔ یہاں صحو اور محو یعنی ہوش اور محویت جمع نہیں ہو سکتیں ہوش و غشی دو ضدیں ہیں جمع کیسے ہوں کہاں ماہی کہاں ساقی ... ہے خبر ...

اے ... حیاں ... در ... طلب ... نہ ... اند ... آنرا کہ خبر شد خبرش باز نہ آمد!

... یعنی ... ہوتے ہیں ... یعنی جو اس میں مرشد کا ہو گیا اس کے افعال اپنے نہیں ہوتے رب کے ہوتے ہیں پھر جب تم حلال ہو جاؤ یعنی وصول کے ارکان سے فارغ ہو کر اصول کی راہ چلو تو تم سے یہ پابندیاں اٹھ جائیں گی اب ... دنیا کے حلال روزی خوب کھاؤ ... تم کو اللہ کی بارگاہ میں حق ہوتا ہے کہ دنیا میں ہر چیز اللہ سے ... جو اللہ تعالیٰ کی رحمت ... وصال ... حد فراق ہے۔ غرضیکہ احرام کے احکام اور ہیں احرام خالق ... کے احکام ... اور (تفسیر روح البیان) صوفیاء فرماتے ہیں کہ عالم روحانیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم گویا سمندر ہیں ولایت کے سلسلے گویا مختلف دریا ہیں۔ اس سمندر سے نکلے ہیں طریقت کے مسائل گویا اس سمندر و دریا کے شکار ہیں دنیا گویا خشکی ہے دنیاوی چیزیں جو شریعت کے قانون کے ماتحت ہیں گویا وہ خشکی کے پالتو جانور ہیں اور دنیاوی حرام چیزیں گویا خشکی کا شکار ہیں سارے

www.alahazratnetwork.org

مسلمان رب العزت کے طالب اس کے طالب ہیں مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اولیاء اللہ کے تمام عطیے عبادات عشق و محبت بخوشی استعمال کریں مگر دنیاوی حلال چیزیں۔ تمہیں حرام چیزوں سے پرہیز ہی کرنا ہے یہی کامیابی ہے۔

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ

بنایا اللہ نے کعبہ کو جو حرمت والا گھر ہے ذریعہ قیام لوگوں کے لئے اور ادب والے مہینہ کو اور ہدی

اللہ نے ادب والے گھر کعبہ کو لوگوں کے قیام کا باعث کیا اور حرمت والے مہینہ اور حرم کی قربانی اور

وَالْقَلَآئِدَ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَ

کے جانوروں کو اور پٹوں والوں کو یہ اس لئے ہے تاکہ جانو تم کہ بیشک اللہ جانتا ہے وہ جو آسمانوں میں ہے اور وہ جو زمین میں

گلے میں علامت آویزاں جانوروں کو یہ اس لئے کہ تم یقین کرو کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو

اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

اور بیشک اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے جان لو کہ بیشک اللہ سخت عذاب والا ہے اور بیشک اللہ بخشنے والا

کچھ زمین میں ہے اور یہ کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے جان رکھو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے اور اللہ بخشنے والا

رَّحِيْمٌ ﴿۹۸﴾

مہربان ہے۔

مہربان ہے

تعلق اس آیت کریمہ کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق**: پچھلی آیت کریمہ میں بتایا گیا تھا کہ حرام اور حرم شریف وحشی جانوروں، پرندوں کی امن کا ذریعہ ہے اب ارشاد ہو رہا ہے کہ حرم شریف اور کعبہ معظمہ انسانوں کے لئے بھی آفات سے امان اور دنیاوی و اخروی سعادتوں کے حاصل ہونے کا ذریعہ ہے گویا کعبۃ اللہ کے ذریعہ جانوروں کی امان کا ذکر فرمانے کے بعد انسانوں کی امان کا ذکر ہو رہا ہے۔ **دوسرا تعلق**: پچھلی آیات میں کعبۃ اللہ شریف کے ان فیوض و برکات کا ذکر تھا جو وہاں جانے والوں کو ملتے ہیں اب اس کے ان فیوض و برکات کا ذکر ہے جو عالم میں پھیلے ہوئے ہیں گویا قرب میں فیض کے بعد بعید میں فیوض کا ذکر ہے کئی طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ جو فقیہ کو ملتا ہے ... دوسرے وہ جو صوفیوں کے گھر ... میں سلطان اور رعایا کو پانی ... ہیں بلال ... کہتا ہے کعبہ معظمہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے تجلی ہیں کہ ... ہیں اور بلا ... چنانچہ کعبہ معظمہ ... کرحج و عمرہ طواف سعی وغیرہ کراتا ہے اور روئے زمین کے لوگوں کی نماز قربانیاں زندگی و موت درست کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ظہور کے زمانہ میں لوگوں کو صحابی بنایا۔ مومن ولی عارف تا قیامت بناتے رہیں گے تو کعبہ کے بلاواسطہ دینے والے فیض کا ذکر فرما کر وہ فیض بیان ہو رہے ہیں جو کعبہ عالم کو بانٹتا ہے۔

www.alahazratnetwork.org

تیسرا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں حدود والے یعنی ساری زمین حرم کے فیوض کا ذکر تھا جو شہر کے ارد گرد چوطرف ہے اب خاص کعبۃ اللہ شریف کے فیوض و برکات کا ذکر ہے۔ گویا کہ حرم کے فیضان کے بعد بالذات فیض رسانی کا تذکرہ ہو رہا ہے۔

چوتھا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں حدود والے یعنی زمین حرم کی برکتوں کا ذکر تھا اب ہدی قلائد وغیرہ کے برکات کا تذکرہ ہے جن کی نسبت کعبۃ اللہ سے منسوب ہو جائیں وہ بھی فیض پہنچاتے ہیں۔

تفسیر **جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام** اس جملہ کی کئی ترکیبیں اور تفسیریں کی گئی ہیں مگر آسان ترکیب و تفسیر یہ ہے کہ **جعل** بمعنی خلق نہیں بلکہ بمعنی **صیّر** ہے یعنی بنایا، یعنی اللہ نے بنایا اور کعبہ اس کا پہلا مفعول ہے اور بیت الحرام یا اس کی صفت یا بیان اور قیاما دوسرا مفعول **جعل** فعل ماضی ہے تاکید ہمیشگی اور دوام کے لئے ہے یعنی اول پیدائش کے وقت سے تا روز قیامت اللہ نے کعبہ کو ذریعہ بقا بنایا اور کعبہ کی یہ **عظمت** کسی بندے کی دی ہوئی نہیں بلکہ بلاواسطہ رب تعالیٰ کی عطا کردہ ہے لہٰذا کوئی بھی اس کی عظمت ختم نہیں کر سکتا جیسے سورج کی روشنی کسی کے بجھائے نہیں بجھ سکتی اس لئے **جعل** فرمایا لفظ اللہ۔ الکعبۃ کعب سے بنا ہے جس کے معنی بلندی یا اونچائی اس لئے ٹخنوں کو کعب کہتے ہیں کہ قدم میں ابھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ رب فرماتا ہے **وارجلکم الی الکعبین** اور بالغ لڑکی جس کے پستان ابھرے ہوئے ہوں اسے کاعب کہا جاتا ہے اس کی جمع ہے کواعب۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **وکواعب اترابا** چونکہ کعبہ کی سطح سمندر سے بہت اونچی ہے یا چونکہ اس کا ذکر اس کا چرچا دنیا میں بہت بلند ہے لہٰذا اسے کعبہ کہا جاتا ہے یا کعبہ بمعنی مربع ہے یعنی چوکور چیز چونکہ اس کی لمبائی چوڑائی برابر ہے لہٰذا وہ کعبہ ہے یا کعب بمعنی مکعب ہے جس کی لمبائی چوڑائی اونچائی سب برابر ہوں چونکہ اس کی تینوں سمتیں برابر ہیں لہٰذا اسے کعبہ کہا جاتا ہے۔ **بیت الحرام** میں حرام عظمت و احترام کے معنی میں ہے یعنی عزت والا گھر یہ حرام حلت کا مقابل یعنی بمعنی ناجائز نہیں یہ عبارت یا تو کعبہ کی صفت ہے محض تعریف و توصیف کے لئے جیسے اللہ الرحمٰن الرحیم یا وضاحت کے لئے کیونکہ اہل عرب نے یمن میں ایک گھر بنایا تھا بیت خثعم اسے وہ کعبہ یمانیہ کہتے تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو بھیج کر جلوا دیا بیت حرام فرما کر بتایا کہ وہ کعبہ یمانیہ مراد نہیں بلکہ یہ کعبہ مکہ **معظمہ** والا مراد ہے (تفسیر صاوی و روح المعانی وغیرہ) **قیاما للناس** یہ عبارت جعل کا دوسرا مفعول ہے قیام کے تین معنی ہیں بمعنی مصدری یعنی کھڑا ہونا جیسے **واذکروا اللہ قیاما وقعودا** قائم کی جمع یعنی کھڑے لوگ جیسے **واذا ھم قیام ینظرون** بمعنی اسم آلہ یعنی قیام و بقا کا ذریعہ یہاں تیسرے معنی میں ہے یعنی لوگوں کے بقاء و قیام کا ذریعہ۔ قیام سے مراد یا دنیا کی بقا ہے یا دین کی بقا یا دونوں بقائیں دین کی بھی دنیا کی بھی۔ ناس سے مراد یا اہل عرب ہیں یا تمام جہان کے اہل اسلام یا تمام دنیا کے لوگ مومن ہوں یا کافر اگر اہل عرب مراد ہوں تو ان کے لئے کعبہ **معظمہ** سبب ہے کہ لوگ حج و عمرہ کے لئے وہاں پہنچیں تو اہل عرب کو روزی ملے نیز عرب میں لوٹ مار چوری ڈکیتی قتل عام تھے مگر کعبہ **معظمہ** اور حدود حرم میں بالکل امن رہتا تھا جس سے ان لوگوں کی جان و مال محفوظ تھے لہٰذا کعبہ **معظمہ** ان کی بقا کا ذریعہ ہے نیز کعبہ **معظمہ** کی وجہ سے تمام دنیا میں اہل عرب کی عزت و عظمت تھی نیز یہ لوگ اپنے بہت دینی کام کعبہ معظمہ سے کرتے تھے ان وجوہ سے کعبہ اہل عرب کے لئے ذریعہ بقا ہوا اور اگر سارے مسلمان مراد ہوں تو ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے صدہا کام کعبہ **معظمہ** سے وابستہ ہیں کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز اور تلاوت قرآن ہوتی ہے کعبہ جا کر ہی حج و عمرہ ہوتا ہے کعبہ **معظمہ** کا ہی طواف ہوتا ہے کعبہ **معظمہ** کو دیکھنا عبادت ہے کعبہ **معظمہ** میں پہنچ کر تجارت ہوتی ہے دنیا کے پھل فروٹ ملتے ہیں کعبہ **معظمہ** میں ہی

www.alahazratnetwork.org

تمام جہان کے مسلمان آپس میں مل لیتے ہیں جس سے ان کا قومی و دینی نظام قائم رہتا ہے۔ ہر سال ان کی عالمی کانفرنس ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اب مسلمانان عالم کے لئے دینی و دنیاوی بقا کا ذریعہ ہے۔ کعبہ معظمہ ہی وہ جگہ ہے جہاں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ ہو جاتا ہے جہاں حاضری دینے سے تمام عمر کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور حج کرنے والا انسان گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے گویا آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ ضعیف جیسے جسمانی بقا سورج سے ہے ویسے ہی روحانی بقا کعبہ معظمہ سے خیال رہے کہ ہم کی زندگی جان سے ہے اور جان کی زندگی ایمان سے ایمان کا تعلق کعبہ معظمہ سے بلکہ مرتے ہی ہم سلفی خداوں سے بے پرواہ ہو جاتے ہیں مگر کعبہ معظمہ کی ضرورت دنیا برزخ حشر سب جگہ رہتی ہے۔ قبر میں اب لوگ منہ کرکے دفن ہوتے ہیں بعض خوش نصیبوں کی روحیں غلاف کعبہ کے اندر یا چاہ زمزم میں رہتی ہیں۔ بعض مخلوق بعد وفات بھی حج کرتے رہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں فرمایا کہ یونس علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام حج کرنے احرام باندھے آتے ہیں۔ ایک صحابی کے متعلق فرمایا جو حالت احرام اونٹ سے گرکر فوت ہوگئے کہ یہ قیامت تک حج کرتا رہے گا۔ محشر میں کعبہ معظمہ کی شفاعت حجاج وغیرہ کی ہماری نجات ہوگی۔ یہ ہے قیاما للناس کا ظہور اور الناس سے مراد سارے انسان ہیں تو ان کے لئے کعبہ معظمہ بقا ہے۔ کعبہ اس لئے ہے کہ جب تک کعبہ آباد ہے وہاں حج و عمرہ و طواف ہو رہا ہے۔ تب تک دنیا آباد ہے اگر کعبہ ویران ہو جائے وہاں حج و عمرہ و طواف بند ہو جائے تو دنیا بھی فنا کر دی جائے گی عالم میں کوئی باقی نہ رہے۔ حضرت عطاء کا یہی قول ہے (تفسیر روح المعانی) اور تفسیر مدارک نے فرمایا کہ اگر ایک سال لوگ کعبہ کو خالی کر دیں تو کعبہ غائب ہو جائے اور دنیا برباد۔ کعبہ معظمہ قرآن مجید اور علماء دین کے ذریعہ دنیا کا بقا ہے یہ ذکر بہت احادیث سے ثابت ہے۔ والشہر الحرام یہ عبارت معطوف ہے الکعبۃ پر اور جعل کا پہلا مفعول ہے یہاں شہر سے مراد بقر عید کا مہینہ ہے جس میں حج ہوتا ہے یا اس سے مراد حرمت والے چار مہینے رجب شوال ذیقعد ذی الحجہ۔ یہاں حرام بمعنی محترم و معظم ہے یعنی اللہ نے ماہ ذی الحجہ کو بھی لوگوں کو قیام کا ذریعہ بنایا کہ اس مہینہ میں حج ہوتا ہے اور حج سے مسلمانوں خصوصاً اہل عرب کی دین و دنیا وابستہ ہے۔ خیال رہے کہ ماہ ذی الحجہ کا پہلا عشرہ بہت ہی عظمت والا ہے امام نیشاپوری فرماتے ہیں کہ اس ہی عشرہ میں موسیٰ علیہ السلام نے رب سے کلام کیا۔ اسی عشرہ میں حج ہوتا ہے اسی عشرہ میں حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔ اسی عشرہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذبح اور فدیہ کا واقعہ پیش آیا اسی عشرہ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے اور حضرت نوح علیہ السلام نے طوفان سے نجات پائی اسی عشرہ میں بیعت الرضوان صلح حدیبیہ بشارت میسر ہوا اسی لئے اس عشرہ میں خصوصاً عرفہ سے ان یعنی نویں بقر عید کا روزہ بہت افضل ہے (تفسیر روح البیان) ان واقعات کے متعلق اور ان کی تواریخ کے بارے میں اور روایات بھی ہیں والھدی والقلائد یہ عبارت بھی معطوف ہے الکعبۃ پر اور جعل کا پہلا مفعول ھدی وہ جانور ہے جو بیرون حرم سے حرم شریف میں لے جا کر ذبح کر دیا جائے قلائد جمع ہے قلادہ کی جس کے معنی ہار ہیں یہاں وہ ہار مراد ہے جو ہدی کے گلے میں ڈالا جاتا ہے کہ جوتا یا کوئی اور چیز اس جانور کے گلے میں باندھ دی جاتی ہے جس سے پہچانا جاتا ہے کہ یہ جانور کعبہ معظمہ میں جانے والا ہے۔ عرب کے ڈاکو چور جو راستہ میں لوٹا کرتے تھے مگر ان ہاروں کو دیکھ کر ان جانوروں کی طرف رخ نہ کرتے تھے۔ ان قافلہ والوں کی طرف یہ لوگ اور یہ جانور بڑی امن و حفاظت بلکہ عزت و عظمت کے ساتھ خانہ کعبہ پہنچ جاتے تھے واپسی میں یہ لوگ وہی ہار اپنے گلوں میں ڈال لیتے تو بخیریت اپنے وطن پہنچ جاتے تھے۔ (تفسیر کبیر) - جان یہ چاروں چیزیں

www.alahazratnetwork.org

نعمت اللہ شریف ماہ ذی الحجہ ہدی اور ہدی کے ہار بہت وجہوں سے بقا کا ذریعہ ہیں **ذلک لتعلموا ان اللہ یعلم ما فی السموت وما فی الارض** یہ گزشتہ مضمون کا نتیجہ ہے یعنی کعبہ **معظمہ** کی ان حرمتوں سے یہ نتیجہ نکالنا چاہئے **ذالک** سے اشارہ کعبہ **معظمہ** کو لوگوں کے لئے **باعث قیام** بنانا ہے **تعلموا** سے مراد علم مشاہدہ یا حق الیقین ہے۔ خیال رہے کہ **ذالک** بنی نحل میں نے **جعل** یا شرع پوشیدہ فعل کا مفعول ہے اور **لتعلموا** اس پوشیدہ فعل کا متعلق ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے کعبہ **معظمہ** ماہ حرام ہدی قلادوں کو قیام اس لئے بنایا تاکہ تم آنکھوں دیکھے یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کے ذرہ ذرہ کو جانتا ہے۔ دیکھو اس سارے جہان میں خانہ کعبہ ماہ حرام کو ان خوبیوں کے لئے منتخب فرمایا کعبہ **معظمہ** کے سوا اور کسی گھر کے لئے یہ دعویٰ نہیں کیا گیا۔ بیت المقدس کے لئے نہ کسی اور جگہ کے لئے اور اس دعویٰ کا ظہور تاقیامت ہوتا رہے گا بڑی بڑی طاقتوں نے کعبہ **معظمہ** کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی حتی کہ ابرہہ نے ہاتھیوں سے اس پر چڑھائی کی مگر کوئی بھی اپنے ناپاک ارادوں میں کامیاب نہ ہوا اور کعبہ **معظمہ** کی عظمت ویسی ہی رہی یہ ہے رب تعالیٰ کے علم و حکمت کا ظہور اب بھی کعبہ کی عظمت دیکھو اور رب کعبہ کی علم و حکمت قدرت و قوت کا آنکھوں سے مشاہدہ کرلو **وان اللہ بکل شیء علیم** اس عبارت میں تعمیم کے بعد تعمیم ہے یعنی پہلے ارشاد ہوا کہ رب تعالیٰ تمام آسمان و زمین کی چیزوں کو جانتا ہے اب فرمایا کہ ہر چیز کو جانتا ہے خواہ آسمان و زمین کی ہو یا ان کے علاوہ اس عبارت میں اس طرف اشارہ ہے کہ چونکہ رب تعالیٰ نے کعبہ **معظمہ** کو ان خوبیوں کے لئے منتخب فرمایا لہذا اس کے لئے سامان بھی ایسے ہی کردیے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی جناب حوا کو یہاں ہی ملایا دیگر انبیاء کرام کو یہاں ہی ملایا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو یہاں ہی بسایا۔ حضرت خلیل کے ہاتھوں جناب ذبیح کو یہاں ہی ذبح کرایا۔ حضرت ہاجرہ کو یہاں ہی چھوڑا آخر میں حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں ہی پیدا فرمایا ان حضور سے کعبہ **معظمہ** کی حرمت کو اور چار چاند لگ گئے ان سے معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے جو کچھ کرتا ہے عین حکمت کے مطابق ہوتا ہے

ہونے والا ہوتا ہے جب کوئی کار — غیب سے ہوتے ہیں اسباب آشکار

ان چیزوں میں غور کرکے ایمان کو قوت حاصل ہوتی ہے **اعلموا ان اللہ شدید العقاب و ان اللہ غفور رحیم** اس عبارت کا مقصود ہے لوگوں کو احترام کعبہ پر آمادہ کرنا ہر قانون کے اعلان کے آخر میں قانون کی پابندی کرنے والوں کے انعام اور قانون شکنی کرنے والوں کی سزا کا ذکر ہوتا ہے۔ **اعلموا** میں خطاب سارے مسلمانوں سے ہے یا سارے انسانوں سے یا تمام جن و انس سے۔ علم سے مراد علم مفید ہے جو عمل کا ذریعہ ہو اللہ کے عذاب و ثواب کو صرف جان لینا فائدہ مند نہیں شیطان نے بھی کہا تھا کہ **انی اخاف اللہ رب العلمین** مگر اس کا یہ خوف خدا کچھ مفید نہ ہوا یعنی اے لوگو یقین کرو کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بھی سخت ہے اور اگر تم نے کعبہ **معظمہ** کی بے حرمتی کی تو سخت سزا پاؤ گے اور وہ بخشنے والا مہربان بھی ہے اگر تم نے کعبہ وغیرہ کی عزت کی تو تمہارے سارے گناہ معاف فرمادے گا

خلاصہ تفسیر: یہاں رب تعالیٰ نے چار چیزوں کی حرمتوں کے فوائد کا ذکر فرمایا کعبہ **معظمہ** ذوالقعدہ ذی الحجہ محرم کا مہینہ عام ہدی کے جانور اور خصوصاً قربانی کے جانور جن کے گلے میں ہار ڈالے جائیں اور وہ حرم شریف میں قربان کیے جائیں کو جعل فرماکر بتایا کہ ان چیزوں کی یہ عظمت آج کی نہیں بلکہ بڑی پرانی ہے حتی کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے فرشتے کعبہ کا طواف

www.alahazratnetwork.org

وغیرہ دیتے تھے اور آدم علیہ السلام اس طرف نماز پڑھتے تھے لو۔ جعل اللہ فرما کر یہ بتایا کہ کعبہ کو یہ عظمتیں کسی مخلوق کی دی ہوئی نہیں بلکہ رب تعالٰی کی طرف سے ہیں لہٰذا کوئی شخص اس کعبہ کی عظمت دور نہیں کر سکتا کیونکہ جسے انسان بنائے اسے بگاڑ بھی سکتا ہے مگر جسے اللہ بنائے اسے کوئی بگاڑ نہیں سکتا چراغ ہم بجھا سکتے ہیں اپنے مکان اپنے برتن ہم توڑ پھوڑ سکتے ہیں مگر چاند سورج کو ہم بجھا نہیں سکتے آسمان کو بگاڑ نہیں سکتے کہ یہ چیزیں اللہ نے بنائی ہیں چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے پہلے سے ہی اس حرمت و عزت والے گھر کعبہ معظمہ کو اہل عرب یا سارے مسلمانوں یا سارے انسانوں کے لئے ذریعہ قیام و وسیلہ بقا بنایا کہ اس گھر سے ان کی دین و دنیا قائم ہے مومن جئیں تو کعبہ معظمہ سے وابستہ ہو کر مریں تو کعبہ کو منہ کر کے بعد موت غسل دیئے جائیں دفن کئے جائیں تو کعبہ کی طرف منہ کر کے ان کی صد ہا عبادتیں اس کعبہ سے وابستہ ہیں یوں ہی بقرعید کے مہینے اور کعبہ کی طرف جانے والے عام ہدی کے جانور اور خاص ذیل والی قربانیاں ان سے بھی لوگوں کا قیام ہے کہ ان سے امیروں کے ارکان حج و عمرہ ادا ہوتے ہیں۔ غریبوں کا گزارہ ان کی گوشت سے ہوتا ہے ان تمام چیزوں میں غور فرماؤ تاکہ تم کو عین الیقین بلکہ حق الیقین ہو جائے کہ اللہ تعالٰی تمام آسمان زمین کی چیزیں بلکہ ہر چیز کا جاننے والا ہے چاہو رب کے انتخاب میں آؤ نہیں تو آج تک وہ حرمت والی ہیں اگر تمام بادشاہ و سلاطین مل کر ان کی حرمتوں کو مٹانا چاہیں تو نہ مٹا سکیں سنو اے لوگو تم نے کعبہ معظمہ وغیرہ کے قوانین تو سن لئے اب ان کی پابندی بھی رہو اگر تم سے قانون شکنی کی تو اللہ تم کو سخت عذاب دے گا کیونکہ وہ شدید العقاب ہے اور اگر تم نے ان قوانین کی پابندی کی تو وہ تمہارے سارے گناہ بخش دے گا کیونکہ وہ غفور الرحیم ہے۔

فائدے۔ اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے **پہلا فائدہ** اللہ تعالٰی کی بعض مخلوق اس کے بعض بندے صفات الہیہ کے مظہر ہیں دیکھو لوگوں کا قیام ان کا بقا اللہ تعالٰی کی طرف سے ہے مگر یہاں فرمایا گیا کہ لوگوں کا بقاء و قیام کعبہ معظمہ وغیرہ سے ہے کہ ان کے دین و دنیا کعبہ سے وابستہ ہیں اس میں شرک نہیں لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگرچہ عزت ذلت دینے والا ایمان عرفان دینی و دنیاوی نعمتیں بخشنے والا رب تعالٰی ہے مگر یہ تمام چیزیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دم سے وابستہ ہیں تمام جہان کا قیام کعبہ سے ہے اور کعبہ کا قیام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دم سے ہے۔

کعبہ کی زینت ان ہی کے دم سے — طیبہ کی رونق ان کے قدم سے!
کعبہ ہی کیا ہے سارے جہاں میں — دھوم ہے ان کی کون و مکاں میں!

دوسرا فائدہ۔ جن وقتوں اور جن مہینوں کو اللہ کے مقبول بندوں سے نسبت ہو جائے اور جن تاریخوں میں کبھی کوئی اہم واقعہ ہو جائے تو وہ دن وہ تاریخیں تاقیامت حرمت والے ہو جاتے ہیں دیکھو بقرعید کا مہینہ اس لئے حرمت والا ہوا کہ اس میں حضرات انبیاء و اولیاء کے کچھ خاص واقعات ہوئے ہیں جیسا کہ ہم نے ابھی تفسیر میں عرض کیا۔ لہٰذا ماہ ربیع الاول و ماہ رجب اس لئے برکت و عظمت والے ہیں کہ ان میں سے ایک محبوب کے زمین پر آنے کا مہینہ ہے دوسرا زمین سے آسمان پر معراج میں جانے کا مہینہ ہے نیز بقرعید انبیاء کا مہینہ ہے اس لئے وہ شہر حرام ہوا تو یہ دونوں سید الانبیاء کے مہینے اس لئے یہ بھی محترم ہوئے ماہ ربیع الآخر اس لئے حرمت والا ہوا کہ وہ سید الاولیاء حضور غوث الثقلین حضور قطب ربانی محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی بغدادی رضی اللہ عنہ کے ولادت و وفات کا زمانہ ہے۔ **تیسرا فائدہ۔** جس چیز جس جانور کو اللہ کے مقبولوں سے نسبت ہو جائے وہ بھی عظمت والا بلکہ بقاء عالم کا ذریعہ بن جاتی ہے دیکھو رب تعالٰی نے یہاں تو ان قربانی کے جانوروں کو جو بیت اللہ جا رہیں

www.alahazratnetwork.org

باعث بنا اور بتایا دوسری جگہ انہیں شعائر اللہ قرار دیا کہ فرمایا **والبدن جعلنا ھا لکم من شعائر اللہ** ان جانوروں کو یہ عظمت کہاں سے ملی؟ معظمہ کی نسبت سے جب جانور کعبہ کی نسبت سے قیاما للناس بن جاتے ہیں تو حضرات اولیاء اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے قیوم عالم اور غوث قطب کیوں نہ بنیں۔ حضور سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ کی بعض تصانیف میں بعض حضرات اولیاء کو قیوم عالم فرمایا گیا ہے اس کا ماخذ یہی آیت ہے اس نام کو شرک بتانا سخت بے دینی ہے جیسے بدی سے بناہ۔ قیاما للناس ہیں تو وہ حضرات بھی قیوم عالم ہیں کہ ان کے دم سے عالم قائم ہے۔ چوتھا فائدہ: دینی عظمت والی چیزوں کی توقیر ایمان ہے ان کی توہین کفر اور عذاب الٰہی کا باعث۔ یہ فائدہ **اعلموا** سے حاصل ہوا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب** جو ان کی بے حرمتی کرے اللہ اس کے لئے شدید العقاب ہے جو ان کا احترام کرے اللہ اس کے لئے غفور رحیم ہے۔ دیکھو شیطان کے لئے اللہ تعالیٰ شدید العقاب بن گیا کہ اس نے رب کے پیغمبر کی تعظیم سے انکار بلکہ ان کی اہانت کی اور فرعون کے جادوگروں کے لئے اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے کیونکہ انہوں نے جناب کلیم اللہ کی تعظیم کی کہ جادو سے پہلے ان سے اجازت مانگی۔ وہ بلکہ وہ مومن صحابی نمازی صابر شہید سب کچھ بن گئے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

از خدا جوئیم توفیق ادب! ۔۔۔ بے ادب محروم ماند از فضل رب

پانچواں فائدہ: اللہ کے مقبول بندوں کی عزت و حرمت رب تعالیٰ کی ذات و صفات کا پتہ دیتی ہے کہ ان کی عزت سے حق تعالیٰ کی عظمت معلوم ہوتی ہے یہ فائدہ **ذالک لتعلموا** سے حاصل ہوا دیکھو رب نے کعبہ معظمہ، ذی الحجہ، ہدی وغیرہ کو اپنی معرفت کا ذریعہ قرار دیا کہ فرمایا ان عظمتوں سے معلوم کرلو کہ اللہ علیم و خبیر ہے یوں ہی حضرات انبیاء و اولیاء رب تعالیٰ کی معرفت کا ذریعہ ہیں۔

محمد مصطفیٰ یعنی خدا کی شان کے صدقے ۔۔۔ میں ہر ہر آن یارب ان کی ہر ہر آن کے صدقے

اللہ تعالیٰ وہ شان والا ہے جس نے ایسے شان والے محمد رسول اللہ کو پیدا فرمایا ایسے شان والے کعبہ کو بنایا خیال رکھو کہ حضور کی تمام شانیں رب کی شانیں وابستہ ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ چھٹا فائدہ: موسم حج میں حاجی تجارت، مزدوری و ملازمت وغیرہ کرتے ہیں اس سے حج میں کوئی خرابی نہیں ہوتی یہ فائدہ قیاما للناس کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا جیسا کہ ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا کہ کعبہ نے قیاما للناس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اس سے تمام عالم کے تجارتی کاروبار وابستہ ہیں اس تجارت کی اجازت قرآن مجید میں صراحۃً بھی ہے رب فرماتا ہے **لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم** (تفسیر روح المعانی)۔ ساتواں فائدہ: اللہ کی مقبول چیزوں کے جسم سے لگی ہوئی چیزیں بھی نافع اور مشکل کشا باعث عظمت ہوتی ہیں یہ فائدہ **والقلائد** سے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ نے ہدی جانوروں کے گلے کا ہار کو جو جوتے وغیرہ کا ہوتا ہے اسے بھی قیاما للناس فرمایا اس لئے کہ ہدی کے جانور کعبہ سے نسبت رکھتے ہیں اور ان کے ہار اس جانور سے نسبت رکھتے ہیں۔

میں آپ کی دل کو چاہوں تم کو چاہوں چاہوں غیروں کو ۔۔۔ مجھے سب دل سے الفت ہے کہ تم سے تم کو غیروں سے

یہ نسبت بہت ہی اعلیٰ تعلق ہے بجلی کا کرنٹ جب کسی کے جسم میں آجائے تو جو اس کو چھوئے وہاں بھی پہنچ جاتا ہے اور جس جگہ سے لگ جائے وہاں بھی بجلی بن جاتا ہے **لعمر الصالحین** حضرات انبیاء کو یا ان کے جوتے شریف کا نقش شریف پہلی

www.alahazratnetwork.org

مبارک سے دافع البلاء ہیں یوسف علیہ السلام کی قمیص دافع امراض ثابت ہوئی۔ حضرت جبریل کی گھوڑی کی ٹاپ کی تلی کی خاک سے سامری کے بچھڑے میں جان پڑ گئی بعض لوگ بزرگوں کا لباس ان کا جوتا ان کے بال ناخن وغیرہ کو تبرک سمجھ کر ان کا احترام کرتے ہیں ان کے عمل کا ماخذ یہی آیت ہے۔ دیکھو چھوٹے جانور بکری وغیرہ کا قلادہ یعنی پٹہ گلے میں پڑ گیا اس کا اتنا احترام کیا گیا کہ اس کا ذکر یہاں عزت کے ساتھ کیا گیا والقلائد اور اسے بھی تمام انسانی بقا کا ذریعہ بتایا گیا۔ جب یہ پٹے جو کہ ہدی کے گلے میں پڑ کر محترم ہو گیا تو بزرگوں کا جوتا ان کے قدم سے لگ کر ضرور محترم ہو گا۔

پہلا اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کعبہ معظمہ کو بیت الحرام بھی بنایا اور لوگوں کی بقا کا ذریعہ بھی مگر حدیث شریف میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ مولیٰ ابراہیم علیہ السلام نے مکہ معظمہ کو حرم بنایا اور میں مدینہ منورہ کو حرم بناتا ہوں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں و زمین کی پیدائش کے دن سے مکہ کو حرم بنایا ان احادیث کا آپس میں بھی تعارض ہے اور یہ احادیث اس آیت کے بھی خلاف ہیں۔ **جواب:** کعبہ معظمہ اور مکہ مکرمہ کے متعلق ابتدائے آفرینش سے رب تعالیٰ کا فیصلہ ہو چکا تھا اور اس کے متعلق لوح محفوظ میں لکھا جا چکا تھا کہ یہ مقام محترم ہو گا مگر اس فیصلہ الٰہی کا ظہور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے ہوا لہٰذا اس آیت کریمہ میں اس فیصلہ کا ذکر ہے اور حدیث شریف میں اس فیصلہ کے ظہور کا تذکرہ ہے بعض علماء نے فرمایا کہ اس مقام کی ذاتی حرمت اول پیدائش کے دن سے ہے اور اس کے ساتھ بیرونی حرمت ہونے پر سہاگہ کی طرح ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے ہے دیکھو زمین مدینہ اول ہی سے محترم ہے مگر اس کے احترام کا ظہور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں تشریف فرما ہو جانے سے ہوا نیز یہ منور جگہ ذاتاً پہلے سے ہی قابل احترام ہے حتیٰ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب اپنے تخت پر تمام دنیا کی سیر فرمائی تو اس زمین کے خطہ کو پیدل طے کیا اس پر سے اڑ کر نہ گزرے بادشاہ تبع اور دوسرے ساتھیوں کو اس کے متعلق خبر دی اس خبر پر تبع وہاں ہی آباد ہو گئے اور یہی سبب بنا اس جگہ شہر بن جانے کا اس کا ذکر ان شاء اللہ اس آیت کی تفسیر میں آئے گا بہر حال نہ تو احادیث آپس میں متعارض ہیں نہ قرآن و حدیث (تفسیر روح البیان) **دوسرا اعتراض:** کعبہ معظمہ ہدی اور ہدی کے گلے کے ہار لوگوں کے قیام ان کی بقا کا ذریعہ کیونکر ہیں دنیا میں بہت جگہ ایسے لوگ آباد ہیں جنہیں کعبہ سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ کعبہ کے دشمن ہیں۔ **جواب:** اس کا جواب ابھی تفسیر سے معلوم ہو گیا کہ یہاں الناس سے مراد یا تو اہل عرب ہیں تب تو آیت بالکل ظاہر ہے کہ اہل عرب کی دین و دنیا کعبہ معظمہ کی برکت سے ہے، وہاں خائف کو امان ہے اہل عرب کی روزی کعبہ معظمہ سے وابستہ ہے کعبہ ہی سے نمازیں حج و عمرہ وغیرہ وابستہ ہیں اور اگر الناس سے مراد سارے مسلمان ہیں تو قیام سے مراد ہے ان کے دین کی بقا کا ذریعہ اسلام کے بڑے بڑے ارکان کعبہ معظمہ سے قائم ہیں حتیٰ کہ مرتے وقت بھی منہ کعبہ کی طرف کر کے دفن ہوں تو کعبہ کی طرف رخ۔ اور اگر ناس سے مراد سارے جہان کے انسان ہیں تو اس کا مطلب وہ حدیث شریف فرما رہی ہے کہ جب تک کعبہ آباد ہے دنیا قائم ہے جب کعبہ ویران ہو، وہاں کا طواف حج و عمرہ بند ہو جائے گا تو قیامت آ جائے گی لہٰذا دنیا کی بقا کعبہ معظمہ اور ان چیزوں کی بدولت سے ہے۔ **تیسرا اعتراض:** ان آیات کریمہ میں کعبہ معظمہ کی ان عظمتوں کو علم الٰہی کی دلیل قرار دیا گیا۔ ارشاد ہوا ذالک لتعلموا کعبہ کی یہ عظمتیں رب تعالیٰ کے علم تام کی علامت کیونکر ہو سکتی ہیں۔ **جواب:** اللہ تعالیٰ

www.alahazratnetwork.org

نے دیا ہیں بہت سرسبز و شاداب خطے بھی بنائے ہیں اور وہ خطے بھی جہاں تیل وغیرہ کے چشمے یا سونے وغیرہ کی کانیں ہیں مگر زمین حرمین کو ان ظاہری و باطنی عیب و نقائص سے پاک رکھا نہ وہاں زمین کے لوگ کھیت و باغ نہ اس کے نیچے تیل کے تالاب یا سونے وغیرہ کی کانیں پھر اس کے باوجود اس زمین کو تمام خلق کا مرجع بنا دیا آج ہر سلطنت اپنا پیداوار حرمین شریفین میں زیادہ کرتی ہے کہ وہاں تمام دنیا جمع ہوتی ہے یہ اللہ تعالیٰ کے علام الغیوب اور قدیر مطلق ہونے کی بڑی دلیل ہے کہ ہر خطہ زمین کو وہی چیز بخشی جس کے وہ لائق تھی اور وہ ایسا قادر ہے کہ جہاں چاہے سایا باغ لگا چاہے لگوئے۔

تفسیر صوفیانہ ۔ اللہ تعالیٰ نے کعبہ معظمہ کو اپنی قدرتوں کا مظہر بنایا اسے اپنی صفات کے انوار سے منور کر کے جگمگا دیا اس خانہ کو اغیار سے محفوظ رکھا اغیار کو وہاں حاضری کی اجازت دی اور ان اخیار پر بھی بہت پابندیاں لگائیں کہ بغیر احرام وہاں داخل نہ ہوں وہاں شکار وغیرہ نہ کریں لہٰذا اسے اپنا گھر اور تمام جہان کا دل بنایا موسیٰ علیہ السلام کے طور پر حضرت عیسیٰ کو کوہ معنصب پر اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ معظمہ میں اپنا جلوہ دکھایا چنانچہ فرمایا گیا کہ جلوہ الٰہی سینا پر آیا ساعیر پر بلند ہوا اور فاران پر چمکا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مومن کے دل کو تمام انسان کا دریچہ بنایا اسے حکم دیا کہ اس کعبہ دل کو اغیار سے خالی رکھو یہاں یار ہی کی جگہ رکھو کعبہ دل حقیقی بیت الحرام ہے اور سیر الی اللہ کا راستہ گویا ماہ محترم ہے اس زمانہ میں خلق کے اختلاط سے الگ رہو نفس امارہ کو ہدی والا جانور رہے جس کے گلے میں اطاعت شریعت کا ہار ہے جسے کعبہ دل پر آداب طریقت کی چھری سے ذبح کر دیا جاتا سب ان ہی چیزوں سے مومن عارف کی قائم ہے کعبہ اجسام کا حج عمر میں ایک بار فرض ہے مگر اس کعبہ ایمان یعنی قلب مومن کا حج ہر وقت عارف لوگ کیا کرتے ہیں (از عرائس البیان و تفسیر روح البیان) اللہ تعالیٰ اس قال کو حال بنادے۔ صوفیاء کرام کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق کا قبلہ ارواح کعبہ ایمان و عرفان اور خالق کا بیت الحرام جہاں خالق ملتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور جس مہینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے وہ شہر حرام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر فدا و قربان ہونے والے عشاق اس کعبہ کی ہدی ہیں ان عشاق کے گلوں میں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا طوق پڑا ہے وہ قلائد ہیں یہ چار چیزیں بقاء نسل انسانی کا ذریعہ ہیں جیسے کعبہ معظمہ لوگوں کا جامع ہے یوں ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات جامع الناس ہے خیال رہے کہ جیسے کعبہ معظمہ باوجود ان عظمتوں و برکتوں کے اپنے قبلہ ہونے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کا حاجتمند ہے اسلام میں پہلے بیت المقدس قبلہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش پر کعبہ معظمہ قبلہ اسلام بنایا گیا اور یہ کہہ کر بنایا کہ جس قبلہ سے تم راضی ہو ہم اسی طرف تم کو پھیر دیتے ہیں اس سے تاقیامت سب کو سبق دے دیا گیا کہ بڑے سے بڑا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کرم سے بے نیاز نہیں ہو سکتا جسے جو ملے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست کرم سے ملے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ملتا ہے یہ کعبہ کی دیواروں کے وجد بار بار دل سے پوچھو۔

> نشان بے نشان بن کر زبان بے زباں بن کر
> وہ آئے اس جہاں میں حسن مطلق کی ادا ہو کر

رب تعالیٰ بے نشان اور بے زبان ہے اس کا نشان اور زبان حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں قیامت کے اول حال میں سب بے زبان ہوں گے اس وقت ہم سب بے زبانوں کی زبان حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوں گے **وانا خطیبھم اذا انصتوا** ۔ حسن مقید کی خوبی زیور سے ہوتی ہے حسن بے قید کی خوبی ادا سے ظاہر ہوتی ہے اللہ تعالیٰ حسن مطلق ہے اللہ جمیل یحب الجمال

www.alahazratnetwork.org

حضور سے [illegible] تعلق کی ادا ہیں۔

لطیفہ: جب کسی کو خط لکھنا ہو تو پہلے شہر [illegible] محلہ [illegible] خانہ [illegible] لکھا جاتا ہے تب اس تک وہ خط [illegible] پہنچتا ہے۔ [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] خدا تعالیٰ [illegible] ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوك [illegible] واذا سألك عبادي عني فاني قريب [illegible] تمہارے پاس آئے [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم۔

مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلٰغُ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿٩٩﴾ قُلْ
نہیں ہے [illegible] مگر پہنچا دینا اور [illegible] جانتا ہے [illegible] اور وہ جو چھپاتے ہو فرما
[illegible] مگر حکم [illegible] جانتا ہے جو تم [illegible] اور جو تم چھپاتے ہو
لَا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا
[illegible] برابر [illegible] اور [illegible]
تم فرما دو کہ گندا اور ستھرا برابر نہیں اگرچہ تجھے گندے کی کثرت بھائے تو [illegible]
اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿١٠٠﴾
اللہ سے اے عقلوں والو تاکہ [illegible] کامیاب ہو
[illegible] اے عقل والو تاکہ تم فلاح پاؤ

تعلق: اس آیت [illegible] پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ [illegible] پچھلی آیت [illegible] حضور صلی اللہ علیہ [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] عظمت ہے۔

[illegible]

دوسرا تعلق: پچھلی آیت [illegible] معظمہ [illegible] حضور صلی اللہ علیہ [illegible]

www.alahazratnetwork.org

صرف تبلیغ ہے اگر کوئی بھی ان کی اطاعت نہ کرے تو ان کا کچھ نقصان نہیں اگر سورج سے کوئی نور نہ لے تو سورج کا کچھ نہیں بگڑتا۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیت کے آخر میں ترغیب و ترہیب دونوں تھیں کہ اللہ سخت عذاب والا ہے اس سے ڈرو اللہ غفور رحیم ہے اس سے معافی کی امید رکھو اب اس ترغیب و ترہیب کے بعد نفس تبلیغ فرمائی جا رہی ہے کہ اپنے ظاہر و باطن کو سنبھالو اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ **چوتھا تعلق:** پچھلی آیات سے پتہ چلا تھا کہ اگرچہ سارے عالم کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے مگر عالم کے بعض حصے بہت ہی شاندار ہیں کہ ساری روئے زمین ان کی ہمسری نہیں کر سکتی جیسے کعبہ معظمہ اب ارشاد ہو رہا ہے کہ اگرچہ سارے انسانوں کے خالق و مالک ہم ہی ہیں مگر بعض انسان خبیث ہیں بعض طیب خبیث خواہ کتنے ہی زیادہ ہوں مگر تھوڑے طیب سے ہمسری نہیں کر سکتے۔ **پانچواں تعلق:** کعبہ معظمہ دنیا کی آبادی کا ذریعہ ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کی آبادی کا ذریعہ دیکھو کعبہ کا حج و عمرہ طواف، غیرہ صرف مسلمان کرتے ہیں اور کوئی قوم نہیں کرتی اور مسلمانوں کو یہ ایمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا۔ کعبۃ اللہ کا گھر ہے مسلمان اسے آباد کرنے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آباد کرانے والے ہیں بلکہ خدا تعالیٰ جنت کا بنانے والا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے بسانے والے خدا تعالیٰ دوزخ کی آگ بھڑکانے والا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس بھڑکتے کو مسلمان کے لئے بجھانے والے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ بنانے کے بعد اس کے بسانے والے کا ذکر فرمایا خیال رہے کہ گھر کی آبادی وہاں کے مکینوں سے ہوتی ہے مسجدوں کی آبادی نمازیوں سے جنگلوں کی آبادی قاصیوں سے میدان جنگ کی آبادی غازیوں سے کعبہ کی آبادی حاجیوں سے اور نمازی غازی حاجی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دم سے ہیں۔

شان نزول حضرت جابر ابن عبداللہ فرماتے ہیں کہ ایک نو مسلم نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حالت کفر شراب کی تجارت کرتا تھا مجھے اس سے بہت نفع ہوا اب میں مالدار ہوں وہ مال میرے پاس بہت ہے اگر میں وہ مال کار خیر میں خرچ کروں تو کیا مجھے کچھ ثواب ملے گا تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم وہ سب حج و جہاد جیسی اعلیٰ عبادات میں بھی خرچ کرو تب بھی وہ تم کو مچھر کے پر کے برابر مفید نہیں اللہ تعالیٰ طیب ہے وہ طیب ہی قبول فرماتا ہے تب یہ آیت کریمہ قل لا یستوی نازل ہوئی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید فرمائی گئی (تفسیر روح المعانی "خازن" روح البیان وغیرہ)۔ امام مقاتل فرماتے ہیں کہ یہ آیت لا یستوی الخ کے نزول کا واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص تھا حطیم وہ ایک بار اپنے وطن سے بہت بڑا مال تجارت لے کر یمامہ کے حاجیوں کے ساتھ عمرہ کے لئے مکہ معظمہ چلا جب یہ قافلہ مدینہ منورہ کے قریب سے گزرا تو حضرات صحابہ کرام نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی کہ ہم حطیم کا مال چھین لیں اور اسے گزشتہ چوری کی سزا دیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور فرمایا کہ اس وقت عمرہ کرنے جا رہا ہے ہدی وغیرہ اس کے ساتھ ہیں تب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید اور حضرات صحابہ کی فہمائش کے لئے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (روح البیان، روح المعانی، بیضاوی وغیرہ)۔

تفسیر: ما علی الرسول الا البلاغ یہاں ما نافیہ ہے معنی لیس علی ایک پوشیدہ کلمہ کے متعلق ہو کر واجبیا ثابتا یا لازم الرسول سے مراد حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری خلقت کے دائمی نبی دائمی پیغمبر ہیں اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلق رسول فرمایا جاتا ہے کسی خاص قوم کی طرف نسبت نہیں کیا جاتا الرسول میں الف

www.alahazratnetwork.org

اس مضاف الیہ سے معلوم ہوا کہ مضاف الیہ یا خالق ہے یا مخلوق۔ خیال رہے کہ رسول کا تعلق خالق سے لینے کا ہوتا ہے مخلوق سے دینے کا جس سے معلوم ہوا کہ نبی کا تعلق رب تعالیٰ سے لینے کا تو رہتا ہے مگر مخلوق کو دینے کا تعلق نہیں رہتا لہذا وہ حضرات رسول اللہ تو رہتے ہیں مگر رسول خلق نہیں رہتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت منسوخ نہیں لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ تک رسول اللہ بھی ہیں رسول الخلق بھی۔ الا البلاغ میں الا سے حصر ثابت ہوتا ہے مگر یہ حصر حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے لہذا اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوا تبلیغ اور کچھ نہیں کرتے اور کچھ نہیں دیتے حضور ہدایت، ایمان، عرفان، شفاعت، رحمت یا دینی علم وغیرہ سب کچھ دیتے ہیں بلاغ کے معنی ہیں احکام الٰہیہ کا پہنچانا خواہ زبان سے ہو یا قلم سے یا عمل سے یا اپنے عمل شریف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تمام تبلیغیں مکمل طور پر فرمائیں۔ عملی تبلیغ بچپن شریف سے کی زبانی تبلیغ اعلان نبوت سے بعد ہجرت سے پہلے کی اور زبانی قلمی تبلیغیں ہجرت کے بعد فرمائیں اور ہوا۔ بلکہ علماء اولیاء اللہ مجتہدین اور اہل سلاسل تا قیامت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ الٰہی ہے جس کے وہ ذمہ دار ہیں [illegible] تم ہدایت نہ پاؤ تم لوگ ہدایت یافتہ ہو یا گمراہ نہیں ان سے ذمہ احکام الٰہی تم سب تک پہنچا دینا ہے یہ کام حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے علی وجہ الکمال پورا فرما دیا اب اگلا کام یعنی ان کی تبلیغ قبول کرنا یا نہ کرنا تمہارا ہے **واللہ یعلم ما تبدون وما تکتمون** اس جملہ میں دو قسم کی نعمتیں ہیں۔ ابدا یا اعلانیہ اور پوشیدہ سارے قول فعل حال اعمال احوال ہیں۔ **تبدون** سے مراد ہے علانیہ ظاہر ظہور **تکتمون** سے مراد ہے مخلوق سے چھپ کر کرنا یا [illegible] یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام بھلے برے ظاہر و خفی اعمال افعال احوال و اقوال جانتا ہے جو شخص جو کچھ کرے گا اس کا وہ مستحق ہے **قل لا یستوی الخبیث والطیب** ظاہر یہ ہے کہ قل میں خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اس کے بعد لھم پوشیدہ ہے یعنی اے محبوب مسلمانوں سے فرما دو تاکہ انہیں یہ مسئلہ اور خبیث و طیب کا فرق معلوم ہو جائے یا کفار سے فرما دو یا سارے انسانوں سے فرما دو خواہ کافر ہوں یا مومن یا ساری مخلوق جن و انس سے فرما دو کیونکہ خبیث و طیب جن و انس سب ہی ہیں اور یہ حکم سب کے لئے ہے اس میں خطاب ہر مسلمان قاری قرآن سے ہو یعنی آگے آ رہا ہے **ولو اعجبک کثرۃ الخبیث** (**لا یستوی**) میں درجہ میں برابری کی نفی ہے خبیث بنا ہے خبث سے۔ خبث کے لغوی معنی ہیں میل اسی لئے لوہے کے میل کو خبث الحدید کہتے ہیں خبیث کے معنی ہیں میل والا اور طیب کے معنی ہیں میل سے صاف اصطلاح میں خبیث کے بہت معنی ہیں گندا، ردی، برا وغیرہ اسی لئے قرآن کریم نے ردی مال کو خبیث فرمایا **ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون ولستم باخذیہ** طیب کا مقابل [illegible] نجاست طیب [illegible] جسمانی اور روحانی چیزوں دونوں کی بہت قسمیں ہیں اس آیت کریمہ میں یہ حکم عام بیان فرمایا کہ کوئی خبیث طیب کے [illegible] نہیں۔ حرام خبیث ہے حلال طیب [illegible] خبیث ہے [illegible] طیب ہے اعمال خبیث [illegible] اعمال طیب کافر خبیث ہے مومن طیب کافر خبیث ہے متقی طیب فاجر خبیث ہے [illegible] طیب [illegible] خبیث ہے [illegible] لالچی آدمی خبیث ہے قناعت صبر والا طیب [illegible] اس ایک جملہ نے ان سب کے متعلق فرمایا کہ یہ دونوں درجہ میں برابر نہیں **ولو اعجبک کثرۃ الخبیث** اس میں خطاب عام مسلمانوں سے ہے [illegible] اے مسلمان تجھے خبیث کی کثرت حیرت میں نہ ڈالے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں مالدار کفار اور دنیا کی مال کی کوئی وقعت ہی نہ تھی ایک ایک مجلس

میں سونے چاندی کے ڈھیر تقسیم فرما دیئے۔

دولت دیا خاک برابر ہاتھ کے غنی دل نے تو نگرا   مالک کشور تخت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

اعجب بنا ہے **اعجاب** سے اعجاب بنا ہے **عجب** سے بمعنی حیرت یا ہیبت یا تعجب کرنا یا بنا ہے **عجب** میں کے ضمہ سے بمعنی پسند آنا۔ خوش ہونا لشتہ سے مراد ہے افراد کی زیادتی یا اجزاء کی زیادتی یعنی اگرچہ تم کو خبیث و گندی چیزوں کی زیادتی بظاہر بھلی معلوم ہو اور طیب چیز کم ہونے کی وجہ سے بظاہر حقیر محسوس ہو مگر حقیقت یہ ہے کہ طیب تھوڑا ہو تو بھی اعلیٰ ہے خبیث زیادہ ہو تب بھی ادنیٰ ایک قطرہ گلاب سے ایک ٹوکرہ عطر افضل ہے تھوڑی حلال چیز بہت سی حرام چیز سے بہتر ہے کہ حلال مقبول ہے حرام مردود **فاتقوا اللہ یا اولی الالباب** یہ عبارت پہلے جملہ پر مرتب ہے اس طیب بنانے والی چیز کا ذکر ہے یعنی اللہ کا خوف یہ وہ پارس ہے جو لوہے کو سونا کر دیتا ہے۔ تقویٰ کے معنی اور اس کے اقسام پہلے ہی عقل اور لب میں فرق اور عقل کی قسمیں بیان ہو چکیں۔ عقل لب کی قسمیں ہیں جیسا کہ اعلیٰ عقل بہت قسم کا اس لئے **اولی الالباب** سے ارشاد ہوا یعنی جو خبیث اور طیب ہیں ان کے لئے خاص عقل والو اللہ سے ڈرو طیب چھوڑ کر خبیث کے طالب مت ہو کہ خبیث طالب تو خبیث ہے اور طیب کا طالب تو طیب ہے **الخبیثات للخبیثین** یوں ہی **الطیبات للطیبین** اور یونہی خبیث کے طالب ہو تو سخت سزا ہو گی **لعلکم تفلحون** یہ تقویٰ و ہمارات کا نتیجہ ہے یعنی تم طالب طیب رہو تاکہ تم تقویٰ کے اعلیٰ درجہ پر پہنچو اور دنیا و آخرت میں کامیاب رہو دنیا میں بندے کی کامیابی یہ ہے کہ رب کو راضی کر لے آخرت میں کامیابی یہ ہے کہ رب تعالیٰ اسے راضی کرے دنیاوی زندگی میں تو جو رب چاہے وہ بندہ کرے آخرت میں جو بندہ چاہے وہ رب کرے **لہم ما یشاؤن** چونکہ تقویٰ طیب کا ذریعہ ہے اس لئے طیب کے بعد تقویٰ کا ذکر فرمایا۔

خلاصہ تفسیر اے لوگو خوب خیال رکھو کہ جیسے کعبہ **معظمہ** کے تم حاجت مند ہو وہ تمہارا محتاج نہیں تمہارا قیام تمہاری قیامت ہے کعبہ کا قیام اس کی قائم سے نہیں یونہی دونوں تمین کے وہ کعبہ کی رونق مدینہ کی زینت اللہ کے محبوب خالق اور ساری مخلوق کے داعی رسول تم سے بے نیاز ہیں تم ان کے حاجت مند اور نیاز مند سوال کے رسول کے ذمہ صرف یہ ہے کہ مخلوق تک اللہ کے احکام پہنچا دیں وہ ان کا کام کر چکے زبان قلم عمل تلوار وغیرہ کے ذریعہ تبلیغ کر چکے اب آگے کام تمہارا ہے تم اپنا ظاہر بھی سنبھالو باطن بھی درست کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمارے ظاہر و باطن دونوں جانتا ہے جیسا تمہارا ظاہر و باطن ہو گا ویسی ہی سزا و جزا ملے گی یہ بھی خیال رہے کہ ہماری عطا ہمارے محبوب کی عطا میں فرق نہیں عطا سخاوت دریا ہے لیکن الگ لوگوں کے لینے میں فرق ہے بعض اس سخاوت سے حصہ لے کر مرحوم ہو جاتے ہیں بعض محروم رہتے ہیں۔

مرحوم لوگ طیب ہیں محروم خبیث لہٰذا **لا یستوی الخبیث والطیب** کی بہت تفسیریں ہیں خبیث سے مراد مال حرام طیب سے مراد مال حلال یہ دونوں برابر نہیں حلال میں برکت رحمت شفاء ہے علاوہ لذت عالی قبولیت کے حرام میں ان سے باطل ہے یہ کہ خبیث سے مراد ہے انسان خبیث طیب سے مراد ہے انسان طیب کا فاسق و زنی انسان مومن متقی جنتی مجبور انسان برابر نہیں ان دونوں کی پیدائش زندگی موت کھانے پینے بول چال سونے جاگنے اٹھنے بیٹھنے میں فرق ہے اس کی ہر ادا طیب ہے اس کی ہر ادا خبیث اسی طرح کی غذا جو اسے نیل میں ملتی ہے وہ کی ملتی ہے برابر نہیں یہ کہ خبیث سے مراد کلمہ خبیث ہے اور طیب سے مراد کلمہ طیب ہے یعنی اچھی بری بات نہیں کلمہ خبیث وہ ہے جو بری نیت سے بولا جائے

www.alahazratnetwork.org

کلمہ طیبہ وہ ہے جو عشق و محبت اور دلی نیت سے بولا جائے۔ اقبال نے کیا خوب فرمایا۔

اگر ہو عشق تو ہے کفر بھی مسلمانی! | نہ ہو تو مرد مسلماں ہے کافر و زندیق

یا خبیث سے مراد بنجر زمین ہے طیب سے مراد قابل کاشت زمین ہے یہ دونوں زمینیں ہم شکل و حالات میں یکساں ہیں مگر خبیث زمین میں بویا ہوا دانہ برباد جاتا ہے طیب زمین میں بویا ہوا اچھا پھول پھل لاتا ہے اگرچہ بارش ان پر یکساں ہی ہوتی ہے یا خبیث سے مراد گندے دل طیب سے مراد اچھے اور پاکیزہ دل ابو جہل کے لئے قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار مفید نہیں ہوئے کہ دل خبیث تھا حضرات صحابہ کی یہ قابلیت انہیں چیزوں سے بے شمار مختلف فائدے نصیب ہوئے اس لئے ارشاد ہوا کہ اے محبوب تم فرما دو یا اے مسلمانو تم اعلان کر دو کہ حلال و حرام نیک و بد کفر و ایمان فسق و تقویٰ ناشکری و شکر بے صبری و صبر غرضیکہ کوئی خبیث و طیب برابر نہیں خبیث مردود ہے طیب مقبول اگرچہ تم کو خبیث کی زیادتی اس کا شور اس کی ظاہری ٹیپ ٹاپ سے دھوکا ہو جاتا ہے لیکن دیکھو مگر اس کا انجام خراب ہے لہٰذا تم اللہ سے ڈرتے رہو خبیث کے طالب نہ بنو ہمیشہ طیب کے جویاں رہو کیونکہ خبیث کا طالب خبیث ہے طیب کا طالب طیب ہے دیکھو کوا مردار کی جستجو میں رہتا ہے بلبل پھول کی تو دیکھو کوا اور بلبل ایک نہیں اللہ سے ڈرو تا کہ تم کامیاب رہو۔

فائدے اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے **پہلا فائدہ**۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صفات الہیہ کے مظہر ہیں اللہ تعالیٰ کی ایک صفت غنی عن العالمین بھی ہے یعنی تمام مخلوق سے بے نیاز حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس بے نیازی کے بھی مظہر ہیں تمام جہان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نیاز مند ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سب سے بے نیاز ہیں وہ صرف اپنے رب کے نیاز مند ہیں یہ فائدہ ما علی الرسول سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ** حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر قسم کی تبلیغ فرمائی عملی قولی لسانی اور کلامی جہاد و غزوات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ ہی تو تھے یہ فائدہ البلاغ کے متعلق فرمانے سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ**: کوئی شخص براہ راست رب تعالیٰ سے ہدایت نہیں لے سکتا جو ملے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت ملے گا یہ بھی البلاغ کے اطلاق سے معلوم ہوا پہنچانے کی ضرورت وہاں ہی ہوتی ہے جہاں خود نہ لیا جا سکے۔ **چوتھا فائدہ**۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان کے دائمی نبی ہیں اور تاقیامت بواسطہ علماء و اولیاء آپ کی تبلیغ جاری ہے یہ فائدہ بھی البلاغ کے اطلاق سے حاصل ہوا کہ یہ نہ فرمایا کہ کس قوم کی تبلیغ اور کب تک تبلیغ آپ کے ذمہ ہے جس سے معلوم ہوا کہ تاقیامت سب کی تبلیغ آپ کے آستانہ سے جاری ہے۔ **پانچواں فائدہ**۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنا ظاہر بھی درست کریں اور باطن بھی عقائد بھی ٹھیک کریں اعمال بھی صورت بھی سنبھالیں سیرت بھی صرف ظاہر یا صرف باطن کی اصلاح کافی نہیں یہ فائدہ ما تبدون اور ما تکتمون سے حاصل ہوا۔ ضروری ہے کہ اندرون برتن شربت بھی اچھا ہو اور برتن بھی صاف و ستھرا ہو تب قابل قبول ہے۔ **چھٹا فائدہ** کافر مومن جاہل عالم بے دین اور دیندار فاسق و پرہیزگار درجہ میں برابر نہیں مومن کافر سے عالم جاہل سے دیندار بے دین سے یوں ہی پرہیزگار فاسق سے درجہ میں کہیں افضل و اعلیٰ ہے یہ فائدہ ولا یستوی سے حاصل ہوا جو کافر و مومن سب کو بھائی بھائی کہے وہ اس آیت کا منکر ہے۔ **ساتواں فائدہ** عظمت کے بغیر کثرت کچھ نہیں یعنی دینی امور میں زیادتی تعداد اور کثرت رائے کچھ نہیں بلکہ رب کا ایک مسلمان سواد اعظم ہے لاکھوں بے دین و کفار سواد اعظم نہیں دیکھو

اقبال نے کیا خوب فرمایا۔

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کارے شو   کہ از مغز دو صد خر فکر انسانے نمی آید

جاہلوں ناقصوں کی جمہوریت سے مرد کامل کی شخصی حکومت بہتر ہو کہ گدھوں کی جمہوریت کا دریا ایک انسان کامل کے برابر نہیں۔

اکبر نے فرمایا۔

یاں ووٹ لئے جاتے ہیں تولے نہیں جاتے

یہ فائدہ ولو اعجبک کثرة الخبيث سے حاصل ہوا۔ آٹھواں فائدہ: کامل عقل والا وہی ہے جس کے دل میں اللہ کا خوف ہے اور عقل وہی مفید ہے جو رب تعالیٰ تک پہنچا دے رب تعالیٰ اور جہنمی اعمال سے بچا دے۔ صدیقی عقل نصیب کرے یہ فائدہ واتقوا الله يا اولى الالباب سے حاصل ہوا۔ نواں فائدہ: سب کو تقوے کا حکم ہے مگر جیسا شخص ویسا تقویٰ کافر کے لئے تقویٰ یہ ہے کہ ایمان قبول کرے مومن کے لئے تقویٰ یہ ہے کہ نیک اعمال قبول کرے بد عملیوں سے بچے پرہیزگار کے لئے تقویٰ یہ ہے کہ وہ شبہ کی چیزوں سے بچے حضرات انبیاء و اولیاء کا تقویٰ یہ ہے کہ وہ ہر اس چیز سے بچیں جو یار کے سامنے آڑ بن جائے جیسے حضرت سلیمان نے ایک ہزار گھوڑے ذبح کرا دیئے کہ ان کی وجہ سے آپ کی نماز میں تاخیر ہو گئی تھی رب نے مولانا کا عوض دیا فرمایا وسخرنا له الريح اسی لئے واتقوا الله مطلق فرمایا۔ دسواں فائدہ: عقل عام ہے اور لب خاص لب کے لغوی معنی ہیں خلاصہ یا مغز جو عقل وہم و خیال سے خالص ہو وہ لب ہے لب خاص بندوں کو ہی عطا ہوتی ہے عقل سے جہاز ریل تار ٹیلیفون وغیرہ بنتے ہیں مگر لب سے دین ایمان عرفان بنتے ہیں یہ فائدہ اولى الالباب فرمانے سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ پیغمبر کے ذمہ صرف احکام دینا ہے وہ ڈاکیہ کی طرح رب کا حکم مخلوق تک پہنچا دینے والے ہیں اس کے سوا شفاعت وغیرہ کوئی وصف نبی کو حاصل نہیں دیکھو رب فرماتا ہے وما على الرسول الا البلاغ الا سے حصر کا فائدہ حاصل ہوا۔ **جواب:** اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ یہاں حصر اضافی ہے حقیقی نہیں مطلب یہ ہے کہ رسول تم کو ہدایت دے دینا نہیں ان کے ذمہ صرف احکام الٰہی پہنچا دینا ہے لہٰذا ہدایت حاصل نہ کرے تو اس کا رسول کی ذات کریم پر بالکل نہیں اس کے ذمہ دار تو وہ لوگ ہوں گے ورنہ قرآن کریم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رؤف رحیم رحمۃ للعالمین نور سراج منیر مختار کا وسیلہ عظمیٰ فرمایا ہے حضور اپنے رب کی عطا سے ان سب صفات سے متصف ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ **دوسرا اعتراض:** اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو ظاہر و باطن سب کچھ درست کرنا چاہئے مگر حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتیں نہیں دیکھتا وہ تو تمہاری نیتیں اور دل دیکھتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ انسان پیٹ ٹھیک کرے صورت ٹھیک کی کیا ضرورت ہے اس آیت اور اس حدیث میں تعارض ہے۔ **جواب:** اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ رب تعالیٰ تمہاری صورتیں صرف نہیں دیکھتا بلکہ نیت و دل بھی دیکھتا ہے لہٰذا صورت و سیرت دونوں ٹھیک کرو ہم نجس گندے برتن کا کھانا قبول نہیں کرتے رب تعالیٰ مشرکین و کفار کی شکل والوں کے نیک اعمال کیسے قبول کرے گا۔ **تیسرا اعتراض:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ کثرت و قلت کوئی چیز نہیں مگر حدیث شریف میں ہے کہ سواد اعظم (بڑی جماعت) کے ساتھ رہو دوسری حدیث میں ہے کہ جماعت والوں پر زیادہ ہاتھ ... والیوں سے

www.alahazratnetwork.org

اگلی دولت میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا۔ **انکحوا لودا لودود فانی مکاثر بکم الامم** یہ حدیث اس آیت کے خلاف ہے۔ **جواب** اس آیت میں خبیثوں گندوں کی کثرت زیادتی کی برائی کی گئی ہے حدیث شریف میں مومنوں صالحوں متقیوں کی زیادتی کی تعریف فرمائی گئی بیشک مسلمانوں کی کثرت اللہ کی رحمت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **ید اللہ علی الجماعۃ** جماعت مومنین پر اللہ کی رحمت ہے۔ خیال رہے کہ اگر کسی زمانہ میں سب لوگ گمراہ ہو جائیں اور صرف ایک شخص ہدایت پر رہ جائے تو وہی سواد اعظم یعنی بڑا گروہ ہے کہ اوصحابہ تا قیامت سے مسلمانوں کے عقائد دیکھنا ہے دیکھو شرح فقہ اکبر وغیرہ۔ **چوتھا اعتراض** یہاں ارشاد ہوا کہ اے عقل والو اللہ سے ڈرو تو کیا بے عقل والے اللہ سے نہ ڈریں اللہ کا خوف تو عاقل اور غیر عاقل سب کو ہی چاہئے **جواب:** اس آیت کا منشا یہ ہے کہ اے عقل والو تم بھی اللہ سے ڈرو اپنی عقل و دانش پر گھمنڈ نہ کرو بلکہ عقل مفید وہی ہے جو دل میں خوف خدا پیدا کرے۔ جو عقل رب سے غافل کردے وہ عقل شیطانی ہے لعنت کا باعث اور جو عقل رب تک پہنچا دے وہ عقل رحمانی ہے رحمت خداوندی ہے۔

تفسیر صوفیانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبلغ اعظم ہیں تبلیغ کے معنی ہیں پہنچانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم رب تعالیٰ کے احکام و علوم بذریعہ قال مخلوق کے کانوں تک پہنچاتے ہیں اور بذریعہ حال دلوں تک بذریعہ نظر دلوں تک قال والی تبلیغ ۲۳ سال تک فرمائی مگر حال والی اور نظر والی تبلیغ ابد الآباد تک فرماتے رہیں گے۔ مشرق و مغرب جنوب شمال میں جو فیض حسن کو مل رہا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ سے مل رہا ہے۔

جس طرف کو اٹھ گئیں عالم منور ہو گیا　میں تری آنکھوں کے صدقے ان میں کتنا نور ہے

لہٰذا اے مسلمانو ہمارے رسول کی تبلیغ سے ظاہر و باطن دل و دماغ روح و جسم کو فیض لو اللہ تعالیٰ تمہارے ظاہری جسم و سمایات کو بھی جانتا ہے اور تمہارے باطن یعنی روح و روحانیات سے بھی خبردار ہے صوفیاء کرام نے ہر ایک خبیث وہ شے ہے جو نفسانی راستہ سے آئے خواہ ظاہری رزق ہو یا باطنی رزق علم اعمال وغیرہ اور طیب وہ شے ہے جو نفسانی راستہ سے بچا ہوا تم تک پہنچے طیب وہ ہے جس سے حق اللہ حق الرسول ادا کیا جائے خبیث وہ ہے جس میں مردودوں کی شرکت ہو طیب شہد ہے خبیث زہر جو زمین حلال درخت بار دار ہے فاسق درخت خاردار ظاہر ہے کہ شہد اور زہر برابر نہیں اور خار بار نہیں روح علوی چیز ہے انسان کو بلندی کی طرف لے جاتی ہے نفس سفلی چیز ہے ہمیشہ انسان کو نیچے گراتی ہے مولانا فرماتے ہیں۔

ہمیں مرو اندر پئے نفسے چوزاغ　کو گوہ ستان برونے سوئے باغ

نفس اگرچہ زیر کست و خردہ داں　قبلہ اش دنیا است او را مردہ داں

صوفیاء فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے اولاً فرمایا کہ خبیث طیب برابر نہیں پھر فرمایا کہ تقویٰ اختیار کرو تاکہ تم خبیث نہ رہو طیب و پاک ہو جاؤ معلوم ہوا کہ تقویٰ بڑی نعمت ہے تقویٰ ہی نفس کو طیب بناتا ہے پھر فرمایا تاکہ تم کامیاب ہو ہر شخص کی کامیابی الگ ہے برات میں دولہا کے بچوں کی کامیابی یہ ہے کہ انہیں جلیبی کے پیسے زیادہ ملیں براتیوں کی کامیابی یہ ہے کہ انہیں کھانا اچھا مل جاوے دولہا کے طبیبوں کی کامیابی یہ ہے کہ انہیں خوب روپے مل جاویں مگر دولہا کی کامیابی یہ ہے کہ اسے برات کا اصلی مقصود یعنی دلہن مل جاوے صد افسوس بلکہ ہمارے نفس نا سمجھ نے دنیاوی دولت و عزت کو کامیابی سمجھا مگر اللہ والوں کے دل کی کامیابی یہ ہے کہ

www.alahazratnetwork.org

اس زندگی میں کوئی اس حادثے لہذا اس سے بچیے۔ چاہو ورنہ یہ تم کو عجائب باغ کے مردار کی طرف لے جائے گا نفس اگرچہ بہت چالاک ہے مگر اس کا قبضہ ہے۔ دنیا میں خبیث بظاہر بہت معلوم ہوتا ہے مگر درحقیقت حقیقت طیب اگرچہ معمولی اور محسوس ہو مگر درحقیقت عظیم ہے ہمیشہ طیب کے طالب ہو۔

گلستاں جہاں میں بہت گل ہیں اور کانٹے بھی　　　مگر جو گل سے ہویاں ہیں انہیں کیا خار کا کھٹکا

صوفیاء فرماتے ہیں کہ خبیث دو قسم کے ہیں اصلی اور عارضی یوں ہی طیب کا حال ہے خبیث اصلی کبھی طیب نہیں بن سکتا خبیث عارضی تلاوت قرآن صحبت صالحین سے طیب بن جاتا ہے جیسے ناپاک پڑا پانی صابن سے پاک ہو جاتا ہے کہ عارضی ناپاک ہے مگر پیشاب پانی صابن سے پاک نہیں ہوتا کہ اصلی نجس ہے جو آرام و راحت میں رب کو بھول جاوے وہ عارضی طیب ہے جو ہر حال میں رب کو یاد رکھے وہ اصلی طیب ہے رب فرماتا ہے **ومن الناس من یعبد اللہ علی حرف** حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اصلی خبیث کو طیب بنا دیا یعنی حضور کا قرین شیطان مسلمان ہو گیا شیطان اصلی خبیث ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے طیب بنا دیا انسان کی حقیقت بدل دی پیشاب سمندر میں گر کر پاک ہو جاتا ہے پاخانہ آگ میں راکھ بن کر [illegible] نمک کی کان میں نمک بن کر پاک ہو جاتا ہے ہمارا شعر ہے

تم کچھ کر یا نہ کرو تو سالک تیرا اعلیٰ بن جائے　　　کھوٹا کو اگر دیکھے پارس کندن بھی بن جائے

خدا وہ آگ نصیب کرے جو ہماری حقیقت بدل دے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَسْـَٔلُوا۟ عَنْ أَشْيَآءَ إِن تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَإِن تَسْـَٔلُوا۟

اے وہ لوگو جو ایمان لائے نہ پوچھو ان چیزوں کے متعلق کہ اگر ظاہر کر دی جاویں تمہارے لئے تو غمگین

اے ایمان والو ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بری لگیں اور اگر انہیں اس وقت پوچھو گے کہ قرآن

عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ ٱلْقُرْءَانُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا ٱللَّهُ عَنْهَا ۗ وَٱللَّهُ غَفُورٌ

کریں تم کو اور اگر پوچھو گے تم ان کے بارے میں جبکہ اتارا جاتا ہے قرآن تو ظاہر کر دی جاویں گی واسطے تمہارے معاف کیا

اتر رہا ہے تو تم پر ظاہر کر دی جائیں گی اللہ انہیں معاف کر چکا ہے اور اللہ بخشنے والا حلم والا

حَلِيمٌ ۝ قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِّن قَبْلِكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا۟ بِهَا كَٰفِرِينَ ۝

اللہ نے ان سے اور اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔ تحقیق پوچھا ان کو ایک قوم نے تم سے پہلے پھر ہو گئے وہ ساتھ ان کے انکاری۔

ہے تم سے اگلی ایک قوم نے انہیں پوچھا پھر ان سے منکر ہو بیٹھے۔

تعلق اس آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق پچھلی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تبلیغ ہے اب فرمایا جا رہا ہے کہ چونکہ وہ رب تعالیٰ کی طرف سے مبلغ اعظم ہیں اس لئے ضروری احکام وہ تم کو خود ہی پہنچا دیں گے تم ان کی اطاعت کرو تم ان سے پوچھ پوچھ کر اپنے پر احکام سخت نہ کراؤ گویا حضور صلی اللہ علیہ

www.alahazratnetwork.org

وسلم کی تبلیغ کا ذکر پہلے ہو چکا۔ مسلمانوں کو تبلیغ کرنے کے آداب کا ذکر اب ہو رہا ہے۔ وہاں نبی کا ذکر پہلے تھا فقیروں کو لینے کا طریقہ اب سکھایا جا رہا ہے۔ **دوسرا تعلق** پچھلی آیات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عامہ کا ذکر ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے ثابت ہوئی اب فرمایا جا رہا ہے اے مسلمانو تم کفار کی طرح معجزات کے مطالبہ میں مشغول نہ ہو بلکہ اطاعت کی کوشش کرو ممنوعہ مطالبوں سے کبھی مصیبت آجاتی ہے۔ **تیسرا تعلق** پچھلی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کھلے چھپے حالات جانتا ہے اب ارشاد ہو رہا ہے کہ اس نے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بتانے سے سب کچھ جانتے ہیں تم ان سے پوچھ پوچھ کر اپنے عیب نہ کھلواؤ اپنے پردے رہنے دو۔ **چوتھا تعلق** پچھلی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ بعض لوگ خبیث ہیں بعض طیب یہ دونوں درجے میں برابر نہیں اب ارشاد ہو رہا ہے کہ اے مسلمانو تم بہت پوچھ گچھ کر کے ان کو ظاہر نہ کراؤ بعض لوگ خبیث ہیں مگر پردہ میں ہیں لوگوں کی بدنامی نہیں تم ان کے عیوب نہ کھلواؤ ممکن ہے کہ ان سوالات سے خود پوچھنے والے ہی کا پردہ چاک ہو جائے لہٰذا پردہ رہنے دو۔ **پانچواں تعلق** پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا اے عقل والو اللہ سے ڈرو تاکہ کامیابی پاؤ جس سے معلوم ہوا تھا کہ کامیابی کا دار اللہ سے خوف اور نیک اعمال کرنے برے اعمال سے بچنے پر ہے اب ارشاد ہو رہا ہے کہ اپنے اوقات بیہودہ اور فضول سوالات میں ضائع نہ کرو بلکہ عمل صالح میں صرف کرو بیہودہ سوالات کا انجام خراب ہوتا ہے کامیابی کثرت عمل سے ہے نہ کہ کثرت سوال سے۔

شان نزول اس آیت کے نزول کے متعلق چند روایتیں ہیں (۱) بعض منافقین بطور تمسخر ول لگی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت غیر ضروری باتیں پوچھا کرتے تھے کوئی کہتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری اونٹنی گم گئی ہے بتائیے کہاں ہے کوئی کہتا کہ فرمائیے میرا باپ کون ہے میں کس کا بیٹا ہوں ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر قیام فرما کر ارشاد کیا کہ اچھا آج جو چاہو پوچھ لو ہم اس مجلس میں سب کچھ بتا دیں گے عبداللہ ابن حذافہ سہمی کھڑے ہوئے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرا باپ کون ہے فرمایا تمہارا باپ حذافہ ہے یعنی تم حلال سے پیدا ہوئے وہ تمہارے باپ ہیں دوسرا شخص بولا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرا باپ کون ہے فرمایا تیرا باپ سالم ہے شیبہ کا آزاد کردہ غلام (یعنی تو اپنے باپ سے نہیں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ تیور دیکھے تو عرض کیا یا رسول اللہ ہم بارگاہ الٰہی میں توبہ کرتے ہیں (یعنی اب کوئی نہ پوچھے گا رحم فرمائیے) (بخاری جلد اول کتاب العلم باب الغضب فی التعلیم ص 20) عبداللہ ابن حذافہ کی والدہ نے جب یہ واقعہ سنا تو اپنے بیٹے عبداللہ پر ناراض ہوئیں اور بولیں کہ تجھ جیسا (بیٹا) میں نے نہ دیکھا ہو گا اگر میں نے زمانہ جاہلیت میں کوئی ناجائز حرکت کی ہوتی تو آج میں کیسی رسوا ہو جاتی۔ عبداللہ بولے کہ اگر آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کسی حبشی غلام کا بیٹا کہہ دیتے تو میں اس کا بیٹا ہوتا (تفسیر خازن) کسی نے پوچھا کہ میرا باپ کون ہے فرمایا صداقہ ہے یعنی تو حرامی ہے اپنے باپ کے نطفہ سے نہیں کیونکہ اس کی ماں کا خاوند کوئی اور تھا ایک شخص نے پوچھا میرا انجام کیا ہو گا فرمایا تو جہنم ہے تیرا ٹھکانہ آگ ہے ایک نے پوچھا میرا باپ موت کہاں ہے فرمایا دوزخ میں اس موقعہ پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (روح البیان وغیرہ) (۲) حضرت علی ابن ابی طالب فرماتے ہیں کہ جب حج کی آیت کریمہ نازل ہوئی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ سے فرمایا کہ حج ادا کرو فرض ہے تو حضرت اقرع ابن حابس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہر سال فرض ہے حضور خاموش رہے انہوں نے پھر یہی پوچھا پھر خاموش رہے انہوں نے پھر یہی سوال کیا تب فرمایا کہ اگر ہم ہاں کہہ

www.alahazratnetwork.org

سے تو ہر سال ہی فرض ہو جاتا عمر میں ایک بار فرض ہے تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (تفسیر خازن وغیرہ)۔

تفسیر: **یایها الذین امنوا۔** قرآن مجید میں کبھی **الذین امنوا** سے تاقیامت سارے انسان مومن مراد ہوتے ہیں کبھی سارے جن وانس بلکہ ملائکہ مومنین مراد ہوتے ہیں کبھی صرف صحابہ کرام ہی مراد ہوتے ہیں اس کا پتہ آیت کے مضمون سے چلتا ہے یہاں تیسری قسم کا خطاب ہے یعنی صرف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی مراد ہیں کیونکہ قرآن کے زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ پوچھنا انہیں کو میسر تھا اور اگلا مضمون یہی ہے لہذا یہاں ایمان سے مراد وہ ایمان ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر نصیب ہو۔ مومن اللہ تعالیٰ کی بھی صفت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی حضرات صحابہ کی بھی اور ہماری بھی مگر ان چاروں ایمانوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے اللہ تعالیٰ مومن ہے یعنی مخلوق کو امان دینے والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مومن ہیں یعنی امت کو ایمان بخشنے والے حضرات صحابہ مومن ہیں شہودی کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبریل کا نزول قرآن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو آنکھوں سے دیکھا اور دیکھ کر ایمان لائے ان کا ایمان ان چیزوں پر شہودی ہوا ہم سب مومن بالغیب ہوئے کہ ان میں سے کوئی چیز نہ دیکھی اور ایمان لائے۔ حضرت بلال نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اذان نہ دی کہ اب **اشهد ان محمد رسول الله** کسے دیکھ کر پڑھوں **لا تسئلو عن اشیاء۔ لا تسئلوا** بنا ہے سوال سے جس کا مادہ س ا ل ہے سوال کے معنی مانگنا بھی ہیں جیسے **واذا سالتموهن متاعا** اور جیسے **لا یسئلون الناس الحافا** اور اس کے معنی پوچھنا بھی ہیں جیسے **واذا سالک عبادی عنی فانی قریب** جب معنی پوچھنا ہو تو اکثر اس کے بعد عن آتا ہے جیسے **و یسئلونک عن الانفال** یہاں پوچھنے کے معنی میں ہے۔ **اشیاء** سے مراد احکام شرعیہ اور دوسری چیزیں سب ہی ہیں۔ خیال رہے کہ **اشیاء** جمع شئی کی ہے۔ وزن افعال کا ہے [illegible] جمع قلت [illegible] شئی کی جمع **شیئاء** [illegible] آخر کلمہ میں دو ہمزہ جمع ہو گئیں درمیان میں الف تھا یہ عربی میں ثقیل ہے اس لئے اس کی پہلی ہمزہ جو لام کلمہ ہے وہاں سے ہٹا کر شروع میں لگا دی گئی۔ **اشیاء** ہو گیا [illegible] بر وزن لفعاء [illegible] اس لئے یہ منصرف [illegible] اور [illegible] نے یہی کہا ہے اخفش اور فراء نے کہا ہے کہ یہ اصل میں **اشیئاء** تھا [illegible] اس سے [illegible] یہ بھی غیر منصرف ہے مگر قوی بات وہ ہے جو امام کسائی نے فرمائی کہ وزن افعال ہے جیسے ابناء اور اسماء ان میں غیر منصرف ہونے کی کوئی وجہ نہیں [illegible] حمراء کے وزن پر تھا اس لئے اسے غیر منصرف مانا گیا جیسے [illegible] اس میں غیر منصرف ہونے کی [illegible] نہیں صرف [illegible] سے اسے غیر منصرف کہا گیا قیاس یہ ہی تھا کہ منصرف ہو مگر قرآن نے غیر منصرف فرمایا اس لئے مان لیا گیا (تفسیر کبیر و روح المعانی وغیرہ) حقیقت یہ ہے کہ یہ قول بہت ہی قوی ہے قرآن مجید ہمارے قاعدوں کا پابند نہیں بلکہ ہمارے قاعدے قرآن مجید کے پابند ہیں **ان تبد لکم تسؤکم۔** یہ جملہ شرطیہ صفت ہے اشیاء کی تبد بنا ہے بدء سے بمعنی ظہور ابداء ظاہر کرنا تسؤ بنا ہے سوء سے بمعنی برائی یا [illegible] دوسرے معنی مراد ہیں یعنی برا لگنا یا مشقت میں پڑ جانا یعنی اے جماعت صحابہ جو میرے محبوب [illegible] تم ایمان لائے ہو تم ہمارے محبوب سے ایسی چیزوں کے متعلق نہ پوچھا کرو کہ اگر وہ تم پر ظاہر کی جائیں تو تم کو غمگین بنائیں یا تم کو مشقت میں ڈال دیں **وان تسئلوا عنها حين ينزل القرآن تبد لكم** اس عبارت میں دیئے سوال و

جواب سے دنیاوی انجام ظاہر ہے۔ تیسری یہ غور کرو کہ یہ زمانہ ہے نزول قرآن کا آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنا رب تعالیٰ سے پوچھنا ہے اور آیات قرآنیہ کے نزول کا زمانہ ہے تمہارے سوالات پر نزول آیت ہوتا ہے تمہارے حالات سوالات آیات قرآنیہ کے شان نزول میں تو ہو سکتا ہے کہ تم ایسے سوالات کرو اور قرآن کریم ان کے جواب دے تو تم مصیبت یا مشقت میں پڑ جاؤ۔ [illegible] میں گرفتار ہو جاؤ **عفا اللہ عنہا** یہ یا تو **عفا** بنا ہے **عفو** سے بمعنی معافی تو عفو اس لئے کہتے ہیں کہ اس سے قصور و جرم مٹ جاتا ہے **عنہا** کی ضمیر کا مرجع یا تو سوال ہے جو **لا تسئلوا** سے سمجھ میں آیا یا اشیاء ہے [illegible] یعنی اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو معاف فرما دیا کہ جن کی ممانعت نہ ہوئی [illegible] چیزیں تین قسم کی ہیں ایک وہ جس کا حلال ہونا قرآن یا سنت میں مذکور ہو جیسے بکری گائے اور [illegible] حلال ہیں دوسری وہ جس کا حرام ہونا قرآن یا حدیث میں مذکور ہو جیسے سور کتا [illegible] تیسری وہ جس سے خاموشی ہے نہ قرآن کریم میں ان کا [illegible] ہے نہ حدیث میں وہ معافی میں ہیں ان کو حرام نہیں کہا جا سکتا جیسے [illegible] یا مطلب یہ ہے کہ تم نے زمانہ جاہلیت میں [illegible] کئے تھے وہ معاف کر دئیے یا تم نے اب تک جو ایسے سوالات کئے وہ معاف ہیں [illegible] **قد سالها قوم من قبلکم** اس عبارت میں ان لا یعنی سوالات کے برے انجام کا وہ نتیجہ بیان ہو رہا ہے جو گزشتہ لوگوں سے [illegible] قوم سے مراد قوم صالح علیہ السلام ہے جنہوں نے اپنے نبی سے اونٹنی مانگی اور قوم موسیٰ علیہ السلام جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ ہم کو رب تعالیٰ [illegible] یا جنہوں نے گائے ذبح کے حکم پر پوچھ پوچھ کر قیدیں لگوا لیں اور مصیبت میں پڑ گئے قوم عیسیٰ علیہ السلام نے [illegible] خوان مانگا [illegible] ان پر عذاب الٰہی آ گیا۔ [illegible] **ثم اصبحوا بها کافرین** ثم عطف [illegible] کے لئے ہے **بها** کا مرجع وہی [illegible] یعنی ان قوموں نے اپنے انبیاء سے ایسی چیزوں کے متعلق سوالات کئے اور جواب ملنے پر منکر ہو گئے جس سے ان پر عذاب الٰہی آیا تم ان قوموں کے انجام میں غور کرو اور ایسے لا یعنی سوالات سے باز رہو۔

خلاصہ تفسیر: شان نزول سے معلوم ہو چکا کہ بعض لوگوں نے غیر ضروری سوالات سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے [illegible] اللہ تعالیٰ نے تو اپنے محبوب سے یہ فرمایا کہ آپ نے ایسے سوالات [illegible] فرمایا [illegible] ایسے سوالات [illegible] جواب [illegible] کی وجہ سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] علم [illegible] بچنے والوں سے فرمایا کہ اس قسم کے سوالات نہ کیا کرو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب [illegible] لوگوں کو سوال سے [illegible] فرمایا اے وہ خوش نصیب لوگو جو دولت ایمان سے مالا مال ہو چکے ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں ایمان [illegible] حاصل کر چکے تم ہمارے محبوب سے آئندہ بھی ایسی چیزوں کے متعلق پوچھا نہ کرو کہ اگر وہ تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو ان سے کوئی فائدہ نہ ہو بلکہ تم کو بری لگیں ایسے سوالات تمہارے لئے مضر ہیں تم کو معلوم ہے کہ یہ زمانہ ہے نزول قرآن کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آیات نازل ہو رہی ہیں اگر تم اس زمانہ میں ایسے سوالات کرو گے تو تم پر وہ باتیں ظاہر کر دی جائیں گی اور تا قیامت وہ آیات اور [illegible] محبوب کے جوابات دنیا میں باقی رہیں گے [illegible] بلکہ [illegible] سوالات سے باز رہو اب تک تم نے جو اس قسم کے سوالات کر لئے اللہ نے معاف فرما دئیے [illegible] زمانہ جاہلیت میں ہو چکے۔ رب تعالیٰ

www.alahazratnetwork.org

معاف فرما دیا۔ جو چیزیں ہم اور ہمارے محبوب بیان نہ فرمائیں وہ معافی میں ہیں رب نے ان کی معافی دے دی اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا حلم والا ہے معلوم ہے کہ تم سے پہلے قوم صالح قوم موسیٰ قوم عیسیٰ علیہم السلام نے اپنے رسول سے ایسے بیہودہ سوالات اور مطالبات کئے پھر ان کے منکر ہو گئے جس سے ان پر عذاب الٰہی آگئے تم ایسے خطرناک کام کرتے ہو لہٰذا تم اس سے باز رہو۔

نوٹ: حضرات صحابہ کرام کے سوالات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تین قسم کے ہوئے ایک وہ جن کے جوابات قرآن کریم نے بغیر ترمیم و تبدیلی کے دیئے جیسے **يسئلونك عن المحيض** لوگ آپ سے حیض کے احکام پوچھتے ہیں **قل هو اذى فاعتزلوا النساء** تم فرماؤ کہ وہ گندگی ہے اس حالت میں بیویوں سے الگ رہو یا **ويسئلونك عن الانفال قل الانفال لله** الخ وغیرہ یہ سوالات بہت ضروری تھے جن کے جوابات بعینہٖ دیئے گئے۔ دوسرے وہ سوالات جن کے جوابات کریم نے بدل کر دیئے کیونکہ اصل سوال سے زیادہ مفید تھے جیسے **يسئلونك عن الاهلة قل هي مواقيت للناس** حضرات صحابہ نے چاند کے گھٹنے بڑھنے کی وجہ پوچھی تھی کہ یہ سورج کی طرح ہمیشہ پورا کیوں نہیں رہتا اس کی وجہ بیان فرمانے کی بجائے اس کی حکمت اس کے فائدے بیان کئے گئے یا جیسے سوال کیا کہ ہم کیا مال اللہ کی راہ میں خرچ کریں تو اس کے جواب میں فرمایا کہ فلاں فلاں مصرف میں خرچ کرو تیسرے وہ سوالات جن کے جوابات دینے کی بجائے ان سے روک دیا گیا یہاں اسی تیسری قسم کے سوالات کا ذکر ہے کیونکہ یہ سوالات مضر تھے۔

فائدے: اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ازل تا ابد بتا دیا سمجھا دیا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم علم لدنی ہیں کون کس کا بیٹا ہے یہ ابتداء ہے کون دوزخ میں جاوے گا کون بہشت میں یہ انتہا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کی خبر ہے ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم صاحب اسرار ہیں اس لئے ہر ایک کا اظہار نہیں فرماتے یہ فائدہ اس آیت کریمہ کے پہلے شان نزول سے حاصل ہوا

ایک [illegible] سارا جہاں — پیش نظروں [illegible] خبریں

حضور کے صدقے سے بعض اولیاء اللہ کو حق تعالیٰ یہ علم بخشتا ہے مولانا فرماتے ہیں۔

بلکہ قبل از زادن تو سالہا — [illegible] شناسد [illegible] چندین حالہا
[illegible] در چشم خاص اولیاء — تا بہ بینی از ابتداء تا انتہاء

دیکھو اصحاب فیل کا واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے چالیس دن پہلے ہوا اور قوم عاد یعنی ہود علیہ السلام کی کافر قوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قریباً چھ ہزار سال پہلے ہوئی مگر ان واقعات کے متعلق ارشاد ہوا **الم تر كيف فعل ربك باصحاب الفيل** اور فرماتا ہے **الم تر كيف فعل ربك بعاد** کیا تم نے نہ دیکھا کہ رب نے اصحاب فیل قوم عاد سے کیا کیا معلوم ہوا کہ یہ واقعات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں ہیں جو ذات کریم اپنی ولادت سے پہلے دنیا کے ذرہ ذرہ کو دیکھ رہی ہو وہ اپنی وفات کے بعد بھی عالم کے ذرہ ذرہ کو دیکھ رہے ہیں۔ دوسرا فائدہ: اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو احکام شرعیہ کا مالک بنایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں اور نہ میں سب کچھ ہے حضور صلی اللہ علیہ

www.alahazratnetwork.org

وسلم کی زبان سے جو اعلان ہو وہ فرض ہوتا ہے۔ یہ فائدہ اس آیت کے دوسرے شان نزول سے معلوم ہوا کہ فرمایا اگر ہم ہاں کہہ دیتے تو ہر سال حج فرض ہو جاتا۔ دیکھو اس کی تحقیق ہماری کتاب سلطنت مصطفیٰ میں۔ **تیسرا فائدہ:** اصل اشیاء میں اباحت ہے یعنی جو چیز شریعت میں حرام نہ کی گئی ہو وہ مباح ہے خواہ قرون ثلاثہ میں ہو یا نہ ہو۔ حدیث شریف میں ہے کہ حلال وہ جسے اللہ نے حلال کیا حرام وہ جسے اللہ نے حرام کیا اور جن چیزوں سے خاموشی رہی وہ معاف ہے۔ یہ فائدہ **عفا اللہ عنہا** کی تیسری تفسیر سے حاصل ہوا جب عنہا کی ضمیر اشیاء کی طرف ہو لہٰذا نیاز فاتحہ حنفی شافعی بننا، قادری چشتی بننا درست ہے کہ انہیں اللہ و رسول نے حرام نہ کیا۔ اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق اور فہرست القرآن میں دیکھو۔ اس مسئلہ پر بہت آیات بہت احادیث وارد ہیں۔ **چوتھا فائدہ:** اپنے شیخ سے جو وظیفہ یا عمل حاصل ہو اس کو بغیر قید اور بے پوچھے پڑھا کرے اس میں اپنی قیدیں نہ لگاوے یہ فائدہ بھی عفا اللہ عنہا سے حاصل ہوا۔ **پانچواں فائدہ:** حضرات صحابہ کرام اللہ کے ایسے محبوب ہیں کہ بہت سی آیات ان کے حالات ان کے واقعات ان کے حالات کے ساتھ نازل ہوئیں یہ فائدہ **وان تسئلوا** جملہ شرطیہ سے حاصل ہوا۔ خیال رہے کہ گزشتہ انبیاء کرام کی کتابیں اور صحیفے رب تعالیٰ کی طرف سے پورے کے پورے لکھے لکھائے انہیں دے دیئے جاتے تھے ان کی آیات کے شان نزول نہ تھے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم کی اکثر آیات حضرات صحابہ کرام کے حالات یا واقعات کی بنا پر نازل ہوئیں تاکہ ان حضرات کا احسان تاقیامت مسلمانوں پر رہے۔ دیکھو تیمم کی آیت حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ کے ہار گم ہو جانے پر نازل ہوئی اور رمضان کی راتوں میں اپنی بیویوں کے پاس جانا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے واقعہ پر جاری ہوا اب روزوں کا مخالف ہو گیا نہ تیمم کرنے کا حق ہے نہ رمضان کی راتوں میں اس رعایت سے فائدہ اٹھانے کا کوئی حق۔ نیز اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہ کرام کو جامع قرآن بنایا کہ ان کے سینوں سے آیات لے کر قرآن جمع کیا گیا اگر ان حضرات کو فاسق مانا جائے تو قرآن کریم مشکوک ہو گا اگر قرآن کو غیر مشکوک ماننا ہے تو اللہ تعالیٰ کو حضرت جبریل کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرات صحابہ کرام کو غیر مشکوک ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ قرآن بھیجنے والا حضرت جبریل لانے والے حضور لینے والے صحابہ کرام پھیلانے والے ہیں۔ **چھٹا فائدہ:** قرآن کریم کی مطلق آیتیں مطلق رہیں گی مقید مقید رہیں گی مقید کی وجہ سے مطلق کو مقید نہیں کیا جا سکتا۔ یہ فائدہ **عفا اللہ عنہا** کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا (تفسیرات احمدیہ)۔ **ساتواں فائدہ:** جو چیز حرام ہونے کا یقین نہ ہو اس کی بلاوجہ تحقیقات نہیں کرنا چاہئے وہ حلال ہے۔ بازار سے بکرے کا گوشت لایا گیا اب یہ اس سے پوچھیں کہ اسے بسم اللہ سے ذبح کیا گیا یا نہیں جو خریدار نے حلال پیسے سے خریدا یا حرام سے اسے بال یا پانی میں ڈالا ہے یا کپڑے میں، نجاسات یا سوئر کسی نے آلودہ کی یا نہیں یا تو اس سے متعلق تحقیقات کی جائیں حلال ہے یا حرام اس کی ضرورت نہیں فقہاء فرماتے ہیں کہ کمائی کھانا جائز اس کی حرمت معلوم نہ ہو اس مسئلہ کا ماخذ یہ آیت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے ہدیے قبول فرماتے ہیں۔

پہلا اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ستار عیوب ہے اپنے بندوں کے عیب چھپاتا ہے حتیٰ کہ ایسے لوگوں کے متعلق سوالات سے بھی منع فرما دیا تاکہ ان لوگوں کے عیب نہ کھل جائیں تو ولید ابن مغیرہ کے عیب کیوں بیان فرمائے حتیٰ کہ اسے فرمایا **عتل بعد ذالک زنیم** وہ حرام زادہ ہے یہ فرمان شان ستاری کے خلاف ہے۔ **جواب:** اللہ تعالیٰ ان کے عیب چھپاتا ہے جو اس کے محبوب کی عزت و ناموس کے پیچھے نہ پڑیں جو اس کے حبیب کی عزت پر ہاتھ ڈالیں انہیں ذلیل و خوار کر دیتا

www.alahazratnetwork.org

ہے ولید ابن مغیرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑا رہتا تھا اسے ذلیل کرنے کو اس کے عیوب بیان فرمائے اللہ تعالیٰ [illegible] بھی بے مثل ہی عیوب بتا فرماتے ہیں،

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد   میلش اندر طعنہ پاکاں زند

چوں خدا خواہد کہ ما یاری کند   میل ما را جانب زاری کند

جب خدا کسی کی پردہ دری کرنا چاہتا ہے تو اس کو بے عیب بندوں میں عیب نکالنے کی سوجھتی ہے اور جب خدا تعالیٰ ہماری مدد کرنا چاہتا ہے تو ہم کو اپنے عیب سوجھا کر رونے گریہ زاری کرنے کی توفیق دیتا ہے اللہ تعالیٰ دل بریاں چشم گریاں نصیب کرے۔

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے   مسلماں نہیں خاک کا ڈھیر ہے

تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے   دل مرتضیٰ سوز صدیق دے

یہ آیت مسلمانوں کی عظمت کی ہے وہ آیت بے دینوں کے لئے غضب و لعنت کی ہے۔ **دوسرا اعتراض:** اس آیت کریمہ میں ارشاد ہوا فرمایا گیا **حین ینزل القرآن** "یا قرآن کریم کے نزول کے بعد اب نبی اور دین دار سوال کرنے چاہئیں ایسے سوال تو ہمیشہ ہی برے ہیں۔ **جواب:** یہاں قرآن کا نزول ایسے سوالات کرنے کی قید لگانے کے لئے نہیں ہے بلکہ اس کا ذکر ہے بدالکم کے لئے مقصد یہ ہے کہ جب نزول قرآن بند ہو جائے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف واقع ہو جاوے اور یہ آیات ختم ہو جاویں تو ایسے سوالات کرو تو اتنا خطرہ نہیں ابھی نزول قرآن کے زمانہ میں ایسے سوالات بہت خطرناک ہیں کیونکہ اس وقت تم کو جواب ضرور دیا جاوے گا اور وہ جواب قرآن کریم میں مذکور ہو گا تو قیامت تک تمہاری بدنامی ہوتی رہے گی۔ جن کی بھلائیاں قرآن شریف میں آ گئیں وہ تاقیامت نیک نام ہو گئے جن کی برائیاں قرآن مجید میں آ گئیں وہ تاقیامت بدنام ہو گئے یہ زمانہ تمہارے لئے بڑی احتیاط کا ہے اسی لئے صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات شریف میں اپنے بیویوں بچوں سے بے تکلف ہوتے ہوئے ڈرا کرتے تھے کہ کہیں قرآن کریم کی آیت اس کے متعلق نازل نہ ہو جائے یہ ہی یہاں ارشاد ہے۔ **تیسرا اعتراض:** **عفا اللہ عنہا** سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہر چیز میں اصل اباحت ہے۔ جو چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ ہو بعد کی ایجاد ہو وہ حرام ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **کل محدث بدعۃ و کل بدعۃ ضلالۃ** ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی لہٰذا اشیاء میں اصل حرمت ہے **عفا اللہ عنہا** کے معنی ہیں ہم نے وہ سوالات معاف کر دیئے لہٰذا معافی ہو گئی۔ **جواب:** اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ جواب الزامی تو یہ ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کی سب چیزیں حرام ہیں تو تم بھی بعد کے ہی ہو اپنی حقیقت سوچو اور چھپے ہوئے قرآن مجید قرآن پاک میں اعراب لگانا حدیث کی کتابیں چاروں سلسلے حنفی شافعی وغیرہ ایسے ہی قادری چشتی وغیرہ اور تمام عربی علوم منطق فلسفہ ریاضی علم تعبیر وغیرہ سب حرام ہوں گے نحو بلاغت۔ جواب تحقیقی یہ ہے کہ حدیث پاک میں عقائد کا ذکر ہے کہ اسلام میں جو نئے عقائد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایجاد ہوں وہ بدعت ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے گمراہی عقائد سے ہوتی ہے نہ کہ اعمال سے عملی بدعت کے لئے اسی حدیث میں ہے کہ جو اسلام میں اچھے طریقے ایجاد کرے تو اس کو تمام عاملین کا ثواب ہے اور جو اسلام میں غلط طریقے ایجاد کرے اس کو تمام عاملین کا عذاب ہے **من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من عمل بھا** اس کی مکمل تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھو۔

www.alahazratnetwork.org

تفسیر صوفیانہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو چار چیزیں بخشی ہیں۔ جسم، دل، دماغ، روح۔ ان چاروں کے عمل کے لئے چار علم عطا فرمائے۔ شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت۔ علم شریعت کو علم شرعی کہتے ہیں۔ باقی تین علوم کو علم حقیقی، اصلی کہا جاتا ہے۔ علم شرعی اگرچہ عقل سے حاصل کیا جاتا ہے مگر علم حقیقی اصلی عقل سے حاصل نہیں ہوتا۔ یہ علم لدنی ہے اس کے لئے سوال کرنا ناجائز ہے۔ یہاں ارشاد ہوا کہ اے مومنو! حقائق اشیاء کے متعلق سوال نہ کیا کرو۔ وہ علوم عقل سے حاصل نہیں ہوتے تم نجات میں پڑ جاؤ گے کیونکہ بذریعہ العلم تم اسے سمجھوگے نہیں تو شبہات میں پڑ جاؤ گے جیسے فلاسفہ کی عقلوں سے علوم حاصل عقل سے علوم حاصل کرنا چاہا تو گمراہ ہوگئے۔ وہ خدا کا انکار کر بیٹھے اور ان سے لاکھوں آدمی گمراہ ہوئے کہ حقائق کا علم عقل سے محال ہے۔ رب تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرماتا ہے **وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض**۔ اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فرماتا ہے **لقد رای من ایات ربہ الکبری**۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حقیقی علم اپنے خلیل و حبیب کو بتایا، کسی فلسفہ وغیرہ سے نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی امت کو شرعی علوم سکھائے اور حقیقی علوم دکھائے۔ فرماتا ہے **یتلوا علیہم ایاتہ ویزکیہم ویعلمہم الکتاب والحکمۃ**۔ اور فرماتا ہے **سنریہم ایاتنا فی الآفاق**۔ اے مومنو! اگر تم نے علوم حقیقیہ کے متعلق پوچھنا ہے تو بعد نزول قرآن، قرآن سے پوچھو، وہ تمہیں بقدر تمہاری عقلوں کے دکھائے گا۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کے پاس علم حقیقی حاصل کرنے گئے تو انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے کچھ پوچھنا نہیں **فلا تسئلنی عن شیء**۔ کیوں؟ فرمایا اس لئے کہ علم حقیقی عقل، سوال سے پالینا محال ہے۔ جب جناب کلیم نے پوچھنا شروع کیا تو تیسرے سوال پر انہیں اپنے سے جدا کر دیا۔ اس آیت کے نزول سے پہلے جو تم سوالات کر چکے وہ رب نے معاف فرما دیے۔ تم سے پہلے فلاسفہ نے یہ علوم حقیقیہ عقل و سوال سے حاصل کئے تو اسی وجہ سے وہ کافر ہو گئے (روح البیان) عقل والا علم محدود ہے کہ وہ بتیس حرفوں کی قید میں ہے ان حروف کا پابند ہے اور علوم حقیقیہ لامحدود، غیر محدود کو محدود چیز یہاں رہ کر اپنے احاطہ میں کیسے لے۔

طیبہ سے منگائی جاتی ہے سینہ میں چھپائی جاتی ہے
توحید کی مے پیالوں سے نہیں آنکھوں سے پلائی جاتی ہے

اس سے بعض صوفیاء نے تصوف کی کتب نہایت مغلق اشاروں میں لکھی ہیں اور فرمایا ہے کہ ہماری کتب وہ دیکھے جو اس کا اہل و قابل ہو۔ نااہل ہاتھ نہ لگائے ورنہ ایمان کھو بیٹھے گا۔ جیسے فصوص الحکم مصنفہ حضرت محی الدین ابن عربی یا لوائح جامی وغیرہ۔ جاہل صوفیوں نے اس حال کو عقل سے بیان کرنا شروع کیا تو کافر و فاجر ہو گئے اپنے کو خدا کہہ کر اپنے مریدوں سے اپنے کو سجدہ کرانے لگے وہ بلکہ ایک شخص کہتا تھا کہ مسئلہ وحدت الوجود یہ ہے کہ ہر چیز خدا ہے ہم تم خدا ہیں وہ دیوار خدا ہے جس نے ایسا کہا صریحی شرک ہے۔ وحدت الوجود یہ ہے کہ خدا کے سوا کچھ نہیں۔

ہمہ نیست اند آنچہ ہستی توئی

ان دونوں میں یہ فرق ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ جس نے نبی کو معجزات سے یا صرف دلائل سے یا محض عقل سے مانا وہ ... ظاہر ... نبی کو نبی سے جانیں سے مانا، معجزات تو نبی سے مانا۔ ان شاء اللہ ان کے ایمان پختہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہیں۔ ... سب ... دیکھو ... کو نور سے دیکھا نور کو نور سے۔ دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو حضور صلی اللہ علیہ

www.alahazratnetwork.org

وسلم سے۔ دیکھو سورج سے سب کو دیکھو مگر سورج کو خود سورج سے ہی دیکھو آفتاب آمد دلیل آفتاب غرضیکہ مومن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی جانتے ہیں کافر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہچان جاتے ہیں۔ وہ پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ اس لئے جواب ہر سوال

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ وَّلٰكِنَّ

نہیں بنایا اللہ نے کوئی کان چیرا جانور اور نہ سانڈ اور نہ وصیلہ اور نہ حام لیکن وہ

اللہ نے مقرر نہیں کیا ہے کان چرا ہوا اور نہ بجار اور نہ وصیلہ اور نہ حامی ہاں کافر لوگ اللہ پر جھوٹا

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

لوگ جنہوں نے کفر کیا وہ گھڑتے ہیں اللہ پر جھوٹ اور بہت ان میں سے نہیں عقل رکھتے

افترا باندھتے ہیں اور ان میں اکثر نرے بے عقل ہیں۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا

اور جب کہا جاتا ہے واسطے ان کے آؤ طرف اس کے جو اتارا اللہ نے اور طرف ان رسول کے

اور جب ان سے کہا جائے آؤ اس طرف جو اللہ نے اتارا اور رسول کی طرف کہیں ہمیں وہ بہت ہے

مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا

تو کہتے ہیں کافی ہے ہم کو وہ جس پر پایا ہم نے اپنے باپ دادوں کو اگرچہ ہوں ان کے باپ

جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ جانیں نہ راہ

يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۴﴾

دادا نہ جانتے ہوں کچھ اور نہ ہدایت پاتے ہوں

پائیں۔

تعلق: اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں مسلمانوں کو بیہودہ اور غیر ضروری باتوں کے پوچھنے سے منع فرمایا گیا۔ اب بے ہودہ کاموں سے منع فرمایا جا رہا ہے حلال جانوروں کو حرام کر لینے سے۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں پوچھ پوچھ کر غیر ضروری چیزوں کو ضروری کرالینے یا حلال کو حرام کرالینے سے منع فرمایا گیا تھا۔ اب حلال جانوروں کو حرام کرلینے سے روکا جا رہا ہے۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیات میں گزشتہ کفار کی حالت کا ذکر ہوا کہ انہوں نے خود پوچھ پوچھ کر اپنے پر قیدیں لگوائیں اور خود ہی توڑتے ہیں۔ چوتھا تعلق: پچھلی آیت میں اپنے پر سختی کرالینے سے منع فرمایا گیا تھا کہ بے کار سوالات کرکے ہم سے اپنے پر سختی نہ کراؤ۔ اب خود اپنے پر سختی کرلینے سے منع فرمایا جا رہا ہے کہ حلال

www.alahazratnetwork.org

جانوروں کو اپنے پر حرام کرکے خود سختی نہ کرو، وہ غلط پابندی لگوالینے سے منع فرمانے کے بعد غلط پابندی لگانے سے منع فرمایا جا رہا ہے۔

تفسیر: ما جعل الله من بحيرة عربی میں جعل بھی بمعنی خلق آتا ہے یعنی پیدا کرنا، جب یہ ایک مفعول چاہتا ہے جیسے جعل الظلمات والنور اللہ نے تاریکیاں اور روشنی پیدا فرمائیں اور بمعنی بنانے کے بھی آتا ہے تب دو مفعول چاہتا ہے جیسے جعلكم خلائف الارض رب نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا۔ یہاں بنانے کے معنی میں ہے پیدا کرنے کے معنی میں نہیں یہ مطلب نہیں کہ اللہ نے ان جانوروں کو پیدا نہ کیا انہیں کسی اور نے پیدا کیا ہے یہ لفظ بنا ہے اس کا پہلا مفعول تو من بحيرة الخ ہے دوسرا مفعول پوشیدہ ہے حراما اور مشروعا یعنی اللہ نے ان جانوروں کو حرام نہ فرمایا۔ استغراق نفی کے لئے ہے یعنی اللہ نے کوئی بحیرہ کوئی سائبہ وغیرہ حرام نہ فرمائیں۔ بحیرہ بروزن فعیلہ بمعنی مفعول ہے بنا ہے [illegible] سے [illegible] کو [illegible] زمانہ جاہلیت میں جو اونٹنی پانچ بار بچے جنتی اور [illegible] تو اس کا کان چیر دیتے تھے [illegible] اس کا دودھ [illegible] بتوں کے نام پر [illegible] تھے [illegible] ولا سائبة [illegible] من بحيرة [illegible] سائبہ بنا ہے سیب سے بمعنی چلنا یا چھوڑنا [illegible] اسم مفعول ہے یعنی چھوڑا ہوا [illegible] عرب کا دستور تھا کہ جب کوئی بیمار ہوتا تو نذر مانتا تھا کہ اگر میں تندرست ہو جاؤں یا بخیریت سفر سے واپس آؤں تو میری اونٹنی سائبہ ہوگی یعنی بتوں کے نام پر چھوڑی ہوئی سائبہ کو بھی بحیرہ کی طرح حرام مانتے تھے اسے آزاد چھوڑ دیتے تھے جیسے ہندوستان میں [illegible] بتوں کے نام چھوڑ دیتے ہیں [illegible] ولا وصيلة [illegible] ولا سائبة [illegible] وصل سے بمعنی ملانا [illegible] اسم مفعول [illegible] اہل عرب میں [illegible] [illegible] میں چھوڑ دیتے تھے اور اگر نر و مادہ [illegible] [illegible] بتوں کے نام پر [illegible] تفسیر [illegible] ولا حام [illegible]

ولا وصيلة [illegible] حام [illegible] حمی سے [illegible]

[illegible] بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے [illegible] وغیرہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ولكن الذين كفروا يفترون على الله الكذب [illegible]

[illegible] ما جعل الله [illegible]

[illegible] نصاریٰ وغیرہ داخل ہیں کیونکہ ان کے ہاں [illegible] الفترات [illegible] افتراء کے معنی [illegible]

alahazratnetwork.org

جمعت باندھ دینا لہٰذا ان سے مراد یہ تھی تمہارے اعمال اور تمہارے عقیدے جو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیئے جاتے تھے کہ کفار عرب کہتے تھے کہ ہم کو اللہ نے یہ حکم دیا ہے حالانکہ ان چار جانوروں کا موجد بلکہ دین ابراہیم کو بگاڑنے والا عمرو ابن لحی ابن قمعہ ابن خندف تھا جو بنی مدلج سے تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے اسے دوزخ میں جلتے دیکھا ہے (روح المعانی وغیرہ) **واکثرہم لا یعقلون** یہاں اکثر سے مراد عام کفار عرب ہیں جو محض اپنے بڑوں کی دیکھا دیکھی یہ کام کرتے تھے انہیں خبر نہ تھی کہ ان کاموں کی اصل کیا ہے اور ان کے بڑے بڑے ان کو سنت پچھلی جانتے تھے کہ یہ حرکتیں ہماری [illegible] انہیں ان کی حقیقت کچھ نہیں **لا یعقلون** یہاں مفعول پوشیدہ ہے اسلام وغیرہ سب تو کفار عرب کی بیماری ظاہر ہو گئی وہ جاہل محض ہیں اور ذریعہ بتوں کی پرستش میں گرفتار ہیں اب ان کی بیماری کے درجہ لاعلاج میں پہنچ جانے کا فرق ہے کہ وہ ناصح خیر خواہوں کی نصیحت [illegible] نہیں حجرت لگا کر ان کی تردید کرتے ہیں [illegible] طبیب سے علاج کرانے کی بجائے اس کی تردید کرنے لگے تو اس کی اصلاح بالکل کیا امید ہے چنانچہ ارشاد ہوا **واذا قیل لہم** یہ نیا جملہ ہے اس میں ان ہی کفار کی بات [illegible] تعالیٰ کی اس قول کا فاعل یا تو اللہ تعالیٰ ہے یا خاص مومن یا عام مسلمان ظاہر یہ ہے کہ **لہم** کا مرجع وہ اشخاص ہیں جن کا ذکر [illegible] **تعالوا الی ما انزل اللہ والی الرسول۔ تعالوا** کی تحقیق پارہ چلی ہے کہ **تعالوا** [illegible] نیچے سے اوپر آنا مگر اصطلاح میں مطلقاً آنے کے لئے استعمال ہوتا ہے یہاں چونکہ مشرکین کو دعوت اسلام دی گئی ہے [illegible] اسلام بلندی ہے [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانا چڑھ کر ہوتا ہے نیچے کے پاس پہنچنا [illegible] ہوتا ہے [illegible] کے پاس جانا چل کر ہوتا ہے نیچے تو بغیر واسطے کے بھی گرا جا سکتا ہے مگر اوپر بغیر سیڑھی کے نہیں ہو سکتا رب تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے کے لئے اولیاء علماء وسیلہ اس لئے یہاں **امنوا** یا **اتبعوا** نہ فرمایا گیا بلکہ **تعالوا** ارشاد ہوا **تعالوا** فرمانا نہایت ہی موزوں ہے یہاں آنے سے مراد [illegible] چل کر آنا نہیں بلکہ [illegible] عقیدے [illegible] کر اسلامی عقائد قبول کرنا مراد ہے **ما انزل اللہ** سے مراد اللہ تعالیٰ کے سارے احکام ہیں خواہ وہ [illegible] قرآن مجید [illegible] دیئے گئے ہوں یا بذریعہ حدیث شریف اس لئے الی القرآن نہ فرمایا بلکہ اتنی دراز عبارت ارشاد ہوئی قرآن و حدیث حکم ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاکم ہیں لہٰذا قانون کو چھوڑ کر حاکم کے پاس جاؤ کہ قانون [illegible] حاکم [illegible] **ما انزل اللہ** کے بعد الی [illegible] فرمایا گیا [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] اس لئے الی الرسول بعد [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] قرآن و حدیث [illegible] بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] سے وابستہ رہو [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا قرآن کی طرف آنے کے تابع نہیں بلکہ یہ مستقل چیز ہے اس لئے الرسول [illegible] علیحدہ الی فرمایا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی کئی صورتیں ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس پاک میں حاضری ظاہری حیات شریف میں یا بعد وفات شریف ان بزرگوں کے پاس پہنچنا جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ملتے ہیں یعنی علماء و اولیاء اللہ ایسی جگہ حاضر ہونا جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب حاصل ہوتا ہے جیسے عبادات اور درس و تدریس کی مجلسیں علم [illegible] کے مدرسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام [illegible] قبول کرنا ان پر عمل کرنا یہاں سارے احتمال درست ہیں پہلے تین احتمال زیادہ قوی ہیں کہ اطاعت تو **الی ما انزل اللہ** میں مذکور ہو چکی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ہجرت کے متعلق فرمایا تھا **انی ذاهب الی ربی سیهدین** قرآن مجید نے چند ہستیوں کی طرف جانا [illegible] ہے

www.alahazratnetwork.org

اللہ کی طرف **ففروا الی اللہ** کلمہ طیبہ کی طرف **تعالوا الی کلمۃ سواء** اپنے فرمان اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جو یہاں مذکور ہے اللہ کی طرف آنا یہ ہے کہ اس کے رسول کی طرف آجاؤ۔ کلمہ طیبہ کی طرف آنا یہ ہے کہ اسے قول کرلو یعنی کہ مسلمان ہو جاؤ **قالوا حسبنا ما وجدنا علیہ اباءنا** یہ عبارت ہے **اذا قیل** کی۔ اس عبارت میں **حسبنا** مقدم ہے اور **ماوجدنا** مؤخر مبتدا مؤخر ہے۔ آباء سے مراد یا تو نسبی باپ دادے ہیں جن کی یہ اولاد ہیں یا روحانی باپ دادے یعنی ان کے پیشوا یا پادری۔ **ماوجدنا** سے مراد ہے ان کے عقیدے اور ان کے ذاتی اعمال یعنی اے محبوب یہ اپنے نفسوں کے مقابلے میں کہتے ہیں کہ ہمارے لیے قرآن و مسلمان یہ کہتے ہیں کہ مسلمان ہمارے ہوا ہم آ کر کہتے ہیں کہ ہم کو باپ دادوں کے رسم و رواج کافی ہیں ہم کو اسلام و قرآن کی ضرورت نہیں **اولو کان اباءھم لا یعلمون شیئا ولا یھتدون** یہ کلام ربانی ہے جس میں ان کے کلام کی تردید کی گئی ہے اولو میں ہمزہ استفہامیہ ہے اور او علیہ آباء سے مراد ان کے نسبی باپ دادے یا ان کے پیشوا پادری ہیں علم سے مراد فروعی مسائل کا علم ہے۔ ہدایت سے مراد عقائد کا علم ہے یا بے علمی سے مراد جہالت ہے اور بے ہدایت ہونے سے مراد کفر و بد عقیدگی ہے یا بے علمی سے مراد معرفت الہی نہ ہونا ہے اور بے ہدایت ہونے سے مراد نبی کی معرفت نہ ہونا ہے بہر حال **لا یعلمون** اور **لا یھتدون** کی بہت تفسیریں ہو سکتی ہیں۔

خلاصہ تفسیر۔ اے مسلمانو یاد رکھو ان مشرکین نے بحیرہ وغیرہ چار جانوروں کو خود ہی حرام کر لیا ہے یہ ان جانوروں کے نام پر چھوڑ دیتے ہیں اور ان کے گوشت دودھ حرام سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے نہ تو یہ عمل شروع کیا اور نہ ان جانوروں کے گوشت دودھ حرام کیے یہ عقیدے لغو ان کی اپنی ایجاد ہیں کہ انہوں نے خود ہی یہ عقیدے گھڑے اور خود ہی انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا کہ ہم کو رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس قسم کے جانور بتوں کے نام پر چھوڑ دیا کرو ہم ان اعمال سے راضی ہیں اور رب تعالیٰ نے ان کے گوشت دودھ حرام کر دیئے ہیں ان مشرکین کے عوام کا حال یہ ہے کہ ان میں کوئی عقل نہیں جو ان بد قسمتوں نے کہہ دیا اسے مان لیا۔ ان کی یہ ایسی ضد اور ہٹ دھرمی ہیں کہ جب مسلمان ان سے کہتے ہیں کہ دیکھو تمہارا یہ عقیدہ غلط ہے اللہ کے فرمان اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آؤ یعنی اسلام لے آؤ تو صاف کہہ دیتے ہیں کہ ہم کو ایمان وغیرہ کی ضرورت نہیں ہم کو وہی عقیدے اور وہی اعمال کافی ہیں جن پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے یہ بیوقوف اتنا نہیں سوچتے کہ کیا اپنے باپ دادوں کی بہر حال پیروی کریں گے اگر چہ وہ بے عقل اور بے ہدایت ہوں بے عقلوں گمراہوں کی

پیروی تو جاہلوں کا کام ہے۔ اولاً تو انہیں چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن میں پناہ لیں۔ خیال رہے کہ **تعالوا** بنا ہے **علو** سے جس کے معنی ہیں اونچائی۔ اگر اوپر والا نیچے والے کو بلائے تو اس کے یہاں پہنچنا جانا ہوتا ہے اور اگر نیچے والا اوپر والے کو بلائے تو اس کے پاس اتر کر جانا ہوتا ہے اور اگر فرشی عرشی کو بلائے تو وہاں چلنا ہوتا ہے یعنی وہاں تک اتر کر آنا پڑے گا۔ چونکہ بندوں کو اللہ تعالیٰ کے فرمان اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلایا گیا اس طلب کے لئے **تعالوا** فرمانا بہت ہی مناسب ہے۔ انسان نیچے جاتا ہے اتر کر بھی اور گر کر بھی اس میں دوسرے کی ضرورت پڑتی ہے۔ نیز ضرورت میں اوپر جاتا ہے کسی کی بلند ہمت پر اور جانا اپنی کوشش سے ہے جیسے ڈول رسی اور ہاتھ کے زور سے کھینچنے سے چڑھتا ہے یہاں بطور جذب نہیں کھینچ لیا بلکہ انہیں اپنی کوشش سے آنا پڑے گا لہٰذا **تعالوا** فرمانا بہت مناسب تھا۔

www.alahazratnetwork.org

فائدے: اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ کسی مخلوق کی عبادت کی نیت سے اس کے نام پر جانور چھوڑنا جیسے ہندو بتوں کے نام پر بجار چھوڑتے ہیں حرام ہے اور ایسا کرنے والا کافر۔ یہ فائدہ **ما جعل اللہ** سے حاصل ہوا یہ خدائی عبادت ہر طرح حرام ہے خواہ کسی قسم کی ہو بدنی یا مالی۔

مسئلہ: جانور کو اللہ تعالیٰ کے نام پر وقف کرنا جائز ہے جبکہ وہ غیر منقول وقف کے تابع ہو جیسے کسی مسجد پر منقول سامان یا بیل وقف کر دیے ہوں کہ یہ وہاں کام کریں (رد المحتار) بلکہ دینی خدمت کے لئے اپنی اولاد کو وقف کر دینا بھی جائز ہے کہ میرا بیٹا عالم بنے دین کی خدمت کرے اس سے دنیا کا کام نہ لیا جاوے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **الذین احصروا فی سبیل اللہ** الخ حضرت حنہ نے اپنی بیٹی مریم کو بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کیا تھا رب تعالیٰ ان کا وقف یوں بیان فرماتا ہے **رب انی نذرت لک ما فی بطنی محررا** الخ دوسرا فائدہ کفار کے بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانوروں کا گوشت حرام ہے۔ ہاں اگر ایسے جانور کو مسلمان بسم اللہ سے ذبح کرے تو حلال ہے یہ فائدہ بھی اس **ما جعل اللہ** الخ سے حاصل ہوا کیونکہ رب تعالیٰ نے ان چار جانوروں کو حرام سمجھنا علامت کفار قرار دیا جو بتوں کے نام پر چھوڑے جاتے تھے اگر یہ چاروں جانور شرعاً حرام ہوتے تو یہ آیت کریمہ مشرکین کی ملامت میں ہوتی نہ کہ تردید میں حضرات صحابہ کرام نے (?) میں کفار کے یہ مال بھی غنیمت میں حاصل کئے تھے انہیں حرام نہیں سمجھتے تھے غازیوں میں تقسیم کرتے انہیں کھاتے تھے۔ چوتھا فائدہ غیر اللہ کے نام پر چھوڑے ہوئے جانوروں کو حرام سمجھنا اللہ پر بہتان باندھنا ہے اور یہ کفار کا طریقہ ہے یہ فائدہ **ولکن الذین کفروا یفترون** الخ سے حاصل ہوا۔

لطیفہ: بعض مسلمان کسی بزرگ کی فاتحہ کے لئے جانور پالتے اسے فربہ کرتے ہیں پھر اسے بسم اللہ سے ذبح کر کے پکا کر ان بزرگ کی فاتحہ کرتے ہیں بعض بے عقل اس جانور کو حرام کہتے ہیں تعجب ہے کہ وہ حرام کہنے والے اس جانور کو حرام نہیں کہتے جو کہ میلہ یا کسی دوست کی دعوت کے لئے پالا جاوے جب ہندوؤں کے معبود یعنی گائے کا گوشت اور گنگا کا پانی ہی حرام نہیں ہوا تو اس کے نام پر چھوڑے جانور بھی حرام نہیں اور جب وہ جانور حرام نہیں تو بزرگوں کی فاتحہ کے لئے ذبح کیا ہوا جانور حرام کیوں ہو گا۔ پانچواں فائدہ صرف قرآن کی طرف آنا نجات کے لئے کافی نہیں بلکہ قرآن کے ساتھ حدیث کی طرف رجوع کرنا بلکہ اجماع امت اور قیاس مجتہدین کی طرف رجوع کرنا بھی ضروری ہے۔ یہ فائدہ **تعالوا الی ما انزل اللہ** سے حاصل ہوا کیونکہ یہاں تعالوا الی القرآن نہ فرمایا (?) عبارت فرمائی قرآن، حدیث، اجماع، قیاس سب ہی **ما انزل اللہ** میں داخل ہیں۔ قرآن مجید تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر چالیس سال کی عمر شریف میں اترنا شروع ہوا اور 23 سال تک اترتا رہا مگر دوسری وحی تو ولادت مبارک سے ہی شروع ہو گئی اور زائد ہوتی ہی رہی کہ بی بی حلیمہ کا بایاں پستان نہ چوسنا بچپن شریف میں کھیل سے نفرت حلیمہ کے بچوں کے ساتھ بکریاں چرانے جانا یہ کہہ کر جب ہم کھانے میں برابر ہیں تو کمانے میں برابری کریں گے یہ سب خفی وحی سے تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے ہاں مصری کسی دائی کا دودھ نہ چوسنا سوا اپنی والدہ کے اس دوسری خفی وحی سے تھا اس وقت توریت نہیں آئی تھی فرماتا ہے **وحرمنا علیہ المراضع**۔ چھٹا فائدہ صرف لفظ قرآن و حدیث کی طرف رجوع کرنا نجات کے لئے کافی نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرنا بھی ضروری ہے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

www.alahazratnetwork.org

خالی ہو جس قرآن و حدیث نہ ہو۔ تب نجات ہوتی یہ فائدہ والی الرسول سے حاصل ہوا۔ ساتواں فائدہ شریعت کے مقابل میں فاقیا ملک باپ داداؤں کی حرام رسموں کو ماننا طریقہ کفار ہے۔ مسلمان رسول کے فرمان کے مقابلہ میں کسی کا رواج و رسم نہ دیکھیں یہ فائدہ قالوا حسبنا ما وجدنا الخ سے حاصل ہوا۔ آٹھواں فائدہ فاقیا مطلقاً باپ داداؤں کی پیروی حرام نہیں صالحین کی اتباع بہت ضروری ہے یہ فائدہ لا یعلمون اور لا یہتدون کی قید لگانے سے حاصل ہوا رب تعالیٰ فرماتا ہے وکونوا مع الصادقین ہمارے بزرگان دین اللہ کے سچے بندے ہیں۔ ان کے زبانی عقیدے عمل سے سچے ہیں ان کے ساتھ رہنا اللہ تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ ہے بلکہ سیدھا راستہ وہی ہے جس پر اللہ کے مقبول بندے چلے ہوں رب فرماتا ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم۔ نواں فائدہ نجات کے لئے صرف قرآن کریم کو مان لینا کافی نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری بھی ضروری ہے یہ فائدہ والی الرسول فرمانے سے حاصل ہوا۔ دسواں فائدہ بارگاہ نبوت میں حاضری مستقل طور پر ضروری ہے قرآن کریم کے تابع نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بھی مقصود بالذات ہے یہ فائدہ الی الرسول میں علیحدہ الی فرمانے سے حاصل ہوا۔ گیارھواں فائدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دروازہ تاقیامت ہر شخص کے لئے کھلا ہوا ہے کسی وقت کسی پر بند نہیں یہ فائدہ تعالوا کے مطلق ہونے سے حاصل ہوا۔ ورنہ تاقیامت لوگوں کو رسول کی طرف آنے کی دعوت دی گئی نہ قرآن کا فیض بند ہوا نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کے فرمان ہر زمانہ ہر شخص کے لئے ہیں یوں ہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان ہمیشہ ہر شخص کے لئے ہیں۔ بارھواں فائدہ جس کے ایمان کی امید نہ ہو اسے دعوت اسلام دی جاوے کہ وہ اگرچہ ایمان قبول نہ کرے مگر اس مبلغ کو تبلیغ کا ثواب ضرور ملے گا اعلان حق بار بار کرنے۔ معلوم کو غیب کی قیمت ضرور ملتی ہے دیکھو اس آیت میں ان لوگوں کو دعوت اسلام دی گئی جو علم الٰہی میں کفر پر مرنے والے تھے۔

پہلا اعتراض یہ چاروں جانور یعنی بحیرہ سائبہ وصیلہ وغیرہ حرام ہیں اگرچہ اللہ کے نام پر ذبح کئے جاویں ان کا دودھ بھی حرام ہے اس کا گوشت بھی حرام رب فرماتا ہے وما اھل بہ لغیر اللہ جس پر غیر خدا کا نام پکارا جاوے کہ یہ فلاں کے نام کا ہے وہ حرام ما جعل اللہ الخ کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اللہ نے ان جانوروں کو حرام نہ کیا بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ نے یہ جانور بتوں کے نام پر چھوڑنا مشروع نہیں کیا اس فعل قبیح کی نفرت ہی مقصود ہے ولیوں نبیوں کے نام پر پالا ہوا جانور حرام ہے اگرچہ بسم اللہ سے ذبح کیا جاوے (بعض بے عقل وہابی)۔ جواب کفار عرب کے ان جانوروں سے متعلق دو عقیدے تھے ایک یہ کہ انہیں بتوں کے نام پر چھوڑنا اچھا کام ہے اس سے رب تعالیٰ راضی ہے۔ دوسرے یہ کہ ان چھوڑ دینے سے ان کا گوشت دودھ حرام ہو جاتے ہیں یہ آیت کریمہ ان دونوں عقیدوں کی تردید کے لئے آئی ہے۔ اگر واللہ تعالیٰ نے یہ عمل بیان کیا ہے لوگ اس کا گوشت دودھ حرام کہتے تمہاری تفسیر سے لازم یہ آوے گا۔ اس آیت سے ان کفار کے ایک عقیدے کی تو تردید کی کہ دوسرے عقیدے کی تائید کی کہ واقعی ایسے جانوروں کے دودھ و گوشت حرام ہیں لہٰذا تمہاری تفسیر باطل ہے یہ آیت کریمہ کے وہ معنی ہوتے جو تم نے کئے تو آیت یوں نہ ہوتی اور جعل کا مفعول بحیرہ سائبہ نہ ہوتے بلکہ یوں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا یہ کام یعنی بتوں کے نام پر جانور چھوڑنا حرام کیا نیز اگر یہ جانور ہی حرام ہو جاتے تو حضرات صحابہ کرام اور تمام غازی مسلمان یہ جانور غنیمت میں نہ حاصل کرتے نہ کھاتے ہمیشہ غازیوں نے یہ جانور غنیمت میں لئے انہیں کھایا۔ نیز اگر یہ جانور حرام

www.alahazratnetwork.org

ڈھولیں اور بعد میں وہ چھوڑنے والا کافر مسلمان ہو کر ان حرکتوں سے توبہ کرے تو تم بھی لیتے ہو کہ اب وہ جانور حلال ہو یا نہیں
کہ بہر حال یہ تفسیر محض باطل ہے **ما اھل** کے معنی ہیں **ما ذبح** تمام مفسرین نے اس کے معنی یہ ہی کئے ہیں۔ دوسرا
اعتراض۔ یہاں ارشاد ہوا کہ کفار اللہ پر جھوٹ گھڑتے ہیں وہ خدا پر کیا جھوٹ لگاتے تھے۔ جواب۔ یہ کفار رب تعالیٰ پر دو
جھوٹ لگاتے تھے ایک یہ کہ ہم کو رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ہم بتوں کے نام پر یہ جانور چھوڑیں رب تعالیٰ ہمارے اس عمل
سے راضی ہے دوسرے یہ کہ ہمارے اس عمل سے ان جانوروں کے گوشت دودھ حرام ہو گئے اللہ تعالیٰ نے انہیں حرام کیا یہ ان
کا یہ عمل رب کو پیارا تھا نہ اس عمل سے ان کے گوشت دودھ حرام ہوتے تھے۔ تیسرا اعتراض: یہاں یہ کیوں فرمایا گیا کہ
اکثر کفار بے عقل ہیں کفار تو سارے ہی بے عقل ہوتے ہیں۔ جواب۔ اس کا جواب تفسیر میں گزر گیا کہ عام مشرکین بغیر
سوچے سمجھے محض کاہنوں مہنتوں پنڈتوں کے کہنے پر یہ جانور چھوڑتے تھے انہیں خبر نہ تھی کہ یہ کیوں چھوڑے جاتے ہیں۔
رہ گئے ان کے کاہن پنڈت وغیرہ وہ تو بڑے چالاک تھے وہ جانتے تھے کہ یہ حرکتیں محض ہماری ایجادیں ہیں ان کی حقیقت کچھ
نہیں یہ عقلمند تھوڑے تھے عوام زیادہ اس لئے انہیں اکثر فرمایا گیا۔ چوتھا اعتراض اس آیت میں **ما انزل اللہ**
کے بعد **والی الرسول** کیوں ارشاد ہوا۔ جواب۔ اس لئے کہ **ما انزل اللہ** یعنی قرآن و حدیث دل کے لئے پانی و
صابن کی طرح ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کرم دھونے والے ہاتھ کی طرح جیسے میلے کپڑے دھونے کے لئے پانی
صابن ہاتھ سب کی ضرورت ہے ایسے ہی میلے دل کو قرآن و حدیث کی ضرورت ہے اور نظر رسول کی ضرورت ہے۔ پانچواں
اعتراض **لا یعلمون** اور **لا یھتدون** میں کیا فرق ہے علم اور ہدایت تو ایک ہی ہیں یا لازم ملزوم ہیں۔ جواب۔ علم و
ہدایت کے فرق ابھی ہم تفسیر میں عرض کر چکے کہ یہاں علم سے مراد فروعی مسائل کا علم ہے ہدایت سے مراد اصول عقائد یا بے
علمی سے مراد جہالت ہے اور بے ہدایتی سے مراد گمراہی ہے وغیرہ علم و ہدایت نہ تو ایک ہیں نہ لازم ملزوم ابلیس عالم
تھا مگر ہدایت نہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے **واضله الله على علمه**۔ چھٹا اعتراض۔ جیسے کفار عرب کا اپنے
جانوروں کو بتوں کے نام پر چھوڑنا حرام بلکہ کفر تھا مگر وہ جانور حلال ایسے ہی آج کل بزرگوں کی قبروں پر جانور رکھے جاتے ہیں یہ بھی
شرک ہے اگرچہ جانور حلال ہے یہ دونوں کام یکساں ہیں۔ جواب: کفار بتوں کے نام پر جانور چھوڑتے تھے ان کی عبادت کی
نیت سے لہذا یہ عمل شرک ہے۔ مسلمان بزرگوں کے مزارات پر جو چھوڑتے ہیں انہیں ثواب پہنچانے کی نیت سے کہ اس کا
کھانا پکا کر بزرگ کی فاتحہ کی جاوے۔ عبادت اور ثواب میں بڑا فرق ہے۔ حضرت سعد نے اپنی ماں کے نام پر کنواں کھدوایا اور
نام رکھا بیر ام سعد۔ آج کل کھانا ولیمہ، عقیقہ، دوستوں کی دعوت کے لئے جانور ذبح کرتے ہیں یہ کوئی شرک نہیں۔
ساتواں اعتراض۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہلے آتے ہیں قرآن و حدیث پر عمل بعد میں کرتے ہیں۔ کلمہ پہلے
پڑھتے ہیں۔ قرآن مجید بعد میں تو یہاں **الی الرسول** بعد میں کیوں ارشاد ہوا۔ **الی ما انزل اللہ** پہلے اور **الی
الرسول** بعد میں فرمایا گیا۔ جواب اس میں اشارۃً بتایا گیا کہ کوئی شخص نیک اعمال کرنے کے بعد بھی حضور صلی اللہ
علیہ وسلم سے بے نیاز نہ جانے ہر وقت ان کا حاجتمند رہے جیسے کوئی شخص کسی وقت اللہ کی ربوبیت سے بے نیاز نہیں ہو سکتا
ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے بے نیاز نہیں ہو سکتا بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ جیسے جسمانی زندگی کے لئے غذا پانی
سے ہوا زیادہ ضروری ہے کہ کھانے پانی کے بغیر انسان کچھ دیر زندہ رہ لیتا ہے مگر ہوا کے بغیر ایک آن نہیں گزار سکتا اس لئے غذا العیت

www.alahazratnetwork.org

میں ملاتی تو نہیں میں ہوتا ہے مگر پھر بھی خدا فروخت ہوتی ہے۔ یہ فروخت نہیں ہوتی۔ یوں ہی ایمانی زندگی کے لئے عبادات غذا و پانی ہیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق گویا ہوا اور سانس ہے۔ دیکھو نماز روزے کے لئے اوقات مقرر ہیں اور یہ بھی معاف بھی ہو جاتی ہیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں اور یہ کبھی معاف نہیں۔ مابعد موت قبر و حشر میں بھی اس کی ضرورت ہے۔

تفسیر صوفیانہ　　شیطان بعض بے علم فقیروں جاہل پیروں پر تسلط کرکے انہیں بچہ و ساہب، و میلہ اور عام بنا دیتا ہے بعض جاہل صوفی اپنے کان یا ناک چھید کر بالے ڈال لیتے ہیں یہ شیطان کے چیرو جانور ہیں (کان چرے ہوئے) بعض جاہل پیر اپنے گلے میں طوق ڈال لیتے ہیں داڑھی مونچھ ابرو پلک وغیرہ منڈوا دیتے ہیں۔ بستیوں میں آوارہ پھرتے ہیں شیطان کے عام جانور ہیں اس قسم کے لوگ اپنے کو قلندریہ کہتے ہیں۔ حالانکہ وہ جھوٹے ہیں۔ حافظ شیرازی کہتے ہیں۔

قلندری نہ بریشت و موی یا ابرو!!!　　حساب راہ قلندر بدانکہ موی معوست؟

گزشتن از سر مو در قلندری سہل است　　چوں حافظ تمام ز سر بگذرو قلندر راوست

یعنی بال منڈانے سے قلندری نہیں ملتی بلکہ ہر بال بال کا حساب رکھے ان کے حساب سے قلندری ملتی ہے۔ بال سے گزرنا قلندری نہیں، سر سے گزر جانا قلندری ہے۔ بعض جاہل فقیر شہروں میں گھومتے ہیں ان سے مذہب میں شریعت کی لگام گلے میں طریقت کا پٹہ نہیں ہوتا۔ ہر جگہ پہنچ جاتے ہیں ہر جائز ناجائز چیز سے مزے اٹھاتے ہیں یہ لوگ شیطان کے سانبہ جانور ہیں۔ بعض لوگ حرام کو حلال اور حلال کو حرام جاننے لگتے ہیں۔ جیسے صوفیوں کا فرقہ یہ لوگ شیطان کے وسیلہ جانور ہیں یہ تمام لوگ اپنے کو خدا رسیدہ سمجھتے ہیں مگر ہیں شیطان رسیدہ کہ کہتے ہیں پہنچے ہوئے مگر پہنچے ہوتے ہیں شیطان تک، وہ کہتے ہیں کہ ہم کو شریعت کی مخالفت مضر نہیں ہم مقام سبقت تک پہنچ چکے ہم کو شریعت کی ضرورت نہیں ان کے متعلق ارشاد ہو رہا ہے۔ **ما جعل اللہ من بحیرۃ** الخ یہ لوگ نہ اہل شریعت ہیں نہ اہل طریقت۔ اہل معرفت نہ اہل حقیقت بلکہ یہ لوگ طبیعت اور صاحب خدلیعت ہیں یعنی نفس امارہ کے وسوسوں میں پھنسے ہوئے یہ خود بھی بے دین ہیں ان کے ماننے والے بھی بے دین ان جیسوں کی تقلید کفر ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

از مقلد تا محقق فرقہا است　　ایں چوں کوہست آں دیگر صدا است

دست در بینا زنی آئی برلہ　　دست در کورے زنی آئی بچاہ

اندھیارے کا دامن پکڑو راہ پر پڑو گے اندھے کا دامن پکڑو چاہ جیسی کنوئیں میں گرو گے ان لوگوں نے اپنی جبہ دستار فقیری گدڑی کو شکار کا جال بنایا ہوا ہے کسی نے ایک جاہل سبز دین صوفی سے کہا کہ اپنا جبہ میرے ہاتھ فروخت کردے وہ بولا اگر شکاری اپنا جال بیچ دے تو شکار کس سے کرے یہ میرا جال ہے جس میں آدمی پھنستے ہیں اس آیت کریمہ میں ایسے جاہل شیطانوں کی تقلید سے منع فرمایا گیا ہے۔ **اولو کان آباؤھم لا یعلمون شیئا ولا یھتدون** (تفسیر روح البیان)۔ جیسے کوئی پیر فقیر صوفی عالم غذا پانی ہوا سورج سے بے نیاز نہیں ہو سکتا ایسے ہی کوئی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے قرآن ان کے احکام ان کے فرمان سے بے نیاز نہیں ہو سکتا بلکہ مرے بعد غذا ہوا کی ضرورت نہیں رہتی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کی ضرورت وہاں بھی رہتی ہے صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ قرآن و حدیث کی طرف آنا جب ہی مفید ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

www.alahazratnetwork.org

بارگاہ میں حاضری میسر ہو اگر اس دروازہ تک رسائی نہیں ہے تو یہی ہو گا کہ

آنکھیں پڑھیں بیداری نہ آئی ۔۔۔ بخار آ گیا پر بخاری نہ آئی

اس لئے یہاں والی الرسول بھی ارشاد ہوا جیسے کوئی شخص کسی کو دعوت نامہ بھیجے مگر جگہ کا پتہ نہ دے کہ دعوت کہاں ہے کھانا کہاں ملے گا تو کوئی بھی نہیں پہنچ سکے گا ما انزل اللہ میں تو نعمتوں کا ذکر ہے اور الی الرسول میں ان نعمتوں کے ملنے کی جگہ کا ذکر ہے یعنی ما انزل اللہ کہاں ملے گا اس رسول کے پاس خط میں سب کچھ ہو پتہ نہ ہو تو خط نہیں پہنچ سکتا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ قرآن کی طرف تو اطاعت کے قدم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آؤ ارادت کے قدم سے جیسی منزل ویسی وہاں پہنچنے کی سواری۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۭ

اے وہ لوگو جو ایمان لائے لازم ہے تم پر اپنی جانوں کو نہیں نقصان دے گا تم کو وہ جو گمراہ ہوا جب کہ تم ہدایت

اے ایمان والو تم اپنی فکر رکھو تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا جو گمراہ ہوا جبکہ تم راہ ہدایت پر

اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝١٠٥

پالو اللہ ہی کی طرف ہے لوٹنا تم سب کا پس خبر دے گا تم کو اس کی جو تم کرتے تھے

ہو تم سب کی رجوع اللہ ہی کی طرف ہے پھر وہ تمہیں بتا دے گا جو تم کرتے تھے۔

تعلق: اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق**: پچھلی آیت کریمہ میں مشرکین و کفار کا کفر پر پختگی کا ذکر فرمایا گیا کہ وہ اپنی حماقت میں ایسے مضبوط ہیں کہ اللہ رسول کی طرف آنے کا نام نہیں لیتے اب مسلمانوں کو ایمان پر پختہ رہنے کی ہدایت کی جا رہی ہے کہ جب کفار اپنے کفر میں ایسے پختہ ہیں تو تم ایمان میں پختہ کیوں نہ ہو گویا کفار کی ضد کے بعد مسلمانوں کو استقامت کا حکم ہے غلط بات پر جما رہنا ضد و ہٹ دھرمی ہے اچھی بات پر مضبوطی سے قائم ہو جانا استقامت ہے استقامت ہزار کرامت سے افضل ہے۔ **دوسرا تعلق**: پچھلی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ مشرکین و کفار اسلام کی طرف نہیں آتے اب ارشاد ہے کہ ان کے اسلام کی طرف نہ آنے سے ایمان، اسلام، قرآن، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ نہ بگڑے گا یہ ایک اپنا ہی بگاڑ رہے ہیں۔ **تیسرا تعلق**: پچھلی آیات میں مشرکین کے چار بحیرہ سائبہ وغیرہ جانور وں کا ذکر ہوا کہ وہ ان بیہودگیوں کو رب کی طرف نسبت کرتے ہیں اب ارشاد ہو رہا ہے کہ مسلمانو! تم اس قسم کی خرافات سے دور رہنا تمہارا ہر کام اللہ رسول کی ہدایت کے مطابق ہونا چاہئے اگر یہ بگڑے تو تم ہوشیار۔

شان نزول: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے اہل کتاب سے تو جزیہ قبول فرمایا مگر مشرکین عرب سے جزیہ قبول نہ کیا ان کے لئے یا اسلام یا تلوار کا حکم دیا تو منافقوں نے مسلمانوں سے کہا کہ یہ عجیب حکم ہے مشرکین اور اہل کتاب سب ہی کافر ہیں تو یہ فرق کیا ہوا تو ہم نے کیا جو سب سے لیا جاوے مسلمانوں کو اس اعتراض سے رنج و دکھ پہنچا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا کہ تم ان بیہودوں کی باتی بکواس سے ملول نہ

www.alahazratnetwork.org

ہوا کرو اپنے دین پر پختہ رہو۔ (تفسیر کبیر) خیال رہے کہ اسلام یا قرآن پر طعن یا اعتراض ہو رہے گا جو لفظ تعالیٰ کو یا رحیم نہ مانے یا حکیم نہ جانے جو اسے رحیم بھی مانتا ہے حکیم بھی وہ اس کے کسی حکم پر اعتراض کر سکتا ہی نہیں جیسے مریض حکیم کی کڑوی دوا خوشی کھاتا ہے بیمار کی ہر ہدایت بخوشی قبول کرتا ہے۔ (2) بعض مومنین کو کفار کے کفر پر اسلام قبول نہ کرنے سے بہت صدمہ ہوتا تھا۔ بعض مومنین کو اپنے عزیز و قرابت دار کافروں پر صدمہ ہوتا تھا کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے ان کا صدمہ دور کرنے کے لئے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (تفسیر کبیر۔ روح المعانی۔ روح البیان۔ خازن وغیرہ)۔

تفسیر۔ **یا ایھا الذین امنوا** ظاہر یہ ہے کہ یہ ندا نہ تو اظہار غضب کے لئے ہے نہ غفلت سے جگانے کے لئے بلکہ اپنی رحمت کے اظہار کے لئے ہے جیسا کہ اگلا مضمون اور شان نزول سے معلوم ہو رہا ہے قرآن مجید میں مسلمانوں کو ندا غضب کے لئے تو ہوتی ہی نہیں اس خطاب میں تا قیامت مسلمان داخل ہیں صرف صحابہ کرام سے ہی خطاب نہیں۔ اسلام ظاہر کا نام ہے ایمان دلی اعتقاد کا نام اس لئے مسلمانوں کو لفظ کافر کہہ کر خطاب نہیں فرمایا گیا بلکہ **امنوا** سے خطاب ہوتا ہے۔ مسلمان قومی بھی ہوتے ہیں اور مذہبی بھی مگر مومن مذہبی ہوگا صرف قومی مومن نہیں۔ منافقین قومی مسلمان مانے جاتے مومن نہ مانے جاتے تھے اس لئے اس خطاب میں منافقین داخل نہیں ہو سکتے **علیکم انفسکم** حق یہ ہے کہ یہاں **علیکم** اسم فعل ہے معنی الزموا اس کے بعد والا اسم منصوب ہوتا ہے مفعول بہ ہونے کی وجہ سے صرف علیکم ہی اسم فعل ہے علیہم یا علیہ اسم فعل نہیں۔ وہ اس سے متعلق اور بہت سے قول ہیں مگر یہ قول زیادہ قوی ہے کبھی الزم بھی ہوتا ہے جیسے علیک بذات الدین میں (روح المعانی) **انفس** جمع ہے نفس کی نفس کے بہت معنی ہیں دل، جان، ذات، یہاں بمعنی ذات ہے معنی یہ ہیں کہ تم اپنی ذات کی فکر کرو یا اپنی ذات کی فکر لازم رکھو دوسروں کی فکر میں اپنی ذات کو نہ بھول جاؤ۔ اللہ نے ہم کو تین نعمتیں دی ہیں مال جان ایمان ہم مال و جان کے لئے تین کام کرتے ہیں دشمنوں سے بچانا آئندہ کے لئے بڑھانا اور مستقبل کی فکر کرنا یوں ہی چاہئے کہ ایمان کو دشمنوں سے بچاؤ۔ اعمال بڑھاؤ۔ عاقبت کی فکر کرو اس مختصر سی عبارت میں ان سب باتوں کا حکم دیا گیا اگر اللہ یہ تین چیزیں نصیب کرے تو دنیا میں چین آخرت میں آرام سب کچھ نصیب ہو جاتا ہے۔ **لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم** اس جملہ کی بہت ترکیبیں ہیں آسان اور قوی ترکیب یہ ہے کہ یہ نیا جملہ ہے جو پہلے جملہ کی وجہ بیان کر رہا ہے اور لا نفی کا ہے نہی کا نہیں **یضر** معنی استقبال ہے ضرر سے مراد دینی و دنیاوی نقصان ہے **کم** میں خطاب انہیں مومنین سے ہے۔ جن سے ابھی علیکم میں خطاب ہوا **من ضل** میں مراد مطلقاً گمراہی ہے۔ جس میں کفر، ارتداد، بدمذہبی، بدعملی سب ہی شامل ہیں **اذا** ظرفیہ ہے اور یہ عبارت **لا یضر** کا ظرف ہے **اھتدیتم** میں ہدایت سے مراد اپنے عقائد، عبادات، معاملات سب داخل ہیں جس میں تبلیغ بھی آگئی لہٰذا آیت بالکل واضح ہے یعنی راہ حق سے بھٹکنے والے لوگ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے جب کہ تم پورے پورے ہدایت پر ہو کہ تمہارے عقائد بھی درست ہوں عبادات بھی معاملات بھی اور تم ان کو بقدر طاقت تبلیغ بھی کر چکے ہو جب تم اپنے فرض ادا کر چکے اور وہ گمراہ ہی رہے تو تم پر اس کا وبال نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر تم سچے مسلمان رہے تو کفار نہ تو تمہارا دنیاوی نقصان کر سکیں کہ کفار تمہاری قوم تمہارے دین کو ختم کر دیں نہ دینی نقصان کر سکیں کہ کل قیامت میں تم سے ان کی باز پرس ہو جاوے۔ خیال رہے کہ اگر کبھی مسلمانوں کو کفار کے مقابل شکست ہو جاوے تو کبھی اس میں ہمارا اپنا قصور

www.alahazratnetwork.org

ہوتا ہے کسی رب کی طرف سے آزمائش ہے تیریں ضرر نہیں امام حسین رضی اللہ عنہ کو یزیدیوں نے شہید کر دیا ضرور نہ پہنچایا نقصان تو اس کو ہوتا کہ اس مصیبت کے خیال میں آ جاتا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنا کام کر گئے یہ نفع ہے نقصان نہیں۔ **الی اللہ مرجعکم جمیعا**" یہ عبارت نیا جملہ ہے **الی اللہ** مقدم خبر ہے اور **مرجعکم** الخ موخر مبتدا خبر کو مقدم کرنے سے حصر کا فائدہ ہوا مرجع مصدر میمی ہے [illegible] رجوع لوٹنا کم میں خطاب سارے مومن و کافر انسانوں سے ہے مومنوں کا ذکر تو **امنوا** اور **علیکم** اور **انفسکم** وغیرہ میں ہو چکا ہے اور کفار وغیرہ کا ذکر **من ضل** میں ہو گیا مرجع سے مراد یا تو مرنا رب کی بارگاہ میں حاضری ہے یا قیامت میں دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے کیونکہ قبر میں صرف عقائد کا حساب ہے۔ قیامت میں اعمال کا بھی حساب ہو گا اور یہاں اعمال کا ذکر ہو رہا ہے کہ ارشاد ہے **فینبئکم بما کنتم تعملون** یہ عبارت **الی اللہ** الخ پر معطوف ہے خبر دینے سے مراد ثواب و عذاب دینا ہے یعنی عملی خبر کیونکہ قولی خبر تو بذریعہ انبیاء کرام و کتب آسمانی دنیا میں بھی دیدی گئی ہے کہ کون مومن نیکوں کا ذکر اور مومنوں کا [illegible] یہ ہے کافروں کا عذاب یہ **تعملون** میں عمل سے مراد جسمانی عمل یعنی نیک و بد افعال اور قلبی عمل یعنی اچھے برے عقیدے سب ہی شامل ہیں لہذا یہ جملہ بشارت نذارت ترغیب ترہیب سب کو شامل ہے اور بہت جامع ہے اگرچہ قیامت میں ہر ایک کو اس کے اعمال کی خبر کرنا سزا و جزا دینا فرشتوں کا کام ہے مگر چونکہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے ہیں لہذا جو کچھ بھی کرتے ہیں رب کے حکم سے کرتے ہیں۔ اس لئے یہاں ان کے کام کو رب تعالیٰ نے اپنی طرف نسبت فرمایا اور فرمایا کہ تم کو خبر دے گا۔

خلاصہ تفسیر۔ اے ایمان والو! جس کے دل میں ایمان مضبوط ہو چکا تم اپنی فکر کرو دنیا میں رہ کر آخرت کا توشہ تیار کر لو دوسروں کی فکر میں اپنے کو نہ بھول جاؤ کیونکہ جب تم صحیح معنی میں ہدایت پر ہو کہ تمہارے عقیدے عبادتیں معاملات لوگوں کو شریعت کی تبلیغ ضرورت کے وقت کفار پر جہاد سب کچھ ٹھیک ہو اس کے بعد دوسرے لوگ بد عقیدہ بد عمل رہیں اور تمہاری نہ مانیں تو ان کے گمراہ بد عمل رہنے سے تم کو بالکل نقصان نہ پہنچے گا کسی کی بد عملی دوسرے کے لئے عذاب کا باعث نہ ہو گی تمہارے ذمہ تبلیغ احکام ہے باقی ہدایت دینا ہمارا کام ہے تم سب کا لوٹ آخر کار قیامت میں ہماری ہی طرف ہے کہ اس دن [illegible] متعلق تمام سب ہماری بارگاہ میں جمع ہوں گے اللہ تعالیٰ ان سب کو ان کے گذشتہ عقائد و اعمال کی پوری پوری خبر دے دیگا کہ مومنوں کو ثواب کفار کو عذاب دے گا۔ خیال رہے کہ **علیکم انفسکم** بہت وسیع آیت ہے۔ جیسے ڈرائیور مشین کے ہر پرزے پر نظر رکھتا ہے کہ ہم کو چاہئے کہ اپنے ہر عضو آنکھ کان زبان وغیرہ پر نظر رکھیں کہ یہ پرزے غلط کام نہ کریں [illegible] ہیں اور جیسے ڈرائیور معمولی خرابی خود نکال لیتا ہے بڑی خرابی دور کرنے کے لئے مشین کو ورکشاپ میں بھیجتا ہے یوں ہی اگر اپنی اصلاح نہ ہو سکے تو کسی شیخ کامل کے ذریعہ اپنی اصلاح کرائے لہٰذا کسی شیخ کی بیعت [illegible] اس آیت پر عمل ہے کہ اپنی فکر ہو۔ خیال رہے [illegible] یہ آیت تبلیغ واجب ہونے کی بہت اہم آیت ہے اس میں ارشاد فرمایا گیا کہ جب تم خود ہدایت پر ہو تو تم کو دوسروں کی بد عملی سے نقصان نہ ہو گا اور تم ہدایت پر جب ہی ہوں گے جبکہ سارے احکام خداوندی پر عمل کریں ان احکام میں تبلیغ بھی داخل ہے جو بقدر طاقت لازم ہے [illegible] تبلیغ نہ کرے وہ ہدایت پر ہے ہی نہیں لہذا وہ اس پر پکڑا جاوے گا [illegible] ترمذی نے روایت قیس ابن ابی حازم روایت کی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہی آیت تلاوت کی اور فرمایا کہ لوگو تم اس

www.alahazratnetwork.org

آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب لوگ ظالم کو ظلم کرتے دیکھیں اور باوجود قدرت کے اسے نہ روکیں تو قریب ہے کہ عام عذاب آجاوے گا۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ آیت اس زمانہ کے لیے ہے جب لوگ علماء کی کے فرمان نہ سنیں۔ وعظ و تبلیغ پر انہیں ایذا دیں تب تبلیغ فرض نہ رہے گی اور اسی آیت کا ظہور ہوگا چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی آیات چار قسم کی ہیں۔ بعض آیات وہ ہیں جن کا ظہور نزول قرآن سے پہلے ہو چکا۔ بعض وہ آیات ہیں جن کا ظہور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہو چکا۔ بعض آیات وہ ہیں جن کا ظہور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یعنی زمانہ صحابہ کرام میں ہوا۔ بعض آیات وہ ہیں جن کا ظہور قریب قیامت ہوگا بعض وہ ہیں جن کا ظہور قیامت میں ہوگا۔ بعض وہ ہیں جن کا ظہور قیامت کے بعد ہوگا اس آیت کا ظہور قریب قیامت ہوگا جب لوگ تبلیغ کا لینا چھوڑ دیں گے۔ مجھیں کے پیچھے پڑ جاویں گے اور حساب و کتاب کی آیتوں کا ظہور قیامت میں ہوگا اور جنت و دوزخ وغیرہ کا ظہور بعد قیامت ہوگا۔ حضرت عبداللہ ابن عمر سے کسی نے کہا کہ آپ تبلیغ چھوڑ دیں فرمایا نہیں اس لئے کہ ہم سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حاضرین ہمارے احکام غائبین کو پہنچا دیں۔ ہم لوگ اس وقت حاضر تھے تم لوگ غائب ہم تم تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پہنچاتے ہیں۔ کسی شخص نے حضرت ابو ثعلبہ خشنی سے اس آیت کے متعلق پوچھا انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ لوگو اچھی باتوں کا حکم دیتے رہو۔ جب لوگوں کا یہ حال ہو جاوے کہ بخل کی پیروی کی جاوے ہر شخص اپنی رائے پر ناز کرے دنیاوی فکر میں پڑ کر آخرت کو بھول جاویں تو تم اپنی فکر رکھنا لوگوں کی فکر چھوڑ دینا ایک زمانہ ایسا آرہا ہے کہ ایمان پر قائم رہنا ہاتھ میں آگ لینے سے بھی زیادہ دشوار ہو جاوے گا جو اس زمانہ میں صبر کرے اسے پچاس مومنوں کا ثواب ملے گا۔ کسی نے پوچھا کہ اس زمانہ کے پچاس کا یا آج کل کے پچاس کا فرمایا آج کل کے پچاس کا یعنی پچاس صحابہ کرام کا (دیکھو ترمذی شریف تفسیر خازن و روح المعانی۔ تفسیر کبیر وغیرہ) غرضیکہ اس آیت کریمہ کی دو تفسیریں ہیں ایک تفسیر سے یہ ہمیشہ قابل عمل رہی اور رہے گی۔ دوسری تفسیر سے اس پر عمل قریب قیامت ہوگا۔

فائدے اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: مسلمان خصوصاً علماء اور مبلغین کو چاہیے کہ دوسروں کو سمجھانے کی فکر میں اپنے سے غافل نہ ہو جائیں خود بھی پکے مومن متقی بنیں یہ فائدہ علیکم انفسکم سے حاصل ہوا۔ خود پہلے نیک بنیں پھر دوسروں کو نیکی کی رغبت دیں تب تبلیغ اثر کرے گی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **قوا انفسکم واھلیکم نارا**۔

لطیفہ مشہور ہے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک عورت اپنے بچے کو لائی اور بولی کہ حضور اسے گڑ کھانے کی عادت ہے میرے منع کرنے سے گڑ نہیں چھوڑتا اسے آپ منع فرما دیں امام صاحب نے فرمایا اسے ایک ہفتہ کے بعد میرے پاس لانا چنانچہ ایک ہفتہ کے بعد بچہ آیا تو آپ نے اس بچے کو گڑ کھانے سے منع فرمایا وہ بولی کہ آپ نے اسی دن ہی منع کر دیا ہوتا فرمایا کہ گڑ میرے مزاج کے بھی خلاف ہے گھر میں کھایا کرتا تھا پہلے میں نے خود چھوڑا پھر اسے منع کیا۔ دوسرا فائدہ: کسی کے گناہ کا وبال دوسرے پر نہیں پڑ سکتا ہر ایک اپنی کرنی اپنی بھرنی کی سزا خود بھگتے گا یہ فائدہ **لا یضرکم** الخ سے حاصل ہوا۔ خیال رہے کہ مسلمان اپنی نیکیوں کا ثواب دوسرے کو بخش سکتا ہے اور دعا سے ضرور پہنچتا

www.alahazratnetwork.org

ہے۔ بخشنے والا بھی محروم نہیں رہتا مگر اپنے کیے کا عذاب کسی کو نہیں بخش سکتا یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ خدایا میرے صدقہ میرے حج وغیرہ کا ثواب میرے والدین کو پہنچے مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ خدایا میرے ہوئے میری شراب خوری کا عذاب میرے دشمنوں کو پہنچے۔ **تیسرا فائدہ** جو شخص عملی یا قولی تبلیغ پر قادر ہو اور پھر نہ کرے اور وہ لوگ اس کی سستی کی وجہ سے بد دین یا بد عمل بن جاویں تو اس کوتاہی کرنے والے کو کوتاہی کرنے کا ضرور عذاب ہو گا مثلاً ماں باپ استاذ اپنے بیٹے یا شاگرد کو برائیوں سے منع نہ کریں یا بادشاہ حکام اپنی رعایا کو بدکاریوں سے باز نہ رکھے تو اس سستی کی سخت سزا ان سب کو ملے گی یہ فائدہ **اذا اهتديتم** کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے گمراہوں کی گمراہی دوسروں کے سر مسلط ہونے میں یہ شرط لگائی کہ دوسرے ہدایت پر رہیں ہدایت میں تبلیغ بھی داخل ہے۔ تبلیغ زبانی بھی اور تبلیغ قوت، طاقت سے بھی جیسی اپنی طاقت ہو ویسی تبلیغ کرے علماء زبان سے تبلیغ حکام جبراً لوگوں کو برائیوں سے روکیں۔ **چوتھا فائدہ** جب لوگ بہت سرکش ہو جاویں کہ مبلغ کی تبلیغ کا اثر لینے کے بجائے اسے ستاویں اس کی زندگی اجیرن کر دیں تو اس مجبوری میں تبلیغ لازم نہیں بلکہ خاموش رہے اور اپنی عزت و جان کی حفاظت کرے یہ فائدہ **لا یضرکم** کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا۔ **پانچواں فائدہ:** اعمال کی سزا جزا دنیا میں نہیں بلکہ آخرت میں ہے دنیا دار العمل ہے آخرت دار الجزاء یہ فائدہ **فینبئکم** الخ سے حاصل ہوا آج عمل ہے حساب نہیں کل حساب ہو گا عمل نہ ہو گا۔ **چھٹا فائدہ** اللہ کے محبوب بندوں کے کام رب تعالیٰ کے کام ہیں کیونکہ ان کو رب تعالیٰ سے بہت قرب ہے یہ فائدہ بھی **فینبئکم** الخ سے حاصل ہوا دیکھو قیامت میں سزا و جزا دینا فرشتوں کا کام ہے مگر رب تعالیٰ نے فرمایا کہ رب تم کو تمہارے اعمال کی خبر دے گا۔

پہلا اعتراض۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان صرف اپنی اصلاح کرے دوسروں کی مطلق پرواہ نہ کرے۔ لہذا اسلام کا بہترین رکن یعنی تبلیغ ختم ہو گئی۔ ہماری تبلیغ کرنا اس آیت کے خلاف ہے۔ **جواب۔** اس اعتراض کا جواب ابھی تفسیر اور فوائد میں عرض کر دیا کہ اس آیت پر عمل قریب قیامت ہو گا۔ جب لوگ واعظین مبلغین کا اثر لینا چھوڑ دیں گے بلکہ الٹا اثر لینے لگیں گے یا اس کا مطلب یہ ہے کہ تبلیغ کر دینے کے بعد لوگوں کی بد عملی کا یہ مبلغ ضامن نہیں ہدایت تو اللہ کے قبضہ میں ہے ورنہ خود رب تعالیٰ فرماتا ہے **یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک** اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **بلغوا عنی ولو آیة** تبلیغ اسلام کا اہم فریضہ ہے بلکہ جہاد بھی تبلیغ کے لئے ہے۔ **دوسرا اعتراض:** اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ کسی کی بد عملی کا اثر دوسرے پر نہیں پڑتا مگر حدیث شریف میں ہے کہ ماں باپ سے اولاد کا خاوند سے بیوی کا حاکم و سلطان سے رعایا کا سوال ہو گا کہ یہ لوگ بگڑ کیوں گئے یہ حدیث اس آیت کے خلاف ہے۔ **جواب۔** یہ سوال ان لوگوں سے جب ہو گا جب انہوں نے اپنے ماتحتوں کی اصلاح میں کوتاہی کی ہو گی اور یہ سوال اپنے فریضہ میں کوتاہی کرنے کی بنا پر ہو گا کہ تم نے ان سے لاپرواہی کیوں کی لاپرواہی اپنی بد عملی ہے اگر یہ لوگ اپنے ماتحتوں کی اصلاح میں پوری کوشش کریں پھر لوگ اصلاح قبول نہ کریں تو ان سے قطعاً باز پرس نہ ہو گی لہذا یہ آیت اس حدیث کے قطعاً خلاف نہیں۔ **تیسرا اعتراض** اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ دوسرے کے جرموں کی سزا بے قصوروں کو نہیں دی جاتی **لا یضرکم من ضل** مگر حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ اگر ایک شخص جہاز کا تختہ توڑ دے تو سارے ہی ڈوبتے ہیں یوں ہی اگر ایک شخص قانون شکنی کرے تو سب پر وبال آ

www.alahazratnetwork.org

جاتا ہے یہ رب تعالیٰ فرماتے ہیں واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ اس فتنہ سے ڈرو جس میں عذاب صرف ظالموں کو ہی نہ پہنچے گا۔ یعنی بے قصوروں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ یہ آیت کریمہ اس حدیث اور اس آیت کریمہ کے خلاف ہے۔ جواب: یہاں اس آیت کریمہ میں بے قصوروں سے عذاب اخروی کی نفی کی گئی ہے اس آیت اور اس حدیث میں دنیاوی تکالیف کا ذکر ہے کہ بروں کے ساتھ اچھوں کو بھی پہنچ جاتی ہے زکوٰۃ نہ دینے والوں کی وجہ سے بارش موقوف ہو جاتی ہے تو قحط پڑ جاتا ہے اور قحط سے سب کو ہی تکلیف ہوتی ہے۔ جن قوموں پر دنیاوی عذاب آئے اور وہ ہلاک کر دیئے گئے تو ان کے ساتھ بے قصور جانور اور بے گناہ بچے بھی ہلاک ہو گئے مگر یہ عذاب مجرموں کے لئے عذاب ہوتا ہے بے قصوروں کے لئے رحمت کہ اس کے عوض ان کو اعلیٰ مرتبے عطا ہوتے ہیں جیسے بادشاہ بغداد والے شہر کو بیماری سے تباہ کر دے ان میں موجود لوگ وہیں رہتے ہیں۔ انہیں ان عمارات کے بڑے بھاری معاوضے ملتے ہیں۔ لہٰذا یہ آیت کریمہ اس آیت اور حدیث کے خلاف نہیں۔ خیال رہے: کہ الشریکوں کے صدقے بہت لوگ اللہ کی رحمتیں پا لیتے ہیں عذاب سے محفوظ رہتے ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **ان اللہ یدافع عن الذین امنوا** مگر کبھی بروں کی نحوست سے اچھوں پر بھی مصیبت آجاتی ہے جبکہ برائی کا غلبہ اور بروں کی کثرت ہو جاوے گندم کے ساتھ گھن بھی پس جاتے ہیں مگر یہ مصیبت اچھوں کے لئے رحمت بن جاتی ہے۔ **چوتھا اعتراض:** اس آیت کریمہ میں فرمایا گیا کہ جب تم ہدایت پر ہو تو تم کو گمراہوں کی گمراہی مضر نہیں ہو گی تو کیا اگر ہم ہدایت پر نہ ہوں تو گمراہوں کی گمراہی ہم کو نقصان پہنچا دے گی جب کسی کے گناہ کا عذاب دوسرے کو نہیں ہوتا تو اس شرط کے کیا معنی۔ **جواب:** جو شخص ہدایت پر نہ ہو گمراہ ہو گا اور گمراہوں کے ٹولے والا دوسروں کے گناہ میں شریک ہوتا ہے تو لامحالہ اسے عذاب بھی ہوتا ہے یا یہ کہو کہ جو شخص باوجود قدرت کے لوگوں کو برائی سے نہ روکے وہ ان کی برائیوں گناہوں کی سزا پائے گا نہ روکنے کی وجہ سے۔

تفسیر صوفیانہ اے وہ لوگو جو سچے طالبوں کا سا ایمان لا چکے یعنی اپنے کو راہ طلب میں ڈال چکے اور طالب مولیٰ بن چکے تم اس راستہ میں اپنے نفس سے غافل نہ رہو ہر وقت اپنی صفائی میں لگے رہو اگر تم کو لوگ اہل کہنے لگیں تمہارے مرید ہو جائیں تو اس سے دھوکہ نہ کھاؤ لوگوں کی تعریف خلقت کا تمہاری طرف رجحان تم کو اپنے متعلق دھوکہ نہ دیدے اگر سالک دوسرے سالک کی اصلاح میں لگ کر اپنے سے غافل ہو جاوے تو ہلاک ہو جاوے گا اور اسے بھی ہلاک کر دے گا جیسے کوئی دریا میں ڈوب رہا ہو دوسرا تیرنے والا اس کا ہاتھ پکڑے تو دونوں ڈوب جائیں گے اسے چاہئے کہ وہ تختہ کو اپنے کپڑے وغیرہ کا سہارا دے اس کا ہاتھ نہ پکڑے اسے بھی چاہئے کہ دوسرے کو دامن پکڑاوے ہاتھ نہ دے اگر طالب یوں دوسرے کو لے کر ہلاک ہو گئے تو ان کی ہدایت تم کو مضر نہ ہوگی غرضیکہ تم طلب میں مصروف رہو تم اپنی کوشش سے یہ راستہ طے کرو ایک وقت آوے گا کہ تم پر عنایت الٰہی متوجہ ہو جاوے گی پھر تم رب کی طرف ایسے کھنچ جاؤ گے جیسے مقناطیس کی طرف لوہا کھینچا جاتا ہے تب **الی اللہ مرجعکم** کا ظہور ہوگا اس کے بعد رب تعالیٰ تم کو تمہاری کوششوں تمہارے اعمال کا ثواب دے گا بہرحال کوئی ناقص اپنے سے غافل رہ کر دوسروں کی رہبری میں مشغول نہ ہو جاوے ورنہ خود بھی ہلاک ہو گا دوسروں کو بھی ہلاک کرے گا اس زمانہ کے لوگوں نے شیخوخت کو کھیل سمجھ لیا ہے ہر کس و ناکس پیر بن جاتا ہے یہ ولیوں کی ہلاکت ہے جاہل اور میراثی پیر بن کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں (روح البیان) صوفیاء فرماتے ہیں کہ ہدایت ہمارے لئے حفاظتی قلعہ ہے ہدایت کی اصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن ہے

www.alahazratnetwork.org

اس دامن سے وابستگی میں ہماری تمام آفات سے نجات ہے۔ اسی لئے اقبال کہتے ہیں کہ

از رسالت در جہاں تکوین ما　　از رسالت دین ما آئین ما!
ملت ما را اساس دیگر است　　این اساس اندر دل ما مضمر است!

نبوت سے وابستہ ہو کر ہماری دینی تشکیل ہوتی ہے رسالت ہی سے ہمارا دین ہمارا قانون وابستہ ہے ہماری دیوار کی بنیاد نہ تو ... اور نہ یہ بنیاد ہمارے ملک و زمین پر قائم ہے اللہ تعالیٰ اس بنیاد سے وابستگی نصیب فرمائے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ

اے وہ لوگو جو ایمان لاچکے گواہی تمہاری آپس کی جب آوے تم میں سے ایک کو موت بوقت

اے ایمان والو تمہاری آپس کی گواہی جب تم میں سے کسی کو موت آئے

الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ

وصیت کے دو آدمی ہیں انصاف والے تم میں سے یا دو دوسرے تمہارے غیروں میں سے اگر تم سفر کرو

وصیت کرتے وقت تم میں سے دو معتبر شخص ہیں یا غیروں میں کے دو جب تم

ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْ

زمین میں پس پہنچے تم کو مصیبت موت کی روکو تم ان دونوں کو پیچھے

ملک میں سفر کو جاؤ پھر تمہیں موت کا حادثہ پہنچے ان دونوں کو نماز کے بعد

بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ

نماز کے پس قسم کھائیں وہ دونوں اللہ کی اگر شک کرو تم کہ نہیں خریدتے ہم اس کے عوض قیمت اگرچہ

روکو وہ اللہ کی قسم کھائیں اگر تمہیں کچھ شک پڑے ہم حلف کے بدلے کچھ مال نہ خریدیں

كَانَ ذَا قُرْبٰى وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ

ہو قرابت والا اور نہیں چھپاتے ہم گواہی اللہ کی بیشک ہم تب البتہ گنہگاروں میں سے ہیں

کے اگرچہ قریب کا رشتہ دار ہو اور اللہ کی گواہی نہ چھپائیں گے ایسا کریں تو ہم ضرور گنہگاروں میں ہیں

تعلق اس آیت کریمہ کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں مسلمانوں کو حفاظت نفس کا حکم دیا گیا تھا ارشاد ہوا تھا علیکم انفسکم اب اس آیت کریمہ میں حفاظت مال کا حکم دیا جا رہا ہے چونکہ حفاظت نفس مقدم ہے حفاظت مال پر اس لئے پہلے حفاظت نفس کا حکم ہوا پھر حفاظت مال کا۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیت کے آخر میں ارشاد ہوا تھا

www.alahazratnetwork.org

کہ تم سب آخر کار رب تعالیٰ ہی کی طرف لوٹو گے وہ تم کو تمہارے اعمال کا بدلہ عطا فرمائے گا اب ارشاد ہو رہا ہے کہ اصلی ثواب وعذاب تو آخرت میں عطا ہو گا مگر اس کی کچھ سزا و جزا دنیا میں بھی مل جاتی ہے بعد والی آیت سے معلوم ہوا کہ امانت و خیانت دنیا ہی میں ظاہر ہو جاتی ہے۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیات میں رب تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ جادو، بتوں کے تھان وغیرہ کے جانور حرام ہیں۔

چھوڑنے کی حرمت بیان فرمائی اب دوسروں کا مال ناجائز طور پر لینے کی حرمت کا ذکر ہے یعنی حقوق اللہ کے بعد حقوق العباد کا ذکر ہے کہ نہ تو جانوروں کو بتوں کے نام پر چھوڑنا جائز ہے اور نہ کسی کا مال ناجائز طور پر لینا درست ہے۔ چوتھا تعلق: پچھلے لوگوں کو بیشتر سوالات کرنے سے روکا گیا تھا اب ایک نہایت اہم و ضروری مسئلہ کا بیان ہے تاکہ معلوم ہو کہ تمام ضروری مسائل تمہارے پوچھے بغیر ہی بیان فرما دیئے ہیں ان میں تمہارے سوال کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔

شان نزول: تمیم ابن اوس داری اور عدی ابن زید دونوں عیسائی تھے اور ہر سال بغرض تجارت شام کو جایا کرتے تھے ایک بار ان کے ساتھ حضرت بدیل ابن ابی مریم جو حضرت عمرو ابن عاص کے غلام تھے مدینہ منورہ سے ان دونوں کے ساتھ تجارت کے لئے گئے جب یہ تینوں ملک شام پہنچے تو بدیل سخت بیمار ہو گئے۔ جب بدیل اپنی زندگی سے مایوس ہوئے تو انہوں نے اپنے مال کی فہرست ایک کاغذ پر لکھ کر کپڑوں کی تہ میں رکھ دی جس کی خبر ان دونوں ساتھیوں کو نہ دی اور ان دونوں سے کہا کہ میں تو مر رہا ہوں تم میرا مال مدینہ منورہ میں میرے عزیزوں گھر والوں کو پہنچا دینا یہ کہہ کر وہ وفات پا گئے۔ ان کی وفات کے بعد ان دونوں نے ان کا مال تلاش کیا تو اس میں نہایت وزنی چاندی کا پیالہ جس پر سونے کا پانی چڑھا تھا نقشین تھا اس کا وزن تین سو مثقال تھا (ساڑھے چار ماشہ کا ایک مثقال ہوتا ہے) یہ پیالہ بادشاہ شام کے ہاتھ فروخت کرنے گئے تھے ان دونوں نے یہ پیالہ چھپا لیا اسے مکہ مکرمہ میں ایک ہزار درہم میں فروخت کر دیا۔ پانچ پانچ سو درہم آپس میں بانٹ لئے باقی مال بدیل کے گھر والوں کو دے دیا جب ان لوگوں نے یہ مال کھولا تو اس میں مال کی فہرست کا پرچہ نکلا جس میں اس پیالہ کا نام بھی تھا مگر سامان میں نہ تھا یہ لوگ ان دونوں کے پاس آئے ان سے پوچھا کہ کیا بدیل نے اپنا کچھ مال فروخت کیا تھا ان دونوں نے کہا نہیں پوچھا کیا تم نے بدیل سے کوئی چیز خریدی ہے بولے نہیں تو ان لوگوں نے کہا کہ بدیل کے سامان میں مال کی فہرست ہے اس میں ایک وزنی قیمتی پیالہ کا نام بھی ہے مگر ان کے سامان میں وہ پیالہ نہیں ان دونوں نے کہا ہم کو خبر نہیں جو کچھ بدیل نے ہم کو دیا تھا وہ تم لوگوں تک ہم نے پہنچا دیا آخر کار یہ مقدمہ بارگاہ نبوت میں پیش ہوا ان لوگوں نے وہاں جھوٹی قسم کھائی اور مقدمہ ختم ہو گیا کچھ عرصہ بعد وہ پیالہ مکہ معظمہ میں ایک شخص کے پاس پایا گیا بدیل کے وارثوں نے اس سے پوچھا کہ تمہارے پاس یہ پیالہ کہاں سے آیا وہ بولے ہم نے تمیم داری اور عدی سے خریدا اب یہ مقدمہ پھر بارگاہ نبوت میں پیش ہوا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدیل کے گھر والوں سے فرمایا کہ تم قسم کھاؤ کہ یہ پیالہ بدیل کا ہے اور یہ دونوں عیسائی جھوٹے ہیں ان دونوں نے قسم کھائی اور پیالہ حاصل کر لیا اس موقعہ پر یہ آیت اور اس کے اگلی آیت فان عثر الخ نازل ہوئی پہلے مقدمہ پر یہ آیت اور دوسرے مقدمہ پر دوسری آیت فان عثر الخ نازل ہوئی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں فیصلوں کی تائید فرمائی گئی (تفسیر روح البیان، خازن، خزائن، تفسیر کبیر وغیرہ) ترمذی شریف میں تمیم داری سے یوں بیان ہوا کہ جب تمیم داری مسلمان ہو گئے تو ان کے دل نے انہیں اس خیانت پر ملامت کی یہ خود بدیل کے گھر والوں کے پاس پہنچے اور یہ سارا واقعہ ان سے بیان کر دیا اور انہیں پانچ

www.alahazratnetwork.org

درہم دیئے کہ یہ میں نے لے لئے تھے اور بقیہ پانچ سو عدی کے پاس ہیں تب دوبارہ مقدمہ چلا مگر ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (تفسیر خازن)۔

تفسیر **یاایھا الذین امنوا** : حق یہ ہے کہ اس آیت کا کوئی حکم منسوخ نہیں اس کا ہر حکم تاقیامت باقی ہے لہذا **الذین امنوا** سے تاقیامت سارے مسلمان مراد ہیں اور یہ احکام سب پر جاری ہیں خیال رہے کہ منسوخ اور مخصوص آیتوں میں **الذین امنوا** سے مراد صرف صحابہ کرام ہوتے ہیں کیونکہ وہ احکام بعد کے مسلمانوں تک پہنچتے ہی نہیں۔ جیسے اے ایمان والو ہمارے نبی کے گھر و موت میں وقت سے پہلے نہ پہنچ جاو یا اے مسلمانو اللہ کے رسول سے آگے نہ بڑھو کہ یہ دونوں حکم حضرات صحابہ کے ساتھ خاص ہیں ہم کو ان پر عمل کا موقع نہ ملا یا جیسے فرمان باری تعالیٰ کہ اے ایمان والو جب ہمارے نبی سے عرض معروض کرنا چاہو تو پہلے صدقہ دے لیا کرو وہ حکم منسوخ ہے ان جیسے احکام کی آیات میں **الذین امنوا** سے مراد صرف صحابہ کرام ہوں گے مگر غیر منسوخ اور غیر مخصوص آیتوں میں صرف صحابہ کرام مراد نہیں ہوتے بلکہ سارے مسلمان ظاہر یہ ہے کہ **الذین امنوا** سے مراد سارے انسان مسلمان ہیں کیونکہ فرشتے اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں اور مومن ہیں مگر انہیں ابھی موت نہیں نہ مال رکھتے ہیں لہذا ان پر وصیت کے احکام جاری نہیں۔ مومن جنات پر سفر کے وہ احکام جاری نہیں جو یہاں مذکور ہیں۔ لہذا اس آیت کریمہ میں **الذین امنوا** سے کیوں خطاب فرمایا **الذین اسلموا** کیوں نہ فرمایا **شھادۃ بینکم اذا حضر احدکم الموت حین الوصیۃ اثنان ذوا عدل منکم** اس آیت کی نحوی ترکیب انتہائی مشکل ہے مفسرین نے اس کی بہت ترکیبیں کی ہیں سب سے آسان ترکیب یہ ہے کہ شہادۃ مضاف ہے بین کی طرف اور مرفوع ہے کیونکہ مبتدا ہے اور اس کی خبر ہے **اثنان** یا تو شہادہ سے پہلے ذو پوشیدہ ہے یا اثنان سے پہلے شہادہ پوشیدہ ہے **اذا حضر** ظرف ہے شہادت کا اور **حین الوصیۃ** **اذا حضر** کا بدل ہے اب معنی بالکل واضح ہو گئے۔ خیال رہے کہ شہادت کے قریباً چھ معنی ہیں حاضر ہونا فیصلہ کرنا قسم کھانا جاننا وصیت کرنا گواہی دینا (تفسیر بیضاوی پہلا پارہ آیت **وادعوا شھداء کم**) میں فرمایا کہ شاہد کے معنی ہیں حاضر گواہ مددگار امام و سلطان اور قسم کھانا رب تعالیٰ نے لعان کے بیان میں قسم کو شہادت فرمایا ہے۔ یہاں آخری معنی مراد ہیں یعنی قسم کھانا یا گواہ بننا (روح المعانی) یعنی اے مسلمانو تمہارے آپس میں گواہ جب تم میں سے کسی کو موت آپہنچے یعنی اس پر علامات موت نمودار ہو جائیں اور وہ مرنے لگے اس وقت وہ وصیت کرنا چاہے تو دو گواہ ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ وصیت کی گواہی میں دو گواہ ضروری ہیں نہ تو اس میں ایک گواہ کافی ہے نہ چار گواہوں کی ضرورت۔ خیال رہے کہ بعض خبروں میں صرف ایک کی گواہی کافی ہوتی ہے جیسے رب فرماتا ہے **وشھد شاھد من اھلھا** اور بعض میں چار کی گواہی لازم فرماتا ہے **لولا جاء و علیہ باربعۃ شھداء** عام خبروں میں دو کی گواہی ضروری ہوتی ہے۔ وصیت بھی ان ہی میں سے ہے گواہی دو قسم کی ہوتی ہے گواہی اصلی یعنی عینی گواہی فرعی فرعی گواہی تو علامات شہرت پر گواہی ہر گواہی سے ہو جاتی ہے مگر عینی و اصلی گواہی میں دو شرطیں ہیں ایک گواہ بنتے وقت دوسرے گواہی دیتے وقت گواہ بنتے وقت تو شرط ہے کہ گواہ واردات پر موجود ہو اسے دیکھے اور واردات والوں کو پہچانے گواہی دیتے وقت ضروری ہے کہ حاکم کی عدالت میں حاضر موجود ہو وقف نکاح نسب میں گواہی فرعی بھی قبول ہے باقی اہم معاملات میں گواہی عینی ضروری ہے۔ یہاں گواہی عینی مراد ہے۔ اس آیت کے پہلے جز میں گواہ بننے کا ذکر ہے اور دوسرے جز میں گواہی دینے کا خیال

www.alahazratnetwork.org

رہے کہ ہمارے انبیاء و اولیاء اللہ کی ذات و صفات کے جنت و دوزخ وغیرہ کے ذاتی واقف ہیں ان میں سے کوئی چیز بھی نہ تھی کہ جنا... حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود مخلوق ہیں آگے خالق ہے یعنی واصلی گواہ ہیں یا ایها النبی انا ارسلنک شاهدا " اور رب تعالیٰ کی بارگاہ میں مخلوق کے یعنی گواہ وجئنا بک علی هؤلاء شهيدا اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ خالق چھپا نہ مخلوق کا کوئی ذرہ تک آپ کی گواہی یعنی اور اصلی رہے۔ **ذوا عدل منکم** ذوا عدل صفت ہے اثنان کی اور منکم کائنین کے متعلق ہو کر ذوا عدل کا حال ہے۔ ذوا تثنیہ ہے ذو کا بمعنی والے عدل کے معنی ہیں عدالت والے یہاں عدالت سے مراد ہے فسق کا مقابل یعنی تقویٰ و پرہیزگاری۔ منکم سے مراد ہے میت کے عزیز و قرابت دار یا ہم قوم یعنی وہ گواہ فاسق و فاجر نہ ہوں متقی و پرہیزگار ہوں میت کی قوم اس کے عزیزوں میں سے ہوں حضرت عکرمہ اور حسن رضی اللہ عنہما کی یہی تفسیر ہے (روح المعانی و تفسیر کبیر، خازن وغیرہ) **او اخران من غیرکم ان انتم ضربتم فی الارض**۔ قوی قول یہ ہے کہ او اخران معطوف ہے منکم پر اور غیرکم سے مراد ہے وہ اجنبی مسلمان جو وصیت کرنے والے سے قریبی رشتہ دار نہ ہوں بلکہ اجنبی ہوں دوسری قوم کے مسلمان ہوں۔ **ان انتم** اس کا تعلق **او اخران** سے ہے۔ ضرب کے چند معنی ہیں۔ مارنا، مثال بیان کرنا، چلنا، سفر کرنا یہاں تیسرے معنی مراد ہیں یعنی اگر تم اپنے وطن سے باہر سفر میں ہو اور وہاں تم کو اپنے قرابت دار مسلمان گواہ نہ ملیں تو اجنبی مسلمان جو دوسری قوم کے ہوں انہیں ہی گواہ بنا لو۔ لہٰذا یہ آیت منسوخ نہیں تمام فقہاء کا یہی قول ہے (تفسیر کبیر و روح المعانی وغیرہ) بعض مفسرین نے منکم سے مراد لئے مسلمان اور من غیرکم سے مراد لئے کفار اور معنی یہ کئے کہ اگر تم سفر میں وصیت کرنے لگو اور تم کو مسلمان گواہ نہ ملیں تو مسلمانوں کے علاوہ کفار، مشرکین کو گواہ بنا لو۔ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے کیونکہ اب مسلمان کفار کو گواہ نہیں بنا سکتا۔ بعض صحابہ فرماتے ہیں کہ ایسی مجبوری کی وصیت میں اب بھی مسلمان کفار کو گواہ بنا سکتا ہے اور صرف ایسی وصیت میں کفار کی گواہی مسلمان کے لئے معتبر ہے۔ عبداللہ ابن عباس، ابو موسیٰ اشعری، سعید ابن جبیر، سعید ابن مسیب، شریح، مجاہد، ابن سیرین، ابن جریج رضی اللہ عنہم اجمعین کا یہی قول ہے (تفسیر کبیر) باقی صحابہ کا اور تمام مفسرین و محدثین کا وہ قول ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا۔ **فاصابتکم مصيبة الموت** یہاں ف محذوف ہے خود یہ عبارت انتم ضربتم الخ پر معطوف ہے اور شرط دوم ہے۔ اگرچہ مومن کی موت اللہ کی رحمت ہے مگر چونکہ اس میں شدت نزع بھی ہوتی ہے اور تمام دنیاوی تعلقات ختم ہو جاتے ہیں ... اس لئے اسے مصیبت فرمایا گیا اور موت کی مصیبت آنے سے مراد ہے علامات موت کا ظاہر ہونا یعنی اگر تم سفر میں ہو اور وہاں تمہیں موت آنے لگے اور تم وصیت کرنا چاہو اور وہاں تمہارے عزیز و اقرباء موجود نہ ہوں تو دو اجنبی لوگ جو وہاں میسر ہوں انہیں گواہ بنا لو۔ **تحبسونهما من بعد الصلوة** یہ جملہ ... وصیت کے گواہوں سے گواہی لینے کا طریقہ بتایا گیا ہے جو اس سے پہلے انہیں گواہ بنانے کا ذکر تھا اب گواہوں سے گواہی لینے کا طریقہ بتایا جا رہا ہے **وصابتکم** ... میں میت ... سے خطاب تھا یہاں **تحبسونهما** میں میت کے وارثوں اور حکام سے خطاب ہے چونکہ وصیت کے متعلق اکثر مقدمے چل جاتے ہیں اور حکام کی عدالتوں میں گواہی کی نوبت آجاتی ہے اس لئے یہاں حکام اور وارثوں سے خطاب فرمایا شریعت کے بعض احکام پر ہر ایک شخص عمل کر سکتا ہے جیسے نماز تہجد و نماز پنجگانہ۔ بعض احکام پر جماعت کے ساتھ عمل ہوتا ہے اکیلے نہیں جیسے نماز جمعہ و عیدین بعض احکام پر حاکم کے بغیر عمل ہو ہی نہیں سکتا جیسے حدود شرعیہ وغیرہ

www.alahazratnetwork.org

مقدمات کے فیصلے بعض احکام پر سلطان کے ذریعہ ہو سکتا ہے جیسے یہاں یہ گواہی حکام کی کچہریوں میں ہی ادا ہو سکتی ہے لہذا یہ حکم دیا گیا۔ **تحبسون** فرمایا اشارۃً بتایا کہ حکام گواہوں کے گھر نہ جائیں گواہ حاکم کے پاس آئیں نیز گواہ حاکم کے پابند ہیں حاکم گواہ کا پابند نہیں گواہ حاکم کے سامنے کھڑا ہو حاکم گواہ کے آگے نہ کھڑا ہو یہ سب چیزیں اشارۃً **تحبسونهما** سے معلوم ہوتی ہیں جس کے معنی ہیں ٹھہرانا اور روکنا صلوٰۃ سے مراد نماز عصر ہے کہ اس وقت لوگوں کا اجتماع زیادہ ہوتا ہے نیز اس وقت دن و رات کے فرشتے جمع ہوتے ہیں۔ مسلمان خصوصاً اہل عرب اس وقت کا بہت احترام کرتے ہیں اس وقت جھوٹی گواہی جھوٹی قسموں سے بہت ڈرتے ہیں اس لئے یہ وقت گواہی لینے کے لئے مقرر فرمایا گیا یعنی اے میت کے وارثو اور اے حکام جب اس مسافر میت کی وصیت کے گواہ اس کا مال متروکہ اور وصیت لے کر تمہارے پاس پہنچیں تو تم ان گواہوں کو سب کے سامنے بعد نماز عصر گواہی دینے کے لئے کھڑا کرو وہ اللہ کی قسم کھائیں مگر یہ قسم جب ہے جبکہ **ان ارتبتم** یہ عبارت **یقسمان** کی شرط ہے جزا ہے **ارتیاب** بنا ہے **ریب** سے اس کے معنی ہیں بہت شک کرنا اس میں خطاب وارثوں سے ہے یعنی اگر تم شک کرو اور خیال کرو کہ یہ گواہ جھوٹ بول رہے ہیں یا انہوں نے میت کا کچھ مال خود رکھ لیا تو تم اس اہتمام سے ان کی گواہی لو **لا نشتری به ثمنا ولو کان ذا قربی** یہاں قول پوشیدہ ہے اور یہ جملہ معطوف ہے **تحبسونهما** پر **یقسمان** کا فاعل وہی دونوں گواہ ہیں جن کو بعد نماز عصر گواہی کے لئے کھڑا کیا گیا ہے۔ **لا نشتری یقسمان باللہ** کا مفعول ہے ان دونوں کے درمیان میں جملہ شرطیہ بیان ہوا یعنی **ان ارتبتم به** کا مرجع ان کی اپنی قسم ہے **ثمنا** سے مراد رشوت وغیرہ مال ہے جو لے کر جھوٹی گواہی دی جاوے **لو کان** میں **کان** کا اسم وہ شخص ہے جو انہیں مال دے کر جھوٹی گواہی دلوائے **ذا قربی کان** کی خبر ہے یعنی وہ گواہ گواہی دینے سے پہلے قسمیہ بیان دیں کہ اللہ کی قسم ہم کسی سے کچھ مال لے کر جھوٹی قسم نہیں دے رہے ہیں اگرچہ کوئی ہمارا عزیز قریبی ہی ہو اور ہم کو کچھ دے کر جھوٹی گواہی دلوانا چاہے تو ہم نے تو اس کی قرابت داری کی رعایت سے جھوٹی گواہی دیں گے اور نہ رقم کے لالچ میں قسم تو اس پر لے جاوے گی **ولا نکتم شهادة اللہ** یہ عبارت **لا نشتری** پر معطوف ہے اور قسم کا جواب شہادت اللہ سے مراد وہ گواہی ہے جس کے دینے کا رب تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے یعنی جو گواہی ہم میت کے پاس سے لے کر آئے ہیں وہ ہرگز نہ چھپائیں گے نہ کلاً نہ بعضاً بلکہ پوری گواہی دیں گے **انا اذا لمن الاثمین**۔ یہ عبارت گواہی اور قسم کی تاکید کے لئے ارشاد ہوئی یعنی اگر ہم روپیہ لے کر یا کسی عزیز کی قرابت داری کی رعایت کی وجہ سے گواہی میں جھوٹ بولیں تو ہم سخت مجرم اور حق العباد مارنے والے ہوں گے اپنے پر سخت ظلم کرنے والے اور مجرموں کے زمرہ میں ہوں گے۔

خلاصہ تفسیر۔ اے مسلمانو جب تم میں سے کوئی مرنے لگے اور وصیت کرنا چاہے تو وصیت کے وقت اپنے عزیزوں قرابت داروں میں سے دو متقی پرہیزگار گواہ مقرر کرے جن کے سامنے وصیت کرے اور انہیں اپنی وصیت پر گواہ بنائے اور اگر مرنے والا سفر میں ہو جہاں اسے اپنے عزیز قرابت دار گواہ نہ مل سکیں اور اسے موت کا حادثہ پیش آ جاوے تو وہاں سے ہی دوسرے اجنبی متقی مسلمانوں کو گواہ بنا لے اب جب کہ مرنے والا مر جاوے اور یہ گواہی دینے وارثوں کے پاس آویں اور اے وارثو اے حکام تم کو ان کی گواہی کے متعلق کچھ شک و شبہ ہو کہ یہ لوگ جھوٹی گواہی دے رہے ہیں یا انہوں نے مال میں خیانت کی ہے تو تم ان دونوں کو نماز عصر کے بعد مسلمانوں کے مجمع میں کھڑا کرو وہ سب کے سامنے گواہی دینے سے پہلے یہ قسم کھائیں کہ اللہ

www.alahazratnetwork.org

کی قسم ہم یہ گواہی دیں گے کسی سے کچھ مال لیکر جھوٹی گواہی نہ دیں گے اگرچہ ہمارا کوئی عزیز بھی ہم کو روپیہ دے جھوٹی گواہی نہ دیں گے اللہ کی طرف سے جس گواہی کی ہم پر ذمہ داری ہے اسے ہرگز نہ چھپائیں گے نہ کلا "۔ حقا" اگر ہم ایسا کریں تو ہم سخت مجرم ہیں اور ہم ظالم قوم سے ہیں جو اپنے پرایا مسلمانوں پر ظلم کرتی ہے سخت مجرم ہے۔ خیال رہے کہ اس آیت کریمہ کی اور بہت تفسیریں ہیں مگر یہ تفسیر نہایت آسان اور قوی تر ہے نیز اس تفسیر کی بنا پر آیت کریمہ پر کوئی اعتراض نہیں نہ اسے منسوخ ماننا پڑتا ہے۔

فائدے اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ **پہلا فائدہ**۔ اسلام میں وصیت بڑی اہم چیز ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے وصیت کے متعلق یہاں مسلسل تین آیات نازل فرمائیں اس پر گواہ بنانے کا طریقہ ان سے گواہی لینے کا طریقہ بتایا حالانکہ دوسری جگہ قرآن مجید میں گواہی کے متعلق عام قانون بتا دیا گیا ہے۔ **واشهدوا ذوی عدل منکم**۔ اس عام قانون کے ہوتے ہوئے پھر وصیت کے لئے علیحدہ قانون ارشاد ہوا جس سے وصیت کی اہمیت معلوم ہوئی۔ **دوسرا فائدہ** دوسرے ملکی معاملات کی طرح وصیت میں بھی دو گواہ چاہئیں نہ تو ایک گواہ کافی ہے نہ چار گواہوں کی ضرورت ہے یہ فائدہ **اثنان** فرمانے سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ** مسلمان کی وصیت میں بھی دوسرے معاملات کی طرح گواہ مسلمان متقی ہی چاہئیں اس میں بھی کفار یا فساق کی گواہی معتبر نہیں۔ یہ فائدہ **ذوا عدل** اور **منکم** فرمانے سے حاصل ہوا۔ **چوتھا فائدہ**۔ بہتر یہ ہے کہ وصیت میں اپنے عزیز و اقارب کو گواہ بنایا جاوے صرف اجنبی لوگوں کو گواہ بنانا بہتر نہیں کیونکہ اہل قرابت ہمارے گھر کے حالات بہت اچھی طرح جانتے ہیں یہ فائدہ بھی **منکم** کی تفسیر سے حاصل ہوا۔ **پانچواں فائدہ**۔ اگر بحالت سفر وصیت کرنا پڑ جاوے تو چونکہ وہاں اپنے عزیز و اقارب نہیں ملتے اس لئے اجنبی لوگوں کو ہی گواہ بنانا چاہئے۔ مگر وہ بھی مسلمان اور پرہیزگار دیندار ہوں یہ فائدہ **من غیرکم ان انتم** الخ سے حاصل ہوا۔ **چھٹا فائدہ** نماز عصر اور اس کے بعد کا وقت بڑی عظمت والا ہے کہ اس وقت دن رات کے فرشتے جمع ہوتے ہیں اللہ کے مقبول بندوں کی سجدہ گاہ وقت اور جگہ کو مقبول بنا دیتی ہے یہ فائدہ **من بعد الصلوة** سے حاصل ہوا۔ **ساتواں فائدہ**۔ اگر گواہوں سے وہاں کسی خاص عظمت والی جگہ یا عظمت والے وقت میں قسم لی جاوے تو حرج نہیں بلکہ بہتر ہے تاکہ گواہوں پر ہیبت طاری ہو اور جھوٹی گواہی دینے کی ہمت نہ کریں جیسے مکہ معظمہ میں رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے پاس یا بیت المقدس میں صخرہ کے پاس گواہی یا قسم لی جاوے یوں ہی بعد نماز عصر یا کسی اور متبرک وقت میں گواہی لی جاوے۔

مسئلہ امام شافعی کے ہاں خون 'طلاق' آزادی غلام اور دوسو درہم مال کی گواہی میں اس قسم کا اہتمام کرنا ضروری ہے امام اعظم کے ہاں گواہی لیسی ہو کسی جگہ یا کسی وقت سے خاص نہیں (تفسیر خازن' تفسیر بیضاوی وغیرہ) غرضیکہ امام اعظم کے ہاں قسم خود ایک معظم چیز ہے اس کے لئے دوسرے اہتمام کی ضرورت نہیں۔ **آٹھواں فائدہ** معاملات کی گواہی حاکم کے سامنے ہونی چاہئے گواہ حاکم کی کچہری میں حاضر ہوں گواہ حاکم کے پابند ہوں حاکم گواہوں کا پابند نہ ہو یہ مسائل حاصل ہوئے **تحبسونهما** سے **نواں فائدہ**۔ مقدمہ میں چار چیزیں ہوتی ہیں۔ دعویٰ' جواب دعویٰ' گواہی' حاکم کا فیصلہ مگر ان سب میں گواہی بڑی اہمیت ہے کہ اس پر دعویٰ کی پختگی ہوتی ہے۔ اس پر حاکم کا فیصلہ موقوف ہے۔ فریقین کی جرح گواہوں پر ہی ہوتی

www.alahazratnetwork.org

ہے۔ دیکھو اس آیت میں دعویٰ یا دعاوی دعویٰ یا فیصلہ کے لئے کوئی پابندی نہیں لگائی گئی بلکہ گواہوں پر پابندیاں لگائی گئیں کہ امین ہوں الخ۔ عصر کے بعد گواہی لو۔ گواہی سے پہلے ان سے یہ قسمیں لو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں اللہ کے گواہ ہیں۔ اور آخرت میں نبیوں کے گواہ ہوں گے اس لئے قدرت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اہتمام فرمایا۔ **دسواں فائدہ** شرعی قسم صرف اللہ کی ذات و صفات کی ہی کھائی جاوے اسی قسم پر احکام شرعی جاری ہوتے ہیں لغوی قسم دوسری چیزوں کی بھی کھائی جا سکتی ہے جیسے **والتین والزیتون** الخ یہ فائدہ **فیقسمٰن باللہ** سے حاصل ہوا۔ **گیارھواں فائدہ** جھوٹے گواہوں کی گواہی سے جو ظلم ہو گا اس ظلم میں حاکم داخل نہ ہو گا مگر گواہ برابر کے شریک ہوں گے حتی کہ اگر جھوٹی گواہی سے قصاص یا رجم دیا گیا تو ان گواہوں پر خون بہا واجب ہو گا یہ فائدہ **انا اذا لمن الاٰثمین** سے حاصل ہوا۔ **بارھواں فائدہ** قرآن مجید سے کوئی شخص نہ فتویٰ دے سکتا ہے نہ عمل کر سکتا ہے۔ فتویٰ عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر ہو گا۔ دیکھو قرآن مجید نے یہاں گواہی کے بیرونی احکام تو بیان کئے مگر گواہی کے الفاظ کا ذکر نہیں کیا کہ وہ ان الفاظ سے گواہی دیں یہ حدیث شریف نے بیان کیا۔ نماز و زکوٰۃ کا صرف حکم دیا طریقہ وقت رکعات نہ بتائیں تاکہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محتاج رہیں۔ **تیرھواں فائدہ** قرآن مجید کے بہت احکام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید کے لئے آئے۔ دیکھو تمیم داری اور عدی سے گواہیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم لے چکے تھے سارا مقدمہ طے ہو چکا تھا یہ آیتیں بعد میں آئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید کے لئے معلوم ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کچھ سکھا کر [illegible] بھیجا ہے نزول قرآن تائید احکام کے لئے ہے۔

پہلا اعتراض اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ بحالت سفر وصیت کرنا ہو تو کفار کو بھی گواہ بنایا جا سکتا ہے اور ان کی گواہی مسلمانوں کے مقابل قبول ہو گی کیونکہ یہاں فرمایا گیا **او آخران من غیرکم** کم کا خطاب اس آیت میں مومنوں کو شروع کیا گیا **یا ایہا الذین اٰمنوا** سے اور مومن [illegible] ہوتا ہے۔

نوٹ بعض ائمہ سفری وصیت میں حالت مجبوری میں کفار کی گواہی مسلمانوں کے متعلق مانتے ہیں یہی مذہب ہے حضرت ابن عباس ابو موسیٰ اشعری سعید ابن جبیر سعید ابن مسیب شریح مجاہد ابن سیرین اور ابن شریح وغیرہ کا اور بخاری نے اس پر ایک باب باندھا اور فرمایا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری کے پاس کوفہ میں ایک ایسی ہی گواہی پیش ہوئی تو آپ نے قبول فرمائی یہ دلیل اس کی [illegible] ہے ان بزرگوں کے علاوہ امام حسن زہری اور امام [illegible] و فقہاء محدثین حتیٰ کہ [illegible] کا یہی قول ہے کہ کافر کی گواہی مسلمان پر کسی طرح جائز نہیں (تفسیر کبیر)۔ **جواب** اس اعتراض کے چند جوابات ہیں ایک یہ کہ فاسق مسلمان کی گواہی بھی جائز نہیں دیکھو رب نے فرمایا **ذوا عدل منکم** یہاں منکم فرما کر یہ بتایا کہ گواہ مسلمان ہوں اور عدل فرما کر یہ بتایا کہ مسلمان بھی متقی پرہیزگار ہوں فاسق نہ ہوں۔ جب فاسق مسلمان کی گواہی بھی معتبر نہ ہوئی تو کافر کی کیسے ہو سکتی ہے دوسرے یہ کہ قول ہوا ہے کہ یہاں **او آخران** سے مراد ہیں دوسری قوم کے مسلمان اور **منکم** سے مراد ہے اپنی جماعت اپنی برادری اپنی قوم کے مسلمان اگر آخران سے مراد کفار ہوتے تو **من بعد الصلوٰۃ** کیوں فرمایا جاتا۔ نماز عصر کے بعد کا وقت مسلمانوں کی نگاہ میں عظمت والا ہے یہود و نصاریٰ مشرکین نہ نماز عصر کو مانیں نہ اس کے بعد کے وقت کو۔ **دوسرا اعتراض** حضرت

www.alahazratnetwork.org

بدلی کی وصیت کے گواہ عیسائی ہی تھے۔ جیسا کہ شان نزول سے معلوم ہوا۔ جب یہ آیت کریمہ عیسائیوں کی گواہی کے متعلق نازل ہوئی ہے تو ان کی گواہی کیوں قبول نہ ہوئی۔ جواب وہاں وہ دونوں عیسائی حضرت بدیل کے رسمی یعنی وصیت کے منتظم تھے نہ کہ گواہ کافر مومن کا وصی بن سکتا ہے کہ مرنے والا اپنے مال و اولاد کا انتظام اس کے سپرد کر جاوے یا اپنی امانت اسے سونپ جاوے وصایت امانت شہادت الگ الگ چیزیں ہیں۔ یہاں گفتگو شہادت میں ہے کفار کی گواہی مسلمان پر نہیں ہو سکتی۔ رب فرماتا ہے **واشهدوا ذوى عدل منكم** وہ آیت اس گواہی پر ناطق ہے۔ **تیسرا اعتراض:** یہاں ارشاد ہوا **فيقسمان بالله** یعنی گواہ اللہ کی قسم کھائیں حالانکہ شرعاً گواہ پر قسم نہیں ہوتی مدعی کے ذمہ گواہ پیش کرنا ہے اور گواہ کے ذمہ سچی گواہی دینا اور مدعا علیہ کے ذمہ قسم ہے پھر یہ آیت کیونکر درست ہوئی۔ **جواب:** یہاں گواہ اس واقعہ پر قسم نہ کھائیں گے۔ جس کی وہ گواہی دے رہے ہیں بلکہ اس پر قسم کھائیں گے کہ ہم گواہی سچی دیں گے اس گواہی میں بغیر کسی کی رعایت کے سچی بات کہیں گے لہٰذا گواہی اور چیز ہے قسم اور چیز پر۔ **چوتھا اعتراض:** یہ آیت امام اعظم قدس سرہٗ کے خلاف ہے ان کے ہاں گواہی کے لئے اعلیٰ مقام اعلیٰ وقت کی پابندی نہیں مگر یہاں فرمایا گیا **من بعد الصلوة** یعنی عصر کے بعد لی جاوے یعنی معظم وقت میں پھر امام اعظم نے قرآن کریم کے خلاف فتویٰ کیوں دیا۔ **جواب** امام اعظم اس اہتمام کی ممانعت نہیں فرماتے بلکہ اس کے ضروری ہونے کا انکار کرتے ہیں یعنی حاکم پر یہ واجب نہیں کہ گواہوں کو کسی مقدس جگہ پر لے جاوے محترم وقت میں ان سے قسم لینے کا اہتمام کیا جاوے تو ایسا کرے یہاں مناسب ہی ذکر ہے نہ کہ وجوب کا۔

تفسیر صوفیانہ۔ کامیاب زندگی اس کی ہے جو اپنے نفس کا تزکیہ کرے اسے پاک و صاف بنائے رب تعالیٰ فرماتا ہے **قد افلح من زكها** نفس کی صفائی و پاکیزگی کے لئے ضروری ہے کہ اپنے مال و پاک و صاف رکھے کہ مال سے غذا و لباس حاصل ہوتے ہیں اگر یہی اچھے ہوئے تو نفس ایسے پاک ہوگا خراب غذا سے خون بھی خراب بنے گا اور خراب خون سے نفس خراب ہے کہ پیٹرول خراب ہو تو مشین صاف نہیں رہ سکتی۔ مال کی پاکیزگی کے لئے ضروری ہے کہ حلال ذریعہ سے آئے حلال ذریعہ میں جائے اچھی جگہ خرچ ہو اپنی زندگی موت بلکہ بعد موت اپنے مال کی حفاظت کرے کہ مرنے کے قریب اچھے مقام پر خرچ کرنے کی وصیت کر جاوے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اسی لئے وصیت کے احکام اور اپنی وصیت کی حفاظت کا حکم فرمایا کہ وطن میں مرنے لگو تو اپنے عزیز و اقارب کو اپنی اچھی وصیت کا گواہ بناؤ اور پردیس میں مرنے لگو تو اجنبی مسلمانوں کو گواہ بنالو تاکہ تمہارا مال تمہارے بعد برباد نہ ہو مال سے تمہاری جسمانی نفسانی بقا ہے جب مال کی حفاظت کی اس قدر تاکید ہے تو اعمال احوال افعال کی حفاظت کیسی ضروری ہوگی خود اندازہ لگا لو۔ مومن جیسے تو اپنے اموال و اعمال کی حفاظت کرتا ہے اور حفاظت کرتے مرے اور مرنے سے پہلے اعمال صالحہ کی حفاظت کا انتظام کر جاوے تاکہ اس کے اعمال باقیہ صدقات جاریہ بن جاویں اپنی اولاد اپنے شاگردوں اپنے مریدین کو اچھا بنا کر جاؤ انہیں اچھی وصیتیں کر جاؤ تاکہ تمہارے یہ اعمال تمہارے لئے قبر میں باعث ثواب بنے رہیں اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو وفات کے وقت خصوصی وصیتیں فرمائیں کہ نماز کی پابندی کرنا اپنے غلاموں ماتحتوں سے اچھا سلوک کرنا تقویٰ پر قائم رہنا اپنے دین اپنے قرآن اپنی امت کی بقا کی دعائیں مانگیں اور رب تعالیٰ نے حضور سے یہ وعدے فرمائے۔

روشنت را روز افزوں شمع — تا بدر بدرہ و بدر تمام

تیر و محراب سازم بہر تو — در محبت تیر تن در قبر تو

تاقیامت باقیش داریم ما — تا قیامت از تیغ دین اے مصطفیٰ

چار امت خلفا گیر ندر جا — دین تو باقی رہی تا ماہ

یعنی اے محبوب تاقیامت تمہاری رونق روز بروز بڑھتی رہے گی تمہارا نام چاندی سونے پر چھاپا جاوے گا تمہارے ذکر کے لئے ہم منبر و محراب بنائیں گے جس پر تمہارا ذکر ہو گا ہمارا قہر ہو گا ہم تمہارے دین کو تاقیامت باقی رکھیں گے تم اپنے دین کی بربادی کا خطرہ نہ کرو تمہارے دوستوں چار یاروں کو ہم عزت عظمت ملک دیں گے تمہارا دین فرش سے عرش تک رہے گا یہ ہے تمہارا دین کی قدر۔

دوسری تفسیر صوفیانہ مال دو قسم کے ہیں ایک متاع دوسرا ثمن متاع وہ ہے جو کھانے پینے یا دیگر ضروریات میں خرچ ہو جیسے اناج لباس مکان وغیرہ ثمن وہ ہے جو کسی کام نہ آوے نہ کھائی جاوے نہ پہنی جاوے نہ برتی جاوے مگر متاع حاصل ہونے کا ذریعہ ہو جیسے نوٹ یا روپیہ پیسہ اگر ثمن چالو ہو تو مفید ہے اس کی قدر ہے اگر چلن بند ہو جاوے تو محض بیکار ہے۔ منسوخ شدہ نوٹ ردی ہے۔ آخرت متاع ہے اور دنیا ثمن یعنی آخرت حاصل کرنے کا ذریعہ ہمارے اعضاء ہمارے مال و اولاد سب ثمن ہیں مومن کی دنیا چالو سکہ ہے کافر کی دنیا وہ سکہ ہے جس کا چلن نہیں ایسے اعمال احوال کمال یہ اللہ کی چار نعمتیں ہیں جیسے مال میں حکم ہے کہ اچھی جگہ سے کماؤ محفوظ رکھو اچھی جگہ خرچ کرو اسی طرح اعمال احوال کمال اچھے کرو محفوظ رکھو برباد ہونے دو اور موت کے وقت وصیت کے لئے تیار رہو جسم کے کام اعمال ہیں دل کے عقیدے احوال ہیں روح ان دونوں سے روح کو جو ترقی ہو وہ ہے کمال غرضیکہ مال کی طرح اعمال احوال کمال سب میں احتیاط ضروری ہے۔ جب ثمن کی ایسی احتیاط ہے تو اصل متاع کی کیسی احتیاط لازم ہے خود غور کرو۔

فَاِنْ عُثِرَ عَلٰۤى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ

پھر اگر پتہ چلے کہ وہ دونوں کسی گناہ کے مستحق ہوئے تو دو اور کھڑے ہوں ان کی جگہ ان میں

پھر اگر پتہ چلے کہ وہ کسی گناہ کے سزاوار ہوئے تو ان کی جگہ دو اور کھڑے ہوں ان میں سے جن کے خلاف گواہی دی گئی

الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَاۤ اَحَقُّ

سے کہ مستحق ہیں جن پر پہلے دونوں گناہ کے مستحق ہو چکے میت کے قریبی ہیں پس قسم کھائیں

جو دونوں ان سے زیادہ حقدار ہوں اللہ کی قسم کھائیں کہ ہماری گواہی زیادہ ٹھیک ہے

مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَاۤ ۖ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى

اللہ کی کہ البتہ ہماری گواہی زیادہ سچی ہے ان کی گواہی سے اور نہیں حد سے بڑھے ہم بے شک ہم تب تو ظالموں سے ہیں

خاص قریب ہے کہ ہماری گواہی ان دو کی گواہی سے اور ہم حد سے نہ بڑھے ایسا ہو تو ہم ظالموں میں

www.alahazratnetwork.org

اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَاۤ اَوْ يَخَافُوْۤا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ

یہ زیادہ قریب ہے اس سے کہ لائیں وہ گواہی اس کے صحیح طریقہ پر یا خوف کریں اس سے کہ رد کی جاوے
[illegible] اس سے کہ گواہی جیسی چاہئے [illegible]

اَيْمَانِهِمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۟﴿۱۰۸﴾

گواہیاں [illegible] ان کی گواہیوں کے اور ڈرو اللہ سے اور سنو اور اللہ نہیں ہدایت دیتا فاسق قوم کو
ان کی قسموں کے بعد اور اللہ سے ڈرو اور حکم سنو اور اللہ [illegible] لوگوں کو [illegible] میں دیتا

تعلق: ان آیات کا پچھلی آیت کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیت کریمہ میں مسافر میت کے ان وصیوں کا ذکر تھا جنہیں میت اپنے مال کا محافظ بنا جاوے اور [illegible] وارثوں تک پہنچانے کا وعدہ [illegible] اب ان وصیوں کے جھوٹ ظاہر ہو جانے کا ذکر ہے کہ اگر وہ خیانت کر لیں اور جھوٹا بیان دیں تو کیا کیا جاوے گویا پچھلی آیت میں وصیوں کا [illegible] تھا اب ان کے جھوٹے بیان کی تردید کرنے کا طریقہ ارشاد ہو رہا ہے۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیت کریمہ میں وصیوں کی گواہی کا ذکر تھا اب ارشاد ہو رہا ہے کہ ان کا بیان ناقابل رد نہیں کہ کسی طرح ٹوٹ ہی نہ سکے [illegible] اگر ان کا جھوٹ ثابت ہو جاوے تو ان کا بیان رد ہو سکتا ہے۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیت میں وصیوں کے بیان کا ذکر تھا اب اس آیت میں ان وصیوں کے مقابل میت کے وارثوں کے تردیدی بیان ان کی قسم کا ذکر ہے جس سے ان کا بیان ٹوٹ سکے۔

شان نزول: تمیم داری اور عدی ابن زید نے حضرت بدیل کا مال حضور کے [illegible] بدیل کے وارثوں کو دے گئے مگر وہ چاندی کا پیالہ۔ مکہ معظمہ میں ایک شخص کے پاس پکڑا گیا اس نے کہا کہ ہم نے یہ پیالہ تمیم داری اور عدی سے خریدا ہے۔ تب بدیل کے وارثوں نے یہ مقدمہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ تمیم و عدی سے بیان لے اس کے مقابل بدیل کے وارثوں نے قسمیہ بیان دیا کہ یہ دونوں جھوٹے ہیں اور یہ پیالہ ہمارے عزیز بدیل کا ہے تب [illegible] سماعت سے ان وارثوں کے حق میں فیصلہ ہوا کہ پیالہ انہیں دو اور تمیم و عدی سے [illegible] قیمت [illegible] کے حوالہ [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فیصلہ کی تائید میں یہ دونوں آیات نازل ہوئیں اس کا تفصیلی بیان پچھلی آیت کے شان نزول میں [illegible] کہ اس واقعہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں دو مقدمے پیش ہوئے۔ پہلے مقدمے کے متعلق گزشتہ آیت تھی دوسرے کے متعلق یہ آیتیں۔

تفسیر: فان عثر علی انهما استحقا اثما۔ ف تعقیبیہ ہے چونکہ یہ واقعہ جو یہاں مذکور ہے پہلے واقعہ کے بعد ہے اس لئے ف ارشاد ہوئی عثر سے معنی پھسلنا، ٹھوکر سے معنی خفیہ چیز پر اتفاقاً کوشش کے بغیر اطلاع پانا چونکہ پھسل جانے والا [illegible] کی طرح بعد میں اطلاع پاتا ہے اس لئے اطلاع پانے کو بھی عثر کہہ دیتے ہیں اطلاع پانے والے میت کے وارث ہیں [illegible] مال میں دونوں وصیوں نے خیانت کی ہے۔ **هما** کا مرجع وہ دو وصی ہیں جن کا ذکر پچھلی آیت میں ہو چکا **استحقا** معنی **استوجبا** ہے یعنی واجب کیا **اثما** سے مراد ہے جھوٹ اور خیانت [illegible] وصیوں سے

www.alahazratnetwork.org

بیان دینے کے بعد علامات و قرینوں سے معلوم ہو گیا کہ وہ دونوں جھوٹ بول گئے اور اس مال میں خیانت کر گئے اور جھوٹ و خیانت سے گناہ کو اپنے ذمہ لازم کر گئے۔ اس واقعہ میں قرینہ تھا پیالہ کا مکہ معظمہ میں پکڑا جانا اور ان کا بعض کا بیان دینا کہ ہم نے تمیم سے یہ پیالہ خریدا ہے۔ **فاخران یقومان مقامهما** یہاں **ف** جزائیہ ہے اور یہ جملہ **ان عثر** کی جزا ہے **اخران** سے مراد اس مسافر میت کے وہ دو وارث ہیں جن کے مال میں خیانت ہوئی۔ **مقامهما** میں **هما** کی ضمیر ان دونوں وصیوں کی طرف ہے جو پہلے جھوٹا بیان دے چکے ان کی جگہ کھڑے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حاکم کے سامنے وہاں ہی کھڑے ہوں جہاں مدعی مدعی علیہ کو لوگ کھڑے ہوتے ہیں یعنی اس صورت میں دوسرے دو شخص ان وصیوں کی جگہ حاکم کے سامنے حاضر ہوں **من الذین استحق علیهم الاولیان**۔ اس عبارت کی نحوی ترکیب بہت ہی مشکل ہے۔ مفسرین نے اس کی بہت ترکیبیں کی ہیں اور اس کے بہت معنی بیان فرمائے ہم ان میں سے دو آسان ترکیبیں اور معنی عرض کرتے ہیں۔ اس عبارت میں **من** بیانیہ ہے اور یہ عبارت **اخران** کا بیان ہے **الذین** سے مراد وارثین میت ہیں اور استحق کا فاعل **اولیان** ہے **علیهم** متعلق ہے استحق کے اور اولیان اولی کا تثنیہ ہے بمعنی ولایت ہے اور اس سے مراد وہ دو جھوٹے وصی ہیں جو پہلے غلط بیانی کر چکے ہیں اور استحق کا مفعول پوشیدہ ہے یعنی گناہ اور علی ضرر مقابلہ کے لئے ہے علیہم میں **هم** کا مرجع **الذین** ہے اس سے مراد وارثین میت ہیں معنی یہ ہوئے کہ اب ان دونوں جھوٹے وصیوں کی جگہ وہ دو سرے گواہ کھڑے ہوں یہ دونوں ان لوگوں میں سے ہوں جن کے خلاف بیان دے کر پہلے دونوں وصی گناہ کے مستحق ہو چکے ہیں وہ دونوں گواہ بہ زیادہ حقدار تھے کہ وہ دونوں میت کے مرتے وقت وہاں موجود تھے۔ اس صورت میں مطلب بالکل واضح ہو گیا۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ **اولیان** تثنیہ ہے اولی کا اولی بنا ہے **ولی** بمعنی قرب سے **اولی** بمعنی اقرب ہے اور الاولیان سے مراد ہے وہ دو گواہ جو اب کھڑے ہو کر گواہی دے رہے ہیں اور میت کے قریبی وارث ہیں اور الاولیان بدل ہے آخران کا اور **الذین** سے مراد وارثین میت ہیں استحق کا مفعول وصیت ہے معنی یہ ہوئے کہ ان وارثوں میں سے دو سرے دو شخص جو میت کے قریبی وارث ہوں یہ کھڑے ہو کر وہ بیان دیں جو آگے آ رہا ہے۔ بہر حال اولیان کے دو معنی ہیں گواہی کے **متولی** اور میت سے قریب تر اور اولیان یا استحق کا فاعل ہے یا آخران کا بدل یہ دونوں معنی خیال میں رکھے جاویں **فیقسمان بالله لشهادتنا احق من شهادتهما**۔ اس عبارت میں ان دو وارثوں کے الفاظ کا ذکر ہے جو وہ حاکم کے سامنے پیش کریں **فیقسمان** قسم سے بنا بمعنی حلف و یمین اور شہادت سے مراد ہے قسم قرآن مجید میں قسم کو شہادت فرمایا گیا ہے رب لعان کے بیان میں ارشاد فرماتا ہے **فشهادة احدهم اربع شهادات بالله**۔ یہاں شہادت بمعنی قسم ہے کیونکہ لعان میں خاوند بیوی دونوں اپنے بیان پر چار چار قسمیں ہی کھاتے ہیں **احق** اسم تفضیل ہے حق سے یعنی لائق قبول اور **شهادتهما** میں بھی شہادت سے مراد قسم ہے **هما** کا مرجع وہ پہلے دو وصی ہیں جو جھوٹا بیان دے گئے یعنی یہ دونوں وارث حاکم کے سامنے کھڑے ہو کر قسمیہ بیان دیں کہ وہ دونوں وصی جھوٹے ہیں اور یہ برآمد شدہ مال ہمارے مورث کا ہے ہم اس کے اب مالک ہیں اور ہماری یہ قسمیں ان دونوں وصیوں کی قسموں سے زیادہ قابل قبول ہیں کیونکہ ان دونوں کا جھوٹ علامات سے ثابت ہو چکا مال برآمد ہو گیا جس نے میت کی تحریر کی تصدیق کر دی۔ خیال رہے کہ اگرچہ یہ دونوں وارث مدعی ہیں اور مدعی پر قسم نہیں ہوتی مگر چونکہ تمیم داری اور عدی نے پیالہ مل جانے پر دعوی کیا تھا کہ یہ پیالہ ہم نے بدیل مرحوم سے خرید لیا تھا اس خریداری کا وارثوں نے انکار کیا لہذا اب یہ خریداری کے منکر ہوئے اور انہوں

www.alahazratnetwork.org

سے قسم کھائی۔ پہلے مقدمہ میں تمیم داری اور عدی منکر تھے کہ پیالہ ہم کو بدیل نے دیا ہی نہیں بلکہ اس لئے انہوں نے قسم کھائی لہٰذا دونوں قسمیں برحق ہیں قانون شرعی کے موافق وما اعتدینا یہ بھی ان دونوں وارثوں کا کلام ہے جو لبیعہ تمہا بے ہیں اعتداء سے بنا ہے عدو سے معنی حد سے بڑھنا یعنی ہم اس قسم میں حد سے نہیں بڑھتے ہیں ہم نے ان دونوں وصیوں پر زیادتی نہیں کی ہے انا اذا لمن الظلمین یہ نیا جملہ ان ہی وارثوں کے کلام کا تتمہ ہے یعنی اگر ہم جھوٹی قسمیں کھا کر ان دونوں وصیوں پر زیادتی کرتے ہوں تو ہم ظالموں میں سے ہوں گے ذلک ادنی ان یاتوا بالشهادة علی وجهها یہ فرمان رب تعالیٰ کا ہے جس میں ان مذکورہ قانون کی حکمت بیان فرمائی گئی ذلک سے اشارہ ہے وارثوں سے قسم لینے کی طرف ادنی بنا ہے دنو سے معنی قریب ادنی کے معنی ہوئے قریب تر لائق تر یاتوا کا فاعل میت کے وصی ہیں یا سارے مسلمان جنہیں قسم کھانی پڑے شہادۃ سے مراد یا گواہی ہے یا قسم وجهها سے مراد ہے حقیقت اور سچائی یعنی وصیوں کے بیان کے بعد وارثوں سے قسم لینے کا فائدہ یہ ہے کہ اب وصی سوچ سمجھ کر سچی قسم کھائیں گے کیونکہ انہیں خوف ہوگا کہ اگر ہم نے جھوٹ بولا تو ہو سکتا ہے کہ ہمارا جھوٹ کھل جائے اور میت کے وارث ہمارے خلاف قسم کھا کر مقدمہ جیت لیں۔ ہم سخت [illegible] ہوں او یخافوا ان ترد ایمان بعد ایمانهم یہ جملہ معطوف ہے ایک پوشیدہ عبارت پر اس سے پہلے یہ پوشیدہ ہے یخافوا عذاب الاخرة یخافوا کا فاعل وہی وصی میت ہیں یعنی یہ وصی اب ٹھیک ٹھیک بیان دیں گے انہیں جھوٹے بیان سے یا تو آخرت کا خوف روکے گا یا یہ خوف کہ ان کی قسم رد ہو جاوے اور وہ بدنام ہوں واتقوا الله واسمعوا یہ عبارت ایک پوشیدہ عبارت پر معطوف ہے احفظوا احکام الله یعنی اللہ کے قوانین کی حفاظت کرو اور اللہ سے ڈرو ہمارے حکم بگوش ہوش سن لو تقویٰ کے معنی تقویٰ کے اقسام و احکام ست دفعہ بیان ہو چکے والله لا یهدی القوم الفاسقین یہ گزشتہ آیات کا تتمہ ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ہم نے احکام واضح طور پر بیان فرما دیئے اگر تم نے اب بھی ان کی خلاف ورزی کی تو تم فاسق ہو گے اگر اس حال پر مر گئے تو تم کو جنت کی راہ اللہ تعالیٰ دکھلائے گا کافر کو نہ تو جوابات نکیرین کی ہدایت ملتی ہے نہ سوالات حشر کے جوابات کی نہ جنت کے راستہ کی یا یہ مطلب ہے کہ دنیا میں انسان جب تک فاسق، کافر رہے اسے نیک اعمال کی ہدایت نہیں ملتی۔

خلاصہ تفسیر: اگر وصی جو پہلے گواہی اور قسمیہ بیان دیئے گئے ہیں کسی طرح علامات سے ان کا جھوٹا ہونا ثابت ہو جاوے اور پتہ چل جاوے کہ وہ دونوں اپنی قسمیہ بیانوں اور گواہیوں میں گناہ کمائے تو میت کے وارثوں میں سے دو شخص ان کی جگہ کھڑے ہوں اور اس طرح قسمیہ بیان دیں کہ یہ دونوں وصی جھوٹے ہیں ان کا جھوٹ علامات سے ظاہر ہو گیا ہمارا بیان بہ مقابلہ ان کے بیان کے زیادہ قابل قبول ہے ان کے بیان سے ہمارا بیان صحیح تر ہے ہم نے اپنے بیان میں زیادتی نہیں کی ہے اگر ہم اپنے بیان میں غلطی کریں تو ہم ظالموں میں سے ہیں اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم یہ قانون اس لئے جاری کیا گیا ہے تاکہ آئندہ گواہ درست گواہی دیا کریں اس خطرہ سے کہ اگر ہم غلط بیانی کریں گے تو ہمارا بیان رد ہو جاوے گا ان کی قسمیں دوسری قسموں سے کٹ جائیں گی اے لوگو اللہ سے ڈرتے رہو ہمارا حکم سنو اگر تم نے اس حکم کی خلاف ورزی کی تو تم فاسق ہو گے اور فاسقوں کو اللہ تعالیٰ جنت وغیرہ کی راہ نہیں دیتا۔

www.alahazratnetwork.org

فائدے اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ **پہلا فائدہ:** اگر گواہوں کا جھوٹ علامات سے ثابت ہو جاوے تو ان کی گواہی رد ہو سکتی ہے۔ کوئی ہر گواہی کا قبول کرنا واجب نہیں ہے۔ یہ فائدہ **فان عثر** سے حاصل ہوا دیکھو کہ معاملہ سے پیالہ برآمد ہو جانے پر تمیم اور عدی کی گواہی باطل ہو گئی۔ **دوسرا فائدہ** علامات کی بنا پر قسم لگائی جا سکتی ہے ہر چیز دیکھ کر نہ معلوم نہیں ہوتی بعض چیزیں علامات سے بھی معلوم ہو جاتی ہیں حتیٰ کہ اس پر قسم بھی لگائی جا سکتی ہے یہ فائدہ **فیقسمان** سے حاصل ہوا دیکھو بدیل کے وارثوں نے علامات دیکھ کر قسم کھائی کہ یہ پیالہ ہمارا ہے اور وہ دونوں وصی جھوٹے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قسم کا اعتبار فرمایا قرآن کریم نے بھی اس کی تائید فرمائی۔ **تیسرا فائدہ:** طے شدہ مقدمہ کے خلاف اپیل کی جا سکتی ہے اور وہ فیصلہ تڑوایا جا سکتا ہے یہ آیت کریمہ مقدمات کی اپیل کی **اصل** ہے۔ **چوتھا فائدہ** اپیل کے لئے یہ ضروری نہیں کہ دوسرے حاکم کے پاس ہی اپیل ہو بلکہ پہلے حاکم کے پاس بھی اپیل ہو سکتی ہے جس نے وہ مقدمہ طے کیا تھا دیکھو بدیل کے وارثوں نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کی اپیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کی۔ **پانچواں فائدہ** نبی کا جو فیصلہ نبوت کی شان سے ہو وہ اپیل کے قابل نہیں مگر وہ فیصلہ جو حاکم ہونے کی شان سے گواہوں کی بنا پر ہو وہ اپیل کے قابل ہے بارگاہ الٰہی میں بھی اپیل ہو گی ایک مجرم جسے جہنم میں لے جانے کا حکم ہو چکا قعدہ، رمضان اور قرآن کی سفارش پر چھوڑ دیا جاوے گا کفار کے لئے دوزخ کا فیصلہ ناقابل اپیل ہو گا مگر گنہگار مسلمان کے لئے دوزخ کا فیصلہ قابل اپیل ہو گا کچا بچہ ماں باپ کا دامن پکڑ کر جنت میں لے جاوے گا۔ **چھٹا فائدہ:** قرآن کریم کی اصطلاح میں قسم کو بھی شہادت فرمایا گیا ہے دیکھو یہاں بدیل کے وارثوں کے قسمیہ بیان کو شہادت فرمایا گیا **فیقسمان باللہ لشهادتنا** کیونکہ قسم بھی گواہی کا کام دیتی ہے گواہی کا مقصد ہے مدعی ثابت کرنا یہی مقصد قسم سے بھی ہوتا ہے۔ **ساتواں فائدہ:** اس آیت کریمہ سے اشارۃً معلوم ہوا کہ بعض معاملات میں دو شخص مدعی ہو سکتے ہیں اس صورت میں وہ دونوں گواہیاں پیش کریں گے پھر ان دونوں گواہوں کو علامات سے پرکھا جاوے گا کہ کون سی گواہی قابل قبول ہے اس کی بہت سی مثالیں کتب فقہ میں موجود ہیں یہ اشارہ اس طرح ہوا کہ رب تعالیٰ نے تمیم داری مدعی اور بدیل کے وارثوں ان دونوں کے لئے لفظ شہادت ارشاد فرمایا کہ ارشاد ہوا **لشهادتنا احق من شهادتهما** یہ نکتہ نہایت ہی باریک ہے۔ **آٹھواں فائدہ:** اس آیت کریمہ سے اشارۃً معلوم ہوا کہ نفی کے مدعی پر بھی گواہی پیش کرنا ہے، دلیل سے ثابت کرنا لازم ہے۔ انکار اور چیز ہے نفی دوسری چیز منکر کے ذمہ گواہی نہیں نفی کرنے والے کے ذمہ گواہی ہے یہ اشارہ بھی بدیل کے وارثوں کے بیان کو شہادت فرمانے سے حاصل ہوا۔ قرآن کریم فرماتا ہے **وقالوا لن يدخل الجنة الا من كان هودا او نصارى قل هاتوا برهانكم** دیکھو یہودیوں عیسائیوں نے کہا تھا کہ ہمارے سوا جنتی کوئی نہیں یہ تھا نفی کا دعویٰ ان سے رب تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنی دلیل لاؤ نیز ہم کلمہ میں پڑھتے ہیں **لا الٰه الا الله** خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں یہ ہے نفی کا دعویٰ اس پر دلائل پیش کرتے ہیں۔ فی زمانہ وہ لوگ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کمالات کا انکار کرتے ہیں۔ جب ان سے دلائل مانگے جائیں تو کہتے ہیں ہم تو منکر ہیں ہمارے ذمہ دلیل نہیں وہ اس آیت سے عبرت حاصل کریں وہ لوگ منکر نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے نافی ہیں۔ **نواں فائدہ:** قرآن کریم کی بہت سی آیات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید کے لئے نازل ہوئیں قانون تو سرکار جاری فرما چکے تھے۔ دیکھو بدیل کے وارثوں اور تمیم داری کے مقدمہ کے فیصلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دیئے تھے یہ آیات ان فیصلوں کے بعد اتریں۔ وضو کی آیت نماز کی

www.alahazratnetwork.org

وضیت سے بعد پرسو مائدہ نازل ہوئی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرات صحابہ کو وضو کا قانون پہلے ہی سکھا چکے تھے۔ نماز ہجرت سے دو سال پہلے معراج کی رات میں فرض ہوئی مگر وضو کی آیت سورہ مائدہ میں ہے۔ سورہ مائدہ کا نزول ۵ ہجری سے شروع ہوا اس سات سال تک برابر مسلمانوں نے نمازیں بغیر وضو نہیں پڑھیں اس زمانہ میں قرآن سے وضو نہیں لیا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وضو لیا۔ دسواں فائدہ: گواہوں پر تہمت لگانا گواہی کا جھوٹا ہونا معلوم ہو اگر علامات سے گواہوں کا جھوٹ ظاہر ہو تو ان کو رد کر دیا جاوے یہ تمام باتیں قرآن و حدیث سے ثابت ہیں کہ کل مقدمات گواہوں پر ہیں جو فقہاء نے کہے ہیں۔ اس کا ماخذ یہ آیت بھی ہے۔ گواہی آخر بند کر کے نہیں قبول کی جاتی۔ گیارھواں فائدہ: حاکم اپنے علم ذاتی پر فیصلہ نہیں کر سکتا بلکہ گواہیوں علامتوں قسموں پر فیصلہ کرے گا اور یہ فیصلہ ان گواہیوں وغیرہ کے بدلنے سے بدل جاوے گا کل قیامت میں اللہ تعالیٰ کے فیصلے گواہی جرح وغیرہ کے بعد ہی ہوں گے رب فرماتا ہے **ليهلك من هلك عن بينة ويحيى من حي عن بينة** گواہیاں وغیرہ بینا عالم کی بے علمی کی دلیل نہیں۔

پہلا اعتراض: اس آیت کریمہ میں ارشاد ہے **فيقسمان بالله لشهادتنا** اس میں قسم اور گواہی کا اجتماع کیا گیا لہٰذا قسم نہیں ہوتی پھر یہ آیت کریمہ کیونکر درست ہوئی۔ **جواب:** اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ یہاں شہادت معنی گواہی نہیں بلکہ معنی قسم ہے پہلی دفعہ وارثوں نے قسم کھائی کہ یہ پیالہ ہمارا ہے پھر اپنی قسم کے قابل قبول ہونے اور دونوں وصیوں کے جھوٹے ہونے کی قسم کھائی یہ قسم پر قسم تھی اسی کا یہاں بیان ہے۔ **دوسرا اعتراض:** میت کے دو وارث جو بعد میں اپنا بیان دیتے ہیں۔ وصیوں کے خلاف ان کا وہ بیان گواہی ہے یا قسم اگر گواہی ہے تو انہوں نے میت کو وصیت کرتے دیکھا نہیں نہ وہ وقت وصیت وہاں موجود تھے کیونکہ میت تو سفر میں فوت ہوا پھر گواہی کیسی اور اگر قسم ہے تو یہ مدعی تھے مدعی پر قسم کیسی حدیث شریف میں **البينة على المدعي واليمين على من انكر** یہ دونوں تو یہ کہہ رہے تھے کہ یہ پیالہ ہمارا ہے کہ ہماری مورث کا ملکوک مال ہے وصی اس کے منکر تھے پھر ان وارثوں پر قسم ہونے کے کیا معنی قرآن و حدیث میں تعارض ہے۔ **جواب:** اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ ان وارثوں کا بیان قسم تھا یہاں شہادت معنی قسم ہے۔ جب وہ پیالہ برآمد ہوا اور دونوں وصیوں نے تیم داری اور عدی نے دعویٰ کیا کہ اس پیالے کے ہم مالک ہیں کیونکہ ہم نے میت سے خرید لیا تھا ان وارثوں نے ان دونوں باتوں کا انکار کیا تو اب وہ دونوں وصی مدعی ہو گئے اور دو وارث منکر لہٰذا ان کا قسم کھانا بالکل درست ہو گیا۔ **تیسرا اعتراض:** یہ دونوں وارث قسم بھی کیسے کھا گئے قسم تو یقین علم پر ہوتی ہے یہ دونوں میت کے مرتے وقت جب وہاں موجود نہ تھے تو انہیں فروخت کرنے نہ کرنے کا علم کیسے ہوا پھر اس پر قسم کیسے کھائی۔ **جواب:** حالات اور وصیوں سے پہلے بیان اور خود میت کی تحریر سے علم یقینی انہیں حاصل ہو گیا جیسا کہ شان نزول سے معلوم ہوا علامات کی بنا پر قسم کھائی جا سکتی ہے۔ ہم نسبی حدیث میں ہمارے گنبد خضرا کو دیکھ کر قسم کھا سکتے ہیں کہ یہ مسجد ہے اگرچہ ہم نے واقف کو وقف کرتے نہ دیکھا بلکہ اس کی وقفیت بھی ہم نے سنی ہے۔ اس طرح ہم کسی شخص کا باپ دادا سنتے ہیں مان کر قسم کھا سکتے ہیں کہ یہ دونوں خاوند بیوی ہیں اگرچہ ہم نے ان کا نکاح ہوتے نہ دیکھا۔ **چوتھا اعتراض:** اس آیت کریمہ میں فرمایا گیا کہ اللہ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا حالانکہ ہدایت کی ضرورت تو اسی کو ہے متقی تو پہلے ہی سے ہدایت پر ہے اسے ہدایت کی کیا ضرورت ہے۔ **جواب:** اس اعتراض کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ جو شخص کافر ہو کر مرا اسے اللہ تعالیٰ قبر و حشر میں صحیح جواب دینے کی

www.alahazratnetwork.org

ہدایت دے ... کا وہ یا تو جواب دے کہ یہیں پایا ... جواب ہوئے کا مشغلہ ... کہیں بدل ... فرشتوں نے غلط لکھ دیا
سب مومن ہو درست ہو سے ہی ہدایت ... یا دنیا میں اللہ تعالیٰ تو نیک اعمال کی ہدایت نہیں ... کوئی شخص اپنی عقل سے
رب کو راضی ... ہدایت نہیں ... یہ ہدایت انبیاء سے ملتی ہے عقل ہوائی ... ایمان نہیں بنا سکتی ... کی
ایجاد ... بنا ... دوسرے ... فلسفی ... شہر میں ... وہاں ... کہ مجھے معلوم نہیں ... کسی سے پوچھنے ... پہیں
... وہاں ... واقف ... حضرات انبیاء ... ہدایت ... بعض علماء نے اس کا جواب ... دیا ہے کہ
جب تک فاسق فاسق ... ہدایت نہیں پاتا جب فسق سے توبہ کرے تو ہدایت پاتا ہے کافر کافر رہتے ہوئے مسلمان نہیں ہوتا
کفر چھوڑ کر مسلمان ہوتا ہے یا مذہب اور عقائد اعتقادی کو اعمال کی ہدایت نہیں دیتا پہلے مومن ہو پھر اعمال کی ہدایت ملے گا
... صراط سے گزر کر جنت کی ہدایت میں دیگا مومن تو یہ ہدایتیں ملیں گی کہ ہر مسلمان بغیر کسی سے پوچھے اپنے جنتی گھر
میں پہنچ جاوے گا۔

تفسیر صوفیانہ۔ ... گواہیاں ... قسمیں عالم کے فساد کا ذریعہ ہیں سچی گواہیاں قسمیں جہاں کے قیام کا ذریعہ مومن کو چاہیے
کہ طمع ... کے لئے سچائی کو نہ چھوڑے جیسے تمیم داری اور عدی کی گواہیاں ان کے اعمال دیکھ کر باطل کر دی گئیں یونہی
انسان کی گواہی توحید و رسالت کے لئے ہی ... ایسا نہ ہو کہ ہمارے برے اعمال برے احوال برے افعال کی وجہ سے یہ
گواہیاں رد کر دی جاویں مسلمان کو چاہیے کہ اپنے اعمال اپنے اقوال کے مطابق بنائے۔ حافظ شیرازی فرماتے ہیں۔

طریق صدق بیاموز ز آب صافی دل ... براستی طلب آزادگی چو سرو چمن

ایسا نہ ہو کہ ہم زبان سے کہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور ہمارے اعضاء اور فرشتے ہمارے خلاف گواہیاں دیں یہ نہ سمجھو کہ
خیانت صرف مال میں ہی ہوتی ہے خیانت مال اعمال احوال اقوال سب میں ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ہر قسم کا امین بنائے
ایک بزرگ جب نماز کی نیت کرتے تو بہت روتے اور کہتے کہ میں نیت میں کہتا ہوں چار رکعت نماز واسطے اللہ کے نہ معلوم
اس قول میں سچا ہوں یا نہیں ایسا نہ ہو کہ میں تو کہتا ہوں نماز واسطے اللہ کے پڑھتا ہوں اور ادھر سے جواب ملے کہ تو جھوٹا ہے تو
نماز اپنے نفس یا واسطے دنیا کے پڑھتا ہے ایسا نہ ہو کہ سجدہ میں میرا سر تو کعبہ کی طرف ہو مجھے روکر دیا جاوے کہ تیرا دل تو
دنیا کی طرف تھا ... سجدہ ...

کبھی قبلہ ... ... حرم سے ... منہ کی صدا ... تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

غرضیکہ گواہی اور قسم وہی معتبر ہے کہ علامات اس کے موافق ہوں علامات کی مخالفت کے ہوتے نہ گواہی کا اعتبا ہے نہ قسم کا
ایسی گواہیاں قسمیں ... سکتی ہیں ... سمجھو کہ تمیم داری کا یہ واقعہ ختم ہو چکا کہیں ہم بھی اس کی زد میں نہ آجاویں۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ

جس دن جمع کرے گا اللہ پیغمبروں کو تو کہے گا کیا جواب دیا گیا تم کو عرض کریں گے ہمیں ...
جس دن اللہ تعالیٰ جمع فرمائے گا رسولوں کو پھر فرمائے گا کیا جواب ملا ... عرض کریں گے ہمیں کچھ علم نہیں بیشک

www.alahazratnetwork.org

اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾

علم کم ہے بیشک تو غیبوں کو جاننے والا ہے

بیشک تو ہی ہے غیبوں کا خوب جاننے والا۔

تعلق اس آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق** پچھلی آیت میں جھوٹی گواہی جھوٹی قسم کا دنیاوی وبال بیان ہوا **ان ترد ایمان** دوسرے فریق کو قسم کھانے کا حق مل جانا اور اس جھوٹے گواہ کا رسوا و شرمندہ ہونا۔ اب اسی جھوٹی گواہی جھوٹی قسم کا اخروی وبال بیان ہو رہا ہے۔ یعنی حضرات انبیاء کرام کا ان سے بیزار ہو جانا ان کی شفاعت نہ [illegible] تاکہ لوگ جھوٹ کی خرابیوں کو دھیان میں رکھیں اور اس سے باز رہیں۔ **دوسرا تعلق** پچھلی آیت سے گواہی کی اہمیت معلوم ہوئی تھی کہ اس سے عالم کا نظام اور عدل و انصاف قائم ہے اب اس گواہی کی اخروی اہمیت بتائی جا رہی ہے کہ گواہی قیامت میں بھی ہوگی اللہ تعالیٰ حضرات انبیاء کرام سے گواہی لے کر فیصلہ فرمائے گا۔ لہذا گواہی میں بہت احتیاط کرو بلکہ ایمان تمام گواہی کا ہے انسان توحید و رسالت کی گواہی دے کر ہی مسلمان بنتا ہے اگر جھوٹی گواہی کی وجہ سے کسی کا حق مارا گیا یا کسی پر ظلم ہو گیا تو اس کا وبال تم پر پڑے گا۔ **تیسرا تعلق** پچھلی آیت میں گواہی کا ذکر اس کے متعلق مسائل کا تھا اب اس کی اہمیت کا تذکرہ ہے کہ یہ گواہی سنت انبیاء کرام ہے کہ وہ حضرات دنیا میں خالق کی گواہی مخلوق کے سامنے دیتے ہیں اور قیامت میں مخلوق کی گواہی خالق کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیں گے لہذا اس سنت کو بگاڑو نہیں۔ **چوتھا تعلق** قرآن مجید کا طریقہ یہ ہے کہ احکام شرعیہ بیان فرمانے کے بعد الہیات کے مسائل آخرت کے احوال بیان فرماتا ہے تاکہ لوگ ان حالات میں غور کر کے احکام شرعیہ پر سختی سے عمل کریں [illegible] شرعی احکام بیان ہو رہے تھے اب قیامت کی ہولناکی بیان ہو رہی ہے تاکہ لوگ ان میں غور کر کے گزشتہ احکام پر عمل کریں [illegible] محبت سے ماننے والے تھوڑے ہوتے ہیں ڈر سے ماننے والے زیادہ۔

تفسیر **یوم یجمع اللہ الرسل** یوم کبھی بمعنی نہار آتا ہے رات کا مقابل بھی بمعنی وقت یہاں بمعنی وقت ہے کیونکہ قیامت اور جنت دوزخ میں رات دن نہ ہوں گے یہاں یوم ظرف ہے یا اذکر فعل پوشیدہ کا اور خطاب ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یا اذکروا کا تو خطاب ہے تمام انسانوں سے یعنی اے محبوب انہیں وہ دن یاد دلاؤ یا اس دن کا تذکرہ کر دیا [illegible] اس دن [illegible] ہو سکتا ہے کہ یہ [illegible] **لا یهدی** کا یا **اتقوا اللہ** کا جو گزشتہ آیت میں گزرے یعنی اللہ تعالیٰ [illegible] کو ہدایت [illegible] (دیکھو [illegible] روح المعانی وغیرہ) پہلی صورت میں یہ نیا جملہ ہے [illegible] گزشتہ جملے سے متعلق ہے۔ جمع فرمانے سے مراد سب کو [illegible] یکجا [illegible] پیش [illegible] ہے قیامت کا جب شفیع کی تلاش کے بعد حساب و کتاب شروع ہو جائے [illegible] مقدمات کی تحقیقات [illegible] العالمین فرمائے گا۔ رسل سے مراد سارے انبیاء کرام [illegible] ان کی امتوں سے ہیں [illegible] سارے انسان رب تعالیٰ فرماتا ہے **یوم مجموع لہ الناس**۔ چونکہ حضرات انبیاء اصل ہیں امتیں ان کی تابع اس لئے صرف ان ہی کا ذکر ہوا (تفسیر روح المعانی وغیرہ)۔ **خیال رہے** کہ تلاش شفیع کے وقت حضرات انبیاء کرام یکجا نہ ہوں گے متفرق مقام [illegible] ہوں گے ایک ہزار سال تک لوگ انہیں ڈھونڈتے پھریں گے ایک ہزار سال کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] گا اور حضور انور صلی اللہ

alahazratnetwork.org

علیہ وسلم کی خدمت میں طلب شفاعت کرتے ہوئے اپنی درخواست پیش کریں گے مگر بعد الحق کارروائی شہادت کے وقت یہ حضرات مع اپنی امتوں کے شہنشاہی بارگاہ رب العالمین میں جمع ہوں گے یہاں اسی وقت کا تذکرہ ہے **فیقول ماذا اجبتم** یہ جملہ معطوف ہے **یجمع اللہ** یقول کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے **ما** استفہامیہ مبتدا **ذا** اسم موصول **اجبتم** اس کا صلہ یہ دنوں کی خبر یعنی رب تعالیٰ حضرات انبیاء کرام سے فرمائے گا کہ آپ حضرات کو آپ کی امتوں کی طرف سے تبلیغ کا جواب کیا ملا۔ خیال رہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء کرام کو یہاں جمع فرمایا جاوے گا اور ان حضرات سے ان کی نافرمان امتوں کے متعلق سوال ہو گا جنہوں نے ان کی اطاعت نہ کی اس مجمع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم شامل نہ ہوں گے نہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال ہو گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ **لا تسئل عن اصحاب الجحیم** دوزخیوں کے متعلق آپ سے سوال نہ ہو گا نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ان کفار قوموں کے خلاف حضرات انبیاء کرام کے حق میں گواہی دے گی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے گواہ ہوں گے پھر اسی مجمع میں ان کی موجودگی کے کیا معنی لہٰذا اسی مجمع میں نہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت یہ بھی خیال رہے کہ رب تعالیٰ کا یہ سوال اپنی بے خبری کی بنا پر نہیں وہ تو عالم الغیوب ہے یہ سوال ان کفار پر اظہار قہر و غضب کے لیے ہو گا ان سے رب تعالیٰ خود ان کفار سے خطاب نہ فرمائے گا کہ تم نے اپنے نبیوں کو کیا جواب دیا یہ بھی خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ نے سوال نہ فرمایا کہ یہ کفار میری توحید میرے فرشتوں میری جنت دوزخ قیامت وغیرہ کو مانتے تھے یا نہیں صرف یہ کہا کہ اے رسولو یہ تم کو مانتے تھے یا نہیں یہ تمہارے تھے یا نہیں کیونکہ نبی کا ماننا اصل ایمان ہے نبی کو مانا سب کچھ مان لیا نبی کا انکار رب کا انکار کیا ابلیس نبی کا منکر ہو کر سب کچھ مانتا ہے مگر کافر ہے **قالوا لا علم لنا انک انت علام الغیوب** یہ ان حضرات انبیاء کرام کا جواب ہے اس کے دو جز ہیں ایک **لا علم لنا** اور دوسرا **انک انت** پہلے جواب کا مقصد یہ نہیں کہ حضرات انبیاء کرام کو اپنی قوم کے حالات یاد نہ رہے وہاں تو عام لوگوں کو دنیا کی ہر بات یاد آ جاوے گی۔ رب فرماتا ہے **یوم یتذکر الانسان ما سعی**۔ نہ یہ مقصد ہے کہ وہ حضرات اس دن کی گھبراہٹ سے سب کچھ بھول گئے اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو اس گھبراہٹ سے محفوظ رکھے گا۔ فرماتا ہے **لا یحزنهم الفزع الاکبر وتتلقاهم الملئکة** اور فرماتا ہے **الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیهم ولا هم یحزنون**۔ نہ اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ حضرات یہ فرما رہے ہیں کہ ہم کو خبر نہیں کہ ان لوگوں نے ہمارے بعد کیا کیا کیونکہ ان سے سوال تو یہ ہے کہ انہوں نے تمہیں جواب کیا دیا نیز یہی حضرات بعد میں ان لوگوں کی شفاعت کریں گے۔ رب فرماتا ہے **فکیف اذا جئنا من کل امة بشهید وجئنا بک علی هؤلاء شهیدا** بلکہ اس جواب کا مقصد ان حضرات کا اپنی نافرمان امتوں سے بیزاری ناراضی نفرت کا اظہار ہے ان کی شفاعت سے انکار میں جو نہیں جانتے یہ کبھی اظہار غضب کے لیے کہا جاتا ہے کہ نفی علم کے لیے بلا تشبیہ یوں سمجھو کہ باپ نالائق بیٹے پر غضب ناک ہو کر اس کی ماں سے پوچھتا ہے کہ یہ کیا حرکتیں کرتا ہے ماں اس سے سخت بیزاری ظاہر کرتے ہوئے کہتی ہے مجھ کو کچھ خبر نہیں تم جانو لیکن اگر بچا ہو تو اس کی سفارش کرتی ہے کہ اسے معاف کر دو اب نہیں کرے گا یہ نا سمجھ ہے غلطی کر گیا۔ اس کی مثال وہ آیت کریمہ ہے **لا تعلمهم نحن نعلمهم** اے محبوب ان منافقین کو آپ نہیں جانتے انہیں تو ہم ہی جانتے ہیں۔ یہاں بھی علم رسول کی نفی نہیں بلکہ اظہار غضب ہے کیونکہ دوسرے مقام پر ارشاد ہے **ولتعرفنهم فی لحن**

القول۔ آپ ان منافقوں کو ظاہر اعمال سے تو پہچان لیتے ہیں مگر [illegible] مقصد بھی اظہار غضب ہی ہے [illegible] اور علام الغیوب ہے ان کے عیبوں کے لحاظ سے [illegible] جس کے یہ لوگ مستحق ہیں وہ [illegible] خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کو علام تو کہہ سکتے ہیں علامہ نہیں کہہ سکتے کیونکہ علامہ [illegible] تانیث [illegible] مشابہ [illegible] محبوب تیرے [illegible] اور [illegible] مصدر ہے [illegible] قسمیں [illegible] روح المعانی [illegible] تحقیق [illegible] روح البیان و روح المعانی نے کی ہی۔

خلاصہ تفسیر تمام انبیاء کرام کے جمع ہونے تین موقعے ہیں جن میں سے دو ہو چکے اور تیسرا [illegible] ہونے والا ہے جس کا [illegible] یہاں [illegible] میثاق [illegible] اللہ تعالیٰ نے سارے رسولوں کو جمع فرما کر ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے آپ کی مدد [illegible] کا عہد و پیمان لیا [illegible] آیت [illegible] واذ اخذ اللہ میثاق النبیین دوسرا اجتماع معراج کی رات بیت المقدس میں ہوا کہ سارے نبیوں نے جمع ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کی [illegible] تیسرا اجتماع وہ ہے جو قیامت کے دن ہو گا جس کا ذکر یہاں ہے یہ اجتماع عادت کے خلاف [illegible] خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجۃ الوداع کے موقعہ پر نبیوں کا اجتماع ہوا [illegible] چند جملوں کے ہم حدیث شریف میں وارد ہوئے اس تیسرے اجتماع کے متعلق ارشاد ہوا [illegible] اس دن کو [illegible] یاد رکھو اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں سے اس دن کا تذکرہ فرماؤ یا نہیں [illegible] اور جس دن اللہ تعالیٰ ان تمام پیغمبروں علیہم السلام تمام انبیاء کرام کو ان کی سرکش و نافرمان امتوں قوموں کے ساتھ اپنے حضور جمع فرمائے گا اور ان نافرمان قوموں پر عتاب فرماتے ہوئے ان سے نہیں بلکہ ان کی موجودگی میں ان حضرات انبیاء سے سوال فرمائے گا کہ تم نے جب یہاں ہمارے احکام پہنچائے کی تبلیغ کی تو لوگوں نے تم کو ان کی طرف سے کیا جواب ملا انہوں نے کیا جواب دیا۔ حضرت انبیاء کرام بیزاری ظاہر فرمانے کے لئے عرض کریں گے مولیٰ ہم نہیں جانتے تو ہی علام الغیوب ہے تجھے [illegible] انہوں نے ہم کو کیا جواب دیئے [illegible] بدنصیب تیری بارگاہ میں حاضر ہیں تو ان کے جرموں [illegible] جس سزا کے یہ لوگ مستحق ہیں وہ [illegible] ہم کو جواب سے وہ تجھے معلوم ہی ہیں۔

فائدے اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ سوال ہمیشہ [illegible] بے علمی کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ اس کے اور مقاصد بھی ہوتے ہیں [illegible] رب تعالیٰ علام الغیوب ہے مگر حضرات [illegible] سے پوچھ رہا ہے کہ ان لوگوں نے تمہیں کیا جواب دیا اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہتے ہیں کہ اگر آپ کو علم ہوتا تو جناب صدیقہ کی تہمت کے موقعہ پر لوگوں سے [illegible] کیوں فرماتے [illegible] واقعہ [illegible] رب تعالیٰ خود تحقیق قیامت میں فیصلے فرمائے گا۔ دوسرا فائدہ کسی سے کلام نہ فرمانا اس پر ناراض ہونے کی علامت ہے۔ دیکھو رب تعالیٰ [illegible] امت [illegible] سے نہ پوچھے گا بلکہ ان کے متعلق حضرات انبیاء کرام سے پوچھے گا [illegible] ان پر غضب کا اظہار ہو۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے لا یکلمھم تیسرا فائدہ: اللہ تعالیٰ یہ کلام ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ فرمائے گا بلکہ اس موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت وہاں حاضر ہی نہ ہوگی جو [illegible] گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشی اور اس امت کی حاضری اور ہی شان

alahazratnetwork.org

ہے۔ یہ فائدہ یجمع اللہ الرسل سے حاصل ہوا کہ رسل سے مراد تمام انبیاء کرام ہیں۔ چوتھا فائدہ: لا علم لنا
فرمانا قائل نہ ہونے کی بنا پر نہیں بلکہ حضرات انبیاء کرام اس دن کی ہیبت سے فرما رہے ہیں لا علم لنا [illegible]
شفاعت سے انکار ہے [illegible] تفسیر میں [illegible] پانچواں فائدہ: [illegible]
[illegible] ایمان [illegible] تفصیل تفسیر [illegible]
[illegible] متعلق [illegible] قیامت میں اللہ تعالیٰ [illegible]
[illegible] دوزخ میں بھیجنے سے پہلے حضرات انبیاء کو ان سے بیزار کر دیا جائے گا کہ ان کا کوئی شفیع
اور حامی نہ رہے۔ اس سے مسلمانوں کو عبرت پکڑنی چاہیے کہ انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا۔
پہلا اعتراض: یہاں الرسل میں سارے انبیاء داخل ہیں یا نہیں؟ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں تو ان سے بھی یہ
سوال ہوگا تب بھی اپنی بے علمی ظاہر فرمائیں گے اور لا علم لنا فرمائیں گے۔ جواب: ہرگز نہیں۔ الرسل میں حضور انور
صلی اللہ علیہ وسلم داخل نہیں ورنہ یہ آیت بہت سی آیات کے خلاف ہو جائے گی۔ کیونکہ انبیاء کرام تو اپنی قوم کے
مدعی علیہ کی حیثیت سے بارگاہ الٰہی میں پیش ہوں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ان حضرات انبیاء کرام کی گواہ کی حیثیت
سے پیش ہوگی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے گواہ صفائی کی حیثیت سے جلوہ گر ہوں گے جیسا کہ قرآن مجید فرماتا ہے
لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدعیوں کی
جماعت میں داخل ہوں تو فرماؤ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گواہ کون ہوگا اور وہ آیت کیسے درست ہوگی نیز رب تعالیٰ
فرماتا ہے **ولا تسئل عن اصحاب الجحیم۔** دوزخیوں کے متعلق آپ سے سوال نہ کیا جائے گا۔ لہٰذا یقیناً اس مجمع میں نہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے نہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت۔ دوسرا اعتراض: اس دن اللہ تعالیٰ براہ راست
ان کفار سے ہی کیوں نہ پوچھے گا کہ تم نے اپنے نبیوں کو کیا جواب دیا۔ حضرات انبیاء کرام سے کیوں خطاب فرمایا۔ جواب: یا
اس لئے کہ وہ حضرات انبیاء کی تشریف آوری کے ہی انکاری ہو جائیں گے کہ کہیں گے **ما جاءنا من نذیر** ہمارے
پاس دنیا میں کوئی نبی آئے ہی نہیں پھر جواب دینے کا سوال ان سے کیا جائے یا اظہار غضب کے لئے کہ رب تعالیٰ ان سے
کلام نہ فرمائے گا۔ دوسرے وقت کلام ہے مگر تحقیق و محبت کا نہیں بلکہ غضب و قہر کا۔ تیسرا اعتراض: اس آیت سے
معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کو اس دن کچھ علم نہ ہوگا کہ صاف فرما رہے ہیں **لا علم لنا** اگر وہ جانتے ہیں تو ان کا یہ جواب جھوٹ
ہو اور وہ حضرات جھوٹ سے پاک ہیں۔ جواب: اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا۔ **لا علم لنا** سے علم کی نفی مقصود نہیں
بلکہ کفار سے بیزاری مقصود ہے اور ان سے قطع تعلق اور شفاعت سے انکار ورنہ قیامت میں ہر شخص کو اپنی ہر بات یاد ہوگی
یوم یتذکر الانسان ما سعی۔ چوتھا اعتراض: حضرات انبیاء کرام قیامت کے اول وقت ہیبت کی وجہ سے اگلی پچھلی
باتیں بھول جائیں گے اس بھول کی بنا پر یہ کہیں گے بعد میں آپ پر ان کی [illegible] ثابت فرمائیں گے حدیث شریف میں ہے کہ اول
حضرات انبیاء کرام لوگوں کی طلب شفاعت کے وقت ان سے کہیں گے **لست ھناکم اذھبوا الی غیری** ہم اس
کام کے لئے نہیں کسی اور کے پاس جاؤ بلکہ نفسی نفسی پکاریں گے عام مفسرین بلکہ جلال الدین سیوطی نے بھی یہاں یہی لکھا ہے
تم نے یہ کیوں کہا کہ یہ فرمان اظہار بیزاری کے لئے ہے۔ جواب: محققین مفسرین کا یہ قول نہیں دیکھو تفسیر کبیر اور روح

www.alahazratnetwork.org

المعانی اور روح البیان وغیرہ یہاں تفسیر صاوی شریف نے فرمایا۔ حضرات انبیاء کرام کا یہ فرمانا لست لھا ثم اذھبوا الی غیری۔ خطاب ثابت ہو گا کہ اللہ مقصد یہ ہو گا کہ شفاعت حق کرنا ہمارا کام نہیں یہ کام کسی اور ہی کا ہے۔ ہمارا کام شفاعت صغریٰ ہے شفیع اعظم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ شفاعت میں وہی لمبا اس وقت ہم صرف اپنے نفس کے طالب ہیں۔ جیسے تفسیر صاوی میں مقام سبحان اللہ بہت اچھی تحقیق ہے جو فرمایا کہ ان حضرات کے خدام یعنی اولیاء اللہ اس دن گھبراہٹ سے محفوظ ہوں گے رب فرماتا ہے۔ لا یحزنھم الفزع الاکبر تو ان حضرات کو گھبراہٹ کیسی۔ پانچواں اعتراض۔ لا علم لنا فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ ہم لوگ ان کفار کے دل کی بات یا ان کے خاتمہ کی خبر نہیں کہ وہ ہمارے بعد کس حال پر مرے۔ ہم ان کے ظاہر سے مطلع ہیں۔ جواب۔ یہ محض غلط ہے۔ رب تعالیٰ نے خاتمہ کے بارے میں یہاں تو خاتمہ کا سوال نہیں۔ فرمایا بلکہ پوچھا یہ کہ تم کو انہوں نے جواب کیا دیا۔ باطن کے سوال پر تو ہو اور حضرات انبیاء جواب کچھ اور دیں۔ چھٹا اعتراض۔ حضرات انبیاء کرام سے یہ سوال کیوں ہو گا کہ ان کی کافر قوم نے انہیں کیا جواب دیا خود ان کفار سے ہی کیوں نہ پوچھا گیا کہ تم نے اپنے رسولوں کو کیا جواب دیا۔ جواب۔ چند وجہ سے ایک یہ کہ کفار تو پہلے ہی کہہ چکے تھے کہ ہمارے پاس کوئی رسول پہنچا ہی نہیں۔ ماجاءنا من بشیر جس سے خیانت کا ایمان تو ختم ہو گئی لو۔ وہ خاموش ہو گئے دوسرے یہ کہ اس سے اللہ تعالیٰ ان کفار پر اپنا غضب ظاہر فرمائے گا۔ کہ اب ان سے کلام بھی نہ کرے گا۔ تیسرے یہ کہ اس میں حضرات انبیاء کرام کی بیزاری ظاہر ہو گی تاکہ کفار کو پتہ چل جاوے کہ ہمارا یار و مددگار آج کوئی نہیں۔

تفسیر صوفیانہ قیامت کے دن کے دو حال ہیں اولاً رب تعالیٰ صفت قہاریت سے تجلی فرمائے گا تو فرمائیگا لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار۔ مگر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست اقدس سے شفاعت کا دروازہ کھلوا دیں گے تو صفت غفاریت کا ظہور ہو گا۔ اولاً وحدت سے کثرت دفع ہو گی اس لیے حضور سب مشغول ہوں گے اس وقت ہر موجود اپنے کو معدوم سمجھے گا اور لا علم لنا کی پکار پڑے گی۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ عارفین عاشقین کاملین کی قیامت ہمیشہ ہی برپا رہتی ہے وہ ہمیشہ اپنی ذات اپنی صفت کو معدوم سمجھتے ہیں۔ کہتے ہیں۔

پناہ بلندی و پستی توئی! ہمہ نیست اند آنچہ ہستی توئی

صوفیاء فرماتے ہیں کہ موت اضطراری سے پہلے موت اختیاری سے مر جاؤ اس قیامت کے آنے سے پہلے اپنی قیامت قائم کر لو۔ موتوا قبل ان تموتوا اور من مات فقد قامت قیامتہ تاکہ وہ قیامت آسان ہو۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ قیامت میں تو خود اپنا حساب دینے ہے ہم سے دوسرے لوگوں کے متعلق سوال ہو گا حضرات انبیاء کرام اپنی قوموں کا حساب پیش کریں گے ان سے ان کی قوموں کے متعلق سوال ہو گا۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء سے یہ نہ پوچھا کہ آپ لوگوں نے کیا عمل کئے تھے بلکہ یہ پوچھا کہ آپ کو آپ کی قوموں نے کیا جواب دیئے تھے۔ حساب سب کا ان کا ہے ان کی قوموں کا۔ ماذا اجبتم میں نہیں اشارہ اس طرف ہے کہ ان قوموں سے آپ حضرات سے ... کیا آپ حضرات ان سے خوش ہیں یا ناخوش اس لئے رب تعالیٰ نے یہ پوچھا کہ ان لوگوں نے رب کو مانا یا نہیں نیک اعمال کئے یا نہیں۔ حضرات صوفیاء فرماتے ہیں کہ قیامت میں بعض لوگ رب تعالیٰ کو اپنا حساب دیں گے بعض لوگ اس سے اپنا حساب لیں گے یعنی پکاریں گے جن پر زکوٰۃ چالیسواں حصہ فرض تھی مگر انہوں نے اپنا سارا مال راہ خدا میں خیرات دیا ظاہر ہے کہ وہ اپنا حساب رب سے مانگیں گے۔

www.alahazratnetwork.org

إِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ إِذْ أَيَّدْتُّكَ

جب فرمایا اللہ نے اے عیسیٰ بیٹے مریم کے یاد کرو تم میری نعمت کو اوپر اپنے اور اوپر ماں اپنی کے جب کہ

جب اللہ فرمائے گا اے مریم کے بیٹے عیسیٰ یاد کر میرا احسان اپنے اوپر اور اپنی ماں پر جب میں نے

بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۗ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَإِذْ عَلَّمْتُكَ

قوت دی میں نے تم کو ساتھ پاک روح کے باتیں کرتے تھے تم لوگوں سے گہوارے میں اور ادھیڑ عمر میں اور جب

روح پاک سے تیری مدد کی تو لوگوں سے باتیں کرتا پالنے میں اور پکی عمر ہو کر اور جب

الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْإِنْجِيْلَ ۚ

سکھائی میں نے تم کو کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل

میں نے تجھے سکھائی کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل

تعلق اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق** پچھلی آیت میں ان جھوٹے گواہوں کی رسوائی اور سزا کا ذکر ہوا جو اپنی مالی گواہی میں حد شرعی توڑ دیں اور جھوٹی گواہی دے دیں اب اس آیت کریمہ میں ان جھوٹے گواہوں یعنی عیسائیوں پر اظہار غضب ہے جو اپنی ایمانی گواہی میں جھوٹ بولیں کہ وہ حضرت مریم کے متعلق گواہی دیں کہ وہ رب تعالیٰ کی بیوی اور عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق گواہی دیں کہ وہ خدا کے بیٹے ہیں۔ نعوذ باللہ گویا مالی جھوٹی گواہی کے بعد ایمانی و اعتقادی جھوٹی گواہی کا ذکر ہے۔ **دوسرا تعلق** پچھلی آیات میں جھوٹی گواہی کے رد ہو جانے کا ذکر تھا کہ گواہوں کو اپنی جھوٹی گواہی کے رد ہو جانے سے خوف کرنا چاہیے۔ اب عیسائیوں کی اس جھوٹی گواہی کے رد ہو جانے کا ذکر ہے جو انہوں نے دنیا میں حضرت عیسیٰ و مریم کے متعلق دیں کہ وہ حضرات خود ان کی یہ گواہیاں رد کریں گے۔ **تیسرا تعلق** ابھی پچھلی آیت کریمہ میں اس سوال و جواب کا اجمالی ذکر ہوا جو سوا ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے نبیوں سے کیا جاوے گا۔ اب اس تفصیلی سوال جواب کا ذکر ہے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے خصوصی طور پر ہوگا چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام انبیاء میں خصوصی شان رکھتے ہیں کہ آپ خاتم انبیاء بنی اسرائیل ہیں و کلمۃ اللہ و روح اللہ ہیں اس لئے ان کے سوال و جواب کو خصوصیت سے علیحدہ بیان فرمایا۔ **چوتھا تعلق** پچھلی آیت کریمہ میں حضرات انبیاء سے اس سوال کا ذکر تھا جس کا تعلق انسانی ذات سے تھا یعنی امتوں کی اطاعت نہ کرنا انہیں ایذا دینا وغیرہ اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اس سوال کا ذکر ہے جس کا تعلق ذات رب العالمین سے ہے یعنی اس بات کو حضرت مریم کو خدا اور عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کیوں کہا۔ چونکہ اس سوال و جواب میں رب تعالیٰ کی ذات سے تعلق ہے اس لئے رب تعالیٰ نے پہلے اپنی نعمتیں شمار فرمائیں بعد میں سوال و جواب فرمایا۔

تفسیر **اذ قال اللہ یعیسی ابن مریم** اس جملہ میں بہت سی تفسیریں کی گئی ہیں قوی تفسیر یہ ہے کہ یہ نیا جملہ ہے اور اذ ظرف ہے **اذکروا** کا پوشیدہ اور مخاطب ہے تمام انسانوں سے یا مراد ہے **اذکر** کا اور مخاطب ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ

www.alahazratnetwork.org

علم سے اگرچہ یہ سوال و جواب قیامت میں ہوگا مگر چونکہ یہ واقعہ یقینی ہے اس لئے قال ماضی فرمایا گیا۔ عربی میں یقینی مستقبل کو ماضی سے تعبیر کر دیتے ہیں [illegible] سریانی میں [illegible] فیصلہ عیسیٰ کی لفظی تحقیق اور اس کے معنی پہلے بیان ہو چکے ہیں۔ چونکہ آپ بغیر والد پیدا ہوئے اس لئے آپ کو ہر جگہ ابن مریم فرمایا جاتا ہے۔ عیسیٰ کے معنی شریف۔ مریم کے معنی ہیں خادمہ چونکہ آپ انجیل شریف سے پہلے بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف ہوئی تھیں اس لئے آپ کا نام بھی مریم یعنی خادمہ ہوا۔ یعنی اے وہ وقت بھی یاد کرو کہ جب محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو وہ وقت یاد دلائیں جب رب تعالیٰ حضرت عیسیٰ ابن مریم سے یوں خطاب فرمائے گا یہ خطاب قیامت کے دن ہوگا اور یقیناً ہوگا اسی لئے ماضی فرمایا گیا۔ **اذکر نعمتی علیک وعلی والدتک** اللہ تعالیٰ اپنی ان نعمتوں کو یاد دلا رہا ہے جن کا ذکر ابھی آتا ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ آخرت میں اس کا باعث ثواب نہیں کیونکہ عمل کی جگہ دنیا ہے نہ کہ آخرت ہم لوگوں کو قیامت میں نعمتیں یاد دلانا حساب کے لئے یا عتاب کے لئے کہ تم نے ہماری نعمتیں استعمال کیں شکر کیا یا نہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو نعمتیں یاد دلانا کسی اور مقصد کے لئے ہے اگرچہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی ساری نعمتیں یاد تھیں مگر [illegible] اور آپ کی قوم عیسائیوں کو شرمندہ فرمانے کے لئے **اذکر** فرمایا گیا [illegible] عیسائیوں سے فرمایا [illegible] کہ رب تعالیٰ نے یہ احسانات [illegible] یہ مطلب نہیں کہ شکر کی جگہ دنیا ہے [illegible] آخرت میں شکر کی جزا ملے گی (صاوی، روح البیان) بلکہ عیسائیوں یہودیوں دونوں پر اظہار غضب مقصود ہے کہ یہودیوں نے ایسے محترم والے نبی کو [illegible] اور عیسائیوں نے [illegible] بہتان لگائے۔ نعمت وہ اعلیٰ چیز ہے جو بغیر معاوضہ کسی کو دی جاوے اجرت، رحمت، نعمت ان میں بڑا فرق ہے۔ نعمت تین قسم کی ہیں۔ نعمت عامہ، نعمت خاصہ، نعمت خصوصیہ۔ دھوپ، ہوا، زمین، آسمان نعمت عامہ ہیں۔ دولت، عزت، شہرت نعمت خاصہ۔ یہاں خصوصی نعمتیں مراد ہیں جو حضرت مسیح کے سوا کسی کو عطا نہ ہوئیں۔ نعمت اسم جنس ہے جو قلیل اور زیادہ پر بولا جاتا ہے۔ یہاں بہت سی نعمتیں مراد ہیں اللہ تعالیٰ نے جناب عیسیٰ علیہ السلام کی نعمتوں کی تفصیل یہاں ہی بیان فرما دی۔ حضرت مریم کی نعمتوں کا ذکر نہ فرمایا لہٰذا یہ ہی نعمتیں حضرت مریم کی بھی ہیں جس ماں کا بیٹا ایسا [illegible] ہو تو ماں بھی بہت [illegible] ہوگی یا حضرت مریم کی نعمتوں سے مراد ہے ان کی جہاں بھر کی عورتوں پر بزرگی دینا۔ جناب زکریا علیہ السلام کی تربیت میں رکھنا۔ بیت المقدس میں پرورش [illegible] انجیل شریف میں جنتی میوے عطا فرمانا انہیں طیب طاہر [illegible] اے عیسیٰ تم میری ان نعمتوں کو یاد [illegible] السلام کی بارہ نعمتوں کا ذکر فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہے **اذ ایدتک بروح القدس** یہ عبارت یا تو **نعمتی** کا ظرف ہے یا اس کا بدل [illegible] قوت [illegible] روح القدس سے حضرت جبریل علیہ السلام کا لقب ہے [illegible] روحانی [illegible] مخلوق ہیں [illegible] صفت کی اضافت صفت کی طرف ہے یا روح سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام اور قدس اللہ تعالیٰ [illegible] روح القدس سے مراد [illegible] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح [illegible] پاک [illegible] بعض خبیث [illegible] بعض [illegible] حدیث شریف میں ہے [illegible] زیادہ قوی ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام

www.alahazratnetwork.org

جناب مسیح کی خدمت میں تھے انہیں دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھتے تھے۔ یہاں اس لفظ رب یعنی ہم نے بذریعہ جبریل تم کو قوت دی تمام کاموں میں تائید کی۔ دوسرے نبیوں کے پاس حضرت جبریل کسی کسی وقت ہی حاضر ہوتے تھے مگر جناب مسیح کے ساتھ ہر وقت سائے کی طرح ساتھ رہتے تھے اور آپ کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھتے تھے **ایدتک** کے یہ معنی ہیں **تکلم الناس فی المھد وکھلا**۔ یہ دوسری خصوصی نعمت کا بیان ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وعظ و نصیحت پر بہت سی [illegible] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت ہے مہد کے معنی ہیں [illegible] بچوں کے [illegible] لئے [illegible] کا ابتدائی مقام ہوتا ہے جس میں وہ بچے رہتے ہیں۔ کہل [illegible] بعد [illegible] کہلاتا ہے [illegible] ادھیڑ عمر میں عام اور لوگ بھی کرتے ہیں مگر آپ آسمان سے واپس آ کر اسی عمر میں کلام کریں گے اس لئے یہ کلام فرمانا بھی آپ کی خصوصیت قرار پایا اس کی پوری بحث سورہ آل عمران میں ہو چکی ہے وہاں ملاحظہ کرو۔ یہاں تفسیر صاوی نے فرمایا کہ آپ تینتیس سال کی عمر میں آسمان پر اٹھائے گئے اور آسمان سے تشریف لا کر چالیس سال قیام فرمائیں گے۔ واللہ اعلم۔ **واذ علمتک الکتب والحکمۃ والتورٰۃ والانجیل**۔ یہ تیسری نعمت کا ذکر ہے اس میں چار نعمتیں مذکور ہیں کتاب کا علم حکمت یعنی توریت کا علم انجیل کا علم **علمت** فرما کر بتایا گیا کہ دوسرے لوگ کتاب و حکمت استادوں سے سیکھتے ہیں مگر تم کو یہ علوم نہ تو کسی انسان نے سکھائے نہ حضرت جبریل نے براہ راست میں نے خود سکھائے [illegible] شاگرد کا علم ناقص ہو سکتا ہے مگر رب تعالیٰ کے شاگرد کا علم کامل ہو گا۔ حضرت جبریل کتاب لانے والے ہیں سکھانے والے نہیں۔ کتاب کا کاتب، پریس میں چھاپنے والا جلد باندھنے والا یوں ہی ڈاکیہ کسی کتاب لانے والا استاد نہیں ہوتا بلکہ پڑھانے سکھانے والا استاد ہوتا ہے۔ حضرت جبریل کتاب لانے والے اور ہم تم کو کتاب و حکمت سکھانے والے۔ **علمت** باب تفعیل فرما کر بتایا کہ یہ چاروں علم نہایت کامل عطا فرمائے۔ یہاں تفعیل آہستگی کے لئے نہیں بلکہ مبالغہ کے لئے ہے یہاں کتاب سے مراد یا تو لکھنے کا علم ہے آپ بغیر کسی سے سیکھے اعلیٰ درجہ کی کتابت فرماتے تھے یا مطلقاً آسمانی کتابیں مراد ہیں جن میں توریت، زبور اور نبیوں کے صحیفے داخل ہیں حکمت سے مراد آسمانی کتب کے اسرار و رموز ہیں یا کتاب سے مراد توریت و انجیل ہے **والتورٰۃ** عطف تفسیری ہے حکمت سے مراد ان کے اسرار ہیں یعنی رب نے آپ کو لکھنے کا علم یا آسمانی کتب کا علم یا توریت و انجیل کا علم دیا اور ان کے اسرار سکھائے کہ آپ بغیر کسی کی شاگردی کے ان کتب کو پڑھتے بھی تھے اور ان کے اسرار و رموز سے واقف بھی تھے اس تمام کی تفسیر تیسرے پارے سورہ آل عمران میں ہو چکی ہے اور ممکن ہے کہ کتاب سے مراد قرآن مجید ہو [illegible] قرآن مجید [illegible] ایک [illegible] اور حکمت سے مراد حدیث شریف ہو کیونکہ حضور علیہ السلام [illegible] بہت سی مصلحتوں سے [illegible] یہ تاقیامت محکم ہے کبھی تبدیل یا فنا نہیں ہو سکتے یعنی [illegible] عیسیٰ [illegible] دوبارہ بھیجا [illegible] توریت و انجیل کے احکام وہاں جاری نہ کریں گے دوسری بار قریب قیامت احکام قرآن و حدیث جاری فرمانے کے لئے ہو گا۔ قرآن مجید تمام کتابوں سے اعلیٰ ہے اس لئے اس کا پہلے فرمایا **واسجدی وارکعی**۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب دنیا میں قریب قیامت تشریف لائیں گے تو نہ کسی امام کے مقلد ہوں گے نہ کسی شیخ کے مرید یعنی نہ حنفی شافعی ہوں گے نہ قادری چشتی وغیرہ بلکہ خود مجتہد مطلق ہوں گے مگر آپ کو قرآن و حدیث کا یہ علم کسی استاد سے حاصل نہ ہو گا بلکہ خود بخود القاء الٰہی سے عالم ہوں گے یہ معنی ہیں **علمتک الکتاب والحکمۃ** کی وہ یہ خصوصی صفت ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے

www.alahazratnetwork.org

حاملہ ہو گئیں ولادت بے باپ ہوئی غرضیکہ یہ تمام نعمتیں بالواسطہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوئیں اور آپ کے واسطہ سے جناب مریم کو کبھی ماں کی عظمت سے بیٹے کو عظمت ملتی ہے کبھی اس کے برعکس بیٹے کے شرف سے ماں باپ کو شرف حاصل ہوتا ہے۔ جناب آمنہ و عبداللہ رضی اللہ عنہم بلکہ یہ ہماری عقل و فہم سے وراء ہے کہ آپ اس ذات کریم کے والدین ہیں جو بعد خدا سب سے افضل ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

" تمہاری پاک مریم وہ عصمت فیہ کا دم　　سے　　جب　　نشان　　اعظم!
کہ آمنہ کا جید دو جہاں سے بڑھ کر آیا　　اسے　　ال　　سے　　اک　　بنایا!

خلاصہ تفسیر: اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سب کو وہ وقت یاد دلاؤ جب کہ حق تعالیٰ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمائے گا کہ اے جناب مریم کے فرزند عیسیٰ تم ہماری ان خصوصی نعمتوں کو یاد کرو جو ہم نے صرف تم پر ہیں تمہارے سوا کسی کو نہیں اور وہ نعمتیں یاد کرو جو براہ راست یا تمہاری معرفت تمہاری ماں مریم کو بخشیں کہ ہم نے تم کو بذریعہ جبریل امین جو کہ پاک روح ہیں قوت بخشی کہ وہ تمہارے خادم ہو کر ہر وقت تمہارے ساتھ رہتے تھے تم کو یہ طاقت دی کہ تم بچپن میں جو گہوارہ میں جھولنے کی عمر ہوتی ہے اور ادھیڑ عمر میں لوگوں سے نہایت فصیح و بلیغ کلام فرماتے تھے یہ نعمت بھی صرف تم کو دی اور ہم نے براہ راست بغیر کسی کی شاگردی کے آسمانی کتب کا علم بخشا حکمت راز و رموز سکھائے خصوصاً توریت و انجیل کا عالم بنایا کہ تم بغیر کسی کی شاگردی کے یہ کتب پڑھتے پڑھاتے بھی تھے اور ان کے ان رموز و اسرار سے واقف بھی تھے جو اور نہیں جانتے ہیں تمہیں پہلی زندگی میں توریت و انجیل کا علم دیا اور دوسری زندگی میں قرآن و حدیث کا علم عطا فرمایا تاکہ آپ قریب قیامت اس کے احکام جاری فرمائیں قرآن مجید اولاً میاں جی سے سکھایا جاتا ہے۔ پھر قاری صاحب سے پھر عالم سے پھر شیخ سے کچھ حفاظ سے اور اس کے لئے عمر صرف کی جاتی ہیں مگر تم کو یہ سب ہم نے بغیر واسطہ استاد عطا کئے۔

فائدے۔ اس عبارت شریفہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ **پہلا فائدہ:** اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھی اپنی نعمتیں یاد دلائی ہیں اور آخرت یعنی قیامت میں بھی یاد دلائے گا مگر دنیا میں یاد دلانا اس لئے ہے کہ ہم ایمان لائیں رب کا شکر کریں اس کی عبادت کریں آخرت میں یاد دلانا اس کو الزام دینے کے لئے یا دوسروں کو الزام دینے کے لئے یہ فائدہ **اذکر نعمتی** سے حاصل ہوا جناب عیسیٰ علیہ السلام کو یہ نعمتیں یاد دلانا یہودیوں عیسائیوں کو الزام دینے کے لئے ہو گا۔ **دوسرا فائدہ:** حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ صرف والدہ سے پیدا ہوئے۔ یہ فائدہ عیسیٰ ابن مریم فرمانے سے حاصل ہوا اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو ماں باپ کی نسبت سے نہ پکارا۔ صرف عیسیٰ علیہ السلام کو اس طرح پکارا نیز حکم قرآن ہے کہ لوگوں کو باپ کی نسبت سے پکارو **ادعوهم لآبائهم** حتیٰ کہ آپ کو ماں کی نسبت سے پکارا اسی وجہ سے۔ **تیسرا فائدہ:** اللہ کی دی ہوئی نعمتوں پر خوش ہونا اچھا عمل ہے جو بعد موت بلکہ قیامت بلکہ جنت میں بھی رہے گا۔ ساری خوشیاں مرنے سے فنا ہو جاتی ہیں مگر ذکر اللہ ہمیشہ باقی ہے یہ فائدہ **اذکر نعمتی** سے حاصل ہوا بعض بندے قبر میں بھی قرآن مجید پڑھتے ہیں۔ **چوتھا فائدہ:** اللہ کے مقبول بندوں کی مدد برحق ہے اور اللہ کی نعمت ہے کہ فرمایا **ایدتک بروح القدس** ہم نے براہ راست نہیں بلکہ بذریعہ جبریل تمہاری مدد کی تم کو قوت دی ہم کو حکم

www.alahazratnetwork.org

کی دعا یوں فرمائی واجعل لنا من لدنک ولیا واجعل لنا من لدنک نصیرا خدایا اپنی طرف سے ہمارا ولی ہمارا مددگار مقرر فرما۔ پانچواں فائدہ ماں باپ پر احسان اولاد پر احسان ہے اور اولاد پر احسان ماں باپ پر احسان ہے یہ سب اللہ کی نعمتیں ہیں یہ فائدہ وعلی والدتک سے حاصل ہوا دیکھو حضرات صحابہ کرام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور کی عزت حاصل ہوا حضرت کی وجہ اولاد سے حضرت عبداللہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف ملا ماں باپ کو اولاد سے عزت ہے چھٹا فائدہ عیسیٰ علیہ السلام کا بچپن میں جو کلام فرمانا حق ہے یہ فائدہ فی المهد فرمانے سے حاصل ہوا اس کا انکار اس آیت کا بلکہ بہت سی آیات قرآنیہ کا انکار ہے رب تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بچپن والا کلام نقل بھی فرمایا قال انی عبداللہ ساتواں فائدہ حضرات انبیاء کرام تمام فرشتوں حتیٰ کہ حضرت جبریل علیہ السلام سے بھی افضل ہیں جیسا کہ ایدتک کی تفسیر سے معلوم ہوا اور خادم مخدوم سے افضل نہیں ہوتے خادم بھی ہوتی ہیں محمد ولی ماں باپ بیٹے کی مدد کرتے ہیں بادشاہ رعایا کی استاد شاگرد کی شیخ مرید کی مدد کرتے ہیں یہ مخدوم ہیں اولاد ماں باپ کی رعایا بادشاہ کی مرید شیخ کی مدد کرتے ہیں یہ مدد خادمانہ ہے پہلی مدد کرم نوازی ہے دوسری مدد خدمت حضرت جبریل امین خدام انبیاء ہیں اسی لئے خدام ملائکہ ہیں آٹھواں فائدہ اللہ تعالیٰ حضرات انبیاء کرام کو علم لدنی بخشتا ہے وہ حق تعالیٰ سے بلاواسطہ فیض علم پاتے ہیں یہ فائدہ و اذ علمتک سے حاصل ہوا آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام کا علم داؤد علیہ السلام کو زرہ بنانے کا علم سلیمان علیہ السلام کو ملک رانی سلطنت پرندوں کی بولی کا علم حضرت یوسف علیہ السلام کو ملک داری کا علم کاری ملک کی حفاظت دنیا کو مدد تقسیم کرنے وغیرہ کا علم رب تعالیٰ نے بغیر واسطہ عطا فرمایا۔ موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کے پاس گئے مگر ان سے وہاں کچھ سیکھنے نہیں دیا۔ صرف تین باتیں وہ علوم نہیں جس کا تعلق ظاہری علوم سے نہیں نواں فائدہ: حضرت جبریل علیہ السلام حضرات انبیاء کرام کے معلم یا استاد نہیں وہ صرف پیغام رساں کتاب الٰہی پہنچانے والے رہا علم کتاب حکمت وہ انہیں رب تعالیٰ ہی عطا فرماتا ہے یہ فائدہ بھی علمتک الکتاب سے حاصل ہوا۔ دسواں فائدہ علم قرآن اور علم حدیث اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو یہ نعمت یاد دلائی۔ گیارھواں فائدہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب دنیا میں قریب قیامت آسمان سے اتارے گا تو آپ الفاظ قرآن، احکام قرآن تجوید قرآن کے عالم ہوں گے تمام احادیث کے پورے طور پر ماہر ہوں گے۔ یہاں آکر نہ کسی کی شاگردی کریں گے نہ کسی کی تقلید۔ بارھواں فائدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قریب قیامت زمین پر تشریف لائیں گے اور احکام اسلامیہ لوگوں پر جاری کریں گے۔ آپ دنیا میں پہلے تو انجیل و توریت کے احکام جاری فرماتے رہے اور اب جب آئیں گے تو احکام قرآن و حدیث جاری کریں گے یہ تینوں فائدے علمتک الکتاب والحکمۃ کی آخری تفسیر سے حاصل ہوئے کہ کتاب و حکمت سے قرآن مجید اور احادیث نبویہ مراد ہوں۔

پہلا اعتراض: اللہ تعالیٰ قیامت میں عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی نعمتیں کیوں یاد دلائے گا کیا وہ ان نعمتوں کو بھول جائیں گے یا انکاری کریں گے یہ دونوں باتیں ان کی شان کے خلاف ہیں۔ جواب صرف وہاں موجود عیسائیوں یہودیوں پر اظہار غضب کے لئے تاکہ وہ لوگ ان نعمتوں کو سنیں اور اپنی افراط و تفریط پر شرمندہ ہوں اور اس خطاب کا ذکر قرآن کریم میں اس لئے فرمایا کہ دنیا میں موجودہ یہودی و عیسائی سنیں اور اپنی افراط و تفریط سے توبہ کریں۔ دوسرا اعتراض اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ

www.alahazratnetwork.org

السلام سے فرمایا کہ وہ نعمتیں یاد کرو جو تم پر اور تمہاری والدہ پر کی گئیں مگر تفصیل صرف ان نعمتوں کی فرمائی جو عیسیٰ علیہ السلام پر کی گئیں اجمال و تفصیل میں مطابقت کیوں نہیں۔ جواب: اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ یا تو یہ مذکورہ نعمتیں حضرت مریم کی بھی نعمتیں ہیں کیونکہ بیٹے کی عزت باعث ماں کی عزت ہے۔ جناب مریم پر رب تعالیٰ کا یہ انعام کہ وہ ایسے عظیم الشان فرزند کی والدہ بنائی گئیں۔ دیکھو جب حضرت مریم کو لوگوں نے گھیر لیا کہ بغیر نکاح یہ بچہ کہاں سے لائیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی ماں کی گود میں بولے اور صرف اپنے کمال بیان فرمائے قال انی عبد اللہ اٰتٰنی جو اعتراض ہوا تھا اس کا جواب تھا آپ نے اپنے فضائل بتائے کیوں صرف اس لئے کہ مجھے پہچان لو تو جان جاؤ گے کہ ایسے فرزند کی ماں کیسی ہوگی موتی کو دیکھ کر سیپ کا پتہ لگ جاتا ہے دیکھو اس میں بیٹے کو فرزند کو دیکھ کر ماں کی شان معلوم کرو یا حضرت مریم کے نعمتوں کا یہاں ذکر نہیں دوسرے مقام پر ذکر ہے وہ بھی اس دن بیان فرمائے جائیں گے۔ بہر حال کلام بالکل درست ہے۔ **تیسرا اعتراض:** جب عیسیٰ علیہ السلام کی تائید و تقویت کے لئے حضرت جبریل مقرر کئے جا چکے تھے تو یہود نے آپ کو ایذائیں کیوں پہنچائیں۔ حضرت جبریل نے اس کی مدد کیوں نہ فرمائی۔ جواب: حضرت جبریل کی ڈیوٹی یہ تھی کہ وہ آپ کو قتل سے بچائیں۔ رہیں تکالیف وہ رب کے ارادہ سے پہنچیں تاکہ آپ کے مرتبے اونچے ہوں دیکھو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رب نے فرمایا **واللہ یعصمک من الناس**۔ اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے گا اس کے باوجود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے ہاتھوں بہت تکالیف پہنچیں ہاں وہ آپ کو شہید نہ کر سکے۔ تکالیف رب کی رحمت ہو جاتی ہیں یہ جواب خیال رہے۔ **چوتھا اعتراض:** حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بچپن میں صرف ایک بار کلام فرمایا مگر یہاں فرمایا گیا **تکلم الناس فی المھد** تم گہوارہ میں لوگوں سے کلام کرتے تھے یہ فرمان کیونکر درست ہوا۔ جواب: یہ فرمان حال گہوارہ (جھولا) اور امیر عمر کے کلام دونوں کے متعلق ہے واقعی ان دونوں زمانہ کے مجموعہ میں آپ نے بہت کلام فرمایا۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ آپ نے ماں کی گود میں یعنی پیدا ہوتے ہی صرف ایک بار کلام کیا مگر گہوارہ میں لوگوں سے بارہا کلام کیا یہ گفتگو سورۂ آل عمران تیسرے پارہ میں ہو چکی ہے۔ **پانچواں اعتراض:** حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوا اور انبیاء کرام نے بھی بچپن میں کلام فرمایا۔ آدم علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی کلام کیا ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا ہوتے ہی حمد الٰہی کی بعض روایات میں ہے کہ آپ نے پیدا ہوتے ہی سجدہ کیا پھر بطور خصوصی نعمت آپ سے کیوں فرمایا گیا۔ جواب: حضرت آدم علیہ السلام پر بچپن آیا ہی نہیں نہ وہ گہوارے میں جھولے آپ پورے ساٹھ ہاتھ مع عقل و ہوش و بلوغ پیدا ہوئے اور خود انہوں نے اور دیگر انبیاء کرام نے لوگوں سے کلام نہ کیا حضرت آدم نے یا رب سے کلام کیا یا فرشتوں سے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رب کی حمد کی اپنی والدہ ماجدہ یا کسی اور سے کلام نہ کیا۔ **چھٹا اعتراض:** احادیث سے ثابت ہے کہ چند بچوں نے ماں کی گود یا گہوارہ میں کلام فرمایا جریج کی گواہی دینے والا بچہ۔ جناب آسیہ کی مشاطہ (کنگھی چوٹی کرنے والی) عورت کا بچہ۔ یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی کی گواہی دینے والا بچہ وغیرہ لہٰذا یہ کلام جناب عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت نہ رہا۔ پھر رب نے آپ کی خصوصیات میں کیوں ذکر فرمایا۔ جواب: آپ کی یہ خصوصیت دوسرے انبیاء کرام کے لحاظ سے ہے کہ گروہ انبیاء میں بطور معجزہ بچپن میں لوگوں سے کلام صرف آپ نے ہی کیا ان بچوں نے جو کلام کیا وہ نبی نہ تھے نیز یہ کلام ان کا اپنا معجزہ یا کرامت نہ تھا۔ بلکہ وہ نبی یا ولی کی کرامت سے بولے لہٰذا ان کی یہ گفتگو کلام کرانے والوں کا معجزہ یا کرامت تھا۔ **ساتواں اعتراض:** یہاں ارشاد ہوا **علمتک الکتاب** ارشاد ہے **والتوراۃ**

www.alahazratnetwork.org

والانجیل۔ توریت و انجیل بھی تو آسمانی کتاب میں ہی ہیں آپس میں ٹکرا ... الکتاب میں توریت و انجیل بھی آگئی تھیں۔ **الجواب** اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ الکتاب سے مراد یا کتاب کا علم ہے یا کتاب سے مراد بقیہ آسمانی کتابیں جیسے زبور اور صحف انبیاء یا حکمت سے قرآن مجید مراد ہے حکمت سے حدیث شریف توریت و انجیل ان میں معظم تھیں اس لئے خصوصیت سے ان کا ذکر علیحدہ فرمایا جیسے رب نے فرمایا **حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی۔** **ساتواں اعتراض:** تم نے تفسیر میں کہا کہ حضرات انبیاء کا علم لدنی ہوتا ہے وہ کسی کے شاگرد نہیں ہوتے تو موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام کے یہاں علم سیکھنے گئے انہیں علم لدنی کیوں نہیں دیا گیا۔ **جواب** اس کا مفصل جواب انشاء اللہ پندرہ پارہ کی آخری آیات میں دیا جاوے گا یہاں اتنا سمجھو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جناب خضر علیہ السلام کے پاس کتاب یا حکمت یا شریعت کے مسائل سیکھنے نہیں گئے اور نہ انہیں رب تعالیٰ نے وہاں جانے ان سے سیکھنے کا حکم دیا صرف اپنی خوشی سے گئے اور طریقت کے اسرار سیکھنے کے شوق میں گئے وہ بھی ان سے سیکھنے نہیں بلکہ جناب خضر کے بعض کام دیکھے ان کے راز معلوم کئے اور چلے آئے اگر یہ علم الٰہی وہاں گئے ہوتے تو جناب خضر واپس ... وہ کہیں آتے اللہ تعالیٰ کتاب و حکمت کا علم لدنی ضرور عطا فرماتا ہے۔ بعض ... بھی۔ خلاصہ یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے سیکھنے کا شوق کیا مگر کچھ سیکھا نہیں اگر کچھ سیکھا ... تو اس پر عمل فرماتے کہ علم تو عمل کے لئے ہوتا ہے جیسا کہ ... خضر علیہ السلام اپنے علم کی تبلیغ نہیں فرماتے اور موسیٰ علیہ السلام اس پر عمل نہیں کرتے لہذا موسیٰ علیہ السلام کا علم بھی لدنی ہے۔ **نواں اعتراض:** جب انجیل نے توریت کو منسوخ ہی کر دیا تو جناب مسیح کو توریت کا علم کیوں دیا گیا۔ منسوخ کتاب کا علم بیکار ہے۔ **جواب:** اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ یہود نے توریت قریباً غائب کر دی تھی آپ کا یہ معجزہ تھا کہ آپ حافظ توریت تھے لوگوں کو بالکل صحیح توریت سنا دی دوسرے یہ کہ کوئی کتاب بالکل منسوخ نہیں ہوتی عقائد۔ خبروں کی آیات بہت سے احکام کی آیات منسوخ نہیں ہوتیں لہذا توریت کا علم بیکار نہیں۔

وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِي فَتَنْفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا

اور جب کہ بناتے تھے تم ... مٹی سے ... [illegible]

اور جب تو مٹی سے ... میرے حکم سے ... پھر اس میں پھونک ... تو وہ میرے حکم سے ... [illegible]

بِإِذْنِي وَتُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ بِإِذْنِي وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِي وَإِ

[illegible]

[illegible]

ذْ كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَنْكَ إِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالَ الَّذِينَ

[illegible]

بنی اسرائیل کو ... جب تو ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر آیا تو ان میں کے کافر بولے

فَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ

تو ان میں سے کافر بولے کہ یہ تو نہیں ہے مگر کھلا جادو

تعلق اس عبارت کا پچھلی عبارت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چند معجزوں کا ذکر ہوا اب اس عبارت میں آپ کے باقی معجزات کا ذکر ہے گویا یہ عبارت گذشتہ عبارت کا تتمہ ہے۔ دوسرا تعلق پچھلی عبارت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علمی معجزات کا ذکر تھا اب عملی کا ذکر ہے جن میں آپ سے خدا کی قدرت کا ظہور ہے گویا علم کے بعد خدا کی قدرت کا تذکرہ ہے چونکہ علم قدرت سے افضل ہے اس لئے اس کا ذکر پہلے ہوا۔ دوسری قوتوں کا یہ ذکر ہے۔ تیسرا تعلق پچھلی عبارت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعض صفات مسیح کو قوت [illegible] کا اب اس کا تفصیلی بیان ہو رہا ہے کہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عالم کی چیزیں آپ کے فرمان ہو گئیں کہ بیماریوں بلکہ موت پر [illegible] یہ واقعہ ہوئے۔ چوتھا تعلق پچھلی آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام [illegible] ہوا اب آپ کے مخالفین کا تذکرہ ہے تمام خاص [illegible] ہے۔

تفسیر واذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی۔ اس جملہ کا عطف [illegible] عبارت پچھلی عبارت پر معطوف ہے۔ تخلق بنا ہے خلق سے خلق کے معنی پیدا کرنا بھی ہے [illegible] نسبت رب فرماتا ہے۔ خالق کل اور اس کے معنی اندازہ لگانا بھی ہے رب فرماتا ہے وتخلقون افکا یہاں دوسرے معنی میں ہے اس ہی لئے اس کے بعد من الطین بھی ارشاد ہوا اور کھیئۃ الطیر بھی۔ طین کہتے ہیں گارے کو خشک مٹی کو تراب کہا جاتا ہے کاف معنی مثل ہے [illegible] عبارت تخلق کا مفعول ہے [illegible] طیر سے مراد مطلق پرندہ ہے کیونکہ آپ ہر قسم کا پرندہ بنانے پر قادر تھے اور ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد چمگادڑ ہو کیونکہ آپ نے صرف چمگادڑ ہی بنایا تھا چمگادڑ میں بہت عجائبات قدرت ہیں [illegible] اذن سے مراد صرف حکم یا اجازت ہی نہیں ہے حکم کو امر کہتے ہیں اجازت کو اباحت [illegible] بلکہ اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دئے ہوئے اختیارات ہیں یا آپ کے لئے [illegible] (روح البیان) اور ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد وہ اجازت عامہ ہو جو جناب مسیح کو دی گئی تھی یعنی تم میری دی ہوئی قوت و طاقت سے پرندے کی سی شکل بناتے تھے۔

[illegible] انبیاء کرام کے معجزات تین قسم کے ہوتے ہیں [illegible] جیسے حسن یوسفی یا لحن داؤدی کہ یہ ہر وقت ان حضرات کے لئے لازم تھے۔ دوسرے معجزات اختیاریہ جیسے عصائے موسوی اور ید بیضا کہ جب چاہا لاٹھی کو سانپ بنا دیا ہاتھ کو چمکا دیا [illegible] معجزات غیر اختیاریہ جیسے آیات قرآنیہ کا نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ معجزہ [illegible] قسم کا تھا یعنی اختیاری معجزہ [illegible] قسم کے معجزے ہوتے ہیں [illegible] حرکت اللہ کے اذن سے ہے فتنفخ فیھا فتکون طیرا باذنی۔ ف تعقیب بلا تراخی کی ہے نفخ سے مراد منہ سے پھونک مارنا [illegible] یہاں طیر سے مراد اس مٹی کے [illegible] حقیقۃ پرندہ بن جاتا ہے تحقیق اور [illegible] سے معلوم ہو رہا ہے کہ ان چڑیوں کے [illegible] میں ایک یہ کہ اس کا

مجسمہ آپ کے ہاتھ سے بنے دوسرے بنا کر آپ کی پھونک اس میں پڑے دوسرے کا بنایا ہوا مجسمہ آپ کی پھونک سے چڑیا نہیں بنتا تھا یوں ہی اگر آپ کسی اور کے بنائے ہوئے مجسمہ میں پھونک مار دیتے تو بھی پرندہ نہیں بنتا تھا جیسے عصاء موسوی کا سانپ بنتا کہ اس میں شرط یہ تھی کہ وہی لاٹھی ہو اور موسوی ہاتھ ہو دوسرا ڈالتا آپ نے ہاتھ میں سانپ نہ بنتا تھا نہ یہ عصا دوسرے کے ہاتھ میں سانپ بنتا تھا یعنی تم مٹی کی چڑیا بنا کر فوراً اڑتا ہے وہ اس میں دم کرتے تھے اور تمہارے دم کرتے ہی رب کے حکم تم کو دیتے ہوئے اختیار کی وجہ سے وہ اصلی زندہ پرندہ بن جاتی تھی۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ آپ نے صرف چمگادڑ بنایا کہ اس میں ایسی خصوصیات ہیں جو دوسرے جانوروں میں نہیں اس میں صرف گوشت و خون ہے ہڈی نہیں۔ یہ بغیر پروں کے گوشت سے اڑتا ہے۔ یہ بجائے انڈوں کے بچہ دیتا ہے اسے حیض آتا ہے اس کے پستان ہیں جس سے دودھ نکلتا ہے۔ اس کی آنکھوں کی روشنی اور رات کے تحت اندھیرے میں کام نہیں کرتی وغیرہ (روح البیان) اس کا تفصیلی بیان شروع آل عمران میں ہو چکا۔ خیال رہے کہ یہ بظاہر تو ایک معجزہ ہے مگر حقیقت میں بہت سے معجزات کا مجموعہ ہے کیونکہ جب جناب مسیح گارے کی چڑیا کی شکل بناتے تو وہ محض گارا ہوتی تھی آپ کے دم کی برکت سے اس میں گوشت، ہڈی، پر۔ پھر اس میں دل، پھیپھڑے وغیرہ یوں ہی خون سب کچھ بن جاتے تھے اس شکل کی تشکیل کے بعد روح پڑ جاتی تھی ایک گارے کی اتنی چیزیں بن جانا بہت سے معجزات کا مجموعہ ہے۔ یہ اپلٹ جانا غیر ممکن نہیں۔ صابن میں بیدہ، تیل، دہی سب کچھ ہوتے ہیں مگر سوڈا کا سنگ پڑتے ہی سب صابن کی شکل ہو جاتے ہیں۔ ہم ماں کے شکم میں صرف نطفہ تھے مگر اس ایک سے ہم میں ساری چیزیں بن گئیں سرکی، بول چارپائی کے کھٹمل ان کے گواہ ہیں۔ لہٰذا آپ کا یہ معجزہ بالکل برحق ہے۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے گھر لعاب ہانڈی میں ڈالا تو اس میں گوشت، شوربا اتنا ہوا کہ سینکڑوں آدمی سیر ہو گئے یہ معجزہ بھی بہت سے معجزات کا مجموعہ ہے کہ شوربا میں بہت چیزیں ہوتی ہیں **وتبرئ الاکمہ والابرص باذنی** یہ عبارت تخلق پر معطوف ہے **تبرئ** بنا ہے **ابراء** سے جس کا مادہ **برء** ہے معنی دور ہو جانا اسی سے ہے **براءت** اور **برئ ابراء** کے معنی ہیں تندرست کر دینا شفا دے دینا کیونکہ اس میں بیماری سے دوری ہو جاتی ہے **اکمہ** وہ اندھا جو ماں کے پیٹ سے ہی اندھا پیدا ہوا ہو یا ممسوح العین جس کی آنکھ کی جگہ بری ہوئی نہ ہو ان دونوں کی شفا بقاعدہ طبی ناممکن ہے **ابرص** سفید داغ والا اگر سفید داغ میں سوئی چبھونے سے خون نہ نکلے تو اس کا علاج بھی اطباء کے نزدیک ناممکن ہے غالباً یہاں وہی مراد ہے کہ معجزہ ہو تا ہی وہ ہے جو دوسروں کو عاجز کر دے یعنی تم میرے حکم سے پیدائشی اندھے اور ایک خاص قسم کے برص والوں کو شفا دیتے تھے **واذ تخرج الموتی باذنی** یہ عبارت **تبرئ** پر معطوف ہے اخراج سے مراد ہے گڑھے ہوئے بلکہ گلے ہوئے مردوں کو ان کی قبروں سے نکالنا تازہ مردہ کو زندہ کر دینے سے گلے ہوئے مردہ کو زندگی بخش کر قبر سے صحیح سلامت نکال دینا بہت ہی عجیب ہے کہ اس سے عالم امر و عالم اجسام سب پر تصرف و قدرت ظاہر ہوتی ہے آپ نے کل چار یا پانچ مردے زندہ فرمائے اس کی تفسیر و تفصیل سورہ آل عمران میں گزر چکی یعنی تم اللہ کے حکم سے گلے ہوئے مردوں کو زندہ کرکے نکالتے تھے **واذ کففت بنی اسرائیل عنک** اس عبارت میں ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ بنی اسرائیل یعنی یہود نے کچھ عیسائیوں کی مدد سے آپ کو سولی دینا چاہی رب تعالیٰ نے آپ کو صحیح سلامت زندہ آسمان پر اٹھا لیا اور یہ لوگ اپنے ارادوں میں ناکام ہو گئے۔ **کف** یعنی روک دینے سے یہ ہی مراد ہے بنی اسرائیل سے مراد یہودی ہیں اور بعض مرتد عیسائی جو اس سازش میں ان سے مل گئے

www.alahazratnetwork.org

تھے۔ اس آیت کی تفسیر ہو چکی ہے وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لہم چونکہ آپ کی یہ حفاظت بطور معجزہ تھی اس لیے اسے معجزات کے سلسلہ میں بیان فرمایا اگرچہ حضرت یحییٰ و موسیٰ علیہم السلام اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی حفاظت کی گئی مگر اس طرح حفاظت صرف عیسیٰ علیہ السلام کی ہوئی اور یہ آپ کی خصوصیت ہے۔ اذ جئتھم بالبینات یہ عبارت [illegible] کا ظرف ہے بینات بینۃ کی جمع ہے [illegible] اس سے مراد جناب مسیح کے مذکورہ معجزات ہیں یعنی جب آپ [illegible] اپنے معجزات لے کر [illegible] تو وہ لوگ بجائے ایمان لانے کے آپ کے قتل کی کوشش کرنے لگے ہم نے تم کو ان کے فریب سے بچایا فقال الذین کفروا منھم ان ھذا الا سحر مبین الذین سے مراد بنی اسرائیل ہیں جن کا ذکر ابھی ہوا چونکہ وہ سب کافر نہ تھے ان میں سے بعض مومن تھے اس لیے منھم ارشاد ہوا چونکہ اس زمانہ میں طب کا بہت زور تھا [illegible] آپ نے ان سب کو اپنے مقابلہ سے عاجز کر دیا وہ تمام آپ کے مقابلہ میں [illegible] ان معجزات کو جادو کہہ دیا چونکہ ان کا مجموعہ [illegible] ماہر علم طب بھی عاجز ہو گئے [illegible] اس کے علاوہ ہونے میں لوگ [illegible] علم [illegible] جس نے سب کو حیران کر دیا۔

خلاصہ تفسیر: اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کو وہ دن یاد دلاؤ [illegible] جب اللہ تعالیٰ قیامت میں تمام عیسائیوں یہودیوں کے سامنے انہیں شرمندہ کرنے ان پر اظہار غضب کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے خطاب کرکے فرمائے گا کہ اے مریم کے فرزند عیسیٰ تم میری ان خصوصی نعمتوں کو یاد کرو جو دنیا میں تم پر اور تمہاری والدہ مریم پر ہم نے کیں کہ ہم نے جبریل [illegible] تمہاری مدد فرمائی تم کو یہ شرف بخشا کہ تم گہوارے میں اور بڑھاپے میں لوگوں سے نہایت ہی فصیح و بلیغ کلام فرماتے تھے [illegible] ہم نے آسمانی کتابوں حکمت کی باتوں خصوصاً توریت و انجیل کا علم لدنی بخشا تمہیں یہ قدرت اور عالم میں تصرف عطا فرمایا کہ تم گارے سے چڑیا کی شکل بناتے تھے پھر اس میں دم فرما دیتے تھے تو وہ جیتی جاگتی صحیح چڑیا بن جاتی تھی تم کو دنیا کا مشکل [illegible] بنایا کہ جس مشکل کو کوئی حل نہ کر سکتا تھا وہ تمہارے [illegible] حل ہو جاتی تھی۔ چنانچہ مادرزاد اندھوں کو اللہ کے حکم سے [illegible] کوڑھیوں [illegible] تمہاری قوت قدرت [illegible] یہ قدرت بخشی تھی کہ جب مردے کے جسم سے روح نکل جاتی اور مردہ قبر میں گل سڑ کر مٹی بن جاتا [illegible] زندہ کر لیتے تھے وہ وقت بھی یاد کرو کہ [illegible] اسرائیلیوں سے [illegible] تم کو بچا لیا [illegible] روشن دلیلیں [illegible] کافر [illegible] تمہاری والدہ [illegible] ممتاز ہو [illegible] جناب مسیح [illegible] اچھا اور مردوں کو زندہ کس طرح کرتے تھے [illegible] ظاہر ہے کہ [illegible] جن کی ہڈیاں بھی گل چکی ہوں [illegible] بیماروں کو اچھا

www.alahazratnetwork.org

کرتے تھے جیسا کہ ان سے آپ کا لقب مسیح ہے یعنی چھونے والے اور شفا دینے والے اور مردے جلاتے تھے پکار کر حتیٰ کہ خلیل اللہ نے ذبح شدہ چار پرندے بھی زندہ کئے تھے ثم ادعهن یاتینک سعیا لہٰذا آپ کی سانس اور ہاتھ و آواز معجزہ تھے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں معجزہ تھا اور داؤد علیہ السلام کی آواز میں یوسف علیہ السلام کے حسن میں ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سر سے پاؤں تک سراپا معجزہ تھے بلکہ آپ کا نام شریف آپ کی ہر ادا معجزہ بلکہ ہر بات [illegible] معجزہ ہے۔

فائدے: اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: غیب کی تعریف جب ہے کہ مطلب کسی سے ہو وہ سنا [illegible] ہو۔ محبوب رب تعالیٰ قیامت میں حضرت مسیح سے یہ خطاب فرمائے گا۔ مگر یہودیوں عیسائیوں کو سنائے گا کہ وہ لوگ حضرت مسیح علیہ السلام کے یہ معجزات سن کر اور ان پر بد عقیدہ ہو کر شرمندہ ہوں [illegible] ہیں۔ دیکھو کلام [illegible] کر۔ دوسرا فائدہ: اولاد کی عزت سے ماں باپ کی عزت ہے جیسا کہ ماں باپ والدوں کی عظمت سے اولاد کو شرف ہے یہ فائدہ وعلی والدتک کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا لہٰذا حضرات سادات کرام اگر صحیح العقیدہ رہیں تو اسلام میں ان کی بڑی عزت ہے کہ [illegible] اولاد میں رب تعالیٰ بنی اسرائیل سے فرماتا ہے وانی فضلتکم علی العلمین۔ بنی اسرائیل کی عالم پر بزرگی اس لئے تھی کہ وہ اولاد انبیاء تھے۔ تیسرا فائدہ: اللہ تعالیٰ کی مدد برحق ہے اور یہ مدد اللہ کی نعمت ہے دیکھو حضرت مسیح پر اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت یہ بھی ہے کہ روح القدس یعنی حضرت جبریل نے ان کی مدد فرمائی لہٰذا حضرات انبیاء کی مدد برحق ہے اللہ کی نعمت ہے جسے ان حضرات کی مدد نہ ملے وہ اللہ کی نعمت سے محروم۔ چوتھا فائدہ: اللہ تعالیٰ کی قدرت تو یہ ہے کہ وہ سب کچھ بلا واسطہ بلا وسیلہ سب کچھ کر دے مگر قانون یہ ہے کہ واسطوں اور وسیلوں سے کام ہوں یہ فائدہ روح القدس کی مدد سے حاصل ہوا۔ دنیا کا سارا سلسلہ اسباب سے وابستہ ہیں۔ پروردگار قدرت بارش کی طرح سیدھا آسمان سے برسا دے اناج [illegible] قانون یہ ہے کہ بچے ماں باپ کے ذریعہ سے، اناج کاشتکاروں کے توسل سے پیدا ہوں۔ پانچواں فائدہ: حضرات انبیاء کا علم بنی نوع بشر سے اعلیٰ و افضل ہوتا ہے یہ فائدہ وعلمتک الکتاب الخ سے حاصل ہوا انہیں ثابت نہیں کہ حضرات انبیاء کرام نے کسی کی شاگردی کی ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے علم حاصل کرنے کی کوشش اپنے شوق سے کی مگر ان سے علم حاصل نہ کیا جیسا کہ ہم ابھی پچھلی آیت کی تفسیر میں [illegible] جواب میں عرض کر چکے اگر آپ شاگردی کرتے [illegible] قرات [illegible] سے پہلے [illegible] کے۔ چھٹا فائدہ: [illegible] حضرت [illegible] فرماتے ہیں [illegible] و یمحصت فیه من روحی عیسیٰ علیہ السلام کے پھونکنے میں [illegible] اثر تھے فتنفخ فیها حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے تو تمام لوگ [illegible] مردے زندہ ہو جائیں گے یوم ینفخ فی الصور۔ [illegible] حالت [illegible] گرم برف سے مل کر ٹھنڈی ہو جاتی ہے پھولوں سے لگ کر مہک جاتی ہے [illegible] گھوڑے کے [illegible] سارے [illegible] کر دیتی ہے کبوتروں کے پاؤں سے لگ کر [illegible] کو شفا دیتی ہے۔ [illegible] سے لگ کر [illegible] شفا بخشتی ہے یوں ہی ہوا بزرگوں کے منہ سے نکل کر مصیبتیں دفع کر دیتی ہے جس زبان سے آیات قرآنیہ یا دعائیں جاری ہوں اس میں سے جو بھاپ نکلے تو وہ بھی شفا بخشتی ہے۔ ساتواں فائدہ: اللہ کے مقبول

www.alahazratnetwork.org

بندے باذن الٰہی دافع البلاء، مشکل کشا، حاجت روا ہوتے ہیں۔ دیکھو اندھا پن کوڑھ بلا ہے مگر یہ بلائیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام باذن الٰہی دفع فرما دیتے تھے۔ آب زمزم شفا ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قدم شریف سے پیدا ہوا اور اس میں ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب شامل ہے۔ خاک مدینہ شفا ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے پاؤں سے پیدا شدہ پانی شفا تھا **ارکض برجلک** الخ حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیض نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی گئی ہوئی آنکھیں روشن کر دیں **اذهبوا بقميصي هذا فالقوه على وجه ابي يأت بصيرا**۔ بلکہ حضرت مریم کا ہاتھ لگنے سے کھجور کے سوکھے ہوئے تنے میں سبزی بھی آئی پھل بھی جو فوراً پک گئے۔ آٹھواں فائدہ: اللہ کے مقبول بندے عالم اجسام عالم ارواح سب پر حکمرانی کرتے ہیں اور باذن الٰہی تمام چیزیں ان کے زیر حکم ہوتی ہیں۔ یہ فائدہ **تخرج الموتى** سے حاصل ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حکم سے گلے سڑے مردے کی خاک آناً فاناً جمع ہو کر جسم کی شکل اختیار کر لیتی تھی یہ آپ کا تصرف عالم اجسام میں تھا اور فوراً ہی عالم ارواح میں گئی ہوئی روح واپس آ کر اس جسم میں داخل ہو جاتی تھی جس سے مردہ زندہ ہو جاتا تھا۔ حضرت سلیمان کے حکم سے ہوا چلتی تھی۔ **تجري بامره** حضرت مریم کے ہاتھ لگنے سے کھجور کا خشک ٹنڈ ہرا ہو کر آناً فاناً بار آور ہو گیا۔ رب فرماتا ہے **وهزي اليك بجذع النخلة**۔ جب ان انبیاء اولیاء کے اختیار خداداد کا یہ حال ہے تو حضرت سید الانبیاء کی قدرتوں کا کیا حال ہوگا۔ نواں فائدہ: یہ کہنا جائز ہے کہ اللہ کے بندے مردے جلا دیتے ہیں۔ بیماروں کو شفا دیتے ہیں بحکم الٰہی آئی ہوئی بلا دفع کر دیتے ہیں اس میں شرک کی کوئی بات نہیں یہ فائدہ **تحيي** اور **تبرئ** اور **تخرج** کے خطاب صیغے فرمانے سے حاصل ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام کاموں کا فاعل عیسیٰ علیہ السلام کو قرار دیا لہٰذا میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میرے نبی حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہم جیسے ڈوبتوں کا بیڑا پار لگا دیتے ہیں۔ حضور بقلم، یوں کا ربد نصیبوں کے نصیب کھول دیتے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ایسی بندھی نصیب کھلے مشکلیں کھلیں دونوں جہاں میں دھوم تمہاری کرم کی ہے

دسواں فائدہ: نبی کی نگاہ سے شے کی حقیقت بدل جاتی ہے۔ دیکھو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پھونک گارے کی حقیقت بدل کر اسے چڑیا بنا دیتی تھی جس میں خون گوشت دانت وغیرہ سب پیدا ہوتے تھے۔ جب حضرت مسیح کی پھونک مٹی کی چڑیا بنا سکتی ہے تو میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ مجھ جیسے گنہگار کی حقیقت بدل سکتی ہے کہ ان کے کرم سے ہم بدکار نیک کار بن جاویں۔ جب پارس پتھر لوہے کو سونا بنا دیتا ہے۔ کیمیا سے تانبہ سونا قلعی چاندی بن جاتی ہے تو محبوب کی نگاہ کیسی کیمیا ہو سکتی ہے اندازہ کر لو۔ ہم نے عرض کیا ہے۔

تم کچھ نظر پا کر دو تو سانگ برا بھلا بن جائے کھوٹا کھرا نہ دیکھے پارس کندن سبھی بنائے
خس خس جتنا قدر نہ میرا صاحب نوں وڈیایاں میں گلیاں دا گوڑ کوڑا محل چڑھایا سائیاں

گیارھواں فائدہ: اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کی دعا سے یا ان کے معجزات و کرامات سے لوگوں کو دوبارہ عمر بخشتا ہے جو پہلے اپنی عمر پوری کر کے فوت ہو چکے تھے یہ فائدہ **تخرج الموتى باذني** سے حاصل ہوا۔ دیکھو جن سڑے گلے مردوں کو عیسیٰ علیہ السلام زندہ فرماتے تھے وہ اپنی عمریں پوری کر کے فوت ہوئے تھے۔ مگر آپ کے معجزے سے انہیں پھر عمر عطا ہوتی تھی لہٰذا اگر حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ نے بارہ برس کی ڈوبی برات کو صحیح سلامت نکالا اور وہ لوگ مدت عمر زندہ رہے ہوں تو اس پر

www.alahazratnetwork.org

کوئی اعتراض نہیں ہے

نوٹ: اس آیت [illegible] ان کی قبر شریف گجرات صوبہ پاکستان میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ آپ کی عمر شریف [illegible] حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے خلفاء میں ہیں۔ آپ نے ایک بار حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کو وضو کرایا تو آپ کے قدم شریف سے ٹپکتے ہوئے قطرے [illegible] اس کے علاوہ آپ کی وفات شریف 1000ھ (ایک ہزار ہجری) کے بعد [illegible] اس کی تفصیل دیکھو کتاب مقامات [illegible] حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہیں اور [illegible] تاریخ عطاء خلافت [illegible] اعتراض [illegible] وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ [illegible] میں غور فرمائیں۔ [illegible] اللہ تعالیٰ اپنے [illegible] عطا فرماتا ہے [illegible] معجزہ بھی بخشا ہے [illegible] محبوبیت [illegible] ان حضرات کے خصوصی معجزات ہیں [illegible] وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت [illegible] قیامت [illegible] معجزہ [illegible] محبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] قرآن [illegible] عظمت سے محفوظ [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہوا۔

پہلا اعتراض: حضرت عیسیٰ علیہ السلام مٹی کی چڑیا بنا کر نہیں زندہ کرتے تھے نہ اندھے کوڑھیوں کو شفا بخشتے تھے بلکہ اس سے اندھے کوڑھی یعنی کافروں جاہلوں کو [illegible] ایسے [illegible] علم [illegible] تھے (مرزائی)

نوٹ ضروری: چونکہ مرزائیوں کے گھر یلو مثیل مسیح میں کوئی معجزہ یا کرامت نہیں اس لیے یہ لوگ حضرات انبیاء کرام خصوصاً جناب مسیح کے معجزات کا شدت سے انکار کرتے ہیں۔ **جواب:** یہ اس آیت کی تفسیر نہیں بلکہ تحریف ہے قرآن کریم کے ہر کلمہ کو اس کے ظاہری معنی پر ہی رکھنا ضروری ہے بلا شرعی وجہ کے کسی قسم کی تاویل [illegible] درست نہیں ورنہ پھر اسلام کا نظام ختم ہو جاوے گا۔ [illegible] لغوی معنی [illegible] سارے ارکان [illegible] تمام محرمات [illegible] حضرت عیسیٰ علیہ السلام [illegible] رب تعالیٰ نے خصوصیت سے [illegible] صفات [illegible] **دوسرا اعتراض:** حضرات انبیاء کرام سی معجزے پر قادر ہوتے تھے وہ بالکل بے اختیار ہوتے تھے اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ پر ان کے بغیر اختیار کے اپنے حکم سے کچھ عجائب ظاہر کر دیتا ہے۔ دیکھو رب تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے [illegible] بِإِذْنِي [illegible] سب کچھ میرے حکم سے ہوتا تھا لہٰذا ان واقعات سے ان کا اختیار ثابت نہیں ہوتا۔ **جواب:** یہ محض غلط ہے اگر ایسا ہوتا تو ان افعال کا فاعل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ بتایا جاتا [illegible] بلکہ [illegible] **باذنی** [illegible] بتایا گیا کہ

www.alahazratnetwork.org

جناب عیسیٰ علیہ السلام ان معجزات پر مستقل قادر نہ تھے۔ رب تعالیٰ سے باذن تھے تب یہ معجزات دیکھ کر انہیں خدا یا خدا کا بیٹا نہ سمجھو دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے اللہ کے اذن سے ہوتا ہے ہماری ہر حرکت و سکون اس کے اذن کے بغیر نہیں۔ رب فرماتا ہے وما تشاءون الا ان یشاء اللہ رب العلمین۔ ہم بغیر رب کے چاہے کچھ چاہ بھی نہیں سکتے مگر پھر بھی ہم بعض کاموں میں مختار ہیں۔ خیال رہے کہ بعض معجزات حضرات انبیاء کرام سے بالکل لازم ہوتے ہیں کبھی ان سے جدا نہیں ہوتے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے حسن یا داؤد علیہ السلام کے لئے خوش آوازی یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بے سایہ ہونا بعض معجزات یا عصاء موسوی ید بیضاء اس آیت کریمہ کے متعلق پوری تحقیق تیسرے پارہ سورہ آل عمران میں دیکھو **تیسرا اعتراض:** جاندار کے فوٹو اور مجسمہ بنانا حرام ہیں۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام مٹی کی چڑیاں کیوں بناتے تھے بت سازی بھی تو بری ہے۔ **جواب:** تصویر سازی مجسمہ سازی ہماری شریعت میں حرام ہے پہلی شریعتوں میں حرام نہ تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے جنات مجسمہ تصویریں بناتے تھے۔ قرآن کریم فرماتا ہے **یعملون لہ ما یشاء من محاریب و تماثیل** نیز آپ کا یہ مجسمے بنانا بت پرستی کرانے کے لئے نہ تھا بلکہ اپنا معجزہ دکھانے کے لئے تھا جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنا حسن زنان مصر کو دکھایا جس سے انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے یہ حسن دکھانا معجزہ دکھانے تبلیغ دین کے لئے تھا نہ کہ ان سے اول لوٹنے۔ **چوتھا اعتراض:** اس آیت کریمہ میں تین جگہ ارشاد ہوا **باذنی** آخر یہ کیوں۔ **جواب:** اس لئے کہ بندہ کبھی اللہ تعالیٰ کے سے کام کرنے لگتا ہے۔ پھر بھی بندہ بندہ ہے اور اللہ اللہ ہے۔ خالق و مخلوق میں فرق احتیاج و غنا کا ہے۔ بندہ وہ ہے جو محتاج ہو اللہ وہ ہے جو غنی و بے نیاز ہو اس کی دلیل دونوں یکساں طور پر دوڑتے ہیں مگر انجن انجن ہے ریل ریل ہے کہ انجن محتاج الیہ ہے اور ریل محتاج ہے سورج اور آئینہ دونوں چمکتے ہیں مگر سورج غنی ہو کر آئینہ محتاج ہو کر **باذنی** فرما کر یہ بتایا کہ حضرت عیسیٰ خدائی کام کرتے تھے مگر تھے بندے کیونکہ وہ اللہ کے اذن سے کرتے تھے۔

تفسیر صوفیانہ: بزرگان دین کا ایک درجہ ہے جسے درجہ قرب الٰہی کہا جاتا ہے اس درجہ میں اعضاء بندے کے ہوتے ہیں لیکن ان میں طاقت رب تعالیٰ کی اس کے متعلق احادیث صحیحہ آیات قرآنیہ وارد ہیں۔ جب بندہ اس درجہ پہنچتا ہے تو اس سے خدائی کام صادر ہونے لگتے ہیں جس کے متعلق بہت آیات و احادیث وارد ہیں اس حالت میں بندے کے کام کو رب فرماتا ہے کہ میرا کام ہے اور رب تعالیٰ کے کام کو بندہ کہتا ہے کہ یہ میرا کام ہے دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر میں کفار پر کنکر پھینکے تو رب نے فرمایا کہ **ومارمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی** وہ کنکر تم نے نہ پھینکے اللہ نے پھینکے اعلیٰ حضرت قدس سرہ بریلوی فرماتے ہیں۔

سنگریزہ می زند دست جناب! ور رمیت از رمیت آید خطاب
تا اگر شرح ایں مفصل کنم! از تجلی تیغ شود حاصلم!

حضرت جبریل نے جناب مریم سے فرمایا تھا **لاھب لک غلاما زکیا**۔ میں تم کو ستھرا بیٹا دینے آیا ہوں اسی قبیل سے ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ میں باذن الٰہی مردے زندہ کرتا ہوں اندھے کوڑھے اچھے کرتا ہوں اور اسی قبیل سے ہے رب تعالیٰ کا جناب مسیح کی تصدیق فرمانا اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ اے عیسیٰ تم میری نعمت یاد کرو کہ ہم نے تم کو اپنی ذات میں ایسا فنا کیا کہ تم ہمارے سے کام کرنے لگے تمہاری انا ہم نے ختم کی تم کو فنا ہم نے کیا اب بھی اولیاء اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

www.alahazratnetwork.org

[illegible]

اب بعض حضرات اولیاء اللہ سے اپنی مشکل کشائی [illegible]
فرماتے ہیں ۔

[illegible]

[illegible]
راہ میں ایسی ایسی مشکلیں حل ہوئیں جن کا حل کرنا انسانی طاقت سے باہر ہے۔

وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ

[illegible]

بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ۝ اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ

[illegible]

اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ۗ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

[illegible]

www.alahazratnetwork.org

قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا

[illegible]

وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ

[illegible]

تعلق اس آیت کریمہ کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے [illegible] درخواست کا ذکر ہوا، [illegible] تعلق [illegible] ہے [illegible] ان کا تعلق [illegible] ہیں [illegible] دوسرا تعلق پچھلی آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام [illegible] کا مطالبہ [illegible] تعلق آپ سے خدام [illegible] تیسرا تعلق پچھلی آیت میں [illegible] ارشاد ہوا تھا [illegible] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار کرتے ہوئے [illegible] تفصیل ارشاد ہو رہی ہے [illegible] اپنی آنکھوں سے [illegible] پھر بھی ایمان نہ [illegible] گویا پچھلی آیت میں اجمال تھا اب [illegible] تفصیل ہے۔ چوتھا تعلق پچھلی آیت میں [illegible] تھا حضرت جبریل علیہ السلام کو [illegible] علیہ السلام [illegible] خدمت میں [illegible] فرشتوں [illegible] اچھے انسانوں کی [illegible] اچھے ساتھی ان کی رحمت ہیں۔

تفسیر۔ واذ اوحیت الی الحواریین۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ جملہ پچھلے جملوں پر معطوف ہے [illegible] قیامت کے دن [illegible] عیسیٰ علیہ السلام سے [illegible] واو عاطفہ ہے [illegible] واد [illegible] ہو سکتا ہے کہ یہ جملہ یا [illegible] اذ سے پہلے اذکر یا اذکروا [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] مسلمانوں سے [illegible] اوحیت [illegible] وحی [illegible] واوحینا الی ام موسیٰ [illegible] واوحی ربک الی النحل [illegible] امر وحکم [illegible] حکم [illegible]

الحمد للہ [illegible] استقلت [illegible] السماء والطمانت

اوحی لها [illegible] فاستقرت

www.alahazratnetwork.org

حواریین جمع ہے حواری کی جو بنا ہے حور سے جس کے معنی خالص سفیدی کے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خاص صحابہ کو حواری کہا جاتا ہے۔ ان کے دل صاف تھے یا ان میں بعض دھوبی تھے۔ بعض دھوبی بعض رنگ ریز ان کی تعداد اور زیادہ تحقیق پہلے کی جا چکی ہے۔ اب خالص مخلص دوست کو حواری کہا جاتا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ میرے حواری زبیر ہیں یعنی اے محبوب پیارے مسلمانوں وہ وقت یاد کرو یا رب تعالیٰ قیامت میں عیسیٰ علیہ السلام سے فرمائے گا اے عیسیٰ وہ وقت بھی یاد کرو جب کہ ہم نے کچھ لوگوں کے دل میں ڈالا ان لوگوں کو حواری فرمانا اشارۃً دو حال۔ ایک یہ کہ وہ لوگ غریب و مساکین تھے لوگوں کے کپڑے صاف کرنے والے ہمیشہ حضرات انبیاء کی طرف پہلے غرباء و مساکین ہی آتے ہیں بعد میں امیر لوگ، دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلے ایمان لانے والے اکثر غرباء و مساکین ہیں آج بھی غریبوں سے ہی دین قائم ہے مسجدیں، مدرسے، تحریکیں ان سے اور یہ حافظ قاری غازی شہید اکثر غریب ہوتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ وہ لوگ مخلص دل والے تھے ایمان گندے دلوں میں نہیں جاتا جیسے سلطان گندے گھر میں نہیں آتا۔ **ان اٰمنوا بی وبرسولی۔** یہ عبارت **اوحیت** کا مفعول ہے ایمان کے معنی اس کے اقسام و احکام شروع پارہ **الٓمّ** میں عرض کئے جا چکے ہیں۔ چونکہ اللہ پر ایمان اصل مقصود ہے اور نبی پر ایمان اس کا ذریعہ اس لئے رب پر ایمان کا ذکر پہلے ہوا۔ رسول پر ایمان کا ذکر بعد میں اللہ کو جاننا پہچاننا ذریعہ نجات نہیں بلکہ اللہ پر ایمان لانا ذریعہ نجات ہے اس لئے **اعلموا** یا **اعرفوا** یا **اقبلوا** نہ فرمایا بلکہ **اٰمنوا** فرمایا۔ خدا تعالیٰ کو دلیلوں سے جاننا اس کی مصنوعات سے پہچاننا علم ہے اور نبی کے ذریعہ سے جاننا ماننا ایمان ہے۔ مطلب یہ ہے مجھے حضرت عیسیٰ کے ذریعہ سے مانو۔ درخت کے پتے شاخیں جب ہی سرسبز رہیں گی۔ جب انہیں پانی کھاد ہوا دھوپ جڑ کے ذریعہ سے ملے جڑ سے کٹ جائیں تو لاکھ پانی پائیں سرسبز نہ رہیں گی۔ یہاں رسول سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اگرچہ عیسیٰ علیہ السلام مسیح بھی ہیں کلمۃ اللہ بھی روح اللہ بھی نبی اللہ بھی مگر چونکہ ایمان رسالت پر لانا معتبر ہے اس لئے ہم کلمہ میں محمد رسول اللہ کہتے ہیں نبی اللہ یا شفیع المذنبین نہیں کہتے نیز رب تعالیٰ نے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد شریف بیان کیا وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول فرمایا **لقد جاءکم** **اذ بعث فیھم رسولا** حضرت ابراہیم نے دعا میں جناب مسیح نے بشارت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول ہی کہا **ربنا وابعث فیھم رسولا** اور **مبشرا برسول** رسول کے معنی ہیں پیغام رساں، فیضان رساں، رسول وہ برزخ کبریٰ ہیں جو رب سے لیتے ہیں مخلوق کو دیتے ہیں ان کا ایک ہاتھ رب تعالیٰ کی طرف ہوتا ہے لینے والا دوسرا ہاتھ دوسرا ہاتھ مخلوق کی طرف ہوتا ہے دینے والا کان رب کی طرف ہوتے ہیں سننے کے لئے زبان مخلوق کی طرف ہے رسول فرما کر یہ بتایا کہ وہ تم جیسے بشر ہیں نہ خدا کے بیٹے ہیں آپ صرف بنی اسرائیل کے رسول تھے۔ غرضیکہ لفظ رسول میں ہم کو تین چیزیں معلوم ہوئیں اپنی محتاجی رب تعالیٰ سے دوری۔ رب تعالیٰ کی بے نیازی اس کی اونچی شان۔ نبی کا دونوں طرف تعلق **قالوا اٰمنا** یہ عبارت حواریوں کا جواب ہے جس میں **قالوا** فرما کر یہ بتایا گیا کہ ان لوگوں نے صرف دل سے ہی ایمان قبول نہ کیا بلکہ اس کا اظہار زبان سے بھی کر دیا۔ یا تو ان لوگوں نے بیک وقت ایمان قبول کر کے یہ کہا یا آگے پیچھے ایمان قبول کرتے گئے اور یہ اعلان کرتے گئے **اٰمنا** کا متعلق پوشیدہ ہے کیونکہ اس کا ذکر ابھی ہو چکا یعنی اللہ تعالیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت ربوبیت وغیرہ تمام صفات پر ایمان ہے اور رسول کی نبوت رسالت وغیرہ تمام صفات پر ایمان ہے **اٰمنا** میں بطور اجمال تمام چیزوں کا ذکر ہے **واشھد باننا مسلمون** یہ جملہ **اٰمنا** پر معطوف ہے **اشھد** میں خطاب

www.alahazratnetwork.org

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہے اس سے مراد یا گواہوں یا ثابت آج اور یا قیامت میں گواہی یعنی مسلمان یا معنی مخلص [illegible]
[illegible] مسلمان [illegible] ایمان [illegible] صفت [illegible] اسلام [illegible] صفت [illegible] ایمان [illegible]
[illegible] پہلے [illegible] معجزات سے ایمان [illegible] پہلے [illegible] اسلام [illegible] عیسیٰ
علیہ السلام [illegible] ایمان اپنے عبادات اپنے معاملات [illegible] سارے [illegible] گواہ بنایا [illegible] چیزوں کا [illegible]
[illegible] اذ قال الحواریون یعیسی ابن مریم هل یستطیع ربک [illegible] مستقبل [illegible]
[illegible] اذکر [illegible] [illegible] معجزات [illegible] قول [illegible] حضرت
عیسیٰ علیہ السلام [illegible] حواری تھے [illegible] الحواریون [illegible] قالوا فرما [illegible] الحواریون
سے مراد [illegible] حواری [illegible] ابتدائی اسلام [illegible]
[illegible] مسلمان ہوئے تھے ابھی دربار نبوت [illegible] آداب سے واقف [illegible] جناب [illegible]
[illegible] والدہ ماجدہ کی طرف نسبت کرکے پکارتے تھے یعنی اللہ یا روح اللہ [illegible] پاس [illegible] چیز
نہیں ہوتی [illegible] معجزات انبیاء اللہ تعالیٰ کا دروازہ رحمت ہوتے ہیں اور [illegible] جاتی [illegible] حواریوں سے
[illegible] حضرت عیسیٰ علیہ السلام [illegible] یستطیع [illegible] قراءت
میں تستطیع ہے اور ربک [illegible] اس صورت میں ربک سے پہلے سوال [illegible] آپ کا رب [illegible]
[illegible] رب سے دعا [illegible] بعض شارحین نے فرمایا [illegible] استطاعت سے مراد [illegible]
آپ کی [illegible] آپ کا رب آپ کی دعا قبول کرے گا اور آپ کی [illegible] ایک بار [illegible]
[illegible] حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی صحت کی دعا کی فوراً شفا ہو گئی تو تعجب سے بولے ادری ربک یطیعک حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وانت لئن اطعته یطیعک الخ [illegible] اللہ کے حبیب اللہ تعالیٰ آپ کی بات مانتا
ہے فرمایا گر تم اس کی بات مانتے لگو تو وہ تمہاری مانے یہاں اطاعت [illegible] ماننا ہے [illegible] استطاعت سے مراد [illegible]
[illegible] سوال شک کے لیے نہیں کیونکہ [illegible] مومن تو پہلے ہی ہو چکے تھے اللہ کی قدرت میں شک [illegible] بلکہ [illegible]
اطمینان کے لیے [illegible] مطلب [illegible] ممکن [illegible] رب تعالیٰ [illegible] حکمت کے موافق
ہے [illegible] تفسیر کبیر وغیرہ) ربک [illegible] اس وقت وہ حضرات رب تعالیٰ کی رحمت [illegible]
[illegible] علیہ السلام [illegible] رب تعالیٰ [illegible] فضل [illegible] طرف [illegible]
[illegible] رب العالمین [illegible] محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان ینزل علینا مائدۃ من السماء [illegible]
یستطیع [illegible] حضرت عیسیٰ علیہ السلام [illegible]
[illegible] علیک [illegible]
[illegible] ان تعبد ربکم [illegible] کہتے ہیں [illegible]
[illegible] خیال [illegible]
[illegible] کھانا [illegible]

www.alahazratnetwork.org

سے سونا چاندی نہیں دیکھا بلکہ روٹی اور دوسری غذائیں کا کام ہے یہاں مائدہ سے مراد کھانا ہے کھانا ہو ہی نہیں دستر خوان نہ ہو اسی لئے
کہ فرمایا من السماء الذی حلوی کا لفظ شامل ہے

ومنھا نشرۃ الالوان تصح للعمران والاحوال

(معانی)

قال اتقوا اللہ ان کنتم مومنین ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ان حواریوں کو جواب ہے یہاں اتقوا سے مراد ڈرانا
ہے ان کنتم مومنین سے مراد ہے کہ اگر ایمان تمہارے حواری ہو۔ تم سچے مومن ہو تو اللہ سے ڈرو اور ایسے مطالبہ نہ کرو
کیونکہ جو معجزات طلب کرکے حاصل کئے جاویں اگر ان پر ایمان نہ لایا جاوے تو عذاب الٰہی آجاتا ہے یا مقصد یہ ہے کہ حضرات
انبیاء کرام سے جو معجزات اللہ تعالیٰ مقرر فرماتا ہے کہ کس نبی کو کیا معجزہ دیا جاوے بندوں کو چاہئے کہ اس رب کی مقرر کردہ معجزہ پر
قناعت کریں اپنی طرف سے مقرر نہ کرنا چاہئے اور تقرر الٰہی میں دخل دینا ہے اسی لئے اس سوال سے باز آجاؤ
(تفسیر) خیال رہے کہ یہاں بھی ان فرمانا شک کے لئے نہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حواریوں کے ایمان پر اعتماد تھا
بلکہ تنبیہ کے لئے جیسے باپ اپنے بیٹے سے کہے کہ اگر تو میرا بیٹا ہے تو میری نافرمانی نہ کر قالوا نرید ان ناکل منھا
یہ ان حواریوں کا جواب ہے اس عرض و معروض سے چند مقصد ہیں ایک یہ کہ ہم صرف دستر خوان خالی نہیں مانگتے بلکہ نعمتوں سے
بھرا ہوا چاہتے ہیں جنہیں کھایا جاسکے۔ دوسرے یہ کہ ہم دستر خوان صرف دیکھنا نہیں چاہتے کہ اترتا ہوا دیکھیں اور وہ واپس ہو
جائے بلکہ اس میں سے کھانا بھی چاہتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ اے روح اللہ ہمارا یہ سوال اللہ تعالیٰ کی قدرت یا آپ کی نبوت میں
شک و تردد کی بنا پر نہیں ہم کو ان سب کو پورا یقین ہے اس عرض و معروض کے چار مقصد ہیں ایک یہ کہ دستر خوان مع طعام
آوے ہم لوگ وہ غیبی غذائیں کھائیں۔ کھانا چند طرح کا ہوتا ہے غذاء کھانا شفاء دوا کھانا لذت کے لئے کھانا برکت کے لئے
کھانا روٹی غذا ہے دوائیں شفاء کھائی جاتی ہیں پھل فروٹ لذت کے لئے بزرگوں کے تبرکات برکت کے لئے کھائے جاتے ہیں
اس میں گفتگو ہے کہ یہاں کونسا کھانا مراد ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ ضرورت مندی اور احتیاج کا کھانا مراد ہے کیونکہ اس زمانہ
میں سخت قحط تھا لوگ فاقے سے مر رہے تھے اس کا مقصد تھا کہ ہم قحط کی ذلت سے بچ جاویں بے فکری سے کھا کر رب کی عبادت کریں
مگر فقیر کے نزدیک یہ قوی نہیں ورنہ وہ کہاں سے دستر خوان آنے کی قیدیں لگاتے بلکہ بارش اور برکت مانگتے نیز دستر خوان
آنے سے قحط تو ختم نہیں ہو جاتا ہوگا۔ دستر خوان کا کھانا ایک وقت کھانے سے قحط مہینوں کا ہوتا ہے بلکہ تبرک کا کھانا مراد ہے
یعنی ہم وہ کھانا برکت کے لئے کھاویں جس سے جسم تندرست اور تندرست قوی ہو جاویں اس سے دلوں میں نور روحوں کو
سرور حاصل ہو یہ تفسیر بہت ہی قوی ہے وتطمئن قلوبنا یہ اس سوال کا دوسرا مقصد ہے اطمینان سے مراد
حق الیقین یعنی اعلیٰ الیقین کا اطمینان ہے نہ وہ اطمینان جو ایمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ تو ان حضرات کو پہلے سے ہی حاصل تھا
جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مردے زندہ فرمانے کی دعا کی اور عرض کیا ولکن لیطمئن قلبی۔ مقصد یہ ہے کہ ہم
نے آپ سے جو کچھ سنا اس قدر دیکھے وہ زبانی ہیں ہم چاہتے ہیں کہ آپ کا معجزہ دیکھ کر اللہ کی قدرت آپ کی نبوت پر حق الیقین
حاصل کریں (تفسیر کبیر) اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس میں کھانے کی برکت سے ہم کو دائمی دلی خوشی نصیب ہو جاوے
کہ آئندہ ہمارے دل دنیا کے رنج و غم عیش و طیش امیری و فقیری کا اثر نہ لیا کریں دل کا چین اللہ کی بڑی نعمت ہے جو کسی کسی کو

www.alahazratnetwork.org

نصیب ہوتی ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **الا بذکر اللہ تطمئن القلوب**۔ چونکہ اس غیبی کھانے کو کسی انسان کا ہاتھ نہ لگا ہو گا اور وہ آپ کی معرفت سے ہو گا اس لئے اس میں سب کچھ اس کی تجلی ہو گی اس صورت میں یہ کلام نہایت ہی عارفانہ ہو گا کہ ذکر اللہ سے دل کا چین یا اللہ سے نصیب ہو گا۔ دل کا چین یا اللہ سے نصیب ہوتا ہے یا اللہ والوں کی نظر و فیض سے **ونعلم ان قد صدقتنا** یہاں چوتھے مقصد کا بیان ہے یہاں علم سے مراد علم الیقین نہیں کیونکہ وہ تو انہیں پہلے سے حاصل تھا بلکہ عین الیقین والا علم مراد ہے۔ یعنی اب تک تو ہم دلائل سے آپ کی حقانیت جانتے تھے پھر ہم مشاہدہ سے آپ کی سچائی جان لیں گے اور آپ نے جو فرمایا کہ اے حواریو تم مقبول الدعا ہو۔ رب تعالیٰ تمہاری دعائیں قبول فرماتا ہے تمہاری ضدیں پوری کرتا ہے وہ واقعی سچ تھا (روح المعانی) اور اگر توحید و رسالت کی خبر میں سچائی مراد ہو تب بھی اعتراض نہیں کہ یہاں عین الیقین مراد ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ہم نے آپ کے زمینی معجزے دیکھے اب آسمانی معجزے دیکھ کر ہم کو آپ کی تمام باتوں کی سچائی کا عین الیقین ہو جاوے کیونکہ جادو کبھی آسمان پر نہیں چلتا۔ **ونکون علیها من الشهدین**۔ یہ اس عرض و معروض کے چوتھے مقصد کا بیان ہے۔ **شاهدین** کے معنی ہیں۔ مشاہدہ کرنے والے یا لوگوں کے سامنے گواہی دینے والے یعنی ہم اس معجزے کو آنکھوں دیکھ لیں یا وہ بنی اسرائیل جو یہاں سے غائب ہیں ہم ان کے سامنے آپ کی سچائی کی گواہی دیں ہم آپ کے مبلغ اعظم بن جاویں یا آئندہ نسلوں کے لئے یا تاقیامت لوگوں کے لئے ہمارا یہ عمل آپ کی حقانیت کا گواہ ہو جاوے لوگوں کو اس وجہ سے ایمان نصیب ہو۔ ہماری اس گواہی سے تاقیامت لوگوں کو فائدہ پہنچے۔

خلاصہ تفسیر: اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم وہ زمانہ بھی لوگوں کو یاد دلاؤ جب کہ ہم نے حضرت عیسیٰ کے خاص صحابہ حواریوں کے دل میں ایمان کی محبت پیدا کی اور انہیں اللہ و رسول پر ایمان لانے کی توفیق بخشی تو وہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عطائے اپنے ایمان کا اقرار کرتے ہوئے بولے کہ ہم ایمان لائے اور اے کلمۃ اللہ آپ یہاں گواہ بن جاویں یا قیامت میں گواہی دیں کہ ہم آپ کے اور آپ کے رب کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ پھر وہ زمانہ بھی یاد دلاؤ جبکہ ان ہی حواریوں نے جناب عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا آپ کا رب آپ کی دعا سے یہ کرم نوازی فرمائیگا کہ ہم پر آسمان سے غیبی نعمتوں سے بھرا ہوا خوان اتارے۔ اس پر جناب مسیح نے فرمایا کہ ایسے سوالات نہ کرو اللہ سے ڈرو منہ مانگے معجزات نہ مانگو اگر تم مومن ہو تو اس سے باز آجاؤ انہوں نے دوبارہ عرض کیا کہ حضور والا ہمارا یہ معروضہ آپ کی نبوت یا رب تعالیٰ کی قدرت کاملہ میں کسی شک و شبہ کی بنا پر نہیں بلکہ اس کے چار مقصد ہیں۔ ایک یہ کہ ہم وہ غیبی کھانا کھائیں برکات حاصل کریں۔ اس سے ہمارے دل منور ہو جاویں۔ ہم کو قرب خدا اور زیادہ حاصل ہو جاوے دوسرے یہ کہ آپ نے جو ہم سے وعدہ فرمایا ہے کہ تم لوگ مقبول الدعا ہو رب تعالیٰ تمہاری مانتا ہے اس کا ہم کو عین الیقین حاصل ہو جاوے دل ہمارے مطمئن ہو جاویں ہم کو اپنے قبول ایمان ہونے پر اطمینان ہو جاوے۔ تیسرے یہ کہ ہم کو آپ کی صداقت عین الیقین سے معلوم ہو جاوے چوتھے یہ کہ ہم اس آسمانی معجزے کا مشاہدہ کرلیں اور دوسروں کے لئے ہم عینی گواہ بن جاویں نیز تاقیامت لوگوں کے لئے ہمارا یہ واقعہ کمال ایمان کا باعث بنے ہم آپ کے زندہ جاوید گواہ بن جاویں۔

فائدے۔ اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ **پہلا فائدہ:** ایمان و تقویٰ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہی نصیب ہوتا ہے۔

www.alahazratnetwork.org

ہم اپنی کوشش سے نہیں یہ فائدہ واد ا وحمت کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا لہٰذا کوئی شخص ایمان وغیرہ پر فخر نہ کرے شکر کرے۔ دوسرا فائدہ اللہ رسول پر ایمان تمام ایمانیات کی اصل ہے کہ اس سے ملائکہ قیامت دوزخ جنت وغیرہ سب پر ایمان نصیب ہو جاتا ہے۔ یہ فائدہ واتبعنا الرسول سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ حضرات انبیاء کرام کو رسول ماننے سے ایمان میسر ہوتا ہے صرف بشر یا اپنا جیسا ماننے سے ایمان نہیں ملتا۔ یہ فائدہ الرسول فرمانے سے حاصل ہوا۔ رب نے ہر موقعہ پر جناب عیسیٰ کو رسول فرمایا ہم ہی کی طرح بشر نہ کہا۔ جیسے ہم محمد رسول اللہ کہتے ہیں۔ محمد بشر مثلنا نہیں کہتے ہوئے کہ رسول بشر تو ہیں مگر ہم سب کچھ اللہ سے لیتے ہیں وہ حضرات انبیاء کی رسالت کا انکار کرتے ہیں اگر ہم سب کچھ اللہ سے لے سکتے تو رسول کی تشریف آوری کی ضرورت کیا تھی رسول کے معنی ہیں۔ پیغام رساں فیضان رساں فرمان رساں اور واسطہ کی ضرورت جب ہوتی ہے جب بلا واسطہ نہ لیا جا سکے۔ چوتھا فائدہ اسلام و ایمان چھپانے کی چیز نہیں اپنے قول و عمل سے اس کا اظہار کرنا چاہئے اس میں تقیہ کیسا یہ فائدہ قالوا امنا سے حاصل ہوا۔ پانچواں فائدہ اپنے ایمان و اعمال پر اللہ کے مقبول بندوں کو گواہ بنانا چاہئے کہ یہ رب کے گواہ ہیں یہ فائدہ واشهد بانا مسلمون سے حاصل ہوا اب بھی حجاج جب روضہ انور پر مدینہ منورہ میں حاضری دیتے ہیں تو سلام کے بعد عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں آپ نے فریضہ تبلیغ اعلیٰ وجہ الکمال ادا کیا حضور بھی گواہ رہیں کہ میں حضور کا امتی ہوں مسلمان ہوں بہت روتے ہوئے یہ الفاظ ادا کرتے ہیں اگر عربی کے ترجمہ سے واقفیت ہو تو آنکھوں سے جھڑی لگ جاتی ہے اس عرض و معروض کی دلیل اس کی اصل یہی آیت کریمہ ہے کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے ایمان و اسلام کا گواہ بنا لیا۔ چھٹا فائدہ حضرات انبیاء کرام قیامت میں گواہی دیں گے کہ ہم مسلم ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے من کل امة بشهید وجئنا بک علی هؤلاء شهیدا۔ ان حضرات کی یہ گواہی اپنی ساری امت کے لئے ہوگی خواہ ان کے زمانہ میں ہو یا بعد میں۔ ساتواں فائدہ کبھی مسلم و مومن ایک ہی معنی میں آتا ہے اور کبھی ان دونوں میں فرق کیا جاتا ہے کہ ایمان دلی عقیدوں کا نام ہے اور اسلام اطاعت و فرمانبرداری کو کہتے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا اور فرماتا ہے فلما اسلما وتله للجبین یہ فائدہ ایمان کو مقدم فرمانے اور مسلمون کو مؤخر لانے سے حاصل ہوا اپنے ایمان و اعمال کا مخلوق کو خصوصاً انسانوں کو خصوصاً مسلمانوں کو خصوصاً اولیاء و انبیاء کو گواہ بنانا بڑی پرانی سنت ہے یہ فائدہ واشهد سے حاصل ہوا مسلمان اگر جنگل میں بھی نماز پڑھے تو اذان کہے تاکہ اس جنگل کے گھاس تنکے پتھر اس کے ایمان کے گواہ ہو جاویں۔ آٹھواں فائدہ حضرات انبیاء کرام خالق و مخلوق کے درمیان برزخ کبریٰ وسیلہ عظمیٰ ہیں لہٰذا ہم لوگوں کو ان سے دعا کرانا بہت ہی بہتر ہے دیکھو حواریوں نے خود ہی نزول مائدہ کی دعا نہ کی بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دعا کرنے کی درخواست کی۔ حضرات صحابہ کرام تو اپنے صدقات و خیرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں تقسیم کراتے تھے کہ اگر ہمارے صدقہ قابل قبول نہ بھی ہوں تو اس ہاتھ کی برکت سے قبول ہو جاویں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے خذ من اموالهم صدقة تطهرهم وتزکیهم بها اے محبوب اپنے صحابہ کے صدقہ قبول فرما لیا کرو ان کے ذریعہ انہیں پاک و صاف فرما دیا کرو اب مسلمان فاتحہ و ختم میں کہتے ہیں نذر اللہ نیاز رسول اللہ پھر دوسروں کو ایصال ثواب کرتے ہیں اس کا ماخذ یہ آیت اور اس جیسی آیات ہیں۔ نواں فائدہ اگرچہ اللہ تعالیٰ ہر ذرہ کا رب ہے مگر ادب یہ ہے کہ اس کی نسبت بزرگ بندوں کی طرف کی جاوے یہ فائدہ ربک فرمانے سے حاصل ہوا کہ

www.alahazratnetwork.org

حواریوں سے رب تعالیٰ کو حضرت عیسیٰ روح اللہ کی طرف نسبت یا اللہ تعالیٰ کی ربوبیت تین قسم کی ہے ربوبیت عامہ، ربوبیت خاصہ، ربوبیت خاص الخاصہ۔ ربوبیت عامہ کے لحاظ سے فرمایا جاتا ہے رب العالمین ربوبیت خاصہ کے لحاظ سے ربکم ربوبیت خاص الخاصہ کے لحاظ سے ربک جیسے سورج کا طلوع روشنی کے لحاظ سے عام ہے مگر … پھل پکنے کے لحاظ سے … ربوبیت … کے لحاظ سے … ان حواریوں نے جس دسترخوان اترنے کی درخواست کی تھی وہ مبارک وجہ … یہ فائدہ من السماء سے حاصل ہوا۔

نوٹ ضروری: مولوی محمد علی لاہوری قادیانی نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں اپنی کتاب بیان القرآن میں لکھا کہ یہاں دسترخوان سے مراد علم ہے جو روحانی غذا ہے اس کا مقصد ہے حضرت روح اللہ کے اس معجزے کا انکار خیال تو کرو کہ ان لوگوں پر علم تو پہلے ہی آپ کا خاص علیہ السلام پہنچا چکے تھے پھر کونسے علم کا مطالبہ کر رہے تھے نیز پھر من السماء کہنے کی کیا وجہ ہے نیز پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں اس سوال سے روکا کیوں۔ علم مانگنا تو اچھی چیز ہے نیز پھر رب نے کیوں فرمایا کہ جو اسکا انکار کرے گا اسے سخت عذاب دیا جاوے گا وغیرہ یہ تفسیر نہیں تحریف ہے۔ گیارھواں فائدہ دعائیں صرف مانگنا ہی ضروری نہیں، دعا کے بہت اچھے طریقے ہوتے ہیں۔ دیکھو حواریوں نے یہ نہ کہا کہ آپ نزول مائدہ کی دعا فرماؤ بلکہ عرض کیا کہ کیا ایسا ہو سکے گا کہ رب تعالیٰ دسترخوان نازل فرمادے یہ ضمنی دعا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا بھی دعا ہے سخی کے دروازے پر اس کی سخاوت کے گیت گانا اس کے دوستوں بال بچوں کو دعا دینا سب ہی بھیک مانگنے کے طریقے ہیں۔ بارھواں فائدہ: اللہ کی ظاہری نعمتیں اپنے لئے مانگنا چاہئیں باطنی رحمتیں تمہوں دلیوں کے لئے دیکھو حواریوں نے عرض کیا ینزل علینا مائدۃ من السماء یعنی ہمیں کھانا ملے نہ کہا جس میں اشارۃً بتایا کہ اس دسترخوان کی ضرورت ہم کو ہے اے عیسیٰ روح اللہ آپ کو نہیں یہ بھی نبی کا ادب ہے۔ تیرھواں فائدہ جو کھانا بزرگوں کی طرف نسبت دیا جاوے اسے تبرکاً کھانا اس سے برکات حاصل کرنا شفا لینا تو قبض حاصل کرنا بالکل جائز ہے۔ اس میں بہت فیض ہوتے ہیں یہ فائدہ ان ناکل منھا سے حاصل ہوا۔ حواریوں نے اس دسترخوان سے تبرکاً کھانے کی خواہش کی تھی۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے پاؤں سے پیدا شدہ پانی اندرونی بیرونی بیماریوں کی شفاء تھی ارکض برجلک۔ حضرت مریم کے ہاتھ کی برکت سے خشک ٹنڈ ہرا ہوا اس میں پھل لگے وہ پھل دردِ زہ کے لئے مفید تھا وھزی الیک بجذع النخلۃ الخ حضرت خضر علیہ السلام جہاں رہتے ہیں وہاں کے پانی سے مردہ مچھلی زندہ ہو گئی واتخذ سبیلہ فی البحر سربا۔ چودھواں فائدہ تقویٰ ایمان کے بہت درجے ہیں علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین ان درجات کے مختلف اثرات ہیں ان میں ترقی کرنے کی کوشش کرنا بزرگوں کا طریقہ ہے یہ فائدہ وتطمئن قلوبنا اور نعلم ان قد صدقتنا سے حاصل ہوا۔ پندرھواں فائدہ گواہی سن کر بھی ہوتی ہے دیکھ کر بھی مگر سنی گواہی سے دیکھی اور مشاہدہ کی گواہی اعلیٰ ہے۔ یہ فائدہ ونکون علیھا من الشاھدین سے حاصل ہوا جیسا کہ تفسیر میں عرض کیا گیا۔

پہلا اعتراض: عیسیٰ علیہ السلام کے حواری نبی نہ تھے پھر ان پر وحی کیوں آئی وحی تو صرف حضرات انبیاء کرام پر آتی ہے۔
نوٹ: بعض لوگوں نے حواریوں کو نبی مانا ہے اور اسی لفظ اوحیت سے دھوکا کھایا ہے یہ اعتراض ان ہی کا ہے (تفسیر کبیر)

www.alahazratnetwork.org

جواب۔ ہم تفسیر میں عرض کر چکے کہ قرآن کریم کی اصطلاح میں خاتم النبیین کے معنی ہیں آخری نبی ۔ مرزائی اس لفظ سے مراد لیتے ہیں مہر نبوت دینے والا ۔ اگر یہ ہی معنی ہوں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے پہلے بھی نبی بن چکے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ حضرت ہارون اور ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ حضرت لوط اور سلیمان علیہ السلام کے ساتھ نبی ہوئے مگر عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کوئی نبی نہیں کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے خاتم الانبیاء ہیں خاتم کا معنی ہے کہ ان کے ساتھ یا ان کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ دیکھو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں تو آپ کے زمانہ میں کوئی نبی نہ ہو بعد میں حضرت خضر الیاس علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے۔ مگر ان کی نبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے منسوخ ہو گئی تھی اور وہ امتی ہو کر رہے عیسیٰ علیہ السلام قریب قیامت آئیں گے مگر امتی ہو کر آئیں گے۔ نبی ہو کر۔ دوسرا اعتراض: حواری تو ایمان لا چکے تھے پھر انہیں اللہ رسول پر ایمان لانے کا حکم کیوں دیا گیا۔ جواب۔ اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ یہ حکم ان کے حواری بننے مومن بننے سے پہلے کا ہے۔ چونکہ وہ حضرات آگے چل کر مومن و حواری بننے والے تھے لہٰذا انہیں حواری فرمایا گیا۔ دوسرے یہ کہ اصحوا سے مراد ہے ایمان پر قائم ہو۔ تیسرے یہ کہ یہاں ایمان سے مراد شہودی ایمان ہے جو سمعی ایمان سے افضل ہوتا ہے۔ تیسرا اعتراض: پیغمبر کو نام لے کر پکارنا بے ادبی ہے اور نبی کی بے ادبی کفر ہے تو حواریوں نے یا عیسیٰ ابن مریم کیوں کہا کیا وہ مسلمان رہے۔ جواب۔ اس اعتراض کے بھی چند جواب ہیں ایک یہ کہ یہ ادب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے گزشتہ انبیاء کرام کو ان کی قومیں نام سے پکارتی تھیں ان کے عرف میں نام سے پکارنا بے ادبی نہ تھا

ہندیاں را اصطلاح ہند مدح   سندھیاں را اصطلاح سندھ مدح

دوسرے یہ کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب حواری نئے نئے مسلمان ہوئے تھے ابھی ان کو نبی کے آداب معلوم نہ تھے احادیث صحیحہ میں آتا ہے کہ بعض بدوی نو مسلم ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے تھے یا محمد کہ وہ نا واقف تھے (صلی اللہ علیہ وسلم) تیسرے یہ کہ ان کا یہ پکارنا انتہائی ناز کے طور پر تھا کہ بے ادبی کے لئے ناز کے آداب نیاز کے آداب سے جدا ہوتے ہیں۔ جیسے ہم اللہ تعالیٰ کو کہہ دیتے ہیں تو یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں میرے آقا تیرے قربان اس تو اور تیرے میں جو رنگ ہے وہ آپ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہنے میں نہیں آتا مولانا فرماتے ہیں۔

موسیا آداب دانا دیگر اند   سوختہ جان و رواناں دیگر اند

غرضیکہ انسان کے حالات مختلف ہوتے ہیں۔ شوق ذوق خوف ناز نیاز بے خودی اور عام حال۔ اس عام حال میں ادب احترام وغیرہ سب لازم ہوتے دیگر حالات میں بعض وقت معافی ہو گئی ایک صحابی نے نشہ کی حالت میں سورہ کافرون کے ہر جگہ لا چھوڑ دیئے مگر ان پر حکم کفر نہ دیا گیا یہ حواری اس وقت شوق و ذوق کے نشے بیخودی میں تھے۔ چوتھا اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حواریوں کو اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شک تھا کہ وہ پوچھ رہے ہیں ھل یستطیع ربک کیا تمہارا رب یہ کر سکتا ہے اور اس کی قدرت میں شک کرنا کفر ہے۔ جواب: اس کی قدرت میں شک نہ تھا بلکہ اپنی اس عرض کی قبولیت میں شک تھا کہ نہ معلوم ہماری یہ دعا قابل قبول ہے یا نہیں اور دستر خوان اتارنا حکمت الٰہی کے موافق ہے یا نہیں گویا اس کے معنی یہ ہوئے کہ کیا ایسا ہو سکے گا جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء استخارہ میں یہ الفاظ تعلیم فرمائے اللھم ان

www.alahazratnetwork.org

لیں [illegible] الامور [illegible] و معاملہ [illegible]
[illegible] ایک [illegible]
[illegible]
[illegible] شک [illegible] بے ایمانی [illegible] نقیر [illegible] نے ملتا ہے اور
پانچواں اعتراض: حواریوں نے عیسیٰ علیہ السلام سے [illegible] کہا ہم جان لیں کہ آپ نے ہم سے سچ کہا جس سے
معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک حواریوں کو عیسیٰ علیہ السلام کی صداقت پر یقین نہ تھا۔ پھر بے یقینی وہ مومن کیسے ہوئے۔
جواب: اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ یہاں علم سے مراد مشاہدہ ہے یعنی ہم آپ کی سچائی آنکھوں سے دیکھ لیں اور
سچائی سے مراد اس خبر کی سچائی ہے کہ حواری کی دعا قبول ہوتی ہے [illegible] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا تو ان کے بہت
سے معجزات اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے یہ ایسا ہی ہے جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے لنعلم اللہ [illegible] تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے
بہر حال آیت کریمہ بالکل واضح ہے۔

تفسیر صوفیانہ: اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں جن میں سے ایک اعلیٰ نعمت اچھے ساتھی ہیں۔ ساتھی تین قسم کے ہیں۔ شیطانی ساتھی، نفسانی ساتھی، رحمانی و ربانی ساتھی۔ جو انسان کو نیکی سے روک کر برائی پر لگائیں وہ شیطانی ساتھی ہیں جو نفسانی اور جسمانی ساتھ دیں وہ نفسانی ساتھی ہیں مگر جو انسان کو برائی سے روک کر اچھائی پر لگائیں [illegible] وہ رحمانی ساتھی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا فضل ہوا کہ ان کو ایسے ساتھی یعنی حواری ملے [illegible] کہ ان کی ایک صدا پر [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر رب تعالیٰ کا یہ احسان بھی ہے کہ آپ کو حضرت صدیق و فاروق جیسے ساتھی، عائشہ صدیقہ خدیجۃ الکبریٰ جیسی بیویاں، فاطمہ حسن حسین جیسی اولاد عطا فرمائی۔ یہاں اس نعمت کا ذکر ہے **واذ اوحیت الی الحواریین** الخ۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ علم چند قسم کے ہیں علم شریعت جسے علم ابدان کہتے ہیں۔ علم طریقت جسے علم قلوب کہا جاتا ہے۔ علم حقیقت المعارف جسے علم ارواح کہہ سکتے ہیں۔ علم شریعت تو سورج کی روشنی یا ہوا کی طرح عام ہے ہر مومن کو بقدر ضرورت حاصل کرنا ضروری ہے مگر علم طریقت اور علم حقیقت المعارف خاص نعمت ہیں جو صرف اس کے اہل کو عطا ہوتا ہے جیسے دنیا میں سلطنت وغیرہ۔ ان لوگوں نے اہلیت سے پہلے ہی علوم حقیقیہ کا سوال کیا جو علم ارواح ہے اپنی طاقت سے بالا چیز کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ اگر تم با ایمان اہل مومن رہ چکے ہو تو اب تقویٰ و طہارت حاصل کرو تاکہ اس تقویٰ و طہارت کی وجہ سے تم ان علوم کے اہل اور ان معارف کے قابل ہو [illegible] دل کو نقش دیتا ہے [illegible] صاف کر لو تاکہ اس تختی پر [illegible] نقش [illegible] مسجد [illegible] غسل بدن کے بعد چاہئے اور مسجد قرب میں داخلہ دل کے غسل کے بعد ہو سکتا ہے (از روح البیان)

صوفیاء فرماتے ہیں کہ مومن تین قسم کے ہیں بعض وہ جو نبی کو معجزات سے مانیں۔ بعض وہ جو نبی سے معجزات کو جانیں۔ بعض وہ جو نبی کو خود نبی سے ہی جانیں مانیں یعنی نبی ہی دعویٰ ہو اس نبی کی دلیل ہو۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ یہ مومن کی آخری منزل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر صحابہ اسی درجہ کے مومن تھے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جانا مانا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مانا گیا۔ یہ حواری پہلی منزل میں تھے کہ کہہ رہے ہیں

www.alahazratnetwork.org

کہ ہم لوگ آپ سے دسترخوان منگانے کا مطالبہ نہ کریں اور ہم آپ سے تو اور ہیں۔

قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ

عرض کیا عیسیٰ ابن مریم نے اے اللہ اے پالنے والے ہمارے اتار ہم پر ہمارے دسترخوان آسمان سے جو ہووے

عیسیٰ ابن مریم نے عرض کیا اے اللہ اے رب ہمارے ہم پر آسمان سے ایک خوان اتار کہ وہ ہمارے لیے عید

لَنَا عِيْدًا لِّأَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿١١٤﴾

وہ واسطے ہمارے عید واسطے اگلوں کے ہمارے اور واسطے پچھلوں کے اور نشانی تیری طرف سے اور روزی

ہو ہمارے اگلوں پچھلوں کی اور تیری طرف سے نشانی اور ہمیں رزق دے اور تو سب سے بہتر

قَالَ اللّٰهُ إِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَإِنِّيْ أُعَذِّبُهٗ

دے ہم کو تو اچھا روزی دینے والوں کا ہے فرمایا اللہ نے تحقیق میں اتارنے والا ہوں اسے اوپر تمہارے

روزی دینے والا ہے اللہ نے فرمایا کہ میں اسے تم پر اتارتا ہوں پھر اب جو تم میں کفر کرے گا تو بیشک میں اسے وہ عذاب

عَذَابًا لَّآ أُعَذِّبُهٗٓ أَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١١٥﴾

پھر جو کفر کرے گا اس کے بعد تم میں سے تو میں سزا دوں گا اس کو وہ سزا جو نہ سزا دوں گا کسی کو جہانوں میں سے

دوں گا کہ سارے جہان میں کسی پر نہ کروں گا

تعلق: اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیت میں ذکر تھا کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نبیبی دسترخوان اترنے کی درخواست کی تھی اب فرمایا جا رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں اس کی درخواست کی گویا امت کا نبی سے عرض و معروض کرنا پہلے مذکور ہوا اور نبی کا رب تعالیٰ سے عرض کرنا اب مذکور ہے۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیت میں ارشاد ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں کو دسترخوان کے مطالبہ سے روکا اب ارشاد ہے کہ آپ نے ان کی گذارشات سن کر قبول فرمالیں گویا دعا کو پہلے قبولیت نہ تھا قبولیت کا اب ہے۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیت میں حواریوں کی عرض و معروض کا ذکر تھا اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عرض اور رب تعالیٰ کی قبولیت کا ذکر ہے چونکہ حضرت مسیح نے ہم سے یہ دعا کی اس لیے ہم نے اسے منظور فرمایا۔ چوتھا تعلق: پچھلی آیات میں نزول دسترخوان کے وہ فوائد ذکر ہوئے جو حواریوں نے عرض کئے اس سے کھانا، دل کا اطمینان، آپ کی سچائی آنکھوں دیکھنا وغیرہ اب اس نزول مائدہ کے وہ فوائد بیان ہو رہے ہیں جو عیسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کئے اس کے نزول کے دن کا سب کے لئے عید بن جانا رب کی نشانی عالم میں ظاہر ہو جانا وغیرہ۔

www.alahazratnetwork.org

تفسیر: قال عیسی ابن مریم [illegible]

یہ جملہ [illegible]

ہے معنی ہیں ہمارے [illegible]

[illegible]

[illegible] اور عیسیٰ علیہ السلام [illegible]

[illegible] تیری رب [illegible]

ہے جو کچھ ہمارے رب سے [illegible] لیا بلکہ وہ [illegible]

مانگنے سے ہی ہو [illegible] جناب خلیل [illegible]

[illegible] الفاظ [illegible] ایک [illegible]

جب کوئی [illegible] سے دعا [illegible]

[illegible] طریقہ [illegible]

[illegible] ظاہر ہوتی ہے۔ غرضیکہ قال میں [illegible] رب تعالیٰ [illegible] حضرت عیسیٰ علیہ السلام

[illegible] معلوم ہوا رب تعالیٰ سے عرض [illegible] حضرت عیسیٰ [illegible]

اس دعا میں کوئی حواری شامل نہیں حواریوں نے [illegible] اللهم ربنا انزل علينا مائدة من

السماء۔ عبارت قال [illegible] حضرت عیسیٰ علیہ السلام [illegible] رب نے [illegible] اللهم [illegible]

تیسرے پارے میں قل اللهم مالک الملک کی تفسیر میں عرض کی گئی کہ یہ اصل میں یا اللہ تھا [illegible]

مشدد میم آخر میں [illegible] معنی [illegible] یہ ندا کے لئے میم صرف لفظ اللہ میں ہی آتی ہے اس میم میں [illegible] تمام

ناموں کی طرف اشارہ ہو جاتا ہے جن کے اول میں میم ہے جیسے [illegible] وغیرہ جس نے اللهم کہا گویا اس نے اللہ

تعالیٰ کو اس کے ستر میم والے ناموں سے [illegible] اسی لئے دعا میں اکثر اللهم کہا جاتا ہے اگرچہ عبرانی زبان میں اللہ کا [illegible]

ہے مگر آپ نے اللہ کو عربی نام سے پکارا [illegible] دعا [illegible] قبول ہو کہ حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم رب کو اسی نام سے پکارا کریں گے

[illegible] میں دوسری ندا [illegible] چونکہ آپ [illegible] دعا کی قبولیت کا [illegible] شوق تھا اس لئے رب تعالیٰ کو [illegible] دونوں ناموں

[illegible] فرمانے سے معلوم ہوتا ہے [illegible] اگرچہ [illegible]

[illegible] فرمایا بلکہ اپنے کو بھی ان میں شامل [illegible] علینا فرمایا [illegible] جلد

قبول ہو جا [illegible] حضرت عیسیٰ علیہ السلام [illegible]

[illegible] فرمایا مائدة [illegible]

نہیں مائدہ [illegible] کا فرق ابھی پچھلی آیت کی تفسیر میں عرض کیا گیا من السماء یا انزل کے متعلق ہے یا کسی

پوشیدہ لفظ کے متعلق ہو کر مائدہ کی صفت [illegible] خیال رہے کہ آپ نے من

السماء فرمایا [illegible] پچھلی [illegible] دستر خوان میں

www.alahazratnetwork.org

[illegible]

www.alahazratnetwork.org

زمین' دوسرے وہ جو واسطے سے ملتے ہیں۔ جیسے کنویں کا پانی روٹی دوا وغیرہ پہلی قسم کا رازق ہر معنی سے رب ہی ہے مگر دوسری قسم کے رزق کا خالق رب تعالیٰ ہے مگر روزی رساں بندے بھی ہیں اس لئے ہم وہ رزق بندوں سے خریدتے یا مانگتے ہیں۔ روحانی رزق بھی دو قسم کے ہیں فطری ایمان بلاواسطہ رزق ہے۔ شرعی ایمان' عرفان' قرآن حضور بالواسطہ والے رزق ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام کے ذریعہ نصیب ہوتے ہیں یہ رزق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بلکہ اولیاء و علماء سے مانگے جاسکتے ہیں جیسے دوا' روٹی بندوں سے مانگنا شرک نہیں ایسے ہی ایمان عرفان حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگنا شرک نہیں اس دوسرے قسم کے رزق کے لحاظ سے رازقین ارشاد ہوئی یعنی خدایا تو ہم کو خوان کے بعد اس کے شکریہ کی توفیق دے جو روحانی رزق ہے یا یہ خوان والا رزق ضروری دے دے تو تمام رزق مہیا کرنے والوں تمام اسباب رزق والوں سے بہتر رازق ہے۔ خیال رہے کہ قرآن مجید میں حضرات انبیاء کرام کی دو قسم کی دعائیں منقول ہیں بعض وہ جو ہم نہیں مانگ سکتے ہیں جیسے **توفنی مسلما والحقنی بالصلحین** وغیرہ ان دونوں قسم کی دعائیں قرآن مجید میں نقل فرمانے کے مقصد مت ہیں جن میں سے ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ہم لوگوں کو دعا مانگنی آ جاوے کہ نبیوں نے اس طرح دعائیں مانگی ہیں چنانچہ اس دعا میں مانگنے سے پہلے رب کی ذاتی و صفاتی ناموں سے پکارنا اس کی مہربانی حاصل کرنے کے لئے۔ لولا آخر رب تعالیٰ کی حمد ہونا پھر اپنے مقصد کا اظہار جیسی دعا ہو ویسے ہی صفتی نام سے پکارنا۔ دعا صرف اپنے لئے نہ مانگنا بلکہ سب کے لئے مانگنا دعا کے ساتھ اپنے شکریہ کا ذکر کرنا کہ مولیٰ اگر ہمارا کام ہو گیا تو ہم بہت ہی شکر گزاری کریں گے وغیرہ وغیرہ یہ دعا مانگنے کے آداب ہیں یعنی اے مسلمانوں تم اگرچہ نبی نہ ہو مانگو تو اس طرح دعا مانگا کرو **قال اللہ انی منزلھا علیکم** اس عبارت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا کی قبولیت کا ذکر ہے۔ جس میں بتایا گیا کہ رب تعالیٰ نے حضرت مسیح کی طلب سے زیادہ عطا کی چند وجوہ سے ایک یہ کہ جناب مسیح علیہ الصلوۃ والسلام کی دعا کے بعد فوراً دستر خوان اترنے کی خبر دیدی ان کا منگنا تھا کہ قبولیت کی بشارت آگئی۔ دوسرے یہ کہ آپ نے صرف نزول مائدہ کی دعا کی تھی مگر رب کی طرف سے اس کی بشارت بھی دی گئی اور دستر خوان بھی عطا ہوا یعنی رب نے صرف خوان اتار ہی نہیں بلکہ پہلے خبر دی پھر اتارا۔ تیسرے یہ کہ حضرت مسیح نے عرض کیا تھا انزل ایک بار اتار ارشاد ہوا **انی منزلھا** تم تو ایک بار خوان مانگتے ہو ہم مسلسل بہت روز تک اتارتے رہیں گے اس لئے حضرت مسیح نے باب افعال عرض کیا مگر جواب میں باب تفعیل ارشاد ہوا۔ (روح المعانی) **انی** فرما کر اشارۃً بتایا گیا کہ خوان کوئی فرشتہ نہ لائے گا۔ بلکہ جیسے خوان قدرتی ہو گا نہ دنیا کا نہ جنت کا ویسے ہی اس کا آنا بھی قدرتی ہو گا۔ **علیکم** میں خطاب حواریوں یا بنی اسرائیل سے ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معرفت کیا گیا اس خطاب میں حضرت مسیح علیہ السلام داخل نہیں کیونکہ اگلے مخاطب میں بھی آپ داخل نہیں ہیں **فمن یکفر بعد منکم** اس عبارت میں ان پر عتاب ہے جو خوان جیسی نعمت کی قدر نہ کریں **من** سے مراد بنی اسرائیل ہیں بعض نے فرمایا کہ اس میں حواری بھی داخل ہیں بعض نے فرمایا کہ حواری داخل نہیں **یکفر کفر** سے بنا بمعنی انکار یہاں انکار یا تو خوان کے معجزہ کا انکار مراد ہے یا اس خوان کے متعلق جو پابندیاں لازم کی جائیں گی ان کا توڑنا مراد ہے بعد کا مضاف الیہ پوشیدہ ہے نزول دستر خوان یا دستر خوان یعنی خوان یا خوان کے نزول کے بعد جو تم میں اسرائیل میں سے اس کا کفر کرے گا کہ اسے حضرت مسیح کا جادو کہے گا یا اس کی پابندیوں کو توڑے گا **فانی اعذبہ عذابا لا اعذبہ احدا من العلمین**۔ یہ جملہ **من یکفر** کی جزا ہے یہاں عذاب سے مراد دنیاوی عذاب ہے اور ہو سکتا ہے کہ

[illegible] احتمال [illegible] ابلیس کو ہو [illegible] مرادیں مگر پہلا احتمال قوی ہے [illegible] تو ہماری نعمت مگر جو اس نعمت کا [illegible] گا کہ موجودہ [illegible]

[illegible] جو ہے۔

خلاصہ تفسیر [illegible] علیہ السلام [illegible] کا حواریوں [illegible] بارگاہ الٰہی میں دعا کے لیے [illegible] عرض کی [illegible] ہوا آکر [illegible] شکر [illegible] کہ اس دن تیری [illegible] خوشیاں منایا کریں [illegible] تیری قدرت [illegible] میری محبت کی دلیل ہو گا۔ [illegible] تیری [illegible] ہم کو ظاہری باطنی رزق [illegible] تمام [illegible] تمہاری یہ عام اضافہ [illegible] خیال رکھنا کہ یہ معجزہ [illegible]

[illegible]

نزول و نعمت خوان کا واقعہ

[illegible] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہر طرح کا [illegible] حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے [illegible] چنانچہ [illegible] حواریوں میں ڈھکا ہوا آیا یہ تمام [illegible] آہستہ آہستہ نیچے آیا یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان رکھ [illegible] حضرت عیسیٰ علیہ السلام [illegible] ہم [illegible] الٰہی اس کو ان حواریوں کے لیے رحمت بنا [illegible] ایسی خوشبو محسوس کی [illegible] کبھی نہ ملی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام [illegible] خوان [illegible] خلاف [illegible] کا [illegible] چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام [illegible] سات مچھلیاں [illegible] بعض روایات میں [illegible] پانچ [illegible] پانچویں پر بھنا گوشت [illegible] چنانچہ [illegible] بیمار [illegible]

www.alahazratnetwork.org

[illegible] میں دعا مانگی [illegible] آپ [illegible] مبارک سے تنگی [illegible] کے ملا پھر [illegible] ہی بھی فرمایا [illegible] بیٹا [illegible] کھانا [illegible] شہد [illegible] ہو [illegible] [illegible] مچھلی نکلی [illegible] تیار ہو گئے پھر [illegible] بچے [illegible] ایک [illegible]

[illegible] اپنے گھروں میں بخیریت سوئے مگر صبح ہوئی تو سور [illegible] راتوں میں [illegible] تھے [illegible] کھانے [illegible] سب لوگوں نے [illegible] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس لائے [illegible] تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام انہیں [illegible] تھے [illegible] روتے تھے [illegible] تین دن نہایت ذلت و [illegible] سب کے سب ہلاک ہو گئے ان میں [illegible] قومیں [illegible] ہوں [illegible] کی کر [illegible] (تفسیر خزائن [illegible] روح البیان [illegible] وغیرہ) تفسیر [illegible] حدیث میں ہے [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] لوگوں نے [illegible] سور بنا دیئے گئے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] قیامت میں سخت عذاب [illegible] عیسائیوں [illegible] حواریوں نے

وعید من [illegible] مانے [illegible] حدیث ضعیف سے احادیث شریف بلکہ خود اس آیت کے خلاف ہے یہاں ارشاد ہوا

انی منزلها علیکم

فائدے۔ اس آیت [illegible] چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ [illegible] وقت اللہ تعالیٰ کو پکارنا صرف اللہ کہنا ساتھ میں ربنا بھی [illegible] سنت انبیاء ہے [illegible] پکارنا رحمت [illegible] فائدہ اللّٰھم ربنا سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ [illegible] دعا مانگے رب تعالیٰ کو [illegible] نام سے پکارے [illegible] کافر قوم [illegible] ہو تو [illegible] فائدہ ربنا سے حاصل ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے روزی مانگی تو اسے ربنا کہہ کر پکارا [illegible] خیال رہے کہ [illegible] صفاتی [illegible] سب موقعہ لئے جاویں [illegible] آپ نے اللّٰھم کے ساتھ ربنا بھی [illegible] تیسرا فائدہ [illegible] جاویں یہ فائدہ انزل علینا سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ [illegible] قبول ہوتی [illegible] کر [illegible] اس میں انسان کی عزت افزائی ہوتی ہے [illegible] قبول بھی ہوں تو ہم کو اطلاع نہیں دی جاتی یہ فائدہ [illegible] سے حاصل ہوا۔ زکریا علیہ السلام نے فرزند کی [illegible] اطلاع دے دی گئی [illegible] صالح بیٹا پیدا ہوگا پھر آپ نے یہ بھی پوچھا کہ [illegible] بوڑھا ہوں [illegible] اس کا جواب بھی [illegible] سب باتیں [illegible] ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیلی قبلہ کی دعا [illegible] آسمان کو دیکھا [illegible] تبدیلی قبلہ [illegible] اطلاع دے دی جاتی ہے بلکہ

انھیں اس روحانی مرض سے روک دیا جاتا ہے تاکہ ان کی زبان خلاف شان سے محفوظ رہے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے قوم لوط کے بارے میں دعا نہ کی جاوے فرمادیا گیا یا ابراهیم اعرض عن هذا۔ پانچواں فائدہ کبھی رب تعالیٰ اپنے مقبولوں کی دعا سے زیادہ عطا فرماتا ہے یہ فائدہ ابی منزلها الخ سے حاصل ہوا یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک بار خوان کے مانگنے کی دعا کی تھی مگر جواب ملا ہر روز تک ملے ہوتا رہے گا بے طلب سے زیادہ ملے۔ چھٹا فائدہ جس دن یا جس تاریخ میں اللہ تعالیٰ کی کوئی خاص نعمت بندوں کو ملی ہو اس دن یا اس تاریخ کو عید بنانا اور اس تاریخ کو میلاد منانا شرعاً درست اور سنت انبیاء ہے یہ فائدہ تکون لنا عيدا لاولنا واخرنا سے حاصل ہوا دیکھو خوان تو آیا ایک بار مگر جناب عیسیٰ علیہ السلام نے ہمیشہ کے لیے اس دن کو عید قرار دیا۔ قرآن مجید ایک بار ماہ رمضان میں اترا ایک بار شب قدر میں قرآن کریم آیا مگر تاقیامت یہ رات تاریخی بن گئی کہ اس میں نوافل کئے جاتے ہیں لہٰذا عید میلاد عید معراج منانا سنت سے ثابت ہے۔ ساتواں فائدہ جو کسی کو رزق پہنچانے اس کا رزق دینا اسے رازق کہنا درست ہے رازق اسماء الٰہیہ سے ہے یہ فائدہ خیر الرازقین سے حاصل ہوا یوں ہی خالق بمعنی پیدا فرمانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے مگر خالق بمعنی شکل بنانے والا بندے بھی ہیں اس لیے قرآن کریم میں ارشاد ہوا فتبارک اللہ احسن الخالقین یہ ہے عربی کی اصطلاح اردو میں کسی بندے کو رازق یا خالق ہرگز نہ کہا جاوے کہ اردو میں یہ لفظ صرف خدا تعالیٰ کے لئے ہی آتا ہے جیسے لفظ رب قرآن مجید میں بمعنی مربی بھی آیا ہے اور بندوں کو رب کہا گیا ہے ارجع الی ربک مگر اردو میں لفظ رب صرف خدا تعالیٰ ہی کو کہا جاوے گا جیسی اصطلاح ویسا استعمال دیکھو لفظ مستر لکھنؤ میں مخنی کو کہتے ہیں مگر چترال و قلات میں بادشاہ یا سلطان کو کہا جاتا ہے آٹھواں فائدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خاندان بہت ہی اعلیٰ ہے اس پر رب تعالیٰ کا بڑا کرم ہے دیکھو آپ کی والدہ جناب مریم کے لئے دنیا میں جنتی میوے آئے رب تعالیٰ فرماتا ہے وجد عندها رزقا اور آپ کی برکت سے لوگوں کے لئے غیب سے آسمانی خوان اترا والدہ کی کرامت آپ کا معجزہ ہم شکل ہیں۔ نواں فائدہ حضرت انبیاء کے معجزے مومنوں کے لئے رحمت ہوتے ہیں کفار و سرکش قسم کے لئے عذاب کا باعث دیکھو یہی خوان جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا وہ مومنوں کے لئے رحمت ہوا اور منکرین کے لئے سخت عذاب کا باعث بنا کہ ان پر بے مثل عذاب آیا۔ دسواں فائدہ حق تعالیٰ اپنے پیغمبروں سے کبھی براہ راست بغیر واسطہ فرشتہ بھی کلام فرماتا ہے یہ فائدہ قال اللہ انی منزلها سے حاصل ہوا اگر یہ کلام بذریعہ فرشتے کے ہوتا تو فرشتے کا ذکر ہوتا جیسے زکریا علیہ السلام کے متعلق فرمایا فنادته الملئکة وهو قائم الخ اگر خواب میں کلام ہوتا تو خواب کا ذکر ہوتا جیسے حضرت ابراہیم نے فرمایا انی اری فی المنام اگر صرف دل میں القا ہوتا تو اس کے لئے القا وحی وغیرہ ہوتے جیسے واوحینا الی ام موسی الخ لہٰذا رب نے بلاواسطہ جناب مسیح کی بیداری میں وہ کلام کیا جو انہوں نے سنا مگر یہ کلام مفصل نہ تھا ان کی راز تھی اس لئے آپ کا لقب کلیم اللہ نہیں۔

پہلا اعتراض: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خوان کے اترنے کے دن کو اگلوں پچھلوں کے لئے عید کیوں قرار دیا جنہیں نعمت ملے وہی اس کی خوشی کریں بعد والے کیوں کریں۔ جواب خوان تو سارے اگلے پچھلے عیسائیوں کے لئے نعمت تھا۔ ان کے نبی کا آسمانی معجزہ تھا نبی پر کرم ساری امت پر مہربانی ہوتی ہے اور نعمت کی خوشی منانا اس نعمت کا شکریہ ہے شکریہ سے رب

www.alahazratnetwork.org

تعالیٰ راضی ہو تا ہے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج صرف صحابہ کے لئے نہیں بلکہ تاقیامت مسلمانوں کے لئے رحمت ہے سب ہی اس کی خوشی مناتے ہیں۔ دوسرا اعتراض۔ جنتی لوگوں کی خوراک کیا تھا گوشت مچھلی وغیرہ نہیں وہاں تو پھل فروٹ وغیرہ ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے فيها فاكهة ونخل ورمان۔ جواب۔ خوراک تو ہے خوراک نہیں بلکہ [illegible] تعلق [illegible] لذت کے لئے جنت میں حرف نہیں [illegible] جواب [illegible] جنتی [illegible] آسمان سے یا آسمان کی طرف یعنی جنت [illegible] من السماء [illegible] من الجنة [illegible] امر الٰہی سے بنی اسرائیل پر من و سلویٰ [illegible] کی طرف سے [illegible] بھی بارش ہولا شبنم وغیرہ [illegible] قدرت کا [illegible] جنت میں [illegible] رحمت [illegible] اختلاف ہے [illegible] بعض فرماتے ہیں [illegible] اس وقت تھا حضرت آدم علیہ السلام کے امتحان کے لئے [illegible] شیطان [illegible] رب کی جنت میں تبدیلی [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں [illegible] مسلمانوں کے نیک اعمال سے باغ لگائے جاتے ہیں [illegible] مسجد بناتا ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ جنت میں ایک گھر بناتا ہے من بنى مسجدا لله بنى الله له بيتا فى الجنة۔ تیسرا اعتراض: غیبی غذاؤں کا آنا سب سے پہلے اس معجزے کا [illegible] بعض سے لیا گیا [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار نے شق القمر وغیرہ کا مطالبہ کیا معجزات دکھائے [illegible] لوگ ایمان نہ لائے [illegible] کیا۔ جواب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے رب تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرمایا تھا ما كان الله ليعذبهم وانت فيهم اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہ دے گا جب تک آپ ان میں ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے غضب کے قوانین کا دور دورہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر رحم [illegible] رات میں اندھیرے کا دور دورہ ہوتا ہے سورج نکلتے ہی نوری قانون جاری ہو جاتے ہیں [illegible] قوانین کا رواج ہوتا ہے بارش ہوتے ہی [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] تبدیل ہو گئیں [illegible] قیامت میں ہو گا کہ اولاً حضرات انبیاء [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] شفاعت [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] گنہگاروں کو [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] غضب [illegible] تبدیل ہو جاتے ہیں۔ [illegible]

[illegible]
ہر نظر کانپ اٹھے گی محشر کے دن خوف سے [illegible]
[illegible]

www.alahazratnetwork.org

چوتھا اعتراض۔ وہ غیبی دسترخوان آیا صرف عیسیٰ علیہ السلام اور حواریوں پر مگر اس کے شکریہ میں عید منائی سب نے اس کی کیا وجہ ہے جنہوں نے اس میں سے کھایا تھا وہی عید مناتے **انزل علینا** اور **تکون لنا عیدا لاولنا واٰخرنا** کے درمیان میں بڑا فرق ہے اس کی کیا وجہ ہے۔ **جواب۔** وجہ یہ ہے کہ اپنے پر احسان اور اپنے بزرگوں پر احسان اپنے بال بچوں نوکر چاکروں پر احسان یہ سب خود اپنے پر ہی احسان ہوتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج ہم سب مسلمانوں پر اللہ کا احسان ہے یوں ہی حضرت عیسیٰ عیسائیوں کے نبی اور حواری اولیاء تھے ان پر خوان آنا سب عیسائیوں پر اللہ کا احسان تھا۔ اس لئے سب ہی عید منائیں۔ **پانچواں اعتراض۔** اس غیبی دسترخوان کی چند روٹیوں اور مچھلی کے چند ٹکڑوں کو اتنی اہمیت کیوں دی گئی کہ اس کے نزول کا دن عید قرار دیا گیا دنیا میں اس سے زیادہ مقدار میں کھانے پکتے رہتے ہیں۔ **جواب:** اس لئے کہ ان روٹیوں وغیرہ کی نسبت بہت قوی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیت اور جناب مسیح کا معجزہ تھے اس نسبت کی وجہ سے ان کی عظمت بڑھ گئی۔ صفا مروہ پہاڑ شعائر اللہ ہوئے اور حضرت اسماعیل کا فدیہ ذبح عظیم ہوا کیوں نسبت کی وجہ سے۔

تفسیر صوفیانہ حواریوں نے غیبی خوان کے متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے مگر ان دونوں عرضوں گزارشوں میں چند طرح فرق ہے ان حواریوں نے تردد و شک سے مطالبہ کیا آپ نے حق الیقین رکھتے ہوئے اس کی دعا کی کہ حواریوں نے کہا **هل یستطیع ربک** اور آپ نے عرض کیا **ربنا انزل علینا** دوسرے یہ کہ حواریوں نے کھانے کا ذکر پہلے کیا جو تفسانی کام ہے اور یقین وغیرہ کا ذکر بعد میں مگر جناب مسیح نے دینی مقصد کا ذکر پہلے کیا۔ کھانے کا ذکر آخر میں کہ **وانت خیر الرازقین۔** تیسرے یہ کہ حواریوں نے رزق سے رازق کو پہنچانے کی کوشش کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رازق سے رزق کو کہ عرض کیا **انت خیر الرزاقین** یعنی اس رزق کو ہم اس لئے چاہتے ہیں کہ وہ تیرا عطیہ ہے چوتھے یہ کہ حواریوں نے اپنا مقصد ہی عرض کیا۔ حضرت مسیح نے اول آخر حمد الٰہی کی بیچ میں اپنے مقصد کا ذکر فرمایا کہ **اللھم ربنا** پہلے کہا اور **انت خیرالرازقین** آخر میں فرمایا نفسانی و روحانی لوگوں میں فرق ہمیشہ ہی رہیں گے (تفسیر کبیر) صوفیاء فرماتے ہیں کہ مسخ شدہ قوموں کی شکلوں پر ان کے نفسانی صفات و عیوب ظاہر ہوئے جنہیں بندر کر دیا گیا ان کے نفوس میں بندر کے عیوب تھے جنہیں سور کیا گیا ان کے نفوس میں سور ہی کے عیوب تھے یوں ہی آخرت میں لوگ اپنی نفسانی اندرونی صفات پر اٹھیں گے سیاہ دل والے سیاہ رو ہوں گے چمکیلے دل والے نورانی شکل ہوں گے **یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ** مولانا فرماتے ہیں۔

ہر خیالے کو کند در دل وطن ۔۔۔ روز محشر صورتے خواہد شدن!
زانکہ حشر حاسداں روزے گزند ۔۔۔ بیگماں بر صورتے گرگاں کنند!
حشر بر حرص و خس و مردار خوار ۔۔۔ صورتے خوکے شود روز شمار!
زانیاں را گندہ اندام نہاں ۔۔۔ خمر خواراں راہمہ گندہ دہاں
سیرتے کاندر وجودت غالب است ۔۔۔ ہم براں تصویر حشرت واجب است

وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ

إِلٰهَيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي

بِحَقٍّ إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ

مَا فِي نَفْسِكَ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ

www.alahazratnetwork.org

تعلق اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں ان خصوصی نعمتوں کا
ذکر ہوا جو رب تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ذریعہ سے حواریوں کو عطا فرمائیں اب آپ کے امتحان سے اس
سوال کا ذکر ہو رہا ہے جیسا کہ رب ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہم اپنی اور اپنی والدہ کی عبادت کا حکم دیتے تو
ان نعمتوں کے بعد ... دوسرا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں ناشکروں کی سزا کا ذکر ہوا کہ جو بھی خوان
کی ناشکری کرے گا اسے سخت عذاب ملے گا اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ناشکری کا الزام دفع فرمایا جارہا ہے کہ انہوں نے خوان
آنے کے بعد لوگوں کو اپنی عبادت کا حکم نہیں دیا بلکہ اس کے شکریہ میں رب کی عبادت کا حکم دیا۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیت
میں ان نعمتوں کا ذکر تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دنیا میں عطا ہوئیں بغیر باپ پیدا ہونا روح القدس سے ان کی تائید ہونا
بچپن میں کلام فرمانا وغیرہ اب اس خاص کرم کا ذکر ہے جو آخرت میں آپ پر ہوگا یعنی آپ کی صفائی لوگوں پر ظاہر فرمانا۔

تفسیر **واذ قال اللہ یعیسی ابن مریم** ظاہر یہ ہے کہ یہ عبارت نیا جملہ ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ عبارت کی پچھلی
عبارت پر معطوف نہیں **اذ** ظرف ہے اس سے پہلے **اذکر** یا **اذکروا** فعل پوشیدہ ہے **اذکر** میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم
سے خطاب ہے اور اگر **اذکروا** ہو تو سارے مسلمانوں سے یا سارے اہل کتاب سے یا سارے انسانوں سے خطاب ہے **قال**
ماضی بمعنی مستقبل ہے اور یہاں اس سوال و جواب کا ذکر ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے رب تعالیٰ فرمائے گا اور آپ جواب
عرض کریں گے اور یہ سوال و جواب قیامت میں کفار خصوصاً عیسائیوں کے سامنے ہوگا انہیں شرمندہ کرنے کے لئے یہ
گفتگو عالم برزخ میں یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھاتے وقت نہیں ہو چکی جیسا کہ بعض عقلمندوں نے سمجھا کیونکہ اگر
یہ گفتگو ان وقتوں میں خفیہ طور پر ہو چکی ہوتی تو اس کا مقصد ہی فوت ہو گیا یعنی نصاریٰ کو شرمندہ کرنا نیز آگے ارشاد ہو رہا ہے
ھذا یوم ینفع الصدقین صدقھم اس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ یہ سوال و جواب قیامت میں ہے (تفسیر کبیر) نیز
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں کسی نے نہ تو آپ کو خدا کا بیٹا وغیرہ مانا نہ آپ کی والدہ کو خدا یا خدا کی بیوی کہا یہ ساری
بدعقیدگیاں آپ کے آسمان پر جانے کے بعد پیدا ہوئیں پھر دنیا میں آپ سے یہ سوال کیونکر ہو سکتا ہے بلکہ جب آپ دوبارہ
دنیا میں تشریف لائیں گے تب بھی آپ کو کوئی خدا کا بیٹا نہ کہے گا سب ہی عبد اللہ کہیں گے رب فرماتا ہے **وان من اھل
الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ** لہذا یہ سوال و جواب آخرت میں ہی ہوگا چونکہ یہ سوال و جواب یقیناً ہونے والا ہے
اس لئے اسے ماضی سے فرمایا گیا جیسے **ونفخ فی الصور**۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو اس وقت ابن مریم فرمانے میں عیسائیوں
کی بھی تردید ہوگی جو انہیں ابن اللہ کہتے تھے اور یہود کی بھی جو ان کے نسب شریف پر طعن کرتے تھے اور سب دینوں کی بھی جو
انہیں کسی باپ یعنی یوسف نجار کا بیٹا مانتے تھے۔ **ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الھین من دون اللہ** یہ
عبارت قال کا مفعول ہے اللہ تعالیٰ کا یہ سوال استفہام انکاری کے طور پر ہے یعنی تم نے یہ نہ کہا تھا اور اس سے مقصود
ہے عیسائیوں کو شرمندہ کرنا ورنہ رب تعالیٰ جانتا ہے کہ حضرت مسیح یہ کہہ سکتے ہی نہ تھے **الناس** میں الف لام عہدی ہے جس
سے صرف عیسائی انسان مراد ہیں حکمت سے حضرت مسیح کی الوہیت کا عقیدہ بھی نہ رکھنا۔ خیال رہے کہ یہاں **وامی**
فرمانے کی چند وجہیں ہیں ایک یہ کہ بعض عیسائیوں نے حضرت مریم کو بھی الٰہ یا معبود مانا ہے وہ کہتے ہیں الٰہ تین ہیں باپ بیٹا

www.alahazratnetwork.org

اور نہ وہ روح القدس کو خدا نہیں مانتے۔ دوسرے یہ کہ جب عیسائیوں نے حضرت مسیح کو اللہ مان لیا تو اس سے حضرت مریم کا اللہ ہونا لازم آ گیا کہ بیٹا ماں باپ کی جنس سے ہوتا ہے۔ تیسرے یہ کہ عیسائی حضرت مریم کی تعظیم و توقیر اللہ جیسی کرتے ہیں قرآن کریم نے عیسائیوں کے متعلق فرمایا کہ یہ اپنے پوپ پادریوں کو ارباب مانتے ہیں۔ چوتھے یہ کہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے معجزات کا خالق مانتے ہیں اور حضرت مریم کو ان کے کرامات کا خالق مانتے ہیں۔ اور ظاہر یہ ہے کہ خالق الٰہ ہی ہوتا ہے لہٰذا وہ سے یہاں **واحد** فرمایا گیا (تفسیر خازن کبیر وغیرہ) ورنہ عام عیسائی جناب مریم کو اللہ نہیں مانتے۔ **دون** بمعنی سوا میں آتا ہے۔ اور علیحدہ 'مقابل' 'سوا' کہ مگر یہاں بمعنی سوا ہے کیونکہ کوئی عیسائی یہ نہیں کہتا کہ اللہ تعالیٰ اللہ نہیں صرف حضرت عیسیٰ و مریم اللہ ہیں لہٰذا آیت بالکل صاف ہے یعنی اے مریم کے فرزند عیسیٰ کیا ان عیسائی انسانوں سے تم نے کہا تھا اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو بھی اللہ مان لینا۔ **قال سبحنک ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق**۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وہ جواب ہے جو آپ رب تعالیٰ سے عرض کریں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ سوال ربانی سن کر ہیبت الٰہی سے کانپ اٹھیں گے۔ پانچ سو سال تک خاموش رہیں گے پھر یہ جواب عرض کریں گے (تفسیر روح المعانی و خازن وغیرہ)۔ **سبحانک** کی تفسیر ہم پہلے پارہ میں **سبحانک لا علم لنا** آیت کی تفسیر میں کر چکے ہیں۔ شاہی دربار کا ادب ہے کہ وہاں کچھ عرض کرنے سے پہلے سلطان کی تعریف کی جاوے بعد میں کچھ عرض کیا جاوے اسی لئے دعا کے وقت پہلے حمد الٰہی بعد میں درود شریف کی تلاوت پھر اپنے گناہوں کا اقرار پھر عرض مدعا اس لئے آپ نے اولاً عرض کیا **سبحنک** نیز اللہ کی حمد وہ کی جاوے جو اپنی عرض کے موافق ہو چونکہ یہاں اللہ تعالیٰ کے اولاد 'بیوی' شریک سے پاک ہونے کا ذکر ہے لہٰذا **سبحنک** عرض کیا اس کے معنی ہیں تو پاک ہے۔ یہاں پاکی سے مراد ہے شریک سے باپ بیٹا ہونے سے بیوی اختیار کرنے سے بلکہ نالائقوں کو نبی بنانے سے پاک ہونا ہے جو لوگوں کو بجائے توحید و ایمان کے شرک کی دعوت دیں تو مقصد یہ ہے کہ میرے مولیٰ ان بدنصیبوں کا یہ کہنا صرف مجھ پر اعتراض نہیں بلکہ تجھ پر بھی اعتراض ہے کہ تو نے نبوت کے لئے ایسے شخص کو منتخب کیا جس نے بجائے نبوت کے اپنی الوہیت کا اعلان کر دیا۔ یہ کلمہ اظہار تعجب اظہار عظمت وغیرہ کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ خیال رہے کہ **ما یکون لی** الخ پوشیدہ عبارت کی علت ہے وہ پوشیدہ عبارت ہی فرمان الٰہی کا جواب ہے میں نے یہ نہ کہا تھا کیونکہ مجھے یہ کہنے کا حق نہیں پہنچتا۔ دنیا میں مرتے وقت نہ آخرت میں **یکون** مضارع فرمانا ہمیشگی کے اظہار کے لئے ہے اس عبارت کی دو تفسیریں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ مجھے مناسب نہیں کہ وہ بات کہوں جس کا میں مستحق نہیں ہوں۔ جب میں نے اپنے کو صفی اللہ 'کلیم اللہ' نجی اللہ نہ کہا تو میں اپنے کو اللہ یا ابن اللہ کیسے کہہ سکتا ہوں میری زبان پر غیر موزوں لفظ کیسے آ سکتا ہے دوسرے یہ کہ میرے لئے ممکن نہیں کہ میں وہ بات کہوں جو حق نہ ہو محض باطل ہو کیونکہ تو نے مجھے نبی بنایا ہے نبی کی زبان پر ناحق بات نہیں آ سکتی جیسے آم کے درخت میں حنظل نہیں لگ سکتا لہٰذا یہ جملہ نبی کی شان بیان فرما رہا ہے۔ یعنی اے میرے مولیٰ تو شریک سے اولاد سے نالائقوں کو نبی بنانے سے پاک ہے میں نے یہ ان سے نہ کہا کیونکہ یہ کہنے کا مجھے نہ کبھی استحقاق تھا نہ ہے **ان کنت قلتہ فقد علمتہ**۔ یہ اپنی اس عرض معروض کی نہایت قوی دلیل بیان فرمائی اگر مگر کبھی تو شک کے لئے بولا جاتا ہے جیسے اگر میرا خاتمہ ایمان پر ہو گیا تو رب مجھے بخش دے گا۔ کبھی ترغیب کے لئے جیسے اگر تو میرا بیٹا ہے تو میری اطاعت کر کبھی عنایت و کرم چاہنے یا بیان استحقاق کے لئے یہاں آخری دو مقصدوں کے لئے استعمال ہوا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ میرے خلاف مجھ پر الزام

www.alahazratnetwork.org

جاننے والے تو لا ھوا۔ یہ انسان ہیں ان کے مقابل میں الہٰیات سے اپنی براءت ظاہر کر رہا ہوں تیرا علم میرے علم سے کی دلیل ہے جس مجھے یہ بت بنی ہمت ہو ۔ اس دوسرے تعلق میں نہ میں نے یہ نہیں کی دلیل خود تیرا اپنا علم ہے کہ تو علام الغیوب ہے اگر میں نے یہ کہا ہو تو تجھے ضرور اس کا علم ہو تا کہ مولیٰ تو تو جانتا ہی ہے کہ میں نے یہ نہیں کہا سبحان اللہ کیسی پیاری دلیل ہے کہ خود تو اور تیرا علم میرے اس نہ کہنے کی دلیل ہے میرے مولیٰ تیرا علم میرا گواہ ہے۔ خود تو میری اور میری عصمت کا گواہ ہے۔ **تعلم مافی نفسی ولا اعلم مافی نفسک** یہ جملہ نیا ہے جو **انک علمتہ** کی علت ہے **تعلم** سے دوام علم مراد ہے ہمیشہ سے ہمیشہ تک جانتا **ما** سے مراد علوم یا معلومات ہیں **نفس** کے گیارہ معنی ہیں۔ ذات روح دل خون گھر لوہ عین علم حقیقت و ماہیت عیب ۔ نفس بمعنی ذات رب تعالیٰ پر بولا جاتا ہے باقی دوسرے معانی سے اس ذات کریم پر نہیں بولا جاتا کہ وہ روح خون و غیرہ سے پاک ہے یہاں پہلے **نفس** سے ذات یا دل مراد ہے اور دوسرے **نفسک** سے صرف ذات یا علم مراد ہو سکتے ہیں۔ قرآن کریم میں **نفس** بمعنی ذات بہت جگہ رب تعالیٰ کے لئے ارشاد ہوا ہے **کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ** اور **واصطنعتک لنفسی** اور **یحذرکم اللہ نفسہ** وغیرہ مگر **فی نفسی** میں **فی** ظرف ہے کہ انسان کے علوم اس کی ذات یا اس کے دل میں ہوتے ہیں اور **فی نفسک** میں **فی** ظرفیہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ اپنے علوم کا ظرف نہیں اس کا علم یا عین ذات ہے یا **لا ھی ولا غیر** جیسا کہ منطق اور علم کلام جاننے والے پر ظاہر ہے صرف مشاکلت کی وجہ سے **فی** ارشاد ہوا اور **فی نفسک** سے اشارۃً فرمایا گیا کہ اپنے جو علوم تو نے ہم پر ظاہر نہیں فرمائے وہ میں نہیں جانتا اور جو اپنے علوم مجھ پر ظاہر فرمائے وہ میں تیری عطا سے ضرور جانتا ہوں اس جملہ کی تفسیر وہ ہے جو حضرت عبداللہ ابن عباس نے فرمائی کہ **تعلم ما اعلم ولا اعلم ما تعلم** کہ جو میں جانتا ہوں وہ تو جانتا ہے کہ تیرے بتانے سے تو میں نے جانا ہے مگر جو تو جانتا ہے وہ میں نہیں جانتا (تفسیر روح المعانی و خازن) **تعلم مافی نفسی** الخ کے دو مقصد ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ ہر قول و فعل کا ارادہ دل میں پیدا ہوتا ہے پھر اس کا خیال دماغ میں پھر اس کا قول یا عمل زبان یا اعضاء میں۔ مولیٰ تو جانتا ہے کہ میرے دل میں اس قول کا ارادہ ہی نہیں پیدا ہوا تو اس کا خیال یا قول کیسے ہو سکتا ہے جب کنوئیں میں ہی پانی نہ ہو تو گھڑے لوٹے اور گلاس میں کہاں سے آئے دوسرے یہ کہ میرے مولیٰ تو نے اپنے بندوں کے دلوں میں مختلف تخم بوئے ہیں۔ کسی دل میں نبوت کا تخم ہے کسی میں ولایت کا کسی میں ایمان کسی میں طغیان کا جب تو نے میرے دل میں کفر و شرک کا تخم بویا نہیں اس میں تو نبوت و رسالت کا تخم بویا ہے تو اس سے کفر کا درخت کیسے پیدا ہو سکتا ہے **تعلم مافی نفسی** نفسی زمین ہے۔ نبوت تخم سبحان اللہ کیا پیاری عرض و معروض ہے یعنی میرے دل کی چھپی باتیں جو میں نے ظاہر نہ کیں تو جانتا ہے مگر تیرے علوم جو تو نے ظاہر نہ فرمائے وہ میں نہیں جانتا کیونکہ **انک انت علام الغیوب** یہ عبارت **تعلم ما فی نفسی** کی دلیل ہے یعنی تو **علام الغیوب** ہے میں **علام الغیوب** نہیں۔ خیال رہے کہ علام الغیوب حق تعالیٰ کے ان ناموں میں سے ایک نام ہے جو کسی بندے پر نہیں بولا جاتا کیونکہ الغیوب میں الف لام استغراقی ہے اور علام مبالغہ کا صیغہ تو اس کے معنی ہوئے سارے غیبوں کو ہمیشہ ہی جاننے والا ہمیشہ سے جاننے والا ظاہر ہے کہ یہ صفت کسی بندے کی نہیں ہو سکتی اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض مقبولوں کو علم غیب دیا مگر ان کا علم رب تعالیٰ کے علم کے سمندر کا ایک قطرہ ہے پھر ان کا علم حادث و فانی ہے۔ رب کا علم ازلی اور باقی ہے۔

خلاصہ تفسیر اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کا وہ وقت بھی یاد کرو یا لوگوں سے اس کا تذکرہ فرماؤ۔ جب اللہ تعالیٰ

www.alahazratnetwork.org

تمام انبیاء خصوصاً عیسائیوں کے سامنے انہیں شرمندہ فرمانے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال فرمائے گا کہ اے مریم کے فرزند عیسیٰ کیا ان لوگوں (عیسائیوں) سے دنیا میں تم نے کہا تھا کہ تم مجھے اور میری ماں مریم کو اللہ کے سوا لائق عبادت (معبود) مان لو یہ سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جواب میں تین باتیں عرض کریں گے اولاً اللہ تعالیٰ کی حمد کر کے اپنا ادب دعویٰ کی سے یعنی کا مقام اور ربی کی شان ظاہر ہو علاوہ ازیں کوئی ناحق بات کہہ سکتے ہی نہیں ان کی زبان پر کوئی ناحق بات آ سکتی ہی نہیں پھر آپ جواب کے ثبوت میں۔ جب تعلق سے علم کی گواہی دیتے ہوئے تو خود ہی علام الغیوب ہے تیرا علم میرا قول نہ چنانچہ نہیں کہ کہ میرے مولیٰ تو شریک اسباب اور بے علمی وغیرہ سے پاک ہے تو اللہ کے متعلق یہ عقیدہ رکھیں جو لوگوں سے یہ بڑی باتیں جیسے کہہ سکتا ہے۔ میرے لائق یا میرا حق یہ کبھی ہوا ہی نہیں کہ میں لوگوں سے وہ بات کہوں۔ جس کا مجھے استحقاق نہیں۔ اے میرے مولیٰ میں جو کچھ عرض کر رہا ہوں سچ عرض کر رہا ہوں میرا کہنا تو تیرا علم محیط ہے اگر میں نے یہ کہا ہوگا تو تجھے معلوم ہی ہوگا میرے دل و جان کی باتیں تو جانتا ہے تیرے علوم پر بغیر تیرے بتائے میں مطلع نہیں کیونکہ تو ہی علام الغیوب ہے تیرے سوا کوئی علام الغیوب نہیں تو خود جانتا ہے کہ یہ کچھ بھی میں نے نہیں کہا میں سچا ہوں کہ واقعی میں نے نہیں کہا۔

فائدے　اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: قیامت کے دن پچھلی امتیں اپنے نبیوں کی تعلیم کا ان کی تبلیغ کا انکار بھی کریں گی اور ان کی طرف غلط تعلیم کی نسبت بھی کریں گی۔ دیکھو عیسائی وہاں بھی کہہ دیں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے ہم سے خود فرمایا تھا کہ مجھے خدا یا خدا کا بیٹا مانو ان کی تردید کے لئے رب تعالیٰ ان کے ہاتھ پاؤں سے بھی گواہی دلوا کر ان کا رد فرمائے گا۔ خدا کو سب معلوم ہے مگر یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ کوئی کافر نہ تو آپ کی تبلیغ کا انکار کر سکے گا نہ کوئی غلط تعلیم آپ کی طرف نسبت کر سکے گا تاکہ یہ نوبت پیش آئے خود فرماتا ہے **ولا تسئل عن اصحاب الجحیم** کیونکہ آپ سارے نبیوں کے گواہ ہیں اگر آپ کے خلاف کوئی قوم یہ حرکت کرے تو آپ کا گواہ کون ہو اس سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا پتہ چلتا ہے بلکہ جو مشرکین اپنی زندگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جادوگر یا شاعر یا دیوانہ کہتے تھے جب قبروں میں ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال ہو گا کہ تم انہیں کیا کہتے تھے تو وہاں یہ کچھ نہ کہہ سکیں گے بلکہ کہیں گے **ھا ھا لا ادری** ہائے ہائے مجھے خبر نہیں تاکہ قبر میں بھی کوئی آپ کے دامن پر کوئی داغ نہ لگا سکے۔ دوسرا فائدہ: حاکم اتمام حجت کے لئے ضابطہ کی کارروائی کر سکتا ہے۔ اگرچہ وہ خود حقیقت حال سے خبردار ہو دیکھو رب تعالیٰ علام الغیوب ہے سب کچھ جانتا ہے مگر پھر بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جواب طلبی ہوئی لہٰذا یہ تحقیق حاکم کی بے علمی کی دلیل نہیں لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تہمت کے موقعہ پر جو تحقیقات فرمائی اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے علمی ثابت نہیں ہو سکتی وہ ہم کو تعلیم دینے کے لئے ضابطہ کی کارروائی تھی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی فرمایا کہ اگر تم سے کوئی قصور ہو گیا ہے تو توبہ کر لو یہ بھی ضابطہ کی کارروائی ہے تفتیش کے بغیر مقدمہ کا فیصلہ نہیں ہونا چاہیے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ سوال کہ اے عائشہ اگر تم نے کوئی گناہ کیا ہے تو توبہ کرو اگر یہ سوال آپ کی بے علمی کی دلیل ہے تو یہی سوال رب تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام سے فرمائے گا کہ اے عیسیٰ کیا تم نے لوگوں سے یہ کہا تھا۔ بات یہ ہے کہ عدل اسی کا نام ہے عدالت کا یہی کام ہے یہ فائدہ **ءانت قلت للناس** سے حاصل۔ تیسرا فائدہ: حضرات انبیاء کرام کو جھوٹے الزام لگانا وہ جرم ہے جو کفر انسان کے سوا کوئی

www.alahazratnetwork.org

مخلوق نہیں کرتی ۔ جن نہ کوئی اور یہ فائدہ للناس فرمانے سے حاصل ہوا اگر انسان سیدھا رہے تو فرشتوں سے بڑھ کر کام کر لیتا ہے اگر ٹیڑھا چلے تو شیطان سے بدتر حرکت کر لیتا ہے ۔ چوتھا فائدہ بارگاہ الٰہی میں کچھ عرض و معروض کرنے سے پہلے اس کی حمد و ثناء کرنا سنت انبیاء ہے یہ فائدہ سبحٰنک فرمانے سے حاصل ہوا ہم بھی ایسی کریں چاہئے کہ اپنے مدعا کے موافق اللہ تعالیٰ کو سے پہلے خدا تعالیٰ کی حمد ضرور کرنی چاہئے۔ پانچواں فائدہ نبی کی زبان سے ناحق بات نہیں نکل سکتی ورنہ اسلام و ایمان کا خاتمہ ہو جائے کہ ہمیشہ حق ہی بولتے ہیں وہ خود حق ہوتے ہیں ان کا ہر قول و فعل۔ حق ہوتا ہے جیسے آم کے درخت سے سفیدہ نہیں پیدا ہو سکتا یوں ہی نبی سے باطل قول سرزد نہیں ہوتا یہ فائدہ ما یکون لی ان اقول الخ سے حاصل ہوا۔ لہٰذا یہ بات یقینی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان شریف سے کبھی بتوں کی تعریف نہیں نکلی سورہ نجم میں جو واقعہ مذکور ہے وہ شیطان کا تھا نہ کہ اس نے بتوں کی تعریف کی تھی رب فرماتا ہے القی الشیطان فی امنیتہ۔ چھٹا فائدہ: خدا تعالیٰ کے سوائے کوئی مخلوق علام الغیوب نہیں یعنی ہمیشہ سے سارے غیب جاننے والا صرف رب تعالیٰ ہے یہ فائدہ انک انت علام الغیوب سے حاصل ہوا۔ حضرات انبیاء کرام کے علوم غیبیہ علم الٰہی کے سمندر کا قطرہ ہیں اور تمام جہان کے علوم نبی کے علم کے سمندر کا قطرہ اور تمام نبیوں کے علوم ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے سمندر کا قطرہ ہیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

[illegible]

ساتواں فائدہ: قیامت میں سوال و جواب عام ہے تو ان کے اعمال کے متعلق ہوں گے اور حضرات انبیاء کرام سے ان کی امت کے متعلق یہ فائدہ انت قلت سے حاصل ہوا دوسری جگہ فرمان باری تعالیٰ ہے کہ حضرات انبیاء سے سوال ہوگا ماذا اجبتم اس سے پتہ لگا کہ قیامت کے حساب میں بھی فرق ہے حضرات انبیاء کرام و دیگر لوگوں میں بعض علماء فرماتے ہیں کہ حساب قبر حضرات انبیاء کرام سے بھی ہوگا مگر ان کا اپنا نہیں بلکہ ان کی امت کا کہ آپ سے انہوں نے کیا معاملہ کیا۔ آٹھواں فائدہ اللہ تعالیٰ کے منتخب بندوں میں عیب نکالنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کو عیب لگانا ہے کہ اس نے ایسے شخص کو منتخب فرمایا جو اس قابل نہیں یہ فائدہ سبحٰنک کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا لہٰذا آج جو کوئی حضرت جبریل یا حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرات صحابہ کو کسی قسم کا عیب لگائے وہ دراصل رب تعالیٰ کے علم اس کی حکمت کا انکار کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل کو قرآن لانے کے لئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن لینے کے لئے حضرات صحابہ کو قرآن پہنچانے کے لئے منتخب فرمایا اگر ان میں سے کسی میں کوئی عیب ہوتا تو یہ حضرات رب کے انتخاب میں نہ آتے۔

پہلا اعتراض: جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ غلط تعلیم کسی کو دی ہی نہیں تو قیامت میں ان سے یہ سوال کیوں فرمایا گیا۔ رب تعالیٰ علیم ہے اور عیسیٰ علیہ السلام بے قصور ہیں پھر ایسے عام مجمع میں تمام جہان کے سامنے یہ سوال فرمانا کیوں ہوا۔ جواب: اس کا جواب ابھی تفسیر میں عرض ہو گیا کہ اس سوال کا مقصد صرف عیسائیوں کو شرمندہ کرنا ہے جو کہتے تھے کہ ہم کو تثلیث کی تعلیم حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی اس کا مقصد نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ پر عتاب یا شرمندہ کرنا نہیں ہے آج بھی بعض رعایا کے لوگ بڑے سے بڑے حاکم کے خلاف اگر دعویٰ کر دیں تو وہ جواب دعویٰ دیتے ہیں اس میں ان کی توہین نہیں بلکہ مدعی کی شرمندگی میں اضافہ ہوتا ہے۔ دوسرا اعتراض: کوئی عیسائی حضرت مریم کو تو خدا مانتا

www.alahazratnetwork.org

[illegible] عیسائی [illegible] باپ [illegible] روح القدس کی الوہیت کے قائل ہیں۔ پھر یہ سوال کیوں فرمایا [illegible] عیسائیوں [illegible] ہیں ان میں ایک [illegible] ابن مریم [illegible] عیسائی [illegible] سے تعصب [illegible] خدا بھی مانتے ہیں ان کی پرستش بھی [illegible] جائے [illegible] حضرت [illegible] تصور [illegible] مریم بھی [illegible] وقت [illegible] جب [illegible] مریم [illegible] انہیں خدا مان لیا۔ خداوں [illegible] ہونی چاہئے [illegible] حضرت مریم کو ان کی [illegible] انہیں خدا مان لیا لہٰذا یہ سوال بالکل درست ہے۔ تیسرا [illegible] [illegible] میں اور نفس سے مراد [illegible] بھی معنی درست نہیں ہوتے کیونکہ نفی [illegible] اور اللہ تعالیٰ کی ذات ظرف یا مظروف ہونے سے پاک ہے۔ جواب [illegible] نے یہاں نفس کو معنی ذات لیا [illegible] ظرف نہیں مانتے وہ فرماتے ہیں کہ چونکہ [illegible] نفسی میں [illegible] آچکا ہے اس کی مناسبت سے یہاں بھی [illegible] استعمال میں [illegible] کہا جاتا ہے جیسے جزاء سیئۃ سیئۃ میں برائی کی سزا کو برائی کہا گیا [illegible] جیسے مکروا [illegible] یعبادون اللہ وھو خادعھم میں [illegible] فرماتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے یہاں [illegible] نہیں [illegible] نے تفسیر میں عرض کیا ہے ایک معنی علم بھی [illegible] ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی [illegible] معنی علم فرمائے [illegible] حضرت قدس سرہ [illegible] کا ترجمہ لیا [illegible] غرضیکہ نفسی میں نفس سے مراد دل ہے اور نفسک میں نفس سے مراد علم ہے۔ آیت مذکورہ مکروا ومکر اللہ وغیرہ میں بھی [illegible] ہر چیز کے معنی منسوب الیہ کے لحاظ سے ہوتے ہیں۔ [illegible] بیٹھ [illegible] بیٹھنی۔ [illegible] بیٹھ گئی۔ ان سب میں بیٹھنے کے معنی جداگانہ ہیں یہ فائدہ خوب یاد رہے۔

تفسیر صوفیانہ ۔ قیامت میں سچوں کو ان کا صدق نفع دے گا اور مخلصوں کو ان کا اخلاص جھوٹوں اور ریاکاروں کو صدق و ریاکاری نقصان ہی دے گی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سچے ہیں ان کی تمام گفتگو بھی ان کا سچ ان کی محبوبیت کے ظہور کا ذریعہ بنے گا انکار عیسائی جھوٹے ان کے کلام و کام [illegible] ان لوگوں کو اس سے اور زیادہ روسیاہی نصیب ہوگی۔ رب تعالیٰ کا عیسیٰ علیہ السلام سے یہ سوال سچ و صدق کی کسوٹی کے طور پر ہوگا اس لئے انسان کو چاہئے کہ [illegible] قلب و قالب کا سچا رہے سچا [illegible] سچی [illegible] صوفیاء فرماتے ہیں کہ قیامت میں [illegible] کو بھی خوف [illegible] حضرت انبیاء [illegible] ان کی امت کا کہ انہوں نے ان حضرات کے ساتھ [illegible] قول میں ہے حضرات اولیاء اللہ کو نہ خوف ہوگا نہ ان سے اپنا حساب [illegible] ارشاد ہوا الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون اس آیت میں اولیاء [illegible] انبیاء [illegible] فرمایا گیا یہی مطلب ہے اور حدیث [illegible] فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت کے اولیاء پر بنی اسرائیل کے انبیاء رشک کریں گے یہ رشک اسی بے خوفی اور آزادی [illegible] جیسے بادشاہ کسی بے فکر غریب کی زندگی پر رشک [illegible] دیکھو حضرت مسیح روح اللہ کلمۃ اللہ جیسی ہستی سے ان کی امت کے متعلق یہ سوال و جواب ہوں گے مگر اولیاء اللہ سے یہ کچھ نہیں صوفیاء فرماتے ہیں کہ [illegible] میں لاکھوں [illegible] ہیں اور ہر قسم کی آفت

www.alahezratnetwork.org

کے لئے علیحدہ پناہ ہے۔ دھوپ سے پناہ چھتری یا درخت کا سایہ، بارش سے بچنے کی پناہ چھت یا چھتری، بھوک سے پناہ روٹی اور روغن پیاس سے پناہ کنواں، بیماری سے پناہ طبیب کی دوا ہے۔ ظلم سے پناہ حاکم کا دربار۔ اسی طرح عالم ارواح میں صدہا آفتیں ہیں ہمارے جرم و قصور، دنیوی آفات جو دل کو بے چین کر دیں۔ سب آفتیں ہیں ان کی پناہ اللہ اور رسول اللہ کی رحمت اللہ کے محبوب کا دامن ہے۔ رب فرماتا ہے **الا بذکر اللہ تطمئن القلوب** اور فرماتا ہے **ففروا الی اللہ** اور فرماتا ہے **ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاءوک** اس دن حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عیسائی تہمت میں ڈالنا چاہیں گے تو حضرت مسیح اللہ سے علم کی پناہ لیں گے کہ عرض کریں گے **ان کنت قلتہ فقد علمتہ** اس آیت نے ہم کو پناہ لینے کا طریقہ سمجھایا۔ سب چیزیں انسان دنیا میں آ کر سیکھتا ہے مگر پناہ لینے کا طریقہ ماں کے پیٹ سے سیکھ کر آتا ہے کہ ہر مصیبت میں رو رو کر ماں کو پکارتا ہے۔ رونا ہے ہم کو چاہئے کہ جوانی ہو یہ سبق نہ بھول جائیں ہر وقت رو رو کر رب کی پناہ میں آیا کریں۔

مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِیْ بِهٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّكُمْ

نہیں کہا میں نے ان سے مگر وہ جو حکم دیا تو نے مجھے اس کا یہ کہ پوجو اللہ کو جو میرا اور تمہارا رب ہے

میں نے تو ان سے نہ کہا مگر وہی جو تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کو پوجو جو میرا رب بھی ہے اور تمہارا

وَكُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ

اور تھا میں ان پر گواہ جب تک رہا میں ان میں پھر جب تو نے پورا لے لیا مجھ کو تو تھا تو ہی

بھی رب اور میں ان پر مطلع تھا جب تک ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ہی ان پر نگاہ

عَلَیْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ﴿۱۱۷﴾ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ

نگراں تو ہی ان کے اور تو اوپر ہر چیز کے گواہ ہے اگر عذاب دے تو انہیں تو بیشک وہ بندے ہیں

رکھتا تھا اور ہر چیز تیرے سامنے حاضر ہے اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے

وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ

تیرے اور اگر بخش دے تو ان کو تو بے شک تو غالب ہے حکمت والا ہے

ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا

تعلق: ان آیات کریمہ کا گزشتہ آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں رب تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وہ بیان نقل فرمایا جو آپ اپنی برأت میں دیں گے۔ اب آپ کے اس بیان کا ذکر ہو رہا ہے جو آپ عیسائیوں کے دعوے کے جواب میں دیں گے گویا الزام کی تردید کے بعد آپ کے جواب دعویٰ کا ذکر ہے کہ میں نے ان لوگوں کو وہ نہ کہا تھا جو کہا

www.alahazratnetwork.org

خلاصہ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بات ذکر ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کا جواب آپ کی
آیت میں مذکور ہے ساتھ ہی میں ہے ان سے وہ ہے کہ آیا کہ تو نے کہا ہے اور میں نے ان سے وہ کہا کہ
جو مجھ کو حکم ہوا۔ تیسرا تعلق پچھلی آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی
بات کا ذکر تھا اب اس کی مزید وضاحت ہے۔ چوتھا تعلق پچھلی آیات میں جناب مسیح کی بات کا ذکر تھا
اب آپ کی عرض ہے کہ آپ اپنی اس قوم سے فرمائیں گے ان تعذبهم الخ۔

تفسیر ما قلت لهم الا ما امرتني به یہ جملہ نیا ہے اور یہاں حصر اضافی ہے یعنی میں نے ان لوگوں کو شرک کا حکم
نہیں دیا۔ اور ایمان ہی کی ہدایت کی یہ مطلب نہیں کہ اس قول کے سوا اور کوئی کلام ہی نہیں کیا آپ نے
بہت سی تبلیغ اور اعمال کی بھی تعلیم دی ہے صرف عقیدہ توحید کے بیان میں تبلیغ فرمائی ہیں بعد نبوت
...کی ہو... تبلیغ کا... آپ کے زمانے کے ...خیال ہے
... قول ... رب ... تعلق ... ان کا طرہ ... ایک سا
... آپ نے اپنی قوم کو حق آلیدنی تعلیم دیا تھا اس طرح کا ادب بزرگوں سے ثابت ہے حضرت
... ان کا جواب ... انا اسن وهو اکبر ... حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں عمر میری زیادہ ہے
حضرت ... علیہ السلام نے فرمایا واذا مرضت فهو يشفين جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ مجھے شفا دیتا ہے حضرت خضر
نے فرمایا فاردت ان اعيبها ... یہاں میں کشتی کو عیب دار کردوں غرضیکہ معمولی چیزوں کو اپنی طرف نسبت کرنا بڑی
چیزوں کو رب کی طرف نسبت کرنا سنت انبیاء ہے۔ یہاں ما ... سے مراد قول ہے یعنی میں نے ان لوگوں سے صرف وہی کہا
... مجھے حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام اور سارے نبیوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا حکم
... دن دیا تھا واذ اخذ الله میثاق النبيين الخ اور خود ان کو عبادت کرنے کا حکم ان کے دنیا میں آتے ہی دیا گیا
کہ جناب مسیح نے ماں کی گود میں فرمایا واوصاني بالصلوة والزكوة الخ حضرت ابراہیم نے ہوش سنبھالتے ہی توحید
... کی ... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بچپن سے ہی عبادت کی مگر تبلیغ کا حکم ظہور نبوت کے بعد دیا۔ یہاں
... حکم مراد ہے جو ظہور نبوت کے بعد دیا گیا۔ ان اعبدوا الله ربي وربكم یہ عبارت به کی ضمیر کی تفسیر ہے پہلی
صورت میں یہ ... ہوگا عیسیٰ علیہ السلام ... گیا کہ تم ... دوسری صورت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان ہو آپ
... قوم سے ... علیہ السلام ... حضور صلی اللہ علیہ وسلم ... عبادات کا حکم ... عبادات ... کی کا
... سے ... اعمال کی ... ہے ... عبادات کے طریقے مختلف رہے ... بچپن سے ... تب
... بچپن میں ... ہے ... میں ... اور ... عیسوی
میں ... عبادات تھی ہمارے دین میں ... عبادات ... فرمان بالکل صحیح ہے عبادت صرف اللہ کی
ہوتی ہے ... صرف رسول کی اطاعت اللہ کی ہی رسول کی بھی ... یہاں صرف اللہ ... ہے یہاں عبادت سے مراد یا تو
دلی اعتقادی عبادت ہے یعنی ایمان قبول کرنا یا بدنی عبادت اطاعت احکام مراد ہے پہلی صورت میں یہ کفار اسرائیلیوں سے خطاب

www.alahazratnetwork.org

جب وہ سری کی صورت میں موجود عیسائیوں سے ادا ہو سکتا ہے کہ لفظ رب سے خطاب ہو اور مطلب یہ ہو کہ ایمان لا کر عبادت [illegible] کرو [illegible] ہے [illegible] بھی [illegible] ہے کہ عبادت سے مراد ہر قسم کی عبودیت ہو یعنی عبادت یعنی ورزش عقائد یعنی عبادت اور عشرت تو یہ فرمان بہت جامع ہے یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ [illegible] عبادت کی [illegible] ایک بندگی [illegible] ہمارا [illegible] سب [illegible] عبادت کی موافق عادات کو بھی عبادت بنا لو یہ فرمان [illegible] ہوگی [illegible] کہ تمہارا رب میں بھی ہوں بلکہ میں اللہ تعالیٰ کا [illegible] بندہ [illegible] ربوبیت الٰہی کے مقرر آئے ہیں اس لئے وہ پہلے فرمایا اور [illegible] تمہیں آپ ربوبیت الٰہی نے [illegible] کی ربوبیت آپ کے [illegible] بندوں پر ظاہر ہوتی ہے کہ ایمان تقویٰ [illegible] بندوں کو [illegible] ان سے یہ کہا تھا کہ تم سب اس رب کی عبادت کرو [illegible] کی الوہیت پر ایمان لاؤ جو میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے [illegible] وکنت علیہم شہیدا [illegible] میں [illegible] اللہ کا بیٹا یا اللہ کا شریک نہیں بلکہ [illegible] ہوں (۲) اللہ کی ربوبیت کا پہلا فیض مجھ کو ملا میرے [illegible] تم کو ملا میں رب اور تمہارے درمیان واسطہ عظمیٰ ہوں (۱) رب حقیقی [illegible] معرفت [illegible] علیہ السلام [illegible] رب ہے تو تم [illegible] میرا کلام کرے تم نے لوگ [illegible] رب کو [illegible] (۵) تحقیق [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] جتنی بندے جتنی [illegible] کی [illegible] وکنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم اس کلام کا مقصد اپنے [illegible] عیسائی نے آپ کو آسمان پر [illegible] پیچھے خدا مانند خدا کا بیٹا آپ کی عبادت کی یہ ساری حرکتیں آپ کے رفع آسمانی کے بعد ہوئیں ہے کہ آپ کی [illegible] داری ختم ہو چکی تھی اگر آپ کی موجودگی میں لوگ آپ [illegible] مشرک [illegible] محفوظ [illegible] اس لئے علی ارشاد ہوا [illegible] نہیں ہو سکتا ما دمت فیہم فرمایا ما کنت [illegible] فرمایا کہ معلوم ہو کہ ان کی یہ بد عقیدگیاں میری حیات [illegible] تھا میرا قیام [illegible] خیال رہے آپ نے [illegible] کے بعد وفات سے پہلے کوئی عیسائی دنیا میں [illegible] یا مسلمان ہو [illegible] یعنی جب تک میں زمین پر ان لوگوں میں مقیم رہا میں نے ان کے حالات عقائد اعمال کی [illegible] ان کی نگرانی کرتا رہا اور ان میں بگڑنے [illegible] میری موجودگی میں صلیب [illegible] فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم اس [illegible] مقصد رفع آسمانی کے بعد [illegible] ختم ہو [illegible] یہاں توفی سے مراد موت نہیں بلکہ [illegible] اٹھا لینا ہے [illegible] وفات [illegible] رقیب نے [illegible] مجھے [illegible] آسمان پر اٹھا لیا تو تجھ میں [illegible] تو ہی ان کے اقوال و احوال کا نگران رہا میری [illegible] ختم ہو چکی [illegible] کے معنی یہ نہیں کہ میرے بعد تو حافظ نگہبان ہوا میری موجودگی میں تو حافظ نہ تھا لہٰذا آیت صاف ہے شہید اور رقیب قریباً ہم معنی ہیں نگران میں بھی فرق یہ کیا جاتا ہے کہ شہید وہ جو لوگوں کو دیکھے اور لوگ اسے دیکھیں مگر رقیب وہ کہ وہ تو لوگوں کو دیکھے مگر لوگ اسے نہ دیکھیں اللہ تعالیٰ کاتبین فرشتوں کے متعلق فرماتا ہے ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید چونکہ اس زمانہ میں [illegible] علیہ السلام ظاہر تھے کہ لوگ انہیں دیکھتے تھے رب تعالیٰ سب کو دیکھتا ہے [illegible] کوئی

www.alahazratnetwork.org

نہیں، لہٰذا اس لئے حضرت مسیح و شہید اور رقیب ستا ستی موزوں ہے یہ فرق اچھی نہیں بھی اس کے خلاف بھی آتا ہے اللہ تعالٰی کو شاہد و شہید کہتے ہیں **وانت علی کل شیء شہید** یہ عبارت تحرت کت انت الرقیب کا ہم نے پانچویں پارہ میں عرض کیا ہے کہ شہید یا ہے شہادت بمعنی گواہی سے یا ہے شہود بمعنی حضور سے یا ہے مشاہدہ سے یہاں شہود بمعنی حضور ہے لہٰذا شہید کے معنی ہوئے حاضر یعنی یہ ہوئے کہ اے مولیٰ تو ہر چیز پر حاضر ہے اللہ تعالٰی حاضر و غائب ہونے سے پاک ہے تو مطلب یہ ہو گا کہ ہر چیز تیرے حضور میں حاضر ہے یعنی القاب میرے حضور میں ہے تیرے حضور میں **ان تعذبهم فانهم عبادك** جناب مسیح اپنی معذرت کے بعد ان شکایت کرنے والے عیسائیوں کا حلہ ہے رب تعالٰی کے سپرد فرما رہے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ اگر تو ان لوگوں کو بچھ پہ ستان باندھنے والوں سے ہر ساں کی سزا دے تو تیرے پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا ہے کوئی انہیں تجھ سے چھڑا نہیں سکتا کیونکہ یہ تیرے ہیں تو مالک مطلق ہے لہٰذا **ان تعذبهم** کی جزا پوشیدہ ہے اور **فانهم** الخ اس پوشیدہ جزاء کی علت ہے لہٰذا ف تعلیلیہ ہے **وان تغفر لهم فانك انت العزيز الحكيم** اس میں بھی ان شرطیہ کی جزا پوشیدہ ہے اور **فانك** اس پوشیدہ جزا کی علت ہے۔ ف تعلیلیہ ہے **تغفر** غفر سے بنا ہے بمعنی چھپانا یہاں معنی بخشش دینا ہے اور بخشنے کا کفر و شرک بخشا کافر کا کافی معافی جرم ہے دوسرے جرموں کی بخشش ہو سکتی ہے جس سے اس کا عذاب ہلکا ہو جاوے چنانچہ بعض کفار کا عذاب اس لئے ہلکا ہو گا کہ انہوں نے دنیا میں نیک اعمال کئے تھے جیسے نوشیرواں یا حاتم طائی یا روئے سخن مومن عیسائیوں کی طرف ہے کہ اگر تو ان مومن عیسائیوں کو بخش دے تو تجھے کوئی روک نہیں سکتا کہ تو غالب بھی ہے جو چاہے کرے حکمت والا بھی ہے کہ تیرے ہر کام میں حکمت ہے غرضیکہ اس عرض و معروض کا مقصد کفار کی شفاعت فرمانا اور کفر بخشوانا نہیں ہو سکتا کہ کفار عیسائیوں نے کفر کی بخشش کی مراد ہو اور مقصد یہ ہو کہ اگر تو ان کافروں مشرکوں کو بھی بخش دے تو تجھے کوئی روک نہیں سکتا۔ اسی صورت میں یہ عرض و معروض شفاعت نہیں بلکہ رب تعالٰی کی بڑائی بیان ہے، جیسے حضرت عبداللہ ابن عمر کا فرمان ہے کہ اگر رب تعالٰی سب کو دوزخ میں بھیج دے تو اس کا عدل ہے اگر سارے بندوں کو جنت دیدے تو اس کا رحم ہے وہاں بھی رب تعالٰی کی قدرت کا ذکر ہے کہ مقبولوں کے عذاب یا مردودوں کے ثواب کا۔ کا ان بیان فرمانا

نوٹ۔ اس جملہ کو مفسرین نے مشکل ترین سمجھا ہے کیونکہ بظاہر اس میں کفار کی شفاعت فرمانے کا شبہ ہوتا ہے حالانکہ کفار کے لئے کوئی بخشش نہیں ہو گی ان کی شفاعت ممنوع ہے پھر حضرت مسیح نے شفاعت کیوں فرمائی اس لئے اس کی بہت توجیہیں کی گئیں۔ فقیر نے جو توجیہ کی ہے اس سے آیت کا مطلب واضح ہو جاتا ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ رب تعالٰی کا یہ سوال و جواب حضرت مسیح کے آسمان پر اٹھائے جانے پر ہوا۔ اس کلام کا مقصد یہ ہے کہ الٰہی تو اب ان عیسائیوں کو توفیق ایمان دے کر انہیں مومن بنا کے انہیں بخش دے تو تیری مہربانی ہے مگر یہ توجیہ بہت ضعیف ہے اگلی آیت کے بالکل خلاف ہے۔

خلاصہ تفسیر۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام رب تعالٰی کے سوال کا جواب بلکہ اپنی معذرت پیش فرما کر عرض کریں گے کہ میرے مولیٰ میں نے ان لوگوں سے صرف وہی فرمایا جو کہنے کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کے بندو اللہ پر ایمان لاؤ اسی کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے تمہارا بھی۔ رب میں رب نہیں بلکہ اللہ کا پروردہ بندہ ہوں اے مولیٰ جب تک میں ان لوگوں میں رہا تب تک تو

www.alahazratnetwork.org

ان کے عقائد ان کے اعمال کی نگرانی کرتا رہا ان کو بگڑنے سے روکتا رہا حتیٰ کہ اٹھا لیا جب تک میں ان میں موجود رہا میری موجودگی میں یہ لوگ مجھے اللہ کہہ سکے نہ میری حلوت کر سکے جب تو نے مجھے آسمان پر اٹھا لیا تو میری ذمہ داری ختم ہو گئی۔ پھر وہ تیرے حوالہ ہو گئے ان کے اعمال عقائد کا حافظ تو ہی تھا۔ ان تو بالو ہر چیز ہمیشہ سے نگران ہے میری موجودگی میں اور میری پس پشت ہر چیز تیرے حضور حاضر ہے اے میرے مولیٰ جن لوگوں نے مجھے خدا بنایا تبلیغ کا اثر نہ لیا اگر تو انہیں اس جرم یا دیگر بد اعمالی کی سزا دے تو یہ تیرے بندے ہیں تجھ کو کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا تجھ سے کوئی پوچھ نہیں سکتا اور اگر تو ان کا یہ جرم اور دوسرے بد اعمال بخش دے تو تجھے کوئی روک نہیں سکتا کیونکہ تو سب پر غالب ہے اور تیرے ہر کام میں حکمت ہے تجھ پر اعتراض کرنے کی کس میں جرأت ہے اب ان کا معاملہ تیرے حوالے ہے۔

روایت: مسلم شریف اور ابن ابی الدنیا نے باب حسن الظن میں اور بیہقی نے باب الاسماء والصفات میں حضرت ابن عمر سے روایت کی کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کریمہ **وجه اجعلني اصلي كثيرا** اور یہ آیت **ان تعذبهم** تلاوت کی تو اپنے ہاتھ شریف دعا کے لئے اٹھائے اور بہت رو رو کر عرض کیا **اللهم امتي امتي**۔ جبریل امین حاضر ہوئے اور پیغام الٰہی پہنچایا کہ اے محبوب ہم تمہاری امت کے متعلق تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کر دیں گے تم کو غمگین نہ ہونے دیں گے۔ احمد نسائی بیہقی نے بروایت ابوذر۔ بخاری روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شب نماز پڑھی اس میں یہی آیت **ان تعذبهم** بار بار پڑھتے رہے حتیٰ کہ سویرا ہو گیا صبح کو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج حضور نے صبح تک یہ آیت کیوں تلاوت کی فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے اپنی امت کے لئے شفاعت کی اجازت لی مجھے اجازت مل گئی انشاء اللہ میری شفاعت ہر امتی تک پہنچے گی جو کفر نہ کرے (روح المعانی)۔

فائدے: ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ **پہلا فائدہ:** پیغمبر کا قول و فعل رب تعالیٰ کی طرف سے اس کے حکم سے ہوتا ہے ان کی تبلیغ رب تعالیٰ نے حکم سے ہے ہم لوگوں کی تبلیغ پیغمبر کے حکم سے اس لئے وہ حضرات رسول ہیں۔ دوسرے لوگ رسول نہیں اگرچہ وہ بھی تبلیغ کرتے ہیں اور سارے وہی کام کرتے ہیں جو رسول نے کئے یہ فائدہ **الا ما امرتني به** سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ:** پیغمبر کی تبلیغ میں غلطی نہیں ہو سکتی کہ وہ رب تعالیٰ کے حکم سے ہوتی ہے ہماری تبلیغ میں غلطی ہو سکتی ہے ہمارے فیصلے ہمارے فتوے غلط ہو سکتے ہیں کہ وہ رب تعالیٰ کے حکم سے نہیں ان کے ذمہ دار ہم خود ہیں نبی کی تبلیغ قدم حق رب تعالیٰ کے کرم پر ہے یہ فائدہ بھی **الا ما امرتني به** سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ:** ربوبیت کا مظہر حضرات انبیاء کرام ہیں کہ تمام لوگ رب تعالیٰ کی ربوبیت روحانی و جسمانی بواسطہ پیغمبر پہنچی ہے کہ رب کی نعمتیں ان کے ہاتھوں ان کے وسیلہ سے ملتی ہیں یہ فائدہ **ربي** پہلے فرمانے سے حاصل ہوا کہ فرمایا **ربي و ربكم** جیسا کہ تفسیر میں عرض کیا گیا۔ **چوتھا فائدہ:** حضرات انبیاء کرام اپنی امت کے سارے اعمال افعال احوال اقوال پر مطلع و خبردار ہوتے ہیں ان کے نگران ہوتے ہیں یہ فائدہ **كنت عليهم شهيدا** سے حاصل ہوا جیسا کہ ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا۔ جناب مسیح فرماتے ہیں **وانبئكم بما تاكلون وما تدخرون في بيوتكم** جو کچھ تم اپنے گھروں کی کوٹھڑیوں میں کھاتے بچاتے ہو میں تم کو اس کی خبر دے سکتا ہوں ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قبروں پر قیام فرما کر فرمایا کہ یہ چغل خور تھا اور یہ لوٹنے کے

www.alahazratnetwork.org

پیشاب کی چھینٹوں سے پرہیز نہ کرتا تھا اس لئے ان دونوں پر عذاب قبر ہو رہا ہے۔ فرمایا حضرت عمر کی نیکیاں آسمان کے تاروں جتنی ہیں۔ پانچواں فائدہ: گزشتہ انبیاء کرام کی قومیں ان کے پردہ فرمانے کے بعد بگڑیں ان کے زمانہ میں نہ ان حضرات کو خدا بنایا گیا نہ کسی اور کو نہ ان کی علامت ہو سکیں یہ فائدہ بھی کنت علیہم شہیدا سے حاصل ہوا جیسا کہ ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا۔ خدا اور حضرات معبودین باطلہ میں اختلاف نہیں اور جو آیت بعض معبودوں کے برائیوں میں آگئی ہیں وہ حضرات انبیاء کرام پر چسپاں نہیں ہو سکتیں۔ اس سے وہ تو وہابی عبرت پکڑیں جو ان حضرات کو بتوں کی برابر کرتے ہیں۔ چھٹا فائدہ انبیاء کرام کے پردہ فرمانے کے بعد ان کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے اگر ان کی ساری قوم گمراہ ہو جاوے تو وہ ذمہ دار نہیں یہ فائدہ فلما توفیتنی سے حاصل ہوا۔ ساتواں فائدہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہایت ہی حلیم الطبع جمالی رسول ہیں جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام دیکھو جناب خلیل فرماتے ہیں کہ جو میری پیروی کرے وہ تو میرا ہے اور جو میری نافرمانی کرے تو تو غفور رحیم ہے یعنی نافرمانوں کے لئے بھی بددعا نہیں فرماتے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی نافرمان عیسائیوں کے لئے بددعا نہیں فرماتے۔ حضرت نوح و موسیٰ علیہما السلام جلال والے پیغمبر ہیں کہ نوح علیہ السلام نے عرض کیا۔ رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا۔ خدایا کسی کافر گھر والے کو نہ چھوڑ سب کو فنا کر دے اور موسیٰ علیہ السلام نے فرعونیوں کے متعلق فرمایا کہ واشدد علی قلوبہم فلا یؤمنوا حتی یروا العذاب الالیم خدایا ان کے دل سخت کر دے کہ بغیر دیکھے عذاب کے ایمان ہی نہ لائیں عذاب دیکھ کر ایمان لائیں جو قبول نہ ہو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مظہر جمال و جلال ہیں۔ آٹھواں فائدہ: کافر کے لئے دعائے مغفرت کی اجازت نہیں ہے نہ ان کی سفارش و شفاعت درست نہ انہیں غفور کہنا جائز نہ انہیں ثواب بخشنا درست یہ فائدہ وان تغفرلہم الخ سے حاصل ہوا کہ جناب مسیح نے ان کی بخشش کی دعا نہ کی بلکہ انہیں رب تعالیٰ کے حوالہ کیا اسی لئے آخر میں غفور رحیم نہ کہا بلکہ العزیز الحکیم کہا (تفسیر کبیر)۔

پہلا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام اس دنیا سے پردہ فرما جانے پر اس جہان سے بالکل بے خبر ہو جاتے ہیں انہیں کسی کے متعلق کسی قسم کی خبر نہیں ہوتی دیکھو جناب مسیح نے فرمایا و کنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم تو تمہارا عقیدہ یہ ہے کہ نبی بعد وفات بھی امت کے حالات سے خبردار رہتے ہیں۔ اصحاب کہف جو اولیاء اللہ ہیں انہیں سوتے ہوئے پتہ نہ لگا کہ ہم تین سو سال سوتے رہے کہا کہ ہم شاید دن بھر سوئے حضرت عزیر علیہ السلام کو سو برس بعد زندہ ہونے پر پتہ نہ چلا کہ ہم سو برس وفات یافتہ رہے بلکہ فرمایا قال لبثت یوما او بعض یوم معلوم ہوا کہ نبی سوتے ہیں اور یہاں سے پردہ فرما جانے یا وفات کے بعد اس دنیا سے بالکل بے خبر ہو جاتے ہیں (وہابی) جواب: اس اعتراض کا تفصیلی جواب ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں ملاحظہ کرو یہاں اتنا سمجھ لو کہ الحمد للہ معترض نے یہ تو مان لیا کہ حضرات انبیاء کرام اپنی زندگی میں لوگوں کے حالات سے خبردار ہوتے ہیں یہ بھی ان کے عقیدے کے خلاف ہے ان کا عقیدہ تو یہ ہے کہ نبی کو اپنی زندگی میں دیوار کے پیچھے کی خبر نہیں ہوتی۔ ہم نے ابھی تفسیر میں عرض کیا کہ یہاں شہید معنی مطلع و خبردار یا گواہ نہیں ورنہ علیہم کے خلاف ہوگا بلکہ معنی ذمہ دار و نگران ہے یہاں علم کی نفی نہیں نبی کی ذمہ داری کی نفی ہے۔ اس کے متعلق ہم بحث پہلے پارہ سیقول ویکون الرسول علیکم شہیدا کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں۔ حضرت عزیر و اصحاب کہف کے متعلق ہم تیسرے پارہ کی تفسیر میں زیر آیت لبثت یوما او بعض یوم کی تفسیر میں عرض کر چکے اور رب تعالیٰ نے ان

www.alahazratnetwork.org

حضرات کو اس عالم سے بے خبر کر دیا تھا تاکہ ان سے معجزات و کرامات کا ظہور ہو جیسے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تعریس کی رات اس طرف سے بے توجہ کر دیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز فجر قضا ہو گئی اگرچہ حضرات بعد وفات دو فرمانے اس طرف سے بے خبر ہو جاتے ہیں تو شب معراج میں سارے نبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے بیت المقدس میں کیوں جمع ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری حج حجۃ الوداع میں حضرت عیسیٰ حضرت موسیٰ حضرت یونس علیہ السلام کو حج کرتے دیکھا تشریف لائے تھے انہوں نے احرام بیے باندھے لئے انہیں کیا تھا۔ شب معراج کی رات سب یا تحت الوداع ملے تھے۔ قرآن کریم سے معلوم ہوا ہے کہ وفات یافتہ نبی ولی زندہ مقبول بندوں سے ملاقات کرتے ان سے سلام و کلام کرتے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے **واسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا اجعلنا من دون الرحمن الھۃ یعبدون** اے محبوب اپنے سے پہلے والے نبیوں سے پوچھ لو کہ کیا ہم نے اللہ کے سوا اور معبود بنائے ہیں کہ ان کی عبادت کی جائے۔ **دوسرا اعتراض**۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد حافظ و رقیب ہوا تو کیا ان کی موجودگی میں رب تعالیٰ نہ رقیب تھا نہ حافظ اس کی صفات ازلی ابدی ہیں۔ دیکھو۔ یہاں فرمایا گیا **فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم**۔ **جواب**۔ اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ اس عرض و معروض کا مقصد یہ ہے کہ میرے اٹھ جانے کے بعد میری ذمہ داری ختم ہو گئی۔ صرف تیری ذمہ داری رہ گئی اس لئے **کنت انت الرقیب** حصر کے ساتھ فرمایا۔ **تیسرا اعتراض**۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ کفار کی شفاعت جائز ہے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام نے کفار عیسائیوں کے متعلق فرمایا **وان تغفر لھم** الخ۔ **جواب**: اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ اس عرض و معروض کا مقصد شفاعت کفار نہیں۔ اس کے مقصد تین ہو سکتے ہیں۔ دیکھو تفسیر۔ **چوتھا اعتراض**۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ کلام ان کفار کی شفاعت کے لئے ہو تو سوال یہ ہے کہ آپ کی یہ عرض قبول ہوئی یا نہیں اگر قبول ہوئی تو کفار کی بخشش ماننی پڑے گی اور اگر قبول نہیں ہوئی تو نبی مقبول الدعا نہ رہے۔ **جواب**: آپ کا یہ کلام اگر شفاعت کے لئے ہے تو آپ کی شفاعت رد نہ ہوئی بلکہ ان کفار کو مفید نہ ہوئی۔ ان کا کوئی گناہ معاف نہ ہوا کیونکہ آگے فرمایا جا رہا ہے **ھذا یوم ینفع الصادقین صدقھم** یہ وہ دن ہے کہ سچوں کو ان کا سچ نفع دے گا اور اے عیسیٰ یہ مردود ہیں جھوٹے ہیں ایسے جھوٹے کہ دنیا میں رہے تو مجھ سے بھول کر اور آج میری بارگاہ میں تمہارے سامنے جھوٹ بولے لہٰذا آپ کی اس سفارش سے انہیں نفع نہیں ہوگا۔ ان کا کوئی گناہ معاف نہیں ہوگا۔ یہاں تو مقدمہ ختم ہو کر رب کا فیصلہ تو آگے سنایا جا رہا ہے۔ لہٰذا آیت واضح ہے۔ **پانچواں اعتراض**: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ جملہ عزیز حکیم پر کیوں ختم فرمایا چاہئے تھا کہ غفور رحیم پر ختم فرماتے کیونکہ مغفرت کے ذکر کے بعد غفور رحیم مناسب تھا جیسی دعا ویسا رب کا نام۔ **جواب** اس کا جواب بھی ابھی بحوالہ تفسیر کبیر گزر گیا کہ چونکہ آپ ان کفار کی بخشش کی شفاعت نہیں فرما رہے ہیں بلکہ رب تعالیٰ کے کمال قدرت و حکمت کا ذکر کرکے اس کی حمد کر رہے ہیں کہ اگر تو انہیں بخش دے تو تجھے کوئی روک نہیں سکتا کیونکہ تو سب سے غالب ہے اور حکمت والا ہے مغلوب کو کوئی غالب روک سکتا ہے بذریعہ طاقت اور بے علم کو کوئی عالم روک سکتا ہے سمجھا بجھا کر اس کے فائدہ حکمت کہہ کر جو رب غالب بھی ہو حکیم بھی ہو وہاں روکنے کا سوال ہی نہیں لہٰذا یہاں عزیز حکیم فرمانا نہایت موزوں اور مناسب ہے۔

www.alahazratnetwork.org

تفسیر صوفیانہ [illegible]

[illegible]

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ

[illegible]

www.alahazratnetwork.org

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا

بہتی ہیں جن کے نیچے نہریں رہیں گے ان میں ہمیشہ ہمیشہ راضی ہو گیا اللہ ان سے اور راضی ہو گئے وہ

جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی

عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا

اس سے یہ ہے کامیابی بڑی اللہ ہی کا ملک آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ

یہ ہے بڑی کامیابی اللہ ہی کے لئے ہے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ

فِيْهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

ان میں ہے اور وہ اوپر ہر چیز کے قدرت والا ہے۔

ان میں ہے سب کی سلطنت اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے **پہلا تعلق**۔ پچھلی آیات کریمہ میں ایک مقدمہ کا ذکر تھا جو بارگاہ الٰہی میں کفار عیسائیوں پر قیامت میں چلے گا اب ان آیات میں حاکم حقیقی جل مجدہ کے فیصلہ کا ذکر ہے جو وہاں دیا جاوے گا۔ **دوسرا تعلق**۔ پچھلی آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ کا ذکر تھا اب ان آیات میں اس تبلیغ کو قبول کرنے والوں کے نتیجہ کا ذکر ہے جو قیامت میں ملے گا۔ **تیسرا تعلق**۔ پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ کی پوری ملکیت اس کی شان غفاری کا ذکر تھا اب ان لوگوں کا ذکر ہے جو اس غفاری سے فائدہ اٹھائیں گے گویا کریم کی دین کا پہلے ذکر ہوا قیمتوں کے لینے کا ذکر اب ہو رہا ہے۔ **چوتھا تعلق**۔ پچھلی آیات میں رب تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سچائی کا ذکر فرمایا تھا **ما قلت لهم الا ما امرتنی** اب ان آیات میں سچ کے ثواب کا ذکر ہے گویا عمل نیک کے بعد اس کے عمل کا بیان ہے۔ **پانچواں تعلق**۔ پچھلی آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ضمنی شفاعت کا ذکر تھا جو وہاں کفار عیسائیوں کی کریں گے اب بتایا جا رہا ہے کہ یہ شفاعت ان مردودوں کو کام نہ دے گی کیونکہ وہ سچے نہ تھے جو مفید ہوا تو پہلے مومنوں کو اور اس لائق بیماروں کے فائدہ نہ لینے کا ذکر اب ہے۔

تفسیر۔ **قال اللہ ھذا یوم ینفع الصادقین صدقھم**۔ ظاہر یہ ہے کہ رب تعالیٰ کا یہ فرمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عرض و معروض کے جواب میں قیامت کے دن ارشاد ہوگا کیونکہ انہوں نے عرض کیا تھا کہ اگر تو انہیں بخش دے تو تو عزت والا حکمت والا ہے۔ جواب کا مقصد یہ ہے کہ ہماری بخشش بچوں کو پہنچے گی اے عیسیٰ تم سچے ہو تمہاری امت ہو خالص **قال** بمعنی مستقبل ہے چونکہ یہ فرمان یقینا ہو گا لہذا اسے ماضی سے ادا فرمایا اور ہو سکتا ہے کہ **قال** ماضی کے ہی معنی میں ہو مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ قانون نافذ کر چکا ہے فرمایا ہے لوح محفوظ میں اور قدیم نبیوں کی زبانوں میں کہ دنیا میں تو بعض وقت جھوٹ سے بھی کام چل جاتا ہے مگر قیامت میں صرف سچ ہی کام دے گا وہاں جھوٹ و فریب نقصان دیں گے مگر ہماری تحقیق میں پہلا قول قوی ہے۔ تمام مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ **ھذا یوم** سے قیامت کا دن مراد ہے یوم چونکہ خبر ہے **ھذا** کی لہذا اس پر پیش آیا اور چونکہ یہ مضاف ہے **ینفع** کی طرف لہذا اس پر تنوین نہیں آئی **ینفع** بمعنی مصدر کیا ہے جس میں مدت کا شائبہ ہے یعنی

www.alahazratnetwork.org

[illegible] کا نفع اپنے اختیاری اعمال کا نفع نبی کی شفاعت کا نفع اپنے بچوں کے نیک اعمال کا نفع بلکہ مسلمانوں کے لاکھوں نفع جو تاقیامت ہوتے رہیں گے۔ قیامت میں مومنوں کو یہ سارے نفع نصیب ہوں گے کافر ان میں سے کوئی نفع حاصل نہ کر سکے گا [illegible] تا قیامت موقوف ہے تا کہ ساری دعائیں جمع ہو جائیں پھر سب کا نفع دیا جائے [illegible] صادقین سے مراد حضرات انبیاء کرام اور [illegible] ہیں صدق کی سچائی ہے لہٰذا عقیدے کی سچائی [illegible] عقیدہ [illegible] عمل کی سچائی بھی نیک [illegible] سچائی [illegible] تو مفید ہیں [illegible] فرشتوں [illegible] شخص اچھا عقیدہ [illegible] سچا تھا اس سے فرعون [illegible] آمنت انه لا اله الا الذی امنت به بنو اسرائیل [illegible] [illegible] کافر بلکہ ابلیس بھی سچ بول دے گا وعدتکم فاخلفتکم لہٰذا دنیا کی سچائی مفید ہے۔ یوں ہی دنیاوی سچائی بھی مومن کے لئے مفید ہے کفار کی سچائی بخشش کا ذریعہ نہیں یعنی قول، عمل، سچائی شامل ہیں عقیدے کی سچائی جب [illegible] قائم ہو تو شاخیں ہری ہوتی ہیں۔ رب تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمائے گا اے عیسیٰ تم سچے ہو [illegible] لگانے والے تم پر بہتان باندھنے والے عیسائی جھوٹے ہیں آج روز قیامت ہے [illegible] جب ان سچوں کو [illegible] دنیا میں سچے رہے کہ مومن متقی پرہیزگار ہے ان کی سچائی بھی [illegible] لہٰذا آیت [illegible] ان کے [illegible] مفہوم ہو کہ تمہاری شفاعت برحق ہے مگر یہ اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے لهم جنت تجری من تحتها الانهار یہ مذکورہ نفع کی تفصیل ہے کہ سچوں کو سچ کا نفع یہ ملے گا۔ لهم میں لام ملکیت کا ہے یا خصوصیت کا۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہمارے لئے بنائی ہے خلق لكم ما فی الارض جميعا اور جنت بھی ہمارے لئے لهم جنات تجری [illegible] چند طرح فرق ہے ایک یہ کہ دنیا کی ملکیت عارضی ہے جنت کی ملکیت مستقل اور دائمی۔ دنیا کا کبھی کوئی مالک بھی کوئی جنت کا مالک ہو گا دائمی ہو گا [illegible] دنیا کی ملکیت ناقص ہے جنت کی ملکیت کامل بارہا دنیا کے ہم مالک ہوتے ہیں مگر نفع نہیں اٹھا سکتے [illegible] ہمارا [illegible] قبضہ [illegible] ہماری [illegible] نقصان دیتی ہے مگر جنت میں [illegible] جنتی لوگ جنت کے مالک تو آج ہی سے ہیں مگر قبضہ [illegible] جائے گا [illegible] عطا ہو جائے گی بعد قیامت یہ سب باتیں لهم فرمانے سے حاصل ہو ئیں انسان کے جنتی ہونے کی دو علامتیں ہیں ایک [illegible] کامل [illegible] ہے [illegible] ہو [illegible] نفرت ہو [illegible] لهم جنات [illegible] جنات کے معنی [illegible] قسمیں [illegible] مومن کو [illegible] بارہا بیان ہو چکا۔ حافظ [illegible] تجری فرمانا [illegible] وہاں پانی دودھ شہد شراب [illegible] بلکہ بہتی ہوئی نہریں ہوں گی ان [illegible] تیز اور [illegible] جو کسی کو بہالے جائے [illegible] بلکہ [illegible] وہاں کچھ [illegible] دریا نہ ہوں گے [illegible] جو [illegible] پھر ایک نہر پانی کی نہ ہو گی بلکہ چند نہریں ہوں گی پانی کی دودھ کی شہد کی شراب [illegible] ایک مختصر [illegible] قرآن میں خالدين فيها ابدا [illegible] جنت کی [illegible]

www.alahazratnetwork.org

...ات۔ آنا جانا ہے کہ نہ جانا، وہاں خزاں نہیں ... ہمیشہ رہنا، جنت میں ایسی ہی بہار ہوگی کہ ابھی اس کے پھل پھول
بھی دائمی وہاں کے باشندے بھی دائمی باشندے وہاں سے نہ نکالے جائیں گے وہ دائمی ہوں گے نہ انہیں موت آئے نہ بیماری جس میں کمی
ہو۔ ... سبحان اللہ کیا حالہ ہی لیا ... وہاں کی ... نعمتیں بیان فرمائیں ... ہمیشہ رہیں گے۔
کہ خلود کے معنی ہمیشگی بھی ہے اور دراز مدت بھی مگر جب اس کے ساتھ ابدا ارشاد ہو جاوے تو معنی ہمیشگی ہوتا ہے۔ لہٰذا
یہاں معنی ہمیشگی ہے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ظاہر یہ ہے کہ یہ بھی جنتی جماعت کی خبر ہے لہٰذا رضی اور رضو
معنی مستقبل ہیں ماضی کی ... نعمت ہے جو تمام نعمتوں سے بڑھ چڑھ کر نعمت ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان سے ہمیشہ راضی رہے گا
اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ خوش و راضی رہیں گے اس کی نعمتوں پر خوشیاں منائیں گے اور ہو سکتا ہے کہ ان کی دنیاوی
حالت کا ذکر ہو یعنی دنیا میں اللہ تعالیٰ ان کی تھوڑی عبادات پر ان سے راضی رہے گا اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے تھوڑے
رزق پر بلکہ اس کی بھیجی ہوئی تکالیف پر اس سے راضی رہے کہ کبھی انہوں نے رب کی ناشکری نہ کی وہ سمجھے کہ یار کے پاس سے
جو ... آئے وہ نعمت ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

ناخوش تو خوش بود بر جان من ۔ دل فدائے یار دل رنجان من
تمہارے ہاتھ کے کنکر بھی اچھے ۔ مرے مولیٰ ترے پتھر بھی اچھے
جگر دل میں ترے نشتر بھی اچھے!

جب یہ لوگ ایسے راضی برضا ہو جاتے ہیں تو ان کے گناہ سے بھی رب تعالیٰ ان پر ناراض نہیں ہوتا بخش دیتا ہے **ذٰلک
الفوز العظیم** **ذٰلک** سے اشارہ یا تو ان تمام مذکورہ نعمتوں کی طرف ہے۔ جنت نہریں ہمیشگی وغیرہ یا رضائے الٰہی کی طرف
یعنی جنت اور وہاں کی یہ نعمتیں پالینا بڑی ہی کامیابی ہے یا دنیا میں رب کو منا لینا اسے راضی کر لینا بڑی ہی کامیابی ہے وہ ہی کامیاب
ہے جو یار کو منا کر یہاں سے رخصت ہو **للہ ملک السموت والارض وما فیہن** یہ نیا جملہ ہے۔ جس میں یا تو عیسائیوں
کی تردید ہے جو کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں اور حضرت مریم رب کی بیوی فرمایا گیا کہ آسمان و زمین اور ان کی ہر
چیز ہماری مملوک مقبوض اور ہماری بندہ ہے حضرت مسیح اور ان کی والدہ بھی زمین پر رہنے والی مخلوق ہیں لہٰذا وہ بھی ابن اللہ نہیں
بلکہ عبداللہ ہیں۔ **للہ** میں لام ملکیت کا ہے اسے مقدم فرمانے سے فائدہ حصر حاصل ہوا یہاں ملک بمعنی ملکیت ہے ملک ملک اور
ملکوت سے بہت سے فرق ہم بارہا بیان کر چکے ہیں چونکہ آسمان سات ہیں اور ان کی حقیقتیں مختلف ہیں، زمین یا تو ایک ہے اس لئے
ساتھ ہے یا سات ہیں مگر حقیقت سب کی ایک جنسی ہی اس لئے سمٰوٰت جمع اور ارض واحد فرمایا گیا ہے۔ ما
سے مراد غیر عقل والی اور بے عقل چیزیں ہیں یعنی سارے آسمان زمین ان میں کی چیزیں صرف اللہ تعالیٰ کی ملک ہیں یا یہ ایک
پوشیدہ سوال کا جواب ہے کہ لینے والا کہتا کہ اتنی بڑی جزاء اتنا عظیم ثواب کون دے گا فرمایا وہ دے گا جو ان سب چیزوں کا مالک
ہے (تفسیر خازن) **وھو علی کل شیء قدیر** اس جملہ میں بھی یا تو عیسائیوں کی تردید ہے کہ ابن اللہ بالاولیٰ وہ ہوتا ہے جو ہر چیز پر
قادر ہو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ایسے نہیں وہ تو اللہ تعالیٰ کے مقدور بندے ہیں تو عیسائی جھوٹے ہیں یا اس
عبارت میں اللہ تعالیٰ کے تمام قدرت کا ذکر ہے کہ رب تعالیٰ ان چیزوں کا صرف مالک ہی نہیں بلکہ ان کا قابض بھی ہے ان پر
قادر بھی دنیا میں دیکھا گیا ہے کہ بعض مالک قابض نہیں ہوتے۔ بعض مالک و قابض قادر نہیں ہوتے رب تعالیٰ ان عیوب سے

www alahazratnetwork org

یاک تب ضنی کے معنی ان کے اقسام قدر کے معنی اس کی صورتیں مع تمام سوال و جواب کے ہم پہلے پارہ میں ان اللہ علی کل شیء قدیر کی تفسیر میں عرض کر چکے وہاں دیکھو۔

خلاصہ تفسیر: اب تک حضرت عیسیٰ اور موجودین عیسائیوں کے مقدمہ کا ذکر ہوا۔ اب ان کے دعویٰ لیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جواب دعویٰ پیش کر کے اشارۃً شفاعت فرمائی اب مقدمہ کے فیصلے کا ذکر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی اس شفاعت سے وہ عیسائی فائدہ حاصل نہیں کر سکتے نہ ان کی بخشش و معافی ہو چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مذکورہ عرض و معروض پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ یہ قیامت کا دن وہ ہے کہ آج کسی کو دولت عزت وغیرہ کام نہ آوے گی آج سچوں کو ان کا سچ نفع دے گا کہ جو دنیا میں سچے مومن بن کر رہے سچے اعمال سچے اقوال کئے ان کو ہر طرح کا نفع ہو گا کہ ان کی نیکیاں قبول ہوں گی۔ گناہ معاف ہوں گے ان کی اولاد کی نیکیاں انہیں فائدہ دیں گی ان کے صدقات جاریہ بعد موت بھی ان کو پہنچتے رہے اور نبیوں ولیوں کی شفاعت مفید ہو گی۔ اس کی جزاء میں انہیں ایسے گھنے باغات عطا ہوں گے جن کے نیچے دودھ شہد پانی شراب طہور کی نہریں رواں ہیں خوبی یہ ہے کہ وہ ان جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے کہ نہ مریں نہ وہاں سے نکالے جاویں نہ وہ باغات اجڑیں نہ کبھی ان کے پھل ختم ہوں ان سب پر طرہ یہ کہ رب تعالیٰ ان سے راضی ہو اور رب تعالیٰ سے خوش سب سے بڑی کامیابی یہ ہی ہے اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے کوئی سننے والا اس پر حیرت نہ کرے اللہ تعالیٰ ہی کی ہے زمین آسمان ان کی تمام چیزیں اس شان کا جیسا مالک الملک جو چاہے عطا فرماوے وہ خزانوں کا مالک بھی ہے اور ہر طرح قادر و مقتدر بھی اس کی پکڑ ہے تو بہت سخت عطا ہے تو بہت وسیع و فراواں لہذا دنیا میں سچے بنو سچے رہو رب کی نعمتیں حاصل کرو۔ چونکہ یہ عیسائی ایسے جھوٹے ہیں کہ دنیا میں رہے تو جھوٹ بولتے رہے اور قیامت میں ہمارے دربار میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے نہایت بے حیائی سے جھوٹ بولے ایسے لوگ نہ اپنے اعمال صالحہ سے فائدہ اٹھا سکیں نہ نبی کے توسل سے۔

فائدے: اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ: جو دنیا میں سچے عقیدے سچے اعمال اختیار کرے گا وہی قیامت ... نفع میں رہے گا جھوٹے بے دین کی بخشش نہیں اگرچہ بزرگوں کی اولاد ہو یہ فائدہ **ینفع الصادقین** سے حاصل ہوا۔ لہذا وہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس شفاعت سے فائدہ نہ اٹھا سکیں گے۔ دوسرا فائدہ: دنیا میں کوئی شخص نبی ... پیغمبر اعمال سے بے نیاز نہیں ہو سکتا جو بوئے گا وہی کاٹے گا یہ فائدہ بھی **ینفع الصادقین** الخ سے حاصل ہوا اس سے وہ جنتی جو سی بے نماز بے روزے فقیر عبرت پکڑیں جو مولیٰ علی یا غوث پاک کے ملنگ کہلاتے ہیں اپنے کو شرعی احکام سے بے نیاز جان کر جنت کے ٹھیکیدار ہونے کے مدعی ہیں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کو اعمال کی ضرورت تھی تو ان کے ملنگ کیسے بے نیاز ہو گئے۔ تیسرا فائدہ: جنت اہل جنت کی اپنی ملکیت ہو گی یہ فائدہ **لهم جنت** کے لام سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ: انشاء اللہ ایک جنتی کو بہت سی جنتیں عطا ہوں گی وہ کریم ہر قسم کے عمل کی الگ جنت عطا فرمائے گا یہ فائدہ **جنات** جمع فرمانے سے حاصل ہوا۔ پانچواں فائدہ: ہر جنتی کے باغوں میں ایک نہر نہ ہو گی بلکہ بہت سی نہریں ہوں گی دودھ کی شہد کی پانی کی وغیرہ یہ فائدہ **الانهار** فرمانے سے حاصل ہوا۔ چھٹا فائدہ: جنت کے پھل نہ کبھی ختم ہوں نہ وہاں خزاں وغیرہ آئے نہ جنت کے لئے فنا ہے نہ جنتیوں کو موت نہ وہاں سے نکلنا یہ فائدہ **خالدین فیها** کی تفسیر سے حاصل ہوا۔ ساتواں فائدہ: جنت اور وہاں کی نعمتیں پیدا ہو چکیں بلکہ ہر جنتی کے نامزد ہو چکیں آدم علیہ السلام وہاں رہ کر

... حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں وہاں سیر فرمائے تھے حضرت مریم نے وہاں کے پھل کھائے یہ فائدہ بھی لھم جنات کی تفسیر سے حاصل ہوا۔ آٹھواں فائدہ: سچے متقی مومن کو رضی اللہ عنہ کہہ سکتے ہیں۔ یہ لفظ صرف صحابہ کرام سے خاص نہیں لہذا اولیاء اللہ علماء دین صالحین کو رضی اللہ عنہ کہنا جائز ہے یہ فائدہ رضی اللہ عنہم کی آیت سے حاصل ہوا دوسری جگہ رب تعالیٰ فرماتا ہے **رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ذلک لمن خشی ربہ** جس کے دل میں خوف خدا ہو اس سے رب تعالیٰ راضی ہے۔ نواں فائدہ: اگر بندہ رب تعالیٰ کے تھوڑے رزق پر راضی رہے تو رب تعالیٰ بھی اس کے تھوڑے اعمال سے راضی ہوتا ہے بلکہ اگر بندہ رب کی بھیجی مصیبت میں راضی بہ رضا رہے صبر سے کام لے تو بندہ سے گناہ پر رب تعالیٰ اس سے ناراض نہیں ہو جاتا بلکہ اسے دنیا میں ہی توبہ کی توفیق دے دیتا ہے آخرت میں بخشش فرماتا ہے یہ فائدہ بھی **رضی اللہ عنہم** کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ دسواں فائدہ: دنیا میں بادشاہ بن جانا بڑا امیر و دولتمند بن جانا کامیابی نہیں رب کو راضی کرنا بڑی کامیابی ہے جسے اللہ توفیق دے یہ فائدہ **ذلک الفوز العظیم** سے حاصل ہوا۔ نیک بندہ بن جانا انسانیت کا کمال ہے شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

ہر کہ [illegible] راستاں دارد سر خدمت بر آستاں دارد

گیارھواں فائدہ: **اللہ الملک** یعنی ظاہری ملکیت حقیقی صرف اللہ تعالیٰ کی ہے مجازاً یہ عطاء الٰہی بندوں کو بھی حاصل ہے دیکھو یہاں **سموات والارض** کی ملکیت اللہ تعالیٰ کے لئے منحصر فرمائی گئی مگر دوسری جگہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہے **واتیناہ ملکا عظیما** اور فرمایا گیا **وسخرنا لہ الریح تجری بامرہ** اور فرماتا ہے **تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء** بلکہ پورا مالک وہی ہے جو مالک کر دینے پر قادر ہو پورا عالم وہ ہے جو عالم بنا دینے پر قادر ہو ناقص مالک ناقص عالم دوسرے کو مالک یا عالم نہیں بنا سکتے۔

پہلا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن سچوں کا سچ انہیں نفع دے گا تو قیامت میں آخر کار سب ہی سچ بول دیں گے کہ ہم کافر و مشرک ظالم تھے۔ چاہئے کہ ان کی بھی بخشش ہو جاوے۔ **جواب:** ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا کہ صادقین سے مراد دنیا میں سچے رہنے والے ہیں ہر دانہ بونے کا ایک وقت ہوتا ہے بے وقت بویا جاوے تو پھل نہیں دیتا سچ بولنے نیک اعمال کرنے کا بھی ایک وقت ہے۔ بے معنی زندگی کا زمانہ اس کے بعد ہر نیکی بیکار ہے۔ **دوسرا اعتراض:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت میں سچوں کا سچ کام آوے گا دنیا میں بہت مسلمان جھوٹے ہوتے ہیں اور بہت سے کافر سچے آج ولایت کے عیسائی تجارت معاملات میں بہت سچے ہیں تو چاہئے کہ وہاں ان کفار کی بخشش ہو اور جھوٹے مسلمانوں کی گرفتاری ہو۔ **جواب:** ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا کہ یہاں سچ سے مراد عقیدے کی سچائی ہے اس کے بغیر صرف زبانی یا معاملات کی سچائی بیکار ہے جڑ [illegible] ہوئے شاخیں درست رہتی ہیں کافر خواہ زبان یا معاملات کا کتنا ہی سچا ہو مگر جھوٹا ہے کہ اس کے عقیدے جھوٹے ہیں ہاں یہ ممکن ہے کہ سچے کافر کا عذاب جھوٹے کافر سے ہلکا ہو جیسے نوشیرواں کا عذاب اس کے عدل کی وجہ سے اور حاتم طائی کا عذاب اس کی سخاوت کی وجہ سے ہلکا ہوگا۔ **تیسرا اعتراض:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ جنتی اہل جنت کی ملکیت ہوگی مگر قرآن کریم دوسرے مقام پر فرماتا ہے **نزلا من غفور رحیم** جس سے معلوم ہوا کہ جنت مہمان خانہ ہے وہاں کی نعمتیں مہمانی ہیں مہمان گھر کا مالک نہیں ہوتا لہذا آیتوں میں تعارض ہے۔ **جواب:** وہاں جنتیوں کی خاطر تواضع مہمانوں کی سی ہوگی مگر وہ ہوں گے

www.alahazratnetwork.org

جنت ہے کہ مالک قبضہ والا ہے نہ مالک کی تواضع خاطر اپنے گھر میں نہیں کی جاتی مہمان کی تواضع خاطر بہت ہوتی ہے وہاں خاطر تواضع کے لحاظ سے مہمان خانہ فرمایا گیا یعنی جنتی ہوں گے اپنی جنتوں کے مالک مگر ہمیشہ ان کی خاطر تواضع مہمانوں کی سی کی جاوے گی اور تواضع خاطر منجانب اللہ ہو گا۔ غفور رحیم سے چوتھا اعتراض۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جنت اور وہاں کی نعمتیں صرف سچوں کو ملیں گی تو جو مسلمان کے بچے یا دیوانے بچپن میں یا دیوانگی میں فوت ہو گئے وہ جنتی نہ ہونے چاہئیں کیونکہ مسلمانوں کے بچے سچ نہ بولے۔ جواب اس آیت کریمہ میں اولاً تو حصر ہے نہیں اگر ہو بھی تو حصر اضافی ہو گا یعنی جھوٹوں چالبازوں کے مقابلہ میں یعنی جنت فریب چالاکیوں چالبازیوں سے نہیں ملے گی۔ سچائی سے ملے گی اگر ان کے علاوہ دوسروں کو بھی مل جاوے جو سچ کا موقعہ نہ پائیں تو اس آیت کریمہ کے خلاف نہیں ہم بارہا عرض کر چکے ہیں کہ دوزخ صرف کفر یا بدعملی کی سزا ہے مگر جنت ملنے کے تین ذریعہ ہیں لہذا جنت کسبی بھی ہے یعنی اپنے عمل سے وہبی بھی ہے دوسرے نیک بندوں کے طفیل عطائی بھی محض رب تعالیٰ کے کرم سے مسلمانوں کے چھوٹے بچوں کو جنت وہبی ملے گی۔ کفار کے چھوٹے فوت شدہ بچوں کو یا جنتی مخلوق جنت بھرنے کے لئے پیدا کی جاوے گی انہیں جنت عطائی ملے گی لہذا آیت کریمہ واضح ہے پانچواں اعتراض۔ یہاں ارشاد ہوا کہ اللہ ان سے راضی وہ اللہ سے راضی تو کیا جنتیوں کے علاوہ دوسرے مومن اللہ سے ناراض ہو جاتے ہیں کوئی بھی اللہ سے ناراض ہو سکتا ہی نہیں ناراض ہو کر اس کا کیا کرے گا۔ جواب یہاں رضا بمعنی خوشی ہے ناراضی کا مقابل مراد نہیں مومن بندہ دنیا میں اللہ سے بہر حال خوش رہتا ہے آرام سے ہو یا تکلیف سے لہذا اس سے ہر حال خوش رہتا ہے اس پر غضب نہیں کرتا وہ تھوڑے عمل کرے یا زیادہ نیکی کرے یا گناہ اپنے دروازے سے اسے نکالتا نہیں کفار تو اللہ تعالیٰ کو گالیاں تک دیتے ہیں۔ آخرت میں اللہ جنتیوں سے خوش ہو گا جنتی اس کے فضل و کرم پر۔ یہاں منافقین کے کفار پر رب کا غضب رہے گا وہ اللہ کی رضا سے ہمیشہ محروم رہیں گے۔ چھٹا اعتراض: لله ملك السموت الخ سے معلوم ہوا کہ تمام چیزوں کا صرف اللہ تعالیٰ ہی مالک و قابض ہے اور تمہارا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زمین و آسمان جہان کے مالک ہیں تمہارا یہ عقیدہ شرکیہ ہے۔ جواب: اس کا جواب ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا کہ ذاتی حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے عارضی مجازی مالک اللہ نے اپنے بعض بندوں کو بنایا ہے۔ آپ اپنے گھر کے اور بادشاہ ملک کا مالک ہے۔

تفسیر صوفیانہ۔ سچ تمام نیکیوں کی جڑ ہے ایمان، احسان، توحید، تقویٰ، دیانت، امانت وغیرہ سب سچ ہی کی قسمیں ہیں جیسے بیکار ہو جاتا ہے قطعی چوٹ سے سب اعضاء بیکار ہو جاتے ہیں ایسے ہی سچ سے کبھی کافر کو ایمان مل جاتا ہے۔ جھوٹ کی نحوست سے کبھی مسلمان کافر فاسق ہو جاتا ہے سچا بندہ یا اس میں رحمت کے باغوں کی راحت کی نہروں میں رہ کر عزت و عظمت وصل کے پھل کھاتا ہے آخرت میں بھی کھائے گا۔ سچ وہ ہدایت ہے جس میں جھوٹ کی آمیزش نہیں سچی سچے رب اس کا رسول سارے بندے، انھی سچا ہمیشہ خوش ہے سچا ہوتا ہے لوگ سلام کرتے ہیں۔ صوفیاء کہتے ہیں۔

سلام علی اسناد اتہ من کل صادق	سلام علی ذی الوجہ من کل عاشق
سلام علی ذی المحبوبی سکر غفلت	سلام علی الماجن من کل کلفتہ
سلام علی من مات من قبل موته	سلام علی من فات من قبل فوته

www.alahazratnetwork.org

صوفیاء فرماتے ہیں کہ اللہ کے سچے بندے مظہر ذات و صفات الٰہی ہو جاتے ہیں اللہ کی صفت ہے مالک الملک والملکوت ظاہری باطنی ملکوں کا مالک سچا بندہ اللہ کی عطا سے ملک و ملکوت دونوں میں تصرف کرتا ہے۔ حضرت مسیح و عزیز و خرقیل و ابراہیم علیہم السلام کی چار چڑیاں ذبح کی گئی تھیں یہاں ذبح میں تصرف تھا جو عالم برزخ میں گئی ہوئی روح وہاں سے واپس ہو کر ان جسموں میں زندگی بخشی یہ ان کا ملکوت میں تصرف تھا حضرت مسیح کے تصرف سے اندھے کوڑھے ہر مریض شفا پاتے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے ہوائیں چلتی اور رکتی تھیں یہ ہے ملک السموات والارض کی ملکیت کا ان بندوں پر ظہور سچا بندہ جو کہہ دے اللہ اس کی بات سچی کر دیتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے **لو اقسم علی اللہ لابرہ** اگر سچا بندہ اللہ پر قسم کھا لے اللہ اس کی قسم پوری فرماوے تاکہ اس کی زبان خالی نہ جاوے اس کی بات جھوٹی نہ ہو جاوے اللہ تعالیٰ اپنے سچوں کے طفیل ہم کو بھی سچا بنائے۔ الحمد للہ کہ سورہ مائدہ شریف کی تفسیر آج بروز اتوار 15 رجب 1386ھ 30 اکتوبر 1966ء بعد نماز ظہر مکمل ہوئی۔ رب تعالیٰ قبول فرما کر صدقہ جاریہ بنائے اور بقیہ قرآن مجید کی تفسیر کی توفیق دے۔

وصلی اللہ علی حبیبہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین

آمین برحمتہ وھو ارحم الراحمین

سورۃ الانعام مکیۃ	آیاتہا ۱۶۵	رکوعاتہا ۲۰

سورہ انعام مکیہ ہے اس میں بیس رکوع ایک سو پینسٹھ آیات تین ہزار ایک سو کلمات اور بارہ ہزار نو سو پینتیس حروف ہیں

سیدنا عبد اللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ پوری سورت مکہ معظمہ میں ایک ہی شب میں نازل ہوئی اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے تسبیح کرتے آئے جن سے آسمانوں کے کنارے بھر گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سبحان ربی العظیم کہتے ہوئے سجدہ میں گر گئے۔ حضرت کعب احبار فرماتے ہیں کہ توریت میں سب سے پہلی آیت وہی ہے جو سورۃ الانعام کی پہلی آیت ہے (خزائن عرفان)۔ خیال رہے کہ اس پوری سورت کا نزول ایک دم ایک ہی شب میں بھی ہوا اور اس کی آیات کا نزول مختلف موقعوں پر مختلف حالات میں بھی ہوا لہذا اس کی آیات کے شان نزول جو بیان ہوں گے وہ حضرت ابن عباس کے اس فرمان کے خلاف نہیں۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ ساری سورہ انعام مکیہ ہے مگر اس کی تین آیات **قل تعالوا اتل** الخ مدنیہ ہیں اور بھی اس میں بہت قول ہیں۔ خیال رہے کہ سورتوں یا آیتوں کا مکی مدنی ہونا اس لئے نہیں کہ قرآن کا بھیجنے والا اللہ تعالیٰ مکی مدنی ہے یا قرآن لانے والے جبریل مکی مدنی ہیں یا لوح محفوظ جہاں سے قرآن آرہا ہے وہ مکی مدنی ہے بلکہ صرف وجہ یہ ہے کہ قرآن لینے والے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم مکی مدنی ہیں جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکی رہے قرآن کی سورتیں آیتیں مکی بنیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدنی ہو گئے تو قرآن مدنی ہوا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حال وہ قرآن کریم کی صفت

www.alahazratnetwork.org

بنایا۔ قرآن عربی زبان میں اس لئے آیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان عربی ہے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی صبح
کے وقت سورۃ انعام کی تین آیتیں تکسون تک پڑھے تو رب تعالیٰ اس کی حفاظت کے لئے ستر ہزار فرشتے مقرر فرما دیتا ہے
[illegible] (الی سورت [illegible]) [illegible] توحید کے دلائل عالی
[illegible] علم
[illegible] وعنده مفاتح الغيب [illegible] نازل ہوئی [illegible]
کے ساتھ چالیس فرشتے [illegible] (تفسیر صاوی) خیال رہے [illegible] پچھلی چار سورتیں مدنیہ تھیں یہ سورت [illegible]
سورتوں سے پہلے آچکی تھی۔ [illegible] سورتوں میں عملی اعمال [illegible] اس سورت میں اصلاح عقیدہ پر زیادہ زور
ہے [illegible] یہ اصلاح عقیدہ و اصلاح عمل سے پہلے ہے [illegible] کا اصلاح اعمال کے بعد بیان ہونا مناسب ہے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] اقسام [illegible]
[illegible] چاہئیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ

تمام تعریفیں اللہ کی ہیں جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور بنائیں اندھیریاں اور روشنی

سب خوبیاں اللہ کو جس نے آسمان اور زمین بنائے اور اندھیریاں اور روشنی پیدا کی

ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ

پھر جو لوگ جنہوں نے کفر کیا اپنے رب کے ساتھ برابری کرتے ہیں وہ اللہ وہ ہے جس نے پیدا کیا تم کو مٹی سے پھر

اس پر کافر لوگ اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر ایک میعاد

قَضٰۤى اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۝

حکم دیا وقت مقرر کا اور وقت مقرر ہے نزدیک اس کے پھر تم شک کرتے ہو

کا حکم رکھا اور ایک مقررہ وعدہ اس کے یہاں ہے پھر تم لوگ شک کرتے ہو

تعلق: ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** سورۂ مائدہ کی آخری آیت میں اللہ تعالیٰ کی ملکیت تامہ کا ذکر ہوا اور آسمان زمین وغیرہ مظاہر سب اس آیت کریمہ میں اس کی خلق کا ذکر ہے کہ وہ ان سب کا خالق ہے گویا یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت کی نوعیت بتا رہی ہے کہ وہ خالق ہونے کی بنا پر مالک ہے ایسی ملکیت کسی اور کو حاصل نہیں۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی ملکیت کا ذکر تھا اب بندوں کو حمد الٰہی اور اس کا شکر بجالانے کا اشارہ یا حکم ہو رہا ہے کہ جس کی چیزیں تم برتتے ہو اس کا شکر بھی کرو۔ **تیسرا تعلق:** سورۂ مائدہ کی آخری آیات میں اللہ تعالیٰ کے سچے فیصلے کا ذکر تھا جو قیامت میں ہوگا اب رب تعالیٰ کی محمودیت عامہ کا ذکر ہے کہ یہ دونوں آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے **وقضی بینھم بالحق و قیل الحمد للہ رب العالمین**۔ **چوتھا تعلق:** پچھلی آیات میں رب تعالیٰ کی ملکیت کا اجمالی ذکر تھا اب اس اجمال کی تفصیل ہو رہی ہے جیسا کہ ان آیات کریمہ کی روش سے معلوم ہو رہا ہے اور ترتیب خلق کا بھی ذکر ہے کہ پہلے آسمان و زمین کی پیدائش کا ذکر ہوا پھر ان میں تاریکیوں روشنی کی پیدائش کا پھر انسان کی پیدائش کا۔

تفسیر: **الحمد للہ الذی خلق السموت والارض**۔ ہم حمد کے معنی اور حمد و مدح و شکر میں فرق لفظ اللہ کی تحقیق سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں تفصیل سے عرض کر چکے ہیں یہاں دو باتیں عرض کرتے ہیں ایک یہ کہ قرآن مجید کی پانچ سورتوں کے اول میں الحمد للہ ہے (1) سورۂ فاتحہ میں وہاں فرمایا گیا **الحمد للہ رب العالمین** (2) سورۂ انعام میں کہ ارشاد ہوا **الحمد للہ الذی خلق السموت والارض** (3) سورۂ کہف میں کہ وہاں ارشاد ہوا **الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتاب** (4) سورۂ سبا میں کہ وہاں ارشاد ہوا **الحمد للہ الذی لہ ما فی السموات والارض** (5) سورۂ فاطر میں کہ وہاں ارشاد ہوا **الحمد للہ فاطر السموت والارض** ان پانچوں میں سورۂ فاتحہ کی حمد بہت ہی جامع ہے کہ وہاں **رب العالمین** ارشاد ہوا ان سورتوں میں آسمان زمین وغیرہ کا یہ سب چیزیں العالمین میں آجاتی ہیں نیز خلق سے ربوبیت زیادہ اہم ہے کہ خلق تو آنی چیز ہے جو ایک بار ہو چکی مگر ربوبیت یعنی پرورش دائمی چیز ہے۔ جس کا تعلق بندے سے ہمیشہ رہتا ہے ربوبیت کا فیض ہر وقت بندے کو پہنچتا ہے اس لئے کہا جاتا ہے کہ سورۂ فاتحہ بہت جامع سورت ہے۔ دوسرے یہ کہ الحمد للہ میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ الحمد میں الف لام استغراقی ہو اور یہاں حمد واقعی کا ذکر ہو یعنی جو واقع ہیں۔ ساری حمدیں اللہ کی ہیں خواہ بلاواسطہ ہوں یا بالواسطہ دوسرے یہ کہ الحمد میں الف لام عہدی ہو اور حمد سے مراد حمد مقبول ہو اور معنی یہ ہوں کہ بارگاہ الٰہی میں وہ حمد مقبول ہے جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل حمد وہ ہے جو ان کے رب نے ان کی ان کی مخلوق نہ کر سکتی تھی حمد۔ وہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کا کرشمہ بھی بیان نہیں کر سکتی اس لئے رب امام ہے حامد اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کامل حمد وہ ہے جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی خیال۔ اس جملہ کی چار تفسیریں ہیں تین تفسیروں میں اللہ تعالیٰ محمود ہے دوسرے لوگ اس کے حامد ایک تفسیر میں اللہ تعالیٰ حامد ہے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم محمود حمد مصدر معروف ہے یا مصدر مجہول۔ خیال رہے کہ **الحمد للہ** دعویٰ ہے اور **الذی خلق** الخ کی اس کی دلیل ہے۔ کسی کی تعریف یا اس کے کمال کی بنا پر کی جاتی ہے یا اس کے احسان کی وجہ سے **الذی خلق** میں کمال الٰہی کا بھی ذکر ہے اور رحمت الٰہی کا بھی۔ قوی یہ ہے کہ یہ جملہ خبریہ ہے جس میں اشارۃً حمد الٰہی کا حکم دیا گیا ہے خلق اور نسب کا فرق

www.alahazratnetwork.org

کا بار بار بیان ہے چنانچہ [illegible] آسمان و زمین دونوں ہی سات سات ہیں مگر قرآن مجید میں **سموت** جمع اور **ارض** واحد لایا جاتا ہے [illegible] سموت سے مراد [illegible] ہیں جیسے چاند سورج تارے وغیرہ اور زمین سے مراد [illegible] تمام مخلوق [illegible] قوت مسموعہ [illegible] آسمان اور اس کی چیزیں سب [illegible] آنکھوں سے نظر آتے ہیں [illegible] مخلوق فرشتے وغیرہ [illegible] آسمان سے وجود ہی سے منکر ہیں [illegible] شہادت [illegible] آسمان اور وہاں کی مخلوق کو ماننا ایمان [illegible] کا انکار کفر ہے نیز زمین والوں کی روزی آسمانوں میں ہے **وفی السماء رزقکم وما توعدون** اس وجہ سے آسمان کو پہلے ہوا اور زمین کا بعد میں [illegible] زمین آسمان سے پہلے پیدا ہوئی ہے اور زمین آسمانوں سے افضل بھی ہے کہ زمین ہی سے حضرات انبیاء و اولیاء پیدا ہوئے [illegible] خیال رہے کہ زمین کا بہترین حصہ جو [illegible] **معظمہ** ہی افضل ہے وہ حصہ اور [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] جگہ ہے [illegible] نبی صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] **معظمہ** [illegible] بیت المقدس [illegible] شام [illegible] مقدس [illegible] انبیاء) اس فرمان عالی میں رب تعالیٰ نے اپنے کمال کا ذکر بھی فرمایا اور اپنی رحمت کا بھی [illegible] زمین کی پیدائش رب تعالیٰ کی قدرت کا ظہور ہے [illegible] اور [illegible] ایسی [illegible] مخلوق پیدا فرمائی جو ایسی [illegible] بھی گئے [illegible] خراب ہوا اور اس میں رب کی رحمت بھی [illegible] زندگی [illegible] ہے رب تعالیٰ [illegible] پیدا فرمایا۔ **وجعل الظلمت والنور** [illegible] **جعل** [illegible] **حلق** [illegible] ایک مفعول چاہتا ہے اور معنی **صیر** [illegible] مفعول چاہتا ہے ظاہر یہ ہے کہ یہاں معنی **حلق** ہی ہے اس لئے ایک مفعول آیا اگر معنی **حلق** ہو تب **حلق** اور **جعل** میں فرق یہ ہوتا ہے کہ **خلق** تکوین کو کہا جاتا ہے اور **جعل** تکوین کو بھی کہتے ہیں اور [illegible] کو بھی رب فرماتا ہے **ما جعل اللہ من بحیرۃ** [illegible] معنی [illegible] **خلق** [illegible] کے معنی میں بھی آتا ہے اور جواہر کی پیدائش پر بولا جاتا ہے اور **جعل** عام ہے چونکہ آسمان و زمین بذات خود موجود ہیں [illegible] قائم نہیں اس لئے وہاں **خلق** فرمایا اور اندھیرا اجالا دوسرے سے قائم ہے اس لئے یہاں **جعل** ارشاد ہوا۔ ظاہر یہ ہے کہ یہاں اندھیرے اجالے ہیں اندھیریاں بہت قسم کی ہیں رات کی اندھیری [illegible] اندھیری [illegible] اندھیری [illegible] نور ایک ہے اس لئے ظلمت جمع اور نور [illegible] ظلمات سے مراد کفر و نفاق ہے نور سے مراد ایمان و اخلاص ظلمات سے مراد جہالت ہے نور سے مراد علم [illegible] سے مراد دوزخ ہے نور سے مراد جنت ظلمات سے مراد گمراہی ہے نور سے مراد ہدایت۔ خیال رہے کہ [illegible] سب میں [illegible] کے معنی ہیں مگر ان میں قدرے تفاوت ہے [illegible] پہلے پارہ کی تفسیر میں [illegible] حق یہ ہے کہ ظلمت بھی [illegible] ایک [illegible] مخلوق ہے نور [illegible] ظلمت [illegible] **ثم الذین کفروا بربھم یعدلون** یہ عبارت **الحمد للہ** [illegible] پر معطوف ہے **ثم** فرمانا [illegible] بعد اور تعجب [illegible] کی بنا پر ہے [illegible] کے بجائے [illegible] یہاں [illegible] معنی [illegible] **یعدلون** یا تو بنا ہے **عدول** سے معنی [illegible] دوری تب **بربھم** کی ب معنی **عن** ہے یا بنا ہے **عدل** سے معنی برابری سے اگر

www.alahazratnetwork.org

مناسبہ عدل سے ہے معنی برابر۔ مسہولت تو اس کا مفعول پوشیدہ ہے یعنی مشرکین بعض مخلوق کو رب تعالیٰ سے علیحدہ ہوتے علیحدہ رہتے ہیں یا اس سے دین کی طرف سے پھرتے ہیں۔ اس صورت میں کفروا سے مراد سارے ہی کافر ہیں مشرک ہوں یا دوسرے کفار (تفسیر خازن، روح المعانی وغیرہ)۔ خیال رہے کہ مشرک اپنے بتوں اپنے بیویوں کی تعریفیں کر کے اللہ تعالیٰ سے ہٹ جاتا ہے کہ وہ کہتے ہیں رب تو گستاخ ہیں لوگوں کا کر مسلمان نبیوں ولیوں کی تعریفیں کر کے ان کی مدح و ثنا کر کے اللہ سے عدول کرتا نہیں کہ اللہ کے محبوب کی تعریف اللہ کی تعریف ہے شیطان کے محبوب کی تعریف شیطان کی تعریف ہے لہٰذا یہ فرمان برحق ہے۔ بعض نے فرمایا کہ عدلوا بنا ہے کفران سے بمعنی ناشکری اور معنی یہ ہیں کہ ان نعمتوں کے باوجود ناشکرے بندے رب تعالیٰ کی حمد سے علیحدہ رہتے ہیں (روح المعانی) یعنی اللہ کی نعمتیں پا کر اس کی حمد و شکر نہیں کرتے بلکہ اپنی تعریف کرتے ہیں کہ ہمارے فلاں کمال کی وجہ سے ہم کو یہ ملا حالانکہ جب وہ نا سمجھ بچے تھے بے کمال تھے تب بھی ہم ان پر نعمتیں برسا رہے تھے اور بارہا ایک ہی آدمی کبھی امیر پھر فقیر ہو جاتا ہے۔ خیال رہے کہ ناشکری کے تین درجے ہیں اول یہ کہ راحتوں کو اپنا عمل جانے مصیبتوں کو محض اسباب ظاہری سے سمجھے دوسرے یہ کہ نعمتوں کو اپنے عمل سے مصیبتوں کو اتفاقی جانے تیسرے یہ کہ مصیبتوں کو خدا کا ظلم سمجھے یہ درجہ کفر ہے **ھو الذی خلقکم من طین** یہ نیا مضمون ہے جس میں منکرین قیامت کی پرزور تردید ہے یہاں **خلق** کے معنی ہیں ابتداء پیدائش تراب کہتے ہیں خشک مٹی کو طین کہتے ہیں تر مٹی یعنی گارے کو یعنی اللہ تعالیٰ وہ قدرت و شان والا ہے جس نے تمہاری پیدائش کی ابتداء مٹی سے کی اس طرح کی مٹی یعنی گارے سے لہٰذا اللہ تعالیٰ، قدرت و شان والا ہے جس نے تمہاری پیدائش کی ابتداء مٹی سے کی اس طرح کہ مٹی سے غذا بنائی غذا سے خون پھر خون سے نطفہ پھر نطفہ سے تمہارے اجسام یا اس طرح کہ تمہارے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا تم ان کی اولاد میں ہو تو گویا تمہاری پیدائش کی ابتداء مٹی سے ہوئی خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے آسمان و زمین اندھیریوں اور روشنی کی پیدائش کا ذکر فرمایا جو کسی مادہ سے نہیں بنے اب انسان کی پیدائش کا ذکر فرمایا جو مادہ سے بنا۔ کہ بتایا جاوے کہ رب تعالیٰ بڑی شان والا ہے اس نے مادہ سے بھی مخلوق پیدا کی اور بغیر مادہ کے بھی پھر ان کی شان دیکھو کہ تمام عناصر میں ادنیٰ عنصر مٹی ہے نیز طین اور تراب دونوں سب قدری چیزیں ہیں اس بے قدر عاجز عنصر سے ہر قسم کے انسان بنائے سونا چاندی ہیرے موتی سے نہ انسان بنا نہ انسان کی غذا و پھل پھول **ثم قضی اجلا** یہ عبارت **خلقکم** پر معطوف ہے قضا سے مراد ہے لکھنا ہے تو ثم رتبی تاخیر کے لئے ہے کیونکہ جب بچہ ماں کے پیٹ میں بن جاتا ہے تب اس کی تقدیر موت وغیرہ لکھی جاتی ہے یہ زمانہ اوس کی پیدائش سے بعد ہے اور قضا سے مراد ہے فیصلہ فرمانا تو ثم بیانی تاخیر کے لئے ہے کیونکہ تمہاری موت و زندگی کا فیصلہ ربانی ان کی پیدائش سے پہلے ہو چکا ہے اجل کے معنی ہیں زمانہ کی مقررہ حد یہاں اس سے مراد ہے موت کیونکہ ہر ایک کی موت اس کی زندگی کی حد ہے یعنی تمہاری پیدائش کے بعد تمہارے لئے موت تمہاری تقدیروں میں لکھی۔ تمہاری ماؤں کے پیٹ میں لکھی گئی یا یہ بھی سمجھو کہ تمہاری پیدائش سے پہلے ہی تمہاری موت کا فیصلہ رب تعالیٰ نے فرما دیا تھا کہ کون کتنا جئے گا **واجل مسمی عندہ** یہ عبارت یا جملہ ہے وا ابتدائیہ ہے **اجل** مبتدا ہے اور **مسمی** اس کی صفت یہاں **اجل** سے مراد قیامت میں اٹھنے کا وقت ہے اور **مسمی** کے معنی مقرر معین ہے چونکہ قیامت ہماری برزخی زندگی کی حد ہے اس لئے اسے **اجل** فرمایا اگرچہ قیامت اخروی زندگی کی ابتداء ہے (روح البیان) **عندہ** کا تعلق **مسمی** سے ہے چونکہ انسان کو اپنی موت کا پتہ بڑھاپے اور

www.alahazratnetwork.org

دیگر نشانات سے لگ جاتا ہے۔ مگر قیامت وہ چیز ہے جس کا پتہ کسی نشانی علامت سے نہیں چلتا اس لئے قیامت کے متعلق علیحدہ فرمایا اور موت کے متعلق علیحدہ ارشاد ہوا یعنی ایک میعاد اور بھی ہے جو اللہ کے نزدیک مقرر ہے وہ وقت قیامت کا ہے۔ بعض نے فرمایا کہ پہلی اجل سے مراد ہے نیند اور دوسری اجل سے مراد ہے موت بعض مفسرین نے فرمایا کہ پہلی اجل سے مراد ہے ہماری گزشتہ عمر اور دوسری اجل سے مراد ہے ہماری بقیہ عمر اس کے متعلق اور بہت قول ہیں (تفسیر کبیر و روح المعانی) بعض کے نزدیک پہلی اجل سے مراد ہے حادثات سے موت دوسری اجل سے مراد ہے طبعی موت (روح البیان) مفسرین کی اصطلاح میں حادثات کی موت کو اجل اخترامی کہتے ہیں۔ دوسری موت کو اجل طبعی یہ دو قسم کی موت ہمارے لحاظ سے ہے رب تعالیٰ کے ہاں ہر شخص کی ایک ہی موت ہے جو بااذن الٰہی ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ پہلی اجل سے مراد ہے انسان کی ہر حالت کی حد اور دوسری اجل سے مراد ہے موت یعنی اے خلق اے انسان بچپن جوانی بڑھاپا بے شعوری شعور عقل بے عقلی امیری تندرستی بیماری غفلت و ہوشیاری سب کی میعادوں کا فیصلہ فرما دیا کہ تم فلاں وقت تک ایسے رہو گے فلاں وقت تک ویسے موت کی میعاد اللہ تعالیٰ کے ہاں مقرر ہے۔ ثم انتم تمترون۔ یہ عبارت پچھلی ساری عبارت پر معطوف ہے ثم فرمایا صرف تعجب دلانے کے لئے ہے تاخیر کے لئے نہیں انتم میں خطاب ان لوگوں سے ہے جو قیامت کے انکاری تھے تمترون یا تو مرتہ سے بنا ہے بمعنی شک یا مراء سے بمعنی جھگڑا یعنی اے منکرین قیامت تم ہماری ان قدرتوں کو جان کر پھر قیامت میں شک کرتے ہو یا قیامت کے متعلق مسلمانوں سے جھگڑتے ہو تمہارا یہ شک یا یہ جھگڑا بڑے ہی تعجب کی بات ہے جب ہم تم کو بنا سکتے ہیں تو دوبارہ اٹھا بھی سکتے ہیں۔

خلاصہ تفسیر اس آیت کریمہ کے ضمن میں الحمد للہ جس پر موقوف ہے کہ الذی خلق الخ جس میں اس دعوے کی دلیل ہے ثم الذین کفروا جس میں نافرمان ناشکرے بندوں کی شکایت ہے چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ تمام تعریفیں واقعہ میں اسی کی ہیں خواہ بظاہر کسی کی تعریف کی جاوے یا کسی مخلوق کی تعریف کی جاوے واقعہ میں تمام تعریفیں اسی کی ہیں کہ مصنوع کی تعریف صانع کی تعریف ہوتی ہے یا وہ حمد رب کے ہاں قبول ہے جو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے ہو اللہ تعالیٰ وہ شان والا ہے جس نے سارے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا ان کے علاوہ قسم قسم کی جسمانی یا روحانی تاریکیاں بھی پیدا فرمائیں اور جسمانی و روحانی روشنی بھی ایسے شان والے رب کے برابر کون ہو سکتا ہے ان تمام باتوں کے باوجود مشرکین میرے بعض بندوں کو میرے برابر کر دیتے ہیں کہ میرے حوالہ انہی کی پرستش کرتے ہیں یا انہیں بلند کرکے مجھ تک یا مجھے گھٹا کر ان تک پہنچا دیتے ہیں یہ بھی باشاہ ۔۔۔ اپنے رب سے ۔۔۔ اپنے کمالات پر فخر کرتے ہیں وہ رب خالق تو وہ قدرت والا ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا فرمایا اس طرح کہ تم سب کی اصل حضرت آدم کو مٹی سے بنایا لہٰذا تمہاری اصل مٹی ہے یا اس طرح کہ تم کو نطفہ سے نطفہ کو خون سے خون کو غذا سے غذا کو مٹی سے بنایا بہر حال تمہاری اصل مٹی ہی ہے پھر تمہاری موت کے لئے ایک میعاد مقرر فرمائی۔ جس کا پتہ کسی قدر تم کو بھی رہتا ہے کہ تم بعض بیماریوں یا بڑھاپے یا کوئی خاص علامت سے موت کا علامت جان لیتے ہو۔ تمہاری ایک میعاد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں مقرر ہے تمہیں پتہ نہیں یعنی قیامت کا دن کہ تم قیامت تک عالم برزخ میں رہو گے اے قیامت کے منکر کافرو ان تمام باتوں کے باوجود قیامت میں شک کرتے ہو مسلمانوں سے اس کے متعلق جھگڑتے ہو تم نہیں سمجھتے کہ جب پہلی قادر ہے تو دوبارہ بنانے پر بھی قادر ہے جب ہم نے تم کو پہلی بار بنا دیا تو

www.alahazratnetwork.org

وہ دوبارہ بنانا کیا مشکل ہے اس آیت میں غور کرو اور قیامت پر ایمان لاؤ۔ عرب میں چار قسم کے کفار تھے دہریے یعنی اللہ کی ہستی
کے منکر، مشرکین جو اللہ کو مانتے ہوئے قیامت کے منکر، نبوت کو مانتے ہوئے ختم نبوت کے منکر ۔ ۔ ۔ تصروں
میں ان تمام فرقوں سے خطاب ہو رہا ہے کہ انسان کی پیدائش میں غور کرو ۔ ۔ ۔ کہ کوئی چیز بغیر فاعل کے نہیں
ہوتی تو تمہاری پیدائش بغیر رب کے کیسے ہو گئی تم خود دلیل فاعل ہو ۔ ۔ ۔ تمہارا خون لیتے ہو تو
اپنے کو دیکھ کر خالق جبار کو مانو کوئی ملک دو بادشاہوں کا مستحق نہیں ہو سکتا ملک انتظام چاہتا ہے کہ بادشاہ ایک ہو ۔ ۔ ۔
عمل سے تمہاری پیدائش چاہتی ہے کہ دل ایک ہو باقی اعضاء چند اپنے میں غور کرو اللہ کو ایک مان لو اللہ نے تمہاری طفولیت
جوانی بڑھاپا ۔ ۔ ۔ سونے کی حدیں رکھیں ان کو دیکھو اور قیامت کو مانو ایک وقت تمہارے سونے کا دوسرا وقت جاگنے کا
ایسے ہی ایک وقت مرنے کا ہے اور دوسرا اٹھنے کا۔ واجل مسمی عندہ تم خود دلیل قیامت ہو۔ اللہ نے تم کو پیدا کیا ۔
یوں ہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ تمہاری بقا کے لئے دانہ ۔ ۔ ۔ پیدا کیں تو کیسے ہو سکتا ہے کہ عالم روحانیت میں انہیں آوارہ
چھوڑ دے اس نے تمہاری روحانی بقا کے لئے نبی کریم بھیجے خلقکم من طین میں غور کرو اور نبوت کو مان لو ۔ ۔ ۔
اپنے کمال پر یا اپنے اصل پر پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے جوانی ۔ ۔ ۔ تمہارے جسموں کی پیدائش حد سے پہلے ترقی کرتی رہتی ہے حد پر
پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے یونہی نبوت کمال یا اپنی اصل پر پہنچنے سے پہلے برابر جاری رہی اپنے کمال پر پہنچ کر ختم ہو گئی الیوم اکملت
لکم دینکم دریا سمندر پر پہنچنے سے پہلے رواں رہتے ہیں وہاں پہنچ کر ختم ہو جاتے ہیں اب ثم اجل واجل مسمی عندہ ثم
انتم تمترون میں مطلب سارے ۔ ۔ ۔ ہے اور تمہاری پیدائش اجل مسمی توحید قیامت ختم نبوت سب کی
دلیل ہے ہم ان تمام دلائل سے غافل ہیں۔

فائدے: ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: مخلوق کی خصوصاً حضرات انبیاء و اولیاء کی تعریفیں
ناجائز نہیں بلکہ اگر نیت خیر سے ہو تو عبادت ہے کیونکہ یہ تعریفیں بواسطہ اللہ تعالیٰ کی تعریفیں ہیں ۔ ۔ ۔ جو بندہ جو
کسی تارے کی بناوٹ کی ۔ ۔ ۔ تعریف ۔ ۔ ۔ وہ ۔ ۔ ۔
تعریف سے لکھنے والے کی تعریف ہوتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے صحابہ و اہل بیت و اولیاء اللہ کی تعریف سے خدا تعالیٰ خوش
ہوتا ہے کہ اسی نے ان کو قابل تعریف بنایا ہے یہ فائدہ الحمد للہ کی پہلی تفسیر سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ: حمد الٰہی بہترین
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

www.alahazratnetwork.org

عرب فرشتوں کو عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رب تعالیٰ کی اولاد مانتے ہیں یہ عقیدہ شرک ہے کہ اس میں بندہ کو رب تک پہنچایا بعض مشرکین اللہ تعالیٰ کو اپنے معبودوں کا حاجت مند جانتے ہیں یہ شرک ہے۔ انہوں نے رب تعالیٰ کو نعوذ باللہ نیچا کر کے بندوں کے برابر کر دیا اگر برابری کا عقیدہ نہ ہو تو شرک نہیں یہ فائدہ بوجہ بعدلون سے حاصل ہوا لہذا حضرات انبیاء و اولیاء کو بدون الٰہی حاجت روا یا مشکل کشا ماننا شرک نہیں اس کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق میں دیکھو بعض بندے بعض کے حاجت روا ہوتے ہیں حکام رعایا کے حکیم بیمار کے امیر سخی غریبوں کی حاجتیں پوری کرتے رہتے ہیں دوسری جگہ قرآن کریم مشرکین کا ایک قول نقل فرماتا ہے جو وہ قیامت میں اپنے معبودان باطلہ سے کریں گے **اذ نسویکم برب العلمین** ہم سے بڑی غلطی ہوئی کہ ہم تم کو رب العالمین کے برابر سمجھتے تھے ان آیات سے وہ حضرات عبرت پکڑیں جو بات بات پر مسلمانوں کو مشرک کہتے رہتے ہیں۔ پانچواں فائدہ: انسان کی اصل مٹی ہے لہذا مٹی باقی تمام عناصر سے افضل ہے کہ اسی سے حضرات انبیاء و اولیاء کی پیدائش ہے اور بعد وفات اسی میں دفن ہوتا ہے۔ بلکہ سب کی غذا بھی مٹی ہی سے ہے یہ فائدہ **خلقکم من طین** سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض: قرآن کریم کی دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین کی پیدائش آسمانوں سے پہلے ہے آسمان بعد میں پیدا ہوئے تو یہاں **خلق السموات والارض** کیوں فرمایا آسمانوں کا ذکر زمین سے پہلے کیوں فرمایا زمین آسمان سے اشرف و افضل بھی ہے اور پیدائش میں پہلے بھی جواب: آسمان فاعل ہیں زمین مفعول آسمان فیض رساں ہیں زمین فیض یاب دھوپ بارش چاندنی تاروں کی روشنیاں آسمان سے زمین پر آتی ہیں اس لئے فاعل کو مفعول سے پہلے بیان فرمایا گیا

مسئلہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ آسمان زمین سے افضل ہے اس لئے کہ آسمان کا ذکر زمین سے پہلے قرآن مجید میں ہوتا ہے نیز آسمان پر گناہ نہیں ہوتے زمین پر کفر و شرک گناہ سب کچھ ہوتے ہیں نیز آسمان پر گندگی نہیں زمین پر ہر جگہ گندگی کے ڈھیر ہیں مگر محققین علماء کا قول یہ ہے کہ زمین آسمانوں سے افضل ہے کیونکہ آسمان فرشتوں کا مسکن ہے تو زمین حضرت انبیاء خصوصاً حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکن بھی ہے مدفن بھی۔ آسمان پر صرف نماز ہوتی ہے کہ فرشتے قیام' رکوع' سجود میں ہیں۔ مگر زمین پر نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ' جہاد وغیرہ ساری عبادات ہوتی ہیں نیز زمین خلاصہ کائنات ہے کہ انسان جو مقصود عالم ہے وہ زمین پر ہی رہتا ہے۔ کسی شاعر نے زمین و آسمان کا مناظرہ یوں نظم کیا۔

فلک بولا کہ مجھ میں چاند اور مہ انور ہے ۔ زمین بولی کہ مسجد میں حرم اللہ اکبر ہے

فلک بولا کہ تاروں سے منور میرا سینہ ہے ۔ زمین بولی کہ مجھ میں طور ہے مکہ مدینہ

آسمان نے زمین کو طعنہ دیا کہ۔

فرعون تجھ سے نکلا ہامان تجھ سے نکلا!

زمین نے جواب دیا کہ۔

ان سب کا پیرو مرشد شیطان تجھ سے نکلا!

مگر چونکہ آسمان کو حضرات انبیاء سے مناسبت ہے اور زمین کو امت سے اس لئے آسمان کا ذکر پہلے ہوتا ہے زمین بعد میں آسمان

www.alahazratnetwork.org

سایہ فگن ہے۔ زمین آسمان کے زیر سایہ ہے یوں ہی آسمان فیض رساں ہے زمین فیضیاب۔ **دوسرا اعتراض:** ظلمت کو جمع اور نور کو واحد کیوں فرمایا گیا یا دونوں کو واحد فرمایا جاتا یا دونوں کو جمع۔ **جواب:** اس لئے کہ تاریکی کے اسباب بلکہ تاریکی کی قسمیں بہت ہیں روشنی کی نوعیت ایک ہے اگرچہ نور کے صفات مختلف ہیں کہ کوئی روشنی تیز ہے کوئی ہلکی مگر حقیقت نور ایک ہی ہے یعنی دافع ظلمت اس وجہ سے ظلمت جمع اور نور واحد ارشاد ہوا۔ **تیسرا اعتراض:** مشرکین اپنے باطل معبودوں کو رب تعالیٰ کے برابر نہیں جانتے وہ مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے یہ سب مخلوق ہیں پھر **بربھم یعدلون** فرمانا کیونکر درست ہوا۔ **جواب:** مشرکین اپنے معبودوں کو بندہ مان کر ان میں بعض صفت ایسی مانتے ہیں جس سے رب تعالیٰ کے ساتھ برابری ہو جاوے جیسے انہیں رب کی اولاد یا بیوی ماننا یا رب کی طرح انہیں ازلی ابدی ماننا یا رب تعالیٰ کو ان کا حاجتمند ماننا یا انہیں بعض چیزوں کا خالق ماننا وغیرہ وغیرہ ایک صفت میں برابر کر دینا شرک کے لئے کافی ہے بندہ کسی صفت میں رب کی برابر نہیں ہو سکتا رب ہے بندہ بندہ ہے۔ **چوتھا اعتراض۔** مشرکین اپنے معبودوں کو بعطاء الٰہی خالق مانتے ہیں۔ فلاسفہ بعطاء الٰہی عالم یا دس عقلوں کو ازلی (قدیم) مانتے ہیں۔ آریہ بعطاء الٰہی روح و مادہ کو عنادی یعنی قدیم مانتے ہیں انہیں مشرک کیوں کہا جاتا ہے۔ تم بھی اللہ کے بعض بندوں کو سمیع علیم، عالم غیب یا جنت وہاں کی نعمتوں اور جنتیوں کو ابدی مانتے ہو۔ اذن الٰہی اسلام کے ان عقیدوں اور مشرکین یا فلاسفہ کے عقیدوں میں کیا فرق ہے تم بھی بندوں کو خدا کے برابر مانتے ہو۔ **بربھم یعدلون** تم پر بھی صادق ہے (دیوبندی) **جواب:** سمع، بصر، علم وغیرہ عطائی ہو سکتے ہیں مگر خالقیت عطائی نہیں ہو سکتی۔ خالقیت بغیر خدا نا ممکن ہے اور خدا الوہیت کا مدار ہے۔ معبود وہ جو غنی ہے بندہ اور عابد وہ ہے جو محتاج ہے بندہ سب ہے خالق نہیں ہو سکتا۔ کسی چیز کو ازلی ماننا باذن الٰہی۔ شرک نہیں کفر ہے یعنی فلاسفہ جن کا مذکورہ عقیدہ ہے وہ شرعاً کافر ہیں کہ ایک عقیدہ قرآنیہ کے منکر ہیں مگر مشرک نہیں کہ انہوں نے کسی کو رب کے برابر نہیں کیا اس کے متعلق ہماری کتاب اسلام کی چار اصطلاحوں کا مطالعہ کرو۔ کفر شرک میں فرق ہے کفر عام مطلق ہے شرک خاص مطلق ہے **پانچواں اعتراض:** اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ موت کا وقت مقرر ہے آگے پیچھے نہیں ہو سکتا۔ عیسیٰ علیہ السلام مردے زندہ کیسے کرتے تھے وہ مردے اپنی عمر پوری کر کے مر چکے تھے یوں ہی حضرت خلیل اللہ کی پکڑ پر ذبح شدہ جانور اور حضرت حزقیل علیہ السلام کی دعا سے فوت شدہ بستی والے حضرت عزیر علیہ السلام کے سامنے مرا ہوا گدھا یہ تمام زندہ کیونکر ہوئے حالانکہ ان سب کا ثبوت قرآن مجید سے ہے۔ **جواب:** اس آیت کریمہ میں رب تعالیٰ کے قانون کا ذکر ہے ان واقعات میں اس رب کی قدرت کا ظہور اللہ تعالیٰ نے ان محبوبوں کی دعا یا معجزے سے ان مردوں کو دوبارہ عمر بخشی وہ دوسرے بجھے چراغ میں دوبارہ عمر کا تیل بھی ڈال سکتا ہے ہاں کوئی محض رب کا مقابلہ کر کے کسی مردے کو زندہ نہیں کر سکتا اس کی مفصل بحث تیسرے پارہ کی تفسیر میں گزر چکی ہے مقبولوں کی دعا سے تقدیریں بدل جاتی ہیں خود بھی رب تعالیٰ ہی خود فرماتا ہے **یمحوا اللہ ما یشاء و یثبت و عندہ ام الکتاب۔** **چھٹا اعتراض:** اس آیت کریمہ میں دو اجل کا ذکر یوں ہے اجل یعنی موت تو ایک بار ہی آتی ہے۔ **قضی اجلا** اور پھر فرمایا **واجل مسمی عندہ** **جواب:** اس کا جواب تفسیر سے معلوم ہو گیا کہ پہلی اجل سے مراد انسان کی موت ہے دوسری اجل سے مراد قیامت ہے یعنی دنیوی زندگی اور برزخی زندگی دونوں کی انتہا کا ذکر ہے وغیرہ **ساتواں اعتراض:** اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ قیامت کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں کہ فرمایا گیا **واجل مسمی عندہ** جب قیامت رب کے نزدیک مقرر ہے پھر دوسرے

www.alahazratnetwork.org

لو اس کا علم کیسے ہو سکتا ہے۔ دوسرے خود فرماتا ہے **وعندہ علم الساعۃ** پھر تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم کیوں مانتے ہو یہ **عقیدہ** اس آیت کے خلاف ہے۔ **جواب** حق یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم قیامت عطا فرمایا اس کی مکمل بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھو ان آیات میں یہ ارشاد ہے کہ علم قیامت رب خاص [illegible] علم کی نفی نہیں [illegible] بعض محبوب بندوں کو یہ علم بھی [illegible] ثابت [illegible] علم عطا [illegible] ملم صحابی سے [illegible] اللہ [illegible] اور علیم ہے یعنی علم دینے والا بھی۔

تفسیر صوفیانہ۔ اے لوگو! اس اللہ کی حمد کرو [illegible] اپنے بندوں میں حضرات انبیاء و اولیاء پیدا فرمائے جو اس کی مخلوق پر آسمانوں کی طرح [illegible] ہیں اور ان بندوں میں دوسرے لوگ بنائے جو زمین کی طرح نبوت و ولایت کے سایوں میں ہیں [illegible] حضرات فیض [illegible] ہیں یہ لوگ فیض لیتے ہیں [illegible] زمین پر نفوس کی اندھیریاں [illegible] پانچ حس [illegible] شیطانی [illegible] حسد غصہ [illegible] وغیرہ [illegible] اندھیریاں ہیں [illegible] شیطان [illegible] صفات [illegible] کی تمثیل میں [illegible] فرماتا ہے **اللہ ولی الذین اٰمنوا یخرجھم من الظلمٰت الی النور** جو ان ظلمانی لوگوں نے اپنی اندھیریوں کی وجہ سے شیطان کو رہنمائی [illegible] اس کی پرستش [illegible] رب [illegible] گئے۔

لطیفہ۔ حضرت ابو العیث ابن [illegible] نے بعض لوگوں سے [illegible] میرے [illegible] حضرت شیخ اسماعیل سے کی انہوں نے کہا کہ حق [illegible] ہوا [illegible] نفسانی خواہش) [illegible] تم [illegible] اور سوال [illegible] رب تعالیٰ [illegible] فراق کے لئے [illegible] مقرر فرمائی [illegible] میں وہ بارگاہ الٰہی سے دور [illegible] ایک وقت مقرر ہے اس فصل کے بعد وصال [illegible] طلب [illegible] وصال [illegible] وقت سے پہلے وصال چاہتے [illegible] روح البیان) صوفیاء [illegible] الٰہی [illegible] چیزوں سے [illegible] اس کی معرفت [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible] **ھو الذی جعلکم** [illegible] **ولی الذین اٰمنوا** [illegible]

[illegible] انسان [illegible]

www.alahazratnetwork.org

بنیا بعض مٹی قیمتی ہوتی ہے جیسے [illegible] سفید مٹی مگر انسان سب قیمتی بے قدری کی مٹی سے بنا یوں ہی جس انسان میں عجز و انکسار بے قدری ہے اسی سے [illegible] حاصل ہوتا ہے [illegible] فرماتے ہیں [illegible] کوئی چیز [illegible] مگر اللہ تعالیٰ نے بعد [illegible] حکم سے ابدی ہیں یعنی ہمیشہ رب والے جنت وہاں کی نعمتیں اور جنتی لوگ ابدی ہیں۔ حاملین [illegible] اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص [illegible] ابدی ہیں۔ اس لئے ارشاد ہوا [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] ابدی فرمایا۔ [illegible] کل شیء ھالک الا وجھہ [illegible] کل من علیھا فان میں [illegible] فنا معنی [illegible] ہر چیز ذات خود قابل فنا [illegible] ہوتا ہے۔

وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَیَعْلَمُ

[illegible] آسمانوں میں اور زمین میں [illegible] تمہارا [illegible] اور [illegible]

[illegible] آسمانوں اور زمین کا [illegible] تمہارا [illegible] اور [illegible] معلوم [illegible] اور تمہارے

مَا تَكْسِبُوْنَ۝ وَمَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا

[illegible] کماتے ہو [illegible] ان کے پاس کوئی نشانی [illegible] نشانیوں میں سے [illegible] رب کی مگر ہوتے ہیں وہ اس

کام جانتا ہے اور ان کے پاس کوئی بھی نشانی اپنے رب کی نشانیوں میں سے نہیں آتی مگر اس سے منہ

مُعْرِضِیْنَ۝ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَسَوْفَ یَاْتِیْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا

[illegible] پس بے شک [illegible] جھٹلایا انہوں نے حق کو جبکہ [illegible] پس عنقریب [illegible]

پھیر لیتے ہیں تو بے شک انہوں نے حق کو جھٹلایا جب ان کے پاس آیا تو اب [illegible] آیا چاہتی ہے اس چیز کی

مَا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ۝

[illegible] کے پاس خبریں اس کی جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے

[illegible] بنستے [illegible]

تعلق [illegible] آیت [illegible] کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی [illegible] صفت خالقیت [illegible] اب اس کی صفت علم [illegible] کہ خالق بغیر علم نہیں ہو سکتا۔ دوسرا تعلق۔ بعض منکرین قیامت [illegible] عالم تو ہوں خالق [illegible] نہیں [illegible] ان کے رد میں۔ بعض کہتے تھے کہ عالم کا خالق مختار [illegible] کا علم نہیں [illegible] ان سب کا مجموعی [illegible] پہلے [illegible] [illegible] قیامت [illegible] پچھلی آیت [illegible] دوسرے [illegible] تعلق [illegible] آیت [illegible] خالق کی قدرت علم [illegible]

www.alahazratnetwork.org

نہیں کرتے لہٰذا وہ سزا کے مستحق ہیں کہ وہ سمجھانے سے نہیں مانتے تو پٹائی چاہتے ہیں۔

تفسیر **وھو اللہ فی السموت وفی الارض۔** یہ نیا مطلب اس لئے واو ابتدائیہ ہے **ھو** کا مرجع ذات رب العالمین ہے چونکہ وہ سب کو معلوم ہے اس لئے بغیر ذکر کئے ہوئے بھی اس کی طرف ضمیر لوٹ سکتی ہے یا الحمد للہ میں اس کا ذکر ہو چکا ہے لفظ اللہ اپنے لغوی معنی میں ہے یعنی معبود، مالک، مدبر امر، خالق یا اللہ علم ذات ہے مگر چونکہ وہ ان صفات میں مشہور و معلوم ہے اس لئے اس سے وہ صفات مراد ہیں لہٰذا **فی السموت والارض** لفظ اللہ سے متعلق ہے جیسے کہا جاتا ہے **ھو حاتم فی طی یا ھو نوشیروان فی قومہ** وہ اپنی قوم میں نوشیروان ہے یعنی عادل ہے وہ طی میں حاتم یعنی سخی ہے تو معنی یہ ہوئے کہ وہ رب تعالیٰ آسمانوں اور زمین میں معبود ہے کہ ہر جگہ اس کی عبادت ہو رہی ہے یا اس کی مالکیت خالقیت آسمانوں اور زمین میں ہے ایک احتمال یہ ہے کہ **فی السموت والارض** متعلق مقدم ہو **یعلم** کا اور **ھو اللہ** علیحدہ جملہ ہو اور **فی السموت** سے **جھرکم** تک دوسرا جملہ ہو اور معنی یہ ہوں کہ وہ رب کریم اللہ ہے۔ وہ تمام مخلوق ان کے چھپے کھلے اعمال کو جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں یعنی فرشتے آسمانوں میں اور جن وانس وغیرہ زمین میں جو کھلے چھپے اعمال کو جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں یعنی فرشتے آسمانوں میں اور جن وانس وغیرہ زمین میں جو کھلے چھپے اعمال کرتے ہیں وہ جانتا ہے یہ بھی احتمال ہے کہ **فی السموت** ایک پوشیدہ عبارت کے متعلق ہو معلوم، مشہور، معبود وغیرہ یعنی آسمانوں زمین میں وہ جانا پہچانا ہوا ہے اسے سب جانتے ہیں لہٰذا اس عبارت کی تین تفسیریں ہیں (تفسیر خزائن، کبیر، روح البیان، معانی وغیرہ) تیسری تفسیر نہایت لذیذ ہے اس کا مقصد انسان کی جہالت پر تعجب دلانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو آسمان و زمین کی ہر چیز جانے مگر نہ جانے تو کون وہ جو اشرف المخلوق ہے جس پر ہماری خشتیں بہت ہیں جو عالم کا مقصود جس کی خاطر سارا عالم ہے یعنی انسان اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ترجمہ بہت ہی شاندار ہے۔ جس میں بتایا کہ یہاں فی اضافت کا ہے لفظ اللہ مضاف ہے **سموات وارض** کی طرف یعنی آسمانوں اور زمین کا اللہ ہے **یعلم سرکم وجھرکم۔** یہ عبارت یا تو **ھو** کی دوسری خبر ہے یا **فی السموات** کا متعلق جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا **یعلم** دوام و استمرار کے لئے ہے سر سے مراد بندوں کے چھپے اعمال ہیں، دلی ہوں یا ظاہری اعضاء کے اور جہر سے مراد کھلے عمل ہیں یا سر سے مراد ہے نیت و اخلاص سوا وغیرہ جہر سے مراد ہیں اعمال یا سر سے مراد ہیں ہماری چھپی ضرورتیں جن کی ہمیں بھی خبر نہیں جہر سے مراد ہیں ہماری کھلی ضرورتیں جن کی ہمیں خبر ہے یا سر سے مراد ہمارے چھپے حالات ہیں اور جہر سے مراد ہمارے ظاہری حالات غرضیکہ سر اور جہر میں چار احتمالات ہیں لہٰذا اس جملہ کی چار تفسیریں ہیں یعنی وہ رب تعالیٰ ہمیشہ سے تمہارے خفیہ و ظاہریہ اعمال یا تمہاری نیت اخلاص، عقیدہ وغیرہ و تمہارے حالات ہمیشہ سے جانتا ہے **ویعلم ما تکسبون** یہ عبارت پہلے **یعلم** پر معطوف ہے لہٰذا اس کی ترکیب بھی وہی ہے اس کی **ما تکسبون** سے مراد دلی اور بدنی اعمال کی سزا و جزا ہے جو ہمارے کسب کا نتیجہ ہے ہم بذریعہ اعمال کماتے ہیں کیونکہ اعمال تو **سرکم وجھرکم** میں آ چکے تھے کسب سے مراد ہے **مکتسب** جیسے کہا جاتا ہے یہ مال فلاں کی کمائی ہے یعنی کمائی ہوئی چیز کمائی کا نتیجہ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے کمائے ہوئے ثواب و عذاب کو بھی جانتا ہے کہ تم کس سزا و جزا کے مستحق ہو۔ غرضیکہ تمہارے عمل اور نتیجہ اعمال سے رب واقف ہے اس سے کوئی چیز چھپی نہیں تم میں سے بعض وہ ہیں جو تھوڑے عمل سے بڑے درجے پا لیتے ہیں جیسے حضرت ربیعہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرا کر جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی حاصل کر لی حضرت طلحہ نے جنگ میں حضور صلی اللہ علیہ

www.alahazratnetwork.org

وعلم کی حفاظت۔ مکہ جنت خریدی بعض وہ ہیں جو زیادہ عمل کریں گے ثواب تھوڑا پائیں۔ بعض وہ ہیں جو عمل بہت کریں رائیگاں جائیں جلد وہاں جان نہ جائیں۔ جیسے ابلیس کے اعمال بہت ہیں مگر گیا۔ بلکہ وہاں ہم سب کو جانتے ہیں **وما تاتیھم من ایۃ من ایات ربھم** ۔ سمجھ لو۔ مشتمل ہونے [illegible] غالباً صفت [illegible] کو رب کو جانتے سب جدا اس نے مانے مگر [illegible] ہیں **هو الله في السموات وفي الارض** سے مراد ماننے صرف مومن ہیں تمام ہے سب اور بعض ماننے والے جاننا مفید نہیں۔ **هم** کا مرجع کفار عرب ہیں یا تمام دنیا کے کفار آیت سے مراد یا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہیں یا قرآن کی آیتیں یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات جن کی آیات سب کے پاس پہنچے سب نے آنکھوں سے دیکھے کہ تمام نبیوں کے معجزات کے قصے رہ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت معجزات بعض باقی ہیں جیسے قرآن مجید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت چرچا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دین [illegible] اولیاء اور اولیاء اللہ کی کرامت یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہیں اور قرآنی آیت بھی دنیا میں پہنچیں۔ **الا کانوا عنها معرضين** کانوا کا مرجع وہی کفار ہیں **عنها** کا مرجع آیات الٰہیہ **اعراض** سے مراد ہے منہ پھیر لینا یا ان میں غور و فکر نہ کرنا یعنی کفار عرب یا سارے کفار کا یہ حال ہے کہ ان کے پاس آپ کا جو معجزہ یا جو قرآنی آیت بھی پہنچی وہ اس کا انکار کر دیتے ہیں یا اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اس میں غور و تامل نہیں کرتے یا یہ مطلب ہے کہ ان کے پاس دلائل قدرت و دلائل وحدانیت میں جو دلیل پہنچتی ہے وہ اس میں غور نہیں کرتے یا اس کا انکار کر دیتے ہیں۔ حالانکہ دنیا کا ذرہ ذرہ قطرہ قطرہ اس کے بنانے والے کی توحید کی دلیل ہے کسی شاعر نے کیا خوب فرمایا۔

وفي كل شيء له اية — تدل على انه واحد

ہر گیاہے کہ از زمین روید — وحدہٗ لا شریک لہ گوید

فقد كذبوا بالحق لما جاءهم ظاہر یہ ہے کہ **فقد** کی **ف** تعقیبیہ ہے اور اس جملہ میں ان کے کفر و تکذیب کی وجہ بیان فرمائی گئی ہے حق سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حال ہر عمل و قول حق ہے یعنی آیات الٰہیہ کے انکار کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ اس مجسم حق صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر چکے ہیں جن کا ہر حال حق سے حق ہوتا ہی ہے۔ سورج [illegible] ہو وہاں [illegible] کیسی جہاں نور نہ ہو وہاں روشنی کیسی جہاں ان محبوب کی غلامی نہ ہو وہاں تصدیق یا ایمان کیسے۔ حق کے تین معنی ہیں۔ ثابت یعنی ناقابل زوال باطل قابل زوال سچ جس میں جھوٹ کا شائبہ نہ ہو باطل جھوٹا حکمت والی چیز باطل لغو بیہودہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات، افعال، اعمال احوال تینوں معنی سے حق ہیں۔ آپ کی نبوت آپ کی کتاب آپ کا دین آپ کے احکام بلکہ آپ کا نام آپ کی عزت آپ کی محبوبیت لازوال ہے۔ جب آپ لازوال ہیں تو آپ کی ہر چیز لازوال کیوں نہ ہو آپ کے کلام، کام، افعال، احوال سچے ہیں نیز آپ کی ذات آپ کا کلام آپ کی ہر ادا میں الحمد حکمتیں ہیں۔ خیال رہے کہ کفار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹا جانتے نہ تھے آپ کو سچا جانتے مانتے ہیں۔ [illegible] کرتے تھے [illegible] کہتے تھے لہٰذا **کذبوا** کے معنی ہیں کہ انہوں نے جھٹلایا یہ معنی نہیں کہ آپ کو جھوٹا پایا یا جھوٹا جانا۔ **يعرفونه كما يعرفون ابناءهم لما جاءهم** فرما کر یہ بتایا کہ وہ کفار آپ کی تشریف آوری سے پہلے آپ کو نہیں جھٹلاتے تھے اور قیامت بلکہ اپنی موت کے وقت بھی نہیں جھٹلائیں گے یہ جھٹلانا ان کا اس

www.alahazratnetwork.org

دنیا میں عارضی ہے **فسوف یاتیھم انباء ما کانوا بہ یستھزءون** یہ ان کے انکار اور اس جملہ میں کفار کی تکذیب وغیرہ کی جزا اس کے نتیجہ کا ذکر ہے انباء سے مراد وہ عذاب ہے جس سے انہیں اسلام کی حقانیت کی خبر لگ جاوے گی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق ہونے کا پتہ لگ جاوے گا اگرچہ وہ عذاب قیامت میں ہوگا مگر چونکہ قیامت صغریٰ یعنی ان کی موت بھی قریب ہے اور قیامت بڑی بھی قریب کہ ہر آنے والی چیز قریب ہے اس لئے **سوف** ارشاد ہوا یعنی عنقریب حق ان تک وہ عذاب پہنچ جاوے گا جو انہیں ان تمام چیزوں کی حقانیت کی خبر دے گا اور وہ ان کو حق مان لیں گے مگر اس وقت ماننا فائدہ نہ دے گا آج ہم ان کو مناتے ہیں اور نہیں مانتے۔ کل وہ ہم کو منائیں گے ہم نہ مانیں گے۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے ‏ ‏ ‏ کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

خلاصہ تفسیر: یہاں پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب سے منکر انسانوں کی شکایت فرمائی کہ میں ہر ذرہ میں ظاہر مجھے ہر چیز جانے مانے پہچانے میری عبادت کرے ابلیس تک مجھے مانتا ہے ہر جگہ میری عبادت ہو رہی ہے مجھ سے غافل ہوا تو کون اشرف خلق انسان چنانچہ ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ سارے آسمانوں اور ساری زمین میں ہر جگہ اس کی عبادت ہو رہی ہے وہی آسمانوں اور زمین کا معبود ہے اس کی معبودیت کی تو یہ شان ہے اس کے علم و خبر کی یہ شان ہے کہ اے لوگو وہ تمہارے کھلے چھپے حالات اعمال احوال تمہاری نیتیں وغیرہ بھی جانتا ہے اور تمہارے اعمال کے انجام سے بھی خبردار ہے اس کی شان تو یہ ہے مگر کفار کا حال یہ ہے کہ ان کے پاس اس کی جو نشانی قدرت یا جو آیت قرآنی پہنچتی ہے وہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں انہیں مانتے انکار کر دیتے ہیں کہ یہ کلام الٰہی ہے ہی نہیں۔ حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنا لیا ہے اس میں غور نہیں کرتے [illegible] یہ لوگ اس ذات کریم کا انکار کر چکے ہیں جو کہ سراپا حق ہے جن کا ہر عمل و کلام حق ہے جب وہ حق ان کے پاس آئے تو انہوں نے انکار کر دیا جس دل میں وہ حق یعنی محمد مصطفیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر نہ ہوں وہاں آیات الٰہیہ کی روشنی کیسے پہنچے اب عنقریب انہیں اس انکار کا نتیجہ مل جاوے گا یہ اس کا انجام آنکھوں سے دیکھ لیں گے ابھی موقعہ ہے اسے غنیمت جانیں ایمان قبول کر لیں۔

فائدے: ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ **پہلا فائدہ:** بعض جن و انس کے سوا کسی مخلوق میں کافر و مشرک دہریہ نہیں سب رب تعالیٰ سے عبادت کے مطیع ہیں یہ فائدہ **اللہ فی السموات و الارض** سے حاصل ہوا یہ رب تعالیٰ کی بے نیازی ہے کہ بے عقل چیزوں کو اپنی معرفت بخشی اور معرفت سے محروم ہاتھ کون عاقل منکر انسان نافرمانوں میں بے عقل ہو جاتا ہے [illegible] خلف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پہچان سکے۔ پہچانا کس نے سیدھے سادے حضرت بلال نے

[illegible] ‏ ‏ ‏ کر رہ گئے وہ نشان قدم تو پتھر میں

دوسرا فائدہ: اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے وہ ہر قطرے کا جاننے والا ہے اس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں یہ فائدہ **یعلم** کے اطلاق اور **ما تکسبون** کے عموم سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ:** دنیا میں عمل تو بہت لوگ کرتے ہیں مگر عمل کا پورا ثواب کوئی حاصل کرتا ہے ثواب بقدر عقل ہے یہ فائدہ **و یعلم ما تکسبون** سے حاصل ہوا ایک شخص فرض نماز با جماعت کی پابندی سے کرتا ہے مگر رات بھر نفل پڑھتا ہے اس کا ثواب کم دوسرا شخص نفل تھوڑے پڑھتا ہے مگر فجر و عشاء کی جماعت تکبیر

www.alahazratnetwork.org

ثواب پاتا ہے اسے تمام رات نماز پڑھنے کا ثواب ملتا ہے ایک شخص وہاں سجدہ کرتا ہے جہاں پہلے ہی سجدے ہوں بہت ہیں یہ مسجد
ویران پڑی رہتی ہے اس آباد کرنے کا ثواب تب ہے جس سے سجدہ پیدا ہوتے ہیں یقیناً اس
مدرسہ والے کا ثواب زیادہ ہے۔ ایک شخص نوافل پڑھتا ہے دوسرا شخص عالم ہے دینی تصنیف فتووں سے مخلوق کو فائدہ
پہنچاتا ہے یقیناً اس عالم کا ثواب اس عابد سے زیادہ ہے عمل کرو فکر عقل کے ساتھ۔ چوتھا فائدہ: جب تک توفیق الٰہی دستگیری
نہ کرے تب تک انسان کو کوئی چیز ہدایت نہیں دے سکتی اور اگر اس کی توفیق شامل حال ہو تو نیا ہی بنے بلکہ خود اپنے حالات
ہدایت کا ذریعہ بن جاتے ہیں یہ فائدہ وما تغنی الخ سے حاصل ہوا۔ پانچواں فائدہ: اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں
غور کرنا طریقہ تھا۔ ہر مومن کو چاہیے کہ ہر چیز میں قدرت کے نشانات دیکھے اور ان کے خالق کی حمد و ثنا شکر کرے یہ فائدہ
معرض کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا۔ علماء فرماتے ہیں کہ ایک ساعت کی فکر برس کے ذکر سے افضل ہے۔ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم جب تہجد کو اٹھتے تو اٹھتے ہی یہ آیت کریمہ تلاوت کرتے تھے۔ **ان فی خلق السموات والارض الخ**
اور فرمایا کرتے تھے کہ افسوس ہے اس پر جو یہ آیت کریمہ پڑھے اور چاند تاروں وغیرہ میں غور نہ کرے۔ مگر خیال رہے
کہ ان مصنوعات الٰہیہ میں وہی غور مفید ہے جو معرفت الٰہی کا ذریعہ بن جاوے۔ جو غور و خوض بے دینی والحاد پیدا کردے وہ تو کفر
ہے آج بعض سائنسی محققین راکٹوں اور سائنسی آلات کے ذریعہ فضاء خلا چاند وغیرہ کی تحقیقات میں مصروف ہو کر نہ صرف
بلکہ خود اللہ تعالیٰ کے منکر ہو گئے ہیں یہ غور بے دینی ہے۔ مصنوع میں نہ پہنچ سکا اس کا یہ صانع کا پتا لگا۔ چھٹا فائدہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سراپا حق ہیں آپ کی ہر ادا حق ہے ہر کلام حق ہے۔ اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام
حق بھی ہے یہ فائدہ **فقد کذبوا بالحق** کی تفسیر سے حاصل ہوا۔ ساتواں فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جس نے نہ
مانا وہ روحانیت کی کوئی چیز نہیں مان سکتا یہ فائدہ **فقد کذبوا بالحق** کی تعلیل **فـ** سے حاصل ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
دولہا ہیں ساری ایمانیات بارات حضور صلی اللہ علیہ وسلم بارش ہیں ساری ایمانیات اس بارش کی بہاریں جیسے ایک بارش
ہزاروں دانے پھل پھول اگا دیتی ہے ایسے ہی ایک تعلق رسول ایمان و عرفان ولایت غوثیت قطبیت کے پھل پھول پیدا فرما
دیتی ہے۔ آٹھواں فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مکہ معظمہ میں وفات مدینہ منورہ میں ہوئی مگر حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی تشریف آوری جلوہ گری تاقیامت رہے گی ہر دل میں ہوئی یہ فائدہ **جاء ھم** سے حاصل ہوا اس کی تفسیر وہ آیات
ہیں **لقد جاء کم رسول۔ بعث فیھم رسولا۔** سورج رہتا ہے آسمان پر مگر طلوع ہوتا ہے سارے جہان پر۔ نواں فائدہ:
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مکرر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ختم ہو گئے کہ اب کوئی صحابی نہیں بنتا
آنکھوں سے وہ جلوہ نظر نہیں آتا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ختم نہ ہوئی وہ دنیا میں ایسے آئے کہ پھر نہ گئے
یہ فائدہ بھی **جاء ھم** سے حاصل ہوا۔ تاقیامت تمام کفار کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئے سورج ڈوب کر
نہیں ہو جاتا بلکہ ہماری نگاہوں سے چھپ جاتا ہے۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ — مرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

مگر یہ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کافروں کے پاس بھی ہے مومنوں کے پاس بھی حضور صلی
اللہ علیہ وسلم کافروں کی عقل یا آنکھوں میں آئے مگر مومنوں کے دل میں ایمان میں جان میں آئے اس لئے یہاں **جاء ھم**

www.alahazratnetwork.org

فرمایا اور سورۂ بقرہ میں ہے کہ فزادھم اللہ مرضا، قرآن مومنوں کو ایمان بخشتا ہے اور کافروں کی طغیان بڑھاتا ہے۔ جیسے سورج چمگادڑ کی آنکھ اندھی کرتا ہے اور دوسروں کی آنکھیں روشن۔ تیسرا سوال فائدہ جو لوگ دلائل قدرت سے ایمان نہ لائے اور رب کی اطاعت نہ کریں ان کا انجام برا ہے [illegible] فسوف یاتیھم الخ سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین میں رہتا ہے حالانکہ رب تعالیٰ جگہ سے پاک ہے۔ آریہ کہتے ہیں کہ جب وہ آسمان و زمین میں رہتا ہے تو بتاؤ کہ آسمان و زمین کے بننے سے پہلے کہاں رہتا تھا وہ قدیم ہے اور آسمان و زمین حادث و نوپید (آریہ) جواب: یہ اعتراض اس وجہ سے ہے کہ معترض نے فی السموات سے پہلے موجود یا ساکن پوشیدہ مانا ہے یہ غلط سمجھا تو اس سے پہلے معبود پوشیدہ ہے یا فی السموت جو لفظ اللہ کے متعلق ہے کیونکہ اللہ بمعنی اللہ سے معنی معبود اس کی تفسیر دوسری آیت کریمہ ہے فی السماء الہ وفی الارض الہ یا لفظ اللہ سے اس کی وہ صفت مراد ہیں جن میں وہ مشہور و معروف ہے جیسے حاتم سے مراد ہو سخی تو شیر وں سے مراد ہے انصاف والا یوں ہی اللہ سے اس کی رحمت و قدرت اس کا علم و حکمت مراد ہے لہذا آیت کریمہ واضح ہے۔ دوسرا اعتراض: انسانوں کے سارے اعمال تو سرکم و جہرکم میں آگئے پھر ما تکسبون فرمانا غیر ضروری ہے اس کے بعد ما تکسبون کیوں ارشاد ہوا۔ جواب اس کا جواب تفسیر میں گزر گیا کہ سرکم میں مراد ہے عقائد و خفیہ اعمال اور ما تکسبون سے مراد ہے اعمال کی سزا و جزا لہذا آیت کریمہ واضح ہے۔ تیسرا اعتراض: یہاں پہلے ارشاد ہوا کہ ان کے پاس جو آیت آتی ہے یہ اس سے منہ موڑ لیتے ہیں پھر آگے ارشاد ہوا فقد کذبوا بالحق کہ انہوں نے حق کو جھٹلایا وہ آیات ہی تو حق تھیں۔ جن کے جھٹلانے کا ذکر پہلے ہوا۔ پھر اسے دوبارہ کیوں بیان کیا۔ جواب اس کا جواب بھی ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ یہاں حق سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکت ہے اور مقصد یہ ہے کہ چونکہ یہ لوگ ان محبوب کے انکاری ہو گئے اس لئے آیات الٰہیہ کا بھی انکار کر گئے۔ چوتھا اعتراض۔ یہاں ارشاد ہوا کہ ان کے پاس ان کے مذاق کی خبریں عنقریب آجائیں گی خبریں تو اب بھی آچکیں پھر آئندہ آنے کے کیا معنی۔ جواب: یہاں خبروں سے مراد عملی خبریں ہیں یعنی سزا و جزاء انسان قولی خبریں نہیں مانتا عملی خبر مان لیتا ہے نتیجہ بتاتا ہے کہ تو نے کیا کیا تھا۔ پانچواں اعتراض تم نے کہا کہ ہلاکت غضب کی موت ہے۔ حالانکہ رب فرماتا ہے کل شی ھالک الا وجھہ اور یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے اذا ھلک۔ جواب ان آیات میں ہلاکت بمعنی فنا ہے شہادت کے مقابل مراد نہیں۔ یہ ہلاکت عام معنی میں آتا ہے مگر اہلاک غضب کی موت کے لئے ارشاد ہوتا ہے۔ یہاں اس آیت میں اہلاک کا ارشاد ہوا جو باب افعال سے ہے۔

تفسیر صوفیانہ وھو اللہ خالق آسمان و زمین اور زمین نفوس میں معبود و حقیقی ہے وہ رب تعالیٰ انسانوں کے خفیہ ملکی صفات کو بھی دیکھتا ہے [illegible] اور اس کے ظاہری حیوانی نفسانی حالات کو بھی جانتا ہے اور قوم ملکی قوتوں سے جو نیکیاں کرتے ہوئے ہو انہیں بھی جانتا ہے اور جو حیوانی نفسانی ظاہری صفات سے برائیاں کر لیتے ہو انہیں بھی جانتا ہے انسان نیکیوں میں فرشتوں سے بڑھ جاتا ہے اور گناہوں میں جانوروں بلکہ ابلیس سے آگے نکل جاتا ہے انسان دو رخ والا آئینہ ہے اس کے ایک رخ میں ربوبیت کے خصوصیات ہیں دوسرے رخ میں عبودیت کے اثرات اس لئے فرمایا گیا کہ ہم تمہارے ملکی صفات کو غیب اور حیوانی صفات کو شہادت میں جانتے ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

حیف باشد لے عمر الغالی　　چوں سائم خواب و خور گذرد

آدمی را نیز قائد از بہشت　　نز مقام فرشتہ در گذرد

اس سے آئندہ ارشاد ہوا کہ اس لسان نما حیوانوں۔ ان کفار کا یہ حال ہے کہ جب بھی ان کے پاس آیات الہیہ آتی ہیں تو ان کا انکار کرتے اور مذاق اڑاتے ہیں تو سمجھ لو اے محبوب آپ سے منکر ہیں آیات کو سمجھنے میں تو غور ہی نہیں کرتے آیات تشریعیہ کا انکار کرتے رہتے ہیں انہوں نے اپنی عقل صفات کھو دیں حیوانی احوال ان پر چھا گئے لہٰذا یہ لوگ اپنا انجام آگے چل کر دیکھ لیں گے۔ بہتر ہے کہ انسان دیکھنے سے پہلے سنبھل جائے نہ کہ ناکامیاں میں جاننے سے بہتر ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ جیسے ظاہری اعضاء کی نیکیاں بھی مختلف ہیں ان کے گناہ بھی جداگانہ ہیں ایسے ہی دل کی نیکیاں و گناہ مختلف ہیں اور دماغ کے گناہ و نیکیاں بھی جداگانہ دل کا کام ہے چاہنا پسند کرنا محبت کرنا یا نفرت کرنا اگر دل اللہ رسول اس کے پیاروں کو چاہے کفر و کفار سے نفرت کرے تو بندہ مومن ہے اس کے برعکس ہو تو بندہ کافروں میں ملے دماغ کا کام ہے غور کرنا سوچنا بعض غور عبادات ہیں بعض غفلت بعض غور ایمان ہیں بعض کفر اپنے گناہ سوچنا اللہ کی نعمتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتیں سوچنا قرآن مجید و احادیث میں غور کرنا عبادات ہیں۔ اللہ رسول میں عیب سوچنا اپنی بڑائی سوچنا کفر ہے۔ اسی غلط غور سے ابلیس مردود ہوا۔ جب فلسفی سائنس دان غور و سوچ سے ہوائی جہاز اور ہر قسم کی مشینیں بنا لیتا ہے تو اللہ والے اسی غور سے ایمان و عرفان بھی بنا سکتا ہے نیز صوفیاء فرماتے ہیں کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حق فرمایا **فقد کذبوا بالحق** حضور صلی اللہ علیہ وسلم حق ہیں یعنی ناقابل زوال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے زوال یا فنا نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں فنا ہو جانے والے فنا نہیں ہوتے موت اور چیز ہے فنا کچھ اور چیز اللہ کے محبوب موت سے فنا نہیں ہوتے جیسے سورج غروب ہو کر فنا نہیں ہوتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حق ہیں کہ آپ کے ہر قول فعل عمل سچے ہیں نہ باطل یعنی جھوٹ کی پہنچ نہیں کیونکہ ان کا عمل ہر حرکت ہر سکون رب کی طرف سے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حق یعنی پر حکمت ہیں کہ آپ کا کوئی عمل حکمت سے خالی نہیں حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اگر نماز قضا ہو تو اس میں بھی حکمت ہے۔ انبیاء کرام کی خطائیں بھی حکمت سے پر ہوتی ہیں۔

أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَبْلِهِم مِّن قَرْنٍ مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ مَا لَمْ

کیا نہ دیکھا انہوں نے کہ کتنی ہلاک کر دیں ہم نے ان سے پہلے قومیں قدرت دی ہم نے ان کو زمین میں وہ جو

کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی سنگتیں کھپا دیں انہیں ہم نے زمین میں وہ جماؤ دیا

نُمَكِّن لَّكُمْ وَأَرْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِم مِّدْرَارًا وَجَعَلْنَا الْأَنْهَارَ تَجْرِي مِن

نہ قدرت دی ہم نے تم کو اور بھیجی ہم نے ان پر بارش بہنے والی اور بنائیں ہم نے نہریں کہ بہتی تھیں ان کے نیچے

جو تمہیں نہ دیا اور ان پر موسلا دھار پانی بھیجا اور ان کے نیچے نہریں بہائیں تو انہیں ہم نے گناہوں

www.alahazratnetwork.org

تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۞

نیچے پس ہلاک کر دیا ہم نے ان کو ان کے گناہوں کے سبب سے اور پیدا کیں ہم نے ان کے بعد دوسری قومیں
کے سبب سے کیا اور ان کے بعد اور سنگت اٹھائی۔

تعلق: اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیات کریمہ میں موجودہ کفار کے آیات الہیہ سے منہ پھیرنے ان سے عبرت نہ پکڑنے کا ذکر ہوا اب منہ پھیرنے اعراض کرنے والوں کے انجام کا ذکر ہے کہ یہ بیماری گذشتہ قوموں میں بھی تھی ان کا انجام ہلاکت ہوا تاکہ یہ موجودہ لوگ عبرت پکڑیں (تفسیر کبیر)۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیت میں موجودہ کفار کے آیات الہیہ سے منہ موڑنے ان میں غور نہ کرنے کا دعویٰ فرمایا گیا آیات خواہ تکوینیہ ہوں یعنی عالم کی چیزیں یا تشریعیہ قرآن مجید کی آیات یا عذاب الٰہی جو پچھلی قوموں پر آئے اب اس کے ثبوت اور دلیل کا بیان ہے کہ یہ لوگ گذشتہ قوموں کی ہلاکت اور ہلاکت کے اسباب سے خبردار ہیں مگر عبرت نہیں پکڑتے گویا پچھلی آیت میں ایک دعویٰ تھا اس آیت میں اس دعوے کی دلیل ہے۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں ارشاد ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے کھلے چھپے حالات جانتا ہے اب اسی علم الٰہی کے ثبوت میں گزشتہ قوموں کی ہلاکت کے واقعات کا اجمالی ذکر ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اگر ہم بندوں کے حالات سے بے خبر ہوتے تو گزشتہ قوموں کو عذاب کیسے دیتے وہی حاکم مجرم کو سزا دے سکتا ہے جو علم و قدرت دونوں رکھتا ہو اگر ہمارے علم و قدرت کا انکار کرتا ہو تو ان تاریخی واقعات میں غور کرو۔

تفسیر: الم یروا کم اھلکنا۔ یہ نیا جملہ ہے اس کا ہمزہ انکاری سوال کے لئے ہے یروا بنا ہے رویت سے معنی دیکھنا خواہ آنکھ کا دیکھنا ہو یا دل کا دیکھنا یعنی غور کرنا اگر آنکھ کا دیکھنا مراد ہے تو ان ہلاک شدہ قوموں کے اجڑے ہوئے علاقے مکانات کے کھنڈروں کا دیکھنا مراد ہوگا جو مکہ والے اپنے سفروں میں دیکھا کرتے تھے۔ مکہ اصحاب فیل کی ہلاکت کے آثار خود مکہ معظمہ میں موجود تھے اور اگر دل کا دیکھنا مراد ہو تو عاد و ثمود وغیرہ مراد ہوں گی۔ جن کے واقعات عرب میں خصوصاً مکہ معظمہ میں بہت ہی مشہور تھے۔ یروا کا فاعل یہی مکہ والے ہیں کم خواہ استفہامیہ ہو معنی کتنے یا خبریہ ہو معنی بہت سے بہرحال یروا کا مفعول ہے اھلکنا سے مراد ہے دنیا میں عذاب بھیج کر ان کو فنا کر دینا صرف موت کے معنی میں نہیں ہے لہٰذا آیت پر کوئی اعتراض نہیں ہے موت تو ہر ایک کو آتی ہے مگر موت کی نوعیت میں فرق ہے کسی کو وصال کی موت آتی ہے جسے وصال کہا جاتا ہے کسی کو طبعی موت آتی ہے جسے وفات کہتے ہیں کسی کو کرامت و عزت کی موت آتی ہے جسے شہادت کہتے ہیں کسی کو ہلاکت خواری کی موت آتی ہے جسے ہلاکت کہا جاتا ہے عاشق کی موت وصال ہے مطیعین کی موت شہادت ہے دنیادار کی موت طبعی ہے غضب و قہر کی موت ہلاکت چونکہ یہاں کفار مردودین کی موت مذکور ہے لہٰذا اھلکنا فرمایا گیا۔ جیسے سفر بھی طبعی ہوتا ہے جیسے عام سفر بھی رحمت کا ہوتا ہے جیسے حج و زیارت کا سفر بھی عذاب کا ہوتا ہے جیسے مجرم پھانسی والے کا سفر یا کسی جگہ لے جا کر پھانسی دیا جاوے من قبلھم من قرن پہلا من تو اھلکنا کے متعلق ہے اور من قبل کم کا بیان ہے۔ قرن کے معنی ہیں ملنا اسی سے ہے اقتران اصطلاح میں کئی معنی میں استعمال ہوتا ہے زمانہ جماعت ہم زمانہ لوگ قوم یہاں یا تو معنی زمانہ

www.alahazratnetwork.org

ہے تو قرن سے پہلے اصحاب پوشیدہ ہے یا معنی جماعت یا قوم ہے اس میں اختلاف ہے کہ کتنے زمانہ کو قرن کہتے ہیں بعض کے نزدیک ساٹھ سال بعض کے خیال میں ستر(70) یا اسی(80) سال مگر قوی یہ ہے کہ قرن سو برس کا ہوتا ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ ابن بشر مازنی سے فرمایا تھا کہ تم ایک قرن جیو گے تو وہ پورے ایک سو سال جیئے۔ (خازن) وہ جو حدیث شریف میں ہے **خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم** وہاں قرن سے مراد جماعت یا گروہ یا ہم زمانہ لوگ ہیں پہلے قرن سے مراد ہے حضرات صحابہ دوسرے سے تابعین تیسرے سے تبع تابعین (روح البیان) یعنی کیا مکہ والوں نے یہ نہ دیکھا یا یہ غور نہ کیا کہ ان سے پہلے ہم نے کتنی قومیں ہلاک فرمادیں ان قوموں کی کیفیت یہ تھی کہ ہم نے ان کو تین نعمتیں وہ دی تھیں، جو دوسروں کو نہیں ملی پہلی نعمت یہ کہ **مکنہم فی الارض مالم نمکن لکم مکنا** بنا ہے تمکین سے جس کا مادہ یا تو مکان ہے بمعنی جگہ یا مکانت بمعنی قدرت و قوت یا بمعنی درازی عمر یا جسم کا پھیلاؤ رزق میں فراخی (خازن) یہ جملہ قرن کی صفت ہے **ہم** کا مرجع وہی قرن ہے۔ کیونکہ وہ معنی جمع ہے کہ اس سے مراد پوری جماعت و قوم ہے **الارض** سے مراد ان کی اپنی زمین ہے۔ جہاں وہ رہتے بستے تھے۔ **ما** اسم موصول ہے اپنے صلہ سے مل کر تمکینا پوشیدہ کی صفت ہے اور تمکین مفعول مطلق ہے۔ **لکم** کا لفظ مطلب واضح ہے **لکم** میں خطاب مکہ والوں سے ہے یعنی ان قوموں کو ہم نے وہ قوت، رزق میں برکت، جسم میں پھیلاؤ اور درازی عمر عطا فرمائی تھی کہ اے مکہ والو ان کا عشر عشیر بھی نہیں عطا ہوئی ان پر دوسری مہربانی یہ تھی **وارسلنا السماء علیہم مدرارا**۔ یہ دوسری نعمت کا ذکر ہے جو ان مذکورہ قوموں کو عطا ہوئی تھیں۔ یہاں سماء سے مراد بارش ہے یعنی آسمان کی طرف سے آنے والا پانی **مدرارا** بنا ہے در سے یہ بروزن مفعال مبالغہ کا صیغہ ہے در کے لغوی معنی ہیں بہنا کثرت سے دودھ یا زیادہ آنسوؤں کو مدرار کہا جاتا ہے تیز بارش کو بھی مدرار کہتے ہیں۔ جو زمین پر خوب بہے اور اس سے پرنالے بہنے لگیں۔ پھر اچھے یا برے عمل کو جس کا نفع نقصان جاری رہے کہا جاتا ہے **الدرہ** یہاں بمعنی خرانٹے کی بارش ہے یعنی ہم نے ان لوگوں پر حسب موقع تیز شرائے کی بارشیں بھیجیں۔ خیال رہے کہ سال ایک بار بھیجنا مراد نہیں۔ **وجعلنا الانہار تجری من تحتہم**۔ یہ تیسری نعمت کا ذکر ہے جو انہیں دنیا میں عطا ہوئی۔ **جعلنا** کے دو مفعول ہیں ایک **الانہار** دوسرا **تجری من تحتہم انہار** سے پانی کی نہریں مراد ہیں۔ چونکہ ان کے شہروں میں بہت سی نہریں تھیں بلکہ ایک ایک شہر میں چند نہریں اس لئے انہار جمع ارشاد ہوا نہر یا دریا سے نکلتی ہے یا کسی خاص چشمہ سے ان کے شہروں میں دونوں قسم کی نہریں تھیں۔ **تحتہم** سے مراد تحت مساکنہم یا تحت بساتینہم ہے مقصد یہ ہے کہ موسم ربیع میں ان پر بارشیں ہر وقت ہوتی تھیں اور موسم خزاں میں ان کے محلوں ان کے باغات کے نیچے پانی کی نہریں رواں رہتی تھیں ان پر پانی کی کبھی کمی نہیں ہوتی تھی اور جہاں پانی کی فراوانی ہوگی ظاہر ہے کہ وہاں کھیتوں باغات پھلوں پھولوں غلہ کی بھی بہتات ہوگی۔ غرض کہ وہ ہر طرح عیش میں تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان کے گھر دولت سے بھرے تھے اور ان کے بازار غلے اور پھلوں سے بھرے پڑے تھے۔ جب گھر میں دولت بھی ہو بازار میں رزق بھی ہو تو سمجھ لو کہ اس قوم کی عیش و عشرت کی کیا حالت ہوگی **فاہلکنا ہم بذنوبہم** یہ جملہ ایک پوشیدہ شرط کی جزاء ہے **فکفروا فاہلکنا ہم** لہٰذا **ف** جزائیہ ہے **اہلاک** سے مراد طبعی موت و تباہی نہیں بلکہ دنیا میں غیبی عذاب سے انہیں تباہ و برباد کر دینا ہے **ذنوب** سے مراد ان کے جنانی و جسمانی دونوں قسم کے گناہ ہیں۔ کفر اور نافرمانی انبیاء یعنی انہوں نے ہماری نعمتوں کی قدر نہ کی کفر و نافرمانی میں مشغول ہو گئے تو ہم نے

alahazratnetwork.org

[illegible] سے مقابلہ کا مال [illegible] ان پر عذاب بھیج ہلاک کر دیا کہ اب ان کے قصے رہ گئے۔ غرضیکہ ذنوب جمع فرما کر دو باتیں بتائیں ایک [illegible] ایک قسم کے دو ایک گناہ کے علاوہ حقانی نسیانی بلکہ صد ہا قسم کے کئے انہوں نے ایک دو [illegible] سے چٹر الور ہو سکتے [illegible] ذنوب سے مراد اپنے نبی کی مخالفت ہو [illegible] کیونکہ [illegible] سے اس لئے کہ [illegible] پیغمبر کی مخالفت سے عذاب آتا ہے۔ **وانشانا من بعدھم قرنا آخرین** ۔ یہ [illegible] معطوف ہے **فاھلکنا ھم** پر انشانا کے معنی ہیں ہم نے پیدا فرمایا اور دوبارہ بسایا۔ قرن سے [illegible] تک جانچئے کیونکہ [illegible] بمعنی [illegible] لہذا اس کی صفت **آخرین** جمع ارشاد ہوئی۔ خیال رہے کہ قوم فرعون وغیرہ کی ہلاکت کے بعد مصر میں بنی اسرائیل بسا دیئے گئے۔ مگر ویران رہا مگر قوم عاد و ثمود و قوم لوط کی ہلاکت کے بعد وہ بستیاں [illegible] رہیں وہاں آبادی آج تک نہ ہوئی بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں جانے رہنے ٹھہرنے سے بھی منع فرمایا لہذا یہ آیت [illegible] دونوں صورتوں کو شامل ہے۔ بعض ہلاک شدہ قوموں کی بستی میں دوسری قومیں بسا دی گئیں اور بعض قوموں کی ہلاکت کے بعد وہاں تو کوئی قوم نہ آئی مگر دنیا آباد رہی اور قوموں سے دنیا بساری اس میں فرمایا گیا کہ ہم کسی قوم کے ہلاکت کے بعد [illegible] دنیا آباد رہتی ہے۔ خود کوئی خاص قوم رہے یا نہ رہے ایسے ہی [illegible] عرب کی ہلاکت کے بعد دوسری قومیں عرب کو [illegible] کی اس حالت سے عبرت پکڑو۔

خلاصہ تفسیر: [illegible] کفار عرب و حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی میں ڈوبے ہوئے ہیں کیا انہوں نے گزشتہ کفار کی [illegible] بستیاں [illegible] حضور [illegible] اپنی آنکھوں سے نہ دیکھے یا کیا انہوں نے ان کفار کے حالات نہ جانے ضرور دیکھے ہیں ضرور [illegible] جیسے [illegible] شعیب [illegible] ہود [illegible] علیہم السلام کی کافر قومیں جنہیں ہم نے بدنی قوت مالی طاقت ظاہری ساز و سامان اس قدر عرب سے کہیں زیادہ دیا تھا ان پر یہ کرم فرمایا تھا کہ ہم ان پر موسم بہار میں بروقت خوب کافی بارش بھیجتے تھے اور [illegible] موسم خزاں میں دریاؤں [illegible] چشموں سے ان کے کھیتوں باغات کے نیچے نہریں بہا رکھی تھیں ان پر کبھی پانی کی تنگی نہ ہوتی تھی جب پانی کی ایسی فراوانی تھی تو ظاہر ہے کہ ان پر دانہ پھل پھول کی بھی بہتات تھی۔ غرضیکہ وہ ہر طرح عیش و آرام میں تھے مگر وہ اس کرم فرمائی سے فائدہ نہ اٹھا سکے انہوں نے ہمارے انبیاء کی مخالفت ہی کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے ان پر آسمانی عذاب بھیج کر انہیں تباہ کر دیا ہلاک کر دیا۔ پھر ان کی ہلاکت سے ہمارے شہر خالی نہیں رہ گئے ہم نے ان کی بستیوں میں دوسری قومیں بسا دیں [illegible] قومیں آباد کر دیں یہ ہی انجام ان کفار عرب کا ہو گا یہ نہ رہیں گے ان کی بد نامی رہے گی۔

[illegible]

فائدے: اس آیت [illegible] سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: تباہ شدہ قوموں کے واقعات معلوم کرنا ان کے اجڑے ہوئے نشانات و ویران بستیاں دیکھنا عبرت پکڑنے کے لئے اور دل میں اللہ کا خوف پیدا کرنے کے لئے یہ سب کچھ عبادت ہے۔ جس پر ثواب ملتا ہے۔ یہ فائدہ **الم یروا** کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا۔ لہذا مقبول بارگاہ بندوں کے حالات پڑھنا ان کی قبروں [illegible] ان کی روحانیت [illegible] دیکھنا رب کی رحمت دیکھیے اس سے امید رکھنے کے لئے یہ بھی عبادت ہے خوف خدا کے لئے مردودین کے حالات دیکھو امید کے لئے مقبولین کے حالات کا مطالعہ کرو۔ دوسرا فائدہ: تاریخ و جغرافیہ اچھے علم ہیں ان کا سیکھنا ثواب ہے جبکہ ان سے اپنے ایمان میں پختگی پیدا کی جاوے۔ یہ فائدہ **مکنا ھم فی الارض** الخ سے حاصل

www.alahazratnetwork.org

ہوا۔ **تیسرا فائدہ**: اللہ کی نعمتوں کی ناشکری نعمتیں چھن جانے بلکہ عذاب آ جانے کا ذریعہ ہے دیکھو گزشتہ قوموں سے دنیوی نعمتوں کی قدرت کی تلواریں گئیں۔ یہ فائدہ اھلکنٰھم بذنوبھم سے حاصل ہوا۔ **چوتھا فائدہ**: تاریخ واقعات جغرافیائی حالات اگر قرآن و حدیث کے خلاف نہ ہوں تو معتبر ہیں دیکھو ہلاک شدہ قوموں کے حالات ان کی بستیوں کے نشانات کسی آیت یا حدیث سے نہیں محض شہرت سے ثابت ہیں قرآن کریم نے انہیں کا اعتبار فرمایا۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تاریخی حالات ولادت پاک رضاعت شریف وغیرہ کی کیفیات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات وغیرہ کی تاریخی روایات محض شہرت سے معتبر ہیں ان کے لئے آیت قرآنی یا حدیث صحیح کی ضرورت نہیں۔ کفار مکہ نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تھے نہ ان کفار کی ہلاکت کے وقت موجود تھے مگر صرف شہرت سے انہیں مانتے تھے اس ماننے کا اعتبار لیا گیا (تفسیر کبیر)۔ **پانچواں فائدہ**: کوئی دنیاوی طاقت کوئی قوت انسان کو اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتی اس کے عذاب سے بچنے کی صرف ایک صورت ہے وہ ہے اس کی عبادت اس کے نبی کی اطاعت و فرمانبرداری۔

پہلا اعتراض: کفار مکہ نے ان گزشتہ قوموں کو ہلاک ہوتے نہ دیکھا تھا پھر الم یروا کیوں ارشاد ہوا۔ **جواب**: یہاں رویت سے مراد دل کی رویت یعنی علم ہے۔ عرب میں ان کے واقعات مشہور تھے کفار عرب کو معلوم تھے اور اگر اس سے آنکھ کا دیکھنا مراد ہو تو ان قوموں کے نشانات ان کی اجڑی بستیاں مراد ہیں جو عاد و ثمود کی بستیاں [illegible] کفار دیکھتے تھے۔ **دوسرا اعتراض**: اگر کفار کی ہلاکت ان کے کفر و عملی وجہ سے تھی تو ان پر مذکورہ نعمتیں ان کی کونسی عبادت کی وجہ سے رسائی گئی تھیں۔ **جواب**: وہ رب کریم رحمت و آرام اپنے فضل سے دیتا ہے نہ کہ ہمارے استحقاق سے مگر عذاب بغیر جرم نہیں دیتا تم سے مال کے پیٹ سے آتے ہی مال و دودھ اور بدن کی قسم کی نعمتیں پائیں یہ تمہاری کن عبادات کا نتیجہ تھیں محض اس کریم کی عطا ہی حضرت قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا۔

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

تیسرا اعتراض: دوسری آیات اور احادیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ جن بستیوں پر عذاب آئے وہ کبھی آباد نہ ہوئیں مگر یہاں فرمایا گیا کہ ہم نے ان قوموں کے بعد دوسری قومیں پیدا فرما دیں آیات میں بھی تعارض ہے اور آیت و حدیث میں بھی تعارض ہے ان میں مطابقت کیونکر ہو۔ **جواب**: قوموں کی ہلاکت دو طرح ہوئی ایک اس طرح کہ ان کی بستیوں میں ہی عذاب آگئے جیسے قوم عاد و ثمود یا قوم لوط۔ دوسرے اس طرح کہ ان قوموں کو بستیوں سے نکال کر انہیں ہلاک کیا گیا جیسے قوم فرعون کہ مصر سے نکال کر انہیں ہلاک کیا یہ پہلی صورت میں بستیاں بھی تباہ ہوئیں وہ اجڑی ہی رہیں مگر دوسری قسم کے عذاب میں بستیاں آباد رہیں جیسے مصر۔ یہاں اسماء ہلاکت دونوں ہوسکتے ہیں یعنی ان کی بستیوں میں دوسری قومیں آباد کیں تب دوسری قسم کا عذاب مراد ہوگا۔ یا یہ کہ ان کے بعد ہم نے دوسری قومیں پیدا فرما دیں۔ تب دونوں قسم کا عذاب مراد ہے۔ لہٰذا آیات و احادیث موافق ہیں ان میں تعارض نہیں۔ **چوتھا اعتراض**: تمہاری تقریر سے معلوم ہوا کہ جن بستیوں پر عذاب الٰہی آیا وہاں رہنا منع ہے بلکہ وہاں ٹھہرنا بھی ممنوع ہے تو نوح علیہ السلام کے زمانہ میں ساری روئے زمین پر طوفان آیا جو عذاب الٰہی تھا تو چاہئے کہ زمین کے کسی حصے میں رہنا جائز نہ ہو۔ **جواب**: طوفان نوحی کفار کے لئے عذاب تھا مگر حضرت نوح

www.alahazratnetwork.org

اور ان کی کشتی میں سوار مومنوں کے لئے رحمت، طوفان بہ جہت سے عذاب تھا اس لئے حضرت نوح علیہ السلام زمین پر رہے اور طوفان آگیا۔ اگر بہ طرز عذاب ہوتا تو حضرت نوح علیہ السلام اور مومنوں کو وہاں سے نکالا جاتا پھر عذاب آتا کیونکہ عذاب والی جگہ سے پہلے مومنین کو نکالا جاتا ہے پھر عذاب آتا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **واخرجنا من كان فيها من المؤمنين**۔ دیکھو غزوہ احزاب میں مدینہ منورہ میں ہوا (طوفان) آیا جس سے کفار بھگا دیئے گئے مگر یہ طوفان کفار کے لئے عذاب تھا۔ مومنین کے لئے رحمت لہٰذا مدینہ منورہ میں رہتے رہے۔

تفسیر صوفیانہ: قانون الٰہی رہا ہے کہ اولاً بندوں کو نعمتوں سے نوازتا ہے پھر جب سارے بندے ناشکرے ہو جاتے ہیں تو وہ نعمتیں چھین لیتا ہے اگر اس پر درست ہو گئے تو خیر ورنہ اگر پھر بھی نہ سمجھے تو ان پر عذاب آتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے یہ عذاب عام بند ہو گئے اب کبھی کوئی بستی اللہ کے بندوں سے خالی نہیں ہوتی۔ ان صالحین کی برکت سے عذاب سے حفاظت رہتی ہے۔ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کچھ اللہ کے بندے ابدال رہیں گے جن کے سینے صاف، نیت اچھی، مسلمانوں پر رحیم و کریم اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے لئے چن لیا ہے یہ حضرات چالیس ہیں جو قیامت تک رہیں گے۔ جب ان میں کسی کی وفات ہو جاتی ہے تو ان کی جگہ دوسرے مسلمان کو قائم کر دیا جاتا ہے۔ غرضیکہ یہ گنتی پوری رہتی ہے یہ لوگ قلب ابراہیمی پر ہوتے ہیں کسی کو برا نہیں کہتے اپنے ماتحتوں کو حقیر نہیں جانتے طبیعت کے نرم دل کے سخی ہوتے ہیں۔ ان کی ذات ہدایت کا چراغ ہے یہ اللہ کا نور ہیں اور حزب اللہ هم الغالبون۔ مگر عذاب معنوی تاقیامت ناشکرے مسلمانوں پر بھی آتا رہے گا۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔

شکر نعمت نعمتت افزوں کند   کفر نعمت از کفت بیروں کند

صوفیاء فرماتے ہیں کہ مسخ صوری ختم ہو چکا مگر مسخ دل تاقیامت باقی ہے کہ بے ادب ناشکرے کا دل مسخ ہو جاتا ہے۔ جس سے وہ قابل اصلاح نہیں رہتا (روح البیان)۔

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا

اور اگر ہم اتارتے اوپر آپ کے تحریر کاغذ میں پس چھوتے وہ اسے اپنے ہاتھوں سے تو کہتے وہ جنہوں نے کفر کیا

اور اگر ہم تم پر کاغذ میں کچھ لکھا ہوا اتارتے کہ وہ اسے اپنے ہاتھوں سے چھوتے جب بھی کافر کہتے کہ یہ نہیں

اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا

نہیں ہے یہ مگر جادو کھلا ہوا اور کہا انہوں نے کیوں نہیں اتارا گیا اوپر ان کے کوئی فرشتہ

مگر کھلا جادو اور بولے ان پر کوئی فرشتہ کیوں نہ اتارا گیا اور اگر ہم فرشتہ

لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا

اور اگر اتارتے ہم فرشتہ تو فیصلہ کر دیا جاتا معاملہ کا پھر نہ مہلت دیئے جاتے وہ اور اگر ہم بناتے اسے فرشتہ

اتارتے تو کام تمام ہو گیا ہوتا پھر انہیں مہلت نہ دی جاتی اور اگر ہم نبی کو فرشتہ کرتے جب بھی اسے

www.alahazratnetwork.org

عَلَيْهِمْ مَا يَلْبِسُونَ

[illegible]

[illegible]

تعلق: اس آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیت میں [illegible] تبلیغ اسلامی کی حق و محبت بیان [illegible]۔ فرمایا ہوئے [illegible] قبول نہیں [illegible] تھے [illegible] دیا گیا [illegible] قائل [illegible] معنوں میں [illegible] حالی [illegible] محبت میں [illegible] تفسیر [illegible] ایمان کی [illegible] نہیں [illegible] ایمان [illegible] فرق نہیں [illegible] ایک [illegible] بعد [illegible] دوسرا تعلق: پچھلی آیت میں [illegible] بعد [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علمی معجزے [illegible] تیسرا تعلق: پچھلی آیات میں فرمایا گیا تھا کہ چونکہ یہ لوگ [illegible] حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتے [illegible] ابھی ایمان نہیں لاتے۔ اب ان بہانوں حیلوں کا ذکر ہے جس کی آڑ میں یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان سے محروم رہتے ہیں۔ گویا کفر پر اصرار کا پہلے ذکر [illegible] اصرار کا [illegible] ہے۔ چوتھا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں [illegible] فرمایا کہ [illegible] کو [illegible] کی علامات دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے اب ارشاد ہے کہ یہ [illegible] ایسے [illegible] تھے کہ آپ کے موجودہ معجزات دیکھ کر ایمان نہیں لاتے بلکہ اگر ان کے منہ مانگے معجزات بھی دکھا دیئے جاویں تب بھی ایمان نہ لائیں تو ایک قسم کی [illegible] فرما کر دوسری قسم کی وضاحتی بیان فرمائی جا رہی ہے۔

شان نزول: ایک بار نضر ابن حارث، عبداللہ ابن امیہ، نوفل ابن خویلد وغیرہ نے کہا کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] اللہ کی کتاب تحریری شکل میں نہ لائیں اور اس کے ساتھ [illegible] چار فرشتے [illegible] حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] ہیں اور یہ کتاب [illegible] ان کی [illegible] ان میں سے ایک [illegible] یہ بہانہ بازیاں ہیں [illegible] معجزات [illegible] دکھا بھی دیئے جائیں تب بھی یہ لوگ ایمان نہیں لاتے [illegible] لئے آپ ان [illegible] اگر یہ ایمان [illegible] ہوتے تو آپ کے ہاتھ [illegible] چاند پھٹنے [illegible] پتھروں کو کلمہ پڑھتے [illegible] ایمان لے آتے۔ خیال رہے [illegible] قرآن کریم کے متعلق تین مطالبے تھے جن کی آڑ لے کر وہ اسلام قبول [illegible] کے سامنے [illegible] تھے۔ ایک [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] کوئی [illegible] کیوں نہیں اترا جو اپنی اصلی شکل میں [illegible] تیسرے یہ کہ آسمان کی [illegible] ہونا چاہئے [illegible]

www.alahazratnetwork.org

بوجھ انسان نہیں اٹھا سکتا بلکہ فرشتہ نبی ہوتا جو ہم میں تبلیغ کرتا۔ یہاں ان تین آیتوں میں ان کے تین سوالوں کے جوابات دیئے گئے ہیں۔

تفسیر۔ ولو نزلنا علیک کتابا فی قرطاس یہ جملہ نیا ہے جس میں ان کے اس غلط مطالبہ کا جواب نہایت نفیس طریقہ سے دیا گیا۔ کتاب سے مراد یا تو قرآن مجید ہے یعنی یہ اسم ہے۔ جیسے الہیات سے مراد ہے کوئی لکھی ہوئی تحریر یعنی یہ مصدر ہے معنی مکتوب قرطاس ق کے کسرہ سے بھی آتا ہے۔ فتحہ سے بھی اور پیش سے بھی قرطس بھی آتا ہے وزن درھم اور قرطس بھی بروزن جعفر اس کے معنی ہیں ہر وہ چیز جس میں کچھ لکھا جاوے خواہ ورق ہو یا چھالا کوئی اور چیز یہاں یا تو یہ معنی مراد ہیں یا معنی ورق و کاغذ ہے پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں (تفسیر صاوی) یعنی اگر ہم یہ قرآن مجید یا کوئی سی تحریر کاغذ یہ کسی اور چیز میں لکھ کر آسمان سے اتارتے اور اسے یہ اترتے ہوئے دیکھ بھی لیتے۔ خیال رہے کہ یہاں انزلنا نہ فرمایا بلکہ نزلنا ارشاد ہوا یعنی گر ہم آہستہ آہستہ کتاب اتاریں یا اس طرح کہ روزانہ ایک سورت یا چار آیات آپ پر لکھی ہوئی اترتی رہے یا اس طرح کہ وہ کتاب لوہے تانبے کی طرح ایک دم فوراً نہ گرے بلکہ کٹی ہوئی پتنگ کی طرح آہستہ آہستہ اترے جسے یہ سب لوگ جمع ہو کر آسانی سے دیکھ لیں پھر صرف دیکھیں ہی نہیں بلکہ فلمسوہ بایدیھم ف عطف تعقیبی کے لئے ہے لمس کے معنی ہاتھ سے چھونا بھی ہے جسم کے کسی حصہ سے مس کرنا بھی مجازاً تحقیق و تلاش کرنے کو بھی لمس کہہ دیتے ہیں جیسے قرآن مجید میں ہے انا لمسنا السماء ہم نے آسمان کی تلاش کر لی۔ یہاں پہلے معنی میں ہے اس لئے بایدیھم فرمایا گیا تاکہ دوسرے تیسرے معنی کا احتمال نہ رہے۔ دیکھو تفسیر روح البیان چونکہ آنکھ سے دیکھنے میں غلطی کا احتمال ہوتا ہے کہ شاید نظر غلطی کر جاوے مگر ہاتھ سے چھو لینے میں یقین ہو جاتا ہے اس لئے اس طرح ارشاد فرمایا گیا یعنی وہ لوگ اس کتاب یا اس کاغذ کو اپنے ہاتھوں سے چھو بھی لیتے ٹٹول ڈالتے چونکہ سب لوگوں کا چھونا مراد ہے اس لئے ایدیھم جمع ارشاد ہوا یعنی ایک دو آدمی نہیں بلکہ سارے آدمی اپنے ہاتھوں سے وہ کاغذ چھو لیتے لقال الذین کفروا ان ھذا الا سحر مبین۔ یہ عبارت لو کی جزا ہے۔ بجائے ضمیر کے الذین کفروا فرمایا گیا یہ بتانے کے لئے کہ اس موقعہ پر بعض تو ایمان لے آویں گے مگر بعض وہ جو تقدیر الٰہی میں کافر ہو چکے جن کا کفر پر مرنا علم الٰہی میں آچکا وہ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے بلکہ یہی کہیں گے کہ یہ کاغذ یہ تحریر جسے ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں معجزہ نہیں قبول نہیں کرتے بلکہ ہماری نظر بندی کر دی گئی ہے جادو ہے جس کی حقیقت کچھ نہیں ہم احساس میں غلطی کر رہے ہیں یہاں تک تو ان کے ایک مطالبہ کا جواب دیا گیا یعنی قرآن مجید کا کتابی شکل میں آنے کا مطالبہ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی اور آسمانی تحریر کا مطالبہ دوسرے مطالبہ کے متعلق ارشاد ہوا وقالوا لولا انزل علیہ ملک ظاہر یہ ہے کہ یہ نیا جملہ ہے اور واؤ ابتدائیہ ہے اس میں ان کے دوسرے مطالبہ کا جواب ہے۔ احتمال یہ بھی ہے کہ یہ جملہ لقال الذین پر معطوف ہے اور لو کی دوسری جزاء (روح المعانی) مگر پہلا احتمال زیادہ قوی ہے قالوا کا فاعل یا تو وہ ہی کفار ہیں جو تبیں تحریر کا مطالبہ کرتے تھے یا دوسرے کفار کہ بعض کفار تو یہی تحریر کا مطالبہ کرتے تھے اور بعض کفار نزول فرشتہ کا اس سوال کا مقصد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر فرشتہ اپنی اصل شکل میں ظاہر ظہور کیوں نہیں اترتا جسے ہم اس کی شکل میں دیکھیں اور وہ ہم سے کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی ہیں۔ ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر فرشتے نازل ہوتے تھے جنہیں حضرات صحابہ بلکہ بعض کفار نے شکل انسانی میں دیکھا اس کی تفسیر وہ آیات کریمہ میں لولا انزل علیہ

www.alahazratnetwork.org

ملک لقضی الامر ملک کے معنی اس کی قسمیں ہم پہلے پارے میں بیان کر چکے ہیں ان کے اس مطالبہ کے رب تعالیٰ نے دو جواب دیئے ایک یہ کہ۔ ولو انزلنا ملکا لقضی الامر۔ یہاں فرشتہ اتارنے کا وہی مطلب ہے جس کا انہوں نے مطالبہ کیا تھا یعنی فرشتہ کا اپنی اصلی شکل میں لوگوں کے سامنے اتارنا قضا سے مراد ہے پورا کرنا امر سے مراد ہے ان کفار کی ہلاکت کا معاملہ یعنی اگر ہم اس طرح فرشتہ اتار دیں۔ جس طرح یہ مطالبہ کرتے ہیں تو ان بد نصیبوں کا کام ہی تمام ہو جاوے کہ یہ سارے مر جاویں۔ اس لئے کہ کسی انسان میں فرشتہ کو اس کی اصلی شکل میں دیکھنے کی طاقت نہیں اگر دیکھے تو مر جاوے انسانی آنکھ تو جن کو اس کی شکل میں نہیں دیکھ سکتی یہاں تفسیر روح البیان نے فرمایا کہ کسی نبی نے فرشتہ کو اس کی اصلی شکل میں کبھی نہ دیکھا۔ جس نے دیکھا شکل انسانی میں دیکھا حضرت مریم کے پاس جناب جبریل گئے تو شکل بشری میں حضرت ابراہیم حضرت لوط حضرت داؤد علیہم السلام کے پاس فرشتے شکل انسانی میں گئے اسی لئے حضرت ابراہیم ان کے لئے گوشت لائے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے ان کی حفاظت کا انتظام کیا۔ غیرہ وغیرہ جیسا کہ قرآن کریم میں مذکور ہے صرف ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بار حضرت جبریل علیہ السلام کو ان کی اپنی اصلی شکل میں دیکھا۔ فقیر کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانی حقانی شکل کو کوئی انسان نہیں دیکھ سکتا بشری شکل سب نے دیکھی اسی لئے معراج رات میں لوگوں سے چھپا کر کرائی گئی کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی شکل نوری میں تھے یوسف علیہ السلام کے جمال خاص کی تاب مصری عورتیں نہ لا سکیں بے خود ہو گئیں۔ اپنے ہاتھ کاٹ بیٹھیں کیونکہ اس دن حضرت یوسف نے اپنا جمال خاص دکھایا تھا۔

حسن یوسف سے کہیں بڑھ کر تھا حسن مصطفیٰ
بات یہ تھی اس کا کوئی دیکھنے والا نہ تھا!

حسن یوسف کی مختلف تجلیاں ہیں جب بھائیوں نے تعلق کنوئیں پر انہیں فروخت کیا تو تجلی کی اور نوعیت تھی کہ نو درہم میں فروخت کروایا۔ جب مصر میں پہنچے تو اور تجلی تھی کہ لاکھوں روپیہ صرف انہیں دیکھنے زیارت کرنے کے لئے لوگوں نے دیئے جب مصری عورتوں نے دیکھا تو اور نوعیت تھی کہ ہاتھ کٹ گئے۔ جب قحط کا زور ہوا تو حسن یوسفی کی تجلی اور شان کی تھی۔ بھوکے مصری ایک جھلک دیکھ کر دو دو ماہ تک بھوک و پیاس محسوس نہ کر سکے سورج طلوع کے وقت اور قسم کا جلوہ دکھاتا ہے دوپہر میں اور نوعیت کا غروب کے وقت اور طرح کا آسمان صاف ہے تو سورج کی تجلی اور طرح کی ہوتی ہے۔ ہلکا بادل ہو تو اور قسم کی گہرا بادل ہو تو اور طرح کی یوں ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرش پر جلوہ گر ہوں تو ان کی تجلی اور طرح کی ہے کہ مومن و کافر چھوٹے بڑے سارے انسان دیکھیں مگر جب معراج کو چلیں تو اور تجلی کہ صرف فرشتے دیکھیں سدرہ سے آگے بڑھیں تو اور قسم کی نورانیت کہ صرف رب جلیل دیکھے ہم جب خوشی میں ہوں تو چہرے کا رنگ اور ہوتا ہے جب رنج یا غصہ میں ہوں تو رنگ و روپ اور بچپن جوانی بڑھاپے میں شکل رنگ مختلف قسم کے ہوتے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ اس ہلاکت کی وجہ یہ ہو کہ جب کوئی قوم معجزہ طلب کرکے ایمان نہ لائے تو ہلاک کر دی جاتی ہے مگر فقیر کے نزدیک پہلی وجہ قوی ہے کیونکہ ابوجہل وغیرہ نے بارہا منہ مانگے معجزے دیکھے ایمان نہ لائے مگر ہلاک نہ ہوئے یا اس لئے کہ ان میں بعض کافر ایمان لے آئے یا اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں ثم لا ینظرون۔ یہ عبارت لقضی الامر پر معطوف ہے ینظرون بنا ہے نظر سے بمعنی تاخیر و دیر مہلت قرآن کریم فرماتا ہے فنظرۃ الی میسرۃ یعنی یہ تو کہتے ہیں کہ فرشتہ ہم سے کلام کرے یہ تو فرشتہ کو دیکھتے

www.alahazratnetwork.org

تو بلا مہلت ہلاک ہو جاتے یہ ہی اس کا کلام ہے قانون اس جملہ کے اور وجوہ بھی۔ مطلب بھی بیان کئے گئے ہیں مگر یہ مطلب نفیس ہے۔ رب تعالیٰ بہت ہی قوی ہے۔ دوسرا جواب۔ یہ دیا کہ **ولو جعلنه ملكا لجعلنه رجلا** یہ ان کے تیسرے مطالبہ کا جواب ہے کہ فرشتہ نبی چاہئے۔ خیال رہے کہ جیسے دنیا میں قانون بنتے ہیں اسمبلی میں قانون لاتا ہے ڈال کر محکمہ پبلک میں جاری کرتے متعلقہ محکمے جو نہ کہ متعلقہ اسمبلی ضرورت ہیں۔ وہاں ہم تو قانون پہنچا دیا۔ سے تو وہ غلط کہتا ہے یوں ہی قانون اسلامی بنتے ہیں رب سے یہاں لاتا ہے فرشتہ مخلوق پر جاری کرتے ہیں نبی لہٰذا نبی کا واسطہ ضروری ہے چونکہ نبی مبلغ اور قانون جاری کرنے والے ہوتے ہیں اس لئے نبی انسان ہونے چاہئیں جو قولی تبلیغ کے ساتھ عملی تبلیغ بھی کریں۔ فرشتہ نماز روزہ جہاد وغیرہ نہیں کر سکتا۔ بیوی بچے نہیں پال سکتا۔ دوسری وجہ وہ ہے جو یہاں ارشاد ہوئی۔ اس جملہ کے دو معنی کئے گئے ہیں ایک یہ کہ **جعلنه** کی ضمیر وما کا ہوا فرشتہ ہے۔ جس کا یہ مطالبہ کر رہے ہیں آتا تو شکل انسانی میں ہو کر آتا جیسا کہ حضرت مریم و ابراہیم و لوط علیہم السلام کی خدمت میں آیا دوسرے یہ کہ پہلی ضمیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے دوسری فلک کی طرف اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اسی کو اختیار فرمایا جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہے اب مطلب یہ ہوا کہ اگر ہم حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرشتہ بنا کر بھیجتے تو بھی آپ شکل انسانی میں مرد کی شکل بن کر آتے اس صورت میں ان کی مصیبت یہ ہوتی کہ **وللبسنا عليهم ما يلبسون** کہ پھر بھی یہ شبہ میں ہو جاتے خیال رہے کہ نبی کے آنے تک … فرشتہ مشکوک نہیں ہو سکتا … مشکوک ہو گی اور مخلوق کے لئے نبی مشکوک نہیں ہونا چاہئے ورنہ توحید کتاب بلکہ سارا دین مشکوک ہو جائے گا۔ نبی فطری طور پر فرشتہ کو جانتے ہیں اور مخلوق بذریعہ معجزہ نبی کی پہچان کرتی ہے۔ بعض مفسرین نے اس جملہ کو

پوشیدہ لو کی جزا مانا ہے کیونکہ اس پر لام تاکید ہے جو لو کے جواب پر آتا ہے اس کے معطوف پر نہیں آتا مگر صحیح یہ ہے کہ یہ جملہ **لجعلنه** پر معطوف ہے اور یہ قاعدہ غلط ہے بلکہ معطوف پر بھی لام آ سکتا ہے۔ **لبس** کے لغوی معنی ہیں ڈھانکنا اسی سے ہے لباس کہ وہ جسم کو ڈھانک لیتا ہے مشتبہ کر دینے شبہ ڈال دینے کو بھی لبس کہہ دیتے ہیں کہ اس سے اصل حقیقت ڈھک جاتی ہے۔ پہلے **لبس** کی نسبت رب تعالیٰ کی طرف خلق کی ہے **يلبسون** میں وہ شبہ مراد ہے جو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں اب کر رہے ہیں یعنی اگر فرشتہ شکل انسانی میں آتا ہے تو جو شبہات اب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں کر رہے ہیں کہ نبی بشر نہیں ہونا چاہئے فرشتہ چاہئے یا آپ کی گواہی کے لئے فرشتہ کیوں نہیں آیا یہی شکوک پھر بھی کرتے کہ وہ اسے بشر ہی سمجھتے لہٰذا ان کا یہ مطالبہ بالکل بیکار ہے اور ہٹ دھرمی پر مبنی ہے۔

خلاصہ تفسیر: قرآن مجید حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھا ہوا اترا ان نبیوں کو کتاب لکھی ہوئی ملا انہیں بھی سب لوگوں کے سامنے نہ دی گئی کہ لوگو دیکھو ہم آج تمہارے نبی کو کتاب دے رہے ہیں بلکہ انہیں تنہائی میں سب کی نگاہوں سے اوجھل دی گئی دیکھو موسیٰ علیہ السلام کو توریت عطا فرمائی تو کوہ طور پر اکیلے بلا کر چالیس دن کا چلہ کرا کر عطا فرمائی تاکہ لوگ نبی سے کتاب کو مانیں لہٰذا کتاب کا ماننا ایمان ہے کتاب سے نبی کو نہ مانیں اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن دیا گیا پڑھا ہوا وہ بھی کسی نے آتے اترتے نہ دیکھا تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر اعتماد کر کے قرآن مانا جاوے کہ یہ کتاب اللہ ہے۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کتاب اللہ ہے زبان وہ ہی ہے مگر اس ایک ہی کان سے سونا چاندی کی طرح جواہرات نکل

www.alahazratnetwork.org

رہے ہیں اس زبان سے قرآن حدیث احکام فرمان مشورے صادر ہو رہے ہیں ان کفار کا یہ مطالبہ غلط تھا کہ ہم قرآن اترتے دیکھ کر قرآن سے آپ کو مانیں گے۔ اس لئے ارشاد ہوا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم یہ لوگ جو آپ سے نئے نئے مطالبے کرتے رہتے ہیں یہ بہانہ باز ہیں نیک نیت آدمی کے ایمان قبول کرنے کے لئے آپ کے دکھائے ہوئے معجزات بہت کافی ہیں بہانہ خوروں کا اطمینان کبھی نہیں ہو سکتا یہ جو کہتے ہیں کہ ہمارے پاس آپ کی نبوت کی لکھی ہوئی کتاب اور اپنی اصلی شکل میں فرشتے آویں اگر یہ فرض محال ہم ان کا یہ مطالبہ پورا کر دیں ان کی رائے کے مطابق کاغذ وغیرہ میں تحریر بھی بھیج دیں یہ اسے اترتے ہوئے دیکھ بھی لیں بلکہ اپنے ہاتھوں سے وہ کاغذ بھی چھو کر اطمینان کر لیں۔ تب بھی جن کے دلوں پر کفر کی مہر لگ چکی ہے یہ یہی کہیں گے کہ یہ سب کچھ نرا جادو ہے اور آپ جادوگر ہیں تب بھی آپ کو نبی نہیں مانیں گے رہا فرشتے کے نزول کا مطالبہ اس کے متعلق خود غور کریں کہ یہ کیسا واہیات مطالبہ ہے اگر فرشتہ اپنی اصل شکل میں ان کے پاس آوے تو نہ یہ زندہ بچیں نہ ان کے مطالبے باقی رہیں یہ تو بغیر مہلت فوراً ہی فنا ہو جاویں اور اگر ہم بہ شکل انسانی اسے بھیجیں تو جو وہم آپ کے متعلق کر رہے ہیں وہی اس فرشتے کے متعلق کریں کہ یہ تو انسان بول رہا ہے آدمی گواہی دے رہا ہے ہم تو فرشتے کی گواہی چاہتے ہیں یا اگر ہم کسی فرشتہ کو نبی بنا کر بھیجتے تو شکل انسانی میں ہی بھیجتے تاکہ یہ لوگ اسے دیکھ سکیں اس کی سن سکیں تو پھر ان پر وہی شبہ پڑتا جو آج پڑ رہا ہے یا اگر ہم حضور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو جنس ملائکہ سے بناتے تب بھی شکل انسانی میں بناتے پھر ان بے دینوں کو وہی شبہ ہوتا جو اب ہو رہا ہے یہ جاہل یہ اس شبہ میں گرفتار رہتے۔

فائدے: اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ **پہلا فائدہ:** بعض معجزات دکھائے جاتے ہیں بعض سنائے اور بتائے جاتے ہیں چاند کا چرنا سورج کا لوٹنا کنکروں کا کلمہ پڑھنا انگلیوں سے پانی نکلنا وہ معجزات ہیں جو دکھائے گئے مگر معراج وہ معجزہ ہے جو دکھایا نہ گیا بتلایا اور سنایا گیا اسی طرح نزول وحی نزول کتاب وہ معجزہ ہے جو دکھایا نہیں جاتا سنایا جاتا ہے تاکہ لوگ کتاب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مانیں۔ **دوسرا فائدہ:** زیادہ عقل، عقل میں گرفتار رہنے والا ہدایت نہیں پاتا ہر چیز ہر حکم کی وجہ کے پیچھے نہ پڑو بغیر وجہ پوچھے اطاعت کرو۔

عقل را بگذار مرد حال شو!   زیر پائے کاملے پامال شو

تیسرا فائدہ: ماننے والے کے لئے ایک معجزہ بھی کافی ہوتا ہے جس سے وہ ایمان قبول کر لیتا ہے نہ ماننے والے کے لئے ہزار ہا معجزات بھی کافی نہیں یہ فائدہ **لقال الذین کفروا** الخ سے حاصل ہوا۔ **چوتھا فائدہ:** کوئی شخص فرشتے کو اس کی اصلی شکل میں نہیں دیکھ سکتا اگر دیکھے تو ہلاک ہو جاوے یہ فائدہ **لقضی الامر** سے حاصل ہوا جیسا کہ تفسیر میں کہا گیا۔ یوں ہی کوئی شخص فرشتے کی جھڑک نہیں سن سکتا بعض قوموں پر اس چیخ و جھڑک کا عذاب آیا جس سے وہ ہلاک کئے گئے رب فرماتا ہے **ومنہم من اخذتہ الصیحۃ**۔ **پانچواں فائدہ:** فرشتے شکل انسانی میں آسکتے ہیں فرشتہ کہتے ہی اس مخلوق کو ہیں جو نوری ہیں اور مختلف شکلیں اختیار کر سکتے ہیں جنات وہ ناری مخلوق ہے جو مختلف شکل اختیار کر سکتی ہے یہ فائدہ **لجعلناہ رجلا** الخ سے حاصل ہوا۔ چنانچہ بہت سے رسولوں کی خدمت میں فرشتے مہمانوں کی شکل میں پہنچے ہیں۔ **چھٹا فائدہ:** فرشتے اگر شکل انسانی میں آئیں تو مرد کی شکل میں آتے ہیں عورت کی شکل میں نہیں آتے یہ اشارہ بھی **لجعلناہ رجلا** سے حاصل ہوا اہل لوط علیہم السلام کے ہاں لڑکوں کی شکل میں گئے تھے۔ **ساتواں فائدہ:** جب پیغمبر کے پاس فرشتہ تبلیغی حکم لاتا ہے تو وہ حضرات

www.alahazratnetwork.org

اسے ضرور پہنچاتے ہیں یہ ناممکن ہے کہ اس وقت وہ اسے نہ پہچانیں ورنہ ان کے سمجھنے میں مشکوک ہو جاوے گی اور وہ تبلیغ میں تامل [illegible] یہ فائدہ للبسنا علیہم الخ سے حاصل ہوا۔ جب یہ تبلیغ تمام کر لیتے تو شکل بدل لیتے ہیں۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے مہمانوں کی شکل میں آئے تو وہ نہ پہچان سکے کہ اس وقت ان کی حاضری کسی تبلیغی حکم کی تعمیل کے لئے نہ تھی یہ فائدہ بھی للبسنا علیہم الخ سے حاصل ہوا [illegible] فوائد نبوت انسانوں سے خاص ہے سوا انسان کے کوئی مخلوق نبی نہیں بن سکتی یہ فائدہ بھی لجعلناہ رجلا سے حاصل ہوا کہ رجل انسان مرد کو کہتے ہیں۔ دوسری مخلوق کے مرد کو رجل نہیں کہا جاتا جنات کو رجال فرمایا گیا مگر قید کے ساتھ برجال من الجن۔ لہذا رجل انسان کو کہتے ہیں۔ نواں فائدہ نبی صرف مرد ہی ہوتے ہیں۔ عورت کبھی نبی نہ ہوئی یہ فائدہ بھی رجلا سے حاصل ہوا قرآن کریم فرماتا ہے وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیھم

پہلا اعتراض اس آیت میں کتاب کے بعد فی قرطاس کیوں فرمایا کتاب تو کاغذ ہی میں لکھی جاتی ہے یہ عبارت زائد ہے۔ جواب۔ جن کے رد میں یہ آیت آئی ہے انہوں نے یہی مطالبہ کیا تھا کہ ہم کو کاغذ میں کتاب لا دو۔ لہذا آیت میں ان کے سوال کی مطابقت کے لئے یہ ارشاد ہوا نیز اس سے فلمسوہ درست ہوتا ہے کہ چھوا کاغذ ہی جاتا ہے اس لئے فی قرطاس فرمانا نہایت موزوں ہے۔ دوسرا اعتراض [illegible] ہاتھوں سے ہی ہوتا ہے پھر فلمسوہ کے بعد بایدیھم کیوں ارشاد ہوا۔ جواب۔ ہاتھوں کا ذکر تاکید کے لئے ہے جیسے کہا جاتا ہے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اپنے کانوں سے سنا نیز مختلف چیزیں [illegible] وغیرہ سے بھی چھوئی جاتی ہیں مگر ہاتھوں سے چھونا یقینی ہوتا ہے۔ تیسرا اعتراض اللہ تعالیٰ نے فرشتے کو نبی کیوں نہ بنایا تاکہ لوگ ایمان جلد لاتے۔ جواب اس میں بہت [illegible] جواب [illegible] اس میں چند حکمتیں ہیں ایک یہ کہ فرشتوں سے تبلیغ کا فریضہ پورا نہ ہو سکتا تھا [illegible] نہ قوم سے بات چیت کرتے نہ اس کے دکھ درد سے خبردار ہوتے نہ تبلیغ کے ساتھ عملی تبلیغ بھی کرتے کھانا پینا نکاح کرنا بچے پرورش کرنا بیمار ہونا [illegible] کر کے لوگوں کو دکھا سکتے تاکہ یہ اعمال سنت بن جاویں فرشتے یہ کام کسی طرح نہیں کر سکتے لہذا نبی انسان ہی چاہیئے کہ انسان کی تبلیغ اصل مقصود ہے۔ دوسری مخلوق انسان کے تابع ہے۔ چوتھا اعتراض۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کا یہ مطالبہ پورا کیوں نہ کر دیا [illegible] قرآن کتابی شکل میں ان کے سامنے بھیج دیتا جیسے قوم عیسوی کے مطالبہ پر غیبی دستر خوان آیا تھا یہ بھی آ جاتا۔ جواب۔ یہ مطالبہ پورا نہ کرنے کی بہت سی وجہیں ہیں ایک وجہ تو قرآن مجید میں یہاں ہی ارشاد فرما دی گئی [illegible] معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہ لاتے [illegible] دوسری وجہ وہ ہے جو ہم نے اسی تفسیر میں عرض کی [illegible] قدرت [illegible] قانون فطرت کے خلاف ہے جیسے بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے مانگا تھا کہ ہم [illegible] نزول قرآن ان معجزات میں سے ہے جن کا چھپا ہونا [illegible] کتاب [illegible] جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات صفات جنت دوزخ قیامت فرشتے ان سے [illegible] ایمان [illegible] ایمان بالغیب [illegible] شہادت [illegible] الدین [illegible] قرآن مجید [illegible] ایمان [illegible] پانچواں اعتراض [illegible] آپ کی تقریر سے معلوم ہوا

www.alahazratnetwork.org

ان کے پاس فرشتہ تبلیغ وحی کے لئے آتے تھے انہیں شبہ بالکل نہ ہوتا تھا نیز جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر غار حرا میں پہلی وحی نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل کو نہ پہچانا جب ہی تو ورقہ کے پاس تشریف لے گئے ورقہ ابن نوفل نے بتایا کہ یہ وہی فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ پر آتا تھا [illegible] بخاری شریف وغیرہ کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے لہٰذا تمہاری یہ تفسیر ان احادیث کے خلاف ہے۔ **جواب** اس حدیث میں ایسی کوئی عبارت نہیں جس سے معلوم ہو کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل کو نہیں پہچانا۔ کیا ہوتا کہ آپ ان سے پوچھتے کہ تم کون ہو کہاں سے آئے مجھے کیا پڑھانا چاہتے ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کچھ نہ پوچھا اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں نہ پہچانتے ورقہ ابن نوفل کے بتانے سے پہچانتے تو اس وقت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ آیت **اقراء باسم ربک الذی خلق** مشکوک رہتی کہ نہ معلوم یہ کس کا کلام ہے اور قرآنی آیت میں شک کفر ہے [illegible] حضرت ورقہ کا علم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہو جاوے یعنی علم ذاتی میں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ جائیں یہ ناممکن لہٰذا حق یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لمحہ جبریل کو پہچان لیا۔ حضرت ورقہ سے صرف اس کی تائید کرائی تاکہ مکہ والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کریں کہ مکہ والے ورقہ کو مانتے تھے اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلے کلام الٰہی کی ہیبت تھی یا اس خاص فیضان الٰہی کی ہیبت تھی وہ حضرت جبریل کے سینہ سے لگانے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھا لیا۔ اب بھی تحریک ہے کہ فیضان الٰہی کے وقت ہیبت طاری ہو جاتی ہے

تفسیر صوفیانہ دل والے نبی سے سب کچھ جانتے پہچانتے ہیں جو کسی اور چیز سے نہیں پہچانتے یعنی سورج سے ہر چیز کو دیکھتے ہیں۔ مومن کو کسی چیز سے نہیں دیکھتے نگاہ سے سب کچھ محسوس کرتے ہیں اور کسی چیز کے ذریعہ سے تکلف کو دیکھنے کی کوشش نہیں کرتے وہی بہت کامیاب رہتے ہیں۔ اسی معرفت کی وجہ سے وہ حضرات صدیق، فاروق، عارف، کامل بن گئے کہ رب تعالیٰ نے نبیوں کو اس لئے بھیجا کہ ان سے توحید، معجزات و کتاب کو پہچانا جاوے۔ مقصود نبوت انہوں نے ہی پورا کیا مگر [illegible] بلعم میں چھپے رب والے نبی کو اور چیزوں سے پہچاننا چاہتے ہیں اس لئے وہ کبھی کہتے تھے کہ آپ آسمان سے لکھی ہوئی کتاب لائیں اس سے ہم آپ کو پہچانیں گے کبھی کہتے تھے کہ فرشتے آئیں وہ کہیں کہ آپ نبی ہیں تو ہم ان کے ذریعہ سے آپ کو پہچانیں گے اس سے وہ اگر تکرار کے چکر میں پھنسے رہے۔ کبھی منزل پر نہ پہنچ سکے اور رب تعالیٰ نے بھی فرمایا کہ یہ لوگ آسمانی تحریر اور فرشتوں کو دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائیں گے کہ یہ اوندھے چل رہے ہیں۔ خیال رہے کہ نبی کا معجزہ صرف تنبیہ کرنے کے لئے ہوتا ہے [illegible] سے تکلیف کی غفلت دور ہو جاوے [illegible] ایمان معجزہ میں ہے [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible] بعد تا قیامت مسلمانوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کو پہچانا ہے بلکہ عشاق کہتے ہیں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پہچانا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رب کو جانا پہچانا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ بتاتے کہ رب لوگوں نے ایسا ہے تو ہم اس کی ذات و صفات سے بے خبر رہتے بلکہ اپنے کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہچانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ آئینہ حقیقت نما ہیں جن سے ہر شخص کو اپنی اور دوسرے کی حقیقت معلوم ہوتی ہے جس نے اپنے کو اپنی عقل سے جانا غلط جانا جس نے اپنے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جانا درست جانا اگر تندرست یا بیمار اپنے کو اپنی رائے سے جانے غلط جانے گا اپنے کو طبیب کے ذریعہ جانو اسی لئے رب تعالیٰ نے تمام

www.alahazratnetwork.org

ایمانیات تو بنیں کتاب وغیرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہم کو عطا فرمائے اور ساتھ ہی فرمایا **ویعلمھم الکتاب والحکمۃ** اندھیرے گھر میں شمع روشن ہو تو گھر کی ہر چیز شمع سے دیکھی جاتی ہے مگر شمع کو کسی اور دوسری شمع سے نہیں دیکھتے بلکہ شمع کو خود شمع سے ہی دیکھتے ہیں دنیا اندھیرا گھر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس گھر کی روشن شمع ہیں۔ سب چیزوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دیکھو مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی اور چیز سے نہ دیکھو بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے دیکھو صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں نور سے سب کچھ دیکھو۔ نور کو کسی اور چیز سے نہ دیکھو۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا

اور بے شک مذاق کیا گیا ان رسولوں سے جو آپ سے پہلے تھے پس نازل ہوا ان پر جنہوں نے مذاق کیا

اور ضرور اے محبوب تم سے پہلے رسولوں کے ساتھ بھی ٹھٹھا کیا گیا تو وہ جو ان سے ہنستے تھے

كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۰﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ

ان سے وہ جو تھے ساتھ اس کے مذاق کرتے فرما دو سیر کرو زمین میں پھر دیکھو کیسا ہوا انجام

ان کی ہنسی انہیں کو لے بیٹھی تم فرما دو زمین میں سیر کرو پھر دیکھو جھٹلانے والوں

كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۱﴾

جھٹلانے والوں کا

کا کیا انجام ہوتا ہے۔

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں کفار کے سوالات کے نہایت مدلل جوابات دیئے گئے جو ان لوگوں کے لئے کافی تھے جو دلائل سے بات سمجھنا چاہتے ہیں اب ان آیات میں ان ضدی لوگوں ... معاملات کرنے والوں کے انجام و نتیجہ کا ذکر ہے یعنی عذاب الٰہی میں گرفتاری تاکہ وہ لوگ ایمان قبول کرلیں جو ... سے مانتے ہیں گویا ایک قسم کے لوگوں کو پہلے دعوت ایمان دی گئی دوسرے قسم کے لوگوں کو ... دعوت ایمان دی جا رہی ہے۔ **دوسرا تعلق** پچھلی آیات میں کفار کے ناجائز مطالبوں کا ذکر تھا جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پاک کو صدمہ پہنچا تھا۔ اب اس صدمہ کو دفع فرمانے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کو تسلی دینے کے لئے گزشتہ قوموں کے حالات سنائے جا رہے ہیں کہ کفار کا یہ سلوک صرف آپ سے ہی نہیں ہے بلکہ گزشتہ انبیاء کرام سے بھی ہوتا رہا ہے۔ جس کی پاداش میں ان پر عذاب آتے رہے ہیں تاکہ ان کے حالات سن کر قلب پاک کو تسلی ہو گویا زخموں کا ذکر پہلے تھا مرہم کا ذکر اب ہے۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیات میں کفار کے ناجائز سوالوں کا ذکر تھا اب ان ... کی نوعیت کا تذکرہ ہے کہ ان کا مقصد صرف مذاق اڑانا دل لگی کرنا ہے۔ اس کا علاج عذاب الٰہی آجانا ہے جیسا کہ پہلے

www.alahazratnetwork.org

سے ہوتا چلا آرہا ہے۔

شان نزول: ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم حرم کعبہ میں تشریف فرما تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد حضرت بلال حبشی، صہیب رومی، عمار ابن یاسر جیسے فقراء مسلمین تھے ادھر سے ابوجہل، ولید ابن مغیرہ، ابن عقبہ وغیرہم سرداران قریش گزرے ان حضرات کو دیکھ کر ابوجہل اپنے ساتھیوں سے بولا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جنت کا بادشاہ کہتے ہیں ذرا ان بادشاہوں کو تو دیکھو یہ حالت اور بادشاہی اس بلا کے موقعہ پر یہ آیات نازل ہوئیں (تفسیر روح البیان)۔

تفسیر: ولقد استهزئ برسل من قبلك اگرچہ کفار نے اس موقعہ پر حضرت بلال، عمار وغیرہم کا مذاق اڑایا تھا مگر غیور شہنشاہ اپنے غلاموں کی اہانت اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام خلق سے بڑے غیور ہیں اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت صدمہ ہوا اس لئے رب العالمین نے ان کفار کی اس حرکت کو اپنے رسول کی توہین قرار دے کر یوں ارشاد فرمایا ورنہ انہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی نہیں کی تھی جن واقعات کو ہم ملاحظہ کر رہے ہیں کفار مکہ جانتے مانتے تو تھے کہ پہلے عذاب الٰہی نازل ہوئے ہیں مگر وہ یہ مانتے تھے کہ حضرات انبیاء کرام کو جھٹلانے کی وجہ سے ہوئے ہیں وہ انہیں اتفاقیات زمانہ سے سمجھتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو لام اور قد کی تاکید سے شروع فرمایا یہ تاکید منکرین کے مقابلہ میں بولی جاتی ہے **استهزئ** بنا ہے **استهزاء** سے جس کا مادہ ہے **هزء** یا **هزو** بمعنی دل لگی و مذاق یا کسی کو ہلکا جاننا جب استفعال میں آ کر اس میں مبالغہ و زیادتی کے معنی پیدا ہوئے۔ رسل کی تنوین تعظیم کی ہے اور رسل کی جمع تکثیر کی جس کے معنی ہوئے بہت سے رسول بہت شاندار۔ **رسول من قبلك** ایک پوشیدہ لفظ کے متعلق ہے۔ صفت گزرے اور ہو سکتا ہے کہ یہ **استهزئ** کے متعلق ہو یعنی جو شاندار بہت سے رسول آپ سے پہلے گزرے ان سے بھی دل لگی اور مذاق کئے گئے یا حضرات انبیاء کرام سے آپ سے پہلے بھی مذاق کئے گئے **فحاق بالذین سخروا منهم** ظاہر یہ ہے کہ یہ جملہ گزشتہ جملہ پر معطوف ہے اور **ف** عاطفہ ہے ہو سکتا ہے کہ **ف** جزائیہ ہو اور یہ جملہ کسی پوشیدہ شرط کی جزا ہو **(لما استهزوا علیه)** یہاں **ف** ارشاد فرما کر یہ بتایا کہ گزشتہ کفار پر عذاب آنے کی وجہ ان کا پیغمبروں کی توہین یعنی مذاق اڑانا ہے آیات قرآنیہ اور واقعات عذاب گواہ ہیں کہ کسی قوم پر صرف ان کی بد عملی سے عذاب نہیں آئے بلکہ جب پیغمبروں کو تکلیف و دکھ پہنچے تب عذاب آئے ان حضرات کی دعا سے۔ **حاق** بنا ہے **حیق** سے اور **حیق۔ حیوق۔ حیقان** کے معنی ہیں نازل ہونا واقع ہونا گھیر لینا لوٹنا مگر یہ کلمہ شر یا مصیبت نازل ہونے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ شاعر کہتا ہے۔

فاو طاحرد الجمل عمر دیار هم — و حاق بهم من باس صرته حائق

رب فرماتا ہے **ولا یحیق المکر السیئ الا باهله** چونکہ پہلے دل لگی کرنے والوں کا ذکر صراحۃً نہیں ہوا تھا اس لئے **بهم** نہ فرمایا بلکہ **بالذین** الخ ارشاد ہوا۔ قلیل سے مراد کفار ہیں **سخروا** بنا ہے **سخریہ** سے **سخریہ** اور **استهزاء** دونوں قریباً ہم معنی ہیں **سخریہ** اور **استهزاء** دونوں ہی مسلمانوں سے حرام ہیں نبی یا احکام اسلام سے کئے جاویں تو کفر ہیں مگر مزاح یعنی خوش طبعی اچھی چیز ہے کسی سے مذاق اور کسی کا مذاق اڑانے دونوں میں فرق ہے۔ حضور صلی اللہ

www.alahazratnetwork.org

علیہ وسلم نے بھی مذاق ... اور صحابہ کرام نے بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مزاح کیا ہے یعنی دل خوش کر دینے والی بات۔ سخروا بمعنی فرمایا گیا کہ جن لوگوں نے قبل یا بعض انبیاء کرام صلی اللہ علیہ وسلم سے دل لگی کی وہ بھی ہلاک ہو گئے۔ سب لوگ اس سے تو بنے ہیں منھم کا مرجع وہی ... ہیں جو پہلے مذکور ہوئے اس صورت میں من صلہ کا ہے ہو سکتا ہے کہ اس کا مرجع کفار ہوں اور من تبعیضیہ ہو لہذا اس عبارت کے دو معنی ہیں (۱) جنہوں نے ان نبیوں سے مذاق کیا (۲) کفار میں سے جنہوں نے مذاق کیا پہلے معنی قوی ہیں۔ خیال رہے کہ استہزاء کا صلہ ب بھی آجاتی ہے سخر بہ اور صلہ من آتا ہے۔ عذاب الٰہی تین طرح کے ہیں ایک وہ جو نیک کاروں کی برکت سے بدکاروں سے بھی دفع ہو جاتا ہے رب فرماتا ہے لو تزیلوا لعذبنا الذین کفروا دوسرا وہ جو بدکاروں پر آتا ہے نیک کار وہاں سے نکال دیئے جاتے ہیں فاخرجنا من کان فیہا من المؤمنین۔ تیسرا وہ جو نیک و بد سب پر آجاتا ہے مگر یہ عذاب نیکوں کے لئے رحمت بن جاتا ہے کہ انہیں آخرت میں اس کا اچھا بدلہ دیا جاتا ہے یہاں یا تو دوسرا عذاب مراد ہے یا تیسرا عذاب ما کانوا بہ یستہزء ون یہ عبارت حاق کا فاعل ہے ما موصول ہے تو ما سے پہلے عذاب پوشیدہ ہے ما سے مراد ہی عذاب ہے بہ کا مرجع ما ہے وہ کفار اس عذاب کا بھی مذاق اڑاتے تھے۔ جس سے حضرات انبیاء کرام ڈراتے تھے کفار کہتے تھے کہ وہ عذاب کب آوے گا جس سے ہم کو ڈرایا جاتا ہے یعنی ان پر اس مذاق اڑانے کا عذاب نازل ہو گیا یا ان پر عذاب مسلط ہو گیا اور اس عذاب نے انہیں گھیر لیا۔ جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے انہیں اس عذاب سے کوئی چیز بچا نہ سکی۔ خیال رہے کہ یہ عذاب مذاق اڑانے والوں پر بھی آیا اور ان پر بھی جو ان کے مددگار ان کے موافق تھے اس عذاب کے موقعہ پر حضرات انبیاء کرام اور مومنین وہاں سے باہر نکال دیئے جاتے تھے۔ خیال رہے کہ قرآن کریم میں ہے قل سیروا فی الارض۔ یہ جملہ نیا ہے جس میں گزشتہ جملہ کے دعوے کا ثبوت ہے کہ پچھلے جملہ میں ارشاد ہوا تھا کہ نبیوں کا مذاق اڑانے والے کفار پر عذاب الٰہی آیا۔ اب فرمایا جا رہا ہے کہ یہ خبر بالکل حق ہے اگر تم کو اعتبار نہ ہو تو عذاب کے مقامات پر جا کر اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ ظاہر یہ ہے کہ قل میں خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور سیروا میں خطاب کفار مکہ سے ہے۔ قرآن کریم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قل فرمانے کے چند مقصود ہوتے ہیں کہیں یہ کہ اے محبوب آپ اپنی زبان سے یہ الفاظ ادا کریں جیسے قل اعوذ برب الفلق۔ کہیں یہ کہ ہم سے یہ فرمائیے قل اللھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء کہیں یہ کہ آپ مسلمانوں سے یہ فرما دیں۔ جیسے قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم کہیں یہ کہ آپ کفار سے یہ فرما دیں مسلمانوں سے فرمانے کا منشا یہ ہوتا ہے کہ ہمارا حکم زبان تمہاری ہو تاکہ مسلمانوں کو اس پر عمل کرنے سے دوگنا ثواب ملے۔ ہماری عبادت کا تمہاری اطاعت کا بعض چیزیں فرض بھی ہیں سنت بھی جیسے نماز روزہ وغیرہ اور بعض چیزیں فرض تو ہیں مگر سنت نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کبھی نہ کیں جیسے زکوٰۃ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مال میں زکوٰۃ نہ تھی انبیاء کرام پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔ کفار سے بلاواسطہ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان مردوں سے ہم براہ راست خطاب نہیں کرتے۔ آپ فرما دو آپ انہیں تبلیغ کرو یہاں یہ آخری قسم کا قل ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قل میں خطاب تمام صحابہ سے ہو اور سیروا میں خطاب کفار عرب سے ممکن کہ قل میں خطاب تاقیامت ہر مسلمان سے ہو اور سیروا میں خطاب دنیا کے ہر کافر سے قرآن کریم نے بعض ایسی چیزوں کی خبر دی ہے جو لوگوں کی نگاہ سے بالکل اوجھل کر دی گئی ہیں جیسے اصحاب کہف اور یاجوج ماجوج اور ان کی دنیا جو سد سکندری کے پیچھے ہے کہ

www.alahazratnetwork.org

وہ چیزیں نظر نہیں آتیں لوگوں کی نگاہوں سے غائب کر دی گئی ہیں جیسے ہوا اور پانی کے باریک کیڑے جو موجود ہیں مگر ہماری نگاہ سے غائب ان کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ توریت و انجیل والوں سے پوچھو ان کی کتابوں میں بھی ان کا ذکر ہے۔ بعض وہ چیزیں ہیں جن کے آثار و نشانات باقی رہ گئے ہیں جیسے پچھلی عذاب والی قوموں کی اجڑی بستیاں ان کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ زمین میں سیر کرو جا کر خود دیکھو دیکھانا یہ آخری صورت ہے۔ **سیروا** بنا ہے **سیر** سے بمعنی مطلقا چلنا دن میں ہو یا رات میں خواہ میں ہو یا وطن میں ضرورۃً ہو یا تفریحا مگر **سری** کے معنی ہیں رات میں چلنا جیسا کہ اس سے ہے **اسراء** رات میں لے جانا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **اسری بعبدہ** راتوں رات لے گیا اپنے بندہ کو **سیروا** میں امر مشورہ کا ہے نہ کہ شرعی وجوب کا کیونکہ کفار پر شرعی احکام جاری نہیں ہوتے ارض سے مراد زمین کفار ہے۔ جہاں عذاب الٰہی آئے۔ خود مکہ معظمہ میں وہ جگہ ہوں جیسے اصحاب فیل کی ہلاکت کی جگہ۔ جو کہ معظمہ سے صرف ایک یا دو میل ہے یا دوسرے ممالک میں ظاہر یہ ہے کہ سیر سے مراد قدموں سے چلنا ہے۔ ممکن ہے کہ سیر سے مراد تاریخی سیر ہو یعنی ان قوموں کے حالات بغور سننا تفسیر خازن نے دوسرے احتمال کو ترجیح دی باقی تمام مفسرین نے پہلی صورت کو اختیار فرمایا کہ قدموں سے جانا مراد ہے۔ **ثم انظروا کیف کان عاقبۃ المکذبین** یہ عبارت **سیروا** پر معطوف ہے اگر سیر سے مراد قدموں سے چلنا تھا تو **انظروا** سے مراد ہوگا آنکھوں سے دیکھنا چونکہ یہاں سیر سے مراد ہے ایک کا دیار کے لئے جانا جو کہ محض جائز ہے اور ان مقامات کو دیکھنا ایمان حاصل کرنے کے لئے واجب ہے اس لئے **ثم** ارشاد ہوا تاکہ دونوں امروں میں فرق ظاہر ہو کہ وہ امر مشورہ کا ہے اور یہ امر **انظروا** وجوب کا (تفسیر کبیر، روح المعانی، بیان وغیرہ) اور اگر **سیروا** میں سیر سے مراد تھی علمی سیر یعنی ان کے حالات معلوم کرنا تو **انظروا** سے مراد ہوگا۔ عبرت حاصل کرنا۔ چونکہ کسی چیز کو ایک بار معلوم کر کے بار بار اس میں غور کرنا ہوتا ہے یعنی علم ایک بار اور غور و تفکر بالاستمرار (دائمی) اس لئے **ثم** ارشاد ہوا۔ **کیف کان** الخ **انظروا** کا مفعول بہ ہے **مکذبین** سے مراد وہی مذاق اڑانے والے کفار ہیں کہ دل لگی مذاق جھٹلانے ہی کی وجہ سے تو تھا یعنی پھر غور کرو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا وہ کس بری طرح پامال کر دیئے گئے۔ انہیں کوئی طاقت عذاب الٰہی سے نہ بچا سکی۔ یہی حال تمہارا ہوتا ہے اگر تم باز نہ آئے۔

خلاصۂ تفسیر: اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کفار کے مذاق اڑانے دل لگی کرنے پر ملول نہ ہوں آپ سے پہلے بہت سے شاندار رسولوں کا مذاق اڑایا گیا ان حضرات نے صبر کیا انجام یہ ہوا کہ ان کی دل لگی ان پر ہی پڑی انہیں سخت عذاب نے گھیر لیا۔ جس کا مذاق اڑاتے تھے آپ ان کفار مکہ سے فرما دیں کہ تم اپنی دولت و تندرستی نشان ہو شوکت پر مغرور نہ ہو یہ عارضی چیزیں ہیں، دشمنوں کو بھی دے دی جاتی ہیں بلکہ کفار کا انجام دیکھو کہ مال و دولت ان کے پاس تم سے زیادہ تھا مگر ہلاک ہو گئے۔ ہم نے یہ خبریں بالکل سچی دی ہیں اگر تم کو اعتبار نہ ہو تو زمین عذاب میں چلو پھرو وہاں جاؤ پھر ان کی بستیاں ان کے نشانات دیکھو اور عبرت پکڑو کہ تم اپنی حرکتوں سے باز آؤ ورنہ تم بھی عذاب پاؤ گے اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا فرمایا اور کفار مکہ پر عذاب الٰہی آیا اور بدر و حنین وغیرہ میں ہلاک کر دیئے گئے۔

فائدے: اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: ہر زمانہ میں حضرات انبیاء کرام کے دشمن رہے ہیں قانون قدرت ہے کہ وہ اپنے بندوں کو مخالفین کی مخالفت کے ذریعہ عروج دیتا ہے بلکہ دنیا میں مخالفین پہلے آتے ہیں۔ شیطان

www.alahazratnetwork.org

پہلے پیدا ہوا بعد میں حضرت آدم علیہ السلام۔ نمرود پہلے پیدا ہوا بعد میں حضرت ابراہیم۔ ابو جہل پہلے اور حضور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم بعد میں۔ یہ فائدہ **ولقد استهزی** الخ سے حاصل ہوا۔ اعدائے انبیاء کی مخالفت بھی سنت انبیاء ہے۔ دوسرا فائدہ قدرت نے ہر چیز کو دو صورتیں بخشی ہیں اصلی صورت اور عارضی صورت۔ آدمی چاند سورج بھی ان کو اگر ابن حلوے تو یہ سفیدی ان کی عارضی ہے۔ سیاہی اصلی صورت ہے۔ گورا آدمی اپنے منہ پر سیاہی مل لے تو سیاہی اس کی عارضی ہے۔ حسن اصلی صورت ہے۔ تمام چیزیں عارضی صورت میں آتی ہیں قیامت میں اصلی صورت میں نمودار ہوں گی۔ گوں کی آنکھیں ظاہر بین ہیں۔ بعض حقیقت بین ہیں ابوجہل وغیرہ نے حضرت بلال کو ظاہری آنکھوں سے دیکھا تو یہ کہو اس کی۔ جس کی تجوید اللہ تعالیٰ نے کردی۔ حضرت صدیق نے حضرت بلال کو حقیقت بین آنکھوں سے دیکھا تو بھاری قیمت دے کر خریدا اور آزاد کیا حسن ازلی دیکھنے کے لئے آنکھ بھی حقیقت بین چاہئے۔ تیسرا فائدہ علم تاریخ بہترین علم ہے۔ اس سے بہت سی سبق حاصل ہوتے ہیں یہ فائدہ بھی اسی **ولقد استهزی** سے حاصل ہوا۔ دیکھو رب تعالیٰ نے اپنے محبوب کو تسکین دینے کے لئے گزشتہ انبیاء کرام کے تاریخی واقعات سنائے۔ چوتھا فائدہ زمین میں سفر نا جائز نہیں بلکہ سفر کا حکم مقصد سے وابستہ ہے۔ حرام کام کے لئے سفر حرام ہے۔ فرض کام کے لئے سفر فرض۔ سنت کام کے لئے سفر سنت ہے۔ چوری یا بھیک کے لئے سفر حرام ہے۔ حج فرض کے لئے سفر بھی فرض ہے۔ زیارت قبور کے لئے سفر سنت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے سفر فرما کر مقام ابواء میں اپنی والدہ ماجدہ کی قبر پر تشریف لے گئے۔ یہ فائدہ **سيروا في الارض** الخ سے حاصل ہوا۔ پانچواں فائدہ اللہ تعالیٰ کا قہر دیکھنے کے لئے اس کا خوف دل میں پیدا کرنے کے لئے عذاب والی جگہوں پر سفر کرکے جانا بہتر ہے۔ جہاں کفار کے اجڑے گھروں کے نشانات ہیں۔ اسی طرح رب کی رحمت دیکھنے اس سے امید باندھنے کے لئے بزرگوں، مقبولوں کے آستانوں پر حاضری دینا بھی بہتر ہے کہ وہاں کی حاضری سے ایمان میں قوت اطاعت الٰہی کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ یہ فائدہ بھی **سيروا في الارض** سے حاصل ہوا۔ چھٹا فائدہ اللہ تعالیٰ کی مصنوعات میں غور کرنا۔ کفر و عذاب میں غور کرنا بڑی عبادت ہے اس غور سے ایمان کو قوت ملتی ہے یہ فائدہ **ثم انظروا كيف كان عاقبة المكذبين** سے حاصل ہوا۔ لہٰذا اپنے گناہوں میں غور کرنا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں، صفات میں غور کرنا بھی عبادت ہے اللہ تعالیٰ یہ تصور بخشے۔

ریاضت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا　　تصور میں تیرے رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں!

اس ہی تصور یار کا امتحان قبر میں ہے کہ اس قصہ پر وہاں کی کامیابی موقوف ہے کہ آخری سوال یہی ہے کہ تم ان محبوب کو کیا کہتے تھے۔ ساتواں فائدہ بزرگوں سے دل لگی مذاق کرنے والے ان کا مذاق کرنے والے چند روز اپنا دل بہلا لیں۔ آخر کار بار دست ملتے ہیں خود ہی اپنے کئے میں مبتلا ہوتے ہیں۔ عرب کا مقولہ ہے کہ **من حفر لاخيه و تعرفه** جو کسی کے لئے گڑھا کھودتا ہے خود ہی اس میں گرتا ہے۔ یہ فائدہ **فحاق بالذين سخروا** الخ سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض۔ اس آیت میں رب تعالیٰ نے عذاب کی جگہوں پر جانے کا حکم دیا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مسجدوں کے علاوہ کسی جگہ سفر کرکے جانے سے منع فرمایا۔ مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ۔ آیت و حدیث میں تعارض ہے۔ جواب۔ اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ سوا ان تین مسجدوں کے کسی اور مسجد میں سفر کرکے نہ جاؤ یہ سمجھ کر کہ وہاں نماز کا ثواب زیادہ

www.alahazratnetwork.org

ہے۔ ثواب گجرات کی مسجدوں میں ہے وہی ثواب لاہور کی شاہی مسجد کی نماز کا ہے ورنہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد تجارت وغیرہ کے لئے سفر کیا ہے اس کی نفیس تحقیق ہمارے کتاب جاء الحق حصہ دوم میں مطالعہ کرو۔ **دوسرا اعتراض:** کفار پر سوائے ایمان لانے کے اور کوئی حکم شرعی جاری نہیں ہوتا تمام احکام شرعیہ بعد ایمان جاری ہوتے ہیں تو انہیں سفر کرنے اور نظر کرنے کا حکم کیوں دیا گیا۔ **جواب:** یہاں سفر کا حکم ترغیب کے لئے ہے وجوب کے لئے نہیں کفار کو نیکیوں کی رغبت دینا اچھا ہے۔ **تیسرا اعتراض:** تو کیا نظر و غور کا امر دینا بھی ترغیب کے لئے ہے۔ **جواب:** نہیں یہ حکم وجوبی ہے کفار پر ایمان لانا بھی واجب ہے اور لانے کے لئے ایمان کے ذریعے اختیار کرنا بھی واجب ہے اس لئے قرآن کریم میں جگہ جگہ کفار کو حکم دیا ہے کہ تم میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات میں غور کرو۔ **ثم تتفکروا ما بصاحبکم من جنۃ** کفار اسلامی عبادات کے مکلف نہیں ایمانیات، سیاسی احکام ان پر بھی جاری ہیں۔ **چوتھا اعتراض:** یہاں سیر اور نظر کے درمیان **ثم** ارشاد ہوا **ثم انظروا کیف کان** دوسری آیات میں ارشاد ہے **قل سیروا فی الارض فانظروا** یعنی وہاں **ف** فرمائی گئی اس فرق کی وجہ کیا ہے۔ **جواب:** یہاں اس آیت میں سفر سے مراد سفر تجارت وغیرہ ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جب تم تجارت وغیرہ کے لئے ان زمینوں میں گزرو تو غور بھی کرو اس فرق کو دکھانے کے لئے یہاں **ثم** ارشاد ہوا اور وہاں ان آیات میں اسی مقصد کے لئے سفر کرنا مراد ہے یعنی حالات دیکھنے کے لئے ان زمینوں میں چلو اور دیکھو اس لئے وہاں **ف** ارشاد ہوئی (تفسیر کبیر، خازن، مدارک، بیضاوی وغیرہ)۔

تفسیر صوفیانہ: بعض انسان وہ ہیں جو صورت میں ناس (انسان) ہیں مگر سیرت میں نسناس (بن مانس) وہ گویا یاجوج ماجوج ہیں کہ شکل میں آدمی عادت میں بلا اور آفت ایسے لوگوں کو اللہ والوں سے قطعاً انس، محبت نہیں یہ لوگ اگرچہ جسم میں بزرگوں کے پاس رہیں مگر طبیعت اور دل سے بزرگوں سے دور رہتے ہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ ایسے بدکاروں کے جسم اگر کسی مقدس مقام پر دفن بھی ہو جاویں تب بھی وہ ان جگہوں سے دور پھینک دیئے جاتے ہیں اور جو اچھے مقامات کے لائق ہیں اگرچہ کسی اور جگہ دفن ہو جاویں مگر وہ اچھے مقامات پر پہنچا دیئے جاتے ہیں سرکش لوگوں کا طریقہ ہے کہ وہ ہمیشہ خوش بخت لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں کہ انہیں ان حضرات سے انس و الفت نہیں اس آیت کریمہ میں اس کا ذکر ہے (روح البیان) حضرات صوفیاء فرماتے ہیں کہ بعض اللہ والے ہمیشہ سفر میں رہتے ہیں ایک جگہ ٹھہرتے نہیں ان کے اس عمل کا ماخذ یہی آیت ہے کہ زمین میں پھرنا آیات الٰہیہ میں غور کرنا کہ یہ بھی وصول الی اللہ کا ایک طریقہ ہے دیکھو یہاں ارشاد ہوا **سیروا فی الارض ثم انظروا** لہٰذا جسمانی سیر و نظر روحانی سیر کا ذریعہ ہے (تفسیر صاوی)۔

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلْ لِّلّٰهِ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ
فرماؤ کس کی ملک ہیں وہ چیزیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں فرماؤ اللہ کی ملک ہیں لکھ لیا ہے اپنے اوپر رحمت
تم فرماؤ کس کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے تم فرماؤ اللہ کا ہے اس نے اپنے کرم کے ذمہ پر رحمت

www.alahazratnetwork.org

لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ ۚ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ فَهُمْ لَا

یہ تم کو البتہ ضرور جمع فرمائے گا تم کو قیامت کے دن نہیں ہے کوئی شک اس میں وہ لوگ کہ خسارہ میں ڈالا

تم کو بیشک ضرور قیامت کے دن جمع کرے گا اس میں کچھ شک نہیں وہ جنہوں نے اپنی جان نقصان میں

يُؤْمِنُونَ ﴿١٢﴾ وَلَهُ مَا سَكَنَ فِي اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿١٣﴾

انہوں نے جانوں اپنی کو پس وہ نہیں ایمان لاتے اور اسی کی ملک ہیں وہ جو رہتی حرکت کرتی دن میں اور وہ سننے والا جاننے والا ہے

ڈالی ایمان نہیں لاتے اور اس کا ہے جو کچھ بستا ہے رات اور دن میں اور وہی سنتا جانتا ہے۔

تعلق۔ ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح ہے۔ **پہلا تعلق** پچھلی آیات میں کفار کے ان اعتراضات کے جواب دیئے گئے جو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کرتے تھے اب ان آیتوں میں ان کے ان اعتراضات کے جوابات دیئے جا رہے ہیں جو وہ توحید الٰہی کے متعلق کرتے تھے ایمان کے رکن دو ہیں توحید اور رسالت ایک رکن کی تحقیق فرما کر دوسرے رکن کی تحقیق فرمائی جا رہی ہیں چونکہ رسالت کی معرفت توحید کی معرفت سے پہلے ہے یعنی پہلے انسان نبی کو مانے پھر ان کی تعلیم سے رب تعالیٰ کی ذات و صفات کو مانے اس لئے نبوت کا ذکر پہلے ہوا توحید کا ذکر بعد میں وضو پہلے کرو نماز بعد میں پڑھو۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں دنیاوی عذابوں سے ڈرا کر کفار کو اسلام کی طرف مائل کیا گیا تھا کہ گزشتہ قوموں کی سزائیں ان کے ہلاکتیں دیکھو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ۔ اب رحمت الٰہی کی امید دلا کر انہیں تبلیغ فرمائی جا رہی ہے۔ **کتب علی نفسه الرحمة** **تیسرا تعلق:** پچھلی آیات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت سے اعتراضات اٹھائے گئے تھے اب رب تعالیٰ اپنی ملکیت مطلقہ کا ذکر فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ماننے کا حکم دے رہا ہے کہ چونکہ ہم تمہارے مالک، خالق، رب ہیں تم پر ہمارا حق ہے ہماری مانو کہ ہمارے نبی پر ایمان لے آؤ۔

شان نزول: ایک بار کفار مکہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بولے کہ ہم جانتے ہیں کہ آپ کو دنیاوی ضروریات اور تنگدستی نے اس دعویٰ نبوت اور نیا دین قائم کرنے پر مجبور کیا ہے تو ہم سارے قبیلے مل کر آپ کے لئے اتنا مال جمع کئے دیتے ہیں کہ آپ سارے عرب میں امیر ترین ہو جاویں گے آپ تبلیغ بند فرما دیں اس پر آیت کریمہ **وله ما سكن** الخ نازل ہوئی جس میں ارشاد ہوا کہ ساری مخلوق جس میں دن رات گزرے اللہ ہی کی ہے وہ اپنے حبیب کو غنی بنانے پر قادر ہے (روح البیان) ان لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا نہیں دولت کے بھوکے مالدار ہو جاتے ہیں تو ان کا ملک، مال، حور اکس ماس بلکہ یار دوست سب بدل جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ شان ہے کہ سارے عرب کے بادشاہ بن جانے پر بھی نہ مکان بدلا نہ لباس، دوست احباب جو لوگ کہتے ہیں کہ اصحاب ثلثہ نے خلافت غصب کر لی انہوں نے یہ نہ سوچا کہ انہوں نے خلافت سے کیا کمایا کیا دولت جمع کی۔

تفسیر۔ **قل لمن ما في السموت والارض۔** **قل** میں خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اس کے بعد **لهم** پوشیدہ ہے یعنی ان کفار سے فرمایئے جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے۔ **قل** کا روئے سخن بھی کفار کی طرف ہوتا ہے

www.alahazratnetwork.org

کبھی مومنوں کی طرف کبھی تمام انسانوں کی طرف۔ کبھی تمام مخلوق کی جانب اللہ تعالیٰ اکثر توحید کا مضمون توحید کے دلائل اپنے محبوب سے بیان کراتا ہے اور نبوت کا مضمون نبوت کے دلائل خود بیان فرماتا ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی توحید کے گواہ ہیں اور اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا گواہ چونکہ یہاں توحید کا مضمون ہے لہٰذا قل ارشاد ہوا گواہ دو طرح کے ہوتے ہیں وقتی گواہ اور دائمی گواہ قولی گواہی وقتی ہے۔ تحریری یا دلائل کی یا علامات کی گواہی دائمی ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اور رب تعالیٰ کی یہ گواہیاں دائمی ہیں۔ قیامت تک لوگ یہ گواہیاں دیتے رہیں گے بلکہ قیامت اور جنت میں بھی ہمیشہ گواہیاں دیں گے یہ گواہیاں، درحقیقت اللہ رسول ہی کی گواہیاں ہیں کہ سب نے ان سے سیکھ کر گواہیاں دی ہیں۔

سیکھنا ہے سکھلایا ترا جانا ہے بتلایا ترا

لہٰذا قل میں دوامی قول مراد ہے لمن کلام ملکیت یا خلقت کا ہے نفع کا نہیں اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کا خالق اور حقیقی مالک ہے مگر ان سے نفع نہیں حاصل فرماتا نفع تو ہم اٹھاتے ہیں لمن خبر مقدم ہے اور ما فی السموات الخ مبتدا موخر آسمان کی چیزوں سے مراد وہاں کے چاند تارے سورج بروج وغیرہ ہیں اور زمین کی چیزوں سے مراد بیرون زمین کی مخلوق انسان جانور، درخت، پتھر وغیرہ اور اندرونی چیزیں پانی کے چشمے، معدنیات وغیرہ ہیں یعنی اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کفار و منکرین سے پوچھیں کہ آسمانوں زمین کی تمام چیزیں کس کی مخلوق، مملوک ہیں ان کا خالق و مالک کون ہے۔ خیال رہے کہ کفار سے یہ سوال ان سے اقرار کرانے کے لئے ہے سوال و جواب کے طریقہ سے تبلیغ بہت اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے قل للہ یہ عبارت یا اس سوال کے جواب کی تعلیم ہے یا تعلیم نے سے خود جواب دینا ہے۔ پہلی صورت میں للہ سے پہلے قولوا پوشیدہ ہے۔ دوسری صورت میں یہ پوشیدہ نہیں للہ سے پہلے یا اس کے بعد الکل پوشیدہ ہے یعنی اے محبوب آپ ان کو جواب کی تلقین کرو ان سے کہو کہ کہہ دو کہ ساری چیزیں اللہ کی مخلوق و مملوک ہیں یا آپ ہی ان سے فرما دو کہ یہ سب کچھ اللہ کا ہے یہ مطلب ہے کہ تم فرما دو کہ یہ سب کچھ اللہ کا ہے پھر آپ کی تعلیم سے یہ لوگ یہ نہیں تب وہ مومن ہو گئے بغیر آپ کی تعلیم کے وہ یہ سب کچھ مان لیں مومن نہ ہوں گے کہ مومن وہ ہے جو ذات الٰہی اس کے صفات کو نبی کی تعلیم ان کے بتانے سے مانے غرضیکہ اس عبارت کی تین تفسیریں ہیں۔ خیال رہے کہ خطاب تین طرح کے ہوتے ہیں۔ خطاب فوری جو صرف ایک موقعہ کے لئے ہو جیسے جو تبوک کے غزوہ کو خطاب وقتی جو ایک خاص مدت تک کے لئے ہو جیسے نبی کے گھر دعوت میں کھانے کے وقت سے پہلے نہ پہنچو۔ خطاب دائمی جو ابدالآباد کے لئے ہو جیسے نماز پڑھو یہاں قل میں خطاب ہمیشگی کے لئے ہے کہ یہ عقیدہ ہر شخص کو ہمیشہ رکھنا چاہیے۔ حضرت خلیل نے ایک بار فرمایا یا لوگو حج کے لئے آؤ تاقیامت اس کے جواب میں لبیک کہا جاوے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ حج وداع کے موقعہ پر پوچھا کہ تم رب سے میرے متعلق کیا کہو گے اب تاقیامت مسلمان کہتے ہیں یا رسول اللہ آپ نے تبلیغ کر دی کتب علی نفسہ الرحمۃ یہ نیا جملہ ہے جو قل کے تحت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقولہ یعنی آپ یہ بھی فرما دو کہ کتب الخ خیال رہے: کہ کتب ماضی ہے کتابت کا معنی لکھنا اصطلاح میں واجب کر لینے کو بھی کتابت کہا جاتا ہے۔ جیسے کتب علیکم الصیام یہاں یا تو لغوی معنی میں ہے اور اس کی تفسیر وہ حدیث ہے جو مسلم بخاری نے بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً نقل فرمائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق

www.alahazratnetwork.org

پیدا فرمانے کا فیصلہ فرمالیا تو ایک تحریر اپنے دست قدرت سے لکھ کر اپنے پاس عرش کے اوپر رکھی **ان رحمتی سبقت غضبی**۔ میری رحمت میرے غضب سے زیادہ ہے یا غالب ہے ترمذی شریف کی روایت میں یوں ہے **رحمتی تغلب غضبی** ابن مردویہ کی روایت میں ہے **رحمتی سبقت غضبی** (روح المعانی) اس صورت میں یہ آیت کریمہ خاص ہے یا معنی واجب کرلیتا ہے۔ تب اس سے مراد تاکید وعدہ فرمالیتا ہے اور حضرات انبیاء کرام کی معرفت بندوں کو بتادینا (تفسیر مدارک) چونکہ یہ وعدہ یا لازم فرمالینا بہت پہلے ہو چکا ہے لہٰذا ماضی کا صیغہ ارشاد ہوا نفس سے مراد ذات باری تعالیٰ ہے جسم یا نفس امارہ یا جان مراد نہیں کہ رب تعالیٰ ان چیزوں سے پاک ہے۔ رحمت سے مراد دنیا میں رحمت عامہ ہے۔ بندوں کو رزق دینا نافرمانوں کے عذاب میں جلدی نہ کرنا۔ ان کی ہدایت کے لئے حضرات انبیاء کو بھیجنا اور آخرت میں رحمت خاصہ صرف مسلمانوں کے لئے انہیں بخشنا ان پر انعام واکرام کی بارش کرنا مگر بہتر یہ ہے کہ رحمت میں کوئی قید نہ لگائی جاوے اللہ تعالیٰ نے ان گنت رحمتیں اپنے ان گنت بندوں کو بخشیں جیسا بندہ ویسی رحمت۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے جو کچھ ہم کو دیا اس کی رحمت ہے اب اگر کسی چیز کو ہم اپنے لئے عذاب بنالیں تو ہماری مرضی۔ اللہ کی جو چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ملے رحمت ہے۔ جو ہم ان کے بغیر لیں وہ عذاب بن جاتی ہے بجلی پاور تار کے ذریعہ آئے رحمت ہے بلا واسطہ اس پر ہاتھ لگاؤ تو جان لے لیتا ہے وغیرہ یعنی اے محبوب ان لوگوں سے یہ بھی فرمادو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کریم پر رحمت لازم فرمالی۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس رحمت سے مراد امت مصطفیٰ پر خاص رحمت فرمانا ہے کہ ان پر دنیا میں عذاب نہ آئے (روح المعانی) حق تعالیٰ کی ملکیت کے بعد رحمت کے ذکر فرمانے میں اشارۃً بتایا گیا کہ ملکیت تین قسم کی ہوتی ہے قہر والی جیسے قصائی ذبح کے لئے جانور خرید کر اس کا مالک ہے اور رحمت والی جیسے کسی مظلوم غلام کو خرید کر مالک اس کی پرورش کرے جیسے حضرت صدیق نے جناب بلال کو خریدا۔ تیسری ملکیت غرض والی جیسے ہم دودھ کا جانور خرید کر اس کی خدمت کریں دودھ کے لئے اللہ تعالیٰ تمام جہان کا خالق و مالک ہے مگر رحمت والا ہے غرض والا مالک ہے اس لئے اس نے نبی ولی پیدا فرمائے ہیں یہ رحمت کا ظہور ہے لہٰذا ہمیں بنانا یہ جسمانی رحمت کا ظہور ہے اب اگر کوئی ان رحمتوں کی مخالفت کرکے دوزخ میں جائے تو اس کی اپنی مرضی وہ حضرات تو رحمت کے لئے ہے جیسے کوئی بجلی کے پاور سے اپنے کو ہلاک کرے یا ریل تلے سر دیکر خودکشی کرے کہ یہ اس کے استعمال کی غلطی ہے **لیجمعنکم الی یوم القیمۃ** یہ عبارت یا تو نیا جملہ ہے پوشیدہ قسم کا جواب یا رحمت کا بیان جمع فرمانے سے مراد ساری مخلوق کو ایک جگہ ایک وقت میں جمع کر دینا ہے لفظ الی یا تو زائدہ ہے یا صلہ اور **یوما** لفظ منها ان فعل **لیجمعن** کا ظرف ہے یا معنی فی ہے یا عبارت یوں ہے **لیجمعنکم الی المحشر فی یوم القیمۃ** یا **لیجمعن** سے بعد فی الدنیا پوشیدہ ہے مطلب یہ ہے کہ تم کو قیامت تک دنیا میں جمع فرماتا رہے گا (تفسیر کبیر) یعنی دنیا میں اللہ تعالیٰ تم لوگوں کے سلسلے کو جوڑ ختم نہ کرتا رہے گا دیکھو ابراہیمی موسوی۔ عیسوی سلسلے قیامت تک رہیں گے۔ تخت سلیمانی سلطنت داؤدی کے قصے ہو گئے یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اے مسلمانوں اللہ تعالیٰ تم کو رشتہ اسلامی کی وجہ سے قیامت تک جمع فرماتا رہے گا تمہارے تمام رشتے ٹوٹ جائیں گے مگر رشتہ اسلامی تا قیامت رہے گا مرے بعد کوئی کسی کا بھائی ہے نہ بیٹا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی اور مسلمان ہے مگر پہلے معنی قوی ہیں کہ تم کو قیامت کے دن یا قیامت کے دن میں جمع کرے گا **لا ریب فیہ** اس عبارت کا تعلق **لیجمعنکم** سے ہے **فیہ** کی ضمیر یا تو یوم قیامت کی طرف ہے یا جمع کی طرف یعنی اس قیامت میں یا اس جمع فرمانے میں کوئی تردد و شک کی

www.alahazratnetwork.org

گنجائش نہیں وہ ضرور آنے والی ہے کیونکہ تمام انبیاء کرام نے اس کی خبر دی اور عقلی دلائل اس پر بہت موجود ہیں یہ عبارت جمعا کی صفت ہے یا اس کی تاکید (روح المعانی) **الذین خسروا انفسھم**۔ اس عبارت کی بہت ترکیبیں ہیں آسان اور قوی ترکیب یہ ہے کہ یہ مبتدا ہے بمعنی شرط ہے اور **فھم لا یومنون** اس کی خبر بمعنی جزاء **الذین** سے مراد یا تو زمانہ نبوی کے کفار ہیں جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے یا سارے کفار مراد ہیں خسارہ اس نقصان کو کہتے ہیں جس میں اصلی مال بھی نہ رہے نفع کا تو ذکر ہی کیا **انفس** جمع ہے نفس کی بمعنی ذات یا جان یعنی جن کفار نے اپنی جانوں یا اپنی ذاتوں کو پورے ٹوٹا میں ڈالا یا اس طرح کہ ایمان ہی اختیار نہ کیا جس سے وہ اللہ کی کسی رحمت کے مستحق نہ رہے اگر مومن ہو کر گناہ کر لیتے تو رحمت سے بالکل محروم نہ ہو جاتے **فھم لا یومنون** یہ عبارت **الذین** کی خبر بمعنی جزاء ہے یعنی جن لوگوں نے علم الٰہی میں اپنے کو خسارہ میں ڈالا ہے کہ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کے علم میں آ گیا کہ یہ خسارہ میں رہیں گے وہ اے محبوب ہرگز ایمان نہ لائیں گے (تفسیر کبیر، خازن، وغیرہ) خلاصہ یہ ہے کہ یہاں خسران سے مراد ہے علم الٰہی میں ان کا خسارہ میں ہونا اور **لا یومنون** سے مراد ہے ان کا دنیا میں ایمان قبول نہ کرنا لہٰذا آیت واضح ہے کسی تاویل یا توجیہ کی ضرورت نہیں **ولہ ما سکن فی الیل والنھار** یہ عبارت **للہ** پر معطوف ہے اور **قل** کا مقولہ ہے یعنی اے محبوب آپ اپنے رب کی یہ صفت بھی ان لوگوں سے بیان کر دو یہاں بھی لام ملکیت کا ہے **ہ** کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے **ما** سے مراد تمام عاقل و غیر عاقل جاندار اور غیر جاندار چیزیں ہیں آسمانی ہوں یا خلائی چیزیں زمینی ہوں یا دریائی زمین کے اوپر کی ہوں یا زیر زمین لہٰذا یہ فرمان **ما فی السموات والارض** کی تفسیر ہے یا اس کی تاکید **سکن** بنا ہے سکون سے یہاں سکون حرکت کا مقابل نہیں تا کہ اس سے حرکت کرنے والی (متحرک چیزیں) نکل جاویں بلکہ اس سے مراد مستقر رہنا ہے خواہ جنبش کرتے رہنا خواہ ٹھہرا رہنا خواہ پہلے رہ چکی ہوں یا اب ہو یا آئندہ بننے والی ہوں لہٰذا ماضی دوامی ہے اس لئے تفسیر جلالین نے سکن کے معنی کئے ہیں حل صاوی نے معنی کئے وجد اس کی اور بہت سی تفسیریں ہیں مگر آسان اور قوی تفسیر یہی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ سکن یا بنا ہے سکون سے بمعنی ٹھہرنا یا سکونت سے بمعنی رہنا یا سَکَن سے بمعنی دل کا چین رب فرماتا ہے **ان صلوتک سکن لھم** پہلے معنی یہاں نہیں بن سکتے لہٰذا یا دوسرے معنی مراد ہیں یا تیسرے معنی یعنی اللہ کی مملوک و مخلوق ہیں وہ تمام چیزیں جو رات و دن میں رہتی ہیں یا اللہ کے محبوب ہیں وہ بندے جو رات و دن میں چین ہی کرتے ہیں دنیاوی تفکرات و پریشانیاں ان کے دل پر اثر نہیں کرتیں کہ ان کے دل اللہ رسول کی محبت سے لبریز ہیں وہاں غم و فکر کے رہنے کی جگہ ہی نہیں ہے۔ لیل و نہار سے مراد یہ دونوں وقت ہیں جن میں شام سویرا بھی داخل ہے یعنی ساری مخلوقات جو کبھی صبح و شام میں کبھی دن یا رات میں گذرتی ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت حقیقیہ ہیں ان میں سے ایک ذرہ کا مالک حقیقی کوئی نہیں سوا رب کے اتنی بڑی سلطنت و ملکیت کے باوجود **وھو السمیع العلیم**۔ وہ سب کی سنتا بھی ہے سب کو جانتا بھی ہے پھر اس کا سننا جاننا کسی وقت کسی جگہ سے خاص نہیں بلکہ وہ ہر جگہ سے ہمیشہ سنتا جانتا ہے چیونٹی بھی اس کے علم و سمع سے باہر نہیں پہاڑی بھی خبر رکھتا ہے رب بے مقدار کی بھی۔

خلاصہ تفسیر: اے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت اللہ تعالیٰ نے اپنی تین صفت بیان فرمائیں ایک اس کی ملکیت خالقیت قابضیت دوسرے اس کی رحمت تیسرا اس کا سب بندوں کو قیامت میں جمع فرمانا ترتیب یہ رکھی کہ پہلے ملکیت کا ذکر فرمایا۔ پھر رحمت کا تاکہ معلوم ہو کہ اس کی ملکیت قہری یا غرضی نہیں رحمت کی ہے آخر میں قیامت کا ذکر فرمایا جو رحمت کے

www.alahazratnetwork.org

ظہور کا دن ہوگا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم میری ذات و صفات کے گواہ ہیں لہٰذا میرے منکروں کو میری ذات و صفات اس طرح منوائیں کہ ان پر میرے متعلق خود ہی سوال قائم کریں پھر خود ہی اپنے سوال کا جواب انہیں سنائیں کہ اس طرح کی گفتگو دلنشیں ہوتی ہے آپ ان سے پوچھیں کہ بتاؤ تو آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوق کس کی مملوک ہے ان کا خالق ان کا حقیقی مالک کون ہے اور پھر خود ہی جواب دیں کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مخلوق و مملوک ہیں وہ خالق و مالک ہونے کے باوجود اعلیٰ رحیم و کریم بھی ہے کہ اس نے اپنے ذمہ کرم پر رحمت عامہ دنیا میں اور رحمت خاصہ آخرت میں لازم فرمالی کہ دنیا میں ہر چیز کو اس کی رحمت گھیرے ہوئے ہے آخرت میں ہر مومن پر اس کی رحمت کے دروازے کھلے ہوں گے۔ خیال رکھو کہ وہ تم سب کو قیامت کے دن ایک جگہ ایک وقت میں جمع فرمائے گا کہ تم سب زمین شام میں اکٹھے ہوگے نہ اس قیامت میں شک کی گنجائش ہے نہ جمع فرمانے میں کیونکہ ان پر نقلی و عقلی دلائل قائم ہیں جو اللہ کے علم میں خسارہ و نقصان والے ہو گئے کہ کبھی ایمان نہیں لائیں گے لہٰذا ان کے کفر پر ہٹے رہنے سے اے محبوب آپ ملول نہ ہوں۔ خیال رکھو کہ جن چیزوں پر رات دن گزرتے ہیں جو ان وقتوں میں داخل ہوں یعنی ساری چیزیں وہ سب اللہ تعالیٰ کی ہی مخلوق و مملوک ہیں اتنی بڑی سلطنت ملکیت کے باوجود وہ سب کی خبر رکھتا ہے ہر چیز کے ہر حال کو جانتا ہے سب کی سنتا ہے یہ اس کی قدرت ہے کہ ذرہ کی بھی خبر رکھے پہاڑ کی بھی چیونٹی کی بھی ہاتھی کی بھی۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کی بے شمار بخششیں ہیں مگر اس کی نعمتوں رحمتوں کے دروازے مختلف ہیں۔ کنواں پانی کا دروازہ ہے۔ کھیت غذا کا حکیم کی دوکان شفا کا اللہ کی رحمت لینے کے لئے ان دروازوں پر جانا پڑتا ہے یوں ہی ایمان، عرفان، قرآن اللہ کی رحمتیں ہیں مگر ان کا دروازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آستانہ ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ رحمت دینے والا رب تعالیٰ ہے بانٹنے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ بانٹنے والا جتنا قوی ہوتا ہے اتنا ہی بڑا حصہ ملتا ہے کنوئیں کا پانی ایک ہے مگر ڈول چرسا رہٹ ٹیوب ویل وغیرہ کے ذریعہ سے مختلف طور سے ملتا ہے پھر دریا یا ول کے ذریعہ جو پانی ملتا ہے وہ تو دنیا کو سیراب کر دیتا ہے اور نبیوں کے ذریعہ جو عبادات لوگوں کو ملیں ان کا ثواب اور تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جو عبادات ملیں ان کا ثواب کچھ اور ہی ہے کیونکہ تقسیم فرمانے والا رحمۃ للعالمین ہے۔

حدیث: حدیث مسلم و بخاری نے حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو حصے کئے ننانوے حصے اپنے پاس رکھے جن کا ظہور قیامت میں ہوگا ایک حصہ دنیا میں تقسیم فرمایا اسی سے ماں بچوں پر باپ اولاد پر دوست دوست عزیز اپنے قریبوں پر رحمت کرتے ہیں جن و انس حتیٰ کہ وحشی جانور اس رحمت سے اپنے بچوں پر مہربان ہیں مسلم شریف میں ہے اگر اللہ کی رحمت کو کما حقہٗ کافر جان لیں تو وہ اس سے مایوس نہ ہوں اگر اس کے عذاب کو کما حقہٗ مسلمان جان لیں تو وہ اس سے بے خوف نہ ہوں۔ فقیر کہتا ہے کہ اے مولا جب تیرے بندے یوسف علیہ السلام نے اپنے ایسے قصوروار بھائیوں کو بخش دیا۔ جب تیرے بندے محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت وحشی ہندہ، عکرمہ، ابو سفیان جیسے قصور والوں کو معافی دے دی تو تو ارحم الراحمین ہے نہ معلوم تو جو ارحم الراحمین ہے کیسی معافیاں دے گا اے رحیم و کریم رب تو ہم گنہگاروں سیہ کاروں بدکاروں سے فرمادے **لا تثریب علیکم الیوم**۔

فائدے: اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات کے گواہ

www.alahazratnetwork.org

ہیں یہ فائدہ پہلے قل سے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ نے اپنی ملکیت نامہ کا اظہار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت فرمایا رب تعالیٰ فرماتا ہے یاایھا النبی انا ارسلنک شاھدا۔ دوسرا فائدہ: اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت جاننا ایمان ہے بغیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل کے ان سب کو ماننا محض بے کار ہے یہ فائدہ دوسرے قل سے حاصل ہوا جیسا کہ ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا۔ تیسرا فائدہ: تبلیغ کا بہترین طریقہ یہ بھی ہے کہ اسلامی عقائد کے متعلق منکرین سے خود سوال کرو اور خود ہی جواب دے دو۔ اس طریقہ سے بہت خوب ذہن نشین ہو جاتی ہے یہ فائدہ ان دونوں قل سے حاصل ہوا جو چیز انتظار کے بعد ملتی ہے اس میں لذت بھی آتی ہے اور اس کی قدر بھی ہوتی ہے ہم کو رب نے منتظر رہنا یا کہ قبر میں تم کو اپنے حبیب کا دیدار کرائیں گے تو عشاق موت کے ایسے منتظر ہو گئے۔ جیسے دولہا برات کا اور دیدار میں جو لذت ہوگی وہ بیان سے باہر ہے۔ چوتھا فائدہ: اللہ تعالیٰ کے سواء کوئی شخص ایک ذرہ کا نہ خالق ہے نہ حقیقی مالک یہ فائدہ للہ سے حاصل ہوا جو کسی اور کو اونی چیز کا بھی خالق یا حقیقی مالک مانے وہ مشرک ہے ہر لونی اعلیٰ چیز اس کی مخلوق ہے اس کی حقیقی مملوک۔ پانچواں فائدہ: اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے کوئی بندہ ایسا نہیں جسے اس رحیم و کریم کی بندہ نوازی رحمت خسروانہ سے حصہ نہ ملا ہو یہ فائدہ کتب الخ سے اور ان احادیث سے حاصل ہوا جو ابھی تفسیر میں پیش کی گئیں۔ ہاں آخرت میں اس کی رحمت کے حقدار صرف مومن ہیں اس لئے ان کا نام رحمان بھی ہے یعنی دنیا میں سب پر رحم فرمانے والا اور رحیم بھی یعنی آخرت میں صرف مومنوں پر رحمت کرنے والا۔ چھٹا فائدہ: کافر دو قسم کے ہیں ایک وہ جن کا کفر پر مرنا علم الٰہی میں آچکا دوسرے وہ جو آخر کار مومن ہو جائیں گے۔ خسارہ میں پہلی قسم کے کفار ہیں یہ فائدہ الذین خسروا سے حاصل ہوا۔ ساتواں فائدہ: دنیا میں لوگوں کے مجمعے میلے لگتے ہی رہتے ہیں کوئی میلہ چند دن کا کوئی چند ماہ کا کوئی چند سال کا مگر آخر کار بچھڑنا اور فنا ہونا ہے یہ فائدہ لیجمعنکم الی یوم القیامۃ کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا انبیاء ولیوں کے اچھے میلے کفار و مشرکین کے برے میلے ان سب کا ذکر قرآن کریم میں ہے کہاں گئے نمرودی فرعونی میلے ان کے قصے ہی رہ گئے۔ آٹھواں فائدہ: بچھڑے ہوئے متفرق انسانوں کو جمع کرنے والی بہت چیزیں ہیں مگر محض عارضی اور محدود ہیں۔ رشتہ اسلامی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا کیا وہ دائمی ہے اور عالمگیر ہے یہ فائدہ الی یوم القیمۃ کی ایک اور تفسیر سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض: اس آیت کریمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رب تعالیٰ نے خود ہی سوال کی تلقین فرمائی۔ خود ہی جواب کی کہ خود ہی سوال کرو خود ہی جواب دو۔ چاہئے یہ کہ سوال کرنے والا اور شخص ہو جواب دینے والا دوسرا شخص یہ آیت کریمہ اس قاعدے کے خلاف ہے۔ جواب: یہاں سوال و جواب پوچھنے کے لئے نہیں بلکہ کفار کو سمجھانے کے لیے ہے کہ اس طرح سے سمجھانا بہت مفید ہوتا ہے ایسے سوال و جواب ایک شخص ہی کر سکتا ہے لائق و شفیق استاد شاگردوں کو سمجھانے کے لئے پہلے ان سے خود ہی علمی سوال کرتا ہے۔ پھر خود ہی جواب دیتا ہے تاکہ بچے آسانی سے سمجھ لیں۔ دوسرا اعتراض: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم پر رحمت لازم فرمالی ہے تو دنیا میں بیماریاں' آفات' تکالیف و مصیبتیں اور آخرت کے متعلق شیطان نفس امارہ، برے ساتھیوں کو کیوں پیدا فرمایا اور وہ بندوں پر غضب و قہر کیوں فرماتا ہے۔ جواب: اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ یہاں قہر و غضب کی نفی نہیں۔ رحمت کا ثبوت ہے۔ وہ رحیم بھی ہے قہار جبار بھی چونکہ اس کی رحمت زیادہ ہے اس لئے رحمت کا ذکر فرمایا۔ دوسرے یہ کہ تمہاری پیش کردہ چیزیں بھی درحقیقت رحمت ہی ہیں اگر ہم غلط استعمال سے انہیں غضب بنا

www.alahazratnetwork.org

لیں تو غلطی ہماری اپنی ہے مصیبتوں میں صبر ترقی درجات کا ذریعہ ہے۔ شیطان سے بچنے کی کوشش رحمتوں کا ذریعہ ہے مہربان حکیم کا قہر بھی رحمت ہی ہوتا ہے۔ **تیسرا اعتراض**: لله سے معلوم ہوا کہ جیسے کوئی شخص کسی چیز کا خالق نہیں ایسے ہی کوئی چیز کا مالک بھی نہیں پھر تم حضرات انبیاء کرام خصوصاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم کا مالک کیوں مانتے ہو تمہارا یہ عقیدہ اس آیت کے خلاف ہے۔ جیسے کوئی مجازی خالق نہیں ہو سکتا ایسے مجازی مالک بھی نہیں ہو سکتے۔ **جواب**: اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی' جواب الزامی تو یہ ہے کہ پھر تم بھی اپنے گھر بار' ساز و سامان اور زمین و باغ کے مالک نہیں پھر آپ یہ چیزیں فروخت کرکے ان کی قیمت کیوں لیتے ہیں اور پھر آپ پر زکوٰۃ و فطرہ' قربانی کیوں واجب ہے زکوٰۃ تو مالک نصاب پر ہوتی ہے۔ جواب تحقیقی یہ ہے کہ کوئی خالق مجازی نہیں ہو سکتا کیونکہ خالقیت ایک ایسا وصف ہے جو حقیقی ہی ہے مجازی نہیں۔ خالق وہ ہے جو نیست کو ہست کرے بلاواسطہ پیدا کرے اس میں مجازی کی گنجائش نہیں مگر ملکیت حقیقی ازلی دائمی بھی ہوتی ہے اور مجازی' عارضی عارضی بھی حقیقی' دائمی ازلی ابدی مالک صرف رب تعالیٰ ہے۔ مجازی عارضی مالک ہم تم سب ہیں جیسے حقیقی زندہ حقیقی سمیع و بصیر صرف رب تعالیٰ ہے۔ مجازی زندہ اور سمیع و بصیر ہم ہیں۔ لفظ لام بہت طرح استعمال ہوتا ہے مالک' قابض' مستحق اور نفع والا سب ہی کے لئے یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ یہ مکان زید کا ہے یعنی وہ اس کا مالک ہے یہ۔ مال زید کے بیٹے کا ہے یعنی وہ اس کا مستحق ہے وارث ہے۔ زید کے قرض خواہ کا ہے یعنی اس کا مستحق ہے وارث ہے۔ زید کے قرض خواہ کا ہے یعنی وہ اس کا قابض ہے اس کے پاس گروی رکھا ہوا ہے۔ یہ مکان بکر کا ہے یعنی وہ اس میں کرایہ پر رہتا ہے اس سے نفع اٹھاتا ہے۔ یہ سارا جہان اللہ کا ہے یعنی وہ اس کا مالک حقیقی ہے یہ جہان حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے یعنی اس کے مختار حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں **انا اعطینک الکوثر** اور **اللہ المعطی و انا قاسم**۔ سارا جہان ہم سب کا ہے یعنی ہم سب اس سے نفع اٹھاتے ہیں۔ **خلق لکم ما فی الارض جمیعا** اس "لام" کے بہت معنی ہیں یہاں پہلی قسم کا "لام" ہے۔ لہٰذا اس سے لازم یہ نہیں کہ اسے کسی اور کی طرف نسبت نہ کر سکیں۔ **چوتھا اعتراض**: اللہ تعالیٰ پر تو کوئی چیز واجب نہیں اس کا کوئی حاکم نہیں وہ فاعل مختار ہے۔ پھر **کتب علی نفسہ** کیسے درست ہوا۔ **جواب**: کسی اور کے واجب کرنے سے رب تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں۔ لیکن اگر وہ کریم خود اپنے کرم سے اپنے ذمہ کچھ لازم فرمالے تو وہ اس کا کرم و مہربانی ہے۔ اگر داتا کسی فقیر سے کچھ دینے کا وعدہ کرے تو وہ خود ہی اپنے ذمہ واجب کر رہا ہے۔ **پانچواں اعتراض**: **لیجمعنکم الی یوم القیامۃ** کیونکر درست ہوا الی انتہا کے لئے آتا ہے جمع انتہا نہیں چاہتی **جواب**: اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ یہاں **الی** معنی **فی** ہے اور اگر اپنے معنی میں ہے تو پوشیدہ عبارت کے متعلق ہے نہ کہ **لیجمعنکم** کے۔ **چھٹا اعتراض**: اس آیت کریمہ میں **خسروا** شرط ہے۔ اور **لا یومنون** جزا حالانکہ واقعہ اس کے برعکس ہے کہ **لا یومنون** شرط ہے اور **خسروا** جزا جو ایمان نہیں لاتا وہ خسارہ میں ہوتا ہے یہ نہیں ہوتا کہ جو خسارہ میں ہو وہ ایمان نہیں لاتا تو یہ آیت کیسے درست ہوئی۔ **جواب**: یہاں خسارہ سے مراد رب تعالیٰ کے علم میں خسارہ ہے اور ایمان نہ لانے سے مراد ہے دنیا میں ایمان نہ لانا مطلب یہ ہے کہ جو علم الٰہی میں خسارہ میں رہا وہ دنیا میں ایمان نہ لاسکے گا لہٰذا مطلب واضح ہے۔ **ساتواں اعتراض**: یہاں ارشاد ہوا کہ جو دن و رات میں رہتے ہیں وہ اللہ کی ملک ہیں تو کیا جو چیزیں دن و رات میں نہیں رہتیں۔ جن پر نہ دن گزرتا ہے نہ رات نہ ان کی عمر جیسے جنت اور وہاں کی نعمتیں' عرش' لوح' قلم یہ چیزیں خدا کی ملک نہیں اس کی ملکیت کو دن رات گزرنے یا دن رات میں رہنے سے

www.alahazratnetwork.org

مقید کیوں فرمایا گیا۔ جواب: بیشک ہر چیز خداتعالیٰ کی ملک ہے مگر جو دن رات وقت و زمانہ سے وراء ہیں وہ ہمارے دیکھنے میں نہیں آتیں ہماری نظر دن رات والی چیزوں تک محدود ہے یہ قید ہماری نظر کے لحاظ سے ہے یعنی جو کچھ تم دیکھ رہے ہو سب خدا کا ہے جیسے لہ ما فی السموت والارض کا مطلب یہ نہیں کہ آسمانی زمینی چیزیں تو رب تعالیٰ کی ہوں اور جو آسمان و زمین سے خارج ہیں وہ کسی اور کی ہوں وہاں بھی یہی مطلب ہے کہ یہ تمام دیکھی بھالی چیزیں اللہ کی ہیں۔

تفسیر صوفیانہ: جیسے سارا قلعہ بادشاہ کا ہوتا ہے مگر اس قلعہ میں کمرے مختلف رنگ کے ہوتے ہیں۔ جیسا کمرہ ویسا اس کا سامان جیسے خانہ، پاخانہ، باورچی خانہ، ملازم خانہ، مہمان خانہ، خلوت خانہ یہ سب بادشاہ کے ہیں مگر ان کمروں کے مشاغل مختلف ہیں جیسے خانہ میں صوفہ سیٹ میز و کرسی نہیں ہوتی۔ ان میں سے خاص اس کی آرامگاہ وہاں کے خاص کمرہ ہو تب یا سارا ملک بادشاہ کا ہے مگر خاص دارالخلافہ اس کی خاص تجلی گاہ ہوتا ہے۔ جہاں سے احکام صادر ہوتے ہیں انعام و اکرام تقسیم ہوتے ہیں۔ سارا جہاں اللہ کا ہے مگر عشاق کے دل اس کی خاص تجلی گاہ ہیں۔ جہاں سے تکوینی احکام تشریعی ارکان خسروانہ انعام شاہانہ اکرام عامہ میں تقسیم ہوتے ہیں۔ طور، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، بیت المقدس سب ہی اللہ تعالیٰ کی مملوک و مخلوق ہیں مگر ان کے درجات مختلف ہیں یوں ہی انسان کی آنکھ، کان، ناک، دماغ، دل وغیرہ سب اللہ کی مخلوق ہیں مگر دل خاص تجلی گاہ یار کا خلوت خانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ بعض رحمتیں بندوں کو ان کے اعمال یا دعا سے عطا فرماتا ہے۔ یہ رحمت عامہ ہیں مگر رحمت خاصہ وہ ہیں جو اس نے ہم کو بغیر طلب بخشیں انہیں کے متعلق یہاں ارشاد ہے۔ کتب علی نفسه الرحمة۔ مولانا فرماتے ہیں۔

در عدم ما مستحق کے بدیم … کہ بریں جان و بریں دانش زدیم!

ما نبودیم و تقاضہ ما نبود … لطف تو ناگفتہ ما می شنود!

جب سارے رحمت والے چھوڑ دیتے ہیں تب وہ رحیم یاد رکھتا ہے۔ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی یہ مناجات پڑھتے تھے۔

اللهم ارحمنا اذا عرق الجبين وكثر الانين وبكى علينا الحبيب ويئس منا الطبيب۔

اللهم ارحمنا اذا وارانا التراب ودعنا الاحباب وفارقنا النعيم وانقطع النسيم۔

اللهم ارحمنا اذا نسي اسمنا وبلي جسمنا واندرس قبرنا وانطوى ذكرنا۔

اللهم ارحمنا يوم تبلى السرائر وتبدى الضمائر وتنشر الدواوين وتنصب الموازين۔

اللهم يا حي يا قيوم يا رحمن يا رحيم برحمتک نستعين۔

یعنی اے اللہ ہم پر اس وقت رحم فرما جبکہ پیشانی پر پسینہ آجائے رونے والے کی پکار اٹھے ہم پر پیارے رو چکیں حکیم جواب دے چکے الٰہی ہم پر اس وقت رحم کر جبکہ ہم مٹی میں چھپ جاویں دوست احباب چھوڑ جاویں دنیاوی نعمتیں ختم ہو جاویں ہوا ہم پر بند ہو جاوے اے اللہ ہم پر اس وقت رحم کر جبکہ ہمارا نام بھولا جا چکے ہمارے جسم گل سڑ جاویں ہماری قبریں مٹ جاویں ہمارا چرچا ختم ہو جاوے اے اللہ ہم پر اس وقت رحم فرما جبکہ چھپی باتیں کھلیں دل کے بھید ظاہر ہوں۔ دفتر اعمال پھیلے ہوں وزن ہو رہا ہو اے ہمارے قیوم ہم ان اوقات میں تیری مدد مانگتے ہیں (روح البیان) غرضیکہ صوفیاء کے نزدیک جو رحمت رب تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم پر لازم فرمالی وہ رحمت مطلقہ ہے جو ہماری طلب سے وراء ہے دنیا جمع تفریق و جدائی کی جگہ ہے آخرت جگہ اجتماع کی ہے یہاں جسم، روح، قلب، قالب میں وصل ہے۔ مگر قیامت میں یہ سب ایسے مجتمع ہوں گے کہ ان میں کوئی کسی کے خلاف

www.alahazratnetwork.org

نہ ہوگا۔ دنیا کی ہر چیز آسمان زمین وغیرہ گولائی یا دائرہ کی شکل میں اور دوائر مرکز پر کھینچا جاتا ہے۔ دنیا کے دائرہ کا مرکز حقیقت محمدیہ ہے کہ سارا دائرہ اس مرکز پر کھینچا اور اسی سے وابستہ ہے ہدایت کا بھی ایک دائرہ ہے جس کا مرکز حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں انسان تین قسم کے ہیں بعض مرکز ہدایت سے وابستہ بعض مرکز سے دور مگر دائرے کے اندر اور بعض دائرہ ہدایت سے خارج جب رب تعالیٰ نے ارواح پیدا فرمائیں تو بعض دائرہ ہدایت کے اندر رہے بعض اس دائرہ سے باہر اندر والوں میں بعض مرکز ہدایت سے وابستہ رہے مرکز سے وابستہ ہونے والے حضرات صحابہ و اولیاء خاص ہیں جو ہدایت پر ایسے ہدایت گیر ہیں کہ ان کے افعال و اعمال، اقوال ہدایت ہیں جو اس دائرہ سے خارج رہے وہ پورے خسارہ میں ہیں جو کبھی ایمان نہیں لائیں گے۔ ہر انسان تاجر ہے اس کی زندگی کی گھڑیاں بلکہ سانس اس کی پونجی ہے سانس اصلی رقم ہے۔ جتنے خرچ ہوتے وہ نیک یا بد اعمال کے سودے خریدتا ہے ہر شخص کی زندگی کی دوکان صبح کھلتی ہے رات کو بند ہو جاتی ہے مرنے پر وہ دکان ختم ہو جاتی ہے اگرچہ بعض بندے ایسے خوش نصیب ہوتے ہیں جن کی دوکان نہ رات کو سوتے میں بند ہو نہ مرنے پر ختم ہو۔ ہمیشہ کھلی رہتی ہے تجارات چار قسم کی ہیں ربح یعنی نفع کی۔ تولید یعنی برابر نہ نفع نہ نقصان۔ نقصان کی اور خسران کی گھاٹے والی تجارت نقصان کی ہے۔ اگر اصلی پونجی بھی ختم ہو جاوے وہ خسران کی۔ جہاں بقا ہے وہاں نقصان یا خسارہ ہے اور جہاں فنا ہے وہاں نفع ہے۔ یہاں اللہ کی تجارت کا ذکر ہے کہ وہ نری خسران کی ہے۔ نفع والی تجارت حضرت صدیق و فاروق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کرتے رہے۔ سب کچھ دے کر کہتے رہے کہ ہم نے کچھ نہ کیا۔ جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے عرض کیا کہ جئنا ببضاعۃ مزجٰۃ ہم کھوٹی پونجی لائے ہیں۔ تب تو ساری مشکلیں حل ہو گئیں۔ بھائی کو بھائی مل گئے اور باپ کو فرزند مل گئے۔ یہ ہے فنا کی لذت۔ اللہ کے بندے دو قسم کے ہیں۔ بعض خلوت پسند جنہیں رات کی تاریکی میں سکون ملتا ہے۔ بعض وہ جلوت پسند جن کو دن کی روشنی بھاتی ہے۔ یہ دونوں اللہ کے مقبول ہیں۔ چونکہ خلوت پسند رات میں سکون لینے والے افضل ہیں نیز رات دن سے افضل کہ یہ محبین کی انسیت کا وقت ہے محبوبین کی آنکھ کی ٹھنڈک کی ساعت ہے روزانہ قبولیت کی ساعتیں رات کے آخری حصے میں آتی ہیں۔ شب قدر جو ہزار ماہ سے افضل ہے رات ہی ہے معراج کے لئے رات ہی منتخب ہوئی بہرحال رات دن سے افضل ہے اس لئے رات کا ذکر پہلے ہوا دن کا ذکر بعد میں لہذا رات کے سکون والے دن کے سکون والوں سے زیادہ قرب والے ہیں وہ سنتا سب کی ہے جانتا سب کو ہے **وھو السمیع العلیم** (از روح البیان مع اضافہ) صوفیاء کرام کے مشرب میں **ولہ ما سکن فی اللیل والنھار** کے چند معنی ہیں ایک تو یہ جو ابھی عرض کئے گئے دوسرے یہ کہ اللہ کے مقبول بندے وہ ہیں جو دن رات چین و سکون سے رہتے ہیں۔ کبھی بے کلی بے چینی بے قراری ان کے پاس نہیں آتی تیسرے یہ کہ مقبول بندے وہ ہیں جو غموں کی رات میں اور خوشی کے دن میں اللہ کے دروازے پر ٹھہرے رہتے ہیں کبھی وہ دروازہ نہیں چھوڑتے۔ چوتھے یہ کہ اللہ کے مقبول بندے وہ ہیں جو ہمیشہ عجز و مسکنت میں رہتے ہیں۔ دن رات ان میں عجز و انکسار رہتا ہے کبھی غرور و تکبر نہیں کرتے غرضیکہ سکن کے چار معنی ہیں اور لیل و نہار کے کئی معنی اس لئے اس کی تفسیر صوفیانہ بہت سی ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

قُلْ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِیًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ یُطْعِمُ وَلَا

فرما دو کیا اللہ کے سوا کر لوں ولی وارث پیدا فرمانے والا آسمانوں اور زمین کا اور وہ کھلاتا ہے

تم فرماؤ کیا اللہ کے سوا کسی اور کو والی بناؤں وہ اللہ جس نے آسمان و زمین پیدا کئے اور وہ کھلاتا ہے

یُطْعَمُ ؕ قُلْ اِنِّیْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ

اور نہیں کھلایا جاتا فرما دو بیشک میں حکم دیا گیا یہ کہ ہوؤں میں پہلا اس کا جو اسلام لایا اور ہرگز نہ ہونا تم

اور کھانے سے پاک ہے تم فرماؤ مجھے حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے گردن رکھوں اور ہرگز شرک والوں میں سے نہ

الْمُشْرِكِیْنَ ۝ قُلْ اِنِّیْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ

شرک کرنے والوں میں سے تم فرما دو کہ بیشک میں ڈرتا ہوں کہ اگر نافرمانی کروں میں رب اپنے کے عذاب

ہونا تم فرماؤ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب

عَظِیْمٍ ۝۱۵ مَنْ یُّصْرَفْ عَنْهُ یَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِیْنُ ۝۱۶

سے بڑے دن کے وہ شخص کہ پھیرا جائے اس سے اس دن تو بیشک رحم کیا اس پر اور یہ کامیابی ظاہر ہے

کا ڈر ہے اس دن جس سے عذاب پھیر دیا جائے اس پر ضرور اللہ کی مہر ہوئی اور یہی کھلی کامیابی ہے

تعلق: ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں یہ بیان فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ مکان و مکانیات' زمان و زمانیات کا خالق و مالک ہے۔ اب ارشاد ہو رہا ہے کہ پھر اس کی عبادت بھی کرو اس کے سواء کسی اور کو معبود نہ بناؤ گویا یہ آیات گزشتہ آیات کا نتیجہ ہیں۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ کی خالقیت و ملکیت کے ساتھ یہ بھی بتایا گیا کہ وہ فریادی کی فریادیں سننے والا ہے ہر کسی کے حال سے خبردار ہے اب ارشاد ہے کہ چونکہ وہ مختار علیم سمیع و بصیر ہے لہٰذا اس کی ہی فرمانبرداری و اطاعت کرو گویا اس آیت میں ان کی تردید ہے۔ جو رب تعالیٰ کو عالم کا خالق و مالک مانتے تو ہیں مگر غیر مختار مان کر وہ کہتے ہیں کہ اس سے عالم ایسا صادر ہو رہا ہے۔ جیسے سورج سے روشنی یا گرمی جس میں سورج کا قصد و ارادہ نہیں۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا ذکر تھا کہ وہ کیسا ہے۔ اب ان آیات میں بندوں کی صفات کا ذکر ہے کہ ہم لوگ کیسا ہونا چاہئے یعنی پہلے ارشاد تھا کہ وہ خالق' مالک' سمیع' علیم ہے۔ اب ارشاد ہو رہا ہے کہ ہم کو چاہئے اس کے عابد مطیع' فرمانبردار ہوں تاکہ اس کی عطاء اور ثواب کے مستحق بنیں۔ **چوتھا تعلق:** پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا ذکر تھا اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کا ذکر ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے ان کے خاص خدام اس عقیدے سے اور رب تعالیٰ کی اطاعت سے علیحدہ ہو نا بالکل ناممکن ہے یہ عقیدہ اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایسے لازم ہے جیسے سورج کے لئے روشنی اور آگ کے لئے گرمی کیوں نہ ہو کہ وہ تو خاص سانچہ میں ڈھالے ہوئے ہیں۔ شعر

www.alahazratnetwork.org

خدا نے ان کو اپنے حسن کے سانچہ میں ڈھالا ہے ۔۔۔ وہ آئے اس جہاں میں سب حسینوں میں حسین ہو کر
عرب کے واسطے رحمت عجم کے واسطے رحمت ۔۔۔ وہ آئے لیکن آئے رحمۃ للعالمین ہو کر!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم دل کی کشتیوں کا لنگر ہیں زمین نفس کا جہاز اگر لنگر ہی ہچکولے کھانے لگے تو کشتی کیسے ٹھہرے گویا توحید کے بعد رسالت کا ذکر ہے۔

شان نزول: مقاتل فرماتے ہیں کہ ایک بار کفار مکہ مل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے بولے کہ آپ ہم کو ایک نئے دین کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ اب ہم آپ کو اس پرانے دین کی طرف دعوت دیتے ہیں جو ہم لوگوں کا اور ہمارے باپ دادوں کا پرانا دین ہے آپ یہی دین اختیار کیجئے جو عرب میں قدیم سے چلا آ رہا ہے۔ اس موقعہ پر ان کفار کی تردید کے لئے یہ آیات نازل ہوئیں۔ (تفسیر خازن وغیرہ)

تفسیر **قل اغیر اللہ اتخذ ولیا** کفار نے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شرک کی دعوت دی یہ سمجھ کر دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسلام چھوڑ سکتے ہیں یہ عقیدہ رب تعالیٰ پر اعتراض ہے کہ اس نے نبوت کے لئے ایسی ذات کو منتخب کیا جو اسلام پر پختہ نہیں ہے پھسل سکتی ہے اس لئے اس آیت کو قل سے شروع فرمایا کہ اے محبوب چونکہ ان کفار کی یہ حرکت مجھ پر اعتراض ہے اور تم میری ذات و صفات کے گواہ ہو۔ لہذا تم یہ جواب دو۔ قل میں خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور روئے سخن انہیں کفار مکہ سے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے آبائی دین کی دعوت دینے آئے تھے۔ جیسا کہ شان نزول میں عرض کیا گیا اس قل کا تعلق مسلمانوں یا رب تعالیٰ یا کسی اور سے نہیں جیسا کہ مضمون آیت سے ظاہر ہے **اغیر اللہ** میں ہمزہ سوال، استفہام کے لئے ہے اور سوال انکار یا تعجب کے اظہار کے لئے تعجب یا تو کفر و شرک کی اہمیت کی بنا پر ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان کی بنا پر کہ کفر و شرک جیسی بدترین چیز اختیار کر لوں تعجب ہے کہ تم مجھے کیا مشورہ دے رہے ہو یا اے بے وقوفو کیا میں شرک کر سکتا ہوں۔ جسے رب تعالیٰ نے گناہوں سے بھی معصوم و محفوظ کیا ہے۔ خیال رہے کہ بعض اولیاء اللہ گناہوں سے محفوظ ہوتے ہیں مگر سارے نبی گناہوں سے معصوم ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارادہ گناہ سے بھی معصوم ہیں۔ آپ نے کبھی گناہ کا خیال بھی نہیں کیا محفوظ وہ جو گناہ نہ کرے معصوم وہ جو گناہ نہ کر سکے چڑیا کے پر ہوں مگر پنجرے میں ہو وہ اڑنے سے محفوظ ہے۔ مگر جب پر ہی کاٹ دیے جاویں تو وہ اڑنے سے گویا معصوم ہے۔ اولیاء اللہ شریعت طریقت کے پنجرے میں ہونے کی وجہ سے گناہ نہیں کرتے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم شریعت آنے سے پہلے گناہ سے معصوم تھے۔ یہاں غیر اللہ سے مراد ہر ماسوای اللہ ہے کوئی بھی ہو کیونکہ عبادت کسی ماسوای اللہ کی جائز نہیں۔ **غیر' دون' الا** وغیرہ کے تین معنی ہوتے ہیں۔ سوا یا علاوہ اجنبی بے تعلق، دشمن عبادت اور الوہیت کے موقعہ پر **غیر دون الا** بمعنی سوا ہوتا ہے۔ دوستی و محبت کے موقعہ پر غیر بمعنی دشمن ہوتا ہے اللہ کے غیر کو دوست نہ بناؤ یعنی دشمن خدا کو۔ وغیرہ کے موقعہ پر بمعنی اجنبی ہوتا ہے۔ **اتخاذ** کے معنی اس کے اقسام ہم پہلے پارہ میں **ثم اتخذتم العجل** کی تفسیر میں عرض کر چکے یہاں ولی کے معنی ہیں معبود کیونکہ جن لوگوں کے رد میں یہ آیت کریمہ آئی ہے انہوں نے بتوں کی عبادت ہی کی دعوت دی تھی (تفسیر بیضاوی و جلالین' صاوی) ولی کے بہت معنی ہیں۔ معبود' قریب صاحب (ساتھی) اللہ کی عبادت میں بہت ہی مشغول (صاوی) دوست۔

www.alahazratnetwork.org

مددگار دیکھو فاللہ ھو الولی۔ یہاں ولی معنی معبود ہے اور انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا یہاں ولی معنی مددگار ہے اس کی تحقیق ہماری کتاب علم القرآن میں دیکھو یعنی اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم یہ بدباطن کفار جو آپ کو اپنے دین کی طرف دعوت دے رہے ہیں ان سے فرمادو کہ اے بے وقوفو میں سید الانبیاء ہو کر اور رب اللہ کو معبود بنالوں تو تم مجھے بھی اپنے دیکھو اپنی ہمت دیکھو۔ فاطر السموت والارض۔ فاطر مجرور ہے لفظ اللہ کی صفت ہے۔ چونکہ معنی ماضی ہے۔ لہذا اس کی اضافت سماوات کی طرف اضافت لفظی نہیں بلکہ معنوی ہے لہذا یہ معرفہ ہے اور اللہ کی صفت بن سکتا ہے۔ خیال رکھو باریک بات ہے فاطر بنا ہے فطر سے معنی چیرنا اس لئے یعنی شگاف کو فطر کہتے ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ ھل تری من فطور۔ اور فرماتا ہے اذا السماء انفطرت۔ مگر اصطلاح میں پیدا کرنے بلکہ ایجاد کرنے کو فطرت کہا جاتا ہے کہ مخلوق کو یا عدم کا پردہ پھاڑ کر موجود کی جاتی ہے۔ لطیفہ حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ مجھے فاطر کے معنی کا پتہ نہ تھا ایک بار میرے پاس دو بدوی ایک کنوئیں کا جھگڑا لائے ان میں سے ایک بولا انا فطرتھا۔ حضور اس کنوئیں کی ابتداء میں نے کی ہے تب مجھے پتہ لگا کہ فاطر کے معنی ہیں ابتداء فرمانے والا (تفسیر کبیر' خازن' بیضاوی وغیرہ) چونکہ آسمان و زمین کو رب تعالیٰ نے ایجاد فرمایا ہے۔ اس سے پہلے ان کی کوئی مثال قائم نہ تھی اس لئے فرمایا گیا۔ فاطر السموات والارض یہ فرمان عالی حضرت اللہ تعالیٰ کی معبودیت کی پہلی دلیل ہے کہ لائق عبادت وہ ہے۔ جو آسمان اور زمین کا موجد ہے وھو یطعمہ ولا یطعم۔ یہ عبارت یا تو پہلی دلیل کا تتمہ ہے۔ اس صورت میں واو حالیہ ہے۔ اور یہ جملہ فاطر کا حال یعنی اس نے زمین و آسمان پیدا کر کے یوں ہی نہ چھوڑ دیئے بلکہ ان میں کھانے والی مخلوق بنائی پھر انہیں برابر روزی روزی دے رہا ہے۔ لہذا وہ خالق بھی ہے اور رازق بھی یا یہ علیحدہ جملہ ہے جس میں رب تعالیٰ کی دوسری صفت کا ذکر ہے اور توحید کی دوسری دلیل' اس صورت میں واو ابتدائیہ ہے اور یہ جملہ نیا ہے یطعم بنا ہے اطعام سے معنی طعام یعنی کھانا دینا۔ مگر مراد ہے مطلقاً روزی دینا کھانا ہو یا پانی یا لباس یا دھوپ و ہوا وغیرہ چونکہ کھانے کی ضرورت زیادہ پڑتی ہے اور کھانے کی وجہ سے بندہ بہت ہی حاجت مند ہے اس لئے طعام ارشاد ہوا اس عبارت کی تین قراتیں ہیں یطعم ولا یطعم۔ یعنی پہلا تو باب افعال کا مضارع معروف دوسرا مجہول یعنی وہ کھلاتا ہے کھلایا جاتا نہیں۔ یہ ہماری قرات ہے۔ دوسری یطعم ولا یطعم۔ پہلا باب افعال کا مضارع معروف دوسرا مجرد کا مضارع معروف یعنی وہ اللہ تعالیٰ کھلاتا ہے خود کھاتا نہیں۔ ان دونوں صورتوں میں ھو کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے۔ تیسری یطعمہ ولا یطعم پہلا مضارع مجہول' دوسرا معروف اس صورت میں ھو کا مرجع اللہ نہیں بلکہ غیر اللہ ہے یعنی غیر اللہ کا حال یہ ہے کہ وہ کھلائے جاتے ہیں کسی کو کھلاتے نہیں روزی دیتے نہیں (تفسیر کبیر۔ روح المعانی وغیرہ) قل انی امرت ان اکون اول من اسلم۔ اس قل میں بھی خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور اس قل میں روئے سخن یا تو انہیں کفار سے ہے جن کی تردید میں یہ آیت آئی یا سارے کفار سے یا سارے انسانوں سے یا ساری جن و انس سے یا ساری مخلوق سے جیسا کہ مضمون عبارت سے ظاہر ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہاں امر سے مراد اللہ تعالیٰ کا وہ حکم ہے جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدائش دنیا میں تشریف لانے پر دیا گیا اور اول سے مراد اصلی اول ہے اور معنی یہ ہیں کہ مجھے رب تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ملا ہے کہ میں اپنی امت میں سے سب سے پہلا مسلم مومن اللہ کا مطیع ہوں اور لوگ مجھے دیکھ کر مسلم مومن مطیع بنیں عام مفسرین نے یہ ہی معنی کئے ہیں اس صورت میں امر سے مراد حکم قرآنی نہیں بلکہ وہ حکم الٰہی مراد ہے۔ جو حضور

www.alahazratnetwork.org

صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں بچپن ہی میں القاء کیا گیا کیونکہ قرآن کریم کی کسی آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایمان لانے کا حکم نہیں دیا گیا۔ نیز حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تو نزول قرآن سے پہلے ہی مومن عارف باللہ ہیں ظہور نبوت سے پہلے شجرو حجر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی گواہی دیتے تھے۔ قرآن کریم کی پہلی آیت غار حرا میں جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم چھ ماہ سے عبادت و ریاضت کر رہے تھے نازل ہوئی۔ لہذا یہ حکم وہ ہے جس کا القاء حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قلب میں لیا گیا۔ فقیر کے نزدیک امر سے مراد وہ امر ہے جو ساری مخلوق کی پیدائش سے پہلے نور محمدی کو دیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اول مخلوقات ہے اول ما خلق اللہ نوری اس نور نے ہزارہا سال رب کی عبادت کی اس عرصہ میں ایک ہی عابد تھا نور محمدی ایک ہی معبود۔ یا امر سے وہ امر ہے جو میثاق کے دن روح محمدی کو دیا گیا کہ رب نے فرمایا۔ الست بربکم سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح نے بلیٰ کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر اور روحوں نے بلیٰ کہا ان دونوں صورتوں میں اولیت سے مراد اولیت حقیقیہ ہے۔ غرضیکہ یہاں امرت میں چار احتمال ہیں (1) مجھے قرآن میں حکم دیا گیا (2) مجھے دنیا میں آتے ہی حکم دیا گیا بذریعہ الہام (3) مجھے عالم ارواح میں حکم دیا گیا میثاق کے دن (4) مجھے تمام مخلوق سے پہلے حکم دیا گیا۔ اور اولیت میں بھی تین احتمال ہیں (1) اس زمانہ میں اپنی امت سے پہلے (2) میثاق کے دن تمام ارواح انسانی سے پہلے (3) حقیقتہً ساری مخلوق سے پہلے جب صرف میں ہی عابد تھا کروڑوں سال صرف میں ہی حکم الٰہی عبادت کی یہ آخری تفسیر قوی ہے۔ یعنی مجھے رب تعالیٰ نے بلا واسطہ اس وقت حکم دیا تھا کہ میں ساری مخلوق میں پہلا مومن پہلا مسلم پہلا مطیع بنوں تمام مخلوق فرشتے انبیاء و اولیاء مجھے دیکھ کر مجھ سے سیکھ کر مومن و مسلم بنے یہ تفسیر بہت لذیذ ہے۔ ولا تکونن من المشرکین یہ دوسرا حکم ہے جو حضور انور صلی اللہ علیہ و اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے سب کو دیا گیا یہ عبارت یا تو ان اکون پر معطوف ہے اور امرت کا مفعول تو یہ رب تعالیٰ کا مقولہ ہے یا قیر اللہ پر معطوف ہے اور قل کا مقولہ اس صورت میں یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقولہ ہے یعنی آپ اپنے مخاطب سے یہ بھی کہہ دو کہ اغیر اللہ اتخذ الخ یہ بھی فرما دو کہ اے مخاطب تو مشرکوں میں سے نہ ہو (روح المعانی) یہ توجیہ قوی ہے اس لئے کہ لا تکونن نہی ہے امر نہیں اس کو امر کا مفعول بنانا یہ تکلف ہی ہوگا۔ مشرکین سے مراد مطلقاً کفار ہیں۔ خواہ مشرک ہوں یا موحد یا دہریئے یہاں یہ نہ فرمایا کہ شرک و کفر نہ کرو بلکہ فرمایا کہ مشرکین و کفار میں سے ہو بھی نہیں اس جماعت اس قبیلہ سے ہی الگ رہو۔ قل انی اخاف ان عصیت ربی۔ اس فرمان عالی میں ان کفار کو دوسرا جواب دینے کی تعلیم ہے پہلے جواب میں دلائل کے ذریعہ کفار کو تبلیغ کی گئی تھی اس جواب میں خوف کے ذریعہ تبلیغ ہے کہ بعض لوگ دلائل سے مانتے ہیں بعض لالچ سے مگر اکثر ڈر کر مانتے ہیں۔ اس میں فرمایا گیا کہ تم تو مجھے کفر و شرک کی طرف بلا رہے ہو میرا یہ حال ہے کہ میرا دل خوف سے بھرا ہوا ہے۔ خیال رہے کہ خوف خدا کئی قسم کا ہے کوئی طرح کا ہے اس کی ذات سے ہیبت اس کے جلال سے دل کا بھرا ہونا یہ خوف حضرات انبیاء و اولیاء و صالحین وغیرہم سب کو ہوتا ہے بلکہ جس قدر قرب زیادہ اسی قدر یہ خوف زیادہ۔ خوف عذاب اس خوف سے حضرات انبیاء اور خاص اولیاء خصوصاً عشرہ مبشرہ صحابہ کرام محفوظ ہیں لا خوف علیہم میں اسی خوف کی نفی ہے۔ یہ خوف دراصل اپنی حرکتوں اپنے گناہوں کی وجہ سے ہے ان بزرگوں کے پاس جب گناہ نہیں تو انہیں خوف عذاب کیسا۔ تیسرا خوف خدا کی عدہ خلافی اس کے ظلم کا خوف یہ خوف کفر ہے یہاں خوف عذاب کا ذکر ہے اور بتانا یہ ہے کہ جب میرا یہ حال ہے تو تم کس شمار میں ہو کوئی شخص اپنے کو اطاعت سے بے نیاز نہ

www.alahazratnetwork.org

جانے اس کے عذاب سے خوف ا... خیال رہے کہ اس عبارت میں **ان عصیت ربی** شرط ہے جس میں ہر نافرمانی مراد ہے اعتقادی ہو یا عملی اور **انی اخاف** اس کی جزا پر جواب نقل ہے اور **عذاب یوم عظیم** اس کا مفعول **یوم عظیم** سے مراد قیامت کا دن ہے چونکہ وہ دن بہت دراز ہے اس دن کی ہیبت بہت سخت ہے لہذا اسے **یوم عظیم** فرمایا گیا یعنی اگر میں رب تعالیٰ کی کسی قسم کی نافرمانی کروں تو مجھے قیامت کے دن کے عذاب کا خطرہ ہے یہ شرط و جزا ایسی ہے جیسے **ان کان للرحمن ولد فانا اول العابدین**۔ اگر خدا کے بیٹا ہوتا تو پہلے میں اس کی عبادت کروں یا جیسے اگر پانچ کا عدد جفت ہو تو اس کی تقسیم برابر ہوگی (تفسیر کبیر) یعنی ناممکن کو ناممکن پر معلق کیا گیا ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر گناہ سے معصوم ہیں آپ سے گناہ سرزد ہونا ناممکن ہے لہذا خوف سزا بھی ناممکن ہے اللہ کا خوف اور ہے سزا کا خوف کچھ اور (روح المعانی کبیر وغیرہ) اللہ سے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام خوف سزا سے محفوظ ہیں ان کے متعلق ارشاد ہے **لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون** اور جس دل میں خوف خدا پورا پورا ہو وہاں کسی ہمکانے والے کا خوف نہیں پہنچ سکتا۔ **من یصرف عنہ یومئذ فقد رحمہ** ظاہر یہ ہے کہ یہ عبارت نیا جملہ ہے اور حق تعالیٰ کا فرمان ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ بھی قل کے تحت ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلوایا گیا ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقولہ ہو **من** سے مراد انسان اور جن ہیں کہ فرشتوں وغیرہ کے لئے عذاب ہے ہی نہیں پھر ان سے عذاب پھیرنے کے کیا معنی فرشتے دوزخ میں بھی ہوں گے اور جنت میں بھی مگر عذاب و ثواب پانے کے لئے نہیں بلکہ عذاب و ثواب دینے کے لئے فرشتوں کی سرشت ہی ایسی ہے کہ انہیں نہ دوزخ میں تکلیف محسوس ہو نہ جنت میں راحت۔ جیسے خوشبو اور پھول صاف دماغ والے کو راحت دیتا ہے بدبو تکلیف مگر جس کی ناک بند ہو اسے نہ خوشبو کا احساس نہ بدبو کا۔ ثواب و جزا کا احساس انسانوں کو ہی ہے۔ انسان میں بھی خصوصاً وہ انسان مراد ہیں جو عذاب کے قابل ہیں **یصرف** بنا ہے صرف سے معنی پھیرنا یہاں مراد ہے بچانا اس تک نہ آنے دینا ہماری قرأت میں **یصرف** مجہول ہے اس کا نائب فاعل **ھو** ہے جس کا مرجع یا عذاب ہے یا **من** اس طرح **عنہ** ضمیر کا مرجع یا عذاب ہے یا من یعنی وہ شخص جس سے عذاب پھیر لیا جاوے یا جو عذاب سے پھیر لیا جاوے۔ بعض قرأتوں میں **یصرف** معروف ہے تو اس کا فاعل رب تعالیٰ ہے یعنی جس سے عذاب پھیرے اسے عذاب سے بچائے (تفسیر بیضاوی) بعض قرأتوں میں **من یصرف اللہ** ہے بہرحال یہ عبارت شرط ہے اور **فقد رحمہ** اس کی جزا **یصرف** فرما کر اشارۃً بتایا گیا کہ عذاب کی جگہ یعنی پل صراط سے سب کو گزرنا ہے جو وہاں پھسل گیا پکڑ لیا۔ وہ عذاب میں مبتلا ہو یا نوخیرت سے نکل گیا وہ بچ گیا لہذا صرف کے معنی بالکل درست ہیں۔ یہاں رحم سے مراد رحم کی تکمیل ہے رحمت الٰہی کی ابتداء تو عذاب دور ہوگا اور رحمت کی انتہا دخول جنت ہوگی۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہاں رحمت سے مراد جنت دینا ہے اور معنی یہ ہیں کہ جو عذاب سے بچا دیا جاوے گا اللہ تعالیٰ اسے ضرور جنت دے گا کہ جنت و دوزخ کے درمیان کوئی اور جگہ مستقل نہیں انسان یا جنتی ہے یا دوزخی (تفسیر خازن وغیرہ) **وذالک الفوز المبین** یہ مستقل جملہ ہے **ذالک** سے اشارہ صرف عذاب اور جنت حاصل ہونے کی طرف ہے یعنی دنیا میں امیر بن جانا کامیابی نہیں کھلی کامیابی تو یہ ہے کہ انسان قیامت میں عذاب الٰہی سے بچ جاوے اور اللہ تعالیٰ اسے جنت عطا فرماوے۔ اللہ تعالیٰ یہ نعمت ہم سب کو عطا فرماوے۔

www.alahazratnetwork.org

خلاصۂ تفسیر: اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! جو لوگ آپ کو اب دین کی طرف بلا رہے ہیں۔ ان سے فرما دیں کہ اے بے وقوفو! جب میں سید الانبیاء و شفیع امت ہو کر اللہ کے سوا دوسرے کو معبود بنا لوں تم کو تعجب ہے یہ تو رب ہے اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کا پیدا فرمانے والا ہے اس کی شان یہ ہے کہ وہ سب سے بے نیاز ہے غنی ہے تمام اس کے حاجت مند ہیں اور وہ سب کو روزی دیتا ہے اسے کوئی روزی نہیں دیتا جس کی یہ شان ہو وہی لائق عبادت ہے آپ ان سے یہ بھی فرما دو کہ مجھے روز اول یا روز میثاق میں یا دنیا میں آمد پر حکم دیا گیا ہے کہ میں ساری مخلوق میں سب سے پہلا مومن مسلم رب کا مطیع ہوں تمام مخلوق میری اقتدا میں مومن و مسلم بنے یا اپنی امت میں سب سے پہلا مومن مسلم میں ہوا اب میری تعلیم سے مومن مسلم بنیں اور فرمایا گیا ہے کہ تم ہرگز شرک کرنا یعنی کفار و مشرکین کے زمرے میں سے کبھی نہ ہو فرما دو کہ اگر بفرض محال میں رب تعالیٰ کی کسی قسم کی نافرمانی کروں عقیدہ کی عمل کی قول کی تو مجھے بڑے دن یعنی قیامت کے عذاب کا خطرہ ہے اس فرمان کے دو مقصد ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اس فرمان میں ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے مگر سنانا دوسروں کو ہے کہ جب میں سید الانبیاء ہونے کے باوجود رب تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کر سکتا اگر بفرض محال کروں تو عذاب الٰہی کا خطرہ ہے تو تم کس شمار میں ہو کوئی شخص اللہ کی معصیت پر دلیر نہ ہو ورنہ سمجھ لے کہ عذاب الٰہی سخت ہے۔ دوسرے یہ کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کا ذکر ہے کہ میرا دل خوف خدا سے پر ہے پھر وہاں شیطان کی گنجائش کیسے ہو۔ شیطان کسی جتھے سے مار نہیں کھاتا نہ تلوار و تیر سے نہ ایٹم بم و راکٹ سے اس کے مارنے کے دو ہی ہتھیار ہیں اللہ کا خوف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق جس دل میں یہ ہتھیار ہوں۔ شیطان وہاں شکست ہی کھاتا ہے۔ چور اس گھر میں جاتا ہے جہاں سوتے غفلت ظلمت ہو اللہ کا خوف بیداری ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق نور ہے جب دل میں بیداری بھی ہو اور نور بھی پھر شیطان وہاں کیسے کامیاب ہو سکتا ہے لوگو خیال رکھو کہ دنیاوی عیش و عشرت حاصل ہو جانا کامیابی نہیں جو قیامت کے دن عذاب سے بچا لیا جاوے وہی رحمت الٰہی میں آوے کہ عذاب سے بچ جانا اس کی رحمت میں آ جانا کھلی کامیابی ہے۔ اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ یہاں کی ٹیپ ٹاپ میں پھنس کر وہاں کی کامیابی کو نہ بھول جاؤ۔

فائدے: ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: کوئی شخص اپنے کو شیطان اور برے ساتھیوں سے محفوظ نہ سمجھے بری صحبت سے دور رہے یہ بہکانے سے باز نہیں آتے دیکھو کفار مکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بھی کفر کی دعوت کی ہمت و جرات کر لیتے تھے۔ دوسرا فائدہ: جو کافر تم کو کفر کی رغبت دے اسے نرم جواب نہ دو ورنہ وہ دلیر ہو کر تمہارے پیچھے پڑے گا لہٰذا اسے ایسا مدلل اور کھرا جواب دو کہ آئندہ کی جرات نہ کر سکے یہ فائدہ قل اغیر اللہ فرمانے سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا راہ حق سے ہٹ جانا غلط راستہ چلنا ایسا ہی ناممکن ہے جیسے دوسرا خدا ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں یہ فائدہ اغیر اللہ کے تعجب سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اچھے انجام کی خبر ہے بلکہ ہر شخص کے اچھے برے انجام کی بھی خبر ہے یہ فائدہ اتخذ کے سوال سے حاصل ہوا قرآن کریم میں ہے **لا اعبد ما تعبدون ولا انتم عابدون ما اعبد** میں تمہارے بتوں کی عبادت نہ کروں گا تم میرے رب کی عبادت نہ کرو گے۔ ایسے ہی یہ بھی ہے کہ ان کفار کی خبر بھی دے دی جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے

انجام کی خبر نہیں دی جاتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ کو نام لے کر جنت کی خوشخبری دے دی۔ پانچواں فائدہ: ربوبیت اور عبدیت میں فرق بتاؤ۔ حقانی ذات ہے وہ نہ جو غنی ہے۔ بندہ وہ ہے جو اس کا حاجت مند ہے یہ فائدہ **یطعم ولا یطعم** سے حاصل ہوا۔ چاند سورج ستارے وغیرہ سے کے کھانے سے معبود اگرچہ کھاتے نہیں مگر کھلاتے بھی نہیں آسمان وزمین نے خالق بھی نہیں لہٰذا وہ الہ معبود نہیں۔ چھٹا فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صرف قرآن مجید ہی کی وحی نہیں ہوئی بلکہ ان کے علاوہ اور بہت وحی ہوئیں جن میں احکام الٰہیہ ہیں۔ یہ فائدہ **امرت** الخ سے حاصل ہوا کہ یہاں جس حکم کی خبر دی گئی۔ وہ قرآن مجید میں موجود نہیں کسی وحی خاص میں ہے۔ ساتواں فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری مخلوق میں پہلے مومن و مسلم رب کے مطیع ہیں باقی سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ مومن و مسلم بنے۔ یہ فائدہ **اول من اسلم** کی آخری دو تفسیروں سے حاصل ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسلام میں اول حقیقی ہیں۔ قرآن کریم میں ہے **ان کان للرحمن ولد فانا اول العابدین**۔ اگر رب کے اولاد ہوتی تو اس کی عبادت پہلے میں ہی کرتا اللہ کا پہلا عابد تو میں ہی ہوں۔ آٹھواں فائدہ: مسلمان کو چاہئے کہ صورت سیرت افعال اعمال سب میں کفار سے جدا اور ممتاز رہے اسلامی شکل اسلامی اعمال کردار اختیار کرے یہ فائدہ **ولا تکونن من المشرکین** سے حاصل ہوا کہ اس میں فرمایا گیا کہ مشرکین میں سے نہ ہو۔ نواں فائدہ: خوف خدا ہر بندہ کو ہے معصوم ہوں یا غیر معصوم یہ خوف رکن ایمان ہے۔ بلکہ حضرات انبیاء کو خوف خدا دوسروں سے زیادہ ہے۔ مگر خوف عذاب محفوظ اور معصوم حضرات کو اور ان کو جن سے مغفرت کا وعدہ ہو چکا ہرگز نہیں کہ یہ خوف اس وجہ سے ہی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس خوف کے معنی یہ ہوں گے کہ انہیں رب تعالیٰ کے وعدہ پر بھروسہ نہیں یہ خوف تو کفر ہے یہ فائدہ **اخاف** کی تفسیر سے حاصل ہوا۔ دیکھو ابھی اس آیت کی گزشتہ تفسیر۔ دسواں فائدہ: قیامت میں عذاب سے بچنا اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم سے ہوگا۔ ہمارے اعمال اس کے لئے ذریعہ تو ہیں مگر مستقل نہیں یہ فائدہ **فقد رحمہ** الخ سے حاصل ہوا۔ اعمال کرو مگر رب سے ڈرو۔

پہلا اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ خدا کے سواء کوئی ولی اور مددگار نہیں۔ پھر تم نے بہت سے بندوں کو ولی کیوں بنالیا تمہارا یہ عقیدہ اس آیت کے خلاف ہے (وہابی)۔ **جواب**: اس کا جواب ابھی تفسیر سے معلوم ہو گیا کہ یہاں ولی معنی معبود والے ہے نہ کہ بمعنی دوست یا مددگار واقعی خدا کے سوا کوئی معبود نہیں دوسرے مقام پر قرآن کریم میں ہے **انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا** تمہارا ولی اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے رسول اور متقی مومنین وہاں ولی بمعنی مددگار اور دوست ہے اس کی تحقیق ہماری کتاب علم القرآن میں دیکھو۔ **دوسرا اعتراض**: اللہ تعالیٰ تو ہر قسم کی روزیاں دیتا ہے اور خود روزی پانے سے پاک ہے پھر یہاں صرف کھانا کھلانے کا کیوں ذکر ہوا پانی اور کپڑا وغیرہ کوئی اور دیتا ہے؟ **جواب**: یہاں طعام سے مراد مطلقاً روزی ہے کھانا۔ پانی یا دوا یا دوسری چیزیں کھانا ہی مراد ہے چونکہ کھانے کی ضرورت بندے کو بہت رہتی ہے نیز کھانے کی وجہ سے بندہ بہت طرح حاجت مند ہوتا ہے اس لئے خصوصیت سے کھانے کا ذکر فرمایا لہٰذا آیت صاف ہے۔ **تیسرا اعتراض**: کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نزول قرآن سے پہلے مسلم و مطیع نہ تھے۔ جب قرآن کریم آیا اس میں آپ کو اسلام کا حکم دیا گیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسلم ہوئے اگر پہلے ہی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسلم تھے تو حکم دینے کے کیا معنی حکم اس کا دیا جاتا ہے جو پہلے سے موجود نہ ہو۔ **جواب**: یہاں امر سے مراد قرآنی حکم نہیں ہے بلکہ وہ حکم مراد ہے جو حضور

www.alahazratnetwork.org

صلی اللہ علیہ وسلم کو بطریق القاء پہلے سے ہی دیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ایک آن کے لئے بھی اسلام سے الگ نہیں رہے۔ **چوتھا اعتراض** اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اول مسلمین ہیں حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تمام انبیاء کرام اور ان کی امتیں مسلم ہی تھے پھر یہ آیت کیونکر درست ہوئی۔ **جواب** یہاں اولیت سے مراد یا تو اضافی اولیت ہے یعنی اپنی امت میں سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسلم تمام امت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یا اولیت حقیقی مراد ہے تو اس کا تعلق عالم ارواح سے ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری خلقت میں پہلے مسلم ہوئے کہ اول عابد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا نور ہے اول حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی الست **بربکم** کے جواب میں **بلی** کہا سارے انبیاء اور دوسرے لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر بلی کہا۔ **پانچواں اعتراض**۔ تم نے **الحمد اللہ الحمد** الخ کی تفسیر میں کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بد عقیدگی یا گناہ سرزد ہو سکتے ہی نہیں مگر رب تعالیٰ فرماتا ہے **لیغفرلک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر** تاکہ اللہ آپ کے اگلے پچھلے گناہ بخشے اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم گناہ کر سکتے ہی نہیں تو بخشش کس چیز کی ہے۔ **جواب** ہم نے ان جیسے اعتراضات کے تفصیلی جوابات اپنی کتاب قہر کبریا بر منکرین عصمت انبیاء میں دیئے ہیں۔ یہاں اتنا سمجھ لو کہ **من ذنبک** میں **ذنب** کی اضافت فاعل کی طرف نہیں بلکہ مفعول کی طرف ہے یعنی ہم نے فتح مکہ آپ کو اس لئے دی کہ کفار مکہ نے جو آپ کے گناہ کئے تھے آپ کو ستاتے تھے وہ رب تعالیٰ آپ کے وسیلہ سے بخش دے اس طرح کہ فتح مکہ سے وہ کفار مسلمان ہو کر آپ سے معافی مانگیں آپ انہیں معاف کر دیں مغفرت کریں اور ہم بخش دیں ورنہ اس فتح کا اس سے کیا تعلق ہوگا اور ایسا ہی ہوا کہ سارے کفار مکہ مسلمان ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی لے کر بخشے گئے۔ **چھٹا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا کہ تم مشرکین میں سے نہ ہو تو کیا دوسرے کفار میں سے ہونا جائز ہے۔ صرف مشرکین کا ذکر کیوں فرمایا۔ **جواب** اس کا جواب ابھی تفسیر سے معلوم ہو گیا کہ یہاں اور ان جیسی آیات میں مشرکین سے مراد کفار ہوتے ہیں۔ چونکہ عرب کے عام کفار مشرکین ہی تھے اس لئے اکثر کفار کو مشرکین فرمایا اور کفر کو شرک فرمایا گیا مثلاً **ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء**۔ اللہ شرک نہ بخشے گا اس کے سوا جسے چاہے گا بخش دے گا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کفر بخش دیا جاوے گا کیونکہ کوئی کفر قابل بخشش نہیں۔ **ساتواں اعتراض**۔ یہاں ارشاد ہوا کہ جس سے عذاب پھیر گیا اس پر اللہ نے رحم فرمایا حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ جس پر اللہ رحم فرمائے گا اسے عذاب سے بچا لیا جاوے گا رحم کا نتیجہ عذاب سے بچ جانا ہے۔ تو یہ آیت کیسے درست ہوئی۔ **جواب**۔ اس کے چند جوابات ابھی تفسیر میں عرض کر دیئے گئے۔ جن میں سے ایک جواب یہ ہے کہ یہاں رحمت سے مراد جنت کا داخلہ ہے اور معنی یہ ہیں۔ جس انسان کو عذاب دوزخ سے بچا لیا جاوے گا اسے جنت میں ضرور داخل کیا جاوے گا یہ ناممکن ہے کہ انسان دوزخ سے بچ کر جنت میں نہ داخل ہو کیونکہ دوزخ کے سوا اور کوئی اور درجہ باقی نہیں اعراف عارضی مقام ہے۔ جن جنت جانور وغیرہ فنا کر دیئے جاویں گے انسان کے لئے دو ہی جگہ ہیں یا دوزخ یا جنت۔

تفسیر صوفیانہ ہم لوگوں کے گناہوں کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا دل بادشاہ ہے جسم رعایا نفس امارہ دل کا وزیر ہے جو دل کو برے مشورے دیتا ہے اور نفس مطمئنہ اچھا وزیر ہے جو دل کو اچھے مشورے دیتا رہتا ہے۔ شیطان نفس امارہ کا خارجی مشیر ہے اور فرشتہ نفس مطمئنہ کا خارجی مشیر دل اگر نفس امارہ کا مشورہ مانتا ہے تو سب کام جسم سے برا کراتا ہے اور اگر نفس مطمئنہ کا مشورہ مانتا

www.alahazratnetwork.org

یہ آیتیں علم تجوید سے الگ ہیں۔ اسی لیے ہمارے کلام محفوظ رہتے ہیں حضرات انبیاء خصوصاً سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا نفس امارہ نہیں۔ ہمارے نبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قرین شیطان مسلمان ہو گیا۔ ابلیس ان حضرات سے مایوس ہے الا عبادک منھم المخلصین اللہ تعالیٰ کی امان۔ نظر نہیں آتے لاشک یا عصمنا۔ جب ان کی عصمت کے لیے اعلانات ہیں تو اس سے اعلیٰ مرتبہ۔ ہم سے کاموں میں نہیں پڑا دوڑا اس لیے ارشاد ہوا اغیر اللہ اتخذ ولیا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ غلام کا کام ہے جو وقت اپنے مالک کو راضی رکھنے کی کوشش کرتا رہے اس کے ہاتھ میں اپنا سب دے۔ مرد مسلمان کے ہاتھ میں ہے جب ہمارے غلام کھانے دو وجہ سے۔ دیتی چیزیں سب سلائے تب سوئے جب اٹھائے تب اٹھے جہاں سلائے وہاں سوئے جو کچھ اور مالک کا نام۔ اپنے خدمت کی تمام ضروریات پوری کرتے رہنا اور تمام فکروں سے آزاد کر کے اس کی حفاظت کا ہم بندے۔ جب رب ہمارا مالک اس نے ایک ہم اپنے کرم سے فرمایا ہم کو ہر طرح کی نعمتیں بخشیں ظاہری باطنی نعمتیں ہم پر ہیں وہ ہمیں کھلاتا ہے پلاتا ہے خود جاگتا نہیں سلاتا ہے خود سوتا نہیں۔ عالم کی ہر آسمانی زمینی چیز ہمارے لیے بنائی خلق لکم ما فی الارض جمیعا اب ہمارا فرض ہے کہ اسے راضی کرنے کی کوشش کریں ہماری عقل یہ معلوم کرنے میں ناقص ہے کہ رب تعالیٰ کس چیز سے راضی ہے۔ بندوں کو ضرورت تھی کسی ایسے ہستی کی جس کی ہر ادا رضاء رب کے حصول کا ذریعہ ہو۔ جنہیں وسیلہ رب تعالیٰ کی طرف سے ہو۔ رب نے وہ دیکھے سب اس کی رضا رب کی رضا سے اسی کی ہستی اسی مرتبہ کی۔ امام محمد مصطفیٰ ہیں صلی اللہ علیہ وسلم ہے انہیں کے متعلق ارشاد ہوا کہ مجھے رب نے اول من اسلم ہونے کا حکم دیا اس اولیت کا۔ ان کے سرِ بندھا گیا وہ لوگوں کی اصلاح کے لیے بہت سی باتیں اپنی طرف منسوب فرماتے ہیں۔ یہاں یہ فرمایا کہ میں رب تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتا ہوں اگر اس کی نافرمانی کروں اس اولیت انا مومن ہے ہماری تعلیم و تبلیغ طریقہ ہے اس اول حقیقی کی اطاعت رب کی رحمت ہے اور رب تعالیٰ کی رحمت کھلی کامیابی اس کے قدم پر نیچی ہے خود دنیا میں گناہوں سے پیچھے رہا۔ جب مالک والا باگ والا گھوڑا سفر کرتا ہے تو راستہ میں دو طرفہ ہرے بھرے کھیت پر اس طرف لپکتا ہے۔ چاہتا ہے کہ راستے سے ہٹ کر کھیتوں میں منہ مارے مگر اس کی باگ دوسرے کے ہاتھ میں ہوتی ہے ادھر ادھر نہیں ہو سکتا۔ یہاں بے لگام روکنے والا مالک اسے گھاس دانہ پانی سب کچھ دیتا ہے اس کی لڑائی سب دیکھ کر لیتا ہے۔ باقی گھوڑا ایک کھیت میں گھستا ہے اور سب کی مار کھاتا ہے آخر چانک میں جاتا ہے۔ دنیا ایک راستہ ہے ہمارے نفس کا گھوڑا ہے راستہ طے کر رہا ہے یہاں ہر طرف گناہوں کا ... مگر اس کے منہ میں شریعت کی لگام ہے اور یہ لگام حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہے ادھر ادھر نہیں جا سکتا۔ جب وہ سوار ہے پہنچے گا اور بخیریت خاتمہ نصیب ہو گا تو ہر طرح اس کا خاطر ہوگی انتم و اروا حکم معروف۔ اب امور میں بصورف عند یو مئذ فقد رحمہ

وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَؕ وَاِنْ یَّمْسَسْكَ بِخَیْرٍ

اور اگر تجھ کو پہنچا دے اللہ کوئی برائی تو نہیں ہے کوئی دور کرنے والا اس کا مگر وہ ہی اور اگر پہنچائے تجھ کو کوئی

اور تجھے اللہ کوئی برائی پہنچائے تو اس کے سوا اس کا کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر تجھے بھلائی

www.alahazratnetwork.org

فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَهُوَ

پس وہ اوپر ہر چیز کے قدرت والا ہے۔ اور وہ غالب ہے اوپر بندوں کے اپنے اور وہ

پہنچائے تو وہ سب کچھ کر سکتا ہے اور وہی غالب ہے اپنے بندوں پر اور وہی ہے

الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ

حکمت والا خبر والا ہے

حکمت والا خبردار

تعلق ۔ ان آیت کریمہ کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت دلیلوں یا اس کی نعمتوں سے ثابت کی گئی اب رب کی الوہیت کو اس کی قدرت کاملہ سے ثابت کیا جارہا ہے تاکہ اس میں غور کر کے وہ لوگ ایمان قبول کرلیں جو قدرتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے آخروی عذاب کا ذکر فرما کر لوگوں کو ڈرایا گیا تھا تاکہ لوگ آخرت کے خوف سے ایمان لے آویں۔ اب اس رب قدیر کی یاد کی چیز قائل کی جاتی ہے جو کچھ بھی وہ پکڑے تو کوئی چھوڑ نہیں سکتا تاکہ وہ ڈر کر ایمان قبول کرلیں۔ دو دھار کو نہیں اتقدر ماتے ہیں۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں آخروی کامیاب اور ناکام لوگوں کا ذکر ہوا کہ جو اس دن عذاب سے بچ جاوے وہ کامیاب ہے اب دنیاوی کامیاب و ناکام لوگوں کا ذکر ہورہا ہے کہ جسے اس کی رحمت پہنچ جاوے وہ کامیاب ہے۔

تفسیر: **وان یمسسک اللہ بضر۔** یہ نیا جملہ ہے جس میں رب تعالیٰ کے غضب و کرم قدرت کاملہ کا ذکر ہے **یمسس** بنا ہے مس سے بمعنی چھو جانا یا چھو دینا (چھوا دینا) پہلے معنی میں ایک مفعول چاہتا ہے جیسے **لم یمسسهم سوء۔** دوسرے معنی میں دو مفعول چاہتا ہے اور دوسرے مفعول پر ب آتی ہے۔ یہاں دوسرے معنی میں ہے اس کا پہلا مفعول **ک** خطاب ہے اور دوسرا مفعول **بضر** ہے اس کے لفظی معنی ہیں چھوا دے نقصان کے معنی ہیں پہنچا دے چونکہ آخرت کی ہلاکی کے مقابلے میں دنیا کی ہلاکی نہایت حقیر ہے اس لئے ان کے لیے **یمسسکم** ارشاد ہوا مصیبت کا چھونا اور ہے مصیبت میں پھنسنا کچھ اور سمندر کے کنارے بیٹھ کر سطح آب پر ہاتھ لگا دینا ہوا سمندر کا چھونا اور سمندر میں ڈوب جانا یہ ہے پھنسنا کبھی شہد کے کنارے بیٹھ کر چوس لے یہ ہے چھو لینا اور شہد میں گر جائے لہٰذا اس سے پہیم مرد فیہ میں شہد کا جانے یہ ہے پھنس جانا چھو جانے کو مس کہا جاتا ہے یا ذوق پھنس جانے کو وصال یا اصابت کہا جاتا ہے مگر یہ قاعدہ کلیہ نہیں اکثریہ ہے یہاں مس فرما کر بتایا کہ اگر انسان کو مصیبت چھو بھی جاوے **ضر** سے مراد دنیاوی تکلیف وہ چیزیں ہیں۔ جیسے بیماری تنگدستی یہاں کے حاجات وغیرہ چونکہ دنیا میں تکالیف زیادہ ہیں راحتیں تھوڑی اس لئے **ضر** کا ذکر پہلے ہوا بعض کے نزدیک خاص مصیبت کو ضر کہتے ہیں۔ عام مصیبت کو شر شخصی مصیبت کو ضر کہتے ہیں بلکہ یا قومی مصیبت کو شر وقتی مصیبت کو ضر کہتے ہیں دائمی مصیبت کو شر چھوٹی مصیبت کو ضر کہتے ہیں بڑی مصیبت کو شر ضر کا مقابل نفع ہے۔ شر کا مقابل خیر چونکہ دنیاوی مصیبتیں وقتی ہیں۔ اخروی مصیبتیں دائمی دنیاوی مصیبتیں چھوٹی ہیں اخروی مصیبتیں بڑی دنیاوی مصیبتیں کچھ اپنی تدبیروں سے دفع ہو جاتی ہیں مگر اخروی مصیبتیں کسی

www.alahazratnetwork.org

تیرے دفع نہیں ہو سکتی [illegible] سے انہیں خبر فرمایا **فلا کاشف لہ الا ھو** یہ عبارت مذکورہ شرط کی جزا ہے کشف کے لغوی معنی ہیں کھول دینا [illegible] اسی لیے پردہ اٹھانے کو کشف کہتے ہیں کہ غم دل پر چھا جاتا ہے [illegible] گویا غلاف ہے کھل جانا یہاں کشف سے مراد اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر غم و تکلیف دفع ہونا ہے اس کے ارادہ یا مرضی سے یا مخلوق کے ذریعہ تکلیف دور ہوتی رہتی ہے دواؤں سے بیماریاں دفع ہوتی ہیں [illegible] حاکموں سے ظلم دفع ہوتے ہیں [illegible] رب تعالیٰ کے ارادہ سے اس سے چاہئے یعنی اگر رب تعالیٰ تمہیں کوئی دنیاوی تکلیف [illegible] اچھا دے تو اس کے سوا کوئی نہیں جو اس کے ارادہ کے بغیر وہ تکلیف دفع کر دے **و ان یمسسک بخیر فھو علی کل شیء قدیر** یہ [illegible] یہاں بھی خیر سے مراد دنیاوی خیر ہے جیسے تندرستی، مال [illegible] خوشی [illegible] خیال رہے [illegible] خیر مقدم ہے [illegible] کا مقابلہ نفع ہے کیونکہ ضر خاص ہے [illegible] نفع خاص [illegible] رب تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے اس لئے اس کریم نے تکلیف دینے کے لئے [illegible] لفظ [illegible] راحت و خوشی کے لئے عام لفظ فرمایا مصیبت کو دفع کرنا بھی خیر ہے راحت کی عطا بھی خیر مگر نفع صرف راحت کی عطا کو کہا جاتا ہے یہ بھی خیال [illegible] کہ ان دونوں جملوں میں [illegible] مختلف بیان ہوئیں پہلے جملہ میں ارشاد ہوا **فلا کاشف لہ الا ھو** دوسرے جملہ میں ارشاد ہوا **فھو علی کل شیء قدیر** جس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں [illegible] دفع کر دینا نہیں فرمایا (تفسیر کبیر) یعنی اگر اللہ تعالیٰ تم کو دنیا میں خیر پہنچائے تو اس پہنچانے پر بھی قدرت ہے اس نے باقی رکھنے پر بھی قادر کیونکہ خیر بھی ایک شیء ہے اور رب تعالیٰ ہر شیء پر قادر ہے **وھو القاھر فوق عبادہ** اب تک تو رب تعالیٰ کے نفع و نقصان کے مالک ہونے کا ذکر ہوا اب اس کی قدرت کاملہ کا ذکر ہے قاھر [illegible] قہر کے [illegible] یعنی [illegible] قدرت [illegible] عجز و انکسار ظاہر [illegible] رب تعالیٰ فرعون کا قول نقل فرماتا ہے **و انا فوقھم قاھرون** ظلم و تعدی رب فرماتا ہے **و اما الیتیم فلا تقھر** یتیم پر ظلم [illegible] خیال رہے کہ یہاں **فوق** سے مراد مکان بلندی و اونچائی نہیں کیونکہ رب تعالیٰ مکان اور جگہ بلندی و پستی سے پاک ہے بلکہ فوقیت و رتبہ کی عظمت مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ غالب ہے اپنے تمام بندوں پر فوقیت و عظمت والا ہے جو اس کے سوا ہے اس کا بندہ ہے جو اس کا بندہ ہے وہ اس کا ماتحت اور زیر فرمان ہے اس کے باوجود [illegible] غلبہ اور قہر بندوں پر ہے **وھو الحکیم الخبیر** وہ حکمت والا بھی ہے کہ اس کے ہر کام میں لاکھوں مصلحتیں ہیں اور خبر والا بھی [illegible] پہاڑ سے بھی قطرہ بھی [illegible] سمندر [illegible] اس کی خبر [illegible] ہے۔

خلاصہ تفسیر [illegible] لائق عبادت وہی رب تعالیٰ ہے جس کی شان یہ ہے کہ اگر وہ تمہیں کوئی دنیاوی تکلیف پہنچائے تو [illegible] کوئی نہیں جو اس کے ارادہ کے بغیر وہ تکلیف دور کر سکے اس کے برعکس اگر وہ اپنے کسی بندے کو کوئی [illegible] عطا فرما دے تو وہ [illegible] مطلق ہے وہی خیر پہنچاتا ہے وہی اسے باقی رکھتا ہے وہ اپنے بندوں پر غالب ہے تمام [illegible] فرمان [illegible] حکمت والا ہے کہ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں وہ علم و خبر والا بھی ہے کہ ہر [illegible] خیال رہے [illegible] انسان [illegible] اوٹ کرے حق تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے ایک باز [illegible]

www.alahazratnetwork.org

صبر کو دوسرا لیا اور شکر کا مصیبت میں انسان صبر کرے، راحت میں شکر کرے۔ مصیبت صبر کے لئے آتی ہے نعمت شکر کے لئے۔ ہر نعمت کا شکر علیحدہ ہے صحت کا شکر کچھ اور دولت کا شکر کچھ اور۔ ان شاء اللہ۔ دونوں نعمتیں عطا فرما۔ سعود کا حال ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ تکوینی احکام میں اپنے بندوں پر ایسا حاکم ہے کہ اس کے سامنے تمام بندے محض مجبور و عاجز ہیں۔ شفا دینا، بیمار بنا دینا، ہنس کیا گورا، سفید، شقی بنانے والا وہی ہے۔ مگر شرعیہ احکام میں وہ بندوں پر اس طرح حاکم ہے کہ بندوں کو بھی اعمال کا اختیار دیا مگر بندوں کا اختیار رب تعالیٰ کے اختیار کے ماتحت ہے۔ غرضیکہ تکوینی احکام میں بندہ بالکل مجبور ہے رب تعالیٰ ہی قادر و مختار ہے۔ شرعی احکام میں بندہ مطاع رب سے مقہور بھی ہے مختار بھی اسی قدرت و اختیار پر ثواب و عذاب ہے۔

فائدے۔ اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی راحت یا مصیبت کوئی نہیں دفع کر سکتا کسی میں طاقت ہے کہ اس جبار و قہار کا مقابلہ کرے۔ یہ فائدہ فلا کاشف لہ الخ سے حاصل ہوا۔

حدیث: سیدنا عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ ایک بار میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک خچر پر سوار تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم آگے تھے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے متصل پیچھے (ردیف) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اللہ کے احکام کی حفاظت کرو۔ اللہ تمہاری حفاظت فرمائے گا اللہ کے فرمانوں کی حفاظت کرو تم اسے اپنے ساتھ پاؤ گے تم فراخی میں اسے یاد رکھو وہ تنگی میں تمہیں یاد فرمائے گا۔ جو مانگو اللہ سے مانگو جب مدد مانگو اللہ سے مانگو جو کچھ ہونے والا ہے اسے لکھ کر قلم خشک ہو چکا اگر ساری دنیا تمہیں نفع پہنچانا چاہے۔ مگر رب نہ چاہے تو تم کو ہرگز نفع نہیں پہنچا سکتے تمام دنیا تمہیں نقصان دینا چاہے مگر رب نہ چاہے تو تمہیں وہ نقصان نہیں دے سکتے اگر تم صبر و یقین کا دامن نہ چھوڑو تو بہت اچھا ہے ناپسندیدہ چیزوں پر صبر کرنے میں بہت ہی بھلائی ہے۔ خیال رکھو کہ اللہ کی مدد صبر کے ساتھ ہے۔ کشادگی تنگی کے بعد ہے۔ (تفسیر روح البیان و معانی و خازن و کبیر وغیرہ بحوالہ ترمذی، رزین، مسند احمد ابن حنبل) دوسرا فائدہ: اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی دنیاوی راحتیں اور مصیبتیں آخرت کے مقابلہ میں بہت ہی تھوڑی ہیں اصل خیر و شر تو آخرت کی ہے یہ فائدہ یمسسک فرمانے سے حاصل ہوا کہ مس کے معنی ہیں چھو جانا چھلا دینا تھوڑا سا۔ ہم کو چاہئے کہ دنیاوی راحت و غم میں پھنس کر آخرت سے غافل نہ ہو جائے۔ تیسرا فائدہ: اللہ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے دیکھو یہاں ضر یعنی تکلیف کے لئے ارشاد ہوا فلا کاشف لہ۔ اور خیر کے متعلق ارشاد ہوا فھو علی کل شیء قدیر (تفسیر کبیر)۔ چوتھا فائدہ ملک و حکومت کی ساری مخلوق اللہ کی مملوک اس کے زیر فرمان ہے کوئی اس کی ملکیت سے باہر نہیں یہ فائدہ وھو القاھر الخ سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ ساری خیر و شر رب تعالیٰ کی طرف سے ہے اس کی بھیجی مصیبت کو کوئی دفع نہیں کر سکتا تو تم رب کی بھیجی ہوئی مصیبتوں میں اولیاء اللہ کے پاس کیوں جاتے ہو یہ صریحی شرک ہے (وہابی) جواب۔ اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی جواب الزامی تو یہ ہے کہ تم بھی خدا کی بھیجی ہوئی بیماریوں میں حکیموں کے پاس پنساریوں کے پاس جاتے دوائیں استعمال کرتے ہو یہ بھی شرک ہوا صرف دعا ہی مانگا کرو نیز ہزارہا آفتوں مصیبتوں میں حکومت سے فریاد کرتے ہو۔ حکام کی دستگیری چاہتے ہو سیلاب تباہی مچائے تو حکومت سے فریاد گھر میں آگ لگے تو محلہ والوں سے دہائی کرتے ہو۔ جواب تحقیقی یہ ہے کہ یہاں مقابلہ کی نفی ہے یعنی اگر رب تعالیٰ مصیبت بھیجے تو کوئی رب کا مقابلہ کر کے دفع

www.alahazratnetwork.org

میں لہذا اس نے فضل و کرم اس کے ارادہ سے اس کے بندے بلکہ اس کی پیدا کی ہوئی جڑی بوٹیاں مصیبت بیماری دفع کرتی ہیں یوں ہی حضرات انبیاء و اولیاء کی مدد رب تعالٰی کے فضل سے ہے (روح البیان) حضرت حافظ شیرازی کہتے ہیں۔

گر رنج و مشقت آید و گر راحت اے حلیم | نسبت مکن بغیر کہ ایں ہمہ خدا کند!

بیماری آتی ہے تو اللہ کے ارادہ سے اور شفا ہوتی بیماری دفع ہوتی ہے تو اللہ کے ارادہ سے دونوں اللہ کے ارادہ سے۔ **دوسرا اعتراض:** رب تعالٰی نے اپنے کو یہاں قاہر فرمایا قاہر ہونا تو رب کی شان کے خلاف ہے قاہر ظالم کو کہتے ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے **ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ** پھر اسے قاہر کیوں فرمایا گیا۔ **جواب:** تفسیر میں عرض کیا گیا کہ قاہر کے بہت معنی ہیں قاہر بمعنی غالب قاہر بمعنی ظالم قاہر بمعنی دوسروں کو ذلیل کرنے والا۔ یہاں قاہر بمعنی غالب ہے تو سب سے غنی اور سب اس کے محتاج قرآن کریم میں ایک لفظ بہت سے معنی میں آتا ہے ہر جگہ ہر لفظ کے ایک ہی معنی۔ لو رب فرماتا ہے **یخادعون اللہ وھو خادعھم** دیکھو بندوں کا خداع اور ہے یعنی دھوکہ دینا رب کا خداع اور ہے یعنی دھوکہ کی سزا دینا ایک ہی آیت میں خداع دو دفعہ استعمال ہوا۔ مگر دو معنی میں جو کوئی ہر جگہ ایک ہی معنی کرے وہ گمراہ ہے۔ **تیسرا اعتراض:** جب رب تعالٰی قاہر ہے سب بندے مقہور ہیں تو پھر بندے کو ثواب و عذاب کیوں ایسا مجبور تو معذور ہے۔ **جواب:** اسی تفسیر میں عرض کیا گیا کہ تکوینی احکام پر رب ایسا قاہر ہے کہ بندے بالکل مجبور ہیں ان پر ثواب و عذاب نہیں مگر شرعی احکام میں تو وہ قاہر ہے مگر اس نے اپنے بندوں کو بھی قدرت و اختیار دیئے ہیں۔ مگر ان کے اختیار پر رب کا اختیار غالب ہے۔ **چوتھا اعتراض:** جیسے تم بادشاہوں حاکموں کو بااختیار مانتے ہو۔ **جواب:** جیسے تم بادشاہوں حاکموں کو بااختیار مانتے ہو۔

تفسیر صوفیانہ: عالم کی ہر چیز اللہ کی مخلوق ہے یہاں کا ہر کام اللہ کے ارادہ سے ہے مگر رب تعالٰی نے بعض مخلوق کو اپنی صفات کا مظہر بنایا ہے کہ ان پر رب کی صفات کا ظہور ہوتا ہے عالم کے سیاہ سفید ان سے وابستہ ہوتے ہیں دیکھو دن رات صبح شام دوپہر سردی گرمی سب رب کی تخلیق ہیں مگر یہ سب سورج سے وابستہ ہیں بلکہ سورج کے حالات ہیں یوں ہی دیتا ہے۔ خیر و شر ذلت و عزت بعض مخلوق سے وابستہ ہے۔ شر کا منبع شیطان ہے تو خیر کا منبع انبیاء کرام ہیں شیطان میں یہ طاقت رکھی گئی کہ وہ انسان کو دیوانہ کر دے رب فرماتا ہے۔ **کالذی یتخبطہ الشیطان من المس** تو اللہ نے مقبولوں کو یہ قوت عطا کی کہ وہ دیوانوں کی دیوانگی دور فرماویں وہ حضرات باذن پروردگار بندوں پر غالب بھی ہوتے ہیں بندوں کے دکھ درد بھی دور کرتے ہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ رب تعالٰی اپنے بندوں کے نفوس پر بھی غالب ہے ان کے قلوب پر بھی اگر اس کی تجلی قہاری ہمارے نفس امارہ پر پڑ جاوے تو نفس کی کیا طاقت ہے کہ ہم کو بہکا سکے اور اگر اس کی تجلی قہاری کسی دل پر گر جاوے تو ناممکن ہے کہ وہ دل سیدھے راہ پر آ سکے خدا تعالٰی ہمارے نفوس کو ہمیشہ مقہور و مغلوب رکھے عز اور غر دونوں کی شکل یکساں ہے صرف ایک نقطہ کا فرق ہے اگر غیرت کے غر کا نقطہ مٹ جاوے تو انشاء اللہ عینیت کے چشمہ میں غوطے لگیں یہ نقطہ کسی کامل کے ہاتھ سے ہی مٹ سکتا ہے۔ اسی جیسے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

عین اور غین کی ایک ہی صورت | ایک نقطہ نے شور مچایا ہے

اس خط کی ہی سارا جھگڑا | یہ نقطہ پر مٹایا ہے!

www.alahazratnetwork.org

جیسے شہد [illegible] بات [illegible] شہد [illegible] اس [illegible]
ایک [illegible] سمجھایا ہے

صوفیاء فرماتے ہیں کہ مصیبتیں غافل کو جگانے کے لئے آتی ہیں عاقل کے [illegible] واصل کو یار تک پہنچانے [illegible] ماؤں کی حرکتوں کا مزہ چکھانے کے لئے جیسے [illegible] صاف ہو جاتا ہے [illegible] مجبوب [illegible] گئے ہیں جانے کے لئے [illegible] وہاں تک [illegible] اور [illegible] مصیبتوں میں [illegible] سواری [illegible] حضرت حسین رضی اللہ عنہ وہاں پہنچ گئے جہاں ہم چار سو سال عبادت ریاضت [illegible] نہیں پہنچ سکتے عبادت ریاضت شب بیداری وغیرہ تمام چیزیں [illegible] تک پہنچانے والی سواریاں ہیں مگر مصیبتیں [illegible] سواری ہیں۔

قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ۖ قُلِ اللّٰهُ ۖ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۚ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ

سمجھو کہ کون چیز بڑی ہے گواہی میں فرماؤ اللہ گواہ ہے میرے اور تمہارے درمیان اور وحی کیا گیا میری طرف

تم فرماؤ سب سے بڑی گواہی کس کی ہے تم فرماؤ کہ اللہ گواہ ہے مجھ میں اور تم میں اور میری

هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ۭ اَىِٕنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ

یہ قرآن کہ ڈراؤں میں تم کو اور اس کو جسے پہنچے کیا بے شک تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ

طرف اس قرآن کی وحی ہوئی ہے کہ میں اس سے تمہیں ڈراؤں اور جن جن کو پہنچے تو کیا تم یہ گواہی دیتے ہو

اٰلِهَةً اُخْرٰى ۭ قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْۗءٌ مِّمَّا

معبود ہیں دوسرے فرماؤ میں نہیں گواہی دیتا ہوں اس کے سوا نہیں وہ ایک ہی معبود ہے اور بے شک میں

کہ اللہ کے ساتھ اور خدا ہیں تم فرماؤ کہ میں یہ گواہی نہیں دیتا تم فرماؤ کہ وہ تو ایک ہی معبود ہے اور میں بیزار

تُشْرِكُوْنَ ۘ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَاۗءَهُمْ ۘ

بیزار ہوں اس سے جو تم شریک کرتے ہو وہ لوگ کہ دی ہم نے ان کو کتاب پہچانتے ہیں اس کو جیسے کہ پہچانتے ہیں

ہوں ان سے جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو جن کو ہم نے کتاب دی اس نبی کو پہچانتے ہیں جیسا اپنے بیٹے

اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ

اپنے بیٹوں کو وہ لوگ جنہوں نے ہار دیں اپنی جانیں پس وہ ایمان نہیں لاتے

پہچانتے ہیں جنہوں نے اپنی جان نقصان میں ڈالی وہ ایمان نہیں لاتے

www.alahazratnetwork.org

تعلق: ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اس کی قہاریت علم و حکمت کا ذکر تھا اب اس آیت کریمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت آپ کی کتاب قرآن مجید کی صفات کا ذکر ہے یعنی توحید کا ذکر پہلے ہوا رسالت کا اب ہے ایمان کے دو ہی رکن اعلیٰ ہیں توحید، رسالت۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی قہاریت اس کے علم اس کی حکمت کا ذکر ہوا اب اس کی گواہی کا ذکر ہے کہ جیسے رب کی قہاریت وغیرہ کامل ہے ایسے ہی رب کی گواہی بھی نہایت ہی کامل تو وہ جس کی گواہی دے وہ چیز بھی کامل ہے گویا صفات ذاتیہ کے ذکر کے بعد رب تعالیٰ کے صفات اضافیہ کا ذکر ہے۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی گزشتہ آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ کامیاب وہ ہے جو رب کے عذاب سے بچ جاوے ناکام نامراد وہ ہے جو عذاب میں گرفتار ہو جاوے اب فرمایا جا رہا ہے کہ دنیا میں اس کامیابی ملنے کی جگہ کہاں ہے اور یہ سوا کس دوکان سے ملتا ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے سے یہ نعمت نصیب ہوتی ہے۔

شان نزول: ایک بار سرداران قریش و رؤساء مکہ معظمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے بولے کہ کیا اللہ تعالیٰ کو نبوت دینے کے لئے آپ کے سوا اور کوئی نہ ملا ان کا مقصد تھا کہ نبوت کے لئے یہود و نصاریٰ کے پوپ پادریوں سے آپ کے متعلق پوچھا سب نے یہی کہا کہ توریت و انجیل میں آپ کی نبوت کا کوئی ذکر نہیں ہم آپ کو کس کی گواہی سے نبی مانیں آپ اپنا گواہ پیش فرمادیں تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (از تفسیر کبیر، خازن، روح المعانی، روح البیان وغیرہ) ان بے وقوفوں نے دو باتیں کہیں اور دونوں غلط ایک یہ کہ نبوت کسی بڑے مالدار جتھے والے شان و شوکت والے بادشاہ یا سردار کو ملنی چاہئے تھی نہ کہ آپ جیسے مسکین کو حالانکہ سوا تین پیغمبروں کے سارے نبی مساکین گزرے اور ان تین بادشاہ نبیوں کے دین نہیں چلے دین سلیمانی چلا نہ دین داؤدی نہ یوسفی اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بڑے بادشاہ امیر ہوتے تو لوگ کہہ سکتے تھے کہ اسلام میں ذاتی خوبی کوئی نہیں یہ تو طاقت کے بل بوتے چلایا گیا ہے طاقت سے منوائی ہوئی بات قائم نہیں رہتی۔ جب طاقت ختم ہو تو بات بھی ختم۔ جب ظاہری سامان نہ ہو اور پھر دین پھیلے تو پتہ لگتا ہے کہ دین میں کوئی قوت ہے۔ دوسری بات اس لئے غلط تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی تو پتھروں، درختوں جانوروں نے دی تھی اور یہود و عیسائی پوپ پادری عمر بھر تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی دیتے رہے اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے پر حسد سے انکاری ہو گئے دشمن بن گئے اور دشمن حاسد کی بات کا اعتبار نہیں ہوتا۔

تفسیر: **قل ای شیء اکبر شھادۃ** یہاں قل میں خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور روئے سخن یا تو انہیں لوگوں سے ہے جن کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی یا سارے منکرین نبوت کافروں سے یہاں شیء سے مراد موجود ہے جس میں اللہ تعالیٰ بھی داخل ہے جیسا کہ جواب سے معلوم ہو رہا ہے۔ شیء کے بہت معنی ہیں۔ مفہوم، موجود، ممکن، معدوم وغیرہ۔ یہاں معنی موجود ہے شہادت یعنی گواہی سے مراد ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی گواہی کیونکہ جن کے جواب میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ہی گواہی مانگی تھی یعنی اے محبوب آپ ان سائل کفار سے پوچھئے کہ بتاؤ سب سے بڑی کس کی گواہی ہے وہ جواب میں ضرور کہیں گے کہ رب سے بڑا گواہ کون ہے۔ **قل اللہ شھید بینی و بینکم** اس عبارت میں **ای شیء** کا جواب ہے سبحان اللہ کیا راز کی باتیں ہیں کہ رب تعالیٰ نے خود اپنے محبوب سے سوال

www.alahazratnetwork.org

فرمایا کہ ان سے یہ پوچھو اور پھر خود ہی اس کا جواب دلوایا کہ آپ اپنے سوال کا جواب خود ہی دیں اس میں بھی قل میں خطاب
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور روئے سخن انہیں کفار سے جن کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ **قل الله شهيد بيني و**
تفسیر: اس میں ایک یہ کہ لفظ اللہ مبتدا ہے اور شہید اس کی خبر یعنی اللہ گواہ ہے۔ دوسرے یہ کہ لفظ اللہ کی خبر پوشیدہ ہے اکبر شهادة
اور شہید پوشیدہ مبتدا **هو** کی خبر لہذا یہ دو جملے ہیں یعنی اللہ سب سے بڑا گواہ ہے کہ اس کی گواہی قطعی یقینی ہے۔ دوسروں کی
گواہی ظنی نیز بندوں کی گواہی ظاہر پر ہے رب کی گواہی حقیقت پر نیز بندوں کی گواہی عارضی اور وقتی ہے رب تعالیٰ کی گواہی
دائمی نیز بندوں کی گواہی پر دوستی دشمنی اثر انداز ہو سکتی ہے کہ دوست کی ہر بات انہیں اچھی لگتی ہے۔ دشمن کی ہر بات بری
رب تعالیٰ کی گواہی ان اثروں سے پاک ہے نیز رب کی گواہی کا نتیجہ یہ ہو کہ سب گواہی دینے لگتے ہیں غرضیکہ رب تعالیٰ
کی گواہی تمام مخلوق کی گواہی سے بڑی ہے اور وہی میری نبوت و رسالت کا گواہ ہے شاہد اور شہید کا فرق بارہا بیان ہو چکا کہ یہ دونوں
کبھی تو ہم معنی ہوتے ہیں مگر کبھی ان میں فرق ہوتا ہے شاہد وہ جو ایک بار گواہی دے شہید وہ جو گواہی دیتا رہتا ہو۔ شاہد وہ جو سن کر
یا دیکھ کر یا علامت سے گواہی دے شہید وہ جو معائنہ کر کے گواہی دے۔ شاہد وہ جو صرف واقعہ کی گواہی دے۔ شہید وہ جو واقعہ کی گواہی بھی دے
اور مدعی مدعا علیہ کے حالات کی بھی گواہی دے کہ کون صادق ہے۔ شاہد وہ جو صرف زبانی گواہی دے۔ شہید وہ جو زبانی جسمانی
اور قلبی عملی ہر طرح کی گواہی دے اسی لئے راہ خدا میں مارے جانے والوں کو شاہد نہیں بلکہ شہید کہتے ہیں کہ اس کے خون کے
قطرے بھی توحید و رسالت کی گواہی دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات آپ کی تمام صفات تمام حالات کی
گواہی ہمیشہ سے ہر طرح دی اور دے رہا ہے اور دیتا رہے گا اس لئے یہاں شہید فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر فرشتوں سے
درود پڑھوانا تمام نبیوں سے آپ کا اعلان کرانا آپ پر بے شمار معجزات کا ظاہر فرمانا تمہیں اعتراض کرنے والے کفار عرب کو
اسلام کی توفیق دے کر ان سے گواہی دلوا دینا تاقیامت آپ کے چرچے ہر جگہ رہنا آپ کی امت بے شمار ہونا یہ سب رب تعالیٰ کی
گواہیاں ہیں چونکہ یہاں شہادت میں فیصلہ کے معنی بھی ملحوظ ہیں یعنی فیصلہ کن گواہی یا گواہی بھی دینا اور فیصلہ بھی کرنا اس لئے
اس کے بعد **بينی و بينكم** ارشاد ہوا یعنی آپ ان سے خود ہی فرما دو کہ میرے تمہارے درمیان فیصلہ کن گواہ اللہ تعالیٰ ہے
اسی سے معلوم کر لو کہ میں کون ہوں اور تم کون ہو **واوحی الی هذا القران**۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ نئی عبارت ہے جس میں
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کی دوسری گواہی کا ذکر ہے یعنی میرا دوسرا گواہ یہ قرآن مجید ہے جو مجھ پر وحی کیا گیا خیال
رہے کہ قرآن مجید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ بھی ہے اور اللہ کا کلام بھی۔ پچھلی کتابیں کلام اللہ تھیں مگر ان نبیوں کا معجزہ نہ
تھیں قرآن کریم معجزہ ہونے کے لحاظ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے کلام
الہی ہونے کے گواہ ہیں یہ گواہی دو طرفہ ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ شہید کا بیان ہو یعنی اللہ تعالیٰ میرا گواہ ہے اس کی گواہی یہ ہے
کہ اس نے مجھ پر یہ قرآن اتارا اگر میں نبی نہ ہوتا تو اس کی کتاب مجھ پر کیسے آتی وحی کے معانی اس کی قسمیں بارہا بیان ہو چکی
یہاں وحی جلی مراد ہے جو بذریعہ فرشتہ ہوتی ہے اور ہو سکتا ہے کہ مطلق وحی مراد ہو جلی اور خفی دونوں۔ کہ الفاظ قرآن تو
دل حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آئے بذریعہ وحی جلی اور تفسیر قرآن اسرار قرآن وغیرہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے دماغ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر بذریعہ وحی خفی ہوا دیکھو لفظ **اقیموا الصلوة** کا نزول بذریعہ
جبریل امین بعد معراج ہوا مگر صلوۃ کے معنی اس کے احکام اس کے اسرار کیفیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر ظہور نبوت

www.alahazratnetwork.org

سے پہلے ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اول سے ہی نماز پڑھتے تھے۔ پہلی وحی غار حرا میں بحالت اعتکاف آئی۔ وحی قرآن
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوا مگر نزول قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی ہوا مسلمانوں کی طرف بھی کفار کی
طرف بھی سارے عالم کی طرف بھی۔ اسی لئے یہیں انزل الیک فرمایا جاتا ہے نہیں انزل الیکم کیونکہ تبلیغ کے لئے
قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آیا ہدایت ایمان کے لئے کفار کی طرف ہدایت اعمال کے لئے مومنین کی طرف حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے آسمان کے سورج ہیں قرآن مجید آپ کی شعاعیں ان شعاعوں کا ایک کنارہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
طرف ہے دوسرا کنارہ مخلوق کی طرف۔ وحی اور نزول کا یہ فرق خیال میں رہے۔ لانذرکم بہ ومن بلغ یہ عبارت اوحی
سے متعلق ہے اس میں نزول قرآن کی حکمت بیان فرمائی گئی۔ چونکہ قرآن کریم کے ذریعہ ڈرانا سب کو ہے مومن ہوں یا کافر
نیک ہوں یا فاجر مگر بشارت خاص مومنوں کو اس لئے یہاں صرف ڈرانے کا ذکر ہوا نیز ڈرانا پہلے ہے بشارت بعد میں چونکہ براہ
راست قرآن کریم کسی کو نہ تو ڈرا سکتا ہے نہ بشارت دے سکتا ہے نہ ہدایت بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نذیر بھی ہیں بشیر بھی
ہادی بھی قرآن کریم ذریعہ ہے ان چیزوں کا اس لئے یہاں انذر کا فاعل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیا گیا اور قرآن کریم کو
ذریعہ بنایا گیا چونکہ اس زمانہ کے موجودین کو نذارت و بشارت پہلے ہوئی دوسروں کو بعد میں چونکہ قرآن مجید نذارت اور
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نذارت ہدایت کسی خاص قوم سے محدود نہیں بلکہ سارے جہان کے لئے ہے اس لئے ومن بلغ
عام فرمایا۔ چونکہ قرآن کریم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہدایت و نذارت بشارت نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو پہلے
ہی سے ہدایت پر ہیں اس لئے یہاں کم اور من بلغ فرمایا گیا اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں فرمایا۔ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نذیر ہیں بشیر ہیں ہادی ہیں باقی لوگ منذرین مبشرین مہتدین ہیں۔ قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے
لئے نہیں آیا اسی لئے اسے نہیں فرمایا ھدی للمتقین کہیں فرمایا ھدی للناس یہ کہیں نہ فرمایا ھدی لک خیال
رہے کہ ضمیر کم اور من بلغ میں تین احتمال ہیں ایک یہ کہ کم سے مراد خاص وہ لوگ ہیں جو اس وقت حاضر بارگاہ تھے یعنی
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز اقربا اور من بلغ سے مراد دوسرے مکہ والے یا سب والے اپنے عزیزوں کو ڈرانا پہلے
دوسروں کو بعد میں۔ دوسرے یہ کہ کم سے مراد تمام وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کبھی نہ کبھی
حاضری دے لی اور من بلغ سے مراد وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زمانہ لوگ ہیں جو دیدار سے محروم رہے یعنی کم سے وہ
لوگ مراد ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک قرآن تک پہنچے اور من بلغ سے وہ لوگ مراد ہیں جن تک قرآن اور حضور صلی
اللہ علیہ وسلم کا فیضان پہنچے تیسرے یہ کہ کم میں خطاب سارے ہم زمانہ لوگوں سے ہے اور من بلغ سے مراد قیامت تک کے
لوگ ہیں یہ تیسری تفسیر زیادہ قوی ہے اس کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے واخرین منھم لما یلحقوا بھم درخت اسلام
سے قرآن کریم کو پانی اور دھوپ کی طرح یکساں فیض ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ بھی اسی طرح اندرونی
فیض اگرچہ اندرونی فیض جو سینہ بہ سینہ مسلمانوں کو پہنچا بند ہو جاوے تو قرآن کریم اسے فائدہ نہیں دے سکتا۔ خلاصہ یہ
ہے کہ یہ قرآن مجید اس لئے وحی کیا گیا کہ اس کے ذریعہ میں اے اہل مکہ تم کو اور سارے جہان کے جن وانس کو ڈراؤں جن
تک یہ قرآن پہنچے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی تبلیغ تو ولادت پاک سے ہی شروع ہو گئی تھی کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری اچھی باتیں اختیار کیں ہر برائی سے پرہیز کیا مگر قولی تبلیغ نزول قرآن مجید سے شروع ہوئی یہاں اسی

www.alahazratnetwork.org

تبلیغ قولی کا ذکر ہے **ائنکم لتشھدون ان مع اللہ الھۃ اخری**۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ بھی **قل** کے تحت ہے اس کا مفعول ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقولہ یعنی آپ ان سے یہ بھی پوچھو اور ہو سکتا ہے کہ یہ کلام رب تعالیٰ کا مقولہ ہو یہ سوال اظہار تعجب کے لئے ہے کہ تم انسان عاقل بالغ ہو کر پھر میرا زمانہ پا کر مجھے دیکھ کر بھی ایسی حماقت یا ایسی جرأت کرتے ہو یا تعجب اس پر ہے کہ تم لوگ میری نبوت کے لئے گواہیاں مانگتے ہو مگر لات و عزیٰ وغیرہ کو بغیر کسی گواہی کے خدا مان بیٹھے ہو نبوت کے لئے ایسی تحقیق اور الوہیت کے لئے ایسی آسانی کہ بغیر گواہی پتھروں کو خدا کہہ رہے ہو حیرت ہے **لتشھدون** شہادت سے بنا بمعنی گواہی یہاں بھی گواہی سے عام گواہی مراد ہے زبانی ہو یا عملی یا اعتقادی کفار زبان سے کہہ دیتے تھے کہ معبود چند ہیں اعتقاد بھی رکھتے تھے اور دوسروں کے آگے سر بھی جھکاتے ان کی عبادت بھی کرتے تھے یہ ان کی گواہیاں تھیں **مع اللہ** میں درجہ کی ہمراہی مراد ہے یعنی الوہیت میں اللہ کے برابر اس کے ساتھ **الھۃ** جمع ہے الہ کی مگر یہ جمع سب عقلوں کے لئے آتی ہے چونکہ ان کے زیادہ معبود بے عقل بلکہ بے جان چیزیں تھیں پتھر لکڑی سورج چاند تارے وغیرہ اس لئے یہ جمع لائی گئی دیکھو تفسیر روح المعانی وغیرہ **قل لا اشھد** ان کفار کو سوال کے جواب کا انتظار نہیں دیا گیا بلکہ شرک کو باطل کرنے کے لئے فرمایا گیا کہ تم کہو میں ان معبودان باطلہ کی معبودیت کی اور شرک کی گواہی نہیں دیتا ہوں کیونکہ وحدانیت ہوں میری گواہی سے رب تعالیٰ کی الوہیت کا اعلیٰ ثبوت ہے۔ جب ان معبودوں کی گواہی نہیں دیتا تو ان کی معبودیت ثابت نہیں ہو سکتی ہے میری زبانی جھوٹی گواہی جھوٹی بات کے لئے نہیں ہو سکتی گواہی تین طرح کی ہوتی ہے یقینی گواہی جیسی دیکھ کر سمعی گواہی یعنی دیکھنے والے سے سن کر علامات سے گواہی ان سب میں اعلیٰ گواہی یقینی ہے مقصد یہ ہے کہ میں رب تعالیٰ کا ایسا گواہ کہ میں نے کروڑوں سال اس کی اس طرح عبادت کی ہے کہ سب ایک معبود تھا میں ایک عبد **اول ما خلق اللہ نوری** پھر معراج کی رات میں نے اسے اپنی ان آنکھوں سے دیکھا جانا پہچانا سب میں یقینی گواہ توحید کی گواہی دے رہا ہوں تو تم شرک کی گواہی کس بنا پر دے رہے ہو میری گواہی کے ہوتے تمہاری گواہی قطعی اعتبار میں **قل انما ھو الہ واحد** چونکہ یہاں توحید الٰہی کا ذکر ہے اور توحید کے گواہ اعظم حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس لئے بار بار **قل** ارشاد ہوا اس سے پہلے بتوں کی معبودیت اور شرک کی تردید کے لئے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلوایا گیا کہ میں اس کا گواہ نہیں اب اللہ تعالیٰ کی توحید کے لئے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلوایا گیا کہ میں گواہی دیتا ہوں اللہ تعالیٰ ہی لائق عبادت ہے اس کا کوئی ساتھی و شریک نہیں **ھو** مبتدا ہے اس کا مرجع ذات باری تعالیٰ ہے اور **الہ واحد** دونوں مل کر **ھو** کی خبر ہے یعنی تم فرماؤ گواہی دو کہ ایک اللہ تعالیٰ ہی لائق عبادت اور معبود برحق ہے **وانی بری مما تشرکون** یہ عبارت **انما ھو** الخ پر معطوف ہے اور دونا مختلف ہے اور یہ بھی **قل** کا مقولہ ہے **بری** بنا ہے **براۃ** سے بمعنی دوری یا بیزاری **مما تشرکون** میں ما یا تو موصولہ ہے یا مصدریہ یعنی تمہارے شرک سے میں بیزار ہوں یا تمہارے ان معبودوں سے میں بیزار ہوں جن کو تم خدا تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہو خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بچپن شریف سے ہی شرک بلکہ مشرکوں سے بیزار رہے یہاں اس کا ذکر ہے کہ تم نے میری زندگی دیکھی ہے تم میں رہ کر تمہاری بد عقیدگیوں سے دور رہا تمہارے جھوٹے معبودوں سے بیزار رہا تم پر اپنی بیزاری ظاہر فرماتا رہا اب تک تو ان مشرکین مکہ سے گفتگو تھی جن کے جواب میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اب ان اہل کتاب کا حال بیان ہو رہا ہے جن کے متعلق مشرکین مکہ کہتے تھے کہ وہ آپ کی نبوت کا انکار کرتے ہیں چنانچہ ارشاد ہے **الذین اتینھم الکتاب یعرفونہ** یہاں اللہ

www.alahazratnetwork.org

ہی سے مراد یہود اور عیسائی دونوں ہیں **اتینھم** سے مراد علم کتاب عطا فرمانا ہے لہذا اس میں ان کے پوپ پادری، افضل ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہی جانتے پہچانتے تھے عام عیسائی یہودی توریت و انجیل سے ہی ناواقف تھے **الکتاب** سے مراد مطلق آسمانی کتاب ہے توریت ہو یا انجیل علم اور معرفت یعنی جاننے پہچاننے کا فرق ہم پہلے پارہ میں اسی آیت کی تفسیر میں عرض کر چکے کہ علم عام ہے معرفت خاص علم تو فقط اجمالی علم کو بھی کہا جاسکتا ہے مگر معرفت تفصیلی و مشخص جاننے کو ہی کہتے ہیں ہ کا مرجع حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یعنی وہ اہل کتاب جن کے متعلق یہ مشرکین کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے آپ کی نبوت کی گواہی نہیں دی وہ تو ان محبوب کو صرف جانتے ہی نہیں بلکہ انہیں بالتفصیل پہچانتے ہیں مانتے نہیں اب کفار عرب سے ان کا یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی نہیں محض جھوٹ اور دھاندلی ہے۔ خیال رہے کہ اگرچہ اہل کتاب مکہ معظمہ میں بستے نہ تھے مگر مکہ والے اہل کتاب سے اپنے سفروں میں ملاقات کرتے رہتے تھے حضرت ابن نوفل جو پہلے یہودی تھے بعد میں عیسائی بن گئے تھے مکہ مکرمہ میں رہتے تھے اور اول ہی میں آپ کی نبوت کی گواہی دے چکے تھے ابوذر غفاری جو کتب آسمانی سے واقف تھے مکہ مکرمہ آکر آپ کی گواہی دے گئے تھے بحیرا راہب کی گواہی مکہ مکرمہ میں مشہور ہو چکی تھی اور حضور کی ہجرت کے بعد ابوسفیان شاہ روم ہرقل کی گواہی سن چکے تھے۔ عمرو ابن عاص نجاشی شاہ حبشہ سے آپ کی نبوت کی گواہی سن چکے تھے بہرحال اہل مکہ اہل کتاب کی گواہیوں ان کی معرفت سے خبردار تھے۔ لہذا یہ فرمان بالکل درست ہے **کما یعرفون ابناءھم** یہ عبارت متعلق ہے **یعرفونه** کے اس کا مقصد ہے معرفت کا کمال بیان کرنا یعنی یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضور کی نبوت و رسالت کو آپ کے ختم النبیین شفیع المذنبین ہونے کو اس طرح یقین سے جانتے پہچانتے ہیں جس سے وہ اپنے بیٹوں کو جانتے پہچانتے ہیں۔ خیال رہے کہ بیٹا اپنے باپ کو یقین سے جانتا پہچانتا ہے مگر صرف لوگوں سے سن کر کسی اور دلیل سے نہیں دوسرے عزیزوں کو بھی جانتا ہے وہ بھی قرینوں علامتوں سے بھی پھر باپ دنیا میں آنے ہوش سنبھالنے کے بعد جانتا ہے مگر باپ اپنے بیٹے کو اس کی ولادت سے پہلے ہی جانتا ہے اور دلائل سے جانتا ہے پھر اگرچہ باپ اپنی لڑکیوں کو بھی جانتا ہے مگر اس کی شہرت نہیں کرتا مگر اپنے بیٹے کی شہرت کرتا ہے کہ فلاں میرا بیٹا ہے اہل کتاب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پہلے دلائل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جانتے پہچانتے تھے لوگوں سے کہتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی برکت سے دعائیں کرتے تھے اس لئے اس معرفت کو بیٹوں کی معرفت سے تشبیہ دی باپ یا دوسرے عزیزوں یا بیٹیوں کی معرفت سے تشبیہ نہ دی اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے والد ہیں۔ **الذین خسروا انفسھم فھم لا یؤمنون**۔ یہ آیت نیا جملہ ہے اس میں اہل کتاب کے کفر کی وجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرنے کی وجہ بتائی گئی **الذین** سے مراد یا تو سارے وہ کافر ہیں جن کو حضور پر ستہ علم انہیں آیا یا وہی پوپ پادری مراد ہیں جو لوگوں کو بجائے ایمان کی رغبت دینے کے ایمان سے روکتے تھے۔ خسارہ وہ نقصان ہے جس میں اصل پونجی بھی برباد ہو جائے۔ خسارہ مال کا بھی ہوتا ہے۔ جان کا بھی مگر خسارہ مال سے خسارہ جان بدتر ہے۔ تجارت پانچ طرح کی ہوتی ہے۔ مرابحہ (نفع والی) تولید (برابر سرابر) نہ نفع نہ نقصان۔ نقصان کی جس میں کچھ مال کم ہو جائے۔ خسارہ مال کی جس میں لگایا ہوا سارا مال برباد ہو جائے۔ خسارہ جان کی کہ جس میں لگایا ہوا مال برباد ہو جاوے اور اپنا گھر بار بھی بک جاوے اور تاجر مقروض ہو کر قید میں پڑ جاوے اردو میں اسے گھاٹے ٹوٹا دیوالیہ کہا جاتا ہے۔ **خسروا انفسھم** فرما کر بتایا کہ ان پوپ پادریوں کی تجارت آخری یعنی پانچویں قسم کی ہے یہاں خسارہ سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر

www.alahazratnetwork.org

حسد کرتا ہے کہ نبوت بنی اسرائیل سے منتقل ہو کر بنی اسماعیل میں کیوں پہنچ گئی یعنی ان لوگوں پادریوں نے ان محبوب پر حسد کر کے اپنی جانوں کو گھاٹے میں ڈال دیا کہ اطاعت کے عوض نافرمانی الفت و محبت کے عوض نفرت و حسد کیا ان کے ایمان سے آپ مایوس ہو جاویں وہ ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔

خلاصہ ء تفسیر: اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم یہ لوگ جو آپ سے آپ کی نبوت پر گواہ مانگتے ہیں ان سے پوچھو تو کہ رب تعالیٰ کی گواہی سے بڑھ کر کس کی گواہی ہو سکتی ہے کہ وہ ہر چیز کا خالق و مالک اس کے ہر حال سے خبردار ہے وہ جس چیز کی گواہی دے گا بالکل حق ہوے گا پھر تم خود ہی جواب دو کہ سب سے بڑا گواہ اللہ تعالیٰ ہے وہ میری نبوت تمہاری سب ہی کا گواہ ہے اس نے میری گواہی ہزارہا طریقہ سے دی ان میں سے بڑی گواہی یہ ہے کہ اس نے مجھ پر اپنی کتاب یعنی قرآن مجید اتارا۔ ایسی شاندار کتاب کے نزول کے لئے مجھے منتخب فرمایا اور اس لئے اتارا کہ میں قرآن مجید کے ذریعہ تم کو بھی اللہ کے عذاب سے ڈراؤں اور تاقیامت ان تمام جن وانس کو بھی جن تک قرآن پہنچے میرا ڈرانا کسی قوم کسی ملک کسی وقت سے خاص نہیں۔ اے یہود تو اتنی بڑی ربانی گواہی کے ہوتے پھر بھی تم یہی کہے جاؤ گے کہ رب تعالیٰ کے سوا اور بھی معبود ہیں اس کی ذات و صفات کا شریک ہوتا ہیں ہوں۔ میں نے اسے ان آنکھوں سے دیکھا ہے میں تو اس شرک کی گواہی نہیں دیتا میں آنکھوں سے دیکھ کر کہتا ہوں کے معبود ایک ہی ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں میں تمہارے شرک و کفر سے ہمیشہ سے بیزار ہوں یہ تو تھا گواہی ربانی اور گواہی نبی کا ذکر ہے کہ رب میرا گواہ ہے رب کا گواہ ہے اس زمانہ کے عیسائیوں یہودیوں کے پوپ پادری وہ تو ان محبوب کو ان کی نبوت کو ان کی رسالت کو ان کی صفات عالیہ کو ایسے یقین سے جانتے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو جانتے پہچانتے ہیں کہ آپ کی ولادت سے پہلے دلائل عقلیہ و نقلیہ سے آپ کو جانتے تھے اور آپ کا لوگوں میں چرچا کرتے تھے آپ کی توسل سے دعائیں مانگتے تھے۔ انہیں حسد کی آگ نے جلا دیا ایسے حاسد لوگ جنہوں نے اپنی جان کو خسارہ میں ڈال دیا ایسے لوگ ایمان لانے والے نہیں ان کے ایمان قبول نہ کرنے سے آپ آپ ملول نہ ہوں۔ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے اور حضرت عبداللہ ابن سلام جیسے عالم یہود ایمان سے مشرف ہوئے تو ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن سلام سے پوچھا کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ علماء یہود و نصاریٰ ان محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا جانتے پہچانتے ہیں جیسا اپنے بیٹوں کو اے عبداللہ تم تو عالم یہود تھے۔ بتاؤ یہ معرفت کیسی ہے۔ حضرت عبداللہ ابن سلام نے فرمایا قسم ہے اس کی جس کی قسم کھائی جاتی ہے کہ ہم حضور کو اپنے بیٹوں سے زیادہ یقین سے جانتے ہیں کیونکہ اپنے بیٹے کے متعلق تو گمان ہو سکتا ہے کہ اس کی ماں نے خیانت کی ہو مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تو کسی شبہ کی گنجائش ہی نہیں (صاوی، کبیر، خازن، مدارک، بیضاوی، روح البیان، معانی وغیرہ)۔

فائدے: اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات کا گواہ اعظم ہے یہ فائدہ اللہ شهيد بيني وبينكم سے حاصل ہوا۔ اس گواہی الہیہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا پتہ لگا کہ جس کا گواہ ایسا عظیم الشان ہو وہ گواہ والا کیسا ہو گا رب تعالیٰ فرماتا ہے وكفى بالله شهيدا محمد رسول الله۔ **دوسرا فائدہ:** حضرت عائشہ صدیقہ بڑی درجہ والی بڑی عظمت والی ہیں کہ جناب مریم اور حضرت یوسف علیہ السلام کو تہمت

www.alahazratnetwork.org

لگی تو بچوں سے گواہی دلوائی گئی مگر جب اس سورۂ نور والی ہماری نورانی ماں کو تہمت لگی تو بلاواسطہ رب تعالیٰ نے گواہی دی

[illegible]

تیسرا فائدہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے گواہ اعظم ہیں کہ رب نے اس کی ذات وصفت کی گواہی ان ہی حضور سے دلوائی دیکھو یہ فائدہ قل لا اشهد اور قل انما هو اله سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ۔ گواہی توحید سنت رسول اللہ ہے اور گواہی رسالت سنت الٰہیہ لہٰذا کلمہ شہادت میں یہ دونوں سنتیں جمع ہیں پہلے جز میں سنت رسول اللہ دوسرے جز میں سنت الٰہیہ۔ پانچواں فائدہ۔ اللہ تعالیٰ کو شے کہا جاسکتا ہے اگرچہ حق تعالیٰ کا نام شے نہیں یہ فائدہ قل ای شیء سے حاصل ہوا کیونکہ یہاں شے بمعنی موجود ہے نہ کہ بمعنی ممکن دیکھو رب تعالیٰ نے خود ہی یہاں فرمایا کہ کون شے بڑی گواہی والی ہے اور پھر خود ہی فرمایا کہ اللہ بڑی گواہی والا ہے (تفسیر کبیر)۔

مسئلہ۔ فقہاء معتزلہ کہتے ہیں کہ رب تعالیٰ کو شے نہیں کہہ سکتے کہ شے یا مخلوق کو کہتے ہیں یا ممکن کو رب تعالیٰ فرماتا ہے خالق کل شیء مگر عام علماء اسلام فرماتے ہیں کہ اسے شے کہہ سکتے ہیں کہ شے بمعنی موجود بھی آتا ہے بمعنی موجود بھی رب تعالیٰ موجود ہی ہے اور مخلوق اسے خالی نہیں ہے (تفسیر کبیر و روح المعانی)۔

مسئلہ۔ قرآن کریم میں لفظ شے بہت معنی میں استعمال ہوا ہے (1) ممکن موجود خالق کل شیء دوسری جگہ فرمایا گیا وقد خلقتک من قبل ولم تک شیئا (2) وہ ممکن معدوم جو قریب ہونے والا ہے۔ فرماتا ہے ولا تقولن لشاىء انى فاعل ذلك غدا دیکھو ان میں شے فرمایا گیا جو ابھی موجود نہیں ہوا لہٰذا لیں سبق الٰہی معدوم غیر موجود (3) معدوم محال نہ ہو ممکن ہو یا واجب۔ فرماتا ہے وهو على كل شىء عليم (4) موجود خواہ ممکن ہو یا واجب فرماتا ہے قل ای شیء اکبر شهادة۔ رب خالق ہم سب کو سمجھ دے کہ اسے قرآن کریم میں شے فرمایا اس مسئلہ کی نفیس تحقیق تفسیر کبیر و روح المعانی میں یہاں اسی آیت کی تفسیر میں دیکھو۔ چھٹا فائدہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم کا نزول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات بلکہ تمام کمالات آپ کی نبوت کی گواہی ہیں رب تعالیٰ کی گواہی ہے جو اس نے اپنے حبیب کی ذات وصفت کی دی یہ فائدہ واوحی الی ھذا سے حاصل ہوا۔ ساتواں فائدہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تمام جن و انس و ملائکہ سے عام ہے جس تک قرآن پہنچ جائے اس کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہے کسی خاص زمانہ سے خاص نہیں ہے یہ فائدہ ومن بلغ سے حاصل ہوا۔ آٹھواں فائدہ۔ جس کو اسلام و قرآن کی تعلیم کی خبر نہ پہنچی اس کی نجات کے لئے صرف عقیدہ توحید کافی ہے یہ فائدہ بھی ومن بلغ سے حاصل ہوا لہٰذا فترت والے لوگ جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین ناجی ہیں۔ نواں فائدہ۔ قرآن کریم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے لئے نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دینے یا ڈرانے کے لئے نہیں آیا بلکہ دوسروں کے لئے ہدایت و بشارت و نذارت ہے یہ فائدہ بھی لانذركم سے حاصل ہوا جب فرمایا ہدی للمتقین حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن سے پہلے ہی ہدایت پر تھے تقویٰ وغیرہ کاری عبادات الٰہیہ پر پہلے ہی سے کاربند تھے۔ دسواں فائدہ۔ قرآن کریم بات خود بشیر و نذیر ہے بلکہ نہیں نبی بشیر نذیر حضور صلی

www.alahazratnetwork.org

اللہ علیہ وسلم ہیں قرآن، ذریعہ ہدایت و بشارت ہے یہ فائدہ بھی لاانذرکم سے حاصل ہوا پانی صابن خود گندے کپڑے کو پاک و صاف نہیں کرتا، وہ صفائی کا ذریعہ ہے پاک صاف تو کسی کا ہاتھ کرتا ہے یوں ہی قرآن مجید خود حاکم نہیں حاکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں حکم قرآن سے فرماتا ہے لتحکم بین الناس یا رسول اللہ ہم نے آپ پر قرآن مجید اس لئے اتارا کہ اس کے ذریعہ آپ لوگوں میں فیصلے کریں۔ گیارھواں فائدہ: مومن کے لئے ضروری ہے کہ اپنے ایمان کا اعلان کرے تمام بے دینوں سے دور رہے کفرو شرک سے بیزار رہے۔ تقیہ کرکے کفار میں گھلا ملا نہ رہے اپنے قول اپنی صورت اپنی سیرت سے اپنے ایمان کا اعلان کرے یہ فائدہ انني بری الخ سے حاصل ہوا۔ حضرات اہل بیت خصوصاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کبھی تقیہ نہیں کرسکتے تھے وہ کھلے علانیہ مومن بلکہ مومن گر تھے۔ بارھواں فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جاننا پہچاننا ایمان نہیں بلکہ انہیں ماننا ایمان ہے یہ فائدہ یعرفونہ سے حاصل ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوجہل بھی جانتا تھا کہ سچے نبی ہیں اسے ایمان نصیب نہیں ہوا۔ یہ فائدہ ابهم لا یومنون سے حاصل ہوا۔ شیطان کو حضرت آدم سے حسد ہوا اس سے وہ کافر ہوا دیکھا و سارے غیوں کو دیکھا، با ایمان نہ لایا حسد وہ آگ ہے جو اپنی قوت ہدایت کو جلا ڈالتی ہے۔

پہلا اعتراض: اللہ تعالیٰ کو تو کسی نے دیکھا نہیں اس کا کلام بلاواسطہ ہم نے سنا نہیں پھر اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی کیسے دے دی گواہی کے لئے گواہ کا سامنے ہونا اس کا کلام سننا ضروری ہے تو اللہ شہید بینی و بینکم کیسے درست ہوا۔ جواب: یہ قاعدہ ہی غلط ہے کہ گواہ کا سامنے ہونا اس کا کلام سننا ضروری ہے۔ گواہی قولی بھی ہوتی ہے تحریری بھی۔ علامات و دلائل کی بھی سرٹیفکیٹ تمغہ بیٹی وردی حکومت کی طرف سے عہدوں کی گواہی ہے۔ افسر کا تمغہ وردی دیکھ کر اس کے افسر ہونے کا یقین ہو جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات قرآن کریم کا نزول وغیرہ تمام خلق کی گواہی رب تعالیٰ کی گواہی ہے جو اس نے اپنے محبوب کی ذات، صفات کی دی اس کی مفصل بحث پہلے پارہ کی تفسیر میں گزر گئی۔ دوسرا اعتراض: اللہ تعالیٰ کو شی کہنا جائز نہیں کیونکہ شی خدا تعالیٰ کا نام نہیں آج تک کسی مسلمان کا نام عبدالشی نہیں ہوا نیز قرآن مجید میں معدوم کو بھی شی کہا گیا ہے نیز رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ خالق کل شی اگر خدا تعالیٰ بھی شی ہو تو لازم آوے گا کہ وہ اپنا بھی خالق ہو نیز ہر چیز کو بھی شی کہا جاتا ہے۔ چونکہ شی ہر اچھی بری چیز پر صادق آتا ہے۔ لہذا رب تعالیٰ نہ شی ہے نہ اسے شی کہنا درست ہے۔ نوٹ: فرقہ جہمیہ رب تعالیٰ کو شی کہنے سے منع کرتا ہے۔ باقی تمام اسلامی فرقے جائز مانتے ہیں یہ اعتراض اس فرقہ جہمیہ کا ہے اسے تفسیر کبیر و روح المعانی نے بہت تفصیل سے بیان کیا۔ جواب: لفظ شی کے بہت معنی ہیں بعض معنی ایسے ہیں جو رب تعالیٰ کی شان کے لائق ہیں۔ شی کے معنی ذات بھی ہیں حقیقت بھی ہیں رب تعالیٰ کو ان معنی سے اس آیت کریمہ میں شی کہا گیا ہے اور اسی معنی سے اسے شی کہنا جائز ہے۔ خالق کل شی وغیرہ آیات میں شی بمعنی ممکن ہے اس معنی سے رب تعالیٰ کو شی کہنا حرام بلکہ کفر ہے۔ دیکھو رب تعالیٰ کو نفس بمعنی ذات قرآن کریم میں کہا گیا ہے۔ ولا اعلم مافی نفسک نفس کے اور کئی معنی ہیں ان معنی سے اسے نفس نہیں کہہ سکتے ہیں نہ رب تعالیٰ کا نام نفس ہے اور نہ آج تک کسی بندے کا نام عبدالنفس ہوا (تفسیر کبیر و روح المعانی)۔ تیسرا اعتراض: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نذیر بھی ہیں بشیر بھی پھر یہاں صرف ڈرانے کا ذکر کیوں ہوا لانذرکم الخ جواب: اس لئے کہ یہاں روئے سخن کفار سے ہے انہیں کے سوال کا جواب دیا جا رہا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے لئے صرف نذیر ہیں (تفسیر صاوی) نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ڈرانا عام ہے۔

www.alahazratnetwork.org

بشارت خاص ہے صرف مسلمانوں کے لئے یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت عامہ کا ذکر ہے۔ **چوتھا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا کہ جسے قرآن پہنچے ہیں اس کے لئے نذیر ہوں قرآن کریم تو قیامت تک لوگوں کے پاس پہنچتا رہے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاچکے تو آپ قیامت تک نذیر کیسے ہوئے اور یہ فرمان کیونکر درست ہوا۔ **جواب:** اس اعتراض کے تین جواب ہیں۔ ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نوا ئب یعنی علماء اولیاء اللہ تاقیامت تبلیغ کرتے رہیں گے لوگوں کو ڈراتے رہیں گے ان حضرات کا ڈرانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ڈرانا ہے جیسے خدام بحکم سلطان جو کام کرتے ہیں وہ سلطان کا ہی کام ہوتا ہے دوسرے یہ کہ قرآن کریم کا ڈرانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ڈرانا ہے۔ حضرت سعید ابن جبیر فرماتے ہیں کہ جس کو قرآن پہنچ گیا اس نے گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم یہی قول ہے۔ محمد ابن کعب قرظی کا (تفسیر روح البیان ' خازن تفسیر روح المعانی وغیرہ) تیسرے یہ کہ اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاکر ہم سے چھپ گئے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان بند نہ ہوا سورج غروب ہو کر بھی چاند تارے پر چمکتا ہے یہ فیض تاقیامت مسلمانوں کو ایسے پہنچتا رہے گا جیسے جڑ کا فیض شاخوں تک پہنچتا ہے۔ پھل پھول کو پہنچتا ہے لہٰذا تاقیامت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نذیر ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ڈرانے سے ہی ہم لوگ ایمان لاتے ہیں۔ ایمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے قرآن تو ایمان کی آبیاری کرتا ہے۔ **پانچواں اعتراض:** حضور صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں کے لئے باپ کی مثل ہیں حتیٰ کہ ان کی ازواج پاک مسلمانوں کی مائیں ہیں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچان کو بیٹے کی پہچان سے کیوں تشبیہ دی **کما یعرفون ابناء ھم** نیز صرف بیٹوں کی پہچان سے تشبیہ کیوں دی بیٹیوں کا ذکر کیوں نہ فرمایا۔ **جواب:** اس کا نہایت مفصل جواب پہلے پارے کی تفسیر میں اسی آیت کے ماتحت دیا گیا اور ابھی یہاں بھی تفسیر میں اور فوائد میں عرض کیا گیا کہ انسان اپنے باپ کو صرف سن کر پہچانتا ہے وہ بھی ہوش سنبھالنے کے بعد مگر باپ اپنے بیٹے کو ولادت سے اور اس کی پیدائش سے پہلے سے ہی جانتا ہے وغیرہ۔ لہٰذا بیٹے کی پہچان باپ کی پہچان سے قوی ہے۔ **چھٹا اعتراض:** یہاں ارشاد ہوا کہ جنہوں نے اپنے آپ کو خسارہ میں ڈالا وہ ایمان نہ لائیں گے حالانکہ بہت سے کافر خسارہ میں گمراہوں میں سے بہت سے ایمان لاچکے ہیں اور لاتے رہتے ہیں پھر یہ فرمان عالی کیونکر درست ہوا۔ **جواب:** ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا کہ یہاں خسارہ سے مراد مطلق کفر نہیں بلکہ حسد کا کفر مراد ہے۔ یعنی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حاسد ہو کر اسلام کا منکر ہوا اسے ایمان نصیب نہیں ہوتا جیسا کہ یہود و نصاریٰ کے عام پوپ پادریوں کا حال تھا۔ دیکھو شیطان حضرت آدم علیہ السلام سے حسد کی بناء پر کافر ہوا آج تک کافر ہے اور کافر ہی رہے گا۔ خدا تعالیٰ پیغمبر کے حسد سے بچائے۔

تفسیر صوفیانہ: عالم کی ہر چیز شئی ہے مگر شئی بمعنی مشئی یعنی رب کی چاہی ہوئی کہ اس کریم نے چاہا تو یہ ہو گئی لیکن اللہ تعالیٰ شئی ہے مگر معنی شائی یعنی چاہنے والا کہ جسے رب تعالیٰ نے جو چاہا وہ وہ بن گیا۔ شئی مصدر ہے جو فاعل مفعول دونوں معنی میں آسکتا ہے۔ ہمارا امتی ہونا شئی ہے کہ رب نے ہمارے لئے یہ چاہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی ہونا خاتم النبیین ہونا کروڑوں صفات سے موصوف ہونا شئی ہے کہ رب تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہی چاہا ہم شئی ہیں اور معنی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم شئی ہیں دوسرے معنی سے اب کوئی دعویٰ نبوت کرے تو اس کی نبوت شئی نہیں کیونکہ رب نے وہ چاہی نہیں۔ رب تعالیٰ ہر چیز کا شائی ہے۔ تو ظاہر ہے کہ شائی کی گواہی بڑی ہی قوی ہے کہ ہر چیز اس کی بنائی ہوئی ہے۔ جب صانع

www.alahazratnetwork.org

[illegible] رب کی شان کی گواہی اعلیٰ ہے [illegible] اپنے محبوب کی گواہی ازل سے دی ہے زمین و آسمان کی پیدائش [illegible] پیدائش سے پہلے [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] **قال فاشهدوا وانا معکم من الشاهدین** [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] صوفیاء [illegible] حضور صلی اللہ علیہ [illegible] حضور صلی اللہ علیہ [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] اطاعت [illegible] اطاعت [illegible] اطاعت [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] قرآن [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] اللہ تعالیٰ حبیب [illegible]

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ۗ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ

[illegible]

www.alahazratnetwork.org

الظّٰلِمُوْنَ ۝ وَیَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ اَشْرَكُوْۤا

نہ ... ظالم لوگ اور جس دن جمع کریں گے ہم ان کو سب کو پھر کہیں گے ہم ان لوگوں سے جنہوں نے

فلاح نہ پائیں گے اور جس دن ہم سب کو اٹھائیں گے پھر مشرکوں سے فرمائیں گے کہاں ہیں تمہارے

اَیْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِیْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ

شرک کیا کہاں ہیں شریک تمہارے تھے گمان کرتے تم پھر نہ ہوا فتنہ ان کا

وہ شریک جن کا تم دعویٰ کرتے تھے پھر ان کی کچھ بناوٹ نہ رہی مگر یہ کہ بولے

اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِیْنَ ۝ اُنْظُرْ كَیْفَ كَذَبُوْا عَلٰۤى

مگر یہ کہ کہا انہوں نے قسم اللہ کی ... ہمارے رب کی نہیں تھے ہم شرک کرنے والے دیکھو کیسا جھوٹ بولے

ہمیں اپنے رب اللہ کی قسم کہ ہم مشرک نہ تھے دیکھو کیسا جھوٹ باندھا خود اپنے

اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ۝

اوپر اپنی جانوں کے اور گم ہو گئے ان سے وہ جو تھے وہ گھڑتے

اوپر اور گم گئیں ان سے جو باتیں بناتے تھے۔

تعلق: ان آیات کریمہ کا پچھلی آیتوں سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آخری آیت میں فرمایا گیا تھا کہ جن حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حسد کا دنیوی انجام بتایا گیا۔ ان کا ایمان نہ لانا۔ اب ان آیات میں اسی حسد کا اخروی انجام ارشاد ہو رہا ہے۔ ان کا ظالموں میں شمار ہونا کوئی مددگار نہ ہونا وغیرہ۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں ارشاد تھا کہ یہود و نصاریٰ کے پوپ پادری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی صفات عالیہ ایسے یقین سے جانتے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو مگر انکار کرتے ہیں اب ان جان پہچان کے بعد انکار کرنے کے انجام کا ذکر ہے کہ یہ لوگ اپنی کتابوں اپنے دین اپنے نبیوں بلکہ اپنے رب پر تہمت باندھتے ہیں کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ... کیا کہ آپ نبی آخر الزمان ہیں نبی آخر الزمان کے اوصاف و علامات نہیں ہیں اس بہتان باندھنے کی سزا ان آیات کے تحت ہے۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیات میں مشرکین کی بدعقیدگی کا ذکر تھا کہ وہ شرک پر ڈٹے رہتے ہیں اب ارشاد ہے ان کی اس ... بے فیدگی اور مغروری کا ... ہے کہ وہ آخرت میں یہ سب کچھ بھول جائیں گے بلکہ ان سے انکاری ہو جائیں گے۔ **چوتھا تعلق:** پچھلی آیات میں یہود کی ان خیانتوں کا ذکر تھا جو وہ اپنی کتاب ... اپنے نبی کے ... معلوم ہوا ... آپ کی تعارف میں ... سے ... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان ... میں ... اس سے کیا بعید ہے۔

تفسیر: ومن اظلم ممن افترى على الله كذبا ... اس سے بڑا ظالم ... ...

www.alahazratnetwork.org

موقع استعمال کرنے کو بھی ظلم کہتے ہیں اور کسی کا حق مارنے کو بھی اور کسی کو بے قصور سزا دینے کو بھی آیت کریمہ **ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ** میں ظلم اسی تیسرے معنی میں ارشاد ہوا ہے۔ قرآن کریم نے شرک و کفر کو ظلم فرمایا ہے کہ کافر کفر کرکے اپنے نفس اپنے اعضاء کا حق مارتا ہے کہ انہیں دوزخ میں لے جاتا ہے۔ یہاں معنی کفرو شرک ہے یعنی اس سے بڑا مشرک و کافر کون ہے **ممن** کا **من** صلہ کا ہے اور **من** سے مراد ہر کافر جن و انس ہے **افتراء** کی تحقیق بارہا کی جاچکی ہے کہ یہ بنا ہے **فرو** سے معنی چیرا چھیلنا اصطلاح میں کسی پر جھوٹ گھڑنے کو افترا کہا جاتا ہے۔ افترا کے تین درجے ہیں ایک یہ کہ کسی کی بات میں زیادتی کرکے لوگوں تک پہنچانا۔ دوسرے بالکل ان کہی بات اس کی طرح نسبت کردینا۔ تیسرے اس کے فرمان کے الٹ لوگوں تک پہنچانا۔ یہاں بھی تیسرے درجہ کا افترا مراد ہے۔ یہود اسی کے مرتکب تھے۔ **کذب** سے مراد یہاں خدا کا شریک ماننا۔ فرشتوں کو رب تعالیٰ کی بیٹیاں ماننا۔ بعض نبیوں کو خدا کا بیٹا ماننا ہے یہ کہنا کہ توریت اور انجیل میں نبی آخر الزمان کے اوصاف مذکور نہیں۔ یا یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں نبی آخر الزمان کے اوصاف موجود نہیں وغیرہ غرضیکہ سارے مشرکین اور یہود و نصاریٰ سب ہی اس میں داخل ہیں یعنی اس سے بڑا کافر کون ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر تہمت گڑھے کہ اپنی طرف سے کچھ عقیدے ایجاد کرے اور کہہ دے کہ یہ رب تعالیٰ کے بتائے ہوئے عقیدے ہیں۔ **او کذب بایاتہ**۔ یہ عبارت **افتری** پر معطوف ہے **کذب** بنا ہے تکذیب سے معنی جھوٹا کہنا یا کسی کو جھوٹا کہنا یا جھوٹا سمجھنا۔ یہاں آخری دو معنی ہو سکتے ہیں۔ اللہ کی آیات سے مراد یا قرآن مجید کی آیتیں ہیں یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات یا توریت و انجیل کی آیتیں اور ہو سکتا ہے کہ آیات الٰہیہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات یا برکات مراد ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی ذات اور اس کی صفات کی ایک دلیل و نشانی نہیں بلکہ دلائل و نشانات کا مجموعہ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا ہر جنبش آیت الٰہی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم از سرتاپا اللہ کی شان ہیں۔ حضرت قبلہ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

اس صورت نوں میں جان آکھاں جاناں کہ جان جہان آکھاں!
سچ آکھاں تے رب دی شان آکھاں جس شان تھیں شاناں سب بنیاں!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے آیات اللہ ہیں کہ جس پر ہاتھ رکھ دیں وہ آیت اللہ بن جاوے گویا آیت ہیں اور آیت گر ہیں لہٰذا اس جملہ کی چار تفسیریں ہیں۔ یہود و نصاریٰ آیات قرآنیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے دل سے زبان سے منکر تھے۔ در حقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار سے توریت و انجیل کی آیات کے بھی منکر ہو گئے تھے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعتیہ آیات جو توریت و انجیل میں موجود تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار سے ان سب کی تکذیب ہو گئی نیز توریت و انجیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر دی تھی اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سچے نہ ہوں تو وہ آیات بھی جھوٹی ہو سکتی ہیں نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام کتابوں نبیوں کے معجزات کے گواہ ہیں **یا ایھا النبی انا ارسلناک شاھدا**۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا نہ مانا جاوے تو وہ گواہیاں اور نبی سچے ہو سکتے ہیں۔ اگر مدعی خود ہی اپنے گواہ کو جھٹلا دے تو وہ اپنا مقدمہ کیسے جیتے گا لہٰذا **کذب بایاتہ** بالکل درست ہے **انہ لا یفلح الظلمون** یہ نیا جملہ ہے جس میں ظلم کے انجام کا بیان ہے۔ چونکہ ظلم بہت قسم کا ہوتا ہے اس لئے **ظالمون** جمع ارشاد ہوا۔

www.alahazratnetwork.org

فلاح کے معنی ہیں کامیابی اس کی دو صورتیں ہیں مکروہات سے بچنا اور مطلوب و مقصود حاصل کرنا **لا یفلح** میں دونوں قسم کی کامیابی کی نفی ہے یعنی کافر ظالم نہ تو کسی آفت سے بچ سکتا ہے نہ کسی مراد میں کامیاب ہوتا ہے اس فرمان عالی کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ سارے کفار مشرکین یہود و نصاریٰ وغیرہ سب مل کر تمہارے دین تمہارے احکام مٹانا چاہ رہے ہیں اور چاہتے رہیں گے مگر کامیاب نہ ہوں گے۔ سورج تمہارا ہی چمکے گا نام تمہارا ہی روشن ہوگا۔ دین تمہارا ہی قائم رہے گا یہ ظالمین یا فنا ہوں گے یا تمہارے دامن میں پناہ لیں گے رب نے یہ وعدہ پورا فرمایا۔ دوسرے یہ کہ قیامت کی قسم کے ظالم خواہ جنّی ظالم ہوں خواہ مالی عملی یہودی ہوں یا عیسائی یہ خائب و خاسر رہیں گے یہ خبر بھی بالکل درست ہے جس کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔ **ویوم نحشرھم جمیعا** یہ جملہ نیا ہے یوم یا تو ظرف مقدم ہے **نحشرھم** کا یا مفعول بہ ہے **اذکر** پوشیدہ کا یا **ذکرھم** کا یا **اذکروا** کا۔ لہٰذا اس کی چار تفسیریں ہیں۔ چونکہ انسان جرم و قصور کرتا ہے اپنی موت کو اور قیامت کو بھول کر اگر یہ چیزیں یاد رہیں تو گناہ کرنے کی ہمت نہ ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کریں۔ بھولی باتیں یاد دلانے والے اس لئے قرآن مجید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ یہ دونوں چیزیں یاد دلاتا ہے۔ **نحشر** بنا ہے حشر سے معنی جمع کرنا خواہ ایک زمانہ میں جمع کرنا ہو یا ایک زمین میں یا دونوں میں یہاں آخری جمع فرمانا مراد ہے کہ قیامت کے دن ان سب کا اجتماع ایک وقت اور ایک جگہ میں ہوگا **ھم** کا مرجع یا تو مشرکین ہیں یا سارے کفار یا سارے مخلوق کی بابت درست ہو۔ ان سب کے جمع کا معیو **جمیعا** تاکید ہے **ھم** کی **جمیعا** فرما کر یہ بتایا کہ تمام کفار کو جمع کریں گے کسی کو چھوڑیں گے نہیں اگرچہ مومنین بھی اس دن اکٹھے جائیں گے مگر ان کی جگہ دوسری ہوگی اس لئے **ھم** فرمایا۔ مومنوں کو علیحدہ کر دو یعنی اے محبوب انہیں یہ واقعہ یاد دلاؤ یا اے لوگو وہ وقت وہ دن بھی یاد کرو۔ جب ہم سارے کفار کو ایک وقت ایک جگہ جمع کریں گے۔ قیامت کا دن جمع کرنے کا بھی ہے اس لئے اسے حشر کہتے ہیں اور یہ دن کفار و مومنین کو الگ کرنے کا بھی اس لئے اسے یوم الفصل کہتے ہیں جیسے قرآن مجید کا نام قرآن بھی ہے یعنی سب مسلمانوں کو جمع فرمانے والی کتاب اور اس کا نام فرقان بھی ہے یعنی کافر و مومن منافق و مخلص کو الگ کر دینے والا۔ **ثم نقول للذین اشرکوا**۔ چونکہ کفار کا جمع فرمانا پہلے ہوگا اور یہ کلام فرمانا صدہا سال کی خاموشی کے بعد ہوگا اس لئے یہاں **ثم** ارشاد ہوا یہ فرمان یا تو رب تعالیٰ ہی کا ہوگا بغیر عتاب کے یا فرشتوں کا ہوگا بحکم الٰہی۔ لہٰذا **نقول** فرمانا ہر حال درست ہے **الذین اشرکوا** سے مراد یا تو صرف بت پرست مشرکین ہیں دوسرے کفار کی موجودگی میں ان سے ہی یہ کلام ہوگا انہیں ذلیل کرنے کے لئے یا سارے کفار مراد ہیں حتیٰ کہ اہل کتاب بھی کہ انہوں نے اپنے پوپ پادریوں کو حرام و حلال کا مالک مان کر انہیں گویا خدا کا شریک مان لیا پہلا قول قوی ہے۔ **این شرکاؤکم الذین کنتم تزعمون** یہ عبارت **نقول** کا مفعول ہے **این** معنی استفہام انکاری یہ سوال انہیں شرمندہ کرنے کے لئے ہوگا **شرکاءکم** سے مراد وہ بت پوپ پادری ہیں جنہیں تم نے خدا کے شریک مانا تھا **تزعمون** بنا ہے **زعم** سے معنی گمان خیال اصطلاح قرآن میں غلط خیال کو زعم کہا جاتا ہے یہی حضرت عبداللہ ابن عباس کا قول ہے جھوٹ گمان کو زعم کہا جاتا ہے حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے **تزعمونھم** ... علیحدہ کر دیا جائے گا۔ اس

www.alahazratnetwork.org

علیحدگی کے بعد ان سے یہ سوال ہو گا کہ بتاؤ تمہارے وہ شرکاء جن کی مدد کی تمہیں آس تھی آج کہاں گئے جو حساب و کتاب کے بعد دوزخ میں آ پھنسے اور سینہ بازی ہوگی۔ لہذا آیت واضح ہے یا اس سوال کے وقت معبودین ان کے ساتھ ہوں گے اس کے طلب میں ان کا جواب مجبور ہوں گے تب یہ ارشاد ہو گا یعنی تمہارے بتوں کی مدد کہاں ہے **ثم لم تکن فتنتھم** ثم کا لفظ یہ فرمان عالی بن اسی سال کی مدت تک حیران خاموش رہیں گے اس کے بعد تو باز آجائیں گے۔ مت عرصہ خاموش رہنے کے بعد یہ عرض کریں گے اس لئے یہاں **ثم** ارشاد ہوا فتنہ کے لغوی معنی ہیں سونے کو آگ میں تپانا تاکہ کھرا کھوٹا معلوم ہو جاوے۔ اصطلاح میں اس کے سات معنی ہیں عذاب، آزمائش، بلا و مصیبت، کفر، شرک، گناہ، گمراہی اور معذرت و عذر۔ تو اہی (تفسیر روح المعانی بحوالہ امام راغب) یہاں یا تو معنی معذرت ہے تب مطلب واضح ہے یا معنی کفر و شرک ہے تو اس سے پہلے عاقبت پوشیدہ ہے اس کی اور رحمت تو بیان کی گئی ہیں مگر یہ دونوں توجیہیں بہت واضح ہیں یعنی ان کی معذرت یا ان کے شرک کا انجام اس سوال کا جواب اور شرمندہ ہوا **الا ان قالوا** یہاں **الا** حصر کے لئے ہے اور حصر بھی اضافی ہے حقیقی نہیں یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت میں مشرکین اس سوال کا اور کوئی جواب نہیں دیں گے یہ کلام تو بہت طرح کے کریں گے یہاں اس سوال کے جواب میں اس کے سوا اور کچھ نہیں کہیں گے۔ خیال رہے کہ قرآن کریم نے مختلف مقامات پر مشرکین کے مختلف کلام نقل فرمائے جو قیامت کے مختلف حالات میں ہوں گے کسی وقت وہ اپنے کفر و شرک کا انکار کریں گے کسی وقت اقرار کریں گے لہذا ساری آیات درست ہیں ان میں تعارض نہیں **واللہ ربنا ما کنا مشرکین** یہ عبارت **قالوا** کا مفعول ہے یہ ان کا یہ کہنا کسی غلطی یا بھول کی بنا پر نہ ہو گا بلکہ دیدہ دانستہ ہو گا جب اللہ تعالیٰ مومنین کی بخشش کرے گا تو یہ لوگ آپس میں مشورہ کر کے مومنوں کے ساتھ رل مل جانے کی کوشش کریں گے کہ شاید ان کے ساتھ ہماری بخشش بھی ہو جاوے جب ان کو روکا جاوے گا تو یہ کہیں گے کہ ہم بھی مومن ہیں مشرک نہیں (خازن، روح المعانی، روح البیان وغیرہ) غالباً یہ گفتگو فرشتوں سے کریں گے اس لئے **واللہ ربنا** کہیں گے یعنی اللہ کی قسم جو ہمارا رب ہے ہم دنیا میں کافر نہ تھے مومن تھے ہم کو ان کے پاس جانے دو **انظر کیف کذبوا علی انفسھم** یہ نیا جملہ ہے **انظر** میں خطاب یا تو عام قرآن پڑھنے والے مسلمان سے ہے تو نظر بمعنی غور کرنا ہے تب مقصد یہ ہے کہ اے مسلمان غور کرو کہ کفار اس جھوٹ سے الٹے خود پھنسیں گے تو جب بھی ہماری بارگاہ میں آئے تو اپنے قصور و گناہ کا اقرار کرتے کے ساتھ جھوٹ کرنا یہاں کوئی جھوٹ و فریب کے ذریعہ عذاب سے نہیں بچ سکتا یہاں صرف عجز و نیاز سے بچ سکتے ہیں یا خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے تب نظر بمعنی دیکھنا ہے یعنی دیکھو اے محبوب یہ کیسے جھوٹ بولتے ہوتے۔ ان کے لئے معتبر ہے جو تلہ نبی کی نظر گذشتہ اور آئندہ چیزوں کو دیکھتی ہے اس لئے **انظر** فرمایا بالکل درست ہے آج سائنس ریڈیو ٹیلیفون کے ذریعہ ارمایل کی آواز سنائی دیتی ہے دوربین کے ذریعہ صد ہا میل کی چیز دکھائی دیتی ہے ذریعہ وائی جہاز ارہا میل گھنٹوں میں پہنچا دیتا ہے بلکہ اب سائنس کوشش کر رہی ہے کہ گذشتہ آوازیں اس کی باتیں سنا دیتی قوت نبوت سائنس کی قوت سے قوی ہے۔ **کذبوا** سے مراد ان کا یہی ہے کہ ہم مشرک نہ تھے **انفس** نفس کی جمع ہے بمعنی جان یا ذات یہ **علی** یا تو ضرر کے لئے ہے یا نقصان کے لئے کیونکہ ان کا یہ جھوٹ ان کے لئے اور بھی وبال جان ہو جاوے گا کہ ان کی اپنی زبانیں پکاریں گی کہ حاکم کے سامنے عدالت میں جھوٹ بولا تھا، جھوٹ بولنے کی کوشش کرتے اگر یہ لوگ اپنا قصور مان لیتے تو ممکن تھا کہ عذاب ہلکا ہو جاتا اب جھوٹی

www alahazratnetwork org

نی کو شش نہ کرے عذاب اور سخت ہو یعنی اے محبوب آپ غور تو فرماؤ کہ یہ لوگ اپنی جانوں پر کیسا جھوٹ بولیں گے یا یہ کیسا جرم کریں گے کہ جس کا وبال اور نقصان ان ہی جانوں پر پڑے گا۔ یہاں **کیف** تعجب دلانے کے لئے ہے۔ خیال رہے کہ مشرکین کا یہ کہنا کہ ہم مشرک نہ تھے ورنہ وہ اپنے مومن ہونے کا دعویٰ ہے یعنی ہم مشرک نہ تھے موحد مومن تھے۔ یہاں شرک سے مراد لغت عربی ایمان ہے۔ یہاں کوئی اور چیز نہیں ہو سکتا ہے کہ شرک اپنے ہی معنی میں ہو چونکہ شفاعت مشرکین کی ان کے انہیں سنانے سے شرک کی نفی ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ یہ کہنا چاہتے ہوں کہ ہم مشرک نہ تھے ایک معبود کو پوجتے تھے اور فرشتے انہیں جھٹلا کر خاموش کر دیں گے تو خاموش ہو گئے۔ **وضل عنهم ما كانوا يفترون**۔ ظاہر ہے کہ یہ معدوم یا کسی وقت کی حالت ہے اگر **ضلال** سے مراد غائب ہونا ہو تو **ما كانوا** سے مراد ان کے اپنے شرکیہ عقیدے ہیں یعنی انہیں اپنے دینوی شرکیہ عقیدے ظاہر کرنے کی جرأت نہ ہو گی وہ سب عقیدے بھول جائیں گے چھپا ہوا ہے یہ تفسیر عام مفسرین نے کی ہے اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ترجمہ بھی یہی بتا رہا ہے اور ہو سکتا ہے کہ **ضل** سے مراد غائب ہو جانا ہو اور **ما كانوا** الخ سے مراد ہوں ان کے بت اور پیادہ ری وغیرہ یعنی جن معبودوں کے متعلق انہوں نے افتراءً الٰہ ہونے کا عقیدہ اختیار کیا تھا وہ سب ان سے گم ہو جائیں گے یا اس طرح کہ ان کے پاس رہیں گے ہی نہیں یا اس طرح کہ وہاں کی مدد نہ کر سکیں گے ان کی مدد سے غائب ہو جائیں گے۔ پہلی تفسیر قوی ہے۔

خلاصۂ تفسیر اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ غور تو فرمائیں کہ اس سے بڑھ کر یا اس کی برابر کافر مشرکین دنیا میں کون ہو گا جو دیدہ دانستہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے کہ رب ایک ہے وحدہ لاشریک ہے وہ چند رب مانے نیز رب تعالیٰ ولادت سے پاک ہے وہ اس کے لئے اولاد مانے بت مردود ازلی ہیں وہ انہیں اپنا شفیع مانے آپ کی صفت کا انکار کرے یا پچھلی آسمانی کتابوں میں تبدیلی و ترمیم کرے یہ لوگ بڑے ہی ظالم ہیں اور ظالم لوگ کبھی کامیاب نہیں ہوتے کہ نہ تو وہ آفات سے بچ سکتے ہیں نہ مراد پا سکتے ہیں آپ ان لوگوں کو وہ دن بھی یاد دلاؤ۔ جس دن ہم ایک جگہ میں تمام کفار اور ان کے باطل معبودوں کو جمع فرمائیں گے۔ پھر بہت دراز سکوت کے بعد ان کے معبودوں کو ان سے الگ کر دیں گے پھر ان کفار سے پوچھیں گے کہ بتاؤ تمہارے وہ شرکاء کہاں گئے جن کو تم خدا تعالیٰ کا شریک اور ساجھی سمجھتے تھے یہ تو وہ تمہارے مددگار کہاں ہیں اس سوال پر ایک عرصہ تک ان پر خاموشی چھائی رہے گی ہیبت الٰہی کی وجہ سے کچھ نہ کہہ سکیں گے پھر کہیں گے اللہ کی قسم ہمارے رب کی قسم ہم دنیا میں مشرکین و کافر نہ تھے۔ ہم تو مومن موحد تھے۔ محبوب غور تو فرماؤ کہ کیسے یہ لوگ خود اپنے پر جھوٹ باندھیں گے کہ تھے مشرک مگر کہیں گے ہم تو موحد تھے اور تھے اقرار کہیں گے ہم مومن تھے اس وقت ان کی یہ تمام کفریہ باتیں مشرکانہ باتیں تھیں بھول جائیں گی جو دنیا میں گھڑا کرتے تھے۔ ان کی یہ باتیں صرف اسی وقت تک ہیں جب تک ان کی حاضری بارگاہ میں پیشی نہیں ہوئی۔

فائدے ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: جو رب نے نہ فرمایا ہو اسے رب تعالیٰ کی طرف نسبت کرنا بد ترین جرم ہے۔ یہ فائدہ **افترى على الله كذبا** الخ سے حاصل ہوا اس میں وہ علماء سو بھی داخل ہیں جو قرآن مجید کی دیدہ دانستہ غلط تاویلیں خلاف اسلام کرتے ہیں کہ وہ جھوٹی بات کو کہتے ہیں کہ یہ رب کا فرمان ہے اسی طرح اس میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو غلط حدیثیں گھڑیں یا ان کی غلط خلاف اسلام تاویلیں کریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

www.alahazratnetwork.org

تعریف کرے جو درحقیقت رب تعالیٰ کی حمد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں رب تعالیٰ فرمائے۔ دوسرا فائدہ: قیامت میں عابد اپنے معبودوں کے ساتھ ہوں گے مومن مومن کے ساتھ کفار کفار کے ساتھ ان کے جھوٹے معبود بھی جمع ہو جائیں گے ان شاء اللہ مومنین حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہوں گے یہ فائدہ نحشرهم جميعا سے حاصل ہوا قیامت میں ہمراہی اور شفاعت ایمان سے ہوگی نہ کہ محض قرابت سے قرآن کریم فرماتا ہے احشروا الذين ظلموا وازواجهم وما كانوا يعبدون من دون الله کہ سارے کفار ان کے ہمراہ ان کے معبود ایک جگہ جمع ہوں گے اور فرماتا ہے وامتازوا اليوم ايها المجرمون۔ تیسرا فائدہ: حاکم کا ظالم سے کچھ پوچھنا کبھی اس کو شرمندہ کرنے کے لئے بھی ہوتا ہے یہ سوال عام ہے سب علم کی دلیل نہیں یہ فائدہ این شرکاء کم سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ: کبھی کسی کو ظلم سے بھی یاد کیا جاتا ہے اسے شرمندہ کرنے کے لئے جیسے کسی جاہل کو مولوی صاحب کہہ کر پکاریں یہ فائدہ بھی این شرکاء کم سے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ نے بتوں کو شرکاء فرمایا جیسے دوزخی کافر سے کہا جائے گا ذق انك انت العزيز الكريم چکھ دیکھ تو بڑا عزت والا کریم ہے یونہی اسے شرمندہ کرنے کے لئے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم حوض کوثر پر آئے ہوئے مرتدین کو فرمائیں گے اصحابی یہ میرے صحابی ہیں یعنی صرف کہلانے کو انہیں بے حیائی سے۔ پانچواں فائدہ: مرد شرمین کی زبان وہاں دنیا کی طرح جھوٹ بولنے سے باز نہ آوے گی جب ان کی انتہائی بے حیائی ورنہ انہیں اپنے دین کے باطل کی خبر ہوگی یہ فائدہ ما کنا مشرکین سے حاصل ہوا رب تعالیٰ فرماتا ہے یوم يتذكر الانسان ما سعى اس دن یہاں ارشاد ہوا كذبوا على انفسهم۔ چھٹا فائدہ: قیامت میں پیشواؤں کا کام نہ آنا کفار کے لئے ہوگا کہ ان کے بت ان کے پیشوا ان کے کام آکر نہ بچائیں گے یہ فائدہ ما كانوا يفترون سے حاصل ہوا ان شاء اللہ مسلمانوں کی حضرات انبیاء اولیاء علماء بلکہ ان کے چھوٹے بچے بلکہ قرآن مجید رمضان مبارک شفاعت کریں گے قرآن کریم فرماتا ہے الاخلاء يومئذ بعضهم لبعض عدو الا المتقين۔ اللہ تعالیٰ کفار کے عذاب سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے کہ بے یار و مددگار ہونا بھی کفار پر عذاب الٰہی ہوگا رب تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔ ساتواں فائدہ: قیامت میں اللہ کا رحم ہوگا کہ بندہ کو درست جواب نہ سوجھے گا ورنہ بندہ الٹی باتیں کر کے زیادہ پھنسے گا یہ فائدہ وما كنا مشركين سے حاصل ہوا اس لئے مسلمان عرض کرتے ہیں خداوندا ہم ظالم و جاہل ہیں ہم سے سوائے ظلم و جہالت کے اور کیا ہو سکتا ہے لیکر کے درخت میں آم کیسے لگیں تو غفور و رحیم ہے ہم پر رحم فرما ہم تیرے بندے ہیں ہم نے برا کیا جو تیری شان کے لائق ہے وہ کر شاید اس عرض و معروض پر رحمت الٰہی جوش میں آ جائے۔

پہلا اعتراض: عربی زبان میں فتنہ کے معنی ہیں ... تو یہاں فتنہ کے معنی کیا ہیں اور قیامت میں ان سے تو سوال و جواب شروع ہو جائیں گے۔ جواب: یہ فتنہ سے مراد جواب سوال و جواب بہت وقت کے بعد شروع ہوگا صدہا سال خاموشی رہے گی پھر صدہا سال بعد ... میں نے یہ بھی سوال و جواب کی نوبت آوے گی لہٰذا ثم لم تكن فرمایا بالکل درست ہے۔ دوسرا اعتراض: رب تعالیٰ نے سوال کے بعد فوراً ہی مشرکین کا جواب دیں گے یعنی ثم لم تكن فتنتهم کیوں فرمایا ثم تو دیر کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جواب: یہ یعنی وہ سوال سن کر فوراً جواب عرض نہ کریں گے بلکہ ہیبت الٰہی سے خاموش رہیں گے پھر جواب عرض کریں گے۔ تیسرا اعتراض: ... یہاں ثم فرمانا درست ہے مشرکین ...

www.alahazratnetwork.org

جو سب مل کر ایک ہی جگہ ہوں گے پھر فرمانا کہ این شرکاء کم تمہارے معبود کہاں ہیں کیونکر درست ہوا وہ تو وہاں ہی موجود ہیں۔ جواب: اس اعتراض کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ قیامت میں پہلے تو عابدین و معبودین ایک جگہ ہوں گے پھر ان میں فاصلہ کر دیا جاوے گا پھر دوزخ میں جمع کر دیئے جاویں گے یہ سوال اس وقت ہو گا جب فاصلہ اور دوری ہو چکی ہوگی۔ لہٰذا آیات میں تعارض نہیں۔ دوسرے یہ کہ اس سوال کے وقت معبودین ہوں گے وہاں ہی مگر بے کار و لاچار لہٰذا ان کی موجودگی ان عابدوں کے لئے محض بے کار ہو گی اس صورت میں این شرکاء کم فرمانے کے معنی یہ ہیں کہ ان کی مدد کہاں گئی یہ وہ تمہارے ساتھ موجود ہیں۔ مگر تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ چوتھا اعتراض: یہی حال ان مسلمانوں کا ہو گا جو نبیوں ولیوں کو اپنا شفیع اور مددگار مانتے ہیں ان کے متعلق ارشاد ہو گا کہ تمہارے نبی ولی کہاں گئے اور یہ سوال موجودہ دور کے بعض وہابی مولویوں کا ہے یہ آیت حضرات انبیاء و اولیاء پر چسپاں کرتے ہیں۔ جواب: اس کا تفصیلی جواب تیسرے پارے میں شفاعت کی بحث میں گزر چکا یہاں اتنا سمجھ لو کہ یہ اور اس جیسی دوسری آیات کافروں اور ان کے جھوٹے معبودوں سے متعلق ہیں انہیں مسلمانوں اور حضرات انبیاء کرام پر چسپاں کرنا محض بے دینی ہے۔ حضرات انبیاء و اولیاء کی شفاعت ان کی مدد دنیا و آخرت میں برحق ہے اس کے متعلق بہت سی آیات ہیں دیکھو ہمارے کتاب فہرست القرآن۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا** اور فرماتا ہے **لا تنفع الشفاعۃ الا من اذن لہ الرحمن و رضی لہ قولا** اور فرماتا ہے **ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاء وک** الخ اور فرماتا ہے **النبی اولی بالمومنین من انفسہم وازواجہ امہاتہم** نبی مسلمانوں سے ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہیں کہ جان نکل کر جسم کو چھوڑ دیتی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو مرنے کے بعد بھی نہیں چھوڑتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری شفاعت گناہ کبیرہ والوں کے لئے بھی ہو گی رب کے مقابلہ کی مدد اور رب کے اذن سے اس کے محبوبوں کی مدد کچھ ہے۔ پانچواں اعتراض: یہاں فرمایا گیا کہ قیامت میں مشرکین اپنے شرک و کفر کا انکار کریں گے مگر دوسری آیات میں ہے کہ وہ ان جرموں کا اقرار کریں گے آیات میں تعارض ہے۔ جواب: قیامت کے حالات مختلف ہیں بعض حال اور بعض وقت میں وہ انکاری ہوں گے دوسرے وقت میں اقراری آیات قرآنیہ میں مختلف حالات کا ذکر ہے لہٰذا آیات میں تعارض نہیں۔ چھٹا اعتراض: یہ کفار یہ کیوں کہیں گے کہ ہم مشرک نہ تھے یہ کیوں نہ کہیں گے کہ ہم مومن تھے۔ جواب: ان کے عذاب کی وجہ ان کا شرک و کفر ہے اسی کا وہ انکار کریں گے۔ خیال رہے کہ دائمی عذاب کی وجہ صرف کفر ہے مگر جنت کے حصول کی وجہ بہت ہیں جن تک نبی کی تبلیغ پہنچی ان کے لئے ایمان۔ جن کو تبلیغ نہ پہنچی ان کے لئے صرف عقیدہ توحید اور بعض لوگ وہ بھی ہیں جو صرف جنت کے لئے پیدا ہوئے ہیں جیسے وہ مسلمان کے بچے جو بغیر کسی عمل کے جنتی ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

تفسیر صوفیانہ: ظلم ایک جرم ہے اس کی بہت سی قسمیں ہیں بعض ہلکی بعض بھاری جیسا ظلم ویسی اس کی نوعیت ہو جیسا مظلوم ویسا ظلم جیسے رب پر ظلم یا نبی کا ظلم جان کا ظلم غیر کسی اجنبی پر ظلم اپنے عزیز پر ظلم خود اپنی ذات پر ظلم یہ سب ظلم ہیں مگر ظاہر ہے کہ ان میں سے بعض بڑے ہیں بعض ہلکے ان تمام ظلموں میں بدتر ظلم یہ ہے کہ انسان اپنے عقیدے بگاڑ کر اپنے کو دائمی دوزخی بنا لے کہ اس میں اپنے پر ظلم ہے اور ظلم بھی ابدی ایسا ظالم نہ دنیا میں کامیاب ہو نہ آخرت میں صوفیاء کرام

www.alahazratnetwork.org

فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے کہ اس کے آثار بے شمار ہیں [illegible] خلاف نہیں جیسے [illegible]
[illegible] ہیں۔ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] آثار بلکہ خود خالق بارے آئے ہیں۔ جیسے آئینہ میں [illegible] حضور
صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] خالق عالم [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
نے حضور صلی اللہ علیہ [illegible] اور کذب بتایا تھا [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے [illegible] قیامت [illegible]
[illegible] حقیقی محبوبوں سے
[illegible] اس وقت یہی کہیں گے کہ ہم مشرک نہ تھے مگر اس وقت کے یہ بہانے اور تعصب [illegible] عذاب [illegible]
لہذا انسان کو چاہیئے کہ اپنے انجام پر نگاہ رکھے دوست و دشمن میں فرق کرے۔ حافظ شیرازی فرماتے ہیں۔

[illegible] حافظ شوریدہ حال [illegible]

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْۤ

اور ان میں سے وہ ہیں جو سنتے ہیں آپ کی طرف اور کردیئے ہم نے ان کے دلوں پر پردے

اور ان میں کوئی وہ ہے جو تمہاری طرف کان لگاتا ہے [illegible]

اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۗ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۗ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ

کہ نہ سمجھیں اسے اور ان کے کانوں میں بوجھ اور اگر دیکھیں وہ ہر نشانی نہ ایمان لائیں وہ اس پر یہاں تک

[illegible] سمجھیں اور ان کے کانوں میں ٹینٹ اور اگر ساری نشانیاں دیکھیں تو ان پر ایمان نہ لائیں یہاں تک

يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۞ وَهُمْ

کہ جب آتے ہیں آپ کے پاس جھگڑتے ہیں آپ سے کہتے ہیں وہ جو کافر ہوئے نہیں ہے یہ مگر قصے اگلوں کے

[illegible] جھگڑتے حاضر ہوں [illegible] نہیں مگر اگلوں کی داستانیں [illegible]

يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـَٔوْنَ عَنْهُ ۚ وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا

[illegible] اور روکتے ہیں اس سے اور دور رہتے ہیں اس سے اور نہیں ہلاک کرتے مگر اپنی جانوں کو

[illegible] ہلاک نہیں کرتے مگر [illegible]

www.alahazratnetwork.org

يَشْعُرُونَ ؕ

سورۃ [illegible]

[illegible] نہیں

تعلق. ان آیات کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیات میں ان کفار کے آخری انجام کا ذکر تھا آخرت میں [illegible] اب ان کے دنیاوی انجام کا ذکر ہے [illegible] (تفسیر [illegible])۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیات میں ان کفار کے آخرت کے انجام کا ذکر تھا اب اس انجام کی وجہ کا ذکر ہو رہا ہے کہ وہ دنیا میں اندھے بنے رہے [illegible]۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیت میں ان کفار کے اس جھوٹ کا ذکر تھا جو وہ قیامت میں رب تعالیٰ کی بارگاہ میں بولیں گے اب ان کے اس جھوٹ کا ذکر ہے جو وہ دنیا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بولتے ہیں کہ وہاں تو اپنے متعلق کہیں گے کہ ہم مشرک نہ تھے یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہتے ہیں کہ آپ نبی نہیں اور قرآن کلام اللہ نہیں۔

شان نزول. ایک بار صفوان ابن حرب یعنی ابوسفیان، ابوجہل ابن ہشام، ولید ابن مغیرہ، نضر ابن حارث، ربیعہ کے دو بیٹے عتبہ شیبہ اور [illegible] جمع ہو کر [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کی تلاوت فرما رہے تھے ان کے کانوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پہنچی ان کے [illegible] کچھ [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا پڑھ رہے ہیں وہ بولا [illegible] زبان ہلا رہے ہیں اور میری طرح قصے کہانیاں کہہ رہے ہیں [illegible] ابوسفیان بولے کہ محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بعض باتیں حق معلوم ہوتی ہیں۔ اس پر ابوجہل بولا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سچا ماننے سے تو [illegible] ان کے متعلق یہ آیت [illegible] وَهُمْ [illegible] (روح المعانی)۔ ابوطالب حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی سے روکتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] اپنی جان [illegible] ایمان قبول نہ کرتے تھے [illegible] ان کے متعلق یہ آیت وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ [illegible] (تفسیر خازن [illegible]) تفسیر صاوی [illegible] ابوطالب کے یہ اشعار نقل [illegible]

ولقد علمت بان دین محمد   من خیر ادیان البریۃ دینا
لولا الملامۃ او حذاری سبۃ   لوجدتنی سمحا بذالک مبینا
لاصدع بامرک ما علیک غضاضۃ   حتی اوسد فی التراب دفینا

[illegible] ابوطالب [illegible] اشعار [illegible] فرمائے۔

www.alahazratnetwork.org

واللہ لن یصلوا الیک بجمعھم	حتی اوسد فی التراب دفینا
فاصدع بامرک ما علیک غضاضۃ	وابشر بذاک وقر منھا عیونا
ودعوتنی وعرفت انک ناصحی	من خیر ادیان البریۃ دینا
لولا الملامۃ او حذار مسبۃ	لوجدتنی سمحا بذلک مبینا

یعنی میں یقین سے جانتا ہوں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین سارے دینوں سے بہتر ہے اگر مجھے ملامت اور قوم کے طعن کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں یہ دین ضرور قبول کر لیتا۔ اے محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اپنا کام خوب اچھی طرح کرو جب تک میں قبر میں دفن نہ ہو جاؤں تب تک آپ کا غبار تک نہیں لگے گا۔ آپ نے مجھے اسلام کی دعوت دی ہے مجھے یقین ہے کہ آپ میرے خیر خواہ ہیں اور مجھے اچھی چیز کی طرف بلا رہے ہیں مگر ملامت کے خوف سے اسلام قبول نہیں کر سکتا۔

تفسیر: ومنھم من یستمع الیک جیسے قرآن مجید کو دیکھنا، چھونا، پڑھنا سب ہی عبادت ہے جو قرآن دیکھے مگر سمجھ نہ سکے وہ بھی ہر وقت عبادت میں رہتا ہے ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا آپ کی گفتار سننا، مجلس پاک میں بیٹھنا سب ہی عبادت بلکہ اعلیٰ عبادات ہیں جن سے انسان صحابی بن جاتا ہے مگر اس شرط سے کہ دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے انس و الفت ہو اس آیت کریمہ میں ان کفار کی ان تینوں نعمتوں سے محرومی کا ذکر ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتار سنتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہیں۔ مجلس پاک میں حاضر ہوتے ہیں مگر بغیر الفت۔ منھم میں ہے اس جملہ میں ان کے حضور کی گفتار سننے کا ذکر ہے۔ یہ جملہ مستقل ہے لوٹتا ہے منھم کی ضمیر کفار قریش کی طرف ہے چونکہ یہ کام سارے قریش نے نہیں کیا تھا بلکہ ان کے بعض نے اس لئے من تبعیضیہ ارشاد ہوا۔ من سے مراد وہی لوگ ہیں جن کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی یستمع بنا ہے استماع سے بمعنی کان لگا کر بغور سننا چونکہ اس میں اصغاء کے معنی ملحوظ ہیں یعنی توجہ کرنا اس لئے اس کے صلہ الی آیا بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہاں الی کے بعد قراۃ یا تلاوت پوشیدہ ہے مگر حق یہ ہے کہ اس کی وہاں ضرورت نہیں جو کسی کی بات یا تلاوت بغور سننا چاہتا ہے وہ خود اس کی طرف متوجہ ہو کر اس کی طرف کان لگاتا ہے اس لئے الیک فرمانا بالکل درست ہے (روح المعانی) یعنی بعض کفار وہ بھی ہیں جو آپ کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ کان لگاتے ہیں آپ کی تلاوت بغور سنتے ہیں چونکہ من لفظاً واحد ہے اس لئے یستمع واحد ارشاد ہوا اگرچہ یہ کان لگانے والے بہت سے آدمی تھے وجعلنا علی قلوبھم اکنۃ اس عبارت میں ان کان لگانے والوں کی حالت کا بیان ہے اس میں جعل بمعنی خلق ہے قلوبھم میں ھم کا مرجع وہی کان لگانے والے کفار ہیں جن کے متعلق فرمایا گیا تھا من یستمع الیک چونکہ من معنی جمع تھا اس لئے یہاں ھم ضمیر جمع ارشاد ہوئی اکنۃ جمع ہے کنان کی جیسے عنان کی جمع ہے اعنۃ یہ بنا ہے کن سے بمعنی چھپانا اس لئے ان کانوں والے خس پوش کو کن کہتے ہیں چونکہ ان کا دل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے بہت سے پردے میں تھے لہٰذا پردہ جمع کا صیغہ لایا گیا ان اس لئے کہ ان کا سمجھنا ارشاد ہوا ان یفقھوہ یہ معطوف ہے اس سے پہلے کراھۃ پوشیدہ ہے یفقھوہ بنا ہے فقہ سے فقہ کا معنی ہے کسی چیز کا جاننا اس لئے علم کے لئے فقہ خاص ہے علم عام اسی سے ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے لیتفقھوا فی الدین۔ اصطلاح میں شریعت کے احکام

www.alahazratnetwork.org

ناسمجھ تھا۔ تمام یہاں فقہ سے مراد دین کی سمجھ قرآن کریم کی فہم ہے یعنی ہم نے ان سننے والوں کے دلوں پر غلاف ڈالے ہیں جس سے وہ بعض نے یہ صحیح پیدا کر دیئے ہیں تاکہ وہ قرآن کریم نہ سمجھیں **وفی اذانھم وقرا** یہ عبارت معطوف ہے **علی قلوبھم اکنۃ** پر چنانچہ **فی اذانھم** تو معطوف ہے **علی قلوبھم** پر اور **وقرا** معطوف ہے **اکنۃ** پر وقر کے معنی ہیں بوجھ۔ ثقل وقار اسی سے بنا۔ وقار بمعنی تحمل و برداشت یہاں کان کا بوجھ مراد ہے جسے ثقل سماعت کہتے ہیں یعنی ہم نے ان کے کان میں بوجھ ڈال دیا جس سے الفاظ قرآن ان کے دماغ تک نہیں پہنچتے **وان یروا کل ایۃ لا یومنوا بھا** اس جملہ شریفہ میں دل کے پردوں کان کے بوجھ کے انجام کا ذکر ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ رویت سے مراد آنکھ کا دیکھنا ہے نہ کہ دل کا دیکھنا اسی لئے اس کا ایک مفعول آیا۔ آیت میں چار احتمال ہیں ایک یہ کہ اس سے مراد گزشتہ آسمانی کتابوں کی ساری وہ آیات مراد ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات کا ذکر ہے۔ دوسرے یہ کہ اس سے مراد قرآن کریم کی ساری آیات مراد ہیں۔ تیسرے یہ کہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے معجزات مراد ہیں قرآنی آیات یونہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات بعض ہجرت سے پہلے آئے بعض ہجرت کے بعد مدینہ منورہ وغیرہ میں۔ چوتھے یہ کہ اس سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات آپ کے تمام صفات و احوال ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مثل سمندر کے ہیں جس کا ظاہری پانی ہر ایک کو نظر آتا ہے مگر اندرونی کیفیات خاص خاص غوطہ خوروں کو ہی دکھائی دیتی ہیں اندرونی موتی ہر ایک کو نظر نہیں آتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت عام لوگوں نے دیکھی نبوت خاص خاص نے اور محبوبیت کے نظارے حضرت صدیق جیسے آنکھ والوں نے کئے یہاں سب ہی مطلب ہے یا سب لہٰذا اس کے چار معنی ہیں یعنی اگر یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے معجزات یا قرآن کریم کی ساری آیات دیکھ لیں یا ساری کتاب آسمانی کی ساری آیات دیکھ لیں یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری صفات دیکھ لیں تب بھی ان آیات کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یا خود ان آیات پر ایمان نہ لائیں گے۔ **حتی اذا جاءوک یجادلونک** خیال رہے کہ یہ حتی ابتدائیہ ہے جو نئے جملہ پر داخل ہوتا ہے نہ کہ انتہاء منتہی پر آتا ہے (روح المعانی) اذا شرطیہ ہے۔ **جاءوک** شرط ہے اور **یجادلونک** جاءوک کے فاعل سے حال **یجادلون** بنا ہے جدال سے بمعنی بہت سخت جھگڑا **یجادلون** فرما کر یہ بتایا گیا کہ ان کا آپ کی بارگاہ میں آنا ایمان لانے برکت لینے کے لئے نہیں ہوتا بلکہ محض جھگڑنے کے لئے ہوتا ہے **یقول الذین کفروا ان ھذا الا اساطیر الاولین** یہ عبارت **اذا جاءوک** کی جزا ہے چونکہ ان کی اس بکواس کی وجہ ان کا کفر و عناد ہے اس لئے یقول کا فاعل ضمیر نہ لائی گئی بلکہ **الذین کفروا** فرمایا **اساطیر** جمع ہے اسطورہ کی جیسے **احادیث** جمع ہے **احدوثہ** کی یا اخایل جمع ہے اخدوثہ کی اسطار جمع ہے سطر کی یا اس کا واحد ہی نہیں اصل سطر ہے بمعنی لکھنا۔ رب فرماتا ہے **والقلم وما یسطرون**۔ فرماتا ہے **وکتاب مسطور**۔ فرماتا ہے **کان ذالک فی الکتاب مسطورا** اسطورہ میں اسم معنی ہے جو لکھ کر رکھ لیا جاوے **اولین** سے مراد گزشتہ انبیاء کرام یا اولیاء اللہ نہیں بلکہ اگلی قومیں ہیں جن کی جھوٹی داستانیں قصے کہانی کے طور پر عام لوگوں کی زبان پر تھیں جیسے قصے کہانی ہیں یہ لوگ جب آپ کے پاس زیارت کے لئے نہیں ایمان لانے کے لئے نہیں بلکہ جھگڑنے کے لئے آتے ہیں تو انکار قرآن کریم کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ کلام الٰہی نہیں بلکہ اگلوں کے جھوٹے گھڑے ہوئے قصے کہانیاں ہیں اور قرآن مجید خواہ مخواہ ایک مقالہ ہے **وھم ینھون عنہ وینئون عنہ** اس آیت کی دو تفسیریں ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

یہ آیت [illegible] ابو جہل وغیرہ سے متعلق نہیں ہو سکتی [illegible] اور ابو طالب
سے متعلق ہے تو [illegible] **عنہ** [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے **ینھون** سے نہی سے معنی [illegible]
[illegible] **ینئون عنہ** نہی سے معنی دور رہنا ہے بہتر تعلق [illegible] **اعرض ونا بجانبہ** وغیرہ
[illegible] خود [illegible] یہ ابو جہل وغیرہ دوسروں کو بھی قرآن [illegible] سے روکتے اور دور رہتے
ہیں اور [illegible] اسلام و قرآن قبول نہیں کرتے یہ ابو طالب وغیرہ ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار
کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا سے انہیں منع کرتے ہیں اس کے باوجود خود محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ
رہتے ہیں اسلام قبول نہ کرتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن میں نہیں آتے ابن ابی حاتم نے حضرت سعید ابن ہلال سے
روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دس یا گیارہ چچا تھے جن میں سے اکثر کا حال یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کفار
کے مقابلہ میں بڑی حمایت کرتے تھے ان کے شر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بچاتے تھے مگر خود اسلام قبول نہ کرتے تھے
([illegible]) حضرت حمزہ و عباس کے سوا کوئی چچا ایمان نہ لایا۔ جن میں ابو لہب خبیث تر [illegible] ابو طالب آپ سے بڑے
[illegible] **وان یھلکون الا انفسھم وما یشعرون**۔ اس عبارت [illegible] اس کے تحت [illegible]
[illegible] **یھلکون** [illegible] **انفس**
[illegible] **یشعرون** [illegible] شعور خاص [illegible]
[illegible] ان اعمال سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا قرآن یا اسلام کو نقصان نہ پہنچے گا خود اپنی ہی ذات کو [illegible] آخرت میں
ہلاک کرتے ہیں مگر انہیں اس کا شعور نہیں۔

خلاصہ تفسیر: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چند نعمتیں اپنے ساتھ لے کے باقی نعمتیں [illegible] گئے [illegible]
کی صحبت پاک اپنے ساتھ لے گئے [illegible] نعمت سے صحابی بن جاتے تھے اس آیت میں فرمایا گیا کہ یہ [illegible]
نعمتوں سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ **یستمعون** میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی [illegible] **وان یروا** میں دیدار
شریف [illegible] **واذا جاءوک** میں صحبت پاک [illegible] چنانچہ ارشاد ہوا کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible] آپ کی طرف [illegible] آپ کی [illegible]
[illegible]
[illegible] محبت [illegible]
[illegible] آپ [illegible]
[illegible]
[illegible] طریقے [illegible]
[illegible]
[illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی سے روکتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے [illegible]
[illegible] ایمان نہیں لاتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دور رہتے ہیں یہ لوگ اپنے ان اعمال سے اسلام

www.alahazratnetwork.org

کہ مومن نہیں ہو سکتے کیونکہ ایمان تو یہ ہے کہ رب تعالیٰ کی ذات صفات قیامت جنت دوزخ نبی کی معرفت سے مانا جاوے اپنی عقل اپنی آنکھوں سے ۔ دیکھ کر ماننا ایمان نہیں یعنی ایمان بالغیب چاہیے ایمان بالشہود معتبر نہیں اب یہ چیزیں ان لوگوں کو ظاہر ہو گئیں جنہیں انہوں نے آنکھوں سے دیکھ لیا اب یہ مومن نہیں بن سکتے ہیں ایمان کا مدار ہے نبوت ۔ اور نبوت کو ماننا اس کا نام ہے کہ نبی پر اعتماد ہو نہ کہ اپنی آنکھوں اپنی عقل پر لہٰذا ان کفار کا یہ کہنا کہ اگر ہم کو دنیا میں واپس لوٹا دیا گیا تو ہم مومن ہو جائیں گے غلط ہے یہ توجیہ **بدا لھم** سے بالکل مناسب ہے **بدا** بنا ہے **بدو** سے جس کے معنی ظاہر ہونا **بدا یبدو بادٍ** **ما** سے مراد کفر ہے قبل سے مراد اس سے پہلے قیامت میں اپنا کفر چھپانا ہے یعنی اولاً تو یہ کہتے تھے **واللہ ربنا ما کنا مشرکین** اللہ کی قسم ہم مشرک و کافر نہ تھے پھر ان کے اعضاء کی گواہی سے ان کا کفر ظاہر ہو گیا تو یہ کہہ رہے ہیں (جلالین صاوی کبیر خازن وغیرہ) بعض نے فرمایا کہ قبل سے مراد دنیا ہے اور چھپانے سے مراد انکار کرنا ہے اور **ما** سے مراد عذاب ہے یعنی وعدہ اب ظاہر ہو گیا جن کا وہ دنیا میں جائیں گے نہ اب انہیں وہ تبلیغ کریں گے نہ یہ اس تبلیغ سے ایمان لائیں گے۔ بعض نے فرمایا کہ یہاں روئے سخن منافقین کی طرف ہے لہٰذا **ما** سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کریمہ ہیں جنہیں وہ دنیا میں لوگوں سے چھپاتے ہیں وہاں آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ **ولو ردوا لعادوا لما نھوا عنہ**۔ یہ نیا جملہ ہے اس لئے واؤ ابتدائیہ ہے **لو** تمنا کا نہیں بلکہ شرط معنی نفی کا ہے رد اور عود دونوں میں سے لوٹنا مگر یہاں رد سے مراد ہے پہلی حالت کی طرف واپسی لہٰذا دونوں میں فرق ہے **ما** سے مراد وہی بد عقیدگیاں بد عملیاں ہیں جن میں وہ پہلے گرفتار تھے یعنی اگر بفرض محال یہ لوگ پھر دنیا میں واپس کر دیئے جائیں جاویں تو پھر انہیں عقیدوں اور بد عملیوں کی طرف لوٹ جاویں گے جن میں پہلے مبتلا تھے یہ عذاب دیکھنا دوزخ پر کھڑا ہونا ان کے لئے بالکل مفید نہ ہوگا کیونکہ یہ شیطان کی طرح عادی مجرم ہیں وہ بھی سب کچھ دیکھ کر کافر ہے (روح المعانی) نیز یہ دنیا میں جا کر یہ چیزیں جو یہاں دیکھ چکے ہیں بھول جائیں گے۔ جیسے میثاق کے دن کے عہد و پیمان بھول گئے تھے اس وقت تو حضرات انبیاء کرام اور آسمانی کتابوں نے انہیں وہ عہد یاد دلائے تھے مگر اب دنیا میں نہ تو انبیاء کرام جائیں گے نہ اولیاء اللہ نہ صالحین مومنین پھر انہیں یہ چیزیں یاد کون دلائے گا لہٰذا پھر وہی کریں گے جو پہلے کرتے رہے ہیں **وانھم لکاذبون**۔ یہ جملہ نیا ہے اور واؤ ابتدائیہ ہے عاطفہ نہیں اس فرمان میں **لعادوا** کی دلیل ہے اور وجہ بیان فرمائی گئی اگر **لا نکذب** اور **نکون** خبر تھے تب تو ان کا جھوٹا ہونا ظاہر ہے اور اگر وہ بھی تمنا تھے تو چونکہ اس تمنا میں وعدہ تھا اس لئے انہیں جھوٹا کہا گیا۔ بہر حال تمنا کو نہیں جھٹلایا کہ تمنا انشاء ہے۔ انشاء جھوٹی سچی نہیں ہوتی بلکہ اس انشاء میں جو خبر ہے اسے جھٹلایا گیا ہے جیسے کوئی کہے کاش کہ میرے پاس روپیہ ہوتا تو میں تمہاری مدد کرتا تم کہو تو جھوٹا ہے تو میری مدد نہ کرتا چونکہ اس تمنا میں وعدہ پایا جاتا ہے اس لئے اسے جھوٹا کہا گیا (تفسیر کبیر و روح المعانی وغیرہ) اس فرمان عالی کا مطلب یہ ہے کہ یہ کفار جو اب کہہ رہے ہیں کہ ہم دنیا میں دوبارہ جا کر مومن صالح بن جاویں گے بالکل جھوٹ بول رہے ہیں ان کے دل میں یہ ہے کہ کسی صورت میں یہاں سے بچ نکلو دنیا میں اپنے گھر والوں میں پہنچ جاؤ کون ایمان لاتا ہے اور کون نیک عمل کرتا ہے لہٰذا یہ اس قول میں جھوٹے ہیں۔

خلاصہ تفسیر: اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی آنکھوں سے اس وقت کا ظاہری نظارہ دیکھتے تو عجیب نظر دیکھتے جبکہ یہ انکار اور ضدی منافقین آتارہ دوزخ یا دوزخ کے اندر آگ میں ٹھہرائے جائیں گے تو کہتے رہیں گے کہ کاش ہم پھر دنیا میں

www.alahazratnetwork.org

جبکہ دیکھیں گے بخشش میں کچھ دیر ہے ۔ ان کا دامن پکڑ کر مچل جائیں گے

ایک پنجابی شاعر نے کیسی ایمان افروز بات کہی ۔

وقت اخیری سجناں آجا توں نیڑے نزع دے! ۔ وعدے میں کہوں وسال جھگڑے منہ تے میرے!

چھٹا فائدہ۔ خود ایمان سے رہنا بھی غنیمت دوسرے کو ایمان سے روکنا بھی نفرت کے قابل ہے یہ فائدہ ینہون اور ینئون کی پہلی تفسیر سے حاصل ہوا اگر یہ آیت ابوجہل وغیرہ کے متعلق ہو۔ یوں ہی ایمان لانا بھی ثواب ہے اور دوسرے کو مومن بنانا بھی ثواب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل میں سے ایک بڑی فضیلت یہ بھی ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ آپ کی تبلیغ پر ایمان لائے۔ ساتواں فائدہ۔ شرعی ایمان قبول کئے بغیر نیکیاں قبول نہیں ایمان جڑ ہے اور نیکیاں پھل یہ فائدہ اسی ینہون اور ینئون کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا اگر یہ آیت ابوطالب کے متعلق ہو دیکھو ابوطالب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ شاندار خدمات انجام دیں کہ سبحان اللہ مگر ظاہری طور پر ایمان قبول نہ کیا تو فائدہ نہ اٹھایا ابوطالب صحابی نہیں۔

نوٹ ضروری۔ ابوطالب کے ایمان میں بہت اختلاف ہے یہ آیت ان حضرات کی دلیل ہے جو ان کے ایمان کے قائل نہیں ان کے ایمان کی مفصل بحث ان شاء اللہ اپنے مقام پر ہوگی۔ (تفسیر روح المعانی) مگر خیال رہے کہ ان کا ذکر احترام سے کیا جاوے کہ ان کی بے ادبی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی کا اندیشہ ہے کہ ابوطالب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کی مثل ہیں چچا بھی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پرورش کرنے والے بھی اور آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا یعنی حضرت علی شیر خدا کی والدہ ماجدہ حضور کی والدہ کی مثل ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی آغوش میں پرورش پائی ابوطالب کا معاملہ رب کے سپرد کرو۔ آٹھواں فائدہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن اپنا ہی بگاڑتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ نقصان نہیں کرتے نہ کسی کے ایمان و تقوے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی نفع ہے نہ کسی کے کفر و فسق سے ان سرکار کا کچھ بگڑتا ہے یہ فائدہ وان یھلکون الا انفسھم سے حاصل ہوا۔ نواں فائدہ۔ بندہ پر اللہ کا بڑا عذاب یہ ہے کہ وہ اللہ کے محبوبوں سے دور ہو جاوے اور سب سے بڑی رحمت یہ ہے کہ اس کے مقبول بندوں کا قرب نصیب ہو جاوے یہ فائدہ ینئون عنہ سے حاصل ہوا جو یہ جاننا چاہے کہ میں رب تعالیٰ سے قریب ہوں یا دور وہ اپنے متعلق غور کرے کہ میں اللہ کے مقبولوں سے قریب ہوں یا دور یہ قرب اور دوری اس کی معتبر ہے اگر ولی قرب کے ساتھ جسمی قرب بھی نصیب ہو جاوے تو زہے نصیب۔

پہلا اعتراض: جب اللہ تعالیٰ نے ان کفار کے دلوں پر ڈھکن ڈال دیئے اور کانوں بہرے کر دیئے تو پھر وہ بیچارے ایمان لانے سے معذور ہیں پھر انہیں عذاب کیوں ہوگا۔ جواب: اس قسم کے اعتراضات کے جواب بارہا دیئے جا چکے ہیں کہ ان افعال کی نسبت رب تعالیٰ کی طرف خلق کی ہے ان کا سبب وہ خود ہیں اپنے کسب کی سزا ہے جیسے قاتل کسی کے گلے پر چھری پھیرے جس سے وہ مر جاوے تو اس کی موت دینے والا رب تعالیٰ ہے مگر اسباب موت کے کسب کا مجرم قاتل ہے اسے اسی کسب پر دنیا و آخرت میں سزا ملتی ہے ان کفار نے دلوں پر ڈھکن پڑ جانے کان بہرے ہو جانے کے اسباب جمع کئے رب تعالیٰ نے ان اسباب کی

www.alahazratnetwork.org

وجہ سے پردے ڈال دیئے۔ **دوسرا اعتراض:** کفار عرب صاحب زبان تھے قرآن کریم ان کی زبان عربی میں آیا پھر وہ اسے ضرور سمجھتے تھے رب تعالیٰ نے ان کے سمجھنے کی نفی کیوں فرمادی کہ فرمایا **ان یفقھوہ**۔ **جواب:** یہاں رب العالمین نے ان کے فہم قرآن کی نفی نہیں فرمائی بلکہ فقہ قرآن کی نفی کی فقہ معانی سمجھ جانا فہم ہے اور حقیقت سمجھ جانا جس سے دین کے جلوے یہ فقہ ہے اللہ تعالیٰ فقہ قرآن نصیب فرمائے آمین۔ **تیسرا اعتراض:** اگر یہ آیت کریمہ **وھم ینھون عنہ** الخ ابو طالب کے متعلق ہے اور **ینھون** کے معنی ہیں کفار کو حضور سے دور رکھنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کی شرارت سے بچانا تو یہ ابو طالب کا کمال ہے اور بہت بڑی نیکی پھر رب تعالیٰ نے اسے عیوب میں کیوں گنایا۔ **جواب:** صرف **ینھون** برا نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرکے کفار کے شر سے بچا کر خود ایمان قبول نہ کرنے پر عتاب ہے جیسے کوئی کسی بے عمل عالم سے کہے کہ تو عالم ہو کر عمل نہیں کرتا تو اس کے علم پر اعتراض نہیں بلکہ علم کے بعد عمل نہ کرنے پر اعتراض ہے۔ (روح المعانی) **چوتھا اعتراض:** اگر یہ آیت **وھم ینھون** الخ ابو جہل وغیرہ کے متعلق ہے اور **ینھون** کے معنی ہیں لوگوں کو اسلام سے روکنا تو نہی یعنی روکنے کا ذکر پہلے اور نأی یعنی خود رکنے کا ذکر بعد میں کیوں ہے انسان پہلے کسی چیز سے خود رکتا ہے پھر دوسرے کو روکتا ہے یہاں ترتیب ذکری الٹی کیوں ہے۔ **جواب:** کبھی خود رکنا دوسروں کو روکنے کی تاکید و تائید کے لئے ہوتا ہے ایسی صورت میں رکنا روکنے کا تتمہ ہوتا ہے کہ انسان قولاً و عملاً دوسروں کو روکتا ہے یہاں بھی ایسا ہی تھا کہ وہ سرداران کفر دوسروں کو اسلام سے زبانی طور پر بھی روکتے تھے اور خود کافر رہ کر دکھاتے تھے کہ دیکھو ہم بھی اسلام قبول نہیں کرتے اس لئے یہ ترتیب نہایت ہی موزوں ہے (روح البیان) یعنی ان کا اسلام سے رکنا بھی دوسروں کو روکنے کے لئے تھا۔

تفسیر صوفیانہ: کان دماغ کا بھی دروازہ ہیں اور دل کا بھی، دروازہ کے ذریعہ گھر میں پہنچنا جب ہی ہوتا ہے کہ دروازہ بھی کھلا ہو اور درمیان آڑ بھی نہ ہو اگر آگے روک ہے تو دروازہ کھلنا بیکار ہے کفار کے دلوں پر کفر، عناد، حسد کے پردے تھے ان کے دماغوں پر ضد کی آڑ تھی اسی وجہ سے وہ لوگ قرآن مجید کی آواز صرف کانوں سے سن لیتے تھے مگر قرآن ان کے دماغ یا دل تک نہیں پہنچتا تھا۔ اس لئے ان کا سننا بیکار تھا بلکہ اور نقصان دہ تھا اسی وجہ سے ان کے دلوں تک قرآن کے انوار نہیں پہنچتے تھے اس کی لذت سے ناآشنا اس کی حقیقت سے بے خبر رہے۔ مولانا جامی فرماتے ہیں۔

عجب نبود کہ از قرآن نصیبت نیست جز حرفے کہ از خورشید جز گرمی نہ بیند چشم نابینا

یعنی اندھا سورج کی صرف گرمی پاتا ہے روشنی نہیں پاتا یوں ہی بے دین قرآن سے صرف حرف سنتا ہے اور کچھ حاصل نہیں کرتا اسی محرومی کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ قرآن کریم کو سحر، شعر اور نہ معلوم کیا کیا کہتے تھے۔ چونکہ وہ اس کی لذت سے بے خبر تھے اس لئے خود بھی قرآن سے بھاگتے تھے۔ دوسروں کو بھی بھگاتے تھے۔ جیسے صفراوی بخار والا حلوہ کو کڑوا محسوس کرکے اسے تھوکتا ہے۔ دوسروں کو بھی کہتا ہے کہ اسے مت کھاؤ بڑا کڑوا ہے اس میں ان کا اپنا قصور تھا قرآن مجید رب تعالیٰ کی طرف سے روحانی بجلی کا تار ہے جس میں ایمانی و عرفانی بجلی کا پاور بھرا ہوا ہے اس پاور سے نور وہی حاصل کر سکے گا جس کے پاس عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بلب یا ٹیوب ہو انسان کے دل اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق سے خالی ہیں تو وہ فیوز شدہ بلب ہیں ان میں روشنی کیسے آئے ان کفار کے دل ایسے ہی بیکار بلب تھے۔ اندھیرے میں رہے رب تعالیٰ کسی کے دل کے بلب کا فیوز نہ اڑاوے خدا کرے فیوز درست رہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ ہر چیز کو کاٹنے کے لئے الگ اوزار ہوتے ہیں اینٹ توڑتے ہیں بسولی سے لکڑی

www.alahazratnetwork.org

کاٹتے ہیں آری سے لوہا کاٹتے ہیں قینچی سے کپڑا کاٹتے ہیں قینچی سے۔ بعض چیزیں تنی ہیں چاقو سے اسی طرح دل پر جو حسد بغض کینے کے پردے ہیں وہ کٹتے ہیں عشق رسول کی قینچی سے اس قینچی کی دھار لگتی ہے آستانہ اولیاء سے ان کفار کے پاس یہ قینچی نہ تھی اس لئے ان کے یہ پردے کٹے نہیں۔

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ
اور اگر تم دیکھو تم جب ٹھیرائے جائیں گے وہ آگ پر تو کہیں گے اے کاش ہم لوٹا دیئے جاتے اور نہ جھٹلاتے
اور کبھی تم دیکھو جب وہ آگ پر کھڑے کئے جائیں گے تو کہیں گے کاش کسی طرح ہم واپس بھیجے جائیں اور اپنے
رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷﴾ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ
ہم آیتیں اپنے رب کی اور ہوتے ہم مسلمان بلکہ ظاہر ہو گیا ان کے واسطے وہ جو تھے چھپاتے
رب کی آیتیں نہ جھٹلائیں اور ہو جائیں ہم مسلمان بلکہ ان پر کھل گیا جو پہلے چھپاتے تھے
وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۲۸﴾
وہ پہلے سے اور اگر لوٹا دیئے جاتے وہ تو لوٹتے وہ طرف اسکے کہ منع کئے گئے تھے جس سے اور بے شک البتہ وہ جھوٹے ہیں
اور اگر واپس بھیجے جائیں تو پھر وہی کریں جس سے منع کئے گئے تھے اور بے شک وہ ضرور جھوٹے ہیں

تعلق: ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں ان کفار کے دلوں پر پردے اور کانوں میں بوجھ کا ذکر ہوا جن کی وجہ سے وہ ایمان لاتے اب فرمایا جا رہا ہے کہ قیامت میں یہ پردے بھی اٹھ جائیں گے اور کانوں کا بوجھ بھی جاتا رہے گا مگر اس وقت اس سے کچھ فائدہ نہ ہوگا گویا پچھلی آیات میں پردوں کا ذکر تھا ان آیات میں یہ پردے اٹھنے کے وقت کا تذکرہ ہے مبارک ہے وہ جس کے پردے دنیا میں ہی اٹھ جاویں۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں ذکر تھا کہ یہ کفار دنیا میں کسی آیت یا معجزہ پر ایمان نہ لائیں گے اب فرمایا جا رہا ہے کہ یہ دوزخ کا عذاب دیکھ کر ایمان لائیں گے جو قبول نہ ہو گا۔ آج انہیں ہم منتر بے ہیں وہ نہیں مانتے کل قیامت میں یہ ہم کو منائیں گے ہم نہ مانیں گے۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے		کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

تیسرا تعلق: پچھلی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ یہ کفار خود بھی ایمان سے دور رہنے والے اوروں کو روکنے والے ہیں اپنے کو ہلاک کرتے ہیں اب اس ہلاکت کی تفصیل بیان ہو رہی ہے گویا یہ آیت پچھلی آیت کی تفصیل بلکہ تفسیر ہے۔

تفسیر: **ولوتری اذ وقفوا علی النار۔** یہ جملہ نیا ہے اس لئے واو ابتدائیہ ہے **لو** شرطیہ ہے معنی ان تمنا یا آرزو کے نہیں **تری** اس کی شرط ہے اور جزاء پوشیدہ ہے تری یا تو روایت سے ہے یا روایت سے آنکھ سے دیکھنا مراد ہے لہٰذا یہ ایک ہی مفعول چاہتا ہے اس کا مفعول یا تو پوشیدہ ہے یعنی **هم یا حالهم اذ وقفوا** ظرف ہے اور ہو سکتا ہے کہ خود **اذ وقفوا** ہی مفعول ہو **وقفوا** یا تو بنا ہے وقف معنی ٹھہرانے سے یا وقوف معنی اطلاع دینے سے بعض مفسرین نے فرمایا کہ **علی**

النار میں علیٰ بمعنی فی ہے جیسے علیٰ ملک سلیمان میں علیٰ بمعنی فی ہے اور بعض نے فرمایا کہ علیٰ اپنے معنی میں ہے لہٰذا اس جملہ کی دو تفسیریں ہیں حق یہ ہے کہ تری میں خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے یعنی اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ ان کفار کا وہ حال دیکھیں جب انہیں دوزخ کی آگ میں کھڑا کیا جاوے گا وہاں داخل کرکے یا جب انہیں دوزخ میں داخل سے پہلے اس پر کھڑا کیا جاوے گا تاکہ انہیں اپنے داخلہ کا یقین ہو جاوے گا یا جب انہیں دوزخ کی آگ پر معلق کیا جاوے گا اور وہ اس میں جانے کو دیکھ لیں گے اس وقت آگ کا انکار نہ کرسکیں گے یہ انکار اور ماننا اس وقت سب ہے جب تم نے آگ دیکھی نہیں ہے فقالوا یلیتنا نرد ولا نکذب بایات ربنا یہ عبارت جواب ہے اذ وقفوا کا چونکہ اذ ظرفیہ میں شرط کے معنی بھی تھے اس لئے فقالوا پر ف آئی۔ اگرچہ کفار کا آگ پر روکا جانا اور ان کا یہ سب کہنا تمنا کرنا بعد قیامت ہوگا مگر چونکہ یقیناً ہوگا اس لئے اسے ماضی سے ارشاد فرمایا یقینی ہونے والی چیز کو ماضی سے تعبیر کر دیتے ہیں قالوا سے زبانی قول مراد ہے یعنی وہ کفار آپس میں ایک دوسرے سے کہیں گے لیت پر جو یا آتا ہے وہ یا تو ندا اور پکارنے کے لئے ہوتا ہے اور اس کا منادی قوم پوشیدہ ہوتا ہے اور یا تنبیہ کا ہوتا ہے یعنی اے قوم کاش ایسا ہوتا جیسے یا لیتنی کنت ترابا اور نرد سے مراد ہے پھر دنیا کی طرف واپس لیا جانا اور اچھے عقائد اچھے اعمال کا موقعہ مل جانا کیونکہ عمل کی جگہ دنیا ہے آخرت نہیں ولا نکذب یا تو معطوف ہے نرد پر تب واؤ عاطفہ ہے اور یہ بھی تمنا کا جز ہے مگر چونکہ اس تمنا میں وعدہ بھی شامل ہے لہٰذا انہیں جھوٹا قرار دیا گیا یا یہ علیحدہ عبارت ہے اور واؤ ابتدائیہ ہے لہٰذا اس جملہ کی دو تفسیریں ہیں ایات ربنا سے مراد یا تو قرآن کریم کی آیتیں ہیں یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام فرمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے معجزات مراد ہیں کہ یہ سب آیات رب ہیں یعنی کاش ہم دنیا میں لوٹا دیئے جاتے اور وہاں جاکر اب آیات الٰہیہ نہ جھٹلاتے۔ دونوں احتمال درست ہیں (تفسیر کبیر) ونکون من المؤمنین۔ اس پوری عبارت میں تین فعل ہیں نرد۔ لا نکذب۔ نکون تمام قاری اس پر متفق ہیں کہ نرد مرفوع ہے مگر لا نکذب اور نکون کی چند قرأتیں ہیں دونوں کو پیش دونوں کو فتحہ لا نکذب کو پیش اور نکون کو فتحہ ہماری قرأت میں دونوں فعلوں کو فتح ہے ان کو فتحہ ہونے میں بہت گفتگو ہے ہم اس کی صرف دو وجہیں عرض کرتے ہیں ایک یہ کہ ولا نکذب اور نکون کے واو صرف کی جگہ آگئے ہیں یہ دونوں جملے تمنا کا جواب ہیں اور تمنا کے جواب میں ف کے بعد فعل کو فتحہ ہوتا ہے جیسے لو ان لی کرۃ فاکون من المحسنین۔ کیونکہ اس ف کے بعد ان پوشیدہ ہوتا ہے دوسرے یہ کہ یہ دونوں جملے بمعنی حال ہیں اور وہ واؤ حالیہ ہیں جیسے لا تاکل السمک وتشرب اللبن میں تشرب کو فتحہ ہے تفسیر کبیر نے یہی دو وجہیں بیان کیں روح المعانی نے بہت وجوہ بیان فرمائیں لہٰذا معنی یہ ہوئے کہ ہائے کاش ہم لوٹا دیئے جاتے تاکہ ہم آیات الٰہیہ [illegible] اور ہم مومنوں میں سے ہو جاتے یا ہم اس طرح لوٹائے جاتے کہ اپنے رب کی آیتیں نہ جھٹلاتے اور مومنوں میں سے ہو جاتے لہٰذا یہ تینوں فعل تمنا میں داخل ہیں۔ جنہوں نے انہیں علیحدہ جملہ مانا ہے وہ تینوں فعلوں کو پیش پڑھتے ہیں بل بدا لہم ما کانوا یخفون من قبل۔ یہ کلام رب تعالیٰ کا ہے اب کفار کے کلام کی تردید کے لئے اسی واسطے اسے بل سے شروع فرمایا گیا بل ایک چیز کی نفی دوسری چیز کے ثبوت کے لئے آتا ہے مطلب یہ ہے کہ ان کفار کا ابھی کی تمنا ایمان و تمنا قبول کے لئے نہیں ہے بلکہ اس دیکھے ہوئے عذاب سے بچنے کے لئے ہے ایمان وہ قبول ہے جو رضاء الٰہی کے لئے ہو وہ قبول نہیں جو صرف دوزخ سے بچنے کے لئے ہو (تفسیر کبیر و روح المعانی) یا یہ مطلب ہے کہ اب یہ

لوگ مومن نہیں ہو سکتے کیونکہ ایمان تو یہ ہے کہ رب تعالیٰ کی ذات صفات قیامت جنت دوزخ کو نبی کی معرفت سے مانا جاوے اپنی عقل اپنی آنکھوں کے ذریعہ ماننا ایمان نہیں یعنی ایمان بالغیب چاہئے ایمان بالشہادۃ معتبر نہیں اب یہ چیزیں ان لوگوں کو ظاہر ہو گئیں جنہیں انہوں نے آنکھوں سے دیکھ لیا اب یہ مومن کیسے بن سکتے ہیں ایمان تو ہے نبوت پر اور نبوت کو ماننے کا نام ہے کہ نبی پر اعتماد ہو کہ اپنی آنکھوں اپنی عقل پر لہذا ان کا یہ کہنا کہ اگر ہم دنیا میں واپس کر دیئے گئے تو ہم مومن ہو جاویں گے غلط ہے یہ توجیہ بدا لهم سے بالکل مناسب ہے بدا بنا ہے بدو سے جس کے معنی ظاہر ہونے کے ہیں بدا یبدو بداء ما سے مراد کفر ہے قبل سے مراد اس سے پہلے قیامت میں یا پہلے چھپانا ہے یعنی پہلے تو یہ کہتے تھے واللہ ربنا ما کنا مشرکین اللہ کی قسم ہم مشرک و کافر نہ تھے پھر ان کے اعضاء کی گواہی سے ان کا کفر ظاہر ہو گیا تو یہ کہہ رہے ہیں (جلالین صاوی کبیر خازن وغیرہ) بعض نے فرمایا کہ قبل سے مراد دنیا ہے اور چھپانے سے مراد انکار کرنا ہے اور ما سے مراد عذاب ہے یعنی وہ عذاب ظاہر ہو گیا جس کا وہ دنیا میں انکار کیا کرتے تھے یا قبل سے مراد دنیا ہے اب انہیں وہ تبلیغ کریں گے نہ یہ اس تبلیغ سے ایمان لائیں گے۔ بعض نے فرمایا کہ یہاں روئے سخن منافقین کی طرف ہے لہذا ما سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کریمہ ہیں جنہیں وہ دنیا میں لوگوں سے چھپاتے ہیں وہاں آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ ولو ردوا لعادوا لما نهوا عنه۔ یہ نیا جملہ ہے اس لئے واو ابتدائیہ ہے لو تمنا کا نہیں بلکہ شرط معنی نفی کا ہے رد اور عود دونوں میں سے ہونا مگر یہاں وقت مراد ہے پہلی حالت کی طرف واپسی لہذا دونوں میں فرق ہے ما سے مراد وہی بد عقیدگیاں بد عملیاں ہیں جن میں وہ پہلے گرفتار تھے یعنی اگر بفرض محال یہ لوگ پھر دنیا میں واپس کر دیئے جائیں جاویں تو پھر انہیں عقیدوں اور بد عملیوں کی طرف لوٹ جاویں گے جن میں پہلے مبتلا تھے یہ عذاب دیکھنا دوزخ پر کھڑا ہونا ان کے لئے بالکل مفید نہ ہو گا کیونکہ یہ شیطان کی طرح عادی مجرم ہیں وہ بھی سب کچھ دیکھ کر کافر رہے (روح المعانی) نیز یہ دنیا میں جا کر یہ چیزیں جو یہاں دیکھ چکے ہیں بھول جائیں گے۔ جیسے میثاق کے دن کے عہد و پیمان بھول گئے تھے اس وقت تو حضرات انبیاء کرام اور آسمانی کتابوں نے انہیں وہ وعدے یاد دلائے تھے مگر اب دنیا میں نہ تو انبیاء کرام جائیں گے نہ اولیاء اللہ نہ صالحین مومنین پھر انہیں یہ چیزیں یاد کون دلائے گا لہذا بھول کریں گے جو پہلے کرتے رہے ہیں وانهم لكاذبون۔ یہ جملہ نیا ہے اور واو ابتدائیہ ہے ما قبل نہیں اس فرمان میں لعادوا کی دلیل ہے اور وجہ بیان فرمائی گئی اگر لا نكذب اور نكون نہ تھے تب تو ان کا جھوٹا ہونا ظاہر ہے اور اگر وہ بھی تمنا تھے تو چونکہ اس تمنا میں وعدہ تھا اس لئے انہیں جھوٹا کہا گیا بہر حال تمنا تو نہیں جھٹلایا کہ تمنا انشاء ہے۔ انشاء صدق و کذب نہیں ہوتی لیکن اس انشاء میں جو خبر ہے اسے جھٹلایا گیا ہے جیسے کوئی کہے کہ کاش کہ میرے پاس روپیہ ہوتا تو میں تیری مدد کرتا مگر وہ جھوٹا ہے تو میری مدد ہرگز نہ کرتا چونکہ اس تمنا میں مدد کا وعدہ پایا جاتا ہے اس لئے اسے جھوٹا کہا گیا (تفسیر کبیر روح المعانی وغیرہ) اس فرمان عالی کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ جو اب کہہ رہے ہیں کہ ہم دنیا میں دوبارہ جا کر مومن بن جاویں گے بالکل جھوٹ بول رہے ہیں ان کے دل میں یہ ہے کہ کسی صورت میں یہاں سے بچ نکلو دنیا میں اپنے گھروں میں پہنچ جاؤ پھر کون ایمان لاتا ہے اور کون نیک عمل کرتا ہے لہذا یہ اس قول میں جھوٹے ہیں۔

خلاصہ و تفسیر اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی آنکھوں سے اس وقت کا ظاہری نظر دیکھتے تو عجیب نظر دیکھتے کہ یہ کفار اور ضدی منافقین سارے دوزخ پر دوزخ کے کنارے پر کھڑے کئے جائیں گے تو کہیں گے کہ کاش ہم پھر دنیا میں

www.alahazratnetwork.org

واپس لوٹا دیے جائیں ہم اب وعدہ کرتے ہیں کہ اب کبھی بار بار اپنے رب کی آیات یعنی قرآن مجید اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات نہیں جھٹلائیں گے اور ہم رب کے مومن بن جائیں گے۔ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم یہ جھوٹے ہیں یہ دنیا میں دل میں تو ایمان رکھتے تھے مگر رب میں بلکہ ظاہر ہو گیا ان پر جو چیز پہلے دنیا میں انکار کرتے تھے وہ ان کے سامنے [illegible] یہاں سے جھوٹ سے دنیا میں ہی جانے کی آرزو کر رہے ہیں یہ ایسے ضدی بے ایمان ہیں کہ اگر بالفرض محال انہیں دنیا میں واپس بھی بھیج دیا جائے تب بھی یہ انہیں عقائد اور بد عملیوں کی طرف لوٹ جائیں گے جن سے انہیں منع کیا گیا ہے یہ کافر بت پرست ہی رہیں گے یہ حرام خوری میں ہی زندگی گزاریں گے یہ عادی مجرم ہیں جب چھوٹیں گے جرم ہی کریں گے یہ ان وعدوں میں جھوٹے ہیں ایسے عادی مجرموں کی سزا دائمی دوزخ ہی ہے۔

نوٹ: اس آیت کی بہت تفسیریں ہیں ہم نے ان میں سے ایک تفسیر عرض کی باقی پانچ تفسیریں ابھی تفسیر میں عرض کر دیں۔ خیال رہے کہ کافر کو یوں تو ہر وقت ہی ندامت رہے گی مگر چار موقعوں پر خاص طور پر شرمندگی و ندامت ہو گی ایک تو مرتے وقت عذاب کے فرشتے دیکھ کر، دوسرے قبر میں امتحان میں فیل ہو کر تیسرے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقام محمود پر جلوہ گر ہوں گے تب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عالی دیکھ کر۔ چوتھے اس موقعہ پر جو یہاں مذکور ہے مگر پہلے تین موقعوں پر ہر ایک کافر دل میں شرمندہ ہو گا کسی پر اپنی شرمندگی ظاہر نہ کرے گا۔ اس موقعہ پر اس شرمندگی کا اظہار کرے گا گویا پہلی ندامتیں شخصی نوعیت کی تھیں یہ ندامت جماعتی و قومی ہو گی۔ اس کے برعکس مسلمانوں کو ان ہی چار موقعوں پر بڑی ہی خوشی ہو گی حتی کہ مومن کی موت عرس کہی جاتی ہے وہ ہر موقعہ پر اپنا خوشی ظاہر کرنے کی تمنا کرے گا نامہ اعمال ہاتھ میں لے کر لوگوں کو دکھاتا پھرے گا۔

فائدے: اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: کفار کو دوزخ میں پھینکنے سے پہلے دوزخ کے کنارہ پر کچھ وقت کے لئے کھڑا کیا جائے گا۔ یہاں ان سب کا اجتماع ہو گا اور آپس میں بھی ان کی بہت بات چیت ہو گی۔ رب تعالیٰ سے بھی بہت عرض معروض ہو گی پھر اپنے اپنے دوزخی ٹھکانوں میں دھکیلے جائیں گے یہ فائدہ **اذ وقفوا علی النار** کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ: دوزخ میں کفار کبھی کبھی جمع کیے جائیں گے اور اس اجتماع میں وہ اپنی گزشتہ سرکشیوں پر حسرت بھی کیا کریں گے اور دوبارہ دنیا میں جانے کی آرزو بھی کیا کریں گے پھر اپنی اپنی کوٹھڑیوں میں بند کر دیئے جایا کریں گے۔ یہ فائدہ **اذ وقفوا علی النار** کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا۔ **علی** بمعنی **فی** ہے یعنی ان کا جمع ہونا اور الگ الگ ہونا مختلف اوقات میں ہوا کرے گا۔ تیسرا فائدہ: عمل کی جگہ دنیا ہے آخرت جزا کی جگہ ہے نہ کہ عمل کی یہ فائدہ **یلیتنا نرد** سے حاصل ہوا کہ کفار وہاں دنیا میں لوٹائے جانے کی آرزو کریں گے یہ نہ کہیں گے کہ مولیٰ اب ہم ایمان لاتے ہیں اور یہاں ہی نمازیں وغیرہ ادا کرتے ہیں انہیں خبر ہے کہ اس جگہ کسی عمل پر ثواب نہیں بلکہ دوزخ کے اعمال کی بھی جزا نہیں۔ لہٰذا وہ حدیث بھی صحیح ہے کہ بعض قبر والے قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں تلاوت قرآن کرتے ہیں اور وہ حدیث بھی درست ہے کہ بعض قبر والے قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں تلاوت قرآن کرتے ہیں اور وہ حدیث بھی درست ہے کہ مردے اپنے زندوں سے ثواب بخشنے کی آرزو کرتے ہیں کیونکہ خود ان کی اس نماز و تلاوت کا ثواب کوئی نہیں ثواب دنیاوی نماز تلاوت وغیرہ پر

www.alahazratnetwork.org

ہے دیکھو قبر میں سب مومن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرتے ہیں مگر صحابی کوئی نہیں بنتا کیونکہ صحابی' نمازی' غازی بننے کی جگہ دنیا ہے دنیا کی زندگی کو غنیمت جانو جو کرنا ہے کرلو۔

اس دنیا کا ایک ہی پھیرا — مڑ نہیں آنا دوجی وار
جو کرنا ہے کر لے یار — توبہ کرلے ایک ہی بار

چوتھا فائدہ: مرنے کے بعد اس دنیا میں آنے کی آرزو کوئی مسلمان نہیں کرے گا کیونکہ خدا تعالیٰ بخش دے۔ دنیا میں لوٹنے کی تمنا کرنا کفار کا طریقہ ہے یہ فائدہ بھی **نرد** سے حاصل ہوا ہاں حضرات شہداء تمنا کرتے ہیں کہ ہم پھر دنیا میں جا کر جہاد کریں مگر ان دونوں تمناؤں میں بڑا فرق ہے۔ **پانچواں فائدہ:** عادی مجرم کی سزا دنیا میں عمر قید ہے اور آخرت میں دائمی دوزخ یہاں دنیا کی عمر موت پر ختم ہو جاتی ہے مگر آخرت کی عمر کبھی ختم نہ ہوگی مجرم عادی وہ ہے جو جب چھوٹے تب جرم کرے یہ فائدہ **لعادوا لما نهوا** الخ سے حاصل ہوا۔ **چھٹا فائدہ:** عیش و غم' رنج و راحت بد نصیب کی قسمیں نہیں بدل سکتے وہ بد نصیب ہی رہتا ہے یہ فائدہ بھی **لعادوا** الخ سے حاصل ہوا رب تعالیٰ نے فرمایا کہ کفار اگر دوزخ دیکھ کر بھی واپس کئے جاویں تب بھی وہی پرانی حرکتیں کریں گے دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگ مصیبت میں پھنس کر بہت وعدے کرتے ہیں مگر مصیبت جاتے ہی پھر وہی اعمال کرنے لگتے ہیں اللہ تعالیٰ کی توفیق ہے۔

پہلا اعتراض: اس آیت کریمہ میں تین فعل ہیں **نرد' لا نکذب' نکون'** **نرد** کو پیش ہے اور **لا نکذب** کو اور **نکون** کو فتحہ اس کی وجہ کیا ہے معطوف کا حال معطوف علیہ کا سا ہوتا ہے یہاں اختلاف کیوں ہے۔ **جواب:** تفسیر کبیر و روح المعانی وغیرہ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہاں دونوں واؤ صرف کے معنی میں ہیں اور تمنا کے بعد جو ف آتی ہے اس کے بعد ان ناصبہ پوشیدہ ہوتا ہے لہذا ان دونوں فعلوں کو فتحہ ہوا اس کے توجیہات اور بھی ہیں مگر یہ جواب آسان تر ہے۔ **دوسرا اعتراض:** اگر یہ دونوں واؤ معنی ف ہیں عاطفہ نہیں تو مطلب یہ ہوا کہ کفار وہاں تین تمنائیں کریں گے دنیا میں لوٹ کر وہاں جا کر آیات الٰہیہ کو نہ جھٹلائیں وہاں مومنوں میں سے ہوں اور تمنا انشاء کی قسم ہے جس میں سچ جھوٹ کی گنجائش نہیں کہ سچ جھوٹ تو خبر میں ہوتا ہے۔ پھر قرآن مجید میں انہیں جھوٹا کیوں کہا کہ **وانهم لكاذبون**۔ یہ کلام درست کیسے ہوا۔ **جواب:** اس اعتراض کے بھی بہت جواب ہیں آسان تر جواب جو تفسیر کبیر نے دیا وہ یہ ہے کہ اس تمنا میں وعدہ شامل ہے کہ اگر ہم اب دنیا میں پہنچ گئے تو مولیٰ تجھ سے وعدہ کرتے ہیں کہ تیری آیات جھٹلائیں گے نہ افراد میں سے ہو گئے۔ اس ضمنی وعدے کو جھوٹا کہا گیا جس کی مثال ابھی تفسیر میں عرض کی گئی۔ **تیسرا اعتراض:** کفار کے دنیا میں آنے کی تمنا رد کیوں کر دی گئی۔ اگر وہ واپس کر دیئے جاتے اور یہاں آ کر ایمان لے آتے تو اچھا ہی تھا۔ **جواب:** اب ان کے ایمان لانے کی کوئی صورت نہ رہی تھی ایمان کی حقیقت تو یہ ہے کہ نبی تبلیغ فرمائیں ان کی تبلیغ سے بغیر دیکھے لوگ ایمان بالغیب قبول کریں اب یہ چیزیں ان کے لئے غیب نہ رہی تھیں۔ شہادت بن چکی تھیں نیز ان کے ایمان کے لئے حضرات انبیاء کرام بھی دنیا میں بھیجے جانے چاہئیں تھے تاکہ وہ تبلیغ کریں یہ ایسا عالم ہے جو بالکل انقلاب کا باعث ہے کیونکہ یہ دنیا اس وقت ختم کی جا چکی ہوگی اب اگر انہیں دوبارہ یہاں بھیجا ہوتا تو ان کے لئے آسمان زمین چاند سورج بلکہ غذائیں دوائیں بار بار دوبارہ بنائی جاویں تاکہ یہ وہاں زندہ رہ سکیں تو کیا ان کی خاطر ختم شدہ دنیا پھر سے نو آباد کی جاوے یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ **چوتھا اعتراض:** رب تعالیٰ نے یہاں ان کفار کے متعلق فرمایا **ما كانوا يخفون**

www.alahazratnetwork.org

کہ ان کی چھپائی ہوئی چیزیں ظاہر ہو گئیں وہ تو پہلے ہی دنیا میں ظاہر کرتے تھے کھلے کافر تھے۔ پھر آیت بالکل درست ہوئی۔

جواب: مفسرین نے اس اعتراض کے بھی بہت جواب دیئے ہیں ان میں سے آسان جواب یہ ہے کہ **یخفون** بمعنی **یکذ**بون ہے یعنی جن چیزوں کا وہ دنیا میں انکار کرتے تھے وہ چیزیں سامنے آگئیں انکار کو چھپانے سے تعبیر فرمایا گیا ہے جیسے کہ کفر کو کفر اس لیے کہتے ہیں کہ کفر کے معنی ہیں چھپانا لہٰذا آیت واضح ہے۔ **پانچواں اعتراض:** علاوہ یہ ہو سکتا ہے کہ عذاب دوزخ وغیرہ دیکھ کر بھی ان کی ضد باقی رہے وغیرہ کا مشاہدہ اب بھی دنیا میں آ کر کافر ہی رہیں۔ **جواب:** انسان بہت ضد بھولنے والا ہے کافر انسان تو ضدی بھی ہے ضدی آدمی سب کچھ دیکھ کر بھی ضد کرتا ہے۔ جیسا ابلیس نے دوزخ کا عذاب بالتفصیل دیکھا ہے اسے یاد بھی ہے پھر بھی تکبر کرتا ہے مدعی شیطان تو جس میں ضد بھی ہو بھول بھی اس کا کیا پوچھنا۔ **چھٹا اعتراض:** اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ اگلی پچھلی چیزیں نہیں دیکھتیں۔ دیکھو یہاں فرمایا گیا **ولو تری** اگر آپ دیکھتے یا اگر آپ دیکھیں لہٰذا تمہارا یہ خیال کہ نگاہ انبیاء کرام پر کوئی اگلی پچھلی کھلی چھپی چیز پوشیدہ نہیں غلط ہے (وہابی)۔ **جواب:** اس قسم کے اعتراضات کے جوابات بارہا دیئے جا چکے ہیں کہ یہاں ظہور ہے نہ کہ علم ظہور مراد ہے رب تعالیٰ اپنے متعلق فرماتا ہے **ولما یعلم اللہ** ہم نے اب تک نہ جانا حالانکہ وہ علیم و خبیر ہے جس کا علم ظہور ہے۔ حضور شیء موجود کے نہ جاننے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسعت علم کی تحقیق کے لیے ہماری کتاب جاء الحق حلد اول کا مطالعہ فرماؤ وہاں نفیس بحث کر دی گئی ہے۔

تفسیر صوفیانہ: مبارک بندہ وہ ہے جو ہر کام وقت پر کرے وقت نکل جانے کے بعد کف افسوس ملنا اور الٹی سیدھی آرزوئیں کرنا اپنے کو دھوکا دینا ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں۔

اترتے چاند ڈھلتی چاندنی جو ہو سکے کر لے   اندھیرا پاکھ آتا ہے یہ دو دن کی اجالی ہے

ایک اور بزرگ فرماتے ہیں۔

جو کل کرنا ہے آج ہی کر جو آج کرے سو اب کر لے   جب چڑیوں نے چگ کھیت لیا پھر ہووے سے کیا ہووت ہے

اس آیت سے ہم لوگوں کو عبرت لینی چاہئے۔ صوفیاء فرماتے ہیں اللہ کی عبادت میں اپنی غرض کو شامل نہ کرو۔ محض رضاء الٰہی کے لئے کرو۔ جنت کے لئے یا دوزخ سے بچنے کے لئے عبادت کرنا بھی خود غرضی ہے۔ دیکھو شہید دنیا میں واپس آنے کی تمنا کرتے ہیں کہ محبوب ہیں بعد اس کی تمنا کریں گے اور زیادہ مردود ہو گئے اس لئے کہ شہداء یہاں واپس آنا چاہتے ہیں اطاعت الٰہی کے لئے تا کہ آرزو کریں گے۔ محض جنت لینے کے لئے جب تک رحمت الٰہی دستگیری نہ کرے تب تک کوئی بھی انسان نہ راہ راست پر نہیں آ سکتی۔ دیکھو فرعون نے دوزخ کے عذاب اب حضرات انبیاء کرام علیہم اللہ تعالیٰ کے معجزوں پر اسباب دیکھ کر بھی نہ مانا اگر اب بھی دنیا میں جائیں تو کریں گے وہی جو پہلے کرتے تھے کیونکہ رحمت الٰہی سے ان کی دستگیری نہ ہوئی۔ مولانا فرماتے ہیں۔

آں ندامت از نتائج رنج بود   نے ز عقل روشنی چوں گنج بود

چونکہ شد رنج آں ندامت شد عدم   می نیرزد خاک آں توبہ ندم

می کند او توبہ و پیر خرد   بانگ لو ردوا لعادوا می زند

یعنی ان سارے شرمندگی و ندامت تو رنج کی وجہ سے تھی کیونکہ اب اس رنج کی وجہ سے ہی ندامت کا

www.alahazratnetwork.org

عذر بعد میں اس ملامت کی بارگاہ الٰہی میں کوئی قیمت نہیں۔ چونکہ یہ توبہ غرض کی تھی اس لئے اس کا جواب ملا **ولو ردوا لعادوا لما نهوا عنه** [illegible] بارگاہ الٰہی میں اخلاص کی قیمت ہے۔ اخلاص سے خالی کسی عمل کی کوئی قدر و قیمت نہیں اللہ تعالیٰ اخلاص نصیب کرے تو وہ آگ ہے جو گناہوں کو کاٹ ڈالتی ہے مگر اس آگ کے [illegible] اخلاص آنکھوں [illegible] صوفیا فرماتے ہیں [illegible] ایک بات [illegible] ایمان [illegible] ایک [illegible] بعض [illegible] **الا من اكره و قلبه مطمئن بالايمان** اور منافقین کلمہ شہادت پڑھیں تو کافر رہیں [illegible] **ان المنافقين لكذبون** [illegible] بیدار الٰہی کی [illegible] **رب ارنی** تو ان کی محبوبیت میں اور ترقی ہو جاتی ہے بنی اسرائیل یہی تمنا کریں۔ **حتی نری الله جهرة** [illegible] فرق۔ حضرات شہداء [illegible] واپس آنے کی آرزو کریں ان کی آرزو [illegible] فرماتے ہیں۔

[illegible]

وَقَالُوْٓا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ۝ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ

اور کہا انہوں نے نہیں ہے وہ مگر ہماری زندگی دنیاوی اور نہیں ہیں ہم اٹھائے جانے والے اور اگر دیکھیں آپ

اور بولے وہ تو یہی ہماری دنیا کی زندگی ہے اور ہمیں اٹھنا نہیں اور کبھی تم دیکھو جب

وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۭ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۭ قَالَ فَذُوْقُوا

جب ٹھہرائے جائیں گے وہ اپنے رب پر فرمائے گا کیا نہیں ہے یہ حق کہیں گے ہاں قسم ہمارے رب کی فرمائے گا پس

اپنے رب کے حضور کھڑے کئے جائیں گے فرمائے گا کیا یہ حق نہیں کہیں گے کیوں نہیں ہمیں اپنے رب

الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝

چکھو تم عذاب اس وجہ سے کہ تھے تم کفر کرتے

کی قسم فرمائے گا تو اب عذاب چکھو بدلا اپنے کفر کا

تعلق ان آیات کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق** پچھلی آیت کریمہ میں ارشاد ہوا تھا کہ یہ لوگ جس چیز کا دنیا میں انکار کرتے تھے آج قیامت میں وہ ظاہر ہو گئیں اب اس چیز کی تفصیل کی جا رہی ہے کہ وہ دنیا میں اخروی زندگی کے منکر تھے [illegible] پچھلی آیت کریمہ کی تفصیل ہے۔ **دوسرا تعلق** پچھلی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ اگر یہ دنیا میں لوٹا دیئے جائیں تو پھر وہی کریں جس سے انہیں منع کیا گیا اب اس کی شرح ہو رہی ہے کہ وہ کیا ہی کہیں گے کہ اخروی زندگی کوئی چیز نہیں زندگی صرف دنیاوی ہے یعنی اس اخروی زندگی کو دیکھ کر جائیں پھر بھی انکار کریں گے۔ دنیا میں دوبارہ پہنچ کر یہی کہیں گے کہ قیامت وغیرہ کچھ نہیں جو کچھ ہم نے دیکھا وہ نظر بندی تھی [illegible] جیسے یہ لوگ

آپ کے معجزات کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ یہ معجزے نہیں جادو اور نظر بندی ہے ہم نے جو کچھ قیامت وغیرہ میں دیکھا وہ ایک خواب و خیال تھا قیامت وغیرہ کچھ نہیں گویا **لعادوا** کی شرح یہ آیت کریمہ ہے۔ **تیسرا تعلق** پچھلی آیت کریمہ میں ارشاد ہوا کہ وہ کفار جھوٹے ہیں اب ان کا جھوٹ بتایا جا رہا ہے کہ ان کے عقیدے بھی جھوٹے ان کے کلام بھی جھوٹے غرضیکہ یہ آیت اس آیت کی تفصیل ہیں۔

تفسیر **وقالوا ان ھی الا حیاتنا الدنیا** ۔ یہ عبارت یا تو نیا جملہ ہے اور واؤ ابتدائیہ ہے یا یہ معطوف ہے **لعادوا** پر اور واؤ عاطفہ ہے لہذا اس جملہ کی دو تفسیریں ہیں۔ قول سے مراد یا تو منہ سے بولنا ہے یا دل سے اعتقاد رکھنا اعتقاد کو قرآن کریم نے بہت جگہ قول فرمایا ہے اس کا فاعل وہ کفار ہیں جو قیامت کے منکر ہیں بہت کفار قیامت کے قائل ہیں وہ یہاں مراد نہیں۔ **ان** شرطیہ نہیں بلکہ نافیہ ہے بمعنی نہیں ہے **ھی** کا مرجع حیات ہے جو **حیاتنا** سے معلوم ہو رہا ہے۔ عربی میں ضمیر ادھر لوٹائی جا سکتی ہے جو قریب معلوم ہو رہا ہے مرجع کا مذکور ہونا ضروری نہیں معلوم ہونا ضروری ہے۔ خواہ پہلے سے معلوم ہو یا ابھی معلوم ہو رہا ہے۔ بعض مفسرین نے **ھی** کو ضمیر قصہ مانا مگر یہ درست نہیں کیونکہ ضمیر قصہ یا ضمیر شان کے بعد جملہ ہونا ضروری ہے جیسے **قل ھو اللہ احد** میں ہے (روح المعانی) یہ تحقیق خیال میں رہے دنیاوی زندگی وہ ہے جو ماں کے پیٹ اور قبر کے درمیان ہو اس زندگی کے دو حصے ہیں ایک تکلیفی دوسرا غیر تکلیفی بچپن نیند بے ہوشی غیر تکلیفی زندگی ہے عقل بلوغ بیداری کی زندگی تکلیفی زندگی ہے جس میں انسان شرعی احکام کا مکلف ہوتا ہے دنیاوی زندگی محسوس ہے اخروی زندگی غیب ہے اس پر ایمان لانا ضروری ہے اس کا انکار کفر ہے یہاں کفار نے اس کا انکار کیا ہے **وما نحن بمبعوثین** یہ جملہ مستقل ہے جو پہلے جملہ کی تفسیر کر رہا ہے۔ **مبعوث** بنا ہے **بعث** سے بمعنی اٹھنا اس اٹھنے سے مراد قبر سے اور قیامت میں اٹھنا ہے یعنی مرنے کے بعد ہم حساب و کتاب کے لئے نہیں اٹھائے جائیں گے **نحن** سے مراد ساری نوع انسان ہے نہ کہ صرف کفار **ولو تری اذ وقفوا علی ربھم** ۔ اس جملہ میں کفار کی مذکورہ بدعقیدگی کے انجام کا ذکر ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ **تری** میں خطاب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور رویت سے مراد آنکھ کا دیکھنا ہے **وقفو** بنا ہے یا تو وقف سے بمعنی ٹھہرانا کھڑا کرنا یا وقوف سے بنا بمعنی اطلاع دینا اسی سے ہے واقفیت پہلی صورت میں **علی ربھم** سے **علی حضور ربھم** مراد ہے۔ دوسری صورت میں کچھ پوشیدہ ماننے کی ضرورت نہیں یعنی اگر تم وہ وقت دیکھو جب یہ کفار اپنے رب کی حضور پیش کئے جائیں گے یعنی خوشی خوشی پیش نہ ہوں گے بلکہ پولیس کے ملزم کی طرح بذریعہ ملائکہ کے تم پیش کئے جائیں گے مومنین بخوشی حاضر ہوں گے یا اپنے رب پر مطلع کئے جائیں گے انہیں رب کی قدرت کا مشاہدہ ہوگا (تفسیر روح المعانی) اس صورت میں مطلب یہ ہے کہ کفار دنیا میں رب تعالیٰ کو صحیح طور پر نہ جان سکے تھے کیونکہ انہوں نے رب کو اپنی عقل سے جانا تھا اس کی ذات و صفات عقل سے وراء ہیں مومنین نے چونکہ رب تعالیٰ کو نبی کی معرفت سے جانا تھا اس لئے وہ پہلے ہی سے رب تعالیٰ سے واقف تھے کفار آج واقف ہو گئے۔ رب تعالیٰ رب العالمین بھی ہے رب انبیاء کرام بھی رب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اور رب المومنین بھی ہے رب کافرین بھی اپنے دشمنوں کو ان کی دشمنی و نافرمانی کے باوجود پرورش فرماتا ہے انہیں روزی دیتا ہے دنیا میں کوئی اپنے دشمن کو نہیں پالتا اس آخری معنی کے لحاظ سے یہاں **ربھم** فرمایا یعنی ان کافروں کا رب جس نے انہیں کفر و نافرمانی کے باوجود پالا۔ **قال الیس ھذا بالحق** پچھلے جملہ کا **وقفوا** اور اس جملہ کا **قال** اگرچہ ماضی ہیں مگر معنی مستقبل ہیں قال

www.alahazratnetwork.org

یعنی کلام رب تعالیٰ نے بلاواسطہ ان سے یہ کلام فرمانے گایا فرشتوں کے ذریعہ یہ سوال اظہار غضب کے لئے ہوگا۔ **ھذا** سے مراد وقوع قیامت حساب و کتاب اخروی زندگی ہے جس کے یہ کفار دنیا میں منکر تھے اور ہو سکتا ہے کہ **ھذا** سے اشارہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یا مقام محمود کے انعام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ان سب کو دکھا کر فرمایا جاوے گا کہ بولو یہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حق ہیں یا نہیں۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا ہر کام ہر فعل برحق ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حق فرمایا ہے۔ قرآن کریم نے بہت جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حق فرمایا یعنی رب تعالیٰ بطور عتاب ان سے پوچھے گا کہ بولو یہ قیامت یا جنت جن کے تم منکر تھے حق ہیں یا نہیں۔ یہ جو آئے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم برحق ہیں یا نہیں **قالوا بلی وربنا** یہ ان کا جواب ہے جس میں قسمیہ اقرار ہے کہ یہ سب کچھ حق ہے یعنی عرض کریں گے کہ ہاں اے رب تیری قسم یہ سب کچھ حق ہے ہم پہلے غلطی پر تھے **قال فذوقوا العذاب** یہ رب تعالیٰ کا فرمان ہے جس میں ان کی سزا سنائی گئی ہے۔ **فذوقوا** میں **ف** سببیہ ہے **ذوقوا** بنا ہے **ذوق** سے بمعنی چکھنا برداشت کرنا چونکہ کفار کو ہمیشہ وہی تکلیف محسوس ہوتی رہے گی جو اول محسوس ہوئی یہ نہ ہوگا کہ عذاب کی تکلیف پہلے تو زیادہ محسوس ہو بعد میں عادت پڑ جانے پر آسان ہو جاوے اس لئے اسے ذوق یعنی چکھنا فرمایا چکھو یعنی برداشت کرو عذاب سے مراد دائمی عذاب ہے جو کفار کے لئے خاص ہے یا الٹے ہوئے ہوئی کا عذاب یا سخت عذاب بہر حال یہ عذاب اور نوعیت کا ہے جو گنہگار مسلمانوں کو عذاب اور نوعیت کا ہوگا اسی لئے ارشاد ہوا **بما کنتم تکفرون** اس عبارت میں فرد جرم کا ذکر ہے اس میں **ب** سببیہ ہے اور **ما** مصدریہ یعنی اپنے کفر کرنے کی وجہ سے سزا پاؤ چونکہ کفر کرنے کی جگہ دنیا تھی آخرت میں یہ سب لوگ مومن ہی بن جاویں گے اور سزا کی جگہ آخرت ہے نیز کفار نے بہت ہی قسم کے کفر کئے تھے اور کفر پر مرتے دم تک قائم رہے تھے اس لئے **کنتم تکفرون** ماضی استمراری ارشاد ہوا اس طرح فرمانے میں بھی سخت عتاب کا اظہار ہے۔

خلاصہ تفسیر: یہ لوگ عذاب قیامت دیکھ کر جو کہہ رہے ہیں کہ ہم کو دنیا میں واپس لوٹا دیا جاوے تو ہم اپنے رب کی آیات الہیہ نہ جھٹلائیں اور ہم مومنین میں سے ہو جائیں محض یہ جھوٹے ہیں اگر اب بھی یہ دنیا میں بالفرض محال لوٹا دیئے جاویں تو حسب عادت کریں اور قیامت جنت دوزخ وغیرہ کو دیکھنے کے بعد بھی یہ ہی کہیں گے کہ ہماری صرف ایک ہی زندگی ہے وہ یہ زندگی دنیاوی اس کے سوا اور کوئی زندگی نہیں نہ قبر برزخی زندگی جب یہ ہے تو ایمان کیوں لائیں اور نیک اعمال کیوں کریں ان کا برا حال ہوگا جب یہ لوگ بھی اپنے رب کے حضور کھڑے کئے جاویں گے اور کہیں گے کہ جو کچھ ہم نے قیامت وہاں کا حساب کتاب وغیرہ دیکھا وہ خواب

> کہ تھا جس کی حقیقت کچھ نہیں تھی۔ آپ بھی وہ نظارہ دیکھیں جب یہ لوگ اپنے رب کے حضور کھڑے کئے جاویں
> کی ذات و صفات پر واقف ہو مطلع کئے جاویں گے اس وقت رب تعالیٰ عتاب و غضب فرماتے ہوئے فرمائے گا کہ بولو کیا
> اخروی زندگی یہاں کے ثواب و عذاب حق نہیں یا یہ رسول برحق نہیں جن کی شان تم نے اپنی آنکھوں سے مقام
> ... دیکھ لیں گے کہ رب کی قسم ہاں ہاں بالکل برحق ہے اب ہم مان گئے تب رب تعالیٰ فرمائے گا کہ اب مان لینے سے کیا
> نتیجہ میں اپنے کفر و بد عملیوں کی سزا بھگتو اور اس سزا کا مزہ خوب اچھی طرح چکھو۔

ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ: ضدی کیسے ہی کچھ دیکھ لے نہیں مانتا عادی سے جاتا ہے اپنی بات

www.alahazratnetwork.org

تیسرا فائدہ **وقالوا** کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ جب کہ یہ **لعادوا** پر معطوف ہو اللہ تعالیٰ ضد سے بچائے رکھے۔ انسان کی تین زندگیاں ہیں دنیاوی زندگی جو ماں کے پیٹ اور قبر کے درمیان ہے۔ برزخی زندگی جو موت سے نفخہ صور تک ہے۔ اخروی زندگی جو صور کے دوسرے نفخہ سے ابد الآباد تک ہے۔ منکرین قیامت صرف مانتے ہیں۔ یعنی دنیاوی باقی دو زندگیوں کے منکر ہیں یہ انکار کفر ہے یہ وہ **وقالوا ان هی** کی دوسری تفسیر ہے کہ یہ دنیا کا تعلق ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ رب تعالیٰ ہم سے اعمال کرائے اور ان کا اجر و ثواب نہ دے۔ کریم کسی کی محنت نہیں مارتا۔

ورثی ہندوستان کے ہندو مشرکین اعمال کی سزا و جزا کے تو قائل ہیں مگر دنیا ہی میں اس طرح کے مجرم لوگ بعد انتقال غیرہ بن کر آتے ہیں اور یہاں دھکے کھاتے ہیں موجودہ تمام جانور پہلے انسان ہی تھے جو اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے اس روپ میں آئے ہیں یہ عقیدہ عقلاً نقلاً ہر طرح باطل ہے۔ یہ ماننا کفر ہے دنیا دار العمل ہے آخرت دار الجزاء ہے فیصلہ کے لئے قیامت اور سزا و جزا کے لئے دوزخ و جنت ہی ہو سکتے ہیں۔ دنیا نہ فیصلہ ہے نہ سزا و جزا کی جگہ قیامت میں سارے انسانوں کی زندگیاں بھی ختم ہو چکی ہوں گی اور ان کے سارے اعمال بھی ان کے سب اعمال کا فیصلہ اس دن ہونا چاہئے نیز دنیا میں کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں خالص نیک کاروں کو جزا دی جاوے کیونکہ یہاں کا ہر آرام تکلیف سے مخلوط ہے نیز دنیا کے موجودہ جانوروں کو نہ تو یہ خبر ہے کہ ہم پہلے انسان تھے نہ یہ خبر ہے کہ یہ آرام تھے اب یہ تکالیف ہیں تو پھر انہیں سزا کیا ہوئی لہذا مشرکین ہندو کا تناسخ کا عقیدہ غلط ہے۔ **تیسرا فائدہ** کسی چیز کا سوال اس کی بے علمی کی دلیل نہیں کبھی سوال اظہار غضب یا مجرم سے اقرار کرانے کے لئے ہوتا ہے یہ فائدہ **الیس هذا** سے حاصل ہوا۔ **چوتھا فائدہ** اچھے عقیدے اچھے اعمال اگر دنیا میں اختیار کئے جاویں تب ان کا ثواب ہے آخرت بلکہ علامات موت دیکھ کر سب کچھ اختیار کرنا بالکل بیکار ہے کیونکہ غیب پر یقین کر کے یہ کام کرو تو مفید ہیں اپنی آنکھ سے دیکھ کر ماننا تو بے کار ہے یہ فائدہ **قال بلی وقوا العذاب** سے حاصل ہوا کہ وہ لوگ قیامت وغیرہ کا اس وقت اقرار کریں گے دوزخ میں۔ **پانچواں فائدہ** کفار کے ناسمجھ بچے جو بچپن میں فوت ہو گئے وہ دوزخ میں نہ جائیں گے یہ **ما کنتم تکفرون** سے حاصل ہوا۔ دوزخ بد عقیدگی یا بد عملی کی سزا ہے وہ نہ بد عقیدہ تھے نہ بد عمل انہیں نہ وقت ملا نہ عمل کا۔

پہلا اعتراض: یہاں فرمایا گیا کہ کفار رب تعالیٰ پر پیش کئے جاویں گے مگر دوسری آیت میں ہے کہ وہ رب تعالیٰ سے حجاب میں ہوں گے دیدار الٰہی ان کو میسر نہ ہو گا **کلا انهم عن ربهم یومئذ لمحجوبون**۔ دونوں آیتوں میں تعارض ہے۔

جواب: یہاں اس آیت میں رب تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے کا ذکر ہے یہ پیشی بے حجابانہ نہ ہو گی بلکہ حجاب میں ہو گی لہذا یہ آیت اس آیت کے خلاف نہیں رب تعالیٰ کا دیدار تو جنت کی نعمت ہے دنیا میں بھی بہت دفعہ مجرم حاکم کے سامنے پیش ہوتے ہیں مگر سامنے نہیں لائے جاتے اور اگر یہاں **وقفوا** وقوف بمعنی اطلاع ہے تو پھر تو اس سوال کی گنجائش ہی نہیں اور ہو سکتا ہے کہ انہیں رب کا دیدار ہو مگر رحمت و کرم کے ساتھ نہیں بلکہ قہر و غضب کے ساتھ مشکوٰۃ شریف باب الحساب و القصاص کی پہلی فصل میں جو حدیث بروایت مسلم ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن کفار سے بھی رب تعالیٰ ملاقات فرمائے گا۔

www.alahazratnetwork.org

قال ملقی العبد فیقول لے فلاں اس صورت میں آیت کریمہ انہم عن ربہم لمحجوبون کا مطلب یہ ہو گا کہ وہ دوزخ میں رب کے دیدار سے محروم ہوں گے یا قیامت میں رحم و کرم والے دیدار سے محروم ہوں گے۔ **دوسرا اعتراض**۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ کفار سے کلام فرمائے گا مگر دوسری آیت میں ہے **ولا یکلمہم اللہ** رب تعالیٰ ان سے کلام نہ کرے گا۔ ان آیات میں تعارض ہے۔ **جواب**۔ تمہاری پیش کردہ آیت میں کلام سے مراد رحم و کرم اور محبت کا کلام ہے وہاں اس کی نفی کی گئی ہے اور یہاں اس آیت میں غضب و قہر کے کلام کا ثبوت ہے لہٰذا آیات میں تعارض نہیں رب تعالیٰ ان سے محبت و کرم کا کلام نہ کرے گا قہر و غضب کا کلام کرے گا۔ **تیسرا اعتراض**۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ عذاب صرف کفر پر ہو گا کہ فرمایا گیا **ہذا الذی کنتم بہ تکذبون** تو کیا مسلمان کیسا ہی گناہ کریں ان سے کچھ نہ کہا جاوے گا انہیں ہر جرم کی اجازت ہے (آریہ) **جواب**۔ یہاں عذاب سے مراد سخت تر اور دائمی ہمیشہ کا عذاب ہے وہ صرف کفر ہی پر ہو گا۔ **العذاب** میں الف لام عہدی ہے مسلمان گنہگاروں کو عذاب ہوا تو عارضی اور ہلکا ہو گا لہٰذا آیت کریمہ واضح ہے۔ **چوتھا اعتراض**: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ کفار کو صرف کفر کا عذاب ہو گا اعمال اور گناہوں پر عذاب نہ ہو گا چاہئے تو یہ کہ انہیں کفر کا اور گناہوں پر عذاب ہو۔ **جواب**۔ اس کا جواب ابھی تیسرے اعتراض کے جواب میں گزر گیا کہ یہاں دائمی عذاب اور سخت عذاب کا ذکر ہے۔ جو کفر پر ہو گا اس کے گناہوں کے عذاب کا ذکر دوسری آیات میں ہے لم نک من المصلین ولم نک نطعم المسکین بہر حال آیات درست ہیں کسی اعتراض کی گنجائش نہیں۔

تفسیر صوفیانہ۔ جو بدنصیب رب کے ہاں سے محروم ہے وہ ایمانی چیزوں کو آنکھوں سے دیکھ کر بھی نہیں مانتا اس کی آنکھیں اس کے نوشتہ تقدیر کو نہیں بدل سکتیں ابلیس نے سارا کارخانہ غیب ہزاروں سال تک آنکھوں سے دیکھا مگر کافر رہے گا اسی کا نتیجہ ہے کہ اگر یہ شقی ازلی قیامت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر دنیا میں واپس جائیں تب بھی وہاں جا کر یہی کہیں کہ نہ قیامت ہے نہ وہاں انعام صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ اللہ کی ربوبیت سب کو پہنچتی ہے مگر اس کی معرفت ہر ایک کو حاصل نہیں ہوتی یہ کسی کسی کو نصیب ہوتی ہے آخرت میں ظاہری معرفت سب کو ہو جاوے گی مگر وہ معرفت کام نہ آوے گی معرفت الٰہی وہ مفید ہے جو دنیا میں ہو اسی لئے ارشاد ہوا **اذ وقفوا علی ربہم** وہ کفار اپنے رب کے حضور ٹھہرا دیئے جاویں گے اور پھر کہا جاوے گا کہ چکھو عذاب صوفیاء فرماتے ہیں کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کفار بھی پیش ہوں گے۔ مومنین بھی گنہگار بھی صالحین بھی اولیاء اللہ بھی حضرات انبیاء کرام بھی مگر ان کی حیثیتوں میں بہت فرق ہو گا۔ کچہری میں حاکم کے سامنے مدعی بھی پیش ہوتا ہے ملزم بھی گواہ بھی اور وکیل و بیرسٹر بھی کچہری ایک ہے حاکم ایک ہے پیشی کی جگہ ایک ہے مگر پیش ہونے والوں کی حیثیتیں مختلف ہیں کفار ایسے پیش کئے جائیں گے جیسے پھانسی کے ملزم کو پولیس پیش کرتی ہے۔ مومنین ایسے پیش ہوں گے جیسے یار اپنے محبوب کے سامنے پیش ہو۔ ملاقات کے لئے قرآن کریم فرماتا ہے **یوم نحشر المتقین الی الرحمن وفدا و نسوق المجرمین الی جہنم وردا** یہاں **وفدا** فرما کر یہ بتایا کہ وہ خوشی خوشی حاضر ہوں گے انہیں فرشتے جراً ہانکتے ہوئے پیش کریں گے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ **الیس ہذا بالحق** میں ہذا سے اشارہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے یعنی بتاؤ یہ محبوب برحق ہیں یا نہیں اس صورت میں حق کے مقابل باطل ہے۔ جھوٹ باطل ہے سچ حق ہے یا

www.alahazratnetwork.org

متصل ہے زائل معنی چیز زائل ہے باقی چیز حق ہے یا حق رب تعالیٰ کا نام ہے چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول و فعل برحق ہے لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم حق ہیں ہمارے اعمال افعال مخلوط ہیں لہٰذا ہم حق نہیں نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کلام ملک کسی ادا کو رنانہ مٹنے سکے نہ مٹ سکے گا لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم حق ہیں جیسے دوسرے مکانات پر لوگ اپنی ملکیت کا دعویٰ بھی کرتے ہیں اور ان میں مختلف اعمال کے لیے بناتے ہیں۔ مگر مسجد پر کسی کا دعویٰ نہ کسی کے دنیاوی کام کے لیے وہ تو وہاں سب ایک حق ہیں۔ مدینہ پاک یا مشیت نبوی کسی کا حق نہیں ہے اسی طرح مختلف جھوٹے سے بنے ہیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وہ ہے جسے حق تعالیٰ نے اپنے لیے خاص فرمالیا۔ آپ کا ہر عضو اللہ کے لیے ہے لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم حق ہیں حق والے ہیں اسی لئے آپ کا نام ہے مصطفیٰ یعنی رب کے چنے ہوئے (صلی اللہ علیہ وسلم)

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا

یقینا نقصان میں رہے وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا اللہ سے ملنے کو حتی کہ جب آئے گی ان کے پاس قیامت اچانک کہیں

بیشک ہار میں رہے وہ جنہوں نے اپنے رب سے ملنا جھٹلایا یہاں تک کہ جب ان پر قیامت اچانک آگئی بولے ہائے

عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ۝

کے ہائے حسرت ہماری اوپر اس کے جو کوتاہی کی ہم نے اس میں اور وہ اٹھائیں گے بوجھ اپنے اپنی پیٹھوں کے خبردار

افسوس ہمارا اس پر کہ اس کے ماننے میں ہم نے تقصیر کی اور وہ اپنے بوجھ اپنی پیٹھ پر لادے ہوئے ہیں ارے

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ

برا ہے وہ جو اٹھاتے ہیں اور نہیں ہے زندگی دنیاوی مگر کھیل اور کود اور البتہ آخری گھر بہتر ہے واسطے ان لوگوں کے

کتنا برا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں اور دنیا کی زندگی نہیں مگر کھیل کود اور بیشک پچھلا گھر بھلا ان

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

جو ڈرتے ہیں تو کیا نہیں عقل رکھتے وہ لوگ

کے لئے جو ڈرتے ہیں تو کیا تمہیں سمجھ نہیں

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیت کریمہ میں رب تعالیٰ نے غافل دنیاوی لوگوں کا ذکر فرمایا کہ قیامت کو وہ کہیں گے کہ دنیا میں کیوں بھی ان کا انکار کرتے اب ان کی اس ندامت کا انجام دنیا ہے کہ یہ لوگ وہاں خسارے میں ہیں نور پر ہیں یعنی کہ بغیر ایمان کے نہ رحمت الٰہی کا ذریعہ ہے۔ **دوسرا تعلق** پچھلی آیات کریمہ میں حال رب کی بارگاہ میں پیشی اور اس وقت ان کی حسرت کا ذکر تھا اب ان کے عذاب کا ذکر ہے یعنی حسرت و ندامت روحانی عذاب ہے اور آئندہ میں جو عذاب ہوگا وہ جسمانی عذاب ہے یعنی روحانی عذاب کے بعد جسمانی عذاب کا ذکر ہے۔ **تیسرا تعلق** پچھلی آیات کریمہ میں کفار کی اخروی زندگی کا ذکر ہوا۔ اب ان کی دنیاوی زندگی کی بیہودگی کا ذکر ہے کہ انہوں نے اس زندگی کو کھیل

سمجھا۔

www.alahazratnetwork.org

تفسیر **قد خسر الذین کذبوا بلقاء اللہ** چونکہ کفار اپنے کفر و بدعقیدگی کو اپنی کامیابی سمجھتے تھے ایمان کو نقصان دہ سمجھتے تھے اور واقعہ میں معاملہ برعکس ہے۔ اس لئے اس مضمون کو قد سے شروع فرمایا کہ وہ لوگ اس مضمون کے منکر تھے۔ خسر بنا ہے **خسران** سے خسران وہ نقصان ہے جس میں اصل پونجی بھی برباد ہو جاوے کافر کفر کر کے اپنی زندگی کو بالکل ہی برباد کر لیتا ہے۔ اس لئے وہ خسارہ میں ہیں ہر انسان تاجر ہے۔ زندگی کے عوض اعمال کما رہا ہے۔ جس کی زندگی ختم ہے۔ رب وہ اچھے عمل بنتے ہیں اس لئے خسارہ ارشاد فرمایا گیا۔ بہت موزوں ہے اگرچہ پچھلی آیت میں کفار کا ذکر ہو چکا ہے اس لئے یہاں ضمیر کی گنجائش تھی مگر چونکہ خسارہ و نقصان کی وجہ بتانا مقصود ہے اس لئے بجائے ضمیر کے اسم موصول **الذین** الخ ارشاد ہوا کہ پتہ لگے کہ ان کے خسارہ کی وجہ رب کا جھٹلانا ہے۔ **کذبوا** بنا ہے تکذیب سے تکذیب یا تو مبالغہ کے لئے ہے یا ہمیشگی بتانے کے لئے یعنی ہر طرح جھٹلایا عقیدے سے قول سے عمل سے یا مرتے وقت تک جھٹلاتے رہے **لقاء اللہ** سے مراد قیامت میں اللہ اس کی بارگاہ میں پیش کرنا ہے نہ کہ عزت و احترام سے ملاقات کرنا کفار کو یہ عزت کہاں نصیب سلطان سے اس کا خاص وفادار ملازم بھی ملتا ہے مگر عزت کے ساتھ مجرم باغی بھی پیش ہوتا ہے مگر ذلت و خواری کے ساتھ بعض مفسرین نے عذاب یا قہر پوشیدہ مانا ہے **بلقاء عذاب اللہ یا بلقاء قہر اللہ**۔ مگر پہلی بات بہت قوی ہے یعنی پورے پورے نقصان میں رہے۔ وہ جنہوں نے قیامت کے دن بارگاہ الٰہی میں پیش ہونے کا انکار خوب اچھی طرح کیا یا مرتے وقت تک انکار کرتے رہے اسی انکار پر مر گئے **حتی اذا جاء تھم الساعۃ بغتۃ**۔ یہاں حتی انتہاء کے لئے ہے اور انتہاء جھٹلانے کی مراد ہے نہ کہ نقصان و خسارہ کی ساعت سے مراد قیامت صغریٰ ہے یعنی ان کی موت چونکہ موت کی حقیقت ہے سانس کا بند ہو جانا روح کا جسم سے نکل جانا یہ "آنا" "فانا" ہو گا بیماریاں وغیرہ اسباب موت ہیں نہ کہ موت اس لئے موت کو ساعت فرمایا گیا اس صورت میں مطلب بالکل واضح ہے کہ کفار قیامت وغیرہ کا انکار موت سے پہلے پہلے کرتے ہیں موت آتے ہی سب کچھ مان لیتے ہیں مگر یہ ماننا معتبر نہیں ہو سکتا ہے کہ **حتی** اس نے خسارہ کے انتہاء بیان کرنے کے لئے ہو کہ کمائی کا زمانہ زندگی ہے۔ انسان زندگی میں اچھے برے جیسے اعمال چاہے کمائے مرتے ہی کمائی ختم ہو گئی اب اس کے نتیجہ دیکھنے کا وقت آ گیا اب بھی معنی ظاہر ہیں ممکن ہے کہ **حتی** نقصان کی انتہاء بیان کرنے کے لئے ہو اور ساعت سے مراد قیامت ہو کہ قیامت تک نقصان میں رہے کہ زندگی میں نیک اعمال نہ کئے بعد مرگ کسی نے انہیں ایصال ثواب نہ کیا قیامت میں خسارہ کا انجام دیکھ لیا غرضکہ اس جملہ کی تین تفسیریں ہیں۔ رب تعالیٰ نے ابلیس سے فرمایا **ان علیک لعنتی الی یوم الدین** قیامت کا دن ابلیس کی ایک لعنت کی انتہاء ہے اور دوسری لعنت کی ابتداء یوں ہی کفار کا نقصان ہے مومن کے تینوں حال کفار سے جداگانہ ہیں مومن زندگی میں ہر دفعہ سے فائدہ اٹھاتا ہے ہر موسم میں اپنی زندگی سے نعمت کے الگ پھل توڑتا ہے تندرستی کے موسم میں وہ عابد ہوتا ہے بیماری کے موسم میں تائب ہوتا ہے امیری کے زمانہ میں وہ سخی ہوتا ہے شاکر ہوتا ہے غریبی کے موسم میں وہ قانع ہوتا ہے مصیبتوں میں صابر ہوتا ہے غرضکہ جیسے اچھی زمین ہر موسم میں الگ پھول پھل دیتی ہے ایسے ہی مومن کی زندگی پر مختلف موسم آتے ہیں وہ ہر موسم سے فائدہ اٹھاتا ہے اور مختلف مختلف قسم کے پھل کھاتا ہے۔ امام حسین نے کربلا کے میدان میں اپنی کھیتی سے صبر و رضا کے کیسے اعلیٰ پھل لئے اور مومن بعد مرگ بھی رحمت سے محروم نہیں رہتا اس کی اولاد قرابت دار مومن اسے نیک اعمال کا ثواب بھیجتے رہتے ہیں وہ قیامت تک نفع میں ہی رہتا ہے کافر ان سب باتوں سے محروم ہے غرضکہ جیسے اچھی زمین سردی گرمی بہار خزاں کے موسموں میں مختلف پھل

www.alahazratnetwork.org

دیتی ہے ایسے ہی مومن کا باغ امیری موسمی وغیرہ، موسموں کے مختلف پھل دیتا ہے پھر مومن کھجور کے درخت کی طرح خزاں سے محفوظ اس کے پتے کبھی نہیں جھڑتے اس کا پھل ہمیشہ رہتا ہے۔ احادیث! مومن کے کلمہ کی جڑ زمین میں شاخیں آسمان میں پھل ہمیشہ اقرآن۔ خیال رہے کہ قیامت کے بہت نام ہیں ان میں سے ایک نام ساعت بھی ہے بمعنی گھڑی چونکہ قیامت کی ابتداء معمولی سی گھڑی میں ہوگی یا اس دن حساب و کتاب ساری خلقت کا صرف گھڑی بھر میں ہوگا **ان اللہ سریع الحساب** یا اتنا دراز دن اللہ کے مقبول بندوں کو گھڑی بھر کا محسوس ہوگا ان وجوہ سے اسے ساعت کہا جاتا ہے اگرچہ علامات قیامت صدیوں پہلے سے ظاہر ہوں گی مگر قیامت کی آمد اچانک ہوگی جبکہ خلق بالکل بے خبر اپنے کام دھندے میں مشغول ہوگی اس لئے ارشاد ہوا **بغتۃ**۔ خیال رہے کہ بغتۃ مصدر ہے۔ بغت۔ بغتت کا بغت کے لغوی معنی ہیں کسی چیز کا اچانک آجانا یہاں سے اس کی آمد کا گمان نہ ہو یہاں **بغتۃ یاتۃ مجھتا** پوشیدہ مصدر کی صفت ہے تو مفعول مطلق ہے یا حال ہے (روح المعانی وغیرہ) **قالوا یحسرتنا** یہ عبارت اذا کی جزا ہے **قول** سے مراد زبانی قول ہے اس کا فاعل وہی خسارے والے کفار ہیں کسی اچھے کام کے نہ کرنے پر یا برے کام کے کر لینے پر جو انتہائی درجہ کی ندامت و شرمندگی ہوتی ہے اسے حسرت کہا جاتا ہے اس شرمندگی و ندامت کو پکارنا اظہار حسرت کے لئے ہوتا ہے یعنی اور تو کوئی ہمارا مددگار ہے نہیں اے شرمندگی تو ہی آجا کہ تیرے سواء ہمارا کوئی نہیں یا یہ پکارنا نہیں بلکہ نوحہ ہے جیسے ہائے مصیبت ہائے غم۔ **علی ما فرطنا فیہا**۔ **علی** کا تعلق حسرت سے ہے **ما** مصدریہ ہے **فرطنا** بنا ہے تفریط سے جس کا مادہ فرط ہے بمعنی ارادہ" آگے بڑھنا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **انا فرطکم علی الحوض** ہم بچوں کی نماز جنازہ میں پڑھتے ہیں **اللھم اجعلہ لنا فرطا** افراط کے معنی ہیں حد سے آگے بڑھ جانا تفریط کے معنی ہیں آگے بڑھنے میں کوتاہی کی یا جنت کے حاصل کرنے میں کوتاہی کی یا قیامت کی تیاری میں کوتاہی کی۔ بعض نے فرمایا کہ **ما** سے مراد ہیں نیک اعمال اور **ما** موصولہ ہے **فیہا** کی ضمیر اس **ما** کی طرف ہے یعنی ہائے شرمندگی ان نیک اعمال پر جن میں ہم نے کوتاہی کی مجھے موقعہ ملا اور میں نے وہ اعمال نہ کئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان لوگوں کو یا صدمہ اس چیز کا ہوگا کہ ہم نے اپنی عمر کے ترکش کے تیر سے عقاب کا شکار نہ کیا یعنی آخرت نہ کمائی بلکہ عقاب کے سایہ پر تیر چلا کر برباد کر دیئے وہ سایہ بھی ہاتھ نہ آیا (یعنی دنیا فانی میں عمر صرف کی) وہ بھی ہاتھ نہ آئی منٹ بھر میں چھوٹ گئی یا صدمہ اس چیز کا ہوگا کہ وہ سب اعضاء جو بت خانہ تھے دل رب کا خلوت خانہ تھا ہم نے اس دل کو بت خانہ بنا کر غیروں کو بسا لیا اب کیا کریں **وھم یحملون اوزارھم علی ظھورھم** یہ عبارت **قالوا** کے فاعل سے حال ہے لہٰذا واو حالیہ ہے یہاں حمل اور اوزار اور ظہور سب اپنے ظاہری معنی پر ہیں کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔ حمل کے معنی اٹھانا لادنا ہیں **اوزار** جمع ہے وزر کی بمعنی بھاری بوجھ۔ رب فرماتا ہے **لا تزروا زرۃ وزر اخری**۔ کوئی بوجھل نفس دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا اسی سے ہے **اوزار** بمعنی ہتھیار۔ رب فرماتا ہے **حتی تضع الحرب اوزارھا**۔ اسی سے ہے وزیر یعنی ملک و سلطنت کا بوجھ اٹھانے والا اوزار سے مراد گناہوں کا بوجھ ہے قیامت میں گناہوں کی شکل بھی ہوگی ان میں وزن اور بدبو بھی ہوگی نیک اعمال پر مومن سوار ہوں گے اور بد اعمال کفار پر سوار ہوں گے۔ **ظھور** جمع ہے ظہر کی بمعنی پیٹھ ہلکا بوجھ ہاتھ سے اٹھایا جاتا ہے قدرے وزنی بوجھ سر پر بہت بھاری بوجھ پیٹھ پر لادا جاتا ہے۔ زیادہ وزن ظاہر کرنے کے لئے ظہور فرمایا۔ یعنی کفار یہ اس وقت نہیں کہ جب وہ اپنے گناہوں کا بوجھ اپنی پیٹھوں پر لادے ہوئے ہوں گے بوجھ سے پریشان ہوں گے۔ کافروں کی پیٹھ اور گردن اتنی

www.alahazratnetwork.org

بھی گروی جاوے گی کہ اس پر سارے اعمال سوار ہو جائیں حتی کہ ان کے خزانے بھی ان پر لدے ہوں گے خیال رہے کہ مومن کے نیک اعمال کا وزن میزان میں بہت ہو گا۔ کفار کی نیکیوں کا وزن کچھ نہ ہو گا۔ یوں ہی مومن کے گناہ ہلکے ہوں گے۔ کافر کے گناہ بہت ہی بھاری **الا ساء ما یزرون**۔ یہ گزشتہ مضمون کا تتمہ ہے ما یا تو موصولہ ہے یا مصدریہ لہذا اس عبارت کے دو معنی ہیں کفار نے وہ گناہ بہت ہی برے ہیں جو وہ اٹھائیں گے یا ان کا اٹھانا بہت ہی برا ہے **وما الحیوۃ الدنیا الا لعب ولھو**۔ کفار کی اخروی زندگی کی خرابی دکھانے کے بعد ان کی دنیاوی زندگی کی خرابی دکھائی جا رہی ہے۔ دنیاوی زندگی۔ دنیا کی زندگی اور دنیا میں زندگی ان تینوں میں فرق ہے دنیاوی زندگی وہ ہے جو خواہشات نفسانی میں گزرے جیسے غافلوں کی زندگی اور دنیا کی زندگی وہ ہے جو شیطان کی اطاعت اور گناہوں میں گزرے جیسے کفار کی زندگی دنیا میں زندگی وہ ہے جو دنیا میں ہو مگر اس کے ذریعہ عالم آخرت کے لئے کئے جاویں جیسے حضرات انبیاء کرام یا خاص ان کے خدام کی زندگی ہے دنیاوی یا دنیا کی زندگی نہیں۔ دنیا یا تو دنو سے بنا ہے بمعنی قریب الفنا یا دناءۃ سے بمعنی حقیر و ذلیل چیز اس لفظ کا اولیٰ ہے یہ اس کا مونث ہے ناجائز چیزوں سے خوشی حاصل کرنا لعب ہے۔ بے فائدہ چیز میں مشغول ہو کر فائدہ مند چیز سے محروم لہو ہے جس کا ترجمہ اردو میں کھیل کود ہے جس کا ظاہر خوش کن ہے حقیقت کچھ نہیں نادان بچے دن بھر ریت کے گھروندے بناتے ہیں اس سے دل بہلاتے ہیں پھر خود ہی بگاڑ کر اپنے گھر آ جاتے ہیں یہ ہے لعب اور لہو غافل اور کافر کی دنیا ایسی ہی بیکار چیز ہے۔ جس کی زندگی دین و دنیا میں اس طاہر کا ہو تا ہے کھانا پینا نماز روزہ حتی کہ مرنا جینا سب رب کا ہوتا ہے اور دنیا کے لئے فنا ہے تو اس کی ہر چیز لوفنا ہے اللہ والے کی یہ کوئی چیز دنیا نہیں اس کی چیز دین ہے **وللدار الاخرۃ خیر للذین یتقون**۔ ہماری قرات میں دار کو پیش ہے بعض قراءتوں میں **لدار الاخرۃ** ہے اخرۃ کو کسرہ آخری گھر وہ ہے جہاں دوسری یا تیسری زندگی گزارنی ہے دوسری زندگی برزخی ہے۔ تیسری زندگی اخروی دوسری زندگی عارضی مال کی تیسری زندگی ابد الآباد کی یہاں تیسری زندگی کا گھر مراد ہے۔ جہاں قیامت سے لے کر ہمیشہ تک رہنا ہے **یتقون** کا مفعول پوشیدہ ہے **المعاصی و الکفر** وغیرہ یعنی آخری گھر جہاں ان سب کو ہمیشہ کے لیے رہنا سہنا ہے وہ ان لوگوں کے لئے اچھا ہے جو بد عقیدگیوں بد عملیوں سے بچتے ہیں۔ اللہ کی اطاعت میں یہ زندگی گزارتے ہیں **افلا تعقلون**۔ اس میں خطاب انہیں لوگوں سے ہے جن کا ذکر اب تک ہوا یعنی اے کافرو تم اتنی ظاہر سی بات کو سمجھتے کیوں نہیں کہ فانی سے باقی اعلیٰ ہے۔ مخلوط سے خالص بہتر یہ زندگی دنیوی فانی ہے اور مصیبتوں تکالیف سے مخلوط ہے وہ زندگی باقی ہے اور وہاں خالص راحت و عیش ہے تم اس زندگی میں پھنس کر اس زندگی کو خراب کیوں کئے لیتے ہو۔

خلاصہ و تفسیر: اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو تاجر قرار دیا ہے اس کی زندگی کی حاجات اس کی اصل رقم ہے اور طاعات یا گناہ اس کی کمائی ہے۔ ساعات کم ہو رہی ہیں طاعات و کفارات بڑھ رہی ہیں یہ ہے نفع کی تجارت غافل و کافر کی ساعات خرچ ہو رہی ہے اور معاصی یعنی گناہ بڑھ رہے ہیں یہ ہے خسارہ ان کی تجارت اس آیت کریمہ میں کفار کی تین قسم کے خساروں کا ذکر ہے زندگی میں خسارہ ہر وقت خسارہ یہ بلقاء اللہ تک ارشاد ہوا موت کے وقت اور اس کے بعد خسارہ یہ **فی اذا جاءتھم** سے لے کر **علی ما فرطنا فیھا** تک بیان ہوا قیامت اور اس کے بعد خسارہ یہ **وھم یحملون** سے آخر تک بیان ہوا چنانچہ ارشاد ہوا کہ وہ لوگ پورے نقصان میں رہے جنہوں نے قیامت میں اٹھنے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہونے کو جھٹلایا اس کا انکار کیا

www.alahazratnetwork.org

کیونکہ جب وہ قیامت کی پیشی کے ہی منکر ہو گئے تو نیک اعمال کیوں کریں اور گناہوں سے بچیں کہ یہ دونوں کام تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حساب دینے کے خوف سے کئے جاتے ہیں۔ جیسے ہو سکتا ہے کہ رب تعالیٰ بندوں کو اتنی نعمتیں دے اور ان کا حساب نہ لے ان کا یہ خطرناک وقت تب سے جب کہ انہیں موت نہیں آتی یا جب تک انہوں نے قیامت نہیں دیکھی ہے جب اچانک انہیں موت یا قیامت آئے گی تو یہ سب بھول جائیں گے پھر تو لف افسوس ملتے ہوئے کہیں گے کہ ہائے افسوس ہم نے اس قیامت کے متعلق بڑی کوتاہی کی کہ اس کی تیاری کے بجائے اس کا انکار کرتے ہوئے اس انکار میں قیمتی عمریں ساعتیں گزار دیں۔ ان کا حال یہ ہو گا کہ اپنی پیٹھوں پر اپنے گناہوں کا بوجھ لادے ہوں گے۔ ان کا بوجھ لادنا بہت ہی تکلیف دہ ہو گا کہ محشر کی سخت دھوپ تانبے کی زمین سایہ کہیں نہیں اور پیٹھ پر اتنا بھاری بوجھ خدا کی پناہ مال ہو یا اعمال اگر ان کی ابتدا اچھا اور انتہا اچھی ہے تو انشاء اللہ وہ مال کے لئے سواری ہے۔ ورنہ مال پر وہ سوار ہے۔ مال حلال راستے سے آئے یعنی جائز ذریعوں سے حاصل کیا جاوے۔ حلال طریقہ سے رہے کہ اس کی زکوٰۃ صدقہ نکلتا رہے۔ حلال جگہ یا عبادات و رضاء الٰہی کے مقامات پر خرچ ہو جاوے تو انشاء اللہ دین و دنیا میں منافع ہے ورنہ زا وبال ہے یہ بات عمل وغیرہ سب کا یہی حال ہے۔ کفار کے اعمال کا یہی حال ہے اللہ لوہ کفار پر سوار ہوں گے۔ خیال رہے کہ دنیاوی زندگی یعنی غفلت کی زندگی نفسانی زندگی محض کھیل کود ہے جس کا ظاہر بڑا اچھا حقیقت کچھ نہیں آخرت کا گھر جہاں انہیں ہمیشہ رہنا ہے وہ پرہیزگاروں کے لئے بہت اچھا ہے کہ وہاں کے عیش و آرام خاص ہیں کوئی تکلیف نہیں اور اسے فنا نہیں یہ لوگ اتنی بات سمجھتے کیوں نہیں اور اس دائمی عیش کو حاصل کرنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے۔ امام سدی فرماتے ہیں کہ جب مومن اپنی قبر سے اٹھے گا تو اس کے سامنے ایک خوبصورت خوشبودار چیز حاضر ہو گی اور مومن سے کہے گی کہ تو مجھے پہچانتا ہے مومن کہے گا نہیں وہ کہے گی میں تیرے نیک عمل ہوں دنیا میں تو میں تجھ پر سوار تھا آج تو مجھ پر سوار ہو رب تعالیٰ فرماتا ہے **یوم نحشر المتقین الی الرحمٰن وفدا۔** یعنی ہم پرہیزگاروں کو سوار کر کے حشر کرائیں گے کافر جب اپنی قبر سے اٹھے گا تو اس کے سامنے نہایت بدشکل سخت بدبودار چیز آوے گی اور کہے گی کیا تو مجھے پہچانتا ہے وہ کہے گا نہیں تو یہ کہے گی کہ میں تیرے برے عمل ہوں دنیا میں تو مجھ پر سوار رہا آج میں تجھ پر سوار ہوں گا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **وھم یحملون اوزارھم** (ابن جریر۔ ابن ابی حاتم) تفسیر روح المعانی کبیر بیان وغیرہ)۔

فائدے ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ **پہلا فائدہ:** دنیا میں ہر انسان تاجر ہے زندگی اس کی دولت ہے ہر گھڑی جو گزر رہی ہے اس کی اپنی اصلی پونجی ہے ہر عمل جو روزانہ ہوتا رہتا ہے یہ اس کی قیمت ہے جس کے عوض وہ زندگی کی گھڑیاں فروخت کر رہا ہے نیک اعمال کرنے والا نفع کما رہا ہے نیز مسلسل نقصان کی تجارت کر رہا ہے کافر خسران کا بیوپار کر رہا ہے یہ فائدہ **قد خسر** سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ:** گنہگار مومن اگر چہ نقصان میں ہے مگر خسران میں نہیں کہ اس کی اصلی پونجی برباد نہیں ہوتی اس کے عقائد درست رہتے ہیں کافر خسران میں ہے کہ اس کی اپنی اصلی پونجی ہی برباد ہے یہ فائدہ **الذین کذبوا** الخ سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ:** جو موت کی تیاری نہ کرے اس کے لئے موت کا آنا گویا اچانک ہی آنا ہے اگر چہ کتنی ہی بیماریاں آ چکی ہوں یہ فائدہ **حتی اذا جاءتھم الساعۃ بغتۃ** کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ ساعت سے مراد موت ہو۔ غافل بیماری موت سے دم تک دواؤں حکیموں کی طرف بھاگتا ہے **احکم الحاکمین** کی طرف رجوع نہیں کرتا اسی طرح غافل مومن صالح کی موت اگر چہ بات قبل ہے وہ اگر اچانک نہیں کہ وہ تو پہلے ہی جانے کو تیار ہے وہ حدیث شریف میں ہے

www.alahazratnetwork.org

کہ موت لمحات یعنی اچانک موت مسلمان کی مغفرت یا اس کی۔ چونکہ موت سے ہی قیامت کی موت مراد ہے ورنہ حضرت موسیٰ و سلیمان علیہما السلام کی وفات شریفہ بھی اچانک ہی ہوئی تھی۔ پتہ تھا نہ کیا۔ آج علامات قیامت صدہا سال پہلے سے قائم ہو جائیں گی مگر قیامت کی آمد اچانک ہوگی جبکہ دنیا والے بالکل غافل ہوں گے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص منہ میں لقمہ دے رہا ہوگا نہ نگلے گا کہ قیامت آجاوے گی۔ یہ فائدہ **بغتة الساعة** کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا جبکہ ساعت سے مراد قیامت ہو۔ **پانچواں فائدہ:** کافر اپنے اعمال پر سوار ہوں گے اور مومن اپنے اعمال پر سوار ہوں گے۔ دیکھو قربانی کے جانور پر سوار ہو کر مومن پل صراط سے گزرے گا۔ مومن کی نیکی نورانی ہوگی کافر کے اعمال ظلمانی ہوں گے۔ یہ فائدہ **يحملون اوزارهم** سے حاصل ہوا۔ معدہ اچھا ہو تو کھانا کھا کر سواری بن جاتا ہے اگر معدہ خراب ہو تو کھانا سواری ہو کر انسان پر سوار ہو جاتا ہے۔ زندہ اور تندرست گھوڑا ہمارے سامان کا بوجھ اٹھاتا ہے زندہ مگر بیمار گھوڑا ہمارا بوجھ نہیں اٹھا سکتا اور مردہ گھوڑا ہینگ والی رسیاں ہم پر سوار ہوتے ہیں کہ ہم انہیں اٹھا کر دور تک لے جاتے ہیں۔ روحانی مال و اعمال ہمارے بوجھ اٹھائیں گے ہم کو اپنے پر سوار کریں گے نفسانی اعمال نہ ہمیں اٹھائیں نہ ہم انہیں اٹھائیں مگر شیطانی مال و اعمال ہینگ والی سابق مردہ گھوڑے کی طرح ہم پر سوار ہوں گے۔ تارک مال اعمال اقوام احوال سب مردہ گھوڑے کی طرح ان پر سوار ہوں گے مومن قاب کیونکہ وہاں جانور اس پر سوار ہوگا۔ **چھٹا فائدہ:** قیامت میں نیک و بد اعمال بلکہ کفر و ایمان جسمانی شکل میں ہوں گے ان میں بوجھ بھی ہوگا کفار کی بدشکلیں [illegible] اس قدر وزن دار کردی جائیں گی کہ ان کے خزانے اور سارے اعمال ان پر سوار ہو جائیں گے یہ فائدہ بھی **يحملون اوزارهم** سے حاصل ہوا۔ **ساتواں فائدہ:** مبارک ہے وہ جو دنیا میں رہے منحوس ہے وہ بندہ جس میں دنیا رہے۔ تم دنیا میں رہو تم میں دنیا نہ ہو خدا دل میں اللہ رسول کا نور رہے یہ فائدہ **الا لعب و لهو** سے حاصل ہوا۔ **آٹھواں فائدہ:** قیامت اور اس کے بعد کا زمانہ نیک کاروں کے لئے جنت ہے بدکاروں کے لئے آفت۔ یہ فائدہ **خير للذين يتقون** سے حاصل ہوا دنیا بونے کی جگہ ہے آخرت کاٹنے کی جگہ۔

پہلا اعتراض: اس آیت کریمہ میں فرمایا گیا کہ جنہوں نے قیامت کا انکار کیا وہ خسارہ میں رہے تو کیا جو عادتاً قیامت کا انکار نہ کیا وہ خسارہ میں نہیں جیسے عیسائی یہودی۔ **جواب:** سارے کفار ہی خسارہ میں ہوں گے مگر جو قیامت کے منکر ہیں وہ زیادہ خسارہ میں ہوں گے کہ وہ دنیا میں کسی قسم کی نیکی نہیں کرتے قیامت کو ماننے والے کفار تو کچھ صدقہ و خیرات جھوٹ سے پرہیز یا بت پرستی وغیرہ ضرور کرتے ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے پیش ہونا ہے۔ لہٰذا ان کا عذاب قدرے ہلکا ہوگا۔ **دوسرا اعتراض:** دیکھا گیا ہے کہ مشرکین مکہ میں ہندو آریہ قیامت کے انکاری ہیں مگر صدقہ خیرات کرتے ہیں تو یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ منکرین قیامت نیکیاں نہیں کرتے۔ **جواب:** ہاں کرتے ہیں مگر آخرت کے ثواب کے لئے نہیں کیونکہ وہ آخرت کے قائل ہی نہیں نہ وہاں کے ثواب کے بلکہ اپنی ناموری اور شہرت کے لئے خدمت دین کے لئے نہیں خدمت ملک خدمت قوم کے لئے لہٰذا ان کا یہ سب کچھ رائیگاں ہے۔ کار ثواب وہ ہے جو رب کو راضی کرنے کے لئے کیا جاوے۔ **تیسرا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا کہ قیامت اچانک آوے گی۔ حالانکہ اس کی علامات صدہا سال پہلے سے قائم ہو چکیں گی اب بھی بہت سی علامات موجود ہیں۔ پھر اچانک اور بے خبری میں کیسے ہوگا۔ **جواب:** اگرچہ آثار و علامات بہت پہلے سے موجود ہوں سورج نکلتا ہے۔ اچانک اگرچہ اس کی علامات بہت پہلے سے موجود ہوتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ چونکہ وہ لوگ بالکل غافل ہوں

www.alahazratnetwork.org

تھے اسی سے قیامت کی تیاری یا فکر نہ کی سو گئی اس لئے ان کے واسطے قیامت اچانک ہی آوے گی اس لئے یہاں فرمایا جاء
تھم الساعۃ بغتۃ ان کے پاس قیامت اچانک آوے گی۔ **چوتھا اعتراض** اس آیت کی ایک تفسیر سے معلوم ہوا کہ
خسارہ قیامت تک ہو گا [illegible] اختتام کے لئے ہے تو کیا قیامت کے بعد ان کا خسارہ ختم ہو جاوے گا۔ **جواب** یا یہ خسارہ [illegible]
اعمال و ایمان سے محروم۔ یہ خسارہ ختم ہو جاوے گا پھر دوسرا خسارہ عذاب و قہر کا شروع ہو گا جیسے ابلیس سے فرمایا گیا ان
علیک لعنتی الی یوم الدین۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ قیامت کے بعد ابلیس پر لعنت ختم ہو جاوے گی بلکہ دنیوی لعنت
قیامت تک ہے اور دوسری قسم کی لعنت قیامت اور اس کے بعد ہے۔ **پانچواں اعتراض**: قرآن مجید میں دنیا کو کہیں بھی دار
نہیں فرمایا۔ آخرت یا برزخ ہی کو دار کہا جاتا ہے اس کی وجہ کیا ہے۔ **جواب** اس لئے کہ قرآن مجید دنیا کو انسان کا دار یعنی گھر
نہیں مانتا یہ تو مسافر کی منزل یا ریل کی سیٹ کی طرح عارضی قیام گاہ ہے۔ برزخ اس کا [illegible] گھر ہے جیسے [illegible] کیا
[illegible] کا گھر اور آخرت یعنی بعد قیامت جنت یا دوزخ اس کا اصلی گھر ہے جہاں ہمیشہ رہنا ہے اس لئے دنیوی جسم نہایت کمزور
بنایا گیا کہ اس میں ایک کانٹا یا چنگاری کی برداشت نہیں ہزاروں بیماریوں کا مرکز جیسے مسافر کا چند روزہ خیمہ نہایت کمزور ہوتا ہے
برزخ اور آخرت میں جسم [illegible] اور ان بیماریوں وغیرہ سے محفوظ ہوں گے۔ **چھٹا اعتراض**: کفار قیامت میں اپنے گناہ
اٹھائے ہوں گے [illegible] ہیں جن میں کوئی وزن نہیں اس کے اٹھانے کے کیا معنی۔ **جواب** وہاں سارے
اعمال اور سارے اعراض جوہر [illegible] کی شکل بھی ہو گی ان میں بوجھ بھی وزن بھی گناہوں کا وزن کفر سے بڑھے گا
نیکیوں کا وزن ایمان و اخلاص سے زیادہ [illegible] ہے کہ وہ گناہوں کو اٹھائے ہوں گے اور مسلمانوں کی نیکیاں مسلمانوں
کو اٹھائیں گی ان کی سواریاں بنیں گی۔ **ساتواں اعتراض** بوجھ تو پیٹھ پر اٹھایا جاتا ہے پھر **علی ظهورهم** کیوں فرمایا کمر
[illegible]۔ **جواب** ہلکا بوجھ ہاتھ میں لیا جاتا ہے [illegible] کندھے پر رکھا جاتا ہے مگر بہت بھاری بوجھ پیٹھ پر لادا جاتا ہے
علی ظهورهم فرما کر بتایا کہ ان کا بوجھ بہت زیادہ ہو گا [illegible] مسلمان اپنے [illegible] والے مال اپنے کندھوں پر لادے ہوں
گے معلوم ہوا کہ [illegible] بوجھ سے ان کا بوجھ [illegible] ہو گا کہ وہ روز قیامت کے منکر تھے۔ **آٹھواں اعتراض**: دنیاوی زندگی کو کھیل
تو کیوں فرمایا گیا وہ تو آخرت کے اعمال کی کھیتی [illegible] اس کے تو بڑے فائدے ہیں۔ **جواب** جو زندگی کھیل
کود میں گزرے وہ زندگی بھی خود کھیل کود ہے اسی کا نام دنیا کی زندگی ہے اور جو قہم رب سے غافل کرے وہ کھیل کود ہے
حیاۃ الدنیا اور ہے۔ **الحیوۃ الدنیا** [illegible] **الحیوۃ الدنیا** [illegible] زندگی ہے جو خود دنیا میں ہے یہاں **الحیوۃ الدنیا** صفت
موصوف ہے اس میں اسی طرف اشارہ ہے۔ **نواں اعتراض** [illegible] پرہیزگاروں کے لئے اچھی ہے تو [illegible]
[illegible] مسلمان [illegible] ہے [illegible] نہیں کیونکہ آخرت [illegible]
[illegible] اچھی نہیں۔ **جواب** [illegible] مسلمان بھی ایک معنی سے متقی ہے کہ وہ کفر سے بچا رہتا ہے اور مسلمانوں کے
[illegible] اپنے متقی ماں باپ [illegible] متقی ہیں [illegible] ان کے لئے بھی آخرت ان شاء اللہ اچھی جگہ ہے۔

تفسیر صوفیانہ [illegible] میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات [illegible] اس سے ملاقات صرف انہیں نصیب ہو گی۔ جنہیں دنیا میں لقاء اولیاء اللہ اور
لقاء انبیاء اللہ [illegible] لقاء حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہوئی جو اللہ کے بندوں کی ملاقات سے محروم رہے وہ اللہ
کی ملاقات سے محروم [illegible]۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات آپ کی [illegible] سے نہیں بلکہ آپ [illegible] روحانی سے نصیب ہوتی

www.alahazratnetwork.org

ہے ابو جہل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات سے محروم رہا اور تا قیامت مسلمان خصوصاً عشاق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لقاء سے مشرف ہیں یہاں بزرگوں کی ملاقات رب تعالیٰ کی ملاقات ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

ہر کہ خواہد ہمنشینی با خدا — او نشیند در حضور اولیاء!!
چوں شدی دور از حضور اولیاء — آں چناں داں دور گشتی از خدا!

فرمایا جارہا ہے کہ نقصان میں وہ رہے جو اللہ تعالیٰ کی دنیاوی ملاقات یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کے انکاری رہے اس محرومی کا پتہ قیامت میں چلے گا **یوم یعض الظالم علی یدیہ یقول یٰلیتنی اتخذت مع الرسول سبیلا** اس وقت یہ محروم کہیں گے کہ ہائے افسوس ہم نے کیسی کوتاہی کی کہ دنیا میں اللہ کی لقاء کا موقعہ ملا مگر ہم نے حاصل نہ کی نبیوں ولیوں سے دور رہے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کے سارے گناہوں کا بوجھ ان کی اپنی پیٹھوں پر ہوگا کیونکہ انہوں نے دنیا میں ان مجلسوں میں حاضر ہو کر اپنے گناہ معاف نہ کرائے صوفیاء فرماتے ہیں کہ قیامت کو ساعۃ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ بنا ہے سعی سے بمعنی دوڑنا قیامت کفار کی طرف دوڑتی ہوئی آرہی ہے لہذا ساعۃ ہے (روح البیان) خیال رہے کہ قیامت کفار کی طرف دوڑ رہی ہے اور مومن شوق و ذوق میں قیامت کی طرف دوڑ رہے ہیں۔ منافقوں کو موت ڈھونڈتی ہے اور عشاق موت کو ڈھونڈتے ہیں کہ موت یار سے ملاقات کا ذریعہ ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا۔

جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے — کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارا تیرا!!

حضرت آسی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

آج پھولے نہ سمائیں گے کفن میں آسی — جسکے جویاں تھے ہے اس گل کی ملاقات کی رات

اس لئے ارشاد ہوا **فاجاءتھم الساعۃ** من کفار کے پاس قیامت آوے گی بعض بزرگوں کو دیکھا گیا کہ وہ مرتے وقت موت کو دیکھ کر بستر مرگ سے اٹھ کر موت کو آغوش میں لیتے ہوئے یہ کہتے ہوئے تو کجائی تو کجائی تو جب حضرت غازی عبدالرشید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو حسب شردھانند مردود کے قتل کی سزا میں پھانسی دینے لگے تو وہ پھانسی کے پھندے کو چوم کر بولے اے میرے یار سے ملانے والے تو نے اتنی دیر کیوں لگائی غرضیکہ مومن کے لئے موت تحفہ ہے کہ یار سے ملنے کا ذریعہ کافر کے لئے عذاب کہ اس کی دنیا چھوٹتی ہے کافر کو موت آتی ہے مومن موت کو پاتا ہے آتا اور ہے پانا کچھ اور ناگوار تکلیف دہ چیز آتی ہے محبوب کو تلاش کے بعد پایا جاتا ہے۔ کافر کی زندگی حیوۃ دنیا ہے کہ اس زندگی میں دنیا رہتی ہے لہذا یہ زندگی کھیل بھی ہے لہو بھی۔ جس کا نتیجہ سوا افسوس کے اور کچھ نہیں۔ مومن کی زندگی دنیا میں وقتی ہے اس کی زندگی میں دنیا نہیں ہوتی لہذا مومن کی زندگی آخرت کی کاشت کرنے کی زندگی ہے اس لئے آخرت مومن کے لئے اچھی ہے کہ اس کے کھیت کٹنے کا دن ہے کافر کے لئے مصیبت کہ اس کی بربادی کے ظہور کا دن۔

نہ بعمر مصر بماند نہ ملک اسکندر — نزاع بر سر دنیاء دوں مکن درویش!!

صوفیاء فرماتے ہیں کہ جو چیز رب سے غافل کرے وہ دنیا ہے جو رب تک پہنچا دے وہ دین ہے اگر کسی کی ریائی نماز اسے رب سے غافل کر دے تو وہ نماز اس کے لئے دنیا ہے اور اگر کسی کی نیند رب سے غافل نہ کرے نماز تہجد کا ذریعہ بن جاوے تو وہ نیند اس کے لئے دنیا نہیں عین دین ہے شہید کی موت بھی حیات ہے **بل احیاء ولکن لا تشعرون** اور کافر کی زندگی بھی موت

www.alahazratnetwork.org

بے قرار ہے اموات غیر احیاء کہ الخ جیتے جی ۔ یہ ہی حالت ہے شہید مرنے کی اس سے واصل ہے جو دنیا میں دنیوں کے
ساتھ استعمال ہو وہ فانی فانی کی دنیا جو اس کی ہلاکت کا سبب ہے جیسے جو مکھی شہد میں گر جاوے وہ ہلاک ہو جاتی ہے جو کنارے
سے کھاوے وہ مزے میں رہتی ہے جو دنیا دین سے غافل ہو وہ فانی فانی کی دنیا ہے وہ اکیلے صفر کی طرح بالکل خالی ہے جو دنیا دین
کے ساتھ واصل ہو وہ نبیوں کی طرح ساکی دنیا ہے وہ دنیا دین ہو کر کئی گنا کر دیتی ہے جیسے صفر عدد سے مل کر اسے دس گنا کر دیتا ہے
وسیلہ انبیاء کرام کی دنیا ۔ رب سے مومنوں کی دنیا اور اولیاء اللہ کی دنیا اور رب کا فروں کی دنیا اور صوفیاء فرماتے ہیں مومن کے لئے
برزخ اور آخرت دنیا ہے ۔ بہتر ہے اس لئے کہ دنیا میں اللہ رسول فرشتے جنت دوزخ نہاں ہیں وہاں عیاں یہاں غیب ہیں وہاں
شہادت یہاں قال ہیں وہاں حال ۔ یہ جگہ ہے فراق کی وہ مقامات جگہ وصل کی مرتے ہی رب کی آواز سنی جاوے گی ۔ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ہو گا یہ جگہ تردد کی ہے ، وہاں اطمینان و ایقان ہے کہ یہاں خبر نہیں کہ ہمارے اعمال قبول ہیں یا نہیں
وہاں قبولیت کا ظہور و ضبط ہے ۔ لہذا بعض خوشیاں دولہا بنے سے پہلے ہوتی ہیں بعض دولہا بنتے وقت بعض خوشیاں بارات
کے ساتھ راستہ میں بعض دلہن کے گھر پہنچ کر بعض خوشیاں وہاں سے رخصت ہوتے وقت بعض اپنے گھر دلہن لا کر بعض ولیمہ
کے موقع میں ایسی ہی مومن کو بعض خوشیاں مرتے وقت بعض قبر میں بعض حشر میں اور بے شمار خوشیاں جنت میں پہنچ کر۔

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَیَحْزُنُكَ الَّذِیْ یَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا یُكَذِّبُوْنَكَ وَ لٰكِنَّ

بے شک جانتے ہیں ہم کہ غمگین کرتی ہے تم کو وہ بات جو کہتے ہیں پس بے شک وہ نہیں جھٹلاتے تم کو لیکن

ہمیں معلوم ہے کہ تمہیں رنج دیتی ہے وہ بات جو یہ کہہ رہے ہیں تو وہ تمہیں نہیں جھٹلاتے بلکہ ظالم اللہ کی

الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ ۝ وَ لَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ

ظالم لوگ آیتوں کا اللہ کی انکار کرتے ہیں اور بے شک جھٹلائے گئے رسول تم سے پہلے

آیتوں سے انکار کرتے ہیں اور تم سے پہلے رسول جھٹلائے گئے تو انہوں نے

فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَ اُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ

پس صبر کیا انہوں نے اس پر جو جھٹلائے گئے اور ستائے گئے وہ یہاں تک کہ آئی ان پر

صبر کیا اس جھٹلانے اور ایذائیں پانے پر یہاں تک کہ انہیں ہماری مدد آئی اور اللہ کی باتیں بدلنے

اللّٰهِ ۚ وَ لَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِیْنَ ۝

مدد ہماری اور نہیں ہے کوئی بدلنے والا باتوں اللہ کی اور بے شک آ چکی تمہارے پاس خبریں رسولوں کی

والا کوئی نہیں اور تمہارے پاس رسولوں کی خبریں آ ہی چکی ہیں

www.alahazratnetwork.org

تعلق ۔ ان آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے **پہلا تعلق**۔ پچھلی آیت میں ارشاد ہوا کہ کفار کی بدعملیاں ان کا کفران کا قیامت کو جھٹلانا قیامت میں ان کے لئے بھاری بوجھ ہوگا اب ارشاد ہو رہا ہے کہ اے محبوب کفار کی یہ حرکات آپ کے دل پر بوجھ بن جائیں آپ ان سے غم نہ کریں تو پہلے ان کے لئے بوجھ ہونے کا ذکر تھا اب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بوجھ نہ ہونے کا ذکر ہے۔ **دوسرا تعلق**۔ پچھلی آیات میں ارشاد ہوا کہ کفار کی زندگی کھیل کود ہے اب ارشاد ہو رہا ہے کہ ان دیوانوں کے کھیل کود کا اثر آپ نہ لیں گویا پہلے کفار کی زندگی ان کے اعمال کی حقیقت بیان ہوئی۔ اب اس کا نتیجہ ارشاد ہو رہا ہے کہ ان دیوانوں کے کھیل کود کا اثر آپ نہ لیں گویا پہلے کفار کی زندگی ان کے اعمال کی حقیقت بیان ہوئی۔ اب اس کا نتیجہ ارشاد ہو رہا ہے۔ **تیسرا تعلق**۔ پچھلی آیات میں ان کفار کی تردید تھی جو حشر و نشر کا اس لئے انکار کرتے تھے کہ یہ ہونا غیر ممکن ہے مرنے کے بعد زندگی کو خلاف عقل جانتے تھے ان کی بھی تردید ہوئی جو بشر کی نبوت کو ناممکن سمجھتے تھے وہ کہتے تھے کہ نبی صرف فرشتہ ہو سکتا ہے اب ان کافر کی تردید ہو رہی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرتے تھے گویا کفار کے کفر چند قسم کے تھے بعض کی تردید پچھلی آیات میں تھی بعض کی ان آیات میں۔ (تفسیر کبیر) **چوتھا تعلق**۔ پچھلی آیت میں کفار کے اعمال و اقوال کے بوجھ کا ذکر تھا اب محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی دریا دلی وسعت قلبی کا ذکر ہے جو ان بوجھوں کی پرواہ نہیں کرتا جیسے سمندر بھاری کشتی کے بوجھ کی پرواہ نہیں کرتا اسے اٹھا لیتا ہے۔ **پانچواں تعلق**۔ پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ کفار کی زندگی حیوۃ دنیا ہے لہو و لعب یعنی کھیل کود ہے جس سے پتہ لگا تھا کہ کفار کے اقوال اعمال احوال سب کھیل کود ہیں اب ارشاد ہو رہا ہے کہ محبوب ان کے اقوال کی پرواہ نہ کریں یہ سب کچھ کھیل کود محض بکواس ہے ناسمجھ بچوں کے پیشاب پاخانہ کی پرواہ نہیں کی جاتی۔

شان نزول ۔ ان آیات کے نزول کے متعلق چند روایات ہیں (1) ابوجہل کا دوست اخنس ابن قیس ایک بار اسے تنہائی میں لے گیا بولا ابوجہل سچ بتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں یا نہیں۔ سچ بول دے میں کسی سے نہ کہوں گا ابوجہل بولا وہ بالکل سچے ہیں ان کی زبان سے جھوٹ کبھی نہیں نکلا میں اس لئے انہیں نہیں مانتا کہ اس کے خاندان یعنی قصی ابن کلاب میں پہلے ہی سے بہت عظمتیں جمع ہیں اگر نبوت بھی ان میں پہنچ جائے تو دوسرے قریشیوں کے لئے کیا بچے گا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (روح المعانی' تفسیر کبیر) (2) حارث ابن عامر ابن نوفل ابن عبد مناف ابن قصی ابن کلاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن تھا ظاہر میں آپ کی تکذیب کرتا تھا مگر جب اپنے گھر پہنچتا تو گھر والوں سے کہتا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جھوٹ بولنے والوں میں سے نہیں وہ بالکل سچے ہیں تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (روح المعانی) (3) ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ابوجہل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتا تھا کہ ہم آپ کو نہیں جھٹلاتے آپ بالکل سچے ہیں ہم تو اسے جھٹلاتے ہیں جو آپ بیان کرتے ہیں (روح المعانی) اس کے نزول کے متعلق اور بہت روایات ہیں۔

تفسیر قد نعلم انہ لیحزنک یہاں قد تفصیل یعنی کبھی کبھی کے لئے نہیں ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ ہم کبھی کبھی جان لیتے ہیں کبھی نہیں بلکہ یا تو قد زائدہ ہے جس کے کوئی معنی نہیں جیسا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ترجمہ سے ظاہر ہے یا تحقیق کے لئے ہے معنی یقیناً بے شک جیسا کہ ہم نے ترجمہ کیا یا تشبیہ کے لئے ہے یعنی ہم خوب جانتے ہیں علم سے مراد مشاہدہ

www.alahazratnetwork.org

جاننا ہے مثلاً ظہور لیتے ہیں ' جاننے ' دیکھنے ' سننے کی بہت نوعیتیں ہیں ' بیٹے کی آمد جان کر خوش ہوتے ہیں حاجی کی آمد جان کر ہار پھول گجرے لے کر استقبال کے لئے جاتے ہیں چور کی آمد جان کر لاٹھی سے اس کا انتظام کرتے ہیں غنیم کی چڑھائی جان کر فوج اس کے مقابل بھیجتے ہیں ' غرضیکہ محبوب کو جاننے کی نوعیت اور ہے دشمن کو جاننے کی نوعیت اور دوست کو جاننے کی نوعیت کچھ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو ذرہ ذرہ قطرہ قطرہ جانتا ہے مگر محبوب کی ہر ادا کو نہایت ہی کرم سے جانتا ہے اس نے یہاں نعلم خصوصیت سے فرمایا گزشتہ واقعہ پر جو رنج ہو اسے حسرت یعنی غم کہا جاتا ہے ' غم بہت قسم کے ہیں اپنی ذات کا غم ' قوم کا غم ' ملک کا غم ' دین کا غم ' قرآن کا غم ' اولاد کا غم ' مال کا غم ' رسول کا غم ' اللہ کا غم ' ذات کا غم دو طرح کا ہے دنیا کا غم ' دین کا غم اس غموں میں بعض غم حرام ہیں بعض غم عبث ہیں بعض غم عبادت ہیں بعض غم ایمان ہیں ' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غم مختلف قسم کے تھے ' امت کا غم ' قرآن مجید کا غم ' اللہ تعالیٰ کا غم ' یہ غم عین عبادت ہیں یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری دو غم مراد ہیں اس فرمان عالی میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پاک کی حالت کا ذکر فرمایا **الذی یقولون** یہ عبارت **یحزن** کا فاعل ہے چونکہ **یحزن** لازم بھی آتا ہے متعدی بھی یعنی غمگین ہونا اور غمگین کرنا یہاں متعدی ہے اس لئے اس کا مفعول بھی آیا فاعل بھی ان قول سے مراد کفار کا یہ کہنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ پر جھوٹ گھڑ لیا قرآن مجید اگلوں کے جھوٹے سچے قصے کہانیاں ہیں یہ آپ کے معجزات جادو ہیں یا آپ دیوانے ہیں ' ان کی اس بکواس سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت صدمہ ہوتا تھا اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غم غلط کرنے قلب پاک کو تسکین دینے کے لئے دو باتیں ارشاد فرمائیں ایک یہ کہ **فانهم لا یکذبونک** اس عبارت میں ف جزائیہ نہیں بلکہ تعلیلیہ ہے اور یہ جملہ **لا تحزن** پوشیدہ کی علت ہے **ھم** کا مرجع وہی بکواس کرنے والے کفار ہیں ہماری قراۃ میں **یکذبونک** ذال کے شد سے باب تفعیل کا مضارع ایک قراۃ میں **یکذبونک** ذال کی تخفیف سے ہے باب افعال کا مضارع دونوں کے معنی ایک ہی ہیں یعنی جھوٹا سمجھنا یا جھوٹا کہنا یا جھوٹا جاننا یعنی یہ لوگ در حقیقت آپ کو جھوٹا نہیں کہتے جھوٹا نہیں جانتے نہیں مانتے آپ کو تو دل سے صادق اور امین سمجھتے ہیں ظہور نبوت سے پہلے انہوں نے ہی آپ کو صادق الوعد اور امین کے خطابات دیئے تھے یہ آپ کی ہر بات ہر ادا سچی سمجھتے ہیں **ولکن الظالمین بآیات اللہ یجحدون لکن** آتا ہے وہم یا شبہ دور کرنے کے لئے چونکہ گزشتہ فرمان سے شبہ ہوتا تھا کہ جب کفار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاتے نہیں تو آپ کی مخالفت کیوں کرتے ہیں اسلام قبول کیوں نہیں کرتے اس شبہ کو دفع فرمانے کے لئے یہ کلام **لکن** سے شروع فرمایا گیا اگرچہ بجائے **ظالمین** کے **لکنهم** کہنا بھی کافی تھا مگر یہ بتانے کے لئے کہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرنا ظلم ہے بجائے ضمیر کے صاف طور پر **ظالمین** ارشاد ہوا **ظالمین** سے مراد کافرین مشرکین ہیں کیونکہ کفر و شرک بڑا ظلم ہے حق ناحق کرنا چھپانا ظلم ہے اللہ کا حق مارنا یعنی کفر کرنا بڑا ظلم ہے **آیات اللہ** سے مراد یا تو قرآن کریم کی آیتیں ہیں یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات بھی قوی یہ ہے کہ آیات اللہ سے مراد قرآن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام فرمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات مراد ہے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات پہچانی جاتی ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خود آیات اللہ ہیں **یجحدون** بنا ہے **جحد** سے دل سے مان کر زبان سے انکار کرنے کو جحود کہا جاتا ہے لہذا انکار عام ہے جحود خاص یعنی لیکن کفار آیات قرآنیہ کا انکار کرتے ہیں وہ بھی صرف زبان سے ورنہ دل ان کے بھی مانتے ہیں کہ قرآن کریم حق ہے اور آپ سچے ہیں کیوں نہ مانیں کہ انہوں نے پتھروں

www.alahazratnetwork.org

لکڑیوں کا کلمہ پڑھتے تھے شجر و حجر آپ پر سلام کرتے تھے غرضیکہ یہ صرف دشمنی سے صرف زبانی انکار کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ
اے محبوب تم رنج نہ کرو یہ ظالم تمہیں نہیں جھٹلاتے تمہیں تو صادق امین کہتے ہیں یہ تو مجھے جھٹلاتے ہیں کہ میرے کلام کا انکار
کرتے ہیں یہ تسلی کی ایک نوعیت تھی دوسری طرح یوں تسلی دی۔ فرمایا ولقد کذبت رسل من قبلک اس آیت کریمہ کی
تفسیر بارہا ہو چکی ہے یہاں اتنا سمجھو کہ رسل سے مراد سارے انبیاء کرام ہیں از آدم تا حضور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی
پیغمبر دنیا میں ایسا نہیں آیا جس کو سب نے مان لیا ہو سب کے انکاری ہی رہے بلکہ بعض نبی ایسے تشریف لائے کہ انہیں کسی نے
نہیں مانا سب نے انکار ہی کیا بعض کو صرف ایک دو نے بعض کو چند نے بعض کو بڑی جماعت نے مانا باقی نے انکار کر دیا من
قبلک یا تو کذبت سے یا پوشیدہ جاء وا کے متعلق ہو کر رسل کی صفت ہے یعنی آپ سے پہلے سارے رسولوں کا انکار کیا گیا یا
آپ سے پہلے جتنے رسول تشریف لائے سب ہی کو جھٹلایا گیا یہ پرانی رسم ہے چنانچہ حضرت آدم کو جو پہلے نبی ابو البشر ہیں
شیطان نے ملک خود آپ کے بیٹے قابیل بنی الاقلیمہ نے اور دونوں کی اولاد نے نہ مانا۔ حضرت سلیمان یوسف نے بادشاہ تو مان لیا
تھا سب نے نبی نہ مانا بستے ہی جن وانس کا فر نے ہی سب نبیوں کا حال ہے فصبروا علی ما کذبوا ف تعقیب کی ہے اور
یہ جملہ کذبت پر معطوف ما مصدریہ ہے یعنی ان تمام حضرات نے جھٹلائے جانے پر صبر کیا رنج وغم نہیں کیا۔ تبلیغ میں کمی کی
آپ بھی صبر فرمائیں رنج وغم نہ کریں واوذوا حتی اتٰھم نصرنا اس کا عطف ہے کذبوا پر اوذوا معطوف ہے کذبوا پر لہٰذا
معنی یہ ہوئے کہ ان حضرات نے جھٹلائے جانے اور ستائے جانے پر صبر فرمایا حتی کا تعلق یا تو کذبت سے ہے یا صبروا سے یا
اوذوا سے نصرت سے مراد کفار کی ہلاکت یا حضرات انبیاء کرام کا جہادوں میں غلبہ ہے یعنی ان حضرات کو یہاں تک جھٹلایا گیا یا ان
حضرات نے اس وقت تک صبر فرمایا جب تک کہ ہماری مدد ان تک پہنچی کہ انہیں جہادوں میں غلبہ عطا فرمایا کفار کو شکست دی یا
کفار کو ہلاک فرما دیا اسی طرح آپ کی مدد بھی ہوگی آپ کا چاند چڑھے گا کفار یا مغلوب ہوں گے یا مسلمان ہو جائیں گے۔ خیال
رہے کہ کسی کو تکلیف پہنچانے کی چند صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ جرم کرے اس کے عوض اسے تکلیف دی جائے جیسے زانی کو
رجم یا چور کے ہاتھ کاٹنا اسے سزا یا تعزیر کہتے ہیں دوسرے یہ کہ بے قصور کو تکلیف دی جائے اسے ایذاء یا ظلم کہتے ہیں
تیسرے یہ کہ وہ تو ہم پر احسان کرے اور ہم اسے ستائیں یہ اول درجہ کی ایذاء ہے یہاں اسی قسم کی ایذاء مراد ہے کیونکہ حضرات
انبیاء کرام مخلوق کے محسن اعلیٰ ہیں کہ ماں باپ سے بڑھ کر خیر خواہ ہوتے ہیں کہ ماں باپ احسان عارضی اور ادنیٰ ہے ان کے
احسانات دائمی اور بغیر لالچ کے ان کو ستانا انتہائی ظلم ہے ولا مبدل لکلمت اللہ یہ گزشتہ مضمون کا تتمہ ہے کلمت اللہ سے
مراد وہ آیات ہیں جن میں حضرات انبیاء کرام سے فتح ونصرت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ خواہ توریت شریف کی آیات ہوں یا انجیل شریف
کی یا قرآن مجید کی جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی اور فرماتا ہے انهم لهم المنصورون وان
جندنا لهم الغالبون اور فرماتا ہے ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین ان سب میں کلمات اللہ سے مراد اللہ
تعالیٰ کے سارے وعدے ہیں مطلب یہ ہے کہ رب تعالیٰ کے وعدوں میں تبدیلی ناممکن بالذات ہے تبدیلی اور تغیر کا فرق بارہا بیان ہو چکا ہے
کہ اصل چیز بدل جانا تبدیلی ہے اس کے وصف کا بدلنا تغیر ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو بدلنے والا کوئی نہیں ہم نے گزشتہ نبیوں
سے بھی نصرت و مدد کا وعدہ کیا تھا آپ سے بھی یہ وعدہ کیا ہے کہ آپ کی فتح ونصرت ہوگی کفار کا یہ ظاہری غلبہ محض عارضی ہے
ولقد جاءک من نبأ المرسلین یہ گزشتہ مضمون کی دلیل ہے سلسلہ قصہ اور خبر تو ہم معنی ہیں یا نبأ شاندار قصہ اور خبر کو

www.alahazratnetwork.org

کہتے ہیں قصہ 'نبأ' ہر قصہ شاندار خبر ہے انبیاء اسی سے ہے نبی یعنی شاندار خبریں دینے والے مرسلین سے مراد مطلقاً انبیاء کرام ہیں خواہ رسول ہوں یا مرسل بھی ہوں یا نہ ہوں، نبی رسول مرسل کا فرق بیان ہو چکا یعنی اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ تک نبیوں کی خبریں آ چکی ہیں جن سے آپ کو معلوم ہو چکا کہ رب تعالیٰ کے وعدوں کو کوئی بدل نہیں سکتا سارے انبیاء کرام نے اولاً کفار سے تکلیفیں پائیں پھر فتح ان کی ہوئی۔

خلاصہ تفسیر: دنیا آخرت کا نمونہ ہے دنیاوی حکومتیں اپنے ان ملازمت کے دل و دماغ کو آسودہ رکھنے کے لئے بہت کوشش کرتی ہیں جن پر بہت ذمہ داری ہو جن سے انتظام ملک وابستہ ہے ریلوے انجن ڈرائیور کو غمزدہ یا نشہ بے خودی میں ڈیوٹی پر نہیں بھیجا جاتا کہ اس سے ساری ریل کے مسافروں کی جانیں وابستہ ہیں کہ اس کی ذرا سی پریشانی سے سینکڑوں جانیں تباہ ہوں گی اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دم سے سارا عالم ایمان وابستہ کیا لوگوں کے ایمان، عرفان، نمازیں، عبادات، قرآن، ایمان اسلام سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ ہیں دنیا کے سورج سے عالم اجسام کا نظام قائم ہے دن رات موسم پھل پھول اسی سے ہیں آسمانی نبوت کے اس سورج سے سارا عالم ایمان وابستہ ہے اسی لئے رب چاہتا ہے کہ محبوب ملول غمگین نہ ہو آپ کو پریشانی نہ ہو جب کفار کی بکواس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوتی تو رب تعالیٰ نئی طرح آپ کی تسکین فرماتا ہے کبھی ان کا جواب دے کر جیسے **تبت یدا ابی لهب** کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے فضائل سنا کر کبھی ان کفار کے الزامات کی تردید کر کے کبھی گزشتہ نبیوں کے صبر و تحمل کے واقعات سنا کر وغیرہ مگر یہاں نرالے طریقے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسکین دی گئی کہ ارشاد فرمایا اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہم خوب جانتے ہیں کہ کفار و مشرکین کی باتوں سے آپ کو بہت رنج و غم ہوتا ہے آپ کے دل کو بہت صدمہ پہنچتا ہے مگر آپ یہ تو سوچیں کہ یہ لوگ آپ کو ہرگز نہیں جھٹلاتے یہ تو شروع سے ہی آپ کو صادق اور امین کے لقب سے پکارتے ہیں آپ کی دیانت داری سچائی کے ڈھنڈورے پیٹتے ہیں یہ تو درحقیقت مجھے جھٹلا رہے ہیں کیونکہ میری آیتوں کا انکار کر رہے ہیں آپ میرے رسول ہیں میرے حکم سے میرے بندوں کو میرا کلام پہنچاتے ہیں آپ کو جھٹلانا مجھے جھٹلانا ہے جب میں ان کے جھٹلانے کی پرواہ نہیں کرتا تو تم میری ذات و صفات کے مظہر اتم ہو آپ بھی اس کی پرواہ نہ کریں یہ بھی آپ سوچیں کہ شروع سے ہی جو نبی تشریف لائے ان کو ضرور جھٹلایا گیا انہیں ستایا گیا انہیں جانی مالی بدنی ایذائیں دی گئیں مگر ان سب نے صبر ہی کیا تھا کہ ان تک اللہ تعالیٰ کی فتح و نصرت پہنچی اور غالب وہی رہے۔ خیال رہے کہ صبر کی تین قسمیں ہیں گناہوں سے صبر یعنی نفس کو گناہوں سے روکنا نیکیوں پر صبر یعنی نفس کو نیک کاموں پر روکے رکھنا۔ مصیبتوں میں صبر یعنی قدرتی آفتوں انسانی تکالیف میں گھبرانے سے اپنے نفس کو روکنا ہر قسم کا صبر سنت انبیاء ہے صبر کے معنی ہیں روکنا اور روکنے کی یہ تین قسمیں ہیں لہٰذا اے محبوب آپ کو یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو بدلنے والا یا ٹلنے والا کوئی نہیں اور آپ کو گزشتہ انبیاء کرام کی قوموں کی خبریں معلوم ہو چکی ہیں کہ اولاً ان کی قوموں نے شور مچائے رونا دھونا مگر آخر کار تمام کے زور ٹوٹ گئے نبیوں کا چاند چڑھا یہی انجام آپ کے دشمنوں کا ہو گا یہ جھٹلانا وغیرہ عارضی ہے آپ بھی صبر سے کام لیں کہ آپ تو تمام خلق کے دائمی نبی ہیں وہ حضرات خاص خاص قوموں کے وقتی انبیاء کرام تھے ان دونوں باتوں میں غور کر لو اور دل میں رنج و غم کو جگہ نہ دیں ہماری مدد کبھی دیر سے آتی ہے مگر آتی ضرور ہے یہ ناممکن ہے کہ ہم اپنے خاص بندوں کو دشمنوں میں چھوڑ دیں۔

www.alahazratnetwork.org

محال است چوں دوست دارد ترا　　کہ در دست دشمن گذارد ترا

فائدے: اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: رب تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دل کو میلا نہیں ہونے دیتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رنج و غم سمجھا جاتا گزشتہ انبیاء کرام کے واقعات سنا کر دور فرماتا ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم روح کائنات اصل کائنات جان ایمان ہیں حضور ہی سے سارا عالم قائم ہے

وہ جس سے تو بڑا تجھ سے بڑی خدا کی ذات　　قائم ہے تیری ذات سے سارا نظام کائنات

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دل میلا ہو جائے تو سارا عالم درہم برہم ہو جائے یہ فائدہ قد نعلم سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ: کفار کی طعن و تشنیع پر غیر اختیاری رنج و غم برا نہیں بلکہ اسی رنج و غم کی برداشت پر ثواب عظیم ہے یہ برداشت بھی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے یہ فائدہ لیحزنک الخ سے حاصل ہوا یوں ہی مومنین صادقین کی اطاعت پر خوشی بھی ثواب ہے کہ یہ بھی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ تیسرا فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی، دیانت، راست بازی امانت کے کفار بھی قائل تھے جو کلمہ پڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں عیب لگاتے تھے وہ ان کو فت سے ... یہ فائدہ لا یکذبونک سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار درحقیقت اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار ہے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا اقرار و اعتراف، درحقیقت رب تعالیٰ کی عظمت، عزت کا اقرار ہے یہ فائدہ ولکن الظلمین کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا اس کی مثال ایسی ہے جیسے ... کہ تو میرے ... کا انکار ... اسے جھوٹا کہنے والے جھوٹا نہیں کہتا مجھے جھوٹا کہتا ہے اللہ کے کمال ماننے کے لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات ماننا بہت ضروری ہے۔ پانچواں فائدہ: قانون قدرت ہے کہ اچھوں کے دشمن ضرور ہوتے ہیں بلکہ رب تعالیٰ جب کسی بندے کو عروج دینا چاہتا ہے تو اس کے مخالف پیدا فرما دیتا ہے۔ ولقد کذبت رسل الخ سے حاصل ہوا

تندیٔ باد مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب　　یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے

جب تک مد مقابل سامنے نہ ہو تب تک قوت و طاقت کا پتہ نہیں چلتا۔ حضرات انبیاء کرام لوگوں کے لئے نمونہ اور مثال ہوتے ہیں لوگ ان کے صبر کو دیکھ کر صبر کرنا سیکھتے تھے اگر ان پر مصیبتیں نہ آتیں اور وہ صبر کا موقعہ نہ پاتے تو دوسرے کو مصیبت کا پہاڑ سمجھتے اور صبر نہ کر سکتے نیز رب تعالیٰ کے ہاں کچھ درجات ایسے ہیں جو صابرین ... رب چاہتا ہے کہ ان حضرات کو وہ درجے ... مگر انہیں صبر کا موقعہ ... اس کی توفیق دی ... حضرات انبیاء کرام کی تکلیف ان کے صبر میں بہت حکمتیں ہیں۔ چھٹا فائدہ: دنیاوی مصیبتوں مخالفوں کی مخالفتوں ... ہونا چاہئے۔ حلم حوصلہ ... بہادری کے خلاف ہے صبر تمام مشکلات کا حل ہے یہ سنت انبیاء کرام ہے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے یہ فائدہ **فصبروا علی ما کذبوا** سے حاصل ہوا اگر صبر کے یہ معنی ہیں کہ ان سے مقابلہ اور ان کے دفعیہ کی تدبیر نہ کی جائیں تو ... خلاف ... نہیں ہم صبر کے معنی اس کی قسمیں اور صبر کی قسموں ... بعض صبر ... بعض ... بعض حرام بعض ایمان کا ... گناہوں سے صبر مصیبت میں صبر عبادات پر صبر ان سب کا تفصیلی ذکر ... **وبشر الصابرین** میں عرض کر چکے ہیں۔ ساتواں فائدہ: اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت ... آتی ہے اس ... سے مایوس نہ ہو جانا چاہئے۔ اس کی رحمت کا انتظار ... چاہئے یہ مدعی **اتاهم نصرنا** سے حاصل ہوا۔ آٹھواں فائدہ:

www.alahazratnetwork.org

اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا محال بالذات اور بالکل ناممکن ہے۔ جھوٹ منافی الوہیت ہے۔ یہ فائدہ **لا مبدل لکلمات اللہ** سے حاصل ہوا اللہ سچا اس کے وعدے سچے اس کے رسول سچے۔ نواں فائدہ: قانون قدرت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو کمال اس کی محنت و مشقت کے بعد دیتا ہے۔ دانہ ملتا ہے مگر بونے کھیت کی حفاظت کرنے کاٹنے وغیرہ کی تکالیف کے بعد۔ انسان افسر یا حاکم بنتا ہے بی اے پاس کرنے اور اسکول کی پابندیاں اٹھانے محنت کرنے کے بعد ماں گود میں چاند سا بچہ لیتی ہے مگر حمل اور جننے کی مصیبتوں کے بعد سونا زیور بنتا ہے مگر سنار کی بھٹی اس کی ہتھوڑی کی تکالیف اٹھا کر یوں ہی انسان رب کو پاتا ہے مگر عبادات ریاضات مجاہدات کی مشقت کے بعد یہ فائدہ بھی **لا مبدل لکلمات اللہ** کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا کہ اللہ کے اس قانون کو بدلنے والا کوئی نہیں۔ دسواں فائدہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام نبیوں پیغمبروں کے سارے حالات پر مطلع فرمایا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نبی کی کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں۔ یہ فائدہ **ولقد جاءک من نباء المرسلین** سے حاصل ہوا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **وکلا نقص علیک من انباء الرسل** یہاں کلا فرما کر تمام نبیوں کے متعلق فیصلہ فرما دیا وہ جو قرآن مجید میں ہے **منہم من لم نقصص علیک** وہاں قرآن مجید میں قصہ بیان نہ فرمانے کا ذکر ہے واقعی قرآن کریم میں بعض رسولوں کی خبریں ہیں بعض کی نہیں۔ گیارھواں فائدہ: تاریخی واقعات کا معلوم ہونا ان سے سبق لینا اچھا ہے اس سے بہت فائدے حاصل ہوتے ہیں قرآن کریم نے قوموں کے جغرافیائی حالات تاریخی حالات جا بجا بیان فرمائے اس سے علم جغرافیہ علم تاریخ کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔

پہلا اعتراض: اس آیت کریمہ میں ارشاد ہوا کہ کفار آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں جب وہ آیتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سناتے ہیں اور کافر انہیں جھٹلاتے ہیں تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلا دیا کسی کی بات کو جھوٹا کہنا خود بات کرنے والے کو جھوٹا کہنا ہے کلام سچ تو متکلم سچا کلام جھوٹا تو متکلم جھوٹا نیز کفار کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نہیں اتاریں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خود آیتیں بنا کر انہیں اللہ کی آیتیں بتاتے ہیں اس میں انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو جھٹلایا۔ **جواب**: علماء کرام نے اس کے بہت جواب دیئے ہیں ایک یہ کہ وہ کفار علانیہ آپ کو جھٹلاتے ہیں مگر اپنی خفیہ مجلسوں میں آپ کی تصدیق کرتے آپ کو سچا جانتے ہیں دوسرے یہ کہ یہ ظاہر کی تمہاری تکذیب کرتے ہیں مگر در حقیقت آیات قرآنیہ کو جھٹلاتے ہیں یہ جواب تفسیر کبیر وغیرہ نے دیئے مگر ان سے اصلی اعتراض نہیں اٹھتا فقیر کے نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ بات کا سچا جھوٹا ہونا اور ہے اور بولنے والے کا سچا جھوٹا ہونا کچھ اور جھوٹی بات وہ ہے جو واقعہ کے خلاف ہو مگر جھوٹا آدمی وہ ہے جو جھوٹی خبر بیان کا ارادہ کرے۔ جھوٹی بات منہ سے نکلے اگر وہ جھوٹ کا ارادہ نہیں کرتا تو جھوٹا نہیں لہٰذا سونے والا نشہ والا دیوانہ بیہوش جو غفلت میں جھوٹی بات بولے تو بات جھوٹی ہے مگر وہ شخص جھوٹا نہیں بعض سیانے کہتے ہیں دیکھو وہ آسمان پھٹ گیا، دیکھو زمین ٹوٹ گئی مگر انہیں جھوٹا نہیں کہا جا سکتا کفار کہتے تھے کہ حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ کہتے ہیں وہ تو جھوٹ ہے (نعوذ باللہ) مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹے نہیں وہ سچے ہیں کسی نے ان پر جادو کر دیا ہے یا دیوانگی طاری ہو گئی ہے اس وجہ سے وہ بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں جیسا کہ دوسری آیات میں اس کا صراحۃً ذکر ہے اس قاعدے سے قرآن کریم یہاں فرماتا ہے کہ وہ تم کو جھوٹا نہیں کہتے میری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں غرضیکہ کلام کا جھوٹا ہونا کچھ اور ہے دیکھو رب تعالیٰ منافقین کے متعلق فرماتا ہے کہ جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں ہم بھی جانتے ہیں کہ

www.alahazratnetwork.org

آپ اللہ کے رسول ہیں مگر ہم گواہی دیتے ہیں کہ منافقین جھوٹے ہیں ایک جگہ قرآن کریم فرماتا ہے کہ کفار آپ کے متعلق کہتے ہیں **افترى على الله كذبا ام به جنة** یا تو یہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں یا انہیں دیوانگی ہے فقیر کے نزدیک یہ جواب بہت قوی ہے۔ **دوسرا اعتراض**: جب کفار حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاتے ہی نہ تھے تو رب تعالیٰ نے گزشتہ نبیوں کی مثال کیوں پیش کی کہ فرمایا **ولقد كذبت رسل من قبلك** یہ مثال کیونکر درست ہوئی۔ **جواب**: وہاں بھی مطلب یہی ہے کہ گزشتہ نبیوں کی باتوں کو جھٹلایا گیا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ کفار تم کو سچا جانتے ہیں تم سے پچھلے نبیوں کو تو صاف جھوٹا کہتے تھے جب وہ صبر فرماتے رہے تو آپ کو بھی صبر چاہئے۔ **تیسرا اعتراض**: یہاں رب تعالیٰ نے **بآيات الله يجحدون** کیوں فرمایا **ينكرون** فرمانا زیادہ مناسب تھا۔ **جواب**: انکار اور جحد کا فرق ابھی ہم تفسیر میں عرض کر چکے ہیں کہ جحود خاص ہے انکار عام۔ **چوتھا اعتراض**: قانون قدرت یہ کیوں مقرر ہوا کہ حضرات انبیاء کرام کے انکاری اور جھٹلانے والے پیدا کئے گئے جس سے انہیں صدمے بھی پہنچے ایذائیں بھی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کنکروں پتھروں کو کلمہ پڑھا سکتے ہیں تو ابوجہل ابولہب کو کلمہ کیوں نہ پڑھا لیا۔ **جواب**: اس میں بہت سی حکمتیں ہیں اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم معجزانہ طریقے سے کفار کو مسلمان کر لیتے تو آئندہ علماء و اولیاء کی تبلیغ کے لئے مثال قائم نہ ہوتی وہ لوگ کہہ سکتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صاحب معجزات تھے معجزانہ طریقہ پر لوگوں کو مسلمان کر لیا ہمارے پاس معجزہ نہیں ہم تبلیغ کیسے کریں نیز اس صورت میں ان مسلمانوں کو اسلام قبول کرنے کا ثواب نہ ملتا اختیاری ایمان پر ثواب ہوتا ہے نہ کہ مجبوری ایمان پر نیز اس صورت میں حضرات انبیاء کرام کو تبلیغ اور صبر کا ثواب نہ ملتا وغیرہ وغیرہ۔ **پانچواں اعتراض**: یہاں ارشاد ہوا **ولقد جاءك من نبای المرسلين** جس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام نبیوں کی ساری خبریں پہنچ گئیں دوسری جگہ فرماتا ہے **وكلا نقص عليك من انباء الرسل ما نثبت به فؤادك** مگر دوسری جگہ قرآن مجید فرماتا ہے۔ **منهم من قصصنا عليك ومنهم من لم نقصص عليك** جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رب تعالیٰ نے بعض نبیوں کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دی ہے بعض کی نہیں دی آیتوں میں تعارض ہے۔ **جواب**: تمہاری پیش کردہ آیت **منهم من لم نقصص عليك** میں قرآن مجید میں صراحۃً قصے بیان فرمانے کی نفی ہے یعنی قرآن مجید میں بعض رسولوں کے قصے صراحۃً بیان نہیں فرمائے گئے یہاں کی اس آیت میں اور **كلا نقص** کی آیت میں اور طریقوں سے سارے نبیوں کی خبر دینا مراد ہے بطور کشف و الہام، معراج کی رات تمام نبیوں کی ملاقات ان سے کلام، لامکان میں پہنچ کر معراج کی شب وحی خفی تاوحی **الى عبده ما اوحى** ان ذریعوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے نبیوں کے سارے تفصیلی حالات بتائے گئے بلکہ دکھائے گئے لہٰذا آیات میں تعارض نہیں اس لئے یہاں **جاءك** ارشاد ہوا یعنی قرآن کا ذکر نہیں ہوا۔

تفسیر صوفیانہ: اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے وہ دشمنوں کو بھی جانتا ہے دوستوں کو بھی مگر دشمنوں کو جانتا ہے قہر و غضب کے ساتھ، دوستوں کو جانتا ہے کرم و رحمت کے ساتھ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دلی حالات کو خاص کرم کے ساتھ جانتا ہے اس خصوصی کرم کے اظہار کے لئے فرمایا **نعلم انه ليحزنك** ساری مخلوق رب تعالیٰ کی معلوم ہے مگر معلومیت محبوبین اور معلومیت مردودین میں بڑا فرق ہے چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فنافی الذات کا درجہ حاصل ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننا رب تعالیٰ کو ماننا ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار رب تعالیٰ کا انکار ہے یہاں یہ فرمایا کہ

www.alahazratnetwork.org

وہ آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ آیات اللہ کو جھٹلاتے ہیں ایسا ہی ہے جیسے فرمایا گیا کہ آپ نے کنکر نہ پھینکے ہم نے پھینکے **ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی** اس آیت کریمہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام عالی بتایا گیا معجزات انبیاء سورج و چاند میں خارق عادت و تاریکی جیسے نور نار بنے میں کبھی اتفاق نہیں ہوسکتیوں ہی ان حضرات سے راضی نہیں ہوسکتے اس ناراضگی پر صبر و تحمل کرنا اور زیادہ قرب الٰہی کا ذریعہ ہے اس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادتی قرب الٰہی کی تعلیم دی گئی صوفیاء فرماتے ہیں کہ **معرکہ اندی یقولون** قیامت تک کے لئے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر کافر و مومن کے ہر قول و عمل سے خبردار ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری برائیوں گناہوں سے غم ہوتا ہے ہماری نیکیوں سے خوشی ہم کو چاہئے کہ گناہوں سے اس لئے بچیں کہ ہماری ان حرکتوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ ہوتا ہے۔ **عزیز علیہ ما عنتم** اور نیکیاں اس لئے کریں کہ ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشی ہوتی ہے خوش نصیب ہے وہ اولاد شاگرد مرید امتی جو اپنے والدین استاد پیر نبی کو خوش رکھے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ صبر اللہ تعالیٰ کی بھی صفت ہے اور بندہ کی بھی اس کے لفظی معنی ہیں روکنا اگر رب کی صفت ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں گنہگاروں سے اپنا عذاب روکنا ان کے گناہوں پر جلد پکڑ نہ فرمانا اس لئے اس کا نام صبار بھی ہے صبور بھی دیکھو ہم کیسے کیسے گناہ کرتے رہتے ہیں مگر ہم کو عیش روزی ہر قسم کی نعمت ملتی رہتی ہے یہ اس کی شان صباری پھر اگر کوئی عمر بھر جرم و گناہ کرتا رہے ایک بار بچی توبہ دل سے کرے تو معاف فرما دیتا ہے یہ ہے اس کی شان صبوری اسی صباری اور صبوری کا ظہور تھا کہ فرعونی جادوگر جو عمر بھر کفر و گناہ کرتے رہے ایک مقبول سجدہ کی برکت سے مومن صالح کلیم اللہ کے صحابی صابر اور شہید سب کچھ ہو گئے۔

وَإِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي

اور اگر بھاری ہوتا ہے آپ پر ان کا منہ موڑنا پس اگر طاقت رکھو تم پس کہ ڈھونڈ لو تہ خانہ زمین

اور اگر ان کا منہ پھیرنا تم پر شاق گزرا ہے تو اگر تم سے ہو سکے تو زمین میں کوئی سرنگ

الْأَرْضِ أَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَاءِ فَتَأْتِيَهُمْ بِآيَةٍ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدَىٰ

میں یا سیڑھی آسمان میں پھر لاؤ تم ان کے پاس کوئی نشانی اور اگر چاہتا اللہ تو جمع کر دیتا ان

تلاش کر لو یا آسمان میں زینہ پھر ان کے لیے نشانی لے آؤ اور اللہ چاہتا تو انہیں ہدایت پر اکٹھا

فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ ۝٣٥ إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ ۘ وَالْمَوْتَىٰ

کو اوپر ہدایت کے پس ہرگز نہ ہو تم نادانوں سے قبول کرتے ہیں وہ ہی لوگ جو سنتے ہیں اور مردے

کر دیتا تو اے سننے والے تو ہرگز نادان نہ بن مانتے تو وہی ہیں جو سنتے ہیں اور مردہ دلوں

يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ۝٣٦

اٹھائے گا انہیں اللہ پھر اس کی طرف لوٹائے جائیں گے

کو اللہ اٹھائے گا پھر اس کی طرف ہانکے جائیں گے

www.alahazratnetwork.org

تعلق: اس آیت کریمہ کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق: پچھلی آیتوں میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دو طرح سے تسکین دی گئی ایک اس طرح کہ یہ آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ مجھے جھٹلاتے ہیں دوسرے اس طرح کہ گزشتہ نبیوں کو جھٹلایا گیا یہ کوئی نئی بات نہیں اب تیسری طرح تسلی دی جا رہی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان بدبختوں کے ایمان سے مایوس کیا جا رہا ہے مایوسی بھی ایک قسم کی تسلی و راحت ہوتی ہے جب وہ ایمان نہیں لائیں گے تو آپ ان سے رنجیدہ نہ ہوں۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ گزشتہ نبیوں نے تو رب کے جھٹلانے پر یہاں تک صبر کیا کہ ان حضرات کو اللہ کی مدد پہنچ گئی۔ جس سے معلوم ہوا کہ قوم ایمان نہ لائی بلکہ مغلوب و ہلاک کر دی گئی اب فرمایا جا رہا ہے کہ یہ معاملہ آپ کے ساتھ ہوگا کہ یہ سب لوگ ایمان نہ لائیں گے۔ بلکہ آپ کو ان پر غلبہ دیا جائے گا۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ اللہ کی باتیں بدلنے والا کوئی نہیں جو اس کا ارادہ ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے اب فرمایا جا رہا ہے کہ ان بدبختوں کے متعلق بھی ارادہ الٰہی یہی ہو چکا ہے کہ انہیں ایمان کی توفیق نہ ملے پھر آپ ان کے ضد و ہٹ دھرمی پر ملول کیوں ہوتے ہیں گویا قانون الٰہی بیان فرمانے کے بعد اس کے ایک نتیجہ کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

شان نزول: ایک بار حارث ابن عامر نوفل ابن عبد مناف نے ایک جماعت قریش کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر کہا یا محمد آپ کوئی ایسا معجزہ ہم کو دکھائیں جو معجزہ گزشتہ انبیاء کرام دکھاتے تھے (انہوں نے یا تو ہمارا منہ مانگا معجزہ جیسے مکہ کے پہاڑوں کو سونا بنا دو وغیرہ یا جیسے صالح علیہ السلام کی اونٹنی عصائے موسوی وغیرہ) تو ہم سب آپ پر ایمان لے آئیں گے اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ مطالبہ منظور نہ فرمایا اس پر وہ شور مچایا مذاق اڑایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر سخت صدمہ ہوا تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تسکین خاطر کے لئے یہ دونوں آیتیں نازل ہوئیں (تفسیر کبیر روح المعانی خازن تفسیر صاوی وغیرہ) بعض مومنین کی بھی تمنا تھی کہ یہ معجزہ دکھا دیا جائے شاید یہ لوگ اس ذریعہ سے ہی ایمان لائیں اور ان کے ایمان لانے سے اسلام کی اشاعت میں مدد ملے گی۔

تفسیر: وان کان کبر علیک اعراضھم یہاں ان شرطیہ کان پر لایا گیا نہ کہ کبر پر یعنی وان کبر نہ فرمایا گیا کیونکہ ان ماضی کو مستقبل بنا دیتا ہے سوا کان کے کہ کان میں ان معنی مستقبل نہیں کرتا کیونکہ مقصد یہ ہے کہ ماضی (خازن روح المعانی) کان کا اسم یا ضمیر شان پوشیدہ ہے اور کبر اس کی خبر ہے معنی یہ ہوئے کہ اگر واقعہ یہ ہے کہ آپ کو ان کا منہ پھیرنا شاق گزر رہا ہے یہاں ان یہاں شک کے لئے نہیں اللہ تعالیٰ شک سے پاک ہے وہ علیم و خبیر ہے بلکہ محض تعلق کرنے کے لئے ہے کبر بنا ہے کبر سے معنی بڑا ہونا یا بھاری ہونا یعنی گراں بھی ہوتا ہے یعنی شاق گزرنا چونکہ حارث اور اس کے ساتھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منہ موڑ کر ہی چل دیئے تھے یہ حالت بیان فرمانے کے لئے اعراضھم ارشاد ہوا کفرھم یا عنادھم نہ فرمایا گیا اعراض کے معنی ہیں منہ پھیرنا یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید پر ایمان لانے سے منہ پھیرنا مراد ہے یعنی ایمان قبول نہ کرنا فان استطعت ان تبتغی نفقا فی الارض یہاں ف جزائیہ ہے اور اس کے بعد والا ان شرطیہ ہے ان کی جزا ہے استطعت بنا ہے طوع سے معنی قدرت و طاقت یہ طوع معنی خوشی نہیں نفق زمین میں وہ غار جس کے دو منہ ہوں ایک داخل ہونے کا دوسرا نکلنے کا اسی لئے گوہ کے سوراخ کو نافقاء کہا جاتا ہے اس کے تین دروازے ہوتے ہیں نافقاء قاصعاء راہیا

www.alahazratnetwork.org

ایک دروازہ ظاہر ہوتا ہے باقی دو چھپے ہوئے جن پر مٹی کی تہہ جمی ہوتی ہے جب شکاری اس کے ظاہری دروازہ پر جاتا ہے تو وہ دوسرے چھپے دروازے سے نکل جاتی ہے اس سے ہے منافق جس کی زبان دل ایک نہ ہوں اسی سے ہے نفقہ یعنی خرچ کہ جمع شدہ رقم متفرق جگہ خرچ کر دی جاتی ہے (تفسیر صاوی وغیرہ) **نفقا** مفعول ہے **تبتغی** کا **وسلما فی السماء** عبارت معطوف ہے **نفقا** پر اور **تبتغی** کا مفعول **سلم** بنا ہے سلامت سے بمعنی چڑھنا **سلم** بمعنی اسم آلہ ہے سلم چڑھنے کا آلہ یعنی مرقاۃ (سیڑھی زینہ) **فی السماء** کا **لغا** کے متعلق ہو کر **سلم** کے صفت ہے یعنی ایسی سیڑھی جو آسمان میں پہنچاوے **فتاتیھم** ما بعد عبارت **تبتغی** پر معطوف ہے ان کے تحت ہے اس لئے اس پر فتحہ آیا **ھم** کا مرجع وہی مطالبہ کرنے والے کفار ہیں **آیۃ** سے مراد ان کفار کا منہ مانگا معجزہ ہے خیال رہے کہ **ان استطعت** کی جزا پوشیدہ ہے **فافعل** یعنی اگر آپ پر ان بدبختوں کا ایمان سے منہ پھیرنا گراں ہے اگر تو آپ زمین کے اندر تہہ خانہ سے یا آسمان سے بذریعہ سیڑھی کے ان کے منہ مانگے معجزے لا سکیں تو لے آئیں ان کا مطالبہ پورا کردیں ہم تو ان کے لئے ایسے واہیات مطالبے پورے نہیں کریں گے ان کی ہر ضد نہیں مانیں گے اگر انہیں ایمان لانا ہے تو آپ کے بے شمار معجزے کافی ہیں **ولو شاء اللہ لجمعھم علی الھدی** فرمان گزشتہ مضمون کا تتمہ ہے جس میں بتایا گیا کہ ان بدنصیبوں کا ایمان نہ لانا اتفاقاً نہیں بلکہ طے شدہ پروگرام کے مطابق ہے کہ کچھ لوگ ایمان نہیں کچھ کافر رہیں تاکہ جنت و دوزخ دونوں بھرے جائیں صفت غفاری و قہاری دونوں ظاہر ہوں خیال رہے کہ یہاں **شاء** بمعنی ارادہ ہے نہ کہ بمعنی پسند کی اللہ تعالیٰ سب کے ایمان کو پسند تو فرماتا ہے مگر اس کا ارادہ نہیں فرماتا **ھم** کا مرجع یا تو وہی کفار ہیں یا سارے جن و انس **ھدی** سے مراد ہے اسلام و ایمان یعنی اگر اللہ تعالیٰ ارادہ نہ فرماتا تو سارے بندوں کو ایمان و اسلام پر جمع فرما دیا کہ سب مسلمان ہو جاتے کوئی کافر نہ رہتا مگر اس نے یہ چاہا نہیں لہٰذا سب بندے ایمان نہ لائیں گے آپ اس سے غم نہ کریں **فلا تکونن من الجاھلین** یہ عبارت ایک پوشیدہ شرط کی جزا ہے **لما کان کذالک** ظاہر یہ ہے کہ یہ فرمان عتاب کے اظہار کے لئے ہے اور اس میں خطاب عام قرآن پڑھنے والے مسلمان سے ہے نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیونکہ دوسرے مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حرص ایمان کی تعریف فرمائی ہے۔ **حریص علیکم** یہ آرزو کہ سب مسلمان ہو جائیں اچھی آرزو ہے اس پر عتاب کیسا اور ایک عبارت میں چند ضمیروں کا مختلف طرف لوٹنا جائز ہے جب کہ اس سے کوئی فائدہ ہو رب تعالیٰ فرماتا ہے **یوسف اعرض عن ھذا واستغفری لذنبک** یہاں **اعرض** کی ضمیر یوسف علیہ السلام کی طرف ہے اور **استغفری** کی زلیخا کی طرف اسی صورت میں **جاھلین** سے مراد ہے معترضین یعنی اے مسلمان تو اللہ پر اعتراض کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا کہ اس نے سب کو ہدایت کیوں نہ دے دی اور اگر خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی ہو تو بھی خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور سنانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو ہے جیسے **یا ایھا النبی اذا طلقتم النساء** اور اگر سنانا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی ہو تو یہ عتاب نہیں بلکہ اظہار رحمت بغیر تشبیہ یوں سمجھو کہ کسی مہربان استاد کا بہت شوقین محنتی لائق فائق شاگرد حماقت سے زیادہ محنت کرتا ہو استاد عتابانہ لہجہ میں کہے کہ تم سے ہو سکے تو ایک دن میں ہی عالم فاضل بن جاؤ تو یہاں ہو گیا زیادہ محنت سے تمہاری صحت خراب ہو جائے گی ظاہر ہے کہ اس شفیق استاد کا یہ فرمان عتاب کے لباس میں شفقت و رحمت ہے کیونکہ وہ شاگرد عتاب والا کام نہیں کر رہا ہے اب تک ارشاد ہوا کہ معجزات وغیرہ ان کفار کو مفید نہیں اب اس کی وجہ بتائی جا رہی ہے کہ معجزات آیات قرآنیہ ان کو فائدہ دے سکتے ہیں جو آپ کی بات سنے تو اپنا ہو

www.alahazratnetwork.org

زندہ تو ہوئے تو آپ کے کلام سے بہرے اور مردے ہیں کچھ انہیں فائدہ کیا چنانچہ ارشاد ہے **انما یستجیب الذین یسمعون** یہ نیا جملہ ہے جس میں اور طریقہ سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے اور آپ کا رنج و غم دور فرمایا گیا **انما** حصر کے لئے ہے **یستجیب** بمعنی **یجیب** ہے **استجابۃ** سے بنا بمعنی اجابت آتا ہے بمعنی قبول کرنا یہاں سننے سے مراد قبولیت کا سننا ہے کہ کان کی پڑی آوازوں میں اتر جائے اور دل سے مان لے یعنی وہی لوگ آپ کی بات قبول کرتے ہیں جو آپ کا فرمان سنتے ہوں یہاں مختصر سی عبارت پوشیدہ ہے **دون الموتی** نہ کہ مردے مطلب یہ ہے کہ یہ مردے ہیں آپ کی بات نہیں سنیں خیال رہے کہ دل کے تین دروازے بیرونی ہیں جو اندر جانے کے اور ایک اندر سے باہر نکلنے کا کان اور آنکھیں وہ دروازے ہیں جن سے باہر کی چیزیں اندر جاتی ہیں انسان دیکھ کر سن کر دل سے اقرار یا انکار کرتا ہے اور زبان وہ دروازہ ہے جس سے دل کی بات باہر آتی ہے پھر ایک دروازہ ہے دل میں اندرونی جس کے ذریعہ یہ چیزیں دل میں اترتی ہیں دل انہیں قبول کرتا ہے یہاں فرمایا گیا کہ یہ لوگ آپ کے معجزات یا کلام سے مطمئن کیسے ہوں ان کے دل کا اندرونی دروازہ بند ہے جن کے دل کے دروازے کھلے ہوئے ہیں وہ تو ایک معجزہ دیکھ کر آپ کی ایک بات سن کر ایمان لے آتے ہیں۔ **یستجیب** میں دل کے اندرونی دروازہ کا ذکر ہے **یسمعون** میں بیرونی کا **والموتی یبعثہم اللہ** موتی جمع ہے میت کی اس سے مراد دل کے مردے یعنی کفار ہیں جو ایمان قبول نہ کریں گے جن کے نصیب میں ایمان نہیں اگرچہ ابھی زندہ ہوں تو یہ بعث نہیں **بعث** سے مراد قیامت میں سزا کے لئے قبروں سے اٹھانا ہے۔ لہذا آیت واضح ہے یعنی ان مردہ دل کافروں کو رب تعالیٰ قیامت میں سزا کے لئے ان کی قبروں سے اٹھائے گا جس سے معلوم ہوا کہ یہ مرتے وقت تک کافر ہی رہیں گے خیال رہے کہ جسم کی زندگی جان سے ہے اور دلوں کی زندگی ایمان سے جان کے بغیر جسم کی کوئی قیمت نہیں اور ایمان کے بغیر دل کی کوئی قدر نہیں نیز جسم میں جان ہے تو سارے اعضاء کام کرتے ہیں جان نکلتے ہی سب بیکار یوں ہی دل میں ایمان ہے تو سارے اعمال کام کے ہیں ایمان گیا تو سب گیا جسمانی زندگی کے لئے غذا اور ہوا ہے دلی زندگی کے لئے محبت خدا اور محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے یہ دونوں چیزیں زندہ دلوں کی صحبت سے میسر ہوتی ہیں روشن چراغ سے اپنا گل شدہ چراغ لگاؤ تا کہ وہ بھی روشن ہو جائے۔

چراغ زندہ ہی خواہی در شب زندہ داراں زن　　کہ بیداری بخت از بخت بیداری شود حاصل

اللہ تعالیٰ کے ہاں زندہ دلوں کی قدر ہے ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں۔

تن بے جان سے بیزار ہے حق!　　خدائے زندہ زندوں کا خدا ہے

اس آیت سے معلوم ہو جاتا ہے کہ زندہ دل اللہ والا بعد وفات زندہ ہوتا ہے اسے فنا نہیں۔ **بل احیاء ولکن لا تشعرون** **ثم الیہ یرجعون** چونکہ قبروں سے اٹھنے اور دربار الٰہی میں پیش ہونے میں دراز فاصلہ ہوگا اس لئے **ثم** ارشاد ہوا نیز اس دن رب تعالیٰ کے سوا کسی کی شنوائی کار گری نہ ہوگی اس لئے حصر کے لئے **الیہ** **یرجعون** سے پہلے فرمایا گیا۔ اس دن کفار خوشی پیش نہ ہوں گے وہ تو پیچھے ہٹنے کی کوشش کریں گے فرشتے انہیں پیش کریں گے اس لئے **یرجعون** مجہول ارشاد ہوا۔ تمام بندے یہاں سے ہی اسی دنیا میں آئے اور پھر یہیں ہی جائیں گے اس لئے یذھبون نہ کہا بلکہ **یرجعون** ارشاد ہوا۔ یعنی یہ مردے کفار رب کے روبرو پیش ہوں گے تب آپ کی باتیں سنیں گے مگر اس وقت سننا کام نہ آئے گا سننے اور قبول کرنے ایمان لانے عمل کرنے کی جگہ یہ دنیا ہے یہاں عمل ہے حساب نہیں وہاں حساب ہوگا عمل نہیں۔

www.alahazratnetwork.org

خلاصہ تفسیر اس آیت میں تین احتمال ہیں ایک یہ کہ ان کان کبر علیک سے فلا تکونن من الجاهلین تک سارے خطاب قرآن پڑھنے والے مسلمان سے ہوں۔ دوسرے یہ کہ اگلے سارے خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوں اگر مسلمانوں سے خطاب ہے تو عتاب مقصود ہے اور اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے تو عنایت بے غایت یعنی محبت ہے ہم خلاصہ تفسیر میں تیسری تفسیر کا خلاصہ عرض کرتے ہیں۔ ارشاد باری ہے کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اگر ان کافروں کا آپ کی تبلیغ سے منہ پھیرنا آپ کی بات نہ ماننا گراں گزرا ہو تو اگر آپ سے ہو سکے کہ زمین کے خانہ میں کوئی زمین دوز سرنگ تلاش کریں یا آسمان پر پہنچنے کے لئے کوئی سیڑھی تلاش کریں تاکہ آسمان پر پہنچ جائیں اور زمین میں سے یا آسمان پر سے ان کے منہ مانگے معجزات لا دیں۔ کھائیں تو ایسا کر لیں ہم تو ان کے منہ مانگے معجزے نہیں دکھائیں گے آپ نے صدہا معجزات دکھا دیئے ثبوت نبوت کے لئے دلائل میں ضد کوئی کمی چیز سے بھی نہیں مانتا آپ یہ خیال فرمائیں کہ آپ کی تبلیغ میں کوئی کمی و نقصان نہیں ان بد نصیبوں کا قصور نہ ماننا اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت پر آنے کا ارادہ نہ فرمایا۔ اب یہ ہدایت پر کیسے آئیں اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع فرما دیتا ایک بھی کافر نہ رہتا مگر یہ ہماری حکمت کے خلاف ہے دنیا میں سب پھول ہی نہیں ہوتے بلکہ کانٹے بھی ہوتے ہیں اے قرآن سننے پڑھنے والے مسلمان تو بھی یہ بات دھیان میں رکھنا ان میں یا اے محبوب آپ نادان نہ بنیں اپنے کو ان کی فکر میں پریشان نہ کریں آپ کی پریشانی ہم کو پسند نہیں یہ بھی خیال رکھیں کہ آپ کی تبلیغ وہی سن سکیں گے جو سننے کی صلاحیت رکھتے ہوں یہ تو مردے ہیں ان میں سننے کی صلاحیت کہاں ان مردوں کو اللہ تعالیٰ جب ان کی قبروں سے اٹھائے گا بہت عرصہ محشر میں سرگرداں رہنے کے بعد اپنے رب کی طرف سزا کا فیصلہ سننے کے لئے لوٹائے جائیں گے تب سنیں گے اور دنیا میں لوٹ جانے کی تمنا کریں گے مگر اس وقت سننا کام نہ دے گا کہ سننے کا وقت نکل چکا ہو گا۔

فائدے ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ **پہلا فائدہ:** حضور صلی اللہ علیہ وسلم سراپا رحمت ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخلوق کی ہدایت کی بہت ہی حرص ہے یہ حرص رب تعالیٰ کو بڑی پیاری ہے اسی حرص کی تعریف رب نے فرمائی کہ فرمایا **حریص علیکم** اس حرص عظیم کی وجہ سے لوگوں کی ضد و عناد سے سخت صدمہ ہوتا تھا۔ جسے رب تعالیٰ جگہ جگہ دور فرماتا ہے۔ **دوسرا فائدہ** اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو زمین میں سرنگ بنا کر اور آسمان پر سیڑھی لگا کر ان کے منہ مانگے معجزات لے آتے مگر اجازت الٰہی نہ تھی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ جانتے تھے کہ یہ ضدی لوگ ایمان کی خاطر نہیں یہ فائدہ اس سے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم ایسا کر سکو جو کہ ناممکن ہو تو مقصد یہ ہے کہ ان کی خواہش کوئی تحریک نہیں دکھاتے وہ معجزات جو پیش ہوتے ہیں اللہ کے ارادہ اس کی اجازت سے یہ فائدہ بھی **فان استطعت** سے حاصل ہوا۔ وہ حضرات اپنے خداداد انعامات رب تعالیٰ کی اجازت سے استعمال کرتے ہیں ایک متقی آدمی نابینا بچہ کو بینا بنا سکتا ہے مگر بے اجازت ایسا نہیں کرتا اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ ایسا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا بلکہ وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی ان طاقتوں کو بغیر حکم الٰہی استعمال نہیں کرتا اسے پردہ داری پسند ہے۔

مسئلہ معجزات انبیاء تین قسم کے ہیں ایک وہ جو نبی کی ذات کے ساتھ لازم ہوتے ہیں۔ کبھی ان سے جدا نہیں ہوتے جیسے

www.alahazratnetwork.org

حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن داؤد علیہ السلام کی خوش آوازی یہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم شریف کا بے سایہ اور خوشبودار ہونا وغیرہ دوسرے وہ جو انبیاء کرام کے اختیار میں ہوتے ہیں جب چاہیں دکھائیں جیسے موسیٰ علیہ السلام کا عصا جو آپ کے پھینکنے پر سانپ بنتا تھا یا ید بیضا جو بغل میں ہاتھ دینے پر چمکتا تھا جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہر بار رب سے پوچھتے نہ تھے کہ کیا عصا پھینکوں یہ سانپ بنے گا یا نہیں بلکہ جب چاہتے سانپ بناتے۔ تیسرے وہ جن میں نبی کے اختیار کو دخل نہیں رب جب چاہے ظاہر فرماوے ہاں ان کی دعا سے یہ معجزے ظاہر ہوتے ہیں اور ان کے ذریعہ سے لہٰذا یہ ان کے معجزے ہوتے ہیں جیسے حضرت مسیح کی دعا سے دستر خوان آسمان سے آیا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے بعض آیات آئیں۔ جیسے آیات قرآنیہ یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانی دستر خوان مگر یہ سب معجزے رب تعالیٰ کے ارادے سے ہوتے ہیں اس کے بغیر چاہے کوئی کچھ نہیں کر سکتا بلکہ کوئی کچھ نہیں چاہ سکتا۔ **چوتھا فائدہ:** حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خواہش بھی باعث ثواب تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خواہش کہ ان کفار کے منہ مانگے معجزے دکھا دیے جائیں شاید یہ ایمان قبول کر لیں۔ رب تعالیٰ کی طرف سے تھی اور ہدایت دینے کی تھی اچھی چیز کی تمنا بھی اچھی ہے جس پر ثواب ملتا ہے اس لئے رب تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان بدبختوں کے ایمان سے مایوس تو کیا مگر اس آرزو سے نہ منع فرمایا نہ انہیں تبلیغ فرمانے سے روکا۔ **پانچواں فائدہ:** جن کفار کے ایمان سے مایوسی ہے انہیں بھی تبلیغ کرتے رہنا حکم ہے اور اس تبلیغ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اجر و ثواب ہے۔ مہربان طبیب لاعلاج بیمار کا بھی علاج کرتا ہے اس پر فیس اور دواؤں کی قیمت کا حقدار ہوتا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **سواء علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یؤمنون** سواء علیھم فرمایا علیک نہ فرمایا یعنی ایسے کافروں کو تبلیغ کرنا ان کے لئے برابر ہے آپ کے لئے برابر نہیں آپ کو تبلیغ کا ثواب ملے گا۔ **چھٹا فائدہ:** تمام انسان ایمان نہ لائیں گے بعض کفار ضرور رہیں گے یہ فائدہ **ولو شاء اللہ** سے حاصل ہوا اس میں رب تعالیٰ کی بڑی حکمتیں ہیں۔ **ساتواں فائدہ:** انسان کو چاہیے کہ راضی بہ رضا رہے قدرت کا مقابلہ کرنے کی جرأت نہ کرے نہ رب کی شکایت کرے اگر ہم اپنی کسی کوشش میں کامیاب نہ ہوں تو حوالہ بخدا کریں سمجھیں کہ اس میں اس کی حکمت ہے۔

گر زمیں را بہ آسماں دوزی ۔۔۔ نہ دہندت زیادہ از روزی

یہ فائدہ بھی **فان استطعت ان تبتغی** الخ سے حاصل ہوا۔ دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی یہ تھی کہ سارے ہی لوگ ایمان لے آئیں۔ سب کو اللہ تعالیٰ کے دروازے پر جمع کیا جائے۔ رب تعالیٰ نے کس نفیس طریقے سے اپنے محبوب کو سمجھایا۔ **آٹھواں فائدہ:** جو کان حق نہ سنیں وہ بہرے ہیں جو زبان حق نہ بولے وہ گونگی ہے جو زندہ حق تک نہ پہنچے وہ مردہ ہے غرضیکہ جو شے اپنا مقصد پورا نہ کرے وہ گویا ہے ہی نہیں دیکھو رب تعالیٰ نے یہاں سننے والے کافروں کو بہرہ فرمایا اور زندہ مشرکین کو مردہ قرار دیا کہ انہوں نے اپنی قوت سماعت اور زندگی کا مقصد پورا نہ کیا اور وفات یافتہ شہداء کو زندہ کہا۔ **نواں فائدہ:** سب کو جانا ہے بارگاہ الٰہی میں ہی مگر کوئی پیش ہوگا انعام پانے کے لئے اور کوئی پیش ہوگا سزا پانے کے لئے سب کا رجوع الی اللہ ہے مگر رجوع کی نوعیت میں فرق ہے یہ فائدہ **الیہ یرجعون** سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام انسانوں کے ایمان کی حرص فرمانا تو بڑا اچھا عمل ہے جس کی تعریف خود

رب تعالیٰ نے فرمائی ہے کہ فرمایا **حریص علیکم** پھر یہاں اس حرص شریف کی وجہ سے عتاب کیوں فرمایا آیات میں تعارض ہے۔ **جواب** اس کا جواب ابھی تفسیر میں تفصیل سے عرض کر دیا گیا کہ یہاں روئے سخن اگرچہ ان مسلمانوں کی طرف ہے جو سب کو مسلمان دیکھنا چاہتے ہیں اور سب کے مسلمان نہ ہونے سے رب تعالیٰ پر اعتراض کرتے ہیں کہ سب کو ہدایت کیوں نہیں دی ان سے فرمایا گیا کہ جاہلانہ سوال میں ہماری حکمت ہے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ترجمہ اسی طرف اشارہ کر رہا ہے تب تو کوئی اعتراض نہیں اور اگر خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے ہے تو یہ عتاب نہیں انتہائی کرم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت کا اظہار ہے جس کی نفیس مثال تفسیر میں دے دی گئی محبت ہو تو اب فرض بھی ان کو تاہی کرنے پر نہ کہ فرض سے زیادہ کام کرنے پر رب تعالیٰ نے اس کرمانہ کا ظہور ان آیات سے ہو رہا ہے **طٰہٰ ما انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ** اے محبوب ہم نے یہ قرآن اس لئے نہ اتارا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں **لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین** شاید آپ اپنی جان پر کھیل جائیں گے اس لئے کہ وہ مومن نہیں بنتے **ولا تسئل عن اصحاب الجحیم** دوزخیوں کے متعلق آپ سے کوئی سوال نہ ہوگا۔ **دوسرا اعتراض** اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر نہ تھی کہ کون ہدایت پائے گا اور کون نہیں نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کی ہدایت کی کوشش نہ فرماتے اور یہ آیت اتارنے کی نوبت نہ آتی پھر تم کیسے کہتے ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب اور ہر ایک کے انجام کی خبر عطا ہوئی۔ **جواب** حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کے انجام کی خبر ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محبوب ان سے کفر پر مرنے والے کفار سے کہہ دو **ولا انتم عابدون ما اعبد** تم میرے معبود حقیقی کی کبھی عبادت کرنے والے نہیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں رحمۃ للعالمین اس رحمت کا تقاضا ہے کہ سب کو رب کے دروازے کی طرف بلائیں اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اجر بھی ملے گا مہربان طبیب لاعلاج مریض سے مایوس ہو کر بھی اس کا علاج کئے جاتا ہے سورج ہر جگہ پر چمکتا ہے بادل ہر زمین پر برستا ہے خواہ زمین اچھی ہو یا بیکار نالی کھور اہو یا اور زمین حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک پر کرم کرتے ہیں کوئی کرم سے فائدہ اٹھائے یا نہ اٹھائے۔

کرم سب پر ہے کوئی ہو کہیں ہو! تم ایسے رحمۃ للعالمین ہو!

اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے روزی سب کو دیتا ہے خواہ کوئی روزی کھا کر اس کی عبادت کرے یا اس کی نافرمانی دوست اغیار رکھو ہر جرم کرنے کی عادت نہیں چھوڑتے حضور کریم پروری بندہ نوازی شفاعت سفارش بخشوانے کی عادت نہیں چھوڑتے کیونکہ تو رحمۃ للعالمین ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم۔

قدرت کی تدبیریں جانے ابی اور تقدیریں جانے بخشش کی تدبیریں جانے

وہ جو سب کا پیارا ہے جن کا نام ہے محمد ان سے دو جگ میں اجیالا!

تیسرا اعتراض تم نے کہا کہ سارے انسان کبھی ہدایت پر جمع نہ ہوں گے گمراہ اور کافر ضرور رہیں گے مگر حدیث شریف میں آتا ہے کہ قریب قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ظہور پر ساری دنیا میں مومن ہی ہوں گے کافر کوئی نہ رہے گا تو کیا عیسیٰ علیہ السلام کی شان حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو ہدایت نہ دی وہ سب کو ہدایت دے دیں گے (مرزائی)۔ **جواب** اس زمانہ میں سب کو ہدایت نہ ملے گی بلکہ کفار اور وہ جو دجال کو خدا مان چکے تھے ہلاک کر

www.alahazratnetwork.org

دیے جائیں گے۔ صرف مومن باقی رکھے جائیں گے جیسے نوح علیہ السلام کے زمانہ شریف میں سارے کفار غرق کر دیئے گئے۔ صرف وہی مومن رہے جو کشتی میں سوار تھے یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں یا اسلام یا قتل ہوگا کسی کو فدیہ یا جزیہ دے کر رہنے کی اجازت نہ ہوگی کفار کو ہلاک کر دینا اور رب کا ہدایت نہ دینا یا مجبور کرنا یہ فرق خیال میں رہے۔

چوتھا اعتراض۔ پھر اس میں کیا حکمت ہے کہ دنیا میں کفار ضرور ہیں اگر سارے انسان مسلمان ہو جاتے تو ساری دنیا ہی اللہ کی اطاعت سے بھر جاتی۔ جواب۔ اس کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ جواب الزامی تو یہ ہے کہ پھر اس میں کیا حکمت ہے کہ باغ میں پھول بھی ہوں کانٹے بھی چمن میں [illegible] والے جانور بھی ہوں زہریلے سانپ بچھو بھی ہم میں کوئی بیماریاں بھی ہوں اور تندرستی وغیرہ بھی اگر سارے ہی پھول ہوتے سارے اچھی چیزیں ہی ہوتیں تو کتنا اچھا ہوتا جواب تحقیقی وہ ہے جو ہم پہلے پارہ میں شیطان کے پیدا کرنے کی حکمتیں بیان کر چکے ہیں کہ مسلمانوں کی بہت سی عبادات کفار کی وجہ سے ہیں۔ جہاد شہادت تبلیغ کفار کی ایذاؤں پر صبر یہ سب عبادتیں ہیں جو کفار کی وجہ سے ادا ہو سکتی ہیں نیز روشنی کی قدر اندھیرے سے تندرستی کی قدر بیماری سے ٹھنڈے پانی اچھی غذا کی قدر بھوک اور پیاس سے معلوم ہوتی ہے ایمان تقویٰ ہدایت کی قدر بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ان کفار وغیرہ سے معلوم ہوتی ہے۔ پانچواں اعتراض۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ اختیار نہیں۔ بلکہ حارث پہاڑوں کو سونا بنانے کا سوال کرتا ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی خواہش بھی کرتے ہیں۔ مگر رب تعالیٰ منظور نہیں فرماتا تو آپ کچھ نہیں کر سکتے پھر تم حضور کو کیوں مختار و مالک مانتے ہو۔ جواب۔ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا مختار مالک مانا ہے نہ رب تعالیٰ کے مقابلہ میں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اختیار سے جہان پر [illegible] مالک و مختار ہیں جیسے گورنر یا لیفٹیننٹ بادشاہ کے بخشے سے با اختیار ہوتا ہے مگر بادشاہ کے مقابل اور بغیر مرضی کچھ نہیں کر سکتا ہم اپنی زندگی میں [illegible] رب تعالیٰ کے محتاج ہیں مگر یہ اختیار والے بھی ہیں اسی اختیار پر سزا و جزا ہے۔ یہ خلیہ یہاں ارادہ الٰہی تھا۔ پہاڑ سونا بنے۔ ان شاء اللہ کے ارادہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں نے پتھر کو سونا بنایا ہے۔ حضرت خواجہ فرید گنج شکر نے [illegible] مرغی کے انڈے کو سونا بنا دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر ہم چاہیں تو ہمارے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں (حدیث) فرماتے ہیں کہ زمین کے خزانوں کی کنجیاں مجھے عطا کی گئیں (حدیث) غرضیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رب تعالیٰ نے اختیارات دیئے ہیں مگر وہ اختیارات بغیر حکم الٰہی استعمال نہیں فرماتے۔ چھٹا اعتراض۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرمانا لا تکونن من الجاهلين کہ نہ ہو آپ کی بے ادبی ہے کیا ہم بھی یہ لفظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کہہ سکتے ہیں کیونکہ قرآن کریم میں موجود ہے۔ جواب۔ مختلف الفاظ کے لئے مختلف زبانیں ہوتی ہیں [illegible] بادشاہ کو اس کے ماں باپ بیٹا کہیں تو اچھے معلوم ہوتے ہیں لیکن اگر نوکر کہہ دے تو سزا پائے گا اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رب ہے یہ کلمہ نہایت محبت و پیار کا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ارشاد ہوا جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے وحملها الانسان انه كان ظلوما جهولا بھاری امانت کو انسان نے اٹھا لیا وہ ظالم و جاہل ہے۔ کیا امانت الٰہی اٹھانے والے بے ادب ہیں۔ ظالم و جاہل فرما لیا۔ یہ الفاظ نہایت ناز و انداز کے ہیں نہ کہ عتاب یا عذاب کے یہ تمام گفتگو جب ہے جبکہ روئے سخن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو اور اگر مسلمانوں سے خطاب ہو تو کوئی اعتراض نہیں۔ ساتواں اعتراض۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کو نیک بخت و بدبخت کی نہ پہچان ہے نہ خبر ورنہ آپ بدبختوں کو تبلیغ کیوں فرماتے اور ان کے ایمان نہ لانے پر غم کیوں کرتے۔ **جواب** اس کے دو جواب ہیں۔ ایک عالمانہ دوسرا عاشقانہ۔ جواب عالمانہ تو وہ ہے جو ابھی تفسیر میں گذرا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رب کی طرف سے مبلغ اعظم ہیں ہر ایک کو تبلیغ فرمانا آپ کا منصب ہے جس پر آپ کو ثواب ملتا ہے جیسے مایوس مریض کے علاج پر طبیب کو فیس اور دوا کی قیمت ملتی ہے۔ جواب عاشقانہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے ہر ایک کی فطرت علیحدہ بنائی ہے وہ اپنی فطرت کے مطابق ضرور عمل کرتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت ہے شفاعت، رحمت، کرم نوازی، بندہ پروری، ہر ایک کی غمخواری۔ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر سعید و شقی کی خبر ہے مگر فطری کرم کی بنا پر سب ہی پر غم ہوتا ہے۔ ماں بدکار بچے کے علاج کی بھی کوشش کرتی ہے اس پر آنسو بہاتی ہے بے خبری اور چیز ہے کرم نوازی کچھ اور۔

تفسیر صوفیانہ انسان چار قسم کے ہیں (1) سعید سعادت کے لباس میں جیسے حضرات انبیاء و اولیاء اور ان کے متبعین (2) شقی لباس شقاوت میں جیسے کفار جو کافر ہی مرے (3) شقی بدبخت سعادت کے لباس میں جیسے بلعم باعورا، ابلیس، ثعلبہ وغیرہ کہ اولاً مست عابد زاہد تھے مگر آخر میں خراب ہو گئے (4) سعید مگر شقاوت کے لباس میں جیسے وہ کفار جو مومن ہو کر مرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمت کے بادل ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم رحمت کی بارش ہے بارش بوئے ہوئے تخم کو اگا سکتی ہے مگر بدل نہیں سکتی بارش کی وجہ سے ببول کا تخم آم نہیں اگا سکتا یوں ہی جس کے دل میں شقاوت کا تخم ہے وہ سعید نہیں بن سکتا اس آیت کریمہ میں یہی فرمایا گیا ہے کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کے بچاس سالوں اور کفر پر ضد کرنے کی وجہ سے ملول نہ ہوں یہ لوگ ایمان لانے والے نہیں خواہ کیسے ہی معجزات دیکھیں۔ جب ان کے دلوں میں ایمان کا تخم ہی نہیں تو معجزات دیکھ کر ایمان کیسے لاویں ان کے بدبخت رہنے کی وجہ یہ نہیں کہ آپ کی تبلیغ میں کچھ کمی ہے وجہ یہ ہے کہ یہ خود ہی بدبخت ہیں ان مختلف قسم کے تخم بونے میں ہماری صد ہا حکمتیں ہیں اگر ہم چاہتے تو سب کو مومن بنا دیتے مگر پھر دنیا میں اور جنت میں فرق کیا ہوتا جہاں سارے مومن ہی ہیں وہ تو جنت ہے صوفیاء فرماتے ہیں کہ ارادہ الٰہی اور چیز ہے محبت الٰہی کچھ اور اللہ تعالیٰ پسند تو یہ ہی فرماتا ہے کہ سارے بندے ایمان قبول کریں مگر اس کا ارادہ نہیں فرماتا یوں ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ کچھ اور ہے محبت کچھ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ حقیقت ارادہ الٰہیہ میں گم ہے یہ ناممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خلاف ارادہ الٰہیہ کچھ ارادہ فرماویں ایسے کفار کے ایمان کا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ارادہ نہیں فرماتے۔ اسی لئے رب تعالیٰ نے ایک جگہ ارشاد فرمایا **انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء** دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محبت اعمام کو دیدار تو نصیب ہوا مگر اپنے محبت ہدایت نہیں فرمایا۔ ناممکن ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے ایمان کا ارادہ فرمالیں اور وہ مومن نہ ہو کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ مظہر ارادہ الٰہیہ ہے ناممکن ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہم جیسے گنہگاروں کی بخشش کا ارادہ فرمالیں اور پھر بخشش نہ ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ ارادہ کرتے ہیں جو رب تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا۔

تو جو چاہے تو ابھی میل میرے دل کے دھلیں ۔۔۔ کہ خدا دل نہیں کرتا کبھی میلا تیرا

کفار کے ایمان نہ لانے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رنج و غم محبت کی بنا پر تھا نہ کہ ارادہ کی بنا پر مضمون نہایت باریک ہے اسے

www.alahazratnetwork.org

غور سے کچھ صوفیاء فرماتے ہیں کہ ان استطعت ان تبتغی سے معلوم ہوا کہ یہاں حسی طاقت یعنی قدرت کی نفی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں آسمانوں سے اوپر پہنچے اور بہت اونچی آیات دیکھ آئے آیت لا یطاق سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں بلکہ طاقت شرعی یعنی اجازت کی نفی ہے روزہ دار روزے میں کھانے پینے پر شرعاً قدرت نہیں رکھتا حاجی احرام میں سلے کپڑے نہیں پہن سکتے محرم شکار نہیں کر سکتا اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس میں کھانے پینے کی حسی طاقت نہیں طاقت تو ہے اجازت نہیں وہ شرعاً یہ کام نہیں کر سکتے سوار اپنی سواری واپس با تو نہیں چلا سکتا یعنی اسے اجازت قانونی نہیں دی حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں۔

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۚ قُلْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَىٰ أَن

اور کہا انہوں نے کیوں اتاری گئی ان پر نشانی ان کے رب کی طرف سے فرما دیجئے بیشک اللہ قدرت والا ہے

اور بولے ان پر نشانی کیوں نہیں اتری ان کے رب کی طرف سے تم فرماؤ کہ اللہ قادر ہے کہ کوئی نشانی

يُنَزِّلَ آيَةً وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٧﴾ وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ

اس پر کہ اتارے نشانی اور لیکن بہت سے ان میں سے نہیں جانتے اور نہیں ہے کوئی چلنے والا

اتارے لیکن ان میں بہت نرے جاہل ہیں اور نہیں کوئی زمین میں چلنے والا

وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُم ۚ مَّا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِن

زمین میں اور نہ کوئی اڑنے والا اڑتا ہے اپنے بازوؤں سے مگر امتیں ہیں تمہاری طرح نہیں چھوڑی ہم نے

اور نہ کوئی پرند کہ اپنے پروں پر اڑتا ہو مگر تم جیسی امتیں ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا

شَيْءٍ ۚ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ ﴿٣٨﴾

اس کتاب میں کوئی چیز پھر اپنے رب کی طرف جمع کئے جائیں گے

پھر اپنے رب کی طرف اٹھائے جائیں گے

تعلق اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیات میں ارشاد ہوا تھا کہ یہ کفار بہرے بلکہ مردے ہیں اس لئے آپ کی تبلیغ سے فائدہ نہیں اٹھاتے اب اس کا ثبوت دیا جا رہا ہے کہ دیکھئے آپ نے ایسے شاندار بے مثال معجزے دکھائے مگر یہ یہی کہے جا رہے ہیں کہ کوئی معجزہ کیوں نہیں آتا جو آپ کی نبوت کو ثابت کرے اگر یہ اندھے بہرے مردے نہ ہوتے تو یہ کیوں کہتے گویا پہلے ایک دعویٰ کیا گیا تھا اب اس کا ثبوت دیا جا رہا ہے۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیات میں ارشاد ہوا تھا کہ اگر رب چاہتا تو ان سب کو ہدایت دے دیتا جس سے معلوم ہوا کہ سب کی ہدایت نہ ملے گی اس میں حکمت الٰہی ہے اب اس کا ثبوت دیا جا رہا ہے کہ رب تعالیٰ تمام مخلوق کا خالق و مالک ہے مگر ہر مخلوق کو اس کی استعداد کے مطابق نعمتیں

رہا ہے یہاں ہی انسانوں کا حال ہے کہ جو تھے وہ گیا ظلیل ہو گئے۔ **تیسرا تعلق** پچھلی آیت میں چند طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلیم دی گئی تھی کہ آپ کفار کے اعتراضات پر ملول نہ ہوں اب ایک اور طرح تسکین دی جا رہی ہے کہ کفار آپ پر یہ اعتراض کرتے ہیں آپ اس کا یہ جواب دے دیں بہرحال اس میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تسکین ہی ہے۔ **پانچواں تعلق** پچھلی آیت میں کفار کی سرکشی کا ذکر تھا اب ان کو فہمائش فرمائی جا رہی ہے کہ تم دوسرے جانوروں سے افضل ہیں۔ وہ اپنے حالات اور جانوروں کے حالات میں موازنہ کرو تم پر پتہ لگے گا کہ تمہاری یہ برتری کی وجہ نہیں ہے بلکہ اگر تم ایمان قبول نہ کرو تو ان سے بدتر ہو۔ پچھلی آیت میں کفار کی سرکشی کا ذکر تھا اب اس کا علاج ارشاد ہو رہا ہے۔

تفسیر **وقالوا لولا نزل علیه آیة من ربه** یہ جملہ نیا ہے لہذا او ابتدائیہ ہے۔ **قالوا** کا فاعل سرداران قریش ہیں جو کفار قریش کے سرغنہ تھے۔ ظاہر یہ ہے کہ سرداران قریش یہ گفتگو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے ساتھی غلاموں سے کرتے تھے تاکہ وہ کفر پر جمے رہیں اسی لئے **علیه** ارشاد ہوا **علیک** نہ فرمایا گیا۔ قرآن کریم میں **قالوا** فرما کر کہیں تو حضرات انبیاء و اولیاء صالحین کے قول نقل فرمائے جاتے ہیں اس کا منشاء یہ ہوتا ہے کہ اے مسلمانوں تم ان ارشادات سے فیض لو ان کے کلمات میں تاقیامت فیض ہدایت اور کہیں **قالوا** سے ان کی دعائیں نقل فرمائی جاتی ہیں اس کا منشاء ہوتا ہے کہ تم بھی ہماری بارگاہ میں یہ دعائیں مانگا کرو کیونکہ ان میں الفاظ کی تاثیر ہے اور ان زبانوں کی بھی اور ہمارے نقل فرمانے کی بھی اور کبھی **قالوا** سے کفار کے کلام ان کی بیہودگیاں نقل فرمائی جاتی ہیں اس کا منشاء یہ ہوتا ہے کہ اے مسلمانو تم ایسی بات کبھی نہ کہنا اس پر ہمارا غضب آچکا ہے اگر تم نے بھی ایسی باتیں کیں تو تمہارے لئے خطرہ ہوگا یہاں تیسری قسم کا **قالوا** ہے کہ اس کا **ولا** کفار ہیں مطلب یہ ہے کہ تم یہ نہ کہنا کہ نبی کے پاس کچھ نہیں انہیں رب نے کچھ دیا ہی نہیں ان پر کچھ اترا ہی نہیں چونکہ آیات قرآنیہ اور نبیوں کے معجزات رب تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں اور اس کی سلطنت و کبریائی کا مرکز آسمان ہے کہ وہاں سے رزق آسمانی کتابیں چاند تاروں کی روشنی وغیرہ اترتی ہیں۔ اسی لئے نزول کہا گیا۔ نزول کہتے ہیں اوپر سے نیچے آنے کو (اترنا) نیچے سے اوپر جانے کو صعود (چڑھنا) کہا جاتا ہے۔ **علیه** کی ضمیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے آیت سے مراد یا تو آیت قرآنیہ ہے یا مطلقاً معجزہ گویا ان اندھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور اتری ہوئی آیات قرآنیہ کو آیت مانتے نہیں وہ کہتے تھے کہ یہ جو کچھ دکھایا جا رہا ہے جادو ہے اور جو کچھ سنایا جا رہا ہے پچھلوں کے قصے کہانیاں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آیت لاتے ہیں تو ہم آیت مان لیں اور ہو سکتا ہے کہ آیت سے مراد گزشتہ انبیاء کرام کے معجزے ہوں جیسے حسن یوسف شق القمر ناقہ صالح علیہ السلام عصائے موسوی اور ید بیضا آسمان سے عیسوی دستر خوان آنا وغیرہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ معجزے نہیں مانتے ہم تو وہ معجزے چاہتے ہیں جو گزشتہ نبیوں نے دکھائے حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے مذکورہ معجزات سے کہیں بہتر ہیں۔ امام بوصیری فرماتے ہیں۔

وان قابلت لفظة لن ترانی   بما کذب الفواد فهمت معنی

وان یک خاطب الاموات عیسی   فان الجذع حن له وانی

یعنی جناب موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا گیا لن ترانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کے بارے ما کذب الفواد و ما

www.alahazratnetwork.org

[illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible] معجزات [illegible]
[illegible] قتال کافرین [illegible]
[illegible]
[illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible]
[illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible] ان اللہ قادر علیٰ ان ینزل آیۃ [illegible]
قدرت [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت [illegible] قدرت [illegible] حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت [illegible] حقیقت [illegible] قدرت [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] قل اعوذ برب الفلق [illegible] قل
اعوذ برب الناس [illegible]
[illegible] الذین اسرفوا [illegible]
[illegible] قل یا ایہا الکافرون [illegible]
[illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

www.alahazratnetwork.org

آتیں گی یہاں قل میں روئے سخن کفار کی طرف ہے یعنی آپ ان منکر کافروں سے فرماؤ جیسا کہ شان نزول اور کلام کی روشنی سے معلوم ہو رہا ہے۔ قادر اور قدیر کا فرق بارہا بیان ہو چکا ہے یہاں قادر فرمانا زیادہ مناسب ہے آیت سے مراد یا گزشتہ نبیوں کے معجزات ہیں یا ان ضدی کفار کے منہ مانگے معجزات جیسا کہ شان نزول میں عرض کیا گیا۔ خیال رہے کہ نزول آیت کا تعلق رب تعالیٰ سے ہے اور اظہار کا تعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کیونکہ نبی کا معجزہ نازل تو ہوتا ہے رب تعالیٰ کی طرف سے مگر ظاہر ہوتا ہے نبی کے ہاتھ پر تو مقصد یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے منہ مانگے معجزات اتارنے پر قادر ہے اور نبی اس کے دکھانے پر قادر، نہ وہ اتارنے سے عاجز نہ یہ دکھانے سے عاجز ایسے معجزات کا نزول اور ظہور غیر ممکن نہیں غیر واقع ہے اس میں رب تعالیٰ کی حکمتیں ہیں۔ **ولكن اكثرهم لا يعلمون** یہ وہم کو دفع کرنے کے لئے آیا ہے۔ یہاں گزشتہ مضمون سے وہم ہوتا تھا کہ ان معجزات کا نہ اتارنا بلاوجہ ہے اس میں کوئی حکمت نہیں یہ وہم اس عبارت سے دور کیا گیا لہذا اس سے پہلے ایک عبارت پوشیدہ ہے **عدم انزاله حكمة** ان کے مطالبے پورے نہ کرنے ان معجزات کے نہ اتارنے میں ہماری حکمت ہے لیکن ان میں سے اکثر وہ حکمت جانتے نہیں چونکہ بعض کفار کو حکمت معلوم تھی مگر صرف عناد یا ضد کے طور پر یہ معجزے مانگتے تھے اور بہت کو معلوم نہ تھی اس لئے **اكثرهم** فرمایا گیا **لا يعلمون** کا مفعول پوشیدہ عبارت ہے یعنی لیکن بہت سے کفار اس حکمت کو جانتے نہیں۔ وہ حکمت یہ ہے کہ قانون الٰہی یہ ہے کہ اگر کفار منہ مانگا معجزہ مانگیں اور وہ دکھا دیا جائے پھر وہ ایمان نہ لائیں تو عذاب الٰہی سے ہلاک کر دیئے جاتے ہیں اور رب تعالیٰ یہ پسند نہیں فرماتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور نبوت میں عذاب الٰہی دیا جائے اس لئے وہ ایسے معجزات نہیں اتارتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہیں دکھاتے دیکھو فرعون نے عصاء موسوی ید بیضاء کا انکار کیا ہلاک نہ کیا گیا بہت عرصہ کے بعد غرق ہوا اور قوم صالح علیہ السلام نے اونٹنی کا انکار کیا ہلاک کر دی گئی کیونکہ عصا اور ید بیضا کا مطالبہ فرعون نے نہ کیا تھا مگر قوم صالح علیہ السلام نے اسی اونٹنی کا مطالبہ کیا تھا **وما من دابة في الارض** اس عبارت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت عامہ کا ذکر ہے اور اس کا مقصد ہے گزشتہ فرمان کی تائید مطلب یہ ہے کہ جیسے تم ہماری مخلوق ہو تمہاری طرح یہ بھی ہماری مخلوق ہیں ہم سب کو ان کی حیثیت کے لائق روزی دیتے ہیں غیر ضروری چیز نہیں دیتے بقدر ضرورت تمہیں معجزات دکھا دیئے ہیں غیر ضروری مطالبے پورے نہیں فرماتے۔ **دابة** بنا ہے دبیب سے بمعنی آہستہ آہستہ چلنا۔ پیٹ کے بل چلنے والی جاندار چیز ہے اس میں دریائی اور خشکی کے سارے جاندار شامل ہیں کیونکہ دریائی جانور بھی پانی کی تہہ والی زمین پر چلتے ہیں دیکھو جہاز بھی تو پانی میں چلتے ہیں مگر سفر کا فاصلہ اسی حساب سے کرایہ لیا جاتا ہے کہ جہاز اتنے میل چلا ہے فی میل اتنا کرایہ لہذا اس عبارت میں دریائی جانور داخل ہیں۔ **ولا طائر يطير بجناحيه** یہ دوسری جاندار مخلوق کا ذکر ہے یعنی ہوا میں اڑنے والے یہ ہوا میں ہی رہنے والے چھوٹے بڑے پرندے۔ خیال رہے کہ اس آیت کریمہ میں دابہ اور طائر دونوں اسم جنس ہیں جس میں ایک اور سارے سب داخل ہیں۔ تو ترجمہ عربی میں طائر تیز رفتار چیز کو بھی کہا جاتا ہے ایک شعر ہے۔

قوم اذا الشر ابدى ناجذيه لهم — طاروا اليه زرافات و وحدانا!

اس شعر میں **طاروا** کے معنی ہیں بھاگ کر جانا اور قرآن مجید میں ہے **وكل انسان الزمناه طائره في عنقه** اس آیت میں طائر سے مراد انسان کے اعمال یا اعمال کا بدلہ ہے اس لئے یہاں طائر کے ساتھ **يطير** فرمایا گیا تاکہ معلوم ہو کہ یہاں طائر سے مراد

www.alahazratnetwork.org

پرندے ہیں (روح المعانی وغیرہ) جنتی پرندوں کو دیکھتے ہیں۔ دوسرے کہ یہاں جناح بمعنی پر ہے اس کی اصل جنح ہے بمعنی جھکنا مائل ہونا رب فرماتا ہے وان جنحوا للسلم فاجنح لها چونکہ پرندے کسی طرف پروں سے ہی جھکتے ہیں اور انسان بازوؤں سے کسی طرف جھکتا ہے مڑتا ہے اس لئے بازوؤں اور پروں کو جناح کہتے ہیں قرآن میں فرماتا ہے واخفض لهما جناح الذل من الرحمة خیال رہے کہ ہوائی جہاز کے بازو پرندے پروں سے ہی اڑتے ہیں ان کے بغیر پروں سے اڑتے ہیں لہٰذا اس سے پرندے خارج نہیں چونکہ ہم لوگ یہی مخلوق نظر آتی ہے فرشتے جنات نظر نہیں آتے ان کے وجود پر ایمان ہے بغیر دیکھے اس لئے ان ہی محسوس چیزوں کا ذکر ہوا چونکہ یہ محسوس پرندے دو پروں سے ہی اڑتے ہیں زیادہ پر نہیں اس لئے بجناحيه ارشاد ہوا فرشتوں کے پر دو سے زیادہ بھی ہیں رب فرماتا ہے جاعل الملائكة رسلا اولي اجنحة مثنى وثلث وربع لہٰذا آیت کریمہ واضح ہے۔ الا امم امثالكم یہ عبارت مذکورہ ما کی خبر ہے الا کے اضافہ سے الا یا تا حصر حالات کے لئے ہے امم جمع ہے امة کی امت لو امام بنا ہے امم بمعنی قصد سے اس کے معنی پہلے پارہ کی تفسیر میں عرض ہو چکے یہاں بمعنی جماعت جمع کثرت ارشاد ہوا اس میں گفتگو ہے کہ یہاں کس چیز میں مشابہت یا مماثلت مراد ہے اس میں بہت قول ہیں (1) زندگی اور موت میں (2) مشاہدہ اور غذا (3) محبوب ہونے کے محتاج ہونے میں (3) سمجھ و شعور رکھنے میں (4) رب تعالیٰ کی معرفت میں (5) اللہ تعالیٰ سے روزی پانے میں (6) اللہ تعالیٰ کی ربوبیت سے حصہ پانے میں (7) رب تعالیٰ کی حمد تسبیح و تہلیل و عبادت کرنے میں (8) قیامت کے دن اٹھنے حساب لئے جانے سزا پانے میں (9) عقل و دانش رکھنے میں (10) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت سے حصہ پانے میں فرماتا ہے وما ارسلناك الا رحمة للعالمين (11) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر فرمان ہونے آپ کی اطاعت کرنے میں (12) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہونے میں رب فرماتا ہے ليكون للعالمين نذيرا۔ آخری چار قول صحیح ہیں۔ باقی تفسیر قوی ہے۔ خیال رہے کہ جن و انس کے سوا کسی مخلوق میں کوئی منکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن نہیں (الا دو بد بختوں) کے سوا تمام مخلوق موحد اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہ اور رب کی حمد و تسبیح کرنے والی ہے جس پر قرآن مجید اور احادیث شریفہ شاہد ہیں۔ پرندوں جانوروں کنکریوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ شریف سنایا ہے۔ انشاء اللہ اس کی تحقیق ابھی تفسیر میں کی جائے گی ما فرطنا في الكتاب من شيء پچھلی عبارت میں رب تعالیٰ کی ربوبیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا عموم بیان ہوا اب اللہ تعالیٰ کی کمال تعلیم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا ذکر ہے جو ہر چیز ہماری مخلوق ہم پر روشن اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے اور ہر چیز ہمارے علم میں ہے اور ہمارے بتانے سے ہمارے محبوب کے علم میں ہے۔ ما فرطنا بنا ہے تفریط سے جس کا مادہ فرط بمعنی حصہ ہے۔ اصطلاح میں زیادتی کرنے کو افراط کمی کرنے کو تفریط کہا جاتا ہے یہاں بمعنی ترک یا اغفال ہے دیکھو روح المعانی وغیرہ لہٰذا اس کے معنی ہوئے نہیں چھوڑی ہم نے نہیں اغفال کی ہم نے اس (فسر؟) الکتاب سے مراد یا لوح محفوظ ہے یا قرآن مجید اکثر مفسرین کا قول ہے کہ قرآن مجید مراد ہے دیکھو تفسیر کبیر روح المعانی تفسیر خازن وغیرہ مگر یہاں تفسیر کبیر نے فرمایا کہ جب کسی اسم پر الف لام ہے تو اس سے وہ فرد مراد ہوتی ہے جو پہلے سے معلوم ہو اس سے پہلے قرآن کریم کا ذکر ہے نہ لوح محفوظ کا یہاں کہیں نہیں لہٰذا واجب ہے کہ اس سے مراد قرآن کریم ہو (تفسیر کبیر) بہرحال قوی یہی ہے کہ الکتاب سے مراد قرآن مجید ہے ورنہ آیات قرآنیہ میں سخت بے ربطی ہوگی من شيء میں من استغراقیہ ہے جس کے معنی ہیں کوئی بھی شے سے مراد صرف دینی احکام نہیں

www.alahazratnetwork.org

ملک یعنی دنیا کی ہر چیز ہے ذرہ ذرہ اور قطرہ قطرہ کیونکہ ابھی پرندوں چرندوں وغیرہ کا ذکر ہوا تو یہاں بھی مراد ہیں (روح المعانی و صاوی) حتیٰ کہ اس کتاب قرآن مجید میں ہم نے دینی و دنیوی کوئی چیز نہیں چھوڑی سب بیان فرما دی رب تعالیٰ فرماتا ہے ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء وہ آیت کریمہ اس آیت کریمہ کی تفسیر ہے **ثم الی ربهم یحشرون**۔ **ثم** عطف تراخی کے لئے ہے چونکہ مرنے کے بہت عرصہ بعد اٹھنا ہوگا اس لئے ثم ارشاد ہوا ربهم کا مرجع وہی مذکورہ دابہ اور طائر ہیں چونکہ ان میں بعض اہل عقل بھی ہیں اور عقل والے ہی اشرف ہیں اس لئے یحشرون جمع مذکر ارشاد ہوا یعنی پھر تمام مخلوق چرند پرند جن و انس قیامت میں اپنے رب تعالیٰ کی طرف جمع کی جائے گی وہاں سب کا انصاف ہوگا حتیٰ کہ جس سینگ والی بکری نے بے سینگ (منڈی) بکری کو دنیا میں سینگ مارا ہوگا وہاں اس بے سینگ کو سینگ عطا ہوں گے وہ مظلومہ بکری ظالمہ بکری سے اپنا بدلہ لے گی۔ پھر جانور اس بدلہ کے بعد مٹی بنا دیئے جائیں گے دوزخ کی سزا صرف مجرم جن و انس کو ہوگی اور جنت کا ثواب صرف مومن انسانوں کو جانوروں کا یہ انجام دیکھ کر کفار تمنا کریں گے۔ **و یقول الکافر یالیتنی کنت ترابا** کاش کہ ہم بھی مٹی بن جاتے دوزخ میں نہ جاتے۔ خیال رہے کہ قرآن کریم کی جامعیت کا ذکر فرما کر سب کے حشر کا ذکر فرمانا عجیب حکمت سے ہے کوئی کہہ سکتا تھا کہ قرآن کریم بہت مختصر سی کتاب ہے اس میں سارے علوم ساری چیزیں کا ذکر کیسے ممکن اور **ما فرطنا فی الکتاب من شیء** کیونکر درست ہے۔ تو فرمایا کہ حشر کا نظارہ کرو تو جواب مل جائے گا کہ از ابتداء آفرینش تا قیامت ساری مخلوق ایک چھوٹے سے علاقہ فلسطین میں یک وقت جمع کر دی جائے گی تو جب اتنی بڑی مخلوق اتنے چھوٹے علاقہ میں جمع کر سکتا ہے وہ ساری چیزوں کا ذکر مختصر سی کتاب میں بھی فرما سکتا ہے۔ ہماری قوت حافظہ میں جو کچھ دماغ کے ایک انچ حصہ میں ہے سارا قرآن مجید ہزاروں باتیں لاکھوں احادیث سینکڑوں اشعار جمع ہو جاتے ہیں نطفہ کی ایک بوند میں سارا جسم مقیم ہوتا ہے۔ درخت کے بیج میں سارا درخت جڑ تنا شاخیں پتے پھل پھول وغیرہ سب ہوتے ہیں ایسا قادر مطلق قرآن مجید میں سب کچھ ذکر فرما سکتا ہے۔

خلاصہ تفسیر: ضدی عنادی کفار اپنے ماتحت کافروں سے کہتے ہیں کہ اگر حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی ہیں تو ان پر وہ معجزات رب تعالیٰ کی طرف سے کیوں نہیں اترتے جن کا ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ سونے کے پہاڑ ان کے ساتھ چلیں زمین مکہ منتقل کر کے یہاں دوسری سرسبز زمین رکھ دی جائے یا ان پر وہ معجزات کیوں نہ اترے جو گزشتہ نبیوں پر اترے تھے جیسے ید بیضا عصاء آسمانی دسترخوان وغیرہ یا قرآن میں وہ آیتیں کیوں نہیں اتریں جو ہم چاہتے ہیں۔ نزول قرآن ہماری مرضی کے مطابق کیوں نہیں ہوتا۔ آپ فرما دو کہ تمہارے ان مطالبات کے پورے نہ ہونے کی وجہ یہ نہیں کہ رب تعالیٰ ان کے اتارنے اور تمہیں ان کے دکھانے پر قادر نہیں وہ رب ایسا قادر ہے کہ یہ سارے معجزات نازل فرماوے لوگوں میں قادر ہوں کہ اس کے نازل نہ ہونے معجزات تم کو دکھاوے ان نہ اتارنے میں رب تعالیٰ کی حکمت ہے مگر ان میں کے بہت سے حضرات یہ حکمت نہیں جانتے یہ مطالبے پورے نہ فرمانا ہی اللہ رسول کی رحمت ہے کہ مانگے معجزات پر اگر لوگ ایمان نہ لائیں تو عذاب الٰہی سے ہلاک کر دیئے جاتے تم لوگ ایمان لاؤ گے نہیں تو یقیناً مارے جاؤ گے یا ان مطالبوں کے پورا نہ کرنے میں اور وہ خصوصی حکمتیں ہیں جو ہماری تفسیر میں ذکر کی گئیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت آپ کی نبوت ایسی عام ہے کہ تمام زمین کے چرندے پروں سے اڑنے والے پرندے اسے کافرو یا اے انسانو! تم جیسی امتیں ہیں وہ سب میری مخلوق مملوک مرزوق ہیں ان ہی کے مطیع و فرمانبردار

www.alahazratnetwork.org

ہیں وہ نہایت لطیف ہے کہ جو ہوا اس نے اللہ تعالیٰ کی صفات کی تسبیح و تہلیل اطاعت رسول اللہ میں رکھتے ہیں [illegible]
[illegible] سے بہت سے سمجھے میں آتا ہے۔ یہی طریقہ ہے جو حضرت عیسیٰ کے قطعاتی [illegible]
[illegible] حضور میں [illegible] کتاب قرآن [illegible] کوئی ترجیح
چھوڑی نہیں [illegible] تمام امتوں سے [illegible] تحقیق یہ قانون [illegible] انسان کے لیے حاضر
[illegible]

علوم قرآنیہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ

حضرات صحابہ سے [illegible] قرآن [illegible] عقیدہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام آسمانی کتابوں پر قرآن
[illegible] فوقیت دی [illegible] ایک [illegible] قرآن [illegible] تمام دینی اور دنیوی علوم جمع فرما دیے [illegible]
[illegible] اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] ما کان [illegible] تکون [illegible] اس مضمون کو
سمجھنے سے پہلے ایک بات سمجھ لو [illegible] ہے عمل اور ایک ہے صفت [illegible] اللہ تعالیٰ کی صفت قدیم ہے اس کے فعل ہر
وقت [illegible] وقت [illegible] مخلوق کی صفت [illegible] نہیں ہوتے [illegible] جب ہم سو
جاتے ہیں تو [illegible] سننے سمجھنے بولنے کی صفت تو رہتی ہیں ہم اس وقت [illegible] نہیں ہو جاتے قرآن
[illegible] سے دیکھتے ہیں نہ سنتے ہیں نہ بولتے ہیں صفات ہیں افعال نہیں یوں ہی ہمارے
صفت علم [illegible] صفت علم [illegible] وقت فعل [illegible] شیخ سعدی نے حضرت
یعقوب علیہ السلام کے متعلق فرمایا۔

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم　　گہے بر پشت پائے خود نہ بینم [illegible]

[illegible] وقت [illegible] کونسی چیز کی خبر نہ ہو تو اس کی [illegible] علمی نہیں بلکہ [illegible] عرض
[illegible] علوم کے متعلق بہت جگہ اعلان فرمایا ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء ہم نے آپ پر قرآن
[illegible] ما فرطنا فی الکتاب من شیء ہم نے [illegible] کتاب قرآن
مجید میں [illegible] ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین نہیں ہے کوئی خشک
[illegible] قرآن [illegible] اولین [illegible]
[illegible] الرحمن علم القرآن اپنے
محبوب کو [illegible] قرآن [illegible] اچھی طرح [illegible] ہر چیز کا علم قرآن مجید میں ہے اور قرآن مجید
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں سب اس کے متعلق اہل اسلام [illegible]
[illegible] (1) ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ قرآن مجید میں سارے

www.alahazratnetwork.org

[illegible] معنی [illegible] بیان [illegible] ہمارے علم میں [illegible] ان سے [illegible]
[illegible] سے [illegible] المقصد [illegible] نبی صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] قرآن
[illegible] قرآن مجید [illegible] حضرت
ابن عباس فرماتے ہیں [illegible] قرآن مجید سے [illegible] بعد [illegible]
[illegible] قرآن [illegible] اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
[illegible] حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

جمیع العلم فی القرآن لکن تقاصر عنہ افہام الرجال

سارے علوم قرآن مجید میں ہیں مگر ان کو سمجھنا [illegible] حضرت شیخ [illegible] محی الدین ابن عربی ایک بار اپنے [illegible] سے گر گئے
لوگوں نے [illegible] فرمایا [illegible] پھر فرمایا اچھا مجھے اب [illegible] لوگوں نے [illegible] پوچھی تو فرمایا
قرآن مجید کی طرف [illegible] یہ واقعہ [illegible] معلوم [illegible] واقعہ [illegible]
[illegible] حالات [illegible] ایک بار
امام شافعی نے مکہ معظمہ میں فرمایا [illegible] مسئلہ [illegible] کی طرف قرآن کریم رہبری [illegible] کسی نے پوچھا
[illegible] فرمایا [illegible] قرآن کریم فرماتا ہے [illegible] جو [illegible]
[illegible] اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں [illegible] اور میرے خلفاء راشدین کی سنت اختیار کرو اور حضرت عمر رضی
اللہ عنہ فرماتے ہیں **للمحرم قتل الزنبور** [illegible] لہذا یہ قرآنی مسئلہ ہوا۔ نوٹ: یہ تمام حوالہ تفسیر
روح المعانی [illegible] ملاحظہ ہو [illegible] تفسیر روح البیان نے فرمایا [illegible] حضرت علی رضی اللہ [illegible]
[illegible] **بسم اللہ الرحمن الرحیم** [illegible]
[illegible] پانچ سو سال بعد قیامت [illegible] قیامت [illegible] شریف [illegible]
[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] صبح سے شام [illegible] فرمایا [illegible] قیامت [illegible]
[illegible] عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ آپ کے کسی امتی کی نیکیاں [illegible] تاروں کی [illegible] فرمایا عمر ابن
خطاب کی معلوم ہوا [illegible] ہر شخص کے اعمال [illegible] پوچھا کہ
[illegible] سب سے [illegible] معلوم ہوا [illegible] ایک [illegible]
[illegible] حضرت ابو [illegible] رضی اللہ عنہ [illegible] فرمایا [illegible]
[illegible] حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] علم [illegible] فرمایا کہ [illegible]
[illegible] ضرورت نہیں [illegible] قرآن کریم میں ہے۔

لطیفہ: میرے مرشد برحق [illegible] حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب قدس سرہ [illegible] تعالیٰ جامع کمالات
تھے۔ علوم [illegible] کے علاوہ [illegible] میں [illegible] مہارت تھی جیسے خوشنویسی علم طب وغیرہ چنانچہ [illegible]
[illegible] ایک بار حضرت کی مجلس [illegible] اس آیت [illegible] کی تحقیق [illegible]

www.alahazratnetwork.org

تھی کسی نے پوچھا حضور کیا قرآن مجید میں اس فن (فنون سپہ گری) کا بھی ذکر ہے۔ فرمایا اس کا مکمل بیان موجود ہے چنانچہ ارشاد باری ہے **فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منهم كل بنان** یعنی کافروں کی گردنوں سے اوپر مارو اور ان کے ہر جوڑ پر چوٹ لگاؤ فرمایا جب دشمن کو جان سے مارنا ہو تو چوٹ والی گردن کے اوپر لگائی جاوے تو پھر نہ بچے گا۔ اگر کوئی عضو بیکار کرنا ہو تو اس کے جوڑ پر چوٹ لگاتا ہے اور ضرب حیدری میں ایسی چوٹ ماری جاتی ہے کہ سارے جوڑ بیکار ہو جاتے ہیں اس آیت کریمہ میں اس کا مکمل بیان ہے۔ کسی نے پوچھا حضور قرآن مجید میں علم طب بھی ہے فرمایا ہاں علم طب بہت آیات میں مذکور ہے۔ چنانچہ ایک آیت کریمہ تو بہت ہی جامع ہے **کلوا واشربوا ولا تسرفوا** کھاؤ پیو اور زیادتی نہ کرو۔ یعنی کھانے پینے میں زیادتی نہ کرو۔ اسی فیصد بیماریاں معدے سے پیدا ہوتی ہیں اور معدہ زیادہ کھانے پینے سے خراب ہوتا ہے۔ کسی نے پوچھا حضور قرآن مجید میں قمری مہینوں کا ذکر تو ہے کہیں شمسی مہینوں کا بھی ذکر ہے فرمایا ہاں رب فرماتا ہے **ولبثوا في كهفهم ثلث مائة سنين وازدادوا تسعا** اصحاب کہف اپنے غار میں تین سو سال رہے اور نو زیادہ یعنی حساب شمسی مہینوں سے تین سو سال اور قمری سے تین سو نو سال کسی نے پوچھا حضور قرآن مجید میں علم جغرافیہ بھی ہے فرمایا ہاں رب تعالیٰ فرماتا ہے **وجدها تغرب في عين حمئة** سکندر ذوالقرنین نے سورج کو دلدل میں ڈوبتا ہوا پایا معلوم ہوا سمت مغربی میں اتنی برف ہے کہ وہاں سمندر برف کا دلدل بنا ہوا ہے اور سورج اس میں ڈوبتا معلوم ہوتا ہے علم تاریخ تو قرآن کریم کا حصہ ہے یہ ہے اس آستانہ عالیہ کے ذروں کا علم۔ جب علوم کے سمندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رب تعالیٰ نے علوم قرآنیہ کس قدر عطا فرمائے یہ دینے والا جانے یا لینے والے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اب یہ **ما فرطنا في الكتاب من شيء** غرضیکہ قرآن مجید علوم کا جامع ہے اگر کتاب سے مراد لوح محفوظ بھی ہو تو مقصود یہی ہے کہ ساری چیزیں لوح محفوظ میں ہیں اور لوح محفوظ قرآن مجید میں اور قرآن مجید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں بلکہ خود لوح محفوظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے کے منگتے لوح محفوظ پر نظر رکھتے ہیں مولانا فرماتے ہیں۔

لوح محفوظ است پیش اولیاء — از چہ محفوظ است محفوظ از خطاء

بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود لوح محفوظ ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں۔

لوح محفوظ است پیشانی یار — راز پنہاں مے شود زاں آشکار

بلکہ حضور وہ آئینہ حق نما ہیں کہ سارا عالم بلکہ خود خالق عالم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جانا دیکھا جاتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ

گرفت من آئینہ مقبول دوست — ترکی و ہندی بہ بیند آنچہ اوست

فائدے: ان آیتوں سے چند فائدے حاصل ہوئے **پہلا فائدہ** جو اللہ تعالیٰ کو مجبور یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معذور مانتے وہ بے دین ہیں یہ فائدہ **ان الله قادر على ان ينزل** سے حاصل ہوا۔ دیکھو اس کی تفسیر اگر کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ سے محروم ہے تو یہ وجہ نہیں کہ خزانہ خالی ہے بلکہ یہ وجہ ہے کہ اس کے مقدر میں ہی محرومی ہے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا۔

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر — جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

www.alahazratnetwork.org

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدرت حضور رب شان اللہ کی قدرت و شان کا نمونہ ہے پروردگار ایسی قدرت ہے جس نے اپنے بندے اپنے حبیب کو ایسی قدرتیں تو بخشیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدرت کا یہ حال ہے تو رب کی قدرت کا کیا پوچھنا۔ دوسرا فائدہ: اگر کوئی مطالبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پورا نہ فرمائیں تو اس میں رب تعالیٰ کی ہزاروں حکمتیں ہیں یہ فائدہ **اکثرھم لا یعلمون** سے حاصل ہوا۔ پہلی تفسیر۔ تیسرا فائدہ: معجزات آنا، دکھانے کا مقصد صرف نبی کی نبوت ثابت فرمانا ہوتی ہے کہ معجزات سے ان کا سچا نبی ہونا جانا جائے، لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور کرنا مقصود نہیں ہوتا۔ دیکھو عصا موسوی سانپ بن جاتا تھا مگر اس نے کبھی نہ تو کسی فرعونی و شاہ کسی کو نگلا صرف جادوگروں کے بانس رسے جو سانپ بنا کر لائے تھے نگل گئے **تلقف ما یافکون** یہ فائدہ بھی **اکثرھم لا یعلمون** کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ نیز اس سے کفار معجزات کا مقصد نہیں جانتے۔ نبی کی نبوت ایک معجزہ سے بھی معلوم ہو جاتی ہے پھر اپنے منہ مانگے معجزے حاصل کرنا محض بے عقلی ہے۔ چوتھا فائدہ: جن و انس تمام جانور بلکہ ہر جنگل و شجر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی عالم ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری خلقت کے نبی ہیں سب کے شہنشاہ ہیں صلی اللہ علیہ وسلم یہ فائدہ **الا امم امثالکم** کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ پانچواں فائدہ: جانوروں میں سمجھ بوجھ بلکہ عقل و شعور ہے منطقی انہیں بے عقل مانتے ہیں اور انہیں حیوان غیر ناطق کہتے ہیں قرآن کریم ان میں عقل و شعور مانتا ہے یہ فائدہ **امم امثالکم** کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا اس پر چند دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔

(1) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی قصواء ہجرت کے دن سامنے حضرت ابو ایوب انصاری کے مکان کے اور کسی دروازے پر نہ بیٹھی۔ حضور انور نے فرمایا کہ اس کی مہار چھوڑ دو یہ خود مامور ہے۔ معلوم ہوا کہ عقل و شعور کے بغیر امر الٰہی کیسے (2) یہی ناقہ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر راستہ میں اڑ کر بیٹھ گئی۔ بیت پر بھی نہ اٹھی وہاں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے روک لیا جس نے مکہ سے ہاتھی روک لئے تھے۔ معلوم ہوا کہ شعور رکھتی ہے (3) حضرت سلیمان علیہ السلام کی چیونٹی کی عقل و دانائی تو قرآن مجید میں مذکور ہے کہ اس نے دوسری چیونٹیوں کو سوراخوں میں داخل ہونے کا حکم دیا یہ کہہ کر **لا یحطمنکم سلیمان و جنودہ وھم لا یشعرون** تمہیں بے خبری میں لشکر سلیمان کچل نہ دے اس میں یہ عقیدہ بیان کیا کہ نبی اور نبی کے صحابی عمداً چیونٹی کو بھی نہیں ستاتے تم ان کی بے خبری میں کچلی جاؤ گی یہ ہے چیونٹی کی عقل اور اس کا عقیدہ (4) حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہدہد کا واقعہ تو قرآن مجید میں بہت تفصیل سے مذکور ہے کہ اس کے ذریعہ ملکہ بلقیس بلکہ سارے یمن والوں کو ایمان نصیب ہوا اس ہدہد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی بارگاہ میں ایمانی تقریر کی ہے کہ اس پر ہمارے منطقی اور متکلمین علوم نثار ہو جائیں دیکھو سورۃ نمل شریف بلکہ اس کے ایک قول پر آج بھی سجدہ واجب ہوتا ہے (5) آج شہد کی مکھیوں کا چھتہ دیکھو مکڑی کا جالا دیکھو کہ وہ کس طرح بنتی ہے۔ بیا کا گھونسلا دیکھو وہ ایک گھونسلے میں کس طرح کمرے بناتا ہے یہ ہے ان جانوروں کی دانائی (6) چیونٹی گرمی کے موسم میں سردی کے لیے کس طرح اسے جمع کرتی ہے اور گندم کو خراب ہو جانے سے بچانے کے لئے بیچ میں سے ایسا کاٹتی ہے کہ پھر زمین سے نہ اگ سکے (7) کوا اپنا شکار چھپا رکھتا ہے [illegible] حملہ نہیں کرتا [illegible] سے [illegible] شکار محفوظ رکھتا ہے۔ سبحان اللہ [illegible] اس کی تحقیق اسی تفسیر روح المعانی میں دیکھو۔ چھٹا فائدہ: قرآن مجید میں سارے [illegible]

www.alahazratnetwork.org

[illegible]

ما فرطنا في الكتاب من شيء [illegible] صلی اللہ علیہ [illegible]

[illegible] انا بشر مثلکم [illegible]

[illegible]

[illegible] صلی اللہ علیہ [illegible]

[illegible] اعتراض [illegible]

[illegible] جواب [illegible]

[illegible] قرآن مجید [illegible]

[illegible] لوح محفوظ [illegible] قرآن مجید [illegible] الکتاب [illegible]

محفوظ [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] لوح محفوظ

[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible] لوح محفوظ [illegible]

[illegible] اعتراض [illegible]

[illegible] صلی اللہ علیہ [illegible]

[illegible] صلی اللہ علیہ [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible] قرآن مجید [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] وما یعلم

تاویلہ الا اللہ [illegible] جواب [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible] وعلمک ما لم تکن تعلم [illegible]

[illegible] الرحمن علم القرآن [illegible] حضور صلی اللہ علیہ [illegible]

[illegible] اعتراض [illegible]

[illegible] جواب [illegible]

www.alahazratnetwork.org

پیدا ہوا اور ظہور ہوا اسم جمیع ماتیں جو ایک اور تمام افراد پر صادق آتی ہیں یہ ظہور بعنا حسد صفت عدد ہے جس سے آتے ہیں ایسے پانچویں اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی معجزہ کوئی آیت نازل نہیں ہوئی ورنہ کفار یہ کیوں کہتے لولا انزل علیہ آیۃ اور انہوں نے مانگی تھی اس کے جواب میں یہ کیوں نہ کہا گیا کہ فلاں فلاں معجزہ دکھا دیا گیا ... جواب: اس اعتراض کے علماء نے تین جواب دیئے ہیں ایک یہ کہ آیت سے مراد ان کے فرمائشی معجزے ہیں جیسے سونے کا مکان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سونے کا بنا دینا زمین مکہ میں نہریں اور باغ جاری ہونا وغیرہ فرشتوں کے معجزے ہیں بیماؤں نہیں ہوا دیا وہ معجزات جو سارے لوگوں نے دیکھے یعنی جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کنکروں کا کلمہ پڑھنا وغیرہ ابو جہل وغیرہ کو معلوم ہو کر تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات 5 ہزار ہیں ... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات آج بھی دیکھے جاتے ہیں قرآن کریم کی ہر آیت معجزہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت عامہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اولیاء کی کرامات سب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ جاوید معجزات ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بطور معجزات ہیں جو اب تک دیکھے جارہے ہیں (از تفسیر ... مع اضافہ)۔ چھٹا اعتراض: جب سارے جانور اور انسان ... ہم دیکھتے ہیں تو پھر انسان اشرف المخلوق کیسے ہوا رب فرماتا ہے ولقد کرمنا بنی آدم جواب: اس اشرفیت کی بہت وجہیں ہیں رب کی امانت کا حامل ہونا شرعی احکام کا عامل ہونا چنانچہ عالم صوفی غازی شہید انسان ہی ہے عشق الٰہی کا مرکز ہونا سب سے بڑی بات یہ ہے کہ انبیاء کرام خصوصاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نوع بشریت میں جلوہ گر ہونا۔

تفسیر صوفیانہ اللہ تعالیٰ کی بے نیازی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات دیکھ کر بھی قائل ہو گئے گویا انکاری ہو تو کوئی اپنے کو عاقل و ہوشیار کہنے والا انسان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا انکاری ہوا۔ اگر انسان سید ھا رہے تو فرشتوں سے اعلیٰ ہو جائے اگر بگڑ جائے تو جانور سے بدتر ہو جائے صوفیاء فرماتے ہیں کہ انسان میں ظاہری صفات آنکھ کان وغیرہ گویا پرندے ہیں جو بشریت کی زمین میں حرکت کرتے ہیں اور نفس اور اس کے صفات دل و روح اور اس کے صفات گویا پرندے ہیں جو شریعت و طریقت کے بازوؤں سے فضاؤں میں پرواز کرتی ہیں یہ تم جو اپنے ساتھ ہیں انہیں تمہاری طرح قیامت میں جمع کیا جائے گا اور ان سے حساب و کتاب لیا جائے گا رب تعالیٰ فرماتا ہے ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولا اور جب یہاں سے تم جاؤ گے رب تعالیٰ فرماتا ہے واذا الوحوش حشرت حضرات صوفیاء فرماتے ہیں کہ دنیا میں حیوانات حلوں میں زندگی بسر کرتے ہیں جس سے انسان کی سیاست شعور کو محسوس کرتے ہیں ... فرماتے ہیں۔

خلق آب و خلق خاک و خلق گل	... ست ...
عاقل ...	... جواں اولیاء ... ست
چوں سلیماں ... ماں ...	یک صفیرے ... ست آں ... را
... مرغے ... بجا ...	یا چو ... ا ...

www.alahazratnetwork.org

[illegible]

موجود ہو سکتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ [illegible] اللہ [illegible] ظاہر ہوتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین [illegible] ہیں۔

[illegible]

یہاں [illegible] محبوب [illegible] فرماتے ہیں [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] ایک یہ [illegible] دوسرے یہ کہ آیت [illegible] زندہ [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] حضرت [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] حضرت صدیق اکبر کی [illegible] عثمان شہید ہونے کے بعد زندہ [illegible] 22 شعبان 138[illegible]ھ 5 نومبر 1967ء کو دن میں ختم ہوئی رات کو مجھے حضور غوث پاک کی زیارت ہوئی [illegible] پانی انگلی سے کلمہ طیبہ لکھا اور فرمایا انشاءاللہ تمہارا خاتمہ ایمان پر ہوگا یہ خواب رات [illegible]

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ
اور وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو [illegible]
اور [illegible]
يُضْلِلْهُ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ
[illegible]
[illegible]
اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ اِنْ كُنْتُمْ
[illegible] قیامت [illegible]
[illegible] اللہ کا عذاب [illegible] قیامت [illegible]

صٰدِقِيْنَ ۝ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ

بلکہ اسی کو پکارو گے تو وہ اگر چاہے جس پر اسے پکارتے ہو اسے اٹھا لے

بلکہ اسی کو پکارو گے پھر وہ دور کر دیتا ہے جس کی طرف پکارتے ہو اگر چاہے

وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ۝

اور شریکوں کو بھول جاؤ گے

اور بھول جاتے ہو جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیات میں ارشاد ہوا تھا کہ کفار بہرے ہیں گونگے ہیں اب ارشاد ہو رہا ہے کہ وہ اندھے اور گونگے بھی ہیں پھر ہدایت پر کیسے آئیں گے گویا ان کی بعض دلی بیماریوں کا ذکر پچھلی آیات میں ہوا اور دوسری بعض بیماریوں کا ذکر ان آیات میں ہے۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیات میں کفار کا ایک قول نقل فرمایا گیا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی آیت یا معجزہ کیوں نہیں اتارا گیا۔ اب ان کے اس قول کی وجہ بیان ہو رہی ہے کہ اے محبوب آپ پر آیات معجزات تو بہت نازل ہوئے یہ تو بہرے گونگے ہیں کہ انہیں نہ تو پڑھ سکتے نہ کچھ سنیں۔ اس وجہ سے ایسے مطالبے کرتے ہیں۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیات میں کفار کی کج بحثیوں کا ذکر ہوا اب ارشاد ہو رہا ہے کہ یہ کج بحثیاں اور یہ زور دار اعتراضات اسی وقت تک ہیں جب تک کہ یہ آرام میں ہیں جب عذاب الٰہی یا قیامت دیکھیں گے تو سوا اللہ کی پناہ لینے کے اور کچھ نہ کریں گے۔ چوتھا تعلق: پچھلی آیات کریمہ میں رب تعالیٰ کی ربوبیت عام اور قرآن کریم کے جامع کتاب ہونے کا ذکر ہوا اب ارشاد ہو رہا ہے کہ بہرے گونگے لوگ قرآن کی جامعیت کا ہی انکار کئے جاتے ہیں کہ اس میں کچھ نہیں اس انکار کی وجہ ان کا اپنا بہرہ گونگا اندھا ہونا ہے نہ کہ قرآن مجید کا ناقص ہونا اندھا آدمی اگر خطرہ کی چیز نہ دیکھے تو دیکھنے والے کی سن کر اس سے بچتا ہے مگر جو اندھا بھی ہو بہرا بھی وہ نہ تو خود دیکھے نہ پکار کرنے والے کی سنے اللہ تعالیٰ کے مقبول اور آنکھ والے بندے پکار رہے ہیں کہ قرآن میں سب کچھ ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے علوم عطا فرمائے ہیں مگر اندھے بہرے کفار یہی کہے جاتے ہیں کہ اس میں کچھ نہیں نہ تو وہ اتنا علم رکھتے ہیں کہ قرآن مجید سے سب کچھ معلوم کر لیں نہ عالموں کی بات مانتے ہیں۔

تفسیر والذین کذبوا بایاتنا صم و بکم۔ یہ نیا جملہ ہے الذین سے مراد سارے کفار ہیں [illegible] مشرک خاص طور پر [illegible] تکذیب سے [illegible] کوشش [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم [illegible] جنات میں بھی [illegible] انسانی [illegible] مسلمانوں [illegible] الذین سے مراد [illegible] آیات سے مراد قرآن مجید [illegible] حضور صلی اللہ

www.alahazratnetwork.org

علیہ وسلم کے معجزات کیونکہ ہر آیت قرآنیہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر معجزہ معرفت الٰہی کی نشانی اور دلیل ہے یا آیت سے مراد خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات ہے (تفسیر روح البیان) کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم از سر تا قدم شریف اللہ تعالیٰ کی نشانی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر عضو شریف ہر وصف ہر ادا آیت الٰہیہ ہے اسی لئے رب تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو برہان فرمایا۔ ارشاد ہوا قد جاء کم برهان من ربکم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی شان ہیں۔

محمد مصطفیٰ یعنی خدا کی شان سے صدقے ہیں جو آئینہ رب ان کی ہر ادا کے صدقے

اسی حضرت مرادی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

اس صورت ہو میں جان آکھاں جانان کہ جان جہان آکھاں

سچ آکھاں تے رب دی شان آکھاں جس شان تھیں شاناں سب بنیاں

یہ تیسری تفسیر بہت قوی بھی ہے اور لذیذ بھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ہر چیز کا انکار ہے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار سارے ایمانیات کا اقرار ہے نیز اور چیزیں اللہ تعالیٰ کی ایک ایک صفت کی نشانی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی تمام صفات بلکہ ذات کی نشانی ہیں اور خاموش نشانی نہیں بلکہ بولتی ہوئی نشانی اس لئے کہ دوسری نشانیوں کو خدا کی نشانی بتانے والے مگر حضور کے ذریعہ کوئی نہیں ہر گز بلکہ شبیہ آئینہ آئینہ دار کے ظاہر کو ہو بہو ظاہر کرتا ہے اور ایکسرے آئینہ دار کے اندرونی اعضاء ظاہر کرتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری صفات اللہ تعالیٰ کی ظاہری صفات کو ظاہر کرتی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باطنی صفات عالم علم مدنی ہوتا ہو دوسرا آیت اللہ تعالیٰ کی مخفی صفات کو پا کرتی ہیں اس لئے آپ صرف آیت اللہ نہیں بلکہ آیات اللہ ہیں۔ صم وبکم فی الظلمات یہ عبارت والذین کذبوا کی خبر ہے صم جمع ہے اصم کی اصم بنا ہے صمم سے بمعنی بوجھا صم وہ جس کے کان میں بوجھ ہو جس سے وہ سن نہ سکے بکم جمع ہے ابکم کی معنی گونگا جو بول نہ سکے فی الظلمات یہ یا تو علیحدہ دوسری خبر ہے یا کسی پوشیدہ شے کے متعلق ہو کر صم وبکم کا حال یا ان کی صفت ہے ظلمات جمع ہے ظلمت کی معنی تاریکی نور کا مقابل [illegible] ظلمات سے مراد کفر، اندھی تقلید، ضد وغیرہ میں گرفتار تھے ان میں سے ہر چیز اندھیرا ہے جس میں انسان کو کچھ نظر نہیں آتا [illegible] یہاں ظلمات جمع [illegible] بہرا گونگا [illegible] اندھیروں میں پھنس جائے تو اس کی ہدایت [illegible] تو [illegible] [illegible] سکتے [illegible] کی رہنمائی [illegible] ہدایت پا سکے [illegible] من یشاء اللہ یضللہ اس عبارت میں اللہ تعالیٰ کی قدرت [illegible] [illegible] دونوں [illegible] تعلق [illegible] مشیت سے مراد ارادہ [illegible] کہ اللہ تعالیٰ [illegible]

[illegible] تکبر واللہ یرحمہ یکم یضللہ بنا ہے اضلال سے معنی گمراہ کرنا یا گمراہی پیدا فرمانا [illegible] معنی [illegible] اللہ تعالیٰ خالق [illegible] نسبت انسان کی طرف [illegible] گمراہی پیدا [illegible] رب تعالیٰ ان سب کے گمراہی پیدا فرماتا ہے جیسے قتل کے جرم اللہ تعالیٰ مقتول میں [illegible] موت [illegible] رب تعالیٰ [illegible] [illegible] ومن یشاء یجعلہ علی صراط مستقیم [illegible] یجعلہ

www.alahazratnetwork.org

وہی معنی ہیں جو یصلہ میں عرض کئے گئے لہٰذا ہدایت کا سبب بندہ ہوتا ہے اور خالق رب تعالیٰ ہے کسب ہدایت کا بندہ کو اجر و
ثواب ملتا ہے صراط مستقیم کی تفسیر اس کے اقسام سورۃ فاتحہ کی تفسیر میں عرض کئے جا چکے ہیں کہ عقیدہ کی راہ عقائد عبادات
معاملات شریعت طریقت سب ان میں شامل ہیں صراط مستقیم وہی راستہ ہے جس میں حضرات اولیاء اللہ ہیں جو فرقہ اولیاء سے
خالی ہو وہ بے دین ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے اتقوا الله وكونوا مع الصادقين اور فرماتا ہے اهدنا الصراط
المستقيم صراط الذين انعمت عليهم [illegible] اس وقت ختم ہو جاتے ہیں جب ان
کو کوئی دنیاوی آفت آجاتی ہے [illegible] مصائب [illegible] جاتی ہیں اور ایک اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں
چنانچہ ارشاد ہے قل ارأيتكم قل میں خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے چونکہ اس مضمون کا تعلق توحید
الٰہی سے ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے گواہ ہیں لہٰذا قل ارشاد ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم رب کی توحید کے گواہ ہیں اور
رب تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا گواہ ہو سکتا ہے کہ قل میں خطاب ہر قرآن پڑھنے والے مسلمان سے ہو ارأیت میں
ہمزہ استفہام ہے اور رأیت صیغہ واحد مخاطب ہے کم [illegible] خطاب کی تاکید کے لئے ہے یہ کسی اعراب کے محل
میں نہیں جیسے ایاک میں کاف خطاب [illegible] ارأیت کی ت ایک ہی حال میں رہتی ہے اور کم میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے
ارأيتكم ارأيتكما ارأيتكن اس کے لفظی معنی ہیں کیا تم نے دیکھا [illegible] معنی ہوئے تم مجھ کو بتاؤ
ان کے لئے استعمال ہوتا ہے (تفسیر روح المعانی) یہاں بھی یہی معنی ہیں ان اتاكم عذاب الله یہاں عذاب اللہ
سے مراد دنیاوی غیبی عذاب ہے جیسے گزشتہ قوموں پر آئے او اتتكم الساعة یہ عبارت پہلے جملہ اتاكم الخ پر معطوف
ہے اور اپنے معطوف علیہ کی طرح شرط ہے یعنی اگر تم پر عذاب الٰہی آجائے یا تم پر قیامت قائم ہو جائے قیامت سے مراد یا تو
کسی اپنی قیامت ہے یعنی موت یا بڑی قیامت جس میں دنیا ختم ہو جائے گی خیال رہے کہ غیبی عذاب عمومی طور پر حضور صلی
اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے بند ہو گئے ہاں خصوصی طور پر آسکتے ہیں بلکہ قریب قیامت آئیں گے اور کفار عرب عموماً
قیامت کے قائل نہ تھے اس لئے یہ دونوں چیزیں یہاں فرضاً درست ہوں اور ہو سکتا ہے کہ عذاب سے مراد معمولی عذاب ہوں قحط
سالی وبائی بیماری وغیرہ اغير الله تدعون ان كنتم صادقين یہ جملہ ارأیتکم کا مفعول ہے غیر اللہ سے مراد کفار کے
معبود بت ہیں جنہیں وہ مصیبت کے موقعوں پر [illegible]
ہیں یہ خدا کے ہاں [illegible] ثم الذين كفروا بربهم يعدلون خیال رہے کہ
لفظ غیر اللہ کبھی ماسوی اللہ کے معنی میں آتا ہے کبھی خدا کے مقابل کے معنی میں کبھی خدا کے دشمن کے معنی میں اللہ
کے مقابل [illegible] پہلے معنی سے توحید [illegible] غیر اللہ [illegible] نہیں [illegible] لفظ غیر
اللہ [illegible]
کے جیسے قل افغير الله تامروني اعبد ايها الجاهلون [illegible]
[illegible] استعمال [illegible] جیسے قل اغير الله ابغي حكما
فاطر السموات والارض یہاں [illegible]
[illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

www.alahazratnetwork.org

معاذ ابن جبل کو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی و معاویہ رضی اللہ عنہما نے عمرو ابن عاص اور ابو موسیٰ کو حکم بنایا۔ کیونکہ آیت میں عذاب اللہ سے مراد اللہ کے وہ عذاب ہیں۔ تدعون سے مراد ہے مصیبت میں بلانا پکارنا ہے۔ جو عذاب آنے والی قیامت کو ٹالنے کے لئے اللہ کے مقابل مدد کرنے کے لئے بلانا مراد ہے۔ خیال رہے کہ **ان کنتم صدقین** شرط ہے جس کی جزا **ارایتکم** کے مفعول ہے ایک پوشیدہ عبارت ہے **اصابکم العذاب تدعونہا** (روح المعانی) یعنی اگر تم اس عقیدہ میں سچے ہو کہ یہ بت سچے معبود ہیں یا ان بتوں کی عبادت فائدہ مند ہے تو بتاؤ کہ اگر اللہ کا عذاب یا قیامت تم پر آجائے تو کیا اللہ کے مقابلہ میں عذاب یا قیامت دفع کرنے کے لئے بتوں کو پکارو گے۔ یہ نہایت نفیس الزام ہے کیونکہ کفار عرب مصیبتوں میں بتوں کی عبادت بھول جاتے تھے صرف رب تعالیٰ کو ہی پکارتے تھے اس سے دعائیں کرتے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہتے **لئن کشفت عنا الرجز لنؤمنن لک ولنرسلن معک بنی اسرائیل** اے موسیٰ اگر آپ نے اس بار عذاب دفع کر دیا تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور آپ کے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے رب تعالیٰ عذاب دفع کر دیتا فرماتا ہے **فلما کشفنا عنہم الرجز الی اجل ہم بالغوہ اذا ہم ینکثون** اس عبارت میں ان کے عمل کا بیان ہے جو وہ مصیبت میں کرتے تھے۔ **بل ایاہ تدعون** سے پہلے **لا تدعون** پوشیدہ ہے یعنی اس وقت تم بتوں کو نہیں پکارو گے بلکہ ایک اللہ کو پکارو گے بلا واسطہ یا اس کے کسی مقبول بندے کے واسطہ وسیلہ سے چنانچہ قیامت میں سارے مومن و کفار پہلے حضرات انبیاء کرام کے پاس جاتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے پاس آئیں گے اور شفاعت کی درخواست کریں گے۔ تب حساب و کتاب شروع ہوگا۔ **فیکشف ما تدعون الیہ ان شاء** یہ عبارت **ایاہ تدعون** پر معطوف ہے **یکشف** فاعل رب تعالیٰ ہے **کشف** کے معنی ہیں دفع کرنا یہاں مراد ہے دور فرمانا ہٹانا۔ **ما** سے مراد عذاب ہے یا قیامت کی مصیبتیں کیونکہ قیامت کسی کی دعا سے نہ رک سکتی ہے نہ ٹل سکتی ہے۔ **تدعون** کا مفعول پوشیدہ ہے جس کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے **الیہ** سے مراد ہے **الی کشفہ ان شاء** شرط ہے جس کی جزا **فیکشف** ہے جو مقدم ہے معنی یہ ہیں کہ عذاب یا قیامت آجانے کی صورت میں تم اپنے بتوں کو مدد کے لئے نہیں پکارتے بلکہ اللہ تعالیٰ سے ہی دعا مانگتے ہو اور مانگتے رب تعالیٰ اگر چاہے تو عذاب یا قیامت کی مصیبت دور فرما دے۔ **وتنسون ما تشرکون** یہ جملہ بھی **تدعون** پر معطوف ہے **تنسون** بنا ہے نسیان سے جس کے معنی ہیں بھول جانا **فیکشف** کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی دعا کی جائے اس کی مصیبت فوراً دور ہو جاتی ہے تو وہ جلدی عافیت جائے اور کبھی مسلمان کی دعا دیر میں قبول ہو تو اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ مسلمان کی دعا اس کی آہ و زاری رب کو پسند ہے وہ چاہتا ہے کہ اسی ذریعہ مسلمان در پر حاضر رہے مولانا فرماتے ہیں ؎

[illegible]

نسیان کے حقیقی معنی ہیں بھول جانا مجازی معنی ہیں چھوڑ دینا یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں کیونکہ کفار عذاب آنے پر خصوصاً قیامت میں دل و جان سے اپنے تمام بتوں کو بھول جاتے ہیں قیامت میں ان سے متنفر ہو جائیں گے ما سے مراد بت ہیں تشرکون کا مفعول پوشیدہ اس سے مراد ہے معبود اور تو ہو تشرکون سے رب ہے اور ان تمام چیزوں میں سے مراد ہیں کہ مشرکین اور کفار بتوں کو بھول جاتے ہیں مومنین تو مصیبت میں اللہ کے مقبولوں کی طرف رجوع کرتے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے **ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاءوک** اور قیامت میں مومنین حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل کرتے ہوں گے بلکہ سب

www.alahazratnetwork.org

سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے عداوت کرتے ہیں گے یہ مومنین مقابل ان خداؤں کو اللہ کا شریک نہیں ٹھہراتے۔

خلاصہ تفسیر پچھلی آیت کریمہ سے تین حصے ہیں پہلا حصہ شان الٰہی تھا کہ رب نے ہمارے اپنے دو جہاں میں ظاہر کیا ہوا پایا گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت و تکذیب ان سب چیزوں میں ان تینوں شانوں کا سبب ہے جو ان سے پیدا ہوتی ہیں دو اتنی جن میں سے ایک ہمارے نور کی طرف نظر نہ کرنا دوسری ان کی زبان کی طرف جو فی بکم تیسری ان کا دل عمی یعنی ظلمات ثلث سول سے ختم ہے۔ دوسری حیات پیدا ہو جاتی ہے جس کے سبب یہ کچھ بھی برباد رہتے ہیں چنانچہ ارشاد ہوا کہ جو لوگ ہماری آیات قرآنیہ یا ہمارے محبوب کے معجزات یا وہ ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خود آیات الٰہیہ ہیں انہیں جھٹلاتے ہیں وہ ہم کو ہماری صفت کو نہیں پہچان سکتے لہٰذا وہ ایسے بہرے گونگے ہیں جو دینی قوتوں کے بیکار ہونے کے ساتھ کفر و عناد حسد کی اندھیریوں میں پھنسے ہیں انہیں راہ حق یہ نصیب ہو کہ یہ خود راستہ جانتے ہیں کہ اندھیروں میں پھنسے ہیں نہ کسی سے پوچھ سکتے ہیں کہ گونگے ہیں نہ کسی کی رہبری سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں کہ بہرے بھی ہیں کسی کی سنتے نہیں اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے جس بندے میں چاہے گمراہی پیدا فرما دے جسے چاہے سیدھی راہ پر لگا دے کوئی اس سے پوچھنے والا نہیں [illegible] ان کے دروازے پر پڑے ہو کر اس کی تعریف ان کے جا بجا کرتے ہیں [illegible] جو سیاہ کاری کا ملک دروازے کھڑے ہیں [illegible] اس نے بال بچوں کو [illegible] پائے گا [illegible] رب [illegible] اس کی آیات کا انکار اس کے محبوب کی عداوت کر کے رب سے اعلام میں پڑیں گے بلکہ بہرے گونگے ظلمات و عیوب کی سزا ہی پائیں گے۔ یہ مشرکین جو آپ سے منہ موڑ کر بتوں کو اپنا مددگار سمجھے بیٹھے ہیں ان سے آپ اتنا تو پوچھیں کہ اگر دنیا میں تم پر بھی عذاب آ جائے یا اگر قیامت قائم ہو جائے تو کیا تم ان اللہ کے دشمنوں یعنی بتوں کو یہ عذاب رفع کرنے یا قیامت میں مدد کرنے کے لئے بلاؤ گے اگر اب اس عقیدے میں سچے ہو کہ مددگار شریک ہیں خدا کے عذاب دفع کر سکتے ہیں تو اس کا جواب دو اب سب دفع تم ایسے موقعوں پر [illegible] کو مدد کے لئے نہیں بلاتے بلکہ ایسی آفت میں اللہ تعالیٰ ہی کو پکارو گے اس سے دعا کرو گے پھر وہی اگر چاہے تو تمہیں عذاب یا قیامت کی مصیبت کو تم سے دفع فرما دے تم تو ایسے موقعوں پر اپنے معبودوں کو بالکل بھول جاتے ہو [illegible] کار رب تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے اور [illegible] آرام و سکون میں بھی اسی کی عبادت کرو [illegible] ذات [illegible] شریک نہ ٹھہراؤ۔

فائدے [illegible] آیت [illegible] سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ نبی کا دشمن اللہ کا دشمن کبھی ہدایت نہیں پا سکتا [illegible] ہدایت میں [illegible] ایک تفسیر سے حاصل ہوا کہ آیات سے مراد حضور صلی اللہ [illegible] ذات [illegible] رب تعالیٰ [illegible] قاری [illegible] ہدایت [illegible] ہدایت حاصل [illegible] [illegible] حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مسلمانوں کے معجزات کو دیکھ [illegible] ہدایت [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی آیت ہیں [illegible] ایک آیت [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم سراپا شاہان اس طرح کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

www.alahazratnetwork.org

ثبت ہے اور حضور اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی تمام صفات کی نشانی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر رب پہچانا جاتا ہے یہ فائدہ بھی ہمارے ساتھ ان ہی تفسیر سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ: جیسے قرآن مجید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اللہ … سے اس کی ہدایت سے متعلق ہے یہ فائدہ ہمارے بیان کی دوسری تفسیروں سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ: گمراہی اور ہدایت دونوں کا خالق رب تعالیٰ ہے اس سے … یہ فائدہ … الطاف … سے حاصل ہوا۔ ادب یہ ہے کہ … بلکہ … اپنی طرف نسبت … مولیٰ یہ گمراہی … اور ہدایت … بھلائی اور رب کی طرف سے سمجھے کہ خدایا تیری توفیق ہے … ہم مسلمان اور نمازی وغیرہ بن گئے اگر ہم کچھ تجھ سے مانگ بھی لیتے ہیں وہ مانگنا بھی تیری مہربانی سے ہی ہوتی ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا

ما نبودیم و تقاضا ما نبود　　لطف تو ناگفتہ ما می شنود
ذرہ بر روئے خاک افتادہ بود　　آفتابے آمد و روشن نمود

مولانا فرماتے ہیں

ما ز حرص و آز خود را سوختیم　　ایں دعا را ہم ز تو آموختیم
حرمت آں کہ دعا آموختی　　اندریں ظلمت چراغ افروختی
بے کسم در ایں چنیں بیچارگی　　شہ گر دانم دریں غم خوارگی

پانچواں فائدہ: انسان آرام میں عموماً رب تعالیٰ کو بھول جاتا ہے تکلیف و مصیبت میں خدا کو یاد کرتا ہے یہ فائدہ بھی ندعوں اللہ سے حاصل ہوا۔ مخلصین … آرام و راحت کا نتیجہ ہیں فرعون بھی ڈوبتے وقت بندہ بن گیا تھا آرام میں خدا بنا ہوا تھا۔ چھٹا فائدہ: جو مصیبت میں بھی خدا تعالیٰ کو یاد نہ کرے وہ مشرکین سے بھی زیادہ سخت دل ہے یہ فائدہ بھی اہلاء ندعوں اللہ سے حاصل ہوا۔ ہندوستان کے مشرک بیماریوں میں نمازیوں سے دم کراتے ہیں بزرگوں کے مزارات پر حاضری دیتے ہیں۔ ساتواں فائدہ: دنیا میں کافر کی بعض دعائیں قبول ہو جاتی ہیں محض قبولیت دعا محبوبیت کی علامت نہیں شیطان نے … مانگی جو ترمیم کے ساتھ قبول ہو گئی۔ یہ فائدہ فیکشف ما تدعون سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ مشرکین بھی مصیبت میں صرف اللہ کو پکارتے … دیتے تھے اس وقت صرف خدا تعالیٰ ہی کو مدد کے لئے پکارتے تھے افسوس کہ مسلمان مصیبتوں میں بھی یا رسول اللہ یا غوث پکارتے ہیں … جو … مسلمان ان مشرکین سے بدتر ہیں۔ جواب: اس اعتراض کے تین جواب ہیں … تحقیقی پہلا جواب … تمہارے علماء و مشائخ بھی مصیبت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مدد کے لئے پکارتے ہیں … شیخ المشائخ حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں

جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں　　تم اب چاہے ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ

اور مولانا محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند فرماتے ہیں

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا　　نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار

دوسرا جواب الزامی یہ ہے کہ آپ حضرات بھی مصیبتوں میں بجائے رب تعالیٰ کے دروازے پر جانے کے عالموں، حکیموں، امیروں کے دروازوں پر جاتے ہیں، بیمار ہوتے ہیں تو حکیم کے پاس جاتے ہو، تمہارے شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی مرثیہ گنگوہی صاحب میں کہتے ہیں

حوائج دین و دنیا کے کہاں لے جائیں ہم یارب گیا وہ قبلۂ حاجات روحانی و جسمانی

بلکہ حضرات انبیاء و اولیاء نے بھی اللہ کے بندوں سے مدد مانگی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب یہود کی طرف سے سخت خطرہ ہوا تو فرمایا من انصاری الی اللہ جواب میں حواریوں نے کہا نحن انصار اللہ حضرت ذوالقرنین نے فرمایا اعینونی بقوۃ۔ رب فرماتا ہے وتعاونوا علی البر والتقوی مشکوٰۃ باب الشفاعۃ میں حضرت انس کی روایت سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دوزخی لوگ دوزخ میں جاتے وقت جنتیوں کی راہ میں کھڑے ہوں گے ایک دوزخی کسی جنتی کو جو دیکھ کر کہے گا کہ میں نے تجھے دنیا میں پانی پلایا تھا آج میری شفاعت کر وہ شفاعت کرے گا رب اسے بخش دے گا وہ اس دوزخی کو جنت میں جانے گا یہ سب اللہ کے بندوں کی مدد ہی تو ہے۔ جواب تحقیقی یہ ہے کہ یہاں غیر اللہ سے مراد اللہ کے دشمن اللہ کے غیر یعنی بت ہیں اسی لئے آگے ارشاد ہوا تنسون ما تشرکون اور اس میں خطاب مشرکین سے ہے نہ کہ مومنین سے وہی مصیبتوں میں بتوں کو بھول جاتے تھے۔ مصیبتوں میں اللہ کے مقبول بندوں سے دعا کرانی ان کے توسل سے دعا مانگنی بلکہ ان سے فریاد کرنے کا حکم خود رب تعالیٰ نے دیا ہے جیسا کہ ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا۔ محبوبین اور مردودین میں فرق ہے کعبہ کی طرف سجدہ ایمان ہے گنگا جمنا کی طرف سجدہ شرک ہے گنگا کے پانی کی تعظیم شرک آب زمزم کی تعظیم حق ہے ہولی دیوالی ہندوؤں کی تعظیم شرک ہے عید بقر عید کے دنوں کی تعظیم رکن ایمان غرضیکہ دنیا میں دو حزب ہیں۔ شیطانی حزب حزب الشیطان اور رحمانی حزب حزب اللہ ان میں فرق ضروری ہے اللہ کے دشمنوں سے مدد لینا شرک ہے اللہ کے مقبولوں سے مدد لینا ایمان ہے ہم تو انشاء اللہ قیامت میں مصیبت پڑتے ہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی پکاریں گے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے رب کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے بلکہ تم بھی انہیں کو پکارو گے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا ہے

ہم بھی محشر میں یہ دیکھیں گے جو آج ان سے التجا نہ کرے

دوسرا اعتراض اس آیت کریمہ میں عذاب اللہ اور قیامت کے دنوں کے متعلق ارشاد ہوا کہ فیکشف ما تدعون قیامت تو کبھی ٹلنے والی نہیں تو یہ آیت کیونکر درست ہوئی۔ جواب اس کا جواب ابھی تفسیر میں دے دیا گیا کہ یہاں قیامت کی مصیبتیں مراد ہیں وہاں کی بعض مصیبتیں دعا کی بدولت ٹل جاتی ہیں حساب کی سختی ہوجانے کی امید ہے کنارے کچھ نیک اعمال صدقہ خیرات مدد واسطہ وغیرہ کی وجہ سے ان سے عذاب ہلکے ہوتے ہیں ابو لہب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پاک کی خوشی منائی تو آج تک سوموار کے دن عذاب ہلکا ہوتا ہے اور انگلی سے پانی ملتا ہے جس کے اشارہ سے اس نے اس خوشی میں ثویبہ لونڈی (رضی اللہ عنہا) کو آزاد کیا تھا (بخاری شریف شروع کتاب الرضاع) تیسرا اعتراض اس آیت سے معلوم ہوا کہ کفار کی بعض دعائیں قبول ہو جاتی ہیں مگر دوسری جگہ قرآن کریم فرماتا ہے وما دعاء الکفرین الا فی ضلال کافر کی دعا بیکار ہے۔ ان دونوں آیتوں میں تعارض ہے۔ جواب اس آیت کریمہ میں دعا سے مراد

www.alahazratnetwork.org

ہیں [illegible] مراد ونوں [illegible] ہوچکا ہے [illegible] (وارونہ [illegible]) [illegible] رب تعالیٰ [illegible] سب کا [illegible] یہاں اس آیت [illegible] ہیں [illegible] میدان محشر [illegible] مراد ہیں لہذا آیت میں تعارض نہیں۔

چوتھا اعتراض جب گمراہی اللہ کے چاہنے سے انسان کو ملتی ہے تو کفار [illegible] کو عذاب کیوں ہوتا ہے جو اللہ نے چاہا وہ [illegible] لیا۔ **جواب** اس کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ جواب الزامی یہ ہے کہ جب ہدایت اللہ کے چاہنے سے انسان کو ملتی ہے تو نیک [illegible] کیوں ملتا ہے۔ جو اللہ نے چاہا وہ اس نیک کار نے کر لیا۔ تو اب تحقیقی ابھی تفسیر میں اور تیسرے پارہ کی تفسیر میں [illegible] رب تعالیٰ کے اس چاہنے سے وہ مجبور نہیں ہو جاتا [illegible] اپنے چاہے کفر یا ایمان اختیار کرے بلکہ اللہ نے اس کے کفر و ایمان کو بھی چاہا اور اس کے چاہنے کو بھی چاہا [illegible] جیسے قتل قاتل کو [illegible] ملتی ہے حالانکہ وہ قتل بھی اللہ کے چاہنے سے ہوا اور [illegible] کو اللہ نے ہی موت دی۔ **پانچواں اعتراض** یہاں [illegible] کہ اگر رب چاہے تو تمہاری مصیبت دور کر دے [illegible] ارشاد ہوا **ادعونی استجب لکم** تم ہم سے دعا کرو ہم قبول کریں گے دونوں آیتوں میں تعارض ہے۔ **جواب:** اس اعتراض کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ یہاں کفار کی دعاؤں کا [illegible] وہاں تمہاری پیش کردہ آیت میں مسلمانوں کی دعاؤں کا ذکر ہے۔ دوسرے یہ کہ یہاں بندوں کے منہ کی چیز [illegible] وہاں اس آیت [illegible] جواب دیتے کا کہ لیتی تم مجھے پکارو میں تم کو جواب دوں گا۔ تیسرے یہ کہ دعا قبول کرنے کے معنی ہیں جواب کا مل جانا اس کا [illegible] ضرور ہو گا اس طرح کہ منہ مانگی مراد مل جائے یا [illegible] کی برکت سے کوئی آفت ٹل جائے یا اس طرح کہ [illegible] ثواب آخرت میں مل جائے لہذا آیات میں تعارض نہیں۔

تفسیر صوفیانہ جیسے سرکاری ملازموں کو تنخواہ ہمیشہ [illegible] سب کچھ حکومت کی طرف سے ملتا ہے مگر یہ [illegible] کار کے لئے اس کار [illegible] اپنا [illegible] و آرام بھی کر لیتے ہیں یعنی کار سرکار اصل مقصد [illegible] ہے [illegible] اپنے کاموں میں [illegible] رب تعالیٰ نے ہم کو اعضاء صحت [illegible] قسم کی عقلیں عطا فرمائیں اپنی عبادات کے لئے عبادات کے ساتھ ہم ان سے اپنے دنیاوی کام بھی لے لیں [illegible] جب ہم [illegible] عبادات تو [illegible] ان نعمتوں کو دنیا کی [illegible] صرف [illegible] وہ مجرم ہے اور وہ [illegible] جب یہ [illegible] ہوتے ہوئے [illegible] بہت ہوئے کو [illegible] ان نعمتوں کا مقصد [illegible] اس آیت کریمہ میں [illegible] مشرکین کو [illegible] تو [illegible] دیکھے کے [illegible] طاقتیں کیا تھیں [illegible] چیزیں [illegible] میں [illegible] اندھیرے [illegible] بہت [illegible] اندھیرے [illegible] اندھیرے [illegible] اندھیرے [illegible] اندھیرے [illegible] سورج [illegible] بہت [illegible] محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] میں [illegible] اندھیروں [illegible] رب تعالیٰ [illegible] فی الظلمات فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہدایت [illegible] پاک [illegible]

www.alahazratnetwork.org

والے مومن وہ دروازے سے ہٹ جاتے ہیں گو ایک بار کفار وہاں نہیں ٹھہرتے ان کا کام بنتے ہی بھاگ جاتے ہیں مومنین بتوں کا انکار اللہ تعالیٰ کا اقرار کرکے بتوں سے (مثلاً) رب کے مومن ہوتے ہیں فمن یکفر بالطاغوت ویؤمن باللہ مگر مومن کافر مصیبت میں اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اس لئے کافر مصیبتوں میں اپنے بتوں کو بھول جاتے ہیں مگر مومن آرام و مصیبت میں در رب نہیں چھوڑتے ہیں ثابت قدم۔

ہوا جب غم ثابت ہے یہ تقاضائے مسلمانی!

کفار کے عقیدے کی کمزوری یہاں بیان ہوئی لہٰذا ارشاد ہوا بل ایاہ تدعون اور فرمایا بیوتسون ما تشرکون اللہ تعالیٰ ہم ثابت یعنی ایمان باللہ اور ایمان بالرسول پر قائم رکھے۔ رب تعالیٰ کی بارگاہ بڑی بے نیاز ہے کبھی مسلمانوں کی دعائیں جلد قبول نہیں ہوتیں تاکہ وہ دروازہ پر حاضر رہیں اور کبھی کفار کی دعائیں بہت ہی جلد قبول ہو جاتی ہیں تاکہ وہ جلد دروازے سے بھاگ جائیں ان کی وہ قبولیت محبوبیت کے لئے نہیں بلکہ مردودیت کے لئے ہے کہ جلد جائیں مسلمانوں کی یہ عدم قبولیت محبوبیت کے لئے ہے کہ اس بہانہ سے وہ دروازہ پر حاضر رہیں۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ فَأَخَذْنَاهُم بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ

اور البتہ تحقیق بھیجے ہم نے رسول ان امتوں کی طرف جو پہلے سے ہیں آپ کے پس پکڑا ہم نے ان کو سختی

اور بے شک ہم نے تم سے پہلی امتوں کی طرف رسول بھیجے تو انہیں سختی اور تکلیف سے پکڑا کہ وہ

يَتَضَرَّعُونَ ﴿٤٢﴾ فَلَوْلَا إِذْ جَاءَهُم بَأْسُنَا تَضَرَّعُوا وَلَٰكِن قَسَتْ

اور نقصان سے تاکہ وہ عاجزی کریں پس کیوں نہیں ہوا جب آیا ان کے پاس عذاب ہمارا تو عاجزی کرتے

کسی طرح گڑگڑائیں تو کیوں نہ ہوا کہ جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو گڑگڑاتے ہوتے لیکن ان کے

قُلُوبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٤٣﴾

اور لیکن سخت ہو گئے دل ان کے اور آراستہ کر دیا شیطان نے ان کاموں کو جو وہ کرتے تھے

تو دل سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے کام ان کی نگاہ میں بھلے کر دکھائے

تعلق ۔ ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق** پچھلی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ کفار مصیبتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لیتے ہیں اس کی بارگاہ میں گریہ و زاری کرتے ہیں اب ارشاد ہو رہا ہے کہ ان کا یہ حال دائمی نہیں کبھی یہ لوگ مصیبت میں بھی رجوع الی اللہ نہیں کرتے اپنے کفر پر قائم رہتے ہیں گویا کفار کے ایک حال کا ذکر پہلے ہوا دوسرے حال کا ذکر اب ہو رہا ہے (تفسیر کبیر) **دوسرا تعلق** پچھلی آیات میں موجودہ کفار کے متعلق فرمایا تھا کہ وہ مصیبتوں میں رب کی طرف دوڑتے ہیں اب اس آیت میں گزشتہ زمانہ کے کفار کی سختی اور کفر پر مضبوطی کا ذکر ہے کہ وہ تو مصیبتوں میں بھی رب کو یاد نہیں کرتے تھے جب وہ اللہ کے عذاب سے نہ بچ سکے مخالفت انبیاء سے ہلاک ہو گئے تو یہ حضور

www.alahazratnetwork.org

صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت [illegible] رب کے عذاب کے لیے تھی ۔ تیسرا تعلق پچھلی آیات میں ارشاد ہوا
ہدایت و گمراہی رب تعالیٰ کی طرف سے ہے [illegible] اب اس کا ثبوت دیا جا رہا ہے [illegible]
کفار مصیبتوں میں رب کی طرف رجوع [illegible] گزشتہ کفار مصیبتوں میں بھی رجوع الی اللہ نہ کرتے تھے یہ بھی رب تعالیٰ
کے ارادے سے ہے وہ بھی اس کے ارادے سے تھے ۔ چوتھا تعلق: پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ [illegible] آیات عذاب
دیکھ کر ایمان نہیں لاتے اب ارشاد ہو رہا ہے [illegible] آیات عذاب [illegible] مستحق [illegible] بھی ایمان نہیں [illegible]
[illegible] ایک نوعیت [illegible] بعد اس ضد [illegible] کا ذکر فرمایا جا رہا ہے (تفسیر روح المعانی)

تفسیر ولقد ارسلنا الی امم من قبلک [illegible] انبیاء کرام کی تشریف آوری سے منکر تھے اور ان [illegible]
حضرات انبیاء کی تشریف آوری [illegible] ان کا ماننا [illegible] دشواریوں سے [illegible] ہے اور عام
لوگ اس کے منکر تھے کہ دنیاوی تکالیف ہمارے گناہوں کا نتیجہ [illegible] بلکہ ان کا خیال تھا کہ آرام و تکلیف محض
اتفاقی [illegible] ہوتی ہیں [illegible] اس مضمون [illegible] قدرت [illegible]
[illegible] حقیقت کہا جاتا ہے مگر حضرات
انبیاء کرام کی آمد کو ارسال و بعثت یا جاء سے تعبیر کیا جاتا ہے [illegible] اور ان حضرات کی آمد میں چند طرح فرق ہے
ایک یہ کہ ہم یہاں سیکھنے کو آتے ہیں وہ حضرات سکھانے [illegible] ہم کو [illegible] سکھانے آتے ہیں [illegible] کے وقت
تمام سب کو اور سب کچھ جانتے پہچانتے ہیں موسیٰ علیہ السلام نے شیر خوارگی میں ہی اپنی ماں [illegible] کے سوا کسی دائی کا دودھ قبول نہ
کیا ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حلیمہ کا بایاں پستان [illegible] حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی [illegible]
[illegible] کتاب نماز [illegible] خدمت وغیرہ تمام ذمہ داریوں [illegible] دوسرے یہ کہ ہم [illegible] اپنی ذمہ داری پر آتے
ہیں رسول رب تعالیٰ کی ذمہ داری پر تیسرے یہ کہ ہم دنیا میں اپنا کام کرنے آتے ہیں رسول رب تعالیٰ کا کام کرنے آتے ہیں
جیسے کچہری میں حاکم بھی آتا ہے اور مقدمے والے بھی یا اسکول میں طلباء بھی حاضر ہوتے ہیں حضرات مدرسین بھی تشریف
لاتے ہیں [illegible] ارسلنا امم [illegible] امت کی [illegible] وراثت کے اقسام پہلے بیان ہو چکے امم کی [illegible] تقسیم [illegible]
[illegible] خیال رہے [illegible] ایک [illegible] کی طرف [illegible] بھیجے جاتے تھے [illegible] ایک امت کی طرف چند
[illegible] علیہم السلام [illegible] ایک سلطنت کی طرف جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام
[illegible] ساتھ ایک [illegible] امم [illegible] قبلک یہ عبارت [illegible]
ارسلنا کے متعلق [illegible] امم کی صفت یا حال ہے [illegible] انبیاء کرام کا تشریف [illegible]
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے تھا [illegible] قیامت تک کوئی نبی پیدا نہ ہوگا [illegible] مسلمانوں کی چند امتیں [illegible]
[illegible] نبی [illegible] بدلنے سے دین بدلتے ہیں [illegible] اب قیامت تک سب کے نبی [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم
ہیں لہٰذا اب امت صرف ایک ہے یعنی مسلمان [illegible] صرف ایک ہے یعنی اسلام [illegible] قومیں بن سکتی ہیں
امت صرف نبی سے بنتی ہے [illegible] انا نودی للصلوٰۃ

www.alahazratnetwork.org

من یوم الجمعۃ میں من معنی فی ہے (معانی بیان) یا ابتدا ہے جیسے سمعت من اول اللیل میں یا جیسے صمت من اول الشہر قبلک سے مراد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے زمانہ ظہور سے پہلے ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ وقت ولادت سے ظہور تک اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ظہور و زمانہ نبوت میں کوئی نبی نہیں بھیجا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے پانچ سال پہلے سے لے کر قیامت تک کسی اور نبی کی آمد ختم کردی گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کا تاج پہنایا گیا۔ اس وجہ سے من قبلک فرمایا گیا۔ فاخذنہم بالباساء والضراء عرف میں یہ تنگی و شدید حالت کی تعریف کرتا ہے لعلہم یتضرعون سے مراد غضب و عذاب کی پکڑ ہے فاخذنہم کا مرجع ان کے نافرمان لوگ ہیں۔ باساء بنا ہے بؤس سے معنی سختی و شدت جیسے قحط، عوام پر ظالم بادشاہ اور رضاء بنا ہے ضرر سے معنی تکلیف و نقصان خواہ جانی ہو یا مالی جیسے بیماری جانی و مالی نقصان خیال رہے کہ باساء اور ضراء دونوں ایسے معنی ہیں جن کا کوئی مذکر نہیں دیکھو اقرب و منتہی الارب۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جنس اور صورۃ باساء اور ضراء ہے (معانی بیان و نحو) یعنی ان امتوں سے اپنے رسولوں کو جھٹلایا ان کی نافرمانیاں کیں تو ہم نے انہیں سختی اور تکلیف سے پکڑا لعلہم یتضرعون اس عبارت میں مذکورہ پکڑ کی حکمت کا بیان ہے۔ کلام الٰہی میں لعل شک کے لئے نہیں آتا کہ رب تعالیٰ شک و شبہ سے پاک ہے۔ بلکہ معنی کے (تا کہ) ہوتا ہے یتضرعون بنا ہے تضرع سے معنی ہیں عجز و انکسار یہاں مراد عاجزی و زاری سے توبہ کرکے دفع عذاب کی دعا ہے یعنی یہ سختیاں تکالیف انہیں ہلاک کرنے کے لئے نہ تھیں بلکہ انہیں تادیب کا رروائی کے طور پر توبہ عاجزی زاری کی طرف بلانے کے لئے تھیں مگر وہ اس طرف نہ آئے چنانچہ ارشاد ہے فلولا اذ جاءھم باسنا تضرعوا عربی میں لولا وہاں بولا جاتا ہے جہاں یہ بتایا جائے کہ اس کام کا باعث تو موجود تھا مانع کوئی نہ تھا مگر پھر بھی یہ کام نہ ہوا اس سے شرط یا نفی مراد نہیں ہوتی اس لئے زانٹ ڈپٹ یا ندامت و شرمندگی کے موقعہ پر بولا جاتا ہے اور اس کے بعد ماضی یا نکرہ وغیرہ آسکتا ہے (معانی) یہاں لولا کا تعلق تضرعوا سے ہے نہ [illegible] اذ جاءھم سے کیونکہ ان پر تکلیف تو آئی تھی۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہاں لولا ترغیب کے لئے ہے مگر یہ غلط ہے چونکہ ترغیب کا لولا صرف مضارع پر آتا ہے۔ ماضی پر نہیں آتا اور یہاں ماضی پر ہے (معانی) یعنی جب ان پر ہماری پکڑ آئی تو انہوں نے عاجزی زاری کیوں نہ کی اگر ان کو معاف فرما دیتے ہم رحیم و کریم ہیں جو گڑ گڑاتا ہوا ہمارے دروازے پر آئے ہم اسے ہٹاتے نہیں یہ ہوا [illegible]

اے [illegible] کہ پنجاہ رحمت [illegible] تو غالی [illegible] تگ [illegible] ایں [illegible] شش [illegible] [illegible] دریالی!

خیال رہے کہ یہاں باس سے مراد بھیجی عذاب نہیں جو ہلاک کرنے کے لئے آتا ہے کیونکہ اس وقت توبہ عاجزی وغیرہ قبول نہیں ہوتی بلکہ وہ عذاب ہے جو تنبیہ کے لئے ہوتا ہے یہ عتاب ہے جو انھی عرض کی تنگی لطف ہے کہ یہ شکایت کنایہ کی شکایت ہے رب تعالیٰ اپنے محبوب سے کر رہا ہے لولا فرمانا فرمان عالی میں عجیب لطف پیدا فرما دیا گیا کہ یہ لوگ ہمارے دروازہ پر گڑگڑاتے ہم ان کو دیکھ لیتے مگر ایسا نہیں ہماری رحمت کی ضرورت نہیں کیا ہم نے اپنا دروازہ ان کے لئے بند فرما دیا تھا ان کو تو ہماری ہر وقت ضرورت ہے یہاں بھی آخرت میں بھی ہمارا دروازہ ابھی کسی کے لئے بند نہیں کیا گیا ہمارے دروازے پر ہر طرح کے لوگ آتے ہیں انہیں منع نہیں کیا گیا ہم ہمارے دروازہ پر کوئی خریدار آئے اچھا بازار والا ان میں سے ہمیشہ یہی ہے کہ کیوں نہ آئے ہمارے دروازے پر کیوں نہیں آئے سبحان اللہ کیا عجیب سوال ہے ولکن قست قلوبہم اس عبارت کا تعلق آئندہ

www.alahazratnetwork.org

پوشیدہ عبارت ہے تب لما لانت قلوبهم لہٰذا لٰکن نے ان کفار کے نرمی دل کی نفی کی اور سختی دل کا ثبوت دیا یہی لٰکن کا عمل ہے پہلے کی نفی بعد کا ثبوت اور وہ مطلب کہ لولا اذ جاءهم سے جو چند باتیں معلوم ہوتی تھیں ان کی لٰکن سے نفی کی ہے اور سختی دل کا ثبوت دیا یعنی ان کفار کا زاری نہ کرنا اس وجہ سے نہ تھا کہ ہم نے انہیں اپنے دروازہ پر آنے سے روک دیا یا توبہ کا دروازہ بند کر دیا یا ہم نے ان سے مال مانگا اور وہ غریب تھے یا انہیں پتہ نہ تھا۔ نرمی کی ضرورت نہ تھی بلکہ اس کی وجہ صرف سختی دل تھی۔ قست بنا ہے قسوۃ سے بمعنی سختی اس کا مقابل ہے لین بمعنی نرمی یا یہ مطلب ہے کہ ان عذابوں کو دیکھ کر بھی ان بدنصیبوں کے دل نرم نہ ہوئے بلکہ اور زیادہ سخت ہو گئے ایسوں سے اللہ پناہ دے۔ وزين لهم الشيطان ما كانوا يعملون یہ عبارت معطوف ہے قست قلوبهم پر اور ملاحظہ ہے زین بنا ہے تزیین سے جس کا مادہ زینت ہے۔ تزیین کے چند معنی ہیں اچھائی کے ساتھ ایجاد کرنا جیسے زينا السماء الدنيا کسی چیز میں عمدگی و خوبی دے دینا جیسے تزیین عروس دلہن کو زینت دینا آراستہ کرنا کسی بری چیز کو اچھا کر کے دکھانا تیسرے معنی کچھ دو قسم کے ہیں ایک تو دل میں اس بری چیز کی طرف میلان پیدا کر دینا یہ برا نہیں جیسے كذلك زينا لكل امة عملهم دوسرے یہ کہ وسوسہ سے اسے اچھا بتا کر دکھانا جیسے زين لكثير من المشركين قتل اولادهم شركاؤهم پہلی صورت محمود ہے دوسری صورت بری۔ یہاں یہ آخری صورت مراد ہے اس لئے اسے شیطان کی طرف نسبت کیا گیا شیطان سے مراد یا تو ابلیس ہے یا قرین جو انسان کے ساتھ ہر وقت رہتا ہے ما سے مراد ان کفار کی بدعملیاں بلکہ بدعقیدگیاں بھی ہیں یعنی ابلیس یا قرین نے ان کفار کو ان کے برے کام اور برے عقیدے اچھے کر کے دکھا دیے جس سے وہ لوگ ان عذابوں کو دیکھ کر اور بھی زیادہ بدعمل اور بدعقیدہ ہو گئے۔

خلاصۂ تفسیر۔ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کی دنیا میں تشریف آوری سے پہلے مختلف امتوں کی طرف بہت سے رسول بھیجے خواہ ایک امت کی طرف ایک رسول یا ایک امت کی طرف چند رسول ان کی امتوں نے اپنے رسولوں کی نافرمانی کی تو ہم نے ان کی ہلاکت سے پہلے انہیں قحط، بھوک، بیماریوں، ظالم بادشاہوں کی آفت وغیرہ مصیبتوں میں گرفتار کر دیا تاکہ وہ ان مصیبتوں کی وجہ سے ہمارے دروازہ پر آئیں ہماری بارگاہ میں گڑگڑائیں اور ہمارے رسولوں کی فرمانبرداری کریں مگر انہوں نے ایسا نہ کیا وہ تو رسولوں کے فرمانبردار بنتے ان مصیبتوں سے ان کی آنکھیں کھلتیں ان کے تو دل سخت ہو گئے تھے وہ سمجھتے تھے کہ یہ آفات اتفاقیہ طور پر آئیں ابلیس یا ان کے ساتھ شیطان (قرین) نے ان کی نظروں میں ان کے اعمال اچھے کر کے دکھا دیئے وہ یہ سمجھے کہ ہمارا کفر ہماری نافرمانیاں بہت اچھی چیزیں ہیں جن سے ہماری شان ظاہر ہوتی ہے۔ جب بندہ اپنی برائیوں کو بھلائی سمجھنے لگے تو اسے ہدایت کیسے ملے۔ اے محبوب اگر کفار عرب آپ کی اطاعت نہ کریں تو آپ ملول نہ ہوں کہ یہ تو ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے۔ خیال رہے کہ دل کی سختی اور چیز ہے اور دل کی پختگی یعنی ثابت قدمی کچھ اور دل کی سختی عذاب ہے دل کی پختگی اللہ کی رحمت ہے دل کی پختگی یہ ہے کہ بندہ ہر حال میں رب کے دروازہ پر رہے دنیا کی سردی گرمی اسے اس دروازہ سے ہٹا نہ سکے قرآن کریم ہم کو دعا تعلیم فرماتا ہے وثبت اقدامنا۔ دل کی نرمی عطائی، وہبی، کسبی تین طرح کی ہوتی ہے۔ پیدائشی دل نرم ہو یہ عطائی ہے جو حضرات انبیاء کرام خاص اولیاء اللہ کو ملتی ہے۔ کسی مقبول کی نظر سے دل نرم ہو جائے یہ وہبی ہے اعمال صالحہ سے میسر ہو یہ کسبی ہے عیش و راحت غفلت غافلوں کی صحبت دل کی سختی کا سبب ہیں تکالیف آخرت کی تیاری مقبولوں کی صحبت خواہ زندوں کی یا قبر والوں کی یا ان کی تصنیفات کا مطالعہ دل کی نرمی کا ذریعہ ہے۔

www.alahazratnetwork.org

فائدے: اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: پچھلے انبیاء کرام خاص خاص قوموں کی طرف بھیجے جاتے تھے کسی کو بھی نبوت سارے انسانوں یا ساری خلقت کے لئے نہ تھی یہ فائدہ الی امم فرمانے سے حاصل ہوا۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سارے انسانوں کے رسول ہیں رب فرماتا ہے۔ **کافۃ للناس بشیرا و نذیرا** بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری خلقت کے رسول ہیں۔ رب فرماتا ہے **لیکون للعالمین نذیرا** اور فرماتا ہے **رحمۃ للعالمین** اب تاقیامت دین بھی ایک ہے یعنی اسلام امت بھی ایک ہے یعنی مسلمان کیونکہ نبی ایک ہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ دوسرا فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات شریف میں اور آپ کے بعد کوئی رسول نہیں تشریف لائے جتنے رسول آنے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آگئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تمام دینوں کی ناسخ ہے یہ فائدہ **من قبلک** سے حاصل ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ظہور میں یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی مانے وہ اس آیت کا منکر ہے اس کا بہت خیال رکھا جائے۔ تیسرا فائدہ: دین اور امت توحید یا جنت و دوزخ، قیامت حشر و نشر وغیرہ سے نہیں بنتے بلکہ صرف نبی کی نسبت سے بنتے ہیں تمام آسمانی دینوں میں توحید اور تمام عقائد ایک تھے مگر وہ امتیں مختلف مانی گئیں اور دین علیحدہ علیحدہ شمار ہوئے کیونکہ ان کے نبی علیحدہ علیحدہ تھے یہ فائدہ الی امم سے حاصل ہوا ہمارا دین کلمہ اور نبوت پر ہے نہ کہ توحید و دوسرے عقائد پر۔ چوتھا فائدہ: دنیاوی مصیبتیں تکلیفیں عاقل کے لئے اللہ کی رحمت ہیں کہ بندوں کو اللہ کی طرف متوجہ کراتی ہیں اور صابرین کے درجے بلند کرتی ہیں یہ فائدہ **فاخذنا ہم بالباساء** سے حاصل ہوا۔ پانچواں فائدہ: کبھی گناہوں کی وجہ سے دنیا میں بھی پکڑ ہو جاتی ہے اس لئے ہر مصیبت پر انسان کو گناہوں سے توبہ کی طرف رجوع کرنا چاہئے یہ فائدہ **لعلہم یتضرعون** سے حاصل ہوا۔ خوش نصیب وہ ہے جو راحت میں شاکر اور مصیبت میں صابر و ذاکر رہے۔ چھٹا فائدہ: چھوٹے عذاب دیکھ کر بندہ بڑے عذاب سے ڈرے تو ایمان قبول ہوتا ہے جب عذاب [illegible] ہو جائے تو بیکار ہے یہ فائدہ **فلولا اذ جاءہم** الخ سے حاصل ہوا۔ دیکھو حضرت یونس علیہ السلام کی قوم نے علامات عذاب دیکھ کر توبہ کر لی بچ گئی ہاں خود عذاب دیکھ کر ایمان لانا بیکار ہے۔ دیکھو فرعون نے ڈوبتے وقت ایمان کا اقرار کیا بیکار رہا۔ ساتواں فائدہ: دل کی سختی کہ نبی کی تعلیم سے دل اثر نہ لے اللہ تعالیٰ کا دنیاوی عذاب ہے بلکہ سخت تر عذاب ہے یہ فائدہ **قست قلوبہم** الخ سے حاصل ہوا۔ آٹھواں فائدہ: شیطان کا بڑا داؤ جو وہ انسان پر مارتا ہے یہ ہے کہ وہ برے کام اس کی نگاہ میں اچھے کر دکھاتا ہے۔ جو شخص ہمارے گناہوں پر ہمیں شاباش دے وہ شکل انسانی میں شیطان ہے اور خیر خواہ دوست وہ ہے جو ہم کو ہماری برائیوں پر مطلع کرے یہ فائدہ **و زین لہم الشیطان** سے حاصل ہوا۔ لہٰذا ہم کو چاہئے کہ خود اپنے اعمال کی نگرانی کرتے رہیں۔

پہلا اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کوئی رسول نہ تھے جتنے تھے سب سے پہلے گزر چکے تھے دیکھو **من قبلک** مگر تمہارا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی چار رسول زندہ تھے اور اب بھی زندہ ہیں دو نبی زمین پر حضرت خضر و الیاس اور دو نبی آسمان پر حضرت ادریس و عیسیٰ علیہم الصلوۃ والسلام تمہارا یہ عقیدہ اس آیت کے خلاف ہے۔ (لاہوری مرزائی) **جواب**: اس آیت کریمہ میں حضرات انبیاء کرام کی زندگی یا وفات کا ذکر نہیں یہاں ان کی رسالت و نبوت کا ذکر ہے کوئی نبی بشان رسالت ان وقتوں میں موجود نہیں کہ لوگوں کو تبلیغ کریں اور لوگ ان کے امتی بنیں یہ چار حضرات زندہ ہیں مگر ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

www.alahazratnetwork.org

اسی ہو کر سورج کی موجودگی میں چاند تارے فنا نہیں ہو جاتے بلکہ ان کے نور کا ظہور نہیں ہوتا۔ دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام جناب خضر علیہ السلام کے پاس تشریف لے گئے مگر شان رسالت سے نہیں بلکہ شان امتی سے اسی لئے آپ نے فرمایا **ولا اعصی لک امرا** ورنہ نبی پر کسی کا حکم لینا اور ان کی نافرمانی لازم ہے کیا یعنی جب موسیٰ علیہ السلام اپنی نبوت سے الگ ہو کر کچھ روز کے لئے حضرت خضر علیہ السلام کے تابع فرمان ہو سکتے ہیں تو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں گزشتہ انبیاء کرام کا چلن کیوں؟ نبوت ختم بھی ہو چکا اس تابعداری سے موجود رہنا بالکل درست ہے۔ **دوسرا اعتراض:** اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ کبھی اللہ تعالیٰ کا ارادہ پورا نہیں ہوتا دیکھو رب تعالیٰ نے گزشتہ قوموں پر بھوک وغیرہ اس لئے بھیجیں کہ وہ رجوع الی اللہ کریں مگر انہوں نے ایسا نہ کیا بلکہ جو شیطان نے چاہا وہ تو ہو گیا جو رب نے چاہا وہ نہ ہوا۔ (آریہ، ناستک دھرم) **جواب:** یہاں ارادہ الٰہی کا ذکر نہیں حکمت الٰہی کا ذکر ہے کہ ان مصیبتوں کے بھیجنے میں حکمت یہ تھی رب تعالیٰ کے ارادہ کے خلاف ہونا ناممکن ہے۔ امر ارادہ اور پسند محبت الگ ہیں۔ دیکھو ابوجہل کافر کے ایمان و تقویٰ کا رب نے امر کیا مگر ارادہ نہ کیا۔ بہت سی چیزیں پسند ہیں مگر ان سے محبت نہیں تاکہ ایمان کا رب نے ارادہ نہیں کیا ورنہ سب مسلمان متقی ہو جاتے اس ارادہ نے میں ہزارہا حکمتیں ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرزند کے ذبح کا حکم دیا گیا مگر رب نے اس کا ارادہ نہ فرمایا یہ رب کو پسند تھا اسی لئے ذبح واقعہ نہ ہوا اللہ تعالیٰ بارش عموماً زمین کی سرسبزی کے لئے بھیجتا ہے مگر بعض زمین پر سبزہ نہیں اگتا تو اس سے یہ لازم نہیں کہ رب تعالیٰ کا ارادہ پورا نہیں ہوا بارش کی تاثیر سے سبزہ اگر چہ کسی جگہ کسی وجہ سے سبزہ نہ اگے یوں ہی دنیاوی تکالیف بندوں کو رب کی طرف لانے کا ذریعہ ہیں اگرچہ بعض بندے ایسے نہ ہوں۔ **تیسرا اعتراض:** اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ عذاب الٰہی آنے پر بھی توبہ اور گریہ زاری مفید ہے اس سے عذاب ٹل جاتا ہے مگر دوسری جگہ فرمایا گیا کہ عذاب آ جانے پر بھی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ ارشاد باری ہے **الئٰن و قد عصیت قبل** ان آیات میں تعارض ہے۔ **جواب:** عذاب دو قسم کے آتے ہیں عذاب تنبیہ اور عذاب استیصال یعنی ہلاکت کا عذاب پہلی قسم کے عذاب آنے پر توبہ قبول ہو جاتی ہے دوسرے پر نہیں یہاں عذاب تنبیہ کا ذکر ہے تمہاری پیش کردہ آیت میں عذاب ہلاکت کا ذکر ہے لہذا آیات میں تعارض نہیں عذاب ہلاکت کا حال بھی یہ ہے کہ اگر اس کی علامات دیکھ کر نزول عذاب سے پہلے توبہ کر لی جائے تو عذاب ٹل جاتا ہے توبہ قبول ہو جاتی ہے۔ **چوتھا اعتراض:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ بد عملیوں کو آراستہ کرنا شیطان کا کام ہے لہذا زین کا فاعل شیطان کو قرار دیا گیا مگر دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کا ہے فرماتا ہے **زینا لکل امۃ عملهم** وہاں فاعل رب تعالیٰ ہے آیتوں میں تعارض ہے۔ **جواب:** ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا کہ تزیین کے بہت معنی ہیں خوشنما بنانا، خوشنما بتانا پہلے دو معنی سے تزیین کا فاعل رب تعالیٰ ہے کہ اس نے بعض چیزیں خوشنما بنائی ہیں **زینا السماء الدنیا بمصابیح** اور بعض چیزیں حقیقتہً بری ہیں مگر بظاہر اچھی معلوم ہوتی ہیں جیسے سینما حرام کی آمدنیاں کھیل تماشے گانا وغیرہ کہ یہ چیزیں اچھی شکل میں ہیں مگر حقیقتہً بری ہیں یہ رب کی طرف سے امتحان ہے **زینا لکل امۃ** میں یہی معنی مراد ہیں خوشنما بتانا مگر ساتھ ہی حضرات انبیاء کرام آسمانی کتابوں سے خبردار کر دیا کہ یہ چیزیں بری ہیں ان کے قریب نہ جانا سرسبز زمین میں اچھی طرح کی سبزیاں بھی ہیں اور زہریلی سبزیاں بھی ہیں جیسے دھتورا وغیرہ جنہیں کھانے سے آدمی جانور مر جاتے ہیں۔ شیطان ان چیزوں کو خوشنما اور اچھا بتاتا ہے کہ اس میں فلاں فلاں فائدہ ہے کر لے اس معنی سے اس کا فاعل شیطان

www.alahazratnetwork.org

ہوتا ہے جیسا کہ یہاں ہے جنت ہمارا دار ہے مگر اس کا راستہ خاردار ہے۔ دوزخ کا معاملہ اس کے برعکس ہے اگر خدا تعالیٰ دل کی آنکھیں کھول دے اور اشیاء کی حقیقتیں نظر آجائیں تو معلوم ہو کہ یہ مشقتیں یقیناً اچھی ہیں نفسانی راحتیں بری ہیں روزہ حج نماز وغیرہ کڑوی دوائیں ہیں لیکن ان میں شفا بھری ہے تمام کام لذت والے زہر ہیں۔

تفسیر صوفیانہ حضرات انبیاء کرام سے تین قسم کے فیضان جاری ہوتے ہیں اور ان کے آستانہ سے لوگوں کو تین طرح کی نعمتیں ملتی ہیں۔ خوف، شوق، ذوق وہ حضرات کسی کو خوف کے راستے سے رب تک پہنچاتے ہیں کسی کو لالچ و شوق کے دروازے سے وہاں حاضر کر دیتے ہیں کسی کو عشق و محبت کے ذریعہ وہاں پہنچاتے ہیں۔ بعض لوگ ترتیب وار ان سیڑھیوں پر چڑھتے ہیں کہ انہیں اول رب کا خوف ہوتا ہے پھر شوق آخر میں ذوق کی نعمت ملتی ہے۔ بعض کو اول ہی سے ذوق و محبت کی عطا مل جاتی ہے۔ خوف و شوق سست رفتار سواریاں ہیں جن میں یہ سفر بہت دیر سے طے ہوتا ہے مگر ذوق و محبت وہ تیز رفتار سواری ہے جس کے ذریعہ مہینوں کا سفر منٹوں میں طے ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں خوف دلانے کے لئے دنیاوی آخروی عذاب پیدا فرمائے اور شوق دلانے کے لئے دنیاوی اخروی نعمتیں پیدا فرمائیں مگر ذوق کے لئے اپنا اور اپنے محبوبوں کا ذکر بہت شاندار طریقوں سے کیا جن امتوں کا یہاں ذکر ہے وہ پہلی منزل پر ہی تھک کر رہ گئیں۔ رب تعالیٰ نے انہیں خوف دلانے کے لئے یہ تکالیف بھیجیں یہ تکالیف نہ تھیں بلکہ درحقیقت رب تک پہنچنے کا ذریعہ تھیں اگر شیطان ان کی راہ نہ مارتا تو وہ یقیناً کامیاب ہو جاتے اس راہ میں راہ زن بہت ہیں۔ جب خدا تعالیٰ ہم پر مدد فرمانا چاہتا ہے تو ہم کو دو نعمتیں دیتا ہے دل کی نرمی آنکھ کے آنسو جسے یہ نعمتیں مل جائیں وہ کامیاب ہے دل کی نرمی سے انسان کو اپنی اور اپنے اعمال کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ جس نے اپنے کو پہچان لیا اس نے رب تعالیٰ کو پہچان لیا۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تین ہیں زمانہ وجود، زمانہ ظہور، زمانہ نبوت۔ زمانہ وجود کے لحاظ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کوئی چیز ہو سکتی ہے نہ بعد میں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اول بھی ہیں آخر بھی باطن بھی ہیں ظاہر بھی اول مخلوق حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں **اول ما خلق اللہ نوری** زمانہ ظہور کے لحاظ سے بعض چیزیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اول ہیں بعض آخر کیونکہ یہ زمانہ ولادت شریف سے شروع ہوتا ہے وفات پاک پر ختم ہو جاتا ہے۔ زمانہ نبوت کے لحاظ سے بعض مخلوق اول تو ہے مگر کوئی مخلوق حضور سے آخر نہیں ہو سکتی کہ زمانہ نبوت تاقیامت بلکہ ابدالآباد تک ہے یہاں **من قبلک** میں زمانہ نبوت کے لحاظ سے قبلیت مراد ہے خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے زمانہ وجود میں تین قسم کے فیض جاری ہوئے ظہور سے پہلے نبوت آپ کے ہاتھوں تقسیم ہوئی زمانہ ظہور میں وہاں سے صحابیت ملی اور بعد وفات تاقیامت وہاں سے ولایت تقسیم ہو رہی ہیں شفاعت مل رہی ہے سورج رات میں تارے چمکاتا دن میں ذرے رات میں نماز مغرب و عشاء و فجر پڑھواتا ہے دن میں اشراق چاشت ظہر عصر وغیرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض کا یہی حال ہے لہٰذا **من قبلک** کے معنی ہیں **من قبل ظہورک** حاصل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تین ہیں۔ زمانہ وجود زمانہ ظہور زمانہ نبوت یعنی کرم و سخاوت کا زمانہ ظہور نبوت سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے والا صحابی نہیں کہ ابھی زمانہ ظہور شروع نہیں ہوا۔

www.alahazratnetwork.org

فَلَمَّا نَسُوۡا مَا ذُكِّرُوۡا بِهٖ فَتَحۡنَا عَلَيۡهِمۡ اَبۡوَابَ كُلِّ شَىۡءٍ ؕ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوۡا

پس جب بھول گئے وہ لوگ وہ نصیحت کئے گئے جس سے تو کھول دیے ہم نے اوپر ان کے دروازے ہر چیز کے حتی کہ جب

پھر جب انہوں نے بھلا دیا جو نصیحتیں ان کو کی گئی تھیں ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ

بِمَاۤ اُوۡتُوۡۤا اَخَذۡنٰهُمۡ بَغۡتَةً فَاِذَا هُمۡ مُّبۡلِسُوۡنَ ﴿۴۴﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الۡقَوۡمِ الَّذِيۡنَ

خوش ہو گئے وہ اس سے جو دیئے گئے تو پکڑ لیا ہم نے ان کو یکدم پس اچانک وہ نا امید تھے پس کاٹ دی

جب خوش ہوئے اس پر جو انہیں ملا تو ہم نے اچانک انہیں پکڑ لیا اب وہ آس ٹوٹے رہ گئے

ظَلَمُوۡا ؕ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۴۵﴾

گئی جڑ اس قوم کی جنہوں نے ظلم کیا اور تمام تعریفیں ہیں اللہ کی پالنے والا تمام جہانوں کا

تو جڑ کاٹ دی گئی ظالموں کی اور سب خوبیوں سراہا اللہ رب سارے جہان کا

تعلق ان آیات کریمہ کا گذشتہ آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق**: پچھلی آیات کریمہ میں منکرین انبیاء کرام پر دنیاوی سختیاں بھیجنے کا ذکر تھا ان آیات کریمہ میں ان پر دنیاوی نعمتیں بھیجنے کا تذکرہ ہے گویا ظاہری عذاب کے بعد باطنی عذاب کا تذکرہ ہے کہ نافرمانوں کو نعمتیں دینا سخت ترین عذاب ہے۔ **دوسرا تعلق**: پچھلی آیات میں ان منکرین انبیاء و دشمنان رسل پر ہلکے عذاب بھیجنے کا ذکر ہوا جو بیدار کرنے توبہ کرانے کے لیے بھیجے گئے اب سخت عذاب کا ذکر ہے جو ان کی ہلاکت کا پیش خیمہ بنا یعنی دنیاوی نعمتوں کے ذریعہ انہیں غافل کر دینا۔ **تیسرا تعلق**: پچھلی آیات میں ان کفار کی سخت دلی کا ذکر تھا اب اس سختی کا ثبوت دیا جا رہا ہے کہ وہ ان نعمتوں سے بھی بیدار نہ ہوئے نرم دل والے کبھی گرم علاج سے درست ہو جاتے ہیں کبھی ٹھنڈے علاج سے مگر یہ کسی علاج سے صحت یاب نہ ہوئے۔ **چوتھا تعلق**: پچھلی آیات میں ارشاد ہوا تھا کہ شیطان نے ان کو ان کی بدعملیاں اچھی کر کے دکھا دیں اب شیطان کے دوسرے داؤں کا ذکر ہے کہ جب انہیں نعمتیں ملیں تو یہ سمجھایا کہ اگر تمہاری ان حرکتوں سے رب تعالیٰ راضی نہ ہوتا تو تم کو یہ نعمتیں کیوں دیتا اللہ تعالیٰ تمہارے ان اعمال سے بہت ہی راضی ہے یہ کام اور زیادہ کرو خوب مزے میں رہو گے۔

تفسیر: **فلما نسوا ما ذکروا بہ** یہ عبارت ایک پوشیدہ عبارت پر معطوف ہے **انھمکوا** فیہ **اخذناہم**۔ ف تعقیب کی ہے اور یہاں ف معنی فوراً نہیں کہ یہ نعمتوں کا عذاب ان پر بہت عرصہ بعد آیا بہت بعد پہلا عذاب ختم ہونے کے بعد آیا۔ لما خواہ ظرف کا حرف ہو یا ظرف کا اسم اس میں شرط کے معنی ہیں اس لیے اس کے بعد شرط و جزا آتی ہے (معانی) نسوا بنا ہے نسیان سے جس کے معنی ہیں بھول جانا بھی معنی چھوڑ دینا بھی آتا ہے یہاں معنی چھوڑ دینا ہے۔ یعنی چھوڑ کر ایسا غافل ہو جانا کہ اس کا خیال بھی نہ رہے مراد حضرات انبیاء کی تعلیم اور وعدے وعید ان حضرات کی تارکیں اور نذر اتیں ہیں یعنی وہ کفار اپنی بد عملیوں بد عقیدگیوں مخالفت انبیاء کرام میں مشغول ہی رہے پھر جب وہ حضرات انبیاء کرام کی تعلیم و تبلیغ کو بالکل بسری بنا

www.alahazratnetwork.org

چکے اس طرح کہ جتنے لوگ ایمان لانے والے تھے وہ ایمان لا چکے باقی سے ایمان کی امید نہ رہی انبیاء کو توبہ کرنے کی کوئی امید نہ رہی اور ہو سکتا ہے نسیان سے مراد علاوہ ایمانی ہو اور ماذکروا سے مراد وہ مختلف عذاب ہوں جو ان پر وقتاً فوقتاً آ چکے تھے لیکن انہوں نے زاری و عاجزی نہ کی بلکہ بھول جاتے اور بھلا دیتے میں بڑا فرق ہے بھلا دینا سخت جرم ہے فتحنا علیھم ابواب کل شیء یہ عبارت لما کی جزا ہے ابواب جمع ہے باب کی معنی دروازہ چونکہ انسانوں کے لئے مصیبت و راحت رزق وغیرہ کے دروازے مقرر ہیں جن کے ذریعہ انسانوں کو یہ چیزیں ملتی ہیں ہر انسان کے رزق کا دروازہ عمل جانے کا دروازہ علیحدہ ہے بھی کسی کے لئے نعمت کا دروازہ کھل جاتا ہے مصیبت کا دروازہ بند ہو جاتا ہے کبھی اس کے برعکس لہٰذا یہاں دروازے کھولنا بالکل درست ہے صادق نے باتوں میں سے ہر شخص کے لئے ایک دروازہ کھولا گیا یا ہر شخص کے لئے ہر نعمت کا الگ دروازہ کھولا گیا یعنی ایک شخص کے لئے بہت دروازے کھلے لہٰذا ابواب فرمانا بالکل درست ہے کل شیء سے مراد ہر قسم کی اندرونی بیرونی نعمتیں ہیں جیسے تندرستی دل کی خوشی فراوانی دولت مال وغیرہ یعنی ہم نے ان لوگوں پر ہر قسم کی نعمتوں کی بہتات کر دی ہر نعمت کا دروازہ کھول دیا حتی اذا فرحوا بما اوتوا اس عبارت میں دروازے کھلے رہنے کی انتہا کا ذکر ہے اور حتی انتہا کے لئے ہے فرحت سے مراد ہے فخر و تکبر کی خوشی یہ سمجھ کر خوش ہونا کہ ہم ان ہی نعمتوں کے مستحق ہیں ہمارا کفر و عناد عداوت انبیاء اچھا عمل ہے یا برے طریقوں سے خوشی منانا مراد ہے جو حرام ہے شادی میں ولیمہ کے ذریعہ خوشی کرنا ثواب ہے گانے بجانے سے خوشی منانا حرام ہے بما اوتوا سے مراد وہی نعمتیں ہیں جو ابھی ذکر کی گئیں یعنی ان نعمتوں کے دروازے ان پر یہاں تک کھلے رہے کہ وہ خوب غافل ہو گئے ان نعمتوں پر فخر کرنے اترانے لگے اور سمجھنے لگے کہ ہماری یہ بد عملیاں رب کو بڑی ہی پیاری ہیں تب ہی تو وہ ہم کو ان پر ایسی نعمتیں دے رہا ہے اخذناھم بغتۃ یہ عبارت اذا کی جزا ہے اخذ سے مراد ہے مہلک عذاب میں گرفتار کر دینا انہیں پکڑ لینا اگرچہ یہ گرفتاری اور پکڑ فرشتوں نے کی تھی مگر چونکہ بحکم رب العالمین تھی نیز ملائکہ اللہ کے مقبول بندے ہیں ان کا کام رب تعالیٰ کا کام ہے اس لئے اخذنا ارشاد ہوا بغتۃ فرما کر دو باتیں بتائی گئیں ایک یہ کہ انہیں مصیبتوں کے زمانہ میں ہلاک نہ کیا گیا بلکہ راحتوں کے زمانہ میں ہلاک فرمایا گیا دوسرے یہ کہ ہلاکت سے پہلے ان کے مذکورہ نعمتیں دنیا سے زائل نہ کی گئیں بلکہ آخر وقت تک ان کے پاس یہ نعمتیں رہیں اسی حالت میں وہ ہلاک کئے گئے تاکہ انہیں ان نعمتوں سے چھوٹ جانے کا سخت صدمہ بھی ہو خیال رہے کہ مومن اگرچہ اچانک ہارٹ فیل ہو کر مرے تب بھی اس کی موت اچانک نہیں کہ وہ ہر وقت موت کے لئے تیار ہے گویا بیماری پر مرتا ہے اور کافر اگرچہ مہینوں بیمار رہ کر مرے اس کی موت اچانک ہے کہ وہ ... موت کے لئے تیار نہیں ہوتا مرتا ہے یہاں بغتۃ فرما کر اشارۃً بتایا انہیں ... عذاب ... دو مرے اچانک ہی ... وقت ... فاذا ھم مبلسون یہ عبارت ان کا انجام بیان کرنے کے لئے ہے اذا مفاجاتیہ ہے بمعنی اچانک مبلسون بنا ہے ابلاس سے جس کا مادہ ہے بلس جس کے تین معنی ہیں سخت غم حسرت ناامیدی ... صورت مسخ ... اسی سے ہے ابلیس یعنی اللہ کی رحمت سے ناامید صورت مسخ شدہ جنی ... عذاب ... رحمت ... سے قطعی ناامید ہو گئے ... مومن جیسے مرتے ... اللہ سے مایوس نہیں ہوتا ... اللہ کی رحمت سے ناامید ... ندامت میں غوطے کھاتا ... رحمت الٰہی کی امید میں مرتا ہے کافر کی ... ناامیدی ... فقطع دابر القوم الذ

www.alahazratnetwork.org

من ظلموا یہ عبارت [illegible] ہو معطوف ہے لہذا [illegible] ہے [illegible] پچھلا حصہ [illegible]
ظاہر [illegible] آخر بھی آ [illegible] [illegible]

فاستوصلو لعد اب حص د ابر هم [illegible] فما استطاعوا له صرفا ولا انصرا

یہاں [illegible] ہیں [illegible] انسان [illegible] چیزیں [illegible] [illegible] مناسب [illegible]
[illegible] باغ وغیرہ [illegible] لئے ان سب چیزوں کو بھی [illegible] [illegible] چیزیں [illegible]
[illegible] خیال رہے کہ [illegible] اتنی دراز عبارت ارشاد ہوئی القوم الذین ظلموا [illegible] معلوم ہوا کہ ان پر عذاب
ان کے اپنے ظلم کی وجہ سے تھا ظلم سے مراد [illegible] عملی [illegible] سے مراد [illegible] محلات خراب
[illegible] سارے [illegible] مراد ہیں یعنی اس ظالم قوم [illegible] ان کے [illegible]
ان کے تمام [illegible] ہلاک [illegible] گئے [illegible] [illegible] قرآن مجید ان کے حالات
بیان نہ فرماتا تو کسی کو ان کا پتہ بھی نہ چلتا [illegible] حال [illegible] بستیاں [illegible] نسل [illegible]

مراد ہے [illegible] ہلاک شدہ [illegible] نہیں [illegible] [illegible] قلعہ
سے فرعون اور اس کی قوم علیحدہ ہے [illegible] [illegible] یعنی مصر
اب تک محفوظ ہے کیونکہ وہاں حضرت یوسف علیہ السلام اور [illegible] قومیں [illegible] عذاب [illegible]
میں ہیں اور ان کی قبور بھی **والحمد لله رب العالمين** [illegible] حضرات انبیاء کرام اور ان پر ایمان
لانے والوں کو غیبی فتح و نصرت تھی [illegible] ہلاکت سے مومنین کی نجات تھی [illegible] معصوم [illegible] کرنا
تھا اس لئے اس عذاب کے ذکر کے بعد حمد الٰہی کی گئی یعنی رب العالمین کی [illegible] جو [illegible] تمام جہانوں کا رب ہے
اس لئے عالمین کی پرورش کے لئے ایسے مردودوں کو ہلاک فرماتا ہے جیسے کھیت کا [illegible] کی پرورش کے لئے کھیت میں سے
گھاس تنکے وغیرہ نکال پھینکتا ہے لہٰذا رب تعالیٰ کا [illegible] ہے۔ حمد کے معنی [illegible] فرق رب کے معنی
عالمین کی تحقیق سورہ فاتحہ کے شروع میں کی جا چکی ہے وہاں [illegible] فرماؤ۔

خلاصہ تفسیر : اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] انبیاء [illegible] سے پہلے تو ہم نے ان پر
[illegible] تکالیف بھیجیں مگر جب وہاں نصیحت [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] تو ہم نے ان [illegible] [illegible] چنانچہ ہم نے ان
پر [illegible] رزق [illegible] وسعت [illegible] [illegible] عطا فرمائیں
حتیٰ کہ جب وہاں [illegible] [illegible] [illegible]
حضرات انبیاء [illegible] اور [illegible] [illegible]
سمجھے [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] [illegible] [illegible]
انہیں کچھ سوچنے کی مہلت بھی نہ [illegible] [illegible] [illegible] ان کا

ایک کچھ لوگ [illegible] نعمت [illegible] سے دنیا ایک [illegible] رب العالمین [illegible] ربوبیت کا تقاضا [illegible]

[illegible] اپنے کام پورا کر لینے [illegible]

[illegible] رب کی بارگاہ میں [illegible]

[illegible] اللہ مولانا هو مع عبرا [illegible]

[illegible] تیسرے [illegible] رب کی [illegible] سب [illegible]

[illegible] کا فرمت [illegible] موت پکڑتی ہے مومن رب [illegible] جاتا ہے

[illegible] متبع [illegible] زندگی [illegible]

[illegible] مستعکا [illegible] زندگی [illegible] اور عظمت میں

[illegible] کا فر احوال [illegible] بھی اس کی

[illegible] ہے۔

فائدے ان آیات [illegible] پہلا فائدہ [illegible] باتیں

اللہ تعالیٰ [illegible] غضب اور سخت عذاب ہے [illegible] غافل ہو جاتا ہے اور اپنے کفر [illegible] ایمان اور بدکاریوں کو نیکیاں سمجھنے

لگتا ہے اور کفر و گمراہی [illegible] رب تعالیٰ سے غافل [illegible] عذاب ہے۔

حدیث [illegible] روایت [illegible] مرفوعاً روایت [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم [illegible] روزی [illegible] نیک اعمال کی توفیق عطا فرماتا ہے اور

جب کسی قوم [illegible] رزق اور گناہوں [illegible] حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

نے یہی آیت [illegible] تلاوت فرمائی۔ (تفسیر ابن کثیر) احمد طبرانی بیہقی شعب الایمان نے بروایت عقبہ ابن عامر رضی اللہ عنہ

مرفوعاً روایت [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] گناہوں [illegible]

[illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] تلاوت

[illegible] المعانی) [illegible] بالقوم و رب الکعبۃ [illegible]

[illegible] (خازن، [illegible]) [illegible] فائدہ [illegible]

اللہ تعالیٰ کی [illegible] اللہ کی [illegible]

[illegible] اللہ کا عذاب [illegible]

[illegible] اصل میں [illegible]

تیسرا فائدہ [illegible] لعما عیهم [illegible]

[illegible] فائدہ [illegible]

www.alahazratnetwork.org

موت سے پہلے بیماریاں تکلیف اللہ کی رحمت ہیں کہ اس سے انسان آخرت کی تیاری کر لیتا ہے یہ فائدہ اخذنٰھم بغتۃ سے حاصل ہوا۔ عاقل متقی صالح کے لئے اچانک موت اللہ کی رحمت ہے کہ وہ بیماریوں کی تکلیف سے بچ جاتا ہے۔ دیکھو حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات اچانک ہوئی کہ آپ نماز پڑھتے ہوئے اسی حالت میں جان پرواز کر گئی یوں ہی حضرت موسیٰ و حزقیل علیہم السلام کی وفات اچانک بغیر بیماریاں آئے ہوئے واقع ہوئی یہ اچانک موتیں ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی تھیں فقیر کی اپنے لئے یہ دعا ہے کہ رب [illegible] وقت تک میرے [illegible] نوافل اور [illegible] چھوٹے [illegible] رب العالمین۔ پانچواں فائدہ: اللہ کی رحمت سے ناامیدی طریقہ کفار ہے یہ بھی رب تعالیٰ کا عذاب ہے یہ فائدہ مبلسون سے حاصل ہوا مومن اپنے گناہوں کو دیکھ کر ندامت و خوف کے دریا میں ڈوب جاتا ہے مگر اللہ کی رحمت اس کی وسعت کرم بندہ نوازی کی شان دیکھ کر امید کی موجوں میں تیرنے لگتا ہے ہم ظالم و جاہل ہیں ہم سے ظالم و جاہلوں ہی کے کام ہوتے ہیں وہ کریم و رحیم ہے رحم و کرم ہی فرماتا ہے [illegible] درخت ہیں ہمارے پاس سوائے کانٹوں کے [illegible] مولانا فرماتے ہیں۔

اے کہ من زشت و خصالم جملہ زشت — چوں شوم گل چوں منم آں خار زشت

نو بہار و حسن گل دہ خار را — زینت طاؤس دہ ایں مار را

چھٹا فائدہ: رب تعالیٰ کی نعمتوں پر خوش ہونا اگر فخر و تکبر کے طور پر ہو تو برا ہے طریقہ کفار ہے اور باعث عذاب نار ہے یہ فائدہ حتی اذا فرحوا سے حاصل ہوا۔ ساتواں فائدہ: جس قوم پر عذاب الٰہی آ جائے اس کی نسل نہیں چلتی ان کی جڑ ہی کٹ جاتی ہے یہ فائدہ فقطع دابر القوم سے حاصل ہوا لہٰذا موجودہ بندر کتے وغیرہ اصلی مخلوق ہیں کسی مسخ شدہ قوم کی نسل سے نہیں جیسا کہ لوگوں میں مشہور ہے۔ آٹھواں فائدہ: الحمد للہ رب العالمین بہترین کلام اور کام کے اول میں آتا ہے اور کبھی ان کے آخر میں اول میں کہو تا کہ برکت ہو آخر میں کہو شکر کے لئے یہ فائدہ آخر میں الحمد للہ رب العالمین فرمانے سے حاصل ہوا۔ رب فرماتا ہے واٰخر دعوٰھم ان الحمد للہ رب العالمین حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے اول میں بھی یہ کہتے تھے اور کھانے پینے کے آخر میں بھی۔ نواں فائدہ: جس بستی پر عذاب الٰہی ہلاکت والا آ جائے وہ بستی پھر کبھی آباد نہیں ہوتی اس کے کھنڈر لوگوں کے لئے باعث عبرت ہوتے ہیں یہ فائدہ فقطع دابر القوم کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا اسی لئے فرعون کو سمندر سے باہر نکال دیا گیا تا کہ [illegible] آباد رکھنا منظور تھا [illegible] حضرت [illegible] علیہ السلام کی آرام گاہ تھا۔ دسواں فائدہ: کفار کی ہلاکت اللہ کی نعمت ہے سب مسلمانوں کو اس پر شکر ادا کرنا چاہیے ابوجہل کے قتل پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ شکر کیا عاشورہ کے دن [illegible] روزے کا حکم فرمایا کہ فرعون و قوم فرعون کی [illegible] اور [illegible] فائدہ والحمد للہ سے حاصل ہوا۔ گیارھواں فائدہ: [illegible] یہ فائدہ الحمد للہ رب العالمین فرمانے سے حاصل ہوا رب تعالیٰ کے ہر کام میں حکمت ہے۔ بارھواں فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم بفضلہ تعالیٰ حیات ہیں اور ہم مسلمان ان میں ہیں لہٰذا ہم لوگ گزشتہ ہلاک شدہ قوموں سے زیادہ لائق رحمت ہیں مگر ہم پر عذاب نہیں آتے کیوں اس لئے کہ رب نے وعدہ فرما لیا ہے کہ وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم

www.alahazratnetwork.org

اللہ انہیں عذاب نہیں دے گا جبکہ ان میں آپ ہوں عذاب نہ دینے کی دو شرطیں ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہونا اور ہم میں ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دلوں میں جانوں میں ایمانوں میں بستے ہیں اس لئے ہم نماز میں پڑھتے ہیں **السلام علیک ایھا النبی** حضور رحمۃ للعالمین ہیں رحمت مومنین ہی میں چاہیے ان سے جدا نہیں چاہیے۔

پہلا اعتراض۔ بھول چوک تو معاف ہے پھر ان کافروں کو بھول پر کیوں پکڑا گیا کہ ارشاد ہوا **فلما نسوا ما ذکروا بہ** جواب۔ اس اعتراض کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ یہاں بھولنے سے مراد ایسا بھول بیٹھنا ہے جیسے کہ تفسیر میں عرض کیا گیا دوسرے یہ کہ اتفاقیہ بھول چوک معاف ہے بے پرواہی سے بھلا دینا معاف نہیں یہاں بھلانا مراد ہے۔ تیسرے یہ کہ بھول چوک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے معاف ہے پہلے یہ قانون نہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **رفع عن امتی الخطاء والنسیان**۔ دوسرا اعتراض۔ کفار کو بدعملی پر نعمتیں دے دینا یہ تو دھوکہ دہی ہے۔ رب تعالیٰ نے ان کفار کو دھوکہ کیوں دیا۔ جواب۔ یہ دھوکہ جب کہا جا سکتا تھا جب رب تعالیٰ نے انہیں اس کی خبر نہ دی ہوتی جب سب کچھ انہیں پہلے بتا دیا گیا تھا کہ دیکھو اب تم پر نعمتیں آئیں گی صورت عذاب ہوں گی پھر یہ دھوکہ نہ رہا بلکہ خالص عذاب ہوا۔ تیسرا اعتراض۔ ان کفار پر رب تعالیٰ نے اس مصیبت کے بعد راحتوں نعمتوں کے زمانہ میں کیوں ہلاک کیا ہلاکت سے پہلے ان کی نعمتیں چھین کیوں نہ لیں۔ جواب۔ تاکہ ان پر عذاب سخت ہو مالداری کی حالت میں ہلاکت بڑی تکلیف کا باعث ہے اس میں مرنے کا غم بھی ہوتا ہے اور ان نعمتوں کے چھوٹنے کا غم الگ۔ کافر کی موت بھی اس کے لئے اللہ کا عذاب ہوتی ہے مومن مال و اولاد میں دل ہی نہیں لگاتا پھر اسے چھوٹنے کا غم کیوں ہو اسے تو یار سے ملنے کی خوشی ہوتی ہے۔ چوتھا اعتراض۔ ان کفار کے بچوں جانوروں نے کیا قصور کیا تھا انہیں کیوں ہلاک کیا گیا۔ بے قصور کو تکلیف دینا تو ظلم ہے۔ (آریہ) جواب۔ اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ جواب الزامی تو یہ ہے کہ اب بھی بچوں کو بیماریاں اور موت کیوں آتی ہیں انہوں نے کیا قصور کیا ہے۔ جواب تحقیقی یہ ہے کہ قانون قدرت یہ ہے کہ جب کسی قوم کو تباہ کیا جاتا ہے تو ان کے ہمراہ چھوٹے قصوروار اور بے قصور سب کو ہی ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ جب قوم نوح غرق کی گئی تو ان کے بچے بوڑھے جانور سب ہلاک کر دیئے گئے اب بھی جب باغی غدار قوم پر بمباری کی جاتی ہے تو قصوروار اور بے قصور سب ہلاک ہوتے ہیں گندم کے ساتھ گھن وغیرہ بھی پس جاتے ہیں۔ یہ ہلاکت قصورواروں کے لئے عذاب ہوتی ہے اور بے قصوروں کے لئے رحمت کہ اس سے ان کے درجے بڑھا دیئے جاتے ہیں یا کسی اور طرح اس کا عوض دے دیا جاتا ہے جیسا کہ ہم نے یہاں اس کے متعلق عرض کیا ہے۔ پانچواں اعتراض۔ خوشی کی خبر پر الحمد للہ کہا جاتا ہے اور افسوس کی خبر پر انا للہ کہا جاتا ہے یہاں رب تعالیٰ نے کفار کی ہلاکت کی خبر دی مگر فرمایا الحمد للہ، کسی کی موت پر خوش نہ ہونا چاہئے۔

اگر بمرد عدو جائے شادمانی نیست — کہ زندگانی ما نیز جاودانی نیست

یہاں الحمد للہ فرمانا بے موقعہ ہے۔ جواب۔ اپنی ذاتی دشمن کی موت پر خوشی نہ چاہئے مگر قومی دینی روحانی دشمن کی موت پر خوشی کرنا بہت ہی اچھا ہے وہ کفار ایمانی دشمن تھے ان کی ہلاکت حضرات انبیاء کرام اور مومنوں کے لئے اللہ کی رحمت تھی دیکھو ہمارا عرض کیا ہوا۔ چھٹا اعتراض۔ یہاں بتایا گیا کہ کفار دنیاوی نعمتوں پر خوش ہوئے تو ہم نے انہیں پکڑ لیا۔ اللہ کی نعمتوں پر خوش ہونا اچھا ہے رب نے اس کا حکم دیا ہے **قل بفضل اللہ و برحمتہ فبذلک فلیفرحوا** پھر ان پر

www.alahazratnetwork.org

عذاب کیوں آیا۔ جواب خوشی دو قسم کی ہوتی ہے فخریہ اور شکریہ شکری خوشی عبادت ہے فخری خوشی عذاب کا باعث رب تعالیٰ فرماتا ہے **لا تفرح ان اللہ لا یحب الفرحین** ان قارون فخری خوشی کی تھی عذاب میں گرفتار ہوگئے یا یوں کہو دو طریقوں سے خوشی منانا اچھے [illegible] طریقوں سے خوشی منانا حرام ہے عید کی خوشی [illegible] سے جائز [illegible] آج کل عید کی خوشی میں سینما چار شو ناچ دیکھنا حرام ہے۔

تفسیر صوفیانہ۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے جتنا مہربان ماں باپ اپنی اولاد پر [illegible] کیونکہ دونوں [illegible] ہیں دوار [illegible] دونوں طرف سے اپنی طرف بلاتا ہے یہاں کا مال اور **صرا** [illegible] **فتحنا علیہم ابواب کل شی** [illegible] سب بے پروا [illegible] کسی طرح [illegible] طرف مائل ہو جاتا ہے [illegible] تو کسی علاج سے فائدہ [illegible] آیت میں خالق [illegible] مسلمان کو بھی [illegible] محبت [illegible] رحمت الٰہی ہر وقت سب کو اپنی آغوش میں لینے کو تیار ہے اگر انسان مرتے مرتے بھی توبہ کرے وہ کریم بخش دیتا ہے۔

حکایت۔ ایک بدکار عورت نے مرتے وقت اپنے [illegible] کو وصیت کی کہ میری قبر پر یہ رباعی لکھ دینا

برائے خدا اے عزیزان [illegible]　　[illegible] کنید [illegible] ایں [illegible]

زنان فاحشہ [illegible] خاک شد　　[illegible] کہ [illegible] کرم [illegible] پاک شد

یعنی ایک بدکار عورت اللہ کی رحمت کو [illegible] تھی آخر خاک میں مل گئی اچھا ہوا کہ اللہ کی زمین پاک ہوگئی کچھ عرصہ بعد کسی نے اسے خواب میں دیکھا کہ بڑے آرام سے ہے وجہ پوچھی بولی کہ میرا وہی شعر قبول ہوگیا اور میرے سارے گناہ معاف ہوگئے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ نعمت کا شکر نعمتوں کی قید ہے کفران نعمتوں کا [illegible] ہے کسی نے کیا خوب کہا

الشکر قید للنعم مستلزم دفع النقم　　وھو علی ثلثۃ قلب بلسان علم ولہ

اللہ تعالیٰ دل شاکر زبان ذاکر عطا فرمائے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ چند چیزوں کا بھول جانا عذاب ہے اور بعض چیزوں کا بھول جانا کفر بعض چیزوں کا بھول جانا ثواب ہے اپنی حقیقت کو اپنے گناہوں کو ان تکالیف کو جو ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہم پر آئے کسی [illegible] کو بھول جانا [illegible] اللہ [illegible] کفر ہے **ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ فانسٰھم** [illegible] اپنی نیکیوں کو بھول [illegible] جانے کے بعد بھول جانا ثواب ہے یہاں **فلما نسوا** میں پہلی [illegible] قسم کا بھول جانا مراد ہے [illegible] [illegible] طریقت کے منازل کی [illegible]

[illegible]

www.alahazratnetwork.org

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ

فرماؤ بھلا بتاؤ تو اگر لے لے اللہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور مہر لگا دے اوپر دلوں کے

تم دیکھو تو بھلا بتاؤ تو اگر تمہارے کان آنکھ لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر کر دے

اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَیْفَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ ثُمَّ هُمْ یَصْدِفُوْنَ ۝

تمہارے کون معبود ہے اللہ کے سوا کہ لے آئے تمہارے پاس وہ چیز دیکھو کیسے ہیں ہم بتاتے نشانیاں پھر وہ

تو اللہ کے سوا کون خدا ہے کہ تمہیں یہ چیزیں لا دے دیکھو ہم کس کس رنگ سے آیتیں بیان

قُلْ اَرَءَیْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ یُهْلَكُ

جاتے ہیں۔ فرماؤ بھلا بتاؤ تو اگر آئے تمہارے پاس عذاب اللہ کا اچانک یا ظاہر نہیں

کرتے ہیں پھر وہ منہ پھیر لیتے ہیں تم فرماؤ بھلا بتاؤ تو اگر تم پر اللہ کا عذاب آئے اچانک یا

اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

ہلاک کیے جاتے مگر ظالم قوم

کھلم کھلا تو کون تباہ ہوگا ظالموں کے سوا

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے **پہلا تعلق:** پچھلی آیت میں گذشتہ کفار پر عذاب آنے کا ذکر ہوا اب موجودہ کفار پر عذاب الٰہی آ جانے سے ڈرایا جا رہا ہے گویا پہلے کہا گیا تھا کہ پچھلی امتوں پر مخالفت انبیاء سے یہ عذاب آئے اب فرمایا جا رہا ہے کہ اگر تم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرو گے تو تم پر بھی عذاب آ سکتا ہے۔ ڈرو اور ایمان لاؤ۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اس کی حماری تمہاری کا ذکر ہوا اب انسان کی بے بسی کا تذکرہ ہے کہ اس کا بھیجا ہوا عذاب کوئی دفع نہیں کر سکتا رب کی قدرت اور اپنی بے بسی دیکھو اور رب کے نبی پر ایمان لاؤ۔ **تیسرا تعلق:** گزشتہ آیت میں ایسے عذابوں کا ذکر ہوا جو اب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے بند ہو گئے یعنی عذاب جو قوموں کو ہلاک کر دیں کہ رب تعالیٰ نے فرمایا وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم اب ان آیات میں ان عذابوں کا ذکر ہے جو اب بھی آ سکتے ہیں اور قیامت تک آ سکیں گے جس کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے رحمت والے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت سے دھوکہ نہ کھاؤ اس سے ناجائز فائدہ نہ اٹھاؤ بعض جگہ وہاں اللہ سے کام نہیں چلتا وہاں عجز و نیاز سے ہی بچاؤ

تفسیر **قل اراءیتم** ظاہر یہ ہے کہ یہاں قل میں خطاب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور روئے سخن کافر انسانوں کی طرف ہے خواہ زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوں یا تا قیامت کبھی بھی یہ فرمانا ڈرانے دھمکانے یا اوپر تنبیہ رحمت کے لئے ہے یہ فرمان ہے تو رب کا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ درمیان میں۔ کہا گیا ہے کیوں اس لئے کہ

قل کہہ کے اپنی بات بھی منہ سے ترے سنی اتنی ہے گفتگو تری اللہ کو پسند!!

www.alahazratnetwork.org

قل سے مختلف مقاصد ہم بارہا بیان کر چکے ہیں [illegible] قل میں [illegible] سخن بھی اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تا ہے یعنی اے محبوب تم ہم سے یہ لو جیسے قل اعوذ برب الناس لہٰذا تمہاری زبان سے الفاظ ہم کو پسند ہیں [illegible] ہم بتاتے ہیں تم ہم سے [illegible] بھی رو [illegible] سخن [illegible] بندوں کی طرف [illegible] جیسے قل یا عبادی الذین اسرفوا [illegible] کہتا جاسکتا ہے کہ تمہارے اور ہمارے بندوں کے درمیان [illegible] ہو ہم بندوں سے تمہاری معرفت کلام کرتے ہیں تو بندے بھی ہم سے تمہاری [illegible] نعت [illegible] بندوں کی طرف ہو تا ہے تاکہ بتایا جائے کہ [illegible] تم سے [illegible] ہماری طرف نہیں [illegible] بالواسطہ [illegible] نہیں یہاں قل کا [illegible] استعمال بے [illegible] اللہ تعالیٰ کی ذات صفات [illegible] قرآن مجید میں قل ہو تا ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رب کے گواہ ہیں اور جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات [illegible] وہاں قل نہیں ہو تا کیونکہ رب تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گواہ ہے چونکہ یہاں اللہ تعالیٰ کی قدرت [illegible] اس لئے قل فرمایا گیا واعلموا انه وراء ینکم [illegible] تحقیق ابھی گزر چکا لیکن وعمکم کی تفسیر [illegible] اس معنی میں بتاؤ کہ مقصد یہ ہے سوچو غور کرو ان باتوں میں غور [illegible] اچھا ہے ایمان و عرفان [illegible] بعض قوتیں [illegible] بعض [illegible] بعض واجب و فرض بعض [illegible] ان اخذ الله سمعکم و ابصارکم [illegible] [illegible] حقیقت قلب کا تعلق [illegible] سمع سے مراد سننے کی طاقت ہے اور ابصار سے مراد دیکھنے کی قوت [illegible] لینے سے مراد ہے ان قوتوں کا سلب کر دینا [illegible] علاج بھی [illegible] [illegible] سے مراد [illegible] سمع [illegible] بصر [illegible] [illegible] کیونکہ [illegible] سمع واحد [illegible] بصر [illegible] سمع سے مراد [illegible] اور ابصار سے مراد [illegible] سمع واحد [illegible] لائی گئی [illegible] اگر اللہ تعالیٰ تمہارے کانوں سے سننے کی قوت تمہاری آنکھوں سے دیکھنے کی طاقت [illegible] اور تمہیں بالکل [illegible] بنا دے یا اگر اللہ تعالیٰ تمہارے [illegible] کچھ [illegible] اگلا حصہ [illegible] طرح صاف [illegible] وختم علی قلوبکم یہ عبارت اخذ اللہ [illegible] معنی ختم [illegible] ختم [illegible] اسباب ہم شروع سورۃ بقرہ ختم اللہ علی قلوبہم کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں کہ ختم قرآن مجید [illegible] استعمال ہوا ہے [illegible] ایمان [illegible] ختم اللہ علیہ قلوبہم [illegible] [illegible] واشدد علی قلوبہم فلا یومنوا حتی یروا العذاب الالیم [illegible] [illegible] جیسے [illegible] حالت [illegible] تہیں جب ان بساط اللہ [illegible] علی قلبک [illegible] مراد [illegible] محبت سے خالی ہو جانا [illegible] [illegible] ایمان [illegible] فرض [illegible] [illegible] ظاہری بیماریاں [illegible] [illegible] عذاب [illegible] [illegible] زندگی [illegible] [illegible] تعالیٰ [illegible] مجبور [illegible] [illegible] اور میری تمام صفات [illegible] قوتیں [illegible] اللہ تعالیٰ سے [illegible] [illegible]

www.alahazratnetwork.org

دھیان رہے تو بندہ گنہگار نہ کرے بلکہ اس کا حال اس بچہ کا سا ہو جائے جو اپنی ماں کے حوالہ اپنے کو کر دیتا ہے اگر کوئی مارے تو ماں کو پکارتا ہے اگر خود ماں مارے تو اس سے لپٹتا ہے معرفت الٰہی کی یہی اصل ہے بس الہ غیر اللہ ان عبارت میں اشارۃً فرمایا گیا کہ ان بیماریوں عذابوں کو بندہ تو دور کر سکتا ہی نہیں ہیسوں حکیموں کی حکمتیں ختم ہو جاتی ہیں کوئی دوسرا خالق ہی ہو تو انہیں دفع کرے لہٰذا اللہ کے سوا کوئی خالق تو ہے ہی نہیں لہٰذا یہ عذاب دفع بھی نہیں ہو سکتے لہٰذا اللہ سے ڈرو یاتیکم بہ خیال رہے کہ من تو مبتدا ہے الٰہ خبر اور غیر اللہ الٰہ کی پہلی صفت ہے یاتیکم بہ دوسری صفت بہ میں مرجع المذکور ہے اس لئے یہ ضمیر واحد لائی گئی یعنی وہ مذکورہ چیزیں تمہیں دوبارہ دے یعنی کوئی نہیں دے سکتا بزرگوں کی دعائیں حکیموں کی دوائیں اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے ہی فائدہ دیتی ہیں تو یہ اسباب ہیں شافی امراض وہی ہے یہاں خدا تعالیٰ کے مقابلہ کا ذکر ہے کہ یہ طاقت کسی میں نہیں کہ خدا تعالیٰ کی چھینی ہوئی بصارت، سماعت، ہوش و عقل اس سے مقابلہ کر کے تمہیں دے سکے اس میں حضرات انبیاء اولیاء کی دعاؤں اور طبیب ڈاکٹر کی دوا کا انکار نہیں اسی لئے الٰہ کے ساتھ غیر اللہ ارشاد ہوا **انظر کیف نصرف الایات** ظاہر یہ ہے کہ انظر میں بھی خطاب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور سنانا انہیں کفار کو ہے نظر سے مراد آنکھوں سے دیکھنا ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ازل تا ابد ہر شخص کے ہر حال کو آنکھوں سے مشاہدہ فرماتے ہیں یعنی تاقیامت کفار کے بچ جانے کو اپنی آنکھوں سے دیکھو ملاحظہ فرماؤ **نصرف** باب تفعیل سے ہے معنی گھمانا پھرانا یہاں مختلف طریقوں سے بیان کرنا مراد ہے آیات سے مراد آیات قرآنیہ ہیں یا تو سارے قرآن کی آیتیں یا سورہ انعام کے شروع سے یہاں تک کی آیتیں ظاہر یہ ہے کہ ان آیات سے مراد اللہ تعالیٰ کی توحید اس کی قدرت کاملہ بندوں کے عجز کی آیتیں ہیں جو کفار کو ایمان ملنے کا ذریعہ ہیں **ثم هم يصدفون** یہ عبارت نصرف پر معطوف ہے اور کیف کے ماتحت ہے **هم** کا مرجع وہی ضدی کافر ہیں جو ان باتوں میں غور نہیں کرتے **يصدفون** بنا ہے صدف سے معنی منہ پھیرنا چنانچہ ابو سفیان ابن حارث کہتے ہیں۔

عجبت لحكم الله فينا وقد بدا لہ صدفنا عن كل حق منزل

بعض نے فرمایا کہ صدف کے معنی ہیں ایک طرف جھک جانا اسی لئے گرتی دیوار کو صدف کہا جاتا ہے یعنی اے محبوب غور تو فرماؤ کہ ہم ان کے سمجھانے کے لئے آیات قرآنیہ کس طرح پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں اور طرح طرح انہیں سمجھاتے ہیں پھر یہ بھی دیکھو کہ یہ بدنصیب کس طرح منہ پھیرتے ہیں کسی حکم کو سنتے ہی نہیں ان کے دل میں قطعی اثر ہوتا ہی نہیں۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو سمجھانے کے لئے کبھی دلائل بیان فرماتا ہے کبھی اپنی رحمتوں کبھی گذشتہ قوموں کی سزاؤں کبھی گذشتہ مطیع لوگوں پر مہربانی کا ذکر فرماتا ہے کہ بعض لوگ دلائل سے مانتے ہیں بعض ڈر کر بعض لالچ سے یہ سب پھیر پھیر کر آیتیں بیان فرمانا اور کفار ہیں کہ کسی چیز پر دھیان نہیں دیتے یہ ہے ان کا منہ پھیرنا اسی کی شکایت رب تعالیٰ اپنے محبوب سے فرما رہا ہے اس میں محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت کا اظہار ہے کہ اختیاری شکایت اپنے پیارے سے کرتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ انظر میں خطاب ہر قرآن پڑھنے والے مسلمان سے ہو اور نظر سے مراد ہو غور کرنا یعنی اے مسلمان غور تو کر یہ کفار ہماری قرآنی آیات دیکھتے پڑھتے سنتے ہیں مگر وہ ایمان سے پھر جاتے ہیں غور تو کرو کہ یہ قرآنی آیات ان کفار کے دل میں اثر کیوں نہیں کرتیں جناب صدیق کے دل میں کیوں اتر گئیں کفار کے دل میں کیوں نہیں اترتیں یہ کیوں مڑے جاتے ہیں **قل ارءيتكم** یہ کفار کو دوسری سرزنش بلکہ دوسری دار رنگ ہے جس میں غیبی عذاب آنے کی دھمکی دی گئی ہے چونکہ یہ مضمون مستقل ہے کہ پہلے ظاہری عذاب سے

www.alahazratnetwork.org

ڈرایا گیا تھا اب غیبی عذاب سے ڈرایا جا رہا ہے اس لئے اس کے لئے علیحدہ قل فرمایا گیا۔ا رءیتکم فرما کر خود ان کفار سے ہی اقرار کرایا جا رہا ہے اس لفظ کی تحقیق پچھلی آیت میں ہو چکی۔ **ان اتاکم عذاب اللہ بغتۃ او جھرۃ** ظاہر یہ ہے کہ یہاں عذاب سے مراد عام عذاب ہے جیسے صورتیں مسخ ہو جانا آسمان سے پتھر برسنا زمین میں کفار کا دھنس جانا وغیرہ جو قوم کو تباہ کر دیتا ہے اور پچھلی آیت میں خاص عذاب مذکور تھا جو اشخاص پر آتا ہے بغتۃ سے مراد یا تو خفیہ ہے یعنی رات کے وقت بے خبری میں عذاب آجانا اور جھرۃ سے مراد ظاہر کھلم کھلا ہے یعنی دن میں آنا جب کہ لوگ جاگ رہے ہوں اور ہو سکتا ہے کہ بغتۃ سے مراد اچانک عذاب ہو جس کی علامات پہلے سے کوئی ظاہر نہ ہوں جھرۃ سے مراد وہ عذاب جس کی علامات پہلے سے ظاہر کر دی جائیں لہٰذا بغتۃ اور جھرۃ کا مقابلہ بالکل درست ہے پہلے معنی کی تائید قرآن مجید کی وہ آیت کریمہ ہے **افامن اھل القری ان یاتیھم باسنا بیاتا وھم نائمون او امن اھل القری ان یاتیھم باسنا ضحی وھم یلعبون** وہ آیت کریمہ اس آیت کی تفسیر ہے۔ **ھل یھلک الا القوم الظلمون** یہ عبارت گزشتہ شرط ان اتاکم کی جزا نہیں ہے اس کی جزا تو پوشیدہ ہے **ما ذا یکون حالکم** (روح البیان) یہ عبارت قرآن الٰہی بیان کرنے کے لئے ہے ھل استفہام انکاری کے لئے ہے ... سے مراد فنا اور تباہی ہے۔ **ظالمون** سے مراد کافرین و مشرکین ہیں یعنی شخصی باطنی عذاب اندھا بہرا گونگا ہو جانا یا قتل ہو جانا تو گناہوں سے بھی آجاتے ہیں مگر ظاہری اور ہلاکت والے عذاب صرف کفر و مخالفت انبیاء سے ہی آتے ہیں اور ان عذابوں سے صرف کافر قوم ہی ہلاک ہوتی ہے رب اس کے بچے جانور وغیرہ ان کی قطعاً سزا نہیں ہوتی ان کفار کی شامت سے ہی ہوتی ہے لہٰذا آیت کریمہ بالکل صاف ہے۔

خلاصہ تفسیر اللہ تعالیٰ کے عذاب دو قسم کے ہوتے ہیں شخصی اور قومی پھر ان دونوں عذابوں کی دو قسمیں ہیں ظاہری و باطنی باطنی عذاب کبھی تمام مسلمانوں پر بھی آجاتے ہیں خواہ شخصی ہوں یا قومی جیسے گناہوں سے کسی شخص کی روزی تنگ ہو جانا یا کسی کی بددعا سے اندھا بہرا ہو جانا وغیرہ یا منع زکوٰۃ بند کر دینے سے قحط سالی یا زنا کی کثرت سے بلاؤں کا نزول مگر ظاہری عذاب خواہ شخصی ہوں یا قومی صرف کفر و بے دینی سے آتے ہیں اس آیت کریمہ میں ظاہری عذابوں کا ذکر ہے پہلی آیت میں ظاہری شخصی عذاب کا دوسری آیت میں بعض قومی عذاب کا چنانچہ ارشاد ہے کہ اے محبوب ان بے دینوں کو ہم خطاب نہیں فرماتے آپ بطور عتاب بطریق سوال انکاری ان سے خود پوچھیں کہ اے کمزور مگر بے باک کافرو! اتنا تو بتاؤ کہ تم جو میری مخالفت کرتے رہتے ہو اگر اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ تم پر پکڑ فرمائے کہ تمہارے اشخاص کو بہرا گونگا دیوانہ پاگل کر دے تو یہ تم بھی مانتے ہو کہ کوئی انسان تمہیں یہ نعمتیں واپس نہیں دے سکتا تو تمہارے عقیدے میں بھی کوئی دوسرا خدا ہے جو تمہیں یہ نعمتیں واپس دے۔ تم جو مانتے ہو کہ تمہارے ان باطل معبودوں میں یہ طاقت نہیں پھر کیوں رب تعالیٰ کی مخالفت کرتے ہو اے محبوب غور تو فرماؤ کہ کس طرح پھیر پھیر کر مختلف طریقوں سے انہیں اپنی آیات سناتے ہیں کبھی ڈرا کر کبھی لالچ دے کر کبھی دلائل سے سمجھا کر انہیں دعوت اسلام دیتے ہیں مگر وہ ہیں کہ بالکل منہ پھیرے رہتے ہیں کسی طرف دھیان نہیں دیتے پھر انہیں ظاہری قومی عذاب سے ڈراتے ہوئے ان سے پوچھو کہ اگر تم پر تباہ کن غیبی عذاب عام زلزلہ یا صورتوں کی تبدیلی یا زمین کا دھنسنا رات میں جب کہ تم غافل سوتے ہو یا دن میں جبکہ تم جاگ رہے ہو آجائے تو تمہارا کیا حال ہو خیال رکھنا کہ یہ مہلک عام عذاب صرف کفار یا نابکاروں پر ہی آتے ہیں لہٰذا اللہ سے ڈرو ایمان قبول کرو۔

www.alahazratnetwork.org

فائدے: ان آیتوں سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت ہی مہربان ہے اس نے ہم طرح طرح کا رزق دیا ہے [illegible] انہیں اپنی طرف بلاتا ہے اور ان چیزوں میں غور کرنے کی بندوں کو دعوت دیتا ہے یہ فائدہ ارءیتکم اور دیکھو سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان تاقیامت باقی ہیں لوگوں تک پہنچ رہے ہیں لوگوں پر ان کی اطاعت لازم ہے یہ فائدہ قل کے اطلاق سے حاصل ہوا کہ یہاں یہ نہ فرمایا کہ مکہ مدینہ و حجاز و عرب کے لوگوں سے یا اس زمانہ کے لوگوں سے آپ یہ فرمادو بلکہ ہر زمانہ کے ہر زمین کے ہر ملک کے لوگوں سے فرمادو یہی حال ہے ان تمام قل والی آیتوں میں [illegible] شخص مسلمان ہو یا کافر یہ عام الفاظ ہیں کہ اس میں مخاطب سارے جہان کے لوگ ہر زمانہ کے لوگ ہیں متکلم تو پردہ فرما گیا مگر کلام اللہ تو تاقیامت رہے گا اور ہر دل و کان میں پہنچا رہے گا۔
تیسرا فائدہ: اللہ کی بھیجی ہوئی مصیبت کوئی نہیں ٹال سکتا عالم اسباب تو یا طاقت سے حضرات اولیاء اللہ انبیاء کرام و علماء سے اس رب کریم کی مرضی سے آفات دفع کرتے ہیں یہ چیزیں صرف سبب ہیں دفع وہی کرتا ہے یہ فائدہ من الٰہ سے حاصل ہوا۔
چوتھا فائدہ: ہم اور ہماری ساری قوتیں ہر وقت اللہ کے قبضہ میں ہیں جب چاہے جس طرح چاہے ختم فرمادے بندہ اپنی کسی قوت پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے ہمیشہ خدا سے ڈرنا چاہیے یہ فائدہ ان اخذ اللہ سمعکم الخ سے حاصل ہوا وہ دے سکتا ہے وہ لے بھی سکتا ہے جو دے سکتا ہے وہ چھین بھی سکتا ہے

بہ کہ داند دوست او داند دید!

ہم ہمیشہ دعا کیا کریں کہ الٰہی آنکھ، کان، دل، ایمان، توفیق تو نے محض اپنے کرم سے بغیر ہمارے استحقاق کے ہم کو عطا فرمائیں امید ہے کہ کریم ہو کر چھینے نہیں انہیں حضرت قدس سرہ نے کیا خوب عرض کیا ہے۔

تو نے اسلام دیا تو نے جماعت میں لیا — تو کریم اب کوئی پھرتا ہے عطیہ تیرا

چوتھا فائدہ: اب بھی رب تعالیٰ کے عذاب آسکتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے نبیبی عذاب عام جو قوم کو تباہ کر ڈالیں وہ بند ہوئے ہیں۔ قریب قیامت مسخ اور زلزلے آئیں گے جیسا کہ احادیث شریف میں وارد ہے یہ فائدہ ان اتاکم سے حاصل ہوا۔ پانچواں فائدہ: یعنی عام عذاب صرف کفار پر ہی آتا ہے گنہگار مسلمانوں پر نہیں آتا یہ فائدہ هل یهلک الا القوم الظلمون سے حاصل ہوا۔ ساتواں فائدہ: یہ عذاب صرف کافروں پر ہی آتے ہیں اگر اس عذاب سے جانور یا کفار کے چھوٹے بچے ہلاک ہو جائیں تو وہ ہلاکت ان کے لئے عذاب نہیں یہ فائدہ بھی الا القوم الظلمون سے حاصل ہوا۔ الا حصر کے لئے ہے۔
پہلا اعتراض: تم نے کہا کہ ان میں خطاب تاقیامت ہر قسم کے لوگوں سے ہے یہ درست نہیں۔ خطاب اور کلام کے لئے دو شرطیں ہیں ایک متکلم کے زمانہ میں مخاطب کا موجود ہونا دوسرے اس کے سامنے ہونا پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ متکلم وفات پا جائے اور کلام موجود رہے۔ لہٰذا قل میں خطاب صرف مکہ مکرمہ کے ان لوگوں سے ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تھے۔
جواب: یہ دونوں شرطیں اس کلام کے لئے ہیں جو محدود اور وقتی ہو لا محدود اور غیر فانی کلام کے لئے ان میں سے کوئی شرط نہیں دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ بنا کر ایک دفعہ پکار دیا کہ اللہ کے بندو بیت اللہ کی طرف آؤ۔ آج تک بلکہ قیامت تک اس کے جواب میں لبیک [illegible] معلوم ہوا کہ وہ ندا تاقیامت باقی ہے آج کل ریڈیو، ٹیلیفون نے بتا دیا کہ دور والے سے بھی

www.alahazratnetwork.org

کلام ہوتا ہے۔ ٹیپ ریکارڈ نے بتا دیا کہ متکلم کے فنا ہونے سے کلام فنا نہیں ہوتا۔ ہمارا احساس ٹیپ والا ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام محفوظ ہیں جس میں آوازوں کے دل اللہ والوں کے ہاں سن رہے ہیں۔ ٹیلی ویژن کے ذریعہ ایک شخص بیک وقت ہر جگہ موجود ہے تو مومن کامل کو ہر شخص کی قبر ٹیلی ویژن کی پیٹی ہے جس میں محبوب نظر آرہا ہے۔ جب ناری قوت کا یہ حال ہے تو نوری قوت تو اس سے کہیں زیادہ ہے۔ آصف برخیا جن کی قوت ناری جن سے زیادہ تھی کہ ایک آن میں تخت بلقیس یمن سے فلسطین لے آئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے کنعان بیٹھے ہوئے اپنے فرزند یوسف علیہ السلام کو مصر کے سات تالوں میں مقفل گھر میں دیکھ لیا۔ چاہ یا الغرض خطاب سب لوگوں سے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہر جگہ ہر وقت اپنا کام کر رہا ہے۔ **دوسرا اعتراض:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ اندھا بہرا گونگا دیوانہ ہونا اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عذاب صرف کفار پر ہی آتا ہے تو مسلمانوں بلکہ بعض نیک لوگ ان بیماریوں میں کیوں مبتلا ہوتے ہیں۔ **جواب:** اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ یہ ظاہری تکالیف کفار کے لئے عذاب ہیں ہم جیسے گنہگار مسلمانوں کے لئے عتاب جن سے ہمارے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ نیک کاروں کے لئے رب کی طرف سے آزمائش و امتحان جن کے ذریعہ ان کے درجات بڑھ جاتے ہیں۔ جیسے اسلامی جہاد میں کافر مارا جائے تو یہ قتل اس کے لئے عذاب ہے مومن کے لئے یہی قتل شہادت ہے مومن قتل ہو کر زندہ جاوید ہو جاتا ہے مگر بعد قیامت کفار کو دوزخ میں جانا عذاب ہے گنہگاروں کا جانا گناہوں سے صاف ہونے کے لئے ہے جیسے بھٹی میں کوئلہ بھی جاتا ہے جلنے کو، تانبا بھی جاتا ہے مگر صاف ہو کر زیور بننے کو۔

تیسرا اعتراض: جب خدا کی بھیجی مصیبت کوئی نہیں ٹال سکتا تو تم پیروں ولیوں کے دروازہ پر کیوں جا کر فریادیں کرتے ہو تمہارا یہ عمل اس آیت کریمہ کے خلاف ہے۔ **جواب:** اس کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ جواب الزامی تو یہ ہے کہ پھر تم بھی مصیبتوں میں حاکموں حکیموں کے پاس کیوں جاتے ہو۔ تمہارا یہ عمل بھی اس آیت کے خلاف ہے۔ جواب تحقیقی یہ ہے کہ یہاں مقابلہ کا ذکر ہے کہ کوئی بھی اللہ کا مقابلہ کر کے اس کی بھیجی مصیبت نہیں ٹال سکتا ہمارا بزرگوں کے دروازوں پر جانا دعا کرانے کے لئے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا کی برکت سے یہ مصیبت ٹال دے یہ آستانے رب تعالیٰ کی عطا کے دروازے ہیں رب تعالیٰ ان دروازوں سے دیتا ہے کسی کے دروازے پر جانا اس کے پاس جانا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح نے فرمایا تھا **ابری الاکمہ والابرص واحی الموتٰی باذن اللہ** خود جناب مسیح مادرزاد اندھے کوڑھی کو حکم پروردگار شفا دیتے ہیں یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میری قمیص لے جاؤ اسے والد ماجد کی آنکھوں سے لگا دو۔ چنانچہ بینائی واپس آجائے گی اور ایسا ہی ہوا ایوب علیہ السلام کے پاؤں کے دھوون کے چشموں سے سارا بدن شفا ہوئی یہ سارے واقعات قرآن کریم میں مذکور ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب سے دکھتی آنکھوں کو شفا ملی پاؤں کو آرام ہوا۔ **چوتھا اعتراض:** پہلی آیت میں پکڑ آنے کے لئے [illegible] فرمایا گیا ہے دوسری آیت میں عذاب آنے کا ذکر فرمایا اندھا بہرا کردینا بھی تو عذاب ہے پھر دوسری جگہ عذاب کا علیحدہ کیوں فرمایا آیتوں میں تکرار ہے۔ **جواب:** یہ تکرار چند وجہ سے فرمائی گئی ایک یہ کہ پہلی آیت میں ظاہری عذاب مراد ہے دوسری آیت میں غیبی عذاب مراد ہے جیسے آسمان سے پتھر برسنا صورتیں مسخ ہونا وغیرہ دوسرے یہ کہ پہلی آیت میں شخصی عذاب مراد ہیں دوسری آیت میں ملکی وقومی عذاب مراد ہیں تیسرے یہ کہ پہلی آیت میں جو عذاب مذکور ہیں وہ بطور آزمائش مسلمانوں پر بھی آسکتے ہیں مسلمان حکمہ مقبول بندے بھی بیمار وغیرہ ہوسکتے ہیں مگر آخری آیت نے

www.alahazratnetwork.org

عذاب کسی مسلمانوں پر نہیں۔ تینتے ہیں آیتوں میں تکرار نہیں۔ پانچواں اعتراض۔ اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف لانے کے بعد عذاب نہیں بھیجے گا پھر یہاں کیوں فرمایا ان اتاکم عذاب اللہ بغتۃ اللہ تعالیٰ کے وعدوں میں خلاف ناممکن ہے۔ جواب اس اعتراض کا تفصیلی جواب پارہ الم زیر آیت ان اللہ علی کل شئی قدیر دیا جاچکا ہے۔ یہاں صرف اتنا سمجھ لو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے عام عذاب آنا بند ہو گئے جسے کہتے ہیں عذاب استیصال، کسی کافر قوم کو جڑ سے اکھاڑ دینے والے عذاب۔ خاص لوگوں پر عذاب آسکتے ہیں بلکہ قریب قیامت آئیں گے بعد دیا پہلی قسم کے عذاب کے لئے ہے۔ لہٰذا آیت کریمہ بالکل برحق ہے۔ چھٹا اعتراض۔ کیا اللہ تعالیٰ ان موعودہ وعدے والے عذابوں کے نازل فرمانے پر قادر نہیں۔ رہا اس کی قدرت سلب ہو گئی۔ جواب اس کے بہت اور تفصیلی جوابات وہاں پہلے پارہ ہی میں عرض کیے جاچکے ہیں یہاں صرف اتنا سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ جو عذاب بھیجنا چاہے ان کے متعلق نہ بھیجنے کی خبر دینے پر قادر نہیں کہ یہ خبر جھوٹ ہے اور جھوٹ عیب اللہ تعالیٰ عیوب سے پاک ہے مثلاً صحابہ عشرہ مبشرہ کو اگر عذاب دینا ہو تو رب تعالیٰ اس کے متعلق یہ خبر دینے پر قادر نہیں کہ ہم نے انہیں بخش دیا یہ دوزخ سے دور رہیں گے یہ جنتی ہو چکے ہم ان سے راضی ہو چکے اور جن عذابوں کو نازل فرمانا چاہتا ہو ان کے متعلق یہ فرمانے پر قادر نہیں کہ ہم کفار پر عذاب نہ بھیجیں گے یہ فرق بہت غور سے سمجھو اس کے اور جوابات تفسیر جلد اول میں ملاحظہ کرو۔

تفسیر صوفیانہ : کسی شخص نے کسی بزرگ سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص آسمانوں اور زمین کو کمان بنالے اور تمام بلاؤں کو تیر بنا لے اور اس کمان سے وہ تیر کسی پر چلا دے تو کہاں بھاگے اور یہ مردود شخص کہاں چھپے ان بزرگ نے فرمایا کہ تیر مارنے والے کے قدموں سے چمٹ جائے کہ تیر و تفنگ بلکہ سارے ہتھیار دور والے پر وار کر سکتے ہیں قرب والے کو نقصان نہیں پہنچا سکتے اس حالت میں اس کے قدموں کے سوا کہیں پناہ نہیں وہ بولا کہ جب مارنے والا قدم وغیرہ اعضاء سے پاک ہو تو پھر کہاں چھپا جائے اور کہاں پناہ لی جائے بزرگ نے جواب دیا کہ اس کے محبوب بندوں کا دامن ان کے قدم رب تعالیٰ ہی کا دامن کرم ہے صرف یہاں ہی پناہ ہے اور جگہ پناہ نہیں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا۔

کر کے تمہارے گناہ مانگیں تمہاری پناہ　　تم کہو دامن میں آ تم پہ کروڑوں درود!

یہ آیت اس مضمون کو گویا تفسیر ہے کہ رب تعالیٰ نے اس ذریعہ سے تخاطب فرمایا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن پاک سے بھاگے پھرتے ہیں کہ بتاؤ تم نے میری پناہ تو چھوڑ دی اب اگر تم پر کوئی ظاہری یا باطنی پکڑ میں آ جاؤ تو کہاں جاؤ تم کو چھڑانے والے یہ تمہارے جھوٹے معبود ہیں نہ کوئی اور لہٰذا کیوں بھاگے پھرتے ہو مر جاؤ گے ہمارے دامن کرم میں چھپو جب بچے کو کوئی اور مارتا ہے تو بچہ ماں کو پکارتا ہے "اری اماں مجھے" چاہے جب ماں ہی مارتی ہے تو پھر کسی اور جگہ نہیں بھاگتا بلکہ ماں کی گود میں ہو رہتا ہے۔ حضرات انبیاء کرام کے قدم اللہ کی رحمت کی آغوش ہیں اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ تمہاری پناہ کے لئے کوئی دروازہ نہیں صرف یہ دروازہ ہے ادھر توجہ کرو ورنہ تمہیں دینے جاؤ گے اس مضمون کو اگلی آیت میں واضح فرمایا جا رہا ہے غرضیکہ رب کریم نے نہایت ہی مہربان انداز میں لوگوں کو حضور کی طرف بلایا ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ یہاں رب تعالیٰ نے فرمایا من غیر اللہ یاتیکم بہ اس کے ساتھ غیر اللہ کی قید اس لئے لگائی تاکہ معلوم ہو کہ جن نبیوں ولیوں کو لوگوں

www.alahazratnetwork.org

نے اللہ مان کر ان کی پرستش شروع کر دی جیسے حضرت عیسیٰ و مریم اور عزیر علیہم السلام اگرچہ انہیں لوگوں نے اللہ تو مان لیا مگر وہ غیر اللہ نہیں بلکہ وہ اللہ کے اپنے ہیں اولئک حزب اللہ ان کی برکت اور دعاؤں سے اللہ تعالیٰ کی ہوئی انہیں ملتی ہوئی ساعت دیوانگی دور فرما دیتا ہے وہ اور ان کے تبرکات .بفضلہ تعالیٰ واقع ابلا ہیں شافی الامراض ہیں جیسا کہ ہم نے ابھی اعتراض و جواب میں عرض کیا صوفیاء فرماتے ہیں کہ کفار کے دل میں قرآنی آیت اس لئے نہیں اترتیں کہ ان کے دلوں میں نور خدا یعنی حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں پہنچے۔ دل میں پہلے نور آتا ہے پھر قرآن پہنچتا ہے۔ جس میں سب کچھ ہو روشنی نہ ہو تو کسی چیز سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا قرآن نعمتوں سے۔ جو اہو اگھر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس گھر کا نور ہیں قد جاء کم من اللہ نور و کتب مبین اب پڑھو انظر کیف نصرف الا یات لفظ قرآن کے لئے جسم کو شریعت کے پانی سے پاک کرو معنی قرآن کے لئے دماغ کو طریقت کے پانی سے پاک کرو۔ مضامین قرآن کے لئے دل کو حقیقت کے پانی سے پاک کرو اسرار قرآنیہ کے لئے روح کو معرفت کے پانی سے پاک کرو اور نجس نعمتیں نفس امارہ کو عشق مصطفیٰ کی آگ میں جلا کر راکھ کرو پھر قرآن پڑھو دیکھو اس میں کیا سب کچھ ہے۔

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ فَمَنْ آمَنَ وَ
اور نہیں بھیجا کرتے ہم پیغمبروں کو مگر خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے پس جو ایمان لایا
اور ہم نہیں بھیجتے رسولوں کو مگر خوشی اور ڈر سناتے تو جو ایمان لائے اور
أَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٤٨﴾ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا
اور اپنی درستی کرے پس نہیں ہے ڈر اوپر ان کے اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور وہ لوگ جنہوں نے
سنورے ان کو نہ کچھ اندیشہ اور نہ کچھ غم اور جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں
يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿٤٩﴾
جھٹلایا ہماری آیتوں کو پہنچے گا انہیں عذاب اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے
انہیں عذاب پہنچے گا بدلہ ان کی بے حکمی کا

تعلق ان آیتوں کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے **پہلا تعلق**: پچھلی آیات میں فرمایا گیا تھا کہ رب تعالیٰ کے عذاب سے کہیں پناہ نہیں اب فرمایا جا رہا ہے کہ ہاں ایک پناہ ہے یعنی حضرات انبیاء کرام کا دامن گویا پچھلی آیات میں مایوس کیا گیا تھا ان آیات میں آس بندھائی گئی ہے۔ **دوسرا تعلق**: پچھلی آیات میں فرمایا گیا تھا کہ رب کے عذاب سے بچنا ہے تو ادھر ادھر نہ بھاگو اس سے۔ تو اب ارشاد ہے کہ عذاب سے بچنا ہے تو ایمان و تقویٰ اختیار کرو گویا حضرات انبیاء کرام جائے امن ہیں اور ایمان و تقویٰ اس پناہ میں آ جانا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے بارش کی پناہ کے لئے چھتیں دھوپ سے پناہ کے لئے سایہ دار درخت پیاس سے بچنے کے لئے کنوئیں کی بیماری سے پناہ کے لئے حکیم ظلم کی پناہ کے لئے حاکم بنائے ایسے ہی رب تعالیٰ نے

www.alahazratnetwork.org

اللہ کے عذاب سے پناہ نہ ملے کہ حضرات انبیاء کرام و اولیاء اللہ کے دامن میں آجائیں جو ان کی پناہ میں نہ آئے وہ اللہ کے عذاب سے بچ نہیں سکتا لہٰذا وعید عذاب کے بعد یہ ذکر ہو رہا ہے۔ **تیسرا تعلق** پچھلی گزشتہ آیات میں کفار کا یہ قول نقل فرمایا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے منہ مانگے معجزے کیوں نہیں دکھاتے اب ان آیات میں اس کا جواب دیا گیا کہ حضرات انبیاء کرام کے بھیجنے کا مقصد صرف معجزات دکھانا نہیں وہ تو ان کی نبوت کے ثبوت کے لئے ہوتے ہیں ان کی بعثت کا مقصد بشارت، نذارت، دعوت الی اللہ ہے منہ بولے معجزات نہ دکھانا جو ایمان نہ لائے گا وہ مارا جائے گا اور جو ان کی تشریف کا منشا پورا کرے گا وہ دین و دنیا کے رنج و غم سے آزاد ہو گا یہ پہلے سوال کا دوسرا جواب ہوا (کبیر)

تفسیر **وما نرسل المرسلین**۔ یہ جملہ نیا ہے لہٰذا واو ابتدائیہ ہے نرسل بنا ہے ارسال سے جس کے معنی بھیجنا یہاں امتوں کی طرف نبی بنا کر بھیجنا مراد ہے بعض انبیاء کرام جیسے یونس اور ہود ایک جگہ سے دوسری جگہ نبی بنا کر بھیجے گئے جیسے موسیٰ علیہ السلام کہ نبی بنائے گئے مدین و مصر کے درمیان طور شریف کے وادی میں اور حکم ہوا **اذهب الی فرعون** یا جیسے حضرت ابراہیم و لوط علیہ السلام کہ نبی بنائے گئے عراق یعنی اطراف کوفہ میں اور بھیجے گئے شام و فلسطین کی طرف بعض انبیاء کرام وہ ہیں جو ایک ہی مقام میں پیدا ہوئے وہاں ہی نبی ہوئے وہاں ہی رہے لہٰذا یہاں بھیجنے سے مراد صرف یہ نہیں کہ بھیجنے میں کسی جگہ سے کسی جگہ پہنچانا نہیں بلکہ انہیں نبی بنانا ان کے ذمہ تبلیغ لازم فرمانا ہے اس بعثت میں بھی یہی معنی ملحوظ ہوتے ہیں مگر تحقیق یہ ہے کہ ان جیسی آیات میں ارسال یعنی بھیجنے سے مراد عالم بالا سے بھیجنا ہے عالم ارواح میں رب تعالیٰ حضرات انبیاء کرام کو سب کچھ بتاتا سکھاتا ہے وہاں انہیں مکمل فرما کر دنیا میں بھیجتا ہے بلکہ سارے انبیاء کرام عالم ارواح میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھ کر فیض لے کر یہاں فیض دینے آتے ہیں لہٰذا ان کی ولادت کو ارسال فرمانا بالکل درست ہے ان کی دنیا میں تشریف آوری ایسی ہوتی ہے جیسے سورج کا طلوع کہ سورج طلوع سے پہلے موجود تھا مگر نظروں سے اوجھل تھا طلوع ہوا سامنے آگیا یوں ہی ان کی وفات ایسی ہوتی ہے جیسے سورج کا غروب کہ سورج غروب سے فنا نہیں ہو جاتا ہم سے چھپ جاتا ہے ان کی ولادت و وفات ظہور اور غروب ہے ہماری ولادت اور موت ہستی اور نیستی ہے وہ حضرات نیستی سے محفوظ ہیں بلکہ ان سے وابستہ ہو جانے والے لوگ بھی فنا سے محفوظ ہو جاتے ہیں جیسے شہداء کہ انہیں قرآن کریم فرماتا ہے کہ وہ زندہ ہیں یہاں مرسلین سے مراد حضرات انبیاء کرام ہیں خواہ وہ رسول بھی ہوں یا نہ ہوں اور خواہ وہ مرسل بھی ہوں یا نہ ہوں اس سے مراد خاص درجہ والے مرسلین نہیں لہٰذا آیات بالکل واضح ہے۔ خیال رہے کہ حضرات انبیاء کرام ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں رسول تین سو تیرہ اور مرسلین چار یہاں مراد ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی ہیں جیسے حضرات صحابہ کرام ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں ان میں سے بدر والے تین سو تیرہ ان میں سے خلفاء راشدین چار پھر جیسے چار مرسلین ہیں پہلے سورج جناب مصطفیٰ ایک ہیں صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی ان چار خلفاء میں چمکتے چاند حضرت ابوبکر صدیق ایک۔ نرسل واحد استمرار کے لئے ہے اس میں رب تعالیٰ نے اپنی عادت کریمہ بیان فرمائی جو ہمیشہ سے حضرات انبیاء کرام کے متعلق رہی ہے مدعا اس آیت سے یہ لازم نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور آپ کے بعد بھی انبیاء تشریف لاویں **ما نرسل** کے معنی ہیں ہم بھیجتے ہی نہیں بھیجا کرتے یہ معنی نہیں کہ ہمیشہ بھیجتے ہیں اور بھیجیں گے لہٰذا آیت کا یہ مطلب بالکل صاف ہے۔ خیال رہے کہ نبوت و رسالت مرسلیت، بشارت، نذارت، دعوت یہ صفات ان حضرات کی عمومی صفات ہیں مگر صفی اللہ، نجی اللہ، خلیل اللہ، کلیم اللہ، روح اللہ، حبیب اللہ، مصطفیٰ ہونا یہ ان حضرات کی صفات

www.alahazratnetwork.org

خصوصی ہیں جو خاص طور پر آپ ایک نبی کو عطا ہوئیں یہاں صفت عمومی کا بیان ہے **الا مبشرین و منذرین** یہ عبارت **المرسلین** کا حال ہے **الا** حصر کے لئے ہے اور یہ حصر اضافی ہے۔ حقیقی نہیں جیسے **وما محمد الا رسول** میں حصر اضافی ہے بشارت کے معنی ہیں خوشخبری دینا اگر اس کے ساتھ تصدیق کا ذکر ہو یا کسی رسول کا تو اس کے معنی ہوتے ہیں آئندہ کسی نبی کی تشریف کی خوشخبری دینا جیسے **مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد** اور اگر اس کے ساتھ اللہ کی نعمتوں یا عذابات کا ذکر ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں اللہ کے ثواب کے بشیر یہاں کسی نبی کے بشیر یعنی مبشر نہیں کیونکہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آدم علیہ السلام کسی نبی کے **مصدق** نہیں کیونکہ ان سے پہلے کوئی نبی نہیں بلکہ بشیر و نذیر سارے نبی ہیں گذشتہ نبیوں کی بشارت و نذارات دعوتی تھی کہ ان حضرات نے جنت دوزخ ذات الٰہی کو دیکھا نہ تھا سنا تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صفات دیکھ کر ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں جنت دوزخ بلکہ ذات الٰہیہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا نیز ان انبیاء کرام کی بشارت و نذارت مخصوص تھیں اور وقتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت و نذارت عالمگیر ہے اور دائمی مثلاً موسیٰ علیہ السلام نے اپنے وقت میں اپنی قوم سے کہا کہ میرے احکام کہ میری توریت پر عمل کرو میری نماز پڑھو بخشے جاؤ گے ورنہ عذاب پاؤ گے مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں یہ فرماتے نہ اب کسی سے فرما سکتے ہیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اب بھی یہ اعلان ہے اور تاقیامت رہے گا کہ میری اطاعت کرو بخشے جاؤ گے یہاں بشارت اور نذارت بہت سی عام ہیں مومنوں کو جنت کی بشارت کافروں کو دوزخ کی نذارت متقیوں کو رضاء الٰہی کی بشارت مومن فاسقوں بدکاروں کو اللہ تعالیٰ کی ناراضی کی نذارت واصلین کو لقاء یار کی بشارت غافلین کو ہجران و جدائی کی نذارت غرضیکہ جیسا شخص ویسی اس کے لئے بشارت و نذارت یعنی ہماری عادت کریمہ یہ ہے کہ ہم نبیوں کو صرف معجزات دکھانے اور لوگوں کے مطالبے پورے کرنے نہیں بھیجا کرتے بلکہ انہیں صرف بشارت اور نذارت کے لئے بھیجتے ہیں **فمن امن و اصلح** یہ ہوئے وہ لوگ جو نبیوں کی دین کاوش سے فیض لینے والے امتیوں کا ذکر ہے **ف** تفصیلیہ ہے من سے مراد انسان ہیں دل کی اصلاح کا ذکر امن میں ہے اور بدن کی اصلاح کا ذکر اصلح میں ہے لہذا ایمان میں سارے عقائد کا ماننا داخل ہے اور اصلح میں سارے نیک کام کرنے اور سارے گناہوں سے بچنا شامل ہے یعنی ان کی امتوں میں جو انسان ان پر ان کے سارے فرمانوں پر ایمان لایا اور اس نے تقویٰ اختیار کیا یہ ہو سکتا ہے کہ اصلاح سے مراد ہو کفر یا غفلت کے زمانہ کی بد عملیوں کو نیکیوں کا کفارہ کرنا جیسے حضرت وحشی نے زمانہ کفر کے قتل حمزہ کا کفارہ قتل مسیلمہ کذاب سے کیا یا جناب ہندہ نے زمانہ کفر میں جنگ احد کی بد عملیوں کا کفارہ جنگ یرموک و قادسیہ میں ادا کیا جس میں سات لاکھ عیسائی تھے۔ چالیس ہزار مسلمان اور ہندہ جیسی عورتوں کی ہمت سے مسلمانوں نے یہ معرکہ فتح کیا غرضیکہ **اصلح** کی تین تفسیریں ہیں بعض مفسرین نے فرمایا کہ اصلاح سے مراد ایمان پر قائم رہنا اس پر مرنا ہے (تفسیر مدارک) خیال رہے کہ انسانی دل کے دو عیب ہیں اور دو ان کے علاج عیب تو ہیں شرک و کفر علاج ہیں توحید و ایمان شرک کے معنی ہیں کسی بندے کو اونچا کر کے رب سے ملا دینا رب کی شان گھٹا کر اسے بندے سے ملا دینا کفر کے معنی ہیں کسی اسلامی عقیدے کا انکار کر دینا توحید کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کو ماننا ایمان کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کو نبی کی معرفت سے جاننا ماننا چونکہ ایمان اعمال پر مقدم ہے اس لئے **امن** پہلے اور **اصلح** بعد میں ارشاد ہوا **فلا خوف علیهم ولا هم یحزنون** یہ عبارت **من** کی خبر یعنی جزا ہے اسی لئے اس پر ف جزائیہ اور لا نافیہ داخل ہے۔ **خوف** مبتدا **علیهم** اس کی خبر آئندہ کے خطرہ کو خوف کہتے ہیں اور گذشتہ پر رنج و غم کو حزن ان دونوں کا

www.alahazratnetwork.org

تعلق آخرت سے ہے یعنی قیامت میں انہیں دوزخ وغیرہ کا ڈر نہ ہوگا دنیا کی کوتاہیوں پر غم نہ ہوگا یا اس کا تعلق دنیا و آخرت دونوں سے ہے تب خوف و غم سے مراد نقصان دہ خوف و غم ہے اللہ سے خوف اپنے اعمال کو کم سمجھ کر غم یہ مفید خوف و غم ہے اور دونوں جملوں میں فرق کہ خوف کے لئے فرمایا **لا خوف علیہم** اور غم کے لئے فرمایا **ولا ہم یحزنون** تو یہ فرمایا **لا ہم یخافون** اور نہ یہ کہ **ولا حزن علیہم** اس انداز بیان میں بہت ہی لطف ہے **لا خوف علیہم** فرما کر مطلقاً خوف کی دائمی نفی فرما دی گئی اور **ولا ہم یحزنون** فرما کر مختلف قسم کے رنج و غم آتے رہنے کی نفی ہے۔ حزن یعنی رنج و غم مختلف قسم کے آتے رہتے ہیں ان سب کی نفی کے لئے **یحزنون** مضارع کا صیغہ جمع بنا کر اس کے نفی رہتی ہے۔ **والذین کذبوا بآیٰتنا** اس عبارت شریفہ میں قصہ کا دوسرا رخ بیان ہو رہا ہے ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے ظاہر یہ ہے کہ **الذین** سے مراد کفار جنات و انسان ہیں **کذبوا** باب تفعیل سے لایا گیا اس کا مصدر ہے **تکذیب** بمعنی جھوٹا کہنا یا جھوٹا جاننا یا جھوٹا ٹھہرانا یہاں تینوں معنی درست ہیں نیز باب تفعیل میں مبالغہ کے معنی ہیں تکذیب تین قسم کی ہے تکذیب قلبی، لسانی، عملی تکذیب اس عملی تکذیب میں آج ہم مسلمان بھی گرفتار ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ خوب جھٹلایا یعنی یہ کہ وہ لوگ مرتے وقت تک تکذیب کرتے رہے کبھی ایمان نہ لائے اسی پر مر گئے **المس** کو تعلق رکھو کر ؟؟؟ عذاب یا جان کا جو بجلی کے پاور پر ہاتھ ڈالے گا مر جائے گا۔ بادشاہ ہو یا فقیر یا خدا کا دیوانہ یا مصطفی ہوشیار باش آیات سے مراد یا تو گذشتہ انبیاء کرام کے معجزات ہیں یا ان کی تعلیمات یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اگر یہ ساری چیزیں ہی مراد ہوں تو بہت بہتر ہے۔ خیال رہے کہ ایک آیت کا انکار ساری آیتوں کا انکار ہے اس لئے **بآیٰتنا** فرمانا بہت ہی مناسب ہے اور آیت پر کوئی اعتراض نہیں **یمسہم العذاب** یہ عبارت **والذین** کی خبر ہے یہاں **مس** بمعنی چھو جانا نہیں بلکہ بمعنی پہنچنا یا پکڑنا ہے **مس** فرما کر یہ بتایا گیا کہ ان کا یہ عذاب عارضی نہ ہوگا جس سے وہ مر کر یا بچ کر چھوٹ جائیں بلکہ دائمی ہوگا (روح المعانی) عذاب سے مراد ہر قسم دنیوی و بعد کے دوزخ کے عذاب ہیں **بما کانوا یفسقون** یہ عبارت متعلق ہے **یمس** کے اس میں ب سببیہ ہے اور ما مصدریہ فسق سے مراد کفر ہے یعنی ان کی خبر کا انکار یعنی جن لوگوں نے ہماری آیات قرآنیہ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات یا گذشتہ انبیاء کرام کے معجزات یا تعلیمات کا پرزور انکار کیا کہ انہیں حق سمجھا مرتے وقت تک منکر رہے انہیں دائمی عذاب پہنچے گا ان کے اس کفر و فسق کی وجہ سے۔

خلاصہ تفسیر۔ اے کفار فرمائشی معجزات کے مطالبے سے ... بات تو تمہاری جہالت ہے انبیاء کرام کی بعثت کا مقصد معجزات دکھانا اور کفار کے مطالبے پورے کرنا نہیں ان کی تشریف آوری کا مقصد لوگوں کو اللہ کے ثوابوں کی خوشخبریاں دینا اور اس کے عذابوں سے ڈرانا ہے کہ اگر رب تعالیٰ کی فرمانبرداری کرو گے تو بھلا ہوگا نافرمانی کرو گے تو ایسے عذاب پاؤ گے لوگ دو قسم کے ہوتے ہیں بعض تو حضرات انبیاء سے نفع حاصل کرتے ہیں بعض ... ایمان و تقویٰ اختیار کر لیں وہ دنیا و آخرت میں ... رنج و غم سے آزاد ہو جاتے ہیں اور وہ بدنصیب ... حضرات انبیاء کرام کی تعلیمات و معجزات کا انکار کر دیتے ہیں انہیں ان کے غرور ... قیامت و بعد قیامت میں دائمی عذاب پہنچے گا لہذا اے لوگو پیغمبر کی اطاعت میں کوشش کرنی چاہئے۔ معجزات کے مطالبے میں وقت برباد نہ کرنا چاہئے خیال رہے کہ سلطنت الہیہ کے بہت سے محکمے ہیں جن میں سے بعض واضح میں بعض خارجی مگر ایک محکمہ اصلاحات ہے واللہ تعالیٰ کے علم ... میں ملتا ہے۔

www.alahazratnetwork.org

جس سے عالم انوار و عالم اجسام سے وابستہ ہو جاتا ہے بلکہ خود رب کا تعلق بندوں سے اور بندوں کا تعلق رب سے قائم ہے اس محکمہ کے اصلاحات ... محکمہ نبوت نے اس محکمہ میں پچھلے انبیاء کرام خاص خاص حلقوں اور خاص وقتوں کے نبی تھے اس لئے یک وقت بہت سے نبی تشریف فرما ہوتے تھے اور نبیوں کے بعد اور انبیاء کرام تشریف لاتے تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری خدائی کے دائمی نبی ہیں اس لئے نہ آپ کے زمانہ میں کوئی نبی تھا نہ بعد میں اسی محکمہ کی اصلاحات کا تعلق عالم انوار سے بھی ہوتا ہے اور عالم اجسام سے بھی بلکہ رب تعالیٰ سے بھی ہوتا ہے اور بندوں سے بھی۔ رب سے تعلق ہے لینے کا بندوں سے تعلق ہے دینے کا اس آیت کریمہ میں اسی محکمہ کا درجہ اس کے درجات اس کے فرائض [illegible] چند الفاظ میں یہ ساری باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں۔

فائدے: اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ **پہلا فائدہ:** حضرات انبیاء کرام کے لئے تبلیغ لازم ہے کوئی نبی ایسا نہیں جس پر تبلیغ نہ ہو۔ ان کے لئے کتاب آسمانی یا صحیفے اور معجزات لازم نہیں یہ فائدہ **الا مبشرین** کے حصر سے حاصل ہوا۔ چنانچہ جو انبیاء کرام دوسرے نبیوں کے وزیر تھے ان کے پاس معجزات ہونا ثابت نہیں۔ حضرت ہارون حضرت داؤد وغیرہم علیہم السلام کے معجزے نہ قرآن کریم سے ثابت ہیں نہ حدیث پاک سے نہ معتبر تواریخ سے۔ یونہی ولی کے لئے ایمان و تقویٰ ضروری ہے کرامات ضروری نہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے **الذین آمنوا وکانوا یتقون**۔ **دوسرا فائدہ:** ہر نبی کے لئے ضروری ہے کہ وہ بشارت و انذار دونوں کرے یعنی اللہ کے ثواب و عذاب کی خبر دے۔ آئندہ نبی کی بشارت یا گزشتہ نبی کی تفصیلی تصدیق لازم نہیں یہ فائدہ بھی **الا مبشرین** کے حصر سے حاصل ہوا حضرت آدم علیہ السلام کسی نبی کے مصدق نہیں تھے کہ آپ سے پہلے کوئی نبی نہیں اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی نبی کے مبشر نہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں درمیان کے انبیاء کرام نے اجمالی تصدیق و بشارت ضرور کی مگر تفصیلی تصدیق و بشارت بعض نے کی بعض نے نہ کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مانگی **وابعث فیهم رسولا** اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت نام لے کر دی **ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد**۔ **تیسرا فائدہ:** ہر متقی مسلمان ایک درجہ کا ولی ہے دیکھو رب تعالیٰ نے جو عظمت حضرات اولیاء اللہ کی بیان کی وہی عظمت ہر مومن صالح کی بیان فرمائی وہاں فرمایا **الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیهم ولا هم یحزنون** اور یہاں فرمایا **فمن آمن واصلح فلا خوف علیهم ولا هم یحزنون** ایمان و تقویٰ کے بھی چار درجے ہیں اس لئے ولایت کے بھی چار درجے ہیں دیکھو اس کی تفصیل ہماری کتاب شان حبیب الرحمن کے ضمیمہ میں جہاں ولایت اور شہادت پر مکمل بحث کی گئی ہے۔ **چوتھا فائدہ:** [illegible] یوں ہی فاسق بدکار مسلمان کبھی ولی نہیں ہو سکتے اگرچہ ہواؤں میں اڑیں پانی پر چلیں بڑے کرشمے دکھائیں [illegible] گنہگار شخص ہیں [illegible] ولی نہیں ہوگا یہ فائدہ بھی **فمن آمن** سے حاصل ہوا آج عوام دیوانہ مجنون لوگوں [illegible] مجذوب [illegible] ولی سمجھتے ہیں سخت غلطی کرتے ہیں ولایت یعنی قرب الٰہی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی سے ملتے ہیں۔ **پانچواں فائدہ:** متقی مومن بندوں کو اللہ تعالیٰ خوف و غم سے آزاد فرماتا ہے وہ خوف و غم نہ [illegible] نقصان [illegible] یہ فائدہ **ولا خوف علیهم** سے حاصل ہوا یہ آزادی انہیں بفضلہ تعالیٰ دنیا میں بھی ہوتی ہے مرتے وقت بھی قبر میں بھی حشر میں بھی اسی لئے **لا خوف** بھی جملہ اسمیہ ارشاد ہوا اور **ولا هم یحزنون** بھی۔ **چھٹا فائدہ:** آخرت کا دائمی عذاب صرف کافر کو ہوگا مومن [illegible]

اگر خاتمہ ایمان پر نصیب ہو تو اسے ہمیشگی کا عذاب نہیں ہو سکتا یہ فائدہ والذین کذبوا بآیاتنا سے حاصل ہوا۔ ساتواں فائدہ: کفار کے فوت شدہ نابالغ بچے آخرت کے عذاب سے محفوظ رہیں گے ان کے لئے دوزخ کا عذاب نہیں یہ فائدہ بما کانوا یفسقون سے حاصل ہوا کہ یہاں عذاب کی وجہ کفار کا کفر آیات الہیہ کا انکار کو قرار دیا اور ان بچوں سے یہ جرم سرزد نہیں ہوا۔ خیال رہے کہ بعض دلیلوں سے منت متفاوت ہے کہ بغیر جرم دوزخ میں ڈالنا یا معصوم کو ظلم ہے اللہ تعالیٰ ظلم اور قصور دونوں سے پاک ہے اس کے متعلق احادیث مختلف ہیں اس کی بحث ہم پہلے بھی کر چکے ہیں۔

پہلا اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ نبوت کا دروازہ بند نہیں ہوا حضرات انبیاء کرام تاقیامت آتے رہیں گے کیونکہ یہاں ارشاد ہوا وما نرسل المرسلین ہم رسول نہیں بھیجتے ما نرسل دوام و استمرار کے لئے ہے اگر صرف گذشتہ زمانہ ہی میں نبی آئے ہوتے آئندہ آنے والے نہ ہوتے تو فرمایا جاتا وما ارسلنا المرسلین (مرزائی)۔ جواب: یہاں حضرات انبیاء کرام کے بھیجنے کا دوام نہیں بتایا جا رہا بلکہ ان حضرات کے متعلق عادت الٰہی کا دوام بتایا جا رہا ہے یعنی ہم ہمیشہ انبیاء کرام کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجتے رہے ہیں اگر ارسال کی ہمیشگی مراد ہو تو یہ آیت کریمہ بہت سی آیات کے خلاف ہوگی اور بہت سی احادیث کے مخالف رب تعالیٰ فرماتا ہے الیوم اکملت لکم دینکم اور فرماتا ہے ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور فرماتا ہے مصدقا لما معکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں انا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔ دوسرا اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام صرف بشارت دینے اور ڈرانے کے لئے آتے ہیں انہیں اور کسی چیز کا اختیار نہیں ہوتا لہٰذا ان سے شفاعت کی امید، حاجتیں مانگنا شرک ہے وہ اس کام کے لئے آئے ہی نہیں الا مبشرین حصر کے لئے ہے حضرات انبیاء کرام کی شان ایسی ہے جیسے ڈاکیہ یا تار بانٹنے والا کہ وہ خوشی کی خبریں بھی پہنچاتا ہے اور موت و غم کے تار بھی اور اس خوشخبری و غم خبری میں اس کا کوئی دخل نہیں یہ تو تار بھیجنے والا جانے دیکھو ما یلغ اور الا حصر کے لئے ہی ہے جس سے معلوم ہوا کہ ان کے ہاتھ کچھ بھی نہیں۔ (وہابی) جواب: اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔

جواب الزامی تو یہ ہے کہ پھر تو اللہ تعالیٰ کے پاس بھی سوا الوہیت اور وحدانیت کے کچھ نہیں دیکھو رب تعالیٰ اپنے متعلق فرماتا ہے انما الٰہکم الٰہ واحد یہاں بھی انما حصر کے لئے ہے جس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی صرف دو صفتیں ہیں یعنی معبود اور واحد ہونا یعنی ایک اس کے سوا اس کی کوئی صفت نہیں نعوذ باللہ۔ جواب تحقیقی وہ ہے جو ابھی تفسیر میں گذر گیا کہ یہاں اور ان جیسی تمام آیات میں حصر حقیقی نہیں اضافی ہے۔ جس چیز کا کفار مطالبہ کرتے تھے اس کے مقابلہ میں حصر ہے یعنی وہ حضرات معجزات دکھانے اور کفار کے منہ مانگے معجزات ظاہر کرنے نہیں آتے ان کی بعثت کا مقصد صرف بشارت و نذارت ہے معجزہ تو نبوت ثابت کرنے کے لئے ہوتا ہے دوسری آیات میں حضرات انبیاء کرام کے اختیارات صراحۃً مذکور ہیں رب تعالیٰ حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق فرماتا ہے۔ فسخرنا لہ الریح تجری بامرہ ہم نے ہوا حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع فرمان کر دی جو آپ کے حکم سے چلتی تھی شفاعت وغیرہ کی بہت آیات میں ہم یہ بحث تیسرے پارہ میں من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ کی تفسیر میں کر چکے ہیں۔ تیسرا اعتراض: اس آیت کریمہ میں ارشاد ہوا کہ مومن متقی کو نہ خوف ہوگا نہ غم حالانکہ حضرات انبیاء اولیاء کو بھی خوف و غم ہوتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا انا نخاف ان یفرط علینا او ان

www.alahazratnetwork.org

بلکہ خدایا ہم کو فرعون سے ڈر لگتا ہے کہ وہ ہم پر ظلم کرے گا نیز آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام ابتداء میں لاٹھی کو سانپ بنتے دیکھ کر ڈر گئے یہ آیت کریمہ ان آیات کے خلاف ہے نیز قیامت میں سوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے انبیاء کرام خوف الٰہی کے سبب مخلوق کی شفاعت کی ہمت نہ کریں گے جیسا کہ احادیث میں ہے لہذا یہ آیت ان احادیث کے بھی خلاف ہے۔ **جواب۔** انشاء اللہ اس اعتراض کا مکمل جواب ہم گیارھویں پارہ کی تفسیر میں **الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم** کے بیان میں دیں گے نیز ہم نے اس کے بہت جوابات اپنی کتاب شان حبیب الرحمان میں دیئے ہیں یہاں اتنا سمجھ لو کہ خوف و غم بہت سی قسم کے ہوتے ہیں۔ خوف اطاعت' خوف عزت' خوف ہیبت وغیرہ ان میں سے بعض خوف انسان کے لئے مضر ہیں بعض خوف مفید یہاں نقصان دہ خوف کی نفی ہے' اللہ کا خوف تو رکن ایمان ہے وہ تو حضرات انبیاء اولیاء کو بہت زیادہ حاصل ہوتا ہے قیامت میں حضرات انبیاء کرام کو خوف ہیبت ہو گا' یہاں خوف مضر کی نفی ہے ان آیات یا احادیث میں غیر مضر خوف کا ثبوت ہے لہذا یہ آیت ان کے خلاف نہیں۔ **چوتھا اعتراض:** اس آیت کریمہ میں ارشاد ہوا کہ جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا انہیں عذاب پہنچے گا گویا ایک آیت کے منکر کو عذاب نہ ہو گا۔ آیات جمع کیوں ارشاد ہوا۔ **جواب۔** اس اعتراض کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ ایک آیت کا انکار ساری آیتوں کا انکار ہے جیسے ایک نبی کا انکار سارے نبیوں کا انکار ہے۔

تفسیر صوفیانہ: حضرات انبیاء کرام گویا رحمت کے بادل ہدایت کے سورج ہوتے ہیں بادلوں سے بعض زمین صرف گھاس یا سبزہ لیتی ہیں بعض دانہ کا بعض پھل پھول حاصل کرتی ہیں سمندر کی سیپ اس بادل سے موتی لے لیتی ہیں کوئی معمولی جھوٹے موتی کوئی در یتیم بعض منحوس زمینیں کچھ بھی حاصل نہیں کرتیں جیسے زمین شورہ (کلر) سورج سے بعض چیزیں صرف روشنی حاصل کرتی ہیں بعض پھل پھول کی بہار بعض جگہ اس شعاعوں سے لعل ہو یا قوت بن جاتے ہیں مگر چمگادڑ کو اس سے تکلیف ہی ہوتی ہے اسی طرح ان حضرات سے بعض لوگ صرف ایمان کی دولت حاصل کر لیتے ہیں۔ بعض ایمان و عرفان کی بعض ولایت و قطبیت غوثیت کی دولت کما لیتے ہیں مگر بدنصیب اور زیادہ کفر و ضلالت کماتے ہیں۔ مثنوی شریف میں حضرت قدس سرہ نے فرمایا۔

کوئی جان بس کے مہک رہی کسی دل میں اس سے کھٹک رہی
نہیں اس کے جلوہ میں یک رہی کہیں پھول ہے کہیں خار ہے

یہاں پہلی آیت میں ان خوش نصیبوں کا ذکر ہے جو ان حضرات کی اطاعت کر کے خوف و غم سے آزاد جنت میں آباد ہو گئے اور دوسری آیت میں ان بدبختوں کا ذکر ہے جو ان حضرات کی مخالفت کر کے اور زیادہ برباد ہو گئے مگر خیال رہے کہ یہ آبادی و بربادی خاتمہ پر موقوف ہے۔ روح البیان نے یہاں عجیب عجیب باتیں بیان فرمائیں فرمایا انسان جب تک پل صراط سے بخیریت نہ گزر جائے تب تک مطمئن نہ ہو انسان ہمیشہ توبہ کرتا رہے زندگی کے دن غنیمت جان جو ہو سکے کر لے۔

در رہ منزل لیلیٰ کہ خطرہا ست بسے — شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی
کارواں رفت و تو در خواب و بیاباں در پیش — کے روی رہ زکہ پرسی چہ کنی چوں باشی

یہ دونوں آیتیں رغبت و خوف کی اعلیٰ درجہ کی ہیں صوفیاء کی اصطلاح میں ایمان کا نام ہے فنا کہ انسان فنافی الرسول ہو کر باقی باللہ ہو جائے اصلاح کی حقیقت ہے اعمال میں لذت قلبی پیدا کرنا اور لذت ہمیشہ نسبت سے پیدا ہوتی ہے بے نسبت والا عمل

alahazratnetwork.org

بے تمیز والے لطافت، دیکھو چاند ایک ہے مگر جب اسے رمضان سے نسبت ہو جائے تو اسی چاند کا رنگ کچھ اور ہوتا ہے اور جب اسے بقر عید سے نسبت ہو تو اس میں لطف ہی اور ہوتا ہے یوں ہی قرآن، نماز، روزہ وغیرہ ایک ہی ہیں مگر ان کی جیسی نسبت ہو گی اس میں لذت و لطف حضور غوث پاک کی زبان سے ادا کیا ہوا قرآن، نماز، حج وغیرہ میں بہاریں کچھ اور ہی ہیں لہذا الغنی کے معنی یہ ہیں

؎

خود کو ایسا مٹا کہ تو نہ رہے — تجھ میں اپنی خودی کی بو نہ رہے

اور اصلاح کے معنی ہیں اپنے اعمال میں جنت پیدا کرے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ نبوت ایک نورانی بجلی کا کرنٹ یا پاور ہے جس سے یہ ساری پاور روشنی، سردی، گرمی، مشین چلانا وغیرہ۔ تم نے دیکھا ہے کہ بلب سے لگا وہ روشنی دے گی ہیٹر سے وابستہ کرو گرمی دے گا فرج سے لگا دو سردی دے گا مگر جو اس پر ہاتھ ڈال دے وہ ہلاک ہو جاتا ہے خواہ امیر و شہ ہاتھ ڈالے یا فقیر گدا ایسے ہی نبوت کا نوری پاور ہے مبارک ہے کہ کافر اس سے وابستہ ہوا اسے ایمان ملا ہے مومن وابستہ ہو تقویٰ پایا متقی وابستہ ہو جائے عرفان پاتا ہے، عارف وابستہ ہو وہ وصال پاتا ہے۔ ایمان، عرفان، ایقان بلکہ خود رحمان اسی کے، دیکھو ملتا ہے فرماتا ہے **لوجدوا اللہ توابا رحیما** اور فرماتا ہے **واذا سالک عبادی عنی فانی قریب** مگر جو نبوت پر ہاتھ ڈالے نبی کی عزت و عظمت کو ہاتھ لگائے وہ ایمان تقویٰ سب سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے ہلاک ہو جاتا ہے فرعون، نمرود، قارون کا حال ہمارے سامنے ہے رب فرماتا ہے **ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون** اس آیت میں غور کرو ایمان لانے والے دونوں جہان میں خوف و غم سے آزاد ہو گئے۔ جھٹلانے والے عذاب میں گرفتار ہوئے، دریا کا مقابلہ نہ کرو تباہ ہو جاؤ گے اس سے نہریں آبپاشی کا کام لو بیڑا پار فائدے اٹھاؤ گے۔

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ
فرماؤ نہیں کہتا ہوں میں واسطے تمہارے کہ پاس میرے خزانے ہیں اللہ کے اور نہ یہ کہ جانتا ہوں میں
غیب اور نہ یہ کہ تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں آپ غیب جان لیتا ہوں اور نہ
اِنِّیْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَالْبَصِیْرُ
تحقیق میں فرشتہ ہوں نہیں پیروی کرتا ہوں میں مگر اس کی جو
تم سے یہ کہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو اسی کا تابع ہوں جو مجھے وحی آتی ہے تم فرماؤ کیا برابر ہو جائیں گے
اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ (۵۰)
وحی کی جاتی ہے طرف میری فرماؤ کیا برابر ہیں اندھے اور دیکھنے والے تو کیا نہیں غور کرتے تم
اندھے اور انکھیارے تو کیا تم غور نہیں کرتے

www.alahazratnetwork.org

تعلق : اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق**: آیت کریمہ پچھلی آیات گویا تتمہ ہے کہ پچھلی آیات میں نبی کا منصب بیان فرمایا گیا اور نبوت کے مقصد کا ذکر ہوا بشارت دینا ڈرانا اور بندوں کو اللہ کی طرف بلانا اب اس قانون کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر منطبق کیا جارہا ہے کہ ہم نبوت کے مدعی ہیں لہٰذا ہمارا منصب صرف معجزات، کھانا غیب کی خبریں دینا لوگوں کو مالا مال کر دینا نہیں۔ **دوسرا تعلق**: پچھلی آیات کریمہ میں ارشاد ہوا تھا کہ نبی کی ذات سے لوگوں کا اخروی نفع و نقصان وابستہ ہے کہ ان کی اتباع سے خوف و غم سے آزادی ہے ان کی مخالفت سے دوزخ کی آگ کا استحقاق اب فرمایا جارہا ہے کہ ان حضرات سے محض دنیاوی نفع وابستہ نہیں کہ انہیں ماننے والے امیر ہو جائیں۔ منکرین فقیر بن جائیں گویا ان کی ایک شان کا ذکر پہلے ہوا دوسری شان کا ذکر اب ہے۔ **تیسرا تعلق**: پچھلی آیتوں میں کفار کے ایک اعتراض کا ذکر تھا کہ **لولا نزل علیہ ایات من ربہ** ہمارے منہ مانگے معجزات ان پر کیوں نہیں اترتے اس اعتراض کا ایک جواب وہاں ہی دے دیا گیا دوسرا جواب اب دیا جارہا ہے بہرحال یہ آیت کریمہ گذشتہ آیات سے بے تعلق نہیں (تفسیر کبیر)۔

شان نزول : کفار عرب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تین مطالبے کیا کرتے تھے ایک یہ کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو ہم کو مالا مال کردیں کہ ہمارے علاقے کے پہاڑوں کو سونا بنا دیجئے۔ دوسرے یہ کہ ہمیں غیبی خبریں دیجئے۔ چیزوں کے بھاؤ بتائیے کہ آئندہ کون سی چیزیں سستی ہوں گی کونسی مہنگی تا کہ ہم پہلے سے ہی تجارتی کاروبار کا انتظام کرلیں۔ تیسرے یہ کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو آپ کھاتے پیتے نکاح کیوں کرتے ہیں نبی کو دنیا سے کیا تعلق وہ تو تارک الدنیا ہونے چاہئیں ان واہیات مطالبوں کے جواب میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ جس میں ان اعتراضات کا نہایت نفیس جواب ارشاد ہوا۔ (تفسیر کبیر، خزائن و خازن وغیرہ)

تفسیر : **قل لا اقول لکم** جن آیات قرآنیہ میں قل ہوتا ہے اس کے چند مقصد ہوتے ہیں ایک یہ کہ آپ یہ بات مخلوق سے کہیں اور آپ سے سن کر مخلوق بھی یہ کہے تا کہ مخلوق کا بھلا ہو جائے۔ جیسے **قل ھو اللہ احد** کہ آپ لوگوں سے ہماری صفات بیان کریں لوگ آپ کی معرفت ہم کو جانیں تو مومن ہوں گے اگر آپ کو چھوڑ کر ہم کو جانیں مانیں موحد بن جائیں گے مومن نہ بنیں گے۔ کبھی یہ کہ کلام ہمارا ہو زبان تمہاری ہو تا کہ کلام اور زبان دونوں کے اجتماع سے یہ فیض جاری ہو جیسے **قل اعوذ برب الفلق** کہ ان آیات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جادو دفع کرنے کی دعا بتائی گئی ساتھ ہی قل ارشاد ہوا کہ تمہاری زبان سے یہ دعا ادا ہو تو یہ تاثیر ہوگی بغیر تمہاری اجازت، و بغیر تمہارے وسیلہ کے اس دعا میں یہ تاثیر نہ ہوگی کارتوس جب ہی اثر کرتا ہے جب اچھی طرح بندوق سے استعمال ہو۔ تیسرے یہ کہ یہ بات صرف تم فرماؤ کسی اور کو یہ کہنے کی اجازت نہ ہو گی یہ کلام صرف تمہاری زبان کے لئے بنا ہے اور صرف تمہاری زبان اس کلام کے لئے جیسے **قل انما انا بشر مثلکم** اور مثل لینا صرف تمہارے لئے تو اضعاً درست ہے نہ ہم تم کو بشر کہہ کر پکاریں گے نہ کسی کو اس کی اجازت دیں گے **لا تجعلوا دعاء الرسول** الخ یہاں لفظ قل اسی تیسرے مقصد کے لئے ارشاد ہوا کہ تم تواضع و انکسار کے لئے یہ فرماؤ کسی اور کو یہ حق نہیں کہ آپ کے متعلق کہتا پھرے کہ ان کے پاس کچھ نہیں وہ کچھ نہیں جانتے چنانچہ تفسیر خازن، خزائن، کبیر وغیرہ نے فرمایا کہ یہ فرمان عالی تواضع و انکسار کے لئے ہے یہاں **لا** داخل ہوا ہے **اقول** پر جس سے قول کی نفی ہوئی نہ کہ مقولہ یعنی کہی ہوئی بات کی یعنی میں ان چیزوں کا دعویٰ نہیں کرتا کہتا نہیں ان چیزوں کے ہونے نہ ہونے کا یہاں ذکر نہیں **لکم** میں خطاب کفار سے ہے جو

www.alahazratnetwork.org

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مطالبہ کیا کرتے تھے مسلمانوں سے خطاب نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے تو فرمایا ہے **اوتیت مفاتیح خزائن الارض** مجھے زمینی خزانوں کی چابیاں عطا فرمائی گئیں۔ رب تعالیٰ نے فرمایا **انا اعطینٰک الکوثر** لہٰذا یہ آیت اس حدیث اور قرآنی آیت کے خلاف نہیں یعنی اے محبوب ان کفار سے فرما دو کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ **عندی خزائن اللہ** یہ عبارت **اقول** کا مقولہ ہے عند قرب مکانی کے لئے ہے **عندی** کے معنی ہوئے میرے ہاتھ میں میرے پاس خیال رہے کہ خزانہ کا مالک ہونا اور ہے اور خزانہ اپنے پاس اپنے قبضہ میں ہونا کچھ اور بادشاہ اپنے خزانہ کا مالک ہے مگر خزانہ اس کی چابیاں اپنے گھر اپنے ہاتھ میں نہیں رکھتا اور خزانچی کے پاس خزانہ ہوتا ہے وہ خزانہ میں رہتا ہے چابیاں اپنے پاس رکھتا ہے مگر اس کا مالک نہیں ہوتا خیکہ خزانہ مالک کی زبان و قلم میں ہوتا ہے۔ خزانچی کے قبضہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بے شک الٰہی خزائن الٰہیہ کے مالک ہیں اگرچہ اپنے پاس نہ رکھیں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا۔

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں	دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

اس ملکیت کا ظہور حضرات صحابہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا بلکہ قیامت تک دیکھا جائے گا حضرت ابو طلحہ کو اولاد کی دعا دی تو ان کا گھر اولاد سے بھر گیا ان کی وفات کے وقت ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد سو سے زیادہ تھی۔ جمیل کو ایک بکری عطا فرمائی تو وہ دولت کی چابی ثابت ہوئی۔ حضرت سراقہ کو شاہ فارس کے کنگن عطا فرما دئیے جو عہد فاروقی میں انہیں دئیے گئے۔ اب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے محکمے قائم ہیں ہر محکمہ میں نوکر چاکر کام کر رہے ہیں سب کو تنخواہیں مل رہی ہیں علماء اولیاء صوفیاء اس آستانہ عالیہ سے پل رہے ہیں اور تاقیامت پلتے رہیں گے یہ محکمے قائم رہیں گے اعلیٰ حضرت کا یہ شعر اس جملہ کی تفسیر ہے۔ خزائن جمع ہے خزانہ کی خزانہ ظرف مکان ہے۔ خزن کا معنی حفاظت ہے لہٰذا وہ جگہ جہاں چیز کی حفاظت کی جائے (روح البیان معانی کبیر وغیرہ) خزینہ بمعنی مخزونہ ہے یعنی محفوظ کی ہوئی چیز یہاں دونوں معنی نہیں بن سکتے اللہ کی مخزون چیزیں وہ ہیں جو اس کی قدرت میں داخل ہیں۔ جن کے پیدا کرنے پر وہ قادر ہے خواہ اس نے پیدا کی ہوں یا نہ کی ہوں (روح البیان وغیرہ) یہ کفار کے پہلے مطالبہ کا جواب ہے کہ وہ کہتے تھے اگر آپ سچے نبی ہیں تو عرب کے پہاڑ سونے کے بنا دیجئے کہ ہم غنی ہو جائیں **ولا اعلم الغیب** یہ عبارت معطوف ہے **عندی خزائن اللہ** پر لہٰذا یہ بھی **لا اقول** کا مقولہ ہے یا لا کے بعد اقول پوشیدہ ہے (تفسیر ابن کبیر معانی خازن بیان مدارک بیضاوی وغیرہ) لہٰذا یہاں بھی علم غیب کے دعوے کی نفی ہے نہ کہ علم غیب کی لہٰذا یہ آیت کریمہ نہ تو آیت **وعلمک مالم تکن تعلم** کے خلاف ہے نہ اس کے **فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من الرسول** وغیرہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زمانہ میں صاف فرمایا **اتمت علم الاولین والاخرین** نہ اس کے خلاف کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن بھر وعظ فرمایا اور اول خلق سے قیامت تک کے واقعات کی خبر دے دی (بخاری شریف و مسلم وغیرہ) حتیٰ کہ تاقیامت جو پرندہ پر مارے گا جو قطرہ یا ذرہ حرکت کرے گا اس کی خبر بھی دے دی ان سب احادیث کیا علم سے مراد ہے علم ذاتی بطور خود جاننا بغیر عطائے الٰہی یا علم سے مراد ہے دلائل اور علامتوں سے جان لینا علم یا دعوی علم۔ تعلیم الٰہی کی نفی نہیں ہے یہ جملہ واضح ہے غیب کے معنی غیب کی قسمیں غیب و غیب میں فرق اور علم غیب علم بالغیب میں فرق یہ سب کچھ سورۂ بقرہ کے اول میں **یومنون بالغیب** کی تفسیر میں عرض کیا جا چکا ہے بعض غیب وہ ہیں جن کے جاننے ماننے پر ایمان موقوف ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، فرشتے، قیامت، جنت، دوزخ وغیرہ

کہ یہ سب چیزیں غیب ہیں مگر انہیں جان کر ہم مومن بنتے ہیں۔ بعض غیب وہ ہیں جو حضرات اولیاء کو بھی عطا ہوتے ہیں بعض غیب وہ جو حضرات انبیاء کرام کو عطا ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چھپایا نہ گیا اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا — جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

ڈاکٹر اقبال نے کہا۔

اے فروغت صبح آثار و دہور — چشم تو بینندہ ما فی الصدور

ولا اقول لکم انی ملک یہ عبارت پہلے **لا اقول** پر معطوف ہے چونکہ فرشتہ ہونا وہ چیز ہے جس کا دعویٰ بھی نہیں اور واقعہ بھی نہیں یعنی نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرشتہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں نہ واقع میں آپ فرشتہ ہیں اس لئے یہاں **لا اقول** علیحدہ ارشاد ہوا

نکتہ اس آیت کریمہ میں مقولہ (باتیں) تین ہیں مگر اقول دو ہیں پہلے **لا اقول** کے ساتھ خزانہ الٰہی پاس ہونے اور علم غیب کا ہے دوسرے **لا اقول** کے ساتھ فرشتہ ہونے کا کیونکہ پہلی دو چیزیں وہ ہیں جہاں دعویٰ نہیں مگر واقعہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہ تملیک الٰہی خزانہ الٰہیہ کے مالک بھی ہیں اور بہ تعلیم الٰہی علوم غیبیہ کے عالم بھی ہیں مگر ان دونوں کے مدعی نہیں وہ بھی کفار کے رد میں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ فرشتہ ہیں نہ فرشتہ ہونے کے مدعی اس لیے اس کے واسطے علیحدہ **لا اقول** ارشاد ہوا۔ **ملک** کے معنی اور اس کی قسمیں اس کے درجات اعمال سب کچھ پہلے پارہ میں **واذ قال ربک للملئکۃ** کی تفسیر میں عرض کیا گیا۔ خیال رہے کہ یہاں جنس فرشتہ ہونے کی نفی ہے رہے فرشتوں کے صفات معصومیت، نورانیت، قرب الٰہی وغیرہ وہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے عطا ہوئے کہ تمام فرشتوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم افضل و اعلیٰ ہیں لہٰذا یہ آیت کریمہ اس آیت کے خلاف نہیں۔ **ما ھذا بشرا ان ھذا الا ملک کریم**۔ رب تعالیٰ نے مصری عورتوں کا یہ قول بغیر تردید نقل فرمایا۔ جس میں کہا گیا کہ یوسف علیہ السلام بشر نہیں۔ فرشتہ ہیں یعنی بشری نقصانات سے پاک ہیں فرشتہ کی صفات سے موصوف ہیں وہاں صفات کا ثبوت ہے۔ یہاں جنس فرشتہ ہونے کی نفی ہے۔ دونوں آیتیں برحق ہیں ان حضرات پر کبھی بشریت کا ظہور ہوتا ہے کبھی ملکیت کی جلوہ گری۔ عیسیٰ علیہ السلام دو ہزار برس سے آسمان پر ہیں۔ جہاں کھانا پینا ہوا وغیرہ کچھ نہیں مگر زندہ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں وہاں تشریف لے گئے جہاں کھانا پانی ہوا کیا مکان زمین زمان و زمین بھی نہ تھا یہ ان بزرگوں کی ملکیت، اصحاب کہف تین سو سال سے بغیر کھائے پیئے زندہ ہیں یہ سب ان مقبولوں کی ملکیت بہرحال وہ حضرات صورتاً بشر ہیں۔ سیرتاً ملک سے افضل یہاں صورت کا ذکر ہے اور **قد جاءکم من اللہ نور** ہیں۔ سیرت پاک حقیقت محمدیہ کا جلوہ دکھایا گیا ہے **ان اتبع الا ما یوحی الی**۔ اس عبارت نے پچھلے مضمون کو بالکل ظاہر کر دیا یعنی میں ان چیزوں کا دعویٰ نہیں کرتا۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ صفات مجھ میں نہیں یہ عطاء الٰہی خزانے اور علوم غیبیہ سب کچھ ہیں مگر میں تم کو وہ ہی دوں گا اور تمہیں وہی بتاؤں گا جس کے بتانے یا دینے کی مجھے بذریعہ وحی اجازت دی جاوے گی۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجلس میں حضرات صحابہ کو قیامت تک کے سارے حالات بتا دیے رب فرماتا ہے۔ **ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون** اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو غنی فرمایا۔ رب فرماتا ہے **اغناھم اللہ ورسولہ من فضلہ** انہیں اللہ رسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا اور فرماتا ہے **ووجدک عائلا فاغنی**

www.alahazratnetwork.org

ہم نے تم کو اے محبوب بڑا عیالدار پایا کہ تمہارے در سے پلنے والے اربوں شخصوں میں تو تم کو غنی کردیا ایسا غنی کردیا کہ تم ایسے لاکھوں جہانوں کو پال رہے ہو یہ معنی تفسیری سے نہیں بلکہ عول کے معنی پرورش ہے دیکھو بخاری شریف کتاب التفسیر سورۃ والضحیٰ اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔

ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کر دیا — ان کے دست سخاوت پہ لاکھوں سلام
جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا — اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام

اس جملہ کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم لوگ کبھی شیطان کی اتباع کرتے ہو کبھی نفس امارہ کی کبھی حکم الٰہی کی مگر مخلوق الٰہی میں ایک میں ہوں کہ سر سے قدم تک اتباع وحی کا پتلا ہوں میں صرف وحی الٰہی کی اتباع ہی کرتا ہوں میرا بولنا خاموش رہنا کھانا پینا سونا جاگنا غرضیکہ ہر ادا وحی الٰہی ہے **وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی** لوگو رب کی وحی ہوتی ہے اور میری جنبش و حرکات یا سکون ہوتا ہے جیسے آئینہ کا عکس آئینہ دار کی شکل و صورت لباس حرکات و سکون کی حکایت ہوتی ہے رب پردہ غیب میں ہے مجھے اس نے اپنا مظہر بنایا ہے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی چار قسم کی ہے بذریعہ فرشتہ الفاظ کی وحی تبلیغ کے لئے یہ ہے قرآن جس کے نزول کی ابتداء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس سال کی عمر شریف سے ہوئی اور وفات سے کچھ پہلے تک رہی۔ 23 سال دوسرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوابیں۔ تیسرے معراج میں بغیر واسطہ فرشتہ چوتھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کے خیالات و ارادے بلکہ ہر حرکت و سکون حتی کہ حضرات صحابہ کی خوابیں جس کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تصدیق فرماویں وحی کی ایک قسم ہے جیسے نماز کی اذان غرضیکہ ہمارے خیالات یا الہام ہوتے ہیں یا وہم وسوسہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خیالات ارادات سب وحی الٰہی ہیں۔ اس لئے نزول قرآن سے پہلے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے ہر حکم پر عامل تھے۔ **اللھم صل وسلم و بارک علی حبیبک محمد مالک الکون والمکان صاحب الجود والعطاء فی کل حین وان وعلی الہ واصحابہ الکرام۔ قل ھل یستوی الاعمی والبصیر** اس عبارت میں گزشتہ سارے مضمون کا خلاصہ بیان فرمایا گیا۔ **ھل** میں استفہام انکاری ہے **اعمی** سے مراد دل کے اندھے حق کافر ہیں جن کی نظر نبی کے صرف ظاہر پر ہے جو کہتے ہیں کہ ان کے پاس کچھ نہیں وہ بالکل بے خبر ہیں اس لئے ایسے واہیات مطالبے کرتے ہیں۔ اور **بصیر** سے مراد دل کی بصارت رکھنے والے مومنین ہیں جو جانتے مانتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست کرم اور خزانے میں سب کچھ ہے اور دیتے ہیں۔

خدا مطلع ساخت برجملہ غیب! — علی کل شئی خبیر آمدی!!
ابن مالک کو زد بشارت زدی! — اے مرے غیب داں ترے صدقے

یعنی فرمادو محبوب کہ کیا دل کے اندھے کافر اور دل کے انکھیارے مومن برابر ہیں ہرگز نہیں **افلا تتفکرون** یہاں سوال ترغیب کے لئے ہے فکر کے معنی ہیں سوچنا غور کرنا یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفات میں غور کرنا مراد ہے کیونکہ اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی صفات کا ذکر ہے نیز اس آیت کا نزول بھی کفار کے ان مطالبوں کے جواب میں ہے جن کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفات سے تھا تم میری ذات وصفات میں غور کیوں نہیں کرتے تاکہ تمہیں ایمان نصیب ہو جائے۔

www.alahazratnetwork.org

خلاصہء تفسیر: اس آیت کریمہ میں کفار عرب کے تین مطالبوں کا نہایت نفیس جواب دیا گیا ان کا پہلا مطالبہ یہ تھا کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو عرب کے پہاڑ سونے کے بنا دیں یہاں کی بنجر زمین کو قابل کاشت بنادیں یہاں پانی کی نہریں دریا جاری فرما دیں۔ دوسرا مطالبہ یہ تھا کہ آپ ہم کو منڈیوں کے آئندہ بھاؤ بتا دیا کریں کہ فلاں چیز سستی ہونے والی ہے فلاں چیز مہنگی تاکہ ہم اس کے مطابق تجارت کرکے خوب نفع کمایا کریں۔ تیسرا مطالبہ یہ تھا کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو کھاتے پیتے شادی بیاہ کیوں کرتے ہیں۔ بچے بیوی پرورش کرتے ہیں یہ کام نبوت کی شان کے خلاف ہیں نبی کو دنیاداری سے کیا تعلق نبی تارک الدنیا چاہئے اس آیت کریمہ میں ان تینوں مطالبوں کے نہایت نفیس جواب دیئے گئے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ اے محبوب ان کے جواب میں بطور تواضع آپ یہ فرمادیں یہ باتیں اپنے متعلق صرف آپ کی زبان سے کہتی ہیں کہ ہم نے نہ تو یہ دعویٰ کیا ہے کہ ہمارے پاس اللہ کے خزانے ہیں آؤ لے جاؤ اور نہ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ ہم غیب جانتے ہیں نہ ہمارا کام منڈیوں کے آئندہ بھاؤ بتاتے رہنا اور لوگوں کو امیر بناتے رہنا ہے نہ ہم نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ہم فرشتہ کی جنس سے ہیں کہ نہ ہم کو کھانے پینے کی حاجت ہے نہ ہم شادی بیاہ کریں نہ بچوں کی پرورش ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ ہم اللہ کے سچے نبی ہیں نبی کا کام اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف بلانا ہے اور اللہ کے احکام کی تبلیغ فرمانا ہم سے اس کے متعلق مطالبے کرو ہم اللہ کی وحی کے تابع ہیں جسے جو دیتے ہیں تو رب کے حکم سے اور رہتے جو بتاتے ہیں وہ رب تعالیٰ کے اذن سے فرمادو کہ تم دل کے اندھے ہو کہ نبی کا مرتبہ نہیں جانتے اس کا منصب نہیں پہچانتے مومن بصیرت والے دل کے آنکھیارے ہیں اندھے انکھیارے۔ برابر نہیں لہذا کافر مومن برابر نہیں تم ہماری ذات و صفات میں غور کیوں نہیں کرتے تاکہ تم ہماری شان ہمارا منصب جانو پہچانو یہ غور و فکر تمہیں ہدایت دے گا خیال رہے کہ آیات قرآنیہ مضمون کے لحاظ سے تین قسم کی ہیں۔ بعض آیات بالکل صاف ہیں اور واضح مطلب والی جیسے **قل هو الله احد** انہیں کہتے ہیں محکمات۔ بعض آیات گہرے مطلب والی جنہیں علماء ہی سمجھا سکتے ہیں یا جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمائیں جیسے **اقیموا الصلوة واتوا الزكوة** کہ صلوۃ وزکوۃ کا مطلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ سمجھاتے تو کوئی نہ سمجھ سکتا انہیں کہتے ہیں آیات مشکلات بعض مغلق مطلب والی آیتیں جن کا مضمون ناقابل فہم ہے انہیں کہتے ہیں آیات متشابہات یہ اللہ رسول کے درمیان راز و نیاز ہیں۔ رب فرماتا ہے **منه ايت محكمت هن ام الكتب واخر متشبهت** آیتیں بھی دو قسم کی ہیں۔ مقطعات جن کے معنی ہی سمجھ میں نہیں آتے جیسے الم وغیرہ دوسری آیات صفات جن کے معنی تو سمجھ آویں مطلب سمجھ سے وراء ہو جیسے **فثم وجه الله** یا جیسے **يد الله فوق ايديهم** یہ آیت نمبر آیات مشکلات سے ہے جسے علماء غور کرکے سمجھائیں گے اس آیت کی تین تفسیریں ہیں ایک تفسیر عالمانہ دوسری تفسیر جاہلانہ تیسری تفسیر عاشقانہ۔ تفسیر عالمانہ تو ہم نے عرض کر دی۔ تفسیر جاہلانہ اعتراض و جواب میں عرض کریں گے۔ تفسیر عاشقانہ انشاء اللہ تفسیر صوفیانہ میں عرض کی جاوے گی۔ یہاں اتنا سمجھو کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا لوگوں کو اپنے متعلق بتانا یا اپنا جمال لوگوں کو دکھانا اپنا فیض عطا فرمانا مختلف ہے جیسا کہنے والا سمجھنے والا ویسا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق اسے بتایا سمجھایا اور دکھایا کسی سے فرمایا **انما انا بشر مثلكم** کسی سے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں کسی سے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم برہان ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کچھ ہیں مگر مخاطب کی فہم کے مطابق بتاتے ہیں دکھاتے ہیں **ان اتبع الا ما يوحى الى** اپنے بتانے دکھانے میں وحی الٰہی اجازت الٰہی کی پیروی کرتا ہوں۔

www.alahazratnetwork.org

صدیق سے محبوب چھپائے نہیں جاتے — بوجہل کو محبوب دکھائے نہیں جاتے!

غرضیکہ حسن ایک ہے جلوے مختلف ہیں سورج کا جلوہ طلوع کے وقت اور ہے دوپہر میں اور۔ صاف آسمان ہو تو جلوہ اور ہے بادل میں اور حسن یوسفی ہاتھ کاٹنے والی عورتوں کی نظر میں اور، قید و سروں کی نظر میں کچھ اور۔ لائق عالم بچے کو الف ب پڑھاتا ہے منتہی طالب علم کو دقیق مسائل بتاتا ہے اس کے پاس سب کچھ ہوتا ہے مگر سیکھنے والے کی عقل و سمجھ کے مطابق تعلیم دیتا ہے اس آیت کریمہ میں اجنبیوں سے خطاب ہے۔ جو ابھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مانوس نہ تھے اسی لئے فرمایا گیا کہ اندھے اور آنکھ والے برابر نہیں۔

فائدے: اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ **پہلا فائدہ:** حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تواضع اور انکسار کے الفاظ بولنا ہمارے واسطے جائز نہیں یہ الفاظ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی فرما سکتے ہیں انہی کی زبان ان الفاظ کے لئے ہی ہے یہ فائدہ قل فرمانے سے حاصل ہوا۔ جیسا کہ تفسیر میں عرض کیا گیا کہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے متعلق ارشاد فرمایا **وھو خادعھم** اور فرمایا **و مکر اللہ** ہم اللہ تعالیٰ کے لئے یہ الفاظ استعمال نہیں کر سکتے جو اسے مکار یا خادع کہے وہ کافر ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے اپنے متعلق فرمایا۔ **انی کنت من الظالمین** حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے متعلق فرمایا **فعلتھا اذا وانا من الضالین** حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے متعلق فرمایا **ربنا ظلمنا انفسنا** لیکن اگر ہم ان حضرات کو ظالم یا ضال کہیں کافر ہو جاویں۔ **دوسرا فائدہ:** اللہ تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا اعلیٰ ظرف بنایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں سب کچھ اور تمام خوبیوں کے مالک مگر ضبط کا یہ عالم ہے کہ جن چیزوں پر فخر نہیں کرتے ان کا دعویٰ نہیں مولانا فرماتے ہیں۔

بر لبانش قفل و در دل رازہا — بند لبہا دل پر از آوازہا

قیمتی خزانہ پر مضبوط قفل ہوتا ہے یہ فائدہ **لا اقول** سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ:** اسرار ہمیشہ اغیار پر ظاہر نہیں کئے جاتے جن سے یاری ہو انہیں کو بتائے جاتے ہیں یہ فائدہ **لکم** سے حاصل ہوا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار سے یہ فرمایا جو یہاں مذکور ہے مسلمانوں سے اپنے راز دانوں سے فرمایا کہ ہم کو زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا فرمائی گئیں اور فرمایا کہ اگر ہم چاہیں تو سونے کے پہاڑ ہمارے ساتھ چلیں دیکھو کفار کے مطالبہ پر زمین سے پانی کے چشمے نہ بہائے مگر مسلمانوں کی عرض پر انگلیوں سے پانی کے چشمے بہادیئے چاند توڑ کر جوڑ دیا، ڈوبا ہوا سورج واپس بلا لیا صلی اللہ علیہ وسلم۔ **چوتھا فائدہ:** حضور صلی اللہ علیہ وسلم عطاء الٰہی اللہ کے خزانوں کے مالک ہیں جسے چاہیں باذن پروردگار عطا فرماویں یہ فائدہ **لا اقول لکم** فرمانے سے حاصل ہوا کہ خزانہ الٰہیہ کی ملکیت کی نفی نہیں فرمائی ملکیت کے دعوے کی نفی کی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ **انا اعطینک الکوثر** سیدنا عبداللہ ابن عباس نے کوثر کے معنی فرمائے خیر کثیر کسی نے پوچھا کہ لوگ کوثر کے معنی نہر بتاتے ہیں تو فرمایا وہ بھی خیر کثیر میں داخل ہے۔ (بخاری شریف کتاب التفسیر) اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ایک جگہ کوثر کے معنی کئے عالم کثرت۔ جنی برماسوی اللہ فرماتے ہیں۔

انا اعطینک الکوثر — ساری کثرت پاتے یہ ہیں

www.alahazratnetwork.org

اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام نے جنت مانگی جو عطا فرمائی گئی، دین و دنیا کی نعمتیں مانگیں اور منہ مانگی مرادیں پائیں اس کی تفصیل ہماری کتاب **سلطنت مصطفیٰ** میں ملاحظہ کرو۔ **پانچواں فائدہ**: حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب پر مطلع کئے گئے یہ فائدہ **لا اعلم الغیب** سے حاصل ہوا کہ یہاں بھی علم غیب کے دعویٰ کی نفی ہے نہ کہ علم غیب کی بلکہ نبی کے معنی ہیں خبر دینے والا یا خبر رکھنے والا کونسی خبریں غیب کی خبریں اگر شہادت کی خبر مراد ہو تو سارے اخبار اور ریڈیو ہی کا محکمہ بھی نبی ہو جاوے گا معاذ اللہ نبوت کے لئے علم غیب لازم ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا حضرات صحابہ کو غیبی چیزوں پر مطلع کیا دیکھو ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول۔ **چھٹا فائدہ**: اللہ تعالیٰ کا انسانیت پر احسان ہے کہ حضرات انبیاء کرام خصوصاً حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو جنس انسانی میں پیدا فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرشتوں یا جنات کی جنس سے نہیں یہ فائدہ **لا اقول لکم انی ملک** سے حاصل ہوا۔

انسانیت کو فخر ہوا تیری ذات سے ... بے نور تھا خرد کا ستارا تیرے بغیر

تیری دید بھی اب عید ہو گئی ... میں نے سنا ہے یار لباس بشر میں ہے

ساتواں فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صرف قرآن مجید کی ہی وحی نہیں ہوئی بلکہ اور بہت چیزوں کی وحی ہوئی بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول ہر فعل ہر حرکت ہر سکون وحی الٰہی سے ہے یہ فائدہ **ان اتبع الا ما یوحی الی** سے حاصل ہوا۔ یہاں یہ نہ فرمایا **ان اتبع الا القرآن** حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہادات بھی وحی الٰہی ہیں قرآن کریم فرماتا ہے **وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی**۔ **آٹھواں فائدہ**: جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ جانے نہ مانے وہ اندھا ہے اگرچہ سر کی آنکھیں رکھتا ہو اور جس نے جانا مانا پہچانا وہ انکھیارا ہے اگرچہ بظاہر نابینا ہو دیکھو یہاں آنکھ والے کافروں کو اندھا فرمایا گیا اور حضرات صحابہ کو بصیر یعنی آنکھ والا اگرچہ حضرت عبد اللہ ابن ام مکتوم صحابی نابینا تھے۔ مگر دل کے بینا تھے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کیا ہی خوب فرمایا۔

وہ ہے آنکھ ان کا جو منہ تکے وہ ہے لب جو محو ہو نعت کے

وہ ہے سر جو ان کے لئے جھکے وہ ہے دل جو ان پہ نثار ہے

نواں فائدہ: مومن کافر یوں ہی متقی فاسق یوں ہی جنتی دوزخی برابر نہیں ہو سکتے یہ فائدہ **ھل یستوی** الخ سے حاصل ہوا تو نبی اور امتی کیسے برابر ہو سکتے ہیں دینے والا سورج، بادل اور لینے والی زمین برابر نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم دینے والے داتا ہم سب بھیک لینے والے سائل ہیں پھر برابری کیسی۔ **دسواں فائدہ**: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں غور و فکر کرنا مومن کا کام ہے اور عبادت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں غور نہ کرنا طریقہ کفار ہے یہ فائدہ **افلا تتفکرون** سے حاصل ہوا اور دوسری جگہ قرآن کریم میں ہے **ثم تتفکروا ما بصاحبکم من جنۃ** دعا ہے کہ جو سانسیں باقی ہیں اللہ تعالیٰ اس کے فضائل سوچنے ان کی شان بیان کرنے میں گزار دے ساری عبادات مرتے ہی ختم ہو جاتی ہیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنا انشاء اللہ قبر میں بھی ہوں گی اور حشر میں بھی بلکہ حشر کا آغاز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے اظہار سے ہوگا اور حشر کا سارا دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت خوانی میں صرف ہوگا ورنہ خلقت کا حساب و کتاب و فیصلہ تو چند گھنٹوں میں ہو جاوے گا۔ **ان اللہ سریع الحساب**۔ **گیارھواں فائدہ**: اللہ تعالیٰ کے فرمان

www.alahazratnetwork.org

لہٰذا کلام اسی وقت ۔ ترک اطاعت ۔ قتل اسی وقت ہیں جیسے وحی جلی ہوتی ہے ویسے ہی خفی بھی ہوتی ہے ان اتبع الا مایوحی الی سے معلوم ہوا۔ العیون اور بغیر واسطہ کی تعلیم بھی ہے۔ بسا اوقات بارہا جماعت صحابہ کے سامنے حضرت جبریل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر حضرات صحابہ نے نہیں دیکھا کہ میں جبریل ہوں۔ یہ حکم آیا ہوں تم لوگ عمل کرو بلکہ سائل بن کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے جواب صحابہ کرام کو سنوا دیئے۔ اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان برزخ کبریٰ ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر آیات ابھی اترنے سے پہلے ان پر عمل کیا اور یہ وحی خفی تھی آپ بچپن شریف سے ہی متقی عارف تھے۔ چھ سات سال پہلے نماز کا حکم آیا بعد میں حکم وضو کی آیت مدینہ منورہ میں آئی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم وضو سے نماز پڑھتے ہوئے رہے۔ بارھواں فائدہ: قرآن کریم اور حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مختلف باتیں ارشاد ہوئی ہیں میں بشر ہوں نور نہیں۔ باں نہیں یہ کہ میں نہیں کہتا کہ میرے پاس خزانے ہیں نہیں یہ کہ مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے دی گئیں۔ یہ مختلف باتیں مختلف حالات کے لحاظ سے ہیں۔ مجتہدین سے گفتگو اور۔ منتہیوں سے گفتگو اور جیسا عقل و آنکھ والا ویسا اس سے خطاب حقیقت محمدیہ کو بجز رب کے کسی نے نہ جانا یہ فائدہ هل یستوی الا عمی والبصیر سے حاصل ہوا کسی نے کیا خوب کہا ہے

رخ تو بے پردہ تھا لیکن حسن بے پردہ نہ تھا   جز خدا بندوں نے حسن مصطفیٰ دیکھا نہ تھا

حسن یوسف سے کہیں بڑھ کر تھا حسن مصطفیٰ   بات یہ تھی اس کا کوئی دیکھنے والا نہ تھا

جمال یوسفی مصر میں پہچانا گیا جمال محمدی قبر و حشر میں پہچانا جائے گا کفار بھی کف افسوس ملیں گے یا لیتنی اتخذت مع الرسول سبیلا۔

پہلا اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز کے مالک و مختار نہیں جو کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مالک مانے وہ اس آیت کریمہ کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے۔ جواب: اس اعتراض کے چند جوابات ابھی تفسیر میں دیئے گئے ایک یہ کہ یہاں ان دونوں کے دعویٰ کی نفی ہے نہ کہ ان دونوں چیزوں کی فرمایا گیا لا اقول ورنہ اقول بے کار ہوگا۔ دوسرے یہ کہ یہاں کفار سے کہنے کی نفی ہے نہ کہ مسلمانوں سے کہنے کی اسی لئے لکم ارشاد ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا کہ مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں۔ رب تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے تم کو کوثر دی۔ فرمایا کہ انہیں اللہ و رسول نے غنی کر دیا فرمایا کہ رب نے آپ کو غنی کر دیا وغیرہ وغیرہ۔ تیسرے یہ کہ یہاں خزانے پاس ہونے کی نفی ہے نہ کہ ملکیت کی اسی لئے عندی فرمایا لا املک یا لی نہ فرمایا۔ چوتھے یہ کہ یہاں خزائن اللہ کی نفی ہے نہ کہ خزائن دنیاوی خزائن اللہ سے مخلوق پر قدرت مراد ہے۔ (تفسیر کبیر و روح البیان وغیرہ)۔ دوسرا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب نہیں جانتے اب اس آیت کے ہوتے ہوئے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا دعویٰ کرے وہ مشرک ہے دوسری جگہ رب تعالیٰ نے فرمایا قل لا یعلم من فی السموت والارض الغیب الا اللہ آسمان و زمین میں غیب کوئی نہیں جانتا اللہ کے سوا۔ جواب: اس اعتراض کے چند جواب ہیں۔ ایک الزامی باقی تحقیقی۔ جواب الزامی تو یہ ہے کہ یہ آیت تمہارے بھی خلاف

www.alahazratnetwork.org

ہے کہ تم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق غیب جانتے ہو کہ یہاں مطلقاً علم غیب کی نفی ہے حالانکہ غیب پر ایمان
موقوف ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے **یؤمنون بالغیب** دوسرے یہ کہ یہاں علم غیب کے دعوے کی نفی ہے نہ کہ علم غیب کی
جیسا کہ ابھی تفسیر میں امت تفسیر کے حوالے سے عرض کیا گیا۔ تیسرے یہ کہ یہاں ذاتی طور پر غیب جاننے کی نفی ہے اللہ کے بتانے
سے جاننے کی نفی نہیں۔ چوتھے یہ کہ دلائل، اندازہ، تخمینہ سے غیب جاننے کی نفی ہے بذریعہ وحی جاننے کی نفی نہیں۔ اسی لئے
آگے ارشاد ہے **ان اتبع الا ما یوحی الی**۔ اگر یہ توجیہیں نہ کی جاویں تو یہ آیت کریمہ بہت سی آیات واحادیث کے
مخالف ہوگی۔ رب فرماتا ہے کہ ہر تر و خشک چیز لوح محفوظ میں ہے نیز حضرت آدم اور دوسرے حضرات اور فرشتوں کو علوم
غیبیہ دیئے گئے رب تعالیٰ فرماتا ہے **وعلمناہ من لدنا علما**۔ یہ دونوں اعتراض درحقیقت اس آیت کی تفسیر جہالت ہے
جو دوسری آیات قرآنیہ کے بالکل خلاف ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا **وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون
فی بیوتکم** میں تم کو خبر دے سکتا ہوں کہ تم اپنے گھروں میں کیا کھاتے یا بچاتے ہو۔ حضرت خضر نے فرمایا تھا **ان یرھقھما
طغیانا وکفرا** یہ لڑکا کافر تھا اگر جیتا رہتا تو اپنے ماں باپ کو بھی کافر کر دیتا یہ ہی علم غیب ہے۔ جناب مسیح نے فرمایا **ابری
الاکمہ والابرص واحی الموتی باذن اللہ** یہ میں نے کی ملکیت واختیارات خصوصیہ کی تفسیر پوری جا چکی ہے۔
تیسرا اعتراض۔ یہاں تو تین چیزیں ہیں مگر **لا اقول** دو ہیں اس کی کیا وجہ ہے یا تو **لا اقول** تین ہوتے یا ایک۔ جواب
اس کی حکمت ابھی تفسیر میں عرض کی گئی کہ پہلے **لا اقول** کے ساتھ وہ دو چیزیں ذکر کی گئیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا
ہوئیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا دعویٰ نہیں کیا یعنی خزانہ الٰہی کی اور علم غیب کی عطاء اور دوسرے **لا اقول** کے ساتھ
وہ چیز بیان ہوئی جس کا دعویٰ بھی نہیں اور اس کی عطا بھی نہیں یعنی جنس فرشتہ سے ہونا۔ **چوتھا اعتراض:** اگر حضور صلی
اللہ علیہ وسلم خزانہ الٰہیہ کے مالک بنائے گئے ہیں تو خود ان کی اپنی بیویوں کے اولاد کیوں نہ ہوئی۔ سوا حضرت خدیجہ کے ساری
بیویاں اولاد کے لئے ترستی رہیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام کے ایک لڑکا پیدا نہ ہوا۔ لڑکیوں کو بھیجتے تھے بکریوں کو چرانے
کے لئے وہ لڑکے کو ترستے رہے نہ ملا۔ **جواب** یہ تم نے کہاں سے نکالا ان بزرگوں نے اولاد کی خواہش یا دعا کی
تھی نہیں اولاد نہ ہوئی اگر کرتے ضرور اولاد ہوتی۔ حضرت زکریا اور حضرت ابراہیم علیہما السلام نے بیٹے کی دعائیں کیں تو انہیں اللہ
نے ایسی حالت میں بیٹے بخشے جبکہ وہ خود بھی بوڑھے تھے ان کی بیویاں بھی بوڑھی تھیں بلکہ بانجھ تھیں اگر یہ حضرات روزے میں پیٹ بھر
کھاتے پیتے نہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ دانہ پانی کا مالک نہیں بلکہ رضاء الٰہی کے لئے کھاتا پیتا نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کے فقر و فاقہ وغیرہ میں ہزارہا حکمتیں ہیں۔ **پانچواں اعتراض:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ صرف قرآن کریم کی اتباع
چاہیے حدیث کوئی چیز نہیں دیکھو فرمایا گیا **ان اتبع الا ما یوحی الی** (چکڑالوی) **جواب** قرآن کی طرح حدیث بھی
وحی الٰہی ہے فرق اتنا ہے کہ قرآن وحی متلو ہے جس کی تلاوت نماز میں ہوتی ہے۔ حدیث کی تلاوت نماز میں نہیں ہوتی۔ وہاں
حدیث پر عمل نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ چونکہ سارے ارکان اسلام میں ہوتا ہے اس سے یہاں القرآن نہ فرمایا بلکہ دراز عبارت
ما یوحی الی ارشاد ہوئی نبی کی خواب بھی وحی ہوتی ہے دیکھو ابن کا قول۔ انبیاء کی خواب وحی ہے ابراہیم علیہ السلام نے
خواب دیکھنے پر چھری پھیر دی اگرچہ رب نے بچا لیا ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فرمایا **وما ینطق عن الھوی
ان ھو الا وحی یوحی** بلکہ بعض اولیاء اللہ کی خواب بھی رب کی طرف سے ہوتی ہے ... کی اذان حضرات صحابہ کی

www.alahazratnetwork.org

خواب سے اسلام میں جاری ہوئی جو قرآن نے بعد میں ان الفاظ میں آیت فرمائی اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ اور آیۃ و اذا نادیتم الی الصلوٰۃ ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعطاء الٰہی مخلوق کے حاکم اعلیٰ علی الاطلاق ہیں فلا و ربک لا یؤمنون حتی یحکموک حضور صلی اللہ علیہ وسلم معلم علی الاطلاق ہیں ویعلمھم الکتاب و الحکمۃ ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق کو ظاہری باطنی پاکیزگی عطا فرمانے والے ہیں۔ تطھرھم و تزکیھم بھا لہٰذا یہ آیت یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجبوری نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب اللہ ہونے کی ہے۔ بہت دفعہ آیت قرآنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مکی تھے تو قرآنی آیت مکی ہیں اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدنی ہوئے تو آیات قرآنیہ مدنی ہوئیں غرضیکہ بہت باتوں میں قرآن مجید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتا ہے۔ ما یوحی اور قرآن میں فرق ہے۔

چھٹا اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی قیاس یا اجتہاد نہیں فرماتے تھے۔ لہٰذا ہم مسلمانوں کو بھی صرف قرآن و حدیث پر عمل چاہیے اجتہاد و قیاس نہ کرنا چاہیے۔ دیکھو ارشاد ہوا ان اتبع الا ما یوحی الی (اہل حدیث)۔ جواب: اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتہاد و قیاس بھی وحی الٰہی ہے۔ اور مجتہدین اماموں کا قیاس مستقل حکم نہیں بلکہ حکم تو قرآن و حدیث کا ہے قیاس کے ذریعہ دوسری جگہ اسے جاری کیا جاتا ہے مثلاً حکم قرآن ہے کہ سود نہ کھاؤ۔ حکم حدیث ہے کہ ان چیزوں میں سود ہے سونا' چاندی' نمک' گندم' جو' کھجور وغیرہ مجتہد امام نے فرمایا کہ جوار' باجرہ' مکئی میں بھی سود حرام ہے تو امام نے قرآن و حدیث کی بتائی ہوئی حرمت جوار' باجرہ' چاول وغیرہ میں جاری کی علت مشترکہ کی وجہ سے لہٰذا یہ بھی وحی الٰہی کی اتباع ہی ہے اس کی مفصل بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھو۔

تفسیر صوفیانہ: قدرت نے ہر چیز کے دیکھنے کے لئے علیحدہ آلات پیدا فرمائے ہیں۔ باریک چیزیں خوردبین سے دیکھی جاتی ہیں دور کی چیزیں دوربین سے فضائی چیزیں دوربین سے۔ آسمانی چیزیں رصد کے ذریعہ ان سب چیزوں کو آنکھ ہی دیکھتی ہے مگر ان آلات کی مدد سے اسی طرح عقل کی آنکھ مختلف عینکوں سے مختلف چیزیں معلوم کر سکتی ہیں۔ بعض چیزوں کو صرف دلائل کے چشمہ سے بعض کو علامات سے بعض کو اسباب سے مگر نبی کی شان کو عشق کی عینک کے ذریعہ دیکھا جا سکتا ہے بغیر اس چشمے کے نبوت کی حقیقت معلوم نہیں ہوتی کفار عرب یہ چشمے بغیر دلائل سے نبی کی پہچان کرنا چاہتے تھے محروم رہے۔ دیکھو نبوت کے لئے بازار میں لگاتے تھے کہ نبی وہ جو غیب کی خبریں ہم کو بتائے۔ ہمارے منہ مانگے معجزے دکھائے سونے کے پہاڑ بنائے۔ فرشتوں کی سی زندگی گزارے کہ نہ کھائے نہ پئے نہ نکاح کرے گھر بار بیت کے لئے کوئی شرط نہ لگاتے تھے حتی کہ چاند سورج تاروں بلکہ لکڑی پتھروں کو خدا مان لیتے تھے لوان چیزوں میں انہوں نے کونسا کمال دیکھا تھا یہ تھی خالص عقل کی کرشمہ سازی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسے تاجدار محبوب کو نبی نہیں مانتے مگر پتھروں کو خدا مان لیتے ہیں چونکہ ان کے یہ سب لیے محض عقل تھے خدا ہی تھے حضرات صحابہ کرام نے عشق میں ڈوب کر جو بھی مطالبہ کیا اس سے بڑھ کر معجزہ دکھایا۔ انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری کر دیئے پتھروں سے کلمہ پڑھوا دیا چاند چیر دیا سورج واپس لوٹا دیا وغیرہ وغیرہ کیونکہ ان صحابیوں کی بنا محض عقل پر نہ تھی عشق۔ تھی مالک کو اپنا اور سارا کچھ تمہارا ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام کا بعض وقت

www.alahazratnetwork.org

[illegible]

[illegible] لا اقول لکم [illegible] حضور صلی اللہ [illegible]

[illegible] حضور صلی اللہ علیہ [illegible]

[illegible] من اللہ نور و کتاب میں حضور صلی اللہ علیہ [illegible]

[illegible]

ہے اور نعت کی آیات میں [illegible] مومنین یا صحابہ کرام [illegible]

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ

[illegible]

وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ

[illegible]

www.alahazratnetwork.org

تعلق: اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیت کریمہ میں کفار کے تین مطالبات رد کئے گئے تھے اب حکم ہو رہا ہے کہ محبوب آپ اپنا وہ کام کیے جاویں جس کے لئے آپ بھیجے گئے ہیں یعنی تبلیغ گویا خلاف منصب مطالبات کی تردید کے بعد منصب نبوت کے فرائض پر آمادہ کا حکم دیا جا رہا ہے۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں ان لوگوں کو جواب دیئے گئے جن کے دل میں خوف خدا نہیں اس سبب سے وہ نبی سے نامناسب مطالبات کرتے ہیں۔ اب ان لوگوں کو تبلیغ فرمانے کا حکم ہے جن کے دلوں میں خوف خدا ہے گویا بے خوف لوگوں کے ذکر کے بعد خوف خشیت والوں کا ذکر ہے۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلوایا گیا کہ ہم صرف وحی الہی کی پیروی کرتے ہیں اب اس وحی کا ذکر ہے کہ آپ پر وحی یہ ہوئی کہ لوگوں کو ڈرائیں۔ **چوتھا تعلق:** پچھلی آیات کریمہ میں ارشاد ہوا تھا کہ دنیا میں بعض ایسے لوگ ہیں جن کی آنکھیں ہیں وہ اندھوں کے برابر نہیں۔ اب ان آنکھیں والوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ آپ انہیں تبلیغ فرمائیں آپ کی تبلیغ انہیں مفید ہوگی۔ **پانچواں تعلق:** پچھلے ارشاد ہوا تھا کہ ہم حضرات انبیاء کو بشارت اور نذارت کے لئے بھیجتے ہیں اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے کہ چونکہ آپ نبی ہیں لہٰذا آپ مخلوق کو ڈرائیں گویا نبوت کے متعلق قانون ربانی تھا پہلے سوالات اب اس کا [illegible] ہے۔

تفسیر: وانذر به یہ عبارت جس میں خطاب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کیونکہ اصل بشیر و نذیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور من اللہ ہیں باقی تا قیامت علماء اولیاء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بشیر و نذیر ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ کے نائب اعظم ہیں اور یہ علماء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب علماء کی تبلیغ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تبلیغ ہے لہٰذا یہ حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور ہم سب کو حکم ہے۔ یعنی بہ سے مراد یا تو قرآن مجید ہے یا وحی الٰہی لہٰذا بہ فرمایا گیا کہ قرآن مجید بشیر و نذیر نہیں وہ تو بشارت و نذارت ہے۔ بشیر و نذیر تو آپ ہیں قرآن ہدایت ہے ہادی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ قرآن علم ہے معلم حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ قرآن حکم ہے حاکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں قرآن فیصلہ ہے اور فیصلہ کن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں قرآن ظاہری و باطنی [illegible] ہے [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جیسے پانی صاف پاکی و صفائی [illegible] [illegible] لتخرج الناس۔ انک لتهدی الی صراط مستقیم۔ تطهرهم و تزکیهم اور ویعلمهم الکتاب والحکمة [illegible] تعالیٰ [illegible] معنی میں ہے کہ قرآن یا [illegible] اللہ سے [illegible] صحیح [illegible] ایمان کا [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی [illegible] حاصل [illegible] شیطان [illegible] الی احالک اللہ [illegible] [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ [illegible] معرفت [illegible] اللہ کی طرف سے [illegible] [illegible] معرفت [illegible]

dahazriatnetwork.org

تسکین حاصل کرتی ہے بندے تمہاری معرفت میرا خوف حاصل کریں ان ہی [illegible] بشارت خاص بندوں کو
ہوتی ہے مگر ڈرانا سب کو مومن و کافر و منافق سب ہی کو ڈرایا جاتا ہے۔ [illegible] بشارت [illegible] میں اسی لئے یہاں صرف
ڈرانے کا ذکر ہوا۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ بہ کا مرجع عذاب ہے تب بھی یہ ہی معنی ہیں گے **الذین یخافون** یہ عبارت انذر کا
مفعول ہے **الذین** سے مراد یا تو سارے انسان ہیں مومن ہوں یا کافر صرف [illegible] یا صرف مومنین فقیر کے نزدیک تیسرا احتمال قوی
ہے لہذا خوف سے مراد اندیشہ و فکر ہے۔ [illegible] تعالیٰ ہر مومن کو خاتمہ خراب ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے اسی خوف پر ایمان کی
بنیاد قائم ہے وہ ہی اندیشہ یہاں مراد ہے یہ خوف ہر گنہگار و پرہیز گار کو لگا رہتا ہے [illegible] مرتے دم تک رہتا ہے جب ہی تو حضرت یوسف
و موسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام دعا فرماتے ہیں۔ **توفنی مسلما والحقنی بالصالحین** تو کوئی بھی [illegible] بے خوف نہیں
حیثیت ہیں۔ فرق خوف کی قسمیں اور قسموں کے احکام کہ کون خوف ایمان ہے کونسا خوف [illegible] کونسا خوف کفر کونسا خوف
تقویٰ کی اصل ہم بارہا بیان کر چکے ہیں اور یہ کہ حضرات انبیاء کرام کو کس قسم کا خوف ہوتا ہے حضرات اولیاء کس خوف سے
آزاد ہیں انشاء اللہ یہ ہم اس آیت کی تفسیر میں عرض کریں گے **لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون۔ ان یحشروا الی**
ربہم یہ عبارت **یخافون** کا مفعول ہے حشر کے معنی ہیں جمع ہونا [illegible] اجتماع میدان
محشر میں [illegible] ہوگا۔ لہذا اس میں [illegible] کے معنی [illegible] ہیں اس سے جدا [illegible] محشر میں [illegible] کی حکومت نہ ہوگی
صرف رب تعالیٰ سے بندوں کا سروکار ہوگا وہاں کوئی دنیاوی [illegible] نہ ہوگا اس سے وہاں جانے کو رب کی طرف جانا فرمایا گیا چونکہ
اس حساب و کتاب کی وجہ حق تعالیٰ کی ربوبیت ہے کہ [illegible] کی روزی کھائی ہے [illegible] حساب [illegible] اس لئے **الی اللہ** نہ فرمایا
الی ربہم فرمایا **لیس لہم من دونہ ولی ولا شفیع** یہ عبارت **یحشروا** کی ضمیر **ہم** سے حال ہے **لہم** **لیس** کی خبر
مقدم ہے اور ولی اس کا اسم موخر **من دونہ** ثابت کے متعلق ہو کر ولی کی صفت ہے یہی چیز ان مومنوں کے خوف کا سبب
ہے **دون** **غیر** **سوی** **الا** **حاشا** ان سب کے معنی ہیں سوا مگر ان لفظوں میں نہایت نفیس فرق ہے کلمہ طیبہ
ہے **لا الہ الا اللہ** یہاں اگر بجائے الا اللہ کے دون اللہ پڑھا جاوے تو غلط ہے اور یہاں **من دونہ** ہے اگر یہاں [illegible] وغیرہ
وغیرہ پڑھا جاوے تو غلط ہے انشاء اللہ یہ فرق تفصیل کے ساتھ ہم سورۂ کہف [illegible] میں عرض کریں گے اور ہم نے اپنی کتاب
علم القرآن میں بھی [illegible] کچھ عرض کر دیا ہے یہاں اتنا سمجھ لو کہ **دون** کے لغوی معنی ہیں مقابل [illegible] علیحدہ [illegible] تعلق رب
تعالیٰ [illegible] **ووجد من دونہم امراتین تذودان** [illegible]
دون [illegible] اللہ تعالیٰ کے مقابل یا غیر [illegible] یہاں اگر
الذین سے [illegible] ہیں تو **من دونہ** سے [illegible] اللہ کے مقبول بندے [illegible] شفاعت [illegible] **دون** [illegible]
[illegible] **ولی**
عام ہے **شفیع** خاص ہم شفاعت کے معنی شفاعت کی قسمیں [illegible] اور مستحقین شفاعت [illegible] کی
شفاعت [illegible] بحث تیسرے پارہ آیت الکرسی **من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ** [illegible]
مسلمان [illegible] اس سے ڈرتے ہیں [illegible]
کہ ہمارا کوئی دوست اور حامی نہ ہوگا [illegible] انہیں [illegible] وہ ہی اس سے فائدہ حاصل کریں

www.alahazratnetwork.org

کہ **لعلهم یتقون** میں بشارت اور رحمت ہے اور **الذین یخافون** سے مراد مومنین ہیں۔ تقویٰ سے مراد ہے گناہ سے بچنا یہ ہے [illegible] یا تقویٰ و پرہیزگاری [illegible] آپ ان مسلمانوں کو اس لئے تبلیغ کریں کہ وہ متقی بن جاویں یا متقی رہیں۔

خلاصہ تفسیر۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رب کی طرف سے مبلغ اور داعی الی اللہ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ و دعوت چار طرح سے ہے [illegible] امید الٰہی [illegible] دلائل [illegible] محبت و عشق کے ذریعہ [illegible] والی تبلیغ عام ہے اور پہلی تینوں [illegible] یہاں ان عام اور پہلی تبلیغ کا [illegible] فرمایا گیا اللہ و بشارت یا دلائل عشق کا ذکر نہیں ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا [illegible] ایک [illegible] دوسرا مومن کے تیسرا متقین کے لئے [illegible] پانچوں [illegible] یہاں کون سا [illegible] مراد ہے اس کے متعلق ہم نے تفسیر میں اشارۃً عرض کیا۔ اس آیت [illegible] کی تین تفسیریں ہیں [illegible] ایک تفسیر [illegible] ہم اسی تفسیر کا خلاصہ عرض کرتے ہیں اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] بحث و محنت میں [illegible] آپ سے فیض حاصل نہ کریں تو آپ اس قرآن مجید کے ذریعہ ان مسلمانوں کو اللہ کے عذاب اس کی ناراضی سے ڈراتے رہیں [illegible] کہ نہیں ہم سے [illegible] ایمان چھین نہ جاوے [illegible] خاتمہ [illegible] اگر [illegible] ایسا ہو گیا تو ہم قیامت کے دن رب تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسی بیکسی [illegible] حالت میں اکیلے پیش ہوں گے کہ نہ تو کوئی ہمارا اس دن دوست ہوگا جس سے [illegible] اور نہ کوئی ہمارا سفارشی ہوگا جو بارگاہ الٰہی میں ہماری شفاعت کرکے ہمارے گناہ بخشوا دے ہم کو سزا سے بچا لے [illegible] بے قرار [illegible] مسلمان آپ کے ڈرانے سے [illegible] آپ انہیں ہمیشہ عذاب الٰہی سے ڈراتے رہیں [illegible] متقی [illegible] ایمان [illegible] اللہ کے مقبولوں سے رشتہ غلامی قائم ہوتا ہے۔ تقویٰ کے ذریعہ ان حضرات سے تعلق غلامی قائم رہتا ہے [illegible] اور تعلق کا فرق ہم ابھی تفسیر صوفیانہ میں عرض کریں گے انشاء اللہ۔ یہاں اتنا سمجھ لو کہ دنیا میں محبت کی [illegible] وجہیں [illegible] مگر آخرت میں محبت کا ذریعہ صرف ایک ہے نسبت جو رشتہ ایمانی سے میسر ہوتی ہے باقی تمام محبتیں قیامت میں عداوتوں میں تبدیل ہو جاویں گی۔ **الاخلاء یومئذ بعضهم لبعض عدو الا المتقین** [illegible] محبت [illegible] فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے **المرء مع من احب** آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت [illegible]

فائدہ [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم رب تعالیٰ کی طرف سے [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم بشارت صرف مسلمانوں [illegible] اللہ [illegible] سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ [illegible] قرآن مجید [illegible] بشارت [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] اللہ [illegible] سے حاصل [illegible] سارے [illegible] قرآن مجید کا [illegible] تیسرا فائدہ [illegible]

www.alahazratnetwork.org

اسے ایمان فرمائی ہے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت حاصل ہو، وہ بیکار ہے یہ فائدہ انذر بہ فرمانے سے دوسری تفسیر سے حاصل ہوا آپ اللہ سے ڈراتے ہیں۔ چوتھا فائدہ۔ کوئی شخص بلاواسطہ رب سے کوئی فیض نہیں لے سکتا جو کچھ ملے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت ملے گا یہ فائدہ انذر بہ کی تیسری تفسیر سے حاصل ہوا۔ آپ اللہ کی طرف سے ڈراتے ہیں۔ **پانچواں فائدہ۔** حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت و نذارت تاقیامت جاری ہے۔ حیات ظاہری کے زمانہ میں بلاواسطہ تھی پردہ فرمانے کے بعد علماء و اولیاء اللہ کے ذریعہ سے یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض جاری ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ فرض انجام دیتے ہیں یہ فائدہ **الذین یخافون** کے مطلق فرمانے سے حاصل ہوا۔ **چھٹا فائدہ۔** جس کے دل میں خوف خدا کا جذبہ ہو اس کو ڈرانا مفید ہوتا ہے۔ غافل و مردہ دل کو ڈرانا اسے مفید نہیں ہوتا اگرچہ ڈرانے والے کو ثواب مل جاتا ہے یہ فائدہ **یخافون** سے حاصل ہوا۔ **ساتواں فائدہ۔** قیامت میں اللہ تعالیٰ کا بڑا عذاب ہو گا کہ انسان وہاں بے کس ہو اس کا کوئی دوست اور شفاعت کرنے والا کوئی نہ ہو یہ عذاب کفار کو ہو گا۔ یہ فائدہ **لیس لهم من دونه ولی** سے حاصل ہوا۔ **آٹھواں فائدہ۔** ان شاء اللہ قیامت میں مسلمان اکیلا نہ ہو گا اس کے دوست بھی ہوں گے اور شفاعت کرنے والے بھی شفاعت کا سب سے پہلا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد ہو گا اس کے بعد بہت شفیع ہوں گے یہ فائدہ بھی **لیس لهم** ولی سے حاصل ہوا۔ مومن و کافر دونوں کی [illegible] مختلف طرح [illegible] اپنے دوستوں کے ساتھ [illegible] شکل میں رب تعالیٰ کے سامنے ایسے [illegible] جیسے [illegible] غلام مہربان آقا کے [illegible] اور کافر رب کے سامنے ایسے پیش ہو گا جیسے پھانسی کا ملزم ناراض حاکم کے روبرو قرآن کریم فرماتا ہے **یوم نحشر المتقین الی الرحمن وفدا ونسوق المجرمین الی جهنم وردا اللهم ارزقنا شفاعة حبیبک صلی الله علیه وسلم** حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ ہی گناہ [illegible] چھٹکارا پائے گا اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا۔

میں مجرم ہوں آقا مجھے ساتھ لے لو
کہ رستے میں ہیں جا بجا تھانے والے

اچھوں کے ساتھ برے بھی [illegible] جاتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو اچھوں سے اچھے ہیں ان کے ساتھ ہی انشاء اللہ ہم سب [illegible] کی پردہ پوشی ہو جاوے گی۔ **نواں فائدہ۔** [illegible] متقی [illegible] خوف چاہیے کوئی شخص اپنے عمل پر تقویٰ پر ناز نہ کرے [illegible] ہو جاتے ہیں [illegible] کھیت جل جاتے ہیں۔

[illegible]

یہ فائدہ **لعلهم یتقون** سے حاصل ہوا۔ جس قدر ایمان قوی اسی قدر [illegible] خوف زیادہ اللہ تعالیٰ اپنے [illegible] عشق نصیب کرے۔ خوف خدا، عشق جناب مصطفیٰ اللہ کی بڑی نعمت ہے۔

پہلا اعتراض۔ تمہارے بیان کردہ تفسیر سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف مسلمانوں کو ڈراتے ہیں [illegible] نہیں۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کے لئے بشیر و نذیر ہیں۔ **جواب۔** حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت و نذارت کا فائدہ صرف مسلمان اٹھاتے ہیں [illegible] مسلمانوں [illegible] یہاں [illegible] **دوسرا اعتراض** یہاں **انذر** کے بعد فرمایا گیا **یخافون** [illegible] ڈرانے [illegible] **جواب** [illegible] فائدہ [illegible] ڈرنے کی برکت سے وہ ڈر قائم رہے گا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **یا ایها الذین آمنوا آمنوا** اے ایمان والو ایمان لاؤ

www.alahazratnetwork.org

یعنی ایمان پر قائم رہو ہمیں ایمان منجانب خدا ملا ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے لور اس کا بقا بھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کرم سے ہے گلشن ایمان کی بہار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دم قدم سے ہے۔

شعر۔ فیض تو چمن چنوں کند اے ابر بہار — کہ گر خار و گر گل ہمہ پروردہ تست

تیسرا اعتراض۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت میں بعض لوگ بعض کے ولی ہوں گے۔ بعض شفیع۔ مگر دوسری جگہ قرآن کریم فرماتا ہے۔ **وما لکم من دون اللہ من ولی ولا نصیر** وہاں کوئی کسی کا نہ ولی ہے نہ مددگار آیتوں میں تعارض ہے۔ **جواب** وہاں اس آیت میں غور نہیں ہے واقعی کافروں کا کوئی مددگار ہو گا۔ شفیع لور یہاں مومنوں کا ذکر ہے مومنوں کے لئے سب ہوں گے رب فرماتا ہے **انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوۃ**۔ اور فرماتا ہے **واجعل لنا من لدنک ولیا واجعل لنا من لدنک نصیرا** اور فرماتا ہے و **من یضلل فلن تجد لہ ولیا مرشدا** اور فرماتا ہے **و من یضلل فلن تجد لہ نصیرا** اور فرماتا ہے **وما للظلمین من انصار**۔ چوتھا اعتراض یہاں پہلے ذکر ہوا انذر و ڈراوا خوف کا آخر میں تقوی کا ذکر فرمایا کہ **لعلہم یتقون** تو پہلے ہی متقی ہوں وہ پھر متقی کیسے بنیں گے تحصیل حاصل ناممکن ہے۔ **جواب** اس اعتراض کے جواب گزشتہ مضمون سے معلوم ہو گئے کہ اگر **الذین یخافون** سے مراد کفار ہیں تو یہاں تقوے سے مراد ہے ایمان قبول کر لینا اور اگر مراد گنہگار مسلمان ہیں تو یہاں تقوے سے مراد ہے پرہیزگار بن جانا اور اگر وہاں متقی مسلمان مراد ہیں تو یہاں تقوی سے مراد ہے تقوی پر قائم رہنا یا تقوی کے لونی درجے سے ترقی کر کے اعلی درجہ میں پہنچ جانا۔

تفسیر صوفیانہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی رحمت کا عالمگیر بادل ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کرم عالمگیر بارش حضرات علماء اولیاء اس بارش سے بھرے ہوئے دریا ہیں یا بڑے تالاب۔ ہم سب لوگ وہ زمین ہیں جو ہر وقت بادل کی محتاج افتادہ بنجر زمین ہیں مومن قدرتی زرخیز زمین۔ زمین خواہ کیسی ہی اعلیٰ ہو اس میں تخم کتنا ہی اچھا بویا گیا ہو مگر وہ کسی وقت بھی بادل سے بے نیاز نہیں وہ کھیتی بلاواسطہ یا بالواسطہ ہمیشہ بارش کی محتاج رہتی ہے یہاں ارشاد ہوا کہ اے محبوب وہ مسلمان جن کے دلوں میں خوف الہی کا تخم تم نے بو دیا قرآن سے بے توجہ نہ ہو جاؤ ان پر ہمیشہ نذرات کا مینہ برسانے جاؤ یہ لوگ تمہاری حیات شریف میں بلاواسطہ تم سے اور تمہارے پردہ فرمانے کے بعد تمہارے بنائے ہوئے دریاؤں تالابوں سے پانی لیتے رہیں تاکہ ان کھیتوں میں تقوی کے پھل پھول لگیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ یہاں ولی سے مراد حضرات اولیاء اللہ ہیں اور شفیع سے مراد انبیاء کرام و حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے وابستہ رہتے ہوئے مرتے ہیں انہیں قیامت میں ان کی شفاعت سے کچھ ملے۔ جو ان سے ناآشنا ہو گئے وہ سب سے محروم رہے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا۔

کھولیں گے کھاتے پھرتے ان کے در پہ رہ — قافلہ تو اے رضا اول گیا آخر گیا!!

صوفیاء فرماتے ہیں کہ جیسے جسمانی رشتے جان سے قائم ہیں جان نکل جانے کے بعد سارے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں اور رشتوں سے فائدہ تعلقات سے حاصل رشتہ داروں سے ملتے جلتے رہنا یکسو ہو کر مرتے ہیں جیسے ان کا حق چار صحبت پیدا نہیں ہوتے تو بیگانگی پیر و مرشد الستہ متقیوں سے رشتہ روحانی ہے جو ایمان کے ذریعہ قائم رہتا ہے ایمان گیا یہ سارے رشتے گئے مگر پیر حضرات سے تعلق قائم رکھنا ضروری ہے جو چاہتا ہے کہ مرتے وقت شریف کی شفاعت سے ان کی اتباع اس تعلق کے

www.alahazratnetwork.org

قائم رب کے ذریعہ ہے۔ جس کو ایمان و تقویٰ پر جما نصیب ہو جاوے وہ دنیا میں مرتے وقت قبر میں محشر میں اور بارگاہ الٰہی میں پیشی کے وقت اکیلا نہیں ہوتا بلکہ اپنے شفیع اپنے نبی اپنے ولی اپنے مددگاروں کے ساتھ رہتا ہے۔ رب کی بارگاہ میں اکیلا پیش ہونا رب کا عذاب ہے کہ وہاں مارا قہار کا مارا جاتا ہے مگر اپنے مددگاروں شفیعوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیش ہونا رب کی رحمت ہے۔ ان کی برکت سے جلال جمال بن جاتا ہے قہر مہر میں غضب رحم میں انتقام عفو میں تبدیل ہو جاتا ہے تمام تمناؤں کی جڑ انھیں فرماتا ہے یوم ندعو کل اناس بامامھم دنیا میں اکیلے نہ رہو ورنہ کسی کی مدد نہ ہو بے یارو مددگار قیامت میں نہ اٹھو ورنہ مارے جاؤ گے کسی دامن سے وابستہ ہو رب کے سامنے جاؤ حضرت ابو سفیان فتح مکہ کے دن حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے دامن میں چھپ کر بارگاہ رسالت میں پیش ہوئے تو جان بھی بچی امان بھی پائی ایمان بھی ملا عرفان بھی ملا رب رحمان سب کو نصیب کرے۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ

اور نہ نکالو ان لوگوں کو جو پکارتے ہیں رب کو اپنے صبح میں	اور شام میں ارادہ کرتے ہیں
اور دور نہ کرو انہیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں	صبح اور شام اور اس کی رضا چاہتے

وَجْهَهٗ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ

کی رضا کا نہیں ہے اوپر تمہارے ان کے حساب سے کوئی چیز اور نہیں تمہارے حساب سے اوپر ان کے کوئی
ہیں تم پر ان کے حساب سے کچھ نہیں اور ان پر تمہارے حساب سے کچھ نہیں پھر انہیں تم

شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۲﴾

چیز کہ تم نکال دو انہیں پس ہو جاؤ تم بے انصافی والوں میں سے
دور کرو تو یہ کام انصاف سے بعید ہے

تعلق: اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں خوف خدا رکھنے والے مسلمانوں کو ڈرانے کا حکم دیا گیا تھا کہ وہ ایمان، تقویٰ پر قائم رہیں اب انہیں ان کی مجلس سے نہ ہٹانے کا انہیں اپنے پاس سے نہ ہٹانے کا حکم دیا جا رہا ہے کہ یہ بھی حق ہے۔ قائم رکھنے کا ایک ذریعہ ہے گویا قولی تبلیغ کے حکم کے بعد عملی تبلیغ کا حکم ہے۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں مسلمانوں کو ایمان و تقویٰ پر قائم رکھنے کا ایک طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا ہے انہیں اب رضائے الٰہی کے حصول کا دوسرا طریقہ بتایا جا رہا ہے کہ انہیں اپنی صحبت میں رکھنا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خوف خدا پیدا ہوتا ہے۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیت میں مسلمانوں کو بتایا گیا تھا کہ ہماری بارگاہ میں اکیلے حاضر نہ ہوں اپنے مددگاروں شفاعت والوں کے ساتھ آئیں اب ان کے اکیلے رب تک رسائی کا ذریعہ بتایا جا رہا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے

www.alahazratnetwork.org

سے نکالے نہ جائیں یہ سوالاسی دوکان سے ملتا ہے اور نکالے نہ جانے کا راز یہ ہے۔ صبح و شام اللہ کا ذکر اور تقویٰ۔

ٹھوکریں کھاتے پھرو گے ان کے در پہ پڑ رہو ۔۔۔ قافلہ تو اے رضا اول گیا آخر گیا!

چوتھا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ مسلمانوں کو ڈراتے رہیے اب فرمایا جارہا ہے کہ مسلمانوں کو عملی بشارت دیتے رہیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ان حضرات کے لئے عملی بشارتوں کا مجموعہ تھی کہ انہیں رب تعالیٰ نے اپنے محبوب کی صحبت کے لئے چن لیا۔ **پانچواں تعلق:** پچھلی گزشتہ آیت میں محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا کہ ان ازلی محروم کفار سے فرمادیجئے کہ ہم نے خدائی خزانوں کے مالک ہونے کا غیب جاننے کا دعویٰ نہیں کیا ہم سے اس کے متعلق مطالبات نہ کرو اب فرمایا جارہا ہے کہ اپنے پیارے بندوں کو اپنے پاس بٹھا کر اپنی صحبت میں رکھ کر غیبی خزانے بھی بخش دو انہیں غیبی خبریں بھی سنادو یعنی محرومین کو محروم رکھنے کا حکم دینے کے بعد مرزوقین کو سب کچھ دے دینے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ گویا محرومین کی محرومیت کے بعد خوش نصیبوں پر رحمت کا ذکر ہے۔ **چھٹا تعلق:** تبلیغ کے چار طریقے ہوتے ہیں' ورانا' امید ولانا' ولائل' عشق و محبت پیدا کردینا ڈرانے والی تبلیغ کا ذکر پچھلی آیت میں ہوا۔ عشق و محبت والی یا دلائل والی تبلیغ کا ذکر اب ہے کہ محبوب انہیں اپنے سے جدا نہ کرو تا کہ انہیں عشق و محبت کی نعمت ملے یہ بھی ایک قسم کی تبلیغ ہے گویا ابتدائی تبلیغ کے بعد انتہائی درجہ کی تبلیغ کا ذکر ہے۔

شان نزول: احمد۔ طبرانی نے حضرت ابن مسعود سے ابن جریر و بیہقی نے حضرت خباب سے روایت کی۔ رضی اللہ عنہم کہ ایک بار اقرع ابن حابس تمیمی اور عیینہ ابن حصن فزاری وغیرہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت بلال' صہیب' عمار و خباب وغیرہم فقراء صحابہ کے پاس بیٹھا ہوا ان سے باتیں کرتا پایا (رضی اللہ عنہم اجمعین) ان کی مفلسی کا یہ حال تھا کہ ان میں سے اکثر کے جسموں پر صرف ایک کمبل تھا ان لوگوں نے ان حضرات صحابہ کو نظر حقارت سے دیکھا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم لوگوں کو ان فقراء کے ساتھ بیٹھتے شرم آتی ہے۔ لوگ ہم کو ان کے ساتھ بیٹھا دیکھیں گے تو ہمیں کیا کہیں گے آپ ان کو اپنے پاس سے نکال دیں تو ہم آپ کے پاس بیٹھا کریں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ درخواست رد کر دی۔ تب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ بعض روایت میں ہے کہ اس پر وہ کفار بولے کہ اچھا آپ ان کو نکالیں نہیں بلکہ ایک خاص وقت ہمارے لئے مخصوص فرمادیں۔ جس میں صرف ہم لوگ آپ کے پاس بیٹھ کر آپ کا وعظ سنا کریں کوئی فقیر غریب اس وقت یہاں نہ ہوا کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اصرار سے عرض کیا کہ حضور اس میں حرج نہیں ابھی ان میں غرور نخوت ہے ممکن ہے کہ حضور کی صحبت سے یہ ایمان قبول کرلیں اور بعد میں ان کے دل سے یہ غرور نکل جاوے۔ تبلیغ دین کے لئے یہ منظور فرمالیں تو حرج نہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمالیا۔ کفار بولے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو اس وعدے کی تحریر دے دی جاوے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کاغذ و قلم دوات لے کر لکھنے کے لئے حاضر ہوئے۔ اس آیت کے نزول سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کاغذ وغیرہ پھینکوادیئے اور حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میں نے اس اصرار سے توبہ کی پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہی رہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب تک باہر رہتے ہم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بالکل

www.alahazratnetwork.org

قریب بیٹھتے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان فقراء سے فرمایا کرتے تھے میری زندگی و موت تمہارے ساتھ ہے اس کے نزول کے متعلق اور بہت سی روایت ہیں (تفسیر خازن' روح المعانی' تفسیر کبیر' روح البیان' خزائن العرفان' تفسیر مدارک وغیرہ) بعض مفسرین نے ان فقراء صحابہ میں حضرت سلمان فارسی کو بھی شمار کیا ہے مگر یہ درست نہیں کیونکہ سورہ انعام مکیہ ہے اور حضرت سلمان فارسی بعد ہجرت مدینہ منورہ میں ایمان لائے۔ واللہ ورسولہ اعلم اس کی تحقیق اس جگہ تفسیر خازن میں دیکھو ان کفار نے فقراء مسلمین کے اخلاص و ایمان پر بھی طعن کیا کہ بولے یہ لوگ جو آپ پر ایمان لائے ہیں دل سے ایمان نہیں لائے بلکہ فقر و فاقہ کی وجہ سے کلمہ پڑھ کر آپ کے گرد جمع ہو گئے ہیں تا کہ اس بہانہ انہیں کھانے پینے کو مل جایا کرے (دیکھو معانی' بیان وغیرہ)۔

تفسیر **ولا تطرد الذین یدعون ربھم** یہ جملہ نیا ہے اس لئے اس کا واو ابتدائیہ ہے **لا تطرد** میں خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے **تطرد** بنا ہے **طرد** سے بمعنی بلا وجہ نکالنا اخراج بمعنی مطلقاً نکالنے کو کہا جاتا ہے۔ خواہ جبراً ہو یا بخوشی جیسے کوئی شخص آپ کے پاس سے جانا چاہے تو آپ اس کے لئے دروازہ کھول دیں اور کہیں کہ نکل جایئے یہ خوشی کا نکالنا ہے صد کے معنی ہوتے ہیں روکنا آنے نہ دینا غرضیکہ "طرد" "اخراج" "صد" میں فرق ہے۔ **لا تطرد** فرمانے میں جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت عامہ کا ذکر ہے وہاں آپ کی شان بے نیازی کا ذکر ہے۔ بندہ نوازی اور بے نیازی دونوں کی جھلک اس ایک لفظ میں ہے یعنی جو آپ کے پاس آنا چاہے اسے دور نہ رکھو جو آپ کے پاس سے جانا چاہے اسے دور نہ کرو مگر جو آنا نہ چاہے یا آ کر بھاگنا چاہے تو اس کی پرواہ نہ کرو کہ وہ آپ کا حاجت مند نہیں ہے آپ اس کے حاجتمند نہیں ان حکمتوں سے **لا تحرج** یا **لا تصد** نہیں فرمایا **لا تطرد** فرمایا۔ خیال رہے کہ ان کفار نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان فقراء کو پہلے تو نکال دینے ہی کا مطالبہ کیا تھا جو رد کر دیا گیا تھا۔ پھر بعض خاص مجلسوں سے روک دینے کا مطالبہ کیا اس لئے یہاں **لا تطرد** فرمایا گیا اور ہو سکتا ہے کہ یہاں طرد بمعنی روکنا ہو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ترجمہ نہایت نفیس ہے دور کرنا جس میں نکالنا روکنا دونوں داخل ہیں نکالنے کا مطالبہ کفار نے کیا تھا۔ بعض خاص مجلسوں سے روکنے کا ارادہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ خیال رہے کہ دور کرنا یا دور رکھنا دو طرح کا ہے۔ جسمانی دوری' جناتی یا روحانی دوری ہے۔ اگر یہاں جسمانی دوری مراد ہے تو الذین سے وہی صحابہ مراد ہوں گے جن کے متعلق یہ آیت آئی اور اگر جناتی یا روحانی دوری مراد ہے تو **الذین** سے تاقیامت والرین مومنین مراد ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کسی مخلص مومن کو اپنے سے دور نہیں کرتے ہر مومن سے دل ملا ہوا ہے ایمان میں۔ وجہ ہیں۔ لہٰذا **لا تطرد** بالکل درست ہے۔ **الذین** سے مراد وہی فقراء مومنین ہیں جن کے نکالنے کا مطالبہ کیا گیا تھا **یدعون** بنا ہے دعوت سے بمعنی پکارنا بلانا اصطلاح میں اس سے بمعنی عبادت آتا ہے یہاں دونوں احتمال ہیں بمعنی پکارنا یا بمعنی عبادت کرنا یعنی جو دعائیں مانگ کر اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں کہ پکارنا بھی اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے ۔ یا عبادت کرتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے پالنے والے اس لئے یہاں **ربھم** ارشاد ہوا اللہ یا رحمن نہ فرمایا۔ چونکہ رب تعالیٰ کو فقراء مسلمین بڑے پیارے ہیں اس لئے اپنی ربوبیت کی نسبت انہیں کی طرف فرمائی رب الفقراء کہ یا رب الناس نہ فرمایا اس میں ان فقراء کی بہت ہی عزت افزائی ہے **بالغداوۃ والعشی** اس کا تعلق **یدعون** سے ہے۔ **غداوۃ** اصل میں **غداو** تھا اسی سے ہے **غدۃ** اور **غداوۃ** بمعنی صبح سویرے رب فرماتا ہے۔ **بالغدو والاصال** اور **غدوۃ** آفتاب نکلنے تک کو

www.alahazratnetwork.org

[illegible] طلوع آفتاب [illegible] عشی [illegible] عشوی [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] یہاں صبح شام سے مراد ہمیشگی [illegible]

[illegible] مراد فجر و مغرب کی نمازیں ہیں [illegible] صبح شام [illegible] خلق اور

[illegible] صبح شام اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں [illegible] اپنے رب کی

عبادت کرتے ہیں [illegible] صبح شام اپنے رب سے دعائیں مانگتے ہیں [illegible] صبح شام اپنے رب کو

پکارتے ہیں [illegible] اپنے رب کو پکارتے ہیں [illegible] ان فقراء مسلمین کے

[illegible] بیان ہوا [illegible] یریدون وجھہ [illegible] عبارت یدعون کے فاعل سے حال ہے

جس میں ان کے دلی اخلاص کا ذکر ہے [illegible] خشوع و خضوع کی [illegible] یہاں ارادہ [illegible] نیت سے

اس لحاظ سے وہی فقراء ہیں وجھہ [illegible] ذات [illegible] رضا [illegible] توجہ کرم [illegible] کا مرجع رب تعالیٰ ہے [illegible] وجھہ میں

ہوا [illegible] وہ حضرات [illegible] عبادت میں نہ تو [illegible] کی نیت کرتے ہیں نہ دوزخ سے چھٹکارے کی نہ جنت حاصل کرنے

کی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات یا اس کی رضا یا توجہ کرم کے طالب ہیں طالب مولیٰ [illegible] عبادات کرتے ہیں [illegible]

حضرات کی ایسی منقبت [illegible] بیان نہیں [illegible] یدعون ربھم میں شریعت کا ذکر ہوا اور یریدون الخ

میں طریقت، حقیقت، معرفت کا وہ حضرات شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت کے چشمے بلکہ ان کے سرچشمہ ہیں۔

ما علیک من حسابھم من شیئ اس ارشاد عالی میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ حسابھم میں ھم کا مرجع [illegible] کرنے

والے [illegible] ہوں دوسرے یہ کہ اس کا مرجع وہی فقراء مسلمین ہوں پہلی صورت میں مقصد یہ ہے کہ آپ ان [illegible] کے ایمان

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] **ولا تسئل عن اصحاب الجحیم**

[illegible]

[illegible]

[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] تمام مسلمانوں کو [illegible] خیال رہے [illegible]

[illegible] **من حسابھم** [illegible] **من شیئ** [illegible]

[illegible] **وما من حسابک علیھم من شیئ** [illegible]

[illegible]

[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

www.alahazratnetwork.org

جاوے [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] خاص غلام [illegible] رب تعالیٰ فرماتا ہے یدخلون الجنۃ ویرزقون فیہا بغیر حساب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ حضور کے خاص علاقہ قیامت کے حساب [illegible] اعمال وغیرہ سے مستثنیٰ ہیں فتطردھم [illegible] ما علیک من حسابھم [illegible] جواب ہے اس سے [illegible] عذاب [illegible] اور فتطردھم [illegible] فتکون من الظالمین [illegible] بعد ان [illegible] اور فتکون کو نصب ہے [illegible] لا تطرد الذین یدعون [illegible] ان فقراء کی اپنی مجلس پاک سے [illegible] تو یہ ظلم بالاتصال ہوگی۔ ظلم کے تین معنی ہیں کسی کی ملکیت میں اس کی رضا کے بغیر تصرف یعنی کسی کا حق [illegible] کسی کو بغیر جرم [illegible] کسی چیز کو بے محل استعمال کرنا حدیث شریف میں ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کو دوزخ میں بھیج دے تو وہ ظالم نہیں وہاں ظلم سے پہلے معنی مراد ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم کسی پر ذرہ برابر ظلم نہیں کرتے وہاں ظلم کے دوسرے معنی مراد ہیں بغیر جرم [illegible] یہاں ظالمین کے تیسرے معنی مراد ہیں یعنی بے محل استعمال۔ وہ حضرات صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر رہنے کے [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں [illegible] عظمت [illegible] کے مستحق ہیں [illegible] مجلس سے [illegible] دیکھو [illegible] وہ مستحق تھے وہاں پر استعمال نہ ہو اللہ [illegible] ظلم یعنی ان کے ساتھ [illegible] انصاف [illegible] بے انصافی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ سے بعید ہے یہی معنی تفسیر خازن اور تفسیر روح المعانی وغیرہ نے کئے اور فرمایا کہ اس فرمان عالی میں اخلاق کریمانہ کی طرف توجہ دلانا ہے اور یہ [illegible] نہیں۔

خلاصہ تفسیر: اس آیت کریمہ کا مقصد حضرات صحابہ کرام کی انتہائی عظمت [illegible] کا اظہار ہے اور رب تعالیٰ کی طرف سے ان حضرات کی [illegible] فرمانا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس شریف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] مقصود ہیں چنانچہ ارشاد ہوا کہ وہ فقراء مہاجرین [illegible] وقت اپنے رب تعالیٰ کی عبادت [illegible] اپنے رب کی عبادت [illegible] اپنے رب [illegible] وقت [illegible] صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں ان کے [illegible] اور ان کے دلی اخلاص [illegible] عطاء [illegible] کسی غرض کے لئے نہیں صرف رضاء الٰہی کی تلاش [illegible] حاصل [illegible] مخلص [illegible] آپ کی مجلس [illegible] آپ کی مجلس کی زینت [illegible] خدمت [illegible] لوگ مخلص نہیں [illegible] دنیادی [illegible] آپ اس احتمال سے [illegible] قیامت [illegible] ایمان [illegible] صفت سے زیادہ [illegible] مطلب [illegible] مجلس [illegible] مستحق تھے

www.alahazratnetwork.org

انہیں ان کے پیچھے نماز نہ پڑھے کا بہ تا انصاف سے آپ سے اخلاق میں ملاپ سے یہ نااتصالی مت کی مصیبت۔

نوٹ — ان آیات سے پہلے معلوم ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان حضرات کی بہت زیادہ تعریف رکھتے تھے ان حضرات نے اپنے اس قدر قرب عطا کیے ان کے ان حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو شریف کے مسلمان کے ساتھ فرمائے تھے کہ ان کے ساتھ حوض بندی اور ان کے اخلاق بیان معنی ہے وغیرہ)۔

فائدے — اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: قیامت تک مومن و صالحین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ عالیہ سے دور کیے نہ جائیں گے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب چاہے وہ رب تعالیٰ کی یاد ان کو لیا کرے یہ فائدہ **لا تطرد الذین یدعون** الخ سے حاصل ہوا کہ اگرچہ شان نزول خاص ہے مگر آیت کریمہ کے الفاظ عام ہیں جو بھی شامل ہو۔ دوسرا فائدہ: جو بیعت رب کو یاد کرے انہیں نہ ٹالو۔ دوسرا فائدہ لفظ مرید اس آیت سے لیا گیا **یریدون وجهه** جو اللہ کی رضا جوئی کے لئے کسی شیخ کی بیعت کرے وہ مرید ہے یعنی اللہ کی رضا کا ارادہ کرنے والا۔ تیسرا فائدہ: حضرات صحابہ کرام اللہ کے ایسے پیارے بندے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی خاطر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے حکم دیئے وہ بالکل حق تھا بلکہ تبلیغ کا ایک طریقہ تھا کہ خاص مجلس میں سرداران کفار کو خاص تبلیغ فرماتا۔ حکم دیا کہ ان کفار ایمان لائیں یا نہ لائیں یہ مقبولین اپنے پاس سے نہ ہٹیں۔ چوتھا فائدہ: ہر وقت خصوصاً صبح و شام اللہ کا ذکر کرنا۔ خصوصاً نماز فجر و عصر کی پابندی کرنا اللہ کو بہت پسند ہے یہ فائدہ **یدعون ربهم بالغداوة والعشی** سے حاصل ہوا۔ پانچواں فائدہ: حضرات صحابہ کرام تمام نمود و ریاکاری سے پاک و صاف ہیں ان کا ہر کام رضائے الٰہی کے لئے نہایت ہی اخلاص سے ہے یہ فائدہ **یریدون وجهه** سے حاصل ہوا اللہ تعالیٰ نے ان کے دلی اخلاص کی گواہی دی جو انہیں ریاکار کہے وہ اس آیت کا منکر ہے۔ چھٹا فائدہ: مسلمان کو چاہئے کہ نیک اعمال صرف رضائے الٰہی کے لئے کرے اپنے نفع اپنی خوشی کو اس میں دخل نہ دے۔ عاشق کہتے ہیں کہ دوزخ سے بچنے جنت حاصل کرنے کی بھی نیت نہ کرے رب راضی ہو جائے یہ کافی ہے یہ فائدہ بھی **یریدون وجهه** سے حاصل ہوا۔ ساتواں فائدہ: اگر بدباطن لوگ صالحین متقیوں پر زبان طعن دراز کریں تو اس کا خیال نہ کرنا چاہئے کیونکہ ان کے طعن سے مقبولین کے درجے نہیں گھٹتے یہ فائدہ **ما علیک من حسابهم من شیء** سے حاصل ہوا۔ کیونکہ ان کفار نے غرباء صحابہ پر زبان طعن دراز کی تو ان صحابہ کی تعریف و توصیف قرآن کریم میں ایسی ہوئی جس سے معترضین کے منہ کالے ہو گئے اور اس اعتراض نے ان کی عظمت کو اور چار چاند لگا دیئے۔ آٹھواں فائدہ: رب تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت کا ظہار ان کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے نیازی کا بھی اظہار فرمایا کہ آپ اور آپ کے غلاموں سے سب بیان ہیں یہ فائدہ **ما علیک من حسابهم من شیء** سے حاصل ہوا۔

مسئلہ — کسی کے ایمان کی ہدایت ہو یا نہ ہو اس کا حساب نہ ہوگا یہ ہدایت میں کوتاہی نہ کرے ہدایت کرنا فرض ہے اس کا جواب اس سے متعلق ہوگا۔ مسئلہ: قیامت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حساب نہ ہوگا ان کے اعمال حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہیں مقبول بارگاہ ہیں جا ئیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

www.alahazratnetwork.org

آیت میں ... سب ... والی آیتیں ... سب ... جو سب ... جنتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ... حضور ... فرمایا ... ان میں سے ... فرمایا تم ان میں سے ہو۔ **مسئلہ**: قرآن کریم میں لفظ **ظلم** بہت معنی میں استعمال ہوا ہے ... خلاف اخلاق ... ان معانی کی آیت ... ہیں۔ یہاں **ظلم** بمعنی خلاف اخلاق یا بے مروتی ہے اس سے ... معنی مراد لئے جاویں تو آیت ... اعتراضات وارد ہوں گے اس کا بہت خیال رہے۔

پہلا اعتراض: یہ آیت مکیہ ہے جب روزہ زکوٰۃ حج وغیرہ کوئی عبادت نہ آئی تھی اگر معراج سے پہلے کی ہے تو نماز بھی نہ آئی تھی اور اگر معراج کے بعد کی ہے تب بھی نمازیں صرف پانچ تھیں تو یہ معنی کیونکر درست ہوئے کہ ہر وقت عبادت کرتے ہیں۔ **جواب**: اس زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے رہنا عبادت تھی جو ساری عبادات سے افضل ہے جس سے انسان صحابی بن جاتا ہے وہ یہاں مراد ہے۔ **دوسرا اعتراض**: اگر اس سے نماز پنجگانہ مراد ہے تو صرف صبح شام کا ذکر کیوں ہوا ... وہ اوقات نمازیں ... پڑھتے تھے۔ **جواب**: اس لئے کہ نماز فجر و عصر رب تعالیٰ کو بڑی ہی پیاری ہیں کہ ان وقت دن و رات کے فرشتے جمع ہوتے ہیں اور یہ دو نمازیں جنت میں دیدار الٰہی کا وسیلہ بنیں گی انہیں کی زیادہ تاکید قرآن مجید میں ہے **ان قرآن الفجر کان مشہودا** اور **حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ** اس لئے خصوصیت سے ان کا ذکر ہوا۔ **تیسرا اعتراض**: حضور صلی اللہ علیہ وسلم **رحمۃ للعالمین** ہیں تو آپ نے کفار کی دوسری درخواست کیوں منظور فرمائی کہ ان کے لئے خاص مجلس مقرر فرمانے کا ارادہ فرمایا رب تعالیٰ تو جبار و قہار بھی ہے اس نے آپ کو روکا۔ **جواب**: تاکہ ان صحابہ کرام کی شان میں یہ آیات نازل ہوں اور ... سے ان کی شان قیامت تک ظاہر ہوتی رہے ان کے اوصاف حمیدہ ... خود بیان فرمائے۔ حضرت یوسف علیہ السلام اور مریم ... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ اور صحابہ کا گواہ رب تعالیٰ ہے آپ پہلے ہی سے ان کی درخواست بالکل رد کر دیتے تو یہ آیتیں کیسے آتیں۔ **چوتھا اعتراض**: اللہ تعالیٰ اعضاء جیسے ہاتھ پاؤں چہرہ وغیرہ سے پاک ہے پھر اس آیت میں **وجہہ** یعنی چہرہ کیونکر ارشاد ہوا۔ **جواب**: اس اعتراض کا مکمل جواب ہم پہلے پارے میں **فاینما تولوا فثم وجہ اللہ** کی تفسیر میں دے چکے ہیں۔ **پانچواں اعتراض**: کیا حضرات صحابہ صرف صبح شام ہی اللہ کا ذکر کرتے تھے باقی وقت غافل رہتے تھے (معاذ اللہ) تو ہر وقت چاہئے پھر یہاں صبح شام کا ذکر کیوں ہوا۔ **جواب**: اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ یا تو صبح شام سے مراد ہر وقت ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ میں دن رات فکر کرتا ہوں یعنی ہر وقت یا صبح شام کا ذکر ... رب تعالیٰ کو بہت پسند ہے اس لئے خصوصیت سے اس کا ذکر فرمایا ورنہ وہ حضرات ہر وقت اللہ کے ذاکر تھے۔ **چھٹا اعتراض**: اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گناہوں سے معصوم نہیں دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فقراء صحابہ کو مجلس سے نکالنے کا ... ظلم ... اور اسے رب تعالیٰ نے ظلم فرمایا یعنی ... **جواب**: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کو نہ تو مجلس پاک سے نکالا اور نہ ہی نکالنے کا ارادہ ... فرمایا ... مجلس سے روکنا جرم ہے ... اپنے گھر میں اپنی خاص مشورہ کی مجلس میں بعض کو بلانا ... شرعاً ... اجازت ہے ... گناہ نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ ارادہ تبلیغ کی نیت سے کیا تھا کہ یہ حضرات تو ایمان لا چکے ہیں اگر یہ کفار بھی ہمارے پاس حاضر رہیں تو شاید ایمان قبول کرلیں ایمان لانے کے بعد ان کے دلوں سے یہ غرور

www.alahazratnetwork.org

طلبہ نکل جاوے گا لہٰذا کیونکہ خیال ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس تبلیغ سے تو یادہ بیٹھے رہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنا فرض بجالا رہے ہیں یہاں ظلم سے مراد تو نقصان ہے یعنی نہ کہ بمعنی گناہ، خلاف مروت خلاف اخلاق ہے، وہ بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر نہیں ہوا اللہ اس کا ارادہ فرمایا۔ ہم آپ خصوصی مجلسیں قائم کریں جس سے بعض لوگوں کو پروا ہو یہ تو گناہ نہیں ہے۔

لطیفہ۔ ایک گستاخ نے ہم سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیر معونہ والے کفار کے لئے بد دعا کی تو رب نے فرمایا **لیس لک من الامر شیء** اس بد دعا کا آپ کو بالکل حق نہیں، دیکھو یہ بد دعا گناہ تھی جو حضور انور سے صادر ہوئی ہم نے جواب دیا کہ اگر بد دعا کرنا گناہ ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون بلکہ سارے قبطیوں کو بد دعا دی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے سارے جہان کے کفار کو بد دعا سے غرق کرا دیا دیکھو۔ **رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا** نیز وہ حضرات گنہگار ہوئے تمہارے پیش کردہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ لفظ پر بد دعا کرنا آپ کی شان کریمی کے لائق نہیں آپ رحمۃ للعالمین ہیں وہ جلال والے پیغمبر تھے تو بد دعائیں فرمائیں اس پر خاموش ہو گیا۔ ایسے ہی یہاں ہے کہ یہاں ظلم سے مراد گناہ و ستانا نہیں جیسا کہ ہم نے عرض کیا۔

تفسیر صوفیانہ جیسے سورج ساری زمین پر چمکتا ہے روشنی دینے کے لئے گھر باغوں پر چمکتا ہے پھل پکانے کو کھیت پر چمکتا ہے دانہ پکانے کو چمن پر چمکتا ہے پھول کھلانے کو اچھی زمین پر چمکتا ہے سبزہ گھاس اگانے کو بدخشاں کے پہاڑوں پر چمکتا ہے لعل بنانے کو ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم آسمان نبوت کے سورج ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سارے جہان پر چمکے اللہ کی طرف بلانے کو مسلمانوں کے دلوں پر چمکے ایمان دینے کو عارفین پر چمکے عرفان بخشنے کو علماء، اولیاء، شہداء، صالحین پر چمکے انہیں مختلف رحمتیں دینے کو حضرات صحابہ کرام پر چمکے انہیں صحابی بنانے کو یعنی بعد انبیاء سب سے افضل و اشرف بنانے کو حضرات صحابہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے یہ فیض ملا کہ ان کے قلب و قالب بلکہ رونگٹے رونگٹے میں عشق و محبت رچ گئی وہ لوگ اللہ رسول کے ہو چکے اور اللہ رسول ان کے ہو گئے لگتا ہے ان مسلمین اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان آڑ بننا چاہا رب تعالیٰ نے اس آڑ کو پھاڑتے ہوئے فرمایا کہ محبوب انہیں کسی وقت بھی اپنی بزم میں آنے سے نہ روکو ان کی زبانیں میرے ذکر میں تر ہیں ان کے سینے نور کے کھمبے اخلاص و محبت سے معمور ہیں یہ میری رضا چاہتے ہیں میں ان کی رضا چاہتا ہوں انہیں تم سے آپ سے الگ نہ کرنا اس سے تو مجھے ان سے الگ ہونا پڑے گا نہیں ایسے لوگوں کا سے نہیں حساب لطف ہوتا ہے عشق کا نہیں ہوتا ہے ان کی محبت، ان کی کا باب نہ لیں جیسے یہ آپ کے مراتب، رحمت کا باب نہیں اسے ایسے لوگوں کو اپنے سے جدا کرنا انصاف سے بعید ہے انہیں ہمارے قدموں سے لگے رہنے دو۔ سبحان اللہ لطف تو دیکھو کہ رب تعالیٰ ان غلامان اللہ لوگوں کی عادت اپنے محبوب سے فرما رہا ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے مطالبے تین بار ہوئے ایک بار تو یہ جو مکہ معظمہ میں کفار کی طرف سے تھا دوسرا مطالبہ مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم کو علیحدہ کرنے کا جس کے متعلق **عبس وتولی** آیت کریمہ اتری۔ تیسرا مطالبہ حضرت بلال کو اذان سے علیحدہ کرنے کا یہ تیسرا مطالبہ وقتی طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور کر لیا تھا کہ لوگ رتے اذان کی ملامت خوش الحانی سے لوگ بڑے خوش ہوئے مگر بعد نماز وحی آئی مولانا فرماتے ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

گفت ہاتف بود خیر الورا چہ سبب بانگ شد بیت خدا

لوگوں نے عرض کیا کہ آج اذان بہت شاندار ہوئی تو۔

گفت ہاتف باز از بانگ بلال خوش شد عرش رب ذوالجلال

ایک لفظ ہو تا ہے مگر مختلف زبانوں میں اثر مختلف ہوتے ہیں۔ نشہد انک لرسول اللہ منافقوں نے بھی کہے ہوئے یہی کلمہ مخلص نے کہا تو مومن بنا دیا۔ فقیر حضرت صدیق نے کہا صدیق ہو گئے سید عبدالقادر جیلانی نے پڑھا غوث اعظم بنے اور مومن اگر کفر بھی کہے تو مومن ہی رہتا ہے الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان سانپ دودھ پیئے تو زہر بنے شہد کی مکھی پیئے تو شہد بنے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ کوئی شخص کسی درجہ پہنچ کر صحابی کی گرد قدم کو نہیں پا سکتا کیونکہ حضرات صحابہ کی عبادات اور ان کے اخلاص ان کی عبادات اس کی مقبولیت کی قرآن نے گواہی دی اور کسی کو یہ شرف کیسے حاصل ہو گا نیز وہ حضرات احکام قرآن کے نزول کا باعث ہیں کہ ان کے پیش آمدہ واقعات پر بہت سے احکام قرآنیہ آئے وہ حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت قرآن مجید کے جمع اور اسلام کے پھیلانے کے لیے منتخب کئے گئے ان کی قبولیت کی آیات قرآن میں شامل ہو گئیں وہ حضرات دین کی مرکز ہیں سارے اولیاء وارث ہیں ان کی نیت ان کے اخلاص پر اعتراض کرنے والے لقد طعنے رعد میں داخل ہو سکتے ہیں کہ یہ طریقہ خارجیوں کا تھا۔

وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ
اور اسی طرح آزمائش کیا ہم نے ان کے بعض کو واسطے بعض کے تاکہ کہیں یہ لوگ کیا یہ ہیں کہ احسان کیا اللہ نے
اور یوں ہی ہم نے ان میں ایک کو دوسرے کے لیے فتنہ بنا دیا کہ مالدار کافر مسلمانوں کو دیکھ کر کہیں کیا
بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ
درمیان ہمارے سے کیا نہیں ہے اللہ بہت جاننے والا شکر گزاروں کو
یہ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا ہم میں سے کیا اللہ خوب نہیں جانتا حق ماننے والوں کو

تعلق: اس آیت کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ فقراء مومنین کی وجہ سے رؤسائے کفار حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری سے کتراتے تھے اب اس کترانے کی اصل وجہ بیان فرمائی جارہی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان امیر کافروں کی آزمائش اور اس آزمائش میں ان بد نصیبوں کا فیل ہو جانا گویا ان کفار کی بیان کی ہوئی غلط وجہ کے بعد اس دوری کی اصل وجہ بیان فرمائی جارہی ہے۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں فرمایا گیا تھا کہ کفار ظاہر یہ کرتے ہیں کہ ہم کو فقراء مومنین کے ساتھ بیٹھتے شرم آتی ہے اس لیے ہم اسلام قبول نہیں کرتے اب فرمایا جا رہا ہے کہ اس دوری کی وجہ ان کی شرم نہیں وہ تو گھر وں بازاروں میلوں سفروں میں فقراء کے ساتھ رہتے ہیں اس کی اصل وجہ ان بد نصیبوں کا حسد ہے کہ فقراء ہم سے پہلے مومن ہو کر ہم سے علم و عمل میں کیوں بڑھ گئے

www.alahazratnetwork.org

گویا غلط بہانوں کے ذکر کے بعد اصل صحیح وجہ کا ذکر ہو رہا ہے۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیت کریمہ میں کفار قریش کی اس نفرت کا ذکر تھا جو انہیں فقراء مومنین سے تھی اب اس نفرت کے انجام کا ذکر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حبیب کے دربار سے دور ہوئے اور خود رب تعالیٰ پر اعتراض کرنے لگے کہ اس نے فقراء کو ہدایت کیوں دی گویا اولیاء اللہ کی عداوت کا ذکر پہلے ہوا انجام کا ذکر اب ہے۔ ولی سے عداوت نبی سے دور کرتی ہے اور نبی سے دوری خدا سے باغی بناتی ہے۔

چوں شدی دور از حضور اولیاء | آں چناں داں دور گشتی از خدا
ہر کہ خواہد ہم نشینی باخدا | او نشیند در حضور اولیاء

زینے سے نفرت کرنے والے چھت تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے۔

شان نزول: سرداران قریش جیسے عیینہ ابن حصن فزاری' عتبہ' شیبہ ابن ربیعہ' امیہ ابن خلف جمحی ولید ابن مغیرہ مخزومی ابوجہل ابن ہشام' سہیل ابن عمرو وغیرہم کے بعض غلام اور بعض آزاد کردہ غلام مسلمان ہو کر صحابی اور عالم دین بن گئے چنانچہ حضرت بلال ابن رباح رضی اللہ عنہ جو امیہ ابن خلف کے غلام تھے ان کے مراتب سے تو دنیا واقف ہے اس پر یہ سرداران کفر جل کر خاک سیاہ ہو گئے کہ ان غلاموں کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینہ سے کیوں لگایا چنانچہ عتبہ' شیبہ' مطعم ابن عدی وغیرہم ابوطالب کے پاس آئے اور بولے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کیسے لائیں انہوں نے ہمارے موالی (آزاد کردہ غلاموں) کو ایسی عزت دیدی کہ اپنے برابر بٹھالیا۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہماری طرف سے عرض کر دیں کہ ان لوگوں کو اپنے پاس سے نکال دیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت ان کے دین کی عظمت ہمارے دلوں میں پیدا ہو گی ممکن ہے کہ ہم مسلمان ہو جائیں ان میں سے بعض بولے کہ اگر اسلام حق ہوتا تو اس کی توفیق پہلے ہم کو ملتی کہ ہم پر خدا ایسا خوش ہے اس نے ہم کو زمین حرم میں سکونت کعبہ کی خدمت حجاج کی خدمت آب زمزم کا انتظام دولت' سرداری اولاد غرضیکہ دینی و دنیاوی نعمتیں بخشی ہیں۔ ان غلاموں کے مسلمان ہو جانے سے ہم کو اسلام کی حقانیت میں شک ہے کہ اگر اسلام اللہ کی نعمت ہوتی تو مذکورہ بالا نعمتوں کی طرح یہ بھی ہم کو ہی ملتی۔ پہلے ہمیں ہی کو اسلام کی توفیق نصیب ہوتی اس کے مستحق ہم ہی ہوتے۔ ابوطالب نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ عرض کیا ان کے جواب میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (تفسیر ابن کثیر' تفسیر ابن عباس تنویر المقیاس) ابن کثیر نے ان غلاموں کے نام یہ گنائے۔ بلال' عمار' سالم' صہیب' مقداد ابن عمرو' مسعود ابن قاری' واقد' محرز ابن عمرو' ذوالشمالین وغیرہم۔

تفسیر: **وا کذلک فتنا۔** قوی یہ ہے کہ کذلک میں کاف تشبیہ کا ہے ذالک اسم اشارہ اپنے ہی معنی میں ہے یہ لفظ اس مضمون کو گزشتہ مضمون سے تشبیہ دینے کے لئے ہے۔ **فتنا** بنا ہے **فتنۃ** سے فتنہ کے معنی ہیں سونے کو آگ میں تپانا جس سے کھرا کھوٹا جدا ہو جاوے اصطلاح میں آزمائش کو فتنہ کہا جاتا ہے کہ آزمائش کی آگ سے بھی مخلص اور منافق دیندار اور بے دین چھٹ جاتے ہیں یعنی جیسے آپ کی ذات و صفات حضرات صحابہ کے حالات و درجات ان کفار کے لئے آزمائش بن گئے کہ وہ آپ کے متعلق سوچنے لگے کہ آپ نبی ہیں تو نکاح کیوں کرتے ہیں کھاتے پیتے کیوں ہیں اگر اسلام سچا ہے تو یہ لوگ ایمان کیوں لائے ایسے ہی حضرات صحابہ کی غریبی مسکینی ان بدنصیبوں کے لئے آزمائش بلکہ آڑ بن گئی ہم نے اس کے ذریعہ

www.alahazratnetwork.org

سرداران قریش کو آزمایا۔ بعضھم ببعض یہاں پہلے بعض سے سرداران کفر مراد ہیں دوسرے بعض سے فقراء مومنین مراد یعنی ہم نے بعض لوگوں (یعنی قریش) کو بعض لوگوں (فقراء مومنین) کی وجہ سے آزمائش میں ڈال دیا کہ وہ امیر ان فقراء کی وجہ سے اسلام کی حقانیت میں ہی شک کرنے لگے یا ان فقراء کی وجہ سے اسلام سے متنفر ہو گئے۔ بعض مفسرین نے یہاں دو طرفہ آزمائش سمجھی یعنی غریب مسلمانوں کی فقیری سے یہ خیال ہوتا کہ اگر اسلام حق ہے تو یہ مسلمان فقیر کیوں ہیں کفار کی امیری سے یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر کفر باطل ہے تو کفار امیر کیوں ہیں۔ مگر یہ تفسیر ضعیف ہے کیونکہ کسی فقیر صحابی کے دل میں اس قسم کا شبہ کبھی نہ آیا انہیں غریبی امیری سے اسلام کی حقانیت اور کفر کے باطل ہونے میں شک نہ ہوا وہ حضرات تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و رفاقت کو اپنی بڑی دولت سمجھتے تھے ان کا یہ حال تھا۔

پروانے کو چراغ ہے تو بلبل کو پھول بس ۔۔۔ صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

لیقولوا یہ آیت کا گذشتہ حصہ اس تفسیر کے خلاف ہے کہ آگے صرف کفار کا قول بیان فرمایا جارہا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے لیقولوا اھؤلاء من اللہ علیھم یہ اس آزمائش کا بیان ہے لیقولوا کا لام علت کا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کام علت غرض سے پاک ہیں بلکہ یہ حکمت کے بیان کا ہے علت و حکمت میں فرق بارہا بیان ہو چکا ہے کہ علت میں فاعل کا فائدہ ہوتا ہے حکمت میں دوسروں کا نفع قول سے مراد یا تو زبان سے کہنا ہے خواہ مسلمانوں سے کہنا ہو یا آپس میں اپنی ہم قوم کفار سے یا دل کا قول یعنی سوچنا غور کرنا ہے اس کا فاعل وہی سرداران کفر ہیں اھؤلاء میں ہمزہ انکاری سوالیہ ہے ھؤلاء سے اشارہ انہی فقراء مومنین کی طرف ہے یہ اشارہ حقارت کا ہے من سے مراد اسلام و ایمان کی توفیق دینا ہے اور رب تعالیٰ کا مقبول بندہ بنا دینا علیھم کا تعلق من سے ہے اور ھم کا مرجع وہی فقراء مومنین یعنی اس میں حکمت یہ ہے کہ بد نصیب لوگ ان فقراء کو نظر حقارت سے دیکھتے ہوئے مسلمانوں سے کہیں یا آپس میں کہیں یا دل میں سوچا کریں کہ یہی فقراء جنہیں تن کا کپڑا پیٹ کا غلہ میسر نہیں وہ ہیں جنہیں اللہ نے یہ احسان خصوصی فرمایا کہ اسلام کی توفیق دے دی اور اپنا مقبول بندہ بنا لیا اور ہم رہے فقیر کے فقیر من بیننا یہاں تفسیر روح المعانی وغیرہ نے فرمایا کہ بین معنی دون ہے اور دون کے معنی ہیں بغیر یا کہ ناکہ مراد امیر نقار ہیں یعنی ان پر یہ احسان آیا نہ کہ ہم پر یا بغیر ہمارے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ترجمہ نہایت اعلیٰ ہے کہ ہماری جماعت کے درمیان یہی فقراء اس احسان کے لائق رہ گئے اور مقصد یہ تھا کہ اسلام حق ہی نہیں اور یہ فقراء اللہ کے پیارے بندے ہی نہیں اگر اسلام حق ہوتا تو اس کے قبول کرنے کی توفیق ہم کو ملتی نہ کہ ان کو کیونکہ ہم ہی خدا کے پیارے بندے ہیں دیکھو سرداری دولت عزت اولاد ہم ہی کو ملی ہے انہیں نہیں ملی اس کی تفسیر وہ آیت ہے لو کان خیرا ما سبقونا الیہ۔ یہ بدنصیب ان فقراء کی غریبی کو اسلام کے باطل ہونے کی دلیل قرار دیتے تھے کیونکہ اسے عموماً فقراء نے قبول کیا ہے لہٰذا یہ حق نہیں ہے معاذ اللہ۔ الیس اللہ باعلم بالشاکرین۔ یہ فرمان رب تعالیٰ کا ارشاد عالی ہے جس میں ان کفار کی تردید ہے الیس میں ہمزہ استفہام انکاری ہے باعلم کی ب زائدہ ہے جو لیس کی خبر میں آجاتی ہے جیسے وکفی باللہ شھیدا میں باللہ میں ب زائدہ ہے وکفی کے فاعل پر آئی۔ بالشاکرین کی ب اعلم کے متعلق ہے چونکہ یہاں علم سے مراد علم محیط ہے لہٰذا اس کے صلہ میں ب آئی ہے علمہ اور علم بہ یکدا نہ علم خود ہی متعدی ہے اسے کوئی ضرورت نہیں علمہ اور علم بہ کا یہ فرق خیال رکھنا چاہئے (از روح المعانی) شاکرین سے

www.alahazratnetwork.org

مراد یہی مومنین ہیں جنہیں اسلام و قرب الٰہی کی توفیق دی گئی یعنی کیا یہ بات صحیح نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے شکر گزار نعمتوں کا حق جاننے والے بندوں کو خوب جانتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ مال و دولت تو شکر گزار و کافر سب کو دے دی جاتی ہے۔ مگر ایمان، عرفان، محبوبیت کی دولت صرف شاکرین کو دی جاتی ہے تم لوگ چونکہ شاکر نہیں اس لئے اس نعمت سے محروم رہے۔ یہ غربا فقراء اگرچہ بظاہر مسکین و غریب نظر آتے ہیں مگر شکر گزار ہیں اس لئے انہیں یہ نعمت عطا ہوئی۔ ان کی غریبی اپنی امیری سے دھوکہ نہ کھاؤ۔

خلاصہ تفسیر اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم جیسے آپ کا بادشاہی شرفاء میں ہونا آپ کا غلاموں اور لونڈیوں کی اولاد اختیار فرمانا سب میں رہنا ان کفار کے لئے اللہ کی طرف سے آزمائش بن گیا کہ انہوں نے آپ کے ان حالات طیبہ کو دیکھ کر آپ کی نبوت کا ہی انکار کر دیا اسی طرح آپ کے اصحاب کا عموماً مسکین و غریب ہونا ان کے لئے آزمائش بن گیا ان فقیری کو دیکھ کر انہوں نے اپنا بیڑا غرق کر لیا۔ بعض لوگ بعض کے لئے آزمائش ہیں یہ فقراء ان امیروں کے لئے امتحان ربانی بن گئے۔ یہ اس لئے ہوا کہ یہ امیر ہو کر کفار ان فقراء سے یا آپس میں کہنے لگے کہ اگر اسلام سچا دین ہے تو کیا ہمارے ہوتے ہوئے ان فقراء کو ہی اس کے قبول کرنے کی توفیق ملی خدا تعالیٰ نے ہم سے تو ہم ہیں ایسے ہم دنیاوی نعمتوں سے نوازے امیر ہیں تو ہم عزت والے ہیں تو ہم سمجھنے والے ہیں تو اگر اسلام بھی اللہ کی نعمت ہوتی تو اسلام والے ہوتے تو ہم دین فقراء کے مومن ہونے سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نعمت نہیں ہے یہ باطل دین ہے۔ اے محبوب ایمان سے بے وقوفوں کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ شکر گزار بندوں اور کافر بندوں کو خوب جانتا ہے دنیاوی نعمتیں ہر شاکر و کافر کو مل جاتی ہیں مگر اخروی نعمتیں صرف شاکر بندوں کو ملتی ہیں مسلمان کی فقیری سے دھوکہ نہ کھاؤ یہ گدڑیوں میں لعل ہیں کبھی خشک زمین کی تہ میں سونے چاندی کی کانیں ہوتی ہیں۔

فائدے: اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ **پہلا فائدہ**: اولیاء اللہ کو نظر حقارت سے دیکھنے والا نبی کے دروازے تک نہیں پہنچ سکتا اور جو نبی کے دروازے سے دور ہو وہ رب کے دروازے سے دھتکار دیا جاتا ہے۔ ولایت نبوت کا اور نبوت بارگاہ الٰہی کا زینہ ہے یہ فائدہ **فتنا بعضهم ببعض** سے حاصل ہوا ایسے ہی اس کے برعکس ہے کہ ولی کا مقبول نبی کا مقبول اور نبی کا مقبول خدا کا مقبول ہے۔ **دوسرا فائدہ**: سرداری خواہ دینی ہو یا دنیاوی اگر اس کے ساتھ انکساری ہے تو وہ سرداری رحمت باری ہے اور اگر اس کے ساتھ غرور تکبر ہو تو وہ اس کی حقیقی ہو تو دولت خواری ہے انکساری ایسی دوا ہے جس سے سرداری جیسی ثقیل غذا بھی ہضم ہو جاتی ہے اور اس سے قرب سرکاری نصیب ہوتا ہے۔ کفار مکہ نے اپنی کس قدر دینی دنیاوی سرداری کو دیکھا وہ سب درست تھی واقعی وہ ایسی تھے کہ مکے کعبہ کے مجاور، خدام تھے، دولت مند تھے، جتھہ والے تھے مگر چونکہ اس سرداری کے ساتھ ان میں انکسار نہ تھی تو دیکھو کیسے رو رو کر ذلت و خواری سے مارے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عجز و انکسار کس سے چھپا ہے۔ دیکھو آج ان کے نام کے ڈنکے کیسے بج رہے ہیں کسی شاعر نے کیا خوب کہا۔

اپنے پرائے ... مولینا خالد ... سولینا ... سیدنا ... نیک طبیعت صلی اللہ علیہ وسلم!

تیسرا فائدہ: حضرات صحابہ کرام پر طنز کرنے والا کبھی نیکی کی توفیق نہیں پا سکتا سرداران کفار کے حالات سے عبرت پکڑو کسی صحابی بلکہ کسی متقی مومن کو نظر حقارت سے نہ دیکھو۔

خاکساران جہاں را بہ حقارت منگر! تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

www.alahazratnetwork.org

چوتھا فائدہ: اپنے کمالات اور بزرگوں میں نوتابیل سوچنا طریقہ کفار ہے اور کفر کا ذریعہ ہے یہ فائدہ **لیقولوا** کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا اپنے کمالوسوچنا قبولوں سے کمالات سوچنا عبادت ہے بلکہ عبادات کی جڑ ہے۔ پانچواں فائدہ: ایک ہی چیز کسی کے لیے ہدایت کا باعث ہوتی ہے کسی کے لیے گمراہی کا ذریعہ دیکھو فقراء مومنین کی فقیری کو دیکھ کر کفار مکہ اور زیادہ کفر میں سخت ہو گئے مگر شاہ روم ہرقل نے ان حضرات کی غریبی کو اسلام کی صداقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کی دلیل بنایا کہ اس نے ابو سفیان سے پوچھا کہ حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع امراء کرتے ہیں یا عموماً فقراء ابو سفیان نے کہا کہ عموماً فقراء وہ بولا کہ ہمیشہ حضرات انبیاء کی اتباع غرباء ساکین ہی نے کی ہے وہ سچے نبی ہیں ایک چیز ہے مگر دیکھنے والوں کی نگاہیں مختلف ہیں۔ چھٹا فائدہ: دنیاوی مال و دولت پر ایمان و تقوی کو قیاس نہ کرنا چاہیے کہ جسے دولت ملی اسے ہی ہدایت ملتی ہے اکثر اس کے خلاف بھی ہوتا ہے ہدایت و ایمان سے محروم ہیں جس میں شکر کا مادہ ہو یہ فائدہ **الیس اللہ** الخ سے حاصل ہوا۔ اس دھوکہ میں بہت لوگ مارے گئے عقل یہاں ہی ٹھوکر کھاتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن اللہ کا خاص فضل ہے وہاں گھمنڈ و غرور کی جگہ ہی نہیں۔

جسے چاہا در پہ بلا لیا جسے چاہا اپنا بنا لیا یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے
وہ بھٹک کے راہ میں رہ گئی یہ مچل کے در سے لپٹ گئی وہ کسی امیر کی شان تھی یہ کسی غریب کی بات ہے

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو اپنے قدموں میں جگہ دے کر عرش بریں سے اونچا کر دیا آپ کے مولی امیہ ابن خلف جیسے امیر کو در سے ہٹا دیا وہ اسفل السافلین میں پہنچ گیا یہ آستانہ بے نیاز رب کے بے نیاز محبوب کا ہے یہاں کسی کا ناز نہیں چلتا یہاں تو نیاز مندی کام آتی ہے۔ ساتواں فائدہ: جو شخص کسی کی وجہ سے دین اور دینی نعمت سے محروم رہے وہ کفار مکہ کی طرح بے عقل ہے آج بعض لوگ مسجد کی حاضری جماعت کی نماز سے اس لیے محروم رہتے ہیں کہ وہاں فلاں شخص امام ہے ہم اس مسجد میں نہ جائیں گے نہ نماز جماعت سے پڑھیں گے۔ اس وجہ سے وہ اکیلے اپنے گھر میں نماز پڑھ لیتے ہیں یہ شیطان کا دھوکہ ہے۔ جب تم اور وہ ایک نل میں سے پانی پیتے ہو ایک محلہ میں رہتے ہو ایک دوکان سے سودا لیتے ہو تو ایک مسجد میں نماز کیوں نہیں پڑھتے حضرات صحابہ کرام نے حجاج ابن یوسف اور مروان ابن حکم جیسے ظالموں کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں۔ ظالم بادشاہوں کے ساتھ جہاد کیے ہیں۔ حتی کہ 52ھ میں جب قسطنطنیہ پر پہلا حملہ ہوا تو اس کا جرنیل یزید ابن معاویہ تھا اور حضرت ابو ایوب انصاری عبداللہ ابن عمر عبداللہ ابن عباس جیسے صحابی اس میں مجاہدانہ شان سے شریک تھے کسی کی وجہ سے جماعت نماز اور جماعت جہاد نہ چھوڑی۔

پہلا اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ فقراء مومنین کفار کے لیے فتنہ بنے انہیں ان کے ایمان سے ان کی فقیری نے روکا تو ان کی فقیری بری چیز ہوئی کہ ایمان سے روکنے والی چیز اچھی کیسے ہو سکتی ہے۔ جواب: یہ حضرات تو سارے انسانوں کے لیے ہادی ہیں۔ آسمان ہدایت کے تارے ہیں وہ تو ہدایت ہی دیتے ہیں جو ان سے ہدایت نہ لے یہ اس کی اپنی عقل کا فتور ہے اس کا اپنا قصور ہے سورج نور ہی دیتا ہے اگر چمگادڑ کی آنکھ اس سے اندھی ہو جاوے تو اس میں سورج کا قصور نہیں بلکہ اس کی آنکھ کا قصور ہے ہم نے ابھی فوائد میں عرض کیا کہ ہرقل شاہ روم نے ان حضرات کی فقیری کو اسلام کی حقانیت کی دلیل بنایا۔

دوسرا اعتراض: اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہری طور پر خزانے کیوں نہ دے دیے اور حضرات صحابہ کو امیر

www.alahazratnetwork.org

تبلیغ لیول نہ بناو یا لیے امیری ان لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بن جاتی۔ جواب: اس صورت میں اسلام کی حقانیت ظاہر نہ ہوتی لوگ مال و زر کے لئے اسلام قبول کرتے حضرت سلیمان علیہ السلام نبا بھر کے بادشاہ تھے مگر دولت سے اپنا دین نہ پھیلایا بلکہ ان کا دین چاندی نہیں جب مسلمانوں کے پاس یہ ظاہری سلطنت نہ تھا یہ اسلام پھیلایا تو یہ انکا۔ اسلام میں خود اپنی کشش ہے جس سے لوگ ادھر کھنچے جاتے ہیں مقناطیس خود لوہے کو کھینچتا ہے۔ **تیسرا اعتراض:** اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال غرض و غایت کے ماتحت ہوتے ہیں۔ کیونکہ فرمایا گیا **لیقولوا اھٰؤلاء** الخ معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام کی فقیری کی غرض یہ تھی حالانکہ عقائد والے کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے افعال غرض و غایت سے پاک ہے۔ **جواب:** اس کا جواب ہم نے اسی تفسیر میں بارہا دیا ہے اور ابھی اسی آیت کی تفسیر میں بھی اشارۃً عرض کر دیا کہ رب کے کام حکمت سے خالی نہیں غرض سے پاک ہیں۔ غرض وہ جو فاعل کی اپنی ضرورت ہو حکمت وہ ہے جس میں کوئی فائدہ ہو اس فقیری سے کھرے کھوٹے کی چھانٹ ہوئی اس چھانٹ میں رب تعالیٰ کا فائدہ نہیں۔ خود بندوں کا اپنا ہی فائدہ ہے لہٰذا یہ حکمت ہے غرض نہیں۔

تفسیر صوفیانہ: اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں فاضل و مفضول کا فرق رکھا ہے یکسانیت نہ رکھی ساری مخلوق میں یہ قانون جاری ہے فاضل مفضول کے لئے اور مفضول فاضل کے لئے امتحان ہیں فاضل مفضول کو دیکھ کر شکر کریں اور مفضول فاضل کو دیکھ کر صبر کریں وہ شاکر نہیں یہ لوگ صابر اگر فاضل شکر نہ کرے تو اس کا کمال زوال کے کنارے پر ہے اور اگر مفضول صبر کرے تو عنقریب فاضل بننے والا ہے۔ صابر مفضول شاکر فاضل کا درجہ پالیتا ہے۔ حضرت سلیمان کے شکر نے اور حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر نے ان حضرات کو عبودیت میں برابر کر دیا کہ ان دونوں حضرات کے متعلق ارشاد ہوا نعم العبد اس کے برعکس اگر فاضل اپنے فضل پر غرور کرے مفضول کو حقیر جانے تو مفضول اس کے لئے فتنہ ہے اور اگر مفضول فاضل پر حسد کرے تو فاضل اس کے لئے آزمائش ہے۔ فقراء مومنین حسد سے پاک تھے صابر راضی برضا تھے وہ آج بھی تخت و تاج کے مالک بنا دیے گئے امراء کفار متکبر تھے خاک میں ملا دیے گئے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ مرید تین قسم کے ہیں مرید دنیا ان کی پہچان یہ ہے کہ دنیا کی زیادتی دین کی کمی سے راضی ہوتے ہیں فقراء مساکین سے متنفر ہوتے ہیں۔ دوسرے مرید آخرت ان کی پہچان یہ ہے کہ وہ دنیا کی کمی دین میں کمال سے راضی ہوتے ہیں۔ فقراء مساکین سے محبت کرتے ہیں۔ تیسرے مرید ذات ان کی پہچان یہ ہے کہ وہ خلق بلکہ اپنے سے آزاد ہو کر کونین پر لات کرتے ہیں لوگ اللہ سے مانگتے ہیں یہ اللہ کو مانگتے ہیں کسی صوفی نے کیا خوب کہا۔

وکل لہ سئول و دین و مذہب ۔۔۔ واسئلکو بمولی و دینی رضا کمو

یعنی ہر شخص کا کوئی سوال کوئی دین کوئی مذہب ہوتا ہے میرا دین تیرا وصال ہے میرا مذہب تیری رضا ہے امیر خسرو فرماتے ہیں۔

ہر قوم راست دینے راہے و قبلہ گاہے ۔۔۔ من قبلہ راست کردم برسمت کج کلاہے!

اس آیت نے فقراء مومنین کے ڈنکے بجا دیئے فقراء سے محبت جنت کی چابی ہے ان سے نفرت دوزخ کی کنجی ہے۔

حب درویشاں کلید جنت است ۔۔۔ دشمن ایشاں سزائے لعنت است

(از روح البیان) خلاصہ یہ ہے کہ اس بارگاہ میں جس نے ناز دکھایا مارا گیا جو نیاز لایا کامیاب ہوا۔

شکلاں والی ناز دکھاویں پکڑ نقابی بجاویں ۔۔۔ او تمہاری عجز کماویں قرب حضوری پاویں

www.alahazratnetwork.org

وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ

اور جب کبھی آئیں آپ کے پاس وہ لوگ جو ایمان رکھتے ہیں ہماری آیتوں پر تو فرماؤ سلام ہو تم پر لکھ دیا تمہارے

اور جب تمہارے حضور وہ حاضر ہوں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو ان سے فرماؤ تم پر سلام تمہارے رب

نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ أَنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهِ وَ

لکھ لیا رب نے تمہارے اوپر اپنے رحمت کو بیشک جو کوئی کرے تم میں سے برا کام نادانی سے پھر توبہ کرلے اس کے بعد

نے اپنے ذمہ کرم پر رحمت لازم کرلی ہے کہ تم میں جو کوئی نادانی سے کچھ برائی کر بیٹھے پھر اس

أَصْلَحَ فَأَنَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ وَكَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ

اور درست کرلے پس بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اسی طرح تفصیل سے بیان

کے بعد توبہ کرے اور سنور جائے تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اسی طرح ہم آیتوں کو مفصل

وَلِتَسْتَبِينَ سَبِيلُ الْمُجْرِمِينَ ۝

کرتے ہیں ہم آیتیں اور تاکہ ظاہر ہو جائے راستہ مجرموں کا

بیان فرماتے ہیں اور اس لئے کہ مجرموں کا راستہ ظاہر ہو جائے

تعلق: ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا تھا کہ ان فقراء مومنین کو اپنی مجلس پاک سے نہ ہٹاؤ نہ دور کرو اب ارشاد ہو رہا ہے کہ بلکہ جب یہ فقراء آپ کے پاس حاضر ہوا کریں تو ان کا سلام سے بہترین طریقہ سے احترام فرمایا کرو پہلے دور کرنے سے منع فرمایا گیا اور اب خوش کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں فقراء مومنین کی بارگاہ نبوت میں عزت و عظمت کا ذکر تھا اب بارگاہ الٰہی میں ان کی حرمت و عظمت کا ذکر ہے کہ ان کی بارگاہ نبوت میں یہ عزت ہے کہ ان کے خلاف کفار کا مطالبہ ٹھکرا دیا گیا اور بارگاہ الٰہی میں ان کی یہ عزت ہے کہ ان کی خاطر ان کو رب تعالیٰ سلام بھیجتا ہے۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیت کریمہ میں ان فقراء مومنین کے شکر و صبر کا ذکر ہوا اب ان سے صبر و شکر کی جزا کا ذکر ہے۔ **چوتھا تعلق:** پچھلی آیت کریمہ میں ان فقراء مومنین کے نیک اعمال کا ذکر تھا اب ان کے اچھے عقیدوں کا تذکرہ ہے جو ان میں پایا جاتا ہے۔

شان نزول: اس آیت کریمہ کے شان نزول کے متعلق چند روایتیں ہیں (1) یہ آیت بھی انہی حضرات کے متعلق نازل ہوئی جن کے متعلق پچھلی آیات نازل ہوئی تھیں اور یہ انہی آیتوں کا تتمہ ہیں (2) یہ آیتیں حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، بلال، سالم، ابی عبیدہ، مصعب ابن عمیر، حمزہ، جعفر، عثمان ابن مظعون، عمار ابن یاسر، ارقم ابن ابی ارقم، ابو سلمہ ابن الاسد رضی اللہ عنہم اجمعین کے متعلق نازل ہوئیں (3) جب مشرکین مکہ نے فقراء مہاجرین کو اپنی خاص مجلس وعظ سے الگ کرنے کی

www.alahazratnetwork.org

درخواست کی تھی۔ تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس درخواست کی قبولیت کی رائے دی تھی تاکہ اس ذریعہ وہ مشرکین ایمان قبول کرلیں۔ جب گزشتہ آیات نازل ہوئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ معذرت کرنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ تب ان کے متعلق یہ آیتیں اتریں (۵) یہ آیتیں تاقیامت تمام مومنین کے متعلق نازل ہوئیں جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں جسمانی یا قلبی طور پر حاضر ہوں۔ جسمانی حاضری مدینہ میں نصیب ہوتی ہے۔ خیالی حاضری ہر مومن کے سینہ میں۔ (تفسیر خازن)۔

دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار　　جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

(۶) یہ آیت کریمہ اصحاب صفہ کے متعلق نازل ہوئی جو مساکین تھے اور انہوں نے اپنے کو علم دین سیکھنے کے لئے وقف کردیا تھا (تفسیر کبیر) (6) بعض لوگ بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر بولے یا رسول اللہ ہم نے بڑے گناہ کئے ہیں۔ اب اس کا بدلہ کیا دیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی قریب تھا کہ وہ مایوس ہو کر لوٹ جاویں کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (روح البیان)۔

تفسیر: **واذا جاءک** یہ جملہ نیا ہے لہٰذا اس میں واؤ ابتدائیہ ہے۔ **اذا** ظرفیہ معنی شرط ہے اور یہ ظرف و شرط دوامی ہے نہ کہ محض وقتی لہٰذا اس کے معنی ہوں گے۔ جب کبھی جیسے کہا جاتا ہے **اذا طلعت الشمس وجد النهار** جب بھی سورج نکلے دن نکل آتا ہے دیکھو **اذا جاء نصر اللہ** میں بھی **اذا** ہے مگر وقتی ہے جو ایک وقت اور ایک واقعہ کا ذکر کررہا ہے اور **اذا جاءک المنافقون** میں بھی **اذا** ہے مگر دوامی ہے جو ایک دائمی قانون بتارہا ہے جب اور جب بھی میں فرق ہے یہاں **اذا** معنی جب کبھی ہے۔ **جاء** کے معنی ہیں آئیں یا آیا کریں۔ آپ کے پاس آنے کی چند صورتیں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری۔ ہم جہاں بھی ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وہاں سے متوجہ ہوجاویں اس آخری حاضری کے لئے جسمانی سفر سواری کی ضرورت نہیں فقیر کے نزدیک یہی آخری معنی قوی ہیں کہ شان نزول اگرچہ خاص ہے مگر عبارت عام ہے مگر خیال رہے کہ یہاں آنے سے مراد نیازمندی کے ساتھ حاضر ہونا ہے منافقوں کافروں کی طرح سرکشی کے ساتھ حاضری مراد نہیں۔ غرضیکہ لفظ **جاء** یا لفظ آنا ایک ہے مگر اس کی نوعیتیں بہت ہیں۔ امیر کے گھر چور بھی آتا ہے جو پکڑا جاتا ہے سانپ بھی آتا ہے جو مارا جاتا ہے۔ بھکاری بھی آتا ہے جو جھڑکیاں کھاتا ہے ملنے کے لئے طالب دیدار مخلص دوست بھی آتا ہے جو قرب پاتا ہے غرضیکہ آنا لفظ ایک ہے اس کی نوعیتیں مختلف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانے پر منافقین آئے **اذا جاءک المنافقون** یہ چور تھے پکڑے گئے ہم بھکاری بھی آئے جیسے علی حضرت صدیق فاروق بھی آئے جنہیں قرب نصیب ہوا [illegible] وہاں کنویں کے پانی کے پاس جاتا ہے [illegible] بچہ بھی [illegible] اپنے پاس آتا ہے [illegible] والا اونچا ہے تو [illegible] جانا ہوگا اسی لئے قرآن مجید میں کہیں ارشاد ہوتا ہے **تعالوا** چڑھ آؤ چل کر [illegible] جانا آہستہ جانا یہاں نیازمندی کی حاضری مراد ہے اسی لئے آگے ارشاد ہے۔ **الذین یؤمنون بایاتنا** یہ **جاءک** کا فاعل ہے **الذین** سے مراد یا تو وہی حضرات صحابہ ہیں جن کے متعلق اس آیت کا نزول ہوا یا تاقیامت مدینہ منورہ حاضری دینے والے مسلمان یا تاقیامت ہر قسم کے مسلمان چونکہ اعمال کے ساتھ ضروری [illegible] نتیجہ ہے جو یہاں مذکور ہے [illegible] ہر مومن [illegible]

www.alahazratnetwork.org

لئے یہ بشارت ہے اس لئے یہاں ضمیر سے کام نہ لیا گیا جاء واک نہ کہہ دیا گیا بلکہ **الذین** ارشاد ہوا۔ **یؤمنون** کے معنی ہیں ایمان رکھتے ہیں ایمان لانا عارضی چیز ہے مگر ایمان رکھنا دائمی چیز خیال رہے کہ ماسوا اللہ ہر چیز اللہ کی ذات و صفات کی آیت ہے لہٰذا آیات الٰہیہ لاانتہا ہیں ان پر اجمالی ایمان ممکن ہے ان کی تفصیل کی تو کسی کو خبر ہی نہیں (تفسیر کبیر) خیال رہے کہ بھکاری تین طرح کے ہوتے ہیں بعض وہ جو سخی سے اپنی حاجات صاف صاف عرض کر دیتے ہیں بعض وہ جو اس کے جان و مال کی خیر مانگتے، دعائیں دیتے ہیں مگر بعض بھکاری ایسے بھی ہوتے ہیں جو سخی کے سامنے آکھڑے ہوتے ہیں منہ سے کچھ بھی نہیں بولتے وہ سمجھتے ہیں کہ میری صورت ہی سوال ہے۔ صورت ہی میں حالت ہے پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ عالیہ پر ان تینوں قسم کے بھکاریوں کی بھیڑ تاقیامت لگی رہتی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں دین و دنیا شفاعت جنت قرب الٰہی سبھی کچھ ملتا ہے اس لئے ان سے متعلق تین قسم کی آیات قرآن مجید میں آئیں۔ **جاء واک فاستغفروا اللہ** پہلی قسم کے بھکاریوں کے لئے ہے اور **صلوا علیہ وسلموا تسلیما** دوسرے قسم یعنی دعا گو بھکاریوں کے لئے اور یہ آیت صرف آکھڑے ہونے والے بھکاریوں کے لئے ہے اس لئے یہاں صرف آجانے کا ذکر ہے کچھ عرض معروض کرنے کا ذکر نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری آیات الٰہیہ کا مجموعہ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ساری آیات پر ایمان ہے لہٰذا یہاں آیات الٰہیہ سے مراد یا مخلوقات ہیں یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات یا قرآن مجید کی آیتیں قوی یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مراد ہو کہ ایمان کا دارومدار حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں بہت لوگ بحالت جنگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر وہاں ہی شہید ہو گئے انہیں قرآن کریم کی خبر بھی نہ ہوئی وہ بھی آیات الٰہیہ پر ایمان لے آئے۔ **فقل سلام علیکم** یہ عبارت جزا ہے **واذا جاءک** الخ کی یہاں سلام سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کا سلام ان حاضرین کو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ سلام پہنچانے والے ہیں تب تو کوئی اشکال نہیں اور اگر خود حضور انور کا اپنا سلام مراد ہے تو تحقیق یہ ہے کہ سلام بہت قسم کا ہوتا ہے۔ (1) سلام استیذان (اجازت لینے کا سلام) (2) سلام تحیت (ملاقات کا سلام) (3) سلام وداع (رخصت ہوتے کا سلام) (4) سلام اخلاص جیسے نمازی التحیات میں عرض کرتا ہے **السلام علیک ایھا النبی** (5) سلام بیزاری جیسے ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا آذر سے کہا **قال سلام علیک ساستغفرلک ربی**۔ (6) سلام بشارت جیسے جنتی مسلمانوں سے جنت میں داخل ہوتے وقت فرشتے عرض کریں گے **سلام علیکم فادخلوھا خالدین** (7) سلام التزام اطاعت جیسے ہمارا درود شریف میں **الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ** عرض کرنا ان اقسام کے اپنے سلام کی ہیں ان دو سے کا سلام تو چاہئے سب قسموں کے علاوہ ہے پہلے تین سلاموں میں آنے والے سلام کرتے مگر آخری تین سلاموں میں بیٹھا ہوا آنے والے کو سلام کہتا ہے۔ قوی یہ ہے کہ یہاں سلام بشارت مراد ہے لہٰذا ان غلاموں کی حاضری کے وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام فرمانا بشارت ہے اور اگر سلام تحیت مراد ہے تو یا تو سلام سے مراد ہے سلام کا جواب یا یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے شمار ہوتا ہے۔ یہاں تنبیہ یہ ہے کہ سلام کے چار معنی ہیں سلامتی کی دعا، اسماء الٰہیہ میں سے رب تعالیٰ کا ایک نام جنت کا ایک نام رحمت ہے سلام یہاں یا سلامتی ہے یا اللہ کا نام ہے اگر اللہ کا نام ہے تو اس سے پہلے رحمت پوشیدہ ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہاں سلام سے مراد اللہ تعالیٰ کا سلام ہو جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ان حاضرین بارگاہ تک پہنچایا گیا ہے اس صورت میں **قل** فرمانا ان حاضرین

www.alahazratnetwork.org

بارگاہ کی عزت افزائی کے لئے ہے۔ یعنی اے محبوب سلام میرا ہو زبان تمہاری ہو اس میں ان کی عزت افزائی ہے تمغہ یا سرٹیفکیٹ بادشاہ دے مگر وزیر اعظم یا عالی جلسہ کرنے اس کے سینہ پر تمغہ لگائے تو اس میں اس نوکر کی عزت افزائی ہے **کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ** ظاہر یہ ہے کہ یہ عبارت قل کا دوسرا مقولہ ہے۔ چونکہ آفات سے سلامتی رحمتوں کی عطا مستقل نعمتیں مسلمانوں کے لئے ہیں۔ اس لئے درمیان میں واو عاطفہ نہ آیا بلکہ اسے مستقل دوسرا مقولہ بنایا گیا۔ **کتب** کا مصدر ہے **کتاب** بمعنی لکھنا یا بمعنی لازم فرمانا یہاں دونوں معنی درست ہیں لوح محفوظ میں رب تعالیٰ نے لکھ دیا اپنے ذمہ کرم پر لازم فرمایا چونکہ اس رحمت کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ربوبیت سے ہے اسی لئے **کتب اللہ** نہ فرمایا بلکہ **کتب ربکم** ارشاد ہوا نفس کے چند معنی ہیں۔ حقیقت' دل' جسم' خون' ذات یہاں نفس بمعنی ذات ہے کیونکہ رب تعالیٰ جسم و خون وغیرہ سے پاک ہے رحمت سے مراد وہ خصوصی رحمت ہے جو بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہونے والے مومنین مخلصین کے لئے خاص کر دی گئی ہے اس رحمت کی وسعت ہمارے وہم و گمان و اندازے سے وراء ہے یہ رحمت رزق' ایمان' عرفان وغیرہ کے علاوہ کوئی اور رحمت ہے جو ان حاضرین کے لئے مخصوص ہے **الرحمۃ** کے بعد **لکم** پوشیدہ ہے یعنی تمہارے رب نے تمہارے لئے خاص رحمت اپنے ذمہ کرم پر لازم فرمالی۔ رحمت سے مراد دنیاوی رحمتیں نہیں خواہ خاص ہوں یا عام کیونکہ وہ فانی ہیں نیز وہ رحمتیں بھی ہیں مگر کبھی زحمتیں اور عذاب بھی بن جاتی ہیں اور ہر کافر و مومن سب کو مل جاتی ہیں نہ روحانی عام نعمتیں مراد ہیں جیسے ایمان' تقویٰ وغیرہ کیونکہ یہ نعمتیں تو ان حاضرین کو پہلے ہی مل چکی ہیں کہ فرمایا گیا **الذین یومنون بایاتنا** بلکہ اس رحمت سے مراد روحانی خاص رحمت ظاہر یہ ہے کہ وہ خاص رحمت اللہ تعالیٰ کا خصوصی قرب خاص نگاہ کرم ہے جس نظر سے وہ اپنے محبوب کو دیکھتا ہے تم کو بھی دیکھ لے گا۔ جہاں پھول پہنچتا ہے وہاں گلدستہ کی گھاس بھی پہنچ جاتی ہے۔ جو پھولوں کے ساتھ بندھی ہے یا کتب کے معنی ہیں لوح محفوظ میں لکھ لیا اور رحمت سے مراد ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں یعنی رب نے تم کو اس رحمۃ عالمین کی بارگاہ میں حاضری کے لئے منتخب کر لیا یہ رحمت تم کو ہی ہے۔ خیال رہے کہ رحم جڑ ہے کرم اس کی شاخیں جب ہمارے دل میں کسی پر رحم اور ترس آتا ہے تو اس پر مہربانی کرتے ہیں مالی مہربانی یا جانی اللہ کی ساری نعمتیں دینی ہوں یا دنیاوی اس کا کرم ہیں۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اس کا رحم کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی وجہ سے یہ سب کرم ہوتے ہیں۔ **انہ من عمل منکم سوء ا بجھالۃ**۔ یہ عبارت یا **الرحمۃ** کا بدل ہے یا **کتب** کا مفعول ہے اور **الرحمۃ** مفعول بہ (تفسیر روح المعانی) سوء سے مراد کفر و شرک و بدعقیدگی کے علاوہ اور گناہ ہیں خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے کھلے ہوں یا چھپے سنے ہوں یا پرانے جیسے یا بھول یا جو لے ہوئے ایک سوال یا لاکھوں کروڑوں اس سے کفر و شرک اس لئے خارج ہیں کہ یہ خطاب مومنین حاضرین مخلصین سے ہے۔ جہالت سے مراد غلطی یا خطاء نہیں کہ غلطی خطاء میں تو یہ لازم نہیں تو بے علمی مراد ہے بلکہ مراد نادانی ہے یا بے وقوفی یا جاہلوں کا سا کام حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ خود دنیا جہالت ہے (ابن ابی حاتم' تفسیر ابن کثیر' روح المعانی کبیر وغیرہ) لہٰذا آیت بالکل واضح ہے۔ **ثم تاب من بعدہ واصلح** یہ عبارت معطوف ہے عمل پر چونکہ توبہ کا وقت ساری عمر ہے اس لئے ثم ارشاد ہوا کہ اگر کوئی بلا ان گناہ کے بعد فوراً توبہ کرے تو وہ بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو توبہ کے معنی اس کے اقسام اس کے ارکان اس کی شرائط اور شرائط قبول بارہا بیان ہو چکے ہیں۔ یہاں اتنا سمجھ لو کہ جیسے گناہوں کی توبہ یونہی توبہ کی حقیقت ہے اپنی بری حرکت پر نادم

www.alahazratnetwork.org

وبال کی معافی چاہنا، آئندہ نہ کرنے کا عہد کرلینا۔ زبان سے الفاظ توبہ کہے، آنسو نکلیں، گناہ وغیرہ جس ساتھ ہوں تو بہتر ہے
اور اصلح میں بڑی وسعت ہے گزشتہ کی تلافی آئندہ اپنے اعمال درست رکھنا اخلاص وغیرہ سب ہی اس میں
شامل ہیں۔ **فانه غفور رحیم** یہ عبارت کسی پوشیدہ مبتداء کی خبر ہے امرہ یا شانه اور یہ جملہ [illegible] مبتداء حمو من
عمل منکم میں من کی خبر اس لئے یہاں انه فتحہ سے ہے (معانی، بیان وغیرہ) تفسیر کبیر نے فرمایا کہ **انه من عمل منکم** تا بدل
ہے **الرحمة** کا اور یہ **فانه غفور رحیم** بدل ہے **انه من عمل** کا لہذا دونوں جگہ ان فتحہ سے ہے [illegible] قراۃ ہے دونوں جگہ
ان فتحہ سے بعض قراتوں میں دونوں جگہ ان کسرہ سے ہے۔ اور بعض قراتوں میں **انه من عمل** میں ان فتحہ سے ہے اور **فانه**
غفور میں ان کسرہ سے۔ (تفسیر کبیر) جس توبہ کے بعد توبہ کی تو اس شخص کا حال یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا بھی ہے
مہربان بھی اسے بخش بھی دیگا اور مہربانی بھی کرے گا۔ بخشنے سے مراد ہے گناہ معاف کر دینا اور مہربانی سے مراد ہے اس کو
جنت کی نعمتیں عطا فرمانا۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی گنہگار بندے کو بغیر توبہ بھی بخش دیتا ہے وہ کریم ہے مگر وہاں بخشش لازم و
ضروری نہیں مگر درست توبہ کرنے پر ضرور بخش دیتا ہے اس نے یہ اپنے ذمہ کرم پر لازم فرما لیا ہے لہذا یہاں ف ارشاد فرمانا بالکل
درست ہے گناہ کی بخشش اور ہے اور بخشش کا لازم و ضروری ہونا کچھ اور اسی لئے یہاں **کتب ربکم** ارشاد ہوا **وکذلک نفصل**
الآیات یہ جملہ نیا ہے لہذا واو ابتدائیہ ہے۔ **ذلک** میں اشارہ گزشتہ مضامین کی طرف ہے توحید، رسالت، شرک و کفر کی
تردید وغیرہ آیات سے مراد قرآن مجید کی آیتیں ہیں یعنی جیسے ہم نے توحید نبوت کے دلائل شرک و کفر کی تردید وغیرہ تفصیل وار
بیان فرمائی ہے۔ اسی طرح ہم قرآن مجید کی تمام آیت تمام مضامین تفصیل وار صاف صاف کھول کر بیان فرماتے ہیں۔ قرآن
کریم میں بعض احکام و فرمان وہ ہیں جن پر قیامت تک عمل ہوگا جیسے نماز، روزہ وغیرہ کی آیت اور بعض احکام و فرمان وہ ہیں جو
صرف زمانہ نبوی میں عمل میں آگئے پھر ان پر عمل ناممکن ہو گیا جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں دعوت کھانے آپ کے
ساتھ راستہ چلنے کے احکام کی آیات مگر یہ دونوں قسم کی آیات قرآن میں رکھی گئیں ہیں تاکہ اس سے مخلصین مجرمین کے
راستے واضح ہو جاویں رشد۔ واو **وکذلک نفصل** الخ **ولتستبین سبیل المجرمین** قوی یہ ہے کہ یہ جملہ ایک پوشیدہ جملہ پر
معطوف ہے اور واو عاطفہ ہے اصل عبارت یوں ہے **لیظهر الحق ولتستبین** الخ تستبین واحد مخاطب ہے اور خطاب
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے سبیل اس کا مفعول **مجرمین** سے مراد کفار و مشرکین ہیں۔ یعنی ہم آیات قرآنیہ تفصیل وار
اس لئے بیان فرماتے ہیں تاکہ حق و باطل ظاہر ہو جاوے اور تاکہ [illegible] مشرکین کا راستہ بالکل ظاہر ہو جاوے [illegible]
طریقے سے بچیں حق راستہ اختیار کریں توبہ [illegible] اے محبوب [illegible] جان [illegible] راستہ [illegible] اختیار کریں [illegible]
[illegible] محبوب سے [illegible] طریقہ [illegible]

خلاصہ تفسیر۔ اس آیت میں دو تفسیریں ہیں جیسا کہ ابھی تفسیر سے معلوم ہوا ان میں سے ایک تفسیر کا خلاصہ
عرض کرتے ہیں اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] آپ سے عرض کرتے ہیں کہ فقراء صحابہ کو اپنی مجلس سے نکال دیا جاوے
[illegible] فرماتے ہیں کہ انہیں [illegible] کے انہیں [illegible] وقت آپ کی [illegible]
[illegible] اس طرح [illegible] جب بھی وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوں [illegible] بات [illegible] ایمان [illegible] آپ
انہیں ہمارا سلام پہنچاؤ۔ خیال رہے کہ جیسے کھدی کی مشین تو ایک ہے مگر اس سے چاروں طرف کی [illegible]

www.alahazratnetwork.org

ہیں سیلنڈ کی سوئی ایک منٹ میں بارہ دفعہ گھومتی ہے منٹ کی سوئی ایک گھنٹہ میں گھڑی کی سوئی بارہ گھنٹہ میں اور سارے کی سوئی ایک مہینہ میں اسی طرح ایمان کی مشین ایک ہے مگر سب کے اپنے مراتب ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ پر پہنچی ہے حمزہ کی وہاں بہت جلد پہنچ جاتی ہے کوئی پہنچ رہی ہے کوئی دیر سے حضرت صدیق اکبر علی مرتضی رضی اللہ عنہما بہت جلد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن تک پہنچ گئے حضرت امیر حمزہ دیر سے ابو سفیان بہت دیر سے اب بھی لوگ تجلیات میں حاضر بارگاہ ہو جاتا ہے مگر وہاں میں کوئی بڑھاپے میں بعض نزع کے وقت تمہیں آئے ہیں ان کے لئے سلام بھی ہے اور پیام بھی اے محبوب آپ انہیں سلام بھی کہیے اور یہ بھی فرما دو کہ رب تعالیٰ تم کو سلام فرماتا ہے اور اس نے اپنے ذمہ کرم پر

تمہارے لئے رحمت لازم فرمائی اور قانون بنا دیا کہ تم میں سے جو شخص نادانی سے کبھی کسی قسم کا گناہ کر بیٹھے پھر مرنے سے پہلے پہلے کبھی بھی سچے دل سے توبہ کر کے اپنا حال سنبھال لے تو اس مجرم کا حال یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے اس کے سارے گناہ بخش بھی دے گا اور راستہ جنت کا اعلیٰ نصیب فرمائے گا خیال رہے کہ پنسل کی تحریر ربڑ سے مٹ جاتی ہے پکی روشنائی کی تحریر تیزاب سے اور پکی روشنائی کی تحریر اور چھپے ہوئے حروف اکھڑ جانے سے مٹ جاتے ہیں مگر جو سنگ کے تختہ پر لوہے کے قلم کی تحریر کبھی نہیں مٹتی ہمارے گناہ فرشتہ ہمارے نامہ اعمال میں لکھتے ہیں وہ اس پنسل کی سی تحریر ہے جس کے دوسرے نامہ میں بندہ کی توبہ تو اس تحریر کی ربڑ ہے تحریر مٹ جاتی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے جو تحریر لوح محفوظ میں ان کے لئے کردی ہے وہ لوہے کی تحریر ہے جو مٹ نہ سکے یہ بندے تو مقربین کی فہرست کی پختہ تحریر میں آ چکے ہیں کفار ان فقراء کو ذلیل سمجھتے ہیں مگر ہمارے ہاں اس کی یہ عزت ہے اور جیسے ہم اپنی توحید تمہاری نبوت اسلام کی حقانیت کفر کی تردید تفصیل وار بیان فرماتے ہیں ایسے ہی ہم تمہارے خادموں کی عزت و عظمت ان کے مقبول بارگاہ ہونے کی آیات بھی ہم تفصیل وار بیان فرماتے ہیں تاکہ اس سے حق ظاہر ہو جائے اور مجرموں کا راستہ بھی کھل کر سامنے آ جائے لوگ تمہارے صحابہ کے نقش قدم پر چلیں اور کفار کے طریقوں سے بچیں۔ حضرات صحابہ تمہاری بارگاہ تک پہنچنے کا راستہ ہیں اور تم ہماری بارگاہ تک پہنچنے کا ذریعہ ہو۔

فائدے۔ اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں حاضر ہونے والے فقیر اللہ کی لوٹی رحمت ہیں مطلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام رحمتوں کا دروازہ ہیں جو دروازہ مالک کی دین اور فقیروں کے لینے کی جگہ ہوتی ہے ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم رب کی دین ہم فقیروں کے لینے کا مقام ہیں یہ فائدہ اذا جاءک سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے سے یہ تقسیم تاقیامت جاری ہے اور تاقیامت مسلمان یہ بھیک لیتے رہیں گے اس کا دروازہ ہر سائل کے لئے ہر وقت کھلا ہے یہ فائدہ الذین یؤمنون کے اطلاق سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ: مومن خواہ کسی درجہ کا ہو گنہگار ہو یا نیک کار متقی ہو یا سلطان غوث ہو یا قطب ولی ان کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بے نیاز نہیں ہو سکتا ہر وقت حضور کا محتاج ہے سب اسی کے قدموں کی طرف بھیجنے والا ہے۔

مٹانے تو ہیں منگتے کوئی شاہوں میں دکھا دو   جس کو مری سرکار سے ٹکڑا نہ ملا ہو

www.alahazratnetwork.org

ان کا ایک دروازہ ہے اور تمام دنیا اس دروازے کی بھکاری اور رب کی طرف سے حکم ہے **واما السائل فلا تنھر** کسی بھکاری کو جھڑکو مت اس کی جھولی بھر کر چلاؤ۔

> جھولیاں کھول کے یونہی نہیں دوڑے آئے ہم کو معلوم ہے دولت تری عادت تیری

جیسے کوئی شخص ہوا دھوپ پانی غذا سے بے نیاز نہیں ہو سکتا ایسے ہی کوئی شخص ان کے دست کرم سے بے نیاز نہیں ہو سکتا بلکہ مذکورہ بالا چیزوں سے ہم بعد مرنے بے نیاز ہو جاتے ہیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بے نیاز نہیں بعد مرنے قیامت وجنت میں بھی ان کے حاجت مند رہیں گے۔ **چوتھا فائدہ:** قرآن مجید مان لینے اس پر عمل کر لینے کے بعد بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حاجت سب کو ہے یہ فائدہ بھی **الذین یومنون** سے حاصل ہوا کہ قرآن مجید پر ایمان رکھنے والوں کے متعلق ارشاد ہوا **اذا جاء ک** کہ جب یہ تمہارے پاس آویں۔ **پانچواں فائدہ:** حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کے لئے مدینہ منورہ پہنچنا شرط نہیں اگر وہ نصیب ہو جائے تو زہے نصیب اگر نصیب نہ ہو تو بھی ان کی بارگاہ میں حاضر ہو سکتے ہیں یہ فائدہ **وا ذا جاء ک** کے اطلاق سے حاصل ہوا کہ یہاں **الی المدینۃ** کی قید نہیں لگائی گئی۔ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں رہ کر ہم سب کے پاس آگئے **لقد جاء کم رسول** ایسے ہی ہم اپنے جھونپڑوں میں رہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو سکتے ہیں سورج چوتھے آسمان پر رہ کر ہم سب کے پاس پہنچ جاتا ہے ہم آڑ سے نکل کر دھوپ میں آجائیں اگر ہم خود آڑ میں رہیں تو قصور ہمارا ہے۔ ہماری غفلتیں بری حرکتیں ہماری شخی اور بد اعمالیاں یہ آڑیں ہیں رب اس آڑ کو پھاڑ دے تو حضور کا آستانہ دور نہیں۔ یوسف علیہ السلام کے بھائی پہلی دوبار میں دربار یوسفی میں جا کر بھی وہاں نہ پہنچے اسی لئے انہیں شاہ مصر کہتے رہے اور بنیامین کو قیدی سمجھتے رہے یہ نہ سمجھ سکے کہ پیارا پیارے سے مل گیا ہے۔ مگر جب عرض کیا کہ ہم اور ہمارے گھر والے بھوکے ہیں اور ہم کھوٹی پونجی لائے ہیں یہ ہی لے لو ہم پر صدقہ و مہربانی کرو یہ کہنا تھا کہ آڑ ہٹ گئی اور یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے کہ آپ نے فرمایا **انا یوسف و ھذا اخی** اور فرمایا **لا تثریب علیکم الیوم** اور دربار محمدی میں حاضر ہونا ہے تو غفلت نخوت کی آڑ پھاڑ دو اپنے کو خالی کر کے حاضر ہو اور اس آیت کریمہ کی بشارتیں پاؤ۔ **چھٹا فائدہ:** حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی آپ کے آستانہ عالی کی حاضری سے اللہ کی رحمتیں اس کی برکتیں گناہوں کی معافیاں سب کچھ نصیب ہو جاتی ہیں دیکھو یہاں حاضری دینے پر تین چیزوں کا وعدہ ہے سلامتی۔ رحمت مغفرت مگر یہ تینوں وعدے ہیں اس شرط پر کہ **واذا جاء** تمہارے حضور حاضر ہو اگر اللہ حاضری نصیب کرے اس دروازے پر مومن صرف پہنچ جائے تب بھی بھیک مل جاتی ہے اگرچہ زبان سے کچھ نہ کہے اس لئے یہاں صرف حاضری کا ذکر ہے کچھ عرض کرنے کا ذکر نہیں مگر شرط یہ ہے کہ چالاکی چوری بدمعاشی کے لئے نہ پہنچے منافقوں کی طرح بلکہ اخلاص و نیازمندی کے لئے حاضر ہو۔ **ساتواں فائدہ:** بشارت کے سلام میں یا کسی کا سلام پہنچانے میں یہ ضروری نہیں کہ آنے والا ہی سلام کرے بلکہ بیٹھا ہوا بھی آنے والے کو کر سکتا ہے اجازت اور ملاقات کے سلام میں یہ ہے کہ آنے والا کرے یہ فائدہ **فقل سلام علیکم** سے حاصل ہوا کہ ارشاد ہوا محبوب آپ ان آنے والوں کو سلام فرماؤ جیسا کہ ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا کہ یہ سلام ملاقات کا نہیں بشارت کا ہے یا رب کا سلام پہنچانا ہے۔ **آٹھواں فائدہ:** حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ سلام اور یہ بشارتیں اپنے حاضرین بارگاہ کو تاقیامت جاری ہیں برابر جاری ہیں بعض قوت قدسیہ والے اولیاء اللہ سے اس کا سننا بھی ثابت ہے ہم جیسے گنہگار لوگ بغیر سنے ہی اس پر ایمان

www.alahazratnetwork.org

رحیم۔ نواں فائدہ: اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز لازم اور واجب نہیں لیکن اگر وہ کریم خود اپنے کرم سے اپنے ذمہ لازم فرما لے تو اس کی ضرور ادائیگی ہوگی۔ یہ فائدہ کتب ربکم علی نفسہ سے حاصل ہوا۔ دسواں فائدہ: ساری نیکیوں سے اعلیٰ اور افضل نیکی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری ہے۔ دیکھو رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں کسی نیکی کا اجر یہ بیان نہ فرمایا کہ کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ۔ رب نے تمہارے لئے اپنی ذات پر رحمت لازم فرمائی۔ بعد میں حضور یہاں حاضر ہونے والوں کو یہ بھی بشارت دی اور مغفرت کی بھی بشارت بھی دی ایسی شاندار بشارتیں صرف اس نیکی کے لئے ارشاد ہوئیں۔

گیارھواں فائدہ: ہر گناہ کرنے والا جہالت و نادانی سے گناہ کرتا ہے اگرچہ کتنا ہی بڑا عالم و عاقل ہو یہ فائدہ سوءا بجہالۃ سے حاصل ہوا یہ جہالت علم کے مقابل نہیں بلکہ دانائی کے مقابل ہے جو جہالت سے نہیں وہ حماقت سے اچھا سمجھ کر گناہ کرے وہ کافر ہے کہ اب وہ شریعت کا منکر ہے مثلاً ایک شخص نماز کو فرض مانتے ہوئے پڑھتا نہیں وہ جہالت سے نماز چھوڑ رہا ہے یہ جرم قابل معافی ہے ایک شخص نماز فرض ہی نہیں مانتا یا اسے برا سمجھتے ہوئے نہیں پڑھتا۔ وہ جہالت سے نہیں بلکہ خبیث پن سے نہیں پڑھتا یہ کفر ہے یہ جرم ناقابل بخشش ہے۔ جب تک مسلمان نہ بنے گا۔ بارھواں فائدہ: ہر گناہ قابل بخشش ہے چھوٹا ہو یا بڑا ایک ہو یا لاکھوں چھپا ہو یا علانیہ یہ فائدہ سوءا کو مطلق فرمانے سے حاصل ہوا۔ ہاں حقوق العباد مار لینا قابل بخشش نہیں جب تک کہ حق دار معاف نہ کرے یہ فائدہ بھی سوءا فرمانے سے حاصل ہوا کہ سوء فرمایا حقا نہ فرمایا مرقات باب العلم میں ہے کہ حقوق العباد کی نہ شفاعت ہوگی نہ رب تعالیٰ کی طرف سے معافی یہ تو صاحب حق کے معاف کرنے سے ہی معاف ہو سکتے ہیں۔

تیرھواں فائدہ: اگرچہ گناہ سے توبہ بہت جلد کر لینی چاہئے لیکن اگر کچھ دیر سے بھی کی گئی تب بھی درست ہے یہ فائدہ ثم تاب من بعدہ فرمانے سے حاصل ہوا کہ ثم تاخیر کے لئے آتا ہے۔ چودھواں فائدہ: توبہ کے لئے گذشتہ گناہوں پر ندامت کے ساتھ آئندہ اپنی اصلاح کرنی بھی ضروری ہے بلکہ اگر ہو سکے تو گناہ کا کفارہ بھی ادا کرے یہ فائدہ اصلح فرمانے سے معلوم ہوا ایک جگہ قرآن مجید میں ہے الا من تاب و امن و عمل عملا صالحا فاولئک یبدل اللہ سیاتہم حسنات وہاں بھی توبہ کے بعد آئندہ نیک اعمال کرنے کا ذکر ہے گویا توبہ کے دو رکن ہیں ایک رکن کا بیان تاب میں ہے دوسرے رکن کا بیان واصلح میں۔ پندرھواں فائدہ: مسلمانوں کو چاہئے کہ ایمانیات کے ساتھ کفریات نیکیوں کے ساتھ گناہوں کا بھی علم رکھے ایمانیات اور نیکیاں اختیار کرنے کے لئے سیکھے اور کفریات و گناہ بچنے کے لئے یہ فائدہ ولتستبین سبیل المجرمین سے حاصل ہوا اسی لئے رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں صالحین کے اعمال کا بھی ذکر فرمایا اور کفار کے اعمال کا بھی بلکہ کفار کے کفریات بھی قرآن مجید میں بیان فرمائے۔ دیکھو ارشاد فرمایا لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم نیز فرمایا وقالت الیہود عزیر ابن اللہ سولھواں فائدہ: اللہ رسول کی بارگاہ ناز و حسن کی نہیں نیاز مندی کی ہے سرداران مکہ نے اگرچہ کہہ کر شرط لگائی کہ اگر مساکین کو آپ نکال دیں تو ہم آپ کے پاس آئیں مگر آپ نے انہیں نہ نکالا لہذا ہم آپ سے نہیں وہ تو مردود کر دیئے گئے اور بارگاہ سے بغیر شرط بندہ بارگاہ بن گئے انہوں نے منہ سے نہیں کہا کہ ہم کو آپ نہ نکالیں وہ ایسے محبوب ہوئے کہ سبحان اللہ یہ فائدہ ولتستبین سبیل المجرمین سے حاصل ہوا تا قیامت یہ دونوں مجالس قائم فرما دی گئیں ان واقعات سے معلوم ہوا کہ ایمان کا اصل وقار نبی ہے جس دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وقار ہے اس دل میں قرآن، ایمان، اسلام رحمان کا وقار ہے اور جس دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وقار نہیں اس میں کسی کا وقار

www.alahazratnetwork.org

نہیں اس سے مذکورہ واقعات لطف مومنین کے بیان فرمائے۔

پہلا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مومن کو سلام پہنچا اور یہ بشارتیں اسی پر موقوف ہیں کہ وہاں مسلمان حاضر ہوں چونکہ اذا جاء شرط ہے اور فقل سلام علیکم جزاء شرط کے بغیر جزا نہیں ہوتی تو یہ شرف صرف امیر مسلمانوں کو حاصل ہوگا جو مدینہ منورہ میں حاضر ہو سکیں وہ بھی عمر میں صرف ایک دوبار۔ جواب: یہاں آنے سے مراد صرف مدینہ منورہ میں حاضر ہو جانا نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم روحانی قلبی بھی شامل ہے مسلمان جہاں بھی ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا لو لگائے رکھے گناہوں پر شرمندگی کرے اور عرض کرے۔

یا رسول اللہ بدرگاہت پناہ آوردہ ام ۔۔۔ ہمچو کاہے آمدم کوہ گنہ آوردہ ام

انشاء اللہ اسے یہ سلام و بشارتیں ملیں گی ہم نے عرض کیا ہے۔

جسم ہندی ہے مرا روح ہے میری مدنی ۔۔۔ یاخدا دور کسی طرح ہو بعد بدنی

خیال رہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ بہت لمبے ہیں ان کا دامن بہت وسیع ہے سورج کی کرنیں ایک وقت آدھی زمین پر پڑتی ہے وہ بھی صرف دن میں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تجلیات ساری زمین پر بلکہ مسلمانوں کی قبروں میں ہر وقت پڑتی ہیں۔ دیکھو نماز درست ہونے کے لئے کعبہ کی طرف رخ ہونا ضروری ہے۔ مگر اس کے لئے مکہ معظمہ پہنچنا ضروری نہیں جہاں بھی ہو منہ ادھر کر لو نماز درست ہے۔ یوں ہی جہاں بھی ہو دل کا رخ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر لو سب کچھ مل جائے گا۔ دوسرا اعتراض: جب آنے میں اتنی وسعت ہے تو اس آیت میں آنے کی قید کیوں لگائی گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر مسلمان کو سلام اور یہ بشارتیں دے رہے ہیں۔ جواب: اس لئے تا کہ کوئی مسلمان اپنے علم و عمل پر غرور کر کے اپنے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بے نیاز نہ سمجھ لے تم خواہ کچھ بھی ہو مگر یہ نعمتیں ان کے دروازہ پر حاضری سے ملیں گی۔ جیسے ملنے والے دروازہ سے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا۔

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا ۔۔۔ ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستاں بتایا

تجھے حمد ہے خدایا!

جیسے دنیا کا کوئی غوث و قطب عالم فاضل ہوا و خوب خدا ایمان سے بے نیاز نہیں ہو سکتا یوں ہی کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ تیسرا اعتراض: سنت یہ ہے کہ آنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے مگر یہاں ارشاد ہے کہ جب مومن تمہارے پاس آئیں تو آپ انہیں سلام فرماؤ یہ آیت اس حدیث پاک کے خلاف ہے۔ جواب: اس کے تین جواب ابھی تفسیر میں عرض کئے گئے ایک یہ کہ اس سلام سے مراد رب تعالیٰ کا سلام ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غلاموں کو پہنچاتے ہیں دوسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام مراد ہے مگر یہ سلام تحیۃ و ملاقات کا نہیں بلکہ سلام بشارت ہے۔ حدیث شریف میں سلام ملاقات کے لئے یہ قید ہے کہ آنے والا کرے۔ تیسرے یہ کہ یہ شرعی سلام نہیں بلکہ سلامتی کی خبر ہے کہ اے مومنو جب تم میرے دروازہ پر آ گئے تو تم نے ہر طرح کی سلامتی پالی تمہارا دین ایمان تقویٰ پرہیزگاری انشاء اللہ بخیریت منزل مقصود پر پہنچیں گے۔ تم شیطان نفس امارہ اور تمام گمراہ کن چیزوں سے محفوظ رہو گے۔

www.alahazratnetwork.org

دل پر کندہ ہو تیرا نام کہ وہ دزدِ رحیم — اُلٹے ہی پاؤں پھرے دیکھ کے طغرا تیرا!

لہٰذا آیت و حدیث میں تعارض نہیں سلام الٰہی قسمیں ہم ابھی تفسیر میں عرض کر چکے۔ چھٹا اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جو جہالت و بے علمی سے گناہ کرے وہ بخشا جاوے گا تو جو کوئی دانستہ گناہ کرے وہ نہ بخشا جاوے گا حالانکہ دوسری جگہ قرآن کریم میں ہے۔ **ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء** کفر و شرک کے سوا سارے گناہ قابلِ بخشش ہیں یہ آیت کریمہ اس آیت کے خلاف ہے۔ **جواب**: اس کا جواب ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا ہے کہ جہالت سے مراد علم یا عمد کے مقابلہ کی جہالت نہیں بلکہ بمعنی نادانی و حماقت ہے مقصد یہ ہے کہ آدمی اپنے کو گنہگار سمجھتے ہوئے گناہ کرے تو بخشا جاوے گا جو گناہ کو اچھا جان کر کرے وہ نہ بخشا جاوے گا کیونکہ وہ تو ایمان سے نکل چکا غرضیکہ گنہگاری خطاکاری کا جرم کچھ اور ہے غداری و بغاوت کا جرم کچھ اور ہے گناہ قابلِ معافی ہے مگر غداری و حقارت کا گناہ قابلِ معافی نہیں خیال رہے کہ بڑے سے بڑا عقلمند گناہ کرے تو بے وقوف ہے سیدھا سادہ مسلمان نیکی کرے وہ عقلمند ہے دنیا کی عقل مشین اور آلات بناتی ہے۔ آخرت کی عقل ایمان و عرفان و تقویٰ بناتی ہے یہاں آخرت کی بے عقلی نادانی بیوقوفی مراد ہے لہٰذا **بجهالة** فرمانا بالکل درست ہے۔ **پانچواں اعتراض**: یہاں بخشش اور رحمت کے لئے توبہ اور اصلاح کی شرط لگائی گئی تو کیا جو گنہگار توبہ اور اصلاح نہ کرے وہ ہرگز نہ بخشا جاوے گا اگر ایسا ہے تو یہ آیت اس آیت کے خلاف ہے **ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء** نیز بہت سے گنہگار بغیر توبہ مر جاتے ہیں بہت سوں کو توبہ کا موقعہ نہیں ملتا کیا وہ سب ناقابلِ بخشش ہیں۔ **جواب**: ابھی تفسیر میں عرض کیا کہ یہاں یہ دونوں قیدیں بخشش و رحمت کے لئے نہیں بلکہ بخشش و رحمت لازم و ضروری ہونے کے لئے ہیں دیکھو یہاں فرمایا **كتب ربكم على نفسه الرحمة** یعنی توبہ کرنے اصلاح کرنے والے کی ضرور بالضرور بخشش ہو گی دوسروں کی بخشش کا حتمی وعدہ نہیں چاہے سزا دے چاہے بخش دے اس لئے تمہاری پیش کردہ آیت میں ہے **لمن يشاء** لہٰذا آیتیں دونوں برحق ہیں تعارض نہیں۔ **چھٹا اعتراض**: اگر یہاں رحمت کے معنی کئے جائیں تقریب خاص نظر خاص جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئے وہ حاضرین بارگاہ کو بھی عطا ہوں گے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور حاضرین بارگاہ میں فرق کیا دونوں برابر ہو گئے کہ سب کو یکساں قرب و نظر عطا ہوئے۔ **جواب**: اگر گلدستہ میں گھاس پھول کے ساتھ بندھ جانے کی وجہ سے بادشاہ کے ہاتھ میں پہنچ جائے تو گھاس پھول کی شان برابر نہیں ہو جاتی اگر باراتیوں کو دولہا کے ساتھ بٹھا کر یکساں کھانا کھلا دیا جائے تو باراتی اور دولہا برابر نہیں ہو جاتے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دولہا یا پھول ہیں حاضرین طفیلی ہیں۔ باراتی ہیں یا گلدستے کی گھاس کی طرح۔ **ساتواں اعتراض**: یہاں حاضرین بارگاہ کے لئے آیتوں پر ایمان لانے کا ذکر کیوں ہوا صرف **جاؤك** فرمایا کافی تھا **الذين يؤمنون بآياتنا** اتنی دراز عبارت کی کیا ضرورت تھی۔ **جواب**: اگر **جاؤك** فرمایا جاتا تو شبہ ہوتا کہ یہ فرمان عالی صرف فقراء صحابہ کے لئے ہی ہے **الذين يؤمنون** فرما کر یہ بتایا کہ یہ بشارت عظمیٰ تاقیامت سارے مسلمانوں کے لئے ہے اور حاضری سے مراد صرف مدینہ منورہ میں حاضر ہونا نہیں بلکہ جہاں بھی ہوں وہاں سے ہی حاضر ہو جائیں نیز یہ بتایا گیا کہ کوئی کسی درجہ کا مومن ہو ولی ہو غوث ہو قطب ہو یہ سلام اور بشارتیں جب پائے گا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہو گا کوئی اپنے کو ان سے مستغنی نہ سمجھے۔ **آٹھواں اعتراض**: ہماری قرأت میں **انه من عمل** اور پھر **فانه غفور رحيم** دونوں جگہ ان کو فتحہ ہے مگر نحوی قاعدہ سے دونوں جگہ کسرہ ہونا چاہیے کیونکہ شروع کلام میں ان کسرہ سے ہوتا ہے۔ **جواب**: اس کا

www.alahazratnetwork.org

جواب تفسیر [illegible] روح المعانی [illegible] دونوں ملا [illegible] انہ من عمل منکم سوءا بجهالۃ
یہاں [illegible] رحمت اپنے [illegible] فرمائی [illegible] انہ من عمل [illegible] فانہ غفور رحیم [illegible] انہ من عمل
[illegible] اس کی مثال ان دو آیتوں میں [illegible] ولقد جئتمونا فرادی کما خلقناکم اول مرۃ و ترکتم ما خولناکم اور
فرمایا کتب علیہ انہ من تولاہ فانہ یضلہ اور فرمایا الم یعلموا انہ من یحادد اللہ و رسولہ فان لہ
نار جہنم ان ساری آیتوں میں [illegible] وجہ سے مفتوح ہے (کبیر)۔

تفسیر صوفیانہ جیسے کعبہ معظمہ کے بعض فیوض مکہ معظمہ پہنچ کر ملتے ہیں دور سے نہیں مل سکتے چنانچہ طواف حج عمرہ
سنگ اسود کو بوسہ وہاں پہنچ کر ہی مل سکتے ہیں اور بعض فیوض ہر جگہ رہ کر مل جاتے ہیں چنانچہ نماز پڑھتے وقت قربانی کرتے
وقت [illegible] وقت بلکہ جان نکلتے وقت کعبہ کی طرف منہ [illegible] ہوتا ہے مسلمان جہاں بھی ہو وہیں سے ہی کعبہ کو منہ کر کے یہ
عبادات [illegible] رب فرماتا ہے وایما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ غرضیکہ کعبہ معظمہ مسلمانوں کو مکہ بلاتا ہے اپنے
پاس [illegible] نمازی بناتا ہے یوں ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ ایمان قبلہ ارواح قبلہ قلوب قبلہ عرفان ہیں حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا سے بعض فیوض وہاں [illegible] حاضری سے والوں کو ملتے ہیں بعض فیوض ہر جگہ مل جاتے ہیں
چنانچہ صحابیت [illegible] وغیرہ صرف ان خوش نصیبوں کو میسر ہوئی جو اس زمانہ میں مجلس پاک کی ظاہری حاضری سے مشرف
ہوئے اور ایمان [illegible] قیامت ہر جگہ پہنچتی رہیں گی اس آیت میں حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دو [illegible] فرمایا گیا اے محبوب جو دوطلبی اپنے کو آپ کی دولت میں فنا کر کے
[illegible] انہیں نہ تو فراق چھاؤ نہ انہیں فراق سے ڈراؤ بلکہ انہیں اپنے پاس بلاؤ۔ اور انہیں ہمارا سلام پہنچاؤ انہیں ہماری
[illegible] سناؤ کہ تم نے اپنے کو ہمارے محبوب میں فنا کر دیا اور اپنا دل ان پر فدا کر دیا تو جو رحمتیں محبوب پر برس رہی ہیں تم پر بھی
ان [illegible] ہو جاوے گا [illegible] تم ہم سے قریب حضور کے پاس آؤ اپنوں کے ساتھ وہاں ہی پہنچتے ہیں جہاں اچھے پہنچے
ہیں [illegible] حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم عرش پر پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے ملکہ [illegible] بھی عرش پر پہنچ
گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] جلوہ گری فرما ہیں تو [illegible] وہاں کی مٹی خاک [illegible]
خاک شفا [illegible] مسجد نبوی [illegible] قبریں جنتی ہیں اور [illegible] (روضہ) جنت [illegible] اندر
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] السلام علیک ایہا النبی [illegible]
[illegible] سلام قولا من رب رحیم [illegible] سلام علیکم طبتم فادخلوھا خالدین [illegible]
[illegible]
[illegible]

www.alahazratnetwork.org

ازلی ہے دوسری وقتی وقتی تحریر ازلی تحریر تو نہ بدل سکتی ہے نہ مٹ سکتی ہے کتب ربکم میں اس ازلی تحریر کا بیان ہے کہ اے میرے محبوب کے ماننے والو اگر تم سے کوئی برا کام ہو جائے اور کاتب اعمال فرشتے نے تمہارے نامہ اعمال میں لکھ لیا تو گھبراؤ نہیں یہ تحریر وقتی ہے میں نے تمہارے لئے تحریر ازلی میں رحمت لکھ دی ہے اس آیت کا مضمون بیماران گناہ کے لئے شفا ہے اسی میں دوا اور پرہیز دونوں کا مکمل بیان ہے

درد مندان گنہ را روز و شب   شربتے بہتر ز استغفار نیست
آرزو مندان وصل یار را   چارہ غیر از نالۂ زار نیست

غرضیکہ محبوب کا دروازہ پکڑ لو وہاں سے رب کی رحمتیں پا لو مغفرت کے بعد اس قرب کے بعد کوئی چیز نہیں ہے

نہ کہیں سے دور ہیں منزلیں نہ کہیں قریب کی بات ہے
جسے چاہیں اس کو نواز لیں یہ در حبیب کی بات ہے

قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ

فرمادو بیشک میں منع کیا گیا ہوں اس سے کہ پوجوں میں ان کو جنہیں تم پوجتے ہو اللہ کے مقابل فرمادو کہ میں نہیں پیروی

تم فرماؤ مجھے منع کیا گیا ہے کہ انہیں پوجوں جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تم فرماؤ میں تمہاری خواہش پر

اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ ۝

کرتا میں خواہشوں کی تمہاری تحقیق بہک جاؤں گا میں تب تو اور نہ ہوں گا میں ہدایت دیئے ہوؤں سے

نہیں چلتا یوں ہو تو میں بہک جاؤں اور راہ پر نہ رہوں

تعلق: اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات کریمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ رحمانہ کلام بتایا گیا جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیارے بندوں کو خطاب فرماتے ہیں اب وہ غضب و قہر کا کلام بتایا جا رہا ہے جس سے مردودوں کو خطاب فرماتے ہیں گویا محبوبوں کی محبوبیت ظاہر فرما کر مردودوں کی مردودیت ظاہر فرمائی جا رہی ہے کیونکہ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات کریمہ میں مشرکین عرب کا وہ مطالبہ ذکر ہوا کہ آپ فقراء مومنین کو اپنے آستانہ سے الگ کر دیں ہماری خاطر اب خود ان شریروں کو ٹھکرایا جا رہا ہے۔ **تیسرا تعلق:** ابھی پچھلی آیت کریمہ کے آخر میں ارشاد ہوا کہ ہم نے مجرمین اور مخلصین کی راہ ظاہر فرما دی۔ اب اس ظہور کا ذریعہ بتایا جا رہا ہے کہ جس راہ سے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو نفرت ہے وہ مجرمین کا راستہ ہے اور جس راہ سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو محبت ہے وہ متقین کا راستہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ نشان ہدایت ہیں جن سے کفر و ایمان کے فرق ظاہر ہوتے ہیں گویا ایک چیز کا اجمالی ذکر فرمانے کے بعد اب اس کی تفصیل بیان ہو رہی ہے۔ **چوتھا تعلق:** پچھلی آیات میں ان فقراء صحابہ کو اپنے ساتھ رکھنے کا حکم دیا گیا جو صبح و شام اپنے رب کے عابد ہیں اب ان اغنیاء و کفار سے علیحدگی کا حکم ہے جو اپنی

www.alahazratnetwork.org

ھوی کے پیرو تھے اور بتوں سے پجاری کو بارگاہ الٰہیہ سے لائق حضرات تھے کے بعد ان نالائقوں کا قرب جو اس آستانہ کے لائق نہیں۔

تفسیر قل انی نھیت یہ نیا مضمون ہے اس آیت میں توحید کا ذکر ہے اس سے پہلے ثابت فرمایا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں تو یہ دلیل توحید کے بتانے کی ہے اور اس کے ساتھ نبوت کا ذکر فرمایا اب تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق رب فرماتا ہے انا ارسلنک شاھدا اور اپنے متعلق فرماتا ہے وکفی باللہ شھیدا محمد رسول اللہ نے قل فرمایا۔ اشارۃً بتایا گیا کہ یہ توحید کا مضمون ایمان جب بنے گا جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے ماتحت ہو کہ دنیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے ماسوی اللہ کی عبادت سے باز آ جائے نھیت بنا ہے نہی سے بمعنی منع کرنا۔ اس سے بنا نھیت بنا مجہول مطلق۔ یعنی مجھے رب تعالیٰ کی طرف سے پہلے ہی منع کر دیا گیا ہو۔ روک دیا گیا ہوں اپنے بچپن شریف میں فطری طور پر بحکم ہوئے پر عالم عقل کے ذریعہ اور زمانہ قرآنی ظہور نبوت کے بعد آیات قرآنیہ سے۔ یعنی مجھے رب نے تمام بد عقیدگیوں ساری بدعملیوں سے روک دیا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بت پرستوں میں رہے مگر کبھی بت پرستی نہ کی کبھی بتوں کے نام پر ذبح کئے جانور کا گوشت نہ کھایا عرب جیسے ملک میں رہ کر کبھی جھوٹ، شراب وغیرہ کسی بری بات کے قریب نہیں گئے یہ ہی ہیں نھیت کے معنی شیر کا ایک دن کا بچہ گھاس نہیں کھاتا بکری کا ایک دن کا بچہ گوشت نہیں کھاتا یہ فطری ہدایت کہ رب العالمین نے ان دونوں کو کھانے نہ کھانے کی چیزوں کی ہدایت دیکر بھیجا اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو کرنے نہ کرنے کے کاموں کی ہدایت دے کر بھیجا۔ ان اعبد الذین یہ عبارت نھیت کا دوسرا مفعول ہے اعبد بنا ہے عبادۃ سے عبادت کے معنی ہیں اپنی عبدیت کا اظہار یعنی اپنے کو کسی کا بندہ مان کر اس کے سامنے عجز و نیاز۔ اطاعت کے معنی ہیں اپنے سے بڑے کی فرمانبرداری اتباع کے معنی ہیں کسی کے نقش قدم پر چلنا اس کی نقل کرنا لہذا عبادت صرف خدا تعالیٰ کی ہی ہو سکتی ہے۔ اطاعت اللہ تعالیٰ کی بھی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی اور اپنے بزرگوں کی بھی اتباع صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہو گی۔ عبادت اطاعت اتباع کا فرق ہم سورۃ فاتحہ کی تفسیر ایاک نعبد کے تحت بیان کر چکے ہیں یہاں اتنا سمجھ لو کہ عبادت بہت قسم کی ہوتی ہے بدنی مالی اور دونوں کا مجموعہ اعبد میں یہ تینوں شامل ہیں الذین اگرچہ عقل والوں کے لئے آتا ہے مگر یہاں مشرکین کے بت، چاند، سورج، درخت، پتھر انسان حیوان سارے معبود اس میں داخل ہیں کیونکہ وہ اپنے ان سب معبودوں میں عقل مانتے تھے انہیں عاقل و ہوشیار سمجھتے تھے (روح المعانی) تدعون من دون اللہ تدعون بنا ہے دعاء سے دعا کے معنی ہیں کسی کو پکارنا کسی کو اپنے پاس بلانا کہا جاتا ہے دعوت ضیافت یعنی ضیافت میں نے اپنے مہمان کو دعوت دے کے اپنے گھر بلایا اصطلاح میں دعاء بمعنی عبادت و پرستش آیا ہے قرآن و حدیث میں دعا چار معنی میں آیا ہے پکارنا جیسے الا دعاء و نداء بلانا جیسے وادعوا شھداء کم من دون اللہ مانگنا جیسے ربنا و تقبل دعاء عبادت کرنا جیسے لا تدعوا من دون اللہ حدیث شریف میں ہے الدعاء مخ العبادۃ دعا عبادت کا مغز ہے وہاں دعا سے مراد دعا مانگنا ہے یہاں بمعنی عبادت ہے اس لئے پہلے ارشاد ہوا ان اعبد پھر ارشاد ہوا تدعون ایسے موقعہ پر قرآن کریم میں دعاء بمعنی پوجنا پرستش کرنا ہی ہوتا ہے۔ وہی معنی یہاں مراد ہیں کیونکہ مشرک اگر بت کو کبھی نہ پکارے مگر اس کو سجدہ کرے یا اس کے نام پر جانور ذبح کرے یا اس کی عبادت کی نیت سے یا اس پر پانی چڑھائے جب بھی

www.alahazratnetwork.org

مشرک ہے **لا تدعون من دون اللہ** کے معنی یہ نہیں کہ اللہ کے سوا کسی کو پکارو نہیں اور جو چاہو کرلو اس پانی پڑھو اسے سجدہ کرلو۔ نہیں بلکہ معنی یہی ہیں کہ ماسوی اللہ کو پوجتے ہو۔ دون کے معنی ہم بیان کرچکے ہیں اور **الا' سوی' غیر'** حاشا' دون کے معنی آتے ہیں یہاں دون بمعنی سوا ہے یہ معنی متصل۔ **قل لا اتبع اھواء کم۔** یہ فرمان پچھلے رب تعالیٰ کی ممانعت کا ہے فقط ارشاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی ذات سے اپنے حال کا اظہار ہے اس لئے یہاں قل دوبارہ ارشاد ہوا **اھواء** جمع ہے **ھوی** کی معنی نفسانی خواہش رب تعالیٰ فرماتا ہے **واتبع ھواہ** نفسانی خواہش کو ھوا اس لئے کہتے ہیں کہ وہ انسان کو دوزخ میں گرا دیتی ہے اور خود بھی ہوائی ہوتی ہے اس لئے اسے ہوا کہتے ہیں۔ یعنی آپ فرما دو کہ مجھے بتوں کی عبادت سے رب تعالیٰ نے بچپن شریف سے ہی منع فرما دیا ہے اور میں بذات خود تمہاری خواہشوں کی پیروی نہیں کرتا ہوں یہاں فقط "تمہاری خواہشات سے بیزار ہوں" (روح المعانی) اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ تم محض اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہو تمہارے پاس وحی الٰہی اور نبوت نہیں اور دین کے لئے اسی کی ضرورت ہے ہوی سے ہدی نہیں ملتی اور بے ہدی خدا نہیں ملتا دین کا مقصود خدا رسی ہے۔ **قد ضللت اذا** یہ پایا جملہ ہے جس میں ان کفار خواہشات کی پیروی کا انجام بیان فرمایا گیا ہے۔ **ضلال** کے معنی اور اس کی قسمیں اور ان اقسام کے نتیجے ہم سورہ فاتحہ کی تفسیر **ولا الضالین** کے ماتحت بیان کرچکے ہیں یہاں **ضللت** معنی ماضی نہیں بلکہ معنی مستقبل ہے۔ چونکہ کفار کی خواہشات کی پیروی کی صورت میں گمراہی یقینی ہے اس لئے یہاں مستقبل کو ماضی سے تعبیر کیا گیا یہاں ضلال سے مراد عقیدے کی انتہائی گمراہی ہے، شرک ہے یعنی اگر میں تمہاری خواہشات کی پیروی کروں تو تمہاری طرح گمراہ یعنی مشرک و کافر ہو جاؤں گا **وما انا من المھتدین** یہ جملہ **قد ضللت** پر معطوف ہے اور اس سے گمراہی کی انتہائی بیان فرمانا مقصود ہے یعنی اس صورت میں ایسا گمراہ ہو جاؤں گا کہ ہدایت کے کسی شعبہ میں نہ رہوں گا بعض گمراہیاں حد کفر تک نہیں پہنچتیں۔ ان میں کچھ نہ کچھ ہدایت کا شائبہ رہتا ہے مگر جو گمراہی شرک و کفر تک پہنچ جاوے اس میں ہدایت کا کوئی شائبہ نہیں رہتا اس عبارت میں اشارۃً فرمایا گیا کہ اے بدنصیبو تم گمراہی کے آخری درجہ میں ہو تم میں ہدایت کا مطلقاً نہیں۔ خیال رہے کہ اس عبارت میں ناممکن کو ناممکن پر معلق فرمایا گیا ہے یہ بھی ناممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کفار کی پیروی کریں اور یہ بھی ناممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک آن کے لئے ہدایت سے علیحدہ ہو جاویں جیسے قرآن مجید میں ارشاد ہے **ان کان للرحمن ولد فانا اول العابدین۔** اگر رحمٰن تعالیٰ کے بیٹا ہو تو پہلے میں اس کی عبادت کروں گا یہ بھی ناممکن کو ناممکن پر معلق فرمانا ہے۔

خلاصہ تفسیر۔ اس آیت کریمہ کا مقصد یہ ہے کہ کفار کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بالکل نا امید کر دیا جاوے وہ اس خوش فہمی میں نہ رہیں کہ ہم کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مذہب کی طرف کھینچ لیں گے۔ چنانچہ ارشاد ہوا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ علانیہ طور پر مشرکین عرب سے فرما دیں کہ مجھے رب تعالیٰ نے عالم غیب سے اس چیز سے منع فرما کر بھیجا ہے کہ میں کبھی کسی حال میں تمہارے ان جھوٹے معبودوں کی کسی قسم کی بندگی یا کوئی اور عبادت کروں ان میں سے کسی کی بچپن شریف میں بھی تم میں رہ کر بھی بت پرستی نہ کی میں تم لوگوں میں رہا تمہارے ماحول سے متاثر نہیں ہوا بلکہ ماحول کو بدلنے آیا ہوں یہ بھی فرما دو کہ تم نہ تو وحی کے تابع ہو نہ کسی آسمانی کتاب کے نہ الہام الٰہی کے نہ تم تک نور نبوت پہنچا تم صرف اپنی نفسانی خواہش کے پیروکار ہو اور خواہش نفس کی پیروی خدا تک نہیں پہنچا سکتی تم تک جانے والا راستہ عرستان

www.alahazratnetwork.org

نہیں پہنچا سکتا اس صورت میں اگر بفرض محال میں بھی تمہاری خواہش نفسانی کی پیروی کروں تو تمہاری طرح میں بھی ہدایت سے ہٹ کر بہک جاؤں گا گمراہ ہو جاؤں گا۔

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است

خیال رہے کہ ہم صرف اللہ تعالیٰ کے عبد ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کے رسول اور اپنے پیشواؤں کی اطاعت کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع ہیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتے رہے اور صرف رب ہی کے مطیع ہیں آپ نے کسی اور کی اطاعت نہیں کی اور اتباع کسی کی بھی نہ کی کیونکہ اطاعت اپنے سے بڑے کی ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برابر مخلوق میں کوئی نہیں حتیٰ کہ حضرت عباس حمزہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں وہ بھی حضور کی اطاعت کرتے رہے اگر والدین کریمین زندہ رہتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے کیونکہ وہ سب امتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کے نبی اس لئے **اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم** میں خطاب ہم لوگوں سے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب نہیں اور عبادت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی خطاب ہے **واعبد ربک حتی یاتیک الیقین** یہ بھی خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتوں کی عبادت تو بالکل بند فرما دی اسے عرب سے نکال ہی دیا مگر کفار مکہ جو خدا کی عبادت کرتے تھے اسے بند نہ کیا بلکہ اس کی اصلاح فرما کر اسے باقی رکھا کعبہ کا طواف بند نہ کیا طواف میں ننگا ہونا بند کیا حج بند نہ کیا بلکہ مزدلفہ اور عرفات تک جانے کا حکم دیا کعبہ نہیں گرایا بلکہ کعبہ سے بت نکال دیئے اس لئے **لا اعبد الذین تدعون من دون اللہ** ارشاد ہوا۔

فائدے اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ ہر مسلمان کو چاہئے کہ اپنے دین و ایمان کا اعلان کرے دین چھپانے کی چیز نہیں اس میں تقیہ بازی منافقت ہے یہ فائدہ قل سے حاصل ہوا بلکہ مسلمان کو دین اس کی صورت سیرت لباس وضع قطع ہر چیز سے ظاہر ہو اگر دین میں تقیہ کرنا درست ہوتا تو اسلام کیسے پھیلتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے خوف سے تقیہ کر کے اپنے کو چھپانے رکھنے نور خدا انور چھپنے کو نہیں آیا تھا بلکہ چمکنے اور چمکانے کو تشریف لایا تھا دوسرا فائدہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تو ایسے آئے کہ طیب و طاہر صاف ستھرے ہر برائی سے دور ہر صفت سے موصوف ہو کر آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کوئی بد عقیدگی بلکہ بد عملی کسی وقت بھی اختیار نہ کی۔ حضرت حسان فرماتے ہیں۔

خلقت مبراء من کل عیب کانک قد خلقت کما تشاء

اے محبوب تم ہر عیب و برائی سے پاک و صاف پیدا کئے گئے ہو گویا رب تعالیٰ نے تم کو تمہاری مرضی کے مطابق پیدا فرمایا۔

عرب کے واسطے رحمت عجم کے واسطے رحمت وہ تو ہیں لیکن تیرے رحمۃ للعالمین ہو کر

یہ فائدہ بیت کی تفسیر سے حاصل ہوا کہ یہاں بیت سے مراد پیدائشی جبلی صراحت ہے اس کی تفسیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بچپن شریف کی زندگی مبارک ہے۔ تیسرا فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک آن کے لئے نہ بہکے نہ کفار کی رائے پر چلے نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ان کی کسی نفسانی خواہش کی پیروی کی یہ فائدہ **قد ضللت اذا** الخ سے حاصل ہوا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **ما ضل صاحبکم وما غوی**۔ چوتھا فائدہ ہدایت یافتہ بندوں کی متابعت میں ہدایت ہے ان کی مخالفت سے

www.alahazratnetwork.org

خدا تعالیٰ ہم کو نیک بھی بنائے اور نیکوں کے زمرے میں رکھے یہ فائدہ وما انا من المهتدين سے حاصل ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا کی تھی وادخلنی برحمتک فی عبادک الصالحین۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء مرسلین کی جماعت سے ہیں یہ دعا وما انا من المهتدين سے حاصل ہو اللہ تعالیٰ ہم گنہگاروں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کی جماعت میں رکھے اگر ایمان پر خاتمہ نصیب ہو جاوے تو ہم بھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا قدم شریف پکڑ کر عرض کرسکیں۔

جس گلستاں کے ہو گل تم — خار اس بوستاں کے ہم بھی ہیں

پہلا اعتراض۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نزول قرآن سے پہلے غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ جب قرآن کریم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے منع فرمایا تب یہ چیز چھوڑی دیکھو بتایا گیا **انی نهيت** منع اس عمل سے کیا جاتا ہے جو انسان پہلے سے کرتا ہو۔ دیکھو رب تعالیٰ فرماتا ہے **ووجدك ضالا فهدى**۔ وہ آیت اس آیت کی تفسیر ہے (حفظ مذہب)۔ **جواب** اس اعتراض کا جواب ابھی تفسیر سے معلوم ہو گیا کہ رب تعالیٰ نے نزول قرآن سے پہلے حضور کو فطری طور پر بت پرستی سے منع فرمایا اور نزول قرآن پر شرعی طور پر منع فرمایا بہت عام ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر جب پہلی وحی آئی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی بت خانہ میں یا خرابات میں نہ تھے بلکہ غار حرا میں نماز سجدہ تہجد عبادت الٰہی فرما رہے تھے اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ناجائز کام عمر شریف کے کسی حصہ میں ہوا ہوتا تو مشرکین عرب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور طعنہ دیتے کہ کل تک آپ یہ کام کرتے تھے آج ہمیں اس سے منع کرتے ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی تبلیغ میں پہلے اپنے متعلق پوچھا **کیف انا فیکم** تم نے میرے شب و روز دیکھے زندگی کا ہر شعبہ ملاحظہ کیا ہم کو کیسا پایا تمام کفار نے یک زبان کہا کہ جیسا تمہیں پایا ایسا کسی کو نہ پایا کفار تو کیا پاتے ان میں ساتو جبریل نے بھی نہ پایا۔

معراج میں جبریل سے کہنے لگے شاہ امم — تم نے تو دیکھے ہیں بہت بتلاؤ تو کیسے ہیں ہم
روح الامین کہنے لگے اے مہ جبین تیری قسم — آفاق ہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

حضرت ابوبکر صدیق پیدائشی مومن ہیں آپ نے کبھی بت پرستی نہیں کی کبھی شراب نہیں پی۔ حضور غوث پاک نے بچپن میں بھی رمضان کے دن میں ماں کا دودھ نہ پیا۔ تمہاری پیش کردہ آیت میں ضال بمعنی گمراہ نہیں بلکہ بمعنی نشان ہدایت ہے اسی سے **فهدى** فرمایا گیا **فهداك** نہ فرمایا۔ یعنی رب تعالیٰ نے تم کو نشان ہدایت پایا جو عالم ہر جگہ سے نظر آئے تو تمہارے ذریعہ سب کو ہدایت دی ورنہ اس آیت کے خلاف ہوگی **ما ضل صاحبكم وما غوى** اگر اللہ نے زندگی و توفیق دی تو انشاء اللہ **ووجدك ضالا** کی تفسیر میں اس کی تفسیر عرض کروں گا اپنے نبی کی نعت کی عرض کروں گا اپنے دل کے ارمان نکالوں گا۔

دوسرا اعتراض۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو پکارنا شرک ہے دیکھو کفار سے فرمایا گیا **تدعون من دون الله** جنہیں تم خدا کے سوا پکارتے ہو لہٰذا یا رسول اللہ یا غوث یا علی کہنا شرک ہے صرف خدا کو پکارنا چاہیئے (وہابی)۔
جواب اس اعتراض کے جوابات بارہا دیئے جا چکے ہیں یہاں بطور اختصار صرف اتنا سمجھو کہ اس اعتراض کے دو جواب ہیں

www.alahazratnetwork.org

ایک الزامی دوسرا تحقیقی الزامی جواب تو یہ ہے کہ اگر کسی بندے کو پکارنا شرک ہے تو ہر نمازی مشرک ہوا کہ وہ کہتا ہے **السلام علیک ایها النبی۔** بلکہ رب تعالیٰ نے نبیوں ولیوں مومنوں بلکہ کفار کو پکارا ہے **نعوذ باللہ** جواب تحقیقی یہ ہے کہ ان جیسی آیات میں پکارنے سے مراد پوجنا ہوتا ہے اور اگر پکارنا مراد ہو تو کسی کو الٰہ کہہ کر پکارنا مراد ہوتا ہے اس کی تفسیر وہ آیت ہے **ومن یدع مع اللہ الٰها اخر۔**

تفسیر صوفیانہ: بعض لوگ گناہ کے پاس جاتے ہیں اور بعض گناہ وں کے پاس گناہ آتے ہیں حضرت انبیاء کرام خصوصاً حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم وہ حضرات ہیں کہ نہ وہ گناہ کے قریب جاویں نہ گناہ ان کے قریب آویں اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ پر انوار کو اس شمع سے تشبیہ دی گئی ہے جس کو چمنی سے محفوظ کر دیا گیا ہو کہ نہ وہ شمع ہوا تک پہنچے نہ ہوا اس تک چنانچہ فرمایا گیا **مثل نوره كمشكوة فيها مصباح المصباح فى زجاجة** یہاں ارشاد ہوا کہ اے محبوب اپنے خدا اپنے مقام کو ان لوگوں کو خبر دے دو کہ فرماؤ مجھے پہلے سے ہی بت پرستی اور ہوا پرستی سے محفوظ فرمادیا گیا ہے نہ میں ان برائیوں تک پہنچوں نہ یہ برائیاں مجھ تک پہنچ سکیں اس دعوے کی دلیل میری زندگی اور میرا ماحول ہے اگر ان دونوں چیزوں میں سے کوئی بات ممکن ہوتی تو میں عرب کے گندے ماحول میں رہ کر تمہاری طرح گمراہ ہو تا ایسی ہدایت تم پر نہ ہوتا جس پر تم مجھے دیکھ رہے ہو میں اور میری زندگی میرے اعمال و افعال خود میرے دعوے کی دلیل ہیں۔ جیسے سورج خود اپنی دلیل ہے اس کو اس سے ثابت کیا جاتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں شعر۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب ۔۔۔ گر دلیلت باید ازوے رو متاب

اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کمالات کی آپ ہی دلیل ہیں **انی نهيت** الخ اور **لا اتبع** الخ دونوں دعویٰ ہیں اور **قد ضللت** الخ ان دونوں دعووں کی مضبوط دلیلیں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق بلکہ خالق کی برہان ہیں رب فرماتا ہے۔ **قد جاء كم برهان من ربكم** ہمارے لئے ربانی امر ونہی کی اور نوعیت ہے۔ حضرات اولیاء کے لئے دوسری نوعیت اور حضرات انبیاء کرام کے لئے تیسری نوعیت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس کی چوتھی نوعیت ہے اس امر ونہی سے جو کہ نہ کھلا۔ قرآن کریم کا نزول ہمارے حق میں اس لئے ہے کہ ہم عبادات و ریاضات کی مشقتیں جھیلیں رب تک پہنچیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اس لئے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مشقتوں سے بچایا جاوے فرماتا ہے۔ **ما انزلنا عليك القرآن لتشقى۔**

قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ مَا عِنْدِیْ مَا
فرماؤ کہ بیشک میں کھلی دلیل پر ہوں طرف سے اپنے رب کے اور جھٹلایا تم نے اسے نہیں ہے پاس میرے
تم فرماؤ میں تو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور تم اسے جھٹلاتے ہو میرے پاس نہیں جسکی تم

تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ یَقُصُّ الْحَقَّ وَ هُوَ خَیْرُ الْفٰصِلِیْنَ

وہ جو جلدی کی مانگتے سو تم شے نہیں ہے حکم مگر اللہ کا بیان فرماتا ہے حق اور وہ بہتر فیصلہ کرنے والوں سے

جلدی کیا رہے ہو حکم نہیں ہے مگر اللہ کا وہ حق فرماتا ہے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا

قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ

فرمادو کہ اگر تحقیق پاس ہوتی وہ چیز جلدی کرتے ہو تم جس کی تو یقیناً فیصلہ کردیا جاتا ہے درمیان میرے

تم فرماؤ اگر میرے پاس ہوتی وہ چیز جس کی تم جلدی کررہے ہو تو مجھ میں تم میں کام ختم ہوچکا

بِالظّٰلِمِیْنَ

اور درمیان تمہارے اور اللہ بہت جاننے والا ہے ظالموں کو

ہوتا اور اللہ خوب جانتا ہے ستمگاروں کو

تعلق: ان آیتوں کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلوایا گیا تھا کہ نہ تو میں کبھی تمہارے معبودوں کی عبادت کروں گا نہ تمہاری خواہشات کی پیروی اب اس کی نہایت قوی دلیل دی جارہی ہے کہ میں نور ہوں روشنی ہوں تم تاریکی ہو ظلمت میں نورانی مخلوق ظلمانی مخلوق کی پیروی کیسے کرسکتی ہے۔ نور و ظلمت جمع نہیں ہوسکتے۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معصومیت محفوظیت کی ایک وجہ بیان کی گئی تھی انی نہیت اب اس معصومیت کی دوسری وجہ بیان کی جارہی ہے۔ انی علی بینۃ گویا ایک دعوے کی دو دلیلیں دی گئیں ایک دلیل پچھلی آیت کریمہ میں دوسری دلیل اب۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اندرونی حفاظت کا ذکر تھا اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیرونی حفاظت کا ذکر ہے انی نہیت میں ذاتی نورانیت کا اعلان ہوا اور انی علی بینۃ میں دوسری نورانیت گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور علی نور ہیں خود قرآن کریم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نور علی نور فرمایا گیا ایک نہایت تیز بلب خود بھی روشن ہو پھر اس پر دوسرا بہت تیز بلب بھی روشنی ڈال رہا ہو تو ظاہر ہے کہ پھر اس بلب کی روشنی کا کیا حال ہوگا انی نہیت سے ایک نور کا ذکر آیا انی علی بینۃ سے دوسرے نور کا۔ چوتھا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معصومیت کا ذکر تھا جس سے آپ گناہ تک نہ پہنچ سکیں قل انی نہیت الخ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محفوظیت کا ذکر ہے جس سے گناہ آپ تک نہ پہنچ سکیں۔ گویا بتایا گیا تھا کہ اے کافرو میں تم تک تمہارے عقیدوں تک تمہارے بتوں تک نہیں جاتا کہ معصوم ہوں اب ارشاد ہے کہ تمہاری باتیں میرے دل تک نہیں پہنچتیں کہ محفوظ ہوں اس شمع کو رب تعالیٰ نے مضبوط چمنی سے گھیر دیا ہے کوئی اسے بجھا نہیں سکتی پرندے کے پاس سے معصوم ہو گیا کہ وہ بلی تک نہیں پہنچا اسے محفوظ پنجرے میں رکھ دیا محفوظ ہو گیا کہ بلی اس تک نہیں پہنچ سکتی۔

www.alahazratnetwork.org

شانِ نزول: جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار قریش کو دعوت اسلام دی تو اسلام قبول نہ کرنے پر عذاب الٰہی سے ڈرایا تو ان کے بعض سرداروں نے بطور تمسخر کہا کہ وہ عذاب جلد لائیے ہم کو اس کا انتظار ہے حتیٰ کہ وہ کہا کرتے تھے **فامطر علینا حجارۃ من السماء اوئتنا بعذاب الیم** اور کہا کرتے تھے **ائتنا بما تعدنا ان کنت من الصادقین** اگر آپ سچے ہیں تو اپنے وعدے ہوئے عذاب لے آئیے ان کے جواب میں یہ آیتیں نازل ہوئیں (تفسیر کبیر' خازن' روح المعانی بیان وغیرہ)۔ (۲) بعض کفار حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزات کا مطالبہ کرتے تھے کہ مکہ کے پہاڑوں کو سونا بنا دیجئے زمین مکہ کو قابل کاشت بنا کر یہاں نہریں ندیاں جاری فرما دیجئے پھر یہ کہ جلدی یہ معجزات دکھلائیے اگر آپ نے فوراً دکھا دئیے تو آپ سچے رسول نہیں ان کے جواب میں یہ آیتیں نازل ہوئیں (خزائن)

تفسیر: **قل انی علی بینۃ من ربی** چونکہ اس مضمون کا تعلق بھی توحید الٰہی سے ہے کہ کفار حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خدائی قدرتوں ربانی طاقتوں اور خدائی کاموں کا مطالبہ کرتے تھے حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ نبوت کیا تھا نہ کہ دعویٰ خدائی اس لئے قل سے شروع فرمایا۔ نیز اس آیت میں بظاہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کا ذکر ہے کہ کفر و طغیان ہوں۔ مگر در پردہ رب تعالیٰ کی قدرت کا ذکر ہے کیونکہ فرمایا یہ ہے کہ انسان میں ہدایت و گمراہی دونوں کی طاقت پیدا کرے و **ھدینا والسعد** میں گمراہی کی قدرت ہے یعنی ان سے مجھے گمراہ کرنے کی طاقت نہیں دی وہ مرے ہوئے تقوی [illegible] میں قدرت الٰہی کا [illegible] کہ مال باپ سے پیدا ہونا قانون ہے اور حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے اور جناب آدم و حوا بغیر ماں باپ کے پیدا فرمانا قدرت ہے لہٰذا یہ مدح الٰہی ہے اس سے بھی اسے قل سے شروع فرمایا یہاں قل میں روئے سخن کفار سے ہے جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے نادر آیات کا مطالبہ کرتے تھے۔ **انی علی بینۃ** جملہ اسمیہ فرما کر یہ بتایا کہ میرا اس روشنی پر ہونا عارضی ہے کہ میں دنیا میں آ کر روشنی پر ہوں بلکہ دائمی ہے میں پہلے ہی سے روشنی پر ہوں اسی لئے کافروں میں پیدا ہوا مگر سا ایمان ہوں بدوؤں میں پیدا ہوا مگر اچھا ہوں بت پرستوں میں پیدا ہوا مگر خدا پرست ہوا۔ **بینۃ** بنا ہے بیان سے بمعنی ظہور سے ہے یا بتانے والی معنی دوری سے پہلی صورت میں بینہ سے مراد روشن ظاہر واضح دلائل دوسری صورت میں اس سے مراد وہ جو حق و باطل میں فرق کرے دلیل کو بینہ اسی لئے کہتے ہیں بیوتہ اور طلاق بائنہ جو زوجین میں دوری واقع ہوئے پہلا احتمال زیادہ قوی ہے (روح المعانی) **من ربی** متعلق ہے فائنہ کے اور صفت ہے بینہ کی یعنی اس روشن دلیل پر ہوں جو میرے رب کی طرف سے مجھے عطا ہوئی اس روشن دلیل سے مراد یا تو قرآن مجید ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت آخری احتمال زیادہ قوی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نزول قرآن اور ظہور معجزات سے پہلے ہی اس نور پر تھے اس لئے آپ سے کبھی کوئی گناہ صادر نہ ہوسکا جو نادانی سے ہو صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی گناہ کا ارادہ بھی نہ کیا اس کی تحقیق ہماری کتاب عصمت انبیاء میں دیکھو یہاں علیٰ فرما کر بتایا گیا ہے جیسے **اولئک علی ھدی من ربھم** نے بتایا ہے **علیہ دین** کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان ازل سے جیسے سورج سے روشنی اور آگ سے گرمی۔ نیز علیٰ فرما کر بتایا کہ حاملین اور چادر آپ پر ہی سے چل جاتے ہیں وہ چل جاتا ہے مگر کالک سیہ دوگرم قدم کسی قدر بھی نہیں چھوڑتے ہیں [illegible] اس جملہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حال کہ ہم بیان ہوا [illegible] عبارت میں کمال فرمایا جاتا ہے

alahazratnetwork.org

بیان سے بہ کا مرجع بینہ ہے یہ عبارت یا تو یا جملہ ہے بینۃ کا حال ہے اور قد پوشیدہ ہے (روح المعانی) مطلب یہ ہے کہ میرا حال تو یہ ہے کہ میں اپنے رب کی روشن واضح دلیل پر ہوں اور تمہارا حال یہ ہے کہ تم اس کے بالکل انکاری ہو تم میں مجھ میں بہت فرق ہے۔ **ما عندی ما تستعجلون بہ** یہ نیا جملہ ہے جس میں ان کے مطالبوں کا جواب ہے۔ ما پہلا نفی ہے دوسرا ما موصولہ اس موصولہ ما سے یا تو ان کا منہ مانگا عذاب مراد ہے یا ان کے مطلوبہ معجزات جیسا کہ شان نزول سے معلوم ہوا احتمال رہتا ہے کہ یہاں ان عذابوں کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہونے مستقل قبضہ میں ہونے کی نفی ہے کہ رب نے عذاب آنے کا جو وقت مقرر فرمایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے آگے پیچھے کردیں رب تعالیٰ کی مرضی کے خلاف اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے بھی عذاب نہیں آسکتا حضرات انبیاء سیف زبان ہوتے ہیں جو ان کی زبان سے نکل جاتا ہے رب تعالیٰ وہی کرتا ہے۔ چنانچہ نوح علیہ السلام نے دعا کی **رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا** خدایا روئے زمین پر کوئی کافر نہ چھوڑ ایسا ہی ہوا کہ سارے کافر غرق کردیئے گئے۔ ان کی قوم نے بھی ان سے عذاب ہی مانگا تھا **فاتنا بما تعدنا** آپ نے دو لفظوں میں بددعا کی سارے ہی ڈوب گئے دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے فرعونیوں کو چند بددعائیں دیں جن میں سے ایک یہ تھی **فلا یؤمنوا حتی یروا العذاب الالیم** یہ لوگ عذاب دیکھے بغیر ایمان نہ لائیں ایسا ہی ہوا کہ وہ ڈوبتے وقت **ولا امنت بہ بنوا اسرائیل**۔ اور غرق کر دیا گیا۔ حضرت کلیم اللہ نے سامری سے فرمایا **ان لک فی الحیوۃ ان تقول لا مساس** تو بیمار ہو جاوے گا کہ جو تجھے چھوئے گا وہ بھی بیمار ہو جاوے گا کہ جو تجھے چھوئے تو بھی بیمار ہو جاوے گا اور تو بھی اس لئے چلاتا پھرے گا کہ مجھے نہ چھونا ایسا ہی ہوا۔ یوسف علیہ السلام نے ایک قیدی سے فرمایا تجھے سولی ہوگی وہ بولا میں نے خواب جھوٹا گھڑا تھا فرمایا **قضی الامر الذی فیہ تستفتیان** تم نے جو پوچھا تھا وہ میں نے کہہ دیا اس کا فیصلہ ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک شخص بائیں ہاتھ سے کھانا شروع کیا فرمایا سیدھے ہاتھ سے کھاؤ وہ بولا میرا سیدھا ہاتھ اٹھتا نہیں فرمایا اب تم سے اٹھے گا بھی نہیں ایسا ہی ہوا ایک بے دین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے دل لگی میں منہ بنا بنا کر ہاتھ ناک پر رکھ کے چل رہا تھا حضور نے پھر کر فرمایا **کن کذالک** تو ایسا ہی ہو جا وہ بالکل ویسا ہی ہو گیا۔ بعض مشرکین نے حضور پر بحالت سجدہ اونٹ کی اوجھڑی رکھ دی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ سے اٹھنے کے بعد چند قریشی سرداروں کے لئے بددعا کی وہ تمام کے تمام بدر میں مارے گئے ایسے واقعات سینکڑوں ہیں۔ ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ذاتی دشمن کے لئے بھی بددعا نہ کی دینی دشمن کے لئے کی نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عذاب کے لئے جو بددعا کی قوم پر نازل ہو جانے والی بددعا نہ فرمائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بعض اللہ کے بندے وہ ہیں کہ اگر رب تعالیٰ پر قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم پوری کر دیتا ہے فرماتے ہیں کہ میں نے ابو طالب کو دوزخ کے سخت ترین طبقہ سے نکال کر ہلکے طبقہ میں کر دیا وغیرہ لہٰذا اس آیت کا وہی مطلب ہے جو ہم نے عرض کیا۔ یہ مقصد بھی ہو سکتا ہے کہ میرے پاس تمہارے منہ مانگے عذاب نہیں میرے پاس تو رحمت ہی رحمت ہے۔ مجھ سے رحمت مانگو میرے دامن میں تو دیکھو تم پر سب رحمت کے دروازے کھلے ہیں نہیں۔ رب تعالیٰ نے فرمایا **ولو انہم اذ ظلموا انفسہم** الخ ہو تو تم کہ رحمت میں ببول کے کانٹے ڈھونڈتے ہو احمق ہے وہ جو کانٹے ڈھونڈنے چلے کہ تم کے پاس کچھ نہیں وہ ذرا باگل ہے اس کے پاس کانٹے نہیں پھل ہیں سارے قرآن میں ایسی ایک آیت نہیں نہ کسی حدیث میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے رحمت مانگی ہو اور

www.alahazratnetwork.org

اسے یہ کہہ دیا گیا ہو کہ میرے پاس نہیں۔ نعمتیں تو عطا فرماؤں آنکھیں مانگیں بخش دیں۔ **ان الحکم الا للہ** - یہ جملہ
نیا ہے اس میں **ما عندی** کی طرح ان نافیہ ہے۔ اس لئے آگے **الا** ہے اور یہ اس کی علامت ہے
اس کے بعد **الحکم** مبتداء ہے اور للہ خبر **الا** سے حصر کا فائدہ حاصل ہوا **الحکم** سے مراد یا تو عذاب میں دیر ہونے کا حکم
فیصلہ ہے یا سارے تکوینی احکام یا سارے تشریعی احکام خیال رہے کہ یہاں حکم سے مراد حقیقی حکم ہے یہ صرف رب تعالیٰ
ہی کا ہے حقیقی حاکم وہی ہے۔ بادشاہ حضرات انبیاء خصوصاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاکم ہیں مگر
رب تعالیٰ کے بنانے سے مجازی حاکم لہٰذا آیت بالکل واضح ہے اور دوسری آیت و احادیث کے خلاف نہیں قرآن کریم
نے بندوں کو حاکم و حکم فرمایا۔ چنانچہ ارشاد باری ہے **و تدلوا بھا الی الحکام** اور ارشاد ہے **فابعثوا حکما من**
اھلہ وحکما من اھلھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا **لتحکم بین الناس بالحق** مسلمانوں کو خطاب ہے **ان**
تحکموا بالعدل وہ آیات اس آیت کے خلاف نہیں۔ خیال رہے کہ امر تشریعی کو حکم کہا جاتا ہے مگر حکم تکوینی
تشریعی حکم کو بھی کہا جاتا ہے اور فیصلہ کو بھی یہاں یہ سارے معانی درست ہیں لہٰذا اس کا ترجمہ بہت ہیں۔ **یقص**
الحق ہماری قرأت میں **یقص** ہے قاف اور صاد سے نافع ابن کثیر وغیرہم کی قرأت میں **یقضی الحق** ہے وہ فرماتے ہیں کہ
رہا۔ **وھو خیر الفاصلین** اور فیصلہ قضا سے ہوتا ہے **یقضی** کی قرأت قوی ہے مگر قرآن میں قضا کے
علاوہ اور چیزوں کے لئے بھی فیصلہ ارشاد ہوا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے **انہ لقول فصل** اور فرماتا ہے **کتاب**
احکمت ایاتہ ثم فصلت اور فرماتا ہے **نقص** (روح المعانی) بہرحال ہماری قرأت **یقص** ہے جو بنا ہے **قص** سے
معنی بیان کرنا یا تابع ہونا رب فرماتا ہے **فارتدا علی اثارھما قصصا** یہاں دونوں معنی درست ہیں یعنی رب تعالیٰ بیان
فرماتا ہے حق یا اللہ کا حکم حق حکمت کے تابع اس کے ساتھ ہوتا ہے (روح المعانی روح البیان وغیرہ) لہٰذا عذاب
عذاب میں دیر کرنا بھی حکمت سے ہے۔ **وھو خیر الفاصلین** یہ جملہ **فاصلین** بنا ہے **فصل** سے معنی جدا
کرنا یہاں مراد ہے فیصلہ کرنا صحیح فیصلہ میں حق باطل سے جدا ہوتا ہے اس لئے فیصلہ کرنے
والے بہت ہیں بادشاہ حکام وغیرہ مگر رب تعالیٰ ان سب سے اچھا فیصلہ فرمانے والا ہے کہ ان لوگوں کے فیصلے غلط بھی ہو
سکتے ہیں مگر رب تعالیٰ کا فیصلہ ہمیشہ برحق ہوتا ہے۔ **فاصلین** جمع فرمانے سے معلوم ہوا کہ حکم اور فیصلے دوسرے بھی
کرتے ہیں مگر وہ مجازی ہیں رب کا فیصلہ حقیقی ہے۔ [illegible] مختلف معنوں میں
شان والے رسول بھیجے گئے کبھی ساق بھی ہوئی آخر میں رحمۃ للعالمین [illegible] تشریف لائے۔ جس کی
مثال [illegible] ہیں ایک سال میں چار [illegible]
طرح جس جگہ جس وقت جیسے رسول [illegible] بھیجے گئے [illegible]
دوراں تھی۔ **قل لو ان عندی ما تستعجلون بہ** یہ جملہ نیا ہے اس میں پہلے مضمون [illegible]
طور پر عذاب ہے **تستعجلون** میں ان کا جلد بازی کا ذکر ہے۔ **عندی** کی تحقیق ابھی **ما عندی ما تستعجلون** کی تفسیر
میں بھی ہو چکی [illegible]
اے کافرو جو عذاب تم جلد مانگ رہے ہو اگر میرے پاس میرے قبضہ میں ہوتا [illegible]

www.alahazratnetwork.org

ہوتا تو جیسے پچھلے نبیوں سے واقعات ہوئے کہ وہ معجزات جلالی رسول تھے اگر میں بھی ایسا ہی رسول جلالی والا ہوتا تو **لقضی الامر بینی و بینکم** یہاں قضا بمعنی فیصلہ نہیں بلکہ بمعنی ختم ہو جانا ہے امر سے مراد عذاب الٰہی اور کفار کی ہلاکت ہے جس کے متعلق کفار حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تقاضے کرتے تھے اس لئے یہاں **بینی و بینکم** ارشاد ہوا یعنی تب تو میرے اور تمہارے درمیان یہ کام اب تک ختم ہو چکا ہوتا کہ تم اللہ کے دشمن ہو تمہارے مطالبہ پر میں تم پر عذاب بھیج دیتا اور تم ہلاک ہو جاتے اللہ کی زمین تمہارے وجود سے پاک ہو چکی ہوتی۔ خیال رہے کہ جلوے مختلف اور حالات گوناگوں ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ کے دشمنوں پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آتا ہے تو رب تعالیٰ یہ فرمان نازل فرماتا ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں پر غضب الٰہی کا دریا جوش میں آتا ہے اور عذاب آنے ہی کو ہوتا ہے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرما کر غضب کی آگ ٹھنڈی فرماتے ہیں۔ چنانچہ **مسلم بخاری** میں بروایت عائشہ صدیقہ مرفوعاً روایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف والوں کو تبلیغ فرمائی تو وہاں کے سردار ابن عبد یالیل ابن عبد کلال نے سخت گستاخی کی تو جبریل امین مع ملک الجبال اسماعیل کے حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رب تعالیٰ نے اس فرشتہ کو بھیجا ہے آپ حکم دیں اخشبین پہاڑ ملا دیئے جاویں جس سے یہ لوگ دانوں کی طرح پس کر رہ جاویں تو فرمایا کہ نہیں یہ لوگ زندہ رہنے دیئے جاویں اگر یہ ایمان نہ بھی لائے تو ان کی اولاد ایمان لے آوے گی۔ (تفسیر ابن اثیر بخاری مسلم وغیرہ)۔

للعالمین ۔۔ رحم طائف کے طعنوں پر — الٰہی پھول برسا پتھروں والی زمینوں پر

یہ مسئلہ مجبوری بے بسی سے نہ تھا بلکہ یہ محبت و کرم نوازیوں اور پیاری باتیں ہیں کہ اگر رب کا غضب گرم ہو تو رحمت عالم نرم اگر اللہ کے محبوب **اشداء علی الکفار** کا مظہر بنیں تو رحمت الٰہی نرم ہو۔ شعر۔

یا رب تو کریمی و رسول تو کریم — صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم

واللہ اعلم بالظلمین۔ اس فرمان کا مقصد یہ ہے کہ تم پر عذاب نہ آنے میں تاخیر اس لئے نہیں کہ رب تعالیٰ تم سے بے خبر ہے یا وہ مجبور ہے یا تم سے ڈرتا ہے نہیں رب ہماری مانتا نہیں بلکہ وجہ یہ ہے کہ وہ علیم و خبیر ہے تم میں سے بعض لوگ آگے چل کر ایمان قبول کریں گے اسلام کی خدمتیں کریں گے جیسے حضرت خالد اور عکرمہ ابن ابی جہل عمرو ابن عاص وغیرہ بعض خود تو کافر مریں گے مگر ان کی اولاد مومن صالح صحابی بنے گی۔ جیسے ولید ابن عقبہ ابوجہل اور عاص ابن وائل وغیرہ بہرحال تاخیر عذاب میں بہت حکمتیں ہیں۔

خلاصہ تفسیر اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ان کفار سے فرما دو جو آپ سے عذاب الٰہی اور اپنی موت اپنے منہ سے مانگ رہے ہیں یا آس لگائے بیٹھے ہیں کہ کبھی آپ ان کی طرف مائل ہو جائیں گے کہ اے بیوقوفو میں تمہاری پیروی کبھی نہیں کر سکتا کیونکہ میں اپنے رب کی طرف سے نور نبوت ہدایت قرآن کی روشنی میں ہوں تم ان سب چیزوں کے انکاری ہو تم ظلمت میں ہو نور بلکہ **هو علی نور** پھر تم میں مجھ میں موافقت کیسی جس کی آنکھوں میں روشنی ہو اسے کوئی کنوئیں یا آگ کی طرف بلائے تو کہے کہ چلو آؤ راستہ صاف ہے وہ اپنی نور نظر کی وجہ سے اس کے دھوکے میں نہیں آسکتا تو جسے رب تعالیٰ نے دل کی روشنی اور بصیرت عطا کی ہو وہ کفر شرک یا گناہ کے راستہ کو کیسے اختیار کر سکتا ہے میں نور پر ہوں بلکہ نور ہوں بلکہ نور بخش دینے والا ہوں پھر تمہارے کہنے میں کیسے آسکتا ہوں۔ ہاں جو عذاب تم مجھ سے مانگ رہے ہو وہ میری قدرت میرے قبضہ میں نہیں کہ

www.alahazratnetwork.org

میں رب تعالیٰ کے فیصلے [illegible] عذاب [illegible] حقیقی حکم رب تعالیٰ کا ہے وہ ہمیشہ حق فرماتا ہے اس کے فیصلے حکمت سے ہوتے ہیں [illegible] فیصلہ فرمائے [illegible] کے فیصلے صحیح ہی ہوتے ہیں علاوہ اس کے فیصلے [illegible] ہوتے ہیں [illegible] عذاب [illegible] جو میرے قبضہ و اختیار میں ہوتا تب میرا تمہارا فیصلہ ہو چکا ہوتا تمہارا کام ختم ہو چکا ہوتا [illegible] کہ تم ظالم مشرک و کافر ہو [illegible] عذاب [illegible] یہ عذاب بھی [illegible] ارشاد [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے بھی ان کفار پر عذاب نہیں آسکتا [illegible] مقصد [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم محض مجبور و معذور ہیں [illegible] اگر یہ مقصد ہو تو یہ آیت [illegible] آپ نے میں [illegible] آپ محض مجبور و معذور ہیں [illegible] آیت میں بھی وہی کہہ دیا رب کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی طاقت نہیں [illegible] مقصد [illegible] تفسیر میں عرض کیا گیا کہ اے کافرو تم مجھ سے عذاب [illegible] میرے پاس عذاب نہیں میرے پاس اللہ کی رحمت ہے **وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین** اگر میرے پاس [illegible] عذاب ہوتا تو [illegible] فیصلہ ہو چکا ہوتا عذاب تو [illegible] تمہارے قبضہ میں ہے ہم سے تو رحمت ہی [illegible] شعر۔

جناب رحمۃ للعالمین [illegible] فرمایا [illegible] قہر و غضب [illegible] نہیں آیا

رب نے فرمایا **وما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم** حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو دافع عذاب ہیں نہ کہ باعث عذاب یہ بھی یاد رکھو کہ حکم تین قسم کے ہوتے ہیں۔ تکوینی حکم [illegible] تشریعی حکم [illegible] نہیں جاتے ان میں بندوں کا اختیار نہیں [illegible] کھاتے جاتے ہیں [illegible] بے اختیار [illegible] جیسے موت، زندگی، تندرستی بیماری [illegible] شرعی [illegible] بندوں کو اس میں اختیار دیا جاتا ہے ان پر عمل [illegible] دونوں حکم رب کی طرف سے ہوتے ہیں [illegible] حضرات انبیاء و اولیاء [illegible] رب تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے مگر حکم [illegible] انہیں [illegible] رحمۃ للعالمین [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] جاتے ہیں۔

فائدہ [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء سے ہی نور ہدایت [illegible] **امی علیہ** [illegible] حاصل [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] دوسرا فائدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] رب تعالیٰ نے نور ہدایت عطا فرمائی [illegible] یہ فائدہ [illegible]

www.alahazratnetwork.org

فرمانے سے حاصل ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رب سے ہدایت و ایمان و عرفان لیا کسی سے نیا نہیں۔ تیسرا فائدہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دلیل و ہدایت ایسی لازم ہے جیسے سورج سے روشنی کہ آپ کبھی ان سے الگ نہیں ہو سکتے۔ وہ چیزیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ ہو سکتی ہیں یہ فائدہ علی بینة علی فرمانے سے حاصل ہوا علی لزوم کے لئے ہے۔ چوتھا فائدہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی کفار کی طرف مائل نہ ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں سب لوگوں [illegible] جھکانے کے لئے تشریف لائے کسی کے آگے جھکنے کے لئے نہ آئے یہ فائدہ انی علی بینة سے بعد و کذبتم به فرمانے سے حاصل ہوا جس میں بتایا گیا کہ میں اور تم دو ضدیں ہیں اور دو ضدوں کا جمع ہونا ممکن ہو نہیں۔ پانچواں فائدہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمت والے پیغمبر ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالمیاں اللہ کی نعمتیں رحمتیں ہیں عذاب نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عذاب مانگنا ایسا ہے جیسے آم کے درخت میں ببول کے کانٹے تلاش کرنا یہ فائدہ ما عندی ما تستعجلون اور لو ان عندی ما تستعجلون سے حاصل ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے تو عذاب آنا بند ہوئے ہیں۔ دیکھو کفار مکہ نے کعبہ معظمہ میں دعا کی کہ الٰہی اگر قرآن سچا ہو تو ہم پر [illegible] آسمان سے پتھر برسا یا دردناک عذاب بھیج۔ تو جواب میں پتھر نہ آئے بلکہ یہ آیت کریمہ آئی ما کان اللہ لیعذبهم وانت فیهم اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہ دیگا آپ ان میں ہیں۔ سبحان اللہ۔ چھٹا فائدہ۔ حقیقی حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے حکام حقیقی رب [illegible] عطا سے بعض بندے ہیں۔ حضرات اولیاء و انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی اجازت سے مجازی حاکم ہیں یہ فائدہ ان الحکم الا للہ سے حاصل ہوا جیسے حقیقی سمیع بصیر علیم قدیر صرف اللہ تعالیٰ ہے اس کی عطا سے بندے بھی عارضی سمیع بصیر وغیرہ ہیں اگر اللہ کے بندے مجازی حاکم نہ ہوتے تو وهو خیر الفاصلین میں الفاصلین جمع نہ لایا جاتا۔ ساتواں فائدہ: اللہ تعالیٰ کے سارے فیصلے تکوینی تشریعی احکام میں بڑا رہا حکمتیں ہوتی ہیں ان میں اس کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں ہو سکتا یہ فائدہ یقص الحق سے حاصل ہوا دیکھو اس کی تفسیر۔ آٹھواں فائدہ۔ اللہ تعالیٰ اگر ظالم کو ڈھیل دے اور بھی [illegible] نعمتیں دیدے تو اس کی وجہ اس رب کی بے علمی یا مجبوری نہیں بلکہ اس میں کوئی خاص حکمت ہے یہ فائدہ واللہ اعلم بالظالمین سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم محض مجبور ہیں انہیں کوئی اختیار نہیں۔ دیکھو کفار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عذاب مانگا تو فرمایا ما عندی ما تستعجلون به تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو [illegible] [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم عذاب نہیں لا سکتے تو [illegible] [illegible] حضور صلی [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] جیسے کہ کفار نے کہا تھا اللهم ان کان هذا هو الحق من عندك فامطر علينا حجارة من السماء او ائتنا بعذاب الیم رب نے فرمایا ما کان اللہ لیعذبهم وانت فیهم اللہ انہیں عذاب نہ دے گا جب تک آپ ان میں ہو [illegible] [illegible] ویستعجلونك بالعذاب ولولا اجل مسمی [illegible] آپ سے عذاب جلدی مانگتے ہیں [illegible]

www.alahazratnetwork.org

مقرر نہ ہو چکا ہوتا تو عذاب آجاتا تو گویا ہوگئے کہ ابھی اللہ تعالیٰ عذاب بھیجنے پر قادر نہیں۔ جواب تحقیقی یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے عذاب آسمانی بند ہو گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت عالم ہونے کی دلیل ہے نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجبوری کی دلیل یہ آیت تو نعت رسول کی آیت ہے ما عندی کے معنی ابھی ہم نے عرض کر دیئے کہ میرے پاس عذاب نہیں میرے پاس تو رحمت ہے۔ تم ایک مثال دکھاؤ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مسلمان کے لئے کوئی رحمت مانگی ہو اور وہ قبول نہ ہوئی ہو ایسے واقعات صدہا ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کو جو دعا دی وہ قبول ہو گئی بلکہ جو دے دیا اسے وہ مل گیا حضرت انس کو کثرت مال و اولاد کی دعا دے دی تو ان کا گھر دولت اور اولاد سے بھر گیا فرمایا عثمان نے کوثر مجھ سے خرید لیا۔ عثمان جنتی ہیں۔ حسن و حسین جوانان جنت کے سردار ہیں فاطمہ جنتی بیبیوں کی سردار ہیں وغیرہ وہ حضرات ایسے ہی ہوئے ہم نے عرض کیا ہے شعر۔

مالک ہیں خزانہ قدرت کے جو جس کو چاہیں دے ڈالیں
دی خلد جناب ربیعہ کو بگڑی لاکھوں کی بنائی ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دین تو کعبہ سے پوچھو کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں بتوں سے پاک ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کرم سے اسلام کا قبلہ بنا۔ دوسرا اعتراض: قرآن مجید سے ثابت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض کفار کو بددعائیں دیں تو وہ قبول نہ ہوئیں بلکہ فرمایا گیا **لیس لک من الامر شیء او یتوب علیھم او یعذبھم** آپ کو بددعا کا کوئی حق نہیں اللہ تعالیٰ خواہ انہیں عذاب دے یا توبہ کی توفیق (وہابی)۔ جواب: اس کے بھی دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی جواب الزامی تو یہ ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار پر بددعا کرنے کا حق نہیں۔ تو حضرت نوح و شعیب و صالح و موسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کو کفار پر بددعا کرنے کا حق کیوں تھا کہ انہوں نے کفار پر بددعائیں کیں اور وہ قومیں ہلاک ہو گئیں آج ہم کو بھی بددعا کا حق ہے اگر ہم کفار پر بددعا کریں بلکہ قنوت نازلہ پڑھیں تو گنہگار نہیں۔ جواب تحقیقی یہ ہے کہ تمہاری پیش کردہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے محبوب یہ بددعائیں تمہاری شان کے لائق نہیں تم رحمت والے رسول ہو وہ حضرات جلال والے پیغمبر تھے ان کی وجہ سے غضب سے قومیں ہلاک کر دی گئیں تم بنانے والے بسانے والے رحمت والے رسول ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا ظہور ہے رب کا مقصد یہ تھا کہ وہ مجرمین بجائے ہلاک ہونے کے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں گریں مسلمان ہو کر دین کی خدمات انجام دیں کافروں کو ہلاک کرنے سے انہیں مسلمان کر دینا بہتر ہے چنانچہ وہی لوگ مومن عادل متقی پرہیزگار بنے۔ تیسرا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار مکہ پر عذاب آجانے کی تمنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تھی مگر رب نے پوری نہیں کی جس پر آپ کو بہت حسرت و افسوس تھا تحریرتہ لکھتے تھے۔ دیکھو فرمایا گیا **لو ان عندی ما تستعجلون بہ لقضی الامر** کیسا حسرت آمیز کلام ہے۔ جواب: اس اعتراض کے تین جواب ہیں دو تو الزامی اور ایک جواب تحقیقی پہلا جواب الزامی تو یہ ہے کہ اس طرح تو قرآن مجید میں رب تعالیٰ کے لئے بھی آیا ہے **لو تزیلوا لعذبنا الذین کفروا** اگر وہ مومنین مکہ مکرمہ سے نکل جاتے تو ہم کفار مکہ کو عذاب دیتے تو یہاں بھی کہو گے کہ رب تعالیٰ عذاب پر قادر نہ رہا اس پر افسوس کر رہا ہے **نعوذ باللہ**۔ دوسرا جواب الزامی یہ ہے کہ اس صورت میں یہ آیت کفار مکہ کی تائید میں ہوگی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کفار یہی کہتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی طاقت نہیں اگر ہوتی تو ہم پر عذاب لے آتے۔ جواب تحقیقی یہ ہے کہ **قل لو ان عندی** الخ کا منشا یہ ہے کہ اے کفار

مکہ تم جو عذاب الٰہی سے بچے ہوئے ہو اس قدر نافرمانیوں کے باوجود اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ حرم میں عذاب نہیں آسکتا۔ دیکھو اصحاب فیل پر حرم میں ہی عذاب آگیا تھا۔ اس پر کعبہ معظمہ کے بالکل قریب پتھر برسے تھے۔ نیز عذاب سے بچنے کی یہ وجہ بھی نہیں کہ رب تعالیٰ تمہاری بت پرستی و بدکاریوں سے راضی ہے کیونکہ انہیں حرکتوں سے گذشتہ قوموں پر عذاب آئے بلکہ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ میں نبی رحمت ہوں میرے پاس عذاب نہیں رحمت ہے غرضیکہ یہ آیت مجبوری معذوری کے لئے نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت رحمت بیان کرنے کے لئے ہے۔ چوتھا اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے خدا کے سوا کوئی حاکم نہیں نہ نبی نہ ولی نہ کوئی اور لہذا سوا قرآن کے کسی کو نہ ماننا چاہئے۔ (خوارج کی وہابی)۔

نوٹ ضروری: یہ وہ اعتراض ہے جو خلافت حیدری کے دور میں خوارج نے حضرت علی پر کیا کیونکہ حضرت حیدر کرار نے حضرت امیر معاویہ سے صلح کرنے کے لئے ابو موسیٰ اشعری کو حکم مان لیا تھا خوارج بولے کہ علی اور معاویہ دونوں مشرک ہو گئے کہ انہوں نے ابو موسیٰ اللہ کو حاکم مان لیا۔ اس کا جواب وہی ہے جو حضرت ابن عباس نے ان خوارج کو دیا جس سے پانچ ہزار خارجی توبہ کر گئے باقی پانچ ہزار جو اوے وہ ضرب حیدری ذوالفقار سے فی النار ہوئے آپ نے فرمایا کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر زوجین میں نااتفاقی ہو جاوے تو **فابعثوا حكما من اهله وحكما من اهلها** ایک پنچ خاوند کی طرف سے بھیجو اور ایک حکم بیوی کی طرف سے بس یہ آیت سن کر پانچ ہزار تائب ہو گئے۔ ہم بھی ابھی تفسیر میں اس کا جواب عرض کر چکے۔ مزہ جب ہے کہ کوئی ملاں طلال وہابی یا چکڑالوی یہ آیت پڑھ کر آج حکومت کا قانون ٹھکرا دے۔ دیکھو وہ لطف آوے گا کہ اپنی سات پشت کو وصیت کر جاوے گا کہ کوئی قانون کا انکار نہ کرنا تم تو خدا ارتک کا حکم مانتے رہتے ہو وہاں یہ آیت کیوں نہیں پیش کرتے۔ پانچواں اعتراض: اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلوایا گیا کہ اگر میرے پاس عذاب ہوتا تو تمہاری ہلاکت کا فیصلہ کر دیا جاتا تم ہلاک ہو چکے ہوتے مگر طائف میں اللہ تعالیٰ نے عذاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں دیدیا کہ فرشتہ عذاب آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا مگر کفار ہلاک نہ ہوئے پھر یہ آیت کیونکر درست ہوئی۔ جواب: یہ اعتراض تفسیر ابن کثیر اور تفسیر صاوی وغیرہ نے قائم کیا اور اس کی مختلف جوابات دیئے ہیں بہترین جواب یہ دیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عذاب آنے کی دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ عذاب آپ کے قبضہ میں ہو دوسرے یہ کہ آپ کے قلب پاک میں بدلہ لینے کفار کو سزا دینے کا جوش بھی ہو جو اس تقاضاء بشریت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں عذاب تو تھا مگر قلب پاک میں ہی بجائے جوش انتقام کے رافت و رحمت تھی اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عذاب دفع ہونے دیا۔ (صاوی) دیکھو دربار یوسفی میں مجرم بھائی حاضر ہوئے تو حضرت یوسف علیہ السلام کے قبضہ میں قید بند، موت سولی، غیرہ سب تھے مگر دل میں بدلہ لینے کا جوش نہ تھا۔ معافی کرم عنایات خسروانہ سے دل لبریز تھا۔ تو فرمایا **لا تثريب عليكم اليوم يغفر الله لكم** سبحان اللہ اس سے وہ ثابت ہوا جو ابھی ہم نے عرض کیا کہ میرے پاس عذاب نہیں رحمت ہی رحمت ہے۔ چھٹا اعتراض: اس آیت کریمہ میں اتنی دراز عبارت کیوں ارشاد ہوئی کہ **ما عندي ما تستعجلون به** صرف مختصر لفظ کیوں نہیں فرمایا کہ **ما عندي العذاب**۔ جواب: عذاب الٰہی بہت سی قسم کے ہیں شخصی عذاب، قومی عذاب، مالی عذاب، جسمی عذاب، دنیاوی عذاب، اخروی عذاب، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے وہ عذاب بند ہو گیا جو ملکی یا قومی ہو جس سے دنیاوی

www.alahazratnetwork.org

[illegible] عذاب [illegible]
[illegible] یعنی عذاب [illegible]
عذاب آتے تھے جیسے پتھر برسنا صورتیں بگاڑنا وغیرہ [illegible]
فرمایا گیا ہے [illegible] آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible] عذاب نہیں [illegible]
قتل و قید [illegible] عذاب ہے۔ جواب وہ صورتاً عذاب [illegible] رحمت [illegible]
[illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے ابو طالب کی ہدایت کی بہت کوشش کی [illegible] ابو طالب ایمان [illegible] رب تعالیٰ نے فرمایا **انک لا تهدی
من احببت ولکن الله یهدی من یشاء** آپ جس سے محبت کریں اسے ہدایت نہیں دے سکتے اللہ جسے چاہے ہدایت
دے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] ہدایت [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
چاہنے سے نہیں ہوتا [illegible] بڑی بدتمیزی
ہے [illegible] جواب [illegible] دو جواب [illegible] تحقیقی [illegible] تفصیلی [illegible] اور عاشقانہ
الزامی جواب [illegible] ہدایت نہیں [illegible] بلکہ
[illegible] محبت [illegible] آپ کی بات ہی مانتے
ضرور ہدایت حاصل [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] جیسے کہا
جاوے [illegible] سورج [illegible] کی نفی
نہیں بلکہ [illegible] فیض لینے [illegible] جواب [illegible] یہ ہے کہ محبت [illegible] پسند کرنا اور امر (حکم)
اور مشیت (ارادہ کرنا) ان تینوں میں [illegible] فرق [illegible] اللہ کی محبت [illegible] حکم [illegible] حضور صلی
اللہ علیہ وسلم کی محبت [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
ایمان تقویٰ کو پسند [illegible] کافر و فاسق رہتے ہیں ہدایت
ایمان اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادے [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ اللہ کے ارادے کے ضمن میں ہوتا ہے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] ارادہ الہی [illegible] آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے
محبت [illegible] مشیت [illegible] مطلب یہ ہوا کہ جس کے ایمان کو تم
[illegible] ایمان و ہدایت [illegible] ہدایت [illegible] ضمن میں تم ارادہ
[illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ [illegible]
بتوں سے پاک ہو جاوے [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] جنت مل جاوے [illegible] عشرہ مبشرہ صحابہ
جنتی ہو جاویں ایسا ہی ہو گیا [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] محبت ارادہ [illegible] مشیت کا فرق
ضرور خیال رکھیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

تو جو چاہے تو ابھی میل میرے دل کے دھلیں [illegible] خدا دل [illegible] کرتا بھی میلا تیرا

www.alahazratnetwork.org

ناممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز کو چاہیں کسی چیز کا ارادہ فرمائیں اور وہ علم رب کے خلاف ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب کے ایمان کا قصد فرمایا مگر ان کا ایمان بمقابلہ ارادہ ایمان ہے۔ اگر ان کے ایمان کا ارادہ فرماتے تو ضرور ابو طالب جنتی ہو جاتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ رب تعالیٰ کے ارادے کا مظہر ہوتا ہے۔

تیری مرضی پا گیا رب ہے تیری قضا ... تجھ پر درود اور سلام

لہٰذا ابو طالب ایمان نہ لائے اور یہ معاملہ ... ارادہ ... حقیقۃً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا تو ایمان ... کس نے مجبور کیا ... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ ... اعتراض: قرآن نے **وهو خير الفاصلين** سے ثابت کیا کہ علم والے فیصلے والے بہت ہیں لیکن **فاصلين** سب سے بہتر رب تعالیٰ فرماتا ہے **وهو خير الرازقين** اور فرماتا ہے **تبارك الله احسن الخالقين** تو معلوم ہوا کہ رازق بھی بہت ہیں خالق بھی تو چاہئے کہ خالق و رازق بہت ہوں۔ جواب: ان آیات میں رازقین سے مراد خالق رازق نہیں بلکہ رزق رسانی کے ذریعے ہیں ... مراد ہیں یوں ہی خالقین سے مراد معدوم کو موجود کرنے والے نہیں بلکہ شکل گھڑنے والے مراد ہیں رب فرماتا ہے **وتخلقون افكا** اور واقعی یہ بہت سے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ: ہمیشہ سے ہوتا آرہا ہے کہ ایک جمال کو چند نگاہیں دیکھتی ہیں کوئی اور مخالفین کی ... کو جمال میں کمال نظر آتا ہے۔ مخالفین کو عیب نظر آتا ہے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد ... عیب نماید ہنرش در نظر

ہم نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا تھا شعر

نہیں سوجھ میں ان کی کوئی ... آقا کے کوئی بھائی ... مومن سمجھا بندہ پرور اندھوں نے محض بندہ جانا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کرم و عنایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے عذاب الہٰی آنا بند ہو گئے مومن کے لئے حضور رحمۃ للعالمین نعمت رب العالمین ہیں۔ ... ہیں مگر حاسدوں بے دینوں نے اس امان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کا سبب بنایا کہ اگر وہ سچے نبی ہوتے یا اگر ان میں کوئی کمال ہوتا تو ان کے مخالفین پر دنیا میں عذاب کیوں نہ آجاتے معلوم ہوا کہ ان میں کوئی کمال نہیں وہ ہماری طرح ... سے بے علم خالی ہیں اس آیت میں انہیں بدعقیدوں سے خطاب ہے فرمایا گیا اے کافرو! تمہارا اعتراض محض ... تم غور سے ... تم تو ... والے ... اپنی موت اپنے منہ مانگ رہے ہو تمہارے ... میں ... اور صرف ایک ... کہ میرے پاس پہلے رسولوں کی طرح عذاب نہیں رحمت ہی رحمت ہے ... رحمت خاصہ ... رحمت عامہ یعنی دنیوی امن و امان اگر میری طبیعت میں جوش انتقام ہوتا تو میرا فیصلہ ہو چکا ہوتا ... گزشتہ ... کے بعد ان کے قصے رہ گئے تمہارے قصے بھی رہ جاتے کہ قرآن کے بعد اور کوئی کتاب آنے والی نہیں ... اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتا ہے ان کی پکڑ بہت سخت ہے **ان الحكم الا لله** کی تین تفسیریں ہیں ایک عاجزانہ کہ خدا کے سوا حکم کی تاثیر نہیں کسی کو مجبور کرتے ہیں دوسری تفسیر عاشقانہ کہ یہاں حکم تکوینی مراد ہے یعنی میرا ... رحمت ہو تا میرے ... رحمت ... عذاب

www.alahazratnetwork.org

نہ ہونا اللہ کے حکم سے ہے تیسری تفسیر صوفیانہ یا عاشقانہ وہ یہ ہے کہ جس قدر احکام میری زبان سے جاری ہوتے ہیں۔ ان میں لب و زبان میری ہوتی ہے مگر کلام اور حکم اللہ تعالیٰ کا جو حکم میں تم سے کہتا ہوں کہ میرے پاس عذاب نہیں یہ بول میں ہوں کلام رب کا ہے۔ اولیاء اللہ حضرات انبیاء کی صفات کے مظہر ہیں اور انبیاء صفات الٰہیہ کے مظہر ہیں رب کی صفات تو مختلف ہیں اس لئے حضرات انبیاء کرام اور اولیاء کی شانیں مختلف ہیں کوئی جلالی ہے کوئی جمالی حضور صلی اللہ علیہ وسلم مظہر ذات الٰہیہ ہیں۔

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ

اور اسکے نزدیک ہیں غیب کے خزانے نہیں جانتا انہیں مگر وہ ہی اور جانتا ہے وہ جو خشکی اور دریا میں ہے

اور اس کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی انہیں وہی جانتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ خشکی و تری میں ہے

وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِىْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا

اور نہیں گرتا کوئی پتا مگر جانتا ہے وہ اسے اور نہیں ہے کوئی دانہ تاریکیوں میں زمین کی اور نہیں ہے

اور جو پتا گرتا ہے اور کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی

رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۹﴾

کوئی گیلی اور نہ سوکھی مگر وہ ظاہر کرنے والی کتاب میں ہے

تر اور خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو

تعلق: اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیت کریمہ کے آخر میں ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتا ہے اب اس علم کی دلیل دی جا رہی ہے کہ اس کے پاس تو غیب کے خزانے ہیں اس پر یہ ظالم لوگ کیسے چھپ سکتے ہیں گویا پہلے دعوے کا تذکرہ تھا اب دلیل کا تذکرہ ہے۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ کے ذاتی علم کا ذکر تھا اب اس کی عطاء علم کا تذکرہ ہے کہ رب کے پاس علوم غیبیہ کی چابیاں ہیں جسے چاہے ان چابیوں سے کھول کر عطا فرما دے گویا ذاتی علم غیب کا ذکر فرمانے کے بعد عطاء علم غیب کا ذکر ہے۔ حمد الٰہی کے بعد نعت مصطفیٰ کا بیان ہے۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیت کریمہ میں فرمایا گیا کہ رب تعالیٰ بہترین فیصلہ فرمانے والا ہے اب ارشاد ہے کہ وہ فیصلے فرمانا جو اس کے علم میں ہیں ان کا اجرا اپنے وقت پر ہوگا۔ گویا فیصلے کا ذکر فرمانے کے بعد اس کے اجرا کے علم کا ذکر ہے۔ **چوتھا تعلق:** پچھلی آیت کریمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت مذکور تھی کہ **ما عندی ما تستعجلون به** اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم تام کا ذکر ہے۔ کیونکہ مرحمت عامہ کے لئے ضروری ہے کہ رحیم کو مرحوم کا بھی علم ہو اس کی حاجتوں کا بھی۔ پ ۔ ولہٰذا یہ آیت کریمہ پچھلی آیت کا تتمہ ہے۔ خیال رہے کہ رحم کے لئے چار چیزیں ضروری ہیں۔ رحیم کو مرحوم اور اس کی حاجات کا

www.alahazratnetwork.org

علم ہو رحیم کے پاس حاجت روائی کا سامان موجود ہو رحیم کا دل نرم ہو کہ مرحوم کی بیکسی پر ترس کھائے اس کا دست کرم مرحوم تک پہنچ سکے کہ وہ مرحوم کو دے سکے اور اسے آفت سے چھڑا سکے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمت عالم ہیں رؤف رحیم ہیں اللہ نے یہ چاروں صفات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بخشیں۔

تفسیر **وعندہ مفاتح الغیب**۔ یہ عبارت مستقل جملہ ہے جس میں **عندہ** خبر مقدم ہے اور **مفاتح الغیب** مبتداء موخر اور خبر کے مقدم ہونے سے حصر کا فائدہ ہوا یعنی غیب کی کنجیاں صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں اس کے علم میں اس کے قبضہ میں ہیں۔ **مفاتح** جمع **مفتح** کی بھی ہے اس کی جمع **مفاتیح** بھی آتی ہے۔ صرف حرف جتنے والوں کا ظاہر ہے کہ یہ جمع ہے **مفتح** کی اور **مفتح** اگر میم کے فتحہ سے ہو تو یہ ظرف ہوتا ہے معنی خزانہ اور اگر میم کے کسرہ سے ہو تو آلہ ہوتا ہے معنی کھولنے والا یعنی کنجی چابی یہاں دونوں احتمال ہیں یعنی غیب کے خزانے صرف اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ اس کے علم میں ہیں وہی جسے چاہے ان خزانوں سے عطا فرمادے۔ جتنا چاہے عطا فرمادے۔ جیسے نوٹ چھپتے ہیں ٹکسال میں جمع رہتا ہے خزانوں میں استعمال ہوتا ہے گھروں میں دوکانوں میں اسی طرح کنوئیں دریا سمندر پانی کے خزانے ہیں مگر پانی رہتا ہے پانی یہاں بنتا نہیں اسے پھل وغیرہ کھیت و باغ میں بنتے نہیں بلکہ یہاں رہتے ہیں ان تمام کی ٹکسال آسمانوں میں ہے **وفی السماء رزقکم وما توعدون**۔ فرماتا ہے **وانزلنا الحدید** حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہم نے دیکھا کہ سدرہ کے قریب ایک جگہ سے چار نہریں جاری تھیں جن میں سے دو چھپی ہوئی ہیں اور دو ظاہر نیل و فرات انہیں ٹکسالوں کو خزائن غیب یا مفاتح الغیب کہا جاتا ہے اس کی تفسیر وہ ہے **وان من شیء الا عندنا خزائنہ**۔ یا یہ معنی ہیں کہ غیب کی چابیاں صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ اور علم میں ہیں جسے چاہے کھول دے پہلے معنی کی تفسیر وہ آیت ہے **وان من شیء الا عندنا خزائنہ** اور یہ آیت **ما ان مفاتحہ لتنوء بالعصبۃ** یعنی قارون کے خزانے۔ دوسروں پر بھاری تھے اس میں گفتگو ہے کہ **مفاتح الغیب** کیا کیا چیزیں ہیں آیت حدیث شریف میں ہے کہ **مفاتح الغیب** پانچ ہیں جنہیں صرف رب تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

جن کا ذکر اس میں ہے **ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث** الخ قیامت کب ہوگی بارش کب آوے گی کون کب کیا کام کرے گا کون کہاں مرے گا ماں کے پیٹ میں بچی ہے یا بچہ (بخاری روایت حضرت ابن عمر) چونکہ یہ پانچ چیزیں بہت سے علوم غیبیہ حاصل ہونے کا ذریعہ ہیں اس لئے انہیں غیب کی کنجیاں فرمایا گیا۔ مفردات راغب میں ہے کہ غیب کی کنجیاں وہ اسباب ہیں جن کے ذریعہ اس غیب تک پہنچ جاتا ہے اس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ **فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول** (سورۂ جن) حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ **مفاتح الغیب** آسمانوں زمین کے خزانے ہیں تقدیریں روزیاں وغیرہ عام مفسرین فرماتے ہیں کہ مفاتح الغیب ممکنات کی پیدا کرنے پر قدرت کاملہ ہے یعنی قدرت علی الخلق (تفسیر خازن کبیر وغیرہ) سیدنا عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز دی گئی۔ سوا مفاتح الغیب کے (خازن) اس سے مراد آخری معنی ہیں یعنی خلق پر قدرت امام ضحاک اور مقاتل فرماتے ہیں کہ مفاتح الغیب زمین کے خزانے اور عذاب کا وقت ہے عطا فرماتے ہیں کہ وہ ثواب و عذاب ہیں اور ختم ہونا سعادت شقاوت لوگوں کے انجام ہیں (دیکھو تفسیر خازن) **لا یعلمہا الا ھو** یہ عبارت مفاتح الغیب کی صفت یا حال ہے۔ ھا کا مرجع وہ مفاتح ہیں یعنی غیب کے خزانے یا

www.alahazratnetwork.org

www.alahazratnetwork.org

[illegible] تفسیر خزائن [illegible] عقل محض [illegible]
[illegible] رسول [illegible]
[illegible] پیدا [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] الا فی کتاب مبین [illegible]
[illegible]
[illegible] فرشتوں انبیاء [illegible]
[illegible] ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب
مبین [illegible]

[illegible] الرحمٰن [illegible]

خلاصہ تفسیر [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] رب تعالیٰ کے
[illegible]
[illegible] قیامت [illegible]
[illegible] کیفیت [illegible]
[illegible] پہاڑ [illegible]
[illegible] اللہ [illegible] علم [illegible]
[illegible] قرآن مجید [illegible]
[illegible] محبوب [illegible]
[illegible] اللہ تعالیٰ [illegible]
مفاتح الغیب [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] وعندہ مفاتح الغیب [illegible]
[illegible]
[illegible] الا فی کتاب مبین [illegible]
[illegible] علم [illegible] مفاتح الغیب [illegible]
[illegible]
[illegible] اپنے علوم اس کتاب میں

www.alahazratnetwork.org

بیچ دینے اور کبھی اپنے ایک خاص پیارے شاگرد کے ذہن عقل حافظہ دانائی سمجھ کی تعریف کرے اور کبھی کہے کہ میں نے اسے یہ اپنی جامع کتاب سکھا دی ہے اور سب کچھ سکھا دیا ہے تو ان تمام باتوں کو سننے والا اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ یہ شاگرد بہت ہی اعلیٰ قابلیت والا ہے یہاں تو رب نے اپنے علم اور اپنی کتاب کی جامعیت کا ذکر فرمایا دوسری جگہ فرماتا ہے **نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء** کہیں فرمایا **وعلمک مالم تکن تعلم** کہیں فرماتا ہے **الرحمن علم القران** کہیں فرماتا ہے **مازاغ البصر وما طغی** جن میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل و دانائی ہمت کی تعریف کی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل و دانائی ہمت کی تعریف کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم سکھانے کی تعریف کی ان تمام سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے بڑا عالم بنایا۔

فائدے: اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے تمام کلیات و جزئیات کو بالتفصیل جانتا ہے جیسے اس کی ذات قدیم ہے ویسے اس کے صفات علم و قدرت وغیرہ قدیم ازلی ہیں۔ جو کہے کہ اللہ تعالیٰ کو صرف کلیات کا علم ہے جزئیات کا نہیں یا اللہ تعالیٰ کا علم ازلی ابدی ہے۔ جب بندہ کچھ کرتا ہے تو رب تعالیٰ کو خبر ہوتی ہے وہ اس آیت کریمہ کا منکر ہے۔ یہ فائدہ **عندہ مفاتح الغیب** سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ: علم غیب سوائے رب تعالیٰ کے کسی ذریعہ سے حاصل نہیں ہو سکتا اس کا علم ذاتی ہے۔ بندوں کا علم عطائی یہ فائدہ **لا یعلمھا الا ھو** سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ: خلق پر قدرت صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اس کے سوا کوئی خالق نہیں جو کسی کو خالق مانے وہ اسلام سے خارج ہے یہ فائدہ **مفاتح الغیب** کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا۔ خیال رہے کہ وجوب خالق، ازلی ہونا، معبود ہونا خاص اللہ تعالیٰ کی صفت ہے کسی مخلوق میں یہ صفات نہیں نہ ذاتی نہ عطائی علم، قدرت، حیٰوۃ، سمع، بصر اللہ کی وہ صفتیں ہیں جن کی تجلی اس کے بندوں پر ڈالی گئی ہے انہیں علیم، قادر، سمیع، بصیر وغیرہ بنایا گیا حق تعالیٰ ذاتی ازلی ابدی علیم و قدیر سمیع بصیر ہے اس کے بندے عطائی اور حادث طور پر۔ چوتھا فائدہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض علوم غیبیہ اپنے خاص بندوں کو عطا فرمائے یہ فائدہ **مفاتح الغیب** فرمانے سے حاصل ہوا کہ یہاں علوم غیبیہ کو خزانوں سے تشبیہ دی گئی اور ان کے لئے کنجی ثابت کی گئی اور ظاہر ہے خزانوں میں قفل میں وہی چیز رکھی جاتی ہے جو کسی کو دینا ہو اگر کسی کو دینا ہو کبھی نکالنا نہ ہو وہ زمین میں دفن کر دی جاتی ہے مفاتح سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ خزانے کھولے جاتے ہیں اور کسی کو ان میں سے کچھ دیا جاتا ہے رب تعالیٰ نے کسی کے لئے یہ خزانے کھولے ہیں یا نہیں اس کا جواب قرآن مجید میں ہی ہے فرماتا ہے **انا فتحنا لک فتحا مبینا** اس آیت کریمہ کی بہت تفسیریں ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہم نے آپ کے لئے علوم غیبیہ کے خزانے کھول دیئے جیسا کہ ہم انشاء اللہ اس کی تفسیر میں سورۂ فتح شریف کی تفسیر میں عرض کریں گے۔ اگر رب تعالیٰ نے توفیق دی۔ پانچواں فائدہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے علوم غیبیہ لوح محفوظ میں لکھے ہیں پھر اس لوح محفوظ پر اپنے خاص بندوں کو مطلع بھی فرمایا ہے یہ فائدہ **الا فی کتاب مبین** سے حاصل ہوا کیونکہ یہ تحریر اس لئے نہیں کہ رب تعالیٰ کے بھول جانے کا خطرہ تھا۔ لہٰذا لکھ لیے بلکہ اس لئے ہے تاکہ اپنے خاص بندوں کو اس پر مطلع کیا جاوے۔ اگر لوح محفوظ بالکل چھپائی جاتی تو مبین نہ ہوتی۔ لہٰذا جن بندوں کی نظر لوح محفوظ پر ہے انہیں عالم کے ذرہ ذرہ قطرہ قطرہ کی خبر ہے کہ یہ سارے علوم لوح محفوظ ان کے علم میں لہٰذا یہ سارے غیوب ان کے علم میں ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں۔ شعر۔

من محفوظ ہے [illegible] اچھ محفوظ اور محفوظ ازلیا

حضرت امام بوصیری قدس سرہ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں۔ شعر

فان من جودک الدنیا و ضرتها   ومن علومک علم اللوح والقلم

غرضیکہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی وسعت علم اجمالی ہے اور وسعت عطا کا بھی۔ چھٹا فائدہ قرآن مجید میں سارے علوم ہیں اور ہر قطرہ قطرہ کا علم اس میں موجود ہے یہ فائدہ **الا فی کتاب مبین** کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا کہ کتاب مبین سے مراد قرآن ہو سکتا ہے تفسیر تبیان آیت ہے **ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء**۔ جو یہ بھی قرآن مجید ہی فرماتا ہے کہ رب تعالیٰ نے سارا قرآن اپنے حبیب کو سکھایا فرماتا ہے **الرحمن علم القرآن**۔

پہلا اعتراض جب پہلے ہی فرمایا گیا کہ **عندہ مفاتح الغیب** رب تعالیٰ کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں تو پھر بعد میں اگلا مضمون کیوں ارشاد ہوا کہ رب تعالیٰ خشکی و تری کی تمام چیزیں جانتا ہے یہ سب تو اس عبارت میں بیان ہو گیا۔ **جواب:** مفسرین نے اس اعتراض کے دو جواب دیئے ہیں۔ ایک یہ کہ **عندہ مفاتح الغیب** میں اجمال ہے اور **یعلم ما فی البر الخ** میں تفصیل گویا یہ عبارت **مفاتح الغیب** کا بیان ہے دوسرے یہ کہ **مفاتح الغیب** سے کلی علوم مراد ہیں اور **ما فی البر الخ** سے جزئیات کا علم مراد ہے بعض لوگ جزئیات کے علم کا انکار کرتے تھے جیسے فلاسفہ ان کی تردید کے لئے یہ ارشاد ہوا۔ **دوسرا اعتراض** مذکورہ پانچ علوم کو غیب کی چابیاں کیوں فرمایا یعنی قیامت، بارش، رحم کے بچے، لوگوں کے انجام، کل کی بات کو کیوں ارشاد فرمایا۔ **عندہ مفاتح الغیب**۔ **جواب** اس لئے کہ وہ پانچ علوم کلی ہیں اور کلی علم جزئیات کے علم کا ذریعہ ہوتے ہیں جسے کلی کا علم ہو گیا اسے تمام جزئیات کا علم ہو گیا۔ جب ہم کو معلوم ہو گیا کہ ہر انسان ناطق ہے یا ہر صحابی جنتی ہے تو پتہ لگ گیا کہ زید عمرو بکر وغیرہ سب ہی ناطق ہیں کہ یہ انسان ہیں اور حضرات خلفاء راشدین جناب امیر معاویہ وغیرہ سب جنتی ہیں کہ یہ صحابی ہیں کلی علم جزئیات کے علم کی کنجی ہے۔ **تیسرا اعتراض:** اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ علم غیب اللہ تعالیٰ کی صفت ہے کہ فرمایا گیا **لا یعلمها الا هو** جو کسی نبی ولی کو علم غیب مانے وہ خدا کی صفت میں انہیں شریک مانتا ہے لہذا مشرک ہے (دیوبندی) **جواب** اس اعتراض کے تین جواب ہیں دو الزامی تیسرا تحقیقی۔ پہلا جواب الزامی تو یہ ہے کہ پھر آپ بھی مشرک ہو گئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بعض علم غیب آپ بھی مانتے ہیں کلی علم اور جزئی علم میں اختلاف ہے تو جو آپ جواب دیں گے وہی ہمارا جواب ہے۔ دوسرا جواب الزامی یہ ہے کہ علم غیب کی طرح اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور علم شہادۃ بھی رب تعالیٰ فرماتا ہے **عالم الغیب والشهادة** تو چاہئے کہ کسی کو حاضر چیزوں کا علم ماننا بھی شرک ہو۔ تیسرا جواب تحقیقی وہ ہے جو ابھی تفسیر میں عرض ہوا کہ ذاتی ازلی ابدی محیط علم خدا تعالیٰ کی صفت ہے عطائی حادث غیر محیط بعض بندوں کو عطا ہوا۔ جیسے زندگی، سننا، دیکھنا، قوت، قدرت وغیرہ کہ یہ رب تعالیٰ کی صفات ہیں ذاتی، بندوں کی بھی صفات ہیں عطائی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنا علم غیب یوں بیان کیا **وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون** حضرت خضر علیہ السلام نے ایک بچے کے متعلق فرمایا کہ یہ کافر ہے اگر جیتا رہتا اپنے ماں باپ کو کافر بنا دیتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور اپنے صحابہ کے متعلق قیامت کے واقعات کی خبر دی کہ [illegible] فلاں فلاں جنتی ہیں۔ فلاں جہنمیوں کا [illegible]۔ خیال رہے کہ علم ادراک حقیقت و طن کی [illegible] وہ [illegible] ہے جو دوسرے کو

www.alahazratnetwork.org

[illegible] رب تعالیٰ [illegible]

[illegible] جواب [illegible]

[illegible]

[illegible] محفوظ [illegible] جواب [illegible]

[illegible] قیامت [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible]

[illegible] لوح محفوظ میں نہیں [illegible] رب تعالیٰ [illegible]

[illegible] چھٹا اعتراض: تم نے کہا کہ [illegible] رب تعالیٰ [illegible] مالک [illegible]

[illegible] رب تعالیٰ [illegible] مالک [illegible]

[illegible] جواب: اگر آقا اپنے غلام کو اپنی کسی چیز کا [illegible] حقیقی مالک [illegible] اور غلام عارضی مالک [illegible] رب تعالیٰ

[illegible] انا اعطینا ک

الکوثر [illegible] محبوب [illegible] رب تعالیٰ [illegible]

[illegible] معجزہ [illegible] نصرت [illegible] مالک [illegible]

[illegible] مالک الملک تؤتی الملک من تشاء [illegible]

اللہ تعالیٰ [illegible]

تفسیر صوفیانہ [illegible] اللہ [illegible] رب تعالیٰ

[illegible] تعالیٰ [illegible]

[illegible] تصوف [illegible]

www.alahazratnetwork.org

www.alahazratnetwork.org

یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ یہ سب کی طرف سے شرف رب کے پاس ہے یہ عمدہ کہ مرتا کہ تمام دنیا انہیں نقصان نہیں پہنچا سکتی ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی کیونکہ وہ تو رب کے پاس ہیں خیال رہے کہ چابی دروازہ کھول بھی دیتی ہے اور بند بھی کر دیتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جہل کے لئے دروازہ رحمت بند کر دیا تو قفل بند کا صدیق اکبر کے لئے دروازہ کھول دیا تو بند تو ہو گیا کعبہ کے لئے مدینہ کی زمین کے لئے دروازہ کھول دیا تو بتوں سے پاک ہو گیا۔ مدینہ یثرب تھا طیبہ بن گیا۔ اس کی زمین مسجد نبوی بن گئی۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری مخلوق جانتی پہچانتی ہے۔ مگر جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم حقیقۃ ہیں ویسا **لا یعلمها الا هو** سورج سب پر ظاہر ہے مگر حقیقت ایسا آج تک کسی نے نہیں دیکھا سورج کے سامنے چمگادڑ کی آنکھ بے کار ہے اور حقیقت محمدیہ کے سامنے عقل کی نظر بے کار ہے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر تمام چیزیں لوح محفوظ میں لکھیں کہ لوح محفوظ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کنٹرول ہے سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان وہاں سے علوم لیتے ہیں۔ بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کتاب مبین اور لوح محفوظ ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں۔ شعر

لوح محفوظ است پیشش یار — راز پنہاں می شود زاں آشکار

ہم نے قرآن رب کے فرمان نیک و بد اعمال کی تفصیل شریعت، طریقت حقیقت و معرفت سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جانے پہچانے ہماری لوح محفوظ کتاب مبین حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ **صلی اللہ علیہ وسلم۔**

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ

اور وہ اللہ وہ ہے جو وفات دیتا ہے تم کو رات میں اور جانتا ہے جو کچھ کرتے ہو تم دن میں پھر تم کو بیدار کرتا ہے دن میں

اور وہی ہے جو رات کو تمہاری روحیں قبض کرتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ دن میں کماؤ پھر تمہیں دن میں اٹھاتا ہے

لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ مُّسَمًّى ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

تاکہ پوری کی جاوے مدت مقرر شدہ پھر اس کی طرف لوٹنا ہے تمہارا پھر خبر دے گا وہ تم کو اس کی جو تم تھے کرتے

کہ ٹھہرائی ہوئی میعاد پوری ہو پھر اس کی طرف پھرنا ہے پھر وہ بتا دے گا جو کچھ تم کرتے تھے

تعلق: اس آیت کریمہ کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق۔** پچھلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی وسعت علم کا ذکر تھا اب اس کی وسعت قدرت کا ذکر ہے پورا مالک وہی ہے جس کو علم بھی ہو اور قدرت بھی کہ اپنے مملوک سے ہر طرح خبردار ہو ہر طرح اس پر قادر ہو۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے وسیع اور دائمی علم کا ذکر تھا اب انسان کے علم کا نقصان بیان ہو رہا ہے کہ رب تعالیٰ ہر وقت علیم و خبیر ہے مگر انسان کتنا ہی بڑا عالم ہو سو جانے پر سب کچھ بھول جاتا ہے۔ حتی کہ اسے اپنی بھی خبر نہیں رہتی۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ رب تعالیٰ ذرہ ذرہ پتے پتے قطرہ قطرہ کی ہر وقت خبر رکھتا ہے اب اس کا نتیجہ بیان ہو رہا ہے کہ ایسا علیم و خبیر تمہاری اس وقت بھی خبر رکھتا ہے جب تمہیں خود اپنی خبر نہیں ہوتی یعنی سونے کی حالت میں اور تمہاری اس وقت بھی خبر رکھتا ہے۔ جب تم اپنے ہوش و حواس میں ہوتے ہیں۔ یعنی تمہارے

جاگنے کی حالت میں سوتے ہیں تمہارے اعمال کا حساب نہیں جاگنے کے اعمال کا حساب ہے گویا رب تعالیٰ کے کلی علم کے بعد اس کے جزئی علم کا ذکر ہے۔

تفسیر: **وھو الذی یتوفکم باللیل**۔ اس عبارت میں **ھو** مبتدا ہے اور **الذی** اس کی خبر **ھو** اور **الذی** دونوں سے مراد رب تعالیٰ ہے **ھو** میں اس کی ذات اور **الذی** میں اس کی شان کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی وہ اللہ ایسی شان والا ہے۔ **یتوفی** باب تفعل ہے گا متعدی ہے لازم نہیں۔ یعنی یہاں توفی سے معنی وفات پانا نہیں بلکہ وفات دینا ہے اس لئے اس کے بعد کم مفعول ہے توفی بنا ہے وفات سے یا وفی سے معنی پورا کرنا پورا دینا پورا لینا رب فرماتا ہے **وابراھیم الذی وفی**۔ پورا قرض وصول کر لینے کو توفی کہتے ہیں وعدہ پورا کرنے کو وفاء عہد کہا جاتا ہے موت کو وفات کہتے ہیں کہ اس سے زندگی کے دن پورے ہو جاتے ہیں یہاں وفات سے مراد نیند ہے۔ خیال رہے کہ نیند کو موت کہنے کی چند وجہ بیان کی گئی ہیں۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ موت کی حقیقت ہے روح کا تن سے نکل جانا اور نیند میں بھی روح بدن سے نکل جاتی ہے اس کی شعاع بدن میں رہتی ہے روح نکل کر عالم کی چیزیں حالت دیکھتی ہے اس کو خواب کہا جاتا ہے اور موت میں روح بھی جسم سے نکل جاتی ہے اس کی شعاع بھی چونکہ نیند میں روح جسم سے نکل جاتی ہے۔ اس لئے اسے وفات فرمایا گیا (تفسیر روح البیان) اس کی مثل حضرت ابن عباس سے مرفوعاً منقول ہے (تفسیر ابن کثیر) بعض علماء نے فرمایا کہ انسان کے تمام اعضاء ہیں کان ناک آنکھیں زبان وغیرہ ان سب کی الگ الگ روحیں ہیں جو سوتے وقت سب کی سب قبض کر لی جاتی ہیں۔ جاگنے پر لوٹا دی جاتی ہیں دل کی روح مرتے وقت نکالی جاتی ہے اس لئے نیند کی حالت میں دل کی حرکت باقی رہتی ہے مگر حواس اپنا کام چھوڑ دیتے ہیں چونکہ نیند میں قبض روح ہوتا ہے۔ لہذا اسے وفات کہتے ہیں (تفسیر مدارک) بعض علماء فرماتے ہیں کہ انسان میں دو روحیں ہیں ایک وہ جس سے زندگی قائم ہے دوسری وہ جس سے ہوش و حواس قائم ہیں۔ پہلی روح کو روح حیوانی کہتے ہیں دوسری روح کو روح سلطانی پہلی روح موت کے وقت نکلتی ہے دوسری روح سوتے میں نکل جاتی ہے (تفسیر صاوی) بعض نے فرمایا کہ روح تو ایک ہی ہے مگر موت کے وقت نکال لی جاتی ہے اور سوتے وقت باطن میں بند کر دی جاتی ہے جس کی وجہ سے شعور و احساس جاتا رہتا ہے چونکہ نیند کی حالت موت سے مشابہ ہے اس لئے یہاں نیند کو وفات فرمایا (تفسیر کبیر) بعض نے فرمایا کہ لفظ وفات مشترک ہے وفات صغریٰ نیند ہے اور وفات کبریٰ موت یہاں وفات صغریٰ یعنی نیند کے معنی مراد ہیں ظاہر یہ ہے کہ **یتوفکم** میں خطاب سارے انسانوں سے ہے مومن ہوں یا کافر کہ نیند سب ہی کو آتی ہے۔ مگر سیدنا عبداللہ ابن عباس و قتادہ سے روایت ہے کہ یہاں خطاب کفار سے ہے کہ کافر نیند میں بالکل غافل ہو جاتا ہے مومن سوتے میں بھی عبادت کرتا ہے اس کا سونا بھی عبادت ہے کہ وہ جاگ کر عبادت کرنے کے لئے سوتا ہے اس لئے یہاں **یمیتکم** نہ فرمایا **یتوفکم** فرمایا۔ مومن و کافر کی نیند میں فرق کر دیا۔ چونکہ عموماً انسان رات کو سوتے ہیں اس لئے **باللیل** ارشاد ہوا اگرچہ کبھی دن میں بھی سویا جاتا ہے **ویعلم ما جرحتم بالنھار** قوی یہ ہے کہ یہ عبارت معطوف ہے **یتوفکم** پر اور واو عاطفہ ہے **یعلم** کو مضارع اس لئے فرمایا گیا۔ رب تعالیٰ ہر وقت علیم و خبیر ہے وہ کسی وقت بھی بے علم و بے خبر نہیں ہوتا اس کا علم دائمی ہے مگر ہمارے اعمال دائمی نہیں سو گئے جاگ اٹھے تو پھر شروع کر دیئے اعمال روزانہ کھلتے بند ہوتے رہتے ہیں اس لئے اسے ماضی فرمایا بعض نے فرمایا کہ یہ عبارت **یتوفکم** کے فاعل سے حال ہے اور **نھار** سے مراد گزشتہ دن ہے اور اس میں بھی خطاب کفار سے ہے یعنی وہ رب ایسا کریم ہے کہ تمہارے

www.alahazratnetwork.org

[illegible] میں [illegible] جاتے [illegible] معافی اور ختم [illegible]

[illegible] ہیں [illegible] ان کے [illegible]

[illegible] علمہم من الحوار [illegible]

[illegible] ام حسب الناس [illegible] السماوات۔ [illegible]

[illegible] ثم [illegible] رب تعالیٰ [illegible] حضرت ابن

عباس [illegible] قیامت میں [illegible] نہیں [illegible] اور اپنا پیٹ [illegible]

[illegible] کو [illegible] (معافی) ثم بعثنکم یہاں ثم فرمایا کہ باوجود یہ کہ [illegible] گویا

[illegible] ہو [illegible] ہو سکتا ہے کہ [illegible] ہو کر انسان رات [illegible]

[illegible] بعث [illegible] بہار [illegible] طرف [illegible] تعلق [illegible] میں [illegible]

[illegible] کے بعد [illegible] ۔ لتقضی اجل مسمی ۔ یہ عبارت متعلق ہے بعث سے [illegible]

[illegible] میں [illegible] تعالیٰ کی [illegible] فصاء [illegible] اجل [illegible] مسمی

[illegible] مقرر شدہ [illegible] موت [illegible] تمہارا [illegible] تمہاری

زندگی [illegible] پوری کر [illegible] قادر [illegible] تم کو [illegible]

[illegible] اصحاب [illegible] طرح سویا ہوا [illegible] حضرت عزیز علیہ السلام کی طرح [illegible] مردہ [illegible] پھر زندہ کرتے چونکہ

[illegible] متعلق [illegible] اسی لئے تم کو [illegible] ۔ خیال رہے کہ [illegible]

انبیاء [illegible] انہیں وفات کے وقت اختیار [illegible] چاہیں تو [illegible] چاہیں دنیا میں رہیں [illegible]

چاہیں [illegible] ہے۔ لہٰذا [illegible] اجل مسمی [illegible] اپنے عموم پر ہے ثم الیہ

ترجعکم ۔ یہ عبارت معطوف ہے بعثکم پر چونکہ [illegible] قیامت میں [illegible] بعد [illegible] ثم

[illegible] الیہ کو مقدم [illegible] ضمیر رب تعالیٰ کی طرف [illegible] مرجع [illegible] خطاب

سارے انسانوں سے ہے [illegible] مومن ہوں یا کافر مخلص ہوں یا منافق متقی ہوں یا فاسق [illegible] حاضری غضب [illegible] ساتھ ہوگی

مومنین صالحین کی [illegible] رحمت [illegible] ساتھ چونکہ تمام لوگ رب تعالیٰ کی طرف سے [illegible] آئے ہیں اس لئے دنیا [illegible]

[illegible] رب [illegible] ایک [illegible] ہوگے [illegible]

[illegible] دنیا میں آئے تھے یعنی [illegible] قیامت میں [illegible] یہاں [illegible] ایک یہ کہ [illegible] سے [illegible]

[illegible] میں آتا [illegible] رجوع [illegible] اصل چیز

[illegible] ہے [illegible] قیامت میں [illegible]

[illegible] فرماتا ہے ان الینا ایابھم ۔ [illegible]

[illegible] ہے جو دنیا میں [illegible] حرام خوری [illegible] لہٰذا

یہاں ترجعکم میں تین احتمال ہیں [illegible] الگ معنی ہیں [illegible] اللہ [illegible] اختیاری [illegible]

www.alahazratnetwork.org

غیر اختیاری [illegible] ہو کافر کی بھی [illegible] مسلمان [illegible] خدا [illegible] اختیاری [illegible] بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ [illegible] اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ [illegible] مَرْجِعُكُمْ [illegible] ایمان [illegible] اعمال [illegible] اعمال [illegible] مَرْجِعُكُمْ [illegible] قیامت [illegible] قیامت [illegible] عملی [illegible] عمل [illegible] اعمال [illegible] رب تعالیٰ [illegible] اعمال [illegible] نیکیاں [illegible] فقط [illegible] قرآن کریم [illegible] خیال رہے [illegible] بِمَا كُنتُمْ میں خطاب [illegible] مومنین [illegible] خطاب حضرات انبیاء کرام [illegible] حساب [illegible] وزن اعمال [illegible] بخشش [illegible] حساب [illegible] حساب [illegible] فَيُنَبِّئُكُم بِالْحَقِّ [illegible]

خلاصۂ تفسیر: قرآن کریم نے یہاں [illegible] بیان فرماتے وقت بھی فرمایا **هو الذی** اور دوسری جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان فرماتے ہوئے بھی **هو الذی** ارشاد فرمایا **هو الذی ارسل رسوله** مگر ان دونوں مقامات میں **هو الذی** کے معنی میں فرق ہے۔ یہاں **هو الذی** کے معنی ہیں وہ اللہ قدرت والا ہے۔ وہ کمال والا ہے وہ شان والا ہے جو تم کو رات میں وفات دیتا ہے اور وہاں معنی یہ ہیں کہ وہ اللہ وہ شانوں والا ہے وہ کمالات والا ہے وہ قدرتوں والا ہے جس نے اپنے ان رسول کو ان شانوں سے بھیجا کیونکہ ساری مخلوق رب تعالیٰ کی بعض شانوں کی مظہر ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم رب تعالیٰ کی تمام صفات تمام شانوں تمام کمالات بلکہ خود اس کی ذات کے مظہر اتم ہیں رب کی جو صفت جاننا چاہو وہ انہیں کے [illegible] دیکھو اس قاعدے سے یہاں ارشاد ہوا کہ اے لوگو تم رب تعالیٰ کی وسعت علم تو معلوم کر چکے اب اس کی قوی و قادر [illegible] قدرت جاننا چاہو کہ وہ کیسا قدرت والا ہے کہ تم سب ہر وقت اس کے قبضہ میں ہو وہ تم کو رات کے وقت [illegible] چھوٹی موت دے دیتا ہے کہ تم [illegible] بے علم بے خبر ہو [illegible] جاتے ہو تم کو اپنی بھی خبر نہیں رہتی پھر وہی قدرت والا تمہیں جگا دیتا ہے کہ تم جاگتے ہی [illegible] جاتے ہو۔ پھر بھی تم اس کی نگرانی میں رہتے ہو۔ جو کچھ چھوٹے بڑے اچھے برے غلط صحیح کام [illegible] تمہارے [illegible] کے لئے تمہارا یہ سونا جاگنا ہمیشہ نہ [illegible] اس وقت تک ہی ہے جب تک تمہاری [illegible] پوری نہیں ہوتی [illegible] پوری ہو جاوے گی تم ایسے سوؤ گے کہ [illegible] موت آئے [illegible] رب تعالیٰ ہی کی طرف [illegible] تمہارے سارے ساتھی [illegible] ساتھ چھوڑ جائیں گے [illegible] تم کو

www.alahazratnetwork.org

رب تعالیٰ تمہارے نیک و بد سارے اعمال کی خبر دے گا خبر کہ یعنی اگر تم سے جرم ہو جائے اقرار کرا کر تم کو سزا یا جزا دے گا۔ لہٰذا وہ بے کسی وقت بھی بیکار نہ رہو اور نیک اعمال میں جلدی کرو۔ قرآن کریم نے تم کو وارننگ دیدی ہے۔ ہوشیار ہونا تمہارا کام ہے۔

فائدے: اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: رب تعالیٰ کی پہچان کے لئے بندہ اپنے حالات اور واردات دیکھے جو اپنے کو پہچان لے گا وہ رب کو بھی پہچان لے گا۔ ہماری کمزوری رب کی غفاری ہماری کمزوری اس کی قدرت کی پہچان کا ذریعہ ہے یہ فائدہ **هو الذی** سے حاصل ہوا۔ **من عرف نفسه فقد عرف ربه** دوسرا فائدہ: اگرچہ نیند سب انسانوں کو آتی ہے مگر مومن کافر نبی ولی مقبول و مردود کی نیندوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے نبی کی نیند ایک قسم کی معراج ہے مومن کی نیند قرب الٰہی کا ذریعہ ولی کی نیند وصل یار کا ذریعہ کافر کی نیند غفلت و حجاب کا ذریعہ ہے یہ فائدہ **یتوفٰکم** فرمانے سے حاصل ہوا کہ یہاں **معکم یعصمکم** فرمایا۔ وفات کے کئی معنی ہیں ہے بعض مومنوں پر بیسیاں جھمکا [illegible] بعض اولیاء انبیاء۔ تیسرا فائدہ: نیند چھوٹی موت ہے دنیا میں ہمارا سونا جاگنا آئندہ مرنے اور مرنے کے بعد اٹھنے کی دلیل ہے جیسے مرنے یا مرنے کے بعد اٹھنے میں شک ہو وہ اپنے سونے جاگنے میں غور کرے یہ فائدہ **یتوفٰکم** سے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ نے نیند کو وفات فرمایا۔ چوتھا فائدہ: قرآن مجید میں نیند کو بھی وفات فرمایا گیا ہے حدیث شریف نے تو نیند کو اخو الموت فرمایا کہ ارشاد ہوا **النوم اخو الموت**۔ لہٰذا آیت کریمہ **یا عیسٰی انی متوفیک ورافعک الی** سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مر چکنا ثابت نہیں ہو سکتا جیسا کہ مرزائی کہتے ہیں وہاں یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ اے عیسیٰ میں تم کو سلا کر اپنی طرف اٹھانے والا ہوں یہ فائدہ بھی **یتوفٰکم** الخ سے حاصل ہوا۔ پانچواں فائدہ: قدرت نے رات سونے کے لئے بنائی ہے دن کام کاج کے لئے رات میں کچھ جاگنا دن میں کچھ سونا عارضی ہے یہ فائدہ **بالیل** اور **بالنہار** فرمانے سے حاصل ہوا جو لوگ رات کو بلا وجہ جاگتے ہیں دن کو سوتے رہتے ہیں وہ قانون فطرت کے خلاف کرتے ہیں اول رات میں نماز عشاء پڑھ کر سو جانا آخر رات میں تہجد کے لئے جاگ جانا دوپہری میں کھانا کھا کر سو لینا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس سے وہ لوگ سبق لیں جو رات کھیل تماشوں سینما میں گزارتے ہیں دن بستر پر۔ چھٹا فائدہ: بہتر یہ ہے کہ دن کام کاج میں گزارے خالی نہ پھرے بیکاری کی زندگی اچھی نہیں ہوتی یہ فائدہ اشارۃً **ما جرحتم** سے حاصل ہوا مگر اچھے کاموں میں گزارے برے کاموں میں نہیں۔ ساتواں فائدہ: انسان ہر وقت یہ خیال رکھے کہ رب تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے میرے ہر کام سے خبردار ہے اگر یہ خیال پکا جاوے تو انشاء اللہ گناہ کرنے کی ہمت نہ پڑے گی یہ فائدہ **ویعلم ما جرحتم** الخ سے حاصل ہوا۔ آٹھواں فائدہ: بیہوشی یا بدحواسی سونے کی حالت میں جو اعمال صادر ہوں ان پر سزا و جزا نہیں ان ہی اعمال کا حساب ہے جو بیداری اور ہوش میں کئے جاویں یہ فائدہ **ویعلم ما جرحتم بالنہار** سے حاصل ہوا کہ یہاں علم سے مراد سزا و جزا کے لئے جاننا ہے۔ نواں فائدہ: دل کے وسوسوں برے خیالات پر پکڑ نہیں ظاہری اعمال پر پکڑ ہے یہ فائدہ **جرحتم** فرمانے سے حاصل ہوا کہ جرح کہتے ہیں اعضاء ظاہری کے کاموں کو۔ اس لئے یہاں **یعلم** فرمایا۔ دسواں فائدہ: دنیا عمل کی جگہ ہے یہاں حساب نہیں آخرت حساب کی جگہ ہے وہاں عمل نہیں یہ فائدہ **ثم ینبئکم** الخ سے حاصل ہوا۔ رب تعالیٰ نے دنیا میں ہم کو اچھے برے اعمال بتا دیئے۔ **وھدینٰہ النجدین** مگر ان کا حساب ان پر سزا و جزا آخرت ہی میں ہوگی۔ قبر میں ایمان کا حساب ہے حشر میں اعمال کا۔

www.alahazratnetwork.org

پہلا اعتراض۔ اللہ تعالیٰ ہم کو سوتے جاگتے ہر وقت ہر حالت میں جانتا ہے۔ پھر اس آیت کریمہ میں علم کا ذکر رات و دن کے اعمال کے ساتھ کیوں فرمایا۔ ارشاد ہوا ویعلم ما جرحتم بالنہار۔ جواب۔ اس کا جواب ابھی فائدوں میں معلوم ہو گیا کہ یہاں علم سے مراد سزا و جزا لے جانا ہے۔ چونکہ سوتے کی حالت میں جو اعمال سرزد ہو جاویں ان پر نہ سزا ہے نہ پکڑ حتیٰ کہ خواب میں احتلام ہو جاوے اس پر کوئی پکڑ نہیں اس لئے یعلم کا ذکر جاگنے کے اعمال کے ساتھ کیا گیا۔ دوسرا اعتراض: حدیث پاک میں ہے کہ مومن کو سونے پر بھی ثواب ملتا ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ عالم کی نیند بھی عبادت ہے یہ آیت اس فرمان کے خلاف معلوم ہوتی ہے۔ جواب۔ اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ سونے پر ثواب دینا کرم خسروانہ عنایت شاہانہ ہے نہ کہ قانونی ثواب دوسرے یہ کہ مومن تہجد یا نماز فجر کے لئے جاگنے کا ارادہ کرکے جلد سو جاوے تو اس ارادہ کا ثواب ملتا ہے جو ارادہ جاگنے میں ہوتا ہے۔ لہٰذا اس پر ثواب ہے۔ تیسرا اعتراض: یہاں رب تعالیٰ نے جرحتم کیوں فرمایا عملتم کیوں نہ فرمایا جرح اور عمل میں کیا فرق ہے۔ جواب۔ عمل عام ہے اور جرح خاص عمل ہے کام کو کہتے ہیں خواہ دل و دماغ کا ہو یا ظاہری اعضاء کا مگر جرح صرف ہاتھ پاؤں آنکھ کان زبان کے عمل کو کہتے ہیں چونکہ سزا جزا صرف ظاہری اعمال کے لئے یہاں جرحتم ارشاد ہوا اس کی تحقیق سورہ بقرہ کے آخر میں وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ الخ کی تفسیر میں گذر چکی۔ چوتھا اعتراض: حدیث شریف میں ہے کہ ارادہ عمل پر سزا و جزا ہے حالانکہ ارادہ دل کا ہے وہ حدیث اس آیت کے خلاف ہے۔ جواب: پوری حدیث یہ ہے کہ جب دو شخص لڑیں ایک دوسرے کو قتل کردے تو قاتل مقتول دونوں دوزخی ہیں قاتل قتل کردینے کی وجہ سے مقتول اس لئے کہ وہ بھی قتل ہی کے ارادہ سے آیا تھا اس فوار خالی گیا۔ لہٰذا حدیث شریف بالکل صاف ہے کہ وہاں ارادہ کے ساتھ سب بھی ہے چور گھر سے چوری کے ارادہ سے نکلا مگر موقعہ نہ ملا اس ارادہ کا گنہگار ہو گیا خیال رہے کہ کفر خود گرچہ دلی عقیدہ ہے مگر یہ بدترین گناہ ہے یہاں ذکر اعمال کا ہے ارادہ کفر پر رضا یا کفر بھی کفر ہے۔ یہاں عملی گناہوں کا ذکر ہے۔ پانچواں اعتراض: یہاں ارشاد ہوا یتوفا کم اس کی بجائے یمیتکم کیوں نہ فرمایا موت، نیند اور وفات میں کیا فرق ہے۔ جواب: بمقابلہ نیند یا موت کے وفات میں بڑی گنجائش ہے وفات بنا ہے وفی سے معنی پورا اس پورے میں تین احتمال ہیں پورا دینا پورا کرنا اللہ تعالیٰ مومنوں کو سوتے میں اعمال کا پورا پورا ثواب دیتا ہے۔ لہٰذا اس کی نیند وفات ہے اولیاء انبیاء کو نیند میں پورا لیتا ہے کہ ان کو بالکل اپنی طرف متوجہ کرلیتا ہے۔ لہٰذا ان کی نیند اس معنی سے وفات ہے۔ عام کفار وغیرہ ہم کی زندگی اس سونے جاگنے سے پوری کرتا ہے کہ وہ اپنی مقررہ نیندیں مقررہ بیداریاں پوری کرکے مریں لہٰذا اس معنی سے ان کی نیند وفات ہے موت یا نیند فرمانے میں یہ خوبیاں حاصل نہ ہوتیں۔ چھٹا اعتراض۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کی موت کا وقت مقرر ہے زندگی طے شدہ ہے مگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کی موت اختیاری ہوتی ہے وہ حدیث یہاں کے اجل مسمی کے خلاف ہے۔ جواب۔ ان حضرات کے لئے خود چاہنا ہی اجل مسمی ہے۔ رب جانتا ہے کہ وہ کتنی زندگی چاہیں گے ہمارے لئے مقرر اور قسم کا ہے ان کے لئے دوسری قسم کا۔

تفسیر صوفیانہ۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ جیسے مومن، کافر، عاقل، غافل، محبوب، مردود بندوں کی زندگیوں اور موت میں فرق ہے کہ مومن کی زندگی حیات طیبہ ہے کافر کی زندگی معیشۃ ضنکا مومن کی موت وفات یا انتقال یا وصال ہے کافر کی موت اخذ یا بطش یعنی رب کی پکڑ ہے ایسے ہی مومن و کافر و اخیار کی نیندوں میں بھی فرق ہے۔ مومن کی نیند ہے وفات یعنی پورا

www.alahazratnetwork.org

بیداری۔ رب تعالیٰ مومن کو کافر و آرام دونوں حالتوں میں انعام دیتا ہے کہ مومن سوتا ہے تو اگلی عبادت کی تیاری کے لئے اور عبادت کی تیاری عبادت ہے اس کی نیند وفات ہے یعنی پورا آرام دینا۔ مقبولین کی نیند وفات یعنی پورا لینا ہے کہ وہ حضرات ان میں خلق کے ساتھ بھی تعلق رکھتے ہیں۔ جیسے میں رب انہیں پورا لے لیتا ہے کہ وہ اس حال میں صرف اللہ کے ہوتے ہیں انہیں بیداری میں بواسطہ جبریل کلام الٰہی پہنچتے ہیں مگر نیند میں بلا واسطہ ان سے رب کلام فرماتا ہے اس لئے ان کی خواب وحی ہوتی ہے۔ عام مخلوق کے لئے نیند وفات ہے یعنی پورا آرام دینا۔ جسم کے لیل و نہار یہی دن اور رات ہیں۔ مگر دل کے لیل و نہار غفلت ہے جس دل پر غفلت طاری ہو جاوے تو وہ دن کی رات ہے اگرچہ ظاہر میں دن ہو اور جب دل اللہ کی طرف راغب ہو جاوے تو وہ دل کا دن ہے اگرچہ ظاہری رات ہو۔ بعض خوش نصیب بندے رات کے وقت بھی دن میں رہتے ہیں نہ رات کو غافل نہیں ہوتے بعض غافل ان کے وقت بھی رات میں ہی ہوتے ہیں یہ قبض و بسط لوگوں پر آتی رہتی ہے واللہ یقبض ویبسط تاکہ بندہ ہر وقت رب تعالیٰ کا حاجتمند رہے فرمایا جا رہا ہے کہ رب تعالیٰ تمہارے دلوں کی دنیا میں تم کو قبض کی رات میں غفلت کی موت دے دیتا ہے اور بسط کے دن میں تم جو کچھ ترقی اور طے منازل کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے ان دن و رات کی آمد و رفت یہ سلسلہ ایک وقت مقررہ تک ہے جب وصال یار سے تم مشرف ہو جاؤ گے اس وقت یہ سلسلہ ختم ہو گا۔ آخر تم وہاں سے اس کے پاس ہے خوشی خوشی وہیں جاؤ اپنے آپ جاؤ ہمیشہ خوش رہو گے۔ شعر

یا جی کے سواری پر جائیں یا مر کے پچھو بن جائیں
جینا ہے انہیں کے قدموں میں چاہے اس جائیں چاہے بس جائیں

جسمانی حاضری کے لئے سواری وغیرہ کی ضرورت ہے مگر دل کی حاضری کے لئے صرف اخلاص کی سواری کافی ہے۔ جب وہ بلاتا ہے تو اخلاص بھی نصیب کر دیتا ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ ہر انسان شکاری ہے دنیا کے اعمال شکار ہیں ہماری عمر گویا کمان ہے ہمارے ظاہری اعضاء تیر ہیں۔ بعض شکاری حلال شکار کرتے ہیں ہرن وغیرہ بعض شکاری حرام شکار کرتے ہیں جیسے جنگلی سور ریچھ وغیرہ بعض شکاری اپنے تیر ضائع کر کے آتے ہیں کچھ شکار نہیں کرتے تیر نشانہ پر نہیں لگتے دیندار مومن حلال شکار کرتا ہے یعنی نیک اعمال کافر اسی تیر و کمان سے کفر و گناہ کا حرام شکار کرتا ہے۔ دنیادار اپنی زندگی دنیا کمانے میں صرف کر کے اپنی عمر ضائع ہی کرتا ہے اس کے متعلق ارشاد ہے۔ ویعلم ما جرحتم بالنھار۔ ہمارے تین دشمن بہت قوی ہیں۔ نفس، شیطان، دنیا نفس امارہ شریعت کی اتباع اور مخالفت نفس کے تیر سے مرتا ہے۔ دنیا کو دین کے ساتھ ترک۔ دریا اکیلا ہو تو ڈوب جاتا ہے لکڑی کے ساتھ تیر جاتا ہے۔ دنیا دین کے ساتھ ترقی ہے۔ شیطان کتا ہے اگر تمہارے قابو میں نہ آئے تو اس کے مالک سے عرض کرو کہ مولیٰ اسے باندھ دے ہم پر حملہ نہ کرے۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ

اور وہ غالب ہے اوپر بندوں اپنے کے اور بھیجتا ہے اوپر تمہارے محافظین کو یہاں تک کہ جب آتی
اور وہی غالب ہے اپنے بندوں پر اور تم پر نگہبان بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب تم میں کسی کی

www.alahazratnetwork.org

أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ ۝ ثُمَّ رُدُّوا إِلَى

ستے ایک کو تم میں سے موت تو موت دیتے ہیں اس کو قاصد ہمارے اور وہ نہیں کوتاہی کرتے پھر لوٹائے جاتے ہیں
موت آتی ہے ہمارے فرشتے اس کی روح قبض کرتے ہیں اور وہ قصور نہیں کرتے پھر پھیرے جاتے ہیں اپنے

اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ ۚ أَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ أَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ۝

وہ طرف اللہ کے مولیٰ اپنے کے سچا خبردار ہو کر واسطے اسی کے ہے حکم اور وہ حساب لینے والوں میں بہت جلد حساب لینے والا ہے
سچے مولا اللہ کی طرف سنتا ہے اسی کا حکم ہے اور وہ سب سے جلد حساب کرنے والا ہے۔

تعلق: ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے محیط علم کا ذکر تھا کہ اس کا علم ذرہ ذرہ قطرہ قطرہ کو گھیرے ہوئے ہے اب اس کی محیط قدرت کا ذکر ہے کہ اے انسانو تم ہر وقت اس کی قدرت اس کے قبضہ میں ہو تمہاری زندگی و موت اتفاقی نہیں بلکہ طے شدہ پروگرام کے ماتحت ہے۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ کی عطاء علم کا ذکر ہوا کہ اس نے اپنے علوم بذریعہ لوح محفوظ اپنے بعض بندوں کو بخشے اب اس کی عطاء قبضہ عطاء قدرت کا ذکر ہے کہ اس نے اپنے بعض فرشتوں کو وہ قبضہ و قدرت بخشی کہ وہ انسانوں کو زندہ بھی رکھتے ہیں اور بحکم الٰہی موت بھی دیتے ہیں۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیت کریمہ میں فرمایا گیا تھا کہ تم سب کو رب کی طرف لوٹنا اس کے سامنے پیش ہونا ہے اب ارشاد ہے کہ یہ رجوع اور پیشی بلاواسطہ بغیر توسل نہ ہوگی جیسے تم دنیا میں ماں باپ کے وسیلہ سے گئے ہو ایسے ہی وہاں سے ہماری بارگاہ میں فرشتوں کے توسل سے لوٹو گے یوں ہی تمہارے اعمال کا حساب و کتاب فرشتوں کے واسطے سے ہوگا گویا رب کی طرف رجوع اعمال کے حساب کا ذکر پچھلی آیت میں تھا اب طریقہ رجوع اور طریقہ حساب کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہے۔ **چوتھا تعلق:** پچھلی آیت کریمہ میں ارشاد ہوا تھا کہ رب تعالیٰ ہی رات میں تم کو سلاتا ہے وہ تمہارے دن کے اعمال کو جانتا ہے اب ارشاد ہے کہ یہ سلانا جگانا اعمال کی تحریر وغیرہ فرشتوں کے واسطے سے ہے اس کا قانون یہ ہے کہ اس کے ہر کام اس کے خاص خدام کے ذریعہ سے ہو قدرت اور ہے قانون کچھ اور۔

تفسیر: **وهو القاهر فوق عباده** یہ جملہ نیا ہے اس لئے اس کا واو ابتدائیہ ہے **هو** کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے۔ قرآن کریم میں ذات الٰہی کو کبھی اس کے نام پاک سے بیان کیا جاتا ہے۔ کبھی **هو** سے کبھی **انت** سے چونکہ ذات باری ہمارے گمان و قیاس و وہم سے وراء ہے اس لئے اسے **هو** سے تعبیر کر دیا جاتا ہے چونکہ اس کی رحمت کرم۔ بندہ نوازی سب بندوں سے بہت قریب ہے اس لئے انت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہاں پہلی صورت کے اعتبار سے **هو** فرمایا گیا۔ **قاهر** بنا ہے **قهر** سے قہر کے معنی ظلم نہیں کہ رب تعالیٰ ظلم سے پاک ہے بلکہ اس کے معنی ہیں غلبہ قبضہ تصرف جس کی بنا پر ساری مخلوق اس کے سامنے بے بس یا قابو ہو کسی میں اس کے مقابلہ کی جرأت نہ ہو سب اس سے مقہور رہیں۔ ہاں یہ رب تعالیٰ کی صفت کمال ہے غلبہ مطلقاً برتری کو کہتے ہیں اصلی ہو یا عارضی وقتی ہو یا دائمی۔ ایک طرح سے ہو یا ہر طرح سے اسی لئے غالب کبھی بندے کو بھی کہہ دیا جاتا ہے۔ مگر قہر وہ غلبہ ہے جو دائمی ہو اور ہر طرح سے ہو اس لئے لفظ قاہر ہر ایک کے لئے نہیں بولا جاتا۔ **فوق** کے معنی ہیں اوپر یا بلند مگر یہاں معنی

www.alahazratnetwork.org

یا جگہ کی بلندی مراد نہیں کہ رب تعالیٰ جگہ و مکان سے پاک ہے۔ دوسرے یہ کہ رب نے اپنے بندوں پر اپنے علم و قدرت کی جگہ ہے بلکہ قہر و قدرت، علم کی بلندی مراد ہے جیسے ید اللہ فوق ایدیھم یا جیسے وفوق کل ذی علم علیم ۔ عباد سے مراد سارے بندے ہیں۔ انسان یا جن یا فرشتے یا دیگر مخلوق کوئی اس قہار کے علم و قدرت و قبضہ سے باہر نہیں اس کی قہاریت کے جلوے مختلف ہیں۔ وہ نیستی کو ہستی سے اور ہماری ہستی کو نیستی سے نمودار کرتا ہے۔ پھر ہماری نیستی کو اخروی ہستی سے ختم فرمائے گا۔ پھر اس نے ہم کو ضدوں میں گھیرا ہوا ہے ہم پر کبھی تندرستی کبھی بیماری کبھی روشنی کبھی تاریکی کبھی جہالت کبھی علم کبھی امیری کبھی غریبی کبھی ذلت کبھی عزت کو مسلط فرماتا ہے۔ ہم سب اس کے قبضہ میں ہیں جو چاہے کرتا ہے یہ سب اس کی قہاریت کے جلوے ہیں۔ نیز اس نے ہماری نورانی روح کو ظلمانی جسم میں قید کر دیا ہے۔ پھر جسم میں چار دشمن عناصر کو جمع فرما دیا ہے آگ پانی مٹی ہوا۔ یہ سب ایک دوسرے کے دشمن ہیں مگر جسم میں جمع ہوئے ہیں یہ سب اس کی قہاریت کے ظہور ہے۔ جنات فرشتوں میں اور طریقے سے قہاریت کو ظاہر فرمایا ہے۔ ویرسل علیکم حفظۃ یہ بھی اس کی قہاریت کا ظہور ہے کہ ہم پر فرشتوں کی ڈیوٹی لگا دی تو وہ کچھ معذرت کرتے ہیں نہ چھٹی لیتے ہیں نہ ہم کچھ کہہ سکتے ہیں کہ خدایا یہ پہرا ہم سے ہٹا لے ہم اپنی جگہ معذور ہیں فرشتے اپنی جگہ مامور کسی کو دم مارنے کی گنجائش نہیں۔ چونکہ حافظین فرشتوں کی ڈیوٹیاں بدلتی رہتی ہیں۔ اس لئے یہاں یرسل مضارع فرمایا یعنی بھیجتا رہتا ہے یا بھیجا کرتا ہے۔ چونکہ کاتب اعمال فرشتے صرف انسانوں پر ہی مقرر ہیں دوسری مخلوق پر نہیں یا حفاظت کے فرشتے بھی صرف انسانوں پر مقرر ہیں دوسری مخلوق پر نہیں اس لئے یہاں عبادہ یا علیھم نہ فرمایا۔ بلکہ صرف انسانوں سے خطاب فرمایا علیکم حفظۃ جمع ہے حافظ کی۔ حافظ بنا ہے حفظ سے بمعنی نگہبانی یا حفاظت یا محافظت میں تین چیزیں ہوتی ہیں حفاظت کرنے والا حافظ یا محافظ جس کی حفاظت کی جاوے یعنی محفوظ جس سے حفاظت کی جاوے بلاؤ آفات چور وغیرہ یعنی محفوظ منہ یہاں حفاظت سے مراد یا تو حفاظت جان ہے یا حفاظت اعمال۔ ان سے مراد یا کاتبین اعمال فرشتے ہیں جن کی تعداد دو ہے ایک نیکیاں لکھنے والا جو ہمارے داہنی طرف رہتا ہے دوسرا ہمارے گناہ لکھنے والا جو ہمارے بائیں طرف رہتا ہے۔ چونکہ ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے ہیں نیز ان دو کی ڈیوٹیاں بدلتی رہتی ہیں اس لئے حفظۃ جمع فرمایا۔ خیال رہے کہ اعمال لکھنے والے فرشتے ہم پر بالغ ہونے کے وقت سے موت تک رہتے ہیں۔ دیوانگی بیہوشی سونے کی حالت میں علیحدہ رہتے ہیں کہ ان اوقات میں اعمال پر سزا جزا نہیں نیکی فوراً لکھی جاتی ہے مگر بدی کرنے پر لہذا فرشتہ بائیں سے کہتا ہے کہ ابھی نہ لکھ شاید یہ توبہ کر لے اگر بندہ توبہ نہیں کرتا تب لکھی جاتی ہے۔ یہ ہی فرشتہ اس مباحات کے لئے تیار رہتا ہے کہ اب لکھے مثلاً۔ اس میں گفتگو ہے کہ آیا نیک اعمال ہی لکھے جاتے ہیں یا سارے اعمال مباح۔ مستحب مکروہ وغیرہ سب قرآن کریم کی ایک آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر لفظ ہر حرکت ہر عمل لکھا جاتا ہے رب فرماتا ہے ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید یہ بھی خیال رہے کہ صرف ظاہری اعمال اور زبانی گفتگو کی تحریر ہوتی ہے نیت، دل کے ارادے، خیالات عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم خوف خدا ان کی تحریر نہیں ہوتی یہ چیزیں فرشتوں کی تحریر سے خارج ہیں ان کا تعلق براہ راست اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے بلکہ ان فرشتوں کو دل کے ان صفات و حالات پر مطلع بھی نہیں کیا جاتا۔ رب فرماتا ہے وان علیکم لحافظین کراما کاتبین یعلمون ما تفعلون یہاں فعل کا ذکر ہوا تو معلوم ہوا قول و معلوم ہوا کہ قول و فعل کے علاوہ چیزیں تحریر سے بلکہ ان فرشتوں کے علم سے باہر ہیں (کبیر)

alahazratnetwork.org

میان عاشق و معشوق رمزیست — کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

یا حافظین فرشتوں سے مراد ہماری نگہبانی کرنے والے فرشتے ہیں جن کی تعداد دس یا بیس ہے ایک فرشتہ اندرونی حفاظت کرتا ہے باقی بیرونی کی ان کی بھی کوئی مدت مقرر نہیں ہے اس لئے یرسل مضارع ارشاد فرمایا گیا۔ درست و مناسب یہ ہے حفاظت کرنے والے فرشتے کسی وقت انسان سے جدا نہیں ہوتے۔ جب نطفہ ماں کے پیٹ میں رہتا ہے اس وقت سے ایک فرشتہ اس کی تربیت کرتا ہے وہ بچہ بنتا ہے اور اس کی حفاظت کرتا ہے [illegible] پہلے بتانا ہے پھر ولادت تک اسے ہر چوٹ سے بچاتا ہے پھر صحیح سلامت پیدا ہوتا ہے پیدا ہوتے ہی دوسرے فرشتے اپنی حفاظت میں لے لیتے ہیں اور یہ حفاظت مرتے وقت تک رہتی ہے اور ہو سکتا ہے کہ حفظۃ سے مراد محافظین ایمان ہوں۔ تب علیکم میں خطاب مومنین سے ہوگا اور حفاظت کرنے والے حفظۃ حضرات اولیاء انبیاء ہیں اس لئے حفاظت کے لئے لفظ حفظۃ ارشاد ہوا رسل نہ فرمایا گیا۔ موت دینے والوں کے لئے رسل ارشاد ہوا یعنی جان نکالنے والے صرف فرشتے ہیں اور حفاظت کرنے والے فرشتے بھی ہیں اولیاء انبیاء بھی حتی اذا جاء احدکم الموت۔ اس عبارت میں حتی انتہاء کے لئے ہے اس کا تعلق یرسل سے ہے احدکم میں خطاب کسی انسان سے ہے موت سے مراد وقت موت یا علامات موت یعنی نگرانی یا نگہبانی کرنے والے فرشتوں کا کام [illegible] اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک تم میں سے کسی کی موت کا وقت نہ آ جائے پھر ان کا کام ختم ہو جاتا ہے چونکہ موت کے بعد حافظین کی حفاظت کاتبین کی کتابت ختم ہو جاتی ہے [illegible] فرشتوں کا جان نکالنے والے روح کو لینے کے لئے حاضر ہونا انسان سے ہی خاص ہے۔ [illegible] کوئی حال نہیں اس لئے یہاں احدکم ارشاد ہوا توفتہ رسلنا یہ عبارت اذا جاء کی جزا ہے توفت باب تفعل ہے جس کا مادہ وفی ہے اس سے بنا وفات وفی اور وفات کے معنی اس کی قسمیں ابھی کچھ پہلے عرض کی گئیں یہاں معنی موت ہے توفی کے معنی موت دینا [illegible] یہاں رسل سے مراد موت دینے والے فرشتوں کی جماعت ہے ظاہر یہ ہے کہ حافظین فرشتے اور ہیں موت دینے والے فرشتے اور ہیں جنہیں کروبین کہا جاتا ہے [illegible] تکلیف پہنچانے والے [illegible] والے فرشتے اور ہیں جنہیں [illegible] کہا جاتا ہے کہ وہ روح کو راحت دیتے ہیں (تفسیر کبیر و معانی وغیرہ) [illegible] جان نکالنے والے فرشتے چودہ ہیں سات رحمت کے جو مومن کی جان نکالتے ہیں سات عذاب کے جو کافر کی جان نکالتے ہیں ان کے سردار حضرت عزرائیل علیہ السلام ہیں (تفسیر روح البیان) [illegible] فرشتے ہیں اس لئے [illegible] رسل فرمایا گیا نہ کہ حفظۃ فرشتے [illegible] جن کا کام انسان کی موت پر ختم ہو جاتا ہے اور رسل موت اور ہیں۔ یہ سات فرشتے قدم سے حلقوم تک جان نکالتے ہیں جب حلقوم میں دم آتا ہے تو حضرت ملک الموت عزرائیل علیہ السلام کھینچ لیتے ہیں۔ پھر یہ نکلی ہوئی جان رحمت یا عذاب کے فرشتوں کے حوالہ کر دیتے ہیں جو اس روح کو لینے کے لئے آئے ہوتے ہیں جو میت کی حد نظر تک موجود ہوتے ہیں۔ نوٹ۔ تمام روئے زمین حضرت ملک الموت کے سامنے ایسی ہے جیسے ہمارے سامنے [illegible] طشت [illegible] ایک وقت روح نکالنے میں کوئی تکلیف نہیں۔ دیکھو تفسیر روح المعانی خازن روح البیان وغیرہ حضرت ملک الموت ہر گھر میں روزانہ [illegible] ہوتے ہیں [illegible] اس تحقیق سے معلوم ہو گیا۔ جان نکالنے والے فرشتے [illegible]

www.alahazratnetwork.org

دینے والے فرشتے اور قبر میں سوال و جواب کرنے والے فرشتے اور۔ خیال رہے کہ بعض لوگوں کی جان براہ راست خدا تعالیٰ نکالتا ہے بلاواسطہ فرشتہ ان کے متعلق ارشاد ہوا **اللہ یتوفی الانفس حین موتہا**۔ بعض کی جان نکالنے والے صرف حضرت عزرائیل ہیں بغیر مددگار فرشتوں کے ان کے متعلق ارشاد ہوا کہ **قل یتوفٰکم ملک الموت الذی وکل بکم** عام طور پر ملک الموت اپنے ماتحت فرشتوں کی مدد سے جان نکالتے ہیں ان کے متعلق یہ آیت آئی۔ **تتوفتہ رسلنا** (تفسیر روح المعانی) چنانچہ حضرت فاطمہ زہرا کی جان براہ راست رب تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے نکالی کوئی فرشتہ ان کے پاس اس لئے نہ بھیجا گیا (روح البیان یہی مقام)۔

تنبیہ: جان نکالنے والے فرشتوں میں فرق ہے بعض کے پاس رحمت کے فرشتے آتے ہیں۔ بعض کے پاس عذاب کے بانچ۔ بعض انسانوں کے لئے ہے۔ جانوروں کے جان نکالنے کی نوعیت اور ہے جنات کی جان نکالنے کی نوعیت اور حتی کہ جب فرشتوں کی موت ہوگی تو وہ صرف صور کی آواز سے وفات پائیں گے ان کے لئے فرشتے مقرر نہیں یہی حال ملک الموت کی موت کا ہے ان شاء اللہ اس کی تحقیق **کل نفس ذائقۃ الموت** اور **کل من علیہا فان** میں کی جاوے گی **وھم لا یفرطون**۔ اس عبارت میں تین احتمال ہیں ایک یہ کہ **ھم** ضمیر لوٹے حفظہ کی طرف تب یہ ایک اعتراض کا جواب ہوگی گویا کوئی کہتا تھا کہ جب ہر شخص کے ساتھ فرشتے حفاظت کے لئے مقرر ہیں تو پھر انسان کو آفت کیسے پہنچ جاتی ہیں یا تو یہ محافظ فرشتے سو جاتے ہیں یا غافل ہو کر کوتاہی کرتے ہیں۔ جواب دیا گیا کہ وہ کوتاہی نہیں کرتے بلکہ بلاؤں وغیرہ کا پہنچنا ہمارے حکم ہمارے ارادہ سے ہوتا ہے جب بلا کا وقت پہنچے ہمارا حکم ہوتا ہے تو فرشتے اسے نہیں روکتے دوسرے یہ کہ **ھم** کا مرجع **رسلنا** ہوں یعنی جان نکالنے والے فرشتے موت کے وقت موت کی جگہ میں کوتاہی نہیں کرتے جس کی جس جگہ جس وقت جان نکالنی ہے اس جگہ اس وقت جان نکالتے ہیں نہ یہ کہ نہیں کرتے۔ کبھی مرنے والے کی کوئی سانس یا اس کے حصہ کا کوئی پانی کا قطرہ یا روزی کا دانہ باقی ہو اور وہ موت دیدیں اس سے فرشتوں کا علم ان کا حاضر ناظر ہونا سارے عالم پر ان کی قدرت سب ہی معلوم ہوتے۔ تیسرے یہ کہ **ھم** ضمیر دونوں فرشتوں کی طرف لوٹے حفظین کی طرف بھی اور موت دینے والوں کی طرف بھی تب تفریط کے یہ دونوں معنی ہوں گے۔ **یفرطون** بنا ہے **تفریط** سے معنی کوتاہی یا کمی کرنا دیر لگانا یعنی یہ جان نکالنے والے یا محافظ فرشتے جان نکالنے وغیرہ میں قطعاً کوتاہی نہیں کرتے نہ دیر لگاتے ہیں۔ ہر کام نہایت پابندی سے حکم الٰہی کے ماتحت کرتے ہیں ایک سیکنڈ آگے پیچھے کوئی کام نہیں ہوتا اس کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے **اذا جاء اجلہم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون ثم ردوا الی اللہ مولٰہم الحق**۔ یہ عبارت گذشتہ پورے جملہ پر معطوف ہے۔ چونکہ سب لوگوں کا بارگاہ الٰہی میں حساب کے لئے پیش ہونا زندگی دنیاوی اور موت کے بہت عرصہ کے بعد ہوگا اس لئے یہاں **ثم** فرمایا گیا یعنی ان کو محشر کی طرف لوگ خود نہ جائیں گے بلکہ فرشتے لے جائیں گے اس لئے **ردوا** فرمایا گیا چونکہ یہ واقعہ یقیناً ہونے والا ہے اس لئے ماضی ارشاد ہوا۔ سارے انسان آخر کار رب کی بارگاہ میں پیش کئے جائیں گے مگر بعض کو عذاب کے فرشتے پیش کریں گے۔ بعض کو رحمت کے فرشتے نیز بعض کو اللہ کے مقبول بندے پیش کریں گے بعض کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیش فرمائیں گے۔ غرضیکہ **ردوا** لفظ تو ہے ایک مگر ان ردوں کے پیش ہونے کی نوعیتیں مختلف ہیں مولیٰ کے تین معنی ہیں۔ مالک، والی، وارث، دوست و محبوب۔ اللہ تعالیٰ مالک تو سارے بندوں کا ہے مومن ہوں یا کافر والی وارث متولی امور مومنوں کا ہے اور محبوب ہے

www.alahazratnetwork.org

اب ولیوں نبیوں کا معا قیامت میں مالک کے سامنے پیش کئے جاویں گے۔ مومن اپنے والی اپنے حامی یعنی مولا کے سامنے محبوب بندے ہماری بارگاہ میں غرضیکہ رب تعالیٰ کی تین شانیں تین قسم کے بندوں کے لئے ظاہر ہوں گی یہ ایک لفظ بھی ان سب کو شامل ہے بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہاں حق اسماء الٰہیہ میں سے ہے **واللہ اعلم** اگر یہ صفت الٰہیہ ہے تو حق معنی ثابت قدیم، موجود حقیقی، ہمیشہ قائم۔ جیسا کہ روح المعانی میں ہے اور ہوسکتا ہے کہ حق اللہ تعالیٰ کی صفت ہو تو حق کے تین معنی ہیں باطل کے مقابل سچا، فانی کے مقابل باقی، ناحق کے مقابل مستحق۔ ضعیف تو تین معنی ہونے مولیٰ کے لئے تین معنی ہوئے حق کے لہٰذا **مولیٰھم الحق** کی تو تیس صورتیں ہوئیں وہ رب والی والی، دوست والی مالک معبود مستحق فانی زائل ہیں وہ سچا دوست سچا ولی سچا مالک دوسروں کی دوستیاں عارضی ہیں کہ وہ غرض پر مبنی ہیں اللہ کی دوستی بے غرض ہے وہ قوی والی دوست ہے **الا له الحکم** یہ جملہ جس میں لہ خبر ہے اور **الحکم** مبتدا مؤخر لہٰذا یہ حصر کے لئے ہے حکم سے مراد فیصلہ خواہ دنیا کا ہو یا آخرت کا فیصلہ حقیقی فیصلے صرف رب تعالیٰ کے ہیں۔ دنیا میں حکام کے فیصلے عارضی اور مجازی ہیں حقیقی فیصلے اسی حکم الٰہی کے ہیں امر حکم اور قضاء قریب المعنی ہیں ان کے فرق ہم بار بار بیان کر چکے ہیں حکم اور علم کے فرق بھی بیان ہو چکے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس فرمان کے دو معنی ہیں دنیا میں حقیقی حکم اللہ تعالیٰ کا ہے یہاں کے حکام مجازی عارضی ہیں۔ آخرت میں حکم صرف رب تعالیٰ کا ہے وہاں کوئی مجازی حاکم بھی نہ ہوگا اسی لئے ارشاد ہوا **لمن الملک الیوم** کہا جائے گا۔ **وھو اسرع الحاسبین** یہ جملہ علیحدہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی ایک اور صفت کا بیان ہے **اسرع** بنا ہے **سرعۃ** سے معنی بہت جلدی کرنے والا دنیا میں حساب و کتاب کرنے والے اللہ کے بندے بھی ہیں اس لئے **حاسبین** جمع ارشاد ہوا یعنی رب تعالیٰ سارے حساب لینے والوں سے بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ یہاں حساب سے مراد قیامت میں سارے بندوں کے سارے حساب ہیں۔ تفسیر جلالین میں فرمایا کہ ساری مخلوق کا ایک ایک سانس کا ایک ایک لمحہ کا چھوٹے بڑے عمل کا حساب دنیا کے چھوٹے سے چھوٹے دن کے آدھے کی قدر ہو جاوے گا۔ [illegible] تفسیر بیضاوی مدارک روح المعانی وغیرہ نے فرمایا کہ جتنی دیر میں بکری دوہی جاتی ہے اتنی دیر میں سب کا حساب ہو جاوے گا۔ یہ معنی ہیں جملہ ارشاد کے **سریع الحساب** خیال رہے کہ قیامت زمین فلسطین میں قائم ہو گی مگر اس وقت وہ زمین یہ نہ ہوگی بلکہ سفید چاندی کی سی ہوگی **یوم تبدل الارض غیر الارض** اور روشنی نور الٰہی کی ہو گی نہ کہ چاند و سورج کی **واشرقت الارض بنور ربھا** ۔ سارے بندوں کا حساب ہوگا بعض بندے بغیر حساب بھی جنت میں جائیں گے جن کا حساب ہوگا نہیں ان کے اعمال تو لے بھی جاویں گے جن کا حساب نہیں ان کے اعمال کا وزن بھی نہیں۔ حساب اعمال وزن بھی نہیں۔ حساب اعمال سے پہلے ہوگا وزن اعمال کی مقدار معلوم کرنے کے لئے ہے حساب، وزن سے پہلے [illegible] اعمال کا مثلاً حساب سے یہ ظاہر ہوگا کہ نیکیاں کتنی اور گناہ کتنے پھر ان کا وزن ہو کہ پلہ بھاری ہو گا کہ جو عمل کا وزن ہے اللہ تعالیٰ اس دن [illegible]۔ ہم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا شعر

صدقہ پیارے کی حیا کا کہ نہ لے مجھ سے حساب ۔۔۔۔۔ بخش بے پوچھے لجائے کو لجانا کیا ہے

حساب دو قسم کا ہوگا حساب یسیر یعنی اعمال کا اظہار محض۔ یہ دوسرا حساب مناقشہ یعنی اعمال کا بے چھ کر پوچھنا کہ تو نے یہ گناہ کیوں کئے تھے جس سے یہ سوال ہوگا وہ ہلاک ہو جاوے گا جس سے حساب یسیر ہوا وہ نجات پا جاوے گا قرآن کریم فرماتا ہے۔ **فسوف**

www.alahazratnetwork.org

یحاسب حسابا یسیرا۔

خلاصہ ء تفسیر اس آیت کریمہ میں چند چیزیں بیان ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ قاہر، قبضہ، نگہبان یا نگران فرشتوں کی آمد لوگوں پر ہونے۔ فرشتوں کا ہماری جان نکالنا روح قبض کرنا۔ بعد موت ہم پر روحانی اور کرونی فرشتے مسلط ہیں یہ فرشتوں کا معصوم ہونا۔ ہماری بارگاہ الٰہی میں حاضری۔ رب تعالیٰ کا حکم اخالیں ہوتا۔ بہت جلد حساب ہو جانا۔ چنانچہ ارشاد ہوا اے لوگو جان لو۔ اللہ تعالیٰ اپنے سارے بندوں پر خواہ انسان ہوں یا جن یا فرشتے یا درخت یا پتھر وغیرہ وہ قاہر و غالب ہے ہر مخلوق ہر وقت اس کے قبضہ و قدرت میں ہے ہر بندہ ہر وقت اس کے زیر فرمان اس کی قہاریت کی قوی دلیل یہ خود ہم ہیں کہ رب تعالیٰ کی قدرت سے یہ کہ ہم دشمنوں میں ہیں اور دشمن ہم میں ہیں۔ آگ پانی ہوا مٹی سب ہی ہمارے خارجی دشمن ہیں ہوا سے پانی سے قومیں ہلاک ہوئیں آگ ہم کو جلا ڈالتی ہے مٹی کا ڈھیلا ہم کو زخمی کر دیتا ہے۔ پھر درندے جانور کیڑے مکوڑے ہمارے دشمن ہیں یوں ہی چار دشمن عناصر ہم میں ہیں ان دشمنوں کے باوجود ہم زندہ و تندرست رہنا اس کی قہاریت کی کھلی دلیل ہے اس سب خارجی اور داخلی دشمنوں سے حفاظت بلاواسطہ رب تعالیٰ کر سکتا ہے مگر اسے انہوں قانون یہ ہے کہ ہمارے جسم ہمارے خدام ہیں۔ چنانچہ تم سب انسانوں پر ہماری طرف سے تمہاری زندگی تمہاری حفاظت تمہارے اعمال کی نگرانی کرنے فرشتے تم پر ایسے بھیجے رہتے ہیں جن کی ڈیوٹی تبدیل ہوتی رہتی ہے ان کی یہ نگہبانی اور نگرانی تمہاری موت آنے تک رہتی ہے جب تم میں سے کسی کو موت آتی ہے تو تم فرشتوں کی دوسری کروبی جماعت کے سپرد کر دیے جاتے ہو۔ چنانچہ حضرت عزرائیل اور ان کے معاون فرشتے سات اسے موت دے دیتے ہیں یہ دونوں قسم کے فرشتے کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتے نہیں جو حکم ہوتا ہے وہ اس کی پوری تعمیل کرتے ہیں۔ پھر تم سب اپنی زندگی و موت کی منزلوں سے گزر کر اپنے سچے مالک حقیقی ولی و وارث اللہ تعالیٰ کی طرف واپس جاؤ گے کہ تم کو صور پھونک کر زندہ کیا جاوے گا کیونکہ تم تو ہماری بارگاہ میں پیش کریں گے اس دن اسی کا حکم ہو گا اس کے سوا کوئی حاکم نہ ہو گا یا حقیقی حکم اللہ تعالیٰ ہی کا ہے خبردار بتایا ہوا حساب بہت جلد لے لیگا۔ کیونکہ وہ تمام حساب لینے والوں سے جلد حساب لینے والا ہے۔ خیال رہے کہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنۃ** مگر حساب منٹوں یا گھنٹوں میں ہو گا تو باقی دن میں کیا ہو گا اس کا جواب حضرت مولانا حسن رضا خان بریلوی قدس سرہ نے ایک شعر میں دیا ہے شعر

فقط اتنا سبب ہے انعقاد بزم محشر کا　　کہ ان کی شان محبوبی دکھائی جانے والی ہے

تماشہ شفیع یوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک رسائی قریبا ایک ہزار سال۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سجدہ شفاعت۔ بہت عرصہ پھر حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقام محمود پر جلوہ گری اور تمام انبیاء اولیاء مومنین کفار کی نعت خوانی ملاحظہ آخر میں خود رب تعالیٰ کا ہمارے حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت ارشاد فرمانا اس میں یہ دن صرف ہو گا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا**۔ انشاء اللہ یہ سب ہماری دیکھنے میں آئیں گی اس دن خدا کی مخلوق انگلیاں چبائیں گے کہ ہم نے محبوب کی اطاعت نہ کی **یوم یعض الظالم علی یدیہ یقول یلیتنی اتخذت مع الرسول سبیلا**۔ نکتہ: اس آیت میں چند نکات ہیں ایک یہ کہ یہاں کافر و مومن سب کی موت کو وفات کہا **توفتہ رسلنا** کیونکہ وفات کے معنی ہیں پورا دینا کافر کی موت اس کی مہلت اور ڈھیل کی گھڑیاں پوری کر دیتی ہے مومن کی موت اس کے انتظار کی گھڑیاں پوری کر دیتی ہے حضور

www.alahazratnetwork.org

صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ ہے کہ تم مومن کی قبر میں آئیں گے فرشتے قبر میں کہتے ہیں۔ تم ان سامنے والے محبوب کے متعلق کیا کہتے تھے دنیا میں لوغنت خوانی وہ وقع ہے ہیں سداب وقعہ سے تو نعت پڑھ لو وہ اشارے کرتے اور تم کو سنا انشاءاللہ مومن تو مرہو کے ارمان نکالتے ہے خوب نعت پڑھتا ہے پھر اسے انتظار کیوں نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ جان نکالنے اور جان لے جانے کے لئے ایک فرشتہ کافی تھا۔ بہت سے فرشتے اس لئے آتے ہیں کہ مومن کی بارات کا جلوس نکالیں اور کافر کی پکڑ کا جلوس نکلے۔ تیسرے یہ کہ ان فرشتوں وہ ایک نے انجام کی شب اس ملے مرنے والا جیسا ہوتا ہے ویسی قسم کے فرشتے ملک الموت اپنے ساتھ لاتے ہیں ایمان پر مرنے والے کے لئے رحمت کے فرشتے اور کفر پر مرنے والے کے لئے عذاب کے فرشتے۔

فائدے: اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے۔ ہر چیز اس کے قبضہ میں ہے مگر قانون یہ ہے کہ اس کے کام اس کے خدام بندے کریں یہ فائدہ **القاھر فوق عبادہ** کے بعد **ویرسل علیکم حفظۃ** اور **توفتہ رسلنا** فرمانے سے حاصل ہوا کہ بندوں کو موت فرشتوں سے دلوائی گئی نیز اس کی حفاظت ملائکہ بندوں کے ذریعہ کرائی گئی حالانکہ وہ خود حافظ ہے **فاللہ خیر حافظا** نیز اس عالم حفیظ ہے اس کے باوجود بندوں کے جان اعمال ایمان وغیرہ کی حفاظت ذریعوں سے کرائی جیسے دنیا کے ظاہری انتظامات بادشاہوں حکام کے سپرد ہیں۔ اسی طرح حضرات اولیاء اللہ کے سپرد دنیا کے انتظامات ہیں ان میں کوئی غوث ہے کوئی قطب ہے کوئی ابدال ہمیں کو رب کی طرف سے خصوصی اختیارات بھی دیئے جاتے ہیں۔ اسی لئے ان حضرات سے اللہ کی رحمتیں مانگی جاتی ہیں۔ حضرت ربیعہ ابن کعب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت میں حضور کی ہمراہی مانگی یہ عمل شرک یا کفر نہیں اس کے لئے ہماری کتاب جاء الحق کا مطالعہ فرماؤ۔ دوسرا فائدہ یہ کہنا کہ اللہ رسول کی حفاظت میں رہے غوث پاک کی امان میں رہے پانچ پیروں کے سایہ میں رہے یہ سب کچھ جائز ہے یہ فائدہ **ویرسل علیکم حفظۃ** سے حاصل ہوا اللہ کے مقبول بندے ہمارے حافظ و ناصر بنائے گئے ہیں اللہ نے انہیں ہمارا حافظ بنایا ہے۔ قصیدہ بردہ شریف میں ہے۔ شعر

احل امتہ فی حرز ملتہ　　کاللیث حل بالاشبال فی الاجم

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اپنی ملت کے قلعہ میں ایسا محفوظ رکھا ہے جیسے شیر اپنے بچوں کو کچھار میں محفوظ رکھتا ہے۔ تیسرا فائدہ: فرشتے دو قسم کے ہیں ایک وہ جس کا کام صرف عبادت الٰہی کرنا ہے۔ جنہیں مقربین کہتے ہیں۔ دوسرے وہ جن کے ذمہ دنیا کے انتظامات ہیں جنہیں مدبرات امر کہتے ہیں۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ **فالمدبرات امرا** پھر مدبرات امر دو قسم کے ہیں ایک وہ جو مخلوق کی رحمتیں بانٹتے ہیں۔ جنہیں روحانیین کہا جاتا ہے دوسرے وہ جو مخلوق کا عذاب کیلئے دنیا پر لاتے ہیں انہیں کروبین کہا جاتا ہے یہ فائدہ **حفظۃ** اور **رسلنا** فرمانے سے حاصل ہوا اس کی تحقیق پہلے پارہ میں **اسجد الملائکۃ** کی تفسیر میں ملاحظہ کرو۔ چوتھا فائدہ: ان مدبرات امر فرشتوں کو رب تعالیٰ کی طرف سے وسیع علم دیا جاتا ہے۔ چنانچہ موت دینے والے فرشتوں کو ہر شخص کی موت کا وقت معلوم ہے اور حفاظت کرنے والے فرشتوں کو بھی انسان کی موت اور اپنی ڈیوٹی ختم ہونے کا وقت معلوم ہے اور ہمارے اعمال لکھنے والے فرشتوں کو ہمارے ہر عمل بلکہ ہر ارادے کی خبر ہے ان کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے **ویعلمون ما تفعلون** یہ فائدہ **وھم لا یفرطون** سے حاصل ہوا اگر وہ فرشتے ہماری موت کے وقت سے بے خبر ہوتے تو ہم کو آگے پیچھے موت دیتے۔ پانچواں فائدہ: جان نکالنے والے فرشتے عالم کے

www.alahazratnetwork.org

ہر جگہ میں حاضر ناظر ہیں۔ چھٹا ان کلمات پہنچانے پر فائدہ **توفته رسلنا** سے حاصل ہوا کہ اگر ایک وقت ہزار جگہ لوگ مریں تو ان سب کو حضرت ملک الموت ہی موت دیتے ہیں۔ یہاں تفسیر صاوی نے فرمایا کہ ساری دنیا حضرت ملک الموت کے دو گھٹنوں کے درمیان ہے اس طرح سامنے جیسے والے فرشتوں کی ہر وقت ہر جگہ پہنچ ہے۔ جب شیطان کو اتنا علم اتنی قوت دی گئی کہ وہ ہر وقت ہر جگہ کی خبر رکھتا ہے ہر شخص کو دیکھتا ہے خیالات سے خبردار ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے **انه یراکم هو وقبیله من حیث لا ترونهم**۔ تو فرشتے تو نورانی ہیں اور جب ان ناری اور نوری مخلوق سے علم وقوت کا یہ عالم ہے تو حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے علم دیا پوچھنا جو تمام مخلوق سے بڑے عالم ہیں کمالات کے جامع ہیں۔ چھٹا فائدہ فرشتے معصوم ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف نہیں کرتے یہ فائدہ **وهم لا یفرطون** سے حاصل ہوا ان کے متعلق رب فرماتا ہے **لا یعصون الله ما امرهم ویفعلون ما یؤمرون**۔ جب فرشتوں کی معصومیت کا یہ حال ہے تو حضرات انبیاء کرام خصوصاً حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے معصومیت کا کیا پوچھنا جو سید المعصومین ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ ساتواں فائدہ قیامت کا حساب نے لئے میں اس دن لوگ کم کم ہوں گے یہ فائدہ **اسرع الحاسبین** سے حاصل ہوا۔ رب فرماتا ہے **وهو سریع الحساب** تمام بندوں کا حساب بہت تھوڑے وقت میں ہو جاوے گا۔ چار سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس تھوڑے وقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا اظہار ہو گا جیسا کہ ابھی ہم نے تفسیر میں عرض کیا۔

پہلا اعتراض۔ جب اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے تو پھر رب نے موت دینے کے لئے فرشتے کیوں مقرر فرمائے کیا وہ خود جان نہیں نکال سکتا یہاں پہلے تو فرمایا **هو القاهر** اور پھر فوراً ہی فرمایا **یرسل علیکم حفظة**۔ جواب۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر بھی ایمان چاہئے اور اس کے قانون پر بھی قانون قدرت یہ ہے کہ تمام کام وسیلوں سے ہوں رب تعالیٰ قادر ہے کہ آسمان سے گندم برسا دے مگر برساتا ہے زمین سے اور کسان کھیتی وغیرہ کو واسطہ درمیان میں رکھا گیا ہے۔ **هو القاهر** میں اس کی قدرت کا ذکر ہے اور **یرسل** میں اس کے قانون کا تذکرہ ہے۔ دوسرا اعتراض: اس آیت کریمہ میں حفاظت کے لئے لفظ **حفظة** ارشاد ہوا اور موت دینے کے لئے لفظ رسل فرمایا گیا اس فرق کی وجہ کیا ہے۔ جواب۔ اس لئے کہ موت صرف فرشتے دیتے ہیں کوئی انسان نہیں دیتا مگر جان اعمال بلکہ مال ایمان کی حفاظت فرشتے بھی کرتے ہیں اور بہت مقبول انسان بھی **حفظة** ان سب کو شامل ہے۔ تیسرا اعتراض۔ کسی بندے کو حافظ ماننا شرک ہے حافظ صرف اللہ تعالیٰ ہے فرماتا ہے **فالله خیر حافظا** اور فرماتا ہے **حفیظ حکیم**۔ جواب۔ اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ جواب الزامی تو یہ ہے کہ تم خود بھی قفل کا نام لیتے ہو کہتے ہو پولیس کا پہرا حفاظت کی شکل ہے۔ اللہ حافظ ہے۔ تحقیقی جواب یہ ہے کہ حقیقی حافظ **حفیظ** رب تعالیٰ ہی ہے مگر اس کی عطا سے اس کے حکم سے کوئی حافظ بنے ہیں یہ ساری حفاظتیں اسی کی ہیں۔ چوتھا اعتراض۔ قرآن کریم میں ایک جگہ ارشاد ہے **یتوفاکم ملک الموت الذی وکل بکم**۔ جس سے معلوم ہوا کہ ایک ہی فرشتہ موت دینا ہے یعنی ملک الموت تھا اور یہاں ہے **توفته رسلنا** جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے فرشتے موت دیتے ہیں۔ اس آیت میں تعارض ہے۔ جواب۔ اس اعتراض کا جواب ہم نے تفسیر میں دے دیا ہے کہ بعض نفوس بندوں کو براہ راست رب تعالیٰ ہی موت دیتا ہے جیسے حضرت فاطمہ زہرا بعض نفوس بندوں کو ملک الموت ایک

www.alahazratnetwork.org

فرشتہ ملک الموت ہی وفات دیتا ہے۔ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں قبض روح شریف کے لئے صرف ملک الموت حاضر ہوئے باقی فرشتے استقبال کے لئے حاضر ہوئے۔ عوام کو موت یہ فرشتے وفات دیتے ہیں جیسے ہم نے لفظ آیت میں عرض کیا لہذا آیت میں تعارض نہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ موت کا فیصلہ موت کا حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے اس کا ذکر پہلی آیت میں ہے اللہ یتوفی الانفس کو جان نکالنے والی جماعت کے سردار ایک فرشتہ حضرت ملک الموت ہیں اس کا ذکر دوسری آیت میں ہے یتوفکم ملک الموت ہے اور اس ایک فرشتے کے خدام مددگار بہت سے فرشتے ہیں۔ جن کا ذکر اس آیت میں ہے توفتہ رسلنا حاکم نے مجرم پکڑنے کا حکم دیا۔ تھانیدار سپاہیوں کو لیکر آیا۔ پکڑ کر لے گیا۔ کہا جا سکتا ہے کہ حاکم نے پکڑا تھانیدار نے پکڑا سپاہیوں نے پکڑا۔ پانچواں اعتراض۔ اس آیت کریمہ میں رب تعالیٰ کی قہاریت کے ساتھ تو فرمایا گیا عبادہ اور حفظہ کے ساتھ ارشاد ہوا ویرسل علیکم اس فرق کی وجہ کیا ہے یا تو دونوں جگہ کم ضمیر فرمائی جاتی یا دونوں جگہ عبادہ ارشاد ہوتا۔ جواب۔ اس کا جواب ابھی تفسیر میں عرض ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ کی قہاریت اس کی ساری مخلوق پر ہے انس ہوں یا جن یا فرشتے یا دوسرے حیوان و جمادات مگر محافظین یعنی نگرانی و نگہبانی کرنے والے فرشتوں کا تقرر صرف انسانوں پر ہے جنات یا فرشتوں یا دوسری مخلوق پر نہیں۔ کیونکہ نگہبانی کرنے والے فرشتے انسانوں کو جنات وغیرہ ہی سے محفوظ رکھتے ہیں۔ یہ نگرانی کرنے والے فرشتے صرف انسانوں کے اچھے برے اعمال کی نگرانی کرتے ہیں کہ جنت دوزخ صرف انسانوں کے لئے ہے کفار اور بدکار جنات کے لئے دوزخ تو ہے مگر ان کے نیک کاروں کے لئے جنت نہیں جیسا کہ سورۂ احقاف اور سورۂ جن میں مذکور ہے لہذا صرف انسانوں ہی کے اعمال کی ہر قسم کی تحریک ہوتی ہے۔ فرق میں یہ حکمت ہے۔ چھٹا اعتراض۔ اعمال لکھنے والے فرشتے دو کیوں ہیں حفاظت کرنے والے قریباً ساٹھ کیوں ہیں صرف ایک فرشتہ ہی یہ کام کر سکتا ہے۔ جواب۔ اعمال لکھنے والے فرشتے کاتب بھی ہیں اور ان اعمال پر گواہ بھی گواہی کم از کم دو کی چاہئے قیامت میں یہ دونوں اس کی گواہی بھی دیں گے اور محافظین فرشتوں کی کثرت انسان کے احترام کے لئے ہے کہ ایک آدمی کے ساتھ فرشتوں کی جماعت ہے۔ دیکھو جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے پانچ ہزار فرشتوں سے مدد بھیجی حالانکہ کفار کو ہلاک کرنے مسلمانوں کی مدد کے لئے ایک فرشتہ بھی کافی تھا۔ کیوں ان حضرات کی عظمت و توقیر کے لئے۔ ساتواں اعتراض۔ جب حضرت ملک الموت کی قوت و علم کا یہ حال ہے کہ ساری روئے زمین پر ان کی نظر ان طباق ہے تو جان نکالنے کے لئے بہت سے فرشتے کیوں مقرر ہوئے کہ فرمایا گیا توفتہ رسلنا۔ جواب: حضرت ملک الموت کی عظمت ظاہر فرمانے کے لئے۔ نیز تاکہ مومن کی روح جلوس کی شکل میں عزت کے ساتھ جائے اور کافر کی روح ان فرشتوں کے گھیرے میں بدمعاش مجرم کی صورت میں۔ آٹھواں اعتراض۔ تمام جہان کی روح نکالنے کے لئے ایک فرشتہ نہیں بلکہ فرشتوں کی بہت بڑی جماعت ہے جن کے حلقے بنے ہوئے ہیں دیکھو یہاں فرمایا توفتہ رسلنا۔

نوٹ: زمانہ موجودہ کے وہابی کہتے ہیں کہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا رب تعالیٰ کی ہی صفت ہے کسی بندے کو ایسا ماننا شرک ہے جب اس سے ملک الموت کے متعلق کہا گیا کہ دیکھو وہ سارے عالم کی روح نکالتے ہیں وہ ہر جگہ ناظر بھی ہیں حاضر بھی تب انہوں نے اس آیت کی یہ تحریف کی اس سے پہلے کسی کو یہ نہ سوجھا تھا۔ جواب: اس اعتراض کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ دوسری جگہ قرآن کریم ہے یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم وہاں ملک واحد ہے۔ جمع نہیں تم پر

www.alahazratnetwork.org

مصیبت یہ ہوتی ہے کہ اگر ایک حلقے میں بیک وقت چند موتیں چند جگہ ہوں تو یہ حلقے والے فرشتے بیک وقت چند جگہ پہنچ کر جان نکال لیتے ہیں مثلاً ان فرشتوں کی جماعت جو راولپنڈی کے حلقے کے لئے متعین ہے اگر راولپنڈی کے حلقے میں گولڑہ میں ایک آدمی مرے گجرات میں کوئی شہر میں کوئی مری میں کوئی اور جگہ تو یہ فرشتے ایک ہی وقت ان جگہوں میں پہنچتے ہیں اور سب کی جان نکالتے ہیں۔ پھر ماں کے پیٹ میں بچہ بنانے والا فرشتہ قبر میں حساب لینے والے فرشتے اور ابلیس صرف ایک ہی ہے مگر ہر جگہ موجود ہے۔ تمام اس کی تفصیلی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق میں دیکھو۔ **نواں اعتراض:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ بندوں کو سزائیں دے گا۔ **جواب:** بندے اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں واقعی محض مجبور ہیں اگر اس کے خلاف اس سے مقابلہ کوئی ہم نہیں مار سکتا مگر اس قادر نے ہم کو اپنے کاموں کا اختیار دیا ہے ہم اپنے ارادے سے اچھے برے کام کرتے ہیں اسی لئے سزا و جزا کے مستحق ہیں۔ دیکھو رب تعالیٰ جب ہم کو سلا کر ہمارے سارے اختیارات سلب کر لیتا ہے تو اس وقت ہمارے کاموں پر سزا نہیں دیتا اس وقت شعور کو اسے ہم برابر کر دیتا ہے۔ جب جگا دیتا ہے تو ہم کو کچھ اختیار دے دیتا ہے جاگتے ہیں کوئی بادشاہ ہو جاتا ہے کوئی وزیر کوئی امیر کوئی فقیر تب ان اختیاری افعال پر سزا ہوتی ہے۔ **دسواں اعتراض:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ قاہر اللہ ہے باقی سارے بندے محض مقہور و مجبور ہیں مگر تم نبیوں ولیوں کو مختار کیوں مانتے ہو انہیں مختار ماننا اس آیت کے خلاف ہے فوق عبادہ میں لفظ عباد سب کو شامل ہے۔ **جواب:** اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ جواب الزامی تو یہ ہے کہ جیسے **فوق عبادہ** میں نبی ولی سب بندے داخل ہیں ایسے ہی اس میں بادشاہ وزیر حکام امیر حکیم سب داخل ہیں تو تمہارا ان کو اپنی آفتوں میں ان سے مدد لینا بھی اس آیت کے خلاف ہے۔ جواب تحقیقی وہ ہے جو ابھی ساتویں اعتراض کے جواب میں عرض کیا گیا کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے مقابل بندوں کی مجبوری مقہوری کی نفی ہے وہ کریم خود اپنے بندوں کو اختیار دے تو اس کی مہربانی ہے جیسے اس نے بادشاہوں حکام کو ہم پر با اختیار کیا حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہوا تک پر اختیار دیا کہ ان کے حکم سے چلتی تھی فرماتا ہے **سخرنا له الريح تجري بامره** الخ ایسے ہی اس نے نبیوں ولیوں کو بندگان با اختیار بنایا حقیقی مختار وہی ہے جو دوسروں کو بھی مختار بنا سکے۔ ان بزرگوں کی مختاری رب تعالیٰ کی مختاری کی دلیل ہے۔ **گیارھواں اعتراض:** یہاں ارشاد ہوا کہ **له الحكم** صرف اللہ تعالیٰ ہی کا حکم ہے تم حضرات انبیاء و اولیاء کو حاکم کیسے مانتے ہو یہ شرک ہے۔ **جواب:** جیسے تم بادشاہوں حاکموں کو حاکم مانتے ہو اس کا تحقیقی جواب ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا کہ حقیقی حکم دائمی حکم ذاتی حکم تکوینی حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہی ہے باقی مجازی عارضی حکم بندوں کو عطا فرمائے گئے۔ **بارھواں اعتراض:** یہاں اس آیت میں ارشاد ہوا کہ جان نکالنے والے فرشتے ہیں حکم الٰہی میں کوتاہی نہیں کرتے وقت پر ہر ایک کی جان نکال لیتے ہیں۔ **وهم لا يفرطون** مگر تمہارا عقیدہ ہے کہ بزرگوں کی دعا نیک اعمال سے عمریں بڑھ جاتی ہیں یہ عقیدہ اس آیت کے بھی خلاف ہے اور اس آیت کے بھی **اذا جاء اجلهم لا يستاخرون ساعة ولا يستقدمون** یہ اعتراض منکرین حدیث کا ہے۔ **جواب:** عمروں کی کمی بیشی نہ تو فرشتوں کی کوتاہی سے ہوتی ہے نہ بندے اپنے ذاتی اختیار سے بلکہ اللہ تعالیٰ نیک دعاؤں نیک اعمال کی بنا پر خود اپنے کرم سے زیادتی فرماتا ہے اس کا ذکر اس آیت میں ہے **يمحو الله ما يشاء ويثبت** اس کی تحقیق ای تفسیر کے تیسرے سپارہ میں مسئلہ تقدیر میں کی جا چکی **ولو شاء الله ما اقتتلوا** کی تفسیر میں۔

www.alahazratnetwork.org

تفسیر صوفیانہ۔ اس آیت کریمہ میں ایک دعویٰ ہے باقی چار اس کی دلیلیں ہیں دعویٰ ہے **ھو القاھر فوق عبادہ** لہٰذا اپنے بندوں پر غالب و قاہر ہے اس کا ثبوت محافظین فرشتوں کا تم پر مقرر ہو نا رہتا ہے دوسرا ثبوت موت کے فرشتوں کا تم پر مسلط ہونا تیسرا ثبوت تمہارا رب کی بارگاہ میں پیش ہونا گویا تم اپنے اختیار سے تم دنیا میں آئے ہو نہ اپنے اختیار سے جاؤ گے جب اس نے بھیج دیا آ گئے جب بلا لیا چلے گئے شعر

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے ۔۔۔ اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

اس قاہر حقیقی ہونے اس کا حکم ساری مخلوق پر جاری ہو تاکہ اس کے خلاف کسی کو دم مارنے کی گنجائش نہیں۔ بہت جلد تمہارا حساب لے لیگا غرض کہ تم اپنی کمزوری کو دیکھو رب تعالیٰ کی قدرت پہچانو۔ **من عرف نفسہ فقد عرف ربہ** پھر اس کے نورانی بندوں فرشتوں کا زور و طاقت اور علم دیکھو رب تعالیٰ کی قدرت علم معلوم کر لو کہ جس نے اپنے بعض بندوں کو ایسی قوت بخشی ہے وہ خود کیسی قوت والا ہے غرضیکہ ہماری کمزوری رب کی معرفت کا ذریعہ ہے اس کے مقبولوں کی شہ زوری اس کی معرفت کے لئے ایک سیڑھی ہیں جیسے قیامت میں ہماری بیکسی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی تک رسائی یہ دونوں رب تعالیٰ کی قدرت کی دلیلیں ہیں ہم کو چاہئے کہ اپنی اس کمزوری پر نظر رکھیں اور دنیا میں پھنس کر آخرت سے غافل نہ ہو جائیں۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں شعر

تو غافل در اندیشہ سود و مال ۔۔۔ کہ سرمایہ عمر شد پائمال

جواب کو قدرت مطلق جانے وہ بھی خدا تعالیٰ کو نہیں پہچان سکتا اور جو فرشتوں محبوب ولیوں کو اپنی طرح مجبور محض مانے وہ بھی حق تعالیٰ کو نہیں پہچان سکتا اونٹ پہاڑ کو دیکھ کر اپنی پستی قبول کرتا ہے ہم ان مقبولوں کو دیکھ کر اپنی نیستی قبول کر لیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ جیسے ہم جسمانی دشمنوں میں گھرے ہیں تو رب نے ہماری حفاظت کے لئے فرشتے مقرر فرمائے ایسے ہی ہم ایمانی دشمنوں میں گھرے ہیں۔ شیطان، برے ساتھی دنیاوی پھسلاوے ہمارے بیرونی دشمن ہیں نفس امارہ برے خیالات ہمارے اندرونی دشمن ہیں ان سے حفاظت کے لئے رب تعالیٰ نے انبیاء کرام، اولیاء اللہ، علماء ربانی مقرر فرمائے اولیاء علماء کا یہ سلسلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا اس لئے ارشاد ہوا **ویرسل علیکم حفظۃ** یہ حضرات ہمارے ایمان کے حافظ و محاسب ہیں۔ پھر جیسے یہ دشمنان ایمان ہر وقت ہمارے ساتھ رہتے ہیں۔ ہمارے حالات سے خبردار رہتے ہیں ہم کو ہر وقت دیکھتے ہیں **انہ یراکم ھو و قبیلہ من حیث لا ترونھم** اسی طرح ضروری ہے کہ وہ محافظ ایمان اولیاء اللہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کرم ہر وقت ہمارے ساتھ ہوں ہم سے خبردار رہیں کہ یہ دو اقوی مرض کو دفع نہیں کر سکتی **النبی اولی بالمومنین من انفسھم** جیسے رب نے ہمارے فانی جسم کی حفاظت کے لئے فرشتے مقرر کئے ہیں ایسے ہی اس نے ہمارے باقی ایمان کے لئے بھی ضرور محافظین مقرر فرمائے ہیں۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ گھر کی حفاظت عامہ بھی ہوتی ہے اور خاصہ بھی دروازے پر قفل سارے گھر کی حفاظت عامہ ہے خاص کوٹھڑی میں قفل حفاظت خاصہ ہے بکس میں قفل زیور روپیہ کے سیف میں قفل حفاظت خاصہ ہے سپاہیوں کی گشت شہر کی حفاظت عامہ ہے مگر خزانہ پر مخصوص پہرہ حفاظت خاصہ یوں ہی مومنوں کے ایمان کی حفاظت یہ ہے حفاظت عامہ او ر عارفوں کے عرفان اولیاء کی ولایت کی حفاظت یہ ہے حفاظت خاصہ حوٹی کے ذریعہ ہوتی ہے

www.alahazratnetwork.org

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً

فرماؤ کون بچاتا ہے تم کو اندھیریوں سے خشکی اور دریا کی دعا کرتے ہو تم اس سے عاجزی کرتے ہوئے

تم فرماؤ وہ کون ہے جو تمہیں نجات دیتا ہے جنگل اور دریا کی آفتوں سے جسے پکارتے ہو گڑگڑا کر اور آہستہ

لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا

اور چپکے کہ البتہ اگر وہ نجات دیدے ہم کو اس سے تو البتہ ہو جاویں گے ہم شکر گزاروں میں سے فرماؤ اللہ نجات دیتا

کہ اگر ہمیں اس سے بچا دے تو ہم ضرور احسان مانیں گے تم فرماؤ اللہ تمہیں نجات دیتا ہے

وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۝

ہے تم کو اس سے اور ہر تکلیف سے پھر تم شرک کرتے ہو

اس سے اور ہر بے چینی سے پھر تم شریک ٹھہراتے ہو

تعلق: ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی ان قدرتوں کا ذکر تھا جن کا کفار انکار کر سکتے تھے فرشتوں کا مقرر ہونا قیامت میں رب تعالیٰ کے حضور پیشی اکثر کفار ان چیزوں کو نہیں مانتے اب اللہ تعالیٰ کی ان قدرتوں کا ذکر ہے جنہیں کفار بھی مانتے ہیں۔ دہریوں کے سوا تمام کفار ان چیزوں کے قائل ان کے عامل ہیں۔ دہریئے تو خدا تعالیٰ کی ہستی کے ہی انکاری ہیں گویا غیبی قدرتوں کے بعد عینی قدرتوں کا ذکر ہے۔ جو دن رات دیکھی جاتی ہیں۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ کی غیبی رحمتوں کا ذکر ہے جو دیکھی جاتی ہیں یعنی پھنسے ہوئے مصیبت زدہ کو آفت سے نجات دینا۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیات میں عمومی دائمی نعمتوں کا ذکر تھا اب کریم کی مخصوص نعمتوں کا ذکر ہے یعنی جنگل یا سمندر میں پھنسے ہوؤں کو نجات دینا۔ **چوتھا تعلق:** اللہ تعالیٰ نے بعض چیزیں غیبی پیدا کی ہیں بعض چیزیں حضوری یا مشہودی اور مشہودی چیزیں غیبی چیزوں کی دلیلیں ہوتی ہیں۔ جو غیبی چیز ہمیں غائب ہے تنہا ہمیں مشہودی ہیں جن سے جز کا پتہ لگتا ہے دل دماغ غیبی چیزیں ہیں۔ چہرہ نبض مشہودی یہ چہرہ نبض قارورہ وغیرہ ان غیبی چیزوں کی دلیلیں ہیں۔ فرشتوں کا حفاظت کے لئے مقرر ہونا غیبی حفاظت تھی اور لوگوں کا بست دفعہ آفات سے بچ جانا مشہودی حفاظت تھی یہ مشہودی حفاظت اس غیبی حفاظتوں کی دلیل ہے پچھلی آیت میں غیبی حفاظتوں کا ذکر تھا اب اس کی دلیل یعنی مشہودی حفاظت کا ذکر ہے۔

تفسیر: **قل من ینجیکم من ظلمات البر والبحر۔** ظاہر یہ ہے کہ قل میں خطاب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ چونکہ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرتوں رحمتوں نعمتوں برکتوں کا مشرکین سے منوانا ہے اس لئے اس قل سے شروع فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات نے گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں قل میں خطاب تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتا ہے مگر روئے سخن میں پانچ احتمال ہوتے ہیں اس کے معنی یا تو ہوتے ہیں ہم سے کہو جیسے **قل اللھم مالک الملک** یا اپنے صحابہ سے کہو یا سارے مسلمانوں سے کہو یا سارے انسانوں سے کہو یا سارے کافروں سے کہو اس آیت اگلے مضمون سے لگتا ہے یہاں روئے سخن کفار سے ہے جیسا کہ آگے **ثم انتم تشرکون** سے معلوم ہو رہا ہے اس میں ہر جگہ اور ہر وقت کے

www.alahazratnetwork.org

شمار داخل ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال تاقیامت سارے مشرکین سے ہے جیسے اسلام و اعمال کے خطاب تاقیامت سارے مسلمانوں سے ہیں یہ خطاب اظہاری سوال کے لئے ہے کفار و مشرکین ایسی آفتوں مصیبتوں میں خاص اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے تھے۔ جاہلیت میں ایسے تھے آپ سے تو سوال ہوتے تھے۔ اس سے ان سے سوال بالکل درست ہے۔ ہماری قرات میں **ینجیکم** جیم کے شد سے ہے بعض قراتوں میں **ینجیکم** نون کے جزم جیم کے زیر سے ہماری قرات کے معنی یہ ہوئے کہ کون تم کو ہمیشہ نجات دیا کرتا ہے جب تمہیں آفتیں گھیر لیتی ہیں۔ یعنی نجات سے حسن فائدہ ہے **نجو** معنی علیحدگی۔ اس لئے تنہائی علیحدگی میں سرگوشی کرنے کو مناجات کہتے ہیں غرضیکہ نجو سے بنے ہیں نجات، نجوی، مناجات، ظلمات جمع ظلمت ہے۔ ظلمات یا تو زمین اور دریا کی تکالیف مراد ہیں عربی بلکہ اردو میں بھی سخت تکلیف کو اندھیری یا اندھیرا کہا جاتا ہے عربی اشعار میں لکھتے ہیں شعر

ان تولہ فقد تعمد	و تریہ النجم یجری بالظہر
بنی اسعد تعلمون بلاءنا	اذا کان یوم ذوکواکب الشہب

مطلب یہ ہے کہ تم زمین اور دریائی مصیبتوں میں گھبرائے ہوئے ہوتے ہو تب کے سوا وہ رب جو تم کو ان مصیبتوں سے بچاتا ہے اور یہ ظلمات سے مراد اندھیریاں ہی ہیں مسافر جنگل میں کبھی رات کی بادل وغیرہ کی اندھیریوں میں پھنس جاتا ہے۔ کبھی دریا کا مسافر پانی کی موج رات بادل وغیرہ کی اندھیریوں میں بری طرح پھنس جاتا ہے کہ راستہ نہیں نظر آتا رب تعالیٰ ہی بچاتا ہے۔ **تدعونہ تضرعا وخفیۃ** یہ عبارت **ینجیکم** کی ضمیر سے حال ہے یعنی تم ایسی آفتوں میں پھنس کر اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہو یا اسی سے ہی دعا کرتے ہو کبھی زبان سے کبھی دل سے کبھی علانیہ کبھی پوشیدہ یا عاجزی کرتے ہوئے ڈرتے ہوئے یا کبھی معافی وغیرہ اس آفت میں تم نہ تو اپنے بتوں کو پکارتے ہو نہ کسی اور مددگار معاون کو اس وقت ان سب کو بھول جاتے ہو۔ **لئن انجنا من ھذہ** یہ عبارت ایک پوشیدہ فعل **تقولون** کا مفعول ہے یہ پورا جملہ **تدعون** کے فاعل سے حال ہے ہماری قرات میں ہے **انجانا** بعض قراتوں میں ہے **انجیتنا** مخاطب کے صیغہ سے **ھذہ** سے اشارہ ہے ظلمات کی طرف **لنکونن من الشاکرین**۔ یہ عبارت **لئن انجٰی** کی جزا ہے شاکرین سے مراد موحدین ہے یا مومنین یا صالحین و شکر گزاری یعنی اس موقعہ پر تم کہتے ہو کہ اگر اس دفعہ رب تعالیٰ نے ہم کو ان آفات سے نجات دے دی تو ہم شرک چھوڑ کر موحد بن جاویں گے یا ہم وطن پہنچ کر ایمان و اسلام قبول کر لیں گے یا آئندہ اس شکریہ میں گناہ کرنا چھوڑ دیں گے ہمیشہ نیک کام کیا کریں گے۔ **قل اللہ ینجیکم منھا ومن کل کرب** چونکہ مذکورہ سوال امتحانی نہ تھا بلکہ انہیں جواب بتانے سمجھانے تبلیغ کرنے کے لئے تھا۔ اس لئے قل فرمایا۔ شاید اگر آپ ہی نے کفار سے یہ سوال کیا ہے آپ ہی انہیں یہ جواب بتا دیں تاکہ انہیں اس عقیدے کی تبلیغ ہو۔ اس عبارت میں **من ینجیکم** کا جواب دیا گیا ہے۔ یہاں بھی قل میں خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی ہے یعنی کفار سے آپ ہی یہ سوال کریں لوگ تو وہ خود ہی یہ جواب دیں گے اگر بالفرض وہ خاموش ہو جاویں تو آپ ہی انہیں یہ جواب سنا دو قل فرمانے کا مقصد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نجات دینے والا تو رب تعالیٰ ہی ہے: مصیبت سے وہی نجات دیتا ہے مگر اس نے دامن محبوب کو دنیا کے لئے نجات گاہ بنایا ہے۔ جسے نجات چاہئے وہ اس دامن عاطفت میں آ جاوے **منھا** کا مرجع ظلمات ہے کرب سے مراد ہمیشہ کی تکالیف ہیں۔ بیماریاں، عداوتیں، قحط سالیاں وغیرہ کرب ہر وہ تکلیف ہے جو انسان کو بے چین کر دے۔ جس

www.alahazratnetwork.org

سے رات کی نیند ان کا آرام جاتا رہتا ہے۔ ان کی سب چیخیں تو پوری مصیبت ہے۔ یعنی ان تاریکیوں اندھیریوں اور ان کے علاوہ اور ساری مصیبتوں بے چینیوں سے اللہ تعالیٰ ہی نجات دیتا ہے۔ یا سے مراد تو وہ مذکورہ بالا اندھیریں ہیں جن کے دفع کرنے میں انسان بالکل مجبور و لاچار ہے جیسے سمندر میں کشتی کو ناموافق ہوا کا سامنا ضرورت پر بارش نہ آنا بے وقت بارش یا طوفان وغیرہ اور من کل کرب میں یہ تکالیف مراد ہیں۔ جو انسانی اسباب کے ذریعہ دفع کی جاتی ہیں جیسے بیماری دوا سے۔ بھوک غذا سے پیاس پانی سے کسی کا ظلم حاکم کی مدد سے ان دونوں قسم کی آفتوں کا ٹالنے والا صرف رب تعالیٰ ہی ہے تو اے بندو تم کو چاہئے کہ ہمیشہ اس کے دروازہ پر جھکے رہو۔ اپنے ہوئے وعدے پورے کرو جو تم اندھیریوں میں پھنس کر کرتے ہو مگر تمہارا حال یہ ہے کہ ثم انتم تشرکون یہاں ثم زمانی تاخیر کے لئے نہیں بلکہ درجہ و رتبہ کی دوری بیان کرنے کے لئے یعنی تمہاری ضد اور ڈھٹائی کا یہ حال ہے کہ جب رب تعالیٰ تم کو ان آفات سے نجات دیتا ہے۔ خواہ تمہاری دعا قبول فرما کر یا اپنی کسی حکمت کی وجہ سے تو تم اپنے وعدے پورے نہیں کرتے۔ پھر پہلے کی طرح شرک و کفر میں مشغول ہو جاتے ہو تم بدکار بھی ہو اور مشرک بھی اور وعدہ خلاف بھی۔

خلاصہ تفسیر: اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ان کافر و مشرکین سے ذرا یہ پوچھئے کہ تم کو زمین اور دریائی اور خشکی کی مثلاً مسیح زمان میں دھنسنے زلزلہ، سمندر کی موجوں تھپیڑوں سے یا بحالت سفر جنگل و دریائی تکالیف سے کون نجات دیتا ہے اس وقت تمہارا یہ حال ہوتا ہے کہ تم زبان سے، دل سے علانیہ چیخ چیخ کر اور خفیہ طور پر رب تعالیٰ ہی سے دعائیں مانگتے ہو کسی بت یا دوسرے مددگاروں کو یاد نہیں کرتے تم اس وقت کہتے ہو کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس آفت سے اب کی بار نجات دے دی تو ہم کفر و شرک اور گناہوں سے توبہ کر کے پکے موحد مومن نیک و صالح بن جائیں گے ہماری توبہ ہے خدایا اس بار ہم کو نجات دے ہماری پکی توبہ ہم زندگی بھر شکریہ ادا کریں گے پوچھو تو تم یہ کہتے ہو یا نہیں۔ تو تمہارے اس پوچھنے کا مقصد صرف ان کا امتحان نہیں امتحان تو قیامت میں ہوگا بلکہ اس سوال کا مقصد انہیں رب کی طرف بلانا ہے اس لئے بطور تبلیغ آپ انہیں یہ فرما دو کہ تم کو اللہ تعالیٰ اور صرف اللہ تعالیٰ ہی ان ناگہانی آفتوں سے بھی اور ساری دنیا میں پیش آنے والی آفتوں سے نجات دیتا ہے مگر تمہارا یہ حال ہے کہ تم آرام پاتے ہی پھر کفر و گناہ کرنے لگتے ہو اپنے سارے وعدے بھول جاتے ہو۔

فائدے: اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: مصیبت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا آرام و راحت میں بھول جانا کفار کا طریقہ ہے۔ مومن کو چاہئے کہ ہر حال میں اپنے مولیٰ کو یاد کرے کہ اس کے سوا کوئی سہارا نہیں۔ دوسرا فائدہ: اللہ تعالیٰ سے بندہ جو بھی وعدہ کرے اسے پورا کرے۔ وعدہ خلافی بندوں سے بھی شرافت کے خلاف ہے چہ جائیکہ اللہ رسول سے وعدہ خلافی کرنا یہ حرکت طریقہ کفار ہے۔ تیسرا فائدہ: کفر و شرک بد عقیدگی بہرحال بری چیز ہے مگر ایمان کا وعدہ کرنے کے بعد کفر کرنا سخت جرم ہے کہ وہ کفر بھی ہے اور بدعہدی، وعدہ خلافی بھی۔ چوتھا فائدہ: کفار کی بعض دعائیں قبول ہو جاتی ہیں دیکھو کفار مصیبتوں میں پھنس کر نجات کی دعا کرتے تھے رب تعالیٰ انہیں نجات دے دیتا تھا۔ شیطان نے اپنی درازی عمر کی دعا کی جو کچھ ترمیم کے ساتھ قبول ہوئی۔ پانچواں فائدہ: غم، تکلیف، مصیبت بڑے بڑوں کو سیدھا کر دیتی ہے۔ دیکھو مشرک کفار آفتوں میں پھنس کر اپنا شرک و کفر و گناہ سب بھول جاتے تھے۔ انہیں گڑگڑاتے عاجزی کرتے ہی بنتی تھی دنیاوی تکالیف رب

www.alahazratnetwork.org

تعالیٰ کا وارنٹ ہیں، جو مجرموں پر جاری ہوتے ہیں۔ بہتر ہے کہ بندہ ہر وقت ہی حاضر رہے تا کہ اس کی گرفتاری کی نوبت نہ آئے۔ چھٹا فائدہ: جو شخص آرام میں تکلیف کو بھول جاوے اور تکلیف کے وقت رب سے کئے ہوئے وعدے فراموش کر دے وہ بڑا ہی بدنصیب ہے۔ جس رب کو تکلیف منانا آتا ہے اسے پھر دوبارہ بھیجنا بھی آتا ہے اگر انسان راحت میں رب کو یاد رکھے تو تکلیف کیوں آئے ایک ہندی شاعر کہتا ہے شعر۔

دکھ میں رب کو ہر بھجے سکھ میں بھجے نہ کوئے　　　جو کوئی سکھ میں رب بھجے تو دکھ کاہے کو ہوئے

یعنی تکلیف میں خدا کو سب ہی یاد کرتے ہیں آرام میں بھول جاتے ہیں اگر آرام میں اسے یاد رکھیں تو تکلیف کیوں آئے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ **ما یفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم** اگر شکر کرو تو ہم تمہیں عذاب دے کر کیا کریں گے۔ ساتواں فائدہ: وہ تکلیف جو رب کے دروازے پر پہنچا دے وہ اس آرام سے اچھی ہے۔ جو خدا تعالیٰ سے غافل کر دے۔ جو گناہ رونے دھونے توبہ کرنے کا ذریعہ بن جاوے وہ اس نیکی سے افضل ہے جو دل میں غرور پیدا کر دے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی خطا یعنی گندم کھانا ابلیس کی لاکھوں سال کی عبادت سے افضل ہے کہ جناب آدم علیہ السلام اس خطا کی بنا پر سالہا سال روتے توبہ زاری فرماتے رہے حتیٰ کہ خلیفۃ اللہ اور حضرات انبیاء کرام کے جد امجد بن گئے شیطان اپنی عبادات علم کی وجہ سے اکڑ گیا جب تک لعنتی و پھٹکار کا مارا پڑا رہا۔ آٹھواں فائدہ: دعا میں بہتر یہ ہے کہ عاجزی زاری سے مانگی جاوے اور خفیہ مانگی جاوے یہ فائدہ **تضرعا وخفیہ** سے حاصل ہوا۔ دوسرے مقام پر رب تعالیٰ فرماتا ہے **ادعو ربکم تضرعا وخفیہ** علانیہ دعا و عبادات میں ریا کا اندیشہ ہے۔ نواں فائدہ: اگر کافر زمانہ کفر میں ایمان لانے یا کسی اور نیکی کرنے کی منت مانے تو اسے پوری کرے کہ ایمان قبول کرے اور بعد ایمان وہ مانی ہوئی منت ادا کرے۔ دیکھو کفار مصیبت میں پھنس جانے پر شاکر بننے کی منت مانتے تھے جسے پورا نہ کرتے تھے اس پر عتاب فرمایا گیا ایک کافر نے اسلام قبول کرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں عرض کیا کہ میں نے زمانہ کفر میں عمرہ کرنے کی منت مانی ہوئی تھی۔ اب میں مسلمان ہو چکا ہوں فرمایا اپنی نذر پوری کرو۔ دسواں فائدہ: دنیا میں اللہ تعالیٰ کافروں کو بھی نجات دے دیتا ہے کہ دنیا رحمانیت کے ظہور کی جگہ ہے مگر آخرت میں نجات صرف مومنوں کو ملے گی کہ وہاں رحیمیت کی جلوہ گری ہوگی یہاں بعض کفار کو ان کی نیکیوں کی وجہ سے عذاب ہلکا کر دیا جاوے گا۔ جیسے حاتم طائی یا نوشیرواں یا ابو طالب حتیٰ کہ ابولہب کو بھی دو شنبہ کے دن عذاب ہلکا ہوتا ہے اور کلمہ کی انگلی سے پانی ملتا ہے۔ دیکھو بخاری شریف غرضیکہ اخروی نجات ایمان پر موقوف ہے۔

پہلا اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ کفار بھی صرف رب تعالیٰ کو ہی دافع البلاء سمجھتے تھے کہ زمینی دریائی آفتوں میں پھنس کر اسے ہی پکارتے تھے۔ مگر آج کل کے بعض مسلمان کہلانے والے تو ولیوں کو اپنا حاجت روا دافع البلاء سمجھتے ہیں اور وظائف میں پڑھتے ہیں **دافع البلاء والوباء والقحط والمرض والالم** یہ مسلمان ان مشرکوں سے بدتر ہیں۔ جواب: اس کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ جواب الزامی تو یہ ہے کہ اس شرک میں آپ بھی گرفتار ہیں۔ آپ بھی بعض جڑی بوٹیوں بعض شربتوں کو دافع زکام دافع بخار حب قبض کشا حتیٰ کہ ایک شربت کو شربت فریاد رس کہتے ہیں اور آفتوں میں حاکموں، حکیموں کے پاس دوڑے جاتے ہیں۔ مسجد آکر اللہ اللہ نہیں کرتے شعر۔

تیری اٹکے تو ولیوں سے کرے استمداد　　　یا محمد سے بگڑتی ہے طبیعت تیری

www.alahazratnetwork.org

واب تحقیق یہ ہے کہ انبیاء کی بعض چیزیں اللہ تعالیٰ سے بعض بغیر علم دیا ہو گیا ہیں جیسا کہ دافع بلا بھی بلکہ بزرگوں
کے تبرکات بھی دافع بلا ہوتے ہیں حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیض نابینا کی دافع تھی (قرآن کریم) حضرت ایوب
علیہ السلام کے پاؤں کا پانی شفاء امراض تھا (قرآن کریم) حضرت مسیح عیسیٰ علیہ السلام کا دم مردوں کو زندگی بخشتا تھا (قرآن
کریم) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب شریف ناخن مبارک بیماریوں کی شفاء تھا (حدیث شریف) کفار کا طریقہ یہ تھا کہ عیش
میں بتوں کو پوجتے تھے مصیبت میں رب تعالیٰ سے فریاد کرتے تھے ان پر یہاں عتاب ہے۔ **دوسرا اعتراض:** مصیبت
میں مشرکین عرب بھی بتوں کو چھوڑ دیتے تھے صرف اللہ کو پکارتے تھے مگر یہ نام نہاد مسلمان مصیبت و آفات میں بھی نبیوں
ولیوں کو نہیں چھوڑتے یہ جب بھی یہی کہتے ہیں یا رسول اللہ یا غوث المدد وغیرہ (وہابی) **جواب:** بتوں کو چھوڑنا ایمان ہے
نبیوں ولیوں کو چھوڑنا کفر ہے ان چھوڑنے والوں کا مزہ ابلیس سے پوچھو کفار مصیبتوں میں بتوں کو چھوڑ دیتے تھے مگر تم لوگ
مصیبتوں میں کعبہ کو قرآن کو نہیں چھوڑتے اسی طرف سجدہ کرتے ہو بتوں اور نبیوں میں فرق ہے نبیوں ولیوں کو پکارنے ان
سے حاجات مانگنے سے رب تعالیٰ راضی ہے کہ یہ حضرات محبوب ہیں بت مردود رب تعالیٰ فرماتا ہے **ولو انهم اذ ظلموا
انفسهم جاء وك** اس آیت کے پانی کی تعظیم لغیرہ زمزم کے پانی کی تعظیم رکن ایمان ہیں دونوں پانی گنگا کا پانی اللہ کے
دشمنوں کی طرف نسبت رکھتا ہے زمزم کا پانی اللہ کے نبی کی طرف اس قسم کے بہت سے اعتراضات کے جواب ہماری کتاب جاء
الحق حصہ اول میں دیکھو۔ **تیسرا اعتراض:** اس آیت کریمہ میں رب تعالیٰ نے کفار کے دو کاموں پر عتاب فرمایا ایک تو
مصیبت میں رب تعالیٰ سے دعائیں کرنا اسے پکارنا دوسرا آفتوں سے چھوٹ کر پھر کفر کرنا پہلا کام تو اچھا تھا اس پر عتاب کیوں
فرمایا۔ **جواب:** یہاں عتاب ان کی بے وفائی عہد خلافی پر ہے نہ کہ رب تعالیٰ سے دعا مانگنے پر۔ وہ لوگ رب کے بھکاری نہ تھے
بلکہ اپنی نفسانی خواہشات کے بھکاری تھے کہ اللہ کو یاد بھی کرتے تھے تو صرف نفس سے مصیبت دفع کرنے کے لئے مومن اگر
مصیبت میں رب تعالیٰ کو پکارتا ہے تو اس لئے کہ یہ بھی اللہ کا حکم ہے ان دونوں پکاروں میں بڑا فرق ہے بندہ کو چاہئے کہ رنج و
خوشی راحت و تکلیف ہر حال میں رب سے دعائیں مانگا کرے کہ اس میں اظہار بندگی ہے۔ کریم کے دروازے کی رونق
بھکاریوں کی بھیڑ سے ہے۔

تفسیر صوفیانہ: جیسے عالم ظاہر میں دل کی بات ظاہر کرنے کے بہت طریقے ہیں الفاظ سے کہنا اشارہ سے بتانا لکھ کر دینا تار
وائرلیس سے خبر دینا یعنی ظاہر کرنا اسی طرح اللہ والے بھی اپنے دل کی بات زبان سے کہتے ہیں کبھی نظر سے کبھی توجہ سے کبھی فیضان
سے قرآن مجید میں جہاں قل کہہ کر حکم ہوتا ہے کہ تم لوگوں سے فرمادو وہاں یہ چاروں صورتیں داخل ہوتی ہیں زبانی کلام میں
وقت جگہ اور فاصلہ کی قیدیں ہوتی ہیں۔ مگر فیضانی فرمان میں یہ کوئی قید نہیں مشرق میں استاد ہو مغرب میں شاگرد ہزار سال پہلے
استاذ گزرا ہو ہزار سال بعد شاگرد آیا فیضان یا النظر والاقوال اس سے ہو سکتا ہے ابراہیم علیہ السلام نے زبانی قول تو ایک بار فرمایا کہ
اے اللہ کے بندو اللہ کے گھر کی طرف آؤ فیضانی قول تا قیامت سنا جاتا رہے گا اس لئے حاجی لبیک کہتے ہوئے جاتے
ہیں یعنی حاضر جناب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول قیامت تک سنے جاتے رہیں گے۔ صوفیاء فرماتے ہیں۔ جیسے بلغمی مزاج
کا آدمی جو کچھ کھاتا ہے وہ بلغم بناتا ہے سوداوی مزاج کا آدمی جو کھاتا ہے وہ سودا بنتا ہے تندرست آدمی جو کھاتا ہے وہ خون
بناتا ہے غذا یکساں ہے مگر کھانے والوں کے مزاجوں میں فرق ہے یونہی ایمان والا جو کرے وہ ایمان ہے کافر جو کرے وہ کفر ہے

www.alahazratnetwork.org

... سے تو بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت، مغفرت کا ذریعہ ہیں کہ نیکیاں بھی اللہ تعالیٰ کی پھٹکار کا باعث ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں شعر۔

ہر چہ گیرد علتی علت شود — کفر گیرد کاملی ملت شود

منافقوں کا کلمہ پڑھنا بھی سبب بے ایمانی تھا۔ حضرت عمار ابن یاسر کا اپنے منہ سے کفر بول دینا بھی اللہ نے قرآن کے متعلق رب نے فرمایا الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان۔ دیکھو ان کفار کا مصیبتوں میں پھنس کر رب تعالیٰ کو پکارنا ان سے مناجاتیں کرنا بھی عتاب کا باعث ہوا کفار کا یہ اخلاص ایک عارضی چیز ہے جو آرام یا راحت کے پانی سے دھل جاتی ہے مومن کا اخلاص پختگی دائمی ہے۔ جو عنقریب توبہ ... سے بھی نہیں دھل جاتی ہے۔ دیکھو مشرکین عرب مصیبت میں پھنس کر توبہ استغفار شکر گزاری کے وعدے کرتے تھے۔ لیکن یہ سب کچھ عارضی ہوتا تھا۔ جب آرام و راحت پاتے وہی شرک و بد عملیاں ان کا وطیرہ ہو جاتا تھا۔ اللہ توفیق دے تو لغزش خدا کی توبہ خدا کی ... ایک بار ہی توبہ کرے اس پر قائم رہے۔ سائیں بلّھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شعر۔

نت نت کیسی استغفار — توبہ کر لے ایک ہی بار
اس دنیا کا ایک ہی پھیرا — مڑ نہیں آنا دوجی وار
جو بیتا ہے ... — توبہ کر لے ایک ہی بار

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ
فرما دو وہ رب قدرت والا ہے اوپر اس کے کہ بھیجے اوپر تمہارے عذاب اوپر سے تمہارے یا نیچے سے پاؤں
تم فرماؤ وہ قادر ہے کہ تم پر عذاب بھیجے تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے
تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ
کے تمہارے یا گتھا دے تم کو فرقوں میں اور چکھائے تمہارے بعض کو سختی بعض کی
تلے سے یا تمہیں بھڑا دے مختلف گروہ کر کے اور ایک کو دوسرے کی سختی چکھائے دیکھو ہم کیونکر
اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ۝ وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ
دیکھو ہم کیسے پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں آیتیں تاکہ وہ سمجھیں اور جھٹلایا اس کو قوم نے تمہاری حالانکہ
طرح طرح سے آیتیں بیان کرتے ہیں کہ کہیں ان کو سمجھ ہو اور اسے جھٹلایا تمہاری قوم نے اور یہی
الْحَقُّ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۝ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝
وہ حق ہے فرما دو نہیں ہوں میں اوپر تمہارے ذمہ دار واسطے ہر خبر کے وقت مقرر ہے اور عنقریب جانو گے تم
حق ہے تم فرماؤ میں تم پر کچھ کڑوڑا نہیں ہر خبر کا ایک وقت مقرر ہے اور عنقریب جان جاؤ گے

www.alahazratnetwork.org

تعلق: ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت کا ذکر تھا۔ یعنی پھنسے ہوؤں کو بلامت نجات دینا۔ اب اس کے خاص عذاب کا ذکر ہے۔ جس بدکاروں پر عذاب بھیجے کا چونکہ اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے اس لئے نجات کا ذکر پہلا ہوا عذاب کا ذکر بعد میں۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں کفار کی بدعہدی کا ذکر تھا کہ وہ اندھیریوں میں پھنس کر ہم سے مختلف قسم کے عہد کرتے ہیں۔ پھر نجات پانے پر ان کئے ہوئے عہدوں سے پھر جاتے ہیں۔ اب ارشاد ہے کہ ان کی بدعہدی انہیں مفید نہیں وہ اللہ تعالیٰ انہیں ان گھروں میں بھی پکڑ سکتا ہے اس کی پکڑ سے بچنا ہے تو اس کی اطاعت کرو۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں کفار کے حسی میں گھر جانے کا ذکر تھا کبھی زمینی اندھیروں بھی سمندر کی اندھیریوں میں اب ان کے معنوی گھیرے ہوئے ہونے کا ذکر ہے کہ وہ ہر وقت ہر طرح اللہ کی پکڑ اس کی قدرتوں کے گھیرے میں ہیں گویا خاص گھیرے کے بعد عام گھیرے کا ذکر ہے۔ چوتھا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں ذکر ہوا کہ رب تعالیٰ پھنسے کافروں کو نجات دے دیتا ہے۔ اب فرمایا جا رہا ہے کہ کفار کی یہ نجات صرف ظاہری و حسی ہے وہ اپنے کفر و عناد کی وجہ سے اب نجات پا کر بھی اس کی پکڑ میں ہیں بلکہ یہ پکڑ اس پکڑ سے سخت تر ہے کافر آرام میں ہو تو بھی پکڑ میں ہیں۔ مومن دنیاوی تکلیف میں بھی ہو تو بھی رحمت میں ہے۔

تفسیر: قل هو القادر۔ میں خطاب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ چونکہ یہاں بھی اللہ تعالیٰ کی صفات عالیہ کا ذکر ہے اس لئے اسے قل سے شروع فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ذات الٰہی صفات الٰہی کے گواہ ہیں۔ دعویٰ اپنی بات اپنے دلیل سے ملواتا ہے اور اپنا دعویٰ گواہ سے ثابت کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بہت سے عہدے سونپے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے وکیل بھی ہیں اللہ کے رسول بھی اللہ کے گواہ بھی اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ الٰہی میں مخلوق کے وکیل بھی ہیں مخلوق کے گواہ بھی ہیں وکیل اور رسول کا فرق ظاہر ہے نیز اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا ماننا ایمان جب ہی ہے جب صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت سے ہو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر مانے اللہ کی ذات و صفات کو ماننا ایمان نہیں یہاں بھی روئے سخن انہیں بدعہد کافروں سے ہے جن کا ذکر ابھی پچھلی آیت میں ہوا هو کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے قادر کے معنی کامل دائمی قدرت والا ایسی قدرت خدا تعالیٰ کے سوا کسی میں نہیں بندوں کو جو قدرت رب کی طرف سے ملتی ہے وہ عارضی و ناقص ہے قادر و قدیر، عالم علیم، سامع سمیع، ضارب ضریب کے فرق آپ کو یاد ہی ہوں گے۔ سامع وہ جو کسی کی بات سن رہا ہو سمیع وہ جس میں سننے کی صفت موجود ہو خواہ اس وقت وہ کسی کی سن رہا ہو یا نہیں۔ لہٰذا انسان سوتے میں سامع نہیں سمیع ہے۔ قادر وہ جو کسی کو اپنی قدرت میں لئے ہو قدیر وہ جس میں یہ صفت ہو اور ہو سکتا ہے کہ قادر بمعنی قدیر ہو۔ علی ان یبعث علیکم۔ اس کا تعلق القادر سے ہے بعث اور ارسال میں فرق بارہا بیان کیا جا چکا ہے کہ ارسال خاص ہے بعث عام کبھی دونوں بالکل ہم معنی بھی ہوتے ہیں علیکم میں خطاب کفار سے ہے چونکہ عذاب و عتاب کفار پر ہوتا ہے۔ عتاب مومن پر بھی اس لئے علیکم کو پہلے بیان فرمایا تاکہ حصر کا فائدہ حاصل ہو۔ عذاب، عتاب۔ عتاب کا فرق بارہا بیان ہو چکا ہے یعنی فرما کر دو باتیں بتائیں ایک یہ کہ ہمارے پاس ہر قسم کے عذاب ہر وقت تیار ہیں صرف بھیجنے کی دیر ہے ہم کو ہر وقت عذاب بنانے نہیں پڑتے بلکہ وہ ہوا پانی دھوپ جانور جو تمہارے خدمت گار ہیں وہ سب ہمارے لشکر ہیں جس ذریعہ سے چاہیں تم کو ہلاک کر دیں ایک مچھر

www.alahazratnetwork.org

سے نمرود کو مار دیا دوسرے یہ کہ کبھی مجرم عذاب کے پاس جاتا ہے جیسے فرعون اور اس کی قوم اور کبھی عذاب مجرم کے گھر میں پہنچ جاتا ہے جیسے قوم عاد و ثمود قوم ہود وغیرہ ہم اس پر قادر ہیں کہ تمہارے گھروں یا بازاروں ہی میں تم پر عذاب بھیج دیں جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا گیا۔ **اذ بعث فیھم رسولا** کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی ایسی رحمت ہیں جو سورج یا بارش کی طرح ہمارے گھروں ہمارے وطنوں میں پہنچیں۔ **عذابا من فوقکم او من تحت ارجلکم۔ عذابا** مفعول بہ ہے یبعث کا اور من فوقکم یبعث کے متعلق ہے اس عبارت کی چند تفسیریں ہیں ایک یہ کہ عذاب سے مراد غیبی عذاب ہے (اوپری عذاب) قوم صالح علیہ السلام کی طرح غیبی چیخ آنا قوم لوط علیہ السلام کی طرح غیبی پتھر برسنا قوم نوح علیہ السلام کی طرح سخت بارش آنا قوم عاد کی طرح سخت آندھیاں آنا وغیرہ نیچے سے عذاب آنا جیسے قوم شعیب علیہ السلام کی طرح زلزلے آنا قارون کی طرح زمین میں دھنسنا وغیرہ یہی معنی ظاہر ہیں۔ سیدنا عبداللہ ابن عباس نے فرمایا کہ اوپر سے عذاب ظالم بادشاہ ظالم حاکم کا ظلم ہے نیچے سے عذاب نالائق نوکروں بدمعاش غلاموں کی تکلیف ہے ضحاک فرماتے ہیں کہ اوپر کا عذاب بڑوں کی طرف سے تکلیف ہیں نیچے کا عذاب اپنے چھوٹوں کی طرف سے تکلیف ہیں واللہ اعلم۔ (تفسیر کبیر، خازن، معانی وغیرہ) دوسری تفسیر پر کوئی اعتراض نہیں مگر پہلی تفسیر پر اعتراض ہے۔ جس کا جواب سوال و جواب میں عرض کیا جاوے گا۔ **او یلبسکم شیعا۔** ظاہر یہ ہے کہ یہ عبارت معطوف ہے یبعث پر یہاں غیبی اور سخت عذابوں کا ذکر تھا یہاں ظاہری عذاب کا ذکر ہے یلبس بنا ہے لبس سے خیال رہے کہ لبس لام کے فتحہ سے معنی ملانا غلط ملط کر دینا ہے یہ باب ضرب سے ہے اسی سے ہے **التباس** معنی دھوکہ لگ جانا مشتبہ ہو جانا اور لبس لام کے پیش سے معنی پہننا ہے باب سمع سے اسی سے ہے لباس معنی کپڑا یہاں پہلے معنی مراد ہیں شیع جمع ہے شیعۃ کی یہ بنا ہے تشیع سے معنی اتباع شیعہ وہ جماعت جو کسی کی فرمانبردار و تابع ہو اس کی جمع اشیاع بھی ہے اور شیع بھی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **ثم لننزعن من کل شیعۃ ایھم اشد علی الرحمن عتیا** یعنی رب تعالیٰ اس پر بھی قادر ہے کہ تمہیں مختلف گروہوں میں بانٹ دے اور ایک دوسرے سے بھڑا دے لڑا دے۔ **و یذیق بعضکم باس بعض** یہ عبارت یلبس پر معطوف ہے اور عطف تفسیری ہے یذیق بنا ہے ذوق سے معنی چکھنا یہاں زبان سے چکھنا مراد نہیں بلکہ تکلیف پہنچانا مراد ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے **ذق انک انت العزیز الکریم۔ باس** کے معنی ہیں سختی۔ جنگ یہاں بھی خطاب کفار سے ہے۔ یعنی تم کو مختلف گروہوں میں بانٹ دے اور تمہیں آپس میں لڑا دے۔ جس سے تمہاری جانیں، عزتیں، آبرو غیر محفوظ ہو جاویں۔ **انظر کیف نصرف الایات۔** یہاں بھی انظر میں خطاب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے انظر سے مراد دل سے دیکھنا یعنی غور کرنا ہے۔ **نصرف** بنا ہے تصریف سے معنی پھیرنا۔ آیات سے مراد قرآن مجید کی آیتیں ہیں یعنی اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ غور تو فرمائیں ہم کس شان الٰہی و رحیمی سے اس طرح آیات قرآنیہ پھیر پھیر کر آپ کی معرفت بناتے ہیں کبھی اپنے قہر و غضب کی وابستگی کبھی اپنے رحم و کرم کی کبھی دلائل قدرت کا ذکر۔ **لعلھم یفقھون۔** اس جملہ میں نصرف کی حکمت کا ذکر ہے یعنی یہ سب کچھ ان کی اصلاح کے لیے ہے کیونکہ بعض لوگ دلائل سے مانتے ہیں بعض ڈر سے بعض امید سے قرآن مجید سب کی فہمائش کے لیے آیا ہے اس لیے سب کا خیال فرمایا گیا ہے کہ ہر قسم کا آدمی ہر طرح مان سکے لعل بندوں کے لیے معنی شاید ہوتا ہے اور رب تعالیٰ کے لیے معنی تاکہ خیال رہے کہ فقہ ہر سمجھ کو نہیں کہتے بلکہ دینی سمجھ کو

www.alahazratnetwork.org

کہتے ہیں اسی لئے عالم مجتہد کو فقیہ کہا جاتا ہے جسے دلائل سے مسائل نکالنے کی سمجھ ہو [illegible]
ہوا کہ وہ عذاب، رحمت، دلائل کی آیت کے ذریعہ بندوں کو اپنی طرف بلاتا ہے۔ بندوں کی بے وفائیوں کا ذکر ہے کہ وہ ان کے
بعد جو اللہ کی کتاب اس کے رسول کو جھٹلاتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوا۔ **و کذب به قومک** یہ جملہ نیا ہے۔ **کذب** بنا ہے تکذ
یب سے معنی جھوٹا کہنا۔ جھوٹا کہنا جھوٹا کرنے کی کوشش کرنا یہاں تینوں معنی بن سکتے ہیں کفار عرب قرآنی خبروں حضور صلی
اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو [illegible] قرآن کی مثال کوئی نہیں [illegible] کوشش کرتے تھے بہ کا مرجع یا تو
قرآن مجید ہے یا آیات کا پھیرانا اور اس کی **حکمت** یا وہ عذاب جس کا ذکر ابھی ہوا قوم سے مراد یا تو نسبی قوم ہے یعنی قریش یا ملکی وطنی
قوم یعنی عرب دینی قوم مراد نہیں کیونکہ اس سے مراد کفار و منکرین ہیں لہذا وہ مومنین خصوصاً نبی کی قوم نہیں ہو سکتے (روح
المعانی) **قومک** فرمانے میں ان کفار پر سخت ناراضی و عتاب کا اظہار ہے یعنی جو نبی کی قوم ہو کر ایمان اختیار نہ کرے وہ سخت سزا کا
مستحق ہے۔ دوسری جگہ **مسلمانوں** کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کہا گیا ہے **وانه لذکر لک و لقومک** نبی کی قوم نبی کی
اولاد ہونا مومن کے لئے اللہ کی بڑی رحمت ہے اور کافر کے لئے اللہ کا بڑا عذاب ہے۔ [illegible] عزت اگر ایمان و
تقویٰ کے ساتھ ہے تو اللہ کی رحمت ہے اگر کفر و عصیان کے ساتھ ہے تو اللہ کا عذاب **وهو الحق** جتنے احتمال بہ کی ضمیر میں تھے
وہی احتمال یہاں **هو** میں ہیں یعنی وہ قرآن یا وہ آیات کا پھیر پھیر کر بیان فرمانا عذاب الٰہی اگر اس سے قرآن مجید مراد ہے تو حق کے
معنی ہیں سچا یعنی یہ کلام اگر اس سے تصریف آیات مراد ہے تو حق کے معنی ہیں حکمت والا اور اگر عذاب مراد ہے تو حق کے
معنی ہیں یقیناً آنے والا [illegible] یہ عبارت [illegible] کی ضمیر سے حال ہے [illegible]
دوسرا عتاب ہے کہ یہ لوگ آپ کی قوم ہو کر ایسی حق بات کا انکار کرتے ہیں جس کی حقانیت عقل و نقل سے ثابت ہے بالکل
ظاہر و باہر ہے۔ **قل لست علیکم بوکیل** یہ نیا جملہ ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے نیازی اور مخلوق کی نیاز
مندی کا ذکر ہے یہاں وکیل کے معنی محافظ یا ذمہ دار ہے اس لئے اس کے ساتھ **علیکم** ارشاد ہوا **علیکم** کو مقدم فرمانے سے
اشارۃً کہا گیا کہ میں تم کفار کا محافظ نہیں ہوں۔ اے مومنین تم تو تاقیامت میری نگرانی و حفاظت میں ہو رب فرماتا ہے
شاهدا علیکم اور فرماتا ہے **بالمومنین رؤف رحیم** اور فرماتا ہے **عزیز علیه ما عنتم** جس میں تمہارا ذمہ دار نہیں
ہوں تم ہدایت پر آؤ یا نہ آؤ تمہاری بربادی [illegible] مجھ سے نہ ہوگی خیال رہے کہ اللہ کی نعمتیں [illegible] طرح کی ہیں جیسے
پانی، ہوا، بادل، [illegible] وغیرہ [illegible] بعض نعمتوں کا دروازہ صرف ایک ہے جیسے [illegible] کا ذریعہ صرف سورج
ہے۔ پہلی قسم کی نعمتوں کا اگر ایک دروازہ بند ہو جاوے تو دوسرا [illegible] ایک نل خراب ہو جاوے تو [illegible] دوسری
قسم کی نعمت کا دروازہ بند ہو جاوے تو [illegible] ہدایت شفاعت ان تمام نعمتوں کا دروازہ صرف ایک ہے
یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی فرما دیں کہ **لست علیکم بوکیل** تو پھر یہ نعمتیں کہیں سے نہیں
مل سکتیں [illegible] سارے دروازے بند ہو چکے ہیں [illegible]
مقصد [illegible] **لکل نبا مستقر** [illegible]
[illegible] کا جواب ہے کہ اگر عذاب حق ہے تو آتا کیوں نہیں [illegible] قرآن کریم کی [illegible] خواہ
عذاب کی ہو یا ثواب کی یا اسلامی فتوحات اور کفار کی شکست کی **مستقر** یا اسم ظرف ہے بمعنی وقت و قرار یا مصدر ہے بمعنی

www.alahazratnetwork.org

واقع ہوتا ہے تو تمام آلاتِ جزو کے علاوہ دو سرے بابوں کا اسم ظرف اور مصدر دونوں اسم مفعول کے وزن پر آتے ہیں جیسے مدخل اور مخرج (تفسیر کبیر) **وسوف تعلمون** اس عبارت میں تعلمون میں خطاب کفار سے ہے علم سے مراد مشاہدہ و نظارہ کا علم ہے چونکہ ہر آنے والی چیز قریب ہے اس لئے سوف ارشاد ہوا یعنی ہر کلام کا ہمارے ہاں وقت مقرر ہے عنقریب قرآن مجید کے موعودہ عذاب تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے مگر اس وقت ماننا کام نہ دے گا ابھی ہم منواتے ہیں تم نہیں مانتے پھر تم مانو گے مگر نہ مانے ہوئے کے برابر ہو گا۔ لہٰذا بہتر ہے کہ اس وقت سے پہلے ایمان قبول کر لو۔

خلاصہ تفسیر اے محبوب لوگ دنیاوی مصیبتوں میں پھنس کر اللہ تعالیٰ سے ایمان و پرہیزگاری وغیرہ ہر چیز کے وعدے کر لیتے ہیں مگر نجات پاتے ہی پھر وہی کفر و شرک کرتے ہیں جس پر وہ پہلے تھے کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے گھر پہنچ کر ہمارے قابو ہماری قدرت سے باہر ہو جاتے ہیں آپ ان سے فرماؤ کہ اس دھوکے میں نہ رہو اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے کہ تم پر آسمانی عذاب نازل فرمائے یا زمینی عذاب مسلط فرما دے جیسے گزشتہ قوموں پر آئے یا تم کو متفرق جماعتوں میں بکھیر دے تم میں باہم لڑائیں بعض کو بعض سے آپس میں لڑا کر تباہ کر دے جو ابھی وقت ہے سنبھل جاؤ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم خود دیکھو کہ ہم کس طرح آیات ترتیب سے بیان فرماتے ہیں کبھی کسی عذاب کی اپنی نعمتوں کا ذکر فرماتے ہیں تاکہ کسی طرح یہ لوگ سمجھ جائیں یہ لوگ آپ کی نسبی قوم ہیں انہیں چاہئے تھا کہ پہلے یہ ایمان لاتے پھر دوسروں کو ایمان کی تبلیغ دیتے مگر پہلے انہوں نے ہی قرآن کریم کو جھٹلایا حالانکہ یہ قرآن مجید برحق ہے ثابت رہنے والا ہے اس کی ایک آیت بھی منسوخ نہیں ہو سکتی فرما دو اے محبوب کہ تم لوگ کان کھول کر سن لو میرا کام تو نہیں بگاڑ سکتے میں تمہارے ایمان و اعمال کا ذمہ دار نہیں میرے ذمہ تمہیں ہدایت دے دینا نہیں میرے ذمہ احکام الہیہ پہنچا دینا تھا۔ جو میں پہنچا چکا۔ خیال رکھو کہ عذاب الٰہی آنے میں دیر کی وجہ یہ نہیں کہ قرآن کریم کی خبریں غلط ہیں بلکہ وجہ یہ ہے کہ ہر چیز کا اللہ کے ہاں ایک وقت ہے وہ چیز اپنے وقت پر ہوتی ہے۔ تمہارے عذاب کا بھی وقت ہے جب عذاب آوے گا تب تم خود دیکھ لو گے جان لو گے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب **عذابا من فوقکم** نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدایا تیری پناہ جب جبریل امین نے عرض کیا **او من تحت ارجلکم** فرمایا خدایا تیری پناہ جب ارشاد باری ہوا **او یلبسکم** الخ تو فرمایا یہ آسان ہے (خازن تفاسیر) خواجہ حسن بصری فرماتے ہیں کہ اس آیت کے پہلے دو عذاب کفار و مشرکین کے لئے ہیں آخری عذاب یعنی آپس کی نااتفاقی جنگ و جدال مسلمانوں کے لئے ہیں دوسری حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے تین دعائیں فرمائیں (1) میری امت کو دوسری قوم فنا نہ کرے (2) میری امت قحط سالی وغیرہ سے ہلاک نہ ہو جاوے (3) میری امت میں جنگ و جدال نہ ہو پہلی دو دعائیں قبول ہوئیں تیسری کے متعلق ارشاد ہوا کہ یہ تو ہو گا (روح المعانی) چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے پچیس سال کے بعد ہی مسلمانوں کا آپس میں اختلاف جنگ و جدال شروع ہو گیا یعنی خلافت حیدری میں اور اب تک جاری ہے۔ تفسیر خازن و غیرہ میں ابن عباس فرماتے ہیں کہ آسمانی اور زمینی عذاب بھی قیامت کے قریب نازل ہوں گے۔ صورتوں کا تبدیل ہونا زمین میں دھنسنا ہو گا (خازن)

فائدے اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ انسان کو چاہئے کہ سفر و حضر میں ہر جگہ میں

www.alahazratnetwork.org

اپنے کو رب تعالیٰ کے قبضہ میں سمجھے سارے بندے اس کی قدرت میں ایسے گھرے ہوئے ہیں جیسے پانی میں مچھلی کوئی شخص کسی وقت کسی طرح اس کی قدرت سے باہر نہیں ہو سکتا اگر یہ خیال پک جاوے تو انشاء اللہ گناہ کرنے کی ہمت نہ کر سکے گا۔ یہ فائدہ قل هو القادر الخ سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ:** حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے عام عذاب آنا بند ہو گئے رب تعالیٰ فرماتا ہے وما کان اللہ لیعذبهم و انت فیهم۔ مگر ملکی عذاب اور قومی خاص عذاب اب بھی آ جاتے ہیں۔ جیسا کہ ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا کہ قریب قیامت بعض قوموں کی صورتوں کی تبدیلی بعض کا زمین میں دھنسنا ہو گا۔ قحط، سالی، وبائی امراض، زلزلے، پانی کے طوفان اب بھی کہیں کہیں آتے رہتے ہیں۔ علماء فرماتے ہیں ہر تیس سال میں طوفان نوح کا ظہور کہیں کہیں ہوتا رہتا ہے مگر ہلکا (روح البیان) یہ فائدہ بھی هو القادر الخ سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ:** کسی قوم میں فرقہ بازیاں آپس کی جنگ و جدال خدا تعالیٰ کا عذاب ہے یہ فائدہ او یلبسکم شیعا سے حاصل ہوا۔ افسوس کہ مسلمان آج اس عذاب میں بری طرح گرفتار ہیں۔ ہم نے فلسطین میں دیکھا کہ وہاں چاروں طرف دور دور تک اسلامی سلطنتیں ہیں بیچ میں یہود کی ریاست ہے اگر یہ اسلامی سلطنتیں متفق ہو جاویں تو یہود کو فنا کر سکتی ہیں مگر ان کی آپس کی عداوت کی وجہ سے یہود شیر ہو رہے ہیں یہ ہے ہماری بد عملیوں کا انجام۔ **چوتھا فائدہ:** قرآن کریم کی آیت میں غور کرنا بہترین عبادت ہے قرآن شریف کو دیکھنا عبادت اسے پڑھنا عبادت اسے سمجھنا عبادت اس میں غور کرنا عبادت ہے یہ فائدہ انظر کیف نصرف الخ سے حاصل ہوا۔ **پانچواں فائدہ:** قرآن کریم کی بعض سمجھ تو وہ ہے جس سے کافر مومن بن جاتے ہیں۔ بعض سمجھ وہ ہیں جس سے گنہگار پرہیزگار بن جاتے ہیں۔ بعض سمجھ وہ ہے جس سے جاہل عارف بن جاتے جیسی سمجھ اور جیسا سمجھدار ویسا اس کا فائدہ یہ فائدہ لعلهم یفقهون کے اطلاق سے حاصل ہوا۔ **چھٹا فائدہ:** جب اللہ تعالیٰ کا کرم نہ ہو تو پیغمبر زادگی، پیغمبر کی ہم قوم ہونا کچھ مفید نہیں ہوتا یہ چیزیں بیشک بہت مفید ہیں مگر جبکہ رب تعالیٰ کا فضل شامل حال ہو یہ فائدہ و کذب به قومک سے حاصل ہوا۔ حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ الصلوۃ والسلام بھی نبی زادے ہیں اور کنعان و قابیل بھی پیغمبر کے بیٹے تھے مگر جناب اسماعیل علیہ السلام پر اللہ کا فضل تھا اور ان دونوں پر اللہ کا قہر تھا۔ ہر نعمت تب ہی حاصل ہے مال، علم وغیرہ کہ اللہ کا فضل شامل حال ہو تو وہ رحمت ہے ورنہ زحمت بلکہ اگر نبی زادہ نبی کا ہم قوم کافر ہو جاوے تو اس کے لئے یہ چیزیں زیادہ سخت عذاب کا باعث ہیں کہ مکہ مکرمہ میں رہنا مومن کے لئے بڑا مفید ہے کہ ایک نیکی کا ثواب وہاں ایک لاکھ ہے مگر کافر کے لئے بڑا مضر کہ وہاں ایک گناہ کا عذاب بھی ایک لاکھ ہے۔ انسان اشرف المخلوقات ہے ولقد کرمنا بنی آدم اگر نیکیاں کرے مومن ہو تو جنت اس کے لئے ہے لیکن اگر بدکاری کرے تو دوزخ کی سزا بھی اس کے لئے ہے اور یہ بدترین خلق ہے اولئک هم شر البریه جتنی شرافت زیادہ اتنی ہی ذمہ داری بہت۔

لطیفہ: ایک مراثی کسی سید صاحب سے بطور خوش طبعی کہہ رہا تھا کہ شاہ جی تمہاری کیا بات ہے تم تو لولاک کے مالک ہو تم سمندر ہو تمہیں کوئی گناہ مضر نہیں سمندر نجاست سے ناپاک نہیں ہوتا سید کیا ہی گناہ کرے وہ گنہگار نہیں ہوتا سید صاحب نے جواب دیا کہ کیوں ہمارا بیڑا غرق کرنا چاہتا ہے سید گناہ کرے تو دو جرم ہے اسلام کا مجرم پھر نسب رسول کا مجرم ہے ہاں سید کو سمندر کی طرح فراخدل ہونا چاہئے کہ اس پر کوئی زیادتی کرے وہ سمندر کی طرح برداشت کرے ۔ خیال رہے کہ بعض مسلمان کہتے ہیں کہ اولاد رسول ہونا محض بے کار ہے بعض کہتے ہیں کہ اولاد رسول ہونا بڑی نعمت ہے کہ سید کو نیک اعمال

www.alahazratnetwork.org

نی بھی ضرورت نہیں اعمال بہت کے لئے ہیں اولاد کے لئے نہیں دونوں جھوٹے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہونا بڑی عزت و فخر کی بات ہے مگر بشرط ایمان و تقویٰ حسنہ کے ہوتے ہوئے غیر مفید بلکہ زیادہ عذاب کا باعث حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ زہرا سے فرمایا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن دوسرے لوگ ایمان لا دیں اور تم رانسب۔ ساتواں فائدہ: سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے ذمہ دار نہیں اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی فیض نہ لے تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی نقصان نہیں سورج خلق سے بے نیاز ہے آسمان نبوت کا سورج ہم سب سے بے نیاز یہ فائدہ لست علیکم بوکیل سے حاصل ہوا۔ آٹھواں فائدہ: اگر کسی سزا میں دیر لگے تو اس سے انسان دھوکہ نہ کھائے کبھی یہ دیر بھی کسی بڑے عذاب کا پیش خیمہ ہوتی ہے ہر چیز کا ایک وقت ہے یہ فائدہ لکل نبا مستقر سے حاصل ہوا۔ شعر

اے رضا ہر کام کا ایک وقت ہے ۔۔۔ دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

یہی حال دعاؤں کی قبولیت کا ہے کہ اگر اس میں دیر ہو تو دل تنگ نہ ہونا چاہیے۔ ہمیشہ رب کی رحمت کا انتظار کرنا چاہیے اس کی رحمت کا انتظار بھی عبادت ہے شعر

میری رات کی دعائیں جو نہیں قبول ہوتیں ۔۔۔ میں سمجھ گیا یقیناً ابھی مجھ میں کچھ کمی ہے

پہلا اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور بعد میں بھی عذاب الٰہی آسکتے ہیں یبعث علیکم عذابا " الخ میں مگر دوسری جگہ قرآن کریم میں ہے کہ ما کان اللہ لیعذبہم و انت فیہم اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہ دے گا کہ آپ ان میں جلوہ گر ہیں آیتوں میں تعارض ہے۔ جواب: اس اعتراض کے چند جواب ہیں۔ ایک جواب جاہلانہ دوسرا عالمانہ تیسرا عاشقانہ۔ جواب جاہلانہ وہ ہے جو دیو بندیا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے اپنا وعدہ توڑ سکتا ہے وہاں اس آیت میں عذاب نہ بھیجنے کا ذکر ہے۔ یہاں عذاب بھیجنے پر قدرت کا ذکر ہے۔ یعنی ہم قادر ہیں کہ اپنا وعدہ توڑ دیں اور تم پر عذاب بھیج دیں مگر یہ جواب باطل محض بلکہ ان کے مذہب کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ یہاں عذاب سے ڈرایا جا رہا ہے اور ڈرانا جب ہی درست ہو سکتا ہے کہ جب وہ عذاب آسکے اس کا آنا بالکل ممکن ہے کسی طرح غیر ممکن نہ ہو آیا کہ آیا او اللہ تعالیٰ کی وعدہ خلافی ان کے ہاں بھی غیر ممکن ہے اگر چہ محال بالغیر ہی سہی۔ محال بالغیر سے ڈرانا محض غلط ہے۔ لہٰذا یہاں وہ عذاب مراد ہیں۔ جس کے متعلق وہاں دوسری آیت میں ارشاد ہے کہ ما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم

جواب عالمانہ: وہاں اس آیت میں بھی۔ عام عذاب مراد ہے۔ جیسے دوسری قوموں پر آئے کہ ان سے پتھر برسنا صورتیں تبدیل ہو جانا زمین میں دھنس جانا قوم کا دھنس جانا غیبی چیخ غیبی آگ سے ساری قوم کو ہلاک کر دینا یہ عذاب اب قطعاً نہیں آسکتے اور یہاں اس آیت میں ظاہری عذاب یا غیبی مخصوص عذاب مراد ہے۔ جیسے قحط سالی وبائی بیماری وغیرہ یا کسی خاص جماعت کی صورتیں تبدیل ہو جانا یہ عذاب آئے ہیں اور آئندہ بھی آئیں گے۔ مولانا فرماتے ہیں شعر

[illegible]

جواب عاشقانہ: یہ ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو عذاب یہ ہے کہ بندہ رب تعالیٰ سے غافل ہو جائے اسے دوزخ سے ناکام ہو جائے۔ لہٰذا جانا اور پری عذاب ہے۔ دل کی غفلت بے چین والا عذاب بعض افراد اس عذاب سے محفوظ رہتے ہیں آخر

www.alahazratnetwork.org

ہار مسلمان ہو کر توبہ کر کے مرتے ہیں بعض کفر کی اسی عذاب میں گرفتار ہو جاتے ہیں کہ کافر ہو کر ہو کر مرتے ہیں۔ دیکھو جب شیطان عذاب میں گرفتار ہوا تو ارشاد ہوا **فاخرج منها فانك رجيم و ان عليكم لعنتي الى يوم الدين** اسے اندھا، بہرا، گونگا یا فقیر نہ کیا گیا بلکہ دروازے سے پھٹکار کر نکال دیا گیا۔ لہٰذا اس آیت کریمہ **ما كان الله ليعذبهم** الخ اور اس آیت کریمہ میں کوئی تعارض نہیں۔ ان جوابوں میں خوب غور کر لو یہاں بہت عقلمند پھسل گئے ہیں ایک جواب اور بھی تفسیر میں گزر گیا کہ یہاں اوپر کی عذاب سے ظالم حکام ظالم بادشاہوں کا ظلم مراد ہے اور نیچے والے عذاب سے اپنے نوکروں اپنی اولاد کا نالائق ہونا مراد اگر اپنے بیوی بچے نالائق نافرمان ہوں تو گھر دوزخ بن جاتا ہے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

زن بد در سرائے مرد نکو ہم دریں عالم است دوزخ او

دوسرا اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ یہاں کے مذکورہ تینوں عذاب کفار کے لئے ہیں مگر دیکھا جاتا ہے کہ تیسرا عذاب یعنی فرقوں میں قوم کا بٹ جانا ان میں جنگ و جدال ہونا مسلمانوں بلکہ حضرات صحابہ کرام پر بھی آیا آج جتنے فرقے مسلمانوں میں ہیں اور جیسا حال ہو تا ان کا آپس میں ہے دوسری قوموں میں نہیں تو کیا حضرات صحابہ پر یہ عذاب آیا۔ جواب: اس اعتراض کے بہت جواب ہیں آسان اور مختصر جواب یہ ہے کہ کفار کے آپس کی نااتفاقی عذاب ہے مومنوں کے لئے صورتاً عذاب حقیقتاً رحمت ہے بنی اسرائیل کے لئے عذاب تھی لیکن مسلمانوں کے لئے شہادت کی موت ہے۔ بلکہ دنیاوی تمام تکالیف پریشانیاں مصیبتوں کا یہی حال ہے کہ ان کے ذریعہ مومن کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ تیسرا اعتراض: یہاں کفار کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کیوں فرمایا گیا کافر و مومن باہم قوم نہیں ہو سکتے جب کفر و اسلام کے فرق سے باپ بیٹے کا رشتہ ختم ہو جاتا ہے تو قومیت کا رشتہ کیسے قائم رہا پھر کیوں ارشاد ہوا **و كذب به قومك**۔ جواب: اس کا جواب تفسیر سے معلوم ہو گیا کہ قومیت بہت قسم کی ہے ملکی قومیت نسبی قومیت پیشہ کی قومیت زبان کی قومیت دین کی قومیت کافر و مسلمان دینی لحاظ سے ہم قوم نہیں۔ مگر نسبی ملکی قومیت ان میں ہوتی ہے۔ چنانچہ کافر بیٹے کا مسلمان باپ سے نسب ثابت ہو سکتا ہے یہاں میراث نہیں مل سکتی۔ **انه ليس من اهلك** کا منشا اور ہے یہاں **قومك** فرمانے کا منشا کچھ اور۔ چوتھا اعتراض: یہاں ارشاد ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے وکیل نہیں پھر انہیں شفیع مومن کیوں کہا جاتا ہے۔ رسول وکیل شفیع میں کیا فرق ہے۔ جواب یہاں روئے سخن کفار سے ہے اور فرمان عالی کا منشا یہ ہے کہ تمہاری ہدایت میرے ذمہ نہیں تمہارے کافر رہنے کا سوال مجھ سے نہ ہو گا رب تعالیٰ فرماتا ہے **ولا تسئل عن اصحاب الجحيم**۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے لئے صرف رسول ہیں کہ انہیں فرمان الٰہی پہنچا دیں مگر مومنوں کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہادی الٰہی وکیل بھی ہیں شفیع بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم مومنوں کے رسول و نبی شفیع وکیل فریاد رس مشکل کشا دافع البلاء سب کچھ ہیں اس کے لئے ہماری کتاب سلطنت مصطفیٰ کا مطالعہ کرو۔ ان سب صفات کی آیات موجود ہیں۔ رب فرماتا ہے **ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة**۔ اور فرماتا ہے **خذ من اموالهم صدقة تطهرهم و تزكيهم بها وصل عليهم** الخ اور فرماتا ہے **ولو انهم اذ ظلموا انفسهم** اور فرماتا ہے **عزيز عليه ما عنتم** اور فرماتا ہے۔ **رسولا شاهدا عليكم** اور فرماتا ہے **بالمومنين رء وف رحيم**۔ خیال رہے کہ رسالت کے متعلق ارشاد ہوا **يا ايها الناس انى رسول الله اليكم جميعا** اور رأفت رحمت کے متعلق آیا **بالمومنين رء وف رحيم** یہ فرق ہے رسالت اور کرم و

www.alahazratnetwork.org

رافت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمت سب کے لئے ہیں مگر رؤف و رحیم صرف مسلمانوں کے لئے احادیث تو بے شمار ہیں یہاں موقعہ نہیں ورنہ ان پیش کردہ آیات کی وہ تفسیر کی جاتی جس سے مومنوں کے ایمان تازہ ہو جاتے انشاء اللہ ان آیات کے ماتحت ان کی تفسیر عرض کی جاوے گی۔ رب تعالیٰ مجھے موقعہ دے کہ ان آیات میں اپنے نبی کی شان بیان کروں اپنے ارمان نکالوں۔

تفسیر صوفیانہ: جیسے بجلی کا پاور ایک ہے لیکن بلب کے ذریعے روشنی دیتا ہے۔ برقی پنکھے کے ذریعہ ہوا۔ ہیٹر کے ذریعہ گرمی اور فرج کے ذریعہ سخت ٹھنڈک۔ غرضیکہ جیسا ذریعہ ویسا اس کا ظہور اگر بغیر وسیلہ پاور ہاتھ میں آجائے تو ہلاک کر دے جب اللہ تعالیٰ کی قدرت اس کی ایک صفت ہے اگر براہ راست قدرت سے واسطہ پڑے تو خلق رہ ہی نہیں سکتی مگر رحمت و محبت بخشش بندہ واری سے اس کا ظہور ہوتا ہے اللہ قادر ہے کہ مسلمانوں کو بخش دے انہیں جنت دیدے انہیں اپنا دیدار عطا فرماوے مگر یہ بواسطہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیکن اگر یہ واسطہ درمیان میں نہ ہو تو اس قدرت کا ظہور عذاب قہر جبار ہی سے ہوتا ہے۔ خدا قادر ہے کہ کافروں کو جہنم میں ٹھونس دے ان پر دنیا میں غضب و قہر نازل فرمادے انہیں زمین میں دھنسادے وغیرہ وغیرہ یہاں بغیر وسیلہ ہو جاتا ہے۔ قدرت الٰہی ظاہر ہے دوسری جگہ وہی قادر مطلق ارشاد فرماتا ہے **قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا** فرمادو اے محبوب کہ اے میرے بندو! جو اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو اللہ سارے گناہ بخش دے گا غرضیکہ وہی قدرت جو کافروں کے لئے قہر غضب کی شکل میں تھی وہ مسلمانوں کے لئے رحمت و مغفرت کی شکل میں ظاہر ہے کیوں اس لئے کہ مسلمانوں تک یہ قدرت بواسطہ رحمۃ للعالمین پہنچی ہے۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی قادر ہے۔ ولیوں پر بھی قادر ہے۔ گنہگاروں پر بھی قادر ہے نیک کاروں پر بھی قادر کافروں پر قادر بھی ہے یعنی اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا محبوب بنائے اپنا محبوب بنا کے سارے عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجے وہ قادر ہے کہ اپنے ولیوں کو اپنا قرب بخشے وہ قادر ہے کہ گنہگاروں کو بخش دے وہ قادر ہے کہ کافروں کو دوزخ میں ڈال دے رب تعالیٰ کی حمد اس طرح کی جائے کہ ان میں اس کے بندوں کی بے ادبی ہو بلکہ اس طرح کی جائے کہ اس کے مقبولوں کی عظمت کا اظہار ہو یوں کہو کہ رب قادر ہے کہ ولیوں کو دوزخ میں ڈال دے وہ قادر ہے کہ ابو جہل کو جنت میں بھیج دے وہ رب کی حمد نہیں کر رہا ہے بلکہ ہتک کر رہا ہے کہ اس توحید میں اللہ کے بندوں کی توہین ہو وہ تو حید شیطانی ہے دو خدا راستہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا شعر

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا ۔۔۔ ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستاں بتایا

صوفیاء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی جنتیں جنتوں میں تعدد ہے جیسے تارے یا ماہ یہاں بھائی دوست یا جسم کے اعضاء کو بعض جنتوں میں تعدد ہے وہ صرف نیک ہی ہو سکتی ہیں جیسے حضرت علی و ابو بکر ان کا نام لیتے ہی دل خوش ہو جاتا ہے کہ وہ صحابی ہیں جنت ہو سکتے ہیں۔ کفار کے صرف صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یہ دوسرا جنتیں کے نصیب ہیں محمد والا شریف ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں وحدہ لا شریک اور ساتھ دوسرا مصطفیٰ سے معلوم ہے تو جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جانیں تو اس کا حق نہیں یہی مقصد ہے اس فرمان کا کہ **لست علیکم بوکیل**۔ اسی لئے قیامت میں مالک رب العالمین میں حساب و کتاب کے لئے پیش ہونے سے پہلے مال خلقت

www.alahazratnetwork.org

تلاش کرتی ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوگی بہرحال یہ آیت کریمہ طریقت کے بیشمار مسائل بتا رہی ہے۔

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا

اور جب دیکھو تم ان لوگوں کو جو ہماری آیتوں میں گھستے ہوتے ہیں تو منہ پھیر لو ان سے یہاں تک کہ مشغول ہو

اور اے سننے والے جب تو انہیں دیکھے جو ہماری آیتوں میں پڑتے ہیں تو ان سے منہ پھیر لے جب تک اور بات میں

فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى

جاویں کسی بات میں اس کے علاوہ اور اگر کبھی بھلا دے تم کو شیطان پس مت بیٹھو تم بعد یاد آنے کے

نہ پڑیں اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ

مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ

ساتھ ظالم قوم کے اور نہیں ہے اوپر ان لوگوں کے جو پرہیزگاری کرتے ہیں ان کے حساب میں

بیٹھو اور پرہیزگاروں پر ان کے حساب میں کچھ نہیں ہاں

وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝69

سے کوئی چیز اور لیکن نصیحت شاید وہ پرہیزگار بن جاویں

نصیحت دینا شاید وہ باز آجاویں

تعلق : ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق**: پچھلی آیت کریمہ میں کفار کا ایک خصوصی عیب بیان ہوا تھا یعنی قرآن کریم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانا اب مسلمانوں کو ان جھٹلانے والوں کے ساتھ نشست و خلاست کرنے سے منع فرمایا جا رہا ہے۔ یعنی کفر کرنے والوں کی برائی کے ذکر کے بعد ان کے ساتھ بیٹھنے والوں کی برائی کا ذکر ہے۔ **دوسرا تعلق**: پچھلی آیات میں کفار کو عذاب الٰہی سے ڈرایا گیا تھا کہ ان پر اوپر نیچے سے عذاب آسکتا ہے اب ان کے ساتھ میل جول رکھنے والوں کو ڈرایا جا رہا ہے کہ تم ان کے ہم پیالہ ہم نوالہ رہے اور ان پر عذاب آیا تو تم بھی عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ **تیسرا تعلق**: پچھلی آیات کریمہ میں برؤں کا ذکر ہوا اب بروں کی صحبت سے انہیں دور رکھا جا رہا ہے کہ کفر وبے دینی اثر کرنے والی بیماری ہے۔ اس سے ایسے ہی بچو جیسے طاعون کی بیماری والوں سے بچتے ہو۔

شان نزول : (1) کفار مکہ جب مسلمانوں کو دیکھتے تو انہیں جلانے ستانے کے لئے قرآن مجید حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ حضرت جبریل بلکہ اللہ تعالیٰ کی شان میں بکواس بکنے لگتے اور ہجرت سے پہلے مسلمانوں میں انہیں روکنے کی طاقت نہ تھی۔ تب پہلی آیت کریمہ واذا رایت الخ نازل ہوئی (خازن وغیرہ) تب پہلی آیت واذا رایت الذین الخ نازل ہوئی تو

www.alahazratnetwork.org

مسلمانوں نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر ہم کو کفار کے پاس بیٹھنا حرام ہے تو ہم کوئی دینی و دنیاوی کام نہیں کر سکتے۔ کیونکہ کفار تو ہر جگہ حتی کہ مسجد حرام شریف میں بھی موجود رہتے ہیں تو ہم حرم شریف میں نماز کعبۃ اللہ شریف کا طواف کیسے کریں۔ تب دوسری آیت وما علی الذین یتقون الخ نازل ہوئی۔ (تفسیر کبیر و معانی مدارک وغیرہ)۔

تفسیر واذا رایت یہاں اذا عموم ظرف کے لئے ہے معنی جب بھی رایت رویت سے بنا ہے معنی دیکھنا اور دیکھنا آنکھ سے بھی ہوتا ہے دل سے بھی پہلی صورت میں یہ ایک مفعول چاہتا ہے۔ دوسری صورت میں دو مفعول یہاں آنکھ سے دیکھنا مراد ہے۔ کیونکہ یہاں ایک مفعول آیا ہے۔ آنکھ سے دیکھنا حقیقی بھی ہوتا ہے جیسے بینا آدمی کسی کو دیکھے اور حکمی بھی ہوتا ہے جیسے نابینا آدمی کسی کو دیکھے یعنی محسوس کرنا اسے آنکھ سے تو نظر نہ آئے مگر محسوس ہو جائے یہاں مطلقاً دیکھنا مراد ہے خواہ بینا آدمی اپنی آنکھوں سے ایسے مجمعوں کو دیکھے یا نابینا آدمی ایسے لوگوں کو محسوس کرے دونوں کو وہاں سے ہٹ جانے کا حکم ہے حقیقی اور حکمی دیکھنے کا فرق حضرات صحابہ میں اس طرح ہے کہ جناب صدیق و فاروق وغیرہم صحابہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقتہً دیکھا اور حضرت عبد اللہ ابن ام مکتوم نابینا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکماً دیکھا اور دونوں صحابی ہیں۔ نہایت قوی بات یہ ہے کہ رایت میں خطاب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں بلکہ مسلمان سے ہے کیونکہ اگلا مضمون یہی بتا رہا ہے یعنی اے مسلمان تلاوت قرآن پڑھنے والے جب کبھی تو دیکھے یا پائے الذین یخوضون فی ایاتنا یہ عبارت رایت کا مفعول بہ ہے بعض مفسرین نے فرمایا کہ الذین سے مراد مشرکین ہیں کہ آیت کا نزول انہیں کے متعلق ہے بعض نے فرمایا کہ اس سے مراد یہود و نصاریٰ اہل کتاب کفار ہیں مگر حق یہ ہے کہ سارے فرقے ہی مراد ہیں خواہ مشرکین ہوں یا اہل کتاب یا کلمہ گو بے دین بظاہر مسلمان در حقیقت دشمن دین یخوضون بنا ہے خوض سے بمعنی پانی میں گھسنا اصطلاح میں کسی بات یا کسی کام میں مشغول ہو جانے کو خوض کہا جانے لگا اب بطور دل لگی مذاق کسی بات میں مشغول ہونے کو خوض کہتے ہیں۔ کیونکہ پانی میں گھسنا ہلاکت کا ذریعہ ہے ایسے ہی اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑانا بربادی و ہلاکت کا ذریعہ ہے۔ (تفسیر صاوی)
خیال رہے کہ جیسے سمندر میں جانا چند طرح کا ہوتا ہے۔ مچھلی لینے کو موتی لینے کو عنبر لینے کو سمندر عبور کرنے کو اور جان دینے کو کہ ڈوب کر جان دے دی جائے پہلے تین داخلے مفید ہیں آخری چوتھا داخلہ مضر یوں ہی قرآن کریم میں سوچ بچار چار قسم کے ہیں۔ تفکر تدبر غور اور خوض ظاہری خوبیاں سوچنا تفکر ہے۔ قرآن کی اندرونی خوبیاں سوچنا اس کے اسرار نکالنا تدبر ہے اس کے احکام میں سوچ بچار غور ہے اور قرآن مجید میں عیب نکالنے اسے بگاڑنے کے لئے سوچ بچار خوض کرنا کفر ہے انکار کا کام ہے یہاں آخری قسم کا سوچ بچار یعنی خوض کفر مراد ہے۔ آیات سے مراد آیات قرآنیہ احادیث نبویہ۔ اسلامی احکام شرعی قوانین سبھی ہیں کہ یہ سب آیات اللہ ہیں اور ہو سکتا ہے کہ آیات سے مراد حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود آیات الہیہ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول ہر فعل ہر ادا آیت الہی ہے۔ خیال رہے کہ قرآن کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کی بھی پانچ قسمیں ہیں۔ دیکھنا تکنا نظارہ کرنا زیارت کرنا تاکنا گھورنا تاسین وہ چہرہ دیکھنے سے صحابی مومن بنتا ہے۔ چہرہ تکنے سے مغفور بلکہ محفوظ بنتا ہے۔ مگر گھورنے سے سخت کافر بن جاتا ہے۔ محبت سے دیکھنا یہ ہے بخشش کی امید گناہوں کی معافی کے لئے اس طرح دیکھنا جیسے فقیر بھکاری سخی کا منہ یا مجرم سید کار مہربان کریم حاکم کا منہ

www.alahazratnetwork.org

[illegible] سمجھتے ہیں۔ نکلا [illegible] بعض سے [illegible] لیکن [illegible] چھ ماروں [illegible]
[illegible] سے عرض اور [illegible] پیدا ہوتی ہے اس [illegible] ۔ وضیفہ [illegible] میں بڑا فرق ہے چونکہ
ایاتنا میں اتنی وسعت ہے اس لئے یہاں **فی القرآن** نہ فرمایا بلکہ **فی ایاتنا** ارشاد ہوا تاکہ پتہ چلے اللہ تعالیٰ کی ایک صفت
[illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی آیات اور اس کی صفات کی آیت ہیں۔ **فاعرض عنهم** یہ عبارت [illegible]
اور ہدایت کی اس میں بھی خطاب مسلمانوں سے ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تعلق نہیں ہے [illegible] **گے** مضمون سے
معلوم ہو رہا ہے **اعرض** بنا **اعراض** سے جس کا مادہ **عرض** ہے یعنی چوڑائی کسی طرف سے منہ پھیرتے ہیں منہ کی
چوڑائی اس طرف ہو جاتی ہے [illegible] رخسار اس کے منہ پھیرنے [illegible] یہاں منہ پھیرنے سے اس مجلس
سے اٹھ جانا ان لوگوں سے دور رہنا ان کی باتیں نہ سننا مراد ہے۔ اگر روکنے کی طاقت نہ ہو تو یہ کرے اگر طاقت ہو تو ان کو ہاتھ
سے [illegible] روکے [illegible] اعراض کی ایک قسم ہے اس معنی سے یہ آیت منسوخ نہیں۔ تفسیر صاوی نے اس
آیت [illegible] منسوخ [illegible] اعراض کے معنی ہیں [illegible] ان کی بات سننا صرف وہاں سے ہٹ جانا
ہے اس معنی سے یہ آیت منسوخ ہو گئی۔ **حتیٰ یخوضوا فی حدیث غیرہ** یہ اعراض کی انتہاء ہے [illegible] حتیٰ انتہاء
[illegible] ہے **یخوضوا** کا فاعل وہی ہیں [illegible] مذاق [illegible] حدیث سے مراد عام بات چیت ہے **غیرہ** حدیث کی
صفت ہے [illegible] مرجع وہی **ایاتنا** ہے چونکہ آیت بھی حدیث ہیں [illegible] بات چیت اس لئے واحد مذکر ارشاد ہوا اور اگر
ایاتنا سے قرآن مجید یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہوں تو **غیرہ** فرمانا بالکل واضح ہے (روح المعانی و بیان کبیر وغیرہ) **واما**
ینسینک الشیطان یہ مسئلہ کی دوسری صورت کا بیان ہے **اما** دراصل **ان ما** تھا ان شرطیہ **ما** زائدہ عموم کے لئے یعنی
اگر کبھی **ینسینک** ہماری قراءت میں پہلے نون کے سکون سین کے کسرہ سے ہے باب افعال سے دوسری قراءت میں **ینسینک** پہلے نون کے
فتح سین کے شد سے ہے باب تفعیل سے دونوں کے معنی ایک ہیں اگرچہ اس جگہ خطاب مسلمانوں سے ہے نہ کہ نبی صلی
اللہ علیہ وسلم سے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قرین شیطان بفضلہ تعالیٰ مسلمان ہو چکا ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ
اچھی بات بھلائے نہ اس سے روکے [illegible] حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر چلتا نہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی
بھول رب تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے تاکہ لوگوں کو بھول چوک کے مسائل معلوم ہو جاویں شیطان کی طرف سے
نہیں ہوتی تفسیر روح المعانی [illegible] حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں انہوں نے یہاں بڑے غوطے
کھائے ہیں [illegible] صورت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی [illegible] لیکن مجلسوں میں شریک نہ
ہوئے آخر میں [illegible] خطابات مسلمان سے ہے [illegible] قسمیں ہیں اور تحقیق کی کہ [illegible] قسم کی
بھول حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہو سکتی ہے [illegible] حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کی بھول رب تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے [illegible] شیطانی بھول سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم محفوظ ہیں رب تعالیٰ
فرماتا ہے **سنقرئک فلا تنسیٰ الا ما شاء اللہ** اس کی تحقیق ان شاء اللہ اسی آیت کی تفسیر میں ہو گی۔ دیکھو حضور صلی اللہ
علیہ وسلم [illegible] وقت [illegible] رب تعالیٰ [illegible] بشریت کی
تھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند میں غفلت نہیں ہوتی اس لئے نیند سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو نہیں جاتا

www.alahazratnetwork.org

احادیث امام باقر ماتے ہیں شعر

گر چہ ہر عیسیٰ خدا مارا نہ ہو — دل دریں حضرت بحق مشغول ہو

فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظالمين۔ یہ عبارت **واما ينسينك** کی [illegible] ہے یہاں بھی **لا تقعد** میں
خطاب مسلمان سے ہے نہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے حق یہ ہے کہ قعود جلوس دونوں ہم معنی ہیں بعض
لوگوں نے جانب کہ کھڑے سے بیٹھنا قعود ہے بیٹھے سے اٹھ کر بیٹھنا جلوس اسی لئے قبر میں مردے کو بٹھانے کے لئے حدیث
شریف میں **يجلسانه** فرمایا گیا **والله اعلم** یہاں **لا تقعد** کے معنی ہیں نہ بیٹھو اور نہ بیٹھے رہو۔ **ذكرى** مصدر ہے معنی
ذکر جس کے معنی ہیں یاد آجانا اس کے سوا کوئی مصدر بروزن **فعلى** نہیں آیا (روح البیان) ذکر کے چند معانی ہم دوسرے پارے
میں عرض کر چکے ہیں یاد، تذکرہ نصیحت، عزت، چرچا، بڑائی وغیرہ یہاں معنی یاد ہے چونکہ آیت الہیہ کا مذاق اڑانا کفر و
شرک و ظلم ہے اور مذاق اڑانے والے لوگ ظالم ہیں اس لئے یہاں **معهم** نہ فرمایا بلکہ **مع القوم الظالمين** ارشاد ہوا اس
طرف سے **لا تقعد** کا چونکہ بحال نظا شریعت میں معاملہ ہے اس لئے یہاں **بعد الذكرى** کی قید لگائی **وما على الذين
يتقون** یہ جملہ نیا ہے جس میں حضرات صحابہ کی اس معذرت کا جواب دیا گیا ہے جو شان نزول میں عرض کی گئی وا ابتدائیہ ہے اور
ما نافیہ **ليس** **يتقون** میں تقویٰ سے مراد لہو و شر سے بچنا ہے لہٰذا اس سے مراد ہے مسلمان مراد ہیں اور ہو سکتا ہے کہ
تقویٰ سے ان کا دلی محبت ہے یہ حدیث دل سے میلا ساتھ پڑ مراد ہو مضبوط تقویٰ کے دو معنی ہیں ڈرنا اور بچنا اگر
اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو تو معنی ڈرنا ہوتا ہے جیسے **اتقوا الله** اور اگر اس کے بعد کسی کا ذکر ہو تو معنی بچنا ہوتا ہے جیسے
واتقوا النار چونکہ یہاں کوئی ذکر نہیں تو یہاں دونوں معنی درست ہیں یعنی بچتے ہیں وہ بد عقیدگی سے یا بچتے ہیں محبت کفار سے
یا بچتے ہیں ان کے بکواس میں رغبت کرنے سے یا بچتے ہیں دل کی حاضری سے کہ مجبوراً ان کے جسم تو کفار کے ساتھ ہو جاتے ہیں
مگر ان کے دل ان کے پاس نہیں ہوتے دل تو دلدار کے پاس ہوتے ہیں۔ غرضیکہ **يتقون** میں بہت سے احتمالات ہیں اور اگر
تقویٰ معنی ڈرنا ہے تو یا تو اپنے ایمان کے جاتے رہنے سے ڈرنا مراد ہے یا اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے ڈرنا مراد لیعنی وہ ان لوگوں میں
جائیں ضرورتاً ان کے پاس بیٹھیں مگر اپنے ایمان سلب ہو جانے کا خطرہ ان کے دل میں لگا ہو یا خوف خدا ان کے دل میں ہو تو وہ
صحبت انہیں نقصان دے گی۔ ان پر بجلی کے پاور کو ہاتھ لگ جاوے تو ہلاک کر دیتا ہے لیکن اگر ہاتھوں پر ربڑ کا تھیلا
چڑھا ہو تو پاور نقصان نہیں دیتا غرض صحبت ایمان ضائع ہونے والا پاور ہے لیکن اگر دل پر تقوے اور خوف خدا کا تھیلا چڑھا ہو تو
پھر ضرر نہیں ہوتی غرضیکہ **يتقون** کے پانچ معنی ہیں۔ **من حسابهم من شيء**۔ اس عبارت کی بہت ترکیبیں ہیں آسان
ترکیب یہ ہے کہ **من شيء** اسم ہے **ما** کا اور رفعی حالت میں ہے اور **من حسابهم** حال مقدم ہے **من شيء** کا **من شيء**
میں من زائدہ ہے استغراق کے لئے اور **من حسابهم** میں من تبعیضیہ ہے اس صورت میں آیت کے معنی بالکل ظاہر ہیں
یعنی متقی مسلمانوں پر کفار کے دل لگی مذاق کے حساب میں سے کچھ نہیں اگر وہ کسی ضرورت سے وہاں جائیں یا بیٹھیں جبکہ یہ
اس دل لگی مذاق دو رہا ہے تو یہ مجبور مسلمان گنہگار نہیں **ولكن ذكرى لعلهم يتقون** یہ عبارت پچھلی عبارت سے ایک وہم دور کر
رہی ہے اس لئے یہاں **لكن** ارشاد ہوا [illegible] ہو۔ [illegible] **ذكرى** یا تو مصدر ہے معنی نصیحت ہے یا معنی برائی کا
ذكرى سے پہلے یا تو **عليهم** پوشیدہ ہے تو ذکری تو مبتدا ہے [illegible] **واذكروا** پوشیدہ ہے تو ذکری منصوب

www.alahazratnetwork.org

مطلق ہونے کی وجہ سے نصب کی حالت میں ہے یہاں ذکری سے مراد ہے نصیحت کرنا یا ان کے اس برے کام کی برائی کرنا سب یا اپنے چہرہ یا اپنی حرکات سے ناپسندیدگی ظاہر کرو یا بقدر طاقت انہیں اسلام کی تبلیغ کرنا اور ہو سکتا ہے کہ ذکری بمعنی یاد دلانا ہو یعنی انہیں یاد دلادو کہ تم کون ہو اور رب تعالیٰ کون ہے حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کون اگر یہ تین باتیں یاد رہیں تو بندہ گناہ نہ کر سکے یہ یاد دلانا یا زبان سے ہو یا اپنے عمل سے یا اپنی نظر سے جیسے جنید بغدادی نے شرابیوں کو یہ یاد دلا کر انہیں مارنی بنادیا یزید بسطامی نے یہ یاد دلا کر ایک زانیہ عورت کو ولیہ بنادیا ذکری پہلے ہے تقویٰ بعد میں تخم کی کاشت پہلے ہوتی ہے پیداوار بعد میں جب تخم کی کاشت ہو تو بارش مفید ہوتی ہے یہاں لعل یا تو شک کے لئے ہے یا امید کے لئے اور یہ شک و امید ان مسلمان ناصحین کے لحاظ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ شک یا امید سے پاک ہے لعلھم میں ھم کا مرجع یا دل لگی مذاق کرنے والے کفار ہیں یا مومن فاک یا اس ہوا یعنی نصیحت سے تقویٰ سے معنی یہ ہوں گے کہ اگر مسلمان ان بدمذہب کفار کے پاس بیٹھنے ... ہو جائیں تو مجرم نہیں مگر ان پر لازم ہے کہ قولی یا دلی یا عملی نصیحت انہیں ضرور کریں ان کی حرکت کی برائی ان پر ظاہر کر ... اس امید سے کہ شاید یہ لوگ مسلمان ہو جاویں یا شاید اس حرکت سے بچ جاویں۔

خلاصہ تفسیر۔ اے مسلمان جب تو ایسے لوگوں کو دیکھے جو آیات قرآنیہ یا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات یا حضور کی ذات (یعنی جامع آیات) کا مذاق اڑانے دل لگی کرنے میں مشغول ہیں تو تو ان کے پاس نہ بیٹھ نہ ان کی اس حرکت میں کسی طرح شرکت کر نہ ان کی اس گفتگو کو رغبت سے سن بلکہ یا انہیں اس حرکت سے روک دے یا وہاں سے چلا جا جب تک کہ وہ یہ ... چھوڑ کر دوسری بات شروع نہ کر دیں تب تک ان سے دور رہ اگر کبھی تجھے شیطان ہمارا یہ حکم بھلا دے اور تو بھول کر وہاں بیٹھ جائے تو ہماری یہ ممانعت یاد آجانے پر فوراً وہاں سے ہٹ جا ایک آن کے لئے اب وہاں نہ بیٹھ کہ وہ قوم ظالم ہے ان کے ساتھ نشست برخاست کرنے والا بھی ظالم ہے ہاں جو مسلمان کسی وجہ سے وہاں بیٹھنے وہاں جانے پر مجبور ہوں تو ان کفار کا حساب ان مجبوروں سے نہ لیا جاوے گا اور یہ مجبور مسلمان گنہگار نہ ہوں گے مگر خیال رکھنا کہ مجبوری کا بہانہ بنا کر ان سے ان کی طرف رغبت نہ کرنا بلکہ ایسی مجبوری میں بھی بقدر طاقت انہیں نصیحت کرنا ان کے اس عمل کی برائی ظاہر کرنا اس امید پر کہ شاید یہ لوگ ان حرکتوں سے باز آجاویں غدا توفیق دے تو مسلمان ہو جاویں اس صورت میں تجھے اجر و ثواب ملے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ کفار کی صحبت کی چند صورتیں ہیں اور ان کے الگ الگ احکام رغبت کے ساتھ یہ مغرب لاپروائی کی وجہ سے صحبت یہ حرام ہے۔ نفرت کے ساتھ صحبت نہ جائز ہے بشرطیکہ ضرورۃً ہو۔ انہیں تبلیغ کرنے کے لئے صحبت یہ ثواب ہے۔ یہاں دونوں آیتوں میں ان تمام قسموں کا ذکر ہے۔

فائدے۔ ان آیتوں سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ۔ بے دینوں کی مجلسوں ان کے جلسوں جلوسوں میں مسلمانوں کو جانا ان میں شریک ہونا ان کی تقریریں سننا سب حرام ہے۔ ان کی تائید کرنا کفر ہے۔ یہ فائدہ لا تقعد سے حاصل ہوا اس سے وہ مسلمان عبرت پکڑیں جو ماتم مرثیوں تعزیوں علم وغیرہ روافض کے جلوسوں جلسوں میں بے دھڑک شرکت کرتے ہیں ان کی رونق بڑھاتے ہیں وہاں تماشہ دیکھنے کے لئے جانا بھی حرام ہے ہم نے دیکھا کہ ہندوؤں کے رام لیلوں و سہرہ تک میں مسلمان جانے سے نہیں رکتے۔ دوسرا فائدہ۔ اگر کسی جگہ مسلمان بیٹھا ہو اور وہاں بے دین آکر کوئی شروع کر دیں تو ان کو طاقت سے روک دے یہ فائدہ لا عوض عنھم کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا ان کو بھگا دے خود نہ بھاگے جیسے بدبختوں کے

www.alahazratnetwork.org

لئے میدان چھوڑ دینا خود وہاں سے ہٹ جانا سخت غلطی ہے اس لئے یہاں فاعرض فرمایا یہ نہ فرمایا کہ وہاں سے بھاگ جاؤ انہیں وہاں سے ہٹاؤ یہ بھی اعراض کی ایک قسم ہے۔ تیسرا فائدہ: ایسی جگہ سے اگر کفار کو ہٹانا انہیں روکنا ممکن نہ ہو تو مسلمان خود وہاں سے ہٹ جاوے یہ فائدہ اعرض کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ: دنیاوی بات چیت دنیاوی کاروبار کے لئے کفار کے پاس مسلمانوں کا بیٹھنا ان سے باتیں کرنا باطل جائز ہے۔ یہ فائدہ حتی یخوضوا الخ سے حاصل ہوا۔ پانچواں فائدہ: بدمذہبوں بے دینوں کی کتابیں پڑھنا ان کا مطالعہ کرنا حرام ہے کہ اس میں اپنے پھسل جانے کا خطرہ ہے یہ فائدہ بھی فاعرض عنھم سے حاصل ہوا۔ چھٹا فائدہ: اگر بھی مسلمان بھولے چوک غلطی سے کفار اور بدمذہبوں کے جلسوں جلوسوں تقریروں میں چلا جاوے تو خیال آجانے پر فوراً وہاں سے ہٹ جاوے ورنہ اب گنہگار ہوگا یہ فائدہ لا تقعد بعد الذکری الخ سے حاصل ہوا۔ ساتواں فائدہ: اگر مسلمان کو کفار کے جلسوں جلوسوں میں ضرورۃً جانا پڑ جاوے دل سے ناراض ہو تو گنہگار نہیں جیسے کوئی مسلمان سپاہی انتظام کے لئے بجلی والا لاؤڈ سپیکر والا مسلمان وہاں اپنی ڈیوٹی دینے وہاں جائے تو گنہگار نہیں یہ فائدہ وما علی الذین یتقون الخ سے حاصل ہوا۔ آٹھواں فائدہ: کفار کے جلسوں میں تردید یا تبلیغ کے لئے جانا جائز بلکہ ثواب ہے رغبت سے جانا ضرورۃً جانا۔ تردید کے لئے جانا تبلیغ کے لئے جانا ان سب میں بڑا فرق ہے ان کے احکام جداگانہ ہیں یہ فائدہ ولکن ذکری الخ سے حاصل ہوا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون و فرعونیوں کے دربار میں بھیجا کہ فرمایا اذھب الی فرعون انہ طغی یہ بھیجنا فرعونیوں کو تبلیغ دین فرمانے کے لئے تھا لہذا وہ آیت کریمہ اس آیت کے خلاف نہیں۔

پہلا اعتراض: اگر بدمذہبوں بے دینوں کافروں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا حرام ہے تو موسیٰ علیہ السلام فرعون کے گھر میں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابو طالب کے گھر میں کیوں رہے یہ دو حضرات تو برسوں کفار کے گھروں میں رہے۔ جواب: ان ہستیوں کا ان لوگوں کے وہاں رہنا بحث اس حکم کے آنے سے پہلے تھا نیز اب بھی کفار کے پاس رہنا سہنا ان کے پاس اٹھنا بیٹھنا دنیاوی ضرورت کے لئے جائز ہے یہاں تو یہ ارشاد ہے کہ جب وہ دین کا مذاق اڑا رہے ہوں کفر بک رہے ہوں تب ان کے پاس نہ بیٹھو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق تو رب تعالیٰ نے اپنی شان دکھاوی کہ جس بچہ کی روک کے لئے فرعون نے بنی اسرائیل کے اسی ہزار بچے ذبح کر دیئے اس فرزند کو اسی کی گود میں پرورش کرا دیا پھر موسیٰ علیہ السلام نے کبھی فرعون کی تائید نہ کی بچپن شریف میں اس کی داڑھی پکڑ کر اس کے طمانچہ مار دیا۔ دوسرا اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ کفار جہاں کفر بک رہے ہوں وہاں سے مسلمان بھاگ جاویں اس میں تو انہیں اور بھی کفر کا موقعہ دینا ہے کفار کو بھگانا کمال ہے بھاگ جانا کمال نہیں یہ تعلیم درست نہیں (تفسیر روح البیان)۔ جواب: اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ مسلمان کو اعراض کا حکم دیا گیا نہ کہ وہاں سے بھاگ جانے کا اعراض کی اس سے متعلق دو صورتیں ہیں۔ کفار کو وہاں سے ہٹا دینا انہیں اس بکواس سے روک دینا طاقت سے یا تبلیغ سے اگر یہ دونوں باتیں نہ ہو سکیں تو خود وہاں سے ہٹ جانا بعض صورتوں میں ہٹ جانا بھی حکمت و مصلحت سے ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی اس ہجرت میں ہزارہا راز تھے جو بعد میں کھلے۔ تیسرا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ ظالم قوم کے ساتھ بیٹھنا حرام ہے پھر انہیں تبلیغ ہدایت کیسے کی جاوے گی۔ قریب رہ کر تبلیغ اعلیٰ ہے دور کی تبلیغ سے۔ جواب: یہاں محبت و الفت سے کفار کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے منع فرمایا گیا ہے خصوصاً جب کہ وہ

www.alahazratnetwork.org

اسلام کے خلاف ہو اس کو جمع رکھے یا ان کی تبلیغ کے لئے ان کے پاس آنا جانا ان سے الفت کرنا تاکہ یہ دینی اخلاق سے وہ مائل بہ اسلام ہو جاویں یہ تو عبادت ہے۔ جیسا کہ آیت کی روشنی سے معلوم ہو رہا ہے۔ **چوتھا اعتراض:** اس آیت میں سارے خطابات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں۔ حضرات انبیاء کرام کو بھول چوک ہو سکتی ہے شیطان انہیں بھلا سکتا ہے۔ **جواب:** شیطان نے آدم علیہ السلام کو دھوکہ دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک قبطی کو قتل کر دیا آپ نے خود فرمایا **هذا من عمل الشيطان**۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بارہا بھول چوک ہوئی۔ **جواب:** ہم نے اپنی کتاب ... بیان کر چکے ہیں جو بات اپنی کتاب قہر کبریا بر منکرین عصمت انبیاء میں دیئے ہیں وہاں مطالعہ کرو یہاں بطور اختصار اتنا سمجھو کہ شیطان کا نبی سے گناہ نہیں کرا سکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بعض نبیوں کو اس نے دھوکہ دیا جس سے انہیں خطا یا نسیان ہوا لیکن نہیں گناہ اور خطا میں بڑا فرق ہے۔ آدم علیہ السلام کے وہم میں بھی یہ بات نہ تھی کہ میرا آنا برائی بن سکتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو فرمایا **من عمل الشيطان** اس کے معنی ہیں کہ قبطی کا اس برابری پر ظلم کرنا شیطانی کام ہے نہ کہ اس قبطی کو مار دینا قتل ہو۔ قتل کافر تو عبادت ہے چونکہ اس میں بھی گفتگو ہے لہٰذا ان حضرات کو شیطان سے یہ دھوکہ ان کو نبی بنے سے پہلے دیئے یہ سب گفتگو دیگر انبیاء کرام میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شیطان مطلقاً بھول نہ سکا آپ سے جو سہو بار ہوا بھی اس کا خیال بھی نہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھول یا نماز کے وقت سو جانا رب تعالیٰ کی طرف سے ہے جس پر صدہا شرعی مسائل مبنی تھے۔ یہاں خود آیت کریمہ اعلان فرما رہی ہے کہ اس جگہ عام مومن سے خطاب ہے نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ یہاں ہی ارشاد ہے۔ **وما على الذين يتقون من حسابهم من شيء**۔ معلوم ہوا کہ سارے خطاب متقی مومنوں سے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ: بعض لوگ قرآن کریم میں خائضین ہیں۔ یعنی غوطے کھا کر جان گنوانے والے اور بعض اس قرآنی سمندر میں غاصین ہیں یعنی قرآن میں سے موتی عنبر نکالنے والے سمند۔ کا خائض جان گنواتا ہے اور سمندر کا غواص موتی لاتا ہے۔ جو کسی کشتی میں کسی کی گہرائی میں سمندر میں قدم رکھے وہ موتی وغیرہ لاتا ہے جو خود چھلانگ لگاوے وہ جاتا ہے۔ یوں قرآن کے سمندر میں سنت مصطفوی کی کشتی میں سوار ہو جس کے کپتان آئمہ مجتہدین ہیں غواص بنے غواض نہ بنے یہاں ہم کو خائضین کے پاس بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے۔ غواص کی صحبت کا حکم ہے جیسے انسان اپنی جان کی حفاظت کے لئے زہریلے جانوروں سے بھاگتا ہے مال کی حفاظت کے لئے چوروں ڈاکوؤں ٹھگوں سے دور رہتا ہے اپنی صحت و تندرستی کی حفاظت کے لئے نقصان دہ غذاؤں سردی گرمی سے بچتا ہے یوں ہی مومن کو چاہئے کہ اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے بے ایمانوں کی الفت بے دینوں کی صحبت سے دور رہے ورنہ اپنی دولت ایمان کھو بیٹھے گا۔ طبیعت انسانی صحبت کا اثر لیتی ہے کسی نے کیا خوب فرمایا شعر

نفس از ہم نفس گیرد خوئے … پر حذر باش از لقاء خبیث
باد چوں بر فضائے بد گذرد … بوئے بد گیرد از ہوائے خبیث

جیسے ہوا گندگی پر گذر کر گندی ہو جاتی ہے انسان گندوں کی صحبت میں گندہ ہو جاتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں شعر

تا توانی دور شو از یار بد … یار بد بدتر بود از مار بد
مار بد تنہا ہمیں بر جاں زند … یار بد بر جان و بر ایماں زند

www.alahazratnetwork.org

وہ سانپ جاں لیتا ہے۔ بدیار ایمان برباد کر دیتا ہے۔ اس لئے اس آیت کریمہ میں بروں کی صحبت سے سخت ممانعت فرمائی گئی۔ ہاں وہ متقی پرہیزگار جو تبلیغ دین کے لئے ان کفار کے پاس جائیں وہ انشاء اللہ انہیں اپنے رنگ میں رنگ دیں گے ان کے رنگ میں نہ رنگے جاویں گے کیونکہ وہ تو آفتاب نبوت کی دھوپ ہیں یا سمندر رسالت کی موج۔ دھوپ گندی زمین کو خشک کر کے پاک کر دیتی ہے مگر خود ناپاک نہیں ہوتی سمندر کی ایک موج گندگیوں کو بہا کر سمندر تک پہنچا دیتی ہے تو وہ موج نہ ناپاک ہو نہ سمندر بلکہ وہ گندگی پاک ہو جاتی ہے۔ حضرات اولیاء علماء گندوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا کر انہیں ستھرا کر دیتے ہیں نہ ان کی ولایت ان گندوں کا اثر لے نہ علماء کا علم نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ پانی ہر چیز کو پاک کرتا ہے لیکن اگر پانی خود ناپاک ہو جاوے تو اس کو پاک کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ کثیر پانی میں فنا ہو جاوے دوسرے یہ کہ بہتے پانی کے ساتھ رواں ہو جاوے۔ فنا کو رواں ہونا اسے پاک کرتا ہے اس لئے ساتھ ہی ارشاد ہوا **وما على الذين من حسابهم من شيء**۔ مگر خیال رہے کہ ہر شخص لہر موج نہیں لہذا ہر شخص اس کی جرأت نہ کرے۔ کنواں گندگی سے ناپاک ہو جاتا ہے سب رواں اور بڑا تالاب سمندر گندگی کو پاک کر دیتا ہے یہ آیت کریمہ شریعت و طریقت کی جامع ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ زمین پر سورج دن نکالتا ہے زمین کا دن رات سورج کے طلوع و غروب سے ہیں دلوں کی دنیا کا دن نبوت کے سورج کی تجلی سے ہے اس سورج نے صحابہ کرام اہل بیت اولیاء اللہ صالحین مومنین کے دلوں پر طلوع کیا دن نکال دیا۔ خود سورج میں کبھی رات نہیں آسکتی وہ تو خود رات دور کرنے والا ہے اس کی رات کون دور کرے یونہی عصیان، شیطان، نسیان، نافرمانی، نسیان وغیرہ ہم سے سرزد ہو سکتے ہیں کہ ہمارے دلوں میں رات آسکتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر نہیں ہو سکتے کہ وہاں رات کا امکان ہی نہیں۔ آپ نے انہیں سراج منیر بنایا۔ لہذا **واما ينسينك الشيطان** ہم جیسے گنہگاروں کے لئے ہے۔

وَذَرِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَعِبًا وَلَهْوًا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ

اور چھوڑ دو ان لوگوں کو جنہوں نے بنا لیا اپنا دین کھیل اور دھوکے میں ڈال دیا ان کو زندگی دنیا نے اور

اور چھوڑ دے ان کو جنہوں نے اپنا دین ہنسی کھیل بنا لیا اور انہیں دنیا کی زندگی نے فریب دیا اور قرآن

بِهٖ أَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيعٌ

نصیحت کرو اس سے یہ کہ پکڑا جاوے نفس اس سے جو اس نے کمایا نہیں ہے واسطے اس کے اللہ کے مقابل دوست

سے نصیحت دو کہ کہیں کوئی جان اپنے کئے پر پکڑی نہ جائے اللہ کے سوا نہ اس کا کوئی حمایتی ہو نہ سفارشی

وَإِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ أُبْسِلُوا بِمَا كَسَبُوا

نہ شفاعت کرنے والا اور اگر فدیہ دیوے ہر قسم کا فدیہ تو نہ لیا جاوے اس سے یہ لوگ وہ ہیں جو پکڑے گئے اس وجہ سے

اور اگر اپنے عوض سارے بدلے دے تو اس سے نہ لئے جائیں یہ ہیں وہ جو اپنے کئے پر پکڑے گئے۔

www.alahazratnetwork.org

لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ وَّعَذَابٌ أَلِيمٌۢ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ۟

جو کمایا انہوں نے وہ جو پکڑے گئے ان کے پینا ہے تیز گرم پانی سے اور ہے دردناک اس وجہ سے جو وہ کفر کرتے تھے
انہیں پینے کو کھولتا پانی اور دردناک عذاب بدلہ ان کے کفر کا

تعلق اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق۔** پچھلی آیات کریمہ میں کفار کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے مسلمانوں کو منع فرمایا گیا تھا اب انہیں مسلمانوں کو کفار سے دوسرے تعلق رکھنے سے منع فرمایا جا رہا ہے گویا خاص حکم کے بعد عام حکم دیا جا رہا ہے کہ ان کے ساتھ کسی قسم کی دوستی نہ رکھو۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیت کریمہ میں فرمایا گیا تھا کہ کفار اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں اب ارشاد ہے کہ وہ تو اپنے دین کو کھیل کود ہی سمجھتے ہیں اگر اسلام کا مذاق بنائیں تو ان سے کیا تعجب ہے۔ **تیسرا تعلق۔** پچھلی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ مسلمانوں کو ان کے بارے میں جواب دہی نہ ہوگی کہ آخرت میں ان کا کوئی بھی بار نہ ہوگا نہ مسلمان ان سے ہم قوم کفار۔ **چوتھا تعلق** پچھلی آیت میں ارشاد ہوا کہ مسلمان ضرورۃً کفار کے ساتھ مل جل سکتے ہیں اب ارشاد ہے کہ یہ ملنا جلنا صرف ظاہری ہو دل سے ان کے ساتھ الفت نہ ہو گویا جسمانی ملنے کا ذکر پچھلی آیت میں ہوا۔ روحانی علیحدگی کا ذکر اب ہو رہا ہے۔

تفسیر: وذر الذین اتخذوا دینھم لعبا ولھوا۔ یہ عبارت نیا جملہ ہے اس لئے واؤ ابتدائیہ ہے اس میں خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے یا ہر مسلمان سے **ذر** وذال سے ایک فعل ہے جس کا مصدر کوئی نہیں اور صرف مضارع اور امر ہی استعمال ہوتا ہے ماضی نہی اسم فاعل وغیرہ نہیں آتے یعنی افعال غیر متصرفہ ہے یہاں چھوڑنے سے ان کی پرواہ نہ کرنا ان کے مسلمان نہ ہونے پر رنج و غم نہ کرنا مراد ہے لہٰذا آیت محکم ہے منسوخ نہیں ہے اگر اس کے معنی یہ ہوں کہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو ان پر جہاد نہ کرو تو منسوخ ہے مگر پہلی توجیہ قوی ہے آیت منسوخ نہیں **الذین** سے مراد وہی مشرکین ہو کفار ہیں جن کا ذکر پچھلی آیت میں گذرا **اتخذوا** دو مفعول چاہتا ہے چنانچہ اس کا پہلا مفعول **دینھم** ہے دوسرا مفعول **لعبا ولھوا** ہے اس عبارت کی بہت تفسیریں ہیں (1) دین سے مراد اسلام ہے۔ جس کا اختیار کرنا ان پر لازم تھا اور لعب و لہو بمعنی اسم مفعول ہے یعنی جو دین انہیں اختیار کرنا چاہئے تھا اس کا مذاق اڑاتے ہیں (2) دینھم سے مراد ہے ان کے گھڑے ہوئے دین مسئلے جیسے بحیرہ سائبہ جانوروں کو حرام جاننا لہو و لعب سے مراد ہے اپنے جاہل باپ دادوں کی اندھی تقلید یعنی انہوں نے باپ دادوں کی اندھا دھند پیروی کو اپنا دین بنا لیا۔ (3) دین سے مراد ہے عید لعب و لہو سے مراد ہے کھیل تماشے یعنی ان لوگوں نے اپنی عید کا زمانہ کھیل کود اختیار کرنے۔ صرف اسلام ہی وہ دین ہے جس کی عید بھی نماز قربانی فطرہ خیرات سے منائی جاتی ہے یعنی مومن کی خوشی بھی عبادت سے ادا ہوتی ہے۔ ہندو ہولی دیوالی میں جوا رنگ چھڑکنا عیسائی بڑے دن کی خوشی رات بھر گانے ناچنے جوئے سے مناتے ہیں یہی حال تھا کفار عرب کا۔ (4) دین سے مراد ہے مذہب وملت لعب و لہو سے مراد ہے دنیا کا مال و دولت عزت و آبرو یعنی ان لوگوں نے دنیا کو اپنا دین بنا لیا جس ذریعہ سے انہیں دنیا مل جاوے وہی ان کا دین ہے (تفسیر خازن، معانی) خیال رہے کہ نفع بخش چیزوں سے رک جانا لعب ہے بیکار چیز میں وقت صرف کرنا لہو ہے دونوں لفظ قریب المعنی ہیں کھیل کود (روح البیان) **وغرتھم الحیوۃ الدنیا۔** یہ کفار کا دوسرا عیب ہے یہ عبارت **اتخذوا** پر معطوف ہے اور واؤ عاطفہ غرت بنا

www.alahazratnetwork.org

ہے غرض یہ معنی ہوا کہ قریب لاموں نے فرمایا کہ یہ باب غرورت سے معنی ہو جیسے۔ کافر یا مومن طرح ہو کر اٹھاتا ہے ایک یہ کہ
کافر دنیا کو اپنا مقصود سمجھتا ہے مومن اسے صرف رستے کی منزل جانتا ہے۔ مقصود آگے ہے۔ دوسرے یہ کہ کافر سمجھتا ہے کہ میں
دنیا کے لئے پیدا ہوا اور مومن سمجھتا ہے کہ دنیا میرے لئے بنائی گئی ہے اور میں رب کے لئے پیدا کیا گیا **ان صلوتی ونسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین**۔ تیسرے یہ کہ کافر سمجھتا ہے کہ دنیا میں حرام و حلال چیز لینے اور برتنے کے لئے ہے
لہذا وہ حرام و حلال میں فرق نہیں کرتا جو سامنے آ جائے کھا لیتا ہے۔ مومن سمجھتا ہے کہ حلال چیزیں میرے برتنے
کے لئے ہیں حرام چیزیں چھوڑنے اور پرہیز کرنے کے لئے بلکہ جو چیز رب سے غافل کر دے وہ چھوڑنے کے لئے ہے چوتھے یہ
کہ کافر بھوسہ اور دانہ میں فرق نہیں کرتا وہ سمجھتا ہے یہ سب میری غذا ہے مومن یقین رکھتا ہے کہ دانہ میرے لئے ہے بھوسہ
دوسروں کے لئے اور اپنے حلال مال سے [illegible] نکالتا رہتا ہے یعنی کافر مال کو اپنا ہی جانتا ہے کہ تمام اپنے لئے
خرچ کرتا ہے مومن جو کچھ دنیا میں کماتا ہے آخرت میں جمع کرتا ہے اجر بعد موت پاتا ہے۔ چھٹے یہ کہ کافر سمجھتا ہے کہ دنیا
میری ہے یہ مجھ سے جدا نہ ہوگی مومن سمجھتا ہے کہ دنیا میری نہیں اسی لئے کافر دنیا سے روتا ہوا جاتا ہے۔ مومن ہنستا ہوا جاتا ہے
کوئی مسافر ریل سے اترتے ہوئے روتا نہیں کہ اس نے پہلے ہی سمجھ لیا تھا ریل میری نہیں ساتویں یہ کہ کافر سمجھتا ہے کہ دنیا
آرام کی جگہ ہے جو ہو سکے عیش کر لو مومن سمجھتا ہے کہ دنیا کام کی جگہ ہے آرام کی جگہ آخرت ہے انعام کا مقام یہ دنیا
[illegible] ہیں دنیاوی زندگی ہم سب کو عطا کی گئی ہے۔ دنیوی زندگی دنیا سے زندگی دنیا میں زندگی ان تینوں میں بڑا فرق ہے
حضرات انبیاء اولیاء صالحین مومنین کی زندگی دنیا میں زندگی ہوتی ہے دنیاوی زندگی نہیں ہوتی۔ دنیا زندگی میں آجاوے تو ہلاکت
ہے اور زندگی دنیا میں رہے تو نجات ہے کشتی میں دریا آجاوے تو ڈوب جاتی ہے اور اگر کشتی دریا میں رہے تو تیرے گی شعر

آب در کشتی ہلاک کشتی است   آب اندر زیر کشتی پشتی است

یعنی ایسی ہی دنیاوی زندگی [illegible] کہ ایک وہ [illegible] دنیا ہی میں جینا ہے اس کے بعد دوسری زندگی کوئی نہیں ہمیشہ کرنا ہے
یہاں ہی [illegible] ایسے مشغول ہیں کہ انہیں آخرت کا خیال بھی نہیں [illegible] شہد میں غوطہ لگ گئے وہ
ہلاک ہو جاتی ہے اور جو مکھی اندر سے شہد کھاتی ہے وہ آرام سے رہتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ زندگی چند قسم کی ہے نفسانی زندگی جو
غفلت میں گذرے شیطانی زندگی جو گناہوں میں گذرے ایمانی زندگی جو نیکیوں میں گذرے رحمانی زندگی جو فنافی الرحمن ہو
[illegible] **الحیوة الدنیا** یعنی یہ زندگی [illegible]
[illegible] چوتھی زندگی صالحین کی ہے **وذکرهم** یہ عبارت معطوف ہے ذر پر اس میں بھی خطاب یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے
ہے یا مسلمان سے **ذکر** بنا ہے تذکیر سے معنی نصیحت کرنا یاد دلانا۔ یہاں یہ معنی درست ہیں یہاں مراد قرآن مجید ہے یا
[illegible] ارشاد ہے **ذکر بالقرآن من یخاف وعید** [illegible] اس آیت کی تفسیر ہے اس کا مفعول وہی
[illegible] یعنی اس قرآن سے [illegible] تم اپنا نام لے جاؤ یا اس قرآن سے [illegible] وہ
[illegible] طاعت [illegible]
[illegible] **واذکر لک و لقومک** خیال رہے کہ قرآن کریم نصیحت و ہدایت [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نصیحت کرنے والے ہیں

www.alahazratnetwork.org

ینے والے پاک کرنے والے اور حاکم ہیں اس لیے آیت میں خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور قرآن کریم کے سننے
ارشاد ہوا یعنی آپ نصیحت کرو بذریعہ قرآن مجید۔ **ان تبسل نفس بما کسبت۔** یہ عبارت ذکر کا مفعول لہ ہے اور ان کے
بعد لا پوشیدہ ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس کا دوسرا مفعول ہو۔ **تبسل** بنا ہے **بسل** سے بمعنی روکنا محروم کر دینا پکڑ لینا اسی سے
پہلوان کو باسل کہتے ہیں۔ **نفس** سے مراد کافر آدمی ہے۔ **ما کسبت** سے مراد ہے ان کا کفر و شرک کرنا یعنی ان کو قرآن کے
ذریعہ اس سے ڈراؤ کہ قیامت کے دن انسان اپنے کفر و شرک وغیرہ کی وجہ سے پکڑ لیا جاوے دوزخ میں قید کر دیا جاوے آخرت کی
نعمتوں سے محروم کر دیا جاوے۔ **لیس لها من دون الله ولی ولا شفیع۔** یہ کافر کی دوسری سزا کا بیان ہے یہ عبارت یا
تو تبسل سے حال ہے یا اس پر معطوف **لها** سے مراد وہی کافر نفس ہے جس کا ذکر ان آیات میں ہو رہا ہے۔ دون کے بہت معنی
ہیں۔ سوا، مقابل، علیحدہ، دور، منقطع جب لفظ **دون** الوہیت یا عبادت کے ساتھ آوے تو معنی سوا ہوتا ہے کیونکہ اللہ کے سوا
کوئی الٰہ ہے نہ کوئی معبود مگر جب مدد یا ولایت یا شفاعت کے ساتھ آوے تو معنی مقابل ہوتا ہے کیونکہ مومنوں کے مددگار اللہ
تعالیٰ بھی ہے اور اس کے مقرر کردہ بندے بھی اور کافروں کا مددگار اللہ تعالیٰ بھی نہیں اور کوئی بندہ بھی نہیں وہاں سوا کے معنی ہو
سکتے ہی نہیں یہاں ولی اور شفیع کے ساتھ **دون** آیا ہے۔ لہٰذا معنی مقابل ہے اس کے معنی یہ نہیں کہ کافروں کا حامی اللہ تعالیٰ تو
ہے اس کے سوا کوئی نہیں نعوذ باللہ بلکہ اس کے معنی یہ ہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو پکڑے گا تو کسی بت وغیرہ میں یہ طاقت نہیں کہ
اسے اللہ کا مقابلہ کر کے چھڑا دے ولایت مدد شفاعت کا فرق بارہا بیان ہو چکا چونکہ مومنوں کے ولی اور شفیع قیامت میں اللہ کے
حکم اس کی رضا سے ہوں گے۔ لہٰذا وہ **من دون الله** نہ ہوں گے خود رب تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے ہوں گے کافروں کے
ولی شفیع مقرر نہیں ہوئے اب اگر ان کی کوئی حمایت یا شفاعت کرے تو رب تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کرے گا لہٰذا وہ **من
دون الله** ہوگا یہ مضمون بہت نفیس ہے۔ قرآن بالکل درست ہے ولی اللہ اور **ولی من دون الله** کا فرق ہماری کتاب علم القرآن اور
جاء الحق میں دیکھو۔ **وان تعدل کل عدل لا یوخذ منها۔** یہ کافر کی تیسری سزا کا بیان ہے یہاں ایک پوشیدہ سوال کا
جواب دیا گیا ہے۔ یہ کہ قیامت میں کفار کے پاس فدیہ ہوگا ہی نہیں جو وہ پیش کیا کریں اگر فدیہ ہو بھی اور وہ پیش بھی کریں تو قبول
نہ ہو **تعدل** بنا ہے **عدل** سے بمعنی برابری **انصاف** اسی لئے عدل کہتے ہیں کہ اس سے فریقین میں صحیح برابری کی جاتی ہے۔
اونٹ کی پیٹھ کا دو طرفہ بوجھ عدل کہلاتا ہے کہ وہ برابر ہوتا ہے یہاں عدل سے مراد فدیہ ہے یعنی خون بہا فدیہ چند قسم کا ہوتا ہے
جانی فدیہ مالی فدیہ وغیرہ **کل عدل** سے مراد یا تو ہر قسم کا فدیہ ہے مالی ہو یا جانی یا مراد ہے کامل پورا پورا فدیہ جیسے کہا جاتا ہے **هو
رجل کل رجل** ... روح المعانی اور **لا یوخذ منها** جزاء ہے **یوخذ** کا نائب فاعل **منها** ہے ...
عدل کیونکہ یہاں عدل مصدر ہے ... قابل نہیں اور آیت کریمہ **لا یوخذ منها عدل** میں **عدل** بمعنی
مفعول ہے ... روح المعانی بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہاں عدل سے مراد ایسے ... اور گناہوں کے کفارات ہیں یعنی
اگر ... مومن ... کی اطاعت کرے اب تمام گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے قرآن کی یہ بات ... کی ...
معانی **اولئک الذین ابسلوا بما کسبوا۔** یہ ان مذکورہ کافروں کی حالت ہے یہاں بھی **ابسلوا** کے وہ تمام
معنی ہو سکتے ہیں جو ہم ابھی **تبسل** کی تفسیر میں عرض کر چکے۔ **بما** سے مراد ... عقیدہ اور اعمال ہیں یا صرف
جسمانی گناہ ... ان کفار کی ان تمام برائیوں کی وجہ سے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں آ چکے اس کی رحمت سے دور ہو چکے عمل کا

www.alahazratnetwork.org

وقت حمایت اب فدیہ یہاں روایت و شفاعت سے ہی **لھم شراب من حمیم** ۔ اس عبارت میں بیان ان کی چوتھی سزا کا ہے جو قیامت کے بعد دوزخ میں [illegible] قیامت میں [illegible] پڑا [illegible] ہے جو ابھی مذکور ہوئی [illegible] پانی تو [illegible] شراب پینے کی چیز کو کہا جاتا ہے [illegible] پینے کا پانی ہے۔ **حمیم** بنا ہے حمم سے معنی کھولتا سخت گرم ہوا **حمیم** سخت گرمی [illegible] پانی [illegible] جائے۔ یہ پانی ان کے اہتمام سے **حمیم** [illegible] وجہ سے سخت غصہ ہو [illegible] **حمیم** [illegible] پانی کی [illegible] حال ہو گا کہ پیٹ میں [illegible] پانی [illegible] خیال رہے [illegible] دوزخ میں گرم پانی بھی پلایا جاوے گا اور دوزخیوں کا خون و پیپ بھی جسے غساق کہتے ہیں۔ لہٰذا یہ آیت کریمہ غساق والی آیت کے خلاف نہیں۔ **لھم عذاب الیم** ۔ اس عبارت میں [illegible] عذاب سے [illegible] عذاب [illegible] الیم بنا ہے الم سے معنی تکلیف، رنج اس میں بھوک پیاس [illegible] جانوروں کی طرح [illegible] تشنیع اور غیبوں کی آپس کی لڑائی [illegible] رسوائی وغیرہ سب عذاب الیم میں داخل ہیں اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے [illegible] **لھم** [illegible] معلوم ہوا کہ [illegible] سے خاص [illegible] رشتہ [illegible] **بما کانوا یکفرون** ۔ اس عبارت کا تعلق گزشتہ پانچوں سزاؤں سے ہے [illegible] ساری بدعقیدگیاں ہیں جو [illegible] بدعقیدگیوں کا نتیجہ ہیں [illegible] بے گا شعر

[illegible]

خلاصہ تفسیر [illegible] مسلمانوں کو [illegible] علیحدہ رہنے کا حکم [illegible] مسلمانوں کو حکم [illegible] محبوب صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] کھیل تماشوں کو اپنا دین بنا لیا [illegible] مشغلہ [illegible] دنیاوی [illegible] قریب [illegible] میں پھنس [illegible] آخرت سے غافل [illegible] اسے چھوڑ دیجئے [illegible] قرآن [illegible] قیامت [illegible] نفس [illegible] بدعقیدگی [illegible] کی وجہ سے گرفتار ہو گا اللہ کے مقابل [illegible] دوست ہو گا [illegible] انہیں اللہ کے عذاب سے بچا سکے [illegible] اگر وہ [illegible] فدیہ [illegible] چاہے [illegible] رہائی [illegible] اس وقت اللہ کی [illegible]

[illegible] حالات [illegible] کھیل [illegible] عذاب [illegible] کیا [illegible] وقت [illegible] پانی [illegible] فرق ہو گا [illegible]

www.alahazratnetwork.org

لے ہوتی ہے مگر اخروی کی گرفتاری ہمیشہ کے لیے اور قاتل کی گرفتاری چند دن کے لیے ایسا ہی وہاں ہے یہ بھی یاد رکھو کہ
مسلمانوں کو گناہوں کے فدیے چند چیزیں ہوں گی۔ ان کی نیکیاں رب فرماتا ہے **ان الحسنات یذھبن السیات**۔ دنیاوی
تکلیفیں مصیبتیں بیماریاں وغیرہ اور کفار مومنوں کا فدیہ بنیں گے کہ مومن دوزخ والی جگہ جو ان کی ہیں کفار کو دے کر مومن کفار کی
جنت والی جگہ لیں گے ان میں سے کوئی چیز کفار کا فدیہ نہ بنے گی۔

فائدے: اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ **پہلا فائدہ:** بے دینوں کے کفر و عناد سے کبھی مسلمان کو رنج و
ملال نہیں کرنا چاہیے حتی الامکان انہیں راہ راست پر لانے کی کوشش کی جاوے یہ فائدہ **وذر الذین اتخذوا** کی ایک تفسیر
سے حاصل ہوا جب کہ چھوڑنے سے مراد ان پر افسوس و غم کا چھوڑنا ہے۔ **دوسرا فائدہ:** بے دینوں سے دنیاوی تعلقات
رشتہ داری بیاہ شادی وغیرہ نہ لینے ضروری ہیں یہ فائدہ **وذر الذین اتخذوا** کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا جب کہ
چھوڑ دینے سے مراد ہو ان سے تعلقات توڑ دینا۔ **مسئلہ:** بدعمل فاسق مسلمانوں سے بلاوجہ تعلقات نہ توڑے جاویں انہیں
نصیحت ضرور کی جاوے ہاں اگر ترک تعلق سے ان کی اصلاح ہوتی ہو تو عارضی ترک تعلق کر لیا جاوے جیسے نافرمان اولاد بد مزاج
بیوی سے چند روز کے لیے بول چال چھوڑ دی جاوے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **واھجروھن فی المضاجع**۔ **تیسرا فائدہ:**
اسلام کی یہ خصوصیت ہے کہ اس نے مسلمانوں کو کھیل تماشوں سے دور رکھا۔ مسلمانوں کو رنج و خوشی میں اللہ کی عبادت کا حکم
دیا اسلامی تہوار جو ہیں ان میں عبادات ہوتی ہیں۔ جیسے عید و بقرعید دوسرے دینوں میں کھیل تماشے عبادت ہیں یہ فائدہ **دینھم
لعبا ولھوا** سے حاصل ہوا۔ قرآن کریم فرماتا ہے **وما کان صلوتھم عند البیت الا مکاء و تصدیۃ**۔ کفار کی
نمازیں بیت اللہ شریف کے پاس تالیاں اور سیٹیاں تھیں۔ افسوس کہ آج بعض مسلمانوں نے کھیل و ناچ گانے کو دین سمجھ
لیا ہے قوالی طبلہ سارنگی کو خدا رسی کا ذریعہ بنا یا نماز روزے سے بے پرواہ ہو گئے (تفسیر صاوی) بعض بے دین فقیروں کو دیکھا گیا
کہ وہ اپنے مریدوں کو نماز روزے سے روکتے ہیں بھنگ چرس حقہ نوشی میں مست رہتے ہیں یہ لوگ مجسم شیطان ہیں۔ خیال
رکھو کہ خدا رسی کا صرف ایک ذریعہ ہے وہ ہے اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم رب تعالیٰ فرماتا ہے **فاتبعونی یحببکم
اللہ**۔ **چوتھا فائدہ:** دنیا میں پھنس کر آخرت سے غافل ہو جانا کفار کا طریقہ ہے مسلمان کو چاہیے کہ دین و دنیا دونوں کمائے
بلکہ دنیا کو آخرت کا ذریعہ بنائے یہ فائدہ **غرتھم الحیوۃ الدنیا** سے حاصل ہوا مسلمان کو اس مرغابی کی طرح ہونا چاہیے جو
کہ جب تک اندر رہے تر ہو لیکن جب اڑے تو پر خشک ہو جاتے ہیں مسلمان ہو تو ایسا ہو کہ دنیا میں رہے جو مسجد میں آئے تو پکا دیندار شریعت و طریقت
دونوں کا جامع ہو۔ **پانچواں فائدہ:** کفار کو تبلیغ کرتے رہو اگرچہ بعض کے ایمان سے مایوسی ہو یہ فائدہ **وذکر بہ** الخ سے
حاصل ہوا۔ **چھٹا فائدہ:** وکیل اور شفیع ہونا خدا کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین کے لئے ولی بھی مقرر فرما دیے ہیں اور
شفیع بھی یہ فائدہ **لیس لھا من دون اللہ** الخ سے حاصل ہوا۔ **لھا** ضمیر نفس کافر کی طرف ہے ...
مومنوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا**۔ **ساتواں فائدہ:** کفار کسی کو
نہ بچائیں گے ... یہ فائدہ **بما کسبوا** سے حاصل ہوا کیونکہ کسب پر
موقوف رکھا گیا۔ **آٹھواں فائدہ:** قیامت میں فدیہ قبول نہ ہونا کفار کے لیے ہے انشاء اللہ مومنین کے لیے کفار فدیہ بنیں
گے جلد مومن کے نیک اعمال قربانی وغیرہ اس کے گناہوں کا فدیہ ہوں گی یہ فائدہ **لا یؤخذ منھا** کے ھا ضمیر سے حاصل ہوا

www.alahazratnetwork.org

مومنوں کے لئے رب تعالیٰ فرماتا ہے **ان الحسنات یذھبن السیات** نواں فائدہ: دوزخ میں نہ تو پانی یا خون و پیپ پینا صرف کفار کے لئے ہوگا اللہ تعالیٰ گنہگار مومن کو اس تکلیف سے دور رکھے گا۔ یہ فائدہ **لھم شراب** میں **لھم** کو مقدم فرمانے سے حاصل ہوا اس سے حصر معلوم ہو رہا ہے۔ دسواں فائدہ: دردناک عذاب یعنی ہمیشہ کا عذاب ذلت و خواری کا عذاب دل و دماغ تک آگ پہنچ جانے کا عذاب صرف کفار کو ہوگا۔ مومن اگرچہ انتہائی گنہگار ہو اس کا عذاب انشاء اللہ ہلکا ہوگا حدیث شریف میں ہے کہ مومن کے سجدے والے عضووں کو آگ نہ جلائے گی یہ فائدہ **لھم عذاب الیم** میں **لھم** کو مقدم فرمانے سے حاصل ہوا۔ گیارھواں فائدہ: کافروں کو یہ سارے عذاب تب ہوں گے۔ جبکہ وہ کفر پر ہی مر جاویں اگر مرنے سے پہلے مسلمان ہو گئے انہیں خاتمہ ایمان پر نصیب ہو گیا تو ان کے لئے یہ مذکورہ عذاب نہیں یہ فائدہ اشارۃً **کانو ایکفرون** یعنی استمراری فرمانے سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ کفار سے بے تعلق ہو جانا چاہئے انہیں ان کے حال پر ہی چھوڑ دینا چاہئے کہ یہ کیا **وذر الذین اتخذوا** الخ یہ آیت تبلیغ کی آیات کے خلاف ہے۔ قرآنی آیات میں تعارض کیسا۔ **جواب**: اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ یہاں چھوڑنے کے معنی یہ نہیں کہ انہیں تبلیغ نہ کی جاوے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے ہدایت قبول نہ کرنے پر غم و افسوس نہ کیا جاوے۔ اس آیت میں آگے چل رہا ہے **وذکر بہ** انہیں قرآن سے نصیحت کرو۔ دوسرا اعتراض: اس آیت میں فرمایا گیا کہ دین کو کھیل تماشہ بنا لیا گیا۔ حالانکہ بعض کفار بڑے مہذب ہیں کہ وہ کھیل کود کے قریب بھی نہیں جاتے یہ آیت واقعہ کے خلاف ہے۔ **جواب**: ابھی تفسیر میں اسی عبارت کے تین معنی اور تین تفسیریں عرض کی گئیں اگر یہ بھی معنی کئے جاویں کہ انہوں نے کھیل تماشوں کو دین بنا لیا ہے تب بھی بالکل درست ہیں کافر خواہ کتنے ہی مہذب تعلیم یافتہ ہوں مگر دینی معاملے میں جانوروں سے بدتر کام کرتے ہیں بڑے مہذب ہندو ہولی میں ایسی حرکتیں کرتے ہیں کہ شیطان بھی دم دبا جاوے بڑے مہذب سکھ اپنے دنوں میں ڈھولکی کے آگے ناچتے دیکھے جاتے ہیں۔ عیسائیوں کا حال ان سب سے بدتر ہے یہ خوبی صرف اسلام میں ہے کہ اس کی ہر خوشی اللہ کی یاد سے ہوتی ہے اور خوشی و شادی بھی اسی کے عبادت سے منائی جاتی ہے۔ جیسا کہ ظہور حج عید الفطر بقر عید وغیرہ میں ہوتا ہے۔ تیسرا اعتراض: مسلمان بھی عاشورہ شب برات وغیرہ میں پاگل ہو جاتے ہیں۔ ان موقعوں پر ایسی حرکتیں کرتے ہیں کہ کفار بھی شرما جائیں وہ بھی اس آیت میں داخل ہونے چاہئیں۔ **جواب**: عاشورہ شب برات کی یہ بیہودہ رسمیں اسلامی عبادات نہیں بلکہ مسلمانوں نے [illegible] کی صحبت میں رہ کر یہ حرکتیں سیکھیں لہٰذا [illegible] ان کو مسلمان دین نہیں سمجھتے ایک شخص سمجھتے ہیں جیسے کو ناجائز حرکتیں اگر [illegible] دینی سمجھتے ہیں تو وہ مسلمان نہیں۔ مسلمانوں کی شب برات میں اسلامی رسمیں ان کو روزہ رات کو نوافل قبور کی زیارت صدقہ خیرات میں [illegible] عاشورہ کی اسلامی رسمیں دن میں روزہ رات کو نوافل شربت کھانے کی خیرات وغیرہ ہیں نہ کہ یہ بیہودگی [illegible] ہدیوں کی نقل کرنا [illegible] علماء اس سے منع فرماتے ہیں وہ بھی حکم ایسی چیز ہے جو قوموں کا تمسخر ہے۔ چوتھا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت میں ولی نبی کوئی مددگار سفارشی نہیں مسلمان تو نبیوں ولیوں کو شفیع و ولی مانتے ہیں وہ اس آیت کے انکاری ہیں۔ **جواب**: قیامت میں کافروں کا ولی شفیع نہیں یہاں کفار ہی کا ذکر ہے انہیں کے متعلق یہ ارشاد ہے مسلمانوں کے متعلق دوسری آیات ہیں مسئلہ شفاعت کے لئے تیسرے پارہ میں آیت الکرسی کی

www.alahazratnetwork.org

تفسیر کا مطالعہ کرو ہم نے وہاں اس کی مکمل بحث کی ہے خیال رکھو کہ مدد اور شفاعت وغیرہ کے ساتھ اگر من دون اللہ نہ ہو تو اس کے معنی سو نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ مسلمان سے مدد کا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس سے مدد [illegible] بھی خدا سے لینا گویا اللہ تعالیٰ سے ہی لینا ہے [illegible] سے معنی کیسے درست ہوں پانچواں اعتراض۔ اچھا اگر قیامت میں مومنوں کے کچھ بھی ہوں اور شفیع بھی تو چاہئے کہ موت سے [illegible] مومن [illegible] اعتراض [illegible] ہے کیونکہ اس سے حمایتی اور شفاعت [illegible] والے وہاں موجود ہیں۔ جب ان کی سفارش [illegible] تو مسلمان کیوں [illegible] ہوں گے۔ **جواب** جن گنہگاروں کو سزا دینا چاہئے گا ان کی اطلاع انبیاء شفعاء کو نہ ہوگی اور وہ [illegible] دیئے جائیں گے جب ان کی سزا کی مدت پوری ہو گی تب وہ شفیع کو ان کا خیال [illegible] گا۔ وہ شفاعت کریں گے [illegible] جہاں کہ [illegible] جو اس شخص کو نکال لاؤ جس کے دل میں دینار برابر پھر آدھے دینار برابر حتیٰ کہ [illegible] ایمان ہو اسے نکال لاؤ جیسا کہ حدیث شفاعت میں ہے جیسے دنیا میں مریض [illegible] لیکن [illegible] وقت نہیں [illegible] جب شفاعت کا وقت آتا ہے تب اس دوا کی طرف حکیم کا دھیان جاتا ہے [illegible] شفاعت [illegible] چھٹا اعتراض اس آیت سے معلوم ہوا کہ [illegible] پایا جا رہا ہے [illegible] میں قیامت کا [illegible] نہ پھر کفار کے لئے۔ ورنہ دوزخ میں ہمیشگی کیونکر ہوں۔ **جواب** موت [illegible] حکمت [illegible] وہاں موت کے تمام اسباب جمع ہوں گے مگر موت نہ آئے گی رب تعالیٰ فرماتا ہے ویاتیہ الموت من کل مکان [illegible] گیا ہے کہ بعض دفعہ [illegible] اور سانپ کاٹنے سے موت نہیں آتی کیونکہ [illegible] موت کا حکم نہیں تو وہاں بھی موت کا حکم نہ ہوگا۔

تفسیر صوفیانہ [illegible] انسان تین قسم کے ہیں نفسانی، شیطانی، رحمانی [illegible] زندگی [illegible] غفلت [illegible] گذرے وہ نفسانی ہیں جن کی زندگی گناہوں اللہ رسول کی مخالفت [illegible] گذرے وہ لوگ شیطانی ہیں جن کی زندگی یاد کو منانے میں گذرے [illegible] حضرت اللہ رسول کی بہ [illegible] رحمانی ہیں پھر ان تین قسموں کا [illegible] محض بندے سے محبت [illegible] بعض کی اللہ [illegible] سانپ بھی [illegible] بعض الفت [illegible] سانپ [illegible] [illegible] [illegible] تو جانتے ہیں کہ [illegible] نفسانی شیطانی [illegible] [illegible] احمد واد بیھم [illegible] شیطانی [illegible] عملیہم [illegible] تعالیٰ صوفیانہ فرماتے ہیں [illegible] عذاب [illegible] [illegible] تمہارا وطن [illegible] ہیں اور پھر عذاب [illegible] دوسری جگہ فرماتا ہے فذرنی والمکذبین اولی النعمۃ [illegible]

www.alahazratnetwork.org

بما الذین کفروا اگر مسلمان ان خرمیں سے نکل جائیں تو ہم قادر عذاب ہے۔ یہ اس معنی سے آیت میں **لطف آئیہ** اے محبوب ان دونوں مردود جماعتوں کا یہ حال ہے کہ دنیا میں اگر چہ ان کے دوست بہت ہوں گے مگر آخرت میں ان کا کوئی دوست نہ ہو گا۔ ان کی دوستیاں عداوت میں تبدیل ہو جائیں گی اس وقت یہ مردود یہ تمنا کریں گے کہ کوئی فدیہ دے کر ہم چھوٹ جاتے مگر یہ تمنا بے سود ہو گی۔ ان کے لئے دنیوی عذاب بھی سخت ہو گا اور جہنم اور دینی عذاب بھی سخت۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ زندگی تین قسم کی ہے۔ دنیاوی زندگی، دینی زندگی اور شیطانی زندگی۔ نفسانی لوگوں کی زندگی دنیاوی ہے ان کا کھانا پینا چلنا پھرنا سب دنیا ہے۔ شیطانی لوگوں کی زندگی اور دنیا میں زندگی نفسانی لوگوں کی زندگی دنیاوی ہے ان کا کھانا پینا چلنا پھرنا سب دنیا ہے شیطانی لوگوں کی زندگی دنیاوی زندگی ہے کہ دنیا کے لئے سب ان کی چیز زہر ہے۔ جیسے سانپ بچھو جو کھائیں اس سے زہر بنتا ہے ایسے یہ لوگ جو کھائیں پئیں اس سے غرور بے ایمانی اللہ رسول کی مخالفت و عداوت پیدا ہے۔ مگر رحمانی لوگ دنیا میں رہتے ہیں دنیا ان میں نہیں بستی ان میں دین اللہ کا خوف نبی کی شرم جو ہو رہتی ہے وہ جو کھائیں پئیں اس سے وہ اچھی بنتا ہے جیسے شہد کی مکھی جو کھائے اس سے شہد بنتا ہے مولانا فرماتے ہیں شعر۔

ایں [illegible] چیونٹی [illegible] آں [illegible] خدا

ایسی [illegible] میں دنیا [illegible] میں ملتے ہیں رحمانی لوگوں کے دل میں دنیا [illegible] سے ملتے ہیں اور [illegible] ہیں۔

[illegible] بخمعم [illegible] اعوا [illegible] اھتیں [illegible]

اس آیت میں دنیا [illegible]

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰۤى اَعْقَابِنَا
تم فرماؤ کیا ہم عبادت کریں اللہ کے سوا اس کی جو نہ ہمیں نفع دے نہ نقصان اور الٹے پاؤں پھیر دیئے
جاویں بعد اس کے کہ اللہ نے ہم کو راہ دکھائی اس کی طرح جسے شیطانوں نے زمین میں راہ بھلا دی حیران ہے
بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِی اسْتَهْوَتْهُ الشَّیٰطِیْنُ فِی الْاَرْضِ حَیْرَانَ لَهٗۤ
پھریں [illegible] بعد اس کے کہ اللہ نے ہم کو ہدایت دی اس کی مثل جسے بہکا دیا شیطانوں نے زمین میں سرگرداں
[illegible] شیطان [illegible]
اَصْحٰبٌ یَّدْعُوْنَهٗۤ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى
اس کے ساتھی ہیں جو بلاتے ہیں اس کو طرف ہدایت کے کہ آ ہمارے پاس [illegible]
[illegible] تم فرماؤ کہ اللہ ہی کی ہدایت ہدایت ہے [illegible]

www.alahazratnetwork.org

وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ؕ وَهُوَ الَّذِيْۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ

ہے اور حکم دیئے گئے ہم کہ ہم اطاعت کریں جہانوں کے رب کی اور یہ کہ قائم رکھو نماز اور ڈرو اس سے اور وہ وہ ہے کہ جس کی طرف تم جمع کئے جاؤ گے

گئے کہ گردن رکھ دیں جو رب ہے سارے جہان کا اور یہ کہ نماز قائم رکھو اور اس سے ڈرو اور وہی ہے جس کی طرف تمہیں اٹھنا ہے

تعلق: ان آیتوں کا پچھلی آیتوں سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیتوں میں ارشاد ہوا تھا کہ کفار سے الگ ہو جاؤ ان سے تعلق چھوڑ دو چونکہ تو زور اب ارشاد ہو رہا ہے کہ چپ چاپ ہی ان سے الگ نہ ہو بلکہ یہ کہہ کر پھر الگ ہونا کہ تمہاری علیحدگی بھی ان کے لئے تبلیغ اسلام ہو گویا پہلے کفار سے علیحدگی کا حکم تھا اب علیحدگی کی کیفیت کا بیان ہے۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیت کریمہ میں کفار سے علیحدگی کا حکم تھا اب اس کی وجہ فرمائی جا رہی ہے کہ یہ کہہ کر ان سے علیحدہ ہو کہ ہماری تمہاری علیحدگی کسی دنیاوی وجہ سے نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ تم بت پرست ہو ہم خدا پرست تمہارا ہمارا ساتھ کیسا اگر دنیاوی وجہ سے علیحدگی ہوتی تو وہ ختم ہو سکتی تھی کہ دنیا فانی ہے اس کی ہر چیز فانی ہمارا تمہاری دوری اللہ کی وجہ سے ہے تو کبھی ختم نہیں ہو سکتی اب تم سے ہمارا ملنا صرف اسی صورت سے ہو سکتا ہے کہ تم بھی ہماری طرح خدا پرست بن جاؤ۔ علیحدگی دوری کی علت اس آیت میں مذکور ہے۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیت کریمہ میں حکم دیا گیا تھا کہ کفار سے علیحدہ تو ہو مگر انہیں تبلیغ کئے جاؤ تبلیغ کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں ایک قولی دوسری عملی قولی تبلیغ زبان سے ہوتی ہے۔ عملی تبلیغ اپنا طور طریقہ دکھا دینا کہ اس آیت کریمہ میں ارشاد ہے کہ انہیں عملی تبلیغ دو کہ انہیں اپنی خدا پرستی دکھا دو اور دوسرے کے اعمال کی خرابیاں بیان کرنا بھی تبلیغ اپنے اچھے اعمال کی خوبیاں ظاہر کرنا بھی تبلیغ ہے گویا تبلیغ کے حکم کے بعد طریقہ تبلیغ کا حکم ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قولی تبلیغ چالیس سال کی عمر شریف سے شروع فرمائی مگر عملی تبلیغ بچپن شریف سے ہی شروع فرما دی تھی آپ کا کھانا پینا چلنا پھرنا سب تبلیغ ہی تو تھی۔

شان نزول: ایک بار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبدالرحمن نے اپنے والد حضرت صدیق کو بت پرستی و شرک کی دعوت دی جس وقت کہ عبدالرحمن مسلمان نہیں ہوئے تھے ان کی تردید میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی انتہائی عظمت کا اظہار ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جناب صدیق اکبر یا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب بتایا (تفسیر صاوی معانی مدارک بیضاوی وغیرہ) (2) ایک بار کفار مکہ کے سردار عیینہ اور ان کے ساتھیوں نے فقراء مسلمین کو اسلام چھوڑ دینے بت پرستی اختیار کرنے کی رغبت دی اور اس پر ستالا لالچ دیا ان کفار کی تردید میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (روح المعانی ابن جریر ابن ابی حاتم تفسیر ابن کثیر تفسیر تنویر المقیاس وغیرہ)۔

تفسیر: **قل۔** قل میں خطاب یا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور یا حضرت ابو بکر صدیق سے ہے۔ یعنی اے محبوب آپ جناب ابو بکر سے فرما دو کہ وہ عبدالرحمن کو یہ جواب دے دیں اس میں جناب صدیق کی انتہائی عزت افزائی ہے کہ رب تعالیٰ نے اپنے محبوب کی معرفت جناب صدیق کو یہ پیغام بھیجا یا فقراء مساکین سے یا عام مسلمانوں سے یعنی اے محبوب آپ ابو بکر صدیق سے یا ان فقراء مساکین سے یا عام مسلمانوں سے فرما دیں کہ وہ ان کفار کو یہ جواب دے دیں۔ یا روئے سخن مشرکین سے ہی ہے۔ یعنی اے محبوب آپ ان دعوت دینے والے کفار کو فرما دیں۔ یا قل میں خطاب حضرت ابو بکر صدیق سے

www.alahazratnetwork.org

سے کہا اے ابوبکر تم عبدالرحمٰن سے یہ کہہ دو انہیں یہ جواب دے دو تب حضرت صدیق کی بڑی عزت افزائی ہے اس آیت سے
چند طور سے ایک یہ کہ رب نے قرآن مجید میں خطاب اور کلام فرمایا دوسروں سے۔ رب کا خطاب دوسری دنیا میں یعنی
قیامت میں ہوگا جناب صدیق وہ خوش نصیب مومن ہیں جن سے خطاب رب نے اس دنیا میں بیوہ بھی قرآن مجید میں ظاہر کی
دوسرے یہ خطاب جناب ابوبکر صدیق سے ہے کیونکہ ان کے فرزند عبدالرحمٰن نے انہیں کو دعوت شرک دی تھی۔ اندعوا
یہاں امر ہے اور فی سوال کا سبب۔ یہ سوال اظہار حیرت کے لئے ہے یعنی حیرت ہے کہ تم نے اے عبدالرحمٰن مجھے دعوت کفر
دینے کی کیسے ہمت کی یہ تم بت پرستی رکھتے ہیں جس سے دل میں ایمان کا رحمت رب نے جو یہ ہوا ہے نگاہ مصطفوی نے سینچ
پرورش کیا ہو یہ وہ درخت تمہارے لوگوں نے تمہارے کاٹنے سے کٹ سکتا ہے ہرگز نہیں جناب صدیق نے اپنی والدہ کے شکم
میں رہ کر کبھی انہیں بت کو سجدہ نہ کرنے دیا تو خود کیسے بت کو سجدہ کرتے دعو بنا ہے دعا سے۔ جیسے قرآن مجید میں لفظ صلوۃ
چار معنی میں استعمال ہوا ہے۔ نماز **اقیموا الصلوۃ**۔ دعا **وصل علیهم** درود شریف صلوا علیه وسلموا نماز جنازہ
لا تصل علی احد منهم ایسے ہی لفظ دعا چار معنی میں استعمال ہوا ہے۔ پکارنا **ثم ادعهن یاتینک** بلانا **ادعوهم لآبائهم**۔ دعا مانگنا **وما دعاء الکافرین الا فی ضلال**۔ پوجنا **لا تدعوا مع الله احدا** یہاں
آخری معنی میں ہے۔ کیونکہ مشرکین یا عبدالرحمٰن نے ان مومنین کو بتوں کو پوجنے کی دعوت دی تھی نہ کہ صرف پکار لینے کی نیز
جانوروں پتھروں کو محض پکارنا شرک نہیں انہیں پوجنا شرک ہے رب تعالیٰ نے پہاڑوں کو پکارا **یا جبال اوبی معه** زمین و
آسمان کو پکارا **یا ارض ابلعی ماءک ویا سماء اقلعی**۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ ذبح کئے ہوئے
جانوروں کو پکاریں **ثم ادعهن یاتینک سعیا**۔ لہذا یہاں دعا بمعنی پوجنا ہے یہی شرک ہے۔ **من دون الله** یہ
عبارت یہاں مقدم ہے **ما لا ینفعنا** کا ابھی پتہ چلے ہم عرض کر چکے کہ دون کے بہت معنی ہیں۔ سوا الگ دور مقابل تحت
ماتحت وغیرہ یہاں پہلے معنی میں ہے۔ یعنی سوائے اللہ خدا کے سوا اور کسی کی عبادت شرک ہے اور **ولی من دون الله** میں دون
بمعنی مقابل ہے کیونکہ اللہ کے مقرر کردہ ولی بہت ہیں مگر اللہ کے مقابل کوئی نہیں یعنی اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم یا
اے ابوبکر صدیق یا اے فقراء مسلمین یا اے مسلمانو ان کفار سے کہہ دو کہ کیا ہم اللہ کے سوا کسی اور کو پوجیں نعوذ باللہ۔
ما لا ینفعنا ولا یضرنا یہ عبارت **ندعو** کا مفعول ہے **ما** سے مراد وہ سب بے عقل و بے جان چیزیں ہیں۔ جنہیں مشرکین
عرب پوجتے تھے اس میں حضرات انبیاء و اولیاء داخل نہیں کیونکہ وہ حضرات صاحب عقل ہیں اور **ما** آتا ہے بے عقل چیزوں
کے لئے جو اس موقعہ پر مسلمانوں کو دعوت دینے والے مشرکین کہتے تھے وہ پتھروں درختوں چاند سورج وغیرہ کو ہی پوجتے تھے
انہی کی پرستش کی مسلمانوں کو دعوت دیتے تھے۔ خیال رہے کہ عیسائی حضرت مسیح کو اور یہودی حضرت عزیر کو نہیں پوجتے
بلکہ ان کے نام کے بتوں یا صلیب کو پوجتے ہیں لہذا وہ حضرات یعنی حضرت مسیح و عزیر علیہم السلام معبودان باطلہ نہیں بلکہ ان
کے نام کے بت معبودان باطلہ ہیں جیسے کوئی محمد نامی کا نام کا پتھر لگا کر اسے سجدے کرے تو وہ پتھر معبود باطل ہے لہذا وہ آیت بالکل
حق ہے **انکم وما تعبدون من دون الله حصب جهنم** تم اور تمہارے جھوٹے معبود سب دوزخ کے ایندھن
ہیں۔ **لا ینفع** اور **لا یضر** میں الوہیت کے نفع اور الوہیت کے نقصان کی نفی ہے کہ ان کا پوجنا آخرت میں نجات کا ذریعہ ہوتا
پوجنا اخروی پکڑ کا ذریعہ ورنہ پتھر، درخت، جانور نفع نقصان تو دیتے ہیں مشرکین گائے کو پوجتے ہیں گائے بڑا مفید جانور ہے

www.alahazratnetwork.org

[illegible] ہیں [illegible] [illegible] [illegible] ہیں [illegible] اعقابنا

یہ عبارت معطوف ہے ندعوا پر اور اس [illegible] سے حال [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] طرف واپس کر دیا چونکہ انسان [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] جانا ایمان کے بعد کفر اختیار کرنا اس کی اپنی پہلی حالت کی طرف [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] تفسیر ہیں) رب تعالیٰ فرماتا ہے **والله اخرجكم من بطون امهاتكم لا تعلمون شيا** رجع القهقرى۔ رجع على مشيه رجع على حلقه یہ سب کلمات اسی [illegible] [illegible] جاتے ہیں۔ چونکہ انسان [illegible] [illegible] شیطان ہے اس لئے [illegible] [illegible] ہوا اس عبارت کی بنا پر بہت سے مفسرین نے فرمایا کہ یہ عبارت [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت ابوبکر صدیق [illegible] ہے کہ وہ حضرات پیدائشی [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] اور [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] خیال میں رہی [illegible] **اعقاب** جمع عقب کی ہے [illegible] [illegible] انسان [illegible] [illegible] [illegible] احتیاط سے چلتا ہے اپنے پاؤں پیچھے بغیر دیکھے [illegible] اس لئے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] **بعد اذ هدانا الله** اس فرمان عالی کے چند [illegible] ایک یہ کہ ہم کو اللہ نے ہدایت کی نعمت بخشی [illegible] تم محروم ہو اب اگر ہم کافر بن جاویں تو ہم اس نعمت کے ناشکرے [illegible] [illegible] مقابلہ تمہارے ہم [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کافر سے مرتد کی سزا سخت تر ہے [illegible] [illegible] یہ کہ ہم نے ہدایت کی لذت چکھی [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کی لذت حضرت بلال [illegible] [illegible] اور امام حسین سے پوچھو [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] عجب لذتیں ہیں جنہیں دل محسوس کرتا ہے۔ تیسرے یہ کہ ہم کو اللہ نے ہدایت دی [illegible] [illegible] ہدایت دے اسے تم نہیں چھین سکتے۔ جو درخت بادشاہ اپنے ہاتھ سے لگائے اسے کوئی [illegible] [illegible] نہیں سکتی۔ چوتھے یہ کہ ہمارا اسلام صاف سیدھا راستہ ہے۔ ہمارے پاس عقل کی آنکھ بھی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی روشنی بھی ہے یہ تین چیزیں مل جاویں وہ ضرور منزل مقصود پر پہنچتا ہے۔ تم ہم کو گمراہ نہیں [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ہدایت سے مراد ہے اسلام و ایمان کی ہدایت چونکہ ایمان و ہدایت محض اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ملتے ہیں۔ [illegible] گمراہی ہماری حماقت شیطان کے بہکانے سے پیدا ہوتے ہیں اس لئے یہاں **اهتدينا** نہ فرمایا بلکہ **هدانا الله** ارشاد ہوا [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ایمان و اسلام کی ہدایت کی اور ہم [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کفر کی طرف [illegible] [illegible] [illegible] **كالذي استهوته الشيطين في الارض**۔ یہ عبارت [illegible] [illegible] متعلق ہے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کے متعلق الذی سے مراد [illegible] انسان ہے یہاں اس [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] شیطان کے [illegible] [illegible] **استهوت** ہوی سے معنی [illegible] [illegible] رب تعالیٰ فرماتا ہے **تهوي به الريح في مكان سحيق** [illegible] ایمان میں ترقی ہے اور [illegible] [illegible] اس لئے [illegible] [illegible] [illegible] رب تعالیٰ فرماتا ہے **ومن يشرك بالله فكانما خر من السماء** چونکہ انسان کے پیچھے بہت سے شیطان [illegible] ہیں ابلیس [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] اس لئے یہاں **شيطين** جمع فرمایا کہ [illegible] شیطان [illegible] اور حملہ کرتا ہے۔ دوسرا شیطان [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

www.alahazratnetwork.org

خشک سالی اور سب سوکھی پڑ گئی ... اس کے دشمن ہیں ابلیس اس کی ذریت ہمارے
... دوست جن و دیو کی انھیں ... ان سے ... اس کے ساتھ ارشاد ہوا **فی الارض** متعلق ہے
استھوتہ کا ... دوسرا ... ہے **حیران** ... **حار یحار حیرۃ** ... حیرت ... پریشانی تردد کسی چیز
میں ... سے حیرانی ... غیر منصرف ہے ... مونث **حیریٰ** ... اور ... بچے کرنے والا حیرت میں ہوتا ہے
اسے سمجھ میں ... اس ... فرماتا ہے ... کیا حال ہے کہ انہیں پسند ہے ...
نہیں ہوتی حیرانی ... جب ... ہو ... جب انہیں خالق کے متعلق ہی تردد
ہے تو دوسری چیزوں کے متعلق کیا پوچھنا ... عرب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شاعر کہتے یعنی نہایت ہی عقلمند اور
کبھی ساحر جادوگر کہتے ... اور کبھی مسحور ... جو نہایت ہی بے عقل ہوتا ہے ... کی
حیرانی **لہ اصحاب یدعونہ الی الھدی ائتنا** ... **اصحاب** سے مراد ہیں
اس کے مومن ساتھی ماں باپ ... جیسے عبد الرحمن کے لئے ان کے والد حضرت ابوبکر صدیق **یدعونہ** سے
مراد ہے دعوت اسلام ہدایت سے مراد ... ایمان و اسلام میں داخل ہو جانا
... اسلام ہدایت سے مراد ہے ایمان ... سے مراد ہے کفر ... ایمان و اسلام میں داخل ہو جانا یعنی اس
کافر کے مومن ساتھی ... بار دعوت اسلام دیتے رہتے ہیں کہ ... اس گمراہی کے ... سے نکل کر
ہمارے پاس آ جا ہم تیرے دینی و دنیوی ... خیر خواہ ہیں ... بچاؤ کی سمت ... مختلف ... ہیں ایسے
ہی ان شیاطین سے محفوظ رکھنے والے اللہ کے ... بندے ہیں اس لئے اصحاب جمع ارشاد ہوا پھر جیسے اللہ کی دنیاوی نعمتوں
کے لئے مختلف ... جنہیں حاصل کرنے کے لئے ہم کو وہاں جانا پڑتا ہے ... پیاس میں کنویں ... بھوک میں روٹی کی دوکان پر
مرض میں شفاخانہ پر ... ایمان ہدایت رحمت مغفرت کے مختلف ... یا علماء انبیاء کرام کے آستانے ان نعمتوں کے
... اس لئے ... **انما** ... **اسماء اللہ** ... فرمایا کہ خدا کے پاس جاؤ **قل ان ھد
ی اللہ ھو الھدی**۔ اس قل میں دو احتمالات ہیں ... پہلے **قل اندعو** میں تھے کہ اس میں خطاب ہے حضور صلی اللہ علیہ
وسلم ... حضرت ابوبکر صدیق ... ہر مسلمان سے **ھدی اللہ** سے مراد اسلام و ایمان ہے ... حضور صلی
اللہ علیہ وسلم ... خاص ... **الھدی** سے مراد حقیقی ہدایت ہے یعنی ہدایت وہ نہیں جو کفار کو شیطان ... وہ
تو ... گمراہی ہے ہدایت صرف ... ایمان ... ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہم کو بخشی ... ہدایت تین قسم کی ہے ہدایت
فطری ... قدرتی طور پر انسان ... جانوروں تک کو حاصل ہوتی ہے ... نہیں کھاتا ... گوشت ... نہیں کھاتی ... فطری
... طور پر ... اپنی اپنی غذا ... ہدایت دے دی ہے دوسری ہدایت **عقلی** جس سے انسان دنیاوی کاروبار
... ہوائی جہاز وغیرہ ... ہدایت عقلی کے ذریعہ ... تیسری ہدایت شرعی جو حضرات انبیاء کرام کے ذریعہ عطا ہوتی
ہے ... ہدایت شرعی ... اپنی عقل کے ذریعے حاصل کرتے ہیں اس لئے کافر ہوتے ہیں دنیاوی کاموں میں ویسی
ہی ہدایت یعنی عقلی ہدایت چاہئے مگر آخرت ... کے لئے ... ہدایت یعنی ہدایت ربانی درکار ہے پچھلی دو ہدایتوں پر ثواب و
عذاب نہیں ان کا فائدہ صرف دنیا میں ہے مگر اس شرعی ہدایت پر سزا و جزا ہے۔ فطری ہدایت بغیر وسیلہ عطا ہوتی ہے۔ عقلی

www.alahazratnetwork.org

ہدایت دنیاوی وسیلوں سے تھی شرعی ہدایت فادرہ اللہ سے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اقدس میں رکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ ان کے خاص خدام کے سینوں میں جیسے ظاہری دودھ ماں کے سینہ میں ہے بچہ صرف ماں کو گود میں جیسے پاتا ہے باپ کو نعمتیں کھاتے مطمئن نہیں ہو آ یونکہ دودھ ماں کے سینہ ہی میں ہے یوں ہی مومن کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چین ملتا ہے کہ ہدایت کا دودھ اس سینہ میں ہے اس ہدایت کی دو قسمیں ہیں ہدایت قلبی اور ہدایت عملی ان دونوں ہدایتوں کو دو عبارتوں میں بیان فرمایا پہلی ہدایت کے متعلق ارشاد ہوا **وامرنا لنسلم لرب العلمین۔** جس ہدایت روحانی قلبی تو یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے ہم کو اپنی اطاعت کا حکم دیا اسلام کے معنی میں سر جھکو نا ان رب کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمانبرداری کے لئے سر جھکانا۔ گردن رکھ دو یا رب العالمین فرما کر یہ بتایا کہ چونکہ اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اس لئے اسلام اور تجھ و بندگی اس کی چاہیے وہی اس کا مستحق ہے تمہارے بت وغیرہ خود اپنے پالنے والے بھی نہیں تو ان کے سامنے سجدہ کیسا دوسری ہدایت ہدایت جسمانی کے متعلق ارشاد ہوا۔ خیال رہے کہ شریعت میں اسلام نام ہے فرمانبرداری کا مومن ہونا جیسا سو جاتا ہے۔ مگر اللہ کے لئے اللہ تعالیٰ اس کا مقصود ہے کافر کھاتا پیتا ہے اپنے لئے مومن و کافر کے مقصود میں فرق ہے باقیوں کا مقصود سب کھانا مگر وہ کا مقصود ہے لیکن طریقت میں اسلام نام ہے اپنے کو رب کے سپرد کر دینا اس کے حوالہ کر دینا جیسے شیر خوار بچہ اپنے کو ماں کے حوالہ کر دیتا ہے یا پالتو جانور اپنے کو مالک کے سپرد کر دیتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچہ کی ساری فکریں ماں کو گائے بھینس کی ساری فکریں مالک کو **امرنا لنسلم** میں ان دونوں کی طرف اشارہ ہے اس طریقت کے اسلام کی تفسیر حضرت ابراہیم کا فرزند کو ذبح کرنا ہے اور حضرت اسماعیل کا باپ کے ہاتھوں ذبح ہونا ہے وہاں ارشاد ہے **فلما اسلما وتله للجبین** یہ ہے حقیقت اسلام اللہ نصیب کرے **وان اقیموا الصلوة** یہ عبارت معطوف ہے **لنسلم** پر اور اس کا تعلق **امرنا** سے ہے یعنی ہم کو اسلام کا بھی حکم دیا گیا اور نماز قائم کرنے کا بھی چونکہ مالی عبادات سے بدنی عبادات افضل ہیں اور بدنی عبادات میں نماز افضل اس لئے اسلام کے بعد نماز کا ذکر ہوا نماز پڑھنے اور نماز قائم کرنے میں فرق ہم پہلے پارہ **ویقیمون الصلوة** کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں نماز پڑھنا کمال نہیں قائم کرنا کمال ہے اس لئے قرآن مجید میں ہر جگہ نماز قائم کرنے کا حکم دیا گیا رب تعالیٰ نماز قائم کرنے کی توفیق دے۔ **واتقوہ** اس فرمان عالی میں سارے گناہوں سے بچنے اور بقدر طاقت ساری نیکیاں کرنے کا حکم ہے۔ چونکہ نماز تقوے کی اصل اور تقوے کا ذریعہ ہے اس لئے پہلے نماز کا ذکر ہوا پھر تقوے کا رب تعالیٰ فرماتا ہے **ان الصلوة تنهی عن الفحشاء والمنکر** یعنی رب تعالیٰ نے ہم کو یہ بھی حکم دیا کہ اللہ سے ڈرو اس کی نافرمانی سے بچو **وهو الذی الیه تحشرون** اس میں اشارۃً بتایا گیا کہ تمہارا اسلام قبول کرنا نماز قائم کرنا تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرنا اپنے نام و نمود ریاکاری کے لئے نہ ہو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہو کیونکہ تم لوٹ کر اسی کی طرف جاؤ گے وہی ان کاموں کی جزا دے گا تو چاہیے کہ اسی کے لئے سب کچھ ہو یعنی یہ کرتے ہوئے رب نے فرمایا ہے کہ تم بے عملی و تکبر نہ کرو رب کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے اس لئے اپنی زندگی میں اسے راضی کر لو تا کہ آئندہ وہ تم کو خوش رکھے۔

خلاصۂ تفسیر: اس آیت کے پہلے جملہ **قل اندعوا** کی تین تفسیریں ہیں تفسیر جاہلانہ عاشقانہ عارفانہ تفسیر جاہلانہ تو یہ ہے کہ جو مسلمان لوگ تم سے پھر تے ہیں کہ کیا ہم پکارتے ہیں اللہ کے سوا ان بتوں والوں کو جو نہ ہم کو نفع دیں نہ نقصان یہ تفسیر

www.alahazratnetwork.org

سہیں تخفیف ہے جس سے بہت سے اعتراض وارد ہیں۔ تفسیر عالمانہ یہ ہے کہ اے ابوبکر صدیق یا اے مسلمان ان بہکانے والے کفار کو یہ جواب دو یا اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم جناب صدیق اکبر اور دیگر مسلمانوں کو سکھا دو کہ ان لوگوں سے فرما دو کہ وہ بہکانے والے کفار کو یہ کہہ دیں کہ اے دشمنو کیا ہم بھی تمہاری طرح یہ حماقت کریں کہ پتھروں لکڑیوں چاند تاروں سورج کو پوجیں جن کے پوجنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ نہ پوجنے سے کوئی نقصان بلکہ پوجنے میں نقصان ہے نہ پوجنے میں فائدہ۔ یہاں دعا معنی پکارنا یا بلانا یا دعا مانگنا نہیں بلکہ معنی پوجنا ہے اس تفسیر پر کوئی اعتراض نہیں۔ تفسیر صوفیانہ یہ ہے کہ جس چیز کی اطاعت کی جاوے اللہ کے مقابل وہی اس کا نفسانی معبود ہے حتیٰ کہ اگر دوکانداری کے لئے نماز چھوڑ دی گئی تو دوکان اس کی معبود ہے آگے ارشاد ہے کہ کیا تم ہم کو یہ مشورہ دیتے ہو کہ ہم پر تو اللہ نے یہ کرم فرمایا کہ ہم کو ایمان و اسلام و تقوے کی ہدایت دے دی اور ہم یہ غضب کریں کہ اپنی ایڑیوں پر کفر کی طرف لوٹ جائیں اور ہمارا حال اس شخص کا سا ہو جاوے جسے شیاطین جن اور شیاطین انس نے زمین میں لا کر بھلا دیا ہو وہ آوارہ پریشان ہو کہ حیران ہو جاوے اسے کچھ نہیں سوجھتا کیا کرے اس کے ساتھی اسے آوازیں دے رہے ہیں کہ اے فلاں ہمارے پاس آ ہدایت و رہبری ہمارے پاس ہے مگر وہ ایسا حیران ہے کہ ان کی پکار پر دھیان نہیں دیتا۔ تو کیا ان بہکانے والوں سے بھی کہہ دو کہ سچی ہدایت تو اللہ کی ہدایت ہے جسے وہ نصیب کرے۔ الحمد للہ کہ اس نے ہم کو اپنے محبوب کے ذریعہ ہدایت دی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت تین حکم دیئے ایک یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے مطیع و فرمانبردار رہیں دوسرے یہ کہ ہم نماز قائم رکھیں کہ ہمیشہ پڑھیں صحیح پڑھیں اور صحیح وقت پر پڑھیں تیسرے یہ کہ ہم اپنے رب سے ڈریں گناہوں سے دور رہیں نیک اعمال اختیار کریں کیونکہ ہم سب کو آخر اسی کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے۔ یہ دنیا عارضی چیز ہے ان ہدایتوں کے ہوتے ہوئے ہم تم بدنصیبوں گمراہوں کی بات کیسے مان سکتے ہیں۔

فائدے: ان آیتوں سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ **پہلا فائدہ:** شیاطین اور کفار مسلمانوں کو بہکانے سے باز نہیں رہتے مسلمان کو چاہئے کہ ہر وقت احتیاط سے رہے جب شیطان حضرت آدم کو دھوکہ دینے سے باز نہ رہا اور کفار عرب حضرات صحابہ کرام کو بہکانے کی کوشش میں لگے رہے تو ہم کس شمار میں ہیں کوئی شخص اپنے کو شیطان سے محفوظ نہ جانے یہ فائدہ اس آیت کریمہ کے شان نزول سے حاصل ہوا۔ شیطان اور شیطانی لوگ مکھیوں یا غبار کی طرح ہیں۔ جیسے مکھیاں غبار برابر فقیر شاہ گدا کے پاس ہر وقت پہنچتے رہتے ہیں وہ کسی کی رعایت نہیں کرتے ایسے ہی شیاطین ہر وقت ہر جگہ پہنچتے رہتے ہیں انہیں ہاتھ یا پنکھا کر دفع کرتے رہو۔ **دوسرا فائدہ:** بہکانے والے کفار کو ایسا منہ توڑ جواب دینا چاہئے کہ وہ دوبارہ ہم کو بہکانے کی ہمت نہ کریں ڈھیلی ڈھالی بات ان سے نہ کی جاوے یہ فائدہ قل اندعوا فرمانے سے حاصل ہوا ہمیں کفار سے کفر کی برائیاں اور اسلام کی خوبیاں سب سے بیان کی جاویں۔ **تیسرا فائدہ:** حضرات صحابہ کرام خصوصاً حضرت ابوبکر صدیق اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بہت ہی مقبول بندے ہیں کہ ان کے ایسے دھوکے دینے کی کوشش کی تو رب تعالیٰ نے انہیں جواب سکھایا یہ فائدہ قل کی دو تفسیروں سے حاصل ہوا۔ **چوتھا فائدہ:** قرآن مجید میں دعا کے معنی پوجنا بھی آتا ہے جیسے کہ یہاں مراد لیا جاتا ہے۔ لہٰذا

www.alahazratnetwork.org

اور لا یبصرون سے حاصل ہوا کہ اطاعت شیخ تا فرمانی کا نقصان حضرت انبیاء اولیاء خدا کے نام سے بیان کی [illegible] عام کافر ان
مرادوں کو کوئی بار سکتے فرماتے ہوا اور [illegible] خلوت سے [illegible] سکتا ہے۔ چھٹا فائدہ [illegible] ثابت ہوئے [illegible] جاہل سے
[illegible] واقعہ [illegible] اصل [illegible] سے [illegible] ثابت ہوا [illegible]
قبول کرتا ہے [illegible] بعد اذ هدانا الله سے حاصل ہوا ساتواں فائدہ [illegible] مراد شیطان سے [illegible]
شیطان ہیں [illegible] ساتھی نہیں نیک اعمال [illegible] ہوں [illegible] ساتھی ہیں [illegible] ایک
بعض مسلمان [illegible] گمراہ [illegible] ہو جاتے ہیں [illegible] لہ اصحاب [illegible] ہدایت کی طرف بلانے والوں
لہ لہ اصحاب فرمایا شیخ سعدی قدس سرہ نے کیا شعر

[illegible] [illegible] [illegible]

آٹھواں فائدہ [illegible] انسان [illegible] صحبت اختیار [illegible]
فائدہ انسا سے حاصل ہوا [illegible] ہدایت [illegible]
نواں فائدہ [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] انسان [illegible]
[illegible] حاصل [illegible] اطمینان میں
رب تعالیٰ فرماتا ہے الا بذکر الله تطمئن القلوب دسواں فائدہ ایمان و اسلام پہلے ہے نماز روزہ وغیرہ نیک اعمال
بعد میں پہلے مسلمان [illegible] وامرنا لنسلم [illegible] سے حاصل ہوا کہ پہلے اسلام [illegible]
[illegible] نماز وغیرہ گیارھواں فائدہ نماز [illegible] فائدہ وان اقیموا الصلوٰۃ سے
حاصل ہوا [illegible] شروع میں [illegible] شریعت میں [illegible] نماز پڑھے
یعنی [illegible] نماز [illegible] ختم ہوا [illegible] اور صحیح وقت پڑھے صحیح طریقہ سے پڑھے
جماعت سے [illegible] طریقت میں نماز قائم [illegible] ہو صرف قالب کی نماز نہ پڑھے
[illegible] قلب و قالب دونوں کی نماز پڑھے [illegible] حدیث پاک میں احسان [illegible]
[illegible] اللہ [illegible] بارھواں فائدہ ہدایت
اللہ تعالیٰ کی [illegible] ہدایت نہیں [illegible]
فائدہ ان الهدی انسا [illegible] هدی الله هو الهدی
[illegible] ہدایت [illegible] اللہ [illegible] ہدایت [illegible]
[illegible] صلی اللہ علیہ [illegible]
سلام و ایمان [illegible] قرآن مجید [illegible] تیرھواں فائدہ [illegible]
[illegible] وهو الذی الیه تحشرون سے حاصل ہوا [illegible]
گیا۔ چودھواں فائدہ: صحابہ کرام [illegible] ابوبکر صدیق کا ایمان قطعی یقینی ہے [illegible]
[illegible]

www.alahazratnetwork.org

درخت کو توڑنا مشکل ہے ہماری باغ کے کسی درخت کو ہاتھ لگانا جیل جانا ہے ایسے ہی ان حضرات کے دل میں رب نے ایمان کا باغ لگایا ہے اسے کون اجاڑ سکتا ہے۔

پہلا اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ کے سوا کسی کو پکارنا شرک ہے تم یا رسول اللہ یا غوث کہہ کر نبی ولی کو پکارتے ہو شرک ہے۔ دیکھو یہاں فرمایا گیا **اندعوا من دون اللہ** الخ (دیوبندی) **جواب**: اس اعتراض کا نہایت تفصیلی جواب ہم تفسیر کے پہلے پارہ میں **وادعوا شہداء کم من دون اللہ** کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں یہاں اتنا سمجھ لو کہ اس میں اور ایسی آیات میں دعا بمعنی عبادت ہے قرآن کریم میں دعا بمعنی عبادت فرمایا گیا ہے **وکانوا بعبادتہم کافرین**۔ اگر خدا کے سوا کسی کو پکارنا شرک ہو تو ہر نمازی مشرک ہو گا۔ **السلام علیک ایہا النبی** کہہ کر نماز ختم کرتا ہے اس کا تفصیلی جواب ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول اور علم القرآن وغیرہ میں ملاحظہ کرو۔ **دوسرا اعتراض**: اس آیت سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہ نفع پہنچا سکے نہ نقصان پھر تم نبیوں ولیوں کو نفع و نقصان پہنچانے والا مانتے ہو یہ عقیدہ شرک ہے دیکھو یہاں ارشاد ہوا **ما لا ینفعنا ولا یضرنا** (وہابی)۔ **جواب**: اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی جواب الزامی تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے اس کی مخلوق نفع و نقصان پہنچا سکتی ہے زہر ہلاک کر دیتا ہے تریاق شفا دیتا ہے دوا سے بیماری دفع کرتی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیض نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو بینائی بخشی (قرآن مجید) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام شریف سن کر کافر کو مسلمان کر دیتا ہے۔ قیامت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سجدہ شفاعت ہم جیسے کروڑوں گنہگاروں کا بیڑا پار کر دے گا۔ (حدیث) کیا یہ چیزیں ماننا شرک ہے اور جواب تحقیقی یہ ہے کہ یہاں عبادت کا نفع اور عبادت نہ کرنے کا نقصان مراد ہے یعنی ان بتوں کو پوجنے سے نجات نہیں ہوتی ان کی پرستش نہ کرنے سے پکڑ نہیں ہوتی لہٰذا آیت بالکل واضح ہے۔ دیکھو یہاں فرمایا گیا **استہوتہ الشیاطین** معلوم ہوا کہ شیاطین انسان کو بہکا دیتے ہیں۔ غرضیکہ اللہ کی مخلوق نافع بھی ہے ضار بھی۔ **تیسرا اعتراض**: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہادی ہے اس کے سوا کوئی ہادی نہیں دیکھو فرمایا گیا **ہدانا اللہ** اور فرمایا گیا **ان ہدی اللہ ہو الہدی**۔ تم لوگ نبیوں ولیوں کو ہادی مانتے ہو شرک ہے۔ **جواب**: اللہ تعالیٰ نے ہم ان کے لحاظ سے قرآن کریم کو ہادی کہا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی فرماتا ہے **ان ہذا القرآن یہدی للتی ہی اقوم** اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا ہے **انک لتہدی الی صراط مستقیم** یعنی ہمیں ارشاد ہوا **لہ اصحاب یدعونہ الی الہدی**۔ حقیقی ہادی اللہ تعالیٰ ہے مجازی ہادی اس کے محبوب بندے ہیں۔ **چوتھا اعتراض**: اس آیت میں نماز اور تقویٰ کا حکم دیا گیا نماز کو پہلے بیان کیا تقویٰ کو بعد میں حالانکہ تقویٰ میں نماز بھی آجاتی ہے پھر نماز علیحدہ اور پہلے کیوں ہوئی۔ **جواب**: اس کا جواب ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا کہ تقویٰ کے سارے ارکان میں نماز اعلیٰ و اشرف رکن ہے اس لئے اسے علیحدہ فرمایا گیا نماز تقویٰ کا ذریعہ ہے کہ نمازی کو سارے باقی نیکیوں کی توفیق مل جاتی ہے اس لئے نماز کو پہلے ذکر فرمایا اس کی تحقیق پہلے پارہ میں **ویقیمون الصلوۃ** کی تفسیر میں عرض کی گئی ہے۔

تفسیر صوفیانہ: اس آیت کریمہ میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں ایک حضرت ابوبکر صدیق کی ایمانی پختگی کہ ان کا ایمان کسی خوف سے

www.alahazratnetwork.org

طاقت سے زائل نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کے دل میں یہ ایمان کا درخت اللہ نے لگایا ہے۔ جیسے مضبوط اور گہری جڑوں والا درخت دریائے سیلاب سے بہتا نہیں بلکہ زمین کو کٹاؤ سے مٹی کو بہنے سے روک دیتا ہے اور کھوکھلا جڑوں والا درخت بہہ جاتا ہے اسی طرح کمزور ایمان والے لوگ دنیاوی راحت یا تکلیف، دولت یا غریبی کسی کے بہکانے یا صحبت سے اس رو میں بہہ جاتے ہیں مگر حضرت صدیق اور خاص صحابہ کرام وہ مضبوط درخت ہیں جو نہ خود ایمان سے ہٹیں نہ خود کسی سیلاب میں بہیں تم اس کو بیٹے دیتا جس پر نظر فرماویں دوسری بات یہ کہ اس آیت میں گمراہ آدمی کی مثال اس مسافر سے دی گئی ہے جو اپنے ساتھیوں کے ساتھ سفر میں جائے۔ جنگل میں پہنچ کر شیطان اسے بہکا دیں یہ بے وقوف مسافر اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر شیطان کے ساتھ ہو جاوے اور شیطان اسے غلط راستہ پر لگا دیں اس کے ساتھی اسے پکارتے ہوں کہ ارے نادان ادھر آ ہدایت ہمارے ساتھ ہے۔ مگر یہ بے وقوف اس پرانے ساتھیوں کی نہ مانے جو وطن سے اس کے ساتھ آئے تھے شیاطین کی مانے اور گمراہ ہو جاوے گمراہ انسان پر یہ مثال نہایت اعلیٰ درجہ سے چسپاں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کے مقبول بندے عالم ارواح سے ہمارے ساتھ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے ہمارا رشتہ وصال رکھا ہے۔ انسان دین فطرت یعنی اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر دنیا میں آکر اس نے گمراہ ماں باپ کافر عزیز و اقارب اسے مغرور شریف کی راہ پر سمجھ لیا اور اسی غلط فہمی میں مبتلا ہو کر اللہ رسول اس کے نیک بندوں کی نہیں سنتا ان گمراہوں کی سنتا ہے حالانکہ دین کے سچے دوست سچے ساتھی یہی مقبول لوگ ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے **نحن اولیاءکم فی الحیوة الدنیا و فی الاخرة** اور فرماتا ہے **انما ولیکم اللہ و رسولہ و الذین امنوا**۔ وہ لوگ نفسانی ساتھی ہیں جن کے منہ میں کفر کا زہر ہے وہ روحانی سانپ ہیں یہ حضرات روحانی ساتھی ہیں جن کے منہ میں ایمان کا شہد ہے یہ شہد چھوڑ کر زہر پیتا ہے اور اپنے کو ہلاک کر دیتا ہے یہ حضرات ایمان ہدایت، خدا رسی کا ذریعہ عظمیٰ اور وسیلہ عظمیٰ ہیں ابھی اسے سمجھ نہیں آتی اسے سمجھ جب آوے گی۔ جب سمجھنا کام نہ آوے گا۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ اللہ کی بڑی نعمت اچھوں کا ساتھ ہے۔ جو اس نعمت سے محروم ہے وہ اللہ کے فضل و کرم سے محروم ہے یہ ہمراہی زمانہ اور جگہ سے آزاد ہے ابوجہل وغیرہ کفار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ رہے۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں تھے۔ حضور غوث الثقلین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اگرچہ وہ جگہ اور وقت میں دور رہے۔ **ولہ اصحاب** سے طریقت کے مت سے مسائل حل کر سکتے ہیں یہ خیال نہ کرو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں رہتے ہیں ہم دوسرے ملک میں پھر ہمراہی اور ساتھ کیسا سورج چوتھے آسمان پر رہتا ہے ہم زمین پر مگر ہم جہاں بھی جائیں سورج ہمارے ساتھ رہتا ہے اس کی کرنیں دھوپ اور روشنی سب فیضان کبھی ہمارا ساتھ نہیں چھوڑتے یہ سب کچھ سورج ہم کو دیتا رہتا ہے۔ بلکہ نظر بھی آتا رہتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت ہر جگہ ہمارے ساتھ رہتے ہیں اس لئے ہر جگہ سے التحیات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا جاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے لئے ہادی مطلق ہیں کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار سے ہدایت ملی کسی کو دیدار سے کسی کو گفتار سے کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار سے کسی کو صرف نام پاک سے جیسے ہم دور افتادہ کہ صرف نام سے ہدایت پا گئے دینے والا ایک ہے مگر اس کی عطا کے دروازے مختلف صوفیاء فرماتے ہیں کہ شریعت کا اسلام ہے **لا مقصود الا ھو**۔ طریقت کا اسلام ہے **لا موجود الا ھو** اپنے کو فنا کر کے بقا کا پیالہ پی لینا کیوں یوں کیسے جیسے ویسے سب کو ترک کر کے صرف کیا کا بندہ بن جانا اسلام ہے کہ یہ پوچھو کہ رب نے کیا

www.alahazratnetwork.org

کمایہ نہ پوچھو کہ کیوں کہا جناب ابراہیم واسماعیل نے ذبح کا اشارہ پا کر یہ نہ کہا کہ رب سے یہ یوں اشارہ کیا بلکہ جناب اسماعیل نے زبان حال سے یہ کہا کہ ابا جان تم ذبح کرتے امتحان دو میں ذبح ہو کر امتحان دوں گا۔ ماتم نہیں تڑپوں گا میں نہیں آنسو تم نہ بہانا چھری کے نیچے اعضاء میں نہ ہلاؤں گا یہ ہے صوفیاء کا اسلام بندہ کہتا ہے کہ سولی میں تیرا ہوں تو پھر رب بھی کہتا ہے کہ تو بندے میں تیرا ہوں اب پھر **وامرنا لنسلم لرب العلمین** صوفیاء فرماتے ہیں کہ نماز ہمیشہ پڑھنا شریعت میں نماز قائم کرنا ہے اور نماز میں ہمیشہ رہنا کہ کھاتے پیتے سوتے جاگتے نماز کا خیال رکھے طریقت میں نماز قائم کرنا ہے یونہی جن کاموں سے رب ناراض ہو ان سے بچنا شریعت کا تقویٰ ہے اور جو چیز رب سے غافل کرے اس سے بچنا طریقت کا تقویٰ ہے اگر علم و عبادت رب سے غافل کرے تو وہ تقویٰ نہیں اگر لنگوٹہ تو رب تک پہنچاوے تو وہ تقویٰ ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ غیر خدا سے بچنا حتی کہ اپنی ہستی کو فنا فی اللہ کرنا معرفت و حقیقت کا تقویٰ ہے۔

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۖ وَيَوْمَ يَقُولُ كُن فَيَكُونُ ۚ
اور وہی ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو حکمت کے ساتھ اور جس دن فرمائے گا ہو جا تو وہ ہو جائے گی
اور وہ ہی ہے جس نے آسمان و زمین ٹھیک بنائے اور جس دن فنا ہوئی ہر چیز کو کہے گا ہو جا
قَوْلُهُ الْحَقُّ ۚ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ
فرمان اس کا حق ہے اور اسی کا ملک ہے جس روز پھونکا جاوے گا صور میں جاننے والا ہے چھپی کھلی چیزوں کو
فوراً ہو جاوے گی اس کی بات سچی ہے اور اسی کی سلطنت ہے جس دن صور پھونکا جاوے گا ہر چھپے اور
وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ
اور وہ حکمت والا خبر والا ہے
ظاہر کا جاننے والا اور وہی ہے حکمت والا خبردار

الانعام

تعلق اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیت کریمہ میں بتوں کی مجبوری و مقہوری بیان فرمائی گئی تاکہ معلوم ہو کہ بت عبادت کے قابل نہیں۔ اب اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا ذکر ہے کہ وہ خالق، مالک ہے۔ حی و قیوم تاکہ پتہ لگے کہ وہی عبادت و بندگی کے لائق ہے گویا لا الٰہ کا ذکر پہلے ہوا اور الا اللہ کا ذکر اب ہو رہا ہے۔ اس نفی و اثبات پر ایمان کا مدار ہے۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیت کریمہ میں شرک و بت پرستی کے باطل ہونے پر دلائل قائم کئے گئے تھے تاکہ دلائل سے ماننے والے انصاف والے لوگ اس سے نفرت کریں۔ اب اللہ تعالیٰ کی جباریت و قہاریت کا ذکر ہے تاکہ لوگ ہیبت و خوف سے رب تعالیٰ کی عبادت و اطاعت کریں کوئی دلیل سے مانتا ہے کوئی خوف و ڈر سے۔ دلیل والوں کا انتظام پہلے کیا گیا اور ڈر والوں کا انتظام اب ہو رہا ہے۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیت کریمہ میں ارشاد ہوا کہ تم سب کو اس کی بارگاہ

www.alahazratnetwork.org

میں حاضر ہوتا ہے۔ اب ارشاد ہے کہ صرف تم ہی نہیں بلکہ ساری خلقت کی انتہاء اس پر ہے جو کہ مبداء فیض ہے اس کی طرف سب کا لوٹنا ہے۔ چوتھا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں ارشاد تھا کہ کفار دہریت سے حیران ہیں انہیں اطمینان نہیں جس سے اشارۃً معلوم ہوتا تھا کہ مومنین کو سکون قلبی بھی نصیب ہے اور اطمینان بھی۔ اب اس سکون و اطمینان کی وجہ کا ذکر ہو رہا ہے کہ ان کا تعلق رب تعالیٰ سے ہے خالق و مالک ہے جس کا سہارا قوی ہو وہ خود بھی قوی ہوتی ہے۔ پانچواں تعلق: پچھلی آیت کریمہ کے آخر میں سب لوگوں کو تقویٰ کا حکم دیا گیا۔ اللہ سے ڈرو کیسے ڈرو؟ ڈرنے کی دو شکلیں ہوتی ہیں۔ ایک اس کی قوت و قدرت کا اعتراف۔ دوسرے اپنی بے بسی کمزوری کا احساس۔ اس آیت کریمہ میں اللہ کی قدرت و علم کا ذکر ہے تاکہ ہم لوگ اس کی عظمت مان کر اس سے ڈریں۔ ہماری کمزوری کا احساس اس آیت کریمہ میں اللہ کی قدرت و علم کا ذکر ہے تا کہ ہم لوگ اس کی عظمت مان کر اس سے ڈریں۔ ہماری کمزوری کہ جس کے لئے آیات قرآنیہ بھی آ گئی ہیں۔ **خلق الانسان ضعیفا** ہم نہ تھے تب بھی آ گئے ہیں اور ہم کو گذشتہ قوموں کی تباہی بھی سنائی گئی ہے۔

تفسیر۔ **وھو الذی خلق السموت والارض** اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت کبھی انسانوں کی اپنی ذات سے کرائی کہ لوگو اپنے کو دیکھو ہم کو جان لو **وفی انفسکم افلا تبصرون** کبھی احوال عالم کے ذریعہ سے یہاں کے انقلابات سے **و تصریف الریاح والسحاب المسخر بین السماء والارض** الخ کبھی کسی بڑی مخلوق کے ذریعہ سے جیسے آسمان زمین لوح عرش وغیرہ کے ذریعہ۔ کبھی حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے **ھو الذی ارسل رسولہ** الخ یہاں تیسری قسم کی معرفت ہے یعنی آسمان و زمین کے ذریعہ رب کی پہچان چونکہ یہ جملہ نیا ہے اس لئے اس کے اول میں ابتداء کا واؤ لایا گیا۔ **ھو** سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات **الذی** سے مراد ہے رب تعالیٰ کی شان۔ اس کی صفت خلق میں ذکر اس کریم کے افعال کا ہے۔ **خلق** کے دو معنی ہیں۔ پیدا کرنا یعنی نیست کو ہست کر دینا، بنانا گھڑنا یہاں پہلے معنی میں ہے چونکہ سات آسمان الگ الگ حقیقت رکھتے ہیں اور سات زمینوں کی حقیقت ایک ہی مٹی ہے اس لئے **سموات** کو جمع اور **ارض** کو واحد فرمایا جاتا ہے زمین کی پیدائش آسمان سے پہلے مگر اس کا پھیلاؤ آسمانوں کے بعد اس لئے آسمانوں کا ذکر پہلے ہوتا ہے زمین کا بعد میں۔ اس کی تفصیل پہلے پارہ میں عرض کی جا چکی ہے چونکہ آسمان و زمین اللہ کی وہ مخلوق ہیں جن کی حقیقت کسی کو نہیں معلوم کسی کو یہ خبر نہیں کہ کس چیز سے بنے ہوئے آسمان وغیرہ کس چیز سے بنے۔ نیز ان کی پیمائش کا کسی کو پتہ نہیں لہٰذا مخلوق کی عقل دنگ رہ جاتی ہے اس لئے اس کی عظمت کا اظہار رب نے اپنی عظمت بتائی۔ **خلق** کے معنی ہیں نیست کو ہست کر دینا جو کچھ نہ ہو اسے سب کر دینا۔ **بالحق** اس فرمان کی تین ترکیبیں ہیں ایک یہ کہ اس کا تعلق **خلق** سے ہے دوسرے یہ کہ یہ صفت ہے **سموات والارض** کی۔ تیسرے یہ کہ حال ہے **خلق** کے فاعل **ھو** سے مگر آسان ترکیب یہی ہے کہ **خلق** کے متعلق ہے۔ **حق** کے چند معنی ہیں۔ باطل کا مقابل (فنا ہونے والا) باطل وہ جو فنا ہو، حق حکمت و مصلحت والا، باطل محض عبث اور حکمتوں سے خالی، حق سچ، باطل جھوٹ، حق بمعنی انصاف باطل بمعنی ظلم، حق بمعنی درست و ٹھیک باطل بمعنی غلط۔ یہاں دوسرے معنی مراد ہیں یعنی رب تعالیٰ نے آسمان و زمین کو ہزارہا حکمتوں سے بھرا ہوا بنایا بے کار نہ بنایا اور ہو سکتا ہے کہ حق بمعنی درست اور ٹھیک ہو اس کا مقابل باطل بمعنی غلط اور نادرست ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ وہ قدرت والا ہے جس نے آسمان و زمین حکمتوں سے بھرے پیدا فرمائے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ **سموات** سے مراد آسمان اور آسمانی چیزیں ہیں (علویات) اور زمین سے مراد زمین اور زمینی

www.alahazratnetwork.org

چیزیں ہیں۔ خلیفات اس عبارت میں آسمانی اور زمینی چیزوں کی پہلی پیدائش کا ذکر تھا جو بہت آہستگی سے ہے۔ دوسری پیدائش
یعنی قیامت کے دن والی کا ذکر ہو رہا ہے جو اچانک ہوگی کہ ارشاد ہے **و یوم یقول کن فیکون** یہ نیا جملہ ہے اس میں یوم
معنی وقت ہے نہ کہ معنی دن کیونکہ قیامت میں نہ دن ہوگا نہ رات کیونکہ وہاں سورج چاند تارے وغیرہ طلوع غروب نہ کریں
گے۔ [illegible] قول سے مراد لفظ نہیں بلکہ چاہنا ہے یونہی کن سے مراد الف نون اور امر کا صیغہ نہیں بلکہ ارادہ کا
تعلق مراد ہے۔ **یکون** میں تمام فنا شدہ چیزوں کا اچانک پیدا ہو جانا ہے یہ واقعہ دوسری یا تیسری بار صور پھونکنے پر ہوگا وہ چیزیں
جو **بعضہ** فنا نہیں ہوئیں جیسے جنت اور وہاں کی نعمتیں ان کا یہاں ذکر نہیں۔ اسی لئے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ترجمہ میں فرمایا
فنا شدہ چیز۔ تفسیر جلالین نے فرمایا۔ یوم سے پہلے اذکر پوشیدہ ہے یعنی وہ وقت بھی یاد کرو یا دلاؤ یا دو رکھو۔ جبکہ اللہ تعالیٰ ہر
فنا شدہ چیز سے فرمائے گا ہو جا وہ فوراً ہو جائے گی آسمان و زمین اسی طرح آسمانی و زمینی چیزیں یکدم پیدا ہوں گی پہلے کی طرح ان کی
پیدائش میں آہستگی نہ ہوگی۔ خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں رب تعالیٰ کا قانون جاری ہے یعنی ہر چیز کا آہستگی سے پیدا فرمانا اس کا ذکر
تھا۔ **خلق السموات والارض** میں اور قیامت میں رب کی قدرت کا ظہور ہوگا یعنی ہر چیز کا اچانک بن جانا اس کے لئے
ارشاد ہوا **یوم یقول کن فیکون قولہ الحق** اس عبارت کی بہت ترکیبیں ہیں آسان اور قوی ترکیب یہ ہے کہ یہ نیا جملہ
ہے اس میں **قولہ** مبتدا ہے **الحق** خبر قول سے مراد قیامت کے دن کے فیصلے ہیں حق سے مراد ہے حقیقت پر مبنی ہونا گویا یہ
مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سارے فرمان سچے ہیں یہاں حق سے مراد ہے برحق یعنی سچے درست۔ اس دوسری تفسیر کی بہت
تفصیل ہے اللہ تعالیٰ کے تکوینی فرمان جو بذریعہ فرشتوں کے متعلق جاری ہوتے ہیں وہ اٹل ہیں انہیں کوئی ٹال نہیں سکتا
جیسے کسی کی موت بیماری تندرستی فقیری امیری وغیرہ ٹل نہیں سکتے۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سارے تشریعی قول فرمان
بالکل درست ہیں۔ **لا یاتیہ الباطل** اس کی شرعی احکام کی بہت صورتیں ہیں آسمانی کتابوں سے جو لوگوں تک پہنچے وہ
سب حق ہیں وہ یہاں باطل ہے جو لوگوں نے اپنی طرف سے گھڑے وہ سب حق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے اقوال و عمل برحق
ہیں ان میں باطل کا احتمال نہیں جان کی [illegible] وہ حدیث ہے **اکتبوا فانہ لا یخرج منہ الا الحق** ہم
نے یہ چیزیں ہوں نہ [illegible] نہیں ہوتے۔ **و لہ الملک یوم ینفخ فی الصور** یہ نیا جملہ ہے اور لہ خبر مقدم ہے لہ سے پہلے
استقر یا ثبت پوشیدہ ہے **الملک** یا تو اس ثبت کا فاعل ہے یا خبر مبتدا ہے لہ کے مقدم ہونے سے حصر کا فائدہ ہوا **الملک** سے مراد
ہے باطنی اور ظاہری مملکت **یوم** اس ثبت کا ظرف ہے اگرچہ دنیا میں سارے زمین آسمان وغیرہ اللہ تعالیٰ ہی کا ملک ہے ان میں
اس کی سلطنت ہے مگر ظاہری طور پر دنیا والے سلاطین بھی کہتے ہیں کہ یہ ملک ہمارا ہے یہ ملک اس کا ہے قیامت میں کوئی یہ
کہنے والا بھی نہ ہوگا۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی سلطنت ہوگی دنیاوی ساری بادشاہتیں فنا ہو چکی ہوں گی لہذا یہ قرینہ بالکل
درست ہے۔ **یوم** سے مراد وقت ہے نہ کہ ہمارا مشہور دن کیونکہ قیامت میں نہ دن ہوگا نہ رات۔ **ینفخ** سے بنا ہے **نفخ** سے
معنی پھونکنا پھونکنے والے حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں۔ جیسا کہ احادیث میں ہے **صور** معنی زبان میں نرسنگا لوکتے
ہیں نرسنگا [illegible] ہے حضرت اسرافیل اور ان کا صور پیدا ہو چکا ہے وہ اسے منہ میں لئے حکم کے منتظر کھڑے ہیں نگاہ
عرش اعظم کی طرف ہے کہ اب حکم ملے اور میں پھونکوں جیسا کہ احادیث میں ہے۔ خیال رہے کہ قیامت میں صور تین بار
پھونکا جائے گا۔ پہلی بار میں تمام مخلوق گھبرا جائے گی [illegible] اپنی موت کا یقین ہو جائے گا دوسری بار میں زندہ ہوگی یعنی پہلی بار کا

www.alahazratnetwork.org

نفخہ بہت دراز ہوگا عام تفسیر۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ **یوم ترجف الراجفة تتبعها الرادفة قلوب یومئذ واجفة** یہاں نفخ صور سے دوسری نفخہ مراد ہے جس پر سب مخلوق زندہ ہو جاوے گی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ **ثم نفخ فیه اخری فاذا هم قیام ینظرون**۔ ان دونوں نفخوں میں چالیس سال کا فاصلہ ہوگا۔ جب سب کچھ فنا ہو چکا ہوگا تب رب تعالیٰ فرمائے گا۔ **لمن الملک الیوم** آج کس کا ملک ہے کوئی جواب دینے والا نہ ہوگا پھر خود ہی فرمائے گا **لله الواحد القهار**۔ یہ بھی خیال رہے کہ صور کے پہلے نفخہ پر ساری زندہ مخلوق اور زمین آسمان وغیرہ فنا ہو جاویں گے جو لوگ پہلے مر چکے تھے وہ بیہوش ہو جاویں گے۔ سوا عرش اور عرش کے اٹھانے والے فرشتوں اور حضرت جبریل و میکائیل علیہم الصلوۃ والسلام یہ رب تعالیٰ کے حکم سے فنا ہوں گے اولاً جبریل پھر میکائیل پھر عرش اور حاملین عرش۔ پھر اسرافیل اور خود ہی صور پھر اللہ کے حکم سے اولاً اسرافیل پھر صور پیدا ہوں گے۔ پھر حضرت جبریل اور حاملین عرش فرشتے پھر صور پھونکنے پر ساری مخلوق۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **و نفخ فی الصور فصعق من فی السموات و من فی الارض الا من شاء الله** یہ حضرات الا من شاء اللہ میں داخل ہیں۔ (ابن کثیر وغیرہ) انشاء اللہ اس کی تحقیق انہی آیات میں ہوگی یعنی جس دن دوسری بار صور پھونکا جائے گا اس دن ملک صرف اللہ تعالیٰ کا ہی ہوگا۔ یہ بھی خیال رہے کہ انسان کے چار مقامات ہیں۔ عالم ارواح، دنیا، برزخ، محشر، جنت و دوزخ۔ ان چاروں زندگیوں میں زندگی نمبر 2 یعنی دنیاوی زندگی اعمال کمانے کی ہے۔ بقیہ تین زندگیوں میں اعمال نہیں۔ لہٰذا اس زندگی میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین کا ظاہری ملک بھی بخشا اور ملک حقیقی بخشی تا کہ یہ اس کے ذریعہ اعمال میں مصروف ہو۔ چوتھے میں کسی کا ملک نہ ہوگا۔ صرف اللہ کا ہوگا کیونکہ وہ جگہ اعمال کی نہیں ان کے فیصلہ سننے کی جگہ ہے۔ جنت میں جو جنتی کو بڑا وسیع ملک دیا جائے گا وہ کام کے لئے نہیں بلکہ آرام و انعام کے لئے۔ اس لئے وہاں دائمی عطا ہوگی اور کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ یہ بھی خیال رہے کہ دنیا میں حضرات انبیاء کرام کو ملکوت کا تصرف بھی عطا فرمایا جاتا ہے کیونکہ وہ حضرات کام کر لیتے بھی آتے ہیں اور لوگوں کو ایمان دے کر ان سے کام کراتے بھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے فرماتا ہے۔ **و اتینهم ملکا عظیما** پھر فرماتا ہے۔ **و سخرنا له الریح** ہوا کا مسخر ہونا ملکوت میں تصرف ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مردے زندہ کرنا یعنی گئی ہوئی روح کو دوبارہ جسم میں داخل کرنا ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سورج واپس لوٹانا، چاند چیرنا، کنکروں پتھروں سے کلمہ پڑھوانا یہ سب کچھ ملکوت میں تصرف ہی تو ہے۔ **عالم الغیب والشهادة** یہ عبارت علیحدہ جملہ ہے اور پوشیدہ ھو کی خبر ہے۔ غیب اور شہادت سے ساری چھپی اور کھلی چیزیں مراد ہیں یعنی اللہ تعالیٰ تمام چھپی کھلی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ ہمیشہ سے جانتا ہے ہمیشہ تک جانتا ہے **وهو الحکیم الخبیر** یہ نیا جملہ ہے حکیم سے مراد ہے حکمت والا کہ اس کے ہر کام میں حکمت ہے کوئی کام عبث نہیں۔ خبیر سے مراد ہے اپنے بندوں کے ہر حال پر مطلع عالم الغیب میں علم قدیم ذاتی علم فعلی کہتے ہیں وہ مراد ہے اور یہاں الخبیر میں علم حادث جسے علم انفعالی یا علم ظہور کہتے ہیں وہ مراد ہے لہٰذا آیت میں تکرار نہیں یا یوں کہو کہ خبیر کے معنی ہیں خبر والا یعنی سب کو خبر وقت دینے والا یعنی مخبر چنانچہ متعلقہ فرشتوں کو اس نے خبر دی وحی ہوئی ہیں۔ ولیوں نبیوں کو خصوصاً حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز کی خبر دی ہے ذرہ ذرہ اور قطرہ قطرہ سے خبردار ہیں۔ یہ تعلیم الٰہی ہے لہٰذا **عالم الغیب والشهادة** ذاتی ہے اور **وهو الحکیم الخبیر** عطائی ہے۔

خلاصۂ تفسیر: اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی بہت سی صفات کا ذکر ہے۔ خالق ہونا، قادر ہونا، مالک ہونا، عالم ہونا، حکیم و

www.alahazratnetwork.org

جاری ہوتا ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے سارے آسمانوں ساری زمین اور آسمانوں اور زمین کی ساری مخلوق کو اپنی قدرت کاملہ سے پیدا فرمایا۔ مگر آہستگی سے کہ پہلے زمین پیدا کی پھر آسمان پھر زمین کو پھیلایا پھر ان کی مخلوق پیدا فرمائی۔ کیونکہ یہاں رب تعالیٰ کے قانون کی جلوہ گری ہے یہ دنیا قانونی مقام ہے۔ یہاں کے لئے آہستگی ہی مناسب ہے حتی کہ بچہ آہستگی سے بڑھتا ہے جوان ہوتا ہے قیامت میں ساری آہستگی سے اور پھل لگتے ہیں کیونکہ یہ حکمت سے پیدا ہوئے تھا ہوئے کہ جب وہاں بھی یاد موجب قیامت میں صرف کن کہہ کر ساری فنا شدہ مخلوق کو یکدم پیدا فرمائے گا اس دن اس کے سارے فیصلے ہوں گے اور درست ہوں گے یا اس کے فیصلے اٹل ہوں گے ناقابل اپیل۔ یا دنیا میں اس کے تکوینی احکام جو فرشتوں کے ذریعہ تم پر جاری کئے جاتے ہیں اور تم کو پتہ نہیں چلتا وہ بالکل درست بھی ہیں اور اٹل بھی۔ یا رب کے دنیا میں تشریعی احکام جو نبیوں کے ذریعہ تم کو بتائے جاتے ہیں بالکل درست و اٹل ہیں یا حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلے ہوئے فرمان جو تمہارے قول ہیں وہ بالکل درست ہیں غرضیکہ قولہ الحق کی پانچ تفسیریں ہیں۔ دو کا تعلق قیامت سے ہے۔ تین تفسیروں کا تعلق دنیا سے۔ جس دن فنا شدہ مخلوق کو زندہ کرنے کے لئے صور پھونکا جائے گا اس دن اللہ واحد قہار ہی کا ملک ہوگا وہ ہر کھلی چھپی چیزوں کا جاننے والا وہی حکمت والا بھی ہے۔ تمہارے ہر کھلے چھپے تمہاری ہر حالت پر مطلع بھی کہ اس کے علم سے کوئی ذرہ کوئی قطرہ باہر نہیں۔ خیال رہے کہ رب نے جہاں اپنی معرفت دوسری مخلوق کے ذریعہ کرائی ہے وہاں فرمایا **خلق السموت والارض**۔ مگر جہاں اپنی معرفت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ کرائی ہے وہاں خلق نہیں فرمایا بلکہ ارسل یا بعث فرمایا **هو الذی ارسل رسوله** یا **بعث فی الامیین رسولا** اس فرق کی دو وجہیں ہیں۔ ایک یہ کہ دیگر مخلوق دنیا میں آنے سے پہلے کچھ نہ تھی یہاں آ کر سب کچھ بنی اور دنیا کی مخلوق ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لانے سے پہلے سب کچھ تھے۔ **کنت نبیا و آدم بین الماء والطین** آپ کا یہاں آنا گویا دفتر سے دوسرے دفتر میں آنا ہے اس لئے آپ یہاں کے سانچہ میں نہیں ڈھلے بلکہ دنیا کو اپنے سانچہ میں ڈھالا۔ دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی مخلوق ماننا ایمان نہیں صرف توحید ہے ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول ماننا ایمان ہے وہاں چونکہ ایمان کی تعلیم ہے لہٰذا **ارسل** اور **بعث** ارشاد ہوا۔

فائدے اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے جو کسی اور کو ایک ذرہ ایک قطرہ کا خالق مانے وہ مشرک ہے۔ یہ فائدہ **خلق السموات والارض** الخ سے حاصل ہوا۔ خالق معبود قدیم ازلی ابدی واجب الوجود اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔ دوسرا فائدہ: اللہ تعالیٰ کا کوئی کام اس کی کوئی چیز حکمت سے خالی نہیں۔ ہم پر جو واردات گزرتی ہیں ان سب میں اس کی حکمت ہے۔ لہٰذا اس پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے۔ یہ فائدہ **بالحق** سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ: دنیا میں چیزوں اور دکھوں کی پیدائش آہستگی سے ہوئی۔ کبھی زمین کبھی آسمان کبھی کوئی چیز پیدا ہوئی کبھی کوئی اور چیز۔ ہم پہلے بچے تھے پھر جوان اور بوڑھے ہوئے۔ کچھ لوگ پہلے چلے گئے کچھ آئندہ آئیں گے لیکن قیامت میں حرف کن سے تمام مخلوق پیدا ہو جائے گی یہ فائدہ **کن فیکون** سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ: مالک حقیقی رب ہے بعض بندے بھی ہیں مگر رب تعالیٰ نے مالک بنانے سے عارضی طور پر۔ خلق اور ملک میں بڑا فرق ہے۔ قیامت کے دن کوئی شخص کسی چیز کا عارضی مالک بھی نہ ہوگا۔ یہ فائدہ **له الملک یوم ینفخ فی الصور** سے حاصل ہوا۔ دیکھو عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی ہی ہے مگر اطاعت انبیاء

حاصل کی جن ہوتی ہے اسی لئے سب کی تھی اس لئے قائم رہو بادشاہوں اور علماء دین کی۔ **اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم** یوں ہی ازلی مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے مگر اللہ نے حکم بخشا جنت دوزخ اور وہاں کے باشندے وہاں سے ثواب و عذاب ابدی ہیں ازلی اور ابدی ہیں۔ پانچواں فائدہ: صور چونکہ دو بار پھونکا جائے گا پہلی بار سب کا مرجانا دوسرے پھونکنے پر سب کا جی جانا اس لئے جانا ہاں تک بجانے والے کسی آلہ کی ضرورت ہے یہ فائدہ **ینفخ فی الصور** سے حاصل ہوا۔ حدیث شریف سے ثابت ہے صور پھونکنے والے حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں [illegible] ہمارے امام ہم سے حضرت [illegible] ہیں وہ صور [illegible] تعجب ہے [illegible] والوں نے صور پھونکنے کا بھی انکار کیا ہے اور اس آیت کی تاویل یہ وہ تاویل کی ہے کہ صور کوئی چیز نہیں بلکہ صور جمع ہے صورت کی [illegible] دیکھو اس کی تفسیر بیان القرآن مصنفہ مولوی محمد علی لاہوری مرزائی یہ بھی عقاید کی عقل مندوں سے کوئی پوچھے کہ دوسرے مقام پر فرمایا گیا پہلی بار صور پھونکا جائے گا [illegible] جائیں گے [illegible] کیسے درست ہو سکتے ہیں قیامت کے دن تک [illegible] یہ معنی ہو سکتے ہیں [illegible] مرے ہوئے ہوں گے [illegible] جیں گے۔ یہ [illegible] قرآن [illegible] یہ غلط ہے آج [illegible] مرجانا [illegible] فرشتہ کی پھونک سے زندہ ہو جانا۔ بزرگوں کی پھونک سے بیمار اچھے ہو جاتے ہیں۔ [illegible] بیان کی ہیں۔

پہلا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت میں سب مرے ہوئے زندہ ہوں گے [illegible] قرآن مجید میں ہے کہ مردے چلتے پھرتے ہوں گے [illegible] زندگی کے بعد صور پھونکے جانے سے ہوگا۔ جواب: ہر زبان میں چند خاص [illegible] کلام سمجھو آپ جیسے ہماری اردو میں بولا جاتا ہے کہ یہ پہلی بجات [illegible] نہیں ہوتا بلکہ آسانی اور پھرتی سے [illegible] ہوتا ہے یونہی عربی محاورہ میں کن سے آسانی سے اور جلدی مراد ہوتا ہے۔ چنانچہ یہاں کن فرمانے سے لفظ کن بولنا مراد نہیں بلکہ کسی چیز کا چاہنا [illegible] قدرت کی طرف زندگی اللہ کے ارادے سے ہے۔ صور پھونکنا [illegible] بظاہر سبب ہوگا [illegible] اصل زندگی [illegible] صور وغیرہ ظاہری سبب۔ دیکھو دنیا میں ہماری پیدائش اللہ کے ارادے سے ہے مگر ماں باپ اس کا ظاہری سبب ہیں۔ [illegible] اللہ کے ارادے سے مگر زمین پانی اس کا سبب ہے۔ دوسرا اعتراض: جس طرح رب نے اپنی معرفت آسمان و زمین وغیرہ کے ذریعہ [illegible] مخلوق کی ارشاد فرمایا اور رب کی معرفت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ [illegible] ارسال فرمایا بعثت کی حلق [illegible] میں ارشاد ہوا۔ چنانچہ یہیں ارشاد فرمایا **ھو الذی ارسل رسولہ** یہیں فرمایا **ھو الذی بعث فی الامیین رسولا** ان فرق بیان میں کیا حکمت ہے؟ جواب: اللہ تعالیٰ کی معرفت وحی کی منزلیں [illegible] ہے [illegible] بس ہو ایمان معتبر ہو۔ مگر مخلوقات سے زیادہ جو معرفت [illegible] ہوتی ہے [illegible] ایمان نہیں اسی طرح حضور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف عبدیت [illegible] مخلوقیت [illegible] تو ایمان نہیں [illegible] شیطان نے بھی کہا تھا **لم اکن لاسجد لبشر** اور **انا خیر منہ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین** اگر [illegible] آدم کی بشریت مخلوقیت مانتا تھا مومن نہیں اور رب [illegible] ایمان سے ان کے [illegible] جاتا ہے محمد رسول اللہ [illegible] الحمد للہ [illegible] ایمان [illegible] تیسرا اعتراض [illegible]

www.alahazratnetwork.org

کہ آہستگی سے یوں آئے کوئی بھی کوئی کبھی اور وہاں یکدم کیوں زندہ ہو جائیں گے اس میں حکمت کیا ہے۔ جواب: اس فرق میں صدہا حکمتیں ہیں دنیاوی زندگی محدود اور فانی ہے۔ مرتا گیا تو قیامت تک باقی رہتا ہے اگر سب آدمی یکدم پیدا کر دیئے جاتے اور سو برس کے بعد فنا کر دیئے جاتے تو دنیا قیامت تک باقی کیسے رہتی اس زندگی کے لئے فنا نہیں۔ سب یکدم پیدا ہو کر ابد الآباد تک زندہ رہیں گے لہذا وہاں یکدم پیدا فرما دینا حکمت کے خلاف نہیں نیز یہ زمین محدود ہے یہاں انسانوں جانوروں کو بھی رہنا ہے۔ اور اسی زمین سے ان کی غذا بھی پیدا کرنا ہے اگر سب لوگ یکدم پیدا کر دیئے جاتے تو زمین میں انسانوں کی ہی گنجائش نہ ہوتی کھیتی باڑی کہاں ہوتی۔ وہ زمین نہایت ہی وسیع ہے اور وہاں میدان قیامت میں کھیتی باڑی بھی نہیں کرنا ہے۔ لہذا وہاں یکدم پیدا فرما دینا خلاف حکمت نہیں نیز دنیا عمل کی جگہ ہے اللہ تعالیٰ نے مختلف اوقات میں مختلف نبیوں کے ذریعے مختلف اعمال لوگوں سے کرائے ہیں پہلے نبوت کے آسمان پر تارے چمکائے تھے پھر آخر میں نبوت کا سورج چمکانا تھا۔ اگر سب لوگ یکدم پیدا کر دیئے جاتے تو تارے اور سورج کے چمکنے کی کیا صورت ہوتی۔ وہاں عمل ہے ہی نہیں وہاں تو سزا و جزا کا حکم سنانا ہے اس لئے یکدم سب کا زندہ ہو جانا خلاف حکمت نہیں اور بھی صدہا حکمتیں ہو سکتی ہیں۔ **چوتھا اعتراض:** تم نے **قولہ الحق** کی پانچ تفسیریں کیں جن میں سے ایک تفسیر یہ کی کہ قیامت میں اللہ کے فیصلے اٹل اور ناقابل اپیل ہیں۔ مگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں رب کے احکام کی اپیل ہوگی۔ بعض لوگوں کو دوزخ میں لے جانے کا حکم ہو جائے گا مگر بعد میں شفاعت سے معافی ہو جانے کی وہ احادیث اس فرمان الٰہی کے خلاف ہیں۔ **جواب:** وہ شفاعتیں اپیل نہ ہوں گی بلکہ رحم کی درخواستیں ہوں گی جو بارگاہ الٰہی میں پیش ہوں گی۔ پہلا فیصلہ عدل الٰہی کا ہوگا۔ دوسرا فیصلہ شفاعت کی بدولت اس کریم کے فضل کا ہوگا جو وہ خود ہی صادر فرمائے گا گویا ان دونوں فیصلوں میں فرق ہوگا عدل اور فضل کا۔ اپیل تو یہ ہے کہ اوپر والا حاکم نیچے والے حاکم کا فیصلہ رد کر دے (نعوذ باللہ) یہ وہاں ناممکن ہے جیسے ہم بیمار ہوئے اور دوائی برکت سے شفایاب ہوگئے تو دوا نے رب کا حکم بدل نہیں دیا بلکہ رب نے ہی دوا کے ذریعہ فضل کر دیا شفاعت روحانی دوا ہے لہذا اس آیت میں اور احادیث میں تعارض نہیں۔ **پانچواں اعتراض:** صور کی پہلی پھونک سے ہر چیز فنا ہوگی تو جو پہلے فنا ہو چکے ہیں وہ کیسے فنا ہوں گے نیز کیا اس سے خود صور اور صور پھونکنے والے فرشتے کی بھی فنا ہوگی یہ تو ناممکن ہے۔ **جواب:** جو لوگ اس وقت زندہ ہوں گے وہ اس سے مر جائیں گے جو چیزیں اس وقت موجود ہوں گی وہ فنا ہو جائیں گی۔ پہلے مرے ہوئے لوگ اس وقت بیہوش ہو جائیں۔ رب فرماتا ہے **ونفخ فی الصور فصعق من فی السموات ومن فی الارض**۔ صعق بیہوشی کو کہتے ہیں۔ نیز خود صور اور حضرت اسرافیل۔ حاملین عرش فرشتے صور سے نہ فنا ہوں گے بلکہ ان سے رب فرمائے گا فنا ہو جاؤ تو فنا ہوں گے اس لئے اس آیت کے آخر میں ہے۔ **الا ما شاء اللہ** یہ چیزیں الا ما شاء اللہ میں داخل ہیں۔ حکم ربانی ہے **کل من علیھا فان** اور منشاء الٰہی ہے **کل نفس ذائقة الموت** لہذا ان سب کا بھی فنا ہونا ضروری ہے۔ **چھٹا اعتراض:** دوسرے نفخہ سے سب زندہ ہوں گے تو خود صور اور حضرت اسرافیل جو فنا ہو چکے ہیں وہ کس چیز سے زندہ ہوں گے۔ **نوٹ:** اس قسم کے اہیات اعتراضات دیانند سرسوتی نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش کے چودھویں باب میں کئے ہیں اور کہا ہے کہ ان کا جواب مسلمان صاحبان قیامت تک نہیں دے سکتے۔ **جواب:** اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ جو چیزیں صور سے فنا یا بیہوش ہوں گی وہی چیزیں صور سے اٹھیں گی اور جو چیزیں حکم الٰہی سے فنا ہوں گی وہ حکم الٰہی سے ہی اٹھیں گی۔ یہاں جو فرمایا **ویوم یقول کن فیکون** اس میں اسی جانب اشارہ ہے کہ بعض چیزوں

www.alahazratnetwork.org

زندہ ہونا ممکن ہے۔ یہ بالکل صور ہے پنڈت جی کا یہ اعتراض تنکوں کی طرح اڑ گیا۔ پنڈت جی اپنے آواگون (تناسخ) کی خبر منائیں کہ وہ کسی طرح درست نہیں ہو سکتا دیکھو اسی تفسیر کا پہلا پارہ اسلامی قوانین نہایت ہی پختہ ہیں۔ **ساتواں اعتراض:** یہاں ارشاد ہوا کہ جس دن صور پھونکا جائے گا اس دن اللہ تعالیٰ مالک ہو گا تو آج ملک کس کا ہے؟ آج بھی وہ مالک الملک ہے۔ **جواب:** اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ آج بظاہر لوگوں کا ملک ہے۔ اگرچہ مجازی ہی سہی کہا جاتا ہے پاکستان ہمارا ملک ہے ہندوستان ہندوؤں کا یہ ہمارا گھر ہے یہ تمہارا یہ ہماری چیز ہے وہ تمہاری مگر اس دن ہمارا ختم ہو چکا ہو گا اللہ کے سواء کسی کا کچھ نہ ہو گا لہذا یہ فرمان بالکل درست ہے۔ **آٹھواں اعتراض:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ اس دن کوئی کسی چیز کا مالک نہ ہو گا مگر جنتی لوگ اپنے رقبہ کے مالک دائمی ہوں گے پھر یہ آیت کیونکر درست ہوئی۔ **جواب:** یہاں قیامت کا ذکر ہے جنت کا مالک ہونا وہاں کے داخلہ کے بعد ہو گا جو قیامت سے بہت عرصہ بعد ہو گا لہذا آیت کریمہ بالکل درست ہے قیامت کے اول وقت تو کسی کے جسم پر کپڑا بھی نہ ہو گا یہ بھی بعد میں ملے گا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **کما بدانا اول خلق نعیدہ** جیسے تمہیں پہلے پیدا کیا تھا ویسے ہی پھر لوٹائیں گے۔ **نواں اعتراض:** تمہاری تفسیر سے معلوم ہوا کہ صور کے پہلے پھونکنے پر دنیا فنا ہو گی اور دوسری پھونک پر جسموں میں روح پھونکی جائے گی تو فنا شدہ بلکہ ریزہ ریزہ شدہ جسم کس طرح بنیں گے ان کے لئے کون سا نفخہ ہو گا آرہا ہے؟ **جواب:** جیسے صور کا پہلا نفخہ بہت دیر تک رہے گا اولاً اس کی آواز سے گھبراہٹ ہو گی پھر جانداروں کی موت پھر پہاڑ بلکہ زمین و آسمان تہ و بالا ہو جائیں گے۔ پھر سب کچھ فنا ہو جائے گا حتیٰ کہ بعض لوگوں نے اس ایک نفخہ کو دو مانا ہے ایک بیہوش کر دینے والا دوسرا فنا کرنے والا مگر وہ ہے ایک ہی۔ اسی طرح دوسرا نفخہ بہت دیر تک رہے گا۔ اولاً اس کی آواز سے زمین و آسمان کی پیدائش ہے۔ پھر جانداروں کے جسموں کے ریزوں کی چھانٹ کہ کسی دوزخی کا ریزہ جنتی کے جسم میں نہ آنے پائے گا اور جنتی کا دوزخی کے جسم میں بلکہ کسی جسم کا ریزہ دوسرے جسم میں شامل نہ ہو گا۔ پھر ان ریزوں کے جمع ہو چکنے پر جسم کے اپنی حالات میں تبدیلی، پھر جان پھونکنا سب کچھ ایک ہی نفخہ سے ہو گا۔ رب تعالیٰ کی قدرت سے یہ کچھ بعید نہیں۔ آج ڈاک خانہ والے ڈاک جمع کر کے ان کی چھانٹ اس قدر جلد کرتے ہیں کہ حیرت ہو جاتی ہے۔ ہر خط اپنے ٹھکانہ پر پہنچتا ہے جب جانے والی، آنے والی ڈاک کی چھانٹ بندے اتنی جلدی کر لیتے ہیں تو وہاں تو رب تعالیٰ کی قدرت سے چھانٹ ہے اس کا ظہور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چڑیوں اور حضرت عزیر علیہ السلام کے گدھے کو دوبارہ زندہ کرنے پر ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں محبوبوں کو یہ چھانٹ کر کے اجسام بنا کر زندہ کر کے دکھا دیا اس پر اعتراض درحقیقت رب تعالیٰ کی قدرت کا انکار ہے۔ آج کھیت میں بوئے ہوئے مختلف بیج پیٹ میں گئی ہوئی غذا کی چھانٹ حیرت میں ڈال دیتی ہے۔ یہ ہے اس علیم و قدیر و خبیر کی چھانٹ۔ **دسواں اعتراض:** اس کی کیا وجہ ہے کہ اس دنیا میں اللہ نے لوگوں کو ملک بھی بخشا اور ملک بھی بخشی مگر برزخ اور محشر میں کسی کی ملک کوئی چیز نہ ہو گی۔ **جواب:** وجہ یہ ہے کہ عالم ارواح، برزخ، قیامت میں انسانوں کو نہ تو کھانے پینے کی حاجت ہے نہ یہ مقام اعمال کرنے کے ہیں لہذا انہیں یہاں کچھ ملک اور ملک نہیں دیئے گئے مگر دنیاوی زندگی میں کھانا پینا بھی ہے اعمال کمانا بھی کھیتی میں کاشت کرنا بھی اس لئے رب نے یہاں ملک بھی بخشے اور ملک بھی مگر عارضی اور محدود تا کہ ان کے ذریعہ نیک اعمال کر سکیں۔ جیسے جب آقا اپنے غلام سے کاشتکاری کراتا ہے تو اسے ہل بیل، پانی کھینچنے کے آلے اور زمین ضرور دے گا ورنہ وہ کاشت نہیں کر سکتا چونکہ اعمال صرف ظاہری ملک کے ذریعہ کئے جاتے ہیں۔ باطنی ملک کی ضرورت نہیں اس

www.alahazratnetwork.org

لئے یہاں ہم کو ملک دیا گیا ملکوت نہیں عطا ہوا۔

تفسیر صوفیانہ : رب کی ذات و صفات کا ماننا ایمان کا پہلا رکن ہے۔ مگر وہ ایسا نادیدہ ہے کہ کوئی دیدہ و آنکھ اسے دیکھ نہیں سکتی **لا تدرکہ الابصار** اب اس کے ماننے کی یہی سبیل ہے کہ اس کی عظمت والی مخلوق کو ان کی عظمت والا کو جانا جائے پھر یہ مانا جائے کہ ان عظیم الشان چیزوں کا خالق اللہ ہے جس کی مخلوق ایسی عظیم الشان ہے تو بتاؤ کہ خالق کیسی شان والا ہو گا۔ عالم اجسام میں آسمان و زمین بڑی شان والی مخلوق ہیں ان کے ذریعہ خدا کی پہچان کرائی گئی۔ جیسے سجدہ کرنا تھا خدا کو مگر سجدے میں مسجود کا سامنے ہونا ضروری ہے کہ سجدہ کے معنی ہیں کسی کے آگے سر زمین پر رکھنا۔ رب تعالیٰ ہمارے سامنے آنے سے پاک ہے تو اس نے کعبہ معظمہ کو جو اس کی شاندار مخلوق ہے ہمارے آگے کر دیا کہ اس کی طرف سجدہ کر لینا تم کو سجدہ ہو جائے گا۔ یونہی ایمان کے لئے رب کا ماننا ضروری تھا مگر وہ ہماری آنکھ و نظر سے وراء ہے تو اس نے اپنے مقبول بندے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج کر فرمایا کہ ان کی اطاعت کر لو۔ ہماری اطاعت ہو جائے گی **من یطع الرسول فقد اطاع اللہ** کعبہ قبلہ سر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ دل کعبہ قبلہ اسلام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ ایمان اس قاعدے سے یہاں یوں سمجھو کہ اللہ کے بعض بندے فیض دینے والے ہیں۔ جیسے حضرات انبیاء و اولیاء اور بعض بندے فیض لینے والے جیسے ہم لوگ۔ فیض رساں بندے گویا آسمان ہیں اور فیض لینے والے بندے گویا زمین ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کا خالق ہے اس نے جسے جو کچھ بنایا اپنے علم سے بنایا کن سے بنایا جسے فرمادیا کن ولیا وہ ولی ہو گیا جسے فرمایا **کن نبیا** وہ نبی ہو گیا جسے فرمایا **کن مومنا** وہ مومن ہو گیا۔ جیسے صور پھونکنے پر سارے مردے زندہ ہو جائیں گے اسی طرح حضرات انبیاء و اولیاء کے دم یا نظر گویا صور اسرافیل ہیں جس سے مردہ دل زندہ ہو جاتے ہیں بلکہ حضرت ابراہیم کی آواز سے تو مردہ جانور زندہ ہوئے۔ حضرت عزیر کی پکار پر مردہ گدھے کی سفید ہڈیاں زندہ ہو گئیں اسی طرح ان کی آواز ان کے فیضان سے عرصہ کے مردہ دل زندہ ہوتے ہیں۔ فرعونی جادوگر فیضان موسوی سے دم کی دم میں مومن صحابی صابر شہید بن گئے۔ پھر جس دل کو حضرات اولیاء کا دم زندہ کر دے اس پر شیطان یا نفس امارہ کی حکومت نہیں رہتی وہ اللہ واحد قہار کا ملک بن جاتا ہے اس دل میں اللہ کی حکومت جناب حضور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا راج ہوتا ہے یہ ہیں معنی **ولہ الملک یوم ینفخ فی الصور** کے اللہ کرے ہمارے مردہ دلوں پر کسی ولی کا دم پہنچ جائے جس دل کو ولی کی نگاہ زندہ کر دے وہ کبھی مردہ نہیں ہوتا۔ مولانا فرماتے ہیں۔ شعر۔

ساز و اسرافیل روزے نامہ را　　جاں دہد پوسیدہ صد سالہ را
اولیاء را در دروں ہم نغمہا است　　طالباں رازاں حیات بے بہا است
نشنود آں نغمہا را گوش حس　　کز ستمہا گوش حس باشد نجس
ہیں کہ اسرافیل وقت اند اولیاء　　مردہ را زیشاں حیات است و نما
نغمہائے اندرون اولیاء　　اولا گوید کہ اے اجزاء لا
ہیں ز لائے نفی سرہا برزنید　　ایں خیال و وہم یکسو افگنید
اے ہمہ پوسیدہ در کون و فساد　　جان باقیاں نروئید و نزاد

www.alahazratnetwork.org

سبحان اللہ ان اشعار نے پردے اٹھا دیئے۔ یعنی اولیاء وزمانہ وقت تک اسرائیل ہیں جو صدیوں سے مردوں کو جان بخشتے ہیں۔ اولیاء سلسلے سے فیض برابر عالم میں جاری ہیں مگر ان کے سامنے والے کوئی کوئی کان سنتے ہیں۔ جو سن لیتے ہیں وہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہو جاتے ہیں۔ یہ حضرات پہلے لا الٰہ کی تلوار سے وہم وخیال وسوسوں کے سر قلم کر دیتے ہیں پھر الا اللہ سے قلب وقالب کو دائمی زندگی بخش دیتے ہیں وہ زندگی جسے کبھی فنا نہیں اللہ اس قال کو حال کر دے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ شریعت بھی خدا رسی کا ذریعہ ہے اور طریقت بھی مگر شریعت میں قانونی طور پر راستہ طے ہوتا ہے یعنی نہایت آہستگی سے کیونکہ اس میں اپنے قدم سے چل کر جانا ہوتا ہے مگر طریقت میں یہ راستہ آن کی آن میں طے ہو جاتا ہے کہ اس میں رب کی طرف سے بلانا ہوتا ہے۔ اس میں قدرت خداوندی کا ظہور ہوتا ہے وہاں **کن فیکون** کی جلوہ گری ہوتی ہے یہ آیت شریعت وطریقت دونوں کی جامع ہے۔ **یوم یقول** الخ میں طریقت کی جانب اشارہ ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ **قوله الحق** میں اللہ کے قول سے مراد وہ قول کلام ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ شریف سے نکلے وہ بالکل یعنی درست بھی ہے اور حق یعنی اٹل بھی ہے جسے کوئی شے مٹا نہیں سکتی۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْۤ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ

اور جب فرمایا ابراہیم نے اپنے باپ (چچا) آزر سے کیا بناتے ہو تم بتوں کو معبود بے شک میں دیکھتا ہوں تم کو اور تمہاری

اور یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا کیا تم بتوں کو خدا بناتے ہو بے شک میں تمہیں اور تمہاری

فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَكَذٰلِكَ نُرِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

قوم کو ظاہر گمراہی میں اور یوں ہی دکھاتے ہیں ہم ابراہیم کو سلطنت آسمانوں اور زمین کی

قوم کو کھلی گمراہی میں پاتا ہوں اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور

وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ۝

اور تاکہ ہو جاویں وہ یقین والوں میں سے

زمین کی اور اس لئے کہ وہ عین الیقین والوں میں ہو جاوے

تعلق۔ ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق**: پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت بت پرستی کی برائی عقلی دلائل سے بیان ہوئی اب یہی دونوں چیزیں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوات والتسلیمات کے ارشادات آپ کی تعلیمات سے بیان فرمائی جا رہی ہیں۔ کیونکہ مشرکین عرب یہود ونصاریٰ سب ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا احترام کرتے تھے اور آپ کو ابراہیمی کہتے تھے۔ بلکہ اپنے ابراہیمی ہونے پر فخر کرتے تھے۔ گویا توحید کے عقلی دلائل بیان فرمانے کے بعد اس کے نقلی دلائل بیان ہو رہے ہیں۔ **دوسرا تعلق**: گزشتہ پچھلی آیات میں فرمایا گیا تھا۔ بت پرست مشرکین جنگل میں گم شدہ حیران آدمی کی طرح ہیں جس سے معلوم ہوا تھا کہ مومن کو اطمینان میسر ہے اب اس دعویٰ کی دلیل بتائی جا رہی ہے کہ مشرکین کے ہاتھ میں نبوت کا دامن نہیں اس لئے وہ حیران ہیں مومنین کے ہاتھوں میں حضرات انبیاء خصوصاً جناب

ابراہیم علیہ السلام کا اس سے لہذا انہیں اطمینان ہے۔ گویا پچھلی آیات میں حضرت ابراہیم کی پریشانی ظاہر ہوئی تھی اب اس کی وجہ اس کی دلیل کا بیان ہے۔ **تیسرا تعلق** پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کی صفات کے ذریعہ کرائی گئی تھی کہ وہ خالق ہے وہ مالک ہے وہ عالم ہے وہ حکیم ہے وغیرہ۔ اب اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت اپنے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ کرائی۔ گویا توحید کا ذریعہ پہلے تھا۔ ایمان کا ذریعہ اب ہے اللہ تعالیٰ کو نبی کے ذریعہ پہچاننا ایمان ہے اور اسی میں نجات کا ذریعہ ہے۔ **چوتھا تعلق:** ابھی اس آیت سے متصل فرمایا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ حکیم بھی ہے خبیر بھی۔ اب ارشاد ہو رہا ہے کہ اس کی تعلیم اس کی عطا سے اس کے بعض بندے حکیم بھی ہیں اور خبیر بھی۔ دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام کیسے گندے ماحول میں پیدا ہوئے اور ہر طرف سے مشرکین گھرے ہوئے تھے۔ مگر آپ اس پر بفرد شرک کا دھبہ تک نہ لگا۔ اول سے ہی بے سمجھ پختہ رہے۔ یہ حکمت کس نے دی کیونکہ ہم نے انہیں حکیم بھی بنایا تھا خبیر بھی۔ گویا حمد الٰہی کے بعد نعت خلیلی کا ذکر ہے۔ خیال رہے کہ نعت رسول حمد الٰہی کا تمہ ہوتی ہے۔ جیسے نمک کے بغیر چاول گوشت بھی غیرہ سب بیکار ہے ایسے ہی نعت نبی کے بغیر سب عبادتیں بیکار ہیں۔

تفسیر۔ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ یہ عبارت یا تو معطوف ہے **اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ** پر اور قُل کا مفعول ہے۔ جب تو یہ دلو معطوف ہے یعنی اے محبوب آپ مشرکین سے وہ بات بھی کہو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ واقعہ بھی کہو یا یہ نیا جملہ ہے اور یہاں **اُذْكُرُوْا** یا **اُذْكُرْ** پوشیدہ ہے اس صورت میں واو ابتدائیہ ہے یعنی اے محبوب یہ بات ان مشرکین کو یاد دلاؤ۔ جب جناب خلیل نے یہ کہا تھا اے مشرکو وہ واقعہ یاد کرو۔ خیال رہے کہ مومنوں کو حکم ہے کہ ماضی میں انبیاء و اولیاء و مومنین کے ہم ان کے انعامات یاد رکھیں تاکہ انہیں عبادات کا شوق ہو۔ یونہی باغی لوگ کہ ان کے ہم ان کے عذاب یاد رکھیں تاکہ دلوں میں رب کا خوف پیدا ہو۔ زمانہ حال کی نعمتیں جو بارش کی طرح برس رہی ہیں یاد رکھیں تاکہ شکر کا شوق ہو۔ آئندہ موت، قبر، حشر کو یاد رکھیں غرضیکہ تینوں زمانوں کی باتیں یاد رکھیں یہاں گزشتہ زمانہ کے ایک جلیل القدر پیغمبر کے واقعات یاد رکھنے کا حکم ہو رہا ہے۔ یاد رکھنے کی تین صورتیں ہوتی ہیں۔ یاد قولی، یاد عملی، یاد قولی زبان سے چرچا کرنا۔ یاد عملی ان کے سے اعمال کر کے اس کی یاد تازہ رکھنا۔ حج حضرت ابراہیم و دیگر نبیوں کی عملی یاد ہے اور یاد فعلی کوئی ایسی نشانی قائم کرنا ہے جس سے اس کی یاد تازہ رہے۔ جیسے چاہ زمزم و مقام ابراہیم کو قائم رکھنا۔ یہ فعلی ہے میلاد شریف، عرس بزرگان۔ یہ سب یاد منانے کا ذریعہ ہیں۔ قول سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وہ تبلیغی فرمان ہے جو آپ نے اپنے عزیزوں سے اور ان کی معرفت ساری قوم سے کیا۔ ابراہیم کے لغوی معنی اور آپ کے تاریخی حالات آپ کی ولادت و وفات وغیرہ کا تفصیلی ذکر ہم پہلے پارہ میں کر چکے ہیں وہاں مطالعہ کرو **لِاَبِیْهِ اٰزَرَ** اس عبارت کا تعلق قال سے ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خطاب تو آزر سے کیا مگر سنایا ساری قوم کو۔ اور تمام مشرکوں کا سردار تھا اس کے درست ہو جانے سے دوسروں کے درست ہو جانے کی امید تھی اس لئے بھی نیز پہلے اپنے گھر سے تبلیغ شروع کی جاتی ہے۔ دوسروں کے درست ہو جانے کی امید تھی اس لئے بھی۔ نیز پہلے اپنے گھر سے تبلیغ شروع کی جاتی پھر دوسروں کو اس وجہ سے آپ نے آزر سے خطاب کیا۔ خیال رہے کہ عربی میں اب اور والد دونوں کے معنی ہیں۔ باپ مگر اب عام ہے کہ سگے باپ کو بھی اب کہتے ہیں اور سوتیلے باپ، دادا، چچا بلکہ سارے اصول خاندان کو بلکہ استاد کو بلکہ شیخ کو بلکہ مربی کو بھی اب کہہ دیتے ہیں۔ دیکھو **لَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ** یہاں اباء سے مراد سارے اصول

www.alahazratnetwork.org

ہیں۔ باپ، دادا، پردادا وغیرہ سب کی منکوحہ بیویاں ہم پر حرام ہیں۔ اٰبائک ابراہیم و اسماعیل و اسحاق یہاں اٰباء میں چچا بھی داخل ہیں۔ حضرت اسماعیل جناب یعقوب کے چچا تھے۔ ما وجدنا علیہ اٰباءنا میں اٰباء سے مراد استاد بھی ہیں۔ سرکار نے فرمایا ردوا علی ابی میرے باپ عباس کو میرے پاس لاؤ۔ یہاں اب سے مراد چچا ہے۔ بہر حال اب مستعمل ہے۔ مگر والد اسی سگے باپ کو کہتے ہیں۔ و بالوالدین احسانا یونہی لفظ ام ہے سگی ماں، سوتیلی ماں، دودھ کی ماں، دادی، نانی، چچی، ساس سب کو ام کہہ دیتے ہیں۔ دیکھو امھاتکم التی ارضعنکم میں دائی دودھ پلانے والی کو ام فرمایا۔ حرمت علیکم امھاتکم میں سگی ماں، سوتیلی ماں، دادی، نانی کو ام فرمایا۔ مگر والدہ عموماً سگی ماں کو کہتے ہیں۔ والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین دیکھو و براً بوالدیہ جب یہ سمجھ لیا تو سمجھو کہ قرآن کریم نے ہر جگہ آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اب فرمایا ہے نہیں والد نہیں فرمایا۔ معلوم ہوا کہ وہ آپ کا باپ نہ تھا۔ کون تھا اس میں گفتگو ہے۔ امام جلال الدین سیوطی نے مسالک الحنفا میں۔ مفردات امام راغب نے تفسیر کبیر نے تفسیر روح المعانی وغیرہ نے فرمایا کہ آزر حضرت ابراہیم کا چچا تھا۔ آزر بت پرست تھا آپ کے والد کا نام تارخ ہے جو مومن موحد تھے۔ تفسیر ابن اثیر نے بھی یہی کہا بعض نے فرمایا کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کوئی اور خاندانی بزرگ تھا۔ حضرت ابراہیم کے والد کا نام تارخ ہے۔ ماں کا نام روح المعانی نے فرمایا کہ متلی ہے۔ تفسیر ابن کثیر نے کہا کہ شانی ہے۔ مقام پیدائش کوثی ہے (کوفہ کے پاس ایک بستی)۔

اس کے دلائل: علماء محققین نے اس دعویٰ پر چند دلیلیں بیان فرمائیں۔ (۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والدین کے لئے دعاء مغفرت کی جو قبول ہوئی رد نہ ہوئی۔ رب تعالیٰ نے ان کی دعائیں نقل فرمائیں۔ **ربنا اغفرلی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب** خیال رہے کہ یہاں والدی ہے ابوی نہیں ہے اور اس کی تردید کا ذکر نہیں۔ معلوم ہوا کہ دعا قبول ہوئی ان کی بخشش ہو گئی۔ آزر کے متعلق ارشاد ہے **واغفر لابی انہ کان من الضالین** یہاں یہ دعا آزر چچا کے لئے ہے۔ یہاں اب ارشاد ہوا اس دعا کی تردید دوسری جگہ قرآن کریم میں یوں ہے۔ **وما کان استغفار ابراھیم لابیہ الا عن موعدۃ وعدھا ایاہ فلما تبین لہ انہ عدو للہ تبرا منہ** یعنی حضرت ابراہیم کا اپنے چچا آزر کے لئے دعاء مغفرت کرنا اس لئے تھا کہ آزر نے آپ سے ایمان لانے کا وعدہ کیا تھا مگر جب وہ کفر پر مر گیا تو آپ اس سے بیزار ہو گئے۔ دیکھو یہاں لفظ اب ہے بمعنی چچا۔ (2) آزر کی موت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت سے پہلے ہوئی۔ چنانچہ ابن منذر نے بسند صحیح حضرت سلیمان ابن صرد سے روایت کی کہ جب نمرود کی آگ حضرت خلیل پر گلزار ہوئی تو آزر بولا یہ میری برکت سے گلزار ہوئی۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ ایک شعلہ اس پر پڑا اور وہ وہیں راکھ کا ڈھیر ہو گیا (روح المعانی)۔ اور حضرت ابراہیم کے والدین کے لئے دعاء مغفرت بعد ہجرت فلسطین پہنچ کر بلکہ اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش کے بعد ہوئی۔ دیکھو سورہ ابراہیم چھٹا رکوع وہاں ارشاد ہے کہ جب آپ حضرت ہاجرہ اور اسماعیل کو بیت اللہ کے پاس چھوڑ کر چلے تب چند دعائیں مانگیں۔ جن میں ایک یہ تھی۔ **ربنا اغفرلی ولوالدی**۔ معلوم ہوا کہ یہ دعا آزر کی موت سے بہت بعد ہے۔ لہٰذا یہ دعا آزر کے لئے نہیں بلکہ تارخ کے لئے ہے۔ (3) قرآن کریم فرماتا ہے۔ **لقد جاءکم رسول من انفسکم** بعض قراءتوں میں انفس ف کے فتحہ سے ہے۔ یعنی یہ رسول نفیس ترین جماعت سے پیدا ہوئے۔ معلوم ہوا کہ از آدم تا حضرت عبداللہ سارے لوگ نفیس تھے کوئی خسیس نہ تھا اگر آزر جناب ابراہیم علیہ السلام کا باپ ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب میں شامل ہو گا اور کافر خسیس

www.alahazratnetwork.org

سے نجیث ہے جس سے وہ اس سید الطاہرین ابن الطیبین کے طیب و طاہر نسب شریف سے آسکتا ہے۔ (4) فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لم ازل انقل من اصلاب الطاهرين الى ارحام الطاهرات میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا ہوں معلوم ہوا کہ از آدم تا حضرت عبد اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے باپ دادے اور ساری مائیں نانیاں پاک ہیں اور مشرک نجس ہوتا ہے۔ انما المشركون نجس پھر آزر کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب میں کیسے جا مل سکتی ہے (روح المعانی)۔ (5) رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ و تقلبک فی الساجدین اس آیت کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ اے محبوب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ساجدین سجدہ کرنے والوں میں منتقل ہوتا ہوا آرہا ہے جس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے باپ دادے نانیاں مومن ساجد ہیں۔ ان میں سے کسی نے بت کو سجدہ نہ کیا۔ (6) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ سخت گفتگو بتا رہی ہے کہ آزر آپ کا باپ نہیں کیونکہ ماں باپ اگرچہ کافر ہوں مگر ان سے گفتگو نرم اور تبلیغ نرمی سے کرنی چاہئے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے فلا تقل لهما اف ولا تنهرهما و قل لهما قولا كريما (روح المعانی)۔ خیال رہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب شریف کفر شرک اور زنا سے پاک ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک اکیاون حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب میں آتے ہیں جن میں سے تیس میں اختلاف ہے باقی اکیس میں اتفاق۔ ان میں چھ حضرات نبی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نسب نامہ جو تفسیر روح البیان میں ہے وہ یوں ہے۔

نسب الرسول : حضرات آدم علیہ السلام۔ (2) شیث۔ (3) انوش۔ (4) قینان۔ (5) مہلئیل۔ (6) یرد۔ (7) ادریس علیہ السلام۔ (8) متوشلخ۔ (9) لمک۔ (10) نوح علیہ السلام۔ (11) سام۔ (12) ارفخشد۔ (13) شالخ۔ (14) عابر۔ (15) فالخ۔ (16) ارغو۔ (17) شاروغ۔ (18) ناخور۔ (19) تارخ والد حضرت ابراہیم۔ (20) ابراہیم علیہ السلام۔ (21) اسماعیل علیہ السلام۔ (22) قیدار۔ (23) حمل۔ (24) نبت۔ (25) سلامان۔ (26) ہمیسع۔ (27) یعرب۔ (28) ہمیسع۔ (29) یسع۔ (30) ادد۔ ان حضرات میں قدرے اختلاف ہے۔ متفق علیہ نام یہاں سے شروع ہوتے ہیں۔ (1) عدنان۔ (2) معد۔ (3) نزار۔ (4) مضر۔ (5) الیاس۔ (6) مدرکہ۔ (7) خزیمہ۔ (8) کنانہ۔ (9) نضر۔ (10) مالک۔ (11) فہر۔ (12) غالب۔ (13) لوی۔ (14) کعب۔ (15) مرہ۔ (16) کلاب۔ (17) قصی۔ (18) عبد المناف۔ (19) ہاشم۔ (20) عبد المطلب۔ (21) عبد اللہ۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ اکیاون نام ہیں جن میں سے کوئی مشرک کافر زانی نہیں۔ سب مومن موحد متقی ہیں۔ ان میں کل چھ نبی ہیں۔ حضرت آدم، شیث، ادریس، نوح، ابراہیم، اسماعیل علیہم السلام (روح البیان یہی مقام) باقی سارے نورانی لوگ ہیں۔ آزر یا تو عجمی نام ہے تو عجمہ اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے یا عربی وصف ہے تو وزن فعل اور وصف کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ تب آزر کے معنی ہیں ٹیڑھا یا ٹیڑھے معنی عیب۔ آپ کا چچا بت پرست بھی تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دشمن بھی اس لئے اسے آزر کہتے ہیں۔ لیکن یہی تیرا ہے دیکھو تفسیر صاوی اور کبیر۔ روح المعانی وغیرہ قدرت نے ابراہیم اور آزر کے نام ہی ایسے رکھوائے جن سے ان کے کاموں کا پتہ لگ گیا۔ آزر ٹیڑھا اور جناب ابراہیم اب رحیم یعنی سب سے مہربان باپ ہو گئے سارے نبیوں کے والد تو ان کی امتوں کے بھی والد۔ مہربان ایسے کہ کفار کو بھی بد دعا نہ دی بلکہ فرمایا و من عصانی فانک غفور الرحیم نام کا اثر نام والے میں ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمد ہے کیونکہ دنیا ان کی حمد کر رہی ہے والد پاک

www.alahazratnetwork.org

فائدہ آخرت تو وہ ایمان لانا آیات کا مرتبہ ہیں۔ اتتخذ اصناما الهة۔ یہ عبارت قال کا مقولہ ہے اس میں یہ سوال انکار و تعجب یا حقارت ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ اتتخذ میں الف سوال استفہام کا ہے اور سوال تعجب کا ہے یعنی تعجب ہے کہ تو نے میری شکل دیکھی [illegible] میرے اطوار اعمال دیکھے پھر بھی تو مت [illegible] رہے کہ تمام نبی سب کے ہادی ہوتے ہیں یہ حضرات ہدایت کا مرکز ہوتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ تعجب ہے کہ تو میرا نزدیک ترین رشتہ دار ہو کر ہدایت نہ پائے۔ نبی کے عزیز و اقارب کو چاہئے کہ پہلے وہی ایمان لائیں لوگوں کو ایمان دیں۔ آج بھی بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم نبی کی اولاد ہیں ہم کو ایمان و اعمال کی ضرورت نہیں۔ غلط ہے انہیں زیادہ ضرورت ہے۔ اتخاذ کے معنی ہیں بنانا گھڑنا۔ اس کا پہلا مفعول اصناما ہے دوسرا مفعول الهة۔ اصنام جمع ہے صنم کی۔ صنم لوہے [illegible] کسی جامد کے مجسمہ کو کہتے ہیں [illegible] صنم یا وثن نہیں کہتے یعنی اے آزر کیا تو میرے پاس رہتے ہوئے میری تعلیم دیکھتے ہوئے بھی بتوں کو اپنا معبود سمجھتا ہے۔ افسوس کی بات ہے اور تعجب بھی یعنی تو بناتا ہے اور یہ بت بنتے ہیں۔ تعجب ہے کہ تو بنانے والا تو بندہ ہو گیا اور یہ بننے والے بت معبود یا رب بن جائیں تجھے اتنی سمجھ نہیں۔ سبحان اللہ کیسی دندان شکن دلیل ہے۔ پھر بہترین تشریف ہے۔ انی اراک و قومک فی ضلال مبین۔ اری بنا ہے رویت سے معنی دیکھنا خواہ آنکھ سے دیکھنا ہو یا دل سے دیکھنا یعنی سمجھنا یہاں دونوں معنی درست ہیں یعنی میں تجھے اور تیری قوم کو کھلی گمراہی میں سمجھتا ہوں تو بڑھا ہو [illegible] ہدایت و گمراہی میں فرق نہیں [illegible] میں کمسن ہو کر یہ فرق کر رہا ہوں۔ حضرات انبیاء ہمارے قلب و روح [illegible] کہ ہم کو ہماری حقیقت دکھا دیتے ہیں۔ قوم سے مراد ہے اپنی قوم یعنی ملکی یا پیشہ کی قوم مراد نہیں۔ ضلال سے مراد ہے کفر و شرک مبین سے مراد ظاہر ظہور جس میں تجھے اور تیرے ہم مذہب سارے بت پرستوں کو ایسی گمراہی میں دیکھ رہا ہوں جو بالکل ظاہر ظہور گمراہی ہے اس میں کوئی تردد نہیں۔ و کذلک نری ابراهیم یہ نیا جملہ ہے اس سے پہلے ایک عبارت پوشیدہ ہے کما اریناه ذالک۔ نری میں رویت سے مراد ہے دکھانا یعنی جیسے ہم نے حضرت ابراہیم کو ان بدعقیدگیوں کا کفر و شرک ہونا بتا دیا ایسے ہی ہم نے انہیں یہ آنکھوں سے دکھا دیا۔ ملکوت السموات والارض یہ نری کا دوسرا مفعول ہے۔ ملکوت مصدر ہے جیسے رغبوت اور رہبوت اس میں ت زائدہ ہے مبالغہ کے لئے اس کے معنی ہیں پوری ملکیت پورا قبضہ ظاہری چیزوں کی ملکیت ملک ہے۔ باطنی چیزوں کی ملکیت ملکوت (صلوٰی) جسم پر حکومت ملک ہے روح پر حکومت ملکوت ظاہری زمین پر حکومت ملک ہے زمین و آسمان کے اندرون پر حکومت ملکوت ہے چنانچہ آپ کو ایک چٹان پر کھڑا کیا گیا اور فرمایا اوپر کو دیکھو تو عرش و کرسی لوح و قلم۔ وہاں کی ساری مخلوق نظر آگئی۔ حکم ہوا نیچے کو دیکھو تو تحت الثریٰ تک کا [illegible] دیکھ لیا اس میں یہی بات فرمائی گئی ہے۔ و لیکون من الموقنین۔ یہاں بھی ایک بات پوشیدہ ہے لیدل بها علی وحدانیتنا موقنین میں یقین سے مراد عین الیقین ہے۔ یعنی آنکھوں دیکھا یقین ہم نے یہ ملکوت اس لئے انہیں دکھلائے تا کہ وہ اپنی قوم کے سامنے ان چیزوں کو ہماری وحدانیت پر دلیل بنائیں۔ اور خود انہیں عین الیقین حاصل ہو جائے اور ہماری الوہیت [illegible] دل [illegible] جائیں۔

خلاصہ تفسیر اس آیت کریمہ و اذ قال میں ابراہیم علیہ السلام کی [illegible] ذکر ہو کر آپ نے ان برائیوں کی [illegible] کی جو قوم میں سرایت کر گئی تھی اور شاہی قانون بن چکی تھی۔ ایسی برائیوں کی تردید کرنا بڑی ہمت اور جرأت کا کام ہے اور انتہائی دانشمندی کی یہ بات ہے کہ آپ نے پہلے اپنے قرابت دار اور قوم کے سردار آزر کو تبلیغ کی۔ آپ کی یہ

www.alahazratnetwork.org

دلیری اور دانشمندی تاقیامت مبلغین کے لئے مثال ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم یہ اہل عرب اپنے تو ابراہیمی کہتے ہیں اور اپنے کو دین ابراہیمی کا پیرو کار بتاتے ہیں مگر کرتے ہیں بت پرستی۔ آپ نے توحید کے دلائل تو سنا دیئے ذرا انہیں ان کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وہ واقعہ بھی یاد دلا دیں جبکہ انہوں نے اپنے بت پرست چچا آزر سے بغیر رو رعایت فرمایا تھا کہ اے آزر کیا تو میرے پاس رہتے ہوئے میرا کلام سنتے ہوئے بھی بت پرستی کرتا ہے' بتوں کو اپنا معبود مانتا ہے تو تجھے بھی اور تیری ساری بت پرست قوم کو بھی کھلی گمراہی کفر و شرک میں مبتلا سمجھ رہا ہوں۔ اے محبوب جیسے ہم نے جناب خلیل کو ایسی بصیرت بخشی کہ کفر و شرک کے ماحول میں رہتے ہوئے انہوں نے ایسی فصیح و بلیغ تبلیغ فرمائی۔ ایسے ہی ہم نے ان کو ایسی بصارت بخشی کہ انہیں آسمانوں' زمینوں کی تمام خفیہ چیزیں وہاں کی اعلیٰ درجہ کی نشانیاں آنکھوں سے دکھا دیں۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ ان چیزوں کو دیکھ کر قوم کو اعلیٰ درجہ کی تبلیغ کر سکیں اور خود بھی یقین سے ترقی کر کے حق الیقین کا درجہ حاصل کر لیں۔ چنانچہ انہوں نے عرش و فرش' لوح و قلم وغیرہ ساری مخلوق کا ذرہ ذرہ قطرہ قطرہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ خیال رہے کہ بعض لوگ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین جناب آمنہ و عبداللہ کو بھی مشرک کہتے ہیں۔ ان کی مکمل تردید ہم پہلے پارہ میں **ولا تسئل عن اصحاب الجحیم** کی تفسیر میں کر چکے ہیں۔ غضب تو دیکھو کہ آمنہ کا نام ہی ان کے ایمان کی دلیل ہے۔ الف سے اللہ' میم سے محمد' ن سے نور' ہ سے ہدایت کی طرف اشارہ ہے۔ کہ اللہ و محمد ان میں عیاں ہیں اور نور و ہدایت ان میں نہاں ہیں یا آمنہ بنا ہے۔ امن سے' یا ایمان سے' یا امانت سے اور بعض لوگ ان دونوں بزرگوں کو تو مومن مانتے ہیں مگر باقی آباؤ اجداد کو مومن نہیں مانتے ان کی دلیل یہ آیت ہے جس میں آزر کو حضرت ابراہیم کا باپ کہا گیا ہم نے اس کا ذکر ابھی تفسیر میں کر دیا ہے۔

فائدے: اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ **پہلا فائدہ:** گذشتہ بزرگوں کے تاریخی واقعات ان کے ارشادات ان کی تعلیمات یاد رکھنا' یاد کرانا بہت ہی مفید ہے۔ یہ فائدہ **و اذ قال ابراهیم** الخ سے حاصل ہوا۔ مسلمانوں کی تاریخ بہت ہی شاندار ہے اسے یاد رکھیں اس کا چرچا کریں۔ **دوسرا فائدہ:** حضرات انبیاء کرام اپنی زندگی کے کسی لمحہ میں کفر و شرک نہیں کر سکتے وہ بد عقیدگیوں بلکہ بد عملیوں سے معصوم ہوتے ہیں۔ دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام باوجودیکہ نہایت گندے ماحول میں تھے مگر ہر برائی سے محفوظ و معصوم رہے۔ یہ فائدہ **اتتخذ اصناما** الخ سے حاصل ہوا۔ وہ حضرات دنیا کو بدل دیتے ہیں دنیا سے خود نہیں بدلتے۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب جیسے بگڑے ہوئے ملک کو سنبھال دیا' خود وہاں کا اثر نہ لیا۔ **تیسرا فائدہ:** دینی تبلیغ میں کسی اپنے پرائے چھوٹے بڑے کا لحاظ نہیں۔ صاف بات کہہ دینی چاہیے۔ دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا کو صاف صاف کہہ دیا کہ تو اور تیری قوم گمراہ ہے۔ یہی ہے اسلامی اخلاق' دین میں لیپا پوتی خطرناک ہے۔ **چوتھا فائدہ:** دین کا چھپانا تقیہ کرنا سنت انبیاء کے خلاف ہے۔ دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود جیسے جابر بادشاہ کے ملک میں رہتے ہوئے اپنے چچا کے پاس رہتے ہوئے اپنا ایمان آزر کا کفر صاف صاف بیان فرمایا۔ حضرت امام حسین نے یزید جیسے جابر حاکم کی پرواہ نہ کی بغیر حق کا اعلان فرمایا۔ **پانچواں فائدہ:** کافر اور بے دینوں کو نبی کی رشتہ داری کام نہ آئے گی دیکھو آزر حضرت خلیل اللہ کا چچا تھا مگر دوزخی ہوا۔ کیونکہ کافر تھا۔ کفار مکہ کو یہی سنایا جا رہا ہے کہ تم مشرک ہو اور اولاد ابراہیم علیہ السلام ہونے پر فخر کرتے ہو۔ تمہارا یہ فخر غلط ہے۔ کنعان اور قابیل اولاد نبی تھے مگر ہلاک ہوئے کہ بے دین تھے۔ **چھٹا فائدہ:**

www.alahazratnetwork.org

نبی اور غیر نبی کی عقل میں چند طرح فرق ہے۔ ایک یہ کہ غیر نبی کی عقل ناقص ہوتی ہے۔ صرف دنیا میں کام آتی ہے۔ نبی کی عقل کامل ہوتی ہے جو دین میں بھی کام آتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اوروں کو عقل ملتی ہے تو تب سنبھالتے ہیں اور چھوڑ جاتی ہے موت سے پہلے ہی انسان بڑھاپے میں بے عقل ہو جاتا ہے۔ مگر نبی کو ولادت سے لے کر وفات تک عقل عطا ہوتی ہے۔ وہ کبھی ان کا ساتھ نہیں چھوڑتی۔ دیکھو حضرت ابراہیم کا یہ عاقلانہ کلام بچپن شریف میں ہے۔ دیکھو عیسیٰ علیہ السلام کا عاقلانہ کلام ماں کی گود میں۔ انی عبداللہ الخ۔ تیسرے یہ کہ نبی کی عقل بغیر تعلیم کے ہوتی ہے۔ جیسے ہماری آنکھ بغیر خارجی روشنی کے بیکار ہے۔ مگر نبی کی عقل کو کسی انسانی تعلیم کی ضرورت نہیں وہ رب کے سکھانے سے پیدا ہوتے ہیں۔ **ساتواں فائدہ:** اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو علم غیب عطا فرمایا آسمانوں زمینوں کے ملکوت آنکھوں سے دکھا دیئے۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو چیزیں دکھائی گئیں اور آسمانوں زمینوں جنت دوزخ عرش کرسی تو پیچھے کی بھی بات ہے۔ جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نگاہ پہنچی وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود پہنچے یعنی آسمانوں میں بلکہ وہاں سے وراء جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے وہاں نہ وہاں مکان نہ زمان۔ **آٹھواں فائدہ:** نبی اور امت کے ایمان میں فرق ہے نبی کا ایمان عین الیقین کے درجہ کا ہوتا ہے۔ امت کا ایمان علم الیقین کے درجہ کا۔ ہم کو یقین علم الیقین ہے۔ ان کو یقین عین الیقین اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایمان حق الیقین کے درجہ کا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم غیب میں خود پہنچے۔ **نواں فائدہ:** حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بصارت بھی بے مثال تھی اور بصیرت بھی بے مثال۔ آپ نے بصیرت سے کفر و ایمان، ہدایت و گمراہی دیکھ لی اور بصارت سے آسمانوں و زمین ملاحظہ فرمائے یہ فائدہ **و لیکون من الموقنین** سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر ہے۔ اور وہ مشرک و بت پرست تھا۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب پاک شرک و کفر سے محفوظ نہیں کیونکہ اس صورت میں آزر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل شریف میں داخل ہے اور وہ ہے مشرک بت پرست۔ **جواب:** اس اعتراض کا جواب ابھی تفسیر میں بہت مدلل طریقہ سے عرض کر دیا گیا کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا ہے نہ کہ باپ عربی میں اب سب کو کہہ سکتے ہیں باپ، چچا، دادا، مربی وغیرہ۔ یہاں چچا کو اب کہا گیا ہے آپ کے والد تارخ ہیں جو مومن تھے۔ چنانچہ حضرت خلیل نے دعا بخشش ان کے لئے یوں کی ہے۔ **ربنا اغفرلی ولوالدی و للمومنین یوم یقوم الحساب** - **والدین** سے مراد ماں باپ ہیں۔ اس کی تحقیق ابھی کر دی گئی۔ تفسیر ملاحظہ کریں۔ **دوسرا اعتراض:** یہاں **ملکوت السموات والارض** کیوں ارشاد ہوا **ملک السموات** کیوں نہ فرمایا۔ **جواب:** ملک اور ملکوت میں چند طرح فرق ہے ان فرقوں کی وجہ سے ملکوت فرمایا۔ ملک تو بندوں کا بھی ہو سکتا ہے۔ مگر ملکوت صرف رب تعالیٰ کا۔ (1) ذاتی ملکیت ملکوت ہے عارضی ملکیت کو ملک بھی کہہ سکتے ہیں یعنی ملک عام ہے ملکوت خاص۔ (2) صرف مالک، بادشاہ ملک ہے اور مالک اور رب ہونا ملکوت ہے۔ ملکوت کے لئے مالکیت، ربوبیت دونوں ہونا ضروری ہے (روح المعانی)۔ (3) ملک عظیم ملکوت ہے اور مطلقاً ملک بڑا ہو یا چھوٹا ملک ہے۔ (4) زمین کا ظاہر ملک ہے اور زمین کا باطن آسمان کا ظاہر و باطن ملکوت۔ (5) ظاہر پر حکومت ملک ہے اور باطن پر حکومت و سلطنت ملکوت بادشاہ اپنے ملک کے انسانوں پر راج کرتا ہے ملک والا ہے۔ مگر وہاں کی ہوا پانی، دھوپ وغیرہ پر راج نہیں کر سکتا یہ اس کے قبضہ میں نہیں یہ ملکوت ہے نیز بادشاہ انسانوں کے ظاہر پر راج کرتا ہے یعنی ان کے بدن اور مال پر مگر ان کی روح و نفس و دل پر راج نہیں کر سکتا یہ ہے ملکوت۔ ان وجوہ

www.alahazratnetwork.org

[illegible]

www.alahazratnetwork.org

کامل آپ نے بصیرت سے ایمان کی حقانیت کفر کا بطلان محسوس فرمالیا۔ فرمایا **انی اراک و قومک فی ضلال مبین**۔ یہ ہے آپ کی بصیرت اور بصارت کا یہ کمال عنایت کیا کہ آپ نے آنکھوں سے ملکوت الٰہی دیکھ لیا حالانکہ ملکوت ان آنکھوں سے نظر آنے والی چیز نہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ عالم کی ہر چیز کا ایک ظاہر ہے ایک باطن ظاہر کو جسمانی' دنیا' صورت' شہادت اور ملک کہتے ہیں۔ باطن کو روحانی' آخرت' معنیٰ' غیب اور ملکوت کہا جاتا ہے ظاہر گویا صورت ہے۔ باطن گویا اصل' ملکوت سے ملک قائم ہے اور اللہ کی قدرت سے ملکوت قائم' ملکوت وہ چیزیں ہیں جو فقط کن سے پیدا ہوئیں ملک وہ جو کسی چیز سے بنیں جسم ملک ہے کہ وہ خاک یا نطفہ وغیرہ سے بنا روح ملکوت ہے کہ وہ صرف امر کن سے بنی اس لئے ملک کو خلق فرمایا گیا ہے کہ ارشاد ہے **اولم ینظروا فی ملکوت السموات والارض وما خلق اللہ من شیء** دیکھو یہاں ملکوت اور خلق کو علیحدہ علیحدہ بیان فرمایا۔ دوسری جگہ ہے **الا لہ الخلق والامر** دیکھو خلق ملک ہے امر ملکوت' ملک عقل سے اور ملکوت قلوب سے محسوس ہوتا ہے کہ عقل کا ادراک ناقص ہے دل کا ادراک کامل دل کا علم کشف ہے۔ کشف مجاہدہ والوں کو میسر ہوتا ہے۔ ملک بیان سے بتایا جاتا ہے۔ ملکوت عیاں سے دکھایا جاتا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے علم عیاں کا ذکر فرمایا (روح البیان)۔ مولانا فرماتے ہیں شعر۔

نطق آب و نطق خاک و نطق گل — ہست محسوس حواس اہل دل
فلسفی کو منکر حنانہ است — از حواس اولیاء بیگانہ است

صوفیاء فرماتے ہیں کہ اپنی بنائی ہوئی چیز کی ہم تعظیم تو کر سکتے ہیں مگر اس کی عبادت نہیں کر سکتے۔ عبادت اس کی کریں جو ہمیں بنائے۔ مسجد' قرآن مجید' بلکہ کعبہ معظمہ کی عمارت انسان ہی بناتے ہیں کہ مسجد کی اینٹ' گارا' لوہا' سیمنٹ' چوکھٹ' کواڑ وغیرہ۔ یونہی قرآن مجید کا کاغذ' روشنائی' چھپائی' لکھائی وغیرہ ہماری اپنی صنعت ہے۔ مگر چونکہ ان کی نسبت رب تعالیٰ یا اس کے محبوب بندوں سے ہے لہٰذا ان کی تعظیم ہے۔ مگر عبادت خدا کے سوا کسی کی نہیں **اتتخذ اصناما الھۃ** صوفیاء فرماتے ہیں کہ ہمارے عقائد و اعمال میں لذت' رنگت' بو سب کچھ ہے ایمان لذیذ خوشبودار نورانی ہے کفر و بد عملیاں بدمزہ بدبودار ظلمانی ہیں مگر ان کی یہ صفات ہمارے ان حواس سے محسوس نہیں ہوتے ہاں اگر ان حواس پر نبوت کا فیض ہو تو یہ سب چیزیں ہم کو محسوس ہونے لگیں دوربین' خوردبین' ہماری آنکھوں کو دور کی اور باریک چیزیں دکھاتی ہے تو خدا بین نظر مخلوق کو یہ چیزیں دکھاتی ہے ہمارے ادراک حواس اور عقل ناقص ہیں نبی کے ادراک عقل حواس کامل ہیں کہ انہیں نبوت کا نور حاصل ہے۔ خیال رہے کہ ہم لوگوں کو رب تعالیٰ شرعی احکام قانون کے مطابق دیتا ہے۔ نماز' روزہ وغیرہ تو ہماری دعاؤں کے لئے بھی قید ہے کہ قانون کے مطابق دعا مانگو' خلاف قانون چیز کی دعا نہ کرو مگر انبیاء کرام خصوصاً حضرت خلیل اور رب نے قانون سے وراء دعائیں مانگ لیتے ہیں۔ رب تعالیٰ پوری فرماتا ہے جناب خلیل نے ایک بار دعا کی کہ مجھے دکھا تو مردے کیسے زندہ کرے گا وہ دکھا دیا گیا ایک بار دعا کی کہ مولیٰ مجھے اپنا سارا ملک و ملکوت دکھا دو۔ دکھا دیا گیا۔ جس کا یہاں ذکر ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ مجھے اپنا دیدار دے اس سے منع نہیں کیا گیا۔ غرضیکہ قانون سے وہ حضرات پر عمل کرتے ہیں تو قانون سے وراء دعائیں منظور کرا لیتے ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ

پس جب تاریک ہوئی اوپر ان کے رات تو دیکھا تارا فرمایا کہ یہ ہے رب میرا پھر جب غائب ہو گیا تو فرمایا میں پسند نہیں کرتا

پھر جب ان پر رات کا اندھیرا آیا ایک تارا دیکھا بولے اسے میرا رب ٹھہراتے ہو پھر جب وہ ڈوب گیا بولے مجھے خوش

الْاٰفِلِيْنَ ۝ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ

غائب ہونے والوں کو پھر جب دیکھا چاند کو چمکتا ہوا تو فرمایا کہ یہ ہے رب میرا پھر جب غائب ہو گیا تو فرمایا البتہ

نہیں آتے ڈوبنے والے پھر جب چاند چمکتا دیکھا بولے اسے میرا رب بتاتے ہو پھر جب وہ ڈوب گیا کہا اگر

يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ۝ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً

اگر نہ ہدایت دیتا مجھ کو میرا رب تو ہو جاؤں گا میں قوم بہکی ہوئی سے پھر جب دیکھا سورج کو چمکتا ہوا

مجھے میرا رب ہدایت نہ کرتا تو میں بھی انہیں گمراہوں میں ہوتا پھر جب سورج جگمگاتا دیکھا

قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝

تو فرمایا کہ یہ ہے رب میرا یہ تو بڑا ہے پھر جب غائب ہو گیا وہ تو فرمایا اے قوم میری بیشک میں بیزار ہوں اس چیز سے جسکو تم شریک ٹھہراتے ہو

بولے اسے میرا رب کہتے ہو یہ تو ان سب سے بڑا ہے پھر جب وہ ڈوب گیا کہا اے قوم میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو

تعلق: ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات کریمہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس تبلیغ کا ذکر تھا جو آپ نے اپنے چچا آزر کو کی اب آپ کی اس تبلیغ کا ذکر ہے جو آپ نے اپنی ساری مشرک قوم کو فرمائی گویا خاص تبلیغ کے بعد عام تبلیغ کا ذکر ہے چونکہ اپنے گھر والوں کی اصلاح پہلے ہونی چاہئے دوسروں کی بعد میں اس لئے حضرت خلیل نے پہلے اپنے چچا کو تبلیغ فرمائی پھر دوسروں کو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے حکم ہوا تھا کہ **وانذر عشیرتک الاقربین** اپنے قرابت داروں کو ڈراؤ پھر حکم ہوا **بلغ ما انزل الیک**۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں اس دلائل کا ذکر تھا جو جناب خلیل نے بتوں کی الوہیت کے ابطال پر قائم فرمائے یعنی بت تو انسانوں کے ہاتھوں کے گھڑے ہوئے انسانوں کے ہاتھوں کے محتاج ہوتا کہ بغیر انسان کے ہاتھ لگے نہ وہ ہل جل سکیں نہ اپنے سے مکھی وغیرہ ہٹا سکیں۔ اب حضرت خلیل کی ان دلیلوں کا ذکر ہے جو آپ نے چاند تاروں سورج کی الوہیت کے انکار پر قائم فرمائیں یعنی نکلنا ڈوبنا اولنا بدلنا گویا قریبی معبودوں کے انکار کے بعد دور والے آسمانی معبودوں کا انکار فرمایا۔ چونکہ آپ کی قوم نمرود کے نام کے بنائے ہوئے بتوں کو بھی پوجتی تھی اور چاند تاروں سورج کو بھی اس لئے آپ نے دونوں کی ہی تردید کی۔ **تیسرا تعلق:** حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود مردود کی الوہیت کی تردید دو طریقے سے کی ایک اس کا حاجت مند محتاج ہونا کہ بغیر کھائے پیئے بغیر ہوا دھوپ کے وہ زندہ نہیں رہ سکتا دوسرے اس کے حالات کا ادل بدل ہوتا رہنا بیماری تندرستی سونا جاگنا بچپن جوانی بڑھاپا وغیرہ ان میں سے ایک قسم کی تردید پچھلی آیات میں مذکور ہوئی بتوں کی محتاجی دکھا کر کیونکہ محتاج ہوتے میں نمرود اور اس کے نام کے بت دونوں یکساں ہیں اور دوسری قسم کی تردید کا اب ذکر ہو رہا ہے اس لئے بدلنے میں نمرود اور دنیوی مخلوق یکساں ہیں جب چاند

www.alahazratnetwork.org

سورج خدا نہیں تو مرا خدا کیسے ہو گیا

تفسیر۔ **فلما جن علیه الیل رای کوکبا** یہ عبارت یا تو **واذ قال ابراهیم** پر معطوف ہے یا **و کذلک نری** پر۔ **فلما** کی ف سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ واقعہ گزشتہ مذکورہ تبلیغ فرمانے کے بعد ہوا یا آسمان و زمین کے ملکوت دکھانے کے بعد بہرحال یہ واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تبلیغی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ جن بنا ہے جن سے جس کے معنی ہیں چھپنا اور چھپانا بھی اسی سے ہے جنون (دیوانگی)، جنین (پیٹ کا بچہ)، جنات (ناری مخلوق)، جنت (آنکھوں سے چھپا ہوا باغ)، جنہ (ڈھال)، مجن (ڈھال)، مدفن کیا ہوا مردہ وغیرہ یہاں جن بمعنی چھپنا ہے یعنی جب رات چھا گئی اندھیری ہو گئی یا بمعنی چھپانا یعنی رات نے اپنی تاریکی سے ہر چیز کو چھپا لیا چونکہ آپ پندرہ یا سترہ برس تک ایک غار میں رہے تھے کسی وقت باہر نہ آتے تھے جیسا کہ ہم ان شاء اللہ خلاصہ تفسیر میں عرض کریں گے اس لئے اب تک آپ کو نہ تو قوم سے ملنے کا موقعہ ملا تھا نہ رات میں چاند تاروں وغیرہ کا نظارہ کرنے کا۔ اس لئے علیہ ارشاد ہوا۔ چونکہ آج پہلی بار آپ کو سر شام سورج ڈوبے باہر لایا گیا تھا اس لئے پہلے رات ہی آپ نے دیکھی چونکہ رات اندھیری تھی اور چاند کچھ دیر کر نکلتا تھا اس لئے آپ نے پہلے تارا دیکھا بعد میں چاند۔ لہذا یہ قرآنی عمل بالکل درست ہے تارے سے مراد زہرہ تارا ہے یا مشتری کہ یہ دونوں زیادہ چمکیلے ہوتے ہیں ممکن ہے کہ تیسرے مراد ہوں یعنی جنس ہے مگر پہلے دو احتمال زیادہ قوی ہیں۔ یعنی جب آپ شام کے وقت غار سے باہر نکالے گئے اور رات کی تاریکی پھیل گئی تو آپ نے ایک روشن تارہ دیکھا خیال رہے کہ **قال هذا ربی**۔ **قال** میں قوم سے خطاب ہے جو اس وقت آپ کے پاس موجود تھی اور تاروں چاند وغیرہ کو پوجتی تھی اور **هذا ربی**۔ **هذا** میں اشارہ اس تارے کی طرف ہے اور رب سے مراد حقیقی رب یعنی رب العالمین اللہ تعالیٰ ہے آپ نے یہ کلام سوال کے لہجے میں ارشاد فرمایا نہ کہ خبر کے لہجہ میں بعض نے فرمایا کہ تعجب کے لہجہ میں فرمایا۔ اپنی قوم کی حماقت پر تعجب فرماتے ہوئے مگر پہلا احتمال زیادہ قوی ہے یہاں ربی فرمایا بحکمت فرمایا یہ بھی تبلیغ کا اعلیٰ طریقہ ہے کہ اپنا ذکر کرکے دوسروں کو سمجھانا فقیر کی اس عبارت تفسیر کی دلیل یہ ہے کہ آگے ارشاد ہو رہا ہے **مما تشرکون** میں ایک کلمہ نے یہ سب کچھ بتا دیا۔ یعنی اے قوم ہو گیا یہ ہے میرا رب سبحان اللہ کیسا پیارا خطاب ہے قوم یہ سن کر خوش ہو گئی۔ **فلما افل قال لا احب الافلین** یہ عبارت معطوف ہے **قال هذا ربی** پر۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قرآنی عمل کے کچھ بعد ہی وہ تارا زہرہ یا مشتری ڈوب گیا بعض تارے شام کے تھوڑی دیر بعد ہی ڈوب جاتے ہیں۔ بعض صبح کے قریب چھپتے ہیں۔ **افل** بنا ہے **افول** سے جس کے معنی ہیں نورانی چیز کا غائب ہو جانا اس لئے آگ بجھ جانے کو افول النار کہا جاتا ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے۔ شعر

مصابیح لیست باللواتی یقودها　　نجوم ولا بالآفلات الزوائل

لا احب میں الوہیت کی محبت کی نفی ہے یعنی جو محبت بندہ کو رب سے ہونی چاہئے وہ محبت مجھے ان سے نہیں ورنہ چاند تارے اللہ کی نعمتیں ہیں اور نعمت الٰہیہ سے محبت ہوتی ہی ہے اسی قرآن میں **لا احب** کی وجہ سے بعض مفسرین نے یہاں **احب** بمعنی **اعبد** لیا بعض نے **الافلین** سے پہلے عبادۃ پوشیدہ مانی **لا احب عبادة الافلین** (معانی) یعنی طلوع غروب ہونے والوں سے میں الوہیت کی محبت نہیں کرتا یا ان کی عبادت پسند نہیں کرتا خیال رہے کہ یہاں محبت نہ کرنے سے مراد نفرت کرنا ہے یعنی میں ایسوں کی عبادت سے نفرت کرتا ہوں صفت بھی ایسا نفرت کیونکہ ان میں عیب ت کی

www.alahazratnetwork.org

علامات موجود ہیں۔ قوم یہ دلیل سن کر بھی خاموش رہی کچھ دیر بعد چاند نکل آیا۔ **فلما راء القمر بازغا** یہ عبارت **قال لا احب الافلین** پر معطوف ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تارے کے ڈوبنے کے فوراً بعد چاند نکل آیا تھا۔ پندرہویں سولہویں شب تھی۔ چاند قریباً پورا تھا اور چمکدار گویا طشت تھا چاند کو کہتے ہیں۔ ہلال پہلی تاریخ کے چاند کو بدر چودھویں کے چاند کو محاق آخری تاریخوں کے چاند کو۔ بازغ بنا ہے بزوغ سے جس کے معنی ہیں طلوع کو بزوغ اس لئے کہتے ہیں کہ اس سے اندھیری چر جاتی ہے یا چھٹ جاتی ہے عرب کہتے ہیں بزغ الناس پچھنے لگانے والے نے رگ چیر دی بزغ البیطار الدابۃ ان سب میں بزغ کے معنی چیرنا ہے۔ (معانی) یعنی تھوڑی ہی دیر بعد آپ نے چاند کو طلوع ہوتے دیکھا تو **قال هذا ربی**۔ اس عبارت کے وہی معنی ہیں جو ابھی عرض کئے گئے کہ آپ نے یہ کلام سوال کے طور پر پوچھا ہے یا انکار یا تعجب ظاہر فرمایا ربی فرمانے و بکنے فرمانے میں وہی حکمت ہے جو ابھی اوپر عرض کی گئی **فلما افل قال لئن لم یهدنی ربی لاکونن من القوم الضالین** یعنی چاند بھی رب نہیں ہو سکتا کہ حدوث کی دو دلیل تارے میں موجود تھی ڈوب جانا وہ اس میں بھی موجود تھی خیال رہے کہ اس فرمان میں چند شبہات ہیں۔ دیکھئے ... پیش کرتے فرمایا کہ میں زد سے بچ نہ سکو یوں لوگ گمراہ سمجھتا ہوں کیونکہ قوم نے پہلی دلیل سے نصیحت حاصل نہ کی ایمان نہ لائی۔ **لئن لم یهدنی ربی** الخ کے چند معنی ہو سکتے ہیں۔ (۱) اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ دیتا تو میں بھی اس گمراہ قوم میں سے ایک ہو جاتا اس صورت میں گذشتہ حالت مذکور ہے۔ (۲) اگر مجھے اللہ تعالیٰ ہدایت پر قائم نہ رکھے تو میں بھی گمراہوں میں سے ہو جاؤں اس صورت میں آئندہ کا ذکر ہے یہ مطلب نہیں کہ اگر رب مجھے آئندہ ہدایت نہ دے تو میں گمراہوں میں ہو جاؤں کیونکہ آپ اول ہی سے ہدایت پر ہیں ایک آن بھی ہدایت سے بچے نہیں۔ اس میں اشارۃً فرمایا کہ اے قوم تم گمراہ ہو۔ **فلما را الشمس بازغة** حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ واقعہ سورج طلوع ہونے کے بعد کا ہے چونکہ چاند ڈوبتے ہی سورج نکل آیا تھا اس لئے ف فرمانا نہایت ہی درست ہے۔ شمس مونث لفظی بھی ہے مونث سماعی بھی اس لئے یہاں **بازغة** مونث کا صیغہ ارشاد ہوا۔ قمر مذکر ہے اس لئے وہاں بازغا مذکر صیغہ ارشاد فرمایا۔ یعنی چاند چھپتے ہی سورج چمکتا نکلتا طلوع کرتا ملاحظہ فرمایا تو **قال هذا ربی هذا اکبر۔ هذا ربی** کی توجیہ تحقیق ہے جو اوپر کی گئی کہ یہ فرمان بطور سوال انکاری ہے اور **هذا اکبر** فرمانے میں ان کفار کے ایک عقیدے کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اسے رب کہتے ہوں اس لئے کہ یہ تاروں اور چاند سے بڑا ہے جسامت میں بھی اور نورانیت میں بھی جسامت میں تو اس لئے کہ چاند زمین سے چھوٹا ہے اور سورج زمین سے ایک سو چھیاسٹھ گنا بڑا ہے نورانیت میں اس لئے کہ چاند تارے سب سورج سے ہی چمکتے ہیں سورج کی ہی شعاعیں انہیں روشنی دیتی ہیں۔ نیز چاند تاروں سے رات منور تو ہو جاتی ہے مگر دن نہیں بنتا سورج کی وجہ ہے جو رات کو ختم کر کے دن نکال دیتا ہے نیز دن کے طلوع ہوتے ہی چاند تارے سب بے نور ہو جاتے ہیں۔ نیز سورج سے ہی زیادہ عام فائدے ہیں دن رات مہینے سال صدیاں اس سے بنتی ہیں۔ دانے اس سے پکتے ہیں عمریں اس سے ختم ہوتی ہیں موسم اس سے بدلتے ہیں مشرق و مغرب کا جو ساری سورج سے وابستہ ہے بلکہ بہت سی عبادات خصوصاً اسلامی نمازیں سورج کی رفتار سے وابستہ ہیں کہ دو نمازیں ظہر و عصر سورج کے ظہور سے پڑھی جاتی ہیں اور تین مغرب عشاء فجر سورج کے چھپنے سے ادا ہوتی ہیں سورج کی آج بہت قدر بھی ضرور ہے ... بہرحال آپ نے غور کر لیا تم ان منافع ان فائدوں اس کی جسامت کو دیکھ کر کہتے ہو کہ یہ میرا رب ہے۔ خیال رہے کہ سورج سے لے

www.alahazratnetwork.org

بازغۃ مونث کا صیغہ ارشاد ہوا اور ھذا مذکر اسم اشارہ فرمایا گیا۔ کیونکہ لفظ رب کا احترام اسی میں ہے کہ اس کے لیے ھذہ مونث نہ فرمایا جاوے۔ خیال رہے کہ اکبر اللہ تعالیٰ کی صفت بھی ہے ہم دن رات کہتے ہیں کہ اللہ اکبر۔ اور یہاں جناب خلیل اللہ نے سورج کو اکبر فرمایا ہم لوگ بڑی عمر والے بڑے عہدے والے انسان کو بھی اکبر کہہ دیتے ہیں۔ لفظ اکبر ایک ہے مگر جب یہ اللہ تعالیٰ کے لئے بولا جاوے تو معنی ہوتے ہیں کبریائی والا اور جب مخلوق کے لئے بولا جائے تو معنی ہوتے ہیں بڑائی والا جو سب سے بڑا ہو کہ نہ اس کے برابر کوئی ہو نہ اس سے بڑا۔ وہ کبریائی والا یعنی اللہ ہے۔ جو بعض سے بڑا ہو بعض بندوں سے بڑا ہو بعض سے چھوٹا ہو وہ بڑائی والا ہے نیز جس کی بڑائی ذاتی ہو وہ کبریائی والا ہے۔ جس کی بڑائی عطائی ہو دوسرے کے قبضہ میں وہ بڑائی والا ہے اللہ کا بندہ ہے خالق و مخلوق میں بے نیازی اور نیازمندی کا فرق ہے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔ شعر

مرا را رسد کبریاء و منی | کہ ملکش قدیم است و ذاتش غنی

ایک ہندو شاعر لکھتا ہے۔ شعر

دہر میں سب سے تو بڑا تجھ سے بڑی خدا کی ذات | قائم ہے تیری ذات سے سارا نظام کائنات

فلما افلت قال یقوم انی بریء مما تشرکون۔ یہ عبارت معطوف ہے فقال ھذا ربی پر یعنی جب یا تو یہ طلوعاً عطف کے لئے ہے فوراً ہوتے کا اس میں لحاظ نہیں یا ف معنی ثم ہے کیونکہ سورج کے چھپنے اور ڈوبنے میں دن بھر فاصلہ ہوتا ہے تو ف فوراً کے لئے کیونکر ہو سکتی ہے یا قوم میں ساری ستارہ پرست قوم سے خطاب ہے چونکہ یہ کفار آپ کے ہم وطن بھی تھے ہم نسب بھی اس لئے انہیں یا قوم کہہ کر خطاب فرمایا۔ یہاں قوم سے مذہبی قوم مراد نہیں کہ آپ مومن موحد ہیں اور وہ لوگ مشرک ستارہ پرست پھر ہم مذہب کیسے ہو سکتے ہیں۔ **انی بریء** کے معنی یہ ہیں کہ میں پہلے سے ہی تمہارے شرک سے بیزار ہوں اور رہوں یہ مطلب نہیں کہ اب تک تو میں بھی تمہاری طرح چاند تاروں سورج کو رب سمجھتا تھا اب اس عقیدے سے توبہ کرتا ہوں یہ لفظ توبہ کے لئے نہیں بلکہ گزشتہ دلیل کا نتیجہ ہے اور اپنے دائمی عقیدے کا اظہار ما تشرکون میں ما تو موصولہ ہے یا مصدریہ یعنی ان چیزوں کی الوہیت سے بیزار ہوں جنہیں تم خدا تعالیٰ کا شریک سمجھتے ہو یا تمہارے اس شرکیہ عقیدے سے بیزار ہوں تشرکون فرما کر یہ بتایا کہ تم لوگ شرک کر رہے ہو میں نے کبھی شرک نہ کیا نہ کر رہا ہوں اگر نعوذ باللہ آپ نے بھی ان چیزوں کو رب مان لیا ہوتا تو آپ یا تو اشرکت فرماتے یا اشرک یہ کچھ نہ فرمایا بلکہ تشرکون فرمایا اسی کلام کی رب تعالیٰ نے تعریف فرمائی کہ **تلک حجتنا اتیناھا ابراھیم علی قومہ** جس سے معلوم ہوا کہ آپ کی یہ ساری گفتگو رب تعالیٰ کی بتائی ہوئی حجت و دلیل تھی۔ جو آپ نے اپنی قوم کے خلاف قائم فرمائی نیز آگے آپ خود فرما رہے ہیں **وما انا من المشرکین۔**

ابراہیم علیہ السلام کی ولادت اور پرورش : نمرود ابن کنعان ساری دنیا کا بادشاہ تھا۔ اس کا پایہ تخت شہر بابل تھا جو بغداد شریف اور کوفہ کے درمیان واقع ہے۔ اب اسے بابلیین کہتے ہیں اب ویران ہو چکا ہے یہ پہلا وہ بادشاہ ہے جس نے تاج پہنا اور لوگوں کو اپنی عبادت کی دعوت دی۔ اس کے دربار میں بہت کاہن و نجومی رہتے تھے۔ ایک رات نمرود نے خواب دیکھی کہ آسمان پر ایک تارہ چمکا جس سے سورج کی روشنی ماند پڑ گئی۔ یہ اس خواب سے گھبرا گیا کاہنوں سے تعبیر پوچھی۔ انہوں نے کہا کہ تیرے شہر میں اس سال ایک لڑکا پیدا ہو گا جو تیری ہلاکت اور تیرے ملک کی بربادی کا باعث ہو گا۔ نمرود نے یہ سنتے ہی کہا کہ اس

www.alahazratnetwork.org

بچہ کو دیتے ہی نہ دوں گی چنانچہ نمرود نے اس حکم دیا کہ میرے علاقہ میں جس قدر عورتیں حاملہ ہیں ان پر سخت نگرانی کی جائے اگر لڑکی پیدا ہو تو خیر۔ اگر لڑکا ہو تو فوراً قتل کر دیا جائے اور آج سے ایک سال تک ہمارے علاقہ میں کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس نہ جائے۔ حتیٰ کہ مردوں کو ان کی بیویوں سے الگ کر دیا جائے اس معاملہ کو اپنی پولیس کے سپرد کیا۔ خوب اچھی طرح نگرانی کی گئی مگر اس وقت آپ کی والدہ ماجدہ یا تو بہت کم عمر تھیں اور نمرود کی مقرر کردہ عورتوں نے جب آپ کی تفتیش کی تو انہیں حمل شریف کا پتہ نہ چلا کیونکہ آپ بہت کم عمر تھیں اور آخر وقت تک قدرت الٰہی سے آپ کا حمل ظاہر نہ ہو سکا یا اتفاقاً کسی تدبیر سے تارح ان کے پاس پہنچے اور وہ حاملہ ہو گئیں۔ جب وقت ولادت قریب آیا تو آپ پہاڑوں کے درمیان ایک غار میں تشریف لے گئیں وہاں حضرت خلیل کی پیدائش ہوئی۔ آپ اس غار کے منہ پر پتھر رکھ کر فرزند کو خدا کے حوالہ کر کے چلی آئیں۔ دوسرے دن جا کر دیکھا تو آپ اپنی انگلیاں چوس رہے ہیں جن سے دودھ شہد نکل رہا ہے۔ بہت خوش ہوئیں پھر روزانہ اسی طرح جاتیں اور اپنے بچہ کو دیکھ بھال آتیں۔ آپ ایک ماہ میں اتنا بڑھتے تھے جتنا دوسرے بچے ایک سال میں۔ آپ پندرہ مہینے کے ہوئے تو پندرہ سال معلوم ہوتے تھے۔ آپ نے اس عمر شریف میں اپنی والدہ سے پوچھا کہ میرا رب (مربی) کون ہے؟ والدہ نے کہا "میں" پوچھا میری طرح تم بھی کھانے پینے کی حاجت مند ہو؟ انسانی ضروریات رکھتی ہو؟ تمہارا رب کون ہے؟ فرمایا! تمہارے والد۔ آپ نے پوچھا کہ ابا جان بھی حاجت مند ہیں؟ انہیں بھی رب چاہئے ان کا رب کون ہے؟ کہا نمرود (تارح نمرود کے ہاں سے تنخواہ پاتے تھے)۔ پوچھا نمرود بھی تو ہم لوگوں کی طرح ہزار ہا حاجتیں رکھنے والا انسان ہی ہے اس کا رب کون ہے؟ تو والدہ نے کہا چپ رہو۔ پھر تارح سے کہا کہ جس فرزند کا خوف نمرود کو ہے وہ تمہارا یہ فرزند ہے۔ اس نے آج مجھ سے ایسا حکیمانہ سوال کیا ہے کہ میں تو کیا ہماری ساری قوم جواب نہیں دے سکتی۔ تارح بہت ہی خوش ہوئے آپ کئی سال اس غار میں چھپے ہوئے پرورش پاتے رہے۔ سات سال کی عمر شریف میں شام کے وقت غار سے باہر آئے تب اپنی قوم کو جمع کر کے ان سے وہ گفتگو فرمائی جو ان آیات شریفہ میں مذکور ہے۔ (تفسیر صاوی و روح البیان و خزائن وغیرہ)۔

خلاصہ تفسیر : جب جناب ابراہیم غار سے باہر تشریف لائے تو شام کا وقت تھا اپنی قوم کو دیکھا کہ وہ زمینی بتوں اور آسمانی چاند سورج تاروں کی پوجا کرتی ہے۔ آپ نے چاند تاروں سورج کی ربوبیت کی تردید میں نہایت ہی حکیمانہ کلام اس قوم سے فرمایا کہ جب رات اندھیری ہو گئی اور زہرہ یا مشتری تارہ چمکنے لگا آپ نے اس قوم سے پوچھا کہ کیا یہ میرا رب ہے۔ قوم نے یا تو کہا ہاں۔ یا رہی چپ تھوڑی دیر میں جب یہ تارہ ڈوب گیا تو پوچھا کہ وہ رب کہاں گیا جو حرکت کرے جس پر انقلاب آویں وہ بدلے جو اپنے پجاریوں کو چھوڑ کر غائب ہو جائے میں اس کی عبادت سے سخت متنفر ہوں وہ رب کیسے ہو سکتا ہے۔ قوم اب بالکل خاموش رہی۔ رات تھی پندرہویں یا سولہویں چاند کی۔ تھوڑی ہی دیر میں قریباً پورا چاند نکل آیا۔ آپ نے اس قوم سے پھر پوچھا۔ کیا میرا رب یہ ہے؟ اب قوم خاموش رہی کہ ان کے پاس آپ کی حکیمانہ گفتگو کا کوئی جواب نہ تھا۔ جب چاند بھی ڈوب گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر مجھ پر اللہ کا فضل نہ ہوا ہوتا اور اس نے مجھے ہدایت ایمان نہ کر دی ہوتی تو میں بھی گمراہ قوم میں سے ہو جاتا اور تمہاری طرح میں بھی اس کی دشمنی سے دھوکہ کھا کر اسے خدا مان لیتا کہ میرا ماحول ہی ایسا گندہ ہے۔ مگر میرے رب نے میری دستگیری فرمائی اس لئے میں اس دلدل میں نہ پھنسا۔ پھر جب صبح کو آب و تاب کے ساتھ چمکتا دمکتا سورج نکلا تو پھر اسی قوم سے آپ نے خطاب فرمایا کہ کیا یہ میرا رب ہے؟ یہ نورانی بھی ہے اور چاند تاروں سے بڑا بھی مگر جب شام کو سورج بھی

www.alahazratnetwork.org

قلابازی کھاتا ہوا ڈوب گیا تو آپ نے اعلان فرمایا کہ اے قوم والو [illegible] میں تمہارے شرک [illegible] اور تمہارے ان
معبودوں سے بری و بیزار ہوں [illegible] نہیں آیا [illegible] لوگوں کو [illegible] آیا ہوں
اے قوم [illegible] چیزوں کی [illegible] قبضہ وقدرت میں [illegible] حالات
وارد ہوتے ہیں۔ وہ اس کے لائق عبادت کی دلیل ہیں رب وہ ہے جس کے قبضہ میں یہ سب ہیں۔

فائدے [illegible] پہلا فائدہ: خدا تعالیٰ چاہے [illegible]
[illegible] کوئی نہیں [illegible] سکتا ہے۔ دیکھو نمرود نے حضرت خلیل کی تکلیف اور [illegible] چاہا۔ فرعون نے
موسیٰ علیہ السلام کی تکلیف اور [illegible] ناکام رہا۔ جناب خلیل اللہ [illegible]
اور موسیٰ علیہ السلام کی [illegible] یہ فائدہ [illegible] سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ: اللہ تعالیٰ نے
اپنی قدرت ظاہر فرمائی کہ نمرود اور فرعون [illegible] جن کی تکلیف [illegible] بچے ذبح کرائے وہ دونوں
حضرات انہی [illegible] حضرت خلیل کی پرورش کی اور فرعون کے گھر
خود اس کی پرورش جناب موسیٰ [illegible] قدرت [illegible] تیسرا فائدہ: اللہ تعالیٰ نے ابراہیم
علیہ السلام کو علم ربانی بخشا کہ آپ نے بچپن شریف میں [illegible] منطق فلسفی [illegible] تمام اہل علم کی منطق اس پر قائم
[illegible] چاند سورج [illegible] ثابت کی۔ اسی کو
منطقی لوگ اس طرح بیان کرتے ہیں العالم متغیر و کل متغیر حادث فالعالم حادث۔ پھر کہتے ہیں کہ
العالم حادث و کل حادث محتاج الی محدث فالعالم محتاج الی محدث۔ یعنی دنیا اور دنیا کی
چیزیں [illegible] بدلنے والی ہیں۔ اور بدلنے والی چیز [illegible] کہ پہلے نہ تھی بعد میں ہوئی لہذا [illegible] کسی کی مخلوق
ہے۔ لہذا دنیا کسی کی مخلوق ہے اسے خالق کی ضرورت ہے۔ سبحان اللہ [illegible] چوتھا فائدہ:
حضرات انبیاء کرام کسی کے شاگرد نہیں ہوتے۔ خصوصاً علوم الٰہیہ میں وہ کسی کے بغیر سکھائے [illegible] عالم ہوتے ہیں۔ یہ
فائدہ اس پوری دلیل سے حاصل ہوا۔ پانچواں فائدہ: حضرات انبیاء کرام کسی ساعت کسی وقت گمراہ نہیں ہوتے ہدایت
یافتہ پیدا ہوتے ہیں اور ہدایت یافتہ ہی رہتے ہیں۔ بلکہ [illegible] ہو جائے وہ
ہدایت پا جاتا ہے۔ یہ فائدہ لئن لم یھدنی ربی [illegible] انی بری مما تشرکون سے حاصل ہوا۔ چھٹا فائدہ: بعض
الفاظ اللہ تعالیٰ کے لئے بھی بولے جاتے ہیں اور مخلوق کے لئے بھی [illegible] دیکھو اکبر اللہ تعالیٰ کی بھی صفت ہے۔
[illegible] سورج کے لئے بولا گیا مگر معنی مختلف ہیں جیسا کہ [illegible] اعلیٰ رب تعالیٰ کا نام بھی ہے [illegible]
غیر خدا کا بھی نام ہے۔ ساتواں فائدہ: حضرات انبیاء کرام [illegible] کسی کی ہیبت نہیں [illegible]
[illegible] ایک طرف [illegible] خوف نہیں [illegible] حضرت خلیل [illegible]
[illegible] ماحول کفار [illegible] خود اپنے عزیز و اقارب اسی شرک کی [illegible] میں مبتلا ہیں [illegible]
[illegible] کسی کا رب [illegible]
[illegible] خوف سے [illegible]

alahazratnetwork.org

آٹھواں فائدہ: نبی علیہ السلام کبھی تقیہ نہیں کرتے ہمیشہ حق بات فرماتے ہیں خواہ کیسی ہی حالت ہو دیکھو جناب خلیل نے ایسے سخت وقت میں سب سے سخت بات کہہ دی انی بری مما تشرکون میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں۔ بعض حضرات اہل بیت اطہار خصوصاً شیر خدا علی مرتضیٰ کو تقیہ باز کہتے ہیں وہ ان کے مرتبہ سے واقف نہیں۔ نواں فائدہ: کوئی نبی کسی کافر کے ملک میں اس کا رعایا بن کر نہ رہا اس کی ماتحتی قبول نہ کی یا اس کی سلطنت کو ختم کر دیا یا وہاں سے ہجرت کر گئے یا ان کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ دیکھو جناب خلیل کو نمرود کی رعایا بن کر رہنا منظور نہ تھا اس لیے ہجرت فرما گئے۔ مرزا قادیانی عیسائیوں کی سلطنت میں پیدا ہوئے انہیں کی سلطنت میں رہے انہیں کی سلطنت میں مرے انہیں سے خطاب حاصل ہوئے ملکہ وکٹوریہ کی گورداسپور کی تحصیل پر مولوی محمد حسین نے خلاف آپ کی وکالت کی یہ فرق ہے سچے اور جھوٹے نبی میں۔ از آدم علیہ السلام تا حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی ایسا نہیں جو کفر کے ماتحت بن کر رہا ہو۔ بلکہ انبیاء کرام نے بادشاہوں کی طرف سے سخت ستائے گئے دیکھو جناب خلیل اللہ کو نمرود نے آگ میں ڈالا حضرت مسیح کو یہود نے سولی دینے کی کوشش کی مگر ان سب نے استقلال میں فرق نہ کی۔ دسواں فائدہ: حضرات انبیاء کرام پر ظاہری وحی تو ظہور نبوت کے بعد آتی ہے مگر باطنی یعنی ولی الہام بچپن سے ہی شروع ہو جاتی ہے۔ دیکھو حضرت خلیل اللہ نے بچپن شریف میں یہ گفتگو فرمائی حالانکہ ابھی آپ کی نبوت کا ظہور نہیں ہوا ابھی کسی کو اپنی نبوت ماننے کی دعوت نہیں دی اس گفتگو شریف کے لیے رب العالمین نے فرمایا **و تلک حجتنا اتینھا ابراھیم علی قومہ**۔ گیارہواں فائدہ: ہر شخص، ہر قوم سے اس کی عقل کے مطابق گفتگو کرنا طریقہ انبیاء ہے اس طریقہ سے ہدایت جلد ملتی ہے۔ دیکھو حضرت خلیل اللہ نے چاند سورج کے طلوع ہونے سے ان کی مخلوقیت ثابت نہ کی بلکہ ان کے ڈوبنے سے کہ طلوع میں ترقی ہے اور ڈوبنے میں تنزل جیسا کہ مشرکین کا عقیدہ ہے تنزل سے عبدیت اور بندگی کا ثبوت بہت اچھی طرح ہو جاتا ہے۔ کم عقل بھی سمجھ جاتا ہے۔

پہلا اعتراض: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چاند تاروں، سورج کو فرمایا **ھذا ربی** یہ میرا رب ہے، یہ شرک ہے۔ معلوم ہوا کہ آپ پہلے مشرک تھے بعد میں مومن بنے۔ (نوٹ) موجودہ زمانہ میں اچھے خاصے پڑھے لکھوں نے یہ ٹھوکر کھائی ہے۔ انہیں کا یہ اعتراض ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ **ھذا ربی** جملہ خبریہ ہے جس میں آپ نے اپنے عقیدے کی خبر دی ہے کہ میرے عقیدے میں یہ میرا رب ہے۔ یہاں سوال کے معنی نہیں نکل سکتے کیونکہ اس میں **ھل** وغیرہ حرف استفہام نہیں ہے نیز ربی فرمایا ربکم نہ فرمایا۔ نیز آگے ارشاد ہوا **لئن لم یھدنی ربی لاکونن من القوم الضالین** جس سے صاف معلوم ہوا کہ ابھی آپ کو توحید کی ہدایت نہیں ملی تھی۔ اس دعوے سے معلوم ہوا کہ اس وقت آپ بھی مشرک تھے بعد میں توبہ کر کے موحد بن گئے۔ (معاذ اللہ) **جواب:** **ھذا ربی** جملہ خبریہ نہیں ہے بلکہ انکاری سوال ہے۔ ایک ہی عبارت میں لہجے اور طریقہ ادا بدلنے سے سوال، تعجب، امر، استہزاء کے معانی پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہاں یہ فرمان عالی یا سوال انکاری کے لئے ہے یا اظہار حیرت کے لئے اس کی چند وجہیں ہیں۔ (۱) اگر آپ نے چاند تاروں کو رب مانا ہوتا تو بعد میں آپ توبہ کرتے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتے مگر ایسا نہ کیا بلکہ فرمایا **انی بری مما تشرکون** تمہارے شرک سے میں بیزار ہوں یعنی تم مشرک ہو میں نہ مشرک تھا نہ ہوں نہ ہوں گا۔ (۲) اگر یہ فرمان شرک ہوتا تو اللہ تعالیٰ اسے **حجتنا** فرماتا کہ یہ ہماری سمجھائی بتائی ہوئی دلیل ہے جو ہم

www.alahazratnetwork.org

سے ابراہیم و سمعیل۔ (3) خود حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی گفتگو میں ہدایت قبول کی کہ فرمایا **و قد هدان** جس سے پتہ لگا کہ ہر کلام میں ہدایت ہے نیز آپ کا **هذا ربی** فرمانا بحکمت فرمانا تبلیغ کا نادر طریقہ ہے ایک نمازی پرہیز گار عالم بے نمازیوں فاسقوں سے کہے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے ہم فسق کرتے ہیں۔ یہ طریقہ نرمی سے تبلیغ کا ہے اپنے بے نمازی ہونے فاسق ہونے کا اعلان نہیں ہے۔ ایسے ہی یہاں ہے اور **لئن لم یهدنی** کے معنی بالکل ظاہر ہیں کہ اگر مجھے رب نے ہدایت یافتہ پیدا نہ کیا ہوتا تو میں بھی تمہاری طرح گمراہوں سے ہوتا چونکہ اس نے مجھے فطری ہدایت بخشی ہے اس سے میں گندے ماحول میں رہتے ہوئے بھی تھرا پاک ہوں یا اگر آئندہ مجھے رب ہدایت پر نہ رکھے تو میں گمراہوں میں سے ہو جاؤں۔ یہاں بھی نرم انداز فرمایا اور مراد لی قوم یعنی اگر تم کو رب ہدایت نہ دے تو تم گمراہ ہو ہدایت اس کے کرم سے ملتی ہے۔ **دوسرا اعتراض:** حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خود فرمایا **لئن لم یهدنی ربی لاکونن من القوم الضالین**۔ اگر مجھے اللہ تعالیٰ ہدایت نہ دے تو میں گمراہوں سے ہو جاؤں۔ معلوم ہوا کہ اس وقت بے ہدایت تھے ورنہ ہدایت پا چکے تھے تو اگر کے کیا معنی۔ جواب: اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ **لم یهدنی** معنی ماضی ہے تو معنی یہ ہیں کہ اگر رب تعالیٰ مجھے ہدایت نہ دیتا تو میں گمراہ ہو جاتا۔ یعنی اس نے مجھے ہدایت دی ہے لہذا گمراہ نہیں ہوں یا معنی مستقبل ہے یعنی اگر رب تعالیٰ مجھے ہدایت پر قائم نہ رکھے تو میں گمراہ ہو جاؤں۔ **تیسرا اعتراض:** تم نے کہا کہ نبی کبھی گمراہ نہیں ہوتے مگر رب تعالیٰ اپنے محبوب سے فرماتا ہے **ووجدک ضالا فهدی** ہم نے آپ کو گمراہ پایا تو ہدایت دیدی۔ تمہارا یہ کلام اس آیت کے خلاف ہے۔ جواب: وہاں ضال کے معنی گمراہ نہیں ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **ما ضل صاحبکم وما غوی** تمہارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو کبھی گمراہ ہوئے نہ بہکے ضال کے معانی ہیں وارفتہ محبت۔ نشان ہدایت گمراہوں میں پھنسا ہوا خود گمراہ۔ وہاں ضال سے مراد ہیں گمراہ کے علاوہ دوسرے معانی گمراہ مراد نہیں ورنہ اس آیت سے تعارض ہو گا کہ **ما ضل صاحبکم وما غوی**۔ **چوتھا اعتراض:** تم نے کہا کہ حضرات انبیاء کرام کا علم لدنی ہوتا ہے وہ کسی کے شاگرد نہیں ہوتے مگر قرآن کریم سے ثابت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کے پاس شاگردی کرنے بھیجا۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا **هل اتبعک علی ان تعلمن مما علمت رشدا**۔ پھر تمہارا یہ قول کیونکر درست ہوا۔ جواب: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وہاں ہرگز نہیں بھیجا ورنہ حضرت خضر علیہ السلام آپ سے پہلے معذرت نہ کرتے اور بعد میں بغیر کچھ سکھائے نہ واپس نہ کرتے۔ موسیٰ علیہ السلام خود اپنے شوق سے وہاں تشریف لے گئے۔ نیز آپ علم عقائد، علم شریعت سیکھنے نہ گئے تھے کہ یہ علوم تو انہیں تورات کے ذریعہ سکھا دیئے گئے پھر آپ نے ان سے کچھ بھی نہیں سیکھا۔ چند عجیب کی باتیں دیکھ کر واپس آگئے وہ باتیں بھی آپ نے صرف دیکھ لیں، سیکھی نہیں ورنہ آپ بھی واپس آ کر کشتی توڑا کرتے، بچوں کو جان سے مارا کرتے، گرتی دیواریں بنایا کرتے۔ لہذا حق یہ ہے کہ آپ حضرت خضر کے شاگرد ہرگز نہ تھے کیونکہ علم تو عمل کے لئے ہوتا ہے۔ لہذا بالکل صحیح ہے کہ نبی کسی کے شاگرد نہیں ہوتے براہ راست سب کچھ رب تعالیٰ سے سیکھتے ہیں۔ شعر۔

لکھے نہ پڑھے جناب والا شاگرد رشید حق تعالیٰ

تو حضرت خلیل نے یہ دلائل کس سے سیکھے۔ **پانچواں اعتراض:** تم نے کہا کہ حضرات انبیاء کرام کے دل میں کسی بندے کا خوف نہیں ہوتا مگر قرآن کریم فرما رہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے خوف ہوا کہ انہوں نے بارگاہ الٰہی میں عرض

www.alahazratnetwork.org

یا قالا ربنا نخاف ان یفرط علینا او ان یطغی تمہارا یہ قول قرآن کریم کے خلاف ہے۔ جواب: اس اعتراض کے بہت جواب ہیں۔ خوف کی بہت قسمیں ہیں اور کون سا خوف انہیں نہیں ہوتا۔ یہ حل بحث ہے آسان جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کا یہ خوف ظہور نبوت سے پہلے تھا۔ نبوت کے بعد آپ اکیلے فرعون کے پاس گئے اور سب دربار سے تبلیغ کی بلکہ آپ کے فیضان سے فرعونی جادوگر ایمان لانے کے بعد فرعون سے بے خوف ہو گئے۔ صاف کہہ دیا فاقض ما انت قاض جو تجھے فیصلہ کرنا ہے کرلے جو تجھ سے ہو سکے کرلے ہم ایمان سے نہیں پھر سکتے۔ چھٹا فائدہ: حضرت ابراہیم نے سورج کو یہی بھی کہا اور اکبر بھی اکبر تو خدا تعالیٰ کی صفت ہے آپ کا یہ قول شرک ہے۔ جواب: اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ یہاں اکبر بمعنی بڑائی والا ہے نہ کہ بمعنی کبریائی والا۔ بڑائی اور کبریائی میں فرق ابھی تفسیر میں بیان ہوا۔ ریل کے ڈبہ اور انجن دونوں ایک ہی لائن پر ایک ہی طرف ایک ہی وقت ایک ہی رفتار سے دوڑتے ہیں۔ مگر ڈبہ ڈبہ ہے انجن انجن ہے۔ سورج اور سورج کی طرف رخ کیا ہوا شیشہ دونوں جھلک رہے ہیں چمک رہے ہیں مگر سورج سورج ہے اور شیشہ شیشہ ہے۔ غافل یہ فرق نہیں کرتے تھے۔ ساتواں اعتراض: حضرت خلیل اللہ نے چاند تاروں سورج کے ڈوبنے کو ان کی عبدیت کی دلیل کیوں بنایا۔ مصنوع ہونے کی دلیل کیوں۔ بتایا مخلوق ہونا بھی تو عبدیت کی دلیل ہو سکتی ہے۔ جواب: اس لئے کہ وہ قوم بہت جاہل تھی۔ چاند تارے سورج طلوع کے وقت ترقی میں ہوتے ہیں اور ڈوبتے وقت تنزل میں۔ یہی ان لوگوں کا عقیدہ تھا۔ جناب خلیل اللہ نے ان چیزوں کا تنزل دکھا کر ان کی الوہیت کی نفی فرمائی کہ جو گھٹے جو بجھے جو بے نور ہو جائے وہ خدا نہیں ہو سکتا۔

تفسیر صوفیانہ: جیسے ہمارا معدہ مکھی وغیرہ قبول نہیں کرتا اگر کوئی مکھی نگل جائے تو فوراً قے ہو جاتی ہے۔ یونہی اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کا نفس برے عقیدے برے خیالات قبول نہیں کرتے۔ صاف آئینہ ہر چیز کی صورت دکھا دیتا ہے۔ صاف دل ہر چیز کی حقیقت بتا دیتا ہے۔ دھندلا آئینہ صورت نہیں دکھاتا۔ میلا دل حقیقت نہیں بتاتا۔ اس قوم کے دل دھندلے بلکہ سیاہ تھے وہ چاند تاروں کی حقیقت معلوم نہ کر سکے۔ وہ یہ نہ جان سکے کہ یہ چیزیں ہماری خدمت کے لئے ہیں۔ ہماری خدام ہیں۔ وہ خدام کو خدا سمجھ بیٹھے۔ جناب خلیل اللہ کے صاف دل نے فوراً بتا دیا بلکہ لوگوں کو سمجھا دیا کہ خدا خدا ہے۔ بندہ بندہ۔ دنیا کی ہر چیز کے کمال سے پتہ لگاؤ قدرت ذوالجلال۔ فلاں چیزوں کو خدا نہ سمجھو۔ اسی لئے حضرت خلیل اللہ نے سورج کو اکبر کہا اور سورج کی اسی بڑائی کو رب تعالیٰ کی معرفت کا ذریعہ قرار دیا کہ جس نے ایسے چمکتے چاند تارے ایسا بڑا سورج کو اکبر کہا اور سورج کی اس بڑائی کو رب تعالیٰ کی معرفت کا ذریعہ قرار دیا کہ جس نے ایسے چمکتے چاند تارے ایسا بڑا سورج پیدا کیا وہ خود کیسا ہے۔ پتنگ اونچی اڑ رہی ہو تو اپنے اڑانے والے کا پتہ دیتی ہے جس کے ہاتھ میں اس کی ڈور ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔ شعر۔

آفتاب از امر حق طباخ ما است — ابلہی باشد کہ گوئیم او خدا است
آفتابت گر بگیرد چوں کنی! — آں سیاہی زو تو چوں بیروں کنی
نے بدرگہ خدا آری صداع — کہ سیاہی را ببر وادہ شعاع
گر کشندت نیم شب خورشید کو — تا بنالی یا اماں خواہی ازو
حادثات اغلب بہ شب واقع شود — واں زماں معبود تو غائب شود

www.alahazratnetwork.org

سوئے حق گر راستانہ خم شوی ... وا رہی از اختال خم شوی

سورج علم خدا کا مظہر ہے کہ اسے نور چمکا ہٹا تا ہے اگر ہم اس کو خدا سمجھ لیں تو بڑے بیوقوف ہیں۔ جب سورج ڈوب کر
گم ہو جاتا ہے تو تم رب رب پکارتے ہو کہ مولیٰ اسے صاف کر دے اگر سورج خدا ہے تو خود رات میں تمہاری حفاظت کون
کرتا ہے۔ آخر عذاب رات میں آتے ہیں جب سورج غائب ہو جاتا ہے اگر تم اللہ سے دعا کرو۔ نکلے جو چاند تاروں کے
پھندے سے آزاد ہو محرم راز ہوں حلوت خانہ خلیل اللہ نے کیسی تدبیر سے وہ ان نورانی چیزوں کو معرفت الٰہی کا ذریعہ بنا کر انہیں
حال بتا کر ان میں سے بعض حضرات ان چیزوں کو نہ دیکھ کر خدا ان چیزوں سے دیکھ رہے ہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں مشرکین ہر طاقتور چیز کو نیچے
گرا کے خدا کہہ دیتے ہیں۔ وہ اصل اور ظل یعنی سایہ والا اور سایہ میں فرق نہیں کرتے۔ آج بعض توحید کے مدعی حضور صلی
اللہ علیہ وسلم کی ہر بڑائی و تعظیم کو شرک کہہ دیتے ہیں یہ بھی اسی چال پر ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے
تھے بیماروں کو شفا بخشتے تھے مگر تھے بندے۔ یوسف علیہ السلام کی قمیص سے نابینا کو بینائی ہوتی تھی۔ مگر آپ بھی تھے بندے
فرق وہ اصل اور ظل کا ہے اسی جگہ میں نمرود اور نمرودی لوگ پھنسے تھے۔

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ		
تحقیق میں نے متوجہ کر دیا چہرہ اپنا واسطے اس کے جس نے پیدا فرمائے آسمان و زمین ہر باطل سے دور		
تحقیق میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان و زمین بنائے ایک اسی کا ہو کر اور		
اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۷۹﴾		
ہوں اور نہیں ہوں میں مشرکوں سے		
میں مشرکوں میں نہیں۔		

تعلق۔ اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق**: چاند تاروں کی معبودیت کی پرزور تردید
تھی۔ اب سچے معبود اللہ تعالیٰ کی معبودیت کا واضح اور اعلان ہے گویا لا الٰہ کہا۔ پچھلی آیات میں تھا الا اللہ کا ذکر اس آیت میں
ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایمان نام ہے نفی اور اثبات کا نفی کے بعد اثبات کا ہے رہتے۔ (لطیفہ) ایک شخص نے پوچھا کہ موسیٰ
علیہ السلام نے اس چرواہے کو بات تو اچھی بتائی تھی جو کہہ رہا تھا کہ خدایا مجھے اپنا گھر بتا دے میں تیرے پاؤں دبایا کروں گا تیرے
کپڑے سیا کروں گا اگر تو بیمار ہو جائے تو تیری دوا کیا کروں گا۔ آپ نے فرمایا شعر

گر نہ خدی زتیہ تش تو خلق را ... آتش آید بسوزد خلق را

مگر رب نے آپ پر عتاب فرمایا کہ تم نے ہمارے بندے کو جدا کر دیا۔ مولانا فرماتے ہیں۔ شعر

وحی آمد سوئے موسیٰ از خدا ... بندہ ما را زما کردی جدا

تجب ہے کہ آپ اپنا فرض منصبی یعنی تبلیغ ادا کریں اور اللہ تعالیٰ عتاب فرمائے ہم نے کہا کہ عتاب اس بات پر تھا کہ اسے یہ تو
بتا دو کہ اللہ تعالیٰ کی شان کیا ہے نفی بتائی مثبت نہ بتایا تبلیغ مکمل نہ کی وہ رب تعالیٰ کو چھوڑ ہی بیٹھا آج بعض لوگ ہمیشہ حضور

www.alahazratnetwork.org

انور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نفی ہی بیان کرتے ہیں۔ کبھی یہ نہیں کہتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے کیسے اور ان کی شان بے نیوہ بھی گمراہی کرتے ہیں۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیت میں فرمایا "فانی چیزوں کی تبدیلی سے ان کی بندگی ثابت کی گئی تھی اب اس آیت میں خود زمین و آسمان کے خالق یعنی رب تعالیٰ کی الوہیت اس رب کی خالقیت وما لکیت سے اس کی معبودیت کا ثبوت دیا جا رہا ہے۔ چونکہ وہ آسمان و زمین کا خالق و مالک ہے لہذا وہی سچا رب، سچا معبود ہے گویا بندگی کے دلائل کے بعد الوہیت کے دلائل کا بیان ہے۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیات میں مشرکین کے مشرک ہونے کا اعلان فرمایا گیا تھا اب خلیل نے اپنے موحد مومن اللہ کا عابد ہونے کا اعلان فرمایا ہے۔ یعنی پہلے کہا گیا کہ تم کون ہو۔ اب بتایا گیا کہ میں کون ہوں تاکہ لوگ آئندہ مومن بنتا اپنے ایمان کا اعلان کرنا سیکھ لیں۔ چوتھا تعلق: پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ زمینی بت جو مٹی، پتھر، لکڑی سے تم نے بنائے آسمانی چاند سورج تارے، جو کسی کے حکم پر ڈوبتے چڑھتے ہیں عبادت کے لائق نہیں۔ اب بتایا جا رہا ہے کہ عبادت کے لائق وہ ہے جو زمین و آسمان کا خالق ہے۔ یعنی بت زمین کا حصہ ہیں زمین سے بنے ہیں۔ چاند تارے آسمان کا حصہ آسمان میں رہنے والی چیزیں ہیں۔ رب تعالیٰ تو خود زمین و آسمان کا خالق ہے تو ان کا بھی خالق ہے۔ لہذا وہی عبادت کے لائق ہے۔

تفسیر اِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهِیَ۔ یہ کلام بھی اس وقت کا ہے جس میں جناب خلیل اللہ نے اس قوم سے فرمایا جن سے اب تک گفتگو کی اس حصہ چند چیزیں خیال میں رہیں۔ ایک یہ کہ آپ معرفت کرا رہے ہیں رب کی مگر صفات بیان فرما رہے ہیں اپنے یا اس لئے کہ نبی کی پہچان پہلے ہے۔ خدا کی پہچان بعد میں کیونکہ نبی کی معرفت ذریعہ ہے۔ خدا کی معرفت مقصود وضو پہلے ہے نماز بعد میں اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی تبلیغ میں اپنے متعلق کفار سے پوچھا کہ تم نے مجھے کیسا پایا اس لئے کہ نبی کی پہچان خدا کی پہچان ہے۔ پہلے سے درخت کو پہچانو جیسے عیسیٰ علیہ السلام نے جناب مریم سے تہمت دفع کرنے کے لئے اپنے فضائل بیان کئے۔ دوسرے یہ کہ اس آیت میں پانچ صفات کا ذکر ہے۔ پہلے جناب خلیل کی ایک صفت پیچھے آپ کی دو صفتیں بیچ میں ہیں رب تعالیٰ کی دو صفتیں تاکہ معلوم ہو کہ توحید وہی قبول ہے جو نبوت کے دامن سے لپٹی ہوئی ہو نبوت عقیدہ توحید کا پتہ ہے۔ پتے کے بغیر خط منزل پر نہیں پہنچتا اس لئے کہ ہماری دعائیں اور سارے اعمال عقیدہ و توحید قابل قبول نہیں۔ نبوت کے ذریعے قبول ہونے کی امید ہے اس لئے اول آخر درود شریف پڑھتے ہیں بیچ میں مانگتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ اس آیت کو اِنِّی سے شروع فرمایا جو شک وہم دفع کرے یا یقین کے اظہار کے لئے آتا ہے یہ بتانے کے لئے کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں یقین سے کہہ رہا ہوں تم جو چاند، سورج کو خدا کہہ رہے ہو۔ تمہیں اس پر خود یقین نہیں یا اس لئے کہ تم لوگ میری بات پر یقین کرو کیونکہ میں یقینی الہام سے کہہ رہا ہوں تم لوگوں سے بن سنائی کہتے ہو۔ چوتھے یہ کہ وَجَّهْتُ ماضی فرمایا نہ حال یا مستقبل۔ فرمایا کہ پہلے کہ میں دنیا میں آکر متوجہ الی اللہ نہیں ہوا ہوں بلکہ پہلے سے ہی ادھر متوجہ ہوں۔ دوسرے لوگ یہاں آکر کسی کی تعلیم سے متوجہ الی اللہ ہوتے ہیں میں متوجہ الی اللہ ہو کر دنیا میں آیا ہوں۔ وَجَّهْتُ بنا ہے توجیہ سے جس کا مادہ وجہ ہے۔ معنی چہرہ توجیہ کے معنی ہیں چہرہ پھیر دینا متوجہ ہو جانا۔ دل، چہرہ، توجہ، عبادت، ذات یہاں یا معنی ذات ہے یا معنی عبادت اور ہو سکتا ہے کہ معنی چہرہ ہو کسی کی طاعت کرنے اس کا حکم مانتے وقت انسان اس کی طرف منہ کر لیتا ہے۔ یہ محاورہ یہاں استعمال فرمایا گیا ہے۔ تفسیر کبیر نے یہی آخری معنی کئے باقی دیگر مفسرین نے دوسرے معنی کئے یعنی میں نے اپنی عبادت اس کی طرف پھیری یا اپنا دل، اپنا چہرہ، اپنی ذات اس کے لئے اس کی طرف پھیرا اس میں عقائد، عبادات، معاملات سب کی

www.alahazratnetwork.org

طرف اشارہ ہے۔ **للذی فطر السموات والارض** یہ عبارت متعلق ہے **وجہت** کے لام بمعنی الیٰ ہے چونکہ الیٰ جہت و سمت چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان سے پاک ہے۔ لہذا الیٰ نہ فرمایا (تفسیر کبیر) الذی سے مراد ہے ذات باری تعالیٰ فطور کے لغوی معنی ہیں چیرنا کہا جاتا ہے۔ **تفطر الشجر بالورق**۔ درخت پتوں کی وجہ سے چر گیا (کبیر) اصطلاح میں ایجاد کرنے کو فطر کہا جاتا ہے یعنی بغیر نمونہ دیکھے پیدا کرنا سماء اور ارض سے مراد آسمانوں کو جمع زمین کو واحد لانے کی وجہ ہم پہلے پارہ میں بیان کر چکے ہیں یعنی میں نے اپنا منہ اس ذات کی طرف کیا یا اپنی عبادت اس ذات کے لئے خاص کر دی جس نے آسمانوں اور زمین اور آسمانی اور زمینی چیزوں کو پیدا فرمایا۔ **حنیفا** لفظ وجہت کے فاعل ت سے حال ہے۔ اس کا مأخذ ہے حنف بمعنی ہر برائی سے پھر کر اچھائی کی طرف ہو جانا اور ایسا ہو جانا کہ پھر برائی کی طرف نہ جھکے۔ جنف جیم سے بمعنی گناہ کی طرف جھکنا۔ حنف ح سے بمعنی بنا حنیف کے معنی ہیں ہٹانے والے نہ دو۔ اس میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ ہر برائی سے دور، دوسرے یہ کہ سارے بروں سے دور لو، پھر بھی ایسا نہ کہ پہلے کبھی ان سے قریب تھا نہ آئندہ قریب ہوں گا۔ بچپن، جوانی، بڑھاپا غرضیکہ زندگی کے ہر دور میں برائیوں اور بروں سے دور رہا ہوں گا۔ پھر ماحول گندہ اور میں ستھرا جیسے جانور کے پیٹ میں دودھ جو خون گوبر پیشاب کے ماحول میں رہتا ہے مگر صاف پاک رہتا ہے۔ **وما انا من المشرکین**۔ یہ عبارت یا تو نیا جملہ ہے تو واؤ ابتدائیہ ہے یا حنیفا پر معطوف ہو کر وجہت کے فاعل سے حال ہے۔ خیال رہے کہ آپ نے یہ نہ فرمایا کہ میں شرک سے توبہ کرتا ہوں نہ یہ فرمایا کہ میں اب مشرک نہ رہا بلکہ جملہ اسمیہ سے شرک کی نفی کی جس کا مطلب یہ ہوا کہ میں تو پہلے ہی سے مشرکوں میں نہیں۔ ایک آن کے لئے میں نے شرک و کفر نہیں کیا بلکہ میں نے مشرکین کی کبھی تائید و حمایت بھی نہیں کی میں مشرکین کی جماعت سے نہیں میں تو مومنین بلکہ معصوم مرسلین کی جماعت سے ہوں یا میں مشرکوں سے نہیں پیدا ہوا ہوں۔ میرے ماں باپ بلکہ ساری نسل موحد مومن ہیں اور کیوں نہ ہوں کہ میں جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل ہوں اچھا پھول اچھے درخت پر لگتا ہے۔

خلاصہ تفسیر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نہایت حکیمانہ، عارفانہ گفتگو فرمانے کے بعد اپنی قوم کے سامنے اپنی پوزیشن ظاہر فرماتے ہوئے فرمایا کہ اے میری قوم تم نے اپنا شرک و کفر اور اپنے معبودوں کی حقیقت تو معلوم کر لی۔ اب میرا عقیدہ معلوم کرو۔ میں نے تو پہلے ہی سے اول آفرینش سے ہی اپنی ذات اپنے دل کو یا اپنی عبادت کو اس ذات کریم کے لئے متوجہ کر رکھا ہے۔ جس نے بغیر نمونہ کے آسمان و زمین بنایا انہیں مختلف مخلوق سے سجایا۔ پہلے ہی سے ہر قسم کی بد عقیدگی سے یکسو رہوں میں کبھی بھی مشرکین میں سے نہ تھا نہ ہوں نہ ہوں گا۔ خیال رہے کہ حضرت خلیل اللہ نے اس تمام گفتگو میں اپنا کہ فرمایا کہ پہلے فرمایا کہ کیا چاند سورج میرے رب ہیں۔ اب فرمایا کہ میں نے اپنے کو رب کی طرف متوجہ کیا مگر مقصود ہے قوم کو ہدایت دینا ان کو بتانا کہ تم بھی میری طرح ہو جاؤ، شرک و کفر سے بیزار ایک رب کے پجاری۔ تبلیغ کا یہ طریقہ نہایت ہی دلنشین اور موثر ہوتا ہے ایک عالم فاسقوں سے خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ہم کو نمازی بننا چاہئے گناہوں سے توبہ کرنی چاہئے یا کہتا ہے کہ میں تو رب کے فضل سے نماز پڑھتا ہوں گناہوں سے دور رہتا ہوں نام لیتا ہے اپنا مگر سمجھاتا ہے اس قوم کو کہ تم کو ایسا ہونا چاہئے وہ عالم تو پہلے ہی سے نمازی اور متقی ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو لقب ہیں خلیل، حنیف اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی خصوصی دو لقب ہیں۔ مصطفیٰ مجتبیٰ حضرت خلیل درخت ہیں۔ جس میں ہزارہا نبوت کے پھول کھلے ہیں۔ ہزاروں نبی آپ کی اولاد ہیں ان تمام پھولوں میں سے ایک پھول رب نے اپنے لئے منتخب فرمالیا۔ اس پھول کا نام رکھا

www.alahazratnetwork.org

مصطفیٰ یعنی چنا ہوا۔ منتخب شدہ پھول و رخت کی یہ تمام تعریفیں اس پھول کی تعریفوں کی تمہید ہیں کہ جب درخت تمام عیبوں سے دور ہو تو اس کے پھول بھی اعلیٰ ہوں گے۔ شعر

ذات ہوئی انتخاب وصف ہوئے لاجواب — نام ہوا مصطفیٰ تم پہ کروڑوں درود!
آقا کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے — باغ خلیل کا گل زیبا کہوں تجھے

فائدے اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ **پہلا فائدہ:** مومن کو چاہئے کہ اپنے ایمان' اپنے دین کا اعلان کرے۔ اپنا دین وایمان چھپانے کی چیز نہیں دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا دین وایمان اپنی قوم کے سامنے علانیہ بیان کیا تقیہ نہیں کیا۔ **دوسرا فائدہ:** مومن کی ذات' مومن کی صفات' مومن کے سارے اعمال و افعال اللہ تعالیٰ کے لئے چاہئیں۔ یہ فائدہ انی **وجهت وجهی** سے حاصل ہوا اس کی تفسیر وہ آیت کریمہ ہے ان **صلوتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین** **تیسرا فائدہ:** مومن کامل وہی ہے جو سارے جھوٹے دینوں برے عقیدوں سے دور رہے اس میں کسی مذہب کی ملاوٹ نہ ہو یہ فائدہ حنیفا سے حاصل ہوا۔ خالص سونا' خالص عطر اچھا ہے اگرچہ تھوڑا ہو ملاوٹی سونا' ملاوٹی عطر برا ہے اگرچہ زیادہ ہو۔ ہمارے اسلام کو دین حنیفی کہا جاتا ہے اس کے یہی معنی ہیں۔ **چوتھا فائدہ:** حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی ایک آن کے لئے کفر و شرک نہیں کیا۔ آپ پیدائشی عارف باللہ اور حنیف تھے۔ یہ فائدہ **وما انا من المشرکین** سے حاصل ہوا۔ **پانچواں فائدہ:** اللہ تعالیٰ کو اپنے پیاروں خصوصاً جناب خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ بڑے ہی پیارے ہیں۔ دیکھو رب تعالیٰ نے اپنے خلیل کا وہ کلام قرآن میں نقل فرمایا جو آپ نے اپنی کافر قوم سے کیا۔ اس کلام کو قرآن مجید میں محفوظ کیا بلکہ ہر مسلمان کو حکم دیا کہ نماز شروع کرتے وقت یہ الفاظ **انی وجهت** الخ پڑھا کرے پھر نماز شروع کیا کرے۔ چنانچہ آج تک ہر نمازی نماز شروع کرنے سے پہلے یہ الفاظ کہتا ہے اور مسلمانوں کے بچے بچے کو یاد ہوتے ہیں۔ **چھٹا فائدہ:** اللہ کے شکر اور دوسروں کو تبلیغ کرنے کے لئے اپنے فضائل بیان کرنا جائز بلکہ سنت انبیاء ہے یہ فائدہ حنیفا وغیرہ سے حاصل ہوا کہ آپ نے اپنے یہ صفات فخر کے طور پر فرمائے بلکہ رب کا شکر ادا کرنے اور لوگوں کو تبلیغ کرنے کے لئے فرمائے تھے کہ تم بھی ایسے ہو۔ خیال رہے کہ **ما انا من المشرکین** کے تین معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ میں مشرک نہیں ہوں دوسرے یہ کہ میں مشرک قوم سے نہیں ہوں' مومن مشرک کا ہم قوم نہیں ہوتا اگرچہ ہم نسب' ہم وطن ہے۔ مذہبی قومیت مسلمان کی مسلمان سے ہو سکتی ہے۔ تیسرے یہ کہ میں مشرکوں سے نہیں پیدا ہوا' مومنوں سے پیدا ہوں' میرے والدین بلکہ سارے باپ دادے مومن موحد تھے۔

پہلا اعتراض اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اب تک مومن نہ تھے آج مومن بن رہے ہیں۔ اس لئے فرماتے ہیں **انی وجهت وجهی** میں نے اب اپنے کو اللہ کی طرف متوجہ کر دیا۔ یعنی اب سے پہلے کسی اور کی طرف متوجہ تھے۔ **جواب:** تم نے یہ ترجمہ غلط کیا کہ میں نے اب متوجہ کر دیا وجهت ماضی مطلق ہے۔ جس میں پچھلا واقعہ بیان فرمایا جاتا ہے معنی یہ ہیں کہ میں تو پہلے سے ہی اپنے کو رب کی طرف متوجہ کر چکا ہوں اب تو اس کا اظہار ہو رہا ہے۔ آج ہر نمازی نماز شروع کرنے سے پہلے یہ پڑھتا ہے تو کیا وہ پہلے کافر ہوتا ہے۔ **دوسرا اعتراض:** اس عبارت میں وجهی کیوں فرمایا گیا۔ وجہ کے معنی ہیں چہرہ کیا آپ کا چہرہ تو رب کی طرف تھا اور دماغ کسی اور کی طرف۔ **جواب:** اس اعتراض کا جواب ابھی

www.alahazratnetwork.org

تفسیر میں گزر گیا کہ یہاں وجہ بمعنی ذات ہے نہ کہ چہرہ وجہ کے بہت معنی ہیں۔ رب فرماتا ہے **فاینما تولوا فثم وجہ اللہ** اور اگر معنی چہرہ ہو تب بھی درست ہے کہ ظاہری جسم میں چہرہ ہی اشرف عضو ہے۔ جب وہی رب کی طرف ہو گیا تو سب کچھ ادھر ہو گیا ہم نماز کی نیت میں کہتے ہیں منہ میرا کعبہ شریف کی طرف تو اس کے معنی یہ نہیں ہوتے کہ منہ تو کعبہ کی طرف ہے اور دل کسی اور طرف۔ **تیسرا اعتراض۔** جناب خلیل نے ارشاد فرمایا کہ میں مشرکوں میں سے نہیں تو کیا آپ دوسرے کافروں میں سے تھے۔ مشرکین کیوں فرمایا۔ **جواب** قرآن کریم میں اکثر مشرک بمعنی کافر آتا ہے یہاں بھی ایسا ہی ہے اس سے آپ نے **حنیفا** فرمایا یعنی ہر بے دینی سے دور چونکہ آپ کی قوم مشرک ہی تھی اس لئے یہاں مشرکین ارشاد فرمایا۔

تفسیر صوفیانہ ۔ حضرات انبیاء کرام دنیا میں تشریف لانے سے پہلے ہی مومن عارف ہوتے ہیں۔ وہاں سے ہی سب کچھ سیکھ کر آتے ہیں۔ اسی کا یہاں اظہار ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں دنیا میں تشریف لانے سے پہلے ہی اپنا دل اپنے رب کی طرف متوجہ کر چکا ہوں سب کچھ سیکھ کر دنیا میں تشریف لایا ہوں۔ میرا رب وہ اللہ ہے جس نے فیض دینے والے آسمانوں یعنی انبیاء کرام کو بھی پیدا فرمایا اور فیض لینے والی زمین یعنی عام لوگوں کو بھی پیدا کیا۔ فیض دینے والے اور فیض لینے والے سب ہی اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی دلیلیں ہیں ہم اس رب کو خدا مانتے ہیں جس نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرما کر انہیں ساری خلقت کا مرجع بنایا۔ شعر

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا ۔۔۔ ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستاں بتایا

صوفیاء فرماتے ہیں کہ ہمارے مشرب میں وجہ سے مراد ہے دل کا رخ لوٹانا رب کی طرف متوجہ کرنے کا مطلب ہے کہ اس دل میں رب کے سوا اور کوئی نہیں۔ دل خلوت خانہ یار ہے اس میں کسی دنیا کی چیز یہاں کے رنج و غم یہاں کی شادی و خوشی کی جگہ ہی نہیں اس کی تفسیر فرمائی **حنیفا** سے کیونکہ حنیف کے معنی ہیں کہ مومن کے دل میں یار کے سوا کوئی اور نہ ہو جس گھر میں اغیار ہوں وہاں پردہ کر کے آنا ہوتا ہے۔ جہاں یار اور یار کا سامان یار کے خط وغیرہ ہوں وہاں یار بے پردہ آتا ہے۔ شعر

بے حجابانہ درآ از در کاشانہ ما ۔۔۔ کہ بجز درد تو کس نیست درین خانہ ما

اے محبوب میرے دل میں بے پردہ آجاؤ کہ اس دل میں تمہارے درد کے سوا اور کچھ نہیں مشرک وہی ہے جو اپنے دل کو مشترکہ منزل بنائے کہ وہاں دنیا بھی بسائے اور دین کو بسانے کی بھی کوشش کرے دل میں دوئی کی جگہ نہیں۔ صوفیاء کے نزدیک ہر چیز کا قبلہ جداگانہ ہے مگر دل کا قبلہ رضائے ذوالجلال ہے۔

وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ وَلَآ اَخَافُ مَا

اور جھگڑا کیا ان سے قوم نے انہوں نے فرمایا کیا تم مجھ سے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو حالانکہ ہدایت دی اس نے مجھے اور

اور ان کی قوم ان سے جھگڑنے لگی کہا کیا اللہ کے بارے میں مجھ سے جھگڑتے ہو وہ تو مجھے راہ بتا چکا اور مجھے ان کا ڈر نہیں

تُشْرِکُوْنَ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْـًٔا ؕ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا

[illegible]

[illegible]

تَتَذَكَّرُوْنَ ۝

[illegible]

[illegible]

تعلق ۔ اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیات میں حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان دلائل توحید کا ذکر ہوا جو آپ نے اپنی قوم کے سامنے پیش فرمائے اب ان دلائل پر قوم کے ساتھ مناظرہ کا ذکر ہے۔ مناظرہ میں ترتیب یہی ہوتی ہے کہ پہلے دعویٰ پھر دلیل پھر دلیل پر جرح و قدح ہے پھر ان کے جوابات یہی ترتیب یہاں ہے۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوت دلیل کا ذکر تھا اب آپ کی قوت دل کا ذکر ہے کہ آپ اکیلے تھے مگر آپ کے سامنے مخالفین کی جماعت ان کی دولت ان کی حکومت سے بالکل خوف و ہراس نہ آیا۔ دلیل کی قوت جب ہی کام آتی ہے جب دل کی قوت ساتھ ہو۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیت میں حضرت خلیل اللہ کی قوت دلائل کا ذکر تھا اب یہ بتایا جا رہا ہے کہ دلائل انہیں ملے کہاں سے آپ کے رب کی طرف سے و قد هدان اور ظاہر ہے کہ رب کا عطیہ بہت ہی پختہ و مضبوط ہوتا ہے اسی لئے اس آیت میں رب تعالیٰ کی صفات کا بھی ذکر ہے۔ وسع ربی الخ۔

تفسیر: و حاجه قومه یہ جملہ نیا ہے اس لئے اس کا واو ابتدائیہ ہے۔ حاج بنا ہے محاجہ سے جس کا مادہ ہے حجت بمعنی دلیل یا بمعنی مناظرہ۔ یہ کلمہ اکثر ضد کی حجت بازی کے لئے بولا جاتا ہے۔ یہاں یہی مراد ہے یعنی بے تکی حجت بازی ہ کا مرجع حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں قومه سے مراد وہی قوم کفار ہے جن کے مقابل آپ نے مذکورہ دلائل پیش فرمائے یعنی ان کی قوم نے ان سے حجت بازی جھگڑا کیا یعنی ان لوگوں نے چار باتیں کیں ایک یہ کہ آپ کمسن کم عقل ہیں۔ دوسرے یہ کہ آپ غریب ہیں ہم آپ کے مقابل بڑے امیر۔ تیسرے یہ کہ آپ اکیلے ہیں آپ کے مقابل جماعت ہے لہٰذا آپ کی بات قابل قبول نہیں آپ کے مقابلین کی بات لائق قبول ہے۔ چوتھے یہ کہ ہمارے پاس فوج پولیس قانون حکومت ہے تم بے آسرا۔ آپ نے اپنی تبلیغ بند نہ کی تو ہم آپ کو ایذا دیں گے۔ نیز وہ لوگ کہتے کہ تم ہمارے دین سے پھرتے ہو نیا دین لاتے ہو بے عقل مند ہو۔ اس سے تو انکار کرتے ہو کہ ہمارے بڑے جانتے بوجھتے کوئی خدا اچھا ہیں ملک ان بتوں کی مدد کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ کو یہ بت مل کر دنیا کو سنبھالتے ہیں اس لئے یہ سب عبادت کے لائق ہیں لہٰذا اے ابراہیم اگر تم نے ہمارے بتوں کی برائی کی تو یاد رکھو یہ بت تم کو نقصان پہنچائیں گے تم کو بیمار یا دیوانہ کر دیں گے (تفسیر خازن و معانی و غیرہ)۔ قال اتحاجونی فی اللہ و قد هدان یہ آپ کا جواب ہے۔ اس میں الف سوالیہ ہے اور سوال تعجب کا ہے اتحاجونی نون کے شد سے ہے اصل میں تحاجوننی تھا دونوں نون کا

www.alahazratnetwork.org

اور نہ زیادہ کیا گیا ہے۔ بعض قراتوں میں تحاجونی بغیر شد کے ہے یعنی ایک نون گرا کر۔ فی اللہ سے مراد ہے فی ذات اللہ یا فی صفات
اللہ وقد ھدان واؤ حالیہ ہے یہ عبارت تحاجونی کے ی سے حال ہے۔ ھدان کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے اس ھدان میں تین باتیں فرمائیں
ایک یہ کہ مجھے ایمان و عرفان کی ہدایت فطری طور پر ملی ہے میں دنیا میں آنے سے پہلے ہدایت یافتہ تھا۔ دوسرے یہ کہ مجھے ہدایت
بلاواسطہ رب نے دی ہے کسی اور کے ذریعہ نہیں ملی لہذا یہ ہدایت مجھ سے سلب نہیں ہو سکتی کوئی اس ہدایت کو چھین نہیں سکتا
چاند سورج کی روشنی کوئی نہیں چھین سکتا کہ انہیں رب نے روشن کیا ہے۔ چراغ کی روشنی ہر آندھی بجھا دیتی ہے۔
تیسرے یہ کہ رب تعالیٰ نے مجھے ہر قسم کی ہدایت دی ہے ایمان کی بھی عرفان کی بھی نیک اعمال کی بھی۔ رب کی طرف سے
مطلقاً ہدایت یافتہ ہوں تمہارے لئے میری : ابھی سمجھ میں رب نے مجھے ہدایت دی ہے یعنی ایصال مطلب تمہیں میرے
ذریعہ سے ہدایت ملے گی بمعنی ارائۃ طریق یعنی راہ دکھانا غرضیکہ ایک لفظ قد ھدان میں آپ نے ان کی تمام باتوں کا جواب
دے دیا کہ زیادتی عمر زیادتی مال زیادتی جتھہ عقلی باتوں میں دیکھی جاتی ہے یہ وحی الٰہی سے کم رہا ہوا ہوں سب معنوی
ہے اس میں عمر مال وغیرہ نہیں دیکھا جاتا۔ یعنی اے قوم والو تعجب ہے کہ تم مجھ سے کج بحثی کرتے ہو چاہئے تھا کہ تم مجھ سے فیض لیتے
نہیں مجھے ایذا دیتے ہو تم مجھ سے دور نہیں بیٹھے میرا خون ہو ہمیشہ سے چلا آیا ہے کہ قریبی اور قرابت دار نبیوں سے فیض
نہیں لیتے انہیں ستاتے ہیں دوسرے دور کے لوگ ان سے سب کچھ لے لیتے ہیں ان کی کو اس کا جواب یہ دیا کہ جو کچھ میں نے
تم سے کہا ہے اپنی طرف سے نہ کہا بلکہ مجھے میرے رب نے ایمان عرفان اور لائق کی ہدایت دی تو کہا ہے۔ خیال رہے کہ
ھدان معنی مطلق ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ مجھے میرے رب نے اول ہی سے ہدایت دی ہے میں ہدایت لے کر آیا ہوں آج ہوا
میری عمر دیکھو اور میرے کلام میں غور کرو یہ کلام ہی اس ہدایت کا پتہ دے رہا ہے۔ ولا اخاف ما تشرکون بہ یہ عبارت
یا تو نئی ہے تو واؤ ابتدائیہ ہے یا ھدان پر معطوف ہے تو واؤ عاطفہ ہے اس عبارت میں آپ نے اپنے دل کی قوت اطمینان اور بے
خوفی کا ذکر فرمایا ما سے مراد ان کے سارے جھوٹے معبود ہیں خواہ چاند تارے سورج ہوں خواہ رحمی بت خواہ ساری دنیا کا بادشاہ
نمرود ہو جس کے ملک میں آپ رہتے تھے۔ یعنی میں تمہارے کسی بت سے ذرا برابر خوف نہیں کرتا۔ تمہارا نمرود کی پولیس
فوج اس کی دولت و حکومت میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ تشرکون بنا ہے اشراک سے بمعنی خدا کا شریک بنانا یا شریک ماننا بہ کا
مرجع اللہ تعالیٰ ہے اصل عبارت یوں تھی۔ الا ان یشاء ربی شیئا یہ عبارت لا اخاف سے مستثنیٰ منقطع ہے۔ ان
یشاء الخ مبتداء بمعنی شرط ہے اس کی خبر پوشیدہ ہے شیئا سے مراد تکلیف و نقصان ہے یعنی اگر میرا رب ہی مجھے بیمار
بنایا اور کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو وہ ہو جائے گا اس میں تمہارے بتوں کا کوئی تعلق نہیں۔ وسع ربی کل شیء علما یہ
عبارت گویا یشاء ربی کی دلیل ہے۔ وسع بنا ہے وسع سے بمعنی گھیر پایا گھیر رکھنا۔ کل شیء سے مراد ہر چیز ہے ممکن ہو یا
واجب یا ناممکن موجود ہو یا غیر موجود کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم ان چیزوں کو گھیرے ہوئے ہے۔ علما تمیز ہے یعنی میرے
رب کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے اس کے علم سے کوئی چیز نہیں نکل سکتی میری بیماری تندرستی میرا آرام و تکلیف اس کے
علم میں ہے۔ اس کے مطابق ہی پہنچیں گے نہ کہ تمہارے بتوں کی ناراضی سے۔ اس فرمان عالی سے دو مسئلے ہو سکتے
ہیں ایک یہ کہ رب تعالیٰ کی طرف سے مجھے جو تکلیف یا مصیبت یا راحت پہنچی وہ اس کے علم و حکمت کے ماتحت پہنچے گی میری
بندگی، جنت کا باعث ہوگی وہ علیم و خبیر اپنے بندوں کو کبھی راحت کے ذریعہ آزماتا ہے کبھی مصیبت کے ذریعہ سے

[illegible] سے آسکتے ہیں۔ [illegible] کی رب لو [illegible] یعنی [illegible] ہے یہ کہ تم گروہ کے پجاری ہو لفظ واحد
فرمانا تھا کہ تمہارا رب ایسا بے خبر ہے کہ اسے تمہاری میری اس گفتگو کی بھی خبر نہیں۔ اس نے چاہا تھا کہ میں دنیا میں نہ آؤں مگر
دیکھو اسے خبر بھی نہ ہوئی لو میں آ گیا۔ تمہارے سامنے کھڑا ہوں۔ میرا رب ایسا علیم و خبیر ہے کہ اسے ذرہ ذرہ قطرہ قطرہ کی خبر
ہے اس سے کوئی چیز چھپی ہی نہیں۔ مجھے ہر چیز کی خبر ہے لہٰذا عبادت کے لائق وہی ہے نہ کہ نمرود وغیرہ۔ افلا تتذکرون اس
عبارت میں اس قوم کی جہالت پر ایسی انتہائی حیرت بھی نہیں کیجئے افلا کا سوال بھی یا تو تعجب کے لئے ہے یا اظہار افسوس
کے لئے تذکر کو بنا ہے تذکر سے معنی نصیحت یعنی تم میرے اس کلام شریف سے نصیحت کیوں نہیں پکڑتے تمہارے دماغ دنیاوی
دھندوں میں تو خوب چلتے ہیں دینی باتوں میں کیوں نہیں چلتے۔

خلاصہ ء تفسیر۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا آزر بت ساز بھی تھا اور بت فروش بھی۔ بت بنا کر فروخت کیا کرتا تھا۔
جناب خلیل اللہ نے ایک بار اس کے بت کو ہاتھ میں لے کر بازار میں اعلان کیا کہ کون خریدتا ہے وہ چیز جو صرف نقصان ہی دیتی
ہے۔ نفع بالکل نہیں دیتی اگر کسی کو اپنی دنیا و دین دونوں برباد کرنے ہوں تو یہ خریدے۔ اس اعلان پر کسی نے نہ خریدا۔ آپ ان
بتوں کو لے کر ایک نہر پر تشریف لے گئے ان کے منہ پانی میں ڈبو کر بولے کہ پیو پانی پیو۔ یہ سب کام قوم کے سامنے کئے۔ اس پر
آزر اور آپ کی قوم جل گئی بھنے لگے کہ ابراہیم اگر تم ان حرکتوں سے باز نہ آئے تو یہ بت تم کو بہت نقصان پہنچائیں گے۔ تم ان
کی طاقت سے بے خبر ہو یہ بت تو ہمارے باپ دادوں کے معبود ہیں اور ان کی مدد سے ... باقاعدہ اللہ تعالیٰ ان کی مدد کے بغیر کچھ
نہیں کر سکتا اسی لئے ... میں اس حجت بازی کا آغاز ہے (تفسیر معانی وغیرہ) جب آپ سے آپ کی قوم نے مذکورہ حجت بازی
کی تو آپ نے جواب دیا کہ تم کو شرم نہیں آتی کہ تم مجھ سے اس اللہ تعالیٰ کے متعلق بحث کرتے ہو جو مجھے اول سے ہی
ہدایت دے چکا ہے میں تمہاری ان باتوں میں آنے کا نہیں۔ کان کھول کر سن لو کہ میں تمہارے بتوں تمہارے نمرود تمہاری
قوت و طاقت سے بالکل نہیں ڈرتا تم سب مل کر جو چاہو میرا کرو اگر اللہ تعالیٰ ہی مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو پہنچ سکتا ہے
ورنہ نہیں میرے رب کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔ اے میری قوم تم میری ایسی اعلیٰ گفتگو سے
نصیحت کیوں نہیں پکڑتے۔ خیال رہے کہ دنیاوی تکالیف بیماریاں وغیرہ کفار کے لئے اللہ کا عذاب ہیں کہ رب انہیں تنبیہہ
فرماتا ہے وہ راستہ پر نہیں آتے تو کل قیامت میں وہ کوئی بہانہ نہیں بنا سکیں گے کہ ہم کو تیری قدرت اور پکڑ کی خبر نہ تھی یہ
تکالیف انہیں ... اس کی قدرت پر ... ہیں۔ مومنوں کے لئے رحمت ہیں کہ مومن ان تکالیف میں گناہوں سے
توبہ کر کے پاک و صاف ہو جاتا ہے۔ حضرات انبیاء کرام کے لئے ذریعہ تبلیغ کہ ان کی تکالیف سارے عالم کے لئے ذریعہ صبر ہوتی
ہیں یہ تو راحتیں نعمتیں ہیں ... کے عذاب ہیں کہ وہ اور بھی مغرور و غافل ہو جاتے ہیں مومن کے لئے ذریعہ شکر ہیں
حضرات انبیاء کرام کے لئے تبلیغ ... اب خلیل اللہ کا مقصد یہ ہے کہ مجھ پر جو تکالیف آئیں گی میرے رب کی طرف سے آئیں
گی اور وہ میرے لئے تکالیف عذاب نہ ہوں گی بلکہ کسی کو رحمت بنا دینا یہ سب اللہ کی مہربانی کا اظہار ہے۔

فائدے اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ: مناظرہ میں باطل پرست فریق اللہ کے نزدیک
جھگڑالو اور فسادی ہوتا ہے حق پرست شخص مصلح ہے یہ فائدہ حاجہ قومہ سے حاصل ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیل اللہ کی
قوم کو حاج فرمایا۔ خیال رہے کہ خلیل اللہ سے یہ جھگڑا آپ کی قوم نے کیا تھا اور آزر نمرود وغیرہ نے۔ چنانچہ

www.alahazratnetwork.org

ارشاد باری ہے الم تر الی الذی حاج ابراھیم فی ربہ دیکھو یہاں بھی حق تعالٰی نے نمرود کو نکلا الو بنایا۔ دوسرا فائدہ جو قوم اپنے جاہل و ناقص باپ دادوں کی تصوفی رسموں میں تقلید ہوتی ہو اسے نبی سے بھی ہدایت ملنا مشکل ہے۔ یہ فائدہ بھی حاجہ قومہ سے حاصل ہوا۔ پیغمبر کے مقابل دوسروں کی تقلید تحقیق کا روڑا ہے نبی کے فرمان پر اپنی عقل کو بھی روک دے چھوڑ دینے چاہئیں۔ تیسرا فائدہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑے متانت والے ہوئے آپ نے مذکورہ ساری گفتگو قوم کو الزام دینے کے لئے تھی نہ اس لئے کہ آپ کو شبہ تھا۔ یہ فائدہ قد ھدان سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ اللہ تعالٰی اپنے پیغمبر کو براہ راست ہدایت دیتا ہے اور دوسروں کو نبی کی معرفت سے۔ یہ فائدہ بھی و قد ھدان سے حاصل ہوا۔ آپ نے فرمایا مجھے میرے رب نے ہدایت دی جیسے سورج کو رب تعالٰی نے براہ راست روشنی دی اور زمین کو سورج کے ذریعے منور فرمایا۔ پانچواں فائدہ ہماری ہدایت اور نبی کی ہدایت میں چند طرح فرق ہے ہم کو ہدایت کسبی ہوتی ہے ان کو ہدایت فطری ہم کو ہدایت ملتی ہے بمعنی راہ دکھانا ان کو ہدایت ملتی ہے بمعنی منزل پر پہنچانا۔ ہماری گمراہی ممکن ان کی گمراہی ناممکن ہے۔ ہم یہاں راستہ پوچھتے ہیں وہ ہم کو راہ پر چلاتے ہیں۔ یہ فائدہ بھی و قد ھدان سے حاصل ہوا۔ چھٹا فائدہ۔ اللہ تعالٰی اپنے نبی کو وہ دلیری جرأت ہمت عطا فرماتا ہے ان کے دل میں کسی کا خوف نہیں آتا۔ یہ فائدہ ولا اخاف ما تشرکون بہ سے حاصل ہوا۔ دیکھو حضرت خلیل اس وقت دشمنوں میں گھرے ہوئے تھے۔ قوم دشمن بادشاہ دشمن بادشاہ کی پولیس فوج دشمن مگر اللہ اکبر کس ہمت و جرأت سے فرمایا کہ مجھے تمہارے جھوٹے معبودوں سے کوئی خوف نہیں نہ ہو سکتا ہے کہ وہ ساتواں فائدہ دنیاوی مصیبتیں اور تکلیفیں اللہ کے مقبول بندوں کی ناراضی کی علامت نہیں یہ فائدہ الا ان یشاء ربی سے حاصل ہوا۔ آٹھواں فائدہ بتوں کی مجبوری مقہوری نفع نقصان کا نہ ہونا ان کی بندگی کی دلیل ہے اس دلیل میں غور کرنا ضروری ہے۔ یہ فائدہ افلا تتذکرون سے حاصل ہوا۔ نواں فائدہ کبھی مخلوق سے بھی نفع نقصان پہنچ جاتا ہے مگر وہ بھی اللہ تعالٰی کی طرف سے ہوتا ہے اس سے وہ مخلوق رب نہیں بن جاتی۔ سانپ کاٹنے سے موت واقع ہو جاتی ہے تریاق سے زہر اتر جاتا ہے مگر اللہ تعالٰی کے حکم سے یہ فائدہ بھی الا ان یشاء ربی سے حاصل ہوا۔ فاعل حقیقی رب ہے مخلوق سبب ہے۔ دسواں فائدہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسے خطرناک موقعہ پر بھی تقیہ نہیں کیا بلکہ اپنے ایمان کا اعلان فرمایا۔

پہلا اعتراض تمہاری تفسیر سے معلوم ہوا کہ قوم نے توحید پر یہ اعتراض کیا کہ اکیلا رب اتنے بڑے جہان کا انتظام نہیں کر سکتا۔ حضرت خلیل اللہ نے اس کا جواب کیوں نہیں دیا صرف خطاب ہی فرمایا معترض کا اعتراض تو باقی ہی رہا۔ **جواب**۔ واقعی یہ اعتراض ہوا ہے۔ [illegible] وہ لوگ قوم کے حلقے میں [illegible] رب تعالٰی کی طرف سے بجائے ثواب کے عذاب ہی [illegible] اس کی دلیل ظاہر غلط تھی۔ وہ قوم یہ تو مانتی تھی کہ سارے جہاں کا خالق اللہ تعالٰی ہی ہے [illegible] پیدا [illegible] مشکل نہیں۔ **دوسرا اعتراض** تم نے کہا کہ حضرات انبیاء کو ہدایت ملتی ہے بمعنی منزل پر پہنچانا راہ چلنا ہمارا کام ہے اور چلانا ان کا کام مگر قرآن کریم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے انک لمن المرسلین علی صراط مستقیم اس سے معلوم ہوا کہ حضور سیدھی راہ پر چلتے ہیں ہم بھی ان میں کوئی فرق نہیں۔

جواب: اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ الزامی جواب تو یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے انک

www.alahazratnetwork.org

ربی علی صراط مستقیم میرا رب سیدھے راہ پر ہے لیا رب تعالیٰ بھی راستہ چل رہا ہے۔ **تحقیقی جواب:** یہ ہے کہ اس آیت کے یہ معنی نہیں کہ رب سیدھی راہ پر چلتے ہیں بلکہ معنی یہ ہیں کہ آپ سیدھی راہ پر ملتے ہیں۔ جیسے کہا جائے کہ لاہور (محمود و فیض آباد) سیدھی سڑک پر ہے یعنی سیدھی سڑک چلنے پر مل جاتا ہے خیال رہے کہ دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بھی سیدھی راہ پر ملتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی سیدھی راہ پر ملتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ملتا ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آستانہ ہے۔ **تیسرا اعتراض:** ابراہیم علیہ السلام نے یہ کیوں فرمایا کہ میرے رب کا علم ہر چیز کو گھیرے ہے اس کی قدرت بھی تو ہر چیز کو گھیرے ہے قدرت کا ذکر کیوں نہ کیا **جواب:** اللہ تعالیٰ کے علم کی وسعت زیادہ ہے قدرت کی وسعت سے کیونکہ اس کا علم ممکنات ممتنعات واجب سب ہی کو گھیرے ہے مگر قدرت صرف ممکنات کو گھیرے ہے ناممکن چیزیں یونہی واجب قدرت کے گھیرے سے باہر ہیں مقصد یہ ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ رب تعالیٰ کے علم میں ہے۔ مجھ پر راحتوں مصیبتوں کا آنا اس کے علم اس کی حکمتوں سے ہے۔ **چوتھا اعتراض:** حضرت خلیل نے فرمایا **لا اخاف ما تشرکون** مگر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا **انا نخاف ان یفرط علینا** خدایا ہم ڈرتے ہیں کہ فرعون ہم پر زیادتی کرے گا وہ بھی تو نبی تھے وہاں فرعون سے ڈر کیوں ہوا یہاں نمرود سے یوں نہ ہوا **جواب:** خوف تین قسم کا ہوتا ہے خوف ایذا جیسے سانپ سے اور خوف ہیبت جیسے حاکم کی کچہری سے ہیبت خوف اطاعت نبیوں کو خوف ایذا ہو سکتا ہے کسی سے خوف ہیبت یا خوف اطاعت نہیں ہو سکتا۔ مگر جناب خلیل بڑی شان کے مالک ہیں۔ آپ کو نمرود سے خوف ایذا بھی نہ ہوا یہ آپ کی خصوصی شان ہے۔

تفسیر صوفیانہ: بندے دو قسم کے ہیں محجوبین اور محبوبین محجوب بندوں کے پاس الفاظ کی فراوانی قال کی بھرمار حجت بازی مناظروں کی کثرت ہے۔ محبوبین ان تمام جھگڑوں سے وراء ہیں دیکھو اس کافر قوم کو بو کچ کشی سوجھی حضرت ابراہیم علیہ السلام اس سے کہیں دور تھے۔ اس لئے رب نے فرمایا **وحاجہ قومہ** تمام حجت بازیاں اسی حجاب کا نتیجہ تھیں۔ جناب خلیل اللہ کا ایک ہی جواب تھا کہ **قد ھدان** مجھے رب نے ہدایت دے دی ہے۔ جسے وہ ہدایت دیدے اسے یہ حیلے بہانے نہیں سوجھتے اللہ تعالیٰ نے ہدایت عامہ تو سب ہی کو دی مگر ہدایت خاصہ یعنی پردے اٹھا دینا خاص بندوں ہی کو عطا فرمائی جسے یہ ہدایت مل جاتی ہے وہ عقلی ڈھکوسلوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔ شعر،

عشق آمد عقل خود آوارہ شد شمس آمد شمع خود بیچارہ شد

عقل شمع ہے دل چراغ ہے عشق الٰہی سورج جس دل پر عشق الٰہی کی جلوہ گری ہے وہاں عقل کام نہیں چلتا اللہ تعالیٰ کا علم محیط ہے وہ جانتا ہے کہ کون کس نعمت کے لائق ہے عقل و عشق اس نے اپنے علم کے مطابق تقسیم فرمائے۔

وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا

اور میں تمہارے شریکوں سے کیونکر ڈروں اور تم نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کا شریک ٹھہرایا	اور کیسے ڈروں میں ان چیزوں سے کہ شریک بنایا تم نے حالانکہ نہیں ڈرتے ہو تم کہ تحقیق تم نے شریک ٹھہرایا اللہ کا

www.alahazratnetwork.org

لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ اِنْ

ساتھ شریک کیا جس کے لئے نہیں اتاری اس نے تم پر کوئی دلیل تو دونوں فریقوں میں سے زیادہ حقدار ہے امن کا اگر ہو

جس کی تم پر اس نے کوئی سند نہ اتاری تو دونوں گروہوں میں امان کا زیادہ سزاوار کون ہے

كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۘ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْۤا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓىٕكَ

تم جانتے وہ لوگ جو ایمان لائے اور نہ ملایا انہوں نے اپنے ایمان کو ساتھ ظلم کے یہی لوگ ہیں

اگر تم جانتے ہو وہ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کسی ناحق کی آمیزش نہ کی

لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ

کہ واسطے ان کے امن ہے اور وہ ہدایت پائے ہیں

انہیں کے لئے امان ہے اور وہی راہ پر ہیں

تعلق: ان آیتوں کا گذشتہ آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات کریمہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے ایمان کامل کا اعلان فرمایا۔ اب آپ نے اس ایمان کے دینی و دنیوی فائدوں کا ذکر کیا یعنی دونوں جہاں میں امن و امان تا کہ ان کو ایمان کی طرف رغبت ہو۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیت کریمہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی واقعی بے خوفی کا ذکر فرمایا تھا **ولا اخاف ما تشرکون**۔ اب ان مشرکین کے عقیدے کے اعتبار سے اپنی بے خوفی کا ذکر فرمایا کہ تمہارے عقیدے میں بھی یہی چاہئے کہ مجھے بے خوفی ہو تم کو خوف ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہوں تم غدار۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیت کریمہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بے خوفی کا ذکر فرمایا تھا۔ اب ان مشرکین کے واقعی خوف کا ذکر ہے کہ واقعہ میں خطرناک کام تم کر رہے ہو تم کو خوف کرنا چاہئے۔ گویا ایمان کے فائدوں کے ذکر کے بعد کفر و شرک کے نقصانات کا ذکر ہے۔

تفسیر: **وکیف اخاف ما اشرکتم**۔ قوی بات یہ ہے کہ یہ عبارت نیا جملہ ہے لہٰذا واؤ ابتدائیہ ہے۔ **کیف** عربی زبان میں کیفیت پوچھنے کے لئے آتا ہے۔ جیسے **کیف حالک** یہاں سوال انکاری ہے جس سے خوف کی ساری کیفیتوں کی نفی مقصود ہے یعنی میرے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں میں نمرود وغیرہ سے کیوں ڈروں کیوں ڈروں گا۔ ما سے مراد اس کے سارے جھوٹے معبود ہیں خواہ آسمانی چاند سورج ہوں یا زمینی بت یا نمرود چونکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے منکر نہیں ہو بیٹھے تھے بلکہ اسے دنیا کا خالق مان کر بتوں کو اس کا شریک مانتے تھے اس لئے **اشرکتم** فرمانا بالکل درست ہوا۔ نمرود بھی اپنے کو خدا تعالیٰ کی مثل اس کی برابر سمجھتا تھا خدا کی ذات کا منکر نہ تھا یعنی جس قسم ... مانے ہوئے فرضی شریکوں سے کیسے ڈر سکتا ہوں جیسے اپنی دولت تجوری میں رکھ دی جائے یا بینک میں رکھ دی جائے تو اس کے ضائع ہونے کا خوف نہیں رہتا ہاں چور کا خطرہ پڑتا۔ حضرات انبیاء کرام کی محبت عظمت ان کا دین و ایمان گویا بینک شدہ دولت ہے۔ ہر خطرے سے محفوظ بلکہ جو ان کے قدموں سے وابستہ ہو جاوے وہ بھی ہر خطرے سے باہر ہو جاتا ہے وہ تو خطرہ دور کرنے والے ہیں انہیں خطرہ اور ڈر کس کا ہو اس لئے فرمایا **لا اخاف ما اشرکتم** - **ولا تخافون انکم اشرکتم باللہ** یہ عبارت **اخاف** کے فاعل انا کا حال ہے لہٰذا واؤ حالیہ ہے۔ **لا تخافون** میں قوم اور نمرود

سے نہ ہے خطاب ہے لا تخافون کا مفعول پوشیدہ ہے یعنی اللہ اور انکم مفعول ہے ہے اور ہو سکتا ہے کہ انکم اشرکتم مفعول ہو یعنی تم اللہ تعالیٰ کی ذات کو نہ ڈرے اس لئے اشرکتم باللہ فرمانا بالکل درست ہوا۔ مالم ینزل بہ علیکم سلطانا یہ عبارت اشرکتم کا مفعول ہے منصوبات مراد ہر قسم خدا ہے سلطان سے مراد قوی دلیل ہے خواہ وحی الٰہی ہو یا قول رسول سلطان کے معنی ہیں غلبہ چونکہ قوی دلیل بھی مدعی کو غلبہ دیتی ہے اس لئے اسے سلطان کہا جاتا ہے یعنی تم نے اللہ کا شریک ان چیزوں کو مانا جن کے شریک ہونے پر کوئی آسمانی کتاب گواہ ہے نہ کسی رسول کا قول نہ کسی رسول کی وحی۔ یعنی تمہارے اس عقیدے پر نہ عقلی دلائل ہیں نہ نقلی حالانکہ عقیدہ کے لئے دلیل کی ضرورت ہے تمہارے پاس موجود نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے واحد قہار لا شریک ہونے پر آسمانی تمام نبیوں کے فرمان آسمانی وحی سب گواہ ہیں۔ اتنا فرما کر انہیں ڈرانے کے لئے ان سے نہایت نفیس سوال فرمایا۔ خیال رہے کہ جو چیز محسوس نہ ہو اسے دلیل سے معلوم کرتے ہیں۔ دلیل دو قسم کی ہوتی ہے دلیل عقلی و دلیل نقلی۔ دلیل عقلی اجمالی علم دیتی ہے۔ دلیل نقلی تفصیلی علم بخشتی ہے ریل کی حرکت انجن کے ثبوت کی اجمالی عقلی دلیل ہے جس سے صرف اتنا معلوم ہو تا ہے کہ واقعی اسے انجن چلا رہا ہے مگر انجن نے کل پرزے وغیرہ کا علم اس میں رہتا ہوا سے جانتا ہو آسمان و زمین کی چیزیں رب تعالیٰ کی ہستی کی اجمالی عقلی دلیلیں ہیں کہ ان کا کوئی خالق ہے مگر خالق کے صفات اس کے احکام نبی بتاتے ہیں۔ جو اس کی ذات و صفات کے عارف ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ نمرود وغیرہ کی خدائی پر تو عقلی دلیل ہے کہ وہ خود کھاتا پیتا سوتا جاگتا ہے پھر وہ رب کیسا اور نہ کسی نبی نے نہ کسی کتاب نے ان کی الوہیت کا اعلان کیا پھر وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے۔ حضرات انبیاء اللہ تعالیٰ کی سچی جاگتی بولتی ہوئی تفصیلی دلیلیں ہیں۔ فای الفریقین احق بالامن خیال رہے کہ فریق پورے گروہ کو کہا جاتا ہے۔ صرف ایک شخص کو فریق یعنی گروہ نہیں کہتے۔ چونکہ اس وقت آپ بھی مومن تھے آپ کے والد حضرت تارخ آپ کی والدہ حضرت متلیٰ آپ کے بھتیجے حضرت لوط اور ہاران کی بیٹی حضرت سارہ وغیرہم بھی۔ لہٰذا اس وقت مومنوں کا بھی فریق موجود تھا مشرکین سے تو وہ سارا علاقہ بھرا ہوا تھا لہٰذا فریقین فرمانا بالکل درست ہے۔ احق اسم تفضیل ہے حقیق کا معنی لائق سزاوار مستحق۔ امن سے مراد آخرت کے دائمی عذاب سے محفوظ رہنا ہے۔ لہٰذا آیت پر کوئی اعتراض نہیں یعنی تم خود ہی سوچ لو کہ اس وقت عراق میں دو گروہ موجود ہیں۔ ایک مومنوں کا دوسرا مشرکوں کا مومن بندے وفادار ہیں اور مشرکین غدار بتلاؤ ان دونوں گروہوں میں عذاب الٰہی سے امن میں رہنے کا مستحق کون ہے تمہارا نمرود بھی وفاداروں کو انعام دیتا ہے غداروں کو سزا دیتا ہے یہ دنیا آخرت کا نمونہ ہے تم اپنے اور ہمارے متعلق خود فیصلہ کر لو ان کنتم تعلمون اس شرط کا تعلق فای الفریقین سے ہے اس کی جزاء پوشیدہ ہے علم سے مراد عقل سمجھ بوجھ اور تجربہ کا علم ہے یعنی اگر تم جانتے ہو تو فیصلہ دو مجھے جواب دو تم نے دنیا کے بادشاہوں کا کیا طریقہ دیکھا ہے اس تجربہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میرے سوال کا جواب دو اور اپنے میرے متعلق فیصلہ کرو۔ الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم قوم نے آپ کے سوال کا جواب نہ دیا تو آپ نے خود ہی ان کو یہ جواب دیا یعنی خود ہی سوال فرمایا اور خود ہی جواب دیا۔ حق یہ ہے کہ یہ کلام شریف بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے اس عبارت میں ایمان سے مراد ہے لغوی ایمان یعنی اللہ کی ذات کو ماننا اور یہاں ظلم سے مراد شرک ہے اس کی تفسیر وہ آیت ہے ان الشرک لظلم عظیم خیال رہے کہ یہاں ظلم کی تنوین یہاں عظمت کے لئے ہے اور ظلم سے مراد ظلم عظیم یعنی دائمی ظلم ہے جس کی معافی نہ ہو سکے وہ کفر و شرک ہی ہے کیونکہ ظلم

www.alahazratnetwork.org

لہذا دیا ہے۔ ضرور چھوٹے اور قتل معانی ظلم ہیں۔ ظلمت معنی اس کے اقسام ان اقسام کے دینی و دنیاوی احکام ہم بارہا بیان کر چکے ہیں یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کو خالق و مالک مانیں پھر اس عقیدے میں کفر و شرک کی آمیزش نہ کریں تو ان کی جزا یہ ہے کہ **اولئک لهم الامن و هم مهتدون** یہ عبارت خبر ہے الذین امنوا الخ کی اس عبارت میں مخلص مومنوں کی دو جزائیں بیان ہوئیں۔ ان جزاؤں میں چار احتمال ہیں ایک یہ کہ ہدایت اور امن دونوں سے دنیاوی امن و ہدایت مراد ہے۔ یا دونوں سے اخروی امن و ہدایت مراد ہے یا امن سے مراد ہے دنیاوی امن اور ہدایت سے مراد ہے اخروی ہدایت یا اس کے برعکس کہ امن سے مراد ہے اخروی امن ہدایت سے مراد دنیاوی ہدایت یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان دونوں سے مراد دونوں جہان کی امن و ہدایت ہو یہ پانچواں احتمال قوی ہے کیونکہ آیت میں کوئی قید نہیں لہذا اس جملہ کی بہت تفسیریں ہیں امن سے مراد قبر میں حشر میں پل صراط پر امن ہے کہ یہ لوگ قبر کے امتحان میں کامیاب ہوں گے۔ قیامت کے حساب میں کامیاب ہوں گے پل صراط سے بخیریت گزر جائیں گے دنیا میں وہ اچھے عقائد اچھے اعمال اچھے احوال کی ہدایت پائیں گے چونکہ آخرت کی امن اعلیٰ اور اصل مقصود ہے۔ دنیا کی ہدایت اس امن کا ذریعہ ہے اس لئے اخروی امن کا ذکر پہلے کیا دنیاوی ہدایت کا ذکر بعد میں یا یہ مطلب ہے کہ وہ دنیا میں شیطان نفس امارہ برے ساتھیوں بہت سی مصیبتوں سے بھی امن میں رہیں گے اور ہدایت پر بھی رہیں گے۔

خلاصہ تفسیر: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بصیرت افروز گفتگو سن کر پہلے تو قوم نے اسکے سیدھے جواب دیئے کہ یہ ہمارے باپ دادا کا دین ہے ہم تمہارے کہنے سے اسے کیسے چھوڑ دیں وغیرہ۔ اس کا جواب آپ نے وہ دیا جو ابھی پچھلی آیت میں گزرا۔ پھر آپ کو اپنے بتوں نمرود کی قوت و سلطنت اپنی جماعت سے ڈرانے دھمکانے لگے کہ ہمارے بت تم کو دیوانہ کر دیں گے ہم تم کو پتھراؤ کریں گے۔ نمرود آپ کو قتل کرا دے گا وغیرہ۔ ان دھمکیوں کا آپ نے وہ جواب دیا جو یہاں مذکور ہے کہ اے قوم میں تمہارے شرک و بتوں سے کیسے ڈر سکتا ہوں ان سے کیوں ڈروں میں تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہوں ڈرنا تو تمہیں چاہئے کہ تم نے ان چیزوں کو اللہ کا شریک بنا رکھا ہے جن کی شرکت پر اللہ نے کوئی کتاب کوئی آیت نہ اتاری کسی نبی کسی رسول نے ان کی الوہیت کی دعوت نہ دی تم خود ہی سوچ لو کہ اس وقت عراق میں دو ٹولے ہیں۔ ایک مومنوں کا جیسے میں اور میری جماعت دوسرے مشرکوں کا جیسے تم اور تمہاری جماعت غور کرو کہ دین اور دنیا میں امن و امان عذاب الٰہی سے محفوظ رہنے کا حقدار کون سا گروہ ہے اگر تم میں کچھ علم و عقل و شعور ہو تو سوچ لو کہ بندے وفادار امن کے حقدار ہیں یا بے وفا غدار لوگ۔ اس سوال کا جواب ان لوگوں سے نہ بن پڑا تو آپ نے خود فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کو مانیں اس کی الوہیت کا اقرار کریں اور اس اقرار کے ساتھ شرکیہ کفریہ عقیدے کو مخلوط نہ کریں۔ یقینی بات ہے کہ وہی لوگ آخرت میں امن و امان میں ہوں گے اور دنیا میں ہدایت پر دنیا و آخرت میں عذاب الٰہی سے امن اور اچھائیوں کی ہدایت ان ہی کے لئے ہے۔ خیال رہے کہ آخری آیت کے دو جزء ہیں۔ پہلے جزء میں دو کاموں کا ذکر ہے ایمان لانا اور ایمان کو ظلم سے مخلوط نہ کرنا اور ان کاموں کے دو انعاموں کا امن میں رہنا ہدایت پر ہونا۔ پہلے جزء کی چار تفسیریں ہیں۔ ایک تو معتزلہ و خوارج کی دوسری موجودہ زمانہ کے توحیدیہ فرقہ یعنی وہابیوں کی۔ تیسری علماء ربانی کی۔ چوتھی صوفیاء حقانی کی معتزلہ و خوارج کہتے ہیں کہ جو سارے ایمانیات کو مانے اور ایمان کو گناہ سے مخلوط کرے وہ امن و ہدایت پائے گا ان کے ہاں فاسق کافر ہے یا ایمان سے خارج ہے۔ یہ تفسیر باطل ہے کہ اس میں مغفرت بخشش شفاعت سب کی نفی ہے۔ قرآنی آیات و احادیث کے خلاف ہے موجودہ توحیدیے کہتے ہیں کہ جو ساری ایمانی چیزوں کو مانے اور

www.alahazratnetwork.org

اپنے ایمان کو ظلم یعنی شرک سے محفوظ نہ کرے کہ غیر خدا سے حاجتیں نہ مانگے کسی کو نہ پکارے یارسول اللہ یاغوث وغیرہ نہ کہے۔ اس کے لئے امن وہدایت ہے یہ تفسیر بھی باطل ہے۔ آیت قرآنیہ اور احادیث کے خلاف ہے۔ علماء ربانی وہ فرماتے ہیں جو ابھی تفسیر اور خلاصہ میں عرض کیا گیا۔ صوفیاء کرام نے جو اس کی تفسیر کی وہ تفسیر صوفیانہ میں عرض کی جاوے گی۔ انشاء اللہ۔

فائدے : ان آیتوں سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ **پہلا فائدہ**: مومن کو چاہئے کہ اللہ کے معاملہ میں لوگوں کے جتھے ان کی دولت و قوت سے خوف نہ کرے۔ یہ عارضی بادل ہیں جو انشاء اللہ عنقریب پھٹ جائیں گے یہ فائدہ **و کیف اخاف** الخ سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ**: جس کے دل میں اللہ کا خوف نہ ہو گا اس کے دل میں مخلوق کے بہت قسم کے خوف و ہراس ہوں گے تمام خوف و ہراس کا علاج صرف ایک ہے وہ یہ کہ اللہ سے ڈرو رب سے ڈرو سب سے ڈر کا علاج ہے۔ یہ فائدہ **ولا تخافون انکم** الخ سے حاصل ہوا۔ دیکھو اکیلے حضرت خلیل کو ان میں سے کسی سے خوف نہ ہوا اور ان لوگوں کو بہت سوں سے بہت خوف تھے۔ فرعونی جادوگر کفر کے زمانہ میں فرعون ہامان وغیرھم سے بہت ڈرتے تھے مگر ایمان لاتے ہی سب سے بے خوف ہو گئے۔ **تیسرا فائدہ**: اللہ تعالیٰ کی الوہیت کی دلیل آسمانی کتابوں کی آیات حضرات انبیاء کرام اور ان کے اقوال ہیں۔ اس معاملہ میں عقلی ڈھکوسلے بالکل بیکار ہیں۔ یہ فائدہ **ما لم ینزل به علیکم سلطانا** سے حاصل ہوا کہ یہاں سلطان سے مراد حضرات انبیاء کرام کی تعلیم ان کے ارشادات آسمانی کتابوں کی آیات ہیں۔ باقی رہیں عالم اور عالم کی چیزیں وہ رب تعالیٰ کی خاموش اور اجمالی دلیلیں ہیں۔ یہ حضرات بولتی ہوئی تفصیلی دلیلیں ہیں جن سے رب کی ذات و صفات و احکام با تفصیل معلوم ہوتے ہیں۔ **چوتھا فائدہ**: بندہ مومن کو اللہ تعالیٰ دین و دنیا میں امن و امان دیتا ہے اس پر مصیبتیں آتی ہیں مگر عارضی اور ان آفتوں میں بھی اس کے دل میں امان و چین ہوتے ہیں۔ دل میں بے قراری نہیں ہوتی۔ یہ فائدہ **اولئک لھم الامن** سے حاصل ہوا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **ان اللہ یدافع عن الذین امنوا** اللہ تعالیٰ مومنوں سے مصیبتیں دفع فرماتا رہے گا فرماتا ہے **الا بذکر اللہ تطمئن القلوب**۔ حضرت سعدی فرماتے ہیں۔ شعر۔

محال است چوں دوست دارد ترا کہ در دست دشمن گذارد ترا

پانچواں فائدہ: نیک اعمال کی ہدایت صرف مومنوں ہی کو ملتی ہے مشرک و کافر کا دماغ اوندھا ہی چلتا ہے۔ انسان کی عقل ایمان کی روشنی میں صحیح راہ پر چل سکتی ہے۔ بغیر ایمان کی روشنی کے عقل غار یا نار میں پھینکتی ہے یہ فائدہ **و ھم مھتدون** کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ **چھٹا فائدہ**: بعد موت منکر نکیر کے سوالات کے سچے جوابات بارگاہ الٰہی میں عجز و انکسار جنت میں اپنے مراتب تک پہنچنے کی ہدایت صرف مومن کو میسر ہوں گے۔ یہ فائدہ **و ھم مھتدون** کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا۔ **ساتواں فائدہ**: سب سے بڑی نعمت امن اور ہدایت ہے کہ یہ ہزارہا نعمتوں کا ذریعہ ہے یہ فائدہ **ھم الامن** سے حاصل ہوا اس کی ضرورت زندگی نزع قبر حشر ہر جگہ ہے مگر ہر جگہ کی امن و ہدایت مختلف ہے۔

پہلا اعتراض: ایمان و ظلم و دونوں ضد ہیں یہ دونوں کبھی جمع ہو سکتے ہی نہیں جیسے اندھیرا اور روشنی، سردی گرمی ظلم و ظلمات پھر یہاں یہ کیوں فرمایا کہ جو ایمان لائیں اور اپنے ایمان کو کفر سے نہ ملائیں یہ دونوں چیزیں مل سکتی ہی نہیں۔ **جواب**: اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ یہاں ایمان سے لغوی ایمان مراد ہے۔ یعنی خدا کو خالق و مالک ماننا کفار اللہ تعالیٰ کو خالق

www.alahazratnetwork.org

مالک معبود مانتے تھے۔ یہ تھا ان کا لغوی ایمان۔ پھر کہتے تھے کہ ہمارے بت خدا تعالیٰ کے مددگار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی حاجت ہے' ان کی یہ بکواس شرک تھی۔ یہاں اس کا بیان ہے شرعی ایمان واقعی کفر کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا۔ وہ یہاں مراد نہیں۔ دوسرا اعتراض: کلمہ' قرآن' پڑھنا ایمان ہے۔ پھر نبیوں' ولیوں کو ماننا' انہیں حاجت روا' مشکل کشا' غیب دان' حاضر و ناظر جاننا شرک ہے۔ جو مسلمان یہ عقیدے رکھتے ہیں وہی اس آیت میں مراد ہیں۔ (وہابی) جواب: اس کے تین جواب ہیں۔ دو الزامی اور ایک تحقیقی۔ پہلا جواب الزامی تو یہ ہے کہ یہ کلام حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی کافر قوم سے کر رہے ہیں وہ کفار تو نبیوں' ولیوں کو مانتے ہی نہ تھے نہ ان کے علم غیب وغیرہ کے قائل تھے۔ ان سے یہ گفتگو محض بیکار ہوتی لہٰذا یہاں ظلم سے مراد بت پرستی ہی ہے۔ دوسرا الزامی جواب یہ ہے کہ اس صورت میں آج کوئی بھی شخص مومن نہ رہے گا سب ہی اس آیت کی زد میں آجائیں گے کیونکہ آپ لوگ بھی کلمہ' قرآن' حدیث پڑھ کر علماء' سلاطین' حکیم وغیرہم کو حاجت روا مشکل کشا جانتے مانتے ہیں۔ اپنے بیرونی کام کے لئے چندہ لینے لوگوں کے دروازوں پر جاتے ہیں آپ بھی اس زد میں آگئے۔ جواب تحقیقی یہ ہے کہ ہر چیز میں اس کے مناسب آمیزش اس کو اچھا بنا دیتی ہے نامناسب آمیزش اسے خراب کر دیتی ہے دودھ میں شکر ملا دو اعلیٰ ہو جائے گا زہر ملا دو قاتل بن جائے گا کہ شکر و شہد دودھ کے مناسب ہے زہر دودھ کے نامناسب عقیدہ توحید کے ساتھ نبوت' ولایت کی آمیزش اسے ایمان بنا دے گی کفر و بت پرستی کی آمیزش اسے شرک کر دے گی کلمہ طیبہ میں لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ کی آمیزش ہوئی تو یہ کلمہ ایمان بنا فرضوں کے ساتھ سنتوں کی آمیزش ہوئی تو عبادت بنی مگر بے دین شیطان انہیں آمیزشوں میں فرق نہ کر سکا اس لئے یہاں یلبسوا کے ساتھ بظلم ارشاد ہوا یلبسوا نہ فرمایا گیا۔ تیسرا اعتراض: آخر بتوں اور نبیوں' ولیوں میں فرق کیا ہے کہ بتوں کو ماننا شرک ظلم ہے نبیوں' ولیوں کو ماننا ایمان کا رکن۔ بت بھی غیر اللہ ہیں اور اللہ کے بندے ہیں نبی ولی بھی غیر اللہ اور اللہ کے بندے ہیں۔ جواب: ان دونوں میں دو طرح فرق ہے ایک تو ماننے میں دوسرے خود ان کی ذات میں ہیں۔ ماننے میں فرق یہ ہے کہ مشرکین اپنے بتوں کو اللہ کا ساجھی' شریک' اس کا ہمسر مانتے ہیں کہ بتوں کی مدد سے اللہ کی دنیا قائم ہے۔ مومن نبیوں' ولیوں کو اللہ کا بندہ اللہ تعالیٰ کے زیر فرمان اس کا محبوب مانتے ہیں۔ ہمسری و برابری کا وہم بھی نہیں کرتے۔ دوسرے یہ کہ نبی ولی اللہ کے محبوب ہیں۔ بت اللہ کے دشمن بادشاہ کو سلطان ماننے کے لئے اس کے حکام وزراء کو ماننا ضروری ہو جاتا ہے مگر اس کے دشمن باغیوں کو ماننا بغاوت قرار پاتا ہے۔ آب زمزم کی تعظیم ایمان ہے کعبہ معظمہ کی طرف سجدہ رکن ایمان ہے مگر گنگا کی تعظیم بت کی طرف سجدہ شرک ہے۔ حالانکہ یہ دونوں پانی اللہ کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور بت بھی پتھر کا ہے۔ کعبہ معظمہ بھی پتھروں کی ہی عمارت ہے اس فرق کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھو۔ چوتھا اعتراض: یہاں ظلم سے مراد گناہ ہے اور آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ جو مومن گناہ کرے وہ امن میں ہے لہٰذا فاسق گنہگار مسلمان کے لئے نہ امان ہے نہ بخشش (معتزلہ و خوارج)۔ (نوٹ) خارجیوں کے عقیدے میں گنہگار مومن کافر ہے اور معتزلہ کے نزدیک نہ مومن ہے نہ کافر ان کے ہاں گنہگار کی نہ شفاعت ہے نہ بخشش یہ اعتراض انہیں دونوں کا ہے۔ (از تفسیر کبیر) جواب: یہ محض غلط ہے اور قرآن مجید کے بھی خلاف ہے حدیث پاک کے بھی۔ گنہگار مومن نہ ہوتا ہے اور نہ ایمان سے جاتا ہے وہ مومن ہی رہتا ہے۔ ہر گناہ قابل بخشش بھی ہے اسے دائمی عذاب سے امان ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله ان الله یغفر الذنوب جمیعا۔ دیکھو

www.alahazratnetwork.org

گنہگار مومنوں کو علامتی بھی فرمایا گیا اور انہیں بخشش کی امید بھی دلائی گئی اور فرماتا ہے و ان طائفتان من المومنین اقتتلوا ۔ دیکھو یہاں آپس میں جدال و قتال کرنے والوں کو مومنین فرمایا گیا اور مسلم و بخاری میں بروایت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہے کہ جب یہ آیت و لم یلبسوا ایمانھم بظلم نازل ہوئی۔ حضرات صحابہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کون ہے کہ جس نے کوئی ظلم یعنی گناہ نہ کیا ہو تو ہم میں سے کوئی بھی امن میں نہیں ہو گا فرمایا کہ یہاں ظلم سے مراد شرک ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ آیت کریمہ تلاوت کی ان الشرک لظلم عظیم (خازن کبیر معانی ابن کثیر وغیرہ) ایمان کو شرک سے ملانے کے معنی ابھی ہم تفسیر میں عرض کر چکے۔ پانچواں اعتراض: قرآن مجید میں یہاں تو مومنین سے امن کا وعدہ فرمایا۔ دوسری جگہ اطمینان کا الا بذکر اللہ تطمئن القلوب تیسری جگہ بے خوفی' بے غمی کا لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ان میں فرق کیا ہے کیا یہ تینوں چیزیں ایک ہی ہیں۔ جواب: حضرات صوفیاء نے فرمایا ہے کہ امان اور اطمینان جڑیں ہیں اور بے خوفی' بے غمی شاخیں یا پھول پھل امان اور اطمینان میں فرق یہ ہے کہ اطمینان میں دل پر مصیبت آتی ہے مگر دل اس کا اثر نہیں لیتا امان یہ ہے کہ دل کا ماحول ہی ایسا کر دیا جائے کہ وہاں رنج و غم راحت و خوشی کی گرمی سردی نہ پہنچ سکے دل کا ایریا ہی بدل جائے جیسے گرمی دفع کرنے کے لئے بجلی کا پنکھا اور گرمی سردی دونوں دور رکھنے کے لئے ایرکنڈیشنر کہ پنکھے والے کمرے میں گرمی تو آتی ہے مگر اس میں گرمی کا احساس نہیں ہوتا کبھی گرمی غالب آ کر پنکھے کی ہوا کو گرم کر دیتی ہے۔ امان میں مومن کے دل کا ایریا ایرکنڈیشنر بن جاتا ہے امان اعلیٰ ہے اطمینان سے نیز اطمینان اپنی کوشش سے ہوتا ہے۔ امان سکینہ فرشتے کے نزول سے رب فرماتا ہے۔ انزل السکینۃ علیھم چھٹا اعتراض: اگر لھم الامن میں امن سے مراد دنیاوی امان ہے تو یہ کیونکر درست ہو کہ مومنوں پر دنیاوی مصیبتیں بمقابلہ کفار کے زیادہ آتی ہیں پھر انہیں امان کیسے ہوئی۔ جواب: دنیاوی تکلیفیں کفار کے لئے مصیبتیں ہیں مومن کے لئے یار تک پہنچنے کا زینہ ہیں بھٹی کوئلے کے لئے مصیبت و آفت ہے کہ وہ وہاں ہی جل کر راکھ بنے گا۔ سونے کے لئے صفائی اور ترقی کا ذریعہ ہے کہ وہ بھٹی کے واسطہ سے ہی زیور بن کر محبوب کا وصال پاتا ہے۔ ساتواں اعتراض: اس آیت کریمہ میں امن کے ساتھ ہدایت کا ذکر کیوں ہوا کہ فرمایا گیا و ھم مھتدون۔ جواب: اس کا جواب ابھی تفسیر سے معلوم ہو چکا کہ امان اور ہدایت میں چند احتمال ہیں۔ امن سے مراد آخرت میں دائمی عذاب سے امان ہدایت سے مراد ہے قبر کے سوالات کے جوابات قیامت میں بدگمانی میں صحیح۔ معذرت پیش کرنے کی توفیق جنت میں اپنے گھر تک پہنچ جانے کی ہدایت کہ بغیر کسی سے پوچھے وہاں پہنچے اخروی امان اخروی ہدایت ہیں جو امن کا ساتھ ہے یا امن سے مراد ہے اخروی امان ہدایت سے مراد ہے دنیا میں اعمال صالحہ کی ہدایت تب امان ہدایت کا نتیجہ ہے اور بھی احتمالات ہیں۔ دیکھو تفسیر۔

تفسیر صوفیانہ: سارے انسان صورت میں یکساں ہیں مگر سیرت میں جداگانہ بعض لوگ حزب اللہ ہیں بعض حزب الشیطان' بعض نوری ہیں۔ بعض ناری ہر حزب کو اپنے ہی حزب سے تعلق ہے انہیں سے محبت ہے انہیں سے خوف و ڈر حضرت ابراہیم علیہ السلام حزب اللہ یعنی اللہ کے گروہ کے بندے تھے اور باقی قوم شیطان کے حزب والی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم سے یہی فرمایا کہ جب تم میرے رب سے نہیں ڈرتے جس سے شرک و کفر کرتے ہو اور مجھے اپنے بتوں اپنے نمرود سے ڈراتے ہو تو میں تمہارے بتوں اور نمرود وغیرہم سے کیوں ڈروں' تمہیں اپنوں سے امید و خوف ہے مجھے اپنے

www.alahazratnetwork.org

رب سے امید و خوف ہے۔ نیز یہ ہے کہ تمہارے بتوں کی معبودیت کی کوئی دلیل نہیں۔ میرے رب کی معبودیت کی بہت دلیلیں ہیں خلاصہ یہ ہے جو کسی ایسی چیز کو جس کی دلیل اس کی رب ہونے پر نہ ہو اس کی عبادت میں اس کی اللہ کی دلیل اس سے ہی ان کے دین ہے مومن بندے ہیں۔ دنیا میں جس کا تعلق اللہ تعالیٰ ہی سے تعلق ہو کیونکہ ہوگی تو اس کی لگن ہوگی تو اس کی طرف سے جو رہبری ہوگی وہ امان و ہدایت سب کچھ پاسکے گا۔ شیطانی رہبری جو کام کرے نہ امان ہے نہ ہدایت۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ ان کے مشرب میں ایمان کی حقیقت ہے اناؤں کا فنا فنافی اللہ ہو رہنا یعنی بن جانا ایمان میں اپنی انا کو ملانا یہ ہے ایمان میں ظلم کی آمیزش کہ یہ سمجھے کہ خدا بھی ہے ہم بھی ہیں یہ ایمان ہے مخلوط ظلم کے ساتھ۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ ہر چیز کے ساتھ اس کی مناسب چیز ملائی جائے تو اسے کامل کر دیتی ہے غیر مناسب چیز کی آمیزش اسے خراب کر دیتی ہے۔ شوربے میں شکر نہ ملاؤ دودھ اور شربت میں نمک مرچ نہ ملاؤ ورنہ خرابی ہوگی۔ یونہی ایمان کے ساتھ بدعملیوں اپنے نفس کی آمیزش نہ کرو نیک اعمال کی آمیزش کرو۔ نیک اعمال کے ساتھ ریاکاری نام نمود کی آمیزش نہ کرو بلکہ اخلاص کی آمیزش کرو بلکہ نیکیوں کے ساتھ جنت حاصل کرنے دوزخ سے بچنے کی بھی نیت نہ کرو کہ یہ خود غرضی ہے محض رب کی رضا کی نیت کرو۔ وہ تجارت کے لئے نہ ہو بھیک کے لئے ہو۔ ایمان کے ساتھ عشق رسول اطاعت رسول کی آمیزش ہو۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ بہت جامع ہے اس سے اشارہ ہے۔ ایمان کی طرف ظلم سے اشارہ ہے بدعملیوں کی طرف یا ایمان سے اشارہ ہے نیک اعمال کی طرف اور ظلم سے اشارہ ہے ریاکاری نام نمود یا رضائے یار کے علاوہ اور نیت کی طرف جو ایمان کے ساتھ بدعملیوں کی طرف یا ایمان سے اشارہ ہے نیک اعمال کی طرف اور ظلم سے اشارہ ہے ریاکاری نام نمود یا رضائے یار کے علاوہ اور نیت کی طرف۔ جو ایمان کے ساتھ بدعملیاں اعمال کے ساتھ ریا وغیرہ کی آمیزش نہ کریں ان کے لئے امن بھی ہے ہدایت بھی۔ اللہ تعالیٰ اس قال کو حال بنادے۔ صوفیاء کے ہاں امن اور ہدایت میں بڑی ہی گنجائش ہے۔ نیز جیسے بعض دوائیں مقوی دل دماغ ہوتی ہیں۔ بعض دوائیں مقوی جگر بعض دوائیں مقوی معدہ۔ یونہی خوف خدا عشق پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مقوی دل ہے مقوی دماغ ہے مقوی عقل ہے مقوی ایمان ہے جسے یہ دو چیزیں نصیب ہو جائیں اسے کسی کا خوف نہیں رہتا۔ دیکھو حضرت ابراہیم اکیلے تھے۔ آپ کے دل میں نہ نمرود کا خوف آیا نہ قوم کے جتھے کا نہ ان کی دولت کا نہ ان کی دنیاوی طاقت کا

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ

اور یہ ہی ہماری مضبوط دلیل جو دی تھی ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم کے مقابلے بلند کرتے ہیں درجے ہم جس کے چاہیں

اور یہ ہماری دلیل ہے کہ ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم پر عطا فرمائی ہم جسے چاہیں درجوں بلند کریں

اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ

بے شک رب آپ کا حکمت والا علم والا ہے۔

بے شک تمہارا رب علم و حکمت والا ہے

www.alahazratnetwork.org

تعلق اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** گزشتہ آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس مناظرہ کا ذکر ہوا جو آپ نے اکیلے اپنی ساری قوم سے لیا اور ساری قوم آپ کے جواب سے عاجز رہی۔ اب ان دلائل کے مرکز اور ان کے ماخذ کا ذکر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سینہ اور زبان شریف پر یہ دلائل کہاں سے آرہے تھے۔ انہوں نے کس مدرسہ سے یہ سیکھے تھے؟ ارشاد ہوا کہ زبان جناب خلیل کی تھی کلام رب جلیل کا تھا۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں حضرت خلیل کے مناظرہ کا ڈھانچہ بیان ہوا تھا یعنی نہایت قابلانہ فاضلانہ گفتگو اب اس مناظرہ کی روح کا ذکر ہے یعنی اس کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونا گویا ڈھانچہ کے بعد اصل روح کا تذکرہ ہے۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیات میں حضرت خلیل اللہ کی قابلیت کا ذکر تھا اب ان سرکار کی اور ان کی گفتگو کی قبولیت کا تذکرہ ہے۔ قابلیت بغیر قبولیت محض بیکار ہے۔ **چوتھا تعلق:** پچھلی آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک خاص عبادت یعنی قوم کو تبلیغ کا ذکر تھا اب اس کے اجر و ثواب کا تذکرہ ہے۔ **نرفع درجات** الخ۔ **پانچواں تعلق:** پچھلی آیات میں ارشاد ہوا تھا کہ ہم نے حضرت خلیل کو بڑے گندے ماحول میں پیدا فرمایا گویا گندگیوں میں سے پھل نکالا۔ اب ارشاد ہو رہا ہے کہ ہمارے ہر کام میں صدہا حکمتیں ہوتی ہیں **ان ربک حکیم** اکثر انبیاء کرام گندے ماحول میں بھیجے گئے۔ سورج اندھیریوں میں چمک کر ہی نکلتا ہے۔ **چھٹا تعلق:** پچھلی آیات میں حضرت خلیل کا یہ کلام **هذا ربی** نقل فرمایا گیا۔ شاید کوئی کہتا کہ آپ نے شرک کیا کہ چاند سورج کو اپنا رب فرمایا۔ اس وہم کو دفع فرمانے کے لئے ارشاد ہوا کہ یہ کلام شرکیہ نہ تھا بلکہ قوم کے مقابل ہماری سکھائی ہوئی دلیل تھی۔ جس سے قوم کو خاموش کرنا سمجھانا مقصود تھا۔

تفسیر: **و تلک حجتنا** یہ جملہ نیا ہے لہذا اس کا واو ابتدائیہ ہے **تلک** سے اشارہ تمام گزشتہ کلام کی طرف ہے۔ **فلما جن علیہ اللیل** سے لے کر **و هم مهتدون** تک چونکہ یہ فرمان بہت سی دلیلوں پر شامل ہے۔ ان میں سے ہر دلیل بہت ہی عظیم الشان ہے جو عقل انسان کو حیران کر دے اور قیامت تک ہر مومن کو کام آئے۔ لہذا بجائے **هذا** یا **ذالک** کے **تلک** ارشاد ہوا یعنی یہ ساری گفتگو جیسے **تلک الرسل فضلنا بعضهم علی بعض** وہاں بھی **تلک** ارشاد ہوا کہ جماعت انبیاء کی طرف اشارہ ہے۔ حجت کہتے ہیں مضبوط اور قوی دلیل کو اگر دلیل واقعی قوی ہو اور اس سے صحیح بات ثابت کی جائے تو وہ حجت ربانی ہے اس کو برہان کہا جاتا ہے اور اگر واقعہ میں تو قوی دلیل نہ ہو اسے انسان قوی سمجھے اور اس سے جھوٹا دعویٰ ثابت کرے تو وہ حجت نفسانی ہے بمعنی کج بحثی رب تعالیٰ فرماتا ہے **و حاجه قومه** اور فرماتا ہے **الم تر الی الذی حاج ابراهیم**۔ ان دونوں آیتوں میں حجت سے مراد جھگڑا کج بحثی کرنا ہے یہاں **حجتنا** فرما کر یہ بتایا کہ جناب خلیل کے یہ دلائل برہان تھے خلاصہ یہ ہے کہ حجت و دلیل تین قسم کی ہے۔ حجت شیطانی جس سے حرام کو حلال کفر کو ایمان بری چیزوں کو اچھا ثابت کیا جائے۔ دوسری حجت نفسانی جس سے بیکار چیز کو مفید ثابت کیا جائے۔ تیسری حجت رحمانی جس کا یہاں ذکر ہے۔ جس سے اللہ کی ذات و صفات اس کے احکام وغیرہ۔ حضرات انبیاء کرام کے فضائل و مراتب ثابت کئے جائیں۔ خیال رہے کہ حجت اسم جنس ہے جو ایک اور بہت سب پر بولی جاتی ہے۔ یہاں حجت سے مراد یہ ساری مذکورہ دلیلیں ہیں۔ **اتینها ابراهیم علی قومه** یہ عبارت یا تو **حجتنا** کا حال ہے یا **تلک** کی دوسری خبر یا **حجتنا** کا بدل ہے۔ غرضیکہ **حجتنا** کی صفت نہیں کیونکہ معرفہ کی صفت جملہ نہیں آتی۔ (معانی وغیرہ)۔ یہاں دینے سے مراد دل میں ڈالنا ہے جسے الہام یا القاء کہا جاتا ہے وحی نبوت مراد نہیں کیونکہ ابھی یہ وحی

www.alahazratnetwork.org

شروع نہیں ہوتی۔ حضرات انبیاء کرام کے چند حالات ہوتے ہیں۔ بچپن شریف جوانی عطاء نبوت سے پہلے عطاء نبوت کے وقت عطاء نبوت کے بعد۔ وحی تبلیغی عطاء نبوت کے وقت سے شروع ہوتی ہے مگر الہام القاء اول ہی سے شروع ہوتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کا بچپن میں کسی اور دائی کا دودھ نہ پینا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بچپن شریف میں کلام فرمانا اسی الہام و القاء کا نتیجہ تھے۔ یہاں اوحینا یا القینا یا الھمنا نہیں فرمایا گیا بلکہ اتینا ارشاد ہوا۔ اس میں حکمتیں ان شاء اللہ سوال و جواب میں عرض ہوں گی اور تفسیر صوفیانہ میں۔ حجت کے بعد علی ضمیر کے لیے ہوتا ہے لام نفع کے لیے العراٰن حجۃ لک او علیک قرآن مجید یا تمہاری دلیل ہے یا تم پر یعنی تمہارے خلاف۔ لیکن علی قومہ فرما کر بتایا گیا کہ یہ دلائل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے خلاف ان کے مقابل تھے۔ حضرت ابراہیم کے حق میں ان کا دعویٰ ثابت کرنے والے لیکن تھے ہماری طرف سے لہذا ان دلائل کو رب تعالیٰ سے بھی نسبت تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی اور قوم سے بھی اللہ کے دیے ہوئے دلائل حضرت ابراہیم کی تائید میں قوم کی تردید ہیں۔ نرفع درجات من نشاء ظاہر یہ ہے کہ یہ عبارت نیا جملہ ہے ہو سکتا ہے کہ اتیناہ کے فاعل سے حال ہے مگر پہلا احتمال قوی ہے من نشاء مفعول بہ ہے نرفع کا اور درجات یا نرفع کا ظرف ہے یا اصل میں الی درجات تھا الی دور کر دیا گیا اور ہو سکتا ہے کہ تمیز ہو مگر پہلا احتمال قوی ہے اسی کی طرف اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ترجمہ اشارہ کر رہا ہے۔ درجات جمع ہے درجۃ کی درجہ کے معنی اس کی اقسام تیسرے پارہ کے اول میں و رفع بعضھم درجات کی تفسیر میں عرض کئے گئے یہاں درجہ سے علم عقل فضیلت کے مرتبے مراد ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ ہم جسے چاہتے ہیں درجوں کو اونچا کر دیتے ہیں کہ ان کی بلندی لوگوں کے خیال و وہم و گمان سے وراء ہوتی ہے۔ انہیں میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں کہ انہیں یہ بلندی کسی دنیاوی ذریعہ سے نہ ملی بلکہ ہماری عطا سے ملی۔ خلاصہ یہ ہے کہ نعمتیں تین طرح کی ہیں۔ کسبی جو اپنی کمائی سے حاصل ہو۔ عطائی جو کسی بندے کی دین سے ملے۔ وہبی جو محض ربانی عطیہ ہو۔ کسبی عطائی نعمتیں انہیں زوال ہے مگر وہبی نعمتیں لازوال ہیں۔ بجلی چراغ وغیرہ پر ہزارہا آفتیں آتی ہیں۔ آج فیوز اڑ گیا کل بلب فیل ہو گیا۔ مگر سورج چاند کی روشنی پر کوئی آفت نہیں کہ وہ کسبی ہیں یہ وہبی اس طرح بلندی عزت مرتبہ اگر کسب یا کسی بندے کے ذریعہ ملے وہ قابل زوال ہے مگر جو رب کی عطا سے ملے وہ ناقابل زوال ہے۔ موقع فرما کر یہ بتایا کہ جس کو ہم اونچا کر دیں اسے نیچا کرنے والا کوئی نہیں۔ دیکھ لو جناب خلیل کو پردہ فرمائے ہزارہا سال ہوئے مگر ان کا چاند اسی طرح چڑھا ہوا ہے چمک رہا ہے۔ من نشاء فرما کر اشارۃً بتایا کہ جب ہم کسی کو اونچا کرنا چاہیں تو اسباب یا قابلیت نہیں دیکھتے ہم ہی مسبب الاسباب ہیں ہم ہی اس میں قابلیت پیدا فرما دیتے ہیں۔ ان ربک علیم حکیم یہ عبارت نرفع الخ کی علت ہے اس کی وجہ ہے یعنی ہم علم والے بھی ہیں حکمت والے بھی نعمت جو دیتے ہیں جان کر حکمت سے دیتے ہیں جو جس قابل ہوتا ہے وہی اسے دیا جاتا ہے نمرود کو عقل و علم ایمان سے بھی دور رکھا۔ حضرت خلیل علیہ الصلوۃ والسلام کو بچپن شریف میں یہ سب کچھ عطا فرما دیا یہ جان کر کیا اتفاقاً نہ کیا وہ جناب ان صفات کے لائق تھے۔ اس آیت کریمہ کو رب نے اپنے علم و حکمت کے ذکر پر ختم فرمایا اس میں بہت حکمتیں ہیں۔ (1) یہ کہ جناب ابراہیم کو ہم نے یہ علم و حکمت دی کیونکہ ہم علیم و حکیم علم و حکمت عطا فرماتے ہیں سمجھ لو کہ ان کی علم و حکمت کس پایہ کی ہو گی وہ تمہارے خیال و وہم سے وراء ہو گی۔ (2) یہ کہ اے لوگو تم جناب ابراہیم کا یہ کامل علم و عرفان دیکھو لو پتہ لگا لو کہ رب کیسا علیم و حکیم ہے۔ حضرات انبیاء کرام کے علم و حکمت رب تعالیٰ کی صفات کے مظہر ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

خلاصہ تفسیر : اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے جو کچھ کہا جسے ہم نے اس پہلے رکوع میں بیان فرمایا **فلما جن** الخ سے لے کر **وهم مهتدون** تک یہ سب ہمارے بتائے ہوئے ہمارے سکھائے ہوئے توحید کے دلائل تھے جو ہم نے حضرت ابراہیم کے دل میں بطور الہام ڈالے۔ ایسے قوی دلائل جس کا جواب دنیا بھر کے لوگوں سے نہ بن سکے یہ دلائل اس لئے دیئے تاکہ وہ جناب اپنی قوم کے مقابل اس کے خلاف قائم فرمائیں۔ ہماری شان یہ ہے کہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہیں اسے دو جہاں کے اونچے درجے دیں کہ دنیا میں اسے علم، حکمت، نبوت، ولایت، صفائی قلب عطا کریں اور آخرت میں اپنا قرب خاص، جنت کا اونچا مقام، نیک اعمال کی قبولیت بخشیں۔ ہم علم والے بھی ہیں حکمت والے بھی، جسے جو دیتے ہیں جان کر دیتے ہیں۔ اس عطا میں ہماری ہزارہا حکمتیں ہوتی ہیں۔ خیال رہے کہ حضرت ابراہیم نے چند طریقوں سے شرک کی تردید کی اور توحید و ایمان کا ثبوت دیا۔ (1) چاند سورج تارے ڈوبتے بدلتے ہیں ان پر تبدیلیاں وارد ہوتی ہیں جو تبدیلی قبول کرے نکلے ڈوبے وہ خدا نہیں ہو سکتا اگرچہ کتنا ہی بڑا ہو اور کیسا ہی نافع ہو (**لا احب الا فلین**)۔ (2) جو خدا تعالیٰ کو بھی رب مانے اور بتوں کو بھی وہ مومن موحد نہیں مشرک و کافر ہے یہاں دوئی کی گنجائش نہیں (**حنیفا وما انا من المشرکین**)۔ (3) اللہ تعالیٰ کے مقابل کوئی ڈرنے کے لائق نہیں۔ جو خدا تعالیٰ سے بھی ڈرے اور بتوں سے بھی وہ مومن نہیں مشرک ہے۔ الوہیت کا خوف صرف خدا کا چاہئے۔ (4) اللہ تعالیٰ کا علم ہر چھوٹی بڑی چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ اس کے علم سے کوئی چیز دور نہیں، اس کے سوا کسی کا علم اتنا وسیع نہیں جو خدا کا سا علم کسی بندے کو مانے وہ مشرک ہے۔ (**وسع ربی کل شیء علما**)۔ (5) معبود وہ ہے جس کی معبودیت آسمانی کتابوں، پیغمبر کے فرمان سے ثابت ہو حضرات انبیاء اللہ تعالیٰ کی دلیلیں ہیں اس کا پتہ ہیں جو رب کو محض بغیر واسطہ پیغمبر کے مانے وہ مومن نہیں اگرچہ موحد ہو جائے۔ (**ما لم ینزل به علیکم سلطانا**)۔ اے مشرکو تم نے خدا کو محض اپنی عقل سے پہچانا لہٰذا دھوکہ کھا گئے مشرک ہو گئے۔ (6) دین و دنیا میں صرف مومن ہی امن کے مستحق ہیں۔ ایمان ذریعہ امان ہے جو بتوں وغیرہ سے امان چاہے رب کے مقابل انہیں امان دینے والا جانے وہ مشرک ہے۔ (**فای الفریقین احق بالامن**)۔ (7) ایمان کے ساتھ وہ چیزیں ملاؤ جو ایمان کے لائق ہیں۔ یعنی عبادت اخلاص اتباع رسول عشق نبی وغیرہ ایمان ہیں ان چیزوں کی آمیزش اور ملاوٹ نہ کرو جو ایمان کے خلاف ہیں ورنہ سزا کے مستحق ہو گے۔ (**ولم یلبسوا ایمانهم بظلم**) انہیں دلائل کو رب تعالیٰ نے فرمایا **و تلک حجتنا** کہ یہ عمر شریف اور ایسا بلیغ و فصیح و مدلل کلام یہ گفتگو دیکھو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مرتبہ پہچانو۔

فائدے ۔ اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے **پہلا فائدہ**: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چاند تاروں سورج کو **هذا ربی** فرمانا شرک و کفر نہ تھا بلکہ کفر توڑ قوی دلیل و برہان تھا یہ فائدہ **تلک حجتنا** سے حاصل ہوا جو انہیں ایک آن کے لئے مشرک مانے یا ان کے اس کلام کو شرک کہے وہ اس آیت کا منکر ہے۔ **دوسرا فائدہ**: حضرات انبیاء کا علم لدنی ہوتا ہے وہ کسی کے شاگرد نہیں ہوتے وہ ماحول کا اثر نہیں لیتے بلکہ ماحول کو بدل دیتے ہیں۔ یہ فائدہ **اتینها ابراهیم** الخ سے حاصل ہوا۔ اس کی بحث ابھی پچھلی آیت میں گزر گئی۔ رب تعالیٰ نے زرہ سازی حضرت داؤد کو ملک رانی حضرت سلیمان و یوسف کو تمام چیزوں کے نام کا علم حضرت آدم کو علیہم الصلوۃ والسلام براہ راست بخشا بغیر کسی کی شاگردی کے۔ **تیسرا فائدہ**: حضرات انبیاء کرام کے دل میں ماسوی اللہ کا خوف نہیں آتا **ولا خوف علیهم ولا هم یحزنون**۔ مرزا قادیانی لوگوں کے خوف سے حج کو

www.alahazratnetwork.org

نہ نیا یہ بھی ابھی پچھلی آیت میں گزر چکا۔ چوتھا فائدہ: عزت و عظمت، درجوں کی بلندی نہ قابلیت پر موقوف ہے نہ اپنے علم عمل پر یہ محض فضل ربانی ہے جسے چاہے دے جائے یہ فائدہ **نرفع درجات من نشاء** سے حاصل ہوا۔ دیکھو لاکھوں برس کے عابد و زاہد فرشتوں کو ان آدم علیہ السلام کے آگے جھکا دیا جنہوں نے ابھی ایک سجدہ بھی نہیں کیا تھا۔ شعر

داد حق را قابلیت شرط نیست — بلکہ شرط قابلیت داد اوست

پانچواں فائدہ: نبی ساری مخلوق سے اعلیٰ و افضل ہوتے ہیں۔ کوئی ان کی مثل نہیں ہو سکتا یہ فائدہ بھی **نرفع درجات من نشاء** سے حاصل ہوا۔ چھٹا فائدہ: اللہ تعالیٰ نے جسے جو بزرگی عطا کی ہے نہ خریدیا بلکہ اپنے علم و حکمت سے دیا لہٰذا اس اس کی عطا پر اعتراض نہ کرو یہ فائدہ **حکیم علیم** سے حاصل ہوا۔ ساتواں فائدہ: ساری دنیا مل کر بھی نبی کی شان گھٹا نہیں سکتی کیونکہ انہیں عزت و عظمت اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔ رب کی دی ہوئی عزت کوئی نہیں چھین سکتا۔ سورج کوئی پھونکوں سے نہیں بجھا سکتا کیونکہ اس کا نور قدرتی ہے یہ فائدہ بھی **نرفع درجات من نشاء** سے حاصل ہوا۔ بلکہ جن مقبول بندوں اولیاء، علماء، مومنین کو نبی سے نسبت ہو جائے ان کی عزت بھی دائمی ہوتی ہے۔ کیونکہ انہیں نبی سے وابستگی ہوتی ہے۔ گھڑے مٹکے کا پانی ختم ہو سکتا ہے مگر تلکے کا پانی ختم نہیں ہوتا کیونکہ اسے پانی کے مرکز سے وابستگی ہے۔ آٹھواں فائدہ: کفار سے مناظرہ ان کو تبلیغ کرنا بہت اہم عبادت ہے۔ دیکھو ابراہیم علیہ السلام کو ساری عبادتیں تو بہت عرصہ بعد عطا ہوئیں مگر تبلیغ و مناظرہ کی عبادت بچپن شریف سے عطا ہوئی کہ فرمایا **و تلک حجتنا اتینها ابراهیم** حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز و روزے وغیرہ کا حکم بہت عرصہ بعد دیا گیا۔ تبلیغ کا حکم شروع نبوت سے ہی دیا گیا کہ فرمایا **و انذر عشیرتک الاقربین** نواں فائدہ: اللہ اپنی رحمتیں عام بندوں کو براہ راست عطا نہیں فرماتا بلکہ خاص بندوں خاص مخلوق کے ذریعہ عطا کرتا ہے دنیاوی نعمتوں کا بھی یہی حال ہے اور اخروی نعمتوں کا بھی منشاء الٰہی یہ ہے کہ ہم ان خاص بندوں کو دیں پھر وہ بندے عام بندوں کو بخشیں۔ یہ فائدہ **اتینها ابراهیم علی قومه** سے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ نے یہ دلائل قویہ اپنی ذات و صفات کی معرفت حضرت خلیل اللہ کو عطا فرمائے اور جناب خلیل کی معرفت بندوں کو عطا فرمائے۔ دسواں فائدہ: زہد و عبادت سے علم دین افضل ہے اور زاہد و عابد سے عالم کا درجہ زیادہ ہے کہ عبادت و زہد میں انسان اپنی اصلاح کرتا ہے اور علم دین کے ذریعہ مخلوق کی اصلاح یہ فائدہ بھی **نرفع درجات** سے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ نے حجت کی عطا کے ساتھ بلندی درجات کا ذکر کیا۔

پہلا اعتراض: حضرت ابراہیم علیہ السلام اس وقت نبی نہ تھے پھر انہیں رب تعالیٰ نے یہ حجت کیسے عطا فرما دی۔ وحی کی ابتداء تو نبوت کے بعد سے ہوتی ہے۔ جواب: اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا یہ عطا حجت الہام و القاء کے طریقہ سے تھی نہ کہ وحی کے ذریعہ حضرات انبیاء کرام کو القاء و الہام بلکہ خواب نبوت سے پہلے بھی عطا فرماتا ہے۔ یوسف علیہ السلام نے چاند سورج کے سجدہ کی خواب بچپن شریف میں ہی دیکھی تھی۔ نبوت عرصہ کے بعد ملی۔ دیکھو وحی آپ پر چالیس سال کی عمر شریف میں آئی مگر نبوت میں حضرت جبریل علیہ السلام کا واسطہ تھا یہ دلائل آپ کو بچپن شریف میں بغیر واسطہ جبریل عطا ہوئے۔ ان وجوہ سے یہاں **اوحینا** نہیں فرمایا بلکہ **اتینا** فرمایا۔ دوسرا اعتراض: یہاں افہمنا یا الہمنا کیوں ارشاد نہیں ہوا۔ اتینا کیوں ارشاد ہوا۔ جواب: مدرسوں میں تعلیم ماسٹر دیتے ہیں مگر بی اے وغیرہ کا امتحان ماسٹروں کے علاوہ اور لوگ لیتے ہیں اور سند یونیورسٹی کا محکمہ دیتا ہے۔ گویا مدرس اور ممتحن اور سند دینے والے علیحدہ لوگ ہیں کہ سارے مدرسین ممتحن لوگ

www.alahazratnetwork.org

یونیورسٹی کے ہی لوگ ہوتے ہیں۔ انہیں نصاب پڑھاتے ہیں۔ عالم ارواح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدرسہ میں سارے نبیوں نے فیض حاصل کیا۔ سب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا فرماتے ہیں **كنت نبيا و ادم بين الماء والطين**۔ نبی وہ جو تعلیم دے۔ جناب آدم کی پیدائش سے پہلے روح محمدی ارواح انبیاء کو تعلیم دے رہی تھی سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھایا۔ معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بالقصد۔ حضرت جبرئیل نے یہ دلائل روح محمدی سے عالم ارواح میں سیکھے۔ رب سے مدد لی۔ انتہا **تیسرا اعتراض**۔ اس آیت کریمہ میں **درجات من نشاء** ہے یعنی درجات پر تنوین ہے تاکہ نحوی قاعدہ سے درجات پر تنوین نہ چاہئے کہ یہ مضاف ہے من نشاء کی طرف آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہم جس کے چاہیں درجے بڑھائیں۔ پھر یہاں تنوین کیوں آئی؟ **جواب** معترض نے آیت کریمہ کے معنی ہی غلط سمجھے نرفع کا مفعول درجات نہیں ہے بلکہ **من نشاء** ہے **درجات** تو ظرف ہے معنی یہ ہیں کہ ہم جسے چاہیں درجوں بلند کریں کسی کے درجے بلند کرنا کسی کو درجوں میں بلند کرنا ان میں بڑا فرق ہے۔ کسی کو درجوں بلند کرنا بڑائی کی دلیل ہے۔ **چوتھا اعتراض**: یہاں **علی قومہ** کیوں فرمایا **علی ابیہ** یا **علی والدہ** کیوں ارشاد نہ ہوا؟ تاکہ معلوم ہو کہ آپ نے اپنے باپ سے مناظرہ فرمایا۔ **جواب**: تاکہ معلوم ہو کہ آپ کے والدین مومن موحد تھے آپ کا یہ مناظرہ ان سے نہ تھا بلکہ قوم سے تھا اس لئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بہت مناظرے فرمائے ہیں۔ یہ مناظرہ اپنی قوم سے تھا اور دوسرا مناظرہ خاص نمرود سے جس کا ذکر تیسرے پارے میں **الم تر الى الذى حاج ابراهيم** میں ہے یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ یہ مناظرہ قوم سے تھا نہ کہ باپ سے تھا نہ چچا سے۔

تفسیر صوفیانہ معرفت الٰہی کی ابتدائی منزل دلیل ہے انتہائی منزل [illegible] ابتداء میں اللہ تعالیٰ کو دلیل سے جانتا ہے پھر [illegible] سے [illegible] دلیل [illegible] سب سے بالا ہے۔ [illegible] حضرات [illegible] دونوں کی انتہا ہے۔ یعنی وہ پہلے ہی رب تعالیٰ کو دل سے دیکھتے جانتے ہیں۔ [illegible] دل سمجھاتا [illegible] ان کے [illegible] نہیں بلکہ دوسروں کے لئے [illegible] دلائل [illegible] اس لئے یہاں ارشاد ہوا کہ ہم نے یہ دلیلیں حضرت ابراہیم کو ان کی قوم کے مقابل سکھائیں [illegible] کو تبلیغ کریں۔ [illegible] پہلے حال تھا کہ **نرفع درجات من نشاء** [illegible] سے بالا [illegible]۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ دوسروں کے لئے دلائل توحید [illegible] ذات [illegible] دال صفت [illegible] دلیل توحید [illegible] سے تعالیٰ کو [illegible] ذریعہ [illegible] گئے۔ عوام کہتے ہیں [illegible] خواص کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ [illegible] محمد رسول اللہ [illegible] کسی [illegible] احمد رضا خاں صاحب نے کیا خوب کہا

لوگوں بناتے [illegible] کی خاطر | [illegible] کی خاطر [illegible] بنایا
بے یارو مددگار جنہیں کوئی نہ پوچھے | ایسوں کا تمہیں یار و مددگار بنایا

www.alahazratnetwork.org

صوفیاء فرماتے ہیں کہ بجلی ذریعہ تار یا براہ راست سے بھی حاصل کی جاتی ہے مگر اس میں بہت پابندی ہوتی ہے اور بذریعہ سیل بیٹری بھی بجلی ہی حاصل ہوتی ہے۔ اس میں کنکشن وغیرہ کی پابندی نہیں ہوتی۔ سیل والا جہاں چاہے جنگل میں جائے بجلی اس کے ساتھ ہے۔ حضرت ابراہیم کی پشت میں اس وقت نور محمدی تھا کیونکہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد ہیں یہ نور بجلی کی سیل بیٹری کا کام دے رہا تھا جس سے یہ فیض آ رہا تھا۔ یہ ان کا مرتبہ تھا یہ قوت کہاں سے حاصل ہوئی آپ کو یہ جرات و حوصلہ میسر ہوا اس لئے یہاں الفینا الهمنانی بجائے انہما ارشاد ہوا۔ تار مرود کا گلزار بننا جناب اسماعیل کی چھری کا کار گر نہ ہونا اسی سیل کی برکات تھیں۔ یہ نورانی بجلی ہمیشہ قائم رہی ہے اور رہے گی۔ شعر

زبان حال سے کہتے تھے آدم — نئے مجدد ہوا ہے میں نہیں ہوں!

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ

اور بخشے ہم نے انہیں اسحٰق اور یعقوب ہر ایک کو ہدایت دی ہم نے اور نوح کو ہدایت دی ہم نے پہلے سے اور

اور ہم نے انہیں اسحٰق اور یعقوب عطا کیے ان سب کو ہم نے راہ دکھائی اور ان سے پہلے نوح کو راہ دکھائی اور

ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ

اولاد میں سے داؤد اور سلیمن اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو اور اسی طرح

اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو اور ہم ایسا ہی

نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۙ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۙ

بدلہ دیتے ہیں ہم اچھوں کو اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو یہ تمام لوگ نیک کاروں میں سے ہیں

بدلہ دیتے ہیں نیک کاروں کو اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو یہ سب ہمارے قرب کے لائق ہیں

وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۙ

اور اسماعیل اور یسع اور یونس اور لوط کو اور سب کو بزرگی دی ہم نے جہانوں پر

اور اسمٰعیل اور یسع اور یونس اور لوط کو اور ہم نے ہر ایک کو اس کے وقت میں سب پر فضیلت دی

تعلق۔ ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی ساری قوم کو چھوڑ دیا ان سے مقابلہ کیا اور ان سے الگ ہو گئے حتیٰ کہ آپ نے اپنے وطن سے ہجرت بھی فرمائی۔ رب تعالیٰ نے اس کا بہترین بدلہ اور بہت کچھ عطا فرمایا جیسے کہ یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر کے بعد فرمایا جا رہا ہے۔ گویا یہ فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر جو کچھ چھوڑا جاتا ہے اس سے بہتر عطا کیا جاتا ہے۔ رب تعالیٰ اسی طرح کا انعام دیتا ہے کہ گندم سے گندم جو سے جو ہم سے کم انگور سے کھجور ملتی ہے یہ ایک دانے سے ہزاروں دانے ملتے ہیں جیسے آپ نے قربانی دی تو سب کو عطا فرمایا نہیں

www.alahazratnetwork.org

[illegible]

www.alahazratnetwork.org

ہے۔ ایک مقصود کے بہت راستے ہوتے ہیں خداری کے بھی بہت راستے ہیں ایمان، عرفان، ایقان، نبوت، رسالت عام مومنوں کو ایمان کی ہدایت عطا ہوئی۔ اولیاء اللہ کو عرفان کی کسی کو ایقان کی مگر حضرات انبیاء کرام کو نبوت کی ہدایت ملی۔ لفظ ہدایت ایک ہے مگر اس کے مصداق مختلف یہاں یہی آخری ہدایت مراد ہے چونکہ اس ہدایت کو رب نے اپنی طرف نسبت فرمایا یہ بتایا کہ ان کی یہ ہدایت کسبی [illegible] سے نہیں بلکہ محض ہماری طرف سے عطا ہوئی ہے۔ [illegible] الگ نہیں ہو سکتی ہے [illegible] **ھدینا** [illegible] ہدایت [illegible] یا میں آنے سے پہلے ہی ہدایت یافتہ تھے [illegible] ہدایت لینے [illegible] گروہ حضرات ہدایت [illegible] حق یہ ہے [illegible] **کلا** سے مراد حضرت اسحاق و یعقوب ہیں ان میں ابراہیم علیہ السلام داخل نہیں کیونکہ آپ کی ہدایت کا ذکر پہلے ہو چکا [illegible] ان دونوں کو نبی بنایا اور انہیں ہدایت یافتہ [illegible] بنایا **و نوحا ھدینا من قبل** یہ عبارت معطوف ہے **کلا ھدینا** پر اس فرمان عالی کا مقصد یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد بھی انبیاء ہوئی اور آپ کے باپ دادے نوح علیہ السلام وغیرہ بھی انبیاء تھے **نوحا** [illegible] **ھدینا** [illegible] علیہ السلام [illegible] [illegible] نوح علیہ السلام کی ولادت آدم علیہ السلام [illegible] [illegible] طوفان کے بعد آپ [illegible] سال زندہ رہے [illegible] ابراہیم علیہ السلام [illegible] ہزار سال کا فاصلہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے [illegible] سال بعد [illegible] پہلے قبل [illegible] **و من ذریته داود و سلیمان** یہ عبارت معطوف ہے **کلا ھدینا** [illegible] [illegible] پوری تحقیق پہلے پارے میں کی جا چکی ہے۔ یہاں اتنا سمجھ لو کہ [illegible] [illegible] [illegible] کہ [illegible] جیسی ہوتی ہے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] طرف [illegible] [illegible] [illegible] خیال [illegible] [illegible] نہیں "قلیلا" آپ کی اولاد [illegible] شمار کیا جیسے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام [illegible] ابن کثیر)۔ یہ سارے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے پڑپوتے ہیں سوا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نواسے ہیں۔ دو پشت پوتے [illegible] کو کہا جاتا ہے۔ بعض نے فرمایا کہ حضرت یونس علیہ السلام بھی حضرت ابراہیم کی اولاد سے نہیں مگر حق یہ ہے کہ آپ ان کی اولاد سے ہی ہیں۔ حضرت [illegible] علیہ السلام کا نسب [illegible] [illegible] ابن [illegible] ابن [illegible] ابن یعقوب ابن [illegible] ابراہیم علیہم السلام (معانی) آپ کی عمر [illegible] چالیس سال [illegible] آپ [illegible] [illegible] خوش آواز تھے (معانی) حضرت سلیمان علیہ السلام آپ کے بیٹے تھے [illegible] [illegible] حضرت ایوب علیہ السلام کا نسب نامہ [illegible] ابن روم ابن عیص [illegible] علیہ السلام کی اولاد سے ہیں آپ کی عمر ترانوے سال ہے۔ آپ کے نسب نامہ کے متعلق اور بہت قول ہیں (معانی، خازن) یوسف علیہ السلام کی عمر شریف ایک سو بیس سال ہوئی۔ ان ناموں کی ترتیب ان شاء اللہ خلاصہ تفسیر میں عرض کی جائے گی۔

www.alahazratnetwork.org

موسیٰ و ھارون یہ عبارت معطوف ہے یوسف پر۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نسب نامہ۔ موسیٰ ابن عمران ابن یصہر ابن
ماہث ابن لاوی ابن یعقوب علیہ السلام [illegible] آپ کی شریعت [illegible]
تھی [illegible] حضرت ہارون [illegible] علیہ السلام
[illegible] حقیقی بھائی ہیں [illegible] ایک سال [illegible] (وغیرہ) **و کذالک نجزی المحسنین** یہ جملہ
مستقل ہے ذالک سے اشارہ ان حضرات کی ہدایت کی طرف ہے یا ان حضرات کے جناب ابراہیم علیہ السلام کے اولاد ہونے کی
طرف [illegible] ہی زیادہ [illegible] عطا فرماتے ہیں کہ ان کی اولاد کو بھی نیک کر دیتے ہیں۔ حضرت ابراہیم نے
[illegible] انبیاء [illegible] محسن [illegible] ایک عاشقانہ لوگوں کے
[illegible] اچھا سلوک [illegible] اور سلوک [illegible] محسن۔ حضرات انبیاء [illegible] مخلوق [illegible] زیادہ محسن ہیں کہ
[illegible] محسن۔ حضرات انبیاء [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] **و زکریا و یحییٰ و عیسیٰ و الیاس** [illegible]
[illegible] **ھدینا** [illegible]
[illegible] شہید [illegible]
[illegible]
[illegible] ایک سو [illegible] سال تھی۔
[illegible] فرزند ہیں [illegible] حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں ہیں۔ آپ
[illegible] **علیہم** الصلوٰۃ والسلام [illegible] نے فرمایا کہ الیاس حضرت
[illegible]
[illegible] **کل من الصالحین** یہ عبارت
[illegible] تمام مذکورین انبیاء
[illegible] صلاحیتوں والے تھے۔ صالح تو بنا ہے صلاح سے معنی نیکی
[illegible] گناہوں سے بچنا نیک اعمال کرنا [illegible]
[illegible] تقویٰ خاص اولیاء اللہ و علماء کو میسر ہوتا ہے۔
[illegible] اگرچہ وہ شے حلال ہی ہو۔ یہاں صالحین کے [illegible]
[illegible] صلاحیت سے [illegible] قرب خاص کی صلاحیت و قابلیت [illegible] یہاں

www.alahazratnetwork.org

[illegible] **و اسماعیل و الیسع و یونس و لوطا** [illegible]

[illegible] ابراہیم علیہ السلام [illegible]

[illegible] صلی اللہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] حضرت یوسف علیہ السلام [illegible]

اور [illegible] حالات [illegible]

والد [illegible] شعیب علیہ السلام [illegible]

[illegible] اولاد یعقوب [illegible] (روح البیان) [illegible] حضرت [illegible]

[illegible] حضرت ابراہیم علیہ السلام کا [illegible] حضرت [illegible] طرف ہجرت [illegible]

حضرت ابراہیم علیہ السلام [illegible] قوم [illegible]

[illegible] حضرت [illegible]

[illegible] **و کلا فضلنا علی العلمین** [illegible]

[illegible] تمام [illegible]

[illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم

[illegible] تمام لوگوں کے بہت بعد [illegible] تمام [illegible] افضل [illegible]

(روح المعانی خازن)۔ [illegible] **و فضلتکم علی نساء العلمین** [illegible]

بنی اسرائیل کے متعلق فرمایا **و انی فضلتکم علی العلمین** [illegible] متعلق [illegible] **و کلا**

فضلنا علی العلمین [illegible]

[illegible] بنی اسرائیل [illegible] حضرات انبیاء [illegible]

[illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] افضلیت [illegible]

[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

خلاصہ تفسیر [illegible]

[illegible] ابراہیم [illegible] ایک [illegible]

[illegible] حضرت اسحٰق [illegible] یعقوب [illegible]

[illegible] حضرات [illegible] حضرت [illegible]

[illegible] چنانچہ حضرت [illegible]

سلیمان [illegible] یوسف [illegible]

www.alahazratnetwork.org

یحییٰ عیسیٰ و الیاس جیسے رسول پیدا فرمائے جو تمام کے تمام کامل درجہ کے نیک اعلیٰ صلاحیتوں والے تھے۔ نیز حضرت ابراہیم کی اولاد میں اسماعیل ، یسع، یونس اور لوط جیسے چمکتے چاند تارے پیدا فرمائے۔ ان میں سے ہر ایک کو اس زمانہ میں تمام جہانوں سے افضل کیا کہ یہ حضرات اس وقت جن و فرشتوں سب سے افضل تھے۔ خیال رہے کہ اس سلسلہ میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں ہوا حالانکہ آپ بھی حضرت خلیل اللہ کی اولاد ہیں اور ان سب حضرات سے بڑھ کر ہیں۔ اس کی چند وجہیں ہیں۔ ایک یہ کہ ان آیات میں حضرت خلیل کی گزشتہ اولاد کا ذکر ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تو ان کی موجودہ اولاد تھے۔ دوسرے یہ کہ اس آیت میں ان محبوبوں کا ذکر ہے جن کا زمانہ آیا اور گزر گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ کی ایسی اولاد ہیں جن کا زمانہ آیا تو گیا نہیں [illegible] قیامت تک آپ ہی کا زمانہ ہے۔ علیحدہ دوسرے مقامات پر بیان کیا۔ تیسرے یہ کہ ان آیات میں ان انبیاء کا ذکر ہے جو ستارے ہیں [illegible] کی طرح چمکے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تو اس آسمان کے سورج ہیں جیسے تارے والے آسمانوں میں سورج نہیں [illegible] علیحدہ ہے ایسے ہی [illegible] ان آیات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر الگ ہے۔

نکتہ عجیبہ: اللہ تعالیٰ نے یہاں انبیاء کو چار سلسلوں میں بیان فرمایا۔ پہلے سلسلے میں حضرت ابراہیم نوح و اسحاق و یعقوب علیہم السلام ہیں کہ یہ حضرات اصول انبیاء ہیں کہ سارے نبیوں کے نسب ان سے چلتے ہیں۔ دوسرے سلسلہ میں ان نبیوں کا ذکر فرمایا جنہیں نبوت کے ساتھ دنیاوی نعمتوں سے نوازا گیا اور شرف دیا۔ چنانچہ حضرت داؤد و سلیمان کو نبوت کے ساتھ سلطنت دی۔ حضرت موسیٰ و ہارون علیہم السلام کو وہ انقلاب کی قوت بخشی کہ ان کے ہاتھوں فرعون و قارون ہلاک کئے گئے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کو کامل درجہ کا صبر اور یوسف علیہ السلام کو وزارت مصر پھر سلطنت عطا ہوئی۔ اس لئے ان نبیوں کے متعلق ارشاد ہوا کہ ہم محسنین کو ایسے ہی اجر دیتے ہیں۔ تیسرے سلسلہ میں ان نبیوں کا ذکر فرمایا گیا جنہیں اللہ تعالیٰ نے نبوت کے ساتھ زہد و قناعت ترک دنیا کی نعمت بخشی۔ اس سلسلہ میں حضرت زکریا یحییٰ عیسیٰ الیاس علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر فرمایا۔ اسی لئے ان کو صالحین فرمایا۔ کل من الصالحین چوتھے سلسلہ میں ان نبیوں کا ذکر فرمایا جن کو دنیا میں نہ کوئی وسیع سلطنت ملی نہ کوئی شریعت باقی رہی۔ اس سلسلہ میں حضرت اسماعیل ، یسع یونس و لوط علیہم السلام کا ذکر فرمایا (تفسیر خازن) یہاں تفسیر کبیر نے اس ترتیب کی اور بھی حکمتیں بیان فرمائیں غرضیکہ یہ ترتیب زمانی نہیں بلکہ اور وجہ سے ہے۔ خیال رہے کہ حضرات انبیاء کرام صفات الٰہی اور اس کی شانوں کے مظہر ہیں اس لئے ان کے رنگ مختلف۔ صفت جلالہ کے مظہر جلالی ہوتے ہیں جیسے موسیٰ و نوح علیہم السلام۔ صفات جمالی کے مظہر جمالی ہوتے ہیں۔ جیسے ابراہیم علیہ السلام صفت باسط کے مظہر امیر یا بادشاہ ہوتے۔ جیسے حضرت داؤد سلیمان علیہم السلام صفت قابض کے مظہر تارک الدنیا ہوتے ہیں۔ جیسے حضرت عیسیٰ و یحییٰ علیہم السلام حضرات اولیاء اللہ ان انبیاء کرام کے مظہر ان کے قدم پر ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کی شانیں مختلف ہیں۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مظہر ذات الٰہی ہیں۔ آپ میں تمام صفات جمع ہیں۔ جمالی جلالی سلطنت ترک دنیا وغیرہ۔ حضور غوث اعظم قدس سرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مظہر آپ کے قدم پر ہیں یہی مطلب ہے اس شعر کا۔

و کل ولی لہ قدم و انی علی قدم النبی بدر الکمال

مصطفیٰ آئینہ روئے خدا است منعکس در وے ہمہ خوئے خدا است

www.alahazratnetwork.org

فائدے ان آیات [illegible] فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ [illegible] اولاد اللہ تعالیٰ کی [illegible] نعمت ہے [illegible] رب تعالیٰ [illegible] دوسرا فائدہ **و وهبنا له اسحاق** سے حاصل ہوا [illegible] رب تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام [illegible] اسحاق، یعقوب [illegible] اسلام [illegible] تیسرا فائدہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ابو الانبیاء ہیں [illegible] **ذریته داؤد و سلیمان** [illegible] سے حاصل ہوا [illegible] **و جعلنا فی ذریته النبوة والکتاب** [illegible] حضرت ابراہیم علیہ السلام [illegible] چوتھا فائدہ حضرات انبیاء کرام پیدائشی [illegible] ہوتے ہیں [illegible] پیدائش سے پہلے [illegible] رب تعالیٰ کی ذات و صفات [illegible] فائدہ **هبنا** [illegible] سے حاصل ہوا [illegible] حضرت عیسیٰ علیہ السلام [illegible] پیدا ہوتے ہی فرمایا [illegible] اللہ کا بندہ اس کا رسول ہوں [illegible] (سورہ مریم) [illegible] پیدا ہوتے ہیں [illegible] چوتھا فائدہ حضرات انبیاء کرام [illegible] افضل ہوتے ہیں [illegible] فائدہ **و کلا فضلنا علی العلمین** سے حاصل ہوا [illegible] **فضلک علی العلمین** [illegible] انبیاء کرام [illegible] متقی [illegible] افضل [illegible] **یا نساء النبی لستن کاحد من النساء** [illegible] افضل ہیں [illegible] فائدہ **فضلنا علی العلمین** [illegible] علم [illegible] افضل [illegible] **معصومه** [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] **اللهم صل وسلم و بارک علیه** [illegible] فائدہ [illegible] حضرت عیسیٰ علیہ السلام [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

لطیفہ [illegible] ابن یوسف [illegible] رضی اللہ عنہ [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] حضرت امام [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

www.alahazratnetwork.org

مجید میں وہ چھبیس نبیوں کے نام آئے ہیں۔ اٹھارہ تو یہاں اور سات حضرات کا ذکر دوسری آیت میں آدم، ادریس، صالح، ہود، شعیب، ذوالکفل علیہم الصلوٰۃ والسلام اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان حضرات پر تفصیلاً ایمان لانا فرض ہے باقی پر اجمالاً۔ چار ایسے حضرات ہیں جن کی نبوت میں اختلاف ہے۔ لقمان، ذوالقرنین، عزیر، خضر۔ ان حضرات کو ولی ماننا جو منکر ہے وہ کافر ہے۔ اور ان کی نبوت کا منکر وہ کافر نہیں (دیکھو تفسیر صاوی شریف)۔ ساتواں فائدہ۔ سارے نبیوں کی قرآن کریم یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر نہیں دی ہاں جتنا بتانا تھا آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا دیکھو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صرف نام ہے آپ کے حالات نہ قرآن میں آئے نہ حدیث میں تو نبیوں کے صرف نام سے ہی واقف ہے ان کے کسی حال سے بے خبر ہیں۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہم السلام کا ذکر قرآن و حدیث میں نہ ہوتا تو ان کے نام کم حالات دنیا سے غائب ہو جاتے۔ شعر

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے ... مرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے!
ایا خو قدم تارے کھلے چھپ گئے ... پر تہ ڈوب نہ ڈوبا ہمارا نبی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سراج منیر ہیں اور چمکتے بھی ہیں چمکاتے بھی ہیں۔

پہلا اعتراض: اس آیت کریمہ میں حضرت لوط علیہ السلام کو ابراہیم علیہ السلام کی اولاد فرمایا گیا حالانکہ آپ حضرت ابراہیم کی اولاد نہیں ہیں۔ آپ تو جناب خلیل اللہ کے بھتیجے ہیں کیونکہ آپ ہاران ابن آزر کے بیٹے ہیں تو ہاران جناب ابراہیم علیہ السلام کے چچازاد بھائی ہیں **ومن ذریتہ** فرمانا کیونکر درست ہوا۔ **جواب**: بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ **ومن ذریتہ** میں ضمیر حضرت نوح علیہ السلام کی طرف ہے اور رب تعالیٰ نے ان تمام انبیاء کرام کو نوح علیہ السلام کی ذریت فرمایا ہے۔ لوط علیہ السلام بھی ان کی اولاد ہیں مگر جیسا کہ ہم تفسیر میں عرض کر چکے ہیں۔ یہ جواب ضعیف ہے یہاں ضمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف ہی ہے اور ان انبیاء کرام کو جناب ابراہیم کی ذریت فرمایا گیا ہے۔ چونکہ بھتیجا بھی مثل اولاد کے ہوتا ہے نیز لوط علیہ السلام کو نبوت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے ملی۔ اس لئے روحانی طور پر بھی آپ حضرت خلیل کی نسل سے ہوئے یا یہ کہو کہ اس آیت کریمہ میں سولہ نبیوں کو حضرت خلیل کی ذریت کہا گیا جن میں سے پندرہ تو آپ کی ذریت ہیں۔ صرف لوط علیہ السلام اس سے علیحدہ ہیں تو تغلیباً ان کو ذریت میں داخل فرمایا گیا لہٰذا آیت کریمہ بالکل درست ہے۔ **دوسرا اعتراض**: اس آیت کریمہ میں چھ نبیوں کے متعلق فرمایا گیا کہ **کذلک نجزی المحسنین** اور چار نبیوں کے بارے میں ارشاد ہوا۔ **کل من الصالحین** اور چار نبیوں کے متعلق ارشاد ہوا۔ **و کلا فضلنا علی العلمین** اس فرق بیان کی کیا وجہ ہے۔ ان تمام حضرات کی ایک ہی مدح و ثنا کیوں بیان نہ ہوئی۔ **جواب**: اس کا جواب اشارۃً ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ حضرت داؤد و سلیمان وغیرہم چھ حضرات وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے نبوت کے ساتھ اور خاص نعمت بھی بخشی۔ چنانچہ حضرت داؤد و سلیمان کو سلطنت، حضرت یوسف کی اولاً مصیبتیں، صبر پھر بادشاہت۔ حضرت موسیٰ و ہارون کو انقلابی شان، بہت سے معجزات، حضرت ایوب کو اولاً صبر پھر بے شمار دولت بخشی۔ اس لئے ان حضرات کے لئے **نجزی المحسنین** فرمایا گیا۔ یہاں جزاء سے یہی خصوصی فضل و کرم مراد ہیں۔ باقی چار پیغمبروں یعنی حضرت زکریا و یحییٰ وغیرہم کو صرف نبوت سے نوازا گیا سلطنت وغیرہ نہیں دی گئی اس لئے وہاں یہ ذکر نہیں ہوا۔ **کل من الصالحین** فرمایا۔ رہا یہ فرمان **و کلا فضلنا علی العلمین** یہ ان تمام

www.alahazratnetwork.org

اٹھارہ نبیوں کے متعلق ہے جن کا یہاں ذکر ہے کہ سارے نبی سارے جہانوں سے افضل ہیں۔ جس میں بتایا گیا کہ نبی ساری مخلوق سے افضل ہوتے ہیں۔ اس لئے یہاں و کلا "واؤ" کے ساتھ ارشاد ہوا۔ **تیسرا اعتراض:** یہاں نبوت کے متعلق ارشاد ہوا۔ **ذالک ھدی اللہ** یہ اللہ کی ہی ہدایت ہے تو ساری ہدایتیں اللہ کی ہی ہوتی ہیں۔ خواہ ہدایت فطری ہو یا ہدایت عقلی یا ہدایت شرعی۔ ایمان کی ہدایت ہو یا اعمال کی یا عرفان کی یا نبوت کی یہ خصوصیت سے نبوت کی ہدایت کو ہدی اللہ کیوں فرمایا۔ **جواب:** چند وجہ سے ایک یہ کہ ہدایت سے بندے دنیاوی کام بھی کرتے ہیں سارے کاروبار اسی ہدایت سے چلتے ہیں۔ مگر حضرات انبیاء کرام نبوت کی ہدایت سے صرف اللہ کا کام ہی کرتے ہیں جیسے مسجد کو بیت اللہ کہتے ہیں کہ وہاں صرف اللہ کے کام ہی ہوتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ دیگر ہدایات بندوں کے ذریعہ ملتی ہیں مگر ہدایت نبوت بلاواسطہ رب کا عطیہ ہوتی ہے۔ کسی بندے کو یا اپنے کسب کو اس میں دخل نہیں ہوتا جیسے ہوا یا سورج کی روشنی۔ تیسرے یہ کہ دیگر ہدایتیں فنا ہو سکتی ہیں۔ مومن کافر ہو سکتے ہیں مگر نبوت کی ہدایت چھن نہیں سکتی۔ ان وجوہ سے اسے ہدی اللہ فرمایا۔ **چوتھا اعتراض:** اگر **کلا فضلنا** سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی ساری خلق سے افضل ہوتے ہیں حتیٰ کہ فرشتوں سے تو دوسری جگہ آیتوں سے بھی تو قرآن مجید میں بنی اسرائیل کے متعلق بھی ارشاد ہوا۔ **فضلتکم علی العالمین**۔ تو چاہئے کہ ہر اسرائیلی خواہ مومن ہو یا کافر فرشتوں سے بھی افضل ہو حالانکہ یہ غلط ہے۔ **جواب:** وہاں بنی اسرائیل کے لئے کلا نہیں فرمایا گیا۔ یہاں حضرات انبیاء کرام کے لئے کلا ارشاد ہوا۔ جس سے معلوم ہوا کہ ہر فرد نبی ساری مخلوق سے افضل ہیں۔ بنی اسرائیل وہ **من حیث القوم** واقعی تمام مخلوق سے ایک زمانہ میں افضل رہے۔ کیونکہ ان میں حضرات انبیاء کرام کثرت سے رہے۔ جو ساری مخلوق سے افضل تھے۔ ان حضرات کی افضلیت سے **من حیث القوم** بنی اسرائیل افضل ہوئے وہاں یہ مطلب نہیں کہ بنی اسرائیل کا ہر فرد ساری مخلوق سے افضل ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے بعض فرد ساری مخلوق سے افضل ہیں۔ یعنی انبیاء کرام لہٰذا **من حیث القوم** وہ افضل جیسے قرآن کریم فرماتا ہے **وجعلکم ملوکا** اے اسرائیلیو ہم نے تم کو سلاطین بنایا تو یہ مطلب نہیں کہ ہر اسرائیلی سلطان تھا بلکہ ان میں بعض بادشاہ و سلطان تھے۔ لہٰذا قوم اسرائیل میں سلطنت تھی ایسے ہی قوم اسرائیل میں افضلیت تھی یہ جواب اچھی طرح سمجھ لو یہ فرق بہت باریک ہے۔ **پانچواں اعتراض:** اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ یہ اٹھارہ نبی تمام جہانوں سے افضل ہیں تو کیا ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل ہیں اور کیا خود اپنے سے بھی افضل ہیں۔ عالمین میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں اور خود وہ حضرات بھی۔ **جواب:** آیت کریمہ کا مطلب بالکل ظاہر ہے کہ عالمین سے مراد غیر نبی ہیں یعنی حضرات انبیاء غیر نبی عالمین سے افضل ہیں۔ ان میں بعض کا بعض سے افضل ہونا یہ مسئلہ دوسرا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض** اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سارے نبیوں سے افضل یہ مسئلہ علیحدہ ہے۔ رب فرماتا ہے **ورفع بعضھم درجات** لہٰذا یہ آیت کریمہ ان آیات کے خلاف نہیں جو کسی نبی سے غیر نبی کو افضل مانے وہ گمراہ ہے۔ ان آیات کا منکر ہے۔ **چھٹا اعتراض:** اس آیت کریمہ میں ارشاد ہوا **وکذالک نجزی المحسنین** جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت اور نبی کے کمالات نیک اعمال کا نتیجہ ہیں حالانکہ نبوت کسبی چیز نہیں محض عطائے الٰہی ہے ورنہ جو نیک اعمال کرے وہ نبی ہو جائے۔ **جواب:** اس اعتراض کے چند جواب ہیں۔ آسان جواب یہ ہے کہ یہاں **کذالک** میں نبوت کی طرف اشارہ نہیں بلکہ نیک اولاد کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ

www.alahazratnetwork.org

[illegible] آدم ۔ مدت تک [illegible] بخشی اور نیک [illegible] والے کی [illegible] دیتے ہیں کہ انہیں نیک اولاد بخشتے ہیں۔ ساتواں
احمد افضل [illegible] اللہ تعالیٰ نیک [illegible] نیک اولاد بخشا ہے تو نوح و آدم علیہم السلام تو ابعان اور قابیل جیسے خبیث بیٹے کیوں
[illegible] جواب [illegible] نہیں [illegible] سب نیک اولاد نہ بخش جاتی ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ انہیں نیک
اولاد بھی بخشی جاتی ہے اللہ تعالیٰ سے [illegible] دونوں [illegible] السلام کو اچھی نیک اولاد بھی بخشی۔

تفسیر صوفیانہ [illegible] اللہ [illegible] مخلوق [illegible]

[illegible] ہے وہ بندہ [illegible]

کہ بعض مخلوق مفیض و مفید ہے یعنی فیض دینے والی فائدہ پہنچانے والی اور بعض دوسری مستفیض اور مستفید ہے یعنی فیض و
فائدہ لینے والی جیسے سورج بھی محدود مخلوق ہے اور زمین باغات کھیتیاں بھی اللہ کی مخلوق مگر سورج وغیرہ فیض رساں مخلوق
ہیں اور زمین وغیرہ فیض یاب ہے۔ دو قسم کی مخلوق برابر نہیں ہو سکتی نہ فیض رساں فیض دینے والے اور دوسرے لوگ بھی اللہ
کے بندے ہی ہیں۔ مگر فیض دینے والے اور بندے یکساں نہیں۔ شعر

شو [illegible] چوں لند اے ابر بہار کہ اگر خار و گر گل ہمہ پروردہ تست

باغ کا پتہ پتہ شگوفہ اور پھول پھل سارے کے سارے ابر بہار کے شکر گزار ہیں کہ سب اس کے پروردہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے
[illegible] میں انہیں فیض رساں بندوں کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد کیا **و کلا فضلنا علی العلمین** ہم نے ان سب کو تمام
جہانوں پر بزرگی دی کیوں نہ ہو کہ وہ فیض رساں ہیں پھر جیسے بعض بارشیں وقتی طور پر فیض دیتی ہیں۔ بعض بارشیں دائمی فیض
بخشتی ہیں فصل کی آخری بارش جس سے فصل تیار ہو جائے وہ دائمی فیض رساں ہے اس کے بعد اور بارش نقصان دہ ہے اب
کسی بارش کی ضرورت نہیں یونہی سارے نبی وقتی بارش تھے۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری اور دائمی بارش ہیں۔
جس کے بعد اور کسی نبی کی ضرورت نہیں اس بارش سے دین کی کھیتی مکمل ہو کر پک گئی **الیوم اکملت لکم دینکم** اللہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ **ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین** پھر جیسے بارش بعض جگہ پھول پیدا کرتی ہے
بعض جگہ اس سے کانٹے پیدا ہوتے ہیں۔ بعض جگہ پھل بنتی ہے۔ بعض جگہ سچے موتی یونہی نبوت کی بارش سے کہیں ایمان و
عرفان کے پھل پھول پیدا ہوتے ہیں۔ کہیں صدیقیت و فاروقیت کے سچے موتی کہیں ولایت و غوثیت کی بہار کہیں ترے کانٹے
[illegible] شعر

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

صوفیاء فرماتے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام ہی صالحین یعنی قرب الٰہی کی صلاحیت رکھنے والے حاضرین بارگاہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ
کے لائق تو وہی حضرات ہیں جو ان کے قدم سے وابستہ ہو جائے وہ بھی انشاء اللہ وہاں پہنچے گا اور وہاں سے نکالا نہ جائے گا۔ پھولوں
کے ساتھ دھاگہ بھی بادشاہ کے گلے میں پہنچ جاتا ہے پھولوں کے ساتھ گھاس بھی گلدستہ بن کر شہزادے کے ہاتھ میں پہنچ
جاتی ہے اس لئے رب تعالیٰ نے جب معراج میں لامکان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کر فرمایا **السلام علیک ایھا
النبی** تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں **السلام علینا** جمع کی ضمیر کے ساتھ فرمایا۔ یعنی اے میرے مولیٰ میں
اکیلا نہیں میرے ساتھ میرے حاشیہ بردار میرے دامن سے وابستہ گنہگاران امت بھی ہیں۔

وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى

اور ان کے باپ دادوں [illegible] اور ان کی اولادوں میں سے اور ان کے بھائیوں میں سے اور ہم نے انہیں چن لیا [illegible]

اور کچھ ان کے باپ دادا اور اولاد اور بھائیوں میں سے بعض کو اور ہم نے انہیں چن لیا اور سیدھی راہ دکھائی

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ

سیدھے راستے کی [illegible] یہ ہدایت ہے اللہ کی ہدایت دیتا ہے اس سے جس کو چاہتا

یہ اللہ کی ہدایت ہے کہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے دے

عِبَادِهٖ ۚ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

اپنے بندوں میں سے اور اگر یہ شرک کرتے تو برباد ہو جاتے ان سے وہ عمل جو کرتے تھے

اور اگر وہ شرک کرتے تو ضرور ان کا کیا اکارت جاتا

تعلق ان آیات کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیت میں حضرات ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے بعض کی تفصیل [illegible] تعداد ان سے [illegible] میں کا اجمالی [illegible] کہ [illegible] اولاد ابراہیمی میں صرف یہی نبی نہیں بلکہ اور بھی بہت ہیں [illegible] اجمالی ایمان کافی [illegible] دوسرا تعلق پچھلی آیتوں میں ان انبیاء کے نام اور فضائل بیان ہوئے اب [illegible] حضرات صرف بذات خود ہی کامل نہ تھے بلکہ ان کے باپ دادے، اولاد، بھائی برادر بھی [illegible] پچھلی آیت میں ان کی ذاتی [illegible] تھا اب [illegible] نسلی اور نسبی کمال کا ہے۔ تیسرا تعلق پچھلی آیتوں میں تفصیلی ایمان [illegible] اب اجمالی ایمان کے لئے دوسرے نبیوں کا اجمالی ذکر ہوا گویا حق تعالیٰ نے ایک قسم کے ایمان کے بعد دوسری قسم کے ایمان کی تعلیم دی [illegible] معلوم ہو کہ ایمان تفصیلی بھی ضروری ہے اجمالی بھی ضروری۔ خیال رہے کہ ان دونوں آیتوں میں سے پہلی آیت میں حضرات انبیاء کرام کی ہدایت کا ذکر [illegible] دوسری آیت میں اس ہدایت کی تفصیل [illegible] ہدایت [illegible] [illegible] ہدایت [illegible] [illegible] آیت میں حضرات انبیاء کرام کے فضائل [illegible] مشرکین [illegible] ولو اشرکوا [illegible] دونوں آیتیں [illegible] مشرکین ان حضرات کو مشرک کہتے تھے اور اپنے شرک کو ان کی طرف منسوب کرتے تھے رب نے ان کی تردید فرمائی۔

تفسیر و من اباء هم و ذریاتهم و اخوانهم اس عبارت [illegible] [illegible] و تفسیر [illegible] عبارت معطوف ہے و كلا فضلنا على العلمين پر [illegible] كلا هدينا پر [illegible] ایک فعل اور اس کا مفعول پوشیدہ ہے اصل عبارت یوں ہے و فضلنا یا و هدينا كثيرا من اباء هم [illegible] ان انبیاء کرام [illegible] سے باپ دادوں کی بہت سی اولادوں [illegible] تمام جہانوں پر [illegible]

www.alahazratnetwork.org

نبوت کی ہدایت دی۔ خیال رہے کہ یہاں حیثیت کس فرمانا دو حکمتوں سے ہے ایک یہ کہ ان مذکورہ نبیوں میں بعض وہ ہیں جن کے باپ دادے ہی نہیں جیسے عیسیٰ علیہ السلام بعض وہ ہیں جن کے اولاد نہیں جیسے حضرت عیسیٰ اور یحییٰ علیہم السلام کہ ان بزرگوں نے نہ شادی کی نہ ان کی اولاد ہوئی۔ بعض وہ ہیں جن کے باپ دادے تو ہیں مگر نبی نہیں اولاد تو ہے مگر مومن نہیں۔ بعض [illegible] میں ان دونوں [illegible] کی طرف ارشاد ہوا۔ خیال رہے کہ کسی نبی کی والدہ کافرہ نہیں ہوئی اللہ تعالیٰ اپنے محبوب [illegible] اور حق یہ ہے کہ کسی نبی کے والدین کافر نہیں ہاں بعض نبیوں کی اولاد یا بھائی برادر کافر ہوئے۔ جیسے حضرت آدم کا بیٹا قابیل نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان کافر ہوئے یونہی بعض نبیوں کی بیویاں کافرہ ہوئیں جیسے حضرت نوح و لوط علیہ السلام کی بیویاں کافرہ تھیں مگر کسی نبی کی بیوی زانیہ نہیں ہوئی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **الخبیثات للخبیثین** نبیوں کے بھائی برادر کافر بھی ہوئے ہیں مومن بھی متقی بھی ہوئے ہیں فاسق و فاجر بھی۔ حق یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کے سارے بھائی مومن تھے اور آخر کار سارے متقی پرہیزگار ہو گئے۔ مگر نبی نہ تھے اس کی کچھ تفصیل ہماری کتاب قہر کبریا بر منکرین عصمت انبیاء میں ملاحظہ فرماؤ۔ **واجتبیناہم وھدیناہم الی صراط مستقیم** یہ عبارت معطوف ہے اس **فضلنا** یا **ھدینا** پر۔ [illegible] **اجتباء ھم** میں پوشیدہ ہے اجتباء سے بنا ہے جبی سے اور صعود و نزول کے معنی ہیں چن لینا چھانٹ لینا اسی سے ہے **مجتبیٰ** اور **مصطفیٰ** یہ دونوں لفظ نبوت کے لئے خاص ہیں۔ مصطفیٰ اور مجتبیٰ صرف نبی کو ہی کہا جاتا ہے غیر نبی کو نہیں اس اجتباء سے معلوم ہوا کہ یہاں نبوت کا چناؤ مراد ہے۔ خیال رہے کہ جیسے بادشاہ کا مسافر خانہ بادشاہ کے نوکروں چاکروں کے مکانات اس کے رہنے کے مکانات اگرچہ بادشاہ کی ملک ہیں مگر شاہی محل صرف بادشاہ کا ہے جسے کوئی استعمال نہیں کر سکتا۔ پھر اس کے محل میں بعض چیزیں مہمانوں کے لئے جیسے بستر چارپائی صوفے سیٹ۔ بعض چیزیں اس کے صرف بال بچوں کے لئے ہیں مگر اس کی جیبی یا دستی گھڑی وغیرہ خاص بادشاہ کے استعمال کے لئے اسی طرح سارے انسان اللہ کے بندے ہیں۔ مگر بعض بندے شیطان کے استعمال کے لئے جیسے مشرکین و کفار بعض بندے دنیاوی کاروبار کے لئے جیسے غافل دنیا دار۔ مگر بعض بندے خاص رب تعالیٰ کے لئے کہ وہ جو کرتے ہیں۔ اللہ کے لئے کرتے ہیں وہاں شیطان نفس مادہ دنیاوی مصلحتوں کو دخل نہیں ہوتا۔ جیسے حضرات انبیاء کرام یہ ہیں رب کے مجتبیٰ بندے درخت کے گلے سڑے پھل پھینکنے کے لئے پختہ پھل فروخت کے لئے مگر بہترین اعلیٰ پھل مالک کے اپنے لئے یہ چنیدہ ہو گئے۔ شعر

جب باغ جہاں کے مالک نے کی دیکھ بھال پھولوں کی — اک پھول ان میں سے چھانٹ لیا تھی جتنی ڈالی پھولوں کی
اس گل کا محمد نام ہوا [illegible] جس سے [illegible] — اس گل نے حال کیا گلشن میں اک شان نکلی پھولوں کی

لہٰذا **ھدیناہم** میں ہدایت سے مراد نبوت کی ہدایت ہے اور **صراط مستقیم** سے مراد تبلیغ نبوت وغیرہ ہے۔ لہٰذا آیت واضح ہے یعنی ان مذکورہ نبیوں میں سے بعض نبیوں کے باپ دادوں ان کی اولاد ان کے بھائی برادروں کو بھی نبوت دی جو سارے اولاد ابراہیم تھے۔ [illegible] خلیل کی اولاد میں بہت نبی ہوئے **ذالک ھدی اللہ** یہ جملہ نیا ہے جس میں **ذالک** مبتدا ہے **ھدی اللہ** مراد نبوت و رسالت کی ہدایت ہے **ذالک** سے اشارہ ہدایت۔ [illegible] کی طرف ہے یعنی یہ عالم پر بزرگی نبوت کے چناؤ اللہ کی خاص ہدایت ہے۔ **یھدی بہ من یشاء من عبادہ**۔ یہ جملہ **ھدی اللہ** کی صفت ہے **بہ** کا مرجع ہدایت ہے یعنی ہدایت نبوت عباد سے صرف مرد انسان مراد ہیں۔ عورتیں جنات فرشتے اس سے خارج ہیں کیونکہ نبوت صرف مرد انسانوں ہی کو عطا

www.alahazratnetwork.org

ہوئی رب تعالیٰ فرماتا ہے **وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیهم**۔ یہ آیت اس آیت کریمہ کی تفسیر ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ یہاں **یہدی** دوام استمراری کے لیے نہیں کیونکہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی اب کسی کو نبوت نہیں مل سکتی۔ یعنی نبوت اللہ تعالیٰ کی وہ خاص ہدایت ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے دیتا رہا ہے۔ خیال رہے کہ ہدایت تین قسم کی ہے ایک ہدایت فطری جیسے بچہ کو رونے کی ہدایت کہ اپنا ہر درد دکھ رو کر بتاتا ہے۔ مچھلی کے بچوں کو تیرنے کی' چڑیوں کے بچوں کو کھانے کی ہدایت۔ دوسری ہدایت عقلی جو انسان کو ہوش سنبھالنے پر ملتی ہے جس سے وہ دنیا کی ہر تدبیر کرتا ہے۔ ایجادات اور سائنسی آلات اسی ہدایت عقلی سے بنے۔ تیسری ہدایت شرعی اس ہدایت کی بہت قسمیں ہیں۔ ہدایت ایمان' ہدایت اعمال' ہدایت عرفان' ہدایت نبوت و رسالت۔ یہاں یہی آخری ہدایت مراد ہے اس کو ہدایت اللہ کہا گیا ہے یہ صرف حضرات انبیاء کرام کو ملتی ہے۔ جیسے ہدایت ایمان کو صبغۃ اللہ فرمایا گیا ہے۔ **ولو اشرکوا لحبط عنهم ما کانوا یعملون**۔ یہ نیا جملہ ہے جس میں مشرکین مکہ کے اس عقیدے کی تردید ہے کہ حضرات ابراہیم و اسماعیل وغیرہم انبیاء مشرک تھے۔ چنانچہ وہ لوگ اپنے شرکیہ عقیدوں کے متعلق کہتے تھے کہ یہی ملت ابراہیمی ہے۔ یا عیسائی یہودی کہتے ہیں کہ صلیب پرستی' نبی پرستی' حضرت عیسیٰ و عزیر علیہم السلام کی تعلیم ہے۔ نعوذ باللہ **اشرکوا** کا فاعل وہی انبیاء کرام ہیں جن کا تفصیلی و اجمالی ذکر ابھی ہوا۔ شرک کے معنی اس کی حقیقت بارہا بیان ہو چکی کہ کسی بندے کو اللہ کی برابر سمجھنا یا اللہ تعالیٰ کی شان گھٹا کر کسی بندے کے برابر کر دینا شرک ہے۔ حبط بنا ہے حبوط سے بمعنی باطل ہو جانا' ضائع ہو جانا' چھن جانا' برباد و اکارت ہو جانا۔ عمل سے مراد سارے نیک اعمال ہیں خواہ بدنی ہوں یا مالی یا بدنی مالی کا مجموعہ یعنی اے مشرکو! کافرو! ان انبیاء میں سے کسی نے بھی کسی قسم کا شرک نہیں کیا اگر انہوں نے شرک کیا ہوتا تو نبوت تو بہت بڑی چیز ہے۔ ان کی کوئی نیکی باقی نہ رہتی سب کی سب ضبط ہو جاتی۔ مگر ان کے اعمال تو باقی ہیں۔ ضبط اعمال خشک شاخ کی طرح ہیں جس میں پھل پھول سبزہ کچھ نہیں ہوتا ایسے ہی نامقبول اور ضبط شدہ اعمال ہیں۔ نہ نبوت ہوتی نہ کیفیت ان کا آئندہ بقا ہو مگر حضرت ابراہیم کا کعبہ' زمزم' صفا مروہ' منیٰ' عرفات سب قائم ہیں ان کی سنتیں باقی ہیں۔ گزشتہ انبیاء کرام کے جو چھوٹے بڑے مانگی ہوئی دعائیں قائم ہیں معلوم ہوا کہ ان کے اعمال ضبط یا غیر مقبول نہیں۔ بلکہ مقبول ہیں لہٰذا وہ پکے مومن اللہ کے مقبول بندے تھے۔

خلاصہ تفسیر: اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم جن پیغمبروں کے حالات ان کے فضائل و کمالات ہم نے آپ کو سنائے ہم نے ان نبیوں کے باپ دادوں' ان کی اولاد' ان کے بھائی برادروں میں سے بعض کو بھی بزرگی بخشی۔ گویا وہ حضرات خود بھی افضل و اکمل تھے ان کے بعض باپ دادے' اولاد برادران بھی افضل اکمل۔ ہم نے ان کو نبوت کے لیے چن لیا اور انہیں تبلیغ رسالت کے سیدھے راہ کی طرف ہدایت دی یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی خاص ہدایت ہے۔ یہ ہدایت اسی بندے کو ملتی ہے جسے رب دینا چاہے۔ کفار مکہ جو انبیاء کرام کو مشرک مانتے ہیں کہ شرکیہ عقائد و اعمال کو ان کی طرف نسبت کرتے ہیں یہ لوگ بڑے ہی جھوٹے ہیں وہ حضرات بدعقیدگیوں' بدعملیوں سے بالکل محفوظ تھے۔ سچے پکے مخلص موحد مومن تھے اگر وہ شرک کرتے تو ان کی ساری نیکیاں ضبط ہو جاتیں۔ نبوت تو بہت اعلیٰ چیز ہے وہ تو انہیں مل سکتی ہی نہ تھی لہٰذا ان کے دامن پر شرک کا دھبہ لگانا محض غلط ہے۔ خیال رہے کہ قرآن کریم نے کہیں تو انسان کو تاجر و کاشتکار فرمایا ہے کہیں اسے مسافر فرمایا مسافر کو سفر میں توشہ' راستہ' رہبر' سب ہی کی ضرورت ہے۔ دنیا راستوں اور سواریوں کا جنکشن ہے یہاں سے بہت راستے دوزخ کی طرف جاتے

www.alahazratnetwork.org

ہیں اور ایک راستہ جنت کی طرف۔ اس راستہ کی رہبری کے لئے حضرات انبیاء کرام کی ضرورت ہے۔ اس راستہ کی کئی صورتیں ہیں۔ ظاہری راستہ شریعت ہے باطنی راستہ طریقت مکہ معظمہ کے مت راستے ہیں۔ خشکی کا سمندری اور ہوائی۔ ان میں سے بعض جلد طے ہوتے ہیں بعض دیر میں ان دونوں راستوں کے رہبر ہیں یہاں صراط مستقیم سے یہ تمام راستے مراد ہیں۔

فائدے۔ اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: کسی کے باپ دادوں یا اولاد یا قرابت داروں کا نبی یا ولی یا عالم دین یا متقی ہونا اللہ کی بڑی نعمت ہے۔ ان کی نسبت سے اسے بھی بزرگی مل جاتی ہے نبی کی مومن اولاد مومن ماں باپ قرابت دار دوسرے مومنوں سے افضل ہیں۔ یہ فائدہ و من اباءهم و ذرياتهم الخ سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ: اگر خدا تعالیٰ کسی پر یہ کرم کرے کہ اسے بھی نبوت بخشے اس کے ماں باپ اولاد کو بھی تو یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے شخصی بزرگی سے خاندانی بزرگی اعلیٰ ہے یہ فائدہ بھی و من اباءهم الخ سے حاصل ہوا۔ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم یوسف ابن یعقوب ابن اسحاق ابن ابراہیم۔ معلوم ہوا حضرت یوسف علیہ السلام کی چار پشت میں نبوت ہونا ان کی عظمت کا سبب ہے لہٰذا تمام صحابہ میں حضرت ابوبکر صدیق کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ خود بھی عظیم الشان صحابی ہیں۔ آپ کے ماں باپ بھی صحابی آپ کی ساری اولاد صحابی آپ کے پوتے پوتے تو اس ذات جس صحابی ہے یہ اللہ کا بڑا فضل ہے۔ تیسرا فائدہ: نبوت صرف انسانوں کو ہی عطا ہوئی کوئی جن، فرشتہ نبی نہیں یہ فائدہ بھی و من اباءهم الخ سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ: نبوت مردوں کو ہی عطا ہوتی کوئی عورت نبی نہیں ہوئی یہ فائدہ بھی من اباءهم الخ سے حاصل ہوا کہ رب العالمین نے باپ دادوں اور بھائیوں کا تو ذکر فرمایا۔ ماں، نانی، بہنوں کا ذکر نہ فرمایا (تفسیر کبیر)۔ پانچواں فائدہ: کوئی بدعقیدہ، بدعمل نبی نہیں ہو سکتا۔ یہ فائدہ و اجتبينهم و هدينهم سے حاصل ہوا۔ جب اللہ تعالیٰ ان کو نبوت کے لئے چن لیتا ہے اور سیدھا راستہ انہیں ہدایت دیتا ہے تو ان کا بدعقیدہ ہونا غیر ممکن ہے۔ چھٹا فائدہ: نبی کو ابلیس یا کوئی اور گمراہ نہیں کر سکتا۔ ہدایت ان کے لئے لازم ہے کہ کبھی ان سے جدا نہیں ہو سکتی یہ فائدہ بھی هدينا اور اجتبينا سے حاصل ہوا۔ رب تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کوئی نہیں چھین سکتا سورج کو نور اللہ نے دیا تو اسے بے نور کوئی نہیں کر سکتا لہٰذا ان حضرات پر شیطان کا داؤ چل نہیں سکتا کہ رب تعالیٰ نے ابلیس سے فرمایا ان عبادي ليس لك عليهم سلطان میرے خاص بندوں پر تیرا قابو نہیں۔ ساتواں فائدہ: نبوت عطائی چیز ہے کسبی نہیں۔ کوئی شخص اپنی عبادت و ریاضت سے نبی نہیں بن سکتا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا خاص عطیہ ہے [illegible] یہ فائدہ يهدي به من يشاء سے حاصل ہوا۔ آٹھواں فائدہ: کسی نبی سے کبھی کوئی شرک [illegible] نہیں ہو سکتا حضرت آدم یا حضرت ابراہیم یا کسی اور نبی کے لئے شرک ثابت [illegible] ولو اشركوا لحبط [illegible] سے شرک [illegible] نواں فائدہ: اللہ تعالیٰ [illegible] طرف سے [illegible] انہیں [illegible] رب تعالیٰ دفع فرماتا ہے [illegible] یہ فائدہ ولو اشركوا الخ سے حاصل ہوا۔ دسواں فائدہ: حضرات صحابہ [illegible] حضرت صدیق

www.alahazratnetwork.org

ایں لی مسجد نبوی حضرت عثمان غنی کا اس مسجد میں اسلام حضرت عمر کی تراویح اور فتوحات اسلامیہ حضرت صدیق و عثمان کا جمع وہ قرآن باقی نہ رہتا۔ سب ضبط ہو چکے ہوتے غرضیکہ تمام قائم ہیں اور وہ حضرت موسیٰ [illegible] ہیں۔ پیغمبرانہ لو **شركوا لحبط عنهم ما كانوا يعملون** سے [illegible] عمل [illegible] ہیں [illegible] اس سے دل کی [illegible] کی [illegible] پیدا ہوتے ہیں اور [illegible] ایمان باقی رہتے ہیں ضبط شدہ نہیں ہوتے باتیں شیطان کی عبادات ضبط شدہ ہیں۔ دیکھو ان کا نام تک نہیں۔

پہلا اعتراض: تم نے کہا کہ نبی کے ماں باپ مشرک نہیں ہوتے۔ حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد آزر مشرک ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ مشرک تھے یہ قاعدہ غلط ہوا۔ **جواب:** ہم نے یہ قاعدہ نبی کے صرف والدین کے متعلق نہیں [illegible] نبی کی ماں اور باپ مشرک نہیں وہ علیہ السلام کے والد آزران موحد مومن تھے۔ آزر مشرک ہو تو ہو یہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ از آدم علیہ السلام تا حضرت عبداللہ آپ کی نسل شریف میں کوئی عورت مرد مشرک و کافر نہ ہوئے سب مومن موحد تھے۔ جو حضرت عبداللہ یعنی حضرت [illegible] کو مشرک یا کافر کہے وہ [illegible] آیتوں [illegible] کا انکاری ہے اور اللہ سے اس کی [illegible] ہے۔ ہم یہ مسئلہ نہایت تحقیق سے پہلے پارہ **ولا تسئل عن اصحاب الجحيم** کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں۔ **دوسرا اعتراض:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبوت اللہ کی [illegible] ہدایت [illegible] چاہیے [illegible] پھر تم یہ کیوں کہتے ہو کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں [illegible] اللہ تعالیٰ کے پاس ہدایت ختم ہو گئی یا اب وہ بخیل ہو گیا (مرزائی)۔ **جواب:** حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کے بعد نبی [illegible] دنیا کو ضرورت نہ رہی سورج چمکنے کے بعد چراغ تاروں کی ضرورت نہ رہی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نبوت کے سورج چمکنے والے سورج ہیں۔ اب کسی [illegible] کی کیا ضرورت ہے ہم اس کی پوری تحقیق تیسرے پارہ کی تفسیر میں [illegible] اور اس [illegible] اللہ **وخاتم النبيين** کی تفسیر میں عرض کریں گے۔ **تیسرا اعتراض:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو بھی سیدھے راستے کی ہدایت کی ہے کہ فرمایا **وهديناهم الى صراط مستقيم** تو ہم میں ان میں فرق ہی [illegible] سیدھے راستے [illegible] ہم بھی راستے میں خدا تک نہیں پہنچے ہم کو بھی رب سے ہدایت کی اور ان کو بھی۔ **جواب:** اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک عالمانہ دوسرا عاشقانہ۔ جواب عالمانہ تو یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام کو براہ راست رب نے ہدایت دی اور ہم کو بواسطہ انبیاء کرام۔ دوسرے یہ کہ [illegible] ہدایت [illegible] ہے [illegible] تیسرے یہ کہ ہماری ہدایت کسبی ہے [illegible] ہدایت عطائی اور وہ بھی ہم [illegible] سکتے ہیں وہ کسب نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا ہماری ان کی ہدایتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ **جواب عاشقانہ** یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو سیدھے راستے کی ہدایت کی [illegible] اس راہ پر چلنے سے [illegible] ہدایت دی [illegible] راستہ [illegible] ہدایت اور راہ [illegible] انہیں [illegible] وہاں آ جاتا ہی رہتا ہے۔ **چوتھا اعتراض:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ اپنے نبیوں کو کتاب و نبوت [illegible] جاتی ہے۔ کیا رب تعالیٰ [illegible] ختم [illegible] ہے۔ **جواب:** [illegible] سے [illegible] میں کوئی فرق نہیں آتا ہاں ان کا تعلق مخلوق سے [illegible] ان کی اطاعت [illegible] [illegible] پہنچ [illegible] باقی ہے [illegible] خصوصیت [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

www.alahazratnetwork.org

فرق [illegible] ثابت ہے قیامت تک اس سارے نبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھیں [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے نماز نہ [illegible] پانچواں اعتراض اس آیت سے معلوم ہوا کہ شرک سے اعمال ضبط ہو جاتے ہیں [illegible] مسلمان [illegible] عیسائی وغیرہ بن جائے [illegible] قرار رہتے ہیں۔ جواب اس آیت میں شرک سے مراد مطلق کفر ہوتا ہے یہاں بھی کفر ہی مراد ہے [illegible] ولا تنکحوا المشرکین حتی یومنوا وہاں بھی مشرکین سے مراد کافر ہیں خواہ کسی قسم کے کافر ہوں [illegible] چونکہ مشرکین عرب حضرات انبیاء پر شرک کی تہمت لگاتے تھے اس لئے اسی کی تردید فرمائی گئی اور لفظ شرک ارشاد ہوا۔ چھٹا اعتراض۔ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے شرک کیا اپنے ایک بیٹے کا نام [illegible] شیطان [illegible] فلما آتاھما صالحا جعلا لہ شرکاء [illegible] نشانو انہوں نے شرک کیا پھر [illegible] ہوتے اور اس آیت کا مطلب کیا ہوا۔ جواب وہاں اس آیت میں حضرت آدم و حوا مراد نہیں بلکہ قریش کا اصلی مورث اعلیٰ مراد ہے اس نے شرک کیا تھا اس کی پوری تحقیق ہمارے رسالہ عصمت انبیاء میں کی گئی ہے۔ ساتواں اعتراض: یہاں حضرات انبیاء [illegible] کہ اگر وہ شرک کرتے تو ان کے اعمال ضبط ہو جاتے جس سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام کا شرک [illegible] اعمال ضبط [illegible] جواب یہ قاعدہ [illegible] غلط ہے کہ یہ [illegible] ذکر نہیں ہوتا کہ یہ دونوں واقع [illegible] قرآن فرماتا ہے ان کان للرحمن ولد فانا اول العابدین [illegible] لو کان فیھما اٰلھۃ الا اللہ لفسدتا [illegible] اگر [illegible] کہ [illegible] شرک یا [illegible] تمہاری تو حقیقت ہی کیا ہے اگر حضرات انبیاء کرام بھی شرک کرتے تو ان کے اعمال بھی ضبط ہو جاتے [illegible] مشرک تھے [illegible] محض غلط ہے اگر انہوں نے [illegible] پڑھتے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ [illegible] حضرات [illegible] جو [illegible] حضرات [illegible] ان کی خاص ہدایت عام ادوان سے [illegible] اس [illegible] واجتبینا و ھدینا ھم [illegible] ہدایت اور [illegible] معلوم ہوتا ہے کہ حضرات انبیاء [illegible] حقیقت [illegible] اس [illegible] ظہور اپنے وقت پر ہوا [illegible] ولو اشرکوا لحبط عنھم [illegible] ان کی نبوت ظاہر [illegible] اعمال [illegible] ان کے اعمال مقبول بلکہ

www.alahazratnetwork.org

جو ان کے قدم سے وابستہ ہو جائے وہ مقبول ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ چناؤ اور خاص ہدایت ان سب میں اصل حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور باقی انبیاء کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ان نعمتوں سے سرفراز ہوئے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا ذکر یہاں دوسری اولاد ابراہیم کے ساتھ نہ فرمایا کیونکہ وہ حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل ہیں اس لئے رب تعالیٰ نے ان کا ذکر ان کی ہدایت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وجود و ہدایت کے تابع کر کے بیان نہ کی۔ مولانا فرماتے ہیں۔ شعر۔

آنچہ اول شد پدید از جیب غیب — بود نور جان او بے ہیچ و ریب
بعد ازاں آں نور مطلق رو علم — گشت عرش و کرسی و لوح و قلم
یک علم از نور پاکش عالم ست — یک علم ذریت آدم از وست

(از روح البیان)

شیخ سعدی فرماتے ہیں۔ شعر۔

تو اصل وجود آمدی از نخست — دگر ہرچہ موجود شد فرع تست

صوفیاء فرماتے ہیں کہ بندے کے چناؤ کی چند علامتیں ہوتی ہیں ایک یہ کہ اس بندے کا ہر کام رب کے لئے ہو تا ہے۔ ان صلوتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین۔ دوسرے یہ کہ اس بندے کی ہر ادا ہر چیز رب کو پسند ہوتی ہے۔ لا اقسم بھذا البلد۔ تیسرے یہ کہ یہ چنا ہوا بندہ جسے منتخب کرے وہ بھی رب کے چناؤ میں آجاتا ہے۔ حضرت بلال کی اذان بھی رب کے چناؤ میں آگئے تھے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتخاب میں آگئے تھے۔ مسجد خدا کی ہے تو وہاں کی چٹائیاں ڈول رسی بلکہ وہاں کی اینٹ گارا سب وقف للہ ہو گئے۔ مسجد کی ہر چیز خدا کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر چیز ہر غلام نوکر خدا کے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ میثاق کے دن تین چناؤ ہوئے تھے مومنین و اولیاء کاملین کا نبیین و مرسلین کا۔ حدیث شریف میں ہے کہ انسانوں کی روحیں چیونٹیوں کی شکل میں آدم علیہ السلام پر پیش کی گئیں ان پر نور کا چھینٹا مارا گیا۔ بعض پر پڑا بعض محروم رہے جن پر پڑا ان میں سے بعض پر کم پڑا بعض پر زیادہ۔ اس چھینٹے کا ظہور دنیا میں آکر ہوتا ہے۔ حضرات انبیاء کرام کی نبوت اگرچہ منسوخ ہو جائے مگر قرب الٰہی مقبولیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ وہ خدائی انتخاب اور رب کے چناؤ میں آچکے ہیں۔ ارشاد ہوا و اجتبینا ھم۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ دو چیزیں نیکیاں ضبط کرا دیتی ہیں کفر اور مقبول بندوں کی بے ادبی۔ رب فرماتا ہے ان تحبط اعمالکم و انتم لا تشعرون شیطان کی ایک بے ادبی نے اس کی ساری نیکیاں برباد کر دیں اور چند چیزیں مقبول بنا دیتی ہیں۔ اسلام قبول کرنا توبہ کرنا مقبولوں کی صحبت حج بیت اللہ مسجدوں میں حاضری دینا وغیرہ۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَإِن يَكْفُرْ بِهَا هَٰؤُلَاءِ

یہ وہ ہیں کہ دی ہم نے ان کو	کتاب	اور	حکم	اور پیغمبری	پس اگر کفر کریں	ساتھ اس کے یہ لوگ
یہ ہیں جن کو ہم نے	کتاب	اور حکم	اور	نبوت عطا کی	تو اگر یہ لوگ	اس سے منکر ہوں

www.alahazratnetwork.org

فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ
پس بے شک مقرر کی ہم نے اس کے وہ قوم جو نہیں ہیں اسکے انکاری یہ وہ لوگ ہیں کہ ہدایت دی انہیں اللہ
تو ہم نے اس کے لئے ایک ایسی قوم لگا رکھی ہے جو انکار والی نہیں یہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی تو تم انہیں
فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى
پس ہدایت کی ان کی پیروی کرو فرما دو کہ نہیں مانگتا میں تم سے اوپر اس کے کوئی مزدوری نہیں ہے وہ مگر نصیحت
کی راہ چلو تم فرماؤ میں قرآن پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا وہ تو نہیں مگر نصیحت
لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۰﴾
جہانوں کے لئے
سارے جہان کو

تعلق: ان آیات کریمہ کا گزشتہ آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیات کریمہ میں مذکورین اٹھارہ نبیوں وحضرات کی ہدایت، نصیحت، خاص جتنوں عطا ہوا تھا جن کا تعلق ان کی ذاتوں سے تھا۔ اب انہیں حضرات کو آسمانی کتاب حکمت وغیرہ کی عطا کا ذکر ہے جن کا تعلق مخلوق سے ہے گویا لازم نعمتوں کی عطا کے بعد متعدی نعمتوں کی عطا کا ذکر ہے۔

دوسرا تعلق: پچھلی آیات میں ان انبیاء کرام کے کمالات کا ذکر تھا اب ان کے کمالات کے منکرین پر عتاب کا اظہار ہے۔ **فان یکفر بہا ھولاء** الخ۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیات میں مذکورین نبیوں کے کمالات کا ذکر تھا اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جامع کمالات ہونے کا ذکر ہے۔ **فبھدھم اقتدہ** جو صفات دیگر نبیوں کو علیحدہ علیحدہ دی گئیں وہ تمام حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع کردی گئیں۔ شعر:

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری — آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

چوتھا تعلق: پچھلی آیات میں حضرات انبیاء کرام کے دامن سے کفار کے اتہام و بہتان کے داغ دور کئے گئے تھے کہ وہ ہمارے ہدایت یافتہ چنے ہوئے منتخب تھے۔ اب وہ اسی طرح ان کے دامن سے یہ دھبہ دور فرمایا جا رہا ہے کہ یہ حضرات وہ ہیں جن کو ہم نے کتاب حکم نبوت سب کچھ دی ہے۔ اعلیٰ چیزیں اعلیٰ برتنوں میں رکھی جاتی ہے۔ ہر برتن میں سونا چاندی ہیرے جواہر نہیں رکھے جاتے جن کو رب نے نبوت کے لئے منتخب فرمایا سمجھ لو کہ وہ کیسے ہوں گے۔ مال ہر ایک کو مل جاتا ہے مگر قرب الٰہی اور کتاب خاص مقبول بندوں کو ملتے ہیں۔ آنکھیں ہر ایک کو مل جاتی ہیں مگر نور نگاہ کسی کو ملتے ہیں۔

تفسیر۔ **اولئک الذین اتینھم الکتب والحکم والنبوۃ** پچھلی آیات میں اٹھارہ نبیوں کا نام بنام تفصیل سے اور باقی تمام نبیوں کا اجمالاً ذکر ہو لے **ومن ابائھم وذریتھم** الخ اولئک میں اشارہ یا تو ان اٹھارہ حضرات کی طرف ہے یا تمام انبیاء کرام کی طرف۔ دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے۔ کتب سے مراد آسمانی کتاب ہے خواہ صحیفہ ہو یا مکمل کتاب خواہ بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ قرآن کریم میں تمام صحیفہ اور کتابوں سب کو کتاب کہا گیا ہے **انی القی الی کتاب کریم انہ من**

www.alahazratnetwork.org

سلیمان۔ دیکھو حضرت سلیمان نے بلقیس کو خط بھیجا [illegible] کتاب فرمایا [illegible] نبی کی آسمانی کتاب یا صحیفہ کے ضرور مالک
تھے۔ خواہ ان کی اپنی کتاب ہو یا دوسرے نبی کی [illegible]
مالک رہے۔ رب تعالیٰ ان کے متعلق فرماتا ہے یحکم بھا النبیون الذین اسلموا یا کتاب سے مراد ہے آسمانی
کتاب و صحیفہ کا علم [illegible] مجموعہ عطا فرمانا لہذا آیت واضح ہے [illegible] ہم نے ہر نبی کو کتاب عطا
فرمائی۔ [illegible] متعلق رب تعالیٰ فرماتا ہے الذین اتینھم الکتاب یعرفونہ یہاں بھی یہ مطلب نہیں کہ
[illegible] ایک آسمانی کتاب دی گئی۔ اتینا فرما کر بتا دیا کہ ہم نے کتاب نبیوں کو دی [illegible] نبیوں نے کتاب لوگوں کو دی۔ ہم سے
[illegible] بغیر واسطہ نبی [illegible] الکتاب فرما کر بتا دیا کہ کتاب [illegible] اس کے مضامین [illegible] معانی [illegible] مراد
[illegible] انہیں عطا فرمائے۔ انہوں نے [illegible] نہیں سمجھے [illegible]
انوار و اسرار۔ [illegible] سب نبیوں [illegible] والحکم میں حکم سے مراد یا حکومت باطنی ہے یا حکمت یعنی علم اسرار یا لوگوں
[illegible] فیصلے اور النبوۃ سے مراد ہے رسالت [illegible] کتاب اور حکمت [illegible] نبوت ثابت
[illegible] اس لئے کتاب و حکمت کا ذکر پہلے ہوا اور نبوت کا بعد میں [illegible] پہلے ہوتی [illegible] نبوت ثابت ہوتی
[illegible] کتاب۔ [illegible] یہ تمام انبیاء کرام وہ حضرات ہیں جن کو ہم نے [illegible] تین خصوصی نعمتیں
بخشیں۔ کتاب آسمانی کا علم اور حکمت اور نبوت [illegible] ان تین چیزوں سے خالی نہ ہوئے۔ فان یکفربھا ھؤلاء یہاں
[illegible] بھا کا مرجع وہی کتاب و حکم و نبوت ہے ھؤلاء سے اشارہ مشرکین عرب یا یہود و نصاریٰ یا سارے کفار کی طرف
ہے۔ اس شرط کی جزا پوشیدہ ہے لا تحزن یا لا یضرھم یعنی اگر مشرکین عرب یا یہود و نصاریٰ یا تمام کفار ان حضرات انبیاء کے
ان کمالات کا انکار کریں تو اے محبوب آپ غم نہ کریں یا ان کا انکار کچھ مضر نہیں کیونکہ فقد وکلنا بھا قوما لیسوا بھا
بکفرین۔ اس عبارت میں ف تعلیلیہ ہے اور یہ عبارت اسی پوشیدہ کی وجہ ہے وکلنا [illegible]
معنی سپرد کر دینا [illegible] وکلنا بھا میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ ان نبیوں کی شان ظاہر کرنے [illegible]
[illegible] کے لئے ہم نے قوم مسلم یعنی تمہاری امت مقرر کردی جو سب نبیوں پر ایمان لائے اور ان کے
خطبے پڑھے گی۔ دوسرے یہ کہ اس دین اسلام کی بقاء اس کی خدمت کرنے کے لئے آپ کی امت میں ہم نے ایک قوم
مقرر کر دی ہے جو اسے قائم رکھے گی۔ وہ قوم اس زمانہ میں انصار تھی پھر [illegible] مسلمانوں میں علماء اولیاء [illegible] لوگ
ہیں [illegible] حکمت اور نبوت [illegible] قوم سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
صحابہ ہیں یا اہل بیت یا قیامت تک سارے مسلمان۔ یہ تیسرا احتمال زیادہ قوی ہے [illegible] آپ کی امت [illegible] نبیوں کی نبوت
[illegible] عظمت [illegible] خدمت [illegible]
عظمت [illegible]
[illegible] اولئک الذین ھدی اللہ [illegible] حضرات انبیاء [illegible]
صفت [illegible] ہے۔ اولئک سے انہیں تمام نبیوں کی طرف اشارہ ہے جن کا [illegible] تفصیلا و اجمالا [illegible] ھدی میں ہدایت سے مراد
[illegible] خصوصی [illegible] حضرات [illegible]

www.alahazratnetwork.org

[illegible] ہدایت [illegible]

[illegible] فبهداهم اقتده [illegible] مستقل [illegible]

[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] یہاں ھدی سے مراد

[illegible] شرعی احکام [illegible] مثلاً حضرت

[illegible] عیسوی میں شراب حلال تھی اور دینوں

[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible] نبوت [illegible] فرشتے [illegible] قیامت

[illegible] ھدی [illegible] حضرات انبیاء کے مخصوص

[illegible] مخصوص کمالات [illegible]

[illegible] اقتدہ میں خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible] اقتداء [illegible]

رب تعالیٰ فرماتا ہے فاتبعونی یحببکم اللہ اقتداء کے معنی ہیں پہلے انسان کے چلے ہوئے نمونہ پر چلنا کسی کے صفات [illegible] اخلاق اپنے میں حاصل کرنا [illegible] یہاں مراد ہے اس لئے رب تعالیٰ نے اقتدہم نہ فرمایا [illegible] فبهداهم اقتده [illegible] ان کے اخلاق و کمالات کی اقتدا کرو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو [illegible] نبیوں کی کتابوں پر عمل کرنے کا حکم [illegible] منسوخ بلکہ فنا کر دی گئیں [illegible] ان کے احکام پر عمل کا حکم [illegible] صفات و کمالات [illegible] حضور کی اعلیٰ درجہ کی نعت ہے۔ قل لا اسئلکم علیه اجرا [illegible] گزشتہ انبیاء کرام نے بھی تبلیغ [illegible] کسی سے کوئی معاوضہ [illegible] آپ بھی یہ اعلان [illegible] علیہ کا مرجع یا قرآن کریم ہے یا دین یا تبلیغ اجرا سے مراد مطلقاً معاوضہ ہے [illegible] تبلیغ وغیرہ پر تم سے [illegible] ان هو الا ذکری للعلمین یہ فرمان گویا پچھلے مضمون [illegible] قرآن مجید [illegible] نصیحت [illegible] نصیحت [illegible] شعر

[illegible]

یہاں ان نافیہ ہے ھو کا مرجع قرآن مجید ہے ذکری سے مراد ہے نصیحت [illegible] تمام گزشتہ نبیوں [illegible] للعلمین [illegible] صلی اللہ علیہ [illegible] فرماتا ہے فاحکم بینهم بما انزل اللہ [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

www.alahazratnetwork.org

ہیں قانون وہاں تک جاری ہوتے ہیں جہاں تک حاکم کی حکومت ہو [illegible] وہاں تک پہنچتا ہے جہاں تک حضور کی سلطنت پہنچی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاکموں کے حاکم اور سلطانوں کے سلطان ہیں اس لئے جہاں میں آپ کا قانون جاری ہے اور وہاں تک قرآنی سکہ چلتا ہے [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعمت [illegible] کا واسطہ قرآن مجید۔ خیال رہے کہ ذکری کے چند معنی ہو سکتے ہیں قرآن کریم نصیحت ہے [illegible] اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا ذکر قرآن [illegible] یا خدا [illegible] [illegible] [illegible] قرآن [illegible] باتوں [illegible] [illegible] یاد دلانے والا ہے یا قرآن [illegible] وقعات قیامت وغیرہ یاد دلانے والا ہے یا قرآن غفلت دور [illegible] خیال رہے کہ [illegible] حقیقی نہیں۔ قرآن مجید میں [illegible] اور بہت کمالات ہیں یہ تفسیر بھی ہے۔ و ننزل من القرآن ما هو شفاء و رحمة للمؤمنين قرآن ہدایت بھی ہے [illegible] کمالات ہیں۔ یعنی قرآن مجید تمام جہانوں کے لئے نصیحت [illegible]

خلاصہ تفسیر [illegible] انبیاء کرام [illegible] کا تفصیلی [illegible] [illegible] ہدایت [illegible] صلاحیت وغیرہ [illegible] اللہ تعالیٰ نے ان تمام کو [illegible] کتاب [illegible] صحیفہ [illegible] مستقل کتاب [illegible] بلاواسطہ عطا فرمائی [illegible] ان تمام حضرات کو حکمت [illegible] کتاب کا علم [illegible] سے بھری ہوئی [illegible] تبلیغ کی بخشش بھی [illegible] اس کے باوجود اگر کفار قریش [illegible] کفار [illegible] کمالات [illegible] آپ [illegible] نے ان [illegible] عزت و حکمت کمالات کی حفاظت کے لئے ایک قوم [illegible] آپ کی امت کو مقرر [illegible] ان کے سپرد کر دیا ہے وہ بھی ان [illegible] کا انکار نہ کریں گے۔ ان کے ذریعہ ان حضرات کے کمالات [illegible] ہمیشہ قائم رہیں گے یہ وہ حضرات ہیں جن کو رب تعالیٰ نے ان کمالات کی خاص ہدایت بخشی۔ آپ [illegible] ان سے [illegible] ہمیشہ قائم رہیں گے۔ یہ وہ حضرات ہیں جن کو رب تعالیٰ نے ان کمالات کی خاص ہدایت بخشی۔ آپ [illegible] اختیار [illegible] ان کے کمالات کے جامع [illegible] چنانچہ آپ اعلان [illegible] اس قرآن [illegible] تبلیغ پر تم [illegible] کوئی اجرت [illegible] طلب نہیں [illegible] یہ قرآن [illegible] تمام جہانوں کے لئے نصیحت ہے۔ خیال رہے کہ یہاں هداهم سے [illegible] گزشتہ انبیاء کرام [illegible] [illegible] خصوصی [illegible] خصوصی صفت و کمالات [illegible] [illegible] آپ [illegible] کے تمام کمالات [illegible]

[illegible]

[illegible] یعقوب [illegible] سلیمان [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] حضور صلی اللہ علیہ [illegible]

[illegible] فبهداهم اقتده آپ [illegible] ایک ایک [illegible]

[illegible] حضور صلی اللہ علیہ [illegible]

www.alahazratnetwork.org

معانی وغیرہ) خیال رہے کہ دو کری مسیحیں میں دو باتیں قابل ... ایک یہ کہ قرآن نے اولاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
حالت تمام جہان پر ... بغیر قید ... جب تک جہان قائم ہے تب تک قرآن ... اولاً حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کی حالت قائم ہے لہذا تا قیامت لوگ بعد قیامت ... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ... ہوگا قرآن کے احکام ...
... عالمین ... حضور صلی اللہ علیہ وسلم ... جاری ہوئے حتیٰ کہ سارے ہی حضور صلی
اللہ علیہ وسلم کا فیض ... دوسری کتابوں میں قرآن مجید ... قرآن فرماتا ہے وانہ لفی زبر الاولین
... ہیں ... کتب سابقہ و انہم ... اسماء والطیٰ

فائدے: ان آیتوں سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: ہر نبی ... کتاب یا صحیفے کے بغیر نہ آئے ... کسی
... ہو ... میں ہی صحیفہ یا کتاب ... پائی ... کتاب یا صحیفے ... ہوا چنانچہ ... اسلام سے صحیفوں ...
... کے ... والے بہت ... نے ... توریت شریف ... حضرت ... اسلام تک سارے نبیوں نے عمل کیا یہ فائدہ
انما اٰتیتکم من کتاب سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ: اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں کو علم و حکمت بخشی۔ کسی نبی نے علم و حکمت
کسی ... سے حاصل نہ کیا کوئی نبی کسی کا شاگرد نہ ہوا یہ فائدہ والحکمۃ سے حاصل ہوا اور ... آیات قرآن میں کسی کے
شاگرد ہونے ... علم و حکمت ہیں۔ تیسرا فائدہ: سارے نبی مستقل نبی ہیں۔ کوئی کسی نبی کے تابع ہو کر ظلی بروزی نبی نہیں
یہ فائدہ والسوۃ ... فرمانے سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ: کتاب کے الفاظ کتاب کے معانی کتاب کے مضامین کتاب
کے اسرار اور احکام کتاب سب نبیوں کو رب تعالیٰ سے بغیر واسطہ عطا ہوتے ہیں اور دوسروں کو نبیوں کے واسطے سے لہذا کسی کا
علم نبی کے برابر نہیں ہو سکتا۔ یہ فائدہ بھی انما اٰتیتکم من کتاب سے حاصل ہوا۔ پانچواں فائدہ: سارے نبیوں پر حضور صلی
اللہ علیہ وسلم کا احسان ہے کہ آپ کے ذریعہ تمام کے کمالات دنیا پر ظاہر ہوئے۔ یہود نے عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کی والدہ کو
عیب لگائے۔ سلیمان علیہ السلام کو جادوگر ... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے فضائل بیان کرکے لوگوں کے ... ٹے
بچ رہے ہیں۔ یہ فائدہ لتؤمنن بہ ولتنصرنہ سے حاصل ہوا۔ چھٹا فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے علماء
صالحین اللہ کی رحمت ہیں ... لہ تعالیٰ ... کہ ان حضرات کو ان نبیوں کا وکیل بنایا گیا۔ یہ فائدہ بھی لتؤمنن بہ سے
حاصل ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے علماء اولیاء وغیرہ ... تعالیٰ ... ہیں ... بیوی
... مقرر ... ہیں ... انبیاء ... نعت خواں ... اور ... ان کی ...
محفوظ ہیں ... قیامت میں انشاء اللہ ... کی گواہی سے حضرت انبیاء کرام ... ان کی قوموں کی شکست
... لتکونوا شہداء علی الناس ... تعالیٰ ... محبوب صلی اللہ علیہ
وسلم ... ان کی حفاظت ... اور تا قیامت ... انہی بزرگوں سے قائم ہے۔
ساتواں فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم ... قیامت تک قائم رہے گا ... تمام نبیوں رسولوں ...
... لتؤمنن بہ ولتنصرنہ ... سے حاصل ہوا۔ آٹھواں فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم
اللہ تعالیٰ نے ... صفت ... صفت ... ہیں ... فاشہدوا ... حاصل
... حضور صلی اللہ علیہ وسلم ... علیہ السلام ... حضرت آدم ...

www.alahazratnetwork.org

[illegible] حضور صلی اللہ علیہ [illegible] افضل [illegible] وقت [illegible]
[illegible] فرشتہ [illegible] حضرت آدم [illegible]
[illegible] انا من نور اللہ و جمیع الخلق من نوری [illegible] حضرت [illegible]
[illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم حبیب اللہ [illegible]
[illegible] حضور صلی اللہ علیہ [illegible]
[illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] حضور صلی اللہ علیہ
[illegible] فاوحی الی عبدہ ما اوحی [illegible]
[illegible] حضرت سلیمان [illegible] حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی [illegible] اشارہ [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
اشارہ [illegible] حضور صلی اللہ علیہ [illegible] حضرت [illegible]
[illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible] یوسفی سے حسن محمدی [illegible]
[illegible] معراج رات میں [illegible] کیونکہ اس رات حسن
مصطفیٰ [illegible] انسانی طاقت [illegible] اسباط یعقوب علیہ السلام سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے
[illegible] تا قیامت ان کی اولاد میں اولیاء اللہ ہوتے رہیں گے۔ تمام حسینوں کے حسن [illegible]
[illegible] نواں فائدہ [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [illegible] کے لیے نہیں [illegible]
[illegible] لا اسئلکم الخ [illegible] خیال رہے [illegible] اجرت [illegible] اعظم [illegible]
[illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] ان اجری
الا علی اللہ [illegible] فائدہ [illegible]
[illegible] لا اسئلکم علیہ اجرا سے حاصل ہوا۔ مرزا [illegible] قادیانی [illegible] نبوت کے [illegible]
[illegible] گیارھواں فائدہ [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
[illegible] قرآن مجید [illegible] ہدایت [illegible]
[illegible] حضور صلی اللہ علیہ [illegible] قرآن [illegible] ذکری للعلمین
[illegible] فائدہ [illegible]
[illegible]
[illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible]
[illegible]

www.alahazratnetwork.org

ہے انما هم الکتاب الخ۔ **جواب** اس اعتراض کا جواب ابھی گزر چکا کہ یہاں کتاب سے مراد نفس کتاب ہے وہ سب پر [illegible] خواہ [illegible] [illegible] متعلق **یحکم بها**
النبیون [illegible] معلوم [illegible] نبیوں نے اپنے [illegible] فرمایا [illegible] متعلق فرمایا گیا
[illegible] **اخی هارون احی اسد د به ازری** [illegible] کہ ان
نبیوں کو کتاب الٰہی کا علم دیا گیا۔ رب فرماتا ہے الذین اتیناهم الکتب یتلونه حق تلاوته اور فرماتا ہے الذین اتیناهم
الکتاب یعرفونه کما یعرفون ابناء هم دوسرا اعتراض۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ
وسلم تمام گزشتہ نبیوں کے مقتدی ہیں اور وہ سب مقتدا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشوا کیونکہ فرمایا گیا۔ **فبهداهم اقتده** آپ ان
کے دین اور ان کی کتاب یا ان کی پیروی کریں اور ظاہر ہے کہ مقتدی سے پیشوا افضل ہوتا ہے۔ پھر تم کیسے کہتے ہو کہ حضور
سید المرسلین ہیں۔ **جواب** یہ آیت اس کی دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم افضل المرسلین اشرف الانبیاء ہیں کیونکہ
یہاں یہ نہیں فرمایا گیا کہ آپ ان نبیوں کی اقتدا کریں بلکہ فرمایا گیا کہ ان کی ہدایت کی اقتدا کریں اور ان کی ہدایت سے مراد وہ ان
کی شریعتیں ہیں۔ ان کی کتابیں کہ وہ تو منسوخ ہو چکیں ختم ہو چکیں۔ بلکہ ان کی شریعتیں [illegible]
مراد ان نبیوں کے معجزات بھی نہیں کیونکہ ان کی ہدایت سے مراد ان کے کمالات ان کی خصوصی صفت کو نہ ہی پچھلی
امتوں میں [illegible] اب ہوا کہ وہ [illegible] تھے تو بعض سے **افضل** تھے۔ رب تعالیٰ نے چنے ہوئے بندے تھے
انہیں [illegible] ہدایت دی گئی تھی انہیں کتاب حکمت نبوت عطا ہوئی تھی۔ اے محبوب آپ ان کی تمام صفات کے جامع
بنئے۔ یہاں **اقتدا** کے لغوی معنی مراد ہیں نہ کہ اصطلاحی معنی یعنی آپ ان سب کے کمالات کا نمونہ بنئے۔ بہت جگہ لغوی معنی مراد
ہوتے ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **ید الله فوق ایدیهم** اور **فاینما تولوا فثم وجه الله** اور **یخادعون الله
وهو خادعهم** وغیرہ ان آیات میں ید وجہ خداع کے لغوی معنی مراد ہیں۔ **تیسرا اعتراض**: اس آیت سے معلوم
ہوا کہ قرآن کریم صرف نصیحت ہے تم لوگ قرآن کو قانون بھی مانتے ہو اس سے احکام [illegible] ہو اس کی آیت کے
[illegible] ہو تمہارے [illegible] **ان هو الا ذکری** [illegible]
جواب: اس اعتراض کا جواب ابھی [illegible] حقیقی نہیں [illegible] یعنی اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ
قرآن کریم میں نصیحت کے سوا اور کچھ نہیں [illegible] صرف نصیحت ہے [illegible]
ہے۔ قرآن کریم [illegible] نصیحت [illegible] **انه لقول فصل وما هو بالهزل** قرآن مجید
[illegible] **وننزل من القرآن ما هو شفاء و رحمة**
للمومنین [illegible] **انزلنا الیک نورا مبینا** اور [illegible] **هدی للمتقین** [illegible] **یس والقران
الحکیم** [illegible] نصیحت [illegible]
[illegible] حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق
ارشاد ہوا **انما انا بشر مثلکم** [illegible] حقیقی [illegible]
[illegible]

www.alahazratnetwork.org

ہوں کہ خدا کا بیٹا وغیرہ بلکہ تمہاری طرح خاص بشر ہوں کہ میں نے ادعائے الوہیت کا شائبہ بھی نہیں۔ لہذا آیت واضح ہے۔ چوتھا اعتراض یہاں ارشاد ہوا کہ قرآن مجید عالمین کے لئے نصیحت ہے عالمین میں تو بے جان' بے عقل چیزیں بھی ہیں ان کے لئے نصیحت کیسے ہے قرآن مجید پتھروں، درختوں کو نصیحت کیسے کرتا ہے۔ جواب قرآن کریم فرماتا ہے کہ ہر چیز میں شعور ہے' ہر چیز خدا کا ذکر کرتی ہے۔ وان من شی ء الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم۔ جب ہر چیز ذاکر شاغل تسبیح خواں ہے یقیناً ہر چیز نصیحت پذیر ہے۔ ہر شیع قرآن مجید سے حاصل کرتی ہے بعض پتھروں کی تلاوت سے جانور روتے ہیں ووبارہ ... کے یہ چیزیں ہمارے سے غیب ہیں۔ ہاں ہر ایک کو نصیحت بقدر حیثیت ہے۔ جیسے ناپاک عورت نابالغ پر نماز فرض نہیں۔ غریب پر زکوٰۃ نہیں بیمار پر حج نہیں اسی طرح از عرش تا فرش ہر مخلوق پر قرآنی احکام ان کی شان کے لائق جاری۔ فرشتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں بغیر اجازت نہیں آتے لا تدخلوا بیوت النبی پر عمل ہے۔ چاند اشارہ سے پھٹ گیا سورج حکم سے لوٹا بادل اشارہ سے آیا پھر اشارہ سے واپس گیا یہ سب اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول پر عمل ہے آج بھی جانور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کا ادب کرتے ہیں کہ اس طرف پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھتے یہ سب و تعزروہ و توقروہ پر عمل ہے فرشتے صحابہ کی مدد کے لئے غزوات میں شریک ہوئے یہ سب توقروہ پر عمل۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔ شعر۔

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد ... بسا کیں دولت از گفتار خیزد

... لیا ہے کہ از بہر دوید ... وحدہ لا شریک لہ گوید

کل قیامت میں مومن کے ایمان کی گواہی ہر وہ چیز دے گی جو اس کی اذان سنا کرتی تھی۔ لہذا یہ فرمان بالکل درست ہے۔ پانچواں اعتراض حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اعلان کیوں کرایا گیا کہ ہم اس تبلیغ پر تم سے اجرت نہیں مانگتے کیا تبلیغ پر اجرت بری ہے اگر بری ہے تو خلفاء راشدین نے خلافت پر تنخواہیں کیوں لیں اور آج علماء تبلیغ تدریس اور وعظ پر تنخواہیں کیوں لیتے ہیں۔ جواب تبلیغ پر اجرت لینا برا نہیں مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اس سے وراء ہے چند وجوہ سے ایک یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مظہرات الٰہی ہیں اور رب تعالیٰ اپنی ربوبیت پر ہم سے اجرت نہیں مانگتا۔ تمام نعمتیں بغیر معاوضہ دیتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی نبوت پر اجرت نہیں مانگتے۔ تمام رحمتیں بغیر معاوضہ عطا فرماتے ہیں وہ رب العالمین ہے یہ حضور رحمۃ للعالمین ہیں۔ دوسرے یہ کہ تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اجرت نہیں دے سکتے ہیں ہم بھکاری انہیں اجرت کیا دے سکتے ہیں ان کا ہم پر ... سارے عالم سے بھاری ہے کہ ان کا ایک نام ہمارے کروڑوں گناہوں پر غالب آ گیا تو ان کے کاموں کا کیا پوچھنا۔ تیسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں سیتے آئے تھے نہ کہ آئینہ دینے والا لینے والے سے اجرت ... مخلوق رحمان سے ... فیض نہیں لیتے ... دیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم امت سے اجرت نہیں طلب فرماتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیتے ہیں ہمارے ہاتھ ہیں سوال حضور صلی اللہ علیہ وسلم ... ہاتھ بے ... ہاتھ پھیلائے ہیں حضور ... ہاتھ بھر ... ۔

تفسیر صوفیانہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان ظاہری باطنی نعمتوں کا ذکر فرمایا جو انہوں نے حضرات انبیاء کرام کو بخشیں کہ وہ حضرات محسنین بھی ہیں۔ صالحین بھی ہیں۔ صالحین ... سے افضل بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندے بھی ہیں۔ سیدھی راہ سے ہدایت یافتہ بھی۔ اصل بات یہ ہے کہ جو ان کے نقش قدم پر چلے خدا رسیدہ ہو جائے۔ انہیں رب نے کتاب' حکمت' نبوت بخشی

کیونکہ ملا فرمائی ان کی عزت و عظمت مسلمانوں نے ذریعہ تاقیامت قائم رکھی۔ غرضیکہ ان پر رحمتوں کی بارش ہے پھر ارشاد ہوا کہ **اولئک الذین ھدی اللہ** یہ وہ حضرات ہیں جنہیں رب تعالیٰ نے اپنی صفت کے ذریعہ اپنی ذات کی ہدایت دی وہ اللہ کی راہ کے سالک اور راستہ پر چلے ان میں سے ہر ایک اپنی اپنی منزل پر ٹھہر گئے اے محبوب تم ان کی تمام منزلیں طے فرماتے ہوئے خاص مجھ تک پہنچو۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ میں نے آسمان دنیا میں آدم کو دوسرے آسمان میں یحییٰ و عیسیٰ کو تیسرے آسمان میں یوسف کو چوتھے آسمان میں ادریس کو پانچویں میں ہارون کو چھٹے میں موسیٰ کو دیکھا ساتویں میں۔ حضرت ابراہیم سے ملاقات کی علیہم الصلوٰۃ والسلام شب معراج میں حضور ان سب سے ملاقات کرتے ان سب کی منزلیں طے کرتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ پہنچے جہاں فرشتوں کی منزلیں ختم ہو جاتی ہیں پھر وہاں سے فرانا جر اور وہاں پہنچے جہاں کسی کا گزر نہ ہوا کسی اور رجہ والے کا خیال و گمان بھی نہ پہنچے جہاں کہ یہاں وہاں کی بھی رسائی نہیں بلکہ اپنی ذات سے گزر کر فنا فی اللہ کے مقام پر پہنچ گئے۔ **فکان قاب قوسین او ادنیٰ** معراج کی رات اس آیت کریمہ کا ظہور ہوا **فبھداھم اقتدہ** مصرع۔

بما منہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی

غرضیکہ سارے نبی منزلیں ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقصود (از روح البیان مع زیادتی) جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یہ ہے تو کون ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اجر دے سکے ان کا اجر خود ذات ذوالجلال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رب کے ہیں اور رب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بلکہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو جائے رب اس کا ہو جاتا ہے۔ فرماتا ہے **وکان فضل اللہ علیک عظیما** ہم نے عرض کیا ہے۔ شعر۔

وہ رب کے ہیں رب ان کا ہے جو ان کا ہے وہ رب کا ہے　　　بے ان کے جو رب سے چاہے دیوانہ ہے سودائی ہے

نیز رب فرماتا ہے **وان لک لاجرا غیر ممنون** اے پیارے تمہارے لئے وہ اجر ہے جو کبھی بند نہ ہو ختم نہ ہو۔ ہر مومن کا ہر عمل اس کا ثواب جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچتا ہے تو کروڑوں گنا ہو کر پہنچتا ہے۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت نور ہے **اللہ نور السموات والارض** اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اس نور کی چمنی کا رنگ ہے جہاں تک لیمپ کی روشنی پہنچتی ہے وہاں تک چمنی کا رنگ پہنچتا ہے۔ چنانچہ رب تعالیٰ رب العالمین ہے اور حضور رحمت العالمین ہیں قرآن ذکر للعالمین ہے یعنی قرآن ذکر بھی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مذکر ہیں قرآن علم ہے حضور حاکم قرآن مجید سکہ ہے۔ حضور سلطان عالمین۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ اِذْ قَالُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍؕ

اور ان لوگوں نے اللہ کی قدر [illegible] جیسا حق تھا جبکہ یوں کہہ دیا کہ اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز [illegible]

اور یہود نے اللہ کی قدر نہ جانی جیسی چاہیے تھی جب بولے اللہ نے کسی آدمی پر کچھ نہیں اتارا

قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّ هُدًى لِّلنَّاسِ

آپ کہئے کہ وہ کتاب کس نے اتاری تھی جس کو موسیٰ لائے تھے جس کی کیفیت یہ ہے کہ وہ روشنی ہے اور ہدایت ہے لوگوں کے

تم فرماؤ کس نے اتاری وہ کتاب جو موسیٰ لائے تھے روشنی اور لوگوں کے لئے ہدایت جس کے تم نے

www.alahazratnetwork.org

تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا

بنالئے تم نے اسے کاغذ کے ورقے کہ ظاہر کرتے ہو تم ان کو اور چھپاتے ہو بہت کو اور سکھائے گئے تم وہ جو نہ

الگ الگ کاغذ بنا رکھے ہو ظاہر کرتے ہو اور بہت سا چھپا لیتے ہو اور تمہیں وہ سکھایا جاتا ہے جو تم کو معلوم

اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ

جانا تم نے اور نہ تمہارے باپ دادوں نے فرما دو اللہ نے پھر چھوڑ دو انہیں ان کی مشغولیت میں کھیلتے رہیں

نہ تھا نہ تمہارے باپ دادا کو اللہ کہو پھر انہیں چھوڑ دو ان کی بیہودگی میں انہیں کھیلتا

تعلق: اس آیت کریمہ کا گزشتہ آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلائل فرمائے گئے تھے۔ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلائل قائم کئے جا رہے ہیں گویا ایمان کے دو رکن ہیں توحید و رسالت ایک رکن کا ذکر پچھلی آیات میں تھا دوسرے رکن کا ذکر اب ہے۔ **دوسرا تعلق:** ابھی کچھ پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جانے جاتے ہیں [illegible] اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے متعلق کفار کے شبہات کا جواب دیا جا رہا ہے گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تائید کے بعد مخالفین کی تردید کی جا رہی ہے چونکہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گواہ ہے **وکفی باللہ شهیدا** اس لئے آپ کی نبوت پر شبہات و اعتراضات کے جواب رب دیتا ہے اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کی ذات و صفات کے گواہ ہیں۔ **یا ایها النبی انا ارسلنک شاهدا** اس لئے توحید کے شبہات و اعتراضات کے جواب اکثر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے دلوائے جاتے ہیں۔ شہید و شاہد کے بہت سے فرق ہم کئی جگہ بیان کر چکے ہیں۔ شاہد جو وقت خاص میں گواہی دے شہید جو ہمیشہ گواہی دے شاہد جو اپنے قول سے گواہی دے شہید جو قول و فعل و عمل سے گواہی دے وغیرہ۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی توحید حضرات انبیاء کرام کے فضائل کا ذکر تھا اب آسمانی کتابوں خصوصاً قرآن مجید کی حقانیت کا ثبوت دیا جا رہا ہے کتاب آسمانی وہ نعمت ہے [illegible] کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کی معرفت دی جاتی ہے۔ ساری آسمانی کتب میں رب کو قرآن بڑا پیارا ہے کیونکہ یہ پیارے محبوب پر آیا [illegible] رب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت قرآن کی قسم سے بیان فرمائی۔ **والقرآن الحکیم انک لمن المرسلین** [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی قسم [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] کی قسمیں قرآن مجید میں ارشاد فرمائی ہیں [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے۔ **چوتھا تعلق:** پچھلی آیتوں میں [illegible] اب [illegible] کے متعلق [illegible] ہے۔

شان نزول: اس آیت کریمہ کے شان نزول کے متعلق بہت روایتیں ہیں اور ہر روایات پر بہت اعتراض ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے تحقیقی قول جس پر کوئی اعتراض نہ ہو عرض کرتے ہیں۔ ہجرت سے پہلے کفار قریش نے یہود عرب کو جن میں مالک ابن صیف بھی تھا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مناظرہ کرنے کے لئے بلایا مالک ابن صیف یہود کا بڑا عالم تھا کفار قریش [illegible]

مقصد تھا کہ وہاں سے سامنے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے علمی یا سامعہ ہو سکے مقابلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب ہی لوگوں پر ظاہر ہو اور لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائیں۔ جب مالک مناظرہ کے لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہوا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ اے مالک ابن صیف بتا تو توریت جانتا ہے وہ بولا اس وقت عرب میں مجھ سے بڑا عالم توریت کوئی نہیں فرمایا تجھے قسم ہے اس رب کی جس نے موسیٰ علیہ السلام پر توریت اتاری کیا توریت میں یہ آیت ہے کہ ان اللہ یبغض الحبر السمین اللہ تعالیٰ موٹے پادری کو ناپسند فرماتا ہے سو وہ بولا کہ ہاں ہے فرمایا تو بہت پادری ہوا موٹا ہو گیا ہے مالک ابن صیف بہت موٹا تھا (تو مجھ سے مناظرہ بعد میں کرنا پہلے بحکم توریت اپنا ایمان ثابت کر) اس فرمان عالی پر مالک گھبرا گیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منہ کر کے بولا ما انزل اللہ علی بشر من شیء اللہ نے کسی بشر پر کچھ نہ اتارا (نہ وحی نہ کتاب) اس کی اس بکواس پر خود یہود اسے لعنت ملامت کرنے لگے اور بولے کہ تو نے تو توریت شریف کے نزول کا بھی انکار کر دیا۔ وہ بولا کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ دلا دیا جس سے میں بے آپ ہو کر یہ کلمہ کہہ بیٹھا۔ یہود بولے کہ چل تو ہماری سرداری کے قابل نہیں کہ تو غصہ میں اپنا مذہب ہی کھو بیٹھا سے اسے ریاست سے معزول کر کے اس کی جگہ کعب ابن اشرف کو اپنا پادری امیر مقرر کر لیا۔ اس موقعہ پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ جس میں مالک ابن صیف کی بڑبڑ کا جواب دیا گیا (از تفسیر خازن خزائن روح المعانی مدارک وغیرہ) خیال رہے کہ اس بیان سے ظاہر ہوا کہ یہ مناظرہ یہود سے ہوا تھا اور ہجرت سے پہلے کفار قریش کی کوشش سے ہوا تھا۔ لہٰذا آیت کریمہ پر یہ اعتراض نہیں کہ سورہ انعام مکیہ ہے اور یہود سے مناظرے بعد ہجرت ہوئے ہیں یا یہ کہ مکی آیتوں میں اہل کتاب سے خطاب نہیں ہوتا یہ قاعدہ غلط ہے کہ مکی سورتوں میں اہل کتاب سے خطاب نہیں ہوتا۔ دیکھو سورہ بنی اسرائیل مکیہ ہے مگر اس میں یہود سے بہت خطاب ہیں۔ سورہ مریم مکیہ ہے مگر اس میں عیسائیوں سے بہت خطابات ہیں۔ بعض مفسرین نے یہاں بہت دشواری محسوس کی ہے مگر اس توجیہ پر کچھ دشواری نہیں۔ اہل مکہ نے بہت دفعہ قرآن کریم کے مقابلہ کے لئے یہودی پادریوں کو مکہ معظمہ بلایا اور ان سے مدد کی طلب کی ہے۔

تفسیر۔ وما قدروا اللہ حق قدرہ یہ یا جملہ ہے جس میں واو ابتدائیہ ہے قدروا بنا ہے قدر سے قدر کے بہت معنی ہیں تنگی' انداز' مقدار' قدرت' تعظیم' توقیر کسی کی ذات و صفات جاننا پہچاننا یہاں آخری معنی مراد ہیں اور ہو سکتا ہے کہ تعظیم و توقیر قدر کی مراد ہو قدروا کا فاعل وہی یہود ہیں جن سے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی حق قدرہ مفعول مطلق ہے قدروا کا اس کی نحوی ترکیب نحوی کتابوں سے معلوم کرو۔ اصل میں قدروا حقا حق قدرہ ہے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ جیسی اللہ کی شان واقعہ میں ہے ویسی جاننا اس معنی سے کسی مخلوق سے ادا نہ ہو سکا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ما عرفناک حق معرفتک ہماری معرفت محدود ہے اس کی ذات و صفات غیر محدود۔ دیکھو ہم سمندر کو دیکھ لیتے ہیں مگر اس کی تہ کو نہیں۔ معلوم کر سکتے سورج کو دیکھتے ہیں مگر اس کا احاطہ نہیں کر سکتے ہم لوگ روح کو اپنے میں پاتے ہیں مگر اس کی حقیقت بلکہ اس کا ادراک نہیں کر سکتے۔ جب اس کی مخلوق کا یہ حال ہے تو اللہ تعالیٰ بلکہ اس کے رسول کی حقیقت کا ادراک بھی نہیں کر سکتے۔ جب جنت میں رب کا دیدار ہوگا۔ تب بھی اسے دیکھ سکے گا اس کا احاطہ نہیں ہو سکے گا اس لئے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ لا تدرکہ الابصار تمہیں رب کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔ دیکھنا اور ہے احاطہ کرنا کچھ اور۔ دوسرے یہ کہ حق قدرہ سے مراد جیسی اس کی معرفت

www.alahazratnetwork.org

کے لئے ضروری ہے اور جس طرح اسے ماننا ضروری ہے اسی طرح نہ جاننا بھی معنی یہاں مراد ہیں اسی لئے ان پر اظہار عتاب فرمایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت ایمان کے لئے ضروری ہے وہ سب کو نہیں ہو سکتی جیسے ہم کہ اللہ وہ ہے جس نے حضرات انبیاء کو بھیجا ان نے اس کتابیں اتاریں۔ خدا تعالیٰ کی ذات و صفات کی معرفت نبی سے ہی ہوتی ہے ہم کو خود اپنی ذات و صفات اپنے اعمال و افعال کی خبر نہیں عموماً ہوتا ہے کہ اس سے ان اعمال و احوال سے شانِ الٰہی کا ذریعہ ہیں۔ ولی سے غضب الٰہی کا باعث لوگ حلال سے لوگ حرام یعنی خالق و مخلوق معبود و عابد کی معرفت نبی کے ذریعہ ہو گئی ہے خود فرماتا ہے **ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق۔ اذ قالوا ما انزل اللہ علی بشر من شیء** ظاہر یہ ہے کہ یہاں اذ ظرفیہ ہے اور یہ جملہ **ما قدروا اللہ** کی دلیل ہے **قالوا** کا فاعل وہی ہوہ ہیں یا مکہ کے مشرکین اور ان سے ہم نے جھوں نے عصر میں یہ بکواس بکی تھی بشر سے مراد حضرات انبیاء کرام ہیں اور من نفی میں استغراقیت اور یہ مجرور انزل کا فاعل ہے۔ **شیء** سے مراد کتاب صحیفہ یعنی ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر و شان نہ جانی کیونکہ انہوں نے یہ کہہ دیا کہ اللہ نے کسی بشر کو نبی بنایا۔ کسی پر کوئی کتاب یا وحی اتاری۔ نبی اور کتاب نازل کرنا رب تعالیٰ کی شان و قدرت کا تقاضا ہے۔ **قل من انزل الکتاب الذی جاء بہ موسی۔** اس عبارت میں ان یہود کی تنبیہ ہے قل میں خطاب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے یہ قل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے لئے ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم یہ جواب اپنے رب سے چکے تھے۔ قرآن مجید کے بہت سے احکام و فرمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید کے لئے ہیں دیکھو صفوی آیات نمود کی آیات سے پانچ چھ سال بعد نازل ہوئیں مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو پہلے ہی سے وضو کرا کے نمازیں پڑھائی تھیں۔ کتاب سے مراد توریت شریف ہے کہ یہی موسیٰ علیہ السلام پر اتری اور ہو سکتا ہے کہ کتاب سے مراد توریت اور موسوی صحیفے سب ہی ہوں مگر پہلا احتمال زیادہ قوی ہے کیونکہ یہاں توریت قرار دینا ہی کافی تھی قرآن صورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور ان پر کتاب اترنے کا ذکر صراحۃً نہ ہوتا ان تینوں باتوں کو صاف صاف بیان فرمانے کے لئے اتنی دراز عبارت ارشاد ہوئی۔ چونکہ موسیٰ علیہ السلام کوہ طور سے توریت شریف لائے تھے اس لئے **جاء بہ موسی** ارشاد ہوا۔ قوم سے سامنے توریت آپ پر نازل ہوئی تھی یہ تو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صحابہ کے سامنے آیت اتریں صحابہ کرام نے واقعات ان آیات کا شان نزول بنے ان کے واقعات بھی اور مقامات پر آیت اتریں۔ خیال رہے کہ طالب جانا مطلوب کے پاس عاشق جاتا ہے معشوق کے پاس محب جاتا ہے حبیب کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام طالب تھے توریت مطلوب تھی اس لئے آپ توریت لینے طور پر گئے مگر ہمارے حضور مطلوب تھے قرآن طالب اس لئے قرآن مجید آپ کے پاس آیا حرم میں آیا میدان جنگ میں آیا حتیٰ کہ بیت الخلا میں آیا جہاں آپ بیت المقدس میں تشریف لے گئے۔ **نورا و ھدی للناس** یہاں نور اور ھدی الکتاب کا حال ہے یا ہو سکے معنی میں نور ظاہر و روشن چیز ہیں خود ظاہر ہے ان دونوں لفظوں کا تعلق یہ ہے کہ توریت شریف کتاب ظاہر ہوتا ہے تھا اس سے شریعت کے احکام موسیٰ علیہ السلام کی نبوت ظاہر ہوتی تھی ہدایت سے مراد ہے حق یا حق میں راہ دکھانے والی۔ یہاں سمجھو کہ نور کہ وہ اس کا سامان ہے ہدایت سے مراد ہے توریت شریف کے نور تھی شرعی احکام کے ہدایت تھی یعنی فرمایا ہے کہ نور کی ہدایت ہے اور ہدایت ہے

www.alahazratnetwork.org

تھی۔ جیسے کہ توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بعض کے لئے ہدایت تھی۔ جنھوں نے موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ توریت وہ اساس شریعت [illegible] عیسیٰ تک ہے [illegible] زمانہ موسیٰ سے نبی اسرائیل [illegible] کی [illegible] کے لئے توریت [illegible] ہدایت [illegible] تمام [illegible] کے لئے ہدایت نہ تھی اور منسوخ ہونے کے بعد تو کسی کے لئے ہدایت نہ رہی۔ یہ حصہ قرآن مجید کی شان ہے وہ کریم للعلمین ہے اپنے نزول کے وقت سے لے کر تاقیامت بلکہ بعد قیامت تمام جہاں کے لئے نصیحت ہے کیونکہ صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ یاد رکھو کہ توریت شریف صرف نور اور ہدایت تھی مگر قرآن کریم نور بھی ہے ہدایت بھی ہے ہدایت بھی شفاء بھی ہے مخلوق کو مکمل کرنے والا بھی اور قرآن مجید میں درد دل بھی ہے سوز و گداز بھی کہ بغیر سمجھے ہوئے بھی لوگ اسے سن کر تڑپ جاتے ہیں رونے لگتے ہیں۔ **تری اعینھم تفیض من الدمع** اور **تقشعر منه جلود الذین یخشون ربھم** قرآن میں نورانیت ہدایت وغیرہ تو پہلے ہی موجود تھی۔ جب وہ لوح محفوظ میں تھا مگر اس میں سوز و گداز وغیرہ جب آئے جبکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے جاری ہوا جیسے بجلی میں پاور جب آتا ہے جب اسے کوئی مشین جاری کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوز و گداز کا مرکز ہیں دیکھو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستے مبارک اس سے آپ کے فراق میں لکڑیاں روئیں کنکروں نے کلمے پڑھے ہرنی اونٹ نے فریادیں کیں۔ اب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نظر کرم کرتے ہیں اس پر رقت خوف و خشیت الٰہی طاری ہو جاتی ہے۔ **تجعلونه قراطیس** اس عبارت میں یہود کے اس معاملہ کا ذکر ہے جو انھوں نے توریت شریف کے ساتھ کیا۔ **قراطیس** جمع ہے **قرطاس** کی بمعنی **قد قراطیس** یعنی کاغذات یعنی تم لوگوں نے توریت شریف کے کاغذ الگ کر دیئے [illegible] [illegible] کہ وہ توریت باقی [illegible] چھپالی کچھ ظاہر کی [illegible] [illegible] ہو [illegible] بحوالی تجعلون کو لیں کہ اس کی تحریف [illegible] کرتے ہو۔ **تبدونھا و تخفون کثیرا** یہ عبارت **قراطیس** کی صفت ہے [illegible] **اخفاء** سے بمعنی چھپانا [illegible] جو احکام تمہاری مرضی کے موافق ہیں انہیں تو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تمہاری منشاء کے خلاف ہیں انہیں تم اس طرح چھپاتے ہو کہ کسی کو ان کی [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت [illegible] شرمسار کرنے کی [illegible] خیال رہے کہ توریت شریف [illegible] جیسے قرآن مجید کی طرح ہم لوگوں [illegible] تھی اس لئے [illegible] چل جاتے تھے۔ قرآن مجید چونکہ حافظ [illegible] مسلمان [illegible] اس نے یہاں بدلنے یا چھپانے کی کوئی صورت ہی نہیں [illegible] آیات [illegible] تحریف [illegible] لگا [illegible] [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] **وعلمتم ما لم تعلموا انتم ولا اباؤکم** یہ عبارت **تجعلونه** پر معطوف [illegible] [illegible] اور اس میں ان نعمت کا ذکر ہے جو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ عطا [illegible] جو تمہیں ملے تھے نہ تمہارے گذشتہ باپ دادوں کو یعنی علوم قرآنیہ کے ذریعہ اور بعض [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] بہرحال حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان علوم کا [illegible] ہیں بعض مفسرین نے فرمایا کہ

www.alahazratnetwork.org

اس میں خطاب مسلمانوں سے ہے [illegible] مگر پہلی بات
زیادہ قوی ہے [illegible] خطاب [illegible] عقلی علوم سائنس ریاضی حساب
[illegible] اس وقت [illegible] بلکہ [illegible] علوم نقلیہ یعنی
عقائد شریعت طریقت حقیقت معرفت وغیرہ سکھائے [illegible] اس میں چار احتمال ہیں اللہ تعالیٰ جبریل یا قرآن مجید
یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے دو احتمال درست نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ یا حضرت جبریل نے براہ راست بلاواسطہ [illegible] کو
[illegible] سکھایا [illegible] یہ تعلیم یا حضرت جبریل [illegible] اور امت [illegible] تمہارا رب یا جبریل ہوں میرا یہ
حکم مانو تو [illegible] ماننا لازم نہ ہوتا حکم ربانی اس وقت لوگوں کے لئے لازم ہوتا ہے جب نبی کی زبان سے ادا ہو جائے۔ نیز
توریت کی جو تختیاں حضرت موسیٰ کے [illegible] اتریں ان کے احکام کسی کے لئے واجب العمل نہ ہوئے [illegible] پچاس
وقت کی نمازیں جو معراج میں فرض ہوئیں [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں تک
نہ پہنچائیں لہٰذا [illegible] سکھانے والا قرآن ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مگر قرآن [illegible] ذریعہ علم ہے [illegible] نہیں
لہٰذا حق یہی ہے کہ علم دینے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا ہوتے ہی عملی تعلیم
شروع فرمادی [illegible] بہرحال تعلیم ہے تاقیامت قرآن مجید کا [illegible] چالیس سال کے بعد شروع ہوا اگر تعلیم [illegible]
سے شروع ہوگی۔ نیز اگر [illegible] قرآن سکھاتا ہے تو قرآن کون سکھاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] فرماتا
ہے **و یعلمهم الکتاب والحکمة** خیال رہے کہ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم دینے کا [illegible] علم
لینے والا نہیں [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے علم [illegible] قصور [illegible] کہا جائے کہ
سورج سے [illegible] دشمن نہ پہنچے تو اس سے سورج کے نور دینے میں
کمی نہیں ہوتی۔ **قل اللہ** یہ عبارت **من انزل الکتب** [illegible] لفظ اللہ [illegible] پوشیدہ تھا [illegible] قل میں خطاب حضور صلی
اللہ علیہ وسلم سے ہے [illegible] یہ سوال [illegible] خود
ہی فرمادو [illegible] رب اللہ تعالیٰ نے ہی [illegible] قرآن مجید اپنے محبوب [illegible]
[illegible] **ثم ذرهم فی خوضهم یلعبون** یہ عبارت معطوف ہے **قل اللہ** [illegible] لفظ **ذر**
امر [illegible] اس کا کوئی مصدر [illegible] **ذر** [illegible] خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم
سے ہے اور **هم** [illegible] مراد [illegible]
طرف [illegible] **خوض** سے لغوی
معنی [illegible] **خوض** [illegible] باطل [illegible]
[illegible] **یلعبون** [illegible] لعب [illegible]
[illegible] تبلیغ رسالت [illegible]
[illegible] **ان علیک الا البلاغ** [illegible] حضور صلی اللہ
علیہ وسلم [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے

www.alahazratnetwork.org

جو دنیا سے خدا نے چھوڑ دیا ہے وہ شیطان کا شکار بن جاتا ہے۔ نفس ہے جس میں شیطان اس کی زینت نفس امارہ شکاری ساتھ رہیں ہم لوگ تو یاد بیاں ہیں شریعت بیان [illegible] کی نگرانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اور اس کی حفاظت علماء اولیاء کر رہے ہیں وہ اس قلعہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں رہ کر باہر ہونے سے بچ گیا۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر سے [illegible] آیا ان نصیب [illegible] ارشاد ہو درهم انہیں چھوڑ دو مگر مسلمانوں کے متعلق حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا لا تعد عيناك عنهم آپ کی نگاہیں ان مومنین سے نہ ہٹیں اور ارشاد ہے فقل سلام عليكم كتب ربكم على نفسه الرحمة اور ارشاد ہے واخفض جناحك للمومنين اے محبوب اپنے رحمت کے پروں میں مسلمانوں کو لے لو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی مسلمان سے آنکھیں نہیں پھیرتے تب ہی مسلمان رہتے ہیں۔

خلاصہ تفسیر : انسان کی زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے کہ اس کے بغیر انسان کی کوئی قدر و قیمت نہیں جیسے گھڑی وقت نہ دے تو پھینک دی جاتی ہے گائے بھینس دودھ کے قابل نہ رہے تو ذبح کر دی جاتی ہے ایسے ہی انسان رب کی عبادت نہ کرے تو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا اور عبادت موقوف ہے رب تعالیٰ کی شان جاننے پر کسی کی اطاعت اس کی شان کے لائق کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کی شان صرف عقل سے نظر نہیں آتی جب تک کہ عقل کی آنکھ پر نبوت کا چشمہ نہ لگا ہو جنہوں نے اس چشمہ کے بغیر رب کی شان دیکھنی چاہی وہ ٹھوکریں کھاتے رہے۔ اس لئے ارشاد ہوا "اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ان یہود نے اللہ تعالیٰ کی شان جانی نہیں اس کی قدر جیسی چاہئے تھی پہچانی نہیں" کیونکہ انہوں نے آسمانی کتاب اور نبوت کا یکدم انکار کر دیا کہہ دیا کہ اللہ نے کسی بندے پر کوئی وحی آسمانی کتاب نہیں اتاری۔ نبوت کا انکار در پردہ رب تعالیٰ کی الوہیت و ربوبیت کا انکار ہے آپ ان سے پوچھئے کہ بتاؤ تو وہ کتاب اور وحی جو موسیٰ علیہ السلام کوہ طور سے لائے تھے جس میں اس زمانہ کے بنی اسرائیل کے لئے روشنی بھی تھی اور ہدایت بھی۔ جس کے تم نے ورق ورق اڑا دیئے کہ اس کا کچھ حصہ بدل دیا بہت سا حصہ چھپا لیا اور اب بھی چھپا رہے ہو۔ بتاؤ وہ کتاب کس نے اتاری تھی۔ جب تم خود مانتے ہو کہ وہ کتاب اللہ نے موسیٰ علیہ السلام پر اتاری تھی تو تم اپنے عقیدے سے اس قول میں جھوٹے ہوئے کہ اللہ نے انسان پر کچھ نہ اتارا اور اے [illegible] محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت وہ باتیں وہ علوم سکھائے گئے جو نہ تم کو معلوم تھے نہ تمہارے باپ دادوں کو تاکہ فرعون نے [illegible] انہیں [illegible] اللہ تعالیٰ نے اتاری تھی تاکہ فرما کر آپ ان کو ان کی طرف [illegible] انہیں چھوڑ دو اپنی بیہودگیوں میں کھیلتے رہیں [illegible] اس [illegible] رحمت سے دور [illegible] خیال رہے کہ انبیاء کرام کی تشریف آوری اور آسمانی کتب کا نزول [illegible] وہ اللہ تعالیٰ [illegible]

[illegible]

www.alahazratnetwork.org

[illegible] تم لوانی عمارت کا علم [illegible] طریقہ تھا بلکہ وہ [illegible] تم میں [illegible] انہیں [illegible] لہذا یہ آیت بالکل حق و درست ہے۔ [illegible] اور نزول قرآن میں [illegible] فرق ہے [illegible] علیہ السلام طور [illegible] قرآن خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آیا [illegible] کے قرآن مجید [illegible] آسمانی سے [illegible] قرآن [illegible] معنی پیدا ہو جاتے ہیں [illegible] تحقیق [illegible] شان نزول [illegible] صحابہ کرام میں [illegible] صحابہ کا احسان [illegible] صحابی [illegible] پانچ [illegible] حضرت [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا [illegible] حفاظت رب نے اپنے ذمہ [illegible] حفاظت اپنے ذمہ لے لی۔

فائدے اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ [illegible] اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات [illegible] وما قدروا اللہ [illegible] دوسرا فائدہ بندہ پر فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کو [illegible] حاصل [illegible] مشرکین [illegible] تیسرا فائدہ نبی اور نبی کے کمالات کا انکار اللہ تعالیٰ کی صفات [illegible] اللہ تعالیٰ کی ربوبیت [illegible] الوہیت [illegible] قدرت کا ظہور نبی سے ہوتا ہے [illegible] اذ قالوا ما انزل اللہ الخ سے حاصل ہوا۔ دیکھو ایک [illegible] نبی اور کتاب کا انکار کیا تو اس کے متعلق فرمایا گیا [illegible] اللہ کی شان نہ جانی۔ بعض بزرگ پڑھتے ہیں۔ شعر

میرا ولیوں والا اللہ ھو میرا نبیاں والا اللہ ھو
میرا قطبوں والا اللہ ھو میرا غوثاں والا اللہ ھو

بالکل درست پڑھتے ہیں۔ چوتھا فائدہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے علوم [illegible] ایک مستقل علم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] طریقہ [illegible] پانچواں فائدہ [illegible] اللہ کی با [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] آیت پیش فرمائے [illegible] چھٹا فائدہ [illegible] حضور صلی اللہ علیہ [illegible]

[illegible]

www.alahazratnetwork.org

یجعلوا للہ ابن صیف علیہ السلام اللہ نے کسی بشر پر کچھ نہ اتارا یہ سالبہ کلیہ ہے تب قرآن کریم کا اس کی تردید میں فرمانا کہ موسیٰ علیہ السلام پر توریت کس نے اتاری یہ ہے موجبہ اور منطقی قاعدے سے موجبہ جزئیہ سالبہ کلیہ کی نقیض ہوتی ہے جس کے ثبوت سے سالبہ کلیہ [illegible] جاتا ہے یہ منطق کے بہت سے قاعدوں کا مجموعہ ہے جو قرآن کریم کی ایک آیت نے بیان فرمایا۔ آٹھواں فائدہ توریت شریف صرف انسانوں میں صرف بنی اسرائیل کے لئے نور اور ہدایت تھی دوسری مخلوق بلکہ بنی اسرائیل کے علاوہ دوسرے لوگوں کے لئے نہ ہدایت تھی نہ نور یہ فائدہ **ھدی للناس** کی تفسیر سے حاصل ہوا اور اب وہ کسی کے لئے نور نہ رہی اب جو کوئی توریت کے ذریعہ موسیٰ علیہ السلام کی معرفت اللہ تعالیٰ کو مانے وہ مومن نہیں۔ سورج کے ہوتے چاند تارے پرانی روشنی نہیں دیتے۔ قرآن مجید ساری مخلوق کے لئے ہے اور ہمیشہ کے لئے ہے کہ اس کے متعلق ارشاد ہوا **ذکر للعلمین** نواں فائدہ پچھلی کتابیں لوگوں نے چھپا بھی لیں اور بدل بھی ڈالیں مگر قرآن مجید کسی کے چھپانے چھپ نہ سکا کسی کے مٹائے مٹ نہ سکا۔ یہ فائدہ **تخفون کثیرا** سے حاصل ہوا۔ الحمد للہ قرآن حافظوں اور قاریوں کے ذریعہ معنی اور احکام قرآن علماء کے ذریعہ اسرار قرآن اولیاء اللہ کے ذریعہ اس طرح محفوظ کر دیئے گئے کہ کوئی شخص اس کا ایک نقطہ نہ چھپا سکے نہ بدل سکے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ دسواں فائدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام پوشیدہ علوم ظاہر کئے جو اور نبی ظاہر نہ کر سکے شعر۔

[illegible] وقفہ [illegible] عالم [illegible] سایہ تو سایبان عالم

یہ فائدہ **و علمتم ما لم تعلموا** الخ سے حاصل ہوا جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو بے علم مانے وہ اس آیت کا منکر ہے۔ گیارہواں فائدہ۔ کافروں کو زبردستی مسلمان بنانا جائز نہیں مذہبی آزادی ہے یہ فائدہ **ثم ذرھم** الخ سے حاصل ہوا۔ رب تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے **لا اکراہ فی الدین** جہاد کفار کا زور توڑنے کے لئے ہوتا ہے نہ کہ کافروں کو جبراً مسلمان بنانے کے لئے۔ خیال رہے کہ قرآن کریم نے توریت شریف کی چند صفات بیان فرمائی ہیں۔ نور ہدایت رحمت تبیان لکل شیئ اور قرآن کے بہت نام قرآن میں آئے ہیں قرآن فرقان نور ہدایت ذکر مثانی کریم وغیرہ اور یہ تمام نام [illegible] معنی ہیں جیسے قرآن کے معنی ہیں سب کو جمع کرنے والا حتیٰ کہ مردوں اور زندوں سے تعلق رکھنے والا جو کہ سوا قرآن کے زندوں [illegible] نہیں پہنچتا۔ قرآن پڑھا جانے والا کہ قرآن ہی زندگی و موت میں ساتھ رہنے والا غرضیکہ قرآن کی بے شمار صفات ہیں۔ پھر قرآن جیسا رب کے پاس سے آیا ویسا ہی امت تک پہنچا اور ویسا ہی امت کے پاس رہا مگر توریت جیسی آئی تھی ویسی امت کے پاس نہ پہنچی کیونکہ موسیٰ علیہ السلام جب توریت لے کر واپس ہوئے تو قوم کو گوسالہ پرستی [illegible] غصہ میں اپنے بھائی حضرت ہارون کی داڑھی پکڑ کر کھینچا۔ تختیاں [illegible] [illegible] تختیاں [illegible] رب فرماتا ہے **لما سکت عن موسی الغضب اخذ الالواح و فی نسختها هدی و رحمۃ للذین هم لربهم یرهبون** [illegible] امت کو پہنچیں [illegible] لوگوں نے اس میں ترمیم [illegible] یہ فرق ہے قرآن کے [illegible] ہونے میں اور توریت کے [illegible] ہونے میں۔

پہلا اعتراض۔ اس آیت میں یہود کا عیب بیان ہوا کہ انہوں نے اللہ کی قدر و منزلت اس کی شان نہ جانی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **ما عرفناک حق معرفتک** اے مولا ہم نے تجھے پہچانا جو حق تھا پہچاننے کا اگر یہ بات تو

www.alahazratnetwork.org

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان عالی کا کیا مطلب ہے۔ جواب: اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ حق معرفت یا حق قدر کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ جتنی اس کی شان وقدر ہے اتنا جاننا یہ تو ناممکن ہے۔ اس کی شان ہمارے خیال و گمان سے وراء ہے۔

اے برتر از خیال و گمان و قیاس و وہم   و از ہر چہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم

رب تعالیٰ کی تو بڑی شان ہے کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کما حقہ نہیں جان سکتا۔ شعر

کس ندانست کہ منزل گہ محبوب کجا است   ایں قدر ہست کہ بانگ جرسے می آید

لا یمکن الثنا کما کان حقہ   بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

وہاں عقل اتنی تنگی کی گنجائش نہیں ہے۔ سمندر کی پانی دیکھا جاتا ہے جو محسوس کی باتی ہے سورج نظر آتا ہے مگر ان کی پیمائش کوئی نہیں کر سکتا۔ حق معرفت انہیں کوئی نہیں جانتا۔ یہ تو اس کی مخلوق کا حال ہے تو خالق کی شان کا کیا پوچھنا۔ دوسرے یہ کہ بندوں پر جس طرح اس کا جاننا پہچاننا لازم ہے اسی طرح جو مانا پہچانا یہ معرفت ہر بندے پر ضروری ہے۔ حدیث شریف میں پہلے معنی مراد ہیں اور یہاں دوسرے معنی مراد ہیں لہٰذا آیت و حدیث میں تعارض نہیں جس نے رب تعالیٰ کے لئے شریک یا اولاد مانی اس نے اس کی معرفت کا حق ادا نہ کیا جس نے اسے شریک، اولاد وغیرہ سے پاک مانا نبیوں والا ولیوں والا مانا اس نے اسے ویسے ہی مانا جیسے ماننا چاہیئے تھا۔ دوسرا اعتراض: یہاں جاء بہ موسیٰ کیوں فرمایا انزل علی موسیٰ کیوں نہ فرمایا؟
جواب: اس فرمان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا اظہار ہے کہ موسیٰ علیہ السلام طور پر جا کر توریت ایک بار لائے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں قرآن مسلسل آتا رہا یعنی موسیٰ علیہ السلام طالب کتاب ہیں کہ اسے لینے طور پر جاتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم مطلوب قرآن ہیں کہ خود قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بعد منور بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر شریف پر آتا ہے۔

کلام لینے کو جاتے تھے طور پر موسیٰ   تمہارے گھر میں خدا کا کلام آتا ہے

تیسرا اعتراض: یہاں توریت شریف کی دو صفتیں بیان ہوئیں، نور اور ہدایت۔ مگر دوسری آیت میں توریت کی صفت تبیانا لکل شیء بھی بیان ہوئی۔ یعنی ہر چیز کا بیان اس فرق کی کیا وجہ ہے؟ توریت شریف تبیان تھی یا نہیں۔
جواب: جب توریت تھی تو تبیانا لکل شیء بھی تھی مگر جب موسیٰ علیہ السلام سے گر گئی تو نور اور ہدایت تو رہ گئی مگر تبیانا نہ رہی اس کا تبیان ہونا اٹھا لیا گیا۔ چنانچہ اس آیت میں قرآن کریم فرماتا ہے **لما سکت عن موسی الغضب اخذ الالواح و فی نسختہا ھدی و رحمۃ** جب موسیٰ علیہ السلام کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو آپ نے تختیاں اٹھالیں۔ اس وقت اس میں ہدایت اور رحمت تھی لیکن تبیان نہ رہا تھا قرآن مجید تبیان ہے۔ آیا اور معلوم ہے فرماتا ہے **و نزلنا علیک الکتب تبیانا لکل شیء** لہٰذا آیتوں میں تعارض نہیں۔ چوتھا اعتراض: جب توریت شریف نور بھی ہے اور ہدایت بھی تو قرآن مجید ماننے کی کیا ضرورت ہے؟ یہودی کا جواب: جب موسیٰ علیہ السلام وہ کتاب لائے تھے تب نور بھی تھی اور ہدایت بھی۔ مگر جب منسوخ ہوئی تو نہ نور رہی نہ ہدایت۔ یہاں **نورا و ھدی** حال ہے اور حال اس کا عامل۔ حال عامل کے لئے قید ہوتی ہے الخ میں لکھوں گا۔ چراغ سامنے یا میرے پاس ہوا ہو کر آیا تو اس سے مجھے یہ نہیں کہ وہ اب بھی ہمارے ہے بلکہ آج

www.alahazratnetwork.org

وقت ہوا۔ غرض اس وقت کے متعلق ارشاد ہے **و من یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخاسرین** رات میں چاند تارے روشنی ہوتے ہیں اور ہدایت بھی۔ سورج نکل آنے پر کچھ بھی نہیں رہتے ہم نے عرض کیا ہے۔ شعر۔

اے انبیاء و مرسلین تارے ہیں تم مہ مبیں — سب چمکانے رات بھر چمکے جو تم کوئی نہیں

پانچواں اعتراض: تم نے کہا کہ توریت موسیٰ علیہ السلام طور سے لائے اور قرآن خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا مگر احادیث سے ثابت ہے کہ سورہ بقرہ کا آخری رکوع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی شب لامکان میں عطا ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو قرآن مجید کی بعض آیات لائے پھر تمہارا یہ قول کیسے درست ہوا؟ **جواب:** موسیٰ علیہ السلام توریت لینے طور پر گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں گئے نہیں بلائے گئے۔ جانے بلانے میں بڑا فرق ہے پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن دینے کے لئے نہیں بلایا گیا بلکہ ملاقات خصوصی کے لئے یہ آیات بطور تحفہ شاہانہ عطا ہوئیں دینے کے لئے بلانا اور ملاقات کے لئے بلانا پھر چلتے وقت تحفہ دینا ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ **چھٹا اعتراض:** اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ توریت بھی نور اور ہدایت دوسری آیت میں ہے کہ توریت **تبیان لکل شیء** تھی رحمت بھی تھی پھر قرآن اور توریت میں کیا فرق رہا؟ **جواب:** چند طرح فرق ہے ایک یہ کہ توریت وقتی طور پر نور و ہدایت وغیرہ تھی۔ قرآن دائمی دوسرے یہ کہ توریت قابل زوال نور و ہدایت تھی اس لئے منسوخ ہو گئی۔ قرآن ناقابل زوال غیر منسوخ جیسے چاند یا چراغ اور سورج تیسرے یہ کہ توریت جیسی آئی تھی ویسی قوم کو ملی نہیں اس کا بہت سا حصہ اٹھا لیا گیا تھا یا نہ آئی تھی ملی نہیں پھر جیسی ملی ویسی رہی نہیں قرآن مجید جیسا آیا تھا ویسا ہی امت کو ملا اور جیسا ملا تھا ویسا ہی رہا بہت بڑا فرق ہے۔ **ساتواں اعتراض:** بعض مفسرین نے فرمایا کہ **ثم ذرھم** آیت منسوخ ہے کیا یہ درست ہے۔ **جواب:** انہوں نے **ذرھم** کے معنی یہ سمجھے کہ انہیں چھوڑ دو ان پر جہاد نہ کرو اس لئے جہاد کی آیت سے منسوخ کہتے ہیں مگر قوی یہ ہے کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ انہیں ان کے دین پر رہنے دو انہیں جبرا مسلمان نہ بناؤ اور یہ حکم محکم ہے۔ منسوخ نہیں یا یہ مطلب کہ ان کی ڈھٹائی پر غم نہ کرو دلائل سنانا آپ کا کام ہے منوانا آپ کا کام نہیں اس کی تفسیر وہ آیت ہے **علیک البلاغ و علینا الحساب** لہٰذا مطلب واضح ہے۔ **آٹھواں اعتراض:** یہ آیت مشرکین مکہ کے متعلق نازل ہوئی ہے کہ علماء یہود کے متعلق لہٰذا **ما قدروا** اور **قالوا** الفاظ وہی مشرکین ہیں کہ یہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل جانتے مانتے تھے کہ کہا کرتے تھے **لو انا انزل علینا الکتاب لکنا اھدی منھم** [illegible] یہ کتاب اترتی تو ہم مقابلہ [illegible] ہدایت والے ہوتے اس سے انہیں توریت کے [illegible] ہو گیا لہٰذا [illegible] یہود کے متعلق اس آیت کا نزول ہے۔ مکہ معظمہ میں یہود نہیں تھے اور یہ آیت مکی ہے۔ (از تفسیر معانی خازن کبیر وغیرہ)۔ (نوٹ اس آیت کے [illegible] متعلق مفسرین کے تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ یہ آیت مدنیہ ہے اگرچہ سورہ انعام مکیہ ہے دوسرے یہ کہ یہ آیت مشرکین مکہ کے جواب میں آئی۔ انہوں نے ہی کہا تھا کہ اللہ نے کسی بشر پر کچھ نہ اتارا۔ تیسرے یہ کہ یہ آیت مکیہ ہے اور یہود کی تردید میں آئی ہے۔ ہم نے یہ تیسرا احتمال ہی اختیار کیا ہے۔ یہ اعتراض دوسرے حضرات کا ہے۔ **جواب:** حق یہ ہے کہ آیت کریمہ [illegible] مکیہ مگر اتری ہے یہود کی تردید میں [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے [illegible] تھے ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مناظرہ ہوتا

www.alahazratnetwork.org

توریت وغیرہ بھی اس مسئلہ میں بے دخل ہے۔ یہ دو احکام پوشیدہ چھوڑ دیئے تھے جب اس کی کوئی تحقیق نہیں اور اگر یہ آیت مشرکین عرب سے متعلق ہو تو **تجعلونه قراطيس** الخ درست نہ ہوگا کیونکہ توریت سے ورقے پرزے کرنا اس سے بعض حصہ کو چھپانا بعض کو ظاہر کرنا مشرکین عرب کا کام نہ تھا یہ کام صرف علماء یہود کا تھا۔ خیال رہے کہ الہام اتنا قطعی ہوتا ہے۔ نہیں ہو سکتا۔ **علمتم ما لم تعلموا** فرمانا مناسب ہے تو تا کہ یہود مشرکین کو سکھایا نہ سکے باپ دادا اول کو توریت سے یہ علم نہیں دیا گیا تھا اس پر فرمایا گیا کہ تمہیں قرآن کے ذریعہ وہ علوم دیئے گئے جو بذریعہ توریت تم کو اور تمہارے باپ دادا کو نہ دیئے گئے تھے۔ **والله و رسوله اعلم۔**

تفسیر صوفیانہ اللہ تعالیٰ و تحقیق نہیں جان سکتی مگر کسی آلہ کے ذریعہ ذات معرفت دو طرح ہے۔ ایک مخلوق اور قدیم والے مخلوق سے محض عقل یا زمین و آسمان کو ذریعہ جانے گا وہ عارف نہیں اور دوسرا ہے قدیم یعنی اس کی کلام وغیرہ کے ذریعہ جانے گا وہ عارف ہے۔ یہاں انہیں کی تردید میں فرمایا گیا **ما قدروا الله حق قدره** کہ انہوں نے اللہ قدیم کو مخلوق سے رب کو جاننا چاہا۔ بعض صوفیاء فرماتے ہیں۔ **عرفت ربي بربي** میں نے رب کو رب سے پہچانا اگر خدا کی معرفت چاہتے تو نبوت اور کلام الٰہی کے ذریعہ سے حاصل کرو۔ یہود نے کتاب الٰہی کو ضائع کر دیا۔ وہ اس ذریعہ سے محروم رہے۔ سب کی کوشش رائیگاں گئی ہے۔ شعر:

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا ۔۔۔ پہچان گیا میں تری پہچان یہی ہے

موٹاپا تین قسم کا ہے ایک وہ جو حرام خوری کے ذریعہ حاصل کیا جائے حرام خوری سے انسان بہت جلد موٹا ہو جاتا ہے مگر اس موٹاپے سے جسم میں طاقت، چہرہ پر نورانیت عبادات میں لذت روزی میں برکت نہیں ہوتی۔ ایسے گوشت کو دوزخ کی آگ بہت جلد پکڑے گی۔ جیسے پیڑوں میں جنگلی ہوئی لکڑی کو آگ۔ دوسرے موٹاپا عیش و عشرت کا یہ بھی اچھا نہیں انسان پر تکالیف آنی رہنی چاہئیں تاکہ نفس قابو سے باہر نہ ہو جائے تیسرا وہ موٹاپا جو دنیا کی بے نیازی، بے فکری کی وجہ سے خود بخود حاصل ہو جاوے وہ اچھا ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ موٹاپا برا ہے سوائے امام محمد کے کہ آپ سے پوچھا گیا تو جواب دیا امام محمد نے دنیاوی فکر نہیں چھوڑی بلکہ اپنے کو اللہ کے سپرد فرما دیا اس بے فکری سے موٹے ہو گئے یہ موٹاپا اللہ کی رحمت ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ لوگ چند قسم کے ہیں۔ بعض وہ جو توریت وغیرہ کتب سے نبی کو مانتے ہیں جیسے حضرت عمر فاروق اور وہ حضرات جو قرآن سن کر ایمان لائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے قرآن نے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا۔ بعض وہ جو نبی سے اولیاء اللہ کو مانتے ہیں کہ نبی ان کے ذریعہ معرفت الٰہی کے ذریعہ کتاب کو مانا جیسے حضرت ابوبکر صدیق کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خدا تک پہنچے سورج، سورج سے پہچانا جاتا ہے۔ یہ قرآن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے مانا کہ یہ حق ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلا۔ قرآن کی سچائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے جانی۔ جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے مانا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی مانتے ہیں کسی صوفی نے کیا خوب کہا۔ شعر:

تجھ سے تجھی کو مانگ کر مانگ لی دونوں جہاں کی خیر ۔۔۔ مجھ سا کوئی گدا نہیں تجھ سا کوئی سخی نہیں

www.alahazratnetwork.org

کامل ایمان یہی ہے۔ صوفیاء کے نزدیک آیت یہ ہے عن اللہ ثم ذرھم۔ اہل معرفت کی آیت ہے اس کا مطلب ہے اللہ بس باقی ہوس۔ تو جو اللہ سے غافل کرے وہ لہو ولعب ہے اس سے منہ موڑو تو رب کے وصال کے لائق ہو گے۔

چوں تفرقہ دل ہست حاصل زہمہ   دل را بیکے سپار و فارغ زہمہ

از تفسیر روح البیان مع زیادہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت و کتاب ایک ساتھ عطا ہوئیں کہ غار حرا میں پہلی آیت اقرأ باسم ربک آئی اسی وقت سے نبوت ملی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت پہلے ملی اور فرعون کے ڈوبنے کے بہت عرصہ بعد توریت عطا ہوئی جو لوگ عطاء توریت سے پہلے فوت ہو گئے وہ بھی کامل مومن تھے نیز فرعون کو موسیٰ علیہ السلام نے اپنی نبوت کے منوانے کی دعوت دی توریت منوانے کی نہ دی کیونکہ اس وقت توریت آئی ہی نہ تھی۔

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی

اور یہ ہے برکت والی کتاب کہ ہم نے اتاری تصدیق فرماتی ان کتابوں کی جو آگے تھیں اور اس لئے کہ تم ڈر سناؤ سب بستیوں کے سردار کو اور جو کوئی سارے جہان میں اس کے گرد ہیں اور جو آخرت پر

اور یہ کتاب ہے جو اتاری ہم نے برکت والی سچا کر دینے والی اسے جو اس کے سامنے ہیں اور تاکہ ڈرائیں آپ مکہ والوں

وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰی

کو اور ان کو جو اس کے آس پاس ہیں اور وہ لوگ جو ایمان رکھتے ہیں آخرت پر وہ ایمان

ایمان لاتے ہیں اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں اور اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں

صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ﴿۹۲﴾

لاتے ہیں اس پر اور وہ اپنی نمازوں پر حفاظت کرتے ہیں

تعلق: اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں ان یہود کی تردید کی گئی تھی جنہوں نے کہا تھا کہ اللہ نے کسی بشر پر کوئی کتاب نہ اتاری۔ تنزیل توریت سے ان کی تردید کی گئی تھی۔ اب انہیں یہود کی تردید نزول قرآن سے [illegible] پچھلی آیت میں توریت کا ذکر تھا اب قرآن کریم کا۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ جو آسمانی کتب کا انکاری ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت بلکہ اس کی الوہیت کا انکاری ہے اب ارشاد ہے کہ جو نزول قرآن کا انکاری ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا منکر ہے کہ رب تعالیٰ نے [illegible] پیدا کئے اور بارش کے لئے [illegible] تو روحانی [illegible] خلقت کے لئے [illegible] ہو رہا ہے۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیت میں [illegible] اب اس کا ذکر ہے [illegible] کوئی تبدیلی نہیں [illegible] چوتھا تعلق: پچھلی آیت میں ارشاد ہوا [illegible]

www.alahazratnetwork.org

عطائے علم کا ذکر تھا اب نزول قرآن کا ذکر ہے۔ جس کے ذریعہ تربیت بلکہ ساری آسمانی کتب کا چرچا دنیا میں ہے اور رہے گا۔ قرآن اور صاحب قرآن ہی کے ذریعہ تمام آسمانی کتابوں نبیوں کا چرچا ہے جیسے حضور ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم کا کرو دوسری کتب کے ذکر کا مسک ہے تو گویا غذا روحانی کا ذکر پہلے ہوا اور اس غذا کے نقل یعنی قرآن کا ذکر اب ہو رہا ہے۔

تفسیر۔ **و ھذا کتاب** ھذا سے اشارہ قرآن کریم کی طرف ہے یہاں ھذا اشارہ قریب کے لئے ہے۔ چونکہ درجہ مرتبہ کے لحاظ سے قرآن کریم ہم سے بہت دور ہے اس لئے سورہ بقرہ کے شروع میں ارشاد ہوا **ذالک الکتاب** اور رحمت و برکت کے لحاظ سے قرآن کریم سب سے قریب ہے اس نے یہاں ھذا ارشاد ہوا غرضیکہ علماء کرام نے فرمایا کہ قرآن کریم کی صفت تین قسم کی ہیں۔ ایک صفت گذشتہ جیسے لوح محفوظ میں ہونا فرشتوں کی حفاظت میں ہونا وغیرہ کچھ صفات موجودہ اور کچھ صفات جو آئندہ ہوں گی جیسے قبر میں ہر مسلمان کے ساتھ رہنا قیامت میں شفاعت کرنا وغیرہ ذالک فرمایا گیا ہے گذشتہ صفت کے لحاظ سے جب قرآن عرشی تھا انسان فرشی ہو وہ عرشی والی کتاب پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عرشی نعمت کو فرشتوں تک پہنچایا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عرشی بھی ہیں تب ایسے ھذا آ گیا۔ صوفیاء کے نزدیک قرآن مجید اس وقت دور بھی ہے۔ قریب بھی یعنی ذالک بھی ہے اور ھذا بھی۔ یہی کمال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا ہے کہ وہ شرف و عظمت کے لحاظ سے ہم سے بہت دور رحمت، کرم کے لحاظ سے ہم سے بہت قریب۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے عرض کیا۔

وہ شرف کہ قطع ہیں نسبتیں وہ کرم کہ سب سے قریب ہیں
کوئی کہہ دو یاس و امید سے وہ کہیں نہیں وہ کہاں نہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم دور تو ایسے ہیں کہ حضرت جبریل و میکائیل کا وہم و گمان آپ کے مقام تک نہیں پہنچا اور قریب ایسے کہ ہر گنہگار سیاہ کار کے دل میں رہتے ہیں اس لئے ہر مسلمان التحیات میں سلام عرض کرتا ہے قبر میں ہر شخص کو دکھا کر سوال ہوتا ہے **فی حق ھذا الرجل** وہاں بھی ھذا ہے۔ قرآن کریم کے بتیس نام ہیں جن میں سے ایک نام ہے کتاب اس کے معانی ہم **ذالک الکتاب** میں عرض کر چکے ہیں۔ کتاب کی تنوین عظمت کی ہے یعنی عظیم الشان کتاب جو پہلے لوح محفوظ میں لکھی گئی، دنیا میں آکر مومنوں کے سینوں میں اور کاغذ پر۔ اس قدر لکھی گئی کہ اتنی اور کوئی کتاب نہ لکھی گئی جو بغیر سمجھے بھی پڑھی جاتی ہے جو بغیر سمجھے بھی لذت دیتی ہے، بار بار پڑھنے سے پرانی نہیں ہوتی غرضیکہ بے مثال کتاب ہے اس کی لذیذ تفسیر پہلے پارے کے شروع میں دیکھو۔ خیال رہے کہ پارہ الم میں ارشاد ہوا **ذالک الکتاب** الف لام کے ساتھ اور یہاں فرمایا **ھذا کتاب** بغیر الف لام کے وہاں معنی یہ تھے کہ یہ وہی کتاب ہے جس کا چرچا حضرات آدم تا عیسیٰ علیہ السلام سارے نبیوں نے ان کی امتوں نے کیا۔ قرآن کریم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں ہستیوں کا چرچا رہے گا۔ یہاں اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ کتاب بڑی شان والی بڑی نفع والی ہے کہ اس شان کی کتاب میں نے نہیں اتاری۔ ھذا اس کتاب کے بیان کی تفسیر ہیں اس کتاب کی ہیں۔ انزلنا یہ عبارت یا تو کتاب کی صفت ہے یا ھذا کی دوسری خبر چونکہ نزول قرآن ایک بار ہوا کبھی تھوڑا سا کبھی آہستہ اس لئے اس کے متعلق انزلنا بھی کہا جاتا ہے اور نزلنا بھی اس کی تحقیق بھی پہلے پارہ میں ہو چکی ہے۔ خیال رہے کہ ابتداء قرآن کا نزول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تریسٹھ سالہ عمر میں سے تئیس سال میں ہوا اس کے لئے دس لاکھ کی ہیات اور مصائب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اول کلمات ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم دل سے قرآن بیان کرتے تھے۔

www.alahazratnetwork.org

چلی۔ قرآن میں حرام ہونے والی تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی استعمال نہ کیں جو چیزیں آگے چل کر قرآنی احکام بننے والی تھیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی سے اس پر عمل فرمایا اس کے لحاظ سے **انزلنا** فرمایا انزلنا فرما کر یہ بتایا کہ نہ تو اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنایا ہے۔ حضرت جبریل نے بلکہ ہماری اتاری ہوئی کتاب ہے **انزلناہ** کے بعد **علیٰ محمد** پوشیدہ ہے یا علیکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نزول قرآن کے منتہی ہیں اور تبلیغ قرآن کے مبداء اس لئے نہیں **الیک** آتا ہے کہیں **علیک** مخلوق تک لے قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک آیا پھر وہاں سے مخلوق کے پاس پہنچا۔ **مبارک** یہ لفظ یا تو کتاب کی دوسری صفت ہے یا ھذا کی تیسری خبر **مبارک** بنا ہے **برک** سے بمعنی بیٹھ جانا اسی لئے اونٹ کے **اصطبل** کو مبارک الابل کہتے ہیں اصطلاح میں بھلائی کا لازم ہو جانا برکت ہے کہ بھلائی یوں آئے کہ پھر نہ جائے۔ بڑھنا' زیادہ ہونا' ثابت ہونا بھی برکت کہلاتا ہے یعنی یہ قرآن ایسی کتاب ہے جس میں دین و دنیا کی بھلائیاں ہیں۔ بلکہ اس سے وابستہ ہیں۔ تجربہ ہے کہ قرآن کریم کی خدمت کرنے والا دنیا میں عزت' دولت' آخرت کی سعادت پاتا ہے۔ روح المعانی میں فرمایا کہ دنیا کی بھلائی تو میں نے تفسیر کی برکت سے پائی آخرت کی سعادت کی امید ہے۔ امام محمد بن عمر یعنی فخرالدین رازی فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سے عقلی' نقلی علوم کی خدمت کی مگر جیسی برکت تفسیر قرآن لکھنے سے نصیب ہوئی ویسی کبھی میسر نہ ہوئی۔ فقیر احمد یار خان کا بھی تجربہ ہے میں نے بھی جب سے تفسیر لکھنا شروع کی ہے دنیاوی برکتیں بے شمار دیکھ رہا ہوں آخرت کی سعادت بھی اللہ نصیب فرمائے۔ تفسیر صاوی نے فرمایا کہ دنیا کی تمام سبزوں کی پیداوار آسمانی بارشوں کا نزول قرآن کریم کی برکت سے ہے جب قرآن اٹھا لیا جاوے گا تو دنیا سے خیر بھی اٹھ جاوے گی اور قریب ہی قیامت آجاوے گی۔ جس چیز پر قرآن کریم پڑھ دیا جاوے وہ برکت والی ہو جاتی ہے اسی لئے مسلمان کھاتے پیتے' سوتے جاگتے' جینے مرنے پر قرآنی آیات پڑھتے ہیں' ختم فاتحہ وغیرہ میں قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں تاکہ وہ سب برکت والی ہو جائیں مسلمانوں کے یہ اعمال' ختم ختمات وغیرہ کا ماخذ یہ فرمان عالی ہے۔ **مصدق الذی بین یدیہ** یہ عبارت کتاب کی تیسری صفت ہے **مصدق** کے تین معنی ہو سکتے ہیں سچا کرنے والی' سچا کہنے والی' سچا کہلوانے والی۔ **الذی** سے مراد یا توریت شریف ہے کہ ابھی پچھلی آیت میں اس کا ذکر ہوا اور گفتگو بھی یہود سے ہی ہو رہی ہے یا ساری آسمانی کتابیں ہیں مگر بہتر یہ ہے کہ اس سے مراد ساری آسمانی کتابیں ہیں' سارے انبیاء کرام' سارے معجزات بلکہ ان حضرات کی ساری تعلیمات مراد ہیں بلکہ پچھلے دینوں کے اولیاء اللہ ان کی کرامات سب کی تصدیق قرآن کریم نے کی چنانچہ حضرت مریم' اصحاب کہف' آصف برخیا وغیرہ اولیاء اللہ ان کی کرامات کا قرآن کریم نے چرچا کیا۔ چونکہ یہ سب چیزیں قرآن مجید سے پہلے گزر چکی ہیں اس لئے **بین یدیہ** یعنی سامنے والی فرمایا گیا اور چونکہ قرآن مجید کے بعد نہ کوئی نبی آنے والا ہے' نہ کوئی آسمانی کتاب' نہ کسی نبی کی تعلیمات۔ اس لئے قرآن مجید کو صرف **مصدق** فرمایا ساتھ ہی **مبشر** نہ فرمایا کہ تصدیق گذشتہ کی ہوتی ہے اور بشارت آئندہ کی۔ یعنی قرآن مجید کی تیسری صفت یہ ہے کہ وہ اپنے سے پہلے والی کتابوں' نبیوں' ان کے معجزات' ان کی تعلیمات کو سچا کرتی ہے' سچا کہتی ہے اور دنیا سے سچا کہلواتی ہے۔ **ولتنذر ام القریٰ** یہ عبارت مبارک **مصدق** کے مقدر پر معطوف ہے گویا ارشاد ہوا کہ قرآن مجید برکت کے لئے' تصدیق کے لئے اتارا اور اس لئے اتارا کہ آپ ڈرائیں' اس قسم کا عطف بالکل درست ہے۔ (خازن' صاوی وغیرہ) **تنذر** خطاب کا صیغہ ہے اس میں خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے چونکہ یہ آیت مکیہ ہے وہاں روئے سخن کفار سے ہی تھا اور کفار کو صرف ڈرانا ہوتا ہے بشارت نہیں ہوتی نیز نذارت پہلے ہوتی

www.alahazratnetwork.org

ہے لو بشارت بعد میں بے بشارت دینے والا ... سب سے تب ... لانا اور اسماعیل بنات وغیرہ سب کے لیے اس وجہ
سے یہاں صرف ڈرانے والا فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کی ... یہ ہے کہ پہلے حکم ہوا و انذر عشیرتک
الاقربین اپنے عزیزوں رشتہ داروں کو ڈراؤ پھر یہاں یہ حکم ہوا کہ مکہ والوں وغیرہ ام القریٰ والوں کو پھر حکم ہوا کہ تمام عالمین
والوں کو۔ جس کا ذکر رب نے اس آیت میں فرمایا لیکون للعالمین نذیرا تا قیامت ... اور
مسلمین کو چاہیے کہ اسی ترتیب سے تبلیغ و اصلاح کریں پہلے اپنی اصلاح پھر اپنے عزیزوں قریبوں کی پھر اپنے شہر والوں کی پھر
دوسروں کی۔ خیال رہے کہ دل میں خوف و ڈر پیدا ہونا اللہ کی بڑی نعمت ہے مگر یہ نعمت قرآن سے ملتی ہے نہ کسی اور ذریعہ
سے یہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر سے ملتی ہے ... شعر کا حسب حال ... ارشاد ... ام کے معنی ہیں اصل جیسے ام
الکتاب کہتے ہیں کہ وہ چیزوں کی اصل ہوتی ہے۔ سورہ فاتحہ کو ام الکتاب کہا جاتا ہے کہ وہ قرآن مجید کی اصل ہے۔ قری جمع ہے
قریۃ کی جس کی اصل قری ہے جس کے معنی ہیں جمع ہونا اس لئے عام مہمانوں کے کھانوں کو قری کہا جاتا ہے کہ اس پر لوگ جمع ہوتے ہیں
اصطلاح میں ہر چھوٹی بڑی بستی کو کہا جاتا ہے کہ بستی میں لوگ جمع ہوتے ہیں ام القریٰ مکہ معظمہ کا نام ہے کیونکہ یہاں سے
زمین پھیلی سب سے پہلے یہی بستی آباد ہوئی۔ تا قیامت ... سارے دنیا کے مسلمان وہاں ایسے جمع ہوتے ہیں اور اس کی
طرف ایسے ... رجوع کرتے ہیں جیسے بچے ماں کی طرف۔ ان وجوہ سے اسے ام القریٰ کہا جاتا ہے نیز ہر جگہ کے مسلمان اسی کی
طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اس کی تعظیم ماں کی طرح کرتے ہیں۔ چونکہ مکہ والوں کے ایمان لانے سے دوسروں کے
ایمان کی قوی امید تھی نیز مکہ والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم ... ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز و اقارب
رہتے تھے اس لئے خصوصیت سے ام القریٰ یعنی مکہ معظمہ والوں کا ذکر ہوا ام القریٰ سے پہلے اہل پوشیدہ ہے۔ خیال رہے کہ
ایمان و عبادات کی تین ... ہیں۔ خوف سے عبادت شوق سے عبادت ذوق سے عبادت دوزخ کے عذاب کے خوف سے
عبادت یہ انسان کی تیسری منزل ہے۔ یہاں پہلی منزل کا ذکر ہے کہ اے محبوب لوگوں کو ڈراؤ کہ وہ عذاب سے خوف والا ہو کر
ایمان و عبادات کی نعمتوں سے مالا مال ہوں شوق و ذوق کا ذکر دوسری آیات میں ہے۔ و من حولها یہ عبارت معطوف ہے ام
القریٰ پر من سے مراد سارے انسان ہیں اور ممکن ہے کہ اس سے مراد سارے جن و انس ہوں حول کے معنی ہیں ارد گرد ھا کا
مرجع ہے ام القریٰ یعنی ان کو بھی آپ ڈرائیں جو مکہ معظمہ کے ارد گرد رہتے ہیں۔ خیال رہے کہ ارد گرد سے مراد مشرق و
مغرب یعنی تمام دنیا کے باشندے ہیں کیونکہ مکہ معظمہ پرانی دنیا کے بیچ میں واقع ہے اور نئی دنیا اس کے نیچے آباد ہے اس لئے دنیا
کی مراد ہے صرف عرب والے مراد نہیں اس کی تائید وہ آیت ہے لیکون للعلمین نذیرا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سارے
جہان کے نذیر نبی ہیں اور تا قیامت نبی ہیں کہ قیامت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نوکر چاکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
نیابت میں تبلیغ کرتے رہیں گے یہ بواسطہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تبلیغ ہے۔ والذین یؤمنون بالاخرة
یؤمنون به یہ عبارت نیا جملہ ہے الذین مبتدا ہے یؤمنون به اور جملہ الذین کی صلوتهم ... مراد لیا ... نماز
سے پانچوں نمازیں جمعہ و عیدین وغیرہ ساری نمازیں مراد ہو سکتی ہیں کہ ... نمازیں مراد ہیں کیونکہ یہ سورت ... جمعہ و
عیدین بعد ہجرت مدینہ منورہ میں آئیں چونکہ اس سے پہلے زکوٰۃ روزے ... جملہ کچھ بھی فرض نہ ہوا تھا اس لئے ان عبادات
کا ذکر نہیں فرمایا۔ یہ جو شخص نماز کی حفاظت کرے وہ باقی عبادات پر خود بخود قائم ہو جاتا ہے۔ بری باتیں چھوڑ دیتا ہے۔ ان

www.alahazratnetwork.org

الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر ان دونوں سے صرف نماز کی حفاظت کا ذکر فرمایا صلوٰتہم فرما کر بتایا کہ تو نمازیں [illegible] ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ نماز کی حفاظت نماز قائم کرنا [illegible] سے معنی [illegible] ویقیمون الصلوٰۃ [illegible] میں فرض کرتے ہیں ہمیشہ نماز پڑھنا صحیح نماز پڑھنا صحیح وقت پڑھنا [illegible] نماز کی حفاظت سے اللہ تعالیٰ [illegible] حفاظت [illegible] ایمان لانے [illegible] صفت ہے [illegible] نمازی [illegible] جیسے [illegible] بیماریاں [illegible] ظاہر ہوتی ہیں۔ لوگوں کو محسوس ہو جاتی ہیں جیسے زخم پھوڑا وغیرہ۔ [illegible] چھپی ہوئی [illegible] محسوس نہیں ہوتیں۔ قدرت نے چھپی بیماریوں کے لئے علامات مقرر فرما دی ہیں جن سے وہ معلوم ہوتی ہیں جیسے دل کی [illegible] نبض پیشاب کا رنگ [illegible] روحانی بیماریاں بعض کھلی ہیں جیسے کفر بت پرستی [illegible] بعض چھپی ہوئی ہیں جیسے منافقت وغیرہ۔ قرآن کریم نے یہاں اس چھپے کفر کی دو علامات بیان فرمائیں ایک تو قرآن مجید پر صحیح ایمان نہ لانا دوسرے نماز کی حفاظت نہ کرنا فرمایا۔ مومن کی [illegible] قرآن مجید پر ایمان رکھے نماز کی حفاظت کرے۔ خیال رہے کہ حفاظت نماز بڑی مشکل چیز ہے جیسے [illegible] مرغی کی حفاظت کرتے ہیں کہ نہ تو مرغی نکل کر بلی کے پاس پہنچ سکے نہ بلی ڈربہ میں پہنچ کر نقصان پہنچا سکے ایسے ہی نماز کی حفاظت [illegible] نماز میں ریا نام نمود تکبر [illegible] نماز کو [illegible] کوئی ایسی حرکت [illegible] نمازیں برباد ہو جائیں۔ نہ نماز میں کوئی برائی آئے اور نہ نماز ہمارے پاس سے جائے اصل میں یہ دونوں چیزیں نماز کی محافظ ہیں۔ نماز قائم کرنا حفاظت کرنا نماز میں دائم رہنا ان تینوں میں فرق ہے۔ [illegible] جس مہینہ میں [illegible] وہ مہینہ برکت والا ہے جس رات میں [illegible] وہ رات برکت والی ہے جس رات پر آئی وہ رات مبارک جو اس کی خدمت کرے وہ مبارک ہے یہ قرآن اپنے سے پہلی والی کتب پچھلے نبیوں اور ان کے معجزات ان کی تعلیمات کو سچا کرتی سچا کہتی سچا کہلواتی ہے [illegible] اس لئے اتری تاکہ آپ مکہ والوں اور اس کے آس پاس کے باشندوں یعنی تمام دنیا والوں کو عذاب الٰہی سے ڈرائیں یہ کتب [illegible] جہان کے لئے ہے آپ نبی سارے جہان کے ہیں گذشتہ کتابوں کے فیوض بند ہو گئے مگر اس کے فیوض ہمیشہ جاری ہیں جو لوگ صحیح معنوں میں قیامت جنت دوزخ وغیرہ پر ایمان رکھتے ہیں وہ ضرور قرآن پاک پر ایمان لاتے ہیں اور اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ قرآن پاک کا منکر آخرت کا مومن ہو سکتا ہی نہیں۔

فائدے: اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: قرآن مجید کا نزول دو بار ہوا۔ ایک بار تو آہستہ آہستہ تیئیس سال میں اور دوسری بار یکدم چنانچہ شب قدر میں سارا قرآن لوح محفوظ سے پہلے آسمان کی طرف ایک دم اتارا ہر ماہ رمضان میں سارا قرآن مجید حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر یکدم [illegible] حضرت جبرئیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ [illegible] کا دور فرماتے تھے یہ فائدہ انزلناہ سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ: قرآن مجید بڑی مبارک کتاب ہے دینی و دنیاوی برکتیں اس سے وابستہ ہیں جس رات میں جس مہینہ میں قرآن کریم اترا وہ رات وہ مہینہ مبارک۔ انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ [illegible] رمضان کو رمضان مبارک [illegible] قرآن [illegible] یہ فائدہ مبارک سے حاصل ہوا۔ جس لمحہ میں قرآن آیا وہ لمحہ مبارک ہے جس ذات پر قرآن آیا وہ ذات کریم مبارک جن سینوں میں قرآن رہے وہ سینے مبارک جو لوگ اس قرآن کی خدمت کریں وہ لوگ مبارک جس لحد پر قرآن پڑھا جائے وہ لحد مبارک جو زندگی قرآن کے سایہ میں [illegible] وہ زندگی مبارک جو موت قرآن پڑھتے پڑھتے آئے وہ موت مبارک غرضیکہ ہر برکت قرآن سے وابستہ ہے۔

www.alahazratnetwork.org

اے خاصۂ خاصان رسل وقت دعا ہے ✧ امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے

تیسرا فائدہ: ایصال ثواب کے لئے کھانے پر ختم قرآن کرنا برکات کا باعث ہے اس سے کھانا حرام نہیں ہو جاتا بلکہ برکت والا ہو جاتا ہے۔ یہ فائدہ بھی مبارک سے حاصل ہوا۔ جب بعض بندے مبارک ہوتے ہیں کہ جہاں ان کا قدم پڑ جائے وہاں برکت ہو جائے تو قرآن مجید اللہ کا کلام ہے یہ مبارک کیوں نہ ہو؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ **و جعلنی مبارکا اینما کنت**۔ چوتھا فائدہ: برکت رحمت الٰہی کی ایسی نعمت ہے جو نسبت کے ذریعہ دور تک پہنچ جاتی ہے جیسے بجلی کا کرنٹ اگر ایک شخص میں آجائے تو جو اس سے چھو جائے اس میں کرنٹ پہنچ جاتی ہے اسی طرح اگر یہاں سے مکہ معظمہ تک لوگ لائن باندھ لیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ لگ جائیں سب میں کرنٹ پہنچے گا جب تار کے کرنٹ کا یہ عالم ہے تو نور کی کرنٹ کا کیا حال ہوگا۔ یہ فائدہ بھی مبارک سے حاصل ہوا کہ قرآن برکت والا تو جس چیز کو اس سے نسبت ہو جائے وہ برکت والی ہے حتیٰ کہ جس کھانے پر پڑھ دیا جائے وہ برکت والا ہے اس لئے اسے تبرک کہتے ہیں جس ہوگی بزرگوں کا پس خوردہ کھانا پینا تبرک سمجھ کر کھاتے پیتے ہیں ان سب کی اصل یہ آیت ہے کہ قرآن مبارک ہے جس منہ میں قرآن رہا وہ منہ مبارک ہو گیا پھر جو چیز اس منہ سے لگی وہ تبرک بن گئی۔ پانچواں فائدہ: کسی مبارک چیز سے ایک بار تعلق ہو جانا تاقیامت اسے مبارک کر دیتا ہے۔ دیکھو قرآن مجید ایک دفعہ رمضان شب قدر میں آیا مگر تاقیامت یہ مہینہ یہ رات برکت والی ہے۔ اللہ فرماتا ہے **انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ** ایسے ہی شب میلاد شب معراج وغیرہ تاقیامت مبارک ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے نزول مائدہ کی تاریخ کو تاقیامت عید بنا دیا۔ **تکون لنا عیدا لاولنا و اخرنا**۔ چھٹا فائدہ: قیامت کو ماننا ایمان و اعمال کی اصل ہے کیونکہ قیامت حساب اور سزا جزاء کا دن ہے۔ طلباء امتحان کے ڈر سے محنت سے پڑھتے ہیں چور بدمعاش سزا کے خوف سے چوری سے بچتا ہے۔ یونہی بندہ قیامت کے حساب اور سزا کے ڈر سے اچھے عقیدے اچھے اعمال اختیار کرتا ہے مگر قیامت ماننے کی دو علامتیں یہاں بیان ہوئیں۔ ایک تو صحیح طور پر قرآن مجید پر ایمان لانا دوسرے نماز کی حفاظت قرآن مجید وہ شیشہ ہے جو ہمارے قلب کے حالات بتا دیتا ہے قرآن وہ آئینہ ہے جو ہم کو ہمارے دل کے خد و خال داغ دھبے دکھاتا ہے اگر اپنے قلب کا حال دیکھنا ہے تو قرآن کے آئینہ میں دیکھو۔ ساتواں فائدہ: قرآن مجید کے بعد نہ کوئی آسمانی کتاب آسکتی ہے نہ کوئی نبی آسکتا ہے۔ یہ آخری کتاب ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی۔ یہ فائدہ **مصدق الذی بین یدیہ** سے حاصل ہوا۔ ہمیشہ تصدیق بعد میں ہوتی ہے۔ آٹھواں فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی کوئی نبی نہ تھا نہ کوئی آسمانی کتاب اتری یہ فائدہ بھی **مصدق الذی** سے حاصل ہوا۔ نواں فائدہ: حضرات انبیاء کرام کا ڈرانا عام ہے۔ بشارت خاص ڈرانا پہلے ہے بشارت بعد میں۔ یہ فائدہ لتنذر سے حاصل ہوا۔ دسواں فائدہ: مکہ معظمہ تمام بستیوں کی اصل ہے اور سب بستیوں سے اعلیٰ و اشرف۔ یہ فائدہ **ام القری** سے حاصل ہوا مگر امام مالک قدس سرہ کے نزدیک مدینہ منورہ کی بستی مکہ معظمہ کی بستی سے اعلیٰ ہے۔ ان کے دلائل اپنے مقام پر مذکور ہیں مگر فیصلہ وہ ہے جو اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا۔

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد ✧ ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے!

ڈاکٹر اقبال نے کہا۔

خاک طیبہ از دو عالم خوشتر است ✧ اے خنک شہرے کہ در وے دلبر است

www.alahazratnetwork.org

گفتگو بستیوں میں ہے۔ قبر انور کا وہ حصہ جو جسم شریف سے متصل ہے۔ عرش فرش لوح و قلم ساری جگہ سے افضل ہے۔ **گیارہواں فائدہ** تبلیغ کی ترتیب یوں چاہئے کہ پہلے اپنے قریبیوں کو کی جائے پھر دور والوں کو یہ فائدہ **ام القریٰ** سے حاصل ہوا۔ **بارہواں فائدہ** حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری مخلوق کے نبی ہیں اور قرآن ان سب کی کتاب۔ یہ فائدہ **ومن حولها** سے حاصل ہوا کہ اس میں سارا جہان داخل ہے۔ **تیرہواں فائدہ** مکہ معظمہ آباد دنیا کے بیچ میں ہے باقی دنیا اس کے ارد گرد یہ فائدہ بھی **ومن حولها** سے حاصل ہوا۔ **چودھواں فائدہ** آخرت پر وہی ایمان رکھتا ہے جو قرآن کریم کو مانتا ہے۔ قرآن کا انکاری آخرت کا اقراری کبھی نہیں ہو سکتا یہ فائدہ **والذین یؤمنون بالاخرۃ** الخ سے حاصل ہوا۔ **پندرہواں فائدہ:** ساری عبادات میں نماز افضل ہے اس کا پابند انشاء اللہ ایمان پر مرے گا۔ یہ فائدہ **علی صلوتہم یحافظون** سے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ نے مومن کے لئے خصوصیت سے اس کا ذکر فرمایا۔ **سولہواں فائدہ** مومنوں کے لئے نذیر و بشیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ قرآن کریم نذارت و بشارت ہے۔ یہ فائدہ **لتنذر** صیغہ مخاطب سے حاصل ہوا۔ قرآن حکمت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاکم ہیں قرآن علم ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم قرآن معرفت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم عارف ہیں قرآن ذریعہ ایمان ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایمان بخشنے والے ہیں۔ بغیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو قرآن مجید سے ایمان نہیں ملتا۔ ایمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے اسی لئے کلمہ طیبہ میں اللہ کی توحید کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کلمہ ہے۔ قرآن مجید کلمہ نہیں۔

پہلا اعتراض: قرآن کریم تو تیئس سال میں تھوڑا تھوڑا اترا پھر یہاں انزلناہ کیوں فرمایا جس کے معنی ہیں یکدم اتار دیا۔ **جواب:** اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ جو نزول احکام جاری کرنے کے لئے ہوا وہ آہستگی سے ہوا اس کے علاوہ دوسرے نزول یکدم ہوئے یہاں ان دوسرے نزولوں کے لحاظ سے **انزلناہ** فرمایا گیا ہے یا تجرید کے طور پر اس کے معنی ہیں صرف اتارنا یکدم ہو یا آہستگی سے۔ **دوسرا اعتراض:** قریب قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لائیں گے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی نہ رہے اور قرآن آخری کتاب نہ رہی تو **مصدق الذی** الخ کیونکر درست ہوا۔ **جواب:** آخری نبی وہ ہے جن کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہو عیسیٰ علیہ السلام پہلے کے نبی ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کی حیثیت سے قرآن کریم پر عمل کرتے ہوئے آئیں گے۔ آخری بیٹا وہ جس کے بعد کوئی بیٹا پیدا نہ ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ پہلے والے بیٹے سب مرچکے ہوں۔ لہٰذا **مصدق الذی** الخ بالکل درست ہے۔ **تیسرا اعتراض:** اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف عرب کے نبی ہیں سارے جہان کے نبی نہیں کہ فرمایا گیا **لتنذر ام القری و من حولها** مکہ کا آس پاس کا علاقہ تو صرف عرب ہی ہے۔ **جواب:** اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ ساری آبادی یا خانہ کعبہ و مکہ معظمہ کے ارد گرد ہے لہٰذا حولها سے مراد ساری آباد دنیا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **لیکون للعالمین نذیرا**۔ **چوتھا اعتراض** حضور صلی اللہ علیہ وسلم بشیر بھی ہیں نذیر بھی مگر یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف نذیر کیوں فرمایا؟ **جواب:** اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ جس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اس وقت مکہ مکرمہ کے کفار ہی کو تبلیغ تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم منکروں کے لئے صرف نذیر ہیں مسلمانوں کے لئے نذیر بھی ہیں بشیر بھی اس کے اور بھی چند جواب ہیں جو ابھی تفسیر میں عرض کئے گئے۔ **پانچواں اعتراض:** قرآن کریم نے گذشتہ نبیوں کی کتابوں توریت وغیرہ کی تصدیق کیوں کی اس کی کیا ضرورت تھی؟

جواب: ان میں چند حکمتیں ہیں۔ ایک یہ کہ قرآن کریم کی تصدیق سے ان حضرات کے سچے نبی ہونے۔ دوسرے یہ کہ ان سب پر قرآن مجید اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان ثابت ہو۔ یا یہودی عیسائی وغیرہ اس احسان کو مانیں اور مسلمان ہو جائیں۔ تیسرے یہ کہ اس سے پتہ لگے کہ دین کے برحق ہونے کی علامت ولایت ہے جس دین میں اولیاء اللہ ہوں حق ہے جس میں اولیاء نہیں وہ باطل ہے۔ یہودیوں عیسائیوں کے دین جب تک منسوخ نہیں ہوئے تھے ان میں اولیاء تھے جب وہ دین منسوخ ہو گئے ان میں ولایت ختم ہو گئی۔

تفسیر صوفیانہ: جیسے قرآن مجید کی چند چیزیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چند اعضاء شریفہ پر نازل ہوئیں۔ الفاظ قرآن کان شریف پر مضامین قرآن دماغ مبارک پر، احکام قرآن قلب پاک پر، اسرار قرآن روح انور پر اسی طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چاروں چیزوں کی تبلیغ مخلوق کے چار اعضاء پر فرمائی۔ انسان عالم مجموعہ ہے انسانی دل گویا ام القریٰ ہے باقی اعضاء اس ام القریٰ کے ماحول ہیں۔ مثلاً کان، زبان، ہاتھ، پاؤں وغیرہ دل کے تابع ہیں اگر دل درست ہے سب ٹھیک ہیں۔ دل بگڑا سب خراب ہو گئے۔ ارشاد باری ہے کہ ہم نے آپ پر یہ قرآن مجید اتارا، اس کی تصدیق کرنے والا اتارا تاکہ آپ لوگوں کے ام القریٰ یعنی دلوں کو ڈرائیں۔ دلوں میں خوف الٰہی پیدا کریں۔ دل کے ذریعہ اس کی آس پاس کی بستیوں یعنی ناک، کان، ہاتھ، پاؤں، دماغ وغیرہ کو ڈرائیں۔ اگر انسان کا دل ڈر جائے تو وہ قرآن پاک کی ایمان قبول کرے گا اور نماز کا پابند بھی ہو جائے گا۔ نماز میں سر سے لے کر پاؤں تک سارے تمام اعضاء کام کرتے ہیں مگر ہیں سب دل کے پابند۔ اگر دل میں عجز و انکسار ہو تو نماز اعلیٰ درجہ مقبول ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی تبلیغ بذریعہ اولیاء کے اور ماحول یعنی دوسرے اعضاء کو تبلیغ بذریعہ علماء کرام تاقیامت ہوتی رہے گی لہٰذا اس آیت کریمہ پر عمل دائمی ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ ایک زمانہ تھا جب کہ رب تعالیٰ کو ماننا بذریعہ توریت و انجیل یا بذریعہ موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام ایمان تھا معرفت الٰہی تھا جنت کا ذریعہ تھا مگر اب خدا رسی کا صرف ایک ہی راستہ ہے یعنی قرآن کریم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اب جو توریت و انجیل یا موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کے ذریعہ رب کو مانے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانے وہ نہ مومن ہے نہ عارف نہ اس ماننے سے جنت ملے۔ جیسے دریا پر پہلا سرکاری پل بن جانے سے پرانے پل سے گزرنا ممنوع ہو جاتا ہے کیونکہ حکومت نے وہ راستہ بند کر دیا۔ ملک کا منسوخ شدہ سکہ نہ بازار میں چلے نہ اس سے سودا ملے نہ اسے خزانہ قبول کرے کہ اگرچہ وہ سکہ سرکاری تھا مگر خود حکومت نے اسے بند کر دیا ہے۔ ایسے ہی گذشتہ نبیوں کی شریعتیں اب کے لئے بند شدہ راستے بند شدہ سکے ہیں جن سے نہ اب قیامت میں کوئی سودا نہیں ملے گا ان کے ارشاد ہوا کہ جو قرآن پر ایمان لائے وہ قیامت کا ماننے والا ہے۔ یہودی عیسائی اگرچہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کو قیامت کو مانتے ہیں مگر جھوٹے ہیں دونوں میں سے کسی کو بھی نہیں مانتے کیونکہ وہ انہیں قرآن کے ذریعہ نہیں مانتے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ

اور کون ہے زیادہ ظالم اس سے جس نے گھڑ لیا اوپر اللہ کے جھوٹ یا کہا کہ وحی کی گئی میری طرف اور نہیں وحی کی گئی

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا کہے مجھے وحی ہوئی اور اسے کچھ وحی نہ ہوئی

www.alahazratnetwork.org

شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ

کی طرف اس کے کوئی چیز اور وہ جو کہے کہ اتاروں گا میں مثل اس کے جو اتارا اللہ نے اور اگر دیکھیں تم جب

[illegible] اور زیادہ ظالم [illegible] اور کبھی تم دیکھو جس وقت

غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْۤا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْيَوْمَ

ظالم موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے پھیلائے ہوئے ہوں گے ہاتھ [illegible] نکالو جانوں کو اپنی

ظالم موت کی سختیوں میں ہیں اور فرشتے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں کہ نکالو اپنی جانیں [illegible] آج تمہیں

تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ

آج بدلہ دیئے جاؤ گے تم ذلت کا عذاب اس لیے کہ تم کہتے تھے اللہ پر ناحق بات اور تھے تم اس کی

خواری کا عذاب دیا جائے گا [illegible] بدلہ اس کا کہ اللہ پر جھوٹ لگاتے تھے اور اس کی

عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾

آیتوں سے تکبر کرتے تھے۔

آیتوں سے تکبر کرتے تھے۔

تعلق اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیت میں سچے نبیوں کا ذکر تھا جنہوں نے کتب کی تعلیم کے دربات اور فضائل کا ذکر ہوا اب جھوٹے مدعیان نبوت اور ان کی جھوٹی گھڑی ہوئی وحی اور ان کی برائیوں کا ذکر ہے کہ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے سچے نبیوں کی صحیح قدر و منزلت کا اسی طرح پتہ لگ سکتا ہے حاصل یہ کہ جیسے لائق طبیب اپنے مریض کو کھانے والی دوائیں بتاتا ہے اور نہ کھانے والی پرہیز والی چیزیں بھی سمجھاتا ہے ان دونوں سے علاج مکمل ہوتا ہے۔ قرآن مجید طب روحانی کی جامع کتاب ہے وہ بھی اچھی چیزوں کو اور اچھے بندوں کا ذکر کے ساتھ بری چیزوں اور برے بندوں کا ذکر بھی فرماتا ہے۔ [illegible] اب [illegible] سچے نبی کا اصلی نقلی [illegible] اصلی نقلی اصلی نقلی یعنی عالم روحانیت میں [illegible] کہ تدلی قدر [illegible] بعد خدا بہ خدا [illegible] دوسرا تعلق پچھلی آیت [illegible] قرآن مجید علم معظم [illegible]

[illegible]

www.alahazratnetwork.org

کے محروم رہنے کا تذکرہ ہے۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیت کے آخر میں مومنین کی علامت بیان ہوئی تھی کہ مومن وہ ہیں جو قرآن کریم پر ایمان رکھیں نماز کے پابند ہوں اب ان کے مقابل کفار و منکرین کا ذکر ہے کہ ظالم منکر وہ ہیں جو جھوٹے نبی بنیں جھوٹی وحی گھڑیں یا جو ان کی اطاعت کریں۔ خیال رہے کہ قرآن کریم ملکہ معلومات سے فیض پانے کی ایک شرط ہے الفت رسول کا دل میں ہونا اور ان سب سے محروم رہنے کی ایک وجہ ہے عداوت رسول۔ اسی لئے کلمہ طیبہ میں ایمانیات کی آیت اطاعت کی آیت میں رسول فرمایا گیا۔ نبی یا شفیع نہیں فرمایا گیا **امنوا باللہ و رسولہ** **اطیعوا اللہ و رسولہ** کلمہ میں محمد رسول اللہ ہے نبی اللہ نہیں کیونکہ جیسے ماں کا نام محبت کا سرچشمہ ہے کیونکہ وہ سینے سے دودھ بچہ کو پلاتی ہے ایسے ہی رسول کے نام سے عشق و محبت جوش مارتا ہے کہ رسول اپنے سینے سے فیضان دیتے ہیں نبی کے معنی ہیں خبر رساں رسول کے معنی ہیں فیض رساں۔

شان نزول: اس آیت کریمہ کا پہلا جز **او قال اوحی الی** الخ مسیلمہ بن ثمامہ کذاب یمنی حنفی اور اسود عنسی یمنی کے متعلق نازل ہوا جن دونوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات شریف میں دعویٰ نبوت کیا اسود عنسی کا نام عبہلہ ابن کعب تھا لقب ذوالحمار یمن کا رہنے والا تھا مقام صنعاء میں رہائش پذیر تھا اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر زمانہ میں دعویٰ نبوت کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے دو دن پہلے خبر دی کہ اسے فیروز دیلمی نے قتل کر دیا اور دنیا کو خیر و کامیاب ہو۔ مسیلمہ کذاب یمنی قبیلہ بنی حنیفہ کا ایک امیر آدمی تھا وہ کہتا تھا کہ حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے نبی ہیں اور میں بنی حنیفہ کا نبی ہوں۔ یہ بہت سی جھوٹی آیتیں گھڑ گھڑ کر لوگوں کو سناتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ کلام رب کی طرف سے مجھ پر اترا ہے۔ یہ مردود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں غزوہ یمامہ میں حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مارا گیا اس صدیقی غزوہ کی خبر قرآن مجید میں یوں دی گئی ہے **ستدعون الی قوم اولی باس شدید** الخ اس غزوہ یمامہ میں قبیلہ بنی حنیفہ کی ایک عورت خولہ بنت جعفر حنیفہ گرفتار ہو کر آئیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دی گئیں ان کے بطن سے محمد ابن حنیفہ پیدا ہوئے۔ ان کی اولاد علوی کہلاتی ہے۔ جنگ یمامہ خلافت صدیقی کا عظیم الشان کارنامہ ہے اور دوسرا حصہ **و من قال سانزل مثل ما انزل اللہ** کے متعلق دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ یہ حصہ نضر ابن حارث کے متعلق نازل ہوا جو کہتا تھا کہ قرآن مجید جیسا کلام میں بھی بنا سکتا ہوں اور بہت سی جھوٹی عبارتیں بنا کر لوگوں کو سناتا تھا دوسرے یہ کہ یہ حصہ عبداللہ ابن سعد ابی سرح کے متعلق نازل ہوا یہ پہلے مسلمان ہوئے ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اٹھارویں پارہ کی آیت کریمہ **و لقد خلقنا الانسان من سللۃ من طین** الخ نازل ہوئی تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ آیت لکھوائی۔ ان کے مضمون سے یہ شخص بہت ہی متعجب ہوا اور اس کے منہ سے نکلا۔ **فتبارک اللہ احسن الخالقین**۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس آیت کا آخری حصہ یہی ہے اسے لکھ لے یہ شخص مرتد ہو گیا۔ مکہ معظمہ بھاگ آیا اور کفار مکہ سے کہنے لگا کہ اگر محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) سچے نبی ہیں تو میں بھی نبی ہوں کہ مجھ پر بھی اس آیت کا آخری جز نازل ہوا ہے۔ پھر یہ شخص فتح مکہ سے کچھ پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جو مقام مر الظہران میں تشریف فرما تھے اور توبہ کر کے مسلمان ہو گیا۔ (تفسیر خازن، خزائن العرفان، روح المعانی، بیان وغیرہ) مرقات شرح مشکوٰۃ میں فرمایا کہ یہ شخص کافر ہی مرا اس کی نعش زمین نے باہر نکال پھینکی۔ بعض نے کہا کہ وہ مسلمان ہو گیا **واللہ و رسولہ**

www.alahazratnetwork.org

اعلم بحقیقۃ الحال۔ خیال رہے کہ بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ آیتیں مدنیہ ہیں کیونکہ یہ واقعات بعد ہجرت پیش آئے ہیں اور ان آیتوں میں ذکر ہے۔ ہجرت سے پہلے۔ مسیلمہ کا واقعہ پیش آ چکا تھا نہ اسود عنسی کا اور نہ عبداللہ ابن سرح کا مگر محققین مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت مکیہ ہے ان میں آئندہ پیش آنے والے واقعات کی غیبی خبر دی گئی یہ قول قوی ہے کہ اس کا نہ پوری مکیہ ہے (تفسیر خازن)۔

تفسیر: ومن اظلم ممن افترى على الله كذبا۔ اس عبارت میں من استفہامیہ ہے اور استفہام انکاری ہے یعنی اس سے بڑا ظالم کوئی نہیں ہو سکتا ہے کہ استفہام پوچھنے کے لئے ہی ہو یہ پوچھنا شکایت کے لئے ہو لہٰذا رب تعالیٰ نے [illegible] کی شکایت اپنے محبوب سے کی۔ رب کا کفار سے سوال فرمانا اظہار غضب کے لئے ہے ہم گنہگاروں سے سوال فرمانا پوچھنا ہم کو اپنی طرف بلانے کے لئے ہے۔ موسیٰ علیہ السلام سے پوچھنا وما تلك بيمينك ان کا دل لگانے اور خاص معجزہ عطا فرمانے کے لئے ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہاں یہ پوچھنا کفار کی شکایت کے لئے ہے شکایت خاص محبوب سے ہی کی جاتی ہے۔ عبس وتولى ان جاءه الاعمى میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شکایت محبوبانہ کی گئی اسی لئے وہاں صیغہ غائب ارشاد ہوا۔ اظلم ظلم کا اسم تفضیل ہے یہاں ظلم معنی لغوی یا اپنے معنی ہی میں ہے (ناحق مارنا) افترى بنا ہے فری سے معنی [illegible] جان بوجھ کر [illegible] کذب سے جھوٹا عقیدہ مراد ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کیا جائے لہٰذا اس کا شریک ماننا اس کے بیٹے اولاد بیوی ماننا یہ کہنا کہ اس نے کسی بشر پر کوئی کتاب نہ اتاری وغیرہ یہ سب اس میں داخل ہیں اسی طرح جھوٹا دعویٰ نبوت کرنا اور کہنا کہ مجھے اللہ نے نبی بنایا۔ جھوٹے مسئلے قرآن سے ثابت کرنے کی کوشش کرنا قرآن کریم کی غلط تاویلیں، تحریفیں کرنا بھی اسی میں داخل ہے۔ غرضیکہ اس آیت کے لفظ میں بہت ہی وسعت ہے۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ گھڑنا جھوٹی احادیث بنانا یا صحیح احادیث کی غلط تاویلیں کرنا بھی [illegible] اللہ تعالیٰ پر ہی جھوٹ گھڑنا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول رب تعالیٰ ہی کا فرمان ہے لہٰذا وہ بھی اس میں داخل ہے۔ غرضیکہ جھوٹی آیتیں بنانا یہود و نصاریٰ کی طرح یا آیات قرآنیہ کی غلط تفسیر کرنا جو منشاء الٰہی کے خلاف ہو۔ جھوٹی احادیث گھڑنا احادیث کی غلط شرح کرنا جھوٹے مسئلے گھڑ کر بیان کرنا یہ سب اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے۔ کہ سننے والے سمجھتے ہیں کہ یہ حکم خدا ہے۔ رب کا فرمان ہے شریعت کا حکم ہے اللہ تعالیٰ ان جاہلوں سے بچائے۔ او قال اوحى الي یہ عبارت معطوف ہے افترى پر۔ اس میں عام کے بعد خاص کا ذکر ہے یہاں وحی سے مراد نبوت کی وحی ہے۔ جو صرف نبی پر ہوتی ہے [illegible] سوا کسی پر نہیں ہوتی۔ [illegible] الہام یا معنی دل میں ڈال دینا ہے۔ رب فرماتا ہے او حينا الى ام موسى اور فرماتا ہے واوحى ربك الى النحل وہاں مراد ہے ولم يوح اليه شيء یہ عبارت قال کے فاعل کا حال ہے۔ یعنی [illegible] ہے کوئی کی وحی خواہ کسی شکل میں [illegible] کی شکل میں یا اور کوئی تبلیغی وحی یعنی اس کی طرف وحی تو نہ [illegible] خواب [illegible] دعویٰ نبوت جھوٹا [illegible] سب قابل عذاب جرم ہیں۔ یونہی [illegible] ہو سکتے ہیں جس کا ذکر آگے ہے۔ ومن قال سانزل مثل ما انزل الله یہ عبارت قال اوحى الي پر معطوف ہے یا افترى على الله پر سانزل سے مراد ہے آیات

www.alahazratnetwork.org

الیہ کی آیتیں بنانے پر قادر ہو گا (روح المعانی) **ما انزل الله** سے مراد ہے کہ اس مردود کلام قرآن کریم کے مقابلہ کا کلام مانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو بڑا اعلم وہ بھی ہے جو قرآنی آیات کے متعلق کہے کہ ایسا کلام میں بھی بنا سکتا ہوں۔ ساحر کی بھی انزل اللہ سے یہی مراد ہے۔ چنانچہ نضر ابن حارث عربی عبارتیں بنا کر لوگوں سے کہتا تھا کہ دیکھو کیسی قرآن جیسی آیت ہے اس نے سورۃ **والعادیات ضبحا** کے مقابل میں کہا تھا **والطاحنات طحنا فالعاجنات عجنا فالخابزات خبزا** اور اس نے **والسماء ذات البروج** کے مقابل کہا تھا **والسماء ذات الفروج** وغیرہ۔ عبداللہ ابن ابی سرح نے کہا تھا کہ یہ حصہ میرا بنایا ہوا ہے۔ **فتبارک الله احسن الخالقین** لہٰذا آیت بالکل واضح ہے **ولو تری اذ الظلمون فی غمرات الموت** یہ عبارت نیا جملہ ہے جس میں ان جیسے کافروں ظالموں کا دنیوی انجام بیان فرمایا گیا ہے یعنی ان کی نزع کی شدت تو یہیں خطاب یا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے یا ہر قرآن پڑھنے والے مسلمان سے اگر خطاب مومن سے ہے تو مطلب یہ ہے کہ دنیا اور موت کے وقت کے عذاب عام مومن نہیں دیکھتے بلکہ سب اوٹ ہے گئے تاکہ ان چیزوں پر ایمان بالغیب رہے یہ چیزیں شہادت نہ بن جائیں اور اگر خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے تو دیکھنے سے مراد ہے توجہ فرما کر دیکھنا یعنی ان کی موت کا دیکھنا وہ دیکھنا جس پر دل ٹوٹے تکلیف ہو۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں وجود معدوم دور و قریب اندھیرا اجالا پس پردہ اور بیرون پردہ ہر چیز کو دیکھتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ نے قبر کے اندر کے عذاب دیکھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کی موت خواہ وہ کہیں ہو توجہ سے کرم نوازی سے دیکھتے ہیں بلکہ بعض مومنوں کی موت کے وقت ان کے پاس تشریف فرما ہوتے ہیں کافر کی موت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہے مگر نہ اس پر توجہ نہ نظر رحم نہ اس سے دوری تری میں رویت سے مراد ہے آنکھ سے دیکھنا اذ ظرف ہے اور یہ پورا جملہ تری کا مفعول ہے ظالموں سے مراد یا تو سارے کافر ہیں یا وہی کافر جن کا ذکر ابھی ہوا یعنی جھوٹے مدعی نبوت **غمرات** جمع ہے **غمرة** کی معنی گہرا پانی یا گہرے پانی میں غوطہ لگانا اصطلاح میں جہالت کو بھی غمرہ کہتے ہیں۔ **فذرهم فی غمرتهم** اور رب نے **الذین هم فی غمرة ساهون** اور موت کی سخت تکلیف کو بھی چونکہ کافر کو موت کے وقت بہت قسم کی تکلیف ہوتی ہیں اس لئے **غمرات** جمع ارشاد ہوئی جان نکلنے کی تکلیف دنیا چھوٹنے کی تکلیف عذاب کے فرشتوں کو دیکھنے کی تکلیف اس فرشتوں سے اپنی آئندہ تکلیف کی خبریں کی تکلیف غرضیکہ اس پر تکالیف کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں۔ مومن کے لئے وہ وقت بہت سی خوشیوں کا ہوتا ہے۔ دنیا کے غم و تکالیف سے چھوٹنے کی خوشی دیدار مصطفیٰ کی خوشی یعنی وصال یار کی عید اپنے گذشتہ مومنوں عزیزوں قرابت داروں سے دائمی ملاقات کی خوشی۔ رحمت کے فرشتوں کی دید کی خوشی ان کی رحمانی رحمت ربانی کی بشارت اس کی خوشی اسی لئے مومن کی موت کو وصال اور اس کی موت کے دن کو یوم عرس کہتے ہیں۔ اسی لئے ارشاد ہوا **اذ الظالمون** الخ کافر کی موت کی تکالیف میں گرفتار ہوں گے۔ کہتا ہے

و سعد بی فی غمرة بعد غمرة سبوح لها منها علیها شواهد

خیال رہے کہ نزع کی شدت اور چیز ہے اور موت کی شدت و سکرات کچھ اور چیز نزع کی شدت سب کو ہے مگر موت کی غمرات کافر کو ہے۔ **والملائکة باسطوا ایدیهم** یہ عبارت یا تو جملہ ہے یا **الظالمون** کا حال ملائکہ سے مراد وہ عذاب کے ڈراونی شکل والے فرشتے ہیں جو کافر کی جان نکالتے ہیں۔ جناب ملک الموت کی مدد کرتے ہیں فرشتوں کے ہاتھ ہیں

www.alahazratnetwork.org

مگر نورانی ہاتھ اور ایسے ہاتھ جو ان کی شان کے لائق ہیں یا یوں کہو کہ فرشتے مرنے والے کے پاس شکل انسانی میں آتے ہیں مومن کے پاس خوبصورت انسان کی شکل میں اور کافر مرنے والے کے پاس نہایت ہیبت ناک انسان کی شکل میں سو ان کے ہاتھ پاؤں وغیرہ سب کچھ ہوتے ہیں جیسے حضرت جبریل شکل انسانی میں حضرت مریم کے پاس پہنچے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے رہتے تھے تو ان کے تمام انسانی اعضاء ہوتے تھے حتی کہ ان کے بال سخت سیاہ کپڑے بہت سفید ہوتے تھے۔ ہاتھ پھیلانے سے مراد ان کی روح قبض کرنے انہیں پکڑنے کے لئے ان کی طرف ہاتھ پھیلانا ہے یا انہیں آتشی ہتھوڑوں سے مارنے کے لئے ہاتھ اٹھانا مراد ہے۔ ہاتھ پھیلانے کی بہت صورتیں ہوتی ہیں۔ مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھانا، پھیلانا کچھ دینے کے لئے یا کچھ لینے کے لئے ہاتھ بڑھانا کسی کو سختی سے پکڑنے کے لئے ہاتھ بڑھانا پھیلانا ان سب کی نوعیتیں، صورتیں الگ ہوتی ہیں یہاں آخری صورت مراد ہے یعنی انہیں پکڑنے کے لئے ہاتھ پھیلانا جیسے شیر بکرے کی طرف ہاتھ پھیلاتا ہے اسے شکار کرنے کے لئے۔ مرتے وقت تین قسم کے فرشتے آتے ہیں۔ حضرت ملک الموت جان نکالنے کے لئے، سات فرشتے ان کا تعاون کرنے کے لئے باقی تاحد نظر فرشتے بشارت یا عذاب کے لئے ہاتھ پھیلانا ان تمام کا ہے۔ ان فرشتوں کا نام ہے یہ فرشتے سات ہیں جیسا کہ احادیث میں وارد ہے۔ (صاوی) **اخرجوا انفسکم** یہاں **اخرجوا** سے پہلے یقولون پوشیدہ ہے **اخرجوا** میں خطاب انہیں مرنے والے کافروں سے ہے کہ ان کا یہ رہا جملہ یہ فرشتے نبیوں ولیوں سے ان کے وفات کے وقت ایسا کلام کرتے ہیں جیسا حضرت یحییٰ میں کلام کیا گیا ہے۔ عام مومنین سے کلام کرتے ہیں **یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک** اور کفار سے وہ کلام کرتے ہیں جو یہاں منقول ہے غرضیکہ دعوت تمام دشمن اور دوست ہیں ان کی طرز گفتگو میں بڑا فرق ہوتا ہے **انفس** جمع ہے نفس کی بمعنی روح یا بمعنی ذات اس عبارت کے بہت معنی ہو سکتے ہیں۔ (۱) اپنی ذات کو اس عذاب سے نکالو اس مصیبت سے بچاؤ ہو تم پر اب، وہ رب سے بلالو اپنے یار و مددگار کو۔ (۲) اپنے کو اپنے گھر بار، عزیزوں دوستوں بلکہ دنیا سے نکالو اور چلو دوسرے جہان کی طرف جہاں تم جانا نہیں چاہتے تھے۔ (۳) اپنی جانوں کو اپنے جسموں سے نکال کر ہمارے حوالہ کرو (معانی) پہلی دو تفسیروں میں **انفس** بمعنی ذات ہے اور تیسری تفسیر میں نفس بمعنی جان۔ فرشتوں کا یہ کہنا ان پر غضب و غصہ ظاہر کرنے کے لئے ہو گا ورنہ ان کی کفار کو اب یہاں سے نہ چلنے یا جان جان آفرین کے سپرد کرنے نہ کرنے کا کوئی اختیار نہ ہو گا۔ خیال رہے کہ اخراج یعنی نکالنے اور رجوع یعنی لوٹنے میں بڑا فرق ہے انسان جہاں جانا نہ چاہے اسے جبراً وہاں لے جانا اخراج اور جہاں سے آیا تھا وہاں بخوشی واپس جانے کو رجوع کہا جاتا ہے۔ مجرم کو گھر سے جیل میں لے جایا جانا اخراج ہے اور جیل سے چھوٹ کر گھر واپس آنا رجوع ہے دنیا کافر کی جنت ہے مومن کا قید خانہ۔ **الدنیا سجن المومن و جنۃ الکافر** لہٰذا کافر کی موت اخراج ہے مومن کی موت رجوع مومن نور رحمٰن عالم ارواح سے رب کے پاس سے آیا ہے مر کر خوشی سے واپس جاتا ہے یعنی وہ رحمت ہے کہ نور رحمت میں جاتا ہے کافر کا قید خانہ سے گر جانا نار کی طرف یعنی دوزخ میں۔ مرتے وقت کفار سے کہا جائے گا **اخرجوا انفسکم** اور مومنوں سے کہا جائے گا۔ **یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ** مومن مر کر رب کی طرف ایسے جاتا ہے جیسے دربار سے ملاقات کرنے یا دولہا اپنی برات لے کر محبوب کے ہاں جاتا ہے۔ مستانہ وار مسکراتا ہوا خوش ہوتا ہوا اور کافر ایسے جاتا ہے جیسے پھانسی کا ملزم پھانسی گھر میں یا ذبح کے وقت جانور سفید ہو جاتا ہے۔ [illegible] کافر کی روح اس کے جسم میں چھپتی پھرتی ہے جسے سختی سے پکڑ کر نکالا جاتا ہے۔ مومن کی روح [illegible]

www.alahazratnetwork.org

نغمہ دل نواز سن کر خود لپیٹ کہتی ہوئی نکل آتی ہے۔ کیونکہ

آج پھولے نہ سمائیں گے کفن میں تبھی　　جس کے جویاں تھے تب اس گل کی ملاقات کی رات

الیوم تجزون عذاب الہون یہ عبارت اخرجوا الخ کی علت ہے الیوم کے معنی ہیں۔ اب بعض نے فرمایا کہ الیوم سے مراد ہے آج موت کا دن عذاب عقاب اور عتاب میں فرق اور عذاب کے اقسام بارہا بیان ہو چکے۔ ھون کے معنی ہیں ہوان یعنی ذلت خواری رسوائی۔ خیال رہے کہ بعض گنہگار مومنوں کو بھی عارضی عذاب ہو گا مگر وہ عذاب طہارت صفائی کے لئے ہو گا۔ کافر کو عذاب رسوائی کے لئے اس لئے مومن کو عذاب کے بعد معافی اور رہائی ملے گی کفار کو نہ ملے گی۔ جیسے بھٹی میں کوئلہ بھی جاتا ہے اور میلا سونا بھی مگر کوئلہ جلنے کے لئے جاتا ہے سونا چمکنے کے لئے یہ مومن کو عذاب تطہیر دیا جائے گا تاکہ اس کی رسوائی نہ ہو کافر کو عذاب ذلت (تفسیر صاوی شریف) اس لئے یہاں **عذاب الہون** ارشاد ہوا۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے عذاب سے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا۔

صدقہ پیارے کی حیا کا کہ نہ لے مجھ سے حساب　　بخش بے پوچھے لجائے کو لجانا کیا ہے!

بما کنتم تقولون علی اللہ غیر الحق یہ عبارت **تجزون** کی علت ہے اس عبارت میں تمام کفار سے ہر قسم کا افتراء مراد ہے۔ چند خالق، معبود ماننا، یہ کہنا کہ اللہ نے کسی شریک کو وحی نہ اتاری یا نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرتے ہوئے کہنا کہ مجھ پر وحی آتی ہے غرضیکہ ہر فقرہ اس کلمہ میں فرمایا۔ **تقولون** میں قول سے مراد یا تو زبانی قول ہے یا دلی قول یعنی عقیدہ یعنی عذاب تمہارے اعمال کا نہیں بلکہ تمہارے برے عقیدوں کا ہے بد عملیوں کا عذاب اس کے علاوہ ہے اور نیک اعمال برباد ہو چکے ہیں یا اس کا معاوضہ تم دنیا میں پا چکے ہو۔ **و کنتم عن ایاتہ تستکبرون** یہ ان کے عذاب کی دوسری وجہ کا بیان ہے یہ عبارت **کنتم تقولون** پر معطوف ہے۔ آیات الیہ سے مراد یا تو قرآن مجید کی آیتیں ہیں یا گزشتہ آسمانی کتابوں کی آیتیں یا حضرات انبیاء کرام خصوصاً حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کہ ان کا ہر قول و فعل ہر حرکت و سکون اللہ کی آیت اس کی قدرت کی نشانی ہے یعنی تم لوگ ان مذکورہ آیتوں کو ماننے ان میں غور کرنے میں اپنی توہین سمجھتے تھے اپنے کو نبی سے بڑا جانتے تھے ان کی غلامی سے عار کرتے تھے اس تکبر کا نتیجہ ذلت و خواری ہے چکھو ذلت کا عذاب۔

خلاصہ و تفسیر: اس قسم کا کون ظالم ہے؟ سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے مخلوق پر جھوٹ باندھنا، نبی پر جھوٹ باندھنا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ سب ہی ظلم ہیں مگر یہ آخری ظلم بدترین ہے۔ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم غور تو فرماؤ کہ اس سے بڑا مشرک و کافر کون ہو گا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے کہ کہے اللہ نے نبی نہیں بھیجے ان پر رب نے کتابیں نہیں اتاریں یا نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے کہے کہ میں بھی نبی ہوں مجھ پر بھی وحی آتی ہے حالانکہ وہ نبی نہ ہو مجھ کو بھی نبوت ملی ہے ... میں بھی قرآن جیسی آیات بنا سکتا ہوں۔ یہ تینوں ہی مخلوق الٰہی میں بڑے ہی ظالم ہیں۔ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ان کی یہ حرکتیں اس وقت تک ہیں جب تک یہ موت کے عذاب میں گرفتار نہیں ہوئے زندگی میں عیش کر رہے ہیں وہ نظارہ قابل دید ہے جب جان نکالنے والے فرشتے انہیں گھیرے ہوتے ہیں۔ اور یہ لوگ موت کی کشمکش موت کی بے شمار سختیوں میں گرفتار ہوتے ہیں اور فرشتے ان سے کہتے ہیں کہ اپنی جانیں ہمارے حوالے کرو اور ان کی روح جسم کی رگ رگ ریشہ ریشہ میں چھپتی پھرتی ہے۔ فرشتے اس روح کو پکڑنے کے لئے ہاتھ پھیلاتے ہیں اور کہتے ہیں آج تم کو ذلت و خواری کا عذاب دیا جائے گا۔ سخت عذاب

www.alahazratnetwork.org

تمہاری ان دو بد عقیدگیوں کی وجہ سے ہو گا ایک تو تمہارا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا اس کی طرف غلط باتوں کی نسبت کرنا دوسرے تم اللہ کی آیتوں یعنی حضرات انبیاء کرام کے معجزات اور ان کی کتابوں سے تکبر کرتے تھے۔

فائدے : اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو دو قوتیں دی ہیں۔ ایک زور دوسرا زاری۔ دونوں قوتیں کار آمد ہیں۔ کفار کے مقابل زور دکھاؤ وہاں زاری نہ کرو ورنہ شکست کھاؤ گے۔ نبی ولی شیخ اور استاد کے دروازوں پر زور نہ دکھاؤ۔ زاری کرو ورنہ بے ایمان ہو جاؤ گے۔ وہاں تدبیر و تقریر کی جگہ نہیں وہاں عجز و انکسار میں تاثیر ہے۔ حضرات صحابہ محراب میں آتے تو زاری کرتے تھے۔ میدان جنگ میں جاتے تو زور دکھاتے تھے۔

هو البكاء في المحراب ليلا   هو الضحاك في يوم الضراب

بچہ اپنی ماں سے زاری کرکے دودھ مانگتا ہے۔ دیکھو نضر ابن حارث وغیرہم کفار نے نبی کے دروازے پر زور و تدبیر دکھایا تو آج تک ان پر پھٹکار پڑ رہی ہے۔ شیطان نے آدم علیہ السلام کے مقابل زور علم دکھایا تو آج تک لعنت پڑ رہی ہے۔ یہ فائدہ اس آیت کے شان نزول سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ تمام گناہوں سے بڑا گناہ جھوٹ ہے کہ جھوٹ کبھی کفر و شرک بھی ہو جاتا ہے اور تمام جھوٹوں سے بڑا بھاری اور بدترین جھوٹ وہ ہے جو نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے۔ اسی لئے قانون قدرت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا جھوٹ ظاہر فرما دیتا ہے۔ دیکھو غلام احمد قادیانی نے جو بھی دعویٰ کیا اس میں جھوٹا پڑا۔ محمدی بیگم کے نکاح کا دعویٰ کیا مگر وہ اس کے نکاح میں نہ آئی۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری اس کی زندگی میں نہ مرے بلکہ وہ خود مولوی ثناء اللہ کی زندگی میں ذلیل و خوار ہو کر ہلاک ہوا۔ یہ فائدہ او قال اوحی الی الخ سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ کافر کو موت کی سختی بہت زیادہ ہوتی ہے کہ اسے نزع کی شدت نے ساتھ دنیا چھوٹنے، عذاب کے فرشتے دیکھنے آئندہ عذاب کی خبر کی دہشت کا عذاب بھی ہوتا ہے۔ مومن انشاء اللہ ان تکالیف سے محفوظ رہتا ہے۔ یہ فائدہ فی غمرات الموت الخ سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ کافر کو عذاب مرتے وقت ہی شروع ہو جاتا ہے کہ اس کی موت بھی عذاب ہے اسے قبر میں بھی عذاب اور حشر میں دائمی عذاب۔ مومن اس سے محفوظ ہے اسے قبر میں عذاب بھی عارضی ہوتا ہے جو زندوں کے صدقات و خیرات اچھوں کی دعا کی برکت سے ختم ہو جاتا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قبروں پر تر شاخیں گاڑیں اور فرمایا کہ اس سبزہ کی تسبیح کی برکت سے ان کا عذاب ہلکا ہو جائے گا۔ کافر کی قبر پر اگر پورا درخت بھی لگا دو اور وہاں بیٹھ کر سارا قرآن بھی پڑھو مگر اس کا عذاب قبر نہ ختم ہو نہ ہلکا کہ وہ عذاب دائمی مستقل ہے۔ یہ فائدہ الیوم تجزون الخ سے حاصل ہوا۔ پانچواں فائدہ کافر کے مرتے وقت موت کے فرشتے اس سے سخت کلام کرتے ہیں اور اس کی پکڑ کے لئے غضب کا ہاتھ بھی بڑھاتے ہیں جس سے اس میت کی تکلیف اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔ یہ فائدہ والملائکۃ باسطوا ایدیھم الخ سے حاصل ہوا۔ مومن میت سے فرشتے دوستانہ بلکہ محبانہ کلام بھی کرتے ہیں اسے جنت اور رضاء الٰہی کی بشارتیں بھی دیتے ہیں جس سے اس کی تکلیف اور بھی کم ہو جاتی ہے۔ چھٹا فائدہ مومن پیدائشی گنہگار ہو اللہ تعالیٰ اسے ذلیل و خوار نہ کرے گا۔ اسے عذاب بھی دیا گیا تو خفیہ دیا جائے گا ذلت و خواری نہ ہوگی۔ یہ فائدہ عذاب الھون سے حاصل ہوا۔ مومن پر یہ کرم محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کی وجہ سے ہوگا۔ ساتواں فائدہ تکبر بڑی بیماری ہے۔ صد ہا گناہوں کی جڑ ہے۔ یہ فائدہ تستکبرون سے حاصل ہوا۔ ابوجہل ابولہب بلکہ شیطان اسی تکبر کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ تکبر کا انجام ذلت و خواری ہے۔

www.alahazratnetwork.org

[illegible] آیات [illegible] دعویٰ نہیں کیا تھا [illegible] آیات [illegible]

[illegible] متعلق [illegible] فرمانا کیونکر درست ہوا [illegible] جواب [illegible]

[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible] آیات اتریں [illegible]

[illegible]

[illegible] سکرات موت [illegible] حضور صلی اللہ [illegible] بہت شدت ہوئی [illegible]

[illegible] ان للموت سکرات [illegible] حدیث میں تعارض ہے۔ جواب [illegible] سکرات اور [illegible] میں فرق

[illegible] سکرات موت جان نکلنے کی شدت کو

[illegible] فرشتے [illegible]

[illegible] حدیث و آیت میں تعارض نہیں۔ حضور [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کو موت کی شدت اس لیے

[illegible] تکلیف کی

[illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے حضور

صلی اللہ علیہ [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم

[illegible] حضور صلی اللہ علیہ [illegible] امت کے

[illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] حضور کے صدقے [illegible] آرام سے زندگی گزارتے ہیں۔

[illegible] خواب [illegible]

[illegible] گزارا کرتے ہیں۔

[illegible] مجبوریں اور غلاموں [illegible] علامہ [illegible] ایسا نہیں دیکھا

[illegible] اخرجوا انفسکم [illegible]

[illegible] قل یتوفکم ملک الموت

[illegible] فرشتوں کا یہ کلام اظہار

[illegible]

[illegible] مصیبت سے [illegible]

[illegible]

[illegible] اعتراض [illegible] عذاب تو قیامت

[illegible] عذاب [illegible]

[illegible] عذاب [illegible]

[illegible]

www.alahazratnetwork.org

وقت جس نے دنیا میں عیش میں رہا اب عذاب دیا جائے گا۔ لہذا وقت موت، زمانہ قبر اور قیامت و دوزخ کا زمانہ سب ہی الیوم میں داخل ہیں۔ **پانچواں اعتراض:** اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ کافر کو یہ عذاب اس کے کفر و تکبر کی وجہ سے ہوں گے کہ فرمایا گیا **بما کنتم تقولون** الخ مگر دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے عذاب اس کی بد عملیوں کی وجہ سے ہوں گے۔ فرماتا ہے **الیوم تجزون ما کنتم تعملون** آیتوں میں تعارض ہے۔ **جواب:** اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ آیات کا انکار کرنا اور غرور و تکبر کرنا بھی عمل ہی ہے لہذا اس پر عمل ہی کی سزا ہے۔ دوسرے یہ کہ کافروں کو کفر کی بھی سزا ملے گی اور ان کی بد عملیوں کی بھی۔ یہاں کفر کی سزا کا ذکر ہے وہاں بد عملیوں کی سزا کا ذکر ہے لہذا آیات میں تعارض نہیں۔ کفار کو جھوٹ بولنے، شراب پینے، جوا کھیلنے، نماز نہ پڑھنے، روزہ نہ رکھنے، زکوٰۃ نہ دینے کی بھی سزا ہوگی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ دوزخی اپنی سزا کی وجہ یوں بیان کریں گے **لم نک من المصلین و لم نک نطعم المسکین** جیسے مومن کو ایمان کا ثواب بھی ملے گا اور نیک اعمال کا بھی۔ خیال رہے کہ اسلامی عبادات شرعاً کافر پر فرض نہیں اس لئے کافر جب مسلمان ہو جائے تو وہ زمانہ کفر کی نمازیں، روزے قضا نہیں کرتا مگر سزا اس پر یہ چیزیں فرض ہیں کہ قیامت میں اسے کفر کے ساتھ ان بد عملیوں کی بھی سزا ملے گی۔

تفسیر صوفیانہ: مومن دنیا میں رہتا ہے مگر دنیا اس میں نہیں رہتی اس میں خالص دین رہتا ہے۔ جیسے کشتی دریا میں رہتی ہے مگر دریا کشتی میں نہیں رہتا بلکہ کشتی میں سواریاں اور ان کا سامان مال متاع رہتا ہے۔ چونکہ کافر میں دنیا رہتی ہے لہذا اس کے دل و زبان پر جھوٹ، افتراء، شرک و طغیان سب ہی کچھ رہتا ہے۔ اسی لئے یہاں ذکر ہے کہ سب سے بڑا ظالم وہ ہے جس کے دل و زبان میں اس قسم کے کفر و طغیان، جھوٹ و فریب ہوں۔ کافر جب مرتا ہے تو اس کے جسم میں سے روح نکلتی ہے اور دل میں سے دنیا نکالی جاتی ہے۔ اسے روح کے نکلنے کے ساتھ دنیا نکلنے کا بھی صدمہ ہوتا ہے اس کے لئے موت بڑی مصیبت بن جاتی ہے۔ مومن جب مرنے لگتا ہے تو روح تو اس کے جسم سے نکلتی ہے مگر اس کے دل میں سے دنیا نہیں نکلتی کہ دنیا وہاں تھی ہی نہیں بلکہ وہ دنیا سے اور یہاں کی آفتوں سے نکلتا ہے اس لئے اسے جان نکلنے کا صدمہ ہوتا ہے مگر اس کے ساتھ ہی دنیا کے جنجال سے چھوٹنے اور اپنے محبوبوں سے ملنے کی خوشی بھی ہوتی ہے۔ اس لئے کافر سے موت کے فرشتے یہ بھی کہتے ہیں کہ اپنی جان ہمارے حوالے کرو اور اسے پکڑتے کھینچتے بھی ہیں، مومن کی جان تو اشتیاق ہوئی خوشی مناتی ہوئی خود ہی نکل کر فرشتوں کے پاس پہنچ جاتی ہے جان کنی کے صدمہ کا انتظام یہ فرمایا جاتا ہے کہ مومن کے مرتے وقت مدینہ منورہ تک حجابات اٹھا دیئے جاتے ہیں اور وہ جمال محمدی کا نظارہ کرتا ہے اس نظارہ میں اسے شدت جانکنی محسوس نہیں ہوتی اس وقت اس کے منہ سے کلمہ طیبہ درود شریف جاری ہوتا ہے۔ آس پاس کے مسلمان، سامنے والے فرشتے اور محبوب اللہ کے ذکر میں مشغول ہوتے ہیں اور یہ دولہا کی طرح روانہ ہوتا ہے۔ ہم نے عرض کیا ہے۔

شدت جانکنی دوسب نزع کی سب جھنجھٹ ورد زباں ہو یا خدا صلی علی محمد

اللہ تعالیٰ اس قال و حال ہم سب کو ایسی ہی موت نصیب کرے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ کافر کی زندگی اور اس کا عیش و آرام کھانا پینا وغیرہ بھی اللہ کا عذاب ہے اور اس کا مرنا، اس کی موت، قبر و حشر بھی اللہ کا عذاب۔ مومن کے لئے یہ تمام چیزیں اللہ کی رحمت ہیں۔ دو وجہ سے ایک یہ کہ کافر یہ سب کچھ اپنے نفس کے لئے کرتا ہے مومن یہ سب کچھ رب کے لئے کرتا ہے۔ جو چیز رب کے لئے ہو

www.alahazratnetwork.org

دور نست ہے۔ جو نفس کے لئے ہو وہ عذاب ہے دوسرے یہ کہ کافر کے یہ تمام اہتمام ذلت ہوتے ہیں اور وہ ان نعمتوں میں مشغول ہو کر غافل ہو جاتا ہے مومن کی تمام نعمتوں کا اہتمام عزت کی تیاری ہوتا ہے۔ مہمان کو اچھے کھانے کھلانا اس کی عزت افزائی اور محبت ہے۔ پھانسی کے مجرم کو بھی اچھے کھانے دیئے جاتے ہیں مگر وہ اس کے لئے سزا کی ابتدا ہے۔ مگر جنت ان کی ذلت کے عذاب کی ابتدا ہوتی ہے۔ اس لئے فرشتے اس سے کہتے ہیں کہ آج تجھے ذلت کا عذاب دیا جاوے گا۔

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِ

اور تحقیق تم آئے ہمارے پاس اکیلے اس طرح جیسا پیدا کیا ہم نے تم کو اول بار اور چھوڑ آئے تم وہ جو عطا کیا تھا ہم نے

اور بے شک تم ہمارے پاس اکیلے آئے جیسا ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور پیٹھ پیچھے چھوڑ آئے جو مال متاع

كُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ۚ لَقَدْ

اور نہیں دیکھتے ہم تمہارے ساتھ تمہاری شفاعت کرنے والے وہ جو گمان کرتے تھے تم کہ وہ تم میں شریک

ہم نے تمہیں دیا تھا اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو نہیں دیکھتے جن کا تم اپنے میں ساجھا بتاتے تھے

٩٤ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿٩٤﴾

وہ تم میں شریک ہیں تحقیق ٹوٹ گئے تمہارے آپس کے تعلق اور غائب ہو گئے تم سے وہ جو تم گمان کرتے تھے

بیشک تمہارے آپس کی ڈور کٹ گئی اور تم سے گئے جو دعوے کرتے تھے۔

تعلق: اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیت کریمہ میں کفار کی اس بے کسی [illegible] کا ذکر ہوا جو انہیں موت کے وقت ہوگی۔ اب ان کی قیامت کے دن کی بے کسی کا ذکر ہے کہ قیامت [illegible] کی وفات کے بعد قیامت کبریٰ کی [illegible] ہے۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیت میں تھا کہ دنیا سے جاتے وقت ان کی [illegible] اب [illegible] میں پیش ہوتے وقت کا ذکر ہے گویا اس [illegible] فرمانے کے بعد اس جہاں میں [illegible] ہے۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیت میں ارشاد ہوا کہ موت کے وقت [illegible] کے ساتھ [illegible] اب [illegible] ان کے [illegible] چھوڑ جائیں گے بلکہ ان سے دشمن ہو جائیں گے۔

شان نزول: [illegible] اپنے مال [illegible] کو دیکھ کر خوش ہوتے تھے [illegible] مسلمانوں سے اچھے ہیں ان سے [illegible] آخرت میں بھی ان سے اعلیٰ و افضل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے [illegible] نازل ہوئی [illegible]

www.alahazratnetwork.org

(روح البیان) ابن جریر اور ابن منذر نے حضرت عکرمہ سے روایت کی کہ نضر ابن حارث کہتا تھا میرے لات و عزیٰ اور دوسرے بت قیامت میں میری شفاعت کریں گے۔ ان کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی جس میں کفار سے کہا جا رہا ہے کہ بالکل تنہا آئے۔ (روح المعانی)۔

تفسیر ولقد جئتمونا فرادی خلاصہ یہ ہے کہ قیامت میں رب تعالیٰ کفار سے بطور عتاب فرمائے گا کہ اگرچہ یہ واقعہ آئندہ کا ہے مگر چونکہ اس کا ہونا یقینی ہے اس لئے جئتمونا ماضی ارشاد ہوا۔ حاضری سے مراد ہے پیش ہونا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا جیسے پکڑا ہوا ملزم کچہری میں حاضر کیا جاتا ہے سوالات وغیرہ میں حاضر ہو جاتا ہے یہ مطلب نہیں کہ پہلے تم ہم سے دور یا غائب تھے اب ہمارے پاس حاضر ہوئے ہو۔ کیونکہ رب تعالیٰ ہر وقت ہر بندے کے ساتھ ہے وھو معکم اینما کنتم ۔ ملاقات، حاضری جانے کے متعلق ہوتا ہے یہی معنی یہاں ہیں۔ خیال رہے کہ قیامت میں سب ہی بارگاہ الٰہی میں پہنچیں گے مگر اللہ کے مقبول بندے تو احترام عزت سے بلائے جائیں گے۔ ہم جیسے گنہگار بخوشی جائیں گے۔ کفار اور دشمنان دین پکڑ کر لائے جائیں گے بلانا، جانا، لانا ان میں بڑا فرق ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری وہاں عجیب نوعیت سے ہوگی۔ قیامت کا قریباً سارا دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت خوانی، مدح خوانی میں صرف ہوگا۔ رب فرماتا ہے عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا۔ فرادی یہ تو جمع ہے فردان کی جیسے سکران کی جمع سکاری اور سلان کی جمع کسالی یا جمع ہے فردی کی جیسے اسیری کی جمع اساری بعض نے فرمایا کہ یہ جمع ہے فرد کی خلاف قیاس۔ بہرحال یہ بنا ہے فرد سے بمعنی اکیلا ہونا سب سے الگ ہونا اسی لئے طاق عدد کو فرد کہا جاتا ہے کہ اس میں جوڑ نہیں ہوتے یہاں اکیلے سے مراد ہے اپنے دوست احباب، بال بچوں، نوکروں، خادموں سے اکیلے کہ وہ سب تم کو تنہا چھوڑ گئے۔ اب وہ تمہارے دشمن اور تمہارے خلاف گواہ بن گئے یا مراد ہے اپنے نیک اعمال صدقہ خیرات وغیرہ سے اکیلے کہ وہ تمام برباد ہو گئے اور تم اکیلے رہ گئے یا مراد ہے ان کا کفر و شرک اور بد عملیاں یعنی تم کو ان اعمال نے کوئی فائدہ نہ دیا بلکہ نقصان پہنچایا۔ یا مطلب یہ ہے کہ تمہارے پنڈت پوپ پادری تمہارے بت ان سب نے تم کو اکیلا چھوڑ دیا۔ کوئی تمہارے کام نہ آیا۔ بعض نے فرمایا کہ یہ کلام موت کے فرشتوں یا عذاب کے فرشتوں کا ہے اور یہ جملہ معطوف ہے اخرجوا انفسکم پر اس صورت میں آنے سے مراد ہے فرشتوں کے سامنے پیش ہو جانا لیا روحانی فرشتے موت دیتے وقت ان سے کہیں گے کہ بولو اب تمہارے سارے عزیز و اقارب تمہیں چھوڑ چلے۔ اب تمہارا واسطہ ہم سے ہی ہے مگر پہلی تفسیر قوی ہے کیونکہ آگے ارشاد ہو رہا ہے۔ کما خلقنکم اول مرة وہ کلام رب تعالیٰ کا ہی ہے کہ خالق وہی ہے (از روح المعانی) اس سے اگلی اور بھی تفسیریں ہیں کما خلقنکم اول مرة یہ عبارت فرادی کا بدل ہے یا اس کی صفت ہے خلق سے مراد ان کی ولادت ہے اس سے اول مرة ارشاد ہوا یعنی جیسے تم اپنی ولادت و پیدائش کے وقت اکیلے گئے تھے کہ اس وقت تمہارا کوئی دوست یار نہ تھا ایسے ہی اب یہاں آئے ہو جیسے تم ننگے آئے تھے ننگے بدن ننگے سر بے ختنہ ویسے ہی بڑے ہو کر آئے ہو تم ہمارے پاس ننگے بے ختنہ آئے ہو گاہ میں پیش ہوئے۔ خیال رہے کہ قیامت کے دن سارے انسان اپنی قبروں سے کفن میں نہیں اٹھیں گے بلکہ ننگے بدن ننگے پاؤں بے ختنہ میدان حشر کی تمام زمین تک جائیں گے مگر ان پر ہیبت الٰہی کا یہ حال ہوگا کہ کوئی کسی کی طرف نہ دیکھ سکے گا سب کی نظریں آسمان کی طرف لگی ہوں گی۔ گویا ہیبت الٰہی لوگوں کا پردہ ہوگی مگر دونوں کی یہ عریانی (ننگا پن) عارضی ہوگی۔ محشر میں پہنچتے ہی ان کے جسموں پر

www.alahazratnetwork.org

قدرتی طور پر لباس آ جائیں گے۔ نیز دوزخ میں بعض تو ننگے ہوں گے بعض کو آگ کا لباس پہنایا جائے گا۔ یونہی مسلمانوں کا بے یار و مددگار ہونا محض عارضی ہوگا۔ اول وقت ماں بیٹی سے، باپ بیٹے سے، بھائی بھائی سے بھاگے گا۔ **یوم یفر المرء من اخیه و امه و ابیه** الخ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر شفاعت کبریٰ کا دروازہ کھلتے ہی سارے مسلمان ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں گے ایک دوسرے کی شفاعت کریں گے مگر کفار وہاں ہمیشہ ہی بے یار و مددگار رہیں گے۔ لہٰذا یہ فرمان کفار کے لئے نہایت موزوں ہوگا۔ **و ترکتم ما خولناکم وراء ظهورکم**۔ یہ جملہ معطوف ہے **جئتمونا** پر یا تو اس میں **فرادیٰ** کا بیان ہے یا کفار کا دوسرا حال ہے یہاں چھوڑنے سے مراد سب دنیاوی مال و متاع اولاد و اقارب کا اس وقت ان کے ساتھ نہ ہونا کہ ان کے کام نہ آنا اگرچہ ان کی اولاد، مال گنجے سانپ کی شکل میں محشر میں موجود ہوں گے مگر ان کے دشمن ہو کر لہٰذا **ترکتم** فرمانا نہایت ہی موزوں ہے مسلمانوں کے نیک اعمال وغیرہ وہاں ان کے کام آئیں گے لہٰذا وہ چھوٹیں گے نہیں۔ دشمنوں میں گھرا ہوا آدمی کہتا ہے کہ میں اکیلا ہوں یعنی میرا حمایتی کوئی نہیں ایسے ہی وہاں ہوگا۔ کفار کی اولاد وغیرہ شکایت کرنے کے لئے جائے گی اور مومنوں کی اولاد وغیرہ شفاعت کرنے کے لئے۔ شکایت و شفاعت کا فرق ہوگا۔ **ما** سے مراد سب دنیاوی سامان، مال، اولاد، غلام، نوکر چاکر وغیرہ۔ **خولنا** بنا ہے **تخویل** سے جس کا مادہ ہے **خول** یعنی معاوضہ عطیہ اسی لئے نوکر چاکر خدام غلام کو خول کہتے ہیں جس کا واحد ہے خائل۔ پیٹھ پیچھے چھوڑنے کا مطلب ہوتا ہے چھوڑ کر بہت دور ہو جانا کیونکہ سفر میں پیٹھ پیچھے چھوڑی ہوئی چیز بہت دور رہ جاتی ہے۔ یہی محاورہ یہاں استعمال ہوا یعنی دنیا کی تمام نعمتیں جو ہم نے تم کو بلا معاوضہ عطا کی تھیں تم اپنے پیٹھ پیچھے چھوڑ آئے کہ آج ان میں سے کوئی چیز تمہارے لئے مفید نہیں ہوئی۔ کافر کا جمع کیا ہوا اور خرچ کیا ہوا مال ایسا ہوتا ہے جیسے چوراہے میں رکھی ہوئی چیز یعنی بالکل برباد اور مومن کا لایا ہوا، خرچ کیا ہوا، چھوڑا ہوا مال ایسا ہوتا ہے جیسے بنک میں جمع کیا ہوا مال کہ وہ ضائع نہیں ہوتا بلکہ بڑھتا ہے کیونکہ کافر یہ سب کچھ نفس کے لئے کرتا ہے۔ مومن اللہ کے لئے لہٰذا کافر سب چھوڑ کر جاتا ہے مومن سب کچھ لے کر جاتا ہے۔ **وما نری معکم شفعاءکم**۔ یہ جملہ معطوف ہے **و ترکتم** الخ پر اس میں ان کی ایک اور بے کسی کا ذکر ہے **معکم** میں ہمراہی سے مراد مدد و تعاون کی ہمراہی ہے کیونکہ مشرکین کے بت انہیں مروانے کے لئے ان پر مسلط تو ہوں گے جیسا کہ ہم **وقودها الناس والحجارة** کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں۔ **شفعاء** جمع ہے **شفیع** کی جس کا مادہ **شفع** ہے بمعنی جوڑا۔ سفارشی حمایتی کو شفیع کہا جاتا ہے اور سفارش کو شفاعت کیونکہ سفارشی اسے اکیلا نہیں چھوڑتا اس کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ یہاں **شفعاء** سے مراد کفار کے خیالی وہمی فرضی سفارشی ہیں جنہیں وہ دنیا میں اپنا شفیع سمجھتے تھے۔ یعنی ان کے بت، پوپ، پادری، پنڈت وغیرہ **الذین زعمتم انهم فیکم شرکاء**۔ یہ عبارت **شفعاءکم** کی صفت ہے **زعم** سے مراد ہے ان کفار کی دنیا میں عقیدت۔ قرآن مجید میں زعم اچھے عقیدے کو بھی فرمایا گیا ہے اور برے عقیدے غلط خیال کو بھی یہاں غلط عقیدے کے معنی میں ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے۔

تقول هلكنا ان هلكت و انما — على الله ارزاق العباد كما زعم

اس شعر میں زعم بمعنی صحیح خیال ہے۔ **فیکم** سے مراد ہے **فی عبادتکم** یا **فی ربوبیتکم**۔ **شرکاء** جمع ہے شریک کی جیسے **رحماء** جمع رحیم کی۔ یعنی آج تمہارے ساتھ تمہارے وہ سفارشی نظر نہیں آتے جن کے متعلق دنیا میں تمہارا عقیدہ یہ تھا کہ وہ تمہاری عبادات، تمہاری ربوبیت میں اللہ کے شریک ہیں۔ خیال رہے کہ اسلامی شفاعت میں چار شرطیں ہیں [illegible]

شفاعت برحق ہے ان کے علاوہ شفاعت ماننا کفر ہے [illegible] (4) شفیع کا مرتبہ کا زیادہ ہونا [illegible] ہے۔
(5) شفیع حاکم بالاتر [illegible] ملک حاکم [illegible] حالی کی شفاعت [illegible] قابل [illegible]
ہو۔ (6) شفاعت قانون [illegible] ہو [illegible] قانون [illegible] اور [illegible] ہو اور
شفاعت [illegible] ان کی [illegible] شفاعت کے قائل تھے [illegible] شفاعت کے قائل
تھے۔ [illegible] اپنے [illegible] معانی کے لئے شفاعت کے قائل تھے۔ [illegible] ان کے عقیدہ شفاعت کی تردید کی
جاتی ہے اور اسلامی شفاعت کی تصدیق۔ خیال رہے [illegible] مجرم کو حاکم کی [illegible] عدل [illegible] بطور فضل
بچانا شفاعت ہے [illegible] شفاعت [illegible] خدا یا واقعی [illegible] مجرم [illegible] طور پر [illegible] مستحق [illegible] محور رحمت [illegible] پر رحم [illegible] معافی
[illegible] لقد تقطع بینکم [illegible] اور [illegible] قرات میں [illegible] ہے [illegible]
[illegible] یہ [illegible] ہے [illegible] کی [illegible] ہے [illegible]
مفتوح ہوا۔ جن [illegible] قراتوں میں بینکم پیش [illegible] میں بیں یقینا [illegible] یعنی تمہارے [illegible] تمہارے [illegible] اس سے
ظاہر نہیں [illegible] کہ تمہارے ان کے درمیان جو رشتے تھے وہ آج ٹوٹ گئے کیونکہ نفسانی رشتے [illegible] ہوتے ہی فنا ہو جاتے
ہیں۔ روحانی ایمانی رشتے باقی ہیں۔ انہیں فنا نہیں **وضل عنکم ما کنتم تزعمون** یہ عبارت معطوف ہے۔ [illegible] مقطع
یہاں ضلال سے مراد چلا جانا غائب ہو جانا باطل ہو جانا ہے۔ ما سے مراد [illegible] ہیں یا ان کے برے عقیدے غلط خیالات
یہاں بھی زعم معنی غلط خیال ہے یعنی آج تمہارے جھوٹے سفارشی تم سے غائب ہو گئے جن کا تم کو آس تھی یا آج تمہارے
سب عقیدے باطل ہو گئے جنہیں تم نے دنیا میں اختیار کیا ہوا تھا۔ آج صحیح و غلط کا تم کو پتہ لگ گیا یا تمہارے دنیاوی نیک
اعمال برباد ہو گئے غرضیکہ اس جملہ کی تین تفسیریں ہیں۔ (1) تمہارے [illegible] تم سے غائب ہو گئے کہ تمہارے کام نہ
آئے کیونکہ وہ خود اپنی مصیبت میں گرفتار ہیں۔ (2) جن نبیوں ولیوں کی شفاعت کی تم نے آس لگائی تھی جیسے یہود نے حضرت
موسیٰ و عزیر کی شفاعت کی یا عیسائیوں نے جناب مریم و حضرت عیسیٰ کی شفاعت کی ان کی شفاعت تم سے غائب ہو گئی کہ تم ان
کی شفاعت کے لائق نہیں۔ علاج کے لئے ضروری ہے کہ طبیب لائق ہو اور مریض قابل علاج ہو۔ (3) تمہارے نیک اعمال
صدقے وغیرہ برباد ہو گئے یا اس لئے کہ تمہارے [illegible] نبی کی طرف نہ تھا جیسے نماز کے جواز کے لئے منہ کعبہ کو چاہئے [illegible]
سب [illegible] کے قبول اعمال کے لئے دل کا [illegible] ایمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چاہئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کو [illegible] اس لئے کہ تمام اعمال [illegible] حضور صلی اللہ علیہ [illegible] ان کا [illegible] مصیبت [illegible] مکتوب الیہ
تک نہیں پہنچتا ہے۔ [illegible] خدا [illegible] مصطفیٰ کی اطاعت [illegible]
ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ [illegible]
[illegible] حضور صلی اللہ علیہ [illegible]

خلاصہ تفسیر اس آیت [illegible] قیامت میں [illegible]
بارگاہ [illegible]
[illegible] شفاعت [illegible]

اعمال کا بار ہو جاتا ہے چنانچہ ارشاد ہوا کہ اے مسلمانو کفار کی موت کا حال اس وقت کا ہے جب کہ فرشتوں کی ان پر یورش تم سے جیسے اب ان کی محتاجی بے بسی بارگاہ الٰہی میں پیش کا حال بھی سن لو اللہ تعالیٰ ان سے بطور عتاب و قہر فرمائے گا کہ آج جیسا پیدا ہوئے تھے ویسے ہی ہمارے پاس آئے کہ نہ تمہارے ساتھ تمہارا کوئی ساتھی ہے نہ دوست و احباب نہ قرابت دار نہ بیوی بچے نہ لونڈی اور بالکل تنہا آئے ہو نیز ہم نے جو کچھ مال و دولت عزت و آبرو تم کو بخشی تھی وہ بھی تم وہاں دنیا میں ہی چھوڑ آئے اور وہاں تم جن بتوں بتوں یا دیویوں دیوتاؤں کو اپنا قیامت کا شفیع و سفارشی سمجھتے تھے اور تم نے ان کے متعلق یہ خیال کر رکھا تھا کہ وہ تمہاری عبادات وغیرہ میں حصہ دار ہیں وہ آج تمہارے ساتھ تمہاری امداد کے لئے نظر نہیں آتے بتاؤ وہ کہاں گئے بات یہ ہے کہ آج تمہارے سارے آپس کے رشتے ٹوٹ گئے اب آج نہ تمہارا کوئی بیٹا ہے نہ بھائی نہ دوست نہ یار نہ مددگار اور جن شیاطین نے تم سے وعدے کئے تھے کہ ہم تم کو بخشوا دیں گے اور تم بھی ان کی شفاعت پر پھول گئے تھے وہ تمہارے سارے معتمد سردار تم سے غائب ہو گئے تم کو اکیلا چھوڑ گئے اس فرمان عالی سے کفار کی ہمت اور ٹوٹ جائے گی کہ آس کے بعد یاس بہت تکلیف دہ ہوتی ہے۔ خیال رہے کہ اس آیت میں شرکاء کہہ فرما کر یہ بتایا کہ وہ شفاعت والے لوگ تمہارے بنائے ہوئے تھے ہمارے مقرر کئے ہوئے نہ تھے ہمارے مقرر کئے ہوئے شفیع حضرات انبیاء اولیاء مومنوں کے چھوٹے بچے قرآن رمضان وغیرہ ہیں نہ کہ تمہارے فرضی خیالی جھوٹے معبود اور بت اور انھم فیکم شرکاء فرما کر یہ بتایا گیا کہ تم نے ان شفیعوں کو صرف شفیع نہ بنایا بلکہ ہمارا شریک مانا کہ تم نے کسی دن ہماری عبادت کی کسی دن ان کی کوئی عبادت ہماری کی کوئی ان فرضی سفارشیوں کی تم نے کہا کہ ہم مخلوق تو اللہ کی ہیں مگر مرزوق فلاں کے خدا ہم کو پیدا کر کے ہم سے بے تعلق ہو گیا اب زندگی موت بیماری تندرستی فلاں فلاں بت کے قبضہ میں ہیں۔ ہم مشرک بندے ہیں یہ عقیدے کفریہ تھے۔

فائدے: اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: اس آیت کریمہ میں جو بے کسی و بے بسی ارشاد ہوئی وہ صرف کفار کو ہو گی مسلمان بفضلہ تعالیٰ وہاں نہ بے بس ہو گا نہ بے کس نہ اکیلا۔ یہ فائدہ **لقد جئتمونا** الخ سے حاصل ہوا کہ یہ خطاب کفار کو ہے۔ مومنوں کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے **انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین امنوا** اور دوسری جگہ فرماتا ہے **والحقنا بھم ذریتھم** یعنی ہم مسلمانوں کی اولاد کو ان کے ساتھ رکھیں گے اور فرماتا ہے **یوم نحشر المتقین الی الرحمن وفدا** اس دن ہم پرہیزگاروں کو وفد بنا کر محشر میں لائیں گے۔ غرضیکہ مومن وہاں اکیلا نہ ہو گا۔ دوسرا فائدہ: کافر کی نیکیاں برباد اور ان کے گناہ لازم ہوں گے۔ مومن کا یہ حال نہیں مومن کی نیکیاں انشاءاللہ قبول اور گناہوں کے متعلق امید ہے کہ معاف ہو جائیں اگر ان پر سزا ملی تو عارضی ہو گی مومن کے صدقات و خیرات نماز روزہ وغیرہ سارا سامان مومن کے ساتھ ہی ہو گا۔ یہ فائدہ **و ترکتم ما خولنکم** الخ سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ: مومن کے شفاعتی سفارشی قیامت میں مومن کے ساتھ ہوں گے حتیٰ کہ قرآن مجید ان کے چھوٹے بچے ماہ رمضان خانہ کعبہ وغیرہ تمام کی شفاعتیں مومن کو پہنچیں گی۔ یہ فائدہ **وما نری معکم شفعاء کم** الخ سے حاصل ہوا کہ شفیع کا ساتھ نہ ہونا کفار کے لئے عذاب ہو گا کفار کے بت وغیرہ ان کے دشمن بن جائیں گے۔ مسلمانوں کے نبی ولی ان کے مددگار ہوں گے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **الاخلاء یومئذ بعضھم لبعض عدو الا المتقین** اس دن دوست دشمن بن جائیں گے سوا پرہیزگاروں کے کہ ان کی دوستیاں قائم رہیں گی۔ چوتھا فائدہ: کوئی مسلمان اپنی عبادات اپنے عقائد میں کسی کو خدا کا شریک نہیں بنا

اللہ تعالیٰ اپنی ذات اپنی صفت میں وحدہ لا شریک ہے جو جسے ملا اس کے کرم سے ملا خواہ بلاواسطہ خواہ بالواسطہ کفار کا عقیدہ تھا کہ ہمارا خالق تو رب ہے مگر رب کے مددگار یہ بت ہیں کہ اگر ان بتوں کی مدد شامل نہ ہو تو خدا تعالیٰ دنیا کا انتظام قائم نہیں رکھ سکتا اس لئے وہ بعض عبادتیں اللہ کے لئے کرتے تھے اور بعض عبادتیں اپنے ان معبودوں کے لئے کسی مومن کا یہ عقیدہ نہ ہے نہ ہو سکتا ہے یہ فائدہ وضل عنکم ما کنتم تزعمون سے حاصل ہوا پانچواں فائدہ مومنوں کی دو دینی عملی کے رشتے انشاء اللہ قیامت بلکہ جنت میں قائم رہیں گے ان کی رشتہ داریاں منقطع نہیں ہوں گی یہ فائدہ لقد تقطع بینکم سے حاصل ہوا کہ رشتہ داریوں کا ٹوٹ جانا کفار کے لئے بطور عذاب ہو گا۔

پہلا اعتراض : تم نے کہا کہ قیامت میں مومن کا یار و مددگار نہ ہو گا یہ دونوں چیزیں کفار کے لئے عذاب ہوں گی مگر قرآن کریم دوسری جگہ فرماتا ہے **یوم یفر المرء من اخیه وامه وابیه** الخ اس دن انسان اپنے بھائی ماں باپ وغیرہ سب سے بھاگے گا۔ ایک شاعر کہتا ہے۔

بھائی کو بھائی چھوڑ دے بیٹی کو مائی چھوڑ دے　　　شوہر لگائی چھوڑ دے ایسی پڑے کھل بل بہم

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں مومن و کافر سبھی بے بس و بے کس ہوں گے۔ پھر تم نے کفار کی قید کہاں سے لگائی۔

جواب قیامت کے حالات مختلف ہیں اول وقت نہایت افراتفری کا ہے اس وقت واقعی سب کا یہی حال ہو گا۔ مومن ہو یا کافر ہاں خاص مقبول بندے اس وقت بھی گھبراہٹ سے محفوظ ہوں گے رب فرماتا ہے **لا یحزنهم الفزع الاکبر وتتلقاهم الملائکة** مگر اس وقت یہ سوال و جواب نہ ہوں گے پھر شفاعت کا دروازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر کھل جانے پر سوال و جواب حساب و کتاب شروع ہوں گے جیسے دنیا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے یہاں کا نقشہ بدل گیا انقلاب آگیا عذاب الہی آنا بند ہو گئے ایسے ہی قیامت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مقبول سجدہ یعنی سجدہ شفاعت قیامت کا نقشہ بدل دے گا کہ اس سجدہ سے پہلے عدل کا ظہور ہو گا کہ حضرات انبیاء بھی رب کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضری سے معذرت کر رہے ہیں گے۔ یہ سجدہ ہوتے ہی فضل کا ظہور ہو جائے گا کہ چھوٹے بچے اور ماہ رمضان وغیرہ بھی شفاعت کے لئے حاضر بارگاہ ہونے کی ہمت کریں گے۔ ایک سجدہ قیامت میں انقلاب بپا کر دے گا۔ اس وقت مومن کے شفیع و مددگار اس کے ساتھ ہوں گے۔ کافر اب بھی اکیلا ہو گا۔ یہاں ذکر اس سوال و جواب کے وقت کا ہے۔ لہٰذا آیات میں تعارض نہیں۔ ان مختلف آیات میں مختلف اوقات کا ذکر ہے، ہاں عشاق کا حال یہ ہو گا۔

ہر نظر کانپ اٹھے گی محشر کے دن خوف سے ہر کلیجہ دہل جائے گا
اوڑھ کر کالی کملی وہ آ جائیں گے حشر کا سارا نقشہ بدل جائے گا!

اے قیامت محشر کا سلیقہ کہ ہرگز　　　ترا نام لیتے لیتے جسے نیند آ گئی ہے

اور انشاءاللہ ہم گنہگاروں کا حال یہ ہو گا۔

بے یار و مددگار جنہیں کوئی نہ پوچھے　　　ایسوں کا تمہیں یار و مددگار بنایا
مومن بنائے گئے سرکار کی خاطر　　　کونین کی خاطر تمہیں سرکار بنایا

www.alahazratnetwork.org

خوصیلہ کتا لوگ کریں [illegible] یہاں اس [illegible]۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں ارشاد ہوا **لقد جئتمونا** تم ہمارے پاس آئے [illegible] رب تعالیٰ سے نہ کوئی [illegible] **نحن اقرب الیہ من حبل الورید** [illegible] **وھو معکم اینما کنتم** جئتمونا فرمانا کیونکر درست ہوا۔ **جواب۔** یہاں [illegible] جانا [illegible] بلکہ یہاں [illegible] حضور [illegible] سے حضور [illegible] کلام نہیں کر سکتے وہاں حضوری بارگاہ [illegible] سوال و جواب بھی ہوں گے اور اس بارگاہ عالی [illegible] جنگل میں [illegible] وہاں آنے کی [illegible] ہوگا [illegible] آجاؤ تو [illegible] یہاں رہ [illegible] حاصہ ہونا مراد ہے۔ دنیا میں دور تھے ہمارے پاس تھے مگر ہم ان سے دور رہے اللہ سے دوری ہو [illegible]۔ **تیسرا اعتراض۔** اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں کفار سے کلام فرمائے گا مگر دوسری جگہ ارشاد ہے **لا یکلمھم اللہ ولا ینظر الیھم** اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرے گا نہ ان کی طرف نظر فرمائے گا دونوں آیتوں میں تعارض ہے۔ **جواب۔** وہاں اس آیت میں محبت کے کلام اور رحمت کی نظر کی نفی ہے اور یہاں غضب کے کلام [illegible] قہر کی نظر کا ثبوت ہے لہٰذا آیات میں تعارض نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کا کلام نہ [illegible] غضب کا کلام کرے گا۔ **چوتھا اعتراض۔** اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت میں پیغمبر نبی ولی کوئی بھی کام نہ آئیں گے۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی مددگار ہو گا فرماتا ہے **وما نری معکم شفعاءکم** آج ہم تمہارے سفارشیوں کو نہیں دیکھتے لہٰذا ان کی شفاعت کی آس لگانا باطل و غلط ہے۔ ہر شخص وہاں بارگاہ الٰہی میں اکیلا پیش ہوگا اپنی کرنی اپنی بھرنی۔ (نوٹ) یہ آیت کریمہ وہ ہے جسے منکرین شفاعت وہابی بڑے اہتمام سے پیش کرتے ہیں۔ **جواب۔** یہ آیت کریمہ کفار اور کفار کے [illegible] کے متعلق ہے جیسا کہ اوپر کی آیت سے معلوم ہو رہا ہے۔ ان کی بے کسی بے بسی تنہائی عذاب الٰہی ہوگا۔ ابھی آپ پڑھ چکے کہ فرمایا گیا **الیوم تجزون عذاب الھون بما کنتم تقولون علی اللہ غیر الحق** الخ مسلمان اکیلا ہو گا نہ بے یار و مددگار۔ مسلمانوں کے متعلق یہ آیات ہیں۔ **اولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا** یہ مومن لوگ اللہ کے انعام والے بندوں کے ساتھ ہوں گے۔ صدیقوں شہیدوں کے ساتھ یہ لوگ اچھے ساتھی ہیں۔ پتہ لگا کہ قیامت میں مسلمان ان مقبولوں کے ساتھ ہوں گے اور فرماتا ہے۔ **یوم نحشر المتقین الی الرحمن وفدا** ہم قیامت میں پرہیزگاروں کو رب کی بارگاہ میں وفد بنا کر جمع کریں گے۔ ظاہر ہے کہ اکیلا آدمی وفد نہیں ہوتا [illegible] تحقیق اور آیت ابھی تفسیر میں پیش کی گئی۔ مومنوں کے صدقات خیرات وغیرہ ان کے ساتھ ہوں گے۔ مسلمان اپنا مال اپنے ساتھ لے گیا۔ [illegible] دنیا میں چھوڑ کر نہیں جاتا۔ مال چھوڑ جانا بھی اللہ کا عذاب ہے۔ **پانچواں اعتراض۔** اس آیت سے معلوم ہوا کہ کفار اکیلے بارگاہ الٰہی میں پیش ہوں گے ان کے اعمال بھی ان کے ساتھ ہوں گے مگر دوسری آیات و احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار اپنے بتوں شیاطین وغیرہ کے ساتھ ہوں گے ان کے مال گنجے سانپ کی شکل میں ان پر سوار ہوں گے۔ آیات میں تعارض ہے۔ **جواب۔** ان لوگوں کا [illegible] کے ہمراہ ہونا محبت یا مدد کے لئے نہ ہوگا بلکہ ذلت و رسوائی اور لعن و عذاب دینے کے لئے ہو گا اس لحاظ سے یہ لوگ ان کے ساتھ رہتے ہوئے بھی اکیلے ہوں گے ان کے مال ان کے گلے کا طوق بنے ہوں گے۔ مسلمان اپنے مال پر سوار ہوں گے اور کفار پر ان کے مال سوار ہوں گے لہٰذا یہ آیت کریمہ ان آیات [illegible]

www.alahazratnetwork.org

خوف نہیں جو شخص دشمنوں میں گھرا ہو وہ بیکار ہوتا ہے اگرچہ چو طرف اس کے دوست ہوں مومن اپنے دوست احباب کے ساتھ ان کے تعاون سے ساتھ ہو گا سہ ملا بلہ ہو گا۔ چھٹا اعتراض تم نے کہا کہ اللہ کے مقبول بندوں کو قیامت کے اس وقت بھی گھبراہٹ نہ ہوگی۔ لا یحزنھم الفزع الاکبر تو حضرات انبیاء شفاعت کی ہمت کیوں نہ کریں گے اور کیوں کہیں گے کہ ہم یہ کام نہیں کر سکتے۔ جواب ان حضرات کا اس وقت شفاعت نہ فرمانا قیامت کی گھبراہٹ کی وجہ سے نہیں رب تعالیٰ کی ہیبت کی وجہ سے ہوگا۔ وہ وقت رب الٰہی کے ظہور کا ہوگا اور ان کا یہ فرمانا کہ لست ھنا کم اس میں اپنے منصب کا اظہار ہوگا کہ شفاعت کبریٰ ہمارا منصب نہیں یہ سرکار اعظم ہی کے ساتھ ہے۔

تفسیر صوفیانہ انسان کے چار دشمن ہیں۔ مال، اولاد، دوست، یہ سب چیزیں اس سے مرتے ہی چھوٹ جاتی ہیں۔ اور مومن کے چار دوست ہیں۔ کلمہ شہادت، نماز، روزہ، ذکر اللہ۔ یہ چیزیں مومن کے ساتھ قبر و حشر میں رہتی ہیں، شفاعت کریں گی لہٰذا کافر وہاں فرید و وحید ہوگا۔ مومن وہاں دوستوں کے ساتھ ہوگا۔ بعض مسلمانوں کو قبر میں قرآن مجید پڑھتے سنا گیا۔ لہٰذا انسان اس کی کوشش کرے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

غم و شادمانی نماند و لیک — جزاء عمل ماند و نام نیک
نہ تکیہ بر ملک و جاہ و حشم — کہ پیش از تو بودست و بعد از تو ہم

صوفیائے فرماتے ہیں کہ رب کی بارگاہ میں حاضری اولاً تجرید سے ہوتی ہے پھر تفرید سے پھر توحید سے۔ تجرید کے معنی ہیں دنیا اور دنیا کے متعلقات سے علیحدہ ہو جانا۔ تفرید کے معنی ہیں دنیا اور آخرت دونوں سے بے تعلق ہو کر محض خالق کا ہو جانا۔ توحید کے معنی ہیں بندہ کا خود اپنے سے علیحدہ ہو کر فنافی الذات ہو جانا۔ اس مقام پر پہنچ کر بندہ ہوتا ہے مگر نہیں ہوتا۔ دیوار کا سایہ ہے مگر خود کچھ نہیں دیوار سے قائم ہے لیکن اگر سورج دیوار کے اوپر آ جائے تو اس کے ہر طرف تو زوال ہوئے تو پھر سایہ ختم ہو جاتا ہے۔ پھر بندہ جوش میں یوں پکارتا ہے۔

تجھ میں ایسا فنا ہو جاؤں کہ میں ہی نہ رہوں — مجھ میں تو ایسا سما جائے تو ہی تو ہو جائے
کفر و اسلام کے جھگڑے ترے چھپنے سے بڑھے — تو اگر پردہ اٹھا دے تو تو ہی تو ہو جائے

غافل نے دنیا کو آڑ بنا کر استعمال کیا تو قید ہو کے فرادی ہوئے۔ مومن نے اسے یار تک پہنچنے کا ذریعہ بنایا تو فرید۔ (ورحیم) وحید ہو گیا۔ اس مقام پر پہنچ کر مومن کی زبان رب بولتا ہے۔ (از روح البیان)۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ دنیا میں رب کے پاس آ جاؤ یہ آنا تمام آنے کا ہے۔ ففروا الی اللہ یہاں رب کے پاس آنے کی چند صورتیں ہیں۔ (1) اللہ کے بندوں کے پاس آ جانا جہاں رب تجلی رہتا ہے۔ ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک مولانا فرماتے ہیں۔

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا — او نشیند در حضور اولیاء

(2) اس جگہ آ جانا جہاں اللہ تعالیٰ (یعنی اس کا ذکر) ہوتا ہے جیسے کہ مسجد میں، ذکر کے حلقے وہاں آ جانا یا رب سے خلوت ہو اس کی یاد کی آزادی ہو۔ وقال انی ذاھب الی ربی سیھدین جس کو دنیا میں بارگاہ الٰہی میں آنا نصیب ہو جائے اسے قیامت میں آنا آسان ہوگا۔ رب کے پاس تکبر و ستم کا بے رحم کر کے میں آنا۔ غضب و قہر میں آنا مومن نقارہ رب کے پاس اس کے غضب و قہر میں آئیں گے۔ مومن اس کے رحم و کرم میں آئیں گے۔ لقد جئتمونا فرادی۔

www.alahazratnetwork.org

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ؕ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ

یقیناً اللہ چیرنے والا ہے دانہ اور گٹھلی کو نکالتا ہے جاندار کو بے جان سے اور نکالنے والا ہے بے جان

بیشک اللہ دانے اور گٹھلی کو چیرنے والا ہے زندہ کو مردہ سے نکالے اور مردہ کو زندہ سے نکالنے والا

مِنَ الْحَيِّ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا

کو زندہ سے یہ اللہ ہے پس کہاں پھیرے جاتے ہو چیرنے والا ہے صبح کا اور بنایا رات کو سکون

یہ ہے اللہ تم کہاں اوندھے جاتے ہو تاریکی چاک کرکے صبح نکالنے والا اور اس نے

وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝

والا اور سورج کو اور چاند کو حساب یہ ہے اندازہ غالب جاننے والے کا

رات کو چین بنایا اور سورج اور چاند کو حساب یہ سادھا ہے زبردست جاننے والے کا۔

تعلق۔ اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں کفار کے جھوٹے معبودوں کی بے بسی، بے کسی، بے وفائی کا ذکر ہوا۔ اب اس سچے معبود حقیقی کی قدرتوں کا ذکر ہے جس کی عبادت باعث نجات ہے۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں توحید و رسالت کا مکمل ذکر ہوا۔ اب اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کی ذات و صفات کی پہچان کرائی جارہی ہے کہ یہی اصل مقصود ہے (تفسیر کبیر)۔ **تیسرا تعلق:** اللہ کی ذات اس کی صفات سے پہچانی جاتی ہے اور اس کی صفات اس کے افعال سے۔ پچھلی آیتوں میں ذات و صفات کا ذکر ہوا۔ اب اس رب کریم کے افعال اور بے مثال کاموں کا تذکرہ ہے گویا پہلے کہا گیا تھا کہ رب کو مانو۔ اب ارشاد ہے کہ اس کے ان کاموں سے مانو۔ **چوتھا تعلق:** پچھلی آیات میں رب تعالیٰ کی بے نیازی کا ذکر تھا اب اس کی دلیلیں بیان ہو رہی ہیں کہ جو ایسے بے مثال کام کرنے پر قادر ہو وہ یقیناً بے پرواہ، بے نیاز ہے جو رب کو حاجت مند مان کر اس کا کوئی ولی اور حاجت روا مانے وہ مشرک ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **و لم یکن له ولی من الذل۔ پانچواں تعلق:** پچھلی آیات میں کفار کی بے بسی، بتوں کی بے وفائی کے ضمن میں اشارۃً نبوت کا ذکر ہوا تھا کہ کفار کے اعمال کی مردودیت ان کی بے بسی کی وجہ یہ ہوگی کہ نبوت کا دامن انہوں نے نہیں پکڑا۔ اب اس کے متعلق یہ قانون بیان ہو رہا ہے کہ ہمارا قانون یہ ہے کہ جس کو جو دیں کسی ذریعہ کسی وسیلہ سے دیں بلا ہم کرتے ہیں مگر اس کا ظہور کسی بندے کے ذریعہ ہوتا ہے دانہ سے کھیت گٹھلی سے باغ ہم اگاتے ہیں مگر کسان اور باغباں کے ذریعہ اور لوگ ہماری اس عطا میں ان وسیلوں کے محتاج ہوتے ہیں اسی طرح ایمان، عرفان، تقویٰ، اعمال سب نبی یا کسی ولی کے وسیلہ سے ہیں گویا یہ دینی کھیت و باغ کسان و باغبان کے ذریعہ لگتے ہیں مومن کے قلب میں باغ ایمان کھیت عرفان نبی و ولی کی معرفت لگتے ہیں۔

تفسیر: ان الله فالق الحب والنوی یہ نیا مسلہ ہے چونکہ اس مضمون سے اشارۃً سب تیس ہیں اور بعض لوگ اس کے منکر ہیں جو کہتے ہیں کہ یہ مذکورہ کام خود بخود ہو رہے ہیں ان میں کسی خالق مختار کی قدرت کو دخل نہیں۔ اس لئے اسے اس سے شروع فرمایا۔ **فالق** بنا ہے **فلق** سے فلق کے دو معنی ہیں۔ پیدا کرنا، چیرنا پھاڑنا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ

www.alahazratnetwork.org

فالق بمعنی خالق ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے دانے بھی پیدا فرمائے۔ جس سے کھیت میں تمہاری غذائیں پیدا ہوتی ہیں جیسے گندم، جو، مٹر، دالیں وغیرہ اور گٹھلیاں بھی پیدا فرمائیں۔ جن سے باغوں میں تمہارے لئے پھل پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے آم، کھجور وغیرہ چونکہ دانے غلہ کی اور گٹھلیاں پھلوں کی اصل ہیں اس لئے خصوصیت سے ان کا ذکر فرمایا ورنہ رب تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے۔ فرماتا ہے **خالق کل شیئ**۔ چونکہ دانہ گٹھلی سے افضل ہے کہ دانہ کھیت میں اور گٹھلی باغ میں بوئے جاتے ہیں نیز دانہ سے گندم وغیرہ پیدا ہوتے ہیں۔ جس سے انسان بلکہ حیوان کی بقاء ہے اور گٹھلی کے باغ کی ایسی نگرانی نہیں ہوتی ان وجوہ سے دانہ گٹھلی سے افضل ہے لہذا حب کا ذکر پہلے ہوا گٹھلی کا بعد میں۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہاں **فلق** بمعنی چیرنا ہے اس صورت میں اس جملہ کے چند معنی ہو سکتے ہیں۔ (1) اللہ تعالیٰ بالی چیر کر اس میں دانے بھرتا ہے اور پھل چیر کر اس میں گٹھلی بھرتا ہے سوچو تو سہی کہ کھجور کے اندر گٹھلی یونہی آم وغیرہ میں گٹھلی کس نے بھری یہ اسی کی قدرت ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ دانوں اور گٹھلی کے دو حصے فرمانے والا ہے۔ دیکھو کہ گندم، جو وغیرہ کے بیچ میں ایک لکیر سی ہے جس سے ان کے دو حصے محسوس ہوتے ہیں۔ یونہی کھجور بیچ میں سے چری ہوتی ہے۔ کس آری سے ان کو چیرا؟ کیسے چیرا؟ اس میں عقل حیران ہے۔ (3) جب دانہ اور گٹھلی تر زمین میں بوئی جاتی ہے تو کچھ دن بعد رب کے حکم سے دو طرفہ چرتی ہے اوپر کی طرف چراؤ سے پورے درخت بنتے ہیں جو زمین کو پھاڑ کر اوپر نکلتے ہیں پھر اس میں سے گدھے، شاخیں، پتے، پھول، پھل وغیرہ نکلتے ہیں جن کے رنگ و مزے، تاثیریں مختلف ہیں اور نیچے والے چراؤ سے درخت کی جڑیں، جڑ کی رگیں، زمین کے نیچے کی طرف چلتی اور دور دور تک پھیل جاتی ہیں۔ اب ان دونوں حصوں میں وہ شاندار تعلق ہوتا ہے کہ سبحان اللہ جڑ زمین سے کھاد، پانی چوس کر شاخوں کو فیض دیتی ہے اور شاخیں ہوا، دھوپ، چاندنی وغیرہ حاصل کر کے جڑ کو پہنچاتی ہیں۔ ان چیزوں میں غور کرو ان کے بنانے والے کے نام کی تسبیح پڑھو اسے سجدے کرو، پھر پتوں کی رگیں ایک پھل کے مختلف مزے، دیکھو تو حیران رہ جاؤ۔ خیال رہے کہ حب یعنی دانہ وہ ہے جس میں گٹھلی نہ ہو۔ جیسے گندم، چاول، جو وغیرہ۔ نوی جمع نواۃ کی ہے۔ نواۃ وہ جو مقصود بالذات نہ ہو جیسے آم، کھجور وغیرہ کی گٹھلیاں (تفسیر خازن)۔ **یخرج الحی من المیت** یہ عبارت **فالق الحب والنوی** کا بیان ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا دوسرا رخ دکھایا گیا ہے۔ حی صفت مشبہ ہے حیوۃ کا اور میت صفت مشبہ ہے۔ موت کا حی کے معنی ہیں زندگی والا اور میت کے معنی ہیں بے جان۔ اس عبارت کی بہت تفسیریں کی گئی ہیں۔ (1) اللہ تعالیٰ بے جان، خشک دانہ اور گٹھلی سے تر جاندار درخت و پودے نکالتا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ جاندار جانور کو بے جان نطفے سے پیدا فرماتا ہے۔ یونہی جاندار چوزوں کو بے جان انڈوں سے نکالتا ہے۔ (3) جاندار مومن کو بے جان کافر سے پیدا فرماتا ہے کہ ماں باپ کافر بیٹا مومن ایمان زندگی ہے کفر موت ہے۔ (4) جاندار مطیع و عابد کو بے جان عاصی و غافل سے پیدا فرماتا ہے کہ ماں باپ غافل گنہگار، بیٹا عاقل و پرہیزگار۔ لہذا یہ فرمان عالی **فالق الحب والنوی** کی گویا تفسیر ہے۔ دانہ، گٹھلی بے جان چیزیں ہیں۔ پودے، درخت ایک طرح کے جاندار ہیں و **مخرج المیت من الحی**۔ یہ عبارت معطوف ہے **فالق الحب والنوی** پر نہ کہ **یخرج الحی** پر لہذا آیت واضح ہے اس پر کوئی نحوی اعتراض نہیں جتنے احتمالات ابھی حی و میت میں عرض کئے گئے۔ وہ سارے احتمالات یہاں بھی ہیں کہ رب تعالیٰ جاندار بوٹے و درخت سے بے جان دانہ گٹھلی پیدا فرماتا ہے۔ جاندار جانور سے بے جان نطفہ پیدا فرماتا ہے۔ بے جان مردہ کافر سے جاندار مومن پیدا فرماتا ہے۔ بے جان عاصی و غافل سے جاندار عابد و متقی پیدا فرماتا ہے۔ بہرحال اس عبارت میں بھی

www.alahazratnetwork.org

موت کی گنجائش ہے۔ چونکہ زندہ مردہ سے افضل ہے نیز زندہ ہر وقت پرورش کا محتاج ہے اس پر ہر آن رحمت ربانی کا نزول ہے اور تو یہ لازم ہے اس لئے اس کے لئے یخرج مضارع ارشاد ہوا جس میں تجدد ہے اور میت کے متعلق مخرج فرمایا جس میں ہیشگی ہے مگر تجدد نہیں ہے۔ یخرج اور مخرج کے فرق کی یہ وجہ ہے (تفسیر کبیر)۔ فرماتا ہے۔ یحی الارض بعد موتها اور فرماتا ہے یرزقکم من السماء۔ اللہ تعالیٰ زمین کو زندہ فرماتا رہتا ہے اور تم کو آسمان سے روزی دیتا رہتا ہے۔ یعنی رب تعالیٰ تم کو پیدا فرما کر یونہی نہیں چھوڑ دیتا بلکہ تمہاری بقاء کے لئے غذائیں، دوائیں، عقل، قوت پیدا فرماتا رہتا ہے۔ بعض کو ماں باپ سے جانوروں کو صرف ماں سے مچھلی کے بچوں کو براہ راست رب ہی پرورش کرتا ہے۔ ماں باپ کی پرورش عارضی ہوتی ہے۔ رب وہ تمہاری ایسی خبر رکھتا ہے تو تم بھی اسے یاد رکھو۔

رحم کر اپنے نہ آئین کرم کو بھول جا ہم تو بھولے ہیں تجھے پر تو نہ ہم کو بھول جا

ذالکم اللہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات مخلوق کے خیال و وہم سے بالا ہے۔ اس لئے ذالک بعید کا اشارہ ارشاد ہوا۔ چونکہ یہاں رب تعالیٰ کی بہت سی صفات کا ذکر ہوا۔ اس لئے ذالکم جمع ارشاد ہوا۔ عربی میں تعظیم کے لئے واحد کو جمع فرمادیا جاتا ہے جیسے **انا انزلنا فی لیلة القدر** یعنی وہ مدبر صانع ان چیزوں کا خالق اللہ ہے لائق عبادت ہے۔ **فانی تؤفکون** اس میں خطاب کفار و مشرکین سے ہے۔ یہاں انی بمعنی کیف ہے نہ کہ بمعنی این اور یہ سوال تعجب دلانے کے لئے ہے۔ **تؤفکون** بنا ہے **افک** سے بمعنی اصل حالت سے پھیر دینا۔ قرآن کریم میں ہے **لتافکنا عن الهتنا** جھوٹ کو افک کہتے ہیں۔ رب فرماتا ہے **ان الذین جاء و بالافک** اور جھوٹے کو افاک کہتے ہیں۔ رب فرماتا ہے **افاک اثیم** کیونکہ جھوٹا اپنے اصلی حال سے پھر جاتا ہے سچ انسان کی اصلی صفت ہے۔ یعنی اس قدرتوں کو دیکھتے ہوئے تم حق سے باطل کی طرف ایمان سے کفر کی طرف کیسے پھرے جاتے ہو یا کیسے پھیر دیئے جاتے ہو کہ شیطان تمہاری آنکھوں پر پردے ڈال کر تمہیں برائیوں کی طرف پھیر دیتا ہے۔ اب تک تو دانہ اور گٹھلی کے زمین کو چیرنے کا ذکر تھا جسے انسان کھیت یا باغ میں جاکر دیکھتا ہے اور جس میں انسانی کسب کو دخل ہے کسان اور باغبان یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ کھیت و باغ میری محنت سے تیار ہوا۔ بلکہ اس پر دعویٰ ملکیت کر سکتا ہے اب صبح کے نور کے رات کے اندھیرے کو چیرنے کا ذکر ہے جسے انسان اپنے بستر پر سے دیکھ سکتا ہے اب صبح کے نور کے رات کے اندھیرے کو چیرنے کا ذکر ہے جسے انسان اپنے بستر پر سے دیکھ سکتا ہے اور جس میں کسی کو دخل نہیں۔ کسی کا دعویٰ ملکیت نہیں۔ غرضیکہ اس سے بڑی عجیب کا ذکر ہو رہا ہے۔ چنانچہ فرمایا جا رہا ہے۔ **فالق الاصباح** یہ عبارت یا تو پوشیدہ ہے ھو کی خبر ہے تب یہ نیا جملہ ہے یا ان کی دوسری خبر ہے۔ پہلی خبر **فالق الحب والنوی** تھی۔ دوسری خبر **فالق الاصباح** ہے تو اوپر سے مل کر ایک ہی جملہ ہے **فالق** کی تحقیق ابھی ہو چکی اگر یہ **فالق** بمعنی خالق ہے تو معنی ظاہر ہیں یعنی رب تعالیٰ نورانی صبح کا پیدا فرمانے والا ہے۔ اصباح اور صبح کے ایک ہی معنی ہیں امرء القیس کہتا ہے۔

الا ایها اللیل الطویل الا انجلی بصبح وما الاصباح منک بامثل

دیکھو اس شعر میں صبح اور اصباح ایک معنی میں ہیں۔ دوسرا شاعر کہتا ہے۔

افنی رباحا وبنی رباح تناسخ الامساء والاصباح

یہاں امساء سے بمعنی مساء ہے اور اصباح بمعنی صبح۔ اور اگر فالق کے معنی ہیں چیرنے والا تو صبح سے مراد ہے صبح کاذب

www.alahazratnetwork.org

تو رات کے اندھیرے کی حد میں شمار فرمایا ہے [illegible] ہو جاتی ہے معنی یہ ہیں کہ صبح صادق کی بھی نورانیت کو سورج کی روشنی سے چیر دیا [illegible] یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ [illegible] رات کے اندھیرے کو چیرتا ہے۔ صبح کے وقت مشرق کی طرف روشنی اور [illegible] کی طرف سواد ہوتی ہے [illegible] رات کی اندھیری چیر دی۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے یہی معنی اختیار کئے ہیں [illegible] صبح صادق سے اندھیرا [illegible] ہے وہ تو اندھیرے سے نہیں تبدیلی ہماری ان تفسیروں سے یہ معلوم ہو گیا اس [illegible] اشارۃً [illegible] نور [illegible] کہ وہ روشن تو ہوتے ہو مگر [illegible] میں [illegible] سکتے [illegible] ہمارا ہی کام ہے [illegible] سورج [illegible] عالم اجسام [illegible] تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ عالم ارواح [illegible] چاند [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم سے نور لے کر روشنی کرتے تھے مگر دن سے سویرا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سورج ہیں [illegible] اندھیرا [illegible] دیا جیسے سورج نکلنے سے پہلے سویرا ہو جاتا ہے ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پہلے انوار کے آثار نمودار ہو گئے۔ **وجعل اللیل سکنا** بعض قراءتوں میں ہے **وجاعل اللیل سکنا** اور یہ عبارت معطوف ہے **فالق الاصباح** پر ہماری قراءت میں **جعل اللیل** ہے چونکہ **فالق الاصباح** میں فالق بمعنی فلق ہے لہٰذا جعل کا اس پر عطف درست ہے **سکن** مصدر ہے بمعنی سکون۔ **جعل** بمعنی خلق ہے تو **سکنا** [illegible] اللہ تعالیٰ نے رات کو سکون [illegible] کے لئے پیدا فرمایا اور اگر **جعل** بمعنی **صیر** ہے تو **سکنا** اس کا دوسرا مفعول ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے رات کو مخلوق کے لئے راحت و سکون بنایا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے دوسرے معنی اختیار فرمائے [illegible] سکون و چین کا وقت بنایا (معانی) اس کی تفسیر وہ آیت ہے **لتسکنوا فیها** اس فرمان عالی کے تین معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ رب نے رات تمہارے جسم کے سکون و آرام کے لئے بنائی کہ تم سو کر بیداری کے سب غم و رنج بھول کر مشقت کی تکالیف سے آرام [illegible] دوسرے یہ کہ رات تمہارے دل کے چین و سکون کے لئے بنائی کہ تم نماز تہجد نہایت چین و سکون سے ادا کرو کہ تم اس وقت سکون [illegible] مجھ سے باتیں کرو کہ تہجد کے وقت وہ سکون نصیب ہوتا ہے جو دوسرے وقت میسر نہیں ہو [illegible]۔ **لیل** یعنی [illegible] تمہارے لئے سکون کا ذریعہ بنایا [illegible] ہر وقت تم پر [illegible] اور تم بالکل متوجہ الی اللہ رہو [illegible]۔ **والشمس والقمر حسبانا** اس عبارت میں **الشمس والقمر** معطوف ہیں **اللیل** پر اور **حسبانا** معطوف ہے **سکنا** پر اگر **جعل** بمعنی **خلق** ہو تو **حسبانا** مفعول لہٗ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے سورج و چاند کو [illegible] کے سبب کے لئے پیدا کیا اور اگر [illegible] **حسبانا** مصدر ہے بمعنی [illegible] اللہ تعالیٰ نے سورج چاند کو حساب کا ذریعہ بنایا کہ چاند سے قمری مہینے بنتے ہیں اور سورج سے شمسی مہینے۔ چاند سے زکوٰۃ، حج، روزے وابستہ ہیں سورج سے اسلامی نمازیں وابستہ [illegible] مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ تو سورج، چاند کی رفتار ان کا طلوع و غروب حساب سے رکھے ان میں سے کوئی رب تعالیٰ کے مقرر [illegible] حد سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ قادر مطلق ہے وہ جس کے قبضہ و قدرت میں ساری چیزیں ہیں۔ یہ سورج و چاند کی روشنی کی تقسیم [illegible] سب سے [illegible] مالک [illegible] روشنی کی تقسیم خفیہ [illegible] شریعت و طریقت کا امام ہے۔ **ذلک تقدیر العزیز العلیم** یہ جملہ ہے ذلک سے اشارہ ان تمام مذکورہ چیزوں کی طرف ہے تقدیر بنا ہے قدر سے بمعنی اندازہ عزیز بمعنی غالب علیم بمعنی علم والا یعنی یہ جو کچھ بیان ہوا اس ذات کا مقرر کیا ہوا اندازہ ہے جو غالب بھی ہے حکمت والا بھی لہٰذا اس اندازہ میں [illegible] رہا [illegible] ہیں۔ خیال رہے کہ سورج

www.alahazratnetwork.org

کے پاس شعاعیں ہیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نگاہیں ہیں۔ سورج کی شعاعیں زمین پر دن نکالتی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہیں دلوں پر دن نکالتی ہیں۔ مگر سورج کی شعاعیں رات میں اور تہ خانوں میں زمین پر نہیں پہنچتیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہیں دن رات ہر جگہ ہر حال میں پہنچتی ہیں۔ الشمس والقمر حسبانا میں اس طرف اشارہ ہے۔

خلاصہ ء تفسیر : ابھی تفسیر سے معلوم ہوا کہ اس آیت کریمہ کی بہت تفسیریں ہیں ہم ان میں سے ایک تفسیر کا خلاصہ عرض کرتے ہیں جو آسان بھی ہے اور ظاہر بھی اے لوگو یقین کرو کہ اللہ تعالیٰ ایسی قدرت والا ہے کہ وہ کھیت کی زمین میں دانہ چیر کر اس سے پودے نکالتا ہے اور باغوں میں بوئی ہوئی گٹھلی چیر کر درخت پیدا فرماتا ہے۔ دانہ سے تمہاری بقاء ہے پھلوں سے تم کو لذتیں ملتی ہیں اس کی اس قدرت میں غور کرو اور ایمان لاؤ۔ خیال کرو کہ اس پودے کی جڑ اس کا تنہ پتے پھول پھل سب ہی پیدا ہوتے ہیں یہ تمام ایک دانے میں اجمالاً موجود ہیں۔ وہی قدرت والا بے جان نطفے اور انڈے سے جاندار انسان و جانور نکالتا ہے ایک قطرہ میں پنہاں تھے وہی ایسی قدرت والا ہے۔ جاندار انسان اور جانور سے بے جان نطفہ و انڈا نکالتا ہے یہ قدرتوں والا رب ہی تو لائق عبادت ہے وہی تو معبود ہے بیوقوف منکرو تم کہاں بھٹکے جارہے ہو ایسے رب کو چھوڑ کر مجبور بتوں کی پرستش کیوں کرتے ہو تم نے زمین میں تو اس کی یہ قدرتیں دیکھیں ذرا آسمان کی طرف توجہ کرو وہی رب رات کی تاریکی چاک کرکے اس میں سویرے کا دھاگہ نکالتا ہے اس نے رات بنائی جس میں تم سکون و چین کرکے دن کی تھکن دور کرتے ہو اس رب نے سورج و چاند بنائے جس سے تمہارے حساب درست ہوتے ہیں بعض حساب سورج سے وابستہ بعض چاند و سورج دونوں کے لئے اندازے مقرر فرمائے یہ اندازہ اس رب کا ہے جو غالب بھی ہے علم والا بھی لہذا اس کے اندازوں میں صدہا حکمتیں ہیں۔

خیال رہے کہ اس دنیا میں ایک اندھیرا ہے اور ایک سویرا مگر دل کی دنیا میں بہت سے اندھیرے ہیں اور ہر اندھیرے کا الگ سویرا ہے۔ کفر ایک اندھیرا جس کا سویرا ایمان ہے۔ فسق اندھیرا تقویٰ سویرا۔ غفلت اندھیرا ہے بیداری سویرا۔ جہالت اندھیرا ہے علم سویرا۔ تکبر و نخوت اندھیرا ہے عجز و انکسار سویرا یہ سارے سویرے ایک سورج کے دم قدم سے وابستہ ہیں اس سورج کا نام ہے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اسی طرح اماکن و محل پر مختلف اندھیرے آتے ہیں جن کے سویرے بھی مختلف ہیں۔ کعبہ معظمہ میں بتوں کا اندھیرا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں توحید کا سویرا کیا۔ مدینہ منورہ میں خصوصاً مسجد نبوی کی زمین میں بہت سے اندھیرے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سویرے کر دیئے وہاں یہودی قبریں اور گھوڑا اصطبل وہاں کی روضہ مطہرہ ریاض الجنۃ منبر ہو گئے۔ مومن کی قبر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے تو وہ قبر نہ رہے گی بلکہ روضہ جنت یعنی جنت کا باغ بن جائے گی۔ وہاں بھی سویرا اسی سورج سے ہوگا۔ فالق الاصباح میں ان سب کی طرف اشارہ ہے۔ نیز جب دل پر رنج و غم و تکلیف کا اندھیرا چھا جاتا ہے تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خوشی کا سویرا نکالتے ہیں کہ ہر چیز اپنے کمال پر پہنچ کر ہی بے زوال ہو جاتی ہے۔ نیز آگے قبر میں اندھیرا آنے والا ہے۔ وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے سویرا ہوگا۔ قبر کا اندھیرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرا اس کا سویرا۔ پھر پل صراط پر اندھیرا ہوگا وہاں پیشانی کا داغ سجدہ سویرا کر دے گا۔ غرضیکہ فالق الاصباح میں بہت وسعت ہے۔

www.alahazratnetwork.org

فائدے : اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: دنیاوی چیزوں میں غور کرنا اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی معرفت نصیب ہوتی ہے۔ معرفت الٰہی اطاعت الٰہی کا ذریعہ ہے۔ عالم ظاہر و معرفت الٰہی کا دفتر ہے۔ شعر

برگ درختاں سبز در نظر ہوشیار ہر ورقے دفترے است معرفت کردگار

یہ فائدہ فالق الحب والنوٰی سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ: دانہ کھیت کے لئے گٹھلی باغ کے لئے محض سبب ہے علت نہیں۔ ان کی علت ارادہ الٰہی ہے وہ چاہے تو ان سے کھیت و باغ پیدا ہوں' چاہے تو کچھ نہ ہو۔ یہ فائدہ بھی فالق الحب والنوٰی سے حاصل ہوا۔ دیکھا گیا ہے کہ بہت دفعہ دانہ و گٹھلی سے کچھ بھی پیدا نہیں ہوتا خواہ کتنی ہی کوشش کی جائے۔ تیسرا فائدہ: کوئی نیک شخص یہ یقین نہ کرے کہ میری اولاد بھی نیک ہی ہوگی اس کی دعا کرے۔ عالم کی اولاد جاہل' پرہیزگار کی اولاد بدکار' مومن کی اولاد کافر' صالح کی اولاد طالح بھی ہوتی ہے۔ یہ فائدہ یخرج المیت من الحی کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان کافر ہوا۔ رب بڑی قدرتوں والا ہے۔ چوتھا فائدہ: نطفہ اور انڈا بچہ کی علت نہیں محض سبب ہے۔ رب چاہے تو اس سے بچہ بنے' نہ چاہے تو نہ بنے' اس لئے دیکھا گیا کہ بارہا صحبت ہوتی ہے مگر بچہ پیدا نہیں ہوتا۔ یہ فائدہ یخرج الحی من المیت کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا۔ کوئی شخص کسی حال میں رب تعالیٰ سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ پانچواں فائدہ: اللہ کی ذات و صفات کا منکر جانوروں سے بدتر ہے کہ جانور اپنے مالک کو جانتا مانتا ہے اور یہ انسان ہو کر اپنے مالک کا انکاری ہے۔ یہ فائدہ فانی تؤفکون سے حاصل ہوا۔ چھٹا فائدہ: زمین اور زمان دونوں چیزیں اللہ کی قدرتوں کے نشان ہیں۔ ان دونوں سے انسان کو سبق لینا چاہئے بلکہ زمان کی نشانیاں زمین کی نشانیوں سے اعلیٰ و افضل ہیں۔ دیکھو رب نے دانہ و گٹھلی کے بعد سویرے کے اندھیرے کو چیرنے کا ذکر فرمایا۔ ساتواں فائدہ: اللہ تعالیٰ نے دن کام کاج کے لئے بنایا ہے اور رات آرام کے لئے لہٰذا اچھا ہے کہ انسان دوپہری میں آرام کرے مگر عارضی طور پر اور رات میں جو کام کرے تو عارضی طور پر رات کو جلد سو جائے اور صبح کو جلد اٹھے۔ یہ فائدہ جعل اللیل سکنا سے حاصل ہوا۔ جو لوگ بلاوجہ رات کو جاگیں اور دن کو سویا کریں وہ قدرتی نظام کے خلاف کرتے ہیں۔ اس میں کامیاب نہ ہوں گے۔ دوسری جگہ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ و جعلنا اللیل لباسا" و جعلنا النھار معاشا" قدرتی نظام میں بڑی حکمتیں ہیں۔ آٹھواں فائدہ: چاند کے مہینے محرم صفر وغیرہ بھی حق ہیں اور سورج کے مہینے جنوری' فروری وغیرہ بھی حق دونوں اللہ تعالیٰ کے مقرر فرمائے ہوئے ہیں کسی انسان کے مقرر کئے ہوئے نہیں اور دونوں ہی کار آمد ہیں۔ چاند سے بہت سی اسلامی عبادتیں قائم ہیں۔ جیسے حج' رمضان' عیدین' عورتوں کی عدت' زکوٰۃ کا سال وغیرہ سورج سے موسموں' کھیتوں کا حساب لگتا ہے غرضیکہ ان دونوں میں عجیب کرشمے ہیں یہ فائدہ والشمس والقمر حسبانا" کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ دونوں مہینوں کا ذکر قرآن مجید میں دوسری جگہ یوں ہے۔ ولبثوا فی کہفہم ثلث مائۃ سنین و ازدادوا تسعا۔ نواں فائدہ: علم ریاضی' علم اوقات' اعلیٰ علوم میں سے ہیں کہ ان سے اللہ تعالیٰ کی قدرت ظاہر ہوتی ہے اور اس سے نماز روزے کے اوقات کا پتہ چلتا ہے۔ یہ فائدہ ذالک تقدیر العزیز العلیم سے حاصل ہوا۔ اسلامی جنتریاں' دائمی نقشے' نمازوں' سحری و افطاری کے اوقات انہیں علوم سے بنائے جاتے ہیں۔ دسواں فائدہ: اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے علوم غیبیہ بخشے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

www.alahazratnetwork.org

دنیا میں اللہ کی نعمتوں کے قاسم ہیں۔ اللہ معطی و انا قاسم اور تقسیم جب ہی درست ہو سکتی ہے جبکہ قاسم حصوں کو بھی جانتا ہو اور حصے والوں کو بھی پہچانتا ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفیع ہیں۔ شفاعت جرم کے بغیر نا ممکن ہے ضروری ہے کہ شفیع ہر شخص کو جانے کہ کون شفاعت کے لائق ہے اور کون نہیں اور کون کس شفاعت کے لائق ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے ایمان و اعمال کی خبر نہ ہو تو ہم کس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کی درخواست کرسکتے ہیں۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیں کہ مجھے خبر نہیں کہ تم مومن ہو یا کافر تو ہم اپنا ایمان کس طرح ثابت کرسکتے ہیں۔ یہ فائدہ **والشمس والقمر** کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا کہ شمس سے مراد ہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور **حسبانا** سے مراد ہو حساب کرنے والے۔

پہلا اعتراض: **یخرج الحی** الخ مضارع ہے اور **مخرج المیت** جملہ اسمیہ یا مرکب غیر مفید ہے۔ جملہ ہے ہی نہیں پھر اس کا عطف **یخرج الحی** پر کون قاعدے سے کیونکر درست ہوا۔ معطوف علیہ اور معطوف یکساں چاہئیں۔ **جواب:** اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ **مخرج المیت** معطوف ہے **فالق الحب** پر نہ کہ **یخرج الحی** پر لہذا اس میں کوئی اشکال نہیں۔ **یخرج الحی** حال ہے **فالق الحب** سے۔ **دوسرا اعتراض:** زندہ کو مردے سے نکالنے کے لئے **یخرج** مضارع ارشاد ہوا اور مردے کو زندہ سے نکالنے کے لئے **مخرج المیت** اسم فاعل فرمایا گیا اس فرق کی وجہ کیا ہے۔ **جواب:** اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ زندہ مردے سے افضل ہے نیز زندہ اپنے زندہ رہنے میں ہر وقت اللہ سے مدد حاجت مند ہے ہر وقت اللہ کی رحمت اس کی پرورش فرماتی ہے۔ ان وجوہ سے یہاں **یخرج** فرمایا جس میں دوام بھی ہے تجدد بھی۔ **تیسرا اعتراض:** صبح صادق سے رات کا اندھیرا پھٹتا ہے رات کے اندھیرے سے صبح صادق نہیں پھٹتی تو **فالق الاصباح** فرمانا کیونکر درست ہوا؟ (ضروری نوٹ) مفسرین نے اس اعتراض کو مشکل ترین سمجھا ہے۔ **جواب:** اس اعتراض کے بہت سے جواب ہیں جو ابھی تفسیر میں عرض کئے گئے۔ اس آیت کے معنی یہ نہیں ہیں کہ صبح کو رات کے اندھیرے سے چیرتا ہے بلکہ اس کے معنی ہیں صبح کے تڑکے کو سورج کی روشنی سے چیرتا ہے یا صبح کاذب کو صبح صادق سے چیرتا ہے اور **فالق** معنی **خالق** ہے تب تو کوئی اعتراض ہی نہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ صبح کا خالق ہے۔ **چوتھا اعتراض:** اسلامی تاریخیں اور اسلامی حساب تو چاند سے بنتے ہیں پھر سورج و چاند دونوں کو حسبان کیوں فرمایا؟ **جواب:** اس کے جواب ابھی تفسیر میں عرض کئے گئے کہ اسلام میں روزے، عیدین، حج، زکوۃ وغیرہ کے حساب چاند سے لگتے ہیں مگر نماز کے اوقات کے حساب سورج سے ہیں۔ نیز حساب اکثر چاند سے لگتے ہیں مگر دنیوی معاملات اور موسم یعنی بارش، باغوں کے پھل وغیرہ کے حساب سورج سے غرضیکہ دونوں ہی حساب کا ذریعہ ہیں۔

تفسیر صوفیانہ: انسان کا دل گویا زمین ہے اور کلمہ طیبہ گویا دانہ ہے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم و خوف خدا گویا گٹھلی ہے کلمہ طیبہ سے ایمان و اخلاص پیدا ہوتا ہے جس کی جڑیں قلب میں مضبوط ہوتی ہیں اور اس کی شاخیں اعضاء ظاہری کی طرف شاخیں ہوتی ہیں۔ مرد کامل کی نگاہ وہ مردہ دل میں اس گٹھلی کی کاشت ہوتی ہے اس کلمہ طیبہ سے ایمان کا درخت پیدا ہوتا ہے جس میں اعمال صالحات کے پھل لگتے ہیں قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کلمہ طیبہ سے ہر دم ایمان کے باغ لگاتا ہے جس میں معرفت الٰہی کے پھول لگتا ہے۔ یہ اس کی قدرت کاملہ ہے۔ عقل کے دوائیں صاف ایمان کا

www.alahazratnetwork.org

محبت لگتا ہے اور بعض لوگوں کے دلوں میں ایمان کا کھیت بھی ہوتا ہے اور عشق کا باغ بھی۔ پھر بعض لوگ اپنے اس کھیت و باغ سے خود ہی فائدہ اٹھاتے ہیں اور بعض لوگوں کے ان کھیتوں باغوں سے دوسرے لوگ بھی فائدے اٹھاتے ہیں جیسا کھیت و باغ ویسے ہی اس سے فائدے جو والی شان ہوں۔ ایسا ہے کہ عارف مانند مومن سے کافر، زندیق اولاد پیدا فرماتا ہے۔ جیسے نوح علیہ السلام سے کنعان کافر، اور کافر، زندیق سے عارف پیدا فرماتا ہے۔ پتھروں میں لعل اور سیپ میں موتی پیدا کرتا ہے۔ نیز کبھی قدرہ دان والے کو بے دین مردود بنا دیتا ہے اور کبھی بے دین و دشمن مومن کو صاحب عرفان کر دیتا ہے۔ حضرات صدیق و فاروق کہاں سے کہاں آئے تھے انہیں کفروں میں سے نکال کر جواہر بنے تھے یہ ہے اس کی شان ایسی شان والا اللہ ہی لائق عبادت ہے۔ وہی رب وہ ہے جو دل کی دنیا میں اندھیریوں میں نور کی کرن چمکاتا ہے یا اس میں آس غفلت میں بیداری، ناشکری میں شکر گزاری کا سویرا نکالتا ہے۔ وہی ہمارے اندھیرے دلوں پر نبوت کے سورج کے تجلی ولایت کے چاند کی روشنی ڈالتا ہے مگر حسب سے جو دل جس تجلی کے لائق ہے اسے وہی تجلی عطا فرماتا ہے۔ سو وہی رب ہے جو کبھی ہمارے دلوں پر سکون کبھی عشق کی بے چینی طاری فرماتا ہے اگر ہمارا یکساں حال رہے تو ہم فنا ہو جائیں۔ ؎

اگر درویش برحالے بماندے — دو دست از جملہ عالم برفشاندے

یہ غالب حکمت والے رب کے مقرر فرمائے ہوئے اندازے ہیں ان اندازوں میں صدہا حکمتیں ہیں۔ ہماری عقلیں ان تک پہنچیں یا نہ پہنچیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ سارے کھیت باغ تخم درخت پھل پھول سب تیرے اندر ہیں تو دیکھتا کیوں نہیں **و فی انفسکم افلا تبصرون** مگر یہ چیزیں اگرچہ ہم میں ہیں مگر خود نہیں دیکھ سکتے کوئی دکھانے والا دکھائے تو نظر آتی ہیں۔ ہم اپنی صورت آئینہ میں شکل دیکھتے ہیں شکل ہماری ہوتی ہے دکھاتا آئینہ ہے۔ یونہی ہماری صحت اور بیماری طبیب بتاتا ہے ہماری اندرونی اعضاء کی کیفیت ایکسرے دکھاتا ہے یہ چیز کی ہوتی ہے ہم میں مگر بتانے دکھانے والا کوئی اور ہوتا ہے یونہی ہمارے قلب اور روح کی کیفیات کو قرآنی آئینہ دکھاتا ہے نبی اور ولی بتاتے ہیں ہم خود اپنے حالات نہیں جانتے جس نے اپنے کو جان لیا اس نے رب کو پہچان لیا۔ **من عرف نفسہ فقد عرف ربہ** خیال رہے کہ سورج میں نور شعاعیں گرمی وغیرہ بے شمار ہے مگر ان چیزوں کی تقسیم ہر مکان اور ہر زمین میں مختلف ہے ایک سورج کی گرمی جولائی میں اور ہے دسمبر میں کچھ اور یونہی ایک وقت میں سورج کی گرمی پنجاب میں اور ہے بنگال میں کچھ اور کوہ مری میں دوسری طرح کی ہے۔ کیونکہ نور شمس ہر جگہ اور طرح کی ہے غرضیکہ ان چیزوں کی تقسیم حساب سے ہے۔ اسی طرح نبوت کے سورج حضور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی اور ان کے خدام اولیاء اللہ کی عطائیں مختلف ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق کو کچھ اور ہی عطا فرمایا جناب فاروق کو کچھ اور ہی دیا۔ یونہی صحابہ کرام اور قسم کے اولیاء اللہ اور قسم کے ہم جیسے گنہگاروں پر اور ہی طرح کا۔ غرضیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت سب کو ہے مگر ربط میں مختلف ہے۔ **والشمس والقمر بحسبان**

جھولی ہی میری تنگ ہے تیرے یہاں کمی نہیں

www.alahazratnetwork.org

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ قَدْ فَصَّلْنَا

اور وہ اللہ وہ ہے کہ بنایا تمہارے واسطے تاروں کو تاکہ ہدایت پاؤ ان سے خشکی اور پانی کی تاریکیوں میں تحقیق تفصیل وار

اور وہی ہے جس نے تمہارے لئے تارے بنائے کہ ان سے راہ پاؤ خشکی اور تری کے اندھیروں میں ہم

الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ وَهُوَ الَّذِيْ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّ

بیان کردیں ہم نے آیتیں اس قوم کے لئے جو جانتے ہیں اور وہ ہے جس نے پیدا کیا تم کو نفس واحد سے پس کہیں

نے نشانیاں مفصل بیان کردیں علم والوں کے لئے اور وہ وہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا پھر

مُسْتَوْدَعٌ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ

قرار ہے اور کہیں امانت بیشک تفصیل وار بیان کردیں ہم نے آیتیں ان لوگوں کیلئے جو سمجھتے ہیں

تمہیں ٹھہرنا ہے اور کہیں امانت رہنا بیشک ہم نے مفصل آیتیں بیان کردیں سمجھ والوں کے لئے

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ کی ان قدرتوں کا ذکر ہوا جن کا تعلق زمین و آسمان سے ہے اب اس رب کی ان قدرتوں کا ذکر ہے جن کا تعلق آسمانی تاروں سے ہے گویا آسمانی نشانیوں کے بعد آسمانی چیزوں کی نشانیوں کا ذکر ہو رہا ہے۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیتوں میں سورج و چاند کے نفعوں کا ذکر تھا اب تاروں کے منافع کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ گویا بڑے تاروں کے بعد چھوٹے تاروں کے منافع ارشاد ہو رہے ہیں کہ سورج و چاند کے بعد اندھیرے میں ہدایت دینے والے تاروں کا ذکر اب ہو رہا ہے۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ کی خارجی نعمتوں کا ذکر ہوا اب اگلی آیت میں رب تعالیٰ کی داخلی نعمتوں کا ذکر ہے یعنی ہمارا ایک ذات سے پیدا ہونا اور دنیا میں عارضی یا دائمی قیام تاکہ ہم اپنے میں غور کر کے رب تعالیٰ کو پہچان لیں۔

تفسیر **وھو الذی** یہ نیا جملہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ، رحمت شاملہ اور اس کی حکمت پر تیسری قسم کی دلیل دی گئی **ھو** سے بھی مراد اللہ تعالیٰ ہی ہے اور **الذی** سے بھی مراد وہی ہے مگر **ھو** سے ذات الٰہی اور **الذی** سے صفات الٰہی کی طرف اشارہ ہے لہٰذا **ھو** مبتدا ہونا اور **الذی** کا خبر ہونا درست ہوا یعنی وہ اللہ وہ شان والا قدرت والا ہے خیال رہے کہ یہ فرمان کہ میں وہ ہوں یا وہ، وہ ہے عتاب کے لئے بھی ہوتا ہے اور کرم نوازی کے لئے بھی مجرم سے حاکم عتاب کہتا ہے میں وہ ہوں کہ تجھے ... سزا دے سکتا ہوں یہ لفظ عتاب کے لئے ہے۔ ماں باپ اپنے بیٹے سے کہتے ہیں کہ ہم وہ ہیں کہ جس نے تجھے پالا پرورش کیا یہاں یہ لفظ کرم نوازی کے لئے ہے۔ یہاں **ھو الذی** ارشاد الٰہی کرم نوازی کے لئے ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ لفظ دونوں معنوں سے رحمت کے لئے ہوا اور عتاب اور غضب کے اظہار کے لئے۔ خیال رہے کہ **ھو الذی** کبھی تو رب تعالیٰ کی قدرت کے اظہار کے لئے ہوتا ہے کبھی اس کی رحمت بتانے کو کبھی اس چیز کی عظمت ظاہر کرنے کو جس کا ذکر ہو رہا ہے یہاں **ھو الذی** رب کی رحمت و قدرت کے اظہار کے لئے ہے اور **ھو الذی ارسل رسولہ** میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے ہی ہے۔ **جعل لکم النجوم** یہ عبارت **الذی** کا صلہ ہے یہاں **جعل** بمعنی خلق ہے اس لئے اس کا ایک

www.alahazratnetwork.org

مفعول آیا لکم میں لام نفع کا ہے اور کم میں خطاب سارے انسانوں سے ہے۔ چونکہ ستاروں میں رہبری صرف انسانوں کے لئے ہوتی ہے حیوانات' فرشتے' جانور وغیرہ یہ نفع حاصل نہیں کرتے اس لئے لکم میں صرف انسانوں سے خطاب ہوا النجوم جمع ہے نجم کی لغت میں نجم وہ ہے جو طلوع ہو اور روشن ہو اس لئے چاند سورج بھی نجم ہیں مگر یہاں اس میں چاند سورج داخل نہیں کیونکہ رات کی اندھیریوں میں صرف تاروں سے رہبری ہوتی ہے ستارے دو قسم کے ہیں۔ ثوابت ٹھہرے ہوئے سیارہ رات (حرکت کرنے والے) سیارہ تارے کل سات ہیں۔ ثوابت تارے بے شمار ہیں۔ مسافر بعض تاروں کو اپنے سامنے رکھتا ہے' بعض کو پیچھے بعض کو داہنے بعض کو بائیں پھر ان کے حساب سے سفر کرتا ہے اس لئے یہاں **النجوم** جمع ارشاد ہوا لہدایت میں سارے تاروں کو دخل ہے **لتهتدوا بها فی ظلمات البر والبحر** یہ عبارت **جعل** کے متعلق ہے اس میں ستاروں کی پیدائش کی ایک حکمت کا ذکر ہے دوسری حکمتوں کا دوسری آیت میں ہے۔ **و زينا السماء الدنيا بمصابيح و حفظا** " اور جگہ ہے **و جعلناها رجوما** " **للشياطين** حدیث شریف میں ہے کہ جو ان ستاروں میں ان تین کے سوا اور حکمت مانے وہ خطا کار ہے یہ آسمان کی زینت ہیں۔ شیاطین کے لئے رجم سنگساری ہیں اور ان سے جنگل دریائی اندھیریوں میں ہدایت حاصل کی جاتی ہے لہذا ان تاروں سے نہ تو اچھی بری فال لی جائے نہ ان سے غیبی خبریں اور آئندہ کے حالات معلوم کرنے درست ہیں کہ فلاں تارہ فلاں برج میں گیا لہذا بارش ہو گی یا ارزانی و گرانی ہو گی یا فلاں تارے کی وجہ سے قوموں پر گردشیں آتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب ممنوع ہیں چونکہ جنگل اور دریا بہت سے ہیں اور بہت سی قسم کے ہیں اور ہر جنگل' ہر دریا کی اندھیریاں مختلف ہیں اس لئے **ظلمات** جمع فرمایا گیا نیز کبھی کبھی ایک ہی جنگل' ایک ہی دریا میں بہت قسم کی اندھیریاں جمع ہو جاتی ہیں اس لئے بھی **ظلمات** جمع فرمانا مناسب ہوا۔ یہاں **لتهتدوا** میں خطاب صرف انسانوں سے ہے ہدایت سے مراد ہے سمت کی ہدایت' وقت کی ہدایت **ظلمات** کے بعد **الليل** پوشیدہ ہے اصل عبارت یوں تھی۔ **فی ظلمات الليل فی البر والبحر** یعنی اللہ نے یہ تارے اس لئے پیدا فرمائے کہ تم جنگلوں اور سمندروں میں جب سفر کر رہے ہو اور رات کی اندھیریاں آ جائیں تو ان تاروں سے وقت معلوم کرو کہ رات کتنی گزری' کتنی باقی ہے۔ نماز عشاء کا وقت آیا یا نہیں' گزر گیا یا نہیں اور انہیں سے تم سمت معلوم کر کے بہ آسانی سفر کرو۔ خیال رہے کہ گھڑیاں اور قطب نما ستاروں ہی کے حساب سے بنائے گئے ہیں لہذا آج کل ان سے ہدایت حاصل کرنا در اصل ستاروں سے ہی ہدایت لینا ہے لہذا یہ فرمان عالی بالکل درست ہے۔ بہرحال ستاروں کی پیدائش میں صدہا حکمتیں ہیں اور ہزارہا نفع **قد فصلنا الايات لقوم يعلمون** یہ عبارت پہلے جملہ کی تفصیل ہے آیات سے مراد آیات قرآنیہ ہیں علم سے مراد وہ علم ہے جو اللہ تعالیٰ کی معرفت کا ذریعہ بنے جو اس سے مانع ہو وہ علم نہیں بلکہ جہالت ہے۔

سعدی بشوے لوح دل از نقش غیر حق — علمے کہ رہ بحق ننماید جہالت است

یعنی ہم نے یہ آیات علم والی قوم کے لئے تفصیل وار بیان فرما دی ہیں چونکہ علم والے ہی ان سے نفع حاصل کرتے ہیں لہذا انہیں کا ذکر فرمایا۔ اب تک رب تعالیٰ نے اپنی قدرتوں' رحمتوں کے چھوٹے آئینوں کا ذکر فرمایا یعنی کھیت' باغ' سورج' چاند' تارے وغیرہ کہ یہ سب چیزیں صفات الٰہیہ میں سے ایک ایک دو دو صفات کے آئینہ ہیں۔ اب انسان کو خود اس کے آئینہ میں اپنا جمال دکھایا جا رہا ہے۔ انسان رب کی ذات و صفات کا بہت بڑا اور شفاف آئینہ ہے چنانچہ ارشاد ہوا۔ **و هو الذي انشأكم من**

www.alahazratnetwork.org

نفس واحدة یہ جملہ نیا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور رحمت دونوں کا ذکر ہے یعنی تمہارا بیان فرمایا گیا ہے۔ اس ونفس کا تعلق خود انسان کی اپنی ذات سے ہے پچھلے الفاظ کا تعلق رب سے اور آسمانی چیزوں سے **اتقوا** اور **الذی** کی یہی تحقیق ہے جو ابھی کی گئی۔ **ھو** سے ذات رب اعلیٰ مراد ہے اور **الذی** سے اس کی شان یعنی قدرت یعنی رحمت مراد یعنی اللہ وہ قدرت والا ہے جس نے اے انسانو تم سب کو ایک ذات سے بنایا مگر تم ایک نہ ہوئے تمہاری زبان تمہارے طریق زندگی تمہاری عادات مختلف ہیں رحمت ایک مگر تم مختلف ہو وہ اللہ وہ رحمت والا ہے جس نے تم سب کو ایک ذات سے بنایا تاکہ تم سارے انسان ایک دوسرے کے حق دار رہو سمجھو کہ تم ایک باپ ایک ماں کی اولاد ہیں۔ **انسان** بنا ہے **انس** سے جس کا مادہ **انس** ہے۔ معنی پیدائش کہا جاتا ہے شوہر ماں بن پیدا ہوتا ہے بمعنی **انساء** کے معنی ہیں پیدا کرنا یعنی پیدا کرنے والا۔ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں۔

الحمد لله منشی الخلق من عدم ثم الصلوة علی المختار کلهم

کیونکہ یہ خطاب صرف انسانوں سے ہے مومن ہوں یا کافر اس خطاب میں جنات اور فرشتے داخل نہیں جیسا کہ گزشتہ مضمون سے معلوم ہوا نفس کے بہت معانی ہم پہلے بیان کر چکے ہیں یہاں جان یا شخص کے معنی ہیں نفس واحدہ سے حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام مراد ہیں جو تمام انسان انہیں کی اولاد ہیں۔ خیال رہے کہ حضرت حوا کی پیدائش بھی آدم علیہ السلام سے ہے کہ ان کی ایک پسلی سے آپ پیدا کی گئیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی جناب مریم حضرت آدم کی اولاد ہیں لہٰذا ان کی پیدائش بھی حضرت آدم سے ہے اس لئے یہ آیت بالکل واضح ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ حضرت حوا کی ولادت آدم علیہ السلام سے نہیں کہ آپ ان کی بیٹی ہیں بلکہ ان کی پیدائش آدم علیہ السلام سے ہے پیدائش اور ولادت میں بڑا فرق ہے اسی لئے کہا جاتا ہے کہ آدم علیہ السلام تمام مردوں کے والد ہیں تمام عورتوں کے والد نہیں۔ کیونکہ حضرت حوا کے والد نہیں بلکہ ان کے خاوند ہیں۔ تمام انسانوں کا ایک ذات سے پیدا فرمانا اللہ کی قدرت کی بھی دلیل ہے کہ ایک ذات سے اتنی بڑی مخلوق پیدا کر دی۔ نیز ایک درخت میں ایک ہی قسم کے پھل لگتے ہیں۔ آم کے درخت میں کیلا نہیں لگتا۔ ہر شاخ ہر گدے میں آم ہی ہوتے ہیں مگر انسان میں رب نے یہ کمال دکھایا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام ایک ہیں مگر ان کی اولاد مومن بھی ہے کافر بھی مشرک بھی منافق بھی پھر مومنوں میں اولیاء بھی ہیں انبیاء بھی۔ حضور محمد مصطفیٰ بھی صلی اللہ علیہ وسلم۔ تو ایک درخت میں ایسے مختلف پھل کہ دیکھا اسی میں فرعون ہے اسی میں موسیٰ علیہ السلام اسی میں ابوجہل ہے اسی میں حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کمال قدرت ہے اور اس کی رحمت کی بھی دلیل ہے کہ سارے انسان اس رشتہ سے بھائی بھائی ہیں۔ ان میں بھائیوں والی الفت و محبت ہونی چاہئے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

بنی آدم اعضاء یک دیگر اند	کہ در آفرینش زیک جوہر اند
چو عضوے بدرد آورد روزگار	دگر عضوہا را نماند قرار
تو کز محنت دیگراں بے غمی	نشاید کہ نامت نہند آدمی

یہ بھی خیال رہے کہ پہلی قسم کی پیدائش ظاہر ہے یعنی انسانوں کے جسم حضرت آدم سے ہیں۔ مگر انسان کی اصل آدم علیہ السلام نہیں آدم علیہ السلام ابوالبشر ہیں اور حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ابوالارواح جیسا کہ تفسیر صوفیانہ میں انشاء اللہ عرض کیا

www.alahazratnetwork.org

جائے گا۔ **فمستقر و مستودع** اس عبارت میں دو قراءتیں ہیں۔ مستقر قاف کے کسرہ سے اور مستودع دال کے کسرہ سے اسم فاعل کا صیغہ دوسری قراءۃ مستقر قاف کے فتحہ سے مستودع دال کے فتحہ سے۔ پہلی قراءت کی بنا پر مستقر بمعنی قرار ہے معنی ٹھہرنا اور مستودع بمعنی **ودیعت** یعنی سپرد کرنا امانت رکھنا اس عبارت کے بہت معنی ہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ دونوں مصدر میمی ہیں اور ان میں تمہارا ٹھہرنا اور امانت رہنا اور ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں اسم مفعول بمعنی ظرف ہوں یعنی ایک مقام تمہارا جائے قرار ہے اور دوسرا مقام تمہارا جائے امانت یا پشت انسان کی جائے قرار ہے نطفہ وہاں ہی بنتا ہے رہتا ہے اور رحم امانت ہے کہ جیسے حمل رحم میں بطور امانت رہتا ہے یا اس کے برعکس ماں کا رحم جائے قرار ہے کہ وہاں بچہ بہت عرصہ رہتا ہے اور باپ کی پشت جائے امانت کہ وہاں نطفہ تھوڑی دیر رہتا ہے یا زندگی میں روئے زمین انسان کا جائے قرار ہے اور بعد موت قبر انسان کے لئے جائے امانت ہے یا جائے امانت ہے کہ یہاں کچھ دن رہنا ہے وہ بھی اس طرح کہ کہیں پرورش پاتا ہے کہیں مرتا ہے کہیں دفن ہوتا ہے اور آخرت جائے قرار کہ وہاں ہمیشہ ٹھہرے گا ایک شاعر کہتے ہیں۔

وما المال والاهلون الا ودائع ولا بد يوما ان ترد الودائع

بعض نے فرمایا کہ قبر میں انسان امانت کے طور پر رہے گا اور جنت یا دوزخ میں ہمیشہ قرار پکڑے گا ان تفسیروں کی دلیل وہ آیات ہیں **و نقر فی الارحام ما نشاء** اور فرماتا ہے **و لکم فی الارض مستقر و متاع الی حین** وغیرہ۔ غرضیکہ اس قرآنی جملہ کی بہت تفسیریں ہیں۔ دوسری قراءۃ **مستقر** اور **مستودع** قاف اور دال کے فتحہ سے اس کے معنی یہ ہیں کہ تم لوگ بعض جگہ بطور قرار ہو گئے اور بعض جگہ بطور امانت مطلب ایک ہی ہے۔ **قد فصلنا الآیات لقوم یفقهون** اس جملہ کی تفسیر ابھی ابھی عرض کی گئی یہاں اتنا سمجھ لو کہ ستاروں کے متعلق فرمایا گیا **لقوم یعلمون** اور یہاں ارشاد ہوا **لقوم یفقهون** کیونکہ علم عام ہے بمعنی جاننا اور فقہ خاص ہے بمعنی سمجھنا، استنباط کرنا، کسی چیز کی باریکی معلوم کرنا چونکہ ستارے وغیرہ ظاہری دلیلیں ہیں جس سے ہر شخص اللہ تعالیٰ کی قدرت و رحمت معلوم کر سکتا ہے اس لئے وہاں **یعلمون** ارشاد ہوا مگر اپنے یہ حالات اور ان سے استدلال بہت دقیق و باریک ہے کہ بہت غور و تامل سے حاصل ہوتا ہے اس لئے یہاں **یفقهون** ارشاد ہوا اسی لئے حضرات صوفیاء فرماتے ہیں۔ **من عرف نفسه فقد عرف ربه**۔ جس نے اپنے کو پہچان لیا اس نے رب کو پہچان لیا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ **و فی انفسکم افلا تبصرون**۔ ہماری قدرتیں تمہاری ذاتوں میں موجود ہیں تم دیکھتے کیوں نہیں۔ نکتہ: فقہ قاف کے کسرہ سے بمعنی مطلقاً سمجھ بوجھ اور فقہ قاف کے پیش سے عالم اور فقیہ اعظم ہو جانا (روح المعانی) خلاصہ یہ ہے کہ کسی چیز کا جاننا اور ہے اس کا سمجھنا کچھ اور ہے۔ انجن و کلیں سب ہی دیکھتے ہیں سب جان لیا جاتا ہے مگر اسے سمجھا نہیں جاتا۔ سمجھتا ہے وہی جو اس کا مستری یا انجینئر ہو۔ سمندر کو دیکھ جان لیا جاتا ہے مگر اس کی تہ تک کو سمجھتا صرف جہاز کے کپتان یا غواص کا کام ہی ہے۔ دوسروں کو جاننا آسان ہے اپنے کو جاننا بہت مشکل۔ آنکھ سامنے کی ہر چیز دیکھ لیتی ہے چاند تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے مگر اپنے تک نہیں پہنچ سکتے۔ آنکھ دوسروں کو دیکھ لیتی ہے اپنے کو بغیر آئینہ کے نہیں دیکھ سکتی ایسے ہی انسان اپنے کو بغیر رہنمائی نہیں دیکھ سکتا یہ مضمون **یفقهون** سے ثابت ہو رہا ہے۔

خلاصہ تفسیر: انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کی معرفت ضروری ہے۔ یہ معرفت دو طرح کی ہے۔ ایک اثبات توحید ہے۔

www.alahazratnetwork.org

دوسری معرفت کا نام ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ان باتوں کھیتوں' چاند' سورج' تاروں کے ذریعہ سے جاننا پہچاننا توحید ہے اور اسے حضرات انبیاء اور خصوصاً حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت جاننا ایمان ہے۔ یہ آیت توحید لی ہیں۔ ایمان والی وہ آیت ہے هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق مخلوق کے ذریعہ خالق کو تو مشرکین کفار حتیٰ کہ ابلیس لعین بھی جانتے مانتے ہیں مگر نبی کے ذریعہ اسے صرف مومنین ہی جانتے مانتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ اے لوگو ہم نے تم کو ہماری بہت قدرتیں دکھائیں تو معلوم کر لیں اب سمجھو کہ ہم ایسے رحیم و کریم ہیں کہ ہم نے تمہارے فائدہ کے لئے آسمانوں میں تارے روشن کئے جن کے ذریعہ تم رات کی اندھیری میں جنگل و دریا میں راستہ بھی معلوم کر لیتے ہو اور وقت بھی کہ مشرق و مغرب ادھر ہے' جنوب و شمال اس طرف ہم کو کس سمت چلنا چاہئے اور یہ کہ اب رات اتنی گزر گئی اتنی باقی ہے گویا تارے تمہارے لئے زمین و زمان سب کچھ معلوم کرنے کا اعلیٰ ذریعہ ہیں۔ ہم نے اپنی قدرت و رحمت کی آیات تفصیل وار بتا دیں تاکہ علم والے لوگ ان سے فائدہ اٹھائیں اور سمجھو ہم وہ قدرت و رحمت والے ہیں کہ ہم نے تم سارے انسانوں کو ایک ذات آدم علیہ السلام سے پیدا کیا۔ تم کو آپس میں بھائی بھائی بنایا۔ پھر تمہارے لئے دو مقام رکھے۔ ایک میں تم ٹھہرتے ہو اور دوسرے میں بطور امانت رہتے ہو۔ چنانچہ تم باپ کی پیٹھ میں ٹھہرتے ہو ماں کے رحم میں بطور امانت رہتے ہو۔ زمین پر ٹھہرتے ہو قبر میں بطور امانت رہتے ہو یا قبر میں بطور امانت ہو گے اور جنت یا دوزخ میں بطور قرار دائمی رہو گے یا تم دنیا میں بطور امانت عارضی طور پر رہتے ہو۔ آخرت میں بطور قرار دائمی رہو گے۔ دنیا دار الفرار ہے یعنی بھاگ جانے کی جگہ آخرت دار القرار یعنی ٹھکانہ دائمی ان باتوں میں غور کرو اور ہماری قدرت کے قائل ہو کر ایمان قبول کرو ہم نے یہ آیتیں صاف صاف کھول کر بیان فرما دیں مگر اس قوم کے لئے جس میں سمجھ کا مادہ ہو۔ علماء فرماتے ہیں کہ دنیا میں مستقل مکان' مضبوط و قوی ہوتے ہیں۔ ایک جگہ ہی رہتے ہیں مگر عارضی خیمے کمزور ہوتے ہیں۔ جگہ جگہ منتقل ہوتے رہتے ہیں' خیموں کی ساخت ہی بتا رہی ہے کہ یہ عارضی گھر ہیں۔ ایسے ہی ہمارے جسموں کی کمزوریاں کہ ایک چانس کی تاب نہ لا سکیں۔ سردی گرمی بھوک' پیاس برداشت نہ کر سکیں ہمارا ایک جگہ قرار نہ ہونا ہی بتا رہا ہے کہ یہ جسم ہمارے عارضی خیموں کی طرح چند روزہ ہیں۔ دائمی جسم وہ ہو گا جو آخرت میں ملے گا جنت یا دوزخ میں۔ جس پر بیماری' کمزوری' تبدیلی وغیرہ کوئی اثر نہ ہو گا۔

فائدے اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے **پہلا فائدہ** چاند' سورج' تارے وغیرہ ساری کائنات انسانوں کے لئے بنائی گئی۔ کائنات اور دوسری مخلوق انسان کے طفیل ان سے فائدے اٹھاتے ہیں۔ یہ فائدہ جعل لکم کے لام اور کم ضمیر سے حاصل ہوا۔ خیال رہے کہ ان تمام کا خالق' مالک' قابض اللہ تعالیٰ ہے۔ مگر ان سے نفع اٹھانے والے ہم انسان' اللہ تعالیٰ ان سے پاک ہے۔ جب رب نے یہ سب کچھ ہمارے لئے کیا تو ہم کو بھی چاہئے کہ ہم سب کچھ رب تعالیٰ کے لئے کریں۔ شیخ سعدی نے کیا خوب فرمایا ہے

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری!
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار! شرط انصاف نباشد کہ تو فرماں نہ بری

دوسرا فائدہ علم ہیئت یعنی تاروں سے نماز' روزے کے اوقات افطار و سحری۔ یونہی ان سے سمت قبلہ وغیرہ معلوم کرنا حق ہے۔ بلکہ ضروری ہے علم توقیت سیکھنا' فرض کفایہ ہے۔ علماء اسلام نے اس کے متعلق بڑی بڑی کتابیں لکھی ہیں۔ یہ فائدہ

www.alahazratnetwork.org

لتهتدوا بها گئے سے حاصل ہوا [illegible] ہے فرماتا ہے وعلامات وبالنجم هم يهتدون ۔ تیسرا فائدہ
اس سے معلوم ہوا کہ ستاروں سے [illegible] علامت ورحمت بارش کے اوقات اسی علم نجوم کی حدیث
[illegible] مرفوعاً روایت کی کہ
[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] علم نجوم سیکھا اس نے [illegible] روح المعانی ۔ یہ فائدہ بھی لتهتدوا
بها سے حاصل ہوا کہ یہ چیزیں [illegible] گمراہی ہیں ۔ مسئلہ: ستاروں کو مؤثر ماننا حرام بلکہ کبھی کفر ہے
کہ یہ ستارہ پرستی کا ذریعہ ہے [illegible] کرنا حرام ہے ۔ مگر ان کو کسی چیز کی علامت ماننا جیسے
بادل بارش کی علامت ہے [illegible] ۔ علم ہیئت بالکل یقینی ہے علم نجوم وہمی و مشکوک ۔ علم ہیئت والے جس
[illegible] جس وقت کا سورج طلوع [illegible] ہوتے ہیں ۔ حضرت عبداللہ ابن حفص
فرماتے ہیں [illegible] اسلام نے ہمات باطل کردی ۔ باقی چیزیں باقی
[illegible] روح المعانی [illegible] علم اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے مگر وہی علم جو معرفت الٰہی کا ذریعہ ہو ۔
یہ فائدہ لقوم يعلمون سے حاصل [illegible] قرآن مجید [illegible] فضائل بیان فرمائے ۔ فرمایا انما يخشى الله
من عباده العلماء اللہ تعالیٰ سے صرف علماء ڈرتے ہیں اور فرمایا وقل رب زدني علما ۔ اے محبوب کہو کہ الٰہی میرا
علم [illegible] چوتھا فائدہ ۔ [illegible] اسلامی [illegible] انہیں سے ہوئی ہیں ۔ ان کی اصل
بھی حضرت آدم علیہ السلام [illegible] انشأكم من نفس واحدة سے حاصل ہوا انسانوں کی اصل حضرت آدم علیہ
السلام ہیں مگر [illegible] کی اصل [illegible] پانچواں فائدہ ۔ عورت سے مرد افضل ہے کہ وہ عورت کی اصل ہے
بلکہ انسان کی اصل [illegible] قرآن مجید [illegible] مردوں سے افضل ہے کہ وہ عورتیں ان کے تابع ہو کر ان
احکام میں داخل ہیں جیسے اقيموا الصلوة و اتوا الزكوة یہ فائدہ بھی انشأكم من نفس واحدة سے حاصل ہوا ۔
ساتواں فائدہ ۔ جنت کی حوریں [illegible] انسان نہیں [illegible] حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے نہیں یہ فائدہ بھی انشأكم
من نفس واحدة سے حاصل ہوا [illegible] مخلوق جو جنت [illegible] کے لئے پیدا کی جائے گی وہ آدمی یعنی اولاد آدم نہ ہوگی ۔ جنتی
انسانوں کا نکاح حوروں سے [illegible] انسان کا نکاح صرف انسان سے ہی ہوتا ہے ۔ اس لئے حضرت آدم
علیہ السلام جب جنت میں رہے تو انہیں صرف وہاں کی نعمتیں کھانے پینے کی اجازت تھی ۔ فكلا منها حيث شئتما وہاں کی
حوریں [illegible] کی اجازت نہ تھی ۔ اسی لئے حضرت حوا پیدا فرمائی گئیں ۔ خیال رہے کہ حوریں اگرچہ انسان نہیں مگر
شکل [illegible] ہیں [illegible] حقیقت [illegible] شکل انسانی
[illegible] فائدہ ۔ انسان
خواہ مومن ہو [illegible] آدمی ہیں [illegible] ایک دوسرے کا غم خوار غمگسار ہو ۔ حضور صلی
اللہ علیہ وسلم نے مسلمان [illegible] ایک بار قحط پڑ گیا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
نے [illegible] حضرت عمر سے فرمایا کہ تم [illegible] اپنے مشرک بھائی کو مکہ معظمہ
بھیج دو ۔ حضرت [illegible] روزانہ چراغ جلا [illegible] اس کا چہ اندھیرے سے [illegible]

www.alahazratnetwork.org

اسلام نے تو جانوروں کے حقوق [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible] من نفس واحدۃ [illegible]
[illegible] فائدہ [illegible]
[illegible] ایک [illegible] فائدہ [illegible]
انسان دنیا [illegible] آخرت [illegible]
[illegible] لقوم یفقھون [illegible] فائدہ [illegible]
[illegible] قرآن مجید
[illegible]
ان کے ذریعہ [illegible] قرآنی [illegible]
فائدہ لقوم یفقھون [illegible] لقوم یعلمون [illegible] حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض [illegible] سے معلوم ہوا [illegible]
[illegible] طلمات البر والبحر [illegible] جواب [illegible]
ان تاروں سے [illegible] ضرورت [illegible] دونوں راستوں میں [illegible] انسان اپنے راستوں سے [illegible]
اور [illegible] مسافر [illegible] دوسرا اعتراض [illegible] اب تو تاروں کی قطعاً
ضرورت نہ رہی [illegible] سمت معلوم [illegible] وقت [illegible]
درست ہوئی۔ جواب [illegible] قطب نما اور گھڑیاں بھی تاروں ہی کے حساب سے [illegible] قطب [illegible] ستارہ [illegible] سمت بتاتا
ہے اور گھڑیاں سورج کی رفتار [illegible] چنانچہ تمام گھڑیاں ریڈیو [illegible] درست کی جاتی ہیں اور ریڈیو آفتاب سے وقت لیتا
ہے۔ سورج کی گھڑی وہ قدرتی گھڑی ہے جس میں کبھی فرق نہیں ہوتا۔ تیسرا اعتراض: سمت صرف قطب تارے سے
معلوم ہوتی ہے اور وقت ضرور سورج سے تو یہاں النجوم جمع کیوں [illegible] جواب۔ [illegible] دن میں سمت سورج سے
معلوم ہوتی ہے مشرق و مغرب [illegible] رات میں قطب تارہ [illegible] ایک سمت [illegible]
[illegible] قطب تارہ [illegible] النجوم [illegible]
درست ہے۔ چوتھا اعتراض [illegible] اس آیت [illegible] ظلمت [illegible]
میں ہے۔ جواب [illegible] مختلف [illegible] اندھیری [illegible] رات میں [illegible] اندھیری
اور [illegible] رات [illegible] اندھیری [illegible]
[illegible] اندھیریاں [illegible] ظلمت [illegible]
درست ہے۔ اگر تاروں سے مراد صحابہ کرام ہوں تو انسان [illegible] سلطنت [illegible] مختلف
اندھیریاں [illegible] ان سب اندھیریوں میں صحابہ کرام کی زندگی [illegible]
اندھیری میں حضرت عثمان غنی [illegible] کی اندھیری میں حضرت [illegible] اندھیری میں حضرت عمر

www.alahazratnetwork.org

کی زندگیاں انسان کے لئے رہبر ہیں۔ پانچواں اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید سے صرف علماء فقہاء نفع اٹھاتے ہیں مگر دوسری جگہ ارشاد ہے هدى للمتقين اور ایک جگہ ارشاد ہے۔ هدى للناس۔ یعنی قرآن مجید سارے متقیوں بلکہ سارے انسانوں کے لئے ہدایت ہے۔ آیتوں میں تعارض ہے۔ جواب: قرآن مجید و حدیث سے بلاواسطہ فیض علماء لیتے ہیں اور علماء کے واسطے سے عوام ہدایت ہوتے۔ قرآن مجید کی ہدایت عامہ سارے انسانوں کے لئے ہے اور ہدایت خاصہ صرف علماء کے لئے جیسے سورج کی روشنی سارے جہان کے لئے مگر اسے کھیت کے لئے اور پھل پھول چمن کے لئے لعل بدخشاں کے پہاڑ کے لئے لہذا آیات میں تعارض نہیں۔ چھٹا اعتراض: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید فرما رہا ہے کہ وہ کلمہ کن یا حضرت جبرائیل کے دم سے پیدا ہوئے تو وہ حضرت آدم کی اولاد کیسے ہوئے لہذا یہ آیت کریمہ کیسے درست ہوئی کہ ہم نے سب کو ایک جان سے بنایا۔ جواب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ابتداء آفرینش کلمہ کن سے ہے مگر انتہاء آفرینش حضرت مریم کے شکم سے۔ اور جناب مریم اولاد آدم سے ہیں لہذا آپ بھی جناب آدم کی اولاد سے ہیں جیسے ہماری ابتداء آفرینش مٹی سے ہے اور انتہائی باپ سے۔ خیال رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش جناب مریم کے نطفہ سے نہیں مگر آپ کی جسمی پرورش جناب مریم کے خون سے ضروری ہے پھر ان کے دودھ سے۔ ساتواں اعتراض: حضرت حوا اگر آدم علیہ السلام سے پیدا ہوئیں تو وہ ان کی بیٹی ہوئیں اور بیٹی سے نکاح حرام ہے پھر وہ آپ کی بیوی کیسے بنیں اور اگر وہ آدم علیہ السلام سے پیدا نہیں ہوئیں تو یہ آیت درست کیسے ہوئی۔ انشاء کم من نفس واحدة حضرت حوا جناب آدم علیہ السلام سے پیدا نہ ہوئیں۔ جواب: ولادت اور چیز ہے پیدائش اور چیز ولادت یہ ہے کہ مرد کے نطفہ سے اس کا ہم شکل بیٹا یا بیٹی ماں کے پیٹ سے اس کا ہم شکل خارج ہو۔ حضرت حوا جناب آدم علیہ السلام کے جسم سے بنائی گئیں مگر آپ کے نطفہ سے پیدا نہ ہوئیں لہذا حضرت آدم حضرت حوا کی اصل ہیں والد نہیں۔ اسی لئے یہاں انشاء کم فرمایا ولدکم نہ فرمایا۔ قرآن کریم کے ایک ایک لفظ میں بڑی حکمتیں ہوتی ہیں۔ آٹھواں اعتراض: تمام لوگ حضرت آدم و حضرت حوا سے پیدا ہوئے تو یہ فرمانا کیونکر درست ہوا کہ انشاء کم من نفس واحدة سب کے والد حضرت آدم علیہ السلام اور والدہ حضرت حوا۔ جواب: یہاں انشاء کم میں خطاب سارے انسانوں سے ہے۔ جن میں جناب حوا بھی داخل ہیں اس معنی سے سب ایک ہی ذات آدم علیہ السلام سے پیدا ہوئے۔ نیز سب لوگ حضرت آدم و حوا سے پیدا ہوئے اور حضرت حوا آدم علیہ السلام سے لہذا اصل الاصول سب کے آدم علیہ السلام ہی ہوئے اور من نفس واحدة فرمانا بالکل درست ہوا۔ نواں اعتراض: اگر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ سارے انسانوں کا حق ادا کرے۔ کافروں کا بھی خیر خواہ رہے تو کفار کو جہاد وغیرہ سے فنا کیوں کیا جاتا ہے یہ تو خیر خواہی نہیں۔ جواب: جہاد بھی کفار کی خیر خواہی ہے جہاد کفار کو ہلاک کرنے کے لئے نہیں ہوتا بلکہ کفر کا زور توڑنے مسلمانوں کو آزادی سے اپنے اسلام پر قائم رہنے کے لئے ہوتا جب کفار ہمارے ذمی بن جائیں تو ان کے وہی حقوق ہوتے ہیں جو مسلمانوں کے حتی کہ ذمی کافر کے مسلم قاتل کو قتل مسلم پورا قصاص ہوگا جہاد ایسا ہے جیسے گلے عضو کو کاٹ دیا جاتا ہے۔

تفسیر صوفیانہ: انسان دنیا میں مسافر ہے۔ خدا رسی نے لئے اسے شریعت کے جنگل طریقت کے دریا طے کرنا ہیں۔ ان راستوں میں نفسانی شیطانی طغیانی اندھیریاں ہیں بہت ہی خطرہ ہے کہ انسان ان اندھیریوں میں پھنس کر راہ بھول جائے تو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو تاروں کی طرح چمکا دیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ تارے

www.alahazratnetwork.org

ہیں تم [illegible] پیروی [illegible] ہدایت [illegible] انسان [illegible] قدم چلا ہدایت [illegible] سے الگ ہو ایک [illegible] [illegible] جسموں سے [illegible] [illegible] ہیں یا جیسے [illegible] سب پیشوا [illegible] کے [illegible] یہاں فرمایا [illegible] وہ اللہ [illegible] صحابہ [illegible] ہمارے [illegible] تاکہ تم شریعت و طریقت کے راہ میں ہدایت پاؤ اگرچہ اب بھی [illegible] سمجھو تو تمہاری مرضی [illegible] طول [illegible] بیان فرمائیں [illegible] اس رب سے سارے انسانوں [illegible] ذات محمدیہ سے پیدا فرمایا [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اول ما خلق اللہ نوری [illegible] سارے [illegible] جھلکتے ہیں یا سارے آئینہ منور ہوتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابو الارواح ہیں جسموں کے والد آدم علیہ السلام ہیں مگر روحوں کے والد حق کی [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اسی [illegible] حضرت [illegible]

[illegible] حقیقت میں میری اصل
ان کلی کی یاد میں [illegible]

سارے مسلمان [illegible] سب کا اصل ٹھکانہ پاک مصطفیٰ ہے صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] مختلف مقامات میں [illegible] مختلف [illegible] ان شاء اللہ [illegible] قدموں میں پہنچ کر [illegible]

تمنا ہے درختوں پر ترے روضہ کے جا بیٹھے
قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا

جب تک طائر روح [illegible] قفس کی قید میں ہے تب تک وہ [illegible] مدینہ منورہ پہنچ [illegible] جس دن [illegible] اس [illegible] سے نکلا تو ان شاء اللہ ایک قدم میں مدینے پہنچے گا

یا جیتے جی چلیں یادوں [illegible] یا مر کے کچھ بن جائیں
جانا ہے انہیں کے قدموں میں چاہے [illegible] جائیں چاہے [illegible] جائیں

[illegible] مقصد [illegible] مستقر و مستودع [illegible] وطن [illegible] مسلمانوں کا [illegible] وطن ایک ہی ہے اور وہ ہے مدینہ پاک کی گلیاں۔ حضرت محدث اعظم سید محمد صاحب کچھوچھوی [illegible] میرے مرشد برحق صدر الافاضل [illegible] نعیم الدین صاحب [illegible] الموت [illegible] تھے [illegible] محدث صاحب [illegible] صدر الافاضل [illegible] ہیں۔ محدث صاحب فرماتے تھے کہ مجھے [illegible] صدر الافاضل [illegible] کیا کہ [illegible] تھے [illegible] حضرت صدر الافاضل کا انتقال ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ [illegible] ایک قدم [illegible] اور مدینہ منورہ پہنچی [illegible] مستقر و مستودع [illegible] اللہ تعالیٰ ہم گنہگاروں کو اس سرکار کے قدموں میں [illegible]

www.alahazratnetwork.org

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ

[illegible]

خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّ

[illegible]

جَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ اُنْظُرُوْٓا

[illegible]

اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ

[illegible] ایمان والوں کے لیے

تعلق: اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیت میں ستاروں کے فوائد کا ذکر تھا جو ہمیشہ چمکتے ہیں [illegible] کے بعد وقتی نعمت کا ذکر ہے۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیت [illegible] یعنی بارش اور کھیتی باڑی [illegible] تیسرا تعلق: پچھلی آیت میں رب تعالیٰ کی یہ شان بیان ہوئی [illegible] اب اس کی یہ شان بیان ہو رہی [illegible] چوتھا تعلق: پچھلی آیت کریمہ [illegible] ہم نے انسان کو پیدا کر کے [illegible]

تفسیر: وھو الذی انزل من السماء ماء [illegible] الذی [illegible] رب کی شان [illegible]

www.alahazratnetwork.org

قدرت والا اور رحمت والا ہے چونکہ کنوئیں، تالاب اور دریا کے پانی سے متعلق انسان کی حرکات کو بھی دخل ہے کہ وہ ہی ان کو کھودتا ہے ورنہ نہر نالی میں سے کنوئیں پہنچ کر ڈول لگایا مگر بارش کا پانی وہ ہے جہاں کسی کا بھی لوئی دخل نہیں محض قدرتی ہے۔ اسی لئے ہو الذی فرمایا۔ نیز بادلوں سے صرف وہ اللہ ہی قدرت والا ہے جو بارش کا پانی پہنچاتا ہے کہ گھروں میں ہم تک پہنچ جاتا ہے یعنی کنواں دریا کا پانی دیتے ہیں مگر [illegible] پانی پہنچاتے ہیں [illegible] نہیں جاسکیں [illegible] ہو الذی فرمایا۔ رحمت ہو کہ وہ اللہ وہ رحمت ہے کہ رب تعالیٰ نے ہم کو [illegible] رحمت کے [illegible] یونہی چھوڑ نہیں دیا ہم ایسے رحمت والے ہیں۔ انزل میں ایک بار یا [illegible] کا فرمایا ہے ایک بار کی بارش سے تمام بارشوں کو قیاس کر لو یا انزل سے بروقت بارش مراد ہے جو کھیتوں باغوں کو نفع دے۔ بے وقت کی بارش ان سب کو فنا کر دیتی ہے یا انزل سے حد ضرورت بارش مراد ہے۔ ضرورت سے زیادہ بارش کھیتوں باغوں کھیتیوں وقت [illegible] وجہ بنتی ہے اس سے سیلاب جاتے ہیں۔ بہرحال بجائے برسانے کے انزل فرمانے میں بہت حکمتیں ہیں ماء سے مراد یا بادل ہے یا آسمان چونکہ ماء سے مراد بارش کا پانی ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے اگرچہ کنوؤں میں پانی بھی بارشوں کی وجہ سے ہوتا ہے بارش نہ ہو تو کنوئیں خشک ہو جاتے ہیں مگر یہاں وہ پانی مراد نہیں چونکہ بارش بادل سے آتی ہے اور بادل آسمانی اسباب سے بنتے ہیں کہ سورج کی گرمی سے سمندر کا پانی بھاپ بن کر اوپر چڑھتا ہے پھر اوپر ٹھنڈک سے بادل بن جاتا ہے پھر وہی بھاپ پانی کے قطرے کی شکل میں بارش ہو کر برستا ہے لہذا من السماء فرمانا بالکل درست ہے یہاں تفسیر کبیر نے فرمایا کہ لغت میں سماء ہر اونچی چیز کو کہتے ہیں چنانچہ چھت کو سماء البیت کہتے ہیں لہذا یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ ہم نے اوپر سے بارش برسائی تاکہ درختوں کو فصل بھی ہو جائے اگر زمین میں سے پانی پھوٹ جاتا تو جڑیں تر ہو جاتیں غسل نہ ہوتا مگر اس تفسیر سے آیت بالکل صاف ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ فاخرجنا به نبات کل شیء یہ عبارت انزل پر معطوف ہے یہاں ف مطلقاً عطف تعقیب کے لئے ہے کیونکہ بعض گھاسیں بارش ہوتے ہی اگ پڑتی ہیں بعض کچھ دیر سے یہاں روش کلام [illegible] ہوتی ہے کہ پہلے ہو اور انزل غائب کے طور پر ارشاد ہوا۔ یہاں اخرجنا جمع متکلم کے طریقہ پر اسے عربی میں التفات کہتے ہیں۔ اس سے کلام کا لطف بڑھ جاتا ہے اور مضمون کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔ چونکہ زمینی پیداوار پر جانداروں کی بقا موقوف ہے اس لئے اخرجنا فرمایا تاکہ معلوم ہو کہ یہ

پیداوار اللہ کی بڑی نعمت ہے۔ قرآن کریم میں جہاں اللہ تعالیٰ کے لئے نا ارشاد ہوتا ہے وہاں نا جمعیت کے لئے نہیں تعظیم کے لئے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد حقیقی ہے وہاں جمعیت کیسی (روح المعانی)۔ به کا مرجع وہی بارش ہے جو ابھی ذکر ہوئی۔ نبات مصدر ہے بمعنی اگنا یہاں مراد اگنے والی چیز جب درخت یا [illegible] سے نکلتا ہے اسے اردو میں کونپل پنجابی میں انگوری کہتے ہیں وہی یہاں مراد ہے کل شیء سے مراد ہر اگنے والی چیزیں ہیں یعنی نباتات نہ کہ جانور پتھر وغیرہ اس میں داخل نہیں چونکہ بارش سے کھیت میں بھی کونپلیں اگ پڑتی ہیں۔ باغ میں بھی کھیت کی کونپلیں باغ کی کونپل سے افضل ہیں اس لئے پہلے اس کا ذکر ہوا۔ چنانچہ ارشاد ہوا۔ فاخرجنا منه خضرا یہ عبارت پہلے فاخرجنا پر معطوف ہے یہاں بھی ف صرف تعقیب کے لئے ہے کیونکہ کونپلوں سے سبزہ حرص [illegible] بنتا ہے۔ پانی کونپلوں انگوری کا سبب ہے اس لئے وہاں به ارشاد ہوا کونپل سبزہ پتے وغیرہ کا سبب نہیں بلکہ مصدر ہے اس لئے یہاں منه ارشاد ہوا کہ کونپل ہی چند دنوں میں بڑھ کر سبزی بن جاتی ہے۔ خضر سے مراد ہری ڈالیاں ہرے پتے ہیں۔ خضر بمعنی اخضر ہے جیسے عور بمعنی اعور اخضر اصلی ہے

www.alahazratnetwork.org

کو لیتے ہیں جو نباتات خود بخود [illegible] ارنگ چڑھا یا بالیاں اسے اخضر نہیں کہا جاتا (معانی) **نخرج منه حبا**
متراکبا [illegible] حصرا [illegible] حصر [illegible] کو کہتے ہیں اس کی جمع حبوب ہے یعنی
دانے [illegible] جیسے [illegible] لپٹے ہوتے ہیں جیسے کسی کے لڑی میں
[illegible] ہر نبات کی کونپلیں زمین سے
[illegible] ان سے اوپر تلے چڑھے ہو [illegible]
[illegible] **ومن النخل من طلعها قنوان دانية** جملہ نیا ہے اس میں من النخل خبر
مقدم ہے اور من طلعها اس کا بدل ہے اور قنوان [illegible] مبتدا مؤخر اس میں من ابتدائیہ ہے نخل واحد میں ہ
ہے جمع بھی کھجور [illegible] درخت کو کہا جاتا ہے۔ چونکہ تمام میووں میں کھجور افضل ہے نیز اس میں لذت بھی ہے غذائیت
بھی ہے حضرت مریم نے [illegible] مسیح کی ولادت کے وقت کھجوریں ہی کھائی تھیں نیز درخت کھجور حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی
کی [illegible] ہے [illegible] حدیث شریف میں ہے حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوروں سے [illegible] ہے۔ غرضیکہ درخت
کھجور کو تمام میووں سے نسبت ہے [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نیز یہ درخت خدمت میں
[illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کے لگائے ہوئے
کھجور کے درخت اب [illegible] برس بعد [illegible] بلا آفت تو پھیل جاتا ہے۔ [illegible] کا اثر نہیں
درخت ہمیشہ فائدہ دیتا ہے حتی کہ کٹ جانے کے بعد بھی جیسے مرد مومن سوتے جاگتے جیتے مرتے فائدہ مند ہے ایسے ہی درخت
کھجور کٹنے کے بعد مفید ہے اس وجہ سے پہلے کھجور کا ذکر کیا گیا۔ جب کھجور میں پھل آنے کا وقت آتا ہے تو اس کے سرے پر
پہلے دو جڑے ہوئے [illegible] طرح چھپا ہوتا ہے اسے طلع کہتے ہیں پھر اس چھپے میں کھجور کے گچھے نکلتے ہیں اسے قنوان کہتے ہیں
[illegible] کا واحد [illegible] (1) قنوان ہمیشہ کسرہ بغیر تنوین کے
[illegible] (2) [illegible] ان اضافت کے وقت گر جاتا ہے
[illegible] چنانچہ [illegible] قنوان کہا جاتا ہے جمع قنوان ہے (3) [illegible] کو جب واحد کی طرف مضاف کریں گے تو واحد کر کے
مضاف [illegible] جیسے [illegible] اور جمع کو [illegible] جیسے قنوانی (تفسیر صاوی) یہاں جمع ہے دانیۃ بنا ہے دنو سے بمعنی
[illegible] اسی مدینہ منورہ میں ایسی کھجوریں دیکھی ہیں
جن کے پھل زمین سے لگے ہوئے ہیں [illegible] کھجوروں کے پھل بہت اونچے ہوتے ہیں [illegible]
[illegible] چونکہ ان کھجوروں [illegible] خوبصورت خوشنما
[illegible] اور سست [illegible] کھجوروں کو خوب معلوم کر لو۔ **وجنات من اعناب**
[illegible] حصر [illegible] احر حبا کا متصل ہے اور [illegible] حالت میں ہے جنات جمع ہے جنت
کی یعنی گھنا باغ [illegible] نیچے کی زمین [illegible] کھجور کا ایک درخت بھی فائدہ دیتا ہے مگر انگور کا ایک درخت
فائدہ نہیں دیتا اس کا تو [illegible] کھجور کے لئے [illegible] ذکر نہ فرمایا انگور کے لئے باغات کا ذکر ہوا۔ اعناب جمع
ہے عنب کی معنی انگور [illegible] ہم بارش سے [illegible] انگوروں کے باغ اگاتے ہیں جو تمہارا بہترین میوہ ہے۔ **والزيتون والرمان**

www.alahazratnetwork.org

مشتبھا و غیر متشابہ [illegible] متشابہ [illegible] [illegible] رحمت اور پھل [illegible]
[illegible] ہیں اس کے پھل [illegible] **مشتبہا و غیر متشابہ** [illegible] [illegible] اور انار کے
درخت ان کے پتے [illegible] شکل ہوتے ہیں [illegible] پھل [illegible] [illegible]
[illegible] درخت [illegible] **مشتبھا و غیر متشابہ** [illegible]
ہوا [illegible] انگور انار [illegible] پھل [illegible] مختلف [illegible]
[illegible] ہوتے ہیں بعض میٹھے بعض کسیلے [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] ایک ہی [illegible] چاہو تو [illegible] ایک [illegible] قدرت [illegible] مطلب بھی ہو سکتا ہے
ایک پھل بہت ہی قسم کا ہوتا ہے ہر قسم [illegible] شکل میں مشابہ [illegible] مختلف۔ چنانچہ کھجوریں قریباً سو قسم کی
ہیں سب کو کھجور ہی کہا جاتا ہے [illegible] مختلف [illegible] انگور [illegible] ان قسموں کے درخت
یکساں مگر پھل مختلف [illegible] اس فرمان عالی کی [illegible] **انظروا الی ثمرہ اذا اثمر** [illegible]
خطاب سارے انسانوں سے خصوصاً [illegible] عبرت [illegible] ثمرہ میں [illegible]
درختوں کی طرف راجع ہے ایسے ہی اثمر کا فاعل وہی ہیں یعنی جب [illegible] میں غور کرو کہ کیسے
چھوٹے بدمزہ کسیلے ہوتے ہیں جن سے نفع [illegible] ظاہر ہے [illegible]
کا ہے مضارع یا جمع ہے [illegible] پھل کا پکنا تیار ہو جانا بعض [illegible] جمع ہے [illegible]
بعض قراءتوں میں یا معنت (معانی) مگر پہلی بات قوی ہے یعنی ان پھلوں کا پکنا [illegible] دیکھو کہ وہ
کیسے خوشنما بڑے لذیذ خوشبودار مزے دار ہو جاتے ہیں ایک ہی پھل ایک وقت میں [illegible] دوسرے وقت میں کچھ اور
ان میں غور کرو اور رب تعالیٰ کی قدرت پر ایمان لاؤ۔ **ان فی ذلکم لایات لقوم یومنون** [illegible] ذالکم میں
اشارہ ساری مذکورہ چیزوں کی طرف ہے [illegible] ذالکم [illegible] قدرت [illegible]
چیزوں میں ایک نہیں دو نہیں بلکہ بہت سی نشانیاں ہیں مگر مومنوں [illegible] یقین [illegible]
[illegible] سکتا ہے وہ قیامت میں مردے زندہ بھی کر سکتا ہے [illegible] بارش [illegible]
زندگی بخش سکتا ہے تو صور کی آواز مردہ جسموں میں جان [illegible] سکتی ہے۔

خلاصہ تفسیر۔ اے لوگو تم اپنی ابتدا [illegible] اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا [illegible]
[illegible] تمہیں زندہ [illegible] تمہارے [illegible] واسطے [illegible] قسم [illegible] پھل [illegible]
اور پھلوں کی پیدائش میں غور [illegible] پانی [illegible] زمین میں
قسم کی کونپلیں [illegible] نکالتے ہیں [illegible]
[illegible] سبزی میں بالیاں نکلتے ہیں جن میں دانے [illegible] موتی [illegible]
[illegible] تمہاری غذائیں جس سے تمہاری [illegible] پھلوں میں [illegible]
اچھے پیدا کرتے ہیں پھلوں میں کھجور کے [illegible] خوشے [illegible] ہوتے ہیں [illegible]

www.alahazratnetwork.org

زمین میں یہ کھجور وغیرہ کے درخت مختلف قسم کے پھلوں والے ہیں۔ ہم انگور زیتون اور انار کے باغات لگاتے ہیں زیتون و انار کے درخت ان کی شکل میں ملتے جلتے ہیں جہاں تک ان کے پھل جیسا نہیں ہوتے ان درختوں میں جب پھل ہوا کرتے ہیں وہ ان میں غور کرو کیسے پھلتے ہوتے ہیں اور جب یہ پھل پک جائیں تو غور کرو اس وقت یہ پھل کیسے حسین کیسے خوشنما کیسے خوشبودار کیسے مزے دار ہوتے ہیں۔ ان درختوں اور ان کے پھلوں میں ایمان والوں کے لئے قدرت کی نشانیاں موجود ہیں کہ ایمان والے ان سے ایمان کی قوت حاصل کرتے ہیں۔

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

خیال رہے کہ اس آیت میں رب تعالیٰ نے پانچ چیزوں کا ذکر فرمایا۔ ایک تو مختلف قسم کے کھیتوں اور ان کی پیداوار دانوں کا اور چار پھلوں کا کھجور انگور زیتون انار اور ان میں ترتیب یہ رکھی کہ دانوں کا ذکر پہلے پھر کھجور کا پھر انگور کا پھر زیتون کا پھر انار کا ذکر پہلے اس لئے ہوا کہ دانوں پر انسان بلکہ بہت سے جانوروں کی زندگی موقوف ہے یہ چاروں پھل اپنے میں بہت سی شان قدرت رکھتے ہیں۔ اللہ رسول ہی نے بیان فرمائے اگر ان چاروں پھلوں کی تفصیلیں کی جائیں تو دفتر بھر جائیں۔ کھجور کے درخت کی پیدائش حضرت آدم علیہ السلام کی بچی ہوئی مٹی سے ہے اس لئے یہ درخت وجدار مخلوق ہے بہت مشابہت ہے اس درخت میں غذا اور میوہ دونوں چیزیں اپنے میں رکھتا ہے اہل عرب مہینوں صرف کھجور ہی پر گزارہ کرتے ہیں کھجور کی گٹھلی میں وہ فوائد ہیں کہ سبحان اللہ انسانوں کے لئے یہ قوت باہ زیادہ کرتی ہے اس کا تاڑ معجون تیار کرتے ہیں بکریوں کو یہ کھلائیں تو دودھ بہت زیادہ ہوتا ہے۔ انگور بہت لذیذ اور تاثیر ہے اگر اس کی کشمش بنتی کھٹی اور تاثیر اس سے سرکہ نہایت اعلیٰ بنتا ہے جو مرضوں میں مفید ہے۔ زیتون کے پھل اور تیل کے منافع تو بیان سے باہر ہیں حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے اس کی قسم فرمائی۔ انار میں وہ کرشمے ہیں کہ سبحان اللہ اس میں چار چیزیں ہوتی ہیں۔ چھلکا چھلی دانے دانوں کا پانی۔ ان میں سے تین چیزوں کی اور تاثیر اور دانوں کے پانی کی ان کے خلاف تاثیر ہے۔ انار یعنی انار کا شربت بہت مرضوں میں مفید ہے یہ بحث انشاء اللہ اس کی تفصیل کے لئے دفتر چاہئیں۔ پاک ہے وہ رب جس نے ہمیں ایسی نعمتیں بخشیں (از تفسیر کبیر)۔

فائدے۔ اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: کھیت اور اس کے دانے باغات اور ان کے پھل معرفت الٰہی کے دفتر ہیں بشرطیکہ ان میں غور کیا جائے۔ یہ فائدہ **وھو الذی** الخ سے حاصل ہوا۔ ان میں غور کرنا بھی عبادت ہے۔ دوسرا فائدہ: کھیتیاں باغات سے اور دانے پھلوں سے افضل ہیں یعنی کاشتکاری باغبانی سے بہتر ہے کہ دانوں سے انسان کی زندگی قائم ہے اور پھلوں سے لذت۔ یہ فائدہ ترتیب بیانی سے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ نے یہاں پہلے کھیتوں دانوں کا ذکر فرمایا۔ تیسرا فائدہ: پھلوں میں کھجور افضل اور بہترین پھل ہے۔ یوں ہی درختوں میں درخت کھجور بہت اعلیٰ ہے یہ فائدہ نخل کو دوسرے درختوں سے پہلے بیان فرمانے سے حاصل ہوا کھجور کی فضیلت اس سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت ان کی والدہ بی بی مریم کے لئے یہی پھل غذا بنانے کے لئے منتخب ہوا اور حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس خلد میں بھیجے گئے وہاں کا یہی پھل ہے۔ کھجور کی تیر خوبیاں ابھی تفسیر میں گزر چکیں۔ چوتھا فائدہ: کسی چیز کو اللہ کے مقبول بندوں سے نسبت ہو جائے وہ افضل و اعلیٰ ہے۔ دیکھو درخت کھجور اس لئے محترم ہے کہ اسے تمام نبیوں اور بہت ولیوں سے نسبت ہے۔ آدم علیہ السلام کی بچی ہوئی مٹی سے بنی حدیث سے ثابت ہے (روح البیان)۔ عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت

www.alahazratnetwork.org

[illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص تعلق رہا جناب مریم نے اسے [illegible] وقت استعمال کیا۔ دیکھو کہ وہ دوسری بیویوں سے اس نے پھل ہے [illegible] درخت نے بچے حضرت [illegible] بیٹے [illegible] دیکھو [illegible] گیا۔
وانسنا علیہ سحرۃ من یقطین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت مرغوب تھا۔ [illegible] کدو استعمال کو دوسرے درختوں پر مقدم فرمانے سے حاصل ہوا۔ پانچواں فائدہ ظاہری شکل و شباہت سے حوالہ میں کھانا چاہئے ہر چیز کی حقیقت بھی دیکھو چاہئے [illegible] **متشابھا و غیر متشابہ** سے حاصل ہوا۔ کھجوروں اور اناروں کے [illegible] یکساں معلوم ہوتے ہیں مگر پھل بالکل مختلف نیم اور بکائن (دھریک) بظاہر یکساں ہیں مگر حقیقت میں فرق ہے سونا اور پیتل شکل و صورت میں یکساں ہیں مگر حقیقت میں فرق ہے یونہی مومن و کافر نبی اور غیر نبی صورت بشری میں یکساں معلوم ہوتے ہیں مگر اندرون میں بہت فرق ہے **انما انا بشر مثلکم** کا مقصد یہی ہے۔ چھٹا فائدہ۔ دنیا کی ہر چیز معرفت الٰہی کا دفتر ہے مگر اس سے فائدہ کوئی کوئی حاصل کرتا ہے۔ جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے وابستگی ہے اس کے لئے ہر چیز سبق آموز ہے ورنہ نہیں۔ یہ فائدہ **لآیات لقوم یؤمنون** سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض۔ اس آیت میں ارشاد ہوا کہ بارش آسمان سے آتی ہے حالانکہ بارش آسمان سے نہیں آتی [illegible] بہت [illegible] ہے اور بادل سمندر کے پانی سے بنتے ہیں پھر یہ فرمان کیسے درست ہوا۔ جواب۔ اس کے چند جواب ابھی تفسیر میں عرض کئے گئے ہیں ہم اس کی تحقیق پہلے پارہ کی تفسیر میں کر چکے ہیں کہ سماء سے مراد بلندی ہے یا بادل یا مقصد یہ ہے کہ آسمان کی طرف سے بارش برساتی لہٰذا آیت واضح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ دوسرا اعتراض۔ سارے پانی اللہ کی نعمت ہیں خواہ کنوئیں کا ہو یا دریا کا یا تالاب و سمندر کا یہ خصوصیت سے بارش کے پانی کا ذکر کیوں ہوا۔ جواب۔ اس لئے کہ بارش کا پانی دوسرے پانیوں کا اصل ہے اگر بارش نہ ہو تو نہ کنوؤں میں پانی رہے نہ دریاؤں نہروں میں نیز دوسرے پانیوں میں آدمی کے کسب کو دخل ہے کہ آدمی کنواں کھودتا ہے دریا سے نہر کاٹتا ہے مگر بارش کے پانی میں کسی کو کسی طرح کا دخل نہیں۔ دوسرے پانی فروخت ہو سکتے ہیں مگر بارش کا پانی فروخت نہیں ہوتا۔ تیسرا اعتراض۔ اگر کھیتی اعلیٰ چیز ہے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھیتی کے آلات دیکھ کر یہ کیوں فرمایا کہ جس گھر میں یہ ہوں گے وہاں ذلت و خواری ہوگی۔ جواب۔ وہ جنگی حالات کا حکم تھا یعنی [illegible] کل یعنی کل جہادوں کی سخت ضرورت ہے مسلمان دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں اگر اس وقت جہاد چھوڑ کر تم لوگ کھیتی باڑی میں لگ گئے تو دشمنوں کے ہاتھوں ذلیل و خوار ہو جاؤ گے اب بھی جنگی حالات میں [illegible] کو روشنی [illegible] حرام ہو جاتا ہے۔ چوتھا اعتراض۔ تم نے تفسیر میں کہا کہ دانے پھلوں سے افضل ہیں اور کھیتی باڑی ناخدائی ہے کہ [illegible] حالانکہ جنت میں باغات اور پھل تو ہوں گے مگر کھیت اور دانے نہ ہوں گے اگر دانے افضل ہیں تو جنت میں کیوں نہ رکھے گئے۔ جواب۔ اس [illegible] ہے کہ جنت میں [illegible] بھوک ہوگی نہ غذائی ضرورت ہوگی لہٰذا وہاں [illegible] کھیتی نہ ہوگی [illegible] غذا کی ضرورت بھی بلکہ یہاں کی زندگی دانوں پر ہے اس لئے یہاں دانے رکھے گئے۔ دنیا میں دانہ پھل سے افضل ہے جیسے جنت میں نہ دوا ہوگی نہ طبیب کیونکہ وہاں بیماری نہیں۔ مگر دنیا میں طبابت اعلیٰ پیشہ ہے کہ اس سے انسان کی بڑی ضرورت پوری ہوتی ہے۔ پانچواں اعتراض۔ کھجور کے پھل بہت اونچے ہوتے ہیں [illegible] وغیرہ سے چڑھ کر توڑے جاتے ہیں پھر اس آیت [illegible] میں اس کے پھلوں کو قریب کیوں فرمایا گیا کہ ارشاد ہوا **قنوان دانیۃ**۔ جواب۔ [illegible] مطلق کھجوروں

کے پھل واقعی اونچے ہوتے ہیں کہ عرب شریف خصوصاً مدینہ منورہ میں ایسی کھجوریں بھی ہیں جو لمبی نہیں ہوتیں کچھ اونچی ہو
کر پھیل جاتی ہیں اور ان میں خوشے لٹک جاتے ہیں۔ آدمی ان کے نیچے بیٹھ کر لطف اٹھاتا ہے۔ پھل توڑ سکتا ہے۔ میں نے وہ
کھجوریں مدینہ منورہ میں خود دیکھی ہیں ایسی کھجوریں بہت ہی خوشنما ہوتی ہیں۔ اس کا حسن بیان سے باہر ہے یہاں انہیں کا ذکر
ہے۔ لہٰذا آیت واضح ہے۔ **چھٹا اعتراض** جب کھجوریں نیچی بھی ہوتی ہیں اور اونچی بھی تو صرف ایک قسم کا ذکر کیوں
ہوا دوسری قسم کا ذکر بھی چاہئے تھا۔ **جواب** اس اعتراض کا جواب تفسیر کبیر و تفسیر روح المعانی وغیرہ نے یہ دیا ہے کہ اس
سے اونچی کھجور کا بھی پتہ لگ جاتا ہے۔ قرآن کریم کبھی کسی چیز کے بعض خصوصیات بیان فرماتا ہے تاکہ دوسرے نعمتیں خود ہی سمجھ میں آ
جائیں جیسے لباس کے متعلق فرماتا ہے۔ **و سرابیل تقیکم الحر** حالانکہ لباس گرمی سے بھی بچاتا ہے اور سردی سے بھی
مگر ایک کا ذکر فرمایا دوسرے کا پتہ دے دیا۔ چونکہ نیچی کھجور بہت خوشنما بھی ہوتی ہے اس لئے اس کا ذکر فرمایا۔ بعض نے فرمایا
کہ یہاں **دانیہ** سے مراد ہے آسانی سے حاصل ہو جانے والے پھل کہ کھجور میں وہ محنت نہیں کرنی پڑتی جو دوسرے پھلوں میں
کرنی پڑتی ہے مگر پہلا جواب قوی ہے۔

تفسیر صوفیانہ: اللہ تعالیٰ آسمانی عنایت سے بارش ہدایت نازل فرماتا ہے جو مومنوں کے قلب پر پڑتی ہے جس سے قسم قسم
کے عارف و اسرار کے پھل پیدا ہوتے ہیں جیسا زہد و تقویٰ اور جس درجہ کا عشق و تقویٰ اس قسم کا پھل انسان گویا باغ ہے
اس میں وہی پھل پیدا ہوتے ہیں جس کے تخم بوئے گئے ہوں۔ نبات تو آب ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

ورزیں گر نے شکر ور خوردنی است ترجمان ہر زمین نبت وے است

خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گویا آسمان ہیں۔ قرآن مجید اس نبوت کے آسمان کا پانی انسانوں کے دل مختلف زمینیں
ہیں جن میں قدرت نے مختلف قسم کے تخم بوئے ہیں اس بارش قرآنی سے ہر سعید کے دل میں ایمان کا کھیت اگتا ہے مگر خاص
مقبولوں کے دلوں میں شریعت کے نخل طریقت کے انگور۔ حقیقت کے زیتون معرفت کے انار کے باغات لگتے ہیں یہ حضرات
صورت میں یکساں ہوتے ہیں مگر سیرت مختلف **مشتبہا و غیر متشابہ** مومن لوگ تو اختلاف سیرت پر ایمان رکھتے ہیں۔
کفار یہی کہتے ہیں کہ ہم اور نبی ولی یکساں ہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ جیسے دانہ و تخم بغیر پانی اگ نہیں سکتے خواہ زمین کیسی ہی اعلیٰ
ہو ایسے ہی ہمارے اعمال بغیر کسی مقبول بندے کی نظر عنایت کے بارگاہ الٰہی میں قبول نہیں ہو سکتے۔ شیطان کے پاس اعمال کا تخم
بہت تھا مگر اسے نبوت کا پانی نہ لگا لہٰذا اس میں قبولیت کا پھل نہ لگا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ جیسے رب تعالیٰ نے قالب کی پرورش
کے لئے غذائیں اور پھل پیدا فرمائے غذائیں زندگی کے لئے اور پھل لذت کے لئے ایسے ہی قلب کی پرورش کے لئے شریعت و
طریقت بنائی۔ شریعت روحانی زندگی کی غذا ہے طریقت لذیذ پھل ایسے ہی عبادات میں فرائض غذائیں ہیں اور نوافل لذیذ پھل
حبا 'متوا کبا' میں اسی غذا کی طرف اشارہ ہے اور ومن النخل الخ میں انہیں پھلوں کی طرف اشارہ ہے جیسے جسمانی
غذاؤں کے مزے بہت ہیں دھوں کے مزے بہت ہیں ضرورت ہے مگر وہاں جا پڑتے ہیں انہوں نے پہنچنا ضروری ہوتا ہے جن
کانوں میں ان حضرات نے باغوں سے پھل آئیں۔ ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آستانہ ان سب کا مرکز ہے۔
حضرات اولیاء اللہ کے آستانے والے اور پھل ملنے کی جگہیں ہیں جہاں سے یہ والے کہ پھل ملتے ہیں وہاں حاضری ضروری

www.alahazratnetwork.org

ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ جیسے انار اور زیتوں کے درخت اور پتے یکساں معلوم ہوتے ہیں مگر پھلوں میں بڑا فرق ہے ایسے ہی مومن کافر پرہیزگار بدکار نبی و غیر نبی مقبول و مردود صورت میں یکساں مگر سیرت اعمال میں [illegible] فرق ہے یہ تو جانور کے لکڑی پتھر چاند سورج بھی جانتے ہیں کہ او جہل پتھروں جانوروں کو سجدے [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدے کرتے تھے۔

در صورت [illegible] انسان [illegible] احمد و بو جہل ہم یکساں [illegible]

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهُ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ

اور بنائے ان لوگوں نے واسطے اللہ کے شریک جن حالانکہ پیدا فرمایا ہے ان کو [illegible] ان لوگوں نے واسطے

اللہ کے [illegible] کے بیٹے اور بیٹیاں [illegible]

سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ

اللہ کے بیٹے اور بیٹیاں بغیر کسی علم کے [illegible] برتر ہے اس سے جو بیان کرتے ہیں

پاکی اور برتری ہے اس کو ان کی باتوں سے

تعلق: اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت اس کی قدرت و حکمت، زمین و آسمان و چیزوں کا بیان فرمایا گئے۔ اب غافلین [illegible] کا ذکر ہے کہ وہ ان دلائل کے ہوتے ہوئے اللہ کے شریک اللہ کے لیے اولاد مانتے ہیں گویا پچھلی آیات میں ہادی چیزوں [illegible] تھا اب بدنصیب [illegible] کے ہدایت نہ لینے کا ذکر ہے۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیات میں [illegible] ہوا تھا کہ ان درختوں کے پھل ہونے کی [illegible] دیکھو اب فرمایا رہا ہے کہ اس نظر سے نہ دیکھو جس سے کفار دیکھتے ہیں کہ وہ مخلوق کو ہی خدا مان لیتے ہیں بلکہ اس نظر سے دیکھو جس سے ایمان و عرفان نصیب ہو جائے گویا نظر کرنے، دیکھنے کا حکم پہلے دیا گیا اور نظر کی نوعیت کا بیان اب ہو رہا ہے گویا یہ آیت پچھلی آیت کی تفسیر و تفصیل ہے۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیت میں قدرت کی نشانیاں دیکھنے کا حکم تھا [illegible] عقل کی آنکھ پر لگا کر دیکھا جاوے اور زمین کے ذریعہ اور کی چیز اور [illegible] دیکھی جاتی ہے یونہی قدرتی [illegible] ذریعہ اللہ کی قدرتوں کو دیکھا جاتا ہے [illegible] آیت کے آخر میں ارشاد ہوا کہ ان چیزوں میں مومنین کے لیے نشانیاں ہیں اب [illegible] کہ لوگ ان ظاہری تجاویات میں ہی پھنس کر رہ جاتی ہے۔ اس سے آگے خالق کی طرف نہیں جاتی، وہ آئینہ میں پھنس کر [illegible] سے غافل ہو جاتے ہیں۔

شان نزول: کفار عرب کے بہت فرقے تھے جن میں سے ایک فرقہ کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اور ابلیس آپس میں بھائی بھائی

www.alahazratnetwork.org

ہیں۔ انسان سب مرد جانور اور اچھی چیزیں تو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں اور سانپ بچھو درندے برائیاں ابلیس نے پیدا کیں۔ تعالیٰ یزداں اور ابلیس برابر ہیں تھے۔ اس وقت فاطمہ فاطمی زندیق اور مجوسی تھے عرب میں ان کا نام زندیق ہوا جمع زنادقہ یہ ان کا عقیدہ تھا کہ اہرمن اور یزداں ہیں ان پر جو آسمانی کتاب اتری ان کا نام زند ہے۔ مدلول زند ملائے تھے یعنی اہل کتاب لوگ مانے والے سب یہ لفظ عربی بنایا گیا۔ جناب زند کے ایسی زندیق لایا گیا اب بھی منکر الوہیت پکھہ بد دین وزندیق کہے جاتے ہیں پھر فرقہ اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد ثابت کرتا تھا بعض کہتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ بعض کہتے تھے کہ حضرت مسیح یا حضرت عزیر اللہ کے بیٹے ہیں۔ ان تمام کی تردید میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ روح البیان خزائن تفسیر روح المعانی وغیرہ۔

تفسیر۔ **وجعلوا للہ شرکاء الجن** یہ جملہ نیا ہے۔ اس کا واؤ ابتدائیہ ہے۔ یہاں جعل سے مراد ہیں مانا اپنے عقیدے میں ماننا نہیں بلکہ اس کا فاعل وہی مجوسی ہیں جن کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ للہ کا تعلق شرکاء سے ہے جن مفعول اول ہے۔ جعلوا کا اور شرکاء مفعول دوم۔ اصل عبارت یوں تھی۔ **وجعلوا الجن شرکاء للہ** یا **للہ** جعلوا کا دوسرا مفعول ہے اور شرکاء پہلا مفعول اور **الجن** یا تو شرکاء کا بدل ہے یا عطف بیان۔ ان دونوں صورتوں میں الجن پر فتحہ ہے۔ بعض قراءتوں میں الجن پیش سے ہے کیونکہ یہ ھو پوشیدہ کی خبر ہے۔ بعض قراءتوں میں الجن کسرہ سے ہے۔ وہ شرکاء کا مضاف الیہ ہے اور اضافت بیانیہ ہے غرضیکہ اس جملہ کی بہت ترکیبیں ہیں ہر ترکیب سے علیحدہ معنی اور ہر معنی میں علیحدہ لطف ہے یعنی ان مجوسیوں نے جن یعنی ابلیس کو اللہ کا شریک مانا چونکہ ابلیس جنات کی اصل ہے اس لئے وہ اسے اللہ کا مستقل شریک مانتے تھے اور ابلیس کی ذریت کو اس کا لشکر فرشتے اللہ کا لشکر فرشتے لوگوں کے دلوں میں اچھے خیالات ڈالتے ہیں۔ جنات و شیاطین برے وسوسے اس لئے یہاں شرکاء کے ارشاد ہوا کیونکہ انہوں نے ابلیس کو بڑا شریک اور اس کی ذریت کو چھوٹے شریک مانا نعوذ باللہ یہ کیونکہ جب انہوں نے ابلیس کو اللہ تعالیٰ کا بھائی مان لیا تو یقیناً اس کی ذریت کو اللہ کے بھتیجے بھتیجیاں مانیں گے جیسے بھائی شریک ہوتا ہے۔ بعض نوع مصنف ملک ماں باپ خاندان میں ایسے ہی بھتیجے ان چیزوں میں شریک ہوتے ہیں لہٰذا شرکاء جمع فرمانا بالکل مناسب ہے۔ **وخلقھم** یہ عبارت جعلوا کے فاعل سے حال ہے۔ واو حالیہ خلق کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے ھم ضمیر کا مرجع یا مشرک ہیں یا وہ مجوسی جن کے ایسے گندے عقیدے تھے یہ عبارت حال کر کے ان [illegible] ابلیس [illegible] اس کی ذریت حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کا شریک مان لیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ابلیس اور اس کی ذریت کا خالق ہے۔ [illegible] عقیدہ ہے کہ ابلیس قدیم ازلی ہیں اللہ واحد پیدا ہو ہو اسے اس کا ند ہے ان سب دونوں [illegible] سو چالاک مخلوق خالق کا ند و ب رب کا بھائی یا شریک کیسے ہو سکتا ہے مطلب یہ ہے کہ مجوسیوں نے جنات کو رب کا بھائی اس کا شریک مان لیا حالانکہ مجوسی کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اس نے انہیں پیدا کیا وہی ان کو پرورش کرتا ہے۔ بڑے تعجب و افسوس کی بات ہے کہ کہاں خدا اور کہاں ابلیس **وخرقوا لہ بنین وبنات بغیر علم** یہ عبارت معطوف ہے جعلوا پر اس میں دوسرے نصاریٰ یہود ہیں جو فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں بعض نبیوں کو خدا کے بیٹے مانتے تھے خرقوا بنا ہے خرق سے جس کے معنی ہیں بگاڑنے کے لئے کسی چیز کو بغیر سوچے سمجھے توڑنا پھاڑنا دری کپڑا کاٹنا ہے۔ اصلاح کے لئے کپڑے پھاڑتے ہیں بگاڑ دینے کے لئے رب فرماتا ہے **اخرقتھا لتغرق اھلھا** بعض نے کہا کہ خرق ضد ہے خلق کی بعض

www.alahazratnetwork.org

نے کہا کہ خلق، خرق، اختلاق، اختراق ہم معنی ہیں۔ بڑا جھوٹ، مشہور جھوٹ، سفید جھوٹ۔ عقل کے خلاف جھوٹ بولنے کو خرق یا اختراق کہتے ہیں۔ یہاں یہی معنی ہیں یعنی ان فرشتے اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں گھڑ لیں۔ ایسا جھوٹ بولا جو کسی کی عقل میں نہ آسکے۔ انہوں نے یہ حرکت بغیر علم کی انہیں اتنا نہ سوجھا کہ باپ اور اولاد ایک جنس یعنی ایک نوع بلکہ ایک صنف کی ہوتی ہیں انسان کا بیٹا انسان، شیر کا بچہ شیر، سانپ کا بچہ سانپ ہی ہوتا ہے نیز باپ اپنے بچہ کا خالق نہیں ہوتا۔ بچہ باپ کی مخلوق اور رب کا بچہ مخلوق و عبد کیونکر ہو سکتا ہے نیز باپ اپنے بچہ کا خالق نہیں ہوتا اور بچہ باپ کی مخلوق و بندہ نہیں ہوتا پھر فرشتے انبیاء کرام اللہ کے بندے اس کی مخلوق ہیں تو اس کی اولاد کیسے ہو گئے۔ اس لئے فرمایا **سبحانہ** غرضیکہ **بغیر علم** کے چھ معنی ہیں دو تو یہ اور معنی تیسرے یہ کہ اولاد کے لئے بیوی، موت، نطفہ، جسمانیات ضروری ہیں، رب ان سے پاک ہے۔ بھائی بہن کے لئے ماں یا باپ ضروری ہیں۔ ازلی قدیم خون کے لئے ماں باپ کیسے چوتھے یہ کہ اولاد موت کے خطرہ کی وجہ سے اختیار کی جاتی ہے کہ ہمارے بعد وہ ہماری جائیداد سنبھالے۔ رب کو موت نہیں جو ابدی ہے اسے اولاد کی کیا ضرورت۔ پانچویں یہ کہ اولاد یا بھائی اپنی کمزوری کی وجہ سے اختیار کئے جاتے ہیں کہ دشمنوں کے مقابلہ میں وہ ہمارے قوت بازو ہوں، قوی و قادر کو ان کی کیا ضرورت۔ چھٹے یہ کہ ان کے پاس جو علوم عقلیہ ہیں وہ سب فرشی ہیں اور معرفت الٰہی کے لئے عرشی علم چاہئے جو نبی کے ذریعہ ملتا ہے۔ **سبحانہ و تعالی عما یصفون۔** سبحان کے معنی اس کی نحوی ترکیب بارہا بیان ہو چکی ہے کہ یہ اصل میں **سبح اللہ سبحانا** تھا اس سے **سبحانہ** بنا سبوحیت سے۔ سبوحیت کے معنی ہیں بہت ہی پاک ہونا ہر عیب سے بری ہونا۔ جو چیزیں مخلوق کے لئے کمال ہوں گی رب تعالیٰ کے لئے عیب ہوں ان سے بھی پاک ہونا جیسے بیوی بچے وغیرہ۔ غرضیکہ **سبحان** بہت جامع لفظ ہے غرضیکہ طاہر، طیب، سبحان۔ سب کے معنی ہیں پاک مگر طاہری نجاست سے پاکی طہارت ہے اندرونی خباثت سے پاکی عیب سے لوہ چیز نجس خبیث نہ ہو اچھی ہو مگر اللہ کی شان کے لائق نہ ہو اس سے پاک ہونا سبوحیت ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کو طیب یا طاہر نہیں کہتے سبحان کہتے ہیں اور بندے کو سبحان نہیں کہتے طیب یا طاہر کہتے ہیں۔ **تعالی** **سبحانہ** پر معطوف ہے چونکہ سبحانہ بظاہر ایک لفظ ہے مگر حقیقتہ پورا جملہ اس لئے **تعالی** کا اس پر عطف بلا تکلف درست ہے۔ **تعالی** بنا ہے **تعالی** سے جس کا مادہ علو ہے بمعنی بلندی، اونچائی یہاں مکانی بلندی مراد نہیں کہ رب تعالیٰ جگہ اور مکان سے پاک ہے تو مکانی اونچائی نیچائی سے بھی پاک ہے بلکہ مرتبہ و رتبہ کی بلندی مراد ہے **یصفون** کا فاعل وہ کفار ہیں جن کا ذکر یہاں ہو رہا ہے یعنی مشرکین عرب اور یہود و نصاریٰ جو اللہ تعالیٰ کے لئے بیوی بچے شریک مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے اور اس کی شان عالی ان چیزوں سے بلند و بالا ہے جنہیں مشرکین رب کے لئے ثابت کرتے ہیں۔ خیال رہے کہ اعتقادی پاکی کو **سبحان** سے بیان فرمایا اور واقعی پاکی کو **تعالی** سے یعنی اے بعض جن و انس کے تمام تصورات عیوب سے پاک مانتی ہے اور واقعی وہ عیوب سے پاک ہے **سبحان** اور **تعالی** کا یہ فرق خیال میں رہے۔ (روح المعانی) اللہ کے لئے تعالیٰ کہا جاتا ہے مگر ارتفع نہیں کہا جاتا اگرچہ اس میں بھی بلندی کے معنی ہیں کیونکہ ارتفع مکانی بلندی کے لئے خاص ہے۔ تعالیٰ ہر بلندی کو عام (روح البیان)۔

خلاصہ تفسیر: ان مشرکین و کفار کی حماقت تو دیکھو کہ یہ لوگ جنات جیسی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا ساجھی اس کا ہمسر مانتے ہیں جو کہ فرشتوں اور انسانوں سے نیچے ہیں انسان اشرف الخلق ہے اس کے بعد فرشتے انہوں نے جنوں کو رب کا شریک مان کر ان

www.alahazratnetwork.org

کی پرستش شروع کردی۔ واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جنات کا خالق ہے جنات اس کی مخلوق اور مخلوق خالق کی شریک کیسے ہو سکتی ہے۔ خدا کا خالق رب ہے نہ کہ جنات۔ جنات ان کی عبادت کے مستحق کیسے ہو گئے۔ ان کی دوسری حماقت دیکھو انہوں نے اللہ کے لئے بیٹے بیٹیاں مانیں۔ ان بے وقوفوں نے یہ نہ سمجھا کہ بیٹے بیٹیاں اپنے باپ کی ہم جنس ہوتی ہیں مخلوق کی ہم جنس کیسے ہو سکتے ہیں۔ خالق تو جسم و جنس سے پاک ہے نیز اولاد بقاءِ نسل کے لئے ہوتی ہے جو دائم باقی ہے اسے نسل کی کیا ضرورت یہ لوگ فہم و سمجھ سے عاری ہیں ایسے تھے کہ بے عقل ہوتے۔ اللہ تعالیٰ ان کے گمان بے ہودہ عیوب سے پاک و برتر ہے ان کے سوا ساری مخلوق بھی ان عیوب سے پاک حانی مانتی ہے۔ واقعہ میں وہ ان کی بدعقیدگیوں سے بلند و بالا ہے۔ تنظر سبحان کبھی اظہار تعجب کے لئے ہوتا ہے کبھی تعجب کے لئے کبھی نفرت کے لئے عقیدگی کی تردید کے لئے یہاں تو تعجب ہے ماننے کے لئے ہے کہ ساری مخلوق میں انسان افضل بھی ہے اشرف بھی اس پر روحانی و جسمانی تکلیفیں بہت زیادہ ہیں۔ نبوت خلافت ولایت پیر شریعت و طریقت کے سلسلے انسان ہی کو دیئے گئے یہ ساری مخلوق انسان ہی کے لئے پیدا کی گئی۔ **خلق لکم ما فی الارض جمیعا** مگر اس نے جو جو انسان وہ عقیدے وہ اعمال اختیار کرتا ہے جو شیطان بھی نہیں کرتا۔ شیطان نہ تو اپنے کو رب العالمین کہتا ہے نہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتا ہے نہ اس نے کبھی دعویٰ خدائی کیا نہ وہ کبھی بت پوجتا ہے یہ ذلت انسان ہی کی ہیں یہ سب اسی کی تردید کے لئے ہے۔ بدنصیبو تم اس کے لئے اولاد عورت وغیرہ مانتے ہو اس کی صفت یہ ہے کہ وہ اس قسم کی تمام عیوب سے پاک ہے۔

فائدے: اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ **پہلا فائدہ:** انسان اگر درست رہے تو ملائکہ سے افضل ہے اگر اندھا ہو تو گدھے کتوں سے بدتر ہے۔ دیکھو مشرکین عرب انسان تھے خدا کے لئے بیٹے بیٹیاں مان بیٹھے ابلیس جیسی بدترین مخلوق کو رب کا شریک مان بیٹھے۔ یہ وہ عقیدہ ہے جو نہ جانوروں کا ہے نہ اینٹ پتھروں بلکہ ابلیس بھی اپنے کو خدا کا بندہ ہی کہتا ہے خدا کا شریک نہیں کہتا۔ یہ فائدہ **جعلوا اللہ** سے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ نے **جعلوا** کا فاعل ان مذکورہ انسانوں کو قرار دیا۔ **دوسرا فائدہ:** معبود اور اللہ وہ ہے جو خالق ہو کسی کی مخلوق نہ ہو۔ یہ فائدہ **وخلقہم** سے حاصل ہوا اس کی مفصل بحث ہماری کتاب علم القرآن میں ملاحظہ کرو۔ **تیسرا فائدہ:** بیٹا بیٹی اپنے ماں باپ کی ہم جنس ہوتے ہیں انسان کا بیٹا شیر نہیں ہو سکتا کہ اس کی ہم جنس نہیں ہے اللہ تعالیٰ جنس و نوع سے پاک ہے کوئی مخلوق اس کی ہم جنس نہیں ہو سکتی۔ یہ فائدہ بغیر علم سے حاصل ہوا۔ **چوتھا فائدہ:** اولاد اس کے ہوتی ہے جس کے لئے فنا ہو خالق غیر اولاد سے پاک کیوں نہ ہو۔ یہ فائدہ سبحانہ اور تعالیٰ عما سے حاصل ہوا۔ **پانچواں فائدہ:** جو علم اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت کا ذریعہ نہ بنے وہ جہالت ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے۔ علوم و عقول سے مقصود اصلی خدا رسی ہے۔ یہ فائدہ بغیر علم فرمانے سے حاصل ہوا کہ یہ لوگ دنیوی لحاظ سے بڑے علم و عقل والے تھے مگر رب تعالیٰ نے انہیں جاہل فرمایا دینی جو عالم قرآنی آیت اور احادیث سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرے ان کی شان گھٹائے وہ ان کفار کی طرح جاہل ہے۔ اس کا یہ علم اس کے لئے عذاب ہے۔ **چھٹا فائدہ:** اللہ تعالیٰ ایک ہے مگر اس کے نام بہت ہیں کیونکہ مخلوق کی حاجات بہت ہیں۔ ہر محتاج اپنی حاجت کے مطابق رب کو اس کے نام سے پکارے مگر سبحان اور رب اس کے بڑے پیارے نام ہیں۔ دیکھو کفار کی غلط تردید کے موقعہ پر سبحانہ فرمایا گیا۔ نماز شروع ہوتی ہے **سبحانک اللہم** سے رکوع میں کہتے ہیں **سبحان ربی العظیم** سجدہ میں **سبحان ربی**

www.alahazratnetwork.org

الاعلی۔ جو رب تعالیٰ [illegible]

پہلا اعتراض۔ [illegible] شیطان نے [illegible] جواب [illegible]
نے اس اعتراض [illegible] یہاں [illegible]
[illegible] فرشتے [illegible]
[illegible] فلما [illegible] علیہ [illegible] انہیں شریک
بنانے سے مراد ان کی اطاعت [illegible] خواجہ حسن بصری کا قول ہے تیسرے [illegible] مراد ابلیس ہے اور اس میں مجوس کے
عقیدے کا [illegible] قول سیدنا عبداللہ ابن عباس کا ہے چونکہ ابلیس جنات کا [illegible] سے جب مجوسیوں نے اس کو رب
کا شریک مان لیا [illegible] کے واسطے سے اس کی اولاد [illegible] جنات کو بھی شریک مان لیا [illegible] شریک ہوئی [illegible] تیسرا
قول زیادہ قوی ہے [illegible] مجوسی فرشتوں [illegible] شریک نہیں مانتے تھے بلکہ [illegible]
انہیں رب کی اولاد مانتے تھے [illegible] وجعلوا لہ بنین و بنات [illegible] شرکاء الجن [illegible]
[illegible] ابلیس [illegible] دوسرا اعتراض۔ [illegible] چاہئے تھی۔ و
جعلوا للہ شرکاء [illegible] اختیاری
کی۔ جواب [illegible] خصوصیت سے [illegible]
[illegible] یہاں [illegible]
[illegible] انسان ہیں۔ [illegible] جنات [illegible] شریک مان [illegible] بلکہ
ابلیس جیسی خبیث مخلوق کو خدا کا شریک مان [illegible] فرمایا۔ تیسرا
اعتراض۔ یہاں [illegible] کے متعلق [illegible] کہ مجوس نے ابلیس کو کس چیز میں اللہ کا شریک [illegible] بہت وسیع ہے
بعض لوگ [illegible] شریک ہوتے ہیں [illegible] کسی کو شریک
ماننے میں بہت احتمال ہیں۔ علم میں قدرت میں خلق میں معبودیت میں [illegible] شریک [illegible] جواب چونکہ عرب میں
مجوس کا عقیدہ مشہور و معروف تھا کہ وہ ابلیس کو معبود اور خالقیت میں اللہ کا شریک و ساجھی مانتے تھے اس لئے صرف اتنا فرمایا
[illegible] کہتے تھے کہ خالق خیر یزدان ہے اس کا نام نور ہے اور خالق شر [illegible] اس کا نام ابلیس و ظلمت ہے۔ چوتھا
اعتراض۔ جیسے [illegible] اللہ کے بندے ہو [illegible] شیاطین وغیرہ کی [illegible] تم لوگ بھی کہنا اللہ [illegible]
اس کی [illegible] کے سامنے [illegible] شرک ہو۔ جواب اس اعتراض کے دو جواب ہیں۔ ایک
الزامی [illegible] تحقیقی۔ جواب الزامی تو [illegible] سلطان [illegible] اللہ [illegible]
مانتے تم بھی مشرک ہو گئے۔ جواب تحقیقی یہ ہے کہ [illegible] شریک [illegible]
رب [illegible] کی تعظیم و اطاعت [illegible] اعتراض [illegible] علم [illegible]
علوم والے ہوتے ہیں بے علم نہیں ہوتے۔ جواب اس اعتراض کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ رب کے نزدیک علم وہ ہے
جو رب تک پہنچا دے۔ جو وہاں تک رہبری نہ کرے وہ جہالت ہے [illegible] یہود و نصاریٰ کے [illegible] وغیرہ کے علوم انہیں چونکہ

رب تک نہ پہنچا سکے لہٰذا اب ... جہالتیں ہیں [illegible] یہاں علم سے مراد ... علم [illegible] جو نبی کے ذریعہ [illegible]
[illegible] ضروری [illegible] عقل اور [illegible] علم و ... کامل درست ہے۔ چوتھا اعتراض [illegible]
[illegible]
[illegible] جواب [illegible]
[illegible]
[illegible] اظہار [illegible] ہے۔

تفسیر صوفیانہ [illegible]
[illegible] دعویٰ خدائی [illegible] چاند [illegible]
ان کی عبادات [illegible] مشرک [illegible]
صلی اللہ علیہ وسلم اور [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible]
[illegible] اولیاء علماء [illegible] اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم [illegible]
مقامات [illegible]
سے افضل ہو [illegible] اس لئے یہاں [illegible]
[illegible] علم سے مراد نہیں [illegible] علم سے محروم [illegible]
معافی فرشتوں کو اس کی اولاد کہنے لگے اگر انہیں اپنا علم ہوتا تو ایسی باتیں نہ کرتے [illegible] اسان پہلے تو اپنے
رب کو جانے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کو اونچا کیا اگر انسان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہو گئے، چاند
سورج تاروں وغیرہ کو نیچا کیا کہ فرمایا یہ تم لوگوں کے [illegible] ہوئے یہ خدا نہیں تمہارے [illegible]
نے دشمن [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام [illegible] فرمایا کہ سورج اشارہ سے واپس [illegible] چاند اشارہ سے [illegible]
پھر اس نے [illegible] انسان [illegible] اپنے محسن [illegible] ہے۔

بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ وَ
[illegible]
[illegible]
خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا
[illegible]
[illegible]

www.alahazratnetwork.org

هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوهُ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ

ہر چیز کا	تو عبادت کرو اس کی	اور وہ	اوپر ہر چیز کے	نگہبان ہے		
بنانے والا	تو	اس کی عبادت کرو	اور وہ	ہر چیز پر	نگہبان ہے	

تعلق: ان آیتوں کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ کے شریک سے پاک ہونے کے دلائل بیان ہوئے اب اس کے اولاد سے پاک ہونے کے قوی دلائل کا ذکر ہے غرضیکہ ایک قسم کے عیبوں سے پاکی کا ذکر فرمانے کے بعد دوسرے قسم کے عیبوں سے پاکی کا ذکر ہو رہا ہے۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیت میں دعویٰ فرمایا گیا تھا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد مانتے ہیں وہ نرے جاہل ہیں بغیر علم اب اس جہالت کی دلیل ارشاد ہو رہی ہے کہ اولاد سے پہلے بیوی کا ہونا ضروری ہے۔ اولاد وہ ہے جو باپ کی بیوی سے ہو جب اللہ تعالیٰ بیوی سے ہی پاک ہے تو اس کے اولاد کیسی۔ صرف باپ سے اولاد ناممکن ہے کہ باپ تو ہو ماں نہ ہو۔ خیال رہے کہ مشرکین اور یہود و نصاریٰ یہ تو کہتے تھے کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں یا عیسیٰ علیہ السلام یا عزیر علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں مگر ان میں سے یہ کوئی نہ کہتا تھا کہ فلاں عورت اللہ تعالیٰ کی بیوی ہے اس لئے یہ الزام نہایت ہی درست ہے کہ خدا کے لئے بیوی تم بھی نہیں مانتے تو اس کے لئے اولاد کیوں مانتے ہو۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ کا شریک، اولاد وغیرہ سے پاک ہونا بیان ہوا تو اب دوسری آیت میں اس کا نتیجہ بیان ہوا کہ سوا اس کی عبادت کے لائق کوئی نہیں کہ فرمایا **فاعبدوہ**

تفسیر: **بدیع السموت والارض**۔ بدیع بنا ہے بدع سے بمعنی نیا ہونا، بے مثال ہونا اسی سے ہے بدعت وہ عقیدے یا کام جو نئے ہوں جن کی مثال سلف میں نہ ملے۔ (تفسیر ابن کثیر)۔ رب فرماتا ہے **قل ما کنت بدعا من الرسل**۔ تو میں میں کوئی نیا نبی نہیں یعنی بے شک نبی تو ہوں بے مثال نہیں مجھ سے پہلے نبی آچکے ہیں۔ اصطلاح میں بغیر مثال، بغیر نمونہ، بغیر آلہ، بغیر مادہ، بغیر زمان، بغیر مکان کسی چیز کو بنانا ابداع ہے (امام راغب و روح المعانی) بدیع بمعنی اسم فاعل بھی آتا ہے اور بمعنی اسم مفعول بھی یعنی بے مثال پیدا کرنے والا یا بے مثال پیدا کیا ہوا۔ جیسے شہید۔ پہلے معنی مشہور بھی ہے یہاں بدیع کی اضافت یا تو فاعل کی طرف ہے یا مفعول کی طرف یا ظرف کی طرف۔ یعنی اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو بے مثال بنانے والا ہے بغیر نمونہ اور بغیر مادہ بغیر ہتھیار و اوزار کے اس نے یہ چیزیں بنائیں یا اللہ تعالیٰ بے مثال آسمانوں بے مثال زمین والا ہے یا اللہ تعالیٰ آسمانوں و زمینوں میں بے مثال ہے۔ یعنی جہان میں اس کی مثال کوئی نہیں۔ **لیس کمثلہ شیء** تمام قراءتوں میں بدیع کو پیش ہے مگر پیش کی تین وجہیں ہیں ایک یہ کہ **ھو** پوشیدہ کی خبر ہے دوسرے یہ کہ تعالیٰ [illegible] پوشیدہ کا فاعل ہے۔ تیسرے یہ مبتدا ہے اور **انی یکون** اس کی خبر [illegible] بہت تفسیریں ہیں (روح المعانی)۔ **انی یکون لہ ولد** یہ عبارت یا تو مستقل جملہ ہے یا **بدیع السموات** کی خبر ہم **فاتوا حرثکم انی شئتم** کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں کہ انی یا بمعنی کیف ہوتا ہے یا بمعنی این اگر بمعنی این ہو تو اس سے پہلے من پوشیدہ ہوتا ہے یعنی کیسے یا کہاں سے اس عبارت میں اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد کے محال ہونے کی دلیل ارشاد ہوئی **ولم تکن لہ صاحبۃ** یہ عبارت گزشتہ عبارت **انی یکون** کا حال ہے **لم یکن** میں ان کفار کے عقیدے کی طرف اشارہ ہے کہ تمہارا بھی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی بیوی نہیں لہ کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے۔ صاحبہ کے لغوی معنی ہیں ساتھی صاحب بمعنی

www.alahazratnetwork.org

ساتھی یا مونث مگر اصطلاح میں صاحبہ بیوی کو کہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقعہ پر حضرت عائشہ و حفصہ سے فرمایا تھا انکن لانتن صواحب یوسف تم تو یوسف علیہ السلام کی بیوی زلیخا کی طرح ہو چونکہ وہ غار بھی کسی عورت یا کسی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی بیوی نہیں کہتے تھے اس لئے یہ الزام نہایت ہی درست ہوا یعنی تم عجیب بیوقوف ہو کہ جب تم مانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی بیوی کوئی نہیں یہ بھی مانتے ہو کہ بغیر بیوی صرف باپ سے اولاد نہیں ہو سکتی پھر تم خدا تعالیٰ کے لئے بغیر بیوی اولاد کیونکر مان لیتے ہو۔ سبحان اللہ خیال رہے کہ صرف ماں سے بغیر باپ اولاد ہو سکتی ہے جیسے عیسیٰ علیہ السلام صرف مریم سے پیدا ہوئے بغیر باپ مگر بغیر ماں صرف باپ سے اولاد ہونا غیر ممکن ہے۔ چنانچہ حضرت حوا جناب آدم علیہ السلام کی بیٹی نہیں اور نہ آدم علیہ السلام ان کے باپ ہیں ورنہ پھر وہ ان کی بیوی کیسے بنتیں اور حضرت آدم خاوند کیسے ہوتے کیونکہ اگرچہ حوا حضرت آدم کی پسلی سے پیدا ہوئیں مگر آپ کے نطفے سے پیدا نہیں ہوئیں آدم علیہ السلام نہ ماں کے بیٹے ہیں نہ باپ کہ ان کی پیدائش مٹی سے **و خلق کل شیء** یہ عبارت یا تو نیا جملہ ہے اور واؤ ابتدائیہ ہے یا لم یکن لہ الخ پر معطوف ہے اور ان یکون الخ کا دوسرا حال بہر حال اس فرمان میں اولاد کے محال ہونے کی دوسری وجہ ارشاد ہوئی کہ اس نے ہر چیز کو پیدا کیا یعنی فرشتوں کو بھی اور حضرت عیسیٰ و عزیر کو بھی۔ پھر وہ ان کا باپ کیسے ہو سکتا ہے باپ اپنے بیٹے کا خالق نہیں ہوتا ہے۔ تفسیر کبیر نے یہاں عجیب بات فرمائی کہ اگر ولد کے معنی وہ لوگ یہ کریں کہ بغیر نطفہ ہی پیدا ہوئی ہیں اور اگر اولاد سے مراد وہی ہے جو حیوانات و انسان کے ہوتی ہے تو وہ بغیر بیوی ناممکن ہی پیدا ہوتی ہیں اور اگر اولاد سے مراد وہی ہے جو حیوانات و انسان کے ہوتی ہے تو وہ بغیر بیوی ناممکن ہے لہذا **لم تکن لہ صاحبۃ** میں ایک معنی کی تردید ہے اور **خلق کل شیء** میں دوسرے معنی کی۔ بہر حال کسی معنی سے رب کے لئے اولاد ناممکن ہے **وھو بکل شیء علیم** یہاں بھی وہی دو احتمال ہیں جو ابھی عرض کئے گئے گویا یہ نیا جملہ ہے یا **ولم یکن لہ صاحبۃ** پر معطوف ہے اور تیسرا حال۔ اس فرمان عالی میں تیسری دلیل ہے اولاد سے پاک ہیں۔ حضرت عیسیٰ و عزیر ہم ہماری مخلوق ہیں۔ ہمارے بندے ہیں ہماری اولاد نہیں تو تم کیسے کہتے ہو کہ رب کی اولاد ہے کیا تم ہم سے زیادہ ہم کو اور ہماری مخلوق کو جانتے ہو ہم تو اپنی ذات صفات اپنی مخلوقات سب کو ہمیشہ سے جانتے ہیں۔ خیال رہے کہ شئی کے تین معنی ہیں ممکن، موجود، معلوم۔ جب قدرت کے ساتھ شئی آئے گا تو بمعنی ممکن ہوگا۔ **ان اللہ علی کل شیء قدیر**۔ اور جب خلق کے ساتھ ہوگا تو بمعنی موجود ہوگا۔ **خالق کل شیء** یا جیسے **خلق کل شیء**۔ اور جب علم کے ساتھ ہو گا تو بمعنی معلوم جس میں واجب اور ناممکن سب داخل ہوں گے۔ اس کی تحقیق ہم پارہ الم میں **ان اللہ علی کل شیء قدیر** کی تفسیر میں کر چکے۔ **ذلکم اللہ ربکم** یہ جملہ علیحدہ ہے۔ جس میں ذالکم مبتداء ہے اور اللہ ربکم خبریں ہیں یا اللہ موصوف ربکم صفت مل کر خبر یا ذالکم اللہ مبتداء ہے اور ربکم خبر ذالکم سے اشارہ ہے اللہ تعالیٰ اور اس کی مذکورہ صفات کی طرف۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی شان اس کی ذات بندوں سے بہت دور ہے۔ خیال و گمان و وہم سے وراء ہے اور اس کی رحمت اس کا کرم اس کی بندہ نوازی ہم سے بہت ہی قریب ہے **نحن اقرب الیہ منکم** اور **نحن اقرب الیہ من حبل الورید** چونکہ ذات اور شان کا ذکر ہے کہ رب نے اپنی شان کے ذریعہ اپنی پہچان کرائی لہذا **ذالکم** اشارہ بعید ارشاد ہوا جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم شرف و عظمت میں ہمارے خیال سے وراء ہیں اور کرم نوازی میں ہم سے بہت ہی قریب **النبی اولی بالمؤمنین من انفسہم** اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں سلام کیا جاتا ہے سلام قریب والے ہی کو ہوتا ہے اس نے ہمارے ہر دکھ درد کی

www.alahazratnetwork.org

حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] عزیز علیہ ما عنتم [illegible] اس آیت میں خطاب [illegible] [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] معرفت ایمان [illegible] معرفت ایمان ہے اس معرفت [illegible] اس آیت میں ہے **هو الذی ارسل رسوله** [illegible] **و اله آبائک ابراهیم قالوا آمنا برب العلمین رب موسی و هارون** [illegible] **رب موسی و هارون** میں معرفت ایمان ہے یہاں معرفت [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] **ربنا صبرا** [illegible] **الی ربک** [illegible] محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] مختلف طریقے سے

لا الہ الا هو خالق کل شیء یہ عبارت [illegible] صفت [illegible] اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے [illegible] خالق [illegible] معبود [illegible] **فاعبدوہ** [illegible] پچھلے جملوں پر مرتب ہے یعنی چونکہ اللہ تعالیٰ تمہارا رب خالق ہے [illegible] عبادت کے معنی [illegible] [illegible] تفسیر میں عرض کر چکے [illegible] [illegible] معبودوں کے سامنے [illegible] تفسیر روح المعانی نے [illegible] **فاعبدوہ** میں [illegible] عبادت [illegible] **لا تعبدوا الا ایاہ** [illegible] **فاعبدوہ** [illegible] خالق [illegible] معبود [illegible] **وهو علی کل شیء وکیل** یہ عبارت [illegible] **لا الہ الا هو** [illegible] اللہ [illegible] **وکیل** [illegible] **علی** [illegible] **علی کل شیء** [illegible]

www.alahazratnetwork.org

یعنی وہ بلا واسطہ ہر چیز کا حافظ اس کا متولی اس کی نگرانی فرمانے والا ہے کہ ہر وقت ہر چیز اور اس کی ہر ضرورت کی خبر رکھتا ہے [illegible] (خزانہ وغیرہ) بھرتا ہے [illegible] تھوڑا ہے۔ خیال رہے کہ حقیقی نگہبان صرف رب تعالیٰ ہے۔ [illegible] نگران [illegible] ہیں۔ چنانچہ فوج ملک کی نگہبان پولیس شہر کی نگہبان فرشتے ہمارے نگہبان **و یرسل علیکم حفظۃ** مگر حقیقی نگہبانی رب ہی کی ہے۔

خلاصہ تفسیر۔ اس آیت میں [illegible] ہیں۔ [illegible] اللہ تعالیٰ کیونکر بیٹے والا ہوتے تیسرے **خلق کل شیء** چوتھا **وھو بکل شیء علیم** دوسری آیت کا یہ ہے کہ جب اس کا رب ہو تو **لا شریک** ہونا معبود ہونا ظاہر [illegible] بغیر کسی نمونہ کے بغیر کسی اوزار کے بغیر کسی [illegible] کے بغیر کسی حکم کے بغیر کسی زمانہ کے ایجاد فرما دی ہر چیز اس کی مخلوق ہے یہ بھی غور کرو کہ اس کے اولاد کیسے ہو سکتی ہے تم بھی مانتے ہو کہ اس کی کوئی بیوی نہیں [illegible] اولاد ہونی ممکن نہیں پھر اس کی اولاد کیسی نیز وہ ہر چیز کا خالق ہے۔ خالق والد نہیں ہو سکتا اور والد خالق نہیں [illegible] آدمی کا باپ نہیں [illegible] وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے جب وہ فرما رہا ہے کہ کوئی چیز ہماری اولاد نہیں ہر چیز ہماری مخلوق پھر تم کیسے کہتے ہو کہ فلاں اللہ کی اولاد ہے کیا تم رب تعالیٰ سے زیادہ علم و خبر رکھتے ہو۔ دیکھو [illegible] صفت [illegible] تمہارا رب ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں کہ نہ بیٹے کے وہ بیٹے ہو سکتے ہیں [illegible] معبود ایک ہی ہے لائق ہے وہ ہر چیز کا خالق ہے لہٰذا تم سب اسی کی عبادت کرو۔ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اس کی رحمت کا یہ عالم ہے کہ تمہارا صرف خالق نہیں اس نے تم کو پیدا فرما کر یونہی آوارہ بے یار بے مددگار نہیں چھوڑ دیا بلکہ وہ ہر وقت اس [illegible] خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کا مثل ناممکن ہے نہ خدا دو ہو سکتے ہیں [illegible] مصطفیٰ دو ہو سکتے ہیں [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم خم ساری مخلوق میں اول ہیں۔ **اول ما خلق اللہ نوری** سارے نبیوں سے پیچھے ہیں خاتم النبیین [illegible] رحمت ہیں سارے انسانوں کے شفیع ہیں کہ بعض شفاعتیں نبیوں کے لیے ہیں اور بعض شفاعتیں ان سے [illegible] سارے عالم کی اصل ہیں یہ اوصاف تعدد کے لائق نہیں ہم نے عرض کیا

کوئی مثل [illegible] کیوں کر ہو [illegible] نہیں دوسرے کی [illegible] یہ وصف دو کو ملا نہیں

خیال رکھو [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] خالق ہے [illegible] میں فرق ہے ہم لوگ ایسے بندے ہیں [illegible] محمد صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] بندے ہیں کہ دست قدرت نے ان [illegible] محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] ہیں۔

[illegible]

[illegible] اعبدوہ [illegible] شروع فرمایا [illegible] ایمان لا کر [illegible] عبادت [illegible] مخصوص عبادات [illegible] قرب الٰہی میں ترقی کرو [illegible] خیال رہے کہ عبادت ہو یا عبودیت [illegible] اعبدوہ [illegible]

www.alahazratnetwork.org

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی اداؤں کا نام ہے عبادات قلبی اداؤں کا نام ہے عبودیت۔

فائدے ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ اللہ تعالیٰ عالم اجسام میں آسمانوں زمین عرش کرسی لوح و قلم وغیرہ کا بدیع ہے باقی تمام چیزوں کا خالق ہے یعنی آسمان و زمین کو تو بغیر مادہ بغیر نمونہ کے بنایا نہ کسی وقت میں باقی دوسرے اجسام کو کسی مادے سے کسی وقت میں کسی جگہ میں بنایا۔ یہ فائدہ بدیع السموت اور خلق کل شیء سے حاصل ہوا اللہ تعالیٰ ہمارا خالق ہے بدیع نہیں خیال رہے کہ بغیر نمونہ بنانا ایجاد ہے اور بغیر نمونہ بغیر مادہ وغیرہ کے بنانا بدیع لہٰذا اللہ تعالیٰ آسمانوں زمین وغیرہ کا بدیع ہے حضرت آدم علیہ السلام کا موجد یہ فرق خیال میں رہے۔ دوسرا فائدہ بغیر بیوی صرف ماں سے اولاد نہیں ہو سکتی۔ یہ فائدہ و لم تکن له صاحبة سے حاصل ہوا۔ لہٰذا حضرت حوا آدم علیہ السلام کی بیٹی نہیں (لطیفہ) کسی شخص نے حضرت رابعہ بصریہ رضی اللہ عنہا سے مردوں کی افضلیت اور عورتوں کی ماتحتی بیان کی اس کے دلائل دیئے آپ نے تبسم فرمایا فرمایا عورت کو برا نہ کہو یہ نبیوں ولیوں کی ماں ہے بغیر باپ صرف عورت سے نبی پیدا ہوئے مگر بغیر عورت صرف باپ سے کوئی نبی ولی پیدا نہ ہوئے واقعی حضرات انبیاء موتی ہیں مگر عورتیں بھی ان موتیوں کی سیپ ہیں۔ حضرات انبیاء لعل ہیں تو عورتیں ان لعلوں کی کان ہیں۔ تیسرا فائدہ: باپ کی اولاد وہ ہے جو بذریعہ بیوی کے اپنے نطفہ سے پیدا ہو ان دو شرطوں کے بغیر اولاد نہیں۔ یہ فائدہ بھی ولم تکن له صاحبة سے حاصل ہوا ماں کی اولاد وہ ہے جو اس کے پیٹ سے ہو اس کی جنس ہو نطفہ کی وہاں قید نہیں لہٰذا حضرت عیسیٰ تو ابن مریم ہیں مگر حضرت حوا ابنت آدم نہیں۔ چوتھا فائدہ حضرت زلیخا یوسف علیہ السلام کے نکاح میں آئیں ان کی زوجہ بنیں۔ یہ فائدہ بھی ولم تکن له صاحبة سے حاصل ہوا۔ قرآن کریم نے بیوی کو صاحبہ فرمایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زلیخا کو حضرت یوسف علیہ السلام کی صاحبہ فرمایا انکن احتن صواحب یوسف جو ان کی زوجیت کا انکار کرتا ہے وہ یا تو اس آیت کا انکار کرتا ہے یا بخاری کی اس حدیث کا۔ پانچواں فائدہ بعض اوصاف تعدد کے متحمل ہو سکتے ہیں مگر بعض چیزوں میں تعدد نہیں ہو سکتا۔ ہمارے جسم میں سارے اعضاء متعدد ہیں مگر دل ایک گھر میں لوازمات متعدد ہیں مگر باپ ماں ایک درخت میں شاخیں پتے متعدد ہیں مگر جڑ ایک مسجد میں مقتدی متعدد مگر امام ایک ملک میں وزراء امراء متعدد مگر صدر ریاست ایک یونہی مخلوق متعدد ہو سکتی ہے مگر خالق ایک نبی متعدد ہو سکتے ہیں مگر مصطفی ایک جب ہم چند کے نطفوں سے نہیں بن سکتے تو ہم چند کے تو رب کیسے بن سکتے ہیں مخلوق تو حضور کے نور سے پیدا ہو چکی۔ پھر اب دوسرا ان کی مثل کیسے ہو سکتا ہے اب یہ ممکن ہے۔ فائدہ اشارۃً ولم تکن له صاحبة سے حاصل ہوا۔ چھٹا فائدہ ہر چیز کا پیدا فرمانا انسیں چیز بری ہو مگر اس کی خلق بری نہیں شیطان برا ہے مگر شیطان کو پیدا فرمانا برا نہیں۔ یہ فائدہ بھی خلق کل شیء سے حاصل ہوا۔ مسئلہ اگرچہ اللہ تعالیٰ ہر ادنیٰ و اعلیٰ چیز کا خالق و رب ہے مگر ادب یہ ہے کہ اسے اعلیٰ بندوں کی نسبت سے پکارا جائے یہ کہا جائے رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ کہو کہ رب الشیطان کہ اس میں سخت بے ادبی ہے۔ ساتواں فائدہ: اگرچہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا محافظ و وکیل ہے مگر اس کے باوجود ہم کو بھی اپنی حفاظت وغیرہ کا حکم ہے۔ چنانچہ ہم کو حکم ہے خذوا حذرکم بلکہ قاعدہ ہے بچاؤ کے اسباب اختیار کرو لہٰذا مصیبت کے وقت حکام یا حکیم کے پاس جانا یونہی ضرورت و حاجت کے وقت حضرات انبیاء و اولیاء کے آستانہ پر حاضری دینا علی کل شیء وکیل کے خلاف نہیں حضرات انبیاء و اولیاء ولایت الٰہی کے مظہر ہیں ان کی مدد در حقیقت اللہ تعالیٰ کی ہی مدد ہے خلاف توکل

www.alahazratnetwork.org

سیکھے

پہلا اعتراض: یہاں آسمان و زمین کے واسطے بدیع فرمایا گیا اور باقی چیزوں کے لئے خلق یا خالق ارشاد ہوا۔ اس فرق کی وجہ کیا ہے؟ جواب: اس کا جواب ہم ابھی تفسیر اور فائدوں میں عرض کر چکے۔ بدع ایجاد اور خلق میں بڑا فرق ہے۔ آسمان و زمین کسی مادے سے بنے مثل ... مادہ سے ... بلا مادہ ... نہیں۔ یونہی آسمان و زمین کسی وقت یا کسی جگہ میں نہ بنے کہ جب یہ پیدا ہوئے تو نہ جگہ تھی نہ وقت لہذا ان کے لئے بدیع فرمانا درست ہے۔ دوسری مخلوق کے لئے یہ کیسے فرمایا جا سکتا ہے ... خلق ... اور ابداعت میں فرق ... ابداعت میں یہ نہیں کہ جو ... کیسے بنا کب بنا ... بغیر مثال پیدائش ہوتی ہے۔ خلق ان دونوں سے عام نہیں۔ اللہ رب تعالیٰ آسمان و زمین کا خالق بھی ہے موجد بھی اور بدیع بھی ہمارا خالق ہے موجد یا بدیع نہیں۔ آدم علیہ السلام کا خالق بھی ہے موجد بھی۔ دوسرا اعتراض: اگر کفار اللہ تعالیٰ کے لئے بیوی بھی مان لیں۔ مثلاً عیسائی کہہ دیں کہ حضرت مریم خدا تعالیٰ کی بیوی ہیں تو یہ فرمان ان کے مقابل کیونکر درست ہو گا۔ ولم تکن له صاحبة جواب: اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ اس آیت میں روئے سخن مشرکین مکہ سے ہے۔ جو فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں مانتے تھے۔ مگر فرشتوں کی ماں نہیں مانتے تھے نہ کسی کو رب کی بیوی کہتے تھے اور اگر عیسائیوں سے بھی ہو تو وہ بھی حضرت مریم کو خدا کی بیوی نہ عیسیٰ علیہ السلام کی ماں کو خدا کی زوجہ نہیں کہتے تھے لہذا انہیں الزاماً فرمایا گیا کہ جب تمہارے عقیدہ میں بھی خدا کی بیوی کوئی نہیں تو تم اس مخلوق کو خدا کا بیٹا کیسے کہتے ہو۔ دوسرے یہ کہ کوئی پاگل بھی کسی کو خدا تعالیٰ کی بیوی نہیں کہہ سکتا کہ بیوی کی اور پھر بیوی سے محبت پھر محبت کے نتیجہ میں بچہ کی پیدائش کا رب تعالیٰ کے لئے وہم بھی نہیں کیا جا سکتا۔ جیسے کوئی پاگل بھی نہیں کہہ سکتا کہ اللہ تعالیٰ کسی کا بیٹا ہے لہذا ایسے لغو احتمال کی تردید کرنا اس تردید پر دلائل قائم کرنا غیر ضروری ہے۔ تیسرا اعتراض: تم نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل ناممکن ہے مگر حدیث شریف میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا جسمک جسمی لحمک لحمی دمک دمی انت منی کہ تمہارا خون تمہارا جسم میرا جسم تمہاری ہڈیاں میری ہڈیں تم بالکل میری مثل ہو معلوم ہوا کہ حضرت علی کا ... درست ہے ... عقل کے بھی خلاف ہے۔ چوتھا اعتراض: تم نے ... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل ناممکن ہے مگر قرآن کہتا ہے قل انما انا بشر مثلکم تمہارا یہ قول قرآن مجید کے خلاف ہے۔ جواب: یہاں آیت میں ... بشریت مراد ہے ... حقیقت محمدی کے مثل ... کسی کی اولاد ... کی ... ساتواں ... ہے ... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ خدا ہیں نہ خدا کے بیٹے بلکہ خاص ... ہیں۔ ہم نے حقیقت محمدیہ کا ذکر کیا ہے۔ پانچواں اعتراض: یہاں ولم تکن له صاحبة کیوں فرمایا ... زوجہ ... کیوں نہ فرمایا ... جواب: ... مفسرین ... صاحبہ ... میں ... ایک ... ہے ... ساتھ رہنے والی ... صحبت ... پیدائش بغیر صاحبت کے ناممکن ہے۔ اور ... عام ہے بیوی ہو یا لونڈی ہو صاحبت والی ... زوجہ صرف منکوحہ بیوی ہے۔ اولاد بیوی اور لونڈی دونوں سے ہو سکتی ہے صاحبہ کی نفی فرما کر اولاد کی نفی فرما دی اگر زوجہ کی نفی کی جاتی تو لونڈی کا احتمال باقی رہتا۔ واللہ اعلم و رسولہ اعلم و اتم چھٹا اعتراض: یہاں پہلے

www.alahazratnetwork.org

آیت میں ارشاد ہوا و خلق کل شیء اور دوسری آیت میں ہے خالق کل شیء اس فرق بیان کی کیا وجہ ہے خلق اور خالق میں کیا فرق ہے۔ جواب: خلق کل شیء میں پیدا شدہ چیزیں ہی داخل ہیں اور آئندہ پیدا ہونے والی بھی کہ خالق اسم فاعل ہے لہٰذا پہلی آیت کے معنی یہ ہیں کہ تمام پیدا شدہ چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیا۔ خالق کل شیء کے معنی یہ ہیں کہ آئندہ جو چیزیں پیدا ہوں گی ان کا خالق بھی رب تعالیٰ ہی ہے لہٰذا فرق ظاہر ہے۔ ساتواں اعتراض: یہاں فاعبدوہ فرمانا مناسب نہیں معلوم ہوتا کیونکہ مشرکین اہل کتاب سب ہی اللہ کی عبادت کرتے تھے ان میں سے کوئی بھی اللہ کی عبادت کا منکر نہ تھا لہٰذا فرمانا چاہیے تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو دوسروں کی نہ کرو۔ جواب: اس کا جواب اشارۃً ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ عبادت صرف ایک ہی کی ہو سکتی ہے۔ چند کی عبادت عبادت ہے ہی نہیں جب یہ کفار اللہ تعالیٰ اور اپنے گھڑے معبودوں سب کی عبادت کرتے تھے تو وہ حقیقۃً کسی کی عبادت نہ کرتے تھے عبادت کے معنی ہیں انتہائی عجز و انکسار [illegible] صرف ایک ہی کا ہو سکتا ہے اگر عبادت کے ساتھ [illegible] بھی ہو [illegible] عبادت شرکت کے منافی ہے۔

تفسیر صوفیانہ: اللہ تعالیٰ نے عالم روحانیات میں مختلف درجوں والے انبیاء و اولیاء پیدا فرمائے جو مختلف طرح مختلف فیض دیتے ہیں اور مختلف کیفیت والے دل ہدایت و روشنی کی طرح ان حضرات کے محتاج ہیں۔ پھر بعض دل ان کے فیوض سے خوب فائدے اٹھاتے ہیں۔ وہ عمدہ زمین کی طرح ہیں اور بعض فائدے نہیں اٹھاتے وہ گویا بے خبر زمین ہیں اس عالم میں فیض دینے والے اور فیض لینے والے سب ہی اللہ کی مخلوق ہیں۔ اس کے بندے ہیں لہٰذا وہ بیوی اور اولاد سے پاک ہے کیونکہ وہ ہر چیز کا خالق ہے خالق والد نہیں ہو سکتا جب جانور انسان کی اولاد نہیں ہو سکتے تو مخلوق خالق کی اولاد کیسے ہو سکتی ہے۔ چنانچہ رب تعالیٰ کی یہ صفت ہے کہ وہ ہر چیز کا خالق ہے ہر چیز کا رب ہے حقیقی معبود ہے۔ [illegible] سب اس کے [illegible] کے محتاج ہیں تو کوئی اس کی بیوی یا اس کی اولاد کیسے ہو سکتے ہیں ان میں یہ صفات کہاں جو وہ رب کے ہمسر ہوں۔ لہٰذا اسے خالق مانو والد نہ مانو [illegible] کے ساتھ۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے آسمانوں و زمین کی پیدائش میں اپنی شان بدیع دکھائی [illegible] سوالات نہیں ہو سکتے [illegible] تمام [illegible] حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] محمدی [illegible] عرش [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی خلق اور بدیع دونوں کے مظہر اتم ہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ [illegible]

www.alahazratnetwork.org

میں تین طرح کا مال تیار ہوتا ہے چالو مال، فرمائشی مال اور نمونہ۔ صنعت چالو مال اچھا بھی ہوتا ہے برا بھی۔ مگر فرمائشی مال اچھا ہی ہوتا ہے اور نمونہ کے مال میں کاریگر کے سارے کمالات جمع ہوتے ہیں۔ یوں ہی ہم سمجھو کہ کارخانہ قدرت نے جو چالو مال بنایا وہ عام لوگ ہیں جن میں اچھے برے سبھی ہیں اور حضرات اولیاء اللہ فرمائشی مال ہیں۔ اچھے ہی اچھے ہیں حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خالق قدرت کے اعلیٰ نمونہ ہیں جن کی صفت سے مظہر ہیں۔ هو الذی ارسل رسوله میں قدرت کے سارے کمالات جمع ہیں۔ جو نمونہ کی تعریف کرے اس سے کاریگر خوش ہوتا ہے۔ جو نمونہ میں عیب نکالے اس سے صانع ناراض ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریفیں رب کو راضی کرتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عیب جوئی عجیب بات ہے کہ فائدہ یا نقصان سارے خلق کا ہے جو قدرت کے اس نمونہ کو جانے بوجھے مگر سلامتی اللہ والے کی ہے جس کے قبضہ میں سب کچھ ہے۔

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ

نہیں پا سکتیں اسے آنکھیں اور وہ پاتا ہے آنکھوں کو اور وہ ہے لطف والا خبردار

آنکھیں اسے احاطہ نہیں کرتیں اور سب آنکھیں اس کے احاطہ میں ہیں اور وہی ہے سارے باریک بینی والا خبردار

تعلق اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ کی صفات عالیہ کا ذکر تھا خالق وکیل وغیرہ وغیرہ اب ان عیوب کا ذکر ہے جن سے اللہ تعالیٰ پاک ہے منزہ ہے کسی کی نظر میں آنا وغیرہ گویا کمالات کے ثبوت کے بعد عیبوں کی نفی کا ذکر ہے۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں ارشاد ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو ہر طرح جانتا ہے۔ و هو بكل شیء علیم اب ارشاد ہے کہ کوئی اسے پوری طرح نہیں جان سکتا مخلوق کا اسے جاننا محدود ہے گویا اللہ تعالیٰ کی عالمیت مطلقہ کے بعد اس کے معلوم ہونے کا ذکر ہے۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیات میں ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا نگہبان ہے علی کل شیء وکیل اب ارشاد ہے کہ وہ ایسا نگہبان ہے کہ وہ سب کو دیکھتا ہے اسے کوئی نہیں دیکھتا ہم اس سے ہر وقت قریب ہیں گویا اس کی نگرانی کا ذکر کر کے اب اس نگرانی کی نوعیت کا ذکر ہے۔

تفسیر لا تدركه الابصار یہ جملہ یا تو رب کی صفت ہے یا نیا جملہ۔ دوسرا احتمال قوی ہے لا تدرکہ بنا ہے ادراک سے جس کے معنی ہیں کسی چیز کو گھیر لینا کسی تک پہنچ جانا ہے۔ دوسرے معنی زیادہ مناسب ہیں کہ تہ تک پہنچ جانے کو ادراک کہتے ہیں اور پوری تہ تک پہنچنے کو درک کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے۔ لا تخاف دركا ولا تخشى اور ارشاد ہے حتی اذا ادركه الغرق اور ارشاد ہے۔ قال اصحاب موسى انا لمدركون قال كلا اور ارشاد ہے لو لا ان تداركه نعمة من ربه اور ارشاد ہے حتی اذا اداركوا فيها اور ارشاد ہے بل ادارک علمهم في الاخرة ان تمام آیات میں یہ لفظ پانے یا پہنچنے کے معنی میں آیا ہے۔ یعنی نہیں پا سکتیں۔ خیال رہے کہ قرآن کریم نے یہاں لا تبصره یا لا تنظره نہیں فرمایا بلکہ لا تدرکه فرمایا کہ وہ سب ابصار بنا ہے بصر سے جس کے معنی ہیں آنکھ کی روشنی۔ دل کی روشنی کو بصیرت کہتے ہیں۔ آنکھ بھی بصر ہے اور دل کی بصیرت بھی۔ الابصار میں الف لام استغراقی ہے یعنی کوئی آنکھ بھی اللہ تعالیٰ کو اپنے احاطہ میں نہیں لے سکتی آنکھ کی روشنی ہو یا دل کی روشنی کسی کے احاطہ میں نہیں آتا۔ رب تعالیٰ حد سے پاک ہے۔

www.alahazratnetwork.org

جسم کو دیکھ کر معلوم کر لیتی ہے لہٰذا اس کی لمبائی یہاں سے شروع ہے یہاں ختم چوڑائی کی یہ حدود ہیں موٹائی کی یہ حد وہ اس قسم کا دیکھنا رب تعالیٰ کے لئے ناممکن ہے اس تفسیر سے **الابصار** عام ہے کسی نبی ولی مومن جن انس فرشتہ وغیرہ کی نظر بھی بھی رب کو احاطہ نہیں کر سکتی نہ دنیا میں نہ آخرت میں نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں رب کو احاطہ کر کے دیکھا اسے ناممکن ہے ہو سکتا ہے کہ [illegible] سے مراد ہو صرف دیکھنا جیسا کہ معتزلہ کہتے ہیں تو **الابصار** کی تحقیق مراد ہوگی ب اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ آنکھیں دنیا والی نہیں دیکھ سکتیں یہ ساری آنکھیں اسے نہیں دیکھ سکتیں یہ دنیا میں اسے آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں رب کو دیکھا تو دنیا کی آنکھ سے نہ دیکھا وہ آنکھ اور تھی اس آنکھ کی روشنی اور تھی بلکہ یوں کہو کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اور رنگ میں تھے۔ مومنین جنت میں رب کو دیکھیں گے تو ان کی آنکھ اور آنکھ کی روشنی اور ہی ہوگی۔ انشاء اللہ لہٰذا یہ آیت ان آیات و احادیث کے خلاف نہیں جن میں دیدار الٰہی کا ثبوت ہے جو انشاء اللہ ہم خلاصہ تفسیر میں عرض کریں گے۔ **وھو یدرک الابصار** یہ عبارت یا تو جملہ ہے اور واو ابتدائیہ یا **لا تدرکہ** الخ پر معطوف ہے یہ رب تعالیٰ کی دوسری صفت ہے **ھو** کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے یہاں بھی یدرک کے معنی ہیں احاطہ فرمالینا یا دیکھ لینا ہے اور یہاں بھی **ابصار** بصر کی جمع ہے بمعنی آنکھ کی روشنی یعنی اللہ تعالیٰ کی شان یہ کہ تمام مخلوق کی آنکھ کی روشنی کو احاطہ فرمائے ہوئے ہے۔ حالانکہ روشنی آنکھ کی ایسی لطیف ہے جو کسی کو نظر میں آتی کوئی شخص نہ اپنی نگاہ کو دیکھ سکتا ہے نہ دوسرے کی نگاہ سب کو دیکھتی ہے مگر نگاہ کو کوئی نہیں دیکھتا نہ کوئی نگاہ کی حقیقت سے شناور ہے کہ نگاہ چیز کیا ہے اور اس کی کیا حقیقت ہے مگر اللہ تعالیٰ اس کو بھی احاطہ فرمائے ہے۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ سارے بندوں کی نگاہیں ان کی آنکھیں ہر وقت دیکھتا ہے مگر کفار کی آنکھیں نگاہیں [illegible] نظر سے دیکھتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اداؤں کے لئے رب تعالیٰ کی نظر ہی خاص ہے جیسے وہ بے مثال ہیں ایسے ہی ان کو دیکھنے کی نظر بھی خاص فرماتا ہے۔ **قد نری تقلب وجھک فی السماء** اور فرماتا ہے۔ **الذی یراک حین تقوم و تقلبک فی الساجدین** اور فرماتا ہے **فانک باعیننا** غرضیکہ **یدرک الابصار** ایک فرمان ہے مگر اس کی نوعیتیں بہت ہیں۔ تمہاری روح تمہاری نگاہ تمہارے ایمان اور اعمال غرض سب کچھ ہی اللہ کے علم میں ہے۔ اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ **وھو اللطیف الخبیر** یہ نیا جملہ ہے لطیف بنا ہے لطف سے بمعنی نرمی و مہربانی یا لطافت سے بمعنی حجاب میں ہونا باریکی یا کسی سے بہت چھپا لطف و کرم تو ہم سب دیکھتے ہیں [illegible] ان دونوں میں فرق یوں کیا جاتا ہے کہ [illegible] اس لئے لطف ہے [illegible] وہ ہم سب [illegible] جب [illegible] وہ ہم فرماتا تھا کیونکہ وہ لطیف ہے۔ اللہ نے یہ صفت اپنے محبوب کو بھی عطا فرمائی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] کو بھی دیتے ہیں کیونکہ [illegible] جانور دل پر رحم فرماتے ہیں [illegible] لطیف ہیں [illegible] بمعنی [illegible] لطیف [illegible] محسوس [illegible] ہم کو نظر آتے ہیں کیونکہ کثیف ہیں مگر [illegible] نظر نہیں آتی [illegible] لطیف ہے [illegible] ہمارے [illegible] نظر نہیں آتی کیونکہ لطیف ہے اللہ نے یہ صفت بھی اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری جانوں سے زیادہ ہم سے قریب ہیں۔ **النبی اولی بالمومنین من انفسھم** مگر ان آنکھوں سے

www.alahazratnetwork.org

نظر نہیں آتے کیونکہ یہ لطافت میں رب لطیف ہیں یعنی وہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے ان پر نرمی فرمانے والا ہے یا کسی کی نظر میں نہ آنے والا ہے۔ تمام کی خبر رکھنے والا ہے کہ چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیز اس کے علم و خبر سے باہر نہیں۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کو صاف شفاف نہیں کہا جا سکتا کہ شفاف اور کثیف ہونا جسم کی صفت ہے اس لئے اس کا نہایت نفیس ترجمہ وہ ہے جو اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کیا۔ یعنی نہایت باطن اس ترجمہ کا ماخذ وہ آیت کریمہ ہے **هو الاول و الاخر و الظاهر و الباطن وهو بكل شيء عليم** خیال رہے کہ چونکہ رب تعالیٰ رب ہے اور ربوبیت بغیر علم و خبر نا ممکن جس کی خبر نہ ہو اس کی پرورش کیسے کی جا سکتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قاسم بھی بنایا کہ اللہ کی نعمتیں اس کی مخلوق کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم فرماتے ہیں۔ **الله المعطي و انا قاسم** نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفیع ہیں شفاعت سات قسم کی فرمائیں گے اور تقسیم بھی خبر کے بغیر نا ممکن ہے شفاعت بھی۔ فرشتے اللہ کے حکم سے موت، حیات، بارش وغیرہ تقسیم کرتے ہیں تو انہیں اس کی خبر بھی ہے کہ کس کا کتنا حصہ ہے اور وہ کہاں رہتا ہے۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہ عطاء الٰہی خبیر بھی ہیں۔

خلاصہ تفسیر. اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی چار صفتوں کا ذکر ہوا۔ ان میں سے پہلی دو صفتیں گویا دعویٰ ہیں اور آخری دو صفتیں اس دعویٰ کی دلیل اور اس کا ثبوت ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ وہ شان والا ہے کہ کوئی آنکھ یا کوئی نظر کسی وقت کسی جگہ کبھی بھی اس کا ادراک اس کا احاطہ نہیں کر سکتی وہ کسی نظر کے گھیرے میں نہیں آ سکتا دنیا میں کوئی نظر اسے دیکھ نہیں سکتی۔ محبوب نے معراج میں تو دیکھا تو وہ نظر نور تھی وہ عالم دوسرا تھا۔ آخرت میں اسے ساری نظریں دیکھ نہیں سکیں گی صرف مومنوں کو دیدار ہو گا کفار اس سے محروم رہیں گے۔ اس کی دوسری شان یہ ہے وہ نظروں تمام کی نگاہوں کو گھیرے ہوئے ہے کسی نے آج تک نظر کو نہیں دیکھا یہ رب کی شان ہے کہ وہ سب کی نظر کو دیکھ رہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لطیف ہے یا باطن ہے، مخفی الذات ہے یا باطن کسی کو نظر نہیں آ سکتا اس کے ساتھ ہی وہ خبیر والا ہے سب کی خبر رکھتا ہے۔ سب کو دیکھتا ہے۔ لہٰذا وہ دیکھتا ہے، دیکھا جاتا نہیں ہے۔ مولانا نے کیا خوب فرمایا۔ شعر

يا خفي الذات محسوس العطاء — انت كالماء و نحن كالرحى
انت كالريح و نحن كالغبار — تختفي الريح و غبراه جهار

یعنی اے مولیٰ تیری ذات چھپی ہوئی ہے تیری عطاء دیکھی ہوئی تیری قدرت پانی کی طرح ہے ہم پن چکی کی طرح، تیرا آنا ہوا کی طرح ہم غبار کی طرح ہوا نظر نہیں آتی گرد و غبار دکھائی دیتا ہے جس سے ہوا کا پتہ لگتا ہے۔

دیدار الٰہی

سوا معتزلہ، خوارج اور بعض مرجیہ فرقوں کے تمام اسلامی فرقے اس پر متفق ہیں کہ قیامت میں مومنوں کو دیدار الٰہی ہو گا بلکہ جنت میں دیدار ہوا کرے گا۔ اس پر آیات قرآنیہ احادیث نبویہ اور عقلی دلائل گواہ ہیں۔

آیات قرآنیہ . رب تعالیٰ فرماتا ہے **وجوه يومئذ ناضرة الى ربها ناظرة** بعض چہرے اس دن ترو تازہ ہوں

www.alahazratnetwork.org

کے اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے۔ کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون۔ [illegible] اپنے رب سے ستر حجاب میں ہوں گے [illegible] ایسا اس دن نہ ہوگا۔ معلوم ہوا کہ مومنوں کو دیدار ہوگا۔ نیز فرماتا ہے للذین احسنوا الحسنی و زیادۃ نیک کاروں کے لئے جنت کی نعمتیں بھی ہیں اور مزید زیادتی بھی وہ زیادتی کیا ہے دیدار الٰہی۔

احادیث: بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی نے بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی کہ کچھ لوگوں نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم قیامت میں اپنے رب کو دیکھیں گے۔ فرمایا کیا تم چودھویں شب میں چاند کے دیکھنے میں کچھ شبہ کرتے ہو عرض کیا نہیں۔ فرمایا اسی طرح تم اپنے رب کو قیامت میں بلا شک و شبہ ظاہر ظہور دیکھو گے۔ نیز ابو داؤد نے بروایت ابو رزین عقیلی رضی اللہ عنہ روایت کی کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم میں سے ہر شخص اپنے رب کو خلوت میں دیکھے گا۔ فرمایا ہاں۔ عرض کیا اس کی مثال کیا ہے کہ ایک وقت میں خلقت و خلوت دونوں ہوں۔ فرمایا کیا تم سب ایک وقت خلوت میں چاند کو نہیں دیکھتے ہو۔ عرض کیا ہاں۔ فرمایا اللہ کی شان تو بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔ اس کے متعلق اور بہت احادیث ہیں۔

عقلی دلیل: یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا رب ارنی انظر الیک خدایا تو مجھے اپنا جمال دکھا دے میں تجھے دیکھوں گا۔ اگر دیدار الٰہی ناممکن ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام اس کی دعا نہ کرتے۔ کیونکہ ناممکن چیز کی دعا مانگنا ممنوع ہے۔ نبی ممنوع کام نہیں کرتے۔ نیز رب تعالیٰ نے جواب میں یہ نہ فرمایا کہ ہمارا دیدار ناممکن ہے بلکہ فرمایا کہ پہاڑ کو دیکھو۔ اگر یہ ٹھہرا رہے تو تم بھی دیکھ لو گے۔ پہاڑ کا ٹھہرنا ایک ممکن چیز ہے اور جو چیز ممکن پر موقوف ہو جائے وہ بھی ممکن ہوتی ہے لہٰذا دیدار الٰہی ممکن ہوا (دیکھو تفسیر خازن و تفسیر کبیر)۔

دیدار معراج: حق یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات عرش سے گزر کر قاب قوسین میں پہنچ کر چشم سر سے رب تعالیٰ کا دیدار فرمایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رب تعالیٰ سے وہ قرب میسر ہوا جو کسی کو نہ ہوا تھا نہ ہوگا۔ قرآن کریم دیدار معراج کے متعلق فرماتا ہے۔ ما کذب الفؤاد ما رای محبوب نے اپنے رب کو دیکھا تو دل نے اسے [illegible] کہ محبوب نے رب کو دیکھا دل نے اس کی تصدیق کی۔ دل کا جھٹلانا یہ ہے کہ آنکھ کی تصدیق نہ کرے [illegible] فرماتا ہے۔ ولقد راہ نزلۃ اخری عند سدرۃ المنتہی [illegible] سدرۃ المنتہی کے پاس دیکھا [illegible] متعلق [illegible]۔ ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی [illegible] میں تحقیق یہ ہے کہ [illegible] خالق سے قرب [illegible] دیدار [illegible] قرب [illegible]۔ فاوحی الی عبدہ ما اوحی اللہ نے اپنے بندے کو خاص وحی فرمائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] کہتے ہیں کہ حضرت جبریل سے [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ رایت ربی فی احسن صورۃ میں نے اپنے رب کو اچھی صورت میں دیکھا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں رای محمد صلی اللہ علیہ وسلم ربہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ خواجہ حسن بصری فرماتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible] سے

alahazratnetwork.org

رب کو دیکھا۔ امام احمد ابن حنبل سے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رب کو دیکھا رب کو دیکھا یہاں تک فرمایا کہ آپ کی سانس ٹوٹ گئی۔ اس کی تحقیق ان شاء اللہ سورۃ والنجم میں کی جاوے گی۔ خیال رہے کہ سدرۃ المنتہیٰ یا عرش معلیٰ یا دنیٰ فتدلیٰ جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رب کا دیدار ہوا یہ مقامات رب تعالیٰ کے نہیں۔ وہ تو جگہ سے پاک ہے بلکہ یہ مقامات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں رب تعالیٰ نے اپنے محبوب کو یہاں بلا کر دیدار دیا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔

وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سر عرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہیں جن کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

جیسے حضرت کلیم کو طور پر بلا کر کلام فرمایا تو طور رب تعالیٰ کی جگہ نہ تھی بلکہ جناب موسیٰ کی جگہ تھی وہاں انہیں کلام سے مشرف فرمایا گیا۔ ... جاتا ہے ... کو بھیجتے ہیں ... ہے تو یہ مقامات جلوے کے ہیں ملنے کا مقام ... رکھتے ہیں۔

فائدے۔ اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ دنیا میں ان آنکھوں سے کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتا۔ یہ فائدہ لا تدرکہ الابصار کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہو سکتا ہے ... سے ... ہو جانے۔ دوسرا فائدہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو ... ہے ... دیکھ سکتا کہ اس کا احاطہ ... وہ کسی ... میں آ نہیں سکتا۔ یہ فائدہ لا تدرکہ الابصار کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کو اپنے علمی احاطہ میں بھی نہیں لا سکتا۔ کسی کا علم اسے گھیر نہیں سکتا۔ یہ فائدہ الابصار کی تیسری تفسیر سے حاصل ہوا کہ ابصار میں بصارت اور بصیرت دونوں داخل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو جاننا کچھ اور ہے اسے پورے طور پر جان لینا کچھ اور۔ رب کو اسے جاننا پہچاننا ضروری ہے مگر اسے پورا جاننا ناممکن ہے۔ چوتھا فائدہ: قیامت میں سب خلق کے دیدار سے محروم ہوں گے وہاں دیدار صرف مسلمانوں کو نصیب ہوگا۔ یہ فائدہ الابصار کی چوتھی تفسیر سے حاصل ہوا کہ الابصار میں الف لام استغراقی ہے۔ پانچواں فائدہ اللہ تعالیٰ کثیف لطیف تمام چیزوں کو دیکھتا ہے اور پورے طور سے ملاحظہ فرماتا ہے۔ چھٹا فائدہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کی ہمیشہ سے خبر رکھتا ہے اور ہمیشہ تک خبر رکھے گا۔ یہ فائدہ الخبیر سے حاصل ہوا کیونکہ اس کی ذات اور صفتیں قدیم ازلی ابدی ہیں لہٰذا ہر چیز کی خبر رکھنا بھی ازلی ابدی ہے اس کی خبر کی ابتدا یا انتہا نہیں۔

پہلا اعتراض اللہ تعالیٰ کا دیدار ناممکن ہے نہ دنیا میں ہو سکتا ہے نہ آخرت میں کوئی دیکھے گا۔ دیکھو ارشاد فرمایا لا تدرکہ الابصار (معتزلہ خوارج)۔ جواب اس اعتراض کے بہت جواب اسی تفسیر میں دیے گئے۔ (1) یہاں دیکھنے کی نفی نہیں ادراک یعنی احاطہ کی نفی ہے ... دیکھ ... احاطہ ... ناممکن ہے اسی لئے یہاں لا یحیطونہ نہیں فرمایا بلکہ لا تدرکہ ... ہم چاند سورج آسمان کو دیکھتے ہیں مگر ان کا احاطہ نہیں کر سکتے ... ان کو دیکھتے ہیں ان کا احاطہ نہیں کر سکتے جنتی ... ان کے دیدار کی کیفیت ان شاء اللہ دیدار کے وقت ہی معلوم ہوگی۔ (2) الابصار میں الف لام استغراقی ہے معنی یہ ہیں کہ ساری نظریں اسے نہیں دیکھ سکتیں بعض نظریں یعنی مومنوں کی نظریں اسے دیکھیں گی۔ (3)

www.alahazratnetwork.org

دنیا میں کوئی نظر اسے نہیں دیکھ سکتی آخرت میں مومنوں کی نظریں نور ہوں گی آنکھیں کچھ اور۔ (4) کوئی نظر کسی سمت اور کسی جہت میں اسے نہیں دیکھ سکتی اس کا دیدار بغیر جہت بغیر سمت کے ہوگا۔ **دوسرا اعتراض:** آنکھ صرف رنگت دیکھ سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ رنگ و روپ سے پاک ہے لہذا اس کا دیدار ناممکن ہے۔ دیکھو ہم صاف شفاف چیزیں روح، نظر کو نہیں دیکھ سکتے۔ کیونکہ یہ چیزیں رنگت سے وراء ہیں لہذا ہم اللہ تعالیٰ کو بھی نہیں دیکھ سکتے کہ وہ رنگ سے وراء ہے۔ **جواب:** یہ مجبوری دنیا والی اس آنکھ میں ہے کہ وہ رنگ روپ سمت روشنی قریب ہونے کی محتاج ہے۔ جس آنکھ سے رب کا دیدار ہوگا ان شاء اللہ وہ آنکھ ان میں سے کسی چیز کی حاجت مند نہ ہوگی۔ جنت کی قوتوں کو دنیا کی قوتوں پر قیاس نہ کرو۔ جب قرآن کریم فرما رہا ہے کہ مومنوں کو رب کا دیدار ہوگا تو عقل کو اس میں کیا دخل۔ **تیسرا اعتراض:** حدیث شریف میں ہے کہ جب مومنوں کو دیدار الٰہی ہوگا تو رداء کبریائی درمیان میں ہوگی اور ظاہر ہے کہ چادر حجاب ہے۔ تو دیدار نہیں ہو سکتا۔ اس حدیث نے ہی دیدار بے حجاب کی نفی کر دی۔ **جواب:** وہ حجاب ہی تو دیدار کا ذریعہ ہوگا اگر وہ حجاب درمیان میں نہ ہو تو دیدار ناممکن ہو جیسے سورج جب ہلکے بادل یا بخارات کی چادر میں ہو تو نظر آتا ہے اگر یہ حجاب نہ ہوں تو اس کا دیدار ناممکن ہوتا ہے وہ حجاب دیدار کرانے کے لئے ہوگا۔ چنانچہ مسلم شریف میں ہے کہ اگر رب تعالیٰ وہ حجاب اٹھا دے **لاحرقت سبحات وجهه ما انتهى اليه بصره** اس کی تجلیاں تمام چیزوں کو جلا کر خاک سیاہ کر دیں۔ **چوتھا اعتراض:** آخر اس میں حکمت کیا ہے کہ دنیا میں رب کا دیدار نہ ہو آخرت یعنی جنت میں ہو جب اس نے دیدار دینا ہی تھا تو دنیا میں بھی دیدیا ہوتا۔ **جواب:** وجہ یہ ہے کہ دنیا میں ایمان بالغیب ضروری اور ذات رب ایمان کا پہلا رکن ہے **امنت باللہ و ملئکتہ** اگر یہاں ہی دیدار ہوتا تو ایمان بالغیب نہ رہتا۔ یہاں شرط ہے کہ ہر ایمانی چیز نبی کی زبان سے مانو۔ یونہی رب تعالیٰ کو نبی کے ذریعہ مانو حسن پروردگار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار میں دیکھو تاکہ یہ ماننا ایمان ہو جنت ایمان کی جزا کی جگہ ہے وہاں دیدار ہوگا۔ **پانچواں اعتراض:** حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ جو کہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رب کو دیکھا ہے اس نے بڑا بہتان باندھا معلوم ہوا کہ معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رب تعالیٰ کا دیدار نہیں کیا۔ **جواب:** اس کے بہت سے جوابات دیئے گئے ہیں بہترین جواب وہ ہے جو تفسیر روح المعانی نے یہاں دیا کہ رب تعالیٰ کے دیدار کی دو صورتیں ہیں۔ ایک جلالی دوسری جمالی۔ جلالی دیدار وہ ہے جو اسے ایسے نور سے دیکھا جائے جو عالم کو جلا کر خاکستر کر دے۔ دوسرا جمالی دیدار وہ ہے جو کہ اسے ایسے نور سے دیکھا جائے۔ جس میں یہ تپش نہ ہو۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے نور سے نہ دیکھا بلکہ دوسرے نور سے دیکھا اس لئے ایک حدیث میں ہے کہ حضرت ابوذر غفاری نے حضور سے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا آپ نے رب کو دیکھا تو فرمایا **نور انی اراہ** وہ نور ہے میں اسے کیسے دیکھتا۔ دوسرے شخص نے یہی سوال کیا تو فرمایا **رایت نورا** میں نے دیکھا پہلی حدیث میں پہلے قسم کے نور دیکھنے کی نفی ہے۔ دوسری حدیث میں دوسرا نور دیکھنے کا ثبوت غرضیکہ رب کا ایک نور وہ جو **یحجب بالابصار** جو دیکھنے والے اور اس کی آنکھ اور دیکھنے سب کو فنا کر دے۔ دوسرا جمالی نور جہاں یہ تابش نہیں لہذا حدیث بالکل درست ہے (روح المعانی) سورج کو دوپہر کے وقت نہیں دیکھ سکتے جب آسمان صاف ہو مگر یہی سورج جب قریب غروب ہو تو نظر آتا ہے سورج ایک ہے مگر اس کی تجلی دو قسم کی ہے اس دیدار کی مثال دنیا میں ہی قائم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **رایت ربی فی احسن صورۃ** میں نے اپنے رب کو اچھی صورت میں دیکھا۔ **چھٹا اعتراض:** حدیث **رایت ربی فی احسن صورۃ**

نے متعلق ہے نہ کہ معراج والے دیدار کے متعلق لہذا اس حدیث سے دلیل پکڑنا غلط ہے۔ **جواب** یہ حدیث مشکوٰۃ باب المساجد میں ہے۔ اس کی شرح میں ملا علی قاری مرقات میں فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں چشم سر رب تعالیٰ کا دیدار کیا اس کی کوئی دلیل نہیں کہ خواب کا دیدار مراد ہے۔ حدیث شریف میں خواب کا ذکر نہیں ہے۔ **ساتواں اعتراض**: حدیث **رأیت ربی فی احسن صورۃ** اگر صحیح ہو تو لازم آئے گا کہ رب تعالیٰ کی کوئی شکل و صورت ہو۔ رب تعالیٰ تو شکل و صورت سے پاک ہے۔ **جواب** اس حدیث کے معنی یہ نہیں ہیں کہ میں نے رب تعالیٰ کو اس کی اچھی صورت میں دیکھا بلکہ معنی یہ ہیں کہ میں نے رب تعالیٰ کو اپنی اچھی صورت میں دیکھا جب اسے دیکھا تو اس وقت میری صورت بہت اچھی تھی۔ میں نے لباس بشری اتارا ہوا تھا لباس نوری زیب تن کیا ہوا تھا جیسے میں کہوں کہ میں نے اچھے لباس میں دربار دیکھا تو لباس میرا ہے نہ کہ دربار کا۔ اللہ تعالیٰ اپنے اور اپنے محبوب کے کلام کی سچی فہم عطا فرمائے۔ **آٹھواں اعتراض** اس آیت کریمہ کو لطیف خبیر پر کیوں ختم فرمایا۔ رب تعالیٰ کے دوسرے ناموں پر ختم کیوں نہ کیا۔ **جواب** اس لئے کہ یہ دو صفتیں مذکورہ دو جملوں کی دلیلیں ہیں۔ فرمایا کہ رب تعالیٰ کو آنکھیں نہیں پا سکتیں کیونکہ وہ لطیف ہے لطافت والی ذات کو دنیا کی آنکھیں نہیں دیکھ سکتی ہیں۔ اور وہ رب تعالیٰ تمام آنکھوں نظروں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ کیونکہ وہ خبیر ہے اور خبیر وہ جو ہر وقت ہر شئی کی خبر رکھے۔ نظریں بھی شئے ہیں وہ ان کی بھی خبر رکھتا ہے اس آیت کریمہ میں دعویٰ مع دلائل ہیں۔

تفسیر صوفیانہ اس آیت کریمہ میں **ابصار** کو احاطہ ذات باری سے مجبور و معذور فرمایا گیا۔ **ابصار** جمع ہے بصر کی انسان کے تمام حواس ظاہری ہوں یا باطنی اللہ تعالیٰ کی ذات کا ادراک اور احاطہ نہیں کر سکتے حتی کہ انسان کی فہم عقل علم سب اس کے ادراک سے عاجز ہیں۔ بصارت اور بصیرت دونوں کی اس کے ادراک تک رسائی نہیں اس کی تفسیر وہ آیت ہے۔ **ولا یحیطون بہ علما** بلکہ اس کی صفات مخلوق کے ادراک سے وراء ہیں۔ خود فرماتا ہے۔ **ولا یحیطون بشیئ من علمہ الا بما شاء** ہاں اس کی تجلی بصارت یا بصیرت پر نہیں پڑتی مومن کے دل پر پڑتی ہے۔

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا بس جان گیا میں تیری پہچان یہی ہے

ہاں اگر اس کے دیدار کی تمنا ہے تو فنا کی بصارت حاصل کرو۔ فانی اللہ ہو کر باقی باللہ ہو تو سب کچھ نظارہ کرو۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج جس آنکھ سے دیکھا وہ آنکھ ہی دوسری تھی۔ بلکہ وہ ذات ہی دوسری تھی اس رات آپ کی روح بلکہ آپ کا سر جسم بن گیا تھا۔ آپ سراپا بصارت تھے عالم طبیعت سے عالم ارواح کی طرف پھر عالم ارواح سے عالم امر کی طرف منتقل ہو گئے۔ اپنے رب کو اپنے کل سے دیکھا۔

وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی باطن وہی ظاہر
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے

تجلی نے تجلی سے تجلی کو دیکھا کوئی بتائے تو کیا بتائے کوئی سمجھائے تو کیا سمجھائے یہ مقام بتانے سمجھانے سے وراء ہے جب تمہاری انا فنا ہو جائے تو سیر ہو کر اس کا مشاہدہ کرو۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ کی معرفت سے اس کا دیدار مزید اور ہے اسی لئے تو موسیٰ علیہ السلام نے معرفت یار کے بعد دیدار کی تمنا کی۔ **رب ارنی انظر الیک**۔ غرضیکہ اگر دیدار کی آرزو ہے تو فنا اختیار کرو۔ مولانا فرماتے ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

یوں تجلی کرے اوصاف قدیم — پس بسوزد وصف حادث را کلیم

[illegible] حلق [illegible] — [illegible] جان [illegible]

رب تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ وہ ہم کو [illegible] الابصار ہماری ارواح [illegible] لطیف ہے [illegible] صوفیاء کی اصطلاح میں لطیف [illegible] لطیفہ [illegible] لطیف [illegible] محسوس [illegible] ایک کی [illegible] علم [illegible] نور باطن [illegible] علم [illegible] اللہ تعالیٰ کی ذات باطن ہے [illegible] صفت ظاہر ذات غیب [illegible] صفت شہادت [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] شہادت ہے [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن مصطفیٰ ظاہر ہوا اس سے نبی انسان کو [illegible] ذات [illegible] شہادت ہو گا کہ حسن مصطفیٰ وہاں دیکھا جا سکے گا۔

[illegible] پردہ تھا لیکن حسن سب پر [illegible] تھا — [illegible] خدا [illegible] حسن مصطفیٰ دیکھا نہ تھا

[illegible] اگر غور کیا جائے تو یہاں بھی ظاہر ہے کہ ایک آئینہ کے [illegible] پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم آئینہ [illegible] اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا ہے

[illegible] آئینہ حسن خاص کا — [illegible] یکتوں سے کی [illegible] واہ واہ

[illegible] اللہ کی ذات باطن ہے کہ اسے کوئی نہیں [illegible] ظاہر کرے [illegible] شخص پاتا ہے ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت باطن ہے جسے بجز پروردگار کوئی نہیں جانتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کرم نوازی ظاہر ہے [illegible] اسی طرح قرآن مجید کا ایک ظاہر ہے جسے ہر شخص پا جاتا ہے۔ ایک باطن جسے اللہ و رسول کے سوا [illegible] جنت میں رب کا دیدار [illegible] ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] رب تعالیٰ کی صفت ہے۔ **وھو یدرک الابصار** وہ سب کی نگاہیں [illegible] اس صفت اور اس صفت کی تجلی اپنے بندوں کو عطا فرماتا ہے کہ اس کے مقبول بندے ہماری نگاہوں ہماری [illegible] ہمارے دل [illegible] خبردار ہیں۔ سب کو دیکھتے ہیں۔ حضرت عثمان غنی نے جناب انس سے فرمایا [illegible] آنکھوں میں [illegible] دیکھ [illegible] حضرت [illegible] **و سمع ما حکی من قولہا** [illegible] آواز [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمارے [illegible] آواز سن لیتے ہیں۔

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِیَ فَعَلَیْهَا ؕ

بیشک [illegible] تمہارے رب کی طرف سے [illegible] جس نے دیکھا [illegible]

[illegible]

www.alahazratnetwork.org

وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿١٠٤﴾ وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَ

جیسا تمہارا سوالیں اور پھر اسکے اور میں تم پر نگہبان نہیں اور اسی طرح پھیرتے ہیں ہم آیتوں کو اور

مرضا ہوا اپنے بھلے کو اور میں تم پر نگہبان نہیں اور ہم اسی طرح آیتیں طرح طرح سے بیان کرتے

لِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿١٠٥﴾

تاکہ کہیں کہ تم نے پڑھا اور تاکہ خوب کھول دیں ہم اس کو واسطے اس قوم کے جو جانتی ہے

ہیں اور اس لئے کہ کافر بول اٹھیں کہ تم تو پڑھے ہو اور اس لئے کہ اسے علم والوں پر واضح کردیں

تعلق: اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ کی توحید اس کی قدرتوں کا ذکر ہوا۔ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت، قرآن کریم کی حقانیت کا تذکرہ ہے یعنی ایمان کے ایک رکن (توحید) کے بعد دوسرے رکن (رسالت) کا ذکر فرمایا جارہا ہے۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو آنکھوں سے نہیں دیکھا جاسکتا ہے۔ اب ارشاد ہے کہ اسے نبی اور ان کے معجزات قرآنی آیات کے ذریعہ سے جانا جاسکتا ہے گویا بصارت کی نفی کے بعد بصیرت کا ثبوت ہے۔ اسے ان علامات ان دلیلوں سے تو پہچانو۔ تیسرا تعلق: پہلے ارشاد ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ اب ارشاد ہے کہ تم بھی اسے جانو بھی مگر براہ راست نہیں بلکہ اس کی آیات کے ذریعہ گویا رب تعالیٰ کی عالمیت کا ذکر پہلے ہوا۔ اب مخلوق کے ذریعہ علم کا تذکرہ ہورہا ہے۔ چوتھا تعلق: پچھلی آیات میں رب تعالیٰ کی شان مختلف طریقوں سے بیان ہوئی اب اس بیان کی حکمتوں کا ذکر ہے۔ لیقولوا درست یعنی ہم جو اپنی شان ہر طرح بیان فرماتے ہیں اس میں یہ حکمتیں ہیں۔

تفسیر۔ قد جاء کم یہ نیا جملہ ہے اس میں خطاب یا کفار مکہ سے ہے یا مسلمانوں سے یا سارے انسانوں سے۔ تیسرا احتمال قوی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم سارے انسانوں کے لئے آیات۔ چونکہ نزول قرآن آسمان سے ہوا اس سے کبھی انزلنا فرمایا جاتا ہے۔ کبھی جاء جیسے کہتے ہیں کہ بارش نازل ہوئی اور کبھی کہا جاتا ہے بارش آئی یا یوں کہو کہ لوح سے قرآن کریم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی لب و زبان سے ہم کو ملا پہلی تشریف آوری کے لحاظ سے نزول کہا جاتا ہے۔ دوسری آمد کے لحاظ سے جاء اسی طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قرآن مجید میں انزل بھی آیا۔ وانزلنا الیکم ذکرا رسولا اور کبھی آیا لقد جاءکم رسول کہ جسم پاک معصوم ہمارے پاس مکہ یا مدینہ منورہ سے تشریف لایا مگر نور مصطفوی رسالت، نبوت محمدی عرش سے فرشیوں تک پہنچی۔ پہلے لحاظ سے جاء فرمایا جاتا ہے دوسرے لحاظ سے انزل۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کی تشریف آوری کی چند نوعیتیں ہیں۔ عام تشریف آوری جن و انس ملک سارے جہانوں کے لئے ہے اس کے لئے ارشاد ہے۔ وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین یا فرمایا گیا لیکون للعالمین نذیرا یہ رحمت والی تشریف آوری ہے۔ دوسری سارے انسانوں کے لئے آمد اس کے لئے ارشاد ہوا ھدی للناس یا ارشاد ہوا کافۃ للناس بشیرا و نذیرا یہ ہدایت والی بشارت والی نذارت والی تشریف آوری ہے۔ تیسری آمد صرف مومنین کے لئے۔ اس کے متعلق ارشاد ہوا قد جاء کم رسول یا ارشاد ہوا ھدی

www.alahazratnetwork.org

للمتقین یہ فائدہ مند تشریف آوری ہے جس سے مومنوں نے فائدہ اٹھایا۔ چوتھی تشریف آوری صرف کافروں کے لئے نہ
انسانیت کی محنت پوری ہو جب جس سے ہمارے نقصان اٹھایا۔ اس سے متعلق ارشاد ہوا۔ **قد جاء کم بصائر من ربکم**
یا ارشاد ہوا **فقد کذبوا بالحق لما جاء هم** جیسے سورج کا چمکنا ایک عام ہے۔ روشنی دینے کے لئے اور ایک خاص ہے
باغوں میں پھل کھیتوں میں دانے پکانے کے لئے یہی سورج چمکتا ہے۔ بدخشاں کے پہاڑوں پر لعل بنانے کے لئے حضور صلی اللہ
علیہ وسلم صدیق اکبر کے چمن پر چمکے لعل عرفان بخشنے کے لئے ایک خاص عمر پر چمکا، ... آنکھیں اندھی کر دینے کے لئے یونہی نور
محمدی ابوجہل ابولہب پر چمکا اسے خیرہ کر دینے کے لئے یہی حال بارش کا ہے۔

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست ... در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

یہاں اگر کم میں صرف مسلمانوں سے خطاب ہے تو تیسری آمد مراد ہے اور اگر صرف کفار سے خطاب ہے تو چوتھی آمد مراد اور
اگر سارے انسانوں سے خطاب ہے تو دوسری آمد مراد ہے غرضیکہ جملہ کی بہت تفسیریں ہیں۔ **بصائر من ربکم** بصائر
بصیرۃ کی جمع ہے بمعنی دل کی روشنی جس سے چیزوں کا اندرون ... جانے جیسے بصر سے آنکھوں کی روشنی جس
سے چیزوں کا ظاہر نظر آئے اس کی جمع **ابصار** ہے **من ربکم** یا تو **بصائر** کی صفت ہے یہ جملہ متعلق **بصائر** سے مراد ہے اور
بیرونی روشنی سورج چراغ وغیرہ کی بھی ضرورت ہے ایسے ہی دل کے لئے ایک اندرونی نور کی بھی ضرورت ہے کہ انسان دیوانہ
بیہوش نہ ہو اسے عقل و ہوش عطا ہو اور بیرونی نور یعنی نبوت کی روشنی کی بھی ضرورت ہے خواہ بلاواسطہ ملے یا دلی او عالم کے
واسطے سے ہے یہاں دونوں نور مراد ہو سکتے ہیں جیسے آنکھ کی روشنی کے لئے موتیا بند پھولا جالا وغیرہ مضر ہیں۔ حاذق طبیب
دواؤں یا اپریشن کے ذریعہ اسے صاف کرتے ہیں ایسے ہی دل پر غفلت شیطانی اثر سے دل کا موتیا جالا دھند چھا جاتا ہے ان کا
اپریشن اس حکیم مطلق سرکار مدینہ کے ذریعہ ہوتا ہے۔ ڈاکٹر نشتر سے آنکھ کا اپریشن کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نظر
کریمانہ سے سارے عالم کے دلوں کا اپریشن فرما کر انہیں منور فرماتے ہیں۔ منور ہی رہتے ہیں سارے جہاں کے دل روشن
فرماتے ہیں یونہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم دلوں کے سورج ہیں روشنی دیتے ہیں۔ بصائر سے مراد ذات پاک حضور پاک
مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا ہر حالت ہر گفتگو دلوں میں روشنی پیدا کرنے والی ہے۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ... بعید ... نبوت قیامت تک ... لئے ہیں۔
پہلے دو احتمال زیادہ قوی ہیں غرضیکہ یہاں چار احتمال ہیں ان سے مراد ہیں یا دلائل یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات یا
قرآن کریم کی آیات یا خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات برکات **من ربکم** فرما کر بتایا گیا کہ چونکہ اللہ تعالیٰ تمہارا رب
ہے اس کی شان ربوبیت کا تقاضا ہے کہ جسمانی غذاؤں کے ساتھ روحانی غذا بھی ... تم کو عطا فرمائے جسے
لغیر ... عطا فرمادے جسے کوئی چھین نہیں سکتا۔ **واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون** اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا فرمانے
والا ہے۔ **فمن ابصر فلنفسہ** اس فرمان عالی میں ایمان کے نتیجہ ... من سے مراد سارے جن و انس ہیں۔ **ابصر** کا
مفعول پوشیدہ ہے یعنی **ابصر الحق لنفسہ** میں لام نفع کا ہے نفس سے مراد ذات ہے ہو سکتا ہے کہ **ابصر** کا مفعول حضور صلی
اللہ علیہ وسلم کی ذات یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات یا قرآن کی تعلیمات ہوں یعنی جو کوئی ان روشن کرنے والی چیزوں کے
ذریعہ حق کو یا میرے محبوب کی صفت کو یا قرآن مجید کی حقانیت کو یا دلائل توحید کو دیکھے تو اپنے ہی نفع کے لئے دیکھے گا اس کا

www.alahazratnetwork.org

شمع خود اس کی ذات ہی لوٹ گا۔ سبحان اللہ کیا لطف کی بات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی بصیرت ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی مبصر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفت کو اسی روشنی سے دیکھو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بخشی ہے تمام چیزوں کو شمع سے دیکھا جاتا ہے پھر خود شمع کو بھی شمع سے ہی دیکھو اس کے لئے دوسری شمع کی ضرورت نہیں وہ اپنے کو بھی ظاہر کرتی ہے۔ دوسروں کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم دلوں کی شمع نورانی ہیں۔ **و من عمی فعلیها** ۔اس عبارت میں تصویر کا دوسرا رخ دکھایا گیا ہے پہلے جز میں فرمایا گیا تھا دل کے سورج سے جسم کی روشنی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دل کی روشنی سورج سے جسم کو ایک روشنی ملتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دل کو ہزارہا قسم کی روشنیاں ملتی ہیں۔ سورج سے جسم کو روشنی کبھی ملتی ہے کبھی نہیں۔ چنانچہ سورج رات میں روشنی نہیں دیتا اور گرہن لگنے پر بھی نہیں دیتا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ روشنی روحانی عطا فرماتے ہیں سورج سے کہیں روشنی ہوتی ہے کہیں نہیں چنانچہ تہ خانوں میں اس کا نور نہیں پہنچا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہر جگہ پہنچتا ہے قبر میں حشر میں سورج کا نور نہیں پہنچتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور وہاں بھی پہنچتا ہے **قد جاء کم بصائر من ربکم** اب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بے نیازی کا ذکر ہے کہ جیسے سورج لوگوں سے بے نیاز ہے اگر کوئی بھی اس سے نور نہ لے تو اس کے نور میں کمی نہیں ایسے ہی نبوت کا سورج لوگوں سے بے نیاز ہے۔ اگر کوئی بھی ایمان نہ لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی کمی نہیں ایسے ہی نبوت کا رب تعالیٰ خدائی میں بے نیاز ہے اور جناب مصطفیٰ شان مصطفائی میں بے نیاز ہیں۔ یہاں من سے وہی جن و انس مراد ہیں **عمی** فرما کر یہ بتایا گیا کہ اس شمع نورانی سے وہی فائدہ نہیں اٹھا سکتا جو دل کا بالکل اندھا ہو جیسے سورج سے صرف اندھے یا چمگادڑ فائدہ نہیں اٹھاتے کمزور نظر والے بھی کچھ نہ کچھ فائدہ اٹھا ہی لیتے ہیں **عمی** کا متعلق پوشیدہ ہے اور **علیها** میں **علی** نقصان کے لئے ہے یعنی اس کا وبال خود اس پر پڑے گا۔ لہذا حق تعالیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ خیال رہے کہ من مذکر ہے اور نفس مونث ہے اس لئے **عمی** مذکر لایا گیا اور **علیها** کی ضمیر مونث کہ **عمی** کا فاعل من ہے اور **علیها** کا مرجع نفس **وما انا علیکم بحفیظ** یہ نیا جملہ ہے جس میں گزشتہ مضمون کی علت بیان فرمائی گئی۔ **حفیظ** سے مراد محافظ یا نگہبان یا ذمہ دار ہے یعنی مجھ پر تبلیغ احکام واجب ہے جو میں نے کر دی میں تمہارے قبول کرانے عمل کرانے کا ذمہ دار نہیں اگر تم سارے کے سارے کافر رہو تو اس سے میرا کچھ نہیں بگڑتا کیونکہ تم میرے محتاج ہو میں تمہارا محتاج نہیں۔ **و کذالک نصرف الایات** یہ نیا جملہ ہے **ذالک** سے گزشتہ تمام آیات ان کے طرز بیان کی طرف اشارہ ہے **نصرف** باب تصریف سے بمعنی پھیر پھیر کر مختلف طریقہ سے بیان فرمانا۔ آیت سے مراد قرآن مجید کی آیتیں ہیں چونکہ دنیا میں مختلف قسم کے لوگ ہیں بعض دلائل سے مانتے ہیں بعض ڈر سے بعض لالچ سے بعض محبت و عشق سے اس لئے رب تعالیٰ نے دلائل عذاب رحمت عشق و محبت سب ہی کا ذکر فرمایا ہے۔ اس رکوع میں دیکھو دلائل بھی بیان فرمائے گئے۔ **بدیع السموات** الخ پھر رحمت **فمن ابصر فلنفسه** پھر عذاب **و من عمی فعلیها** یعنی جیسے ہم نے یہاں ایک مضمون مختلف طریقوں سے بیان فرمایا ایسے ہی ہم نے تمام مضامین کی آیتیں اس طرح پھیر پھیر کر بیان فرمائی ہیں۔ **و لیقولوا درست** اس جملہ کی نحوی ترکیب مشکل ہے اس کی بہت ترکیبیں ہیں ہم نہایت آسان سی دو ترکیبیں اور دو معنی عرض کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ یہ نیا جملہ ہے جس میں واؤ ابتدائیہ ہے اور **درست** کے بعد ایک فعل پوشیدہ ہے۔ **تفعل ما تفعل** لام انجام کا ہے یعنی ہم مختلف طریقوں سے آیات

www.alahazratnetwork.org

بیان نقل کرتے ہیں جس کا انجام یہ ہے کہ لوگ آپ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ آپ کسی سے سیکھ کر آیتیں ہم کو سناتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ یہ جملہ ایک پوشیدہ جملہ پر معطوف ہے اور واو عاطفہ ہے۔ **لیعتبروا و لیقولوا** ۔ **لیعتبروا** کا فاعل مومنین ہیں اور **یقولوا** کا فاعل کفار یعنی اس طرح آیات کو بیان فرمانے کا نتیجہ یہ ہے کہ مومن تو ان سے عبرت پکڑتے ہیں اور کفار یہ کہتے ہیں۔ **یقولوا** کا فاعل پہلا۔ کیونکہ یہ سارے نفر درست ہے درس سے معنی سبق پڑھنا سیکھنا۔ خیال رہے کہ مکہ معظمہ میں قریش کے دو رومی غلام تھے یسار اور جبر۔ یہ گذشتہ قوموں کے قصے کہانیاں بہت جانتے اور لوگوں کو سنایا کرتے تھے کفار قریش کہتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں غلاموں سے قصے سن کر سناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس فرمان عالی میں اس طرف اشارہ ہے (روح البیان)۔ یعنی کفار یہی کہتے رہیں گے کہ آپ نے یہ تمام آیات ان دو رومی غلاموں سے پڑھی ہیں اور ہم کو کلام الٰہی بنا کر سناتے ہیں۔ اس کی تفسیر وہ آیت ہے **ان هذا الا افك افتراه واعانه عليه قوم اخرون** نیز وہ آیت ہے **انما يعلمه بشر** لہٰذا آیت واضح ہے۔ بعض قراءتوں میں **دارست** ہے الف کے ساتھ بعض میں **درست** ت کے سکون سے اس صورت میں اس کا مطلب یہ کچھ نہیں یعنی ان کا علم پرانا ہو گیا ہے۔ حضرت آدم کے لیے رب نے فرمایا **وعلم آدم الاسماء كلها** حضرت نوح کو کشتی سازی رب نے سکھائی۔ **واصنع الفلك باعيننا** ۔ حضرت داؤد کو زرہ سازی رب نے سکھائی۔ **وعلمناه صنعة لبوس** حضرت سلیمان کو جانوروں کی بولیاں رب نے سکھائی۔ **علمنا منطق الطير** حضرت یوسف کو ملک رانی کاشتکاری غلہ سنبھالنا رب نے سکھایا۔ **انی حفيظ عليم** ۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کسی سے کچھ نہ سیکھا حتیٰ کہ حضرت حلیمہ سعدیہ اور تمام جہان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا لہٰذا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ کہے کہ فلاں شخص سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سیکھا وہ بے دین ہے اس لئے یہاں قوم کفار کا یہ قول نقل فرمایا کہ **درست** ۔ یونہی کوئی نبی کبھی کافر کی رعایا اس کے تحت بن کر نہ رہے یا وہاں سے ہجرت فرما گئے جیسے حضرت ابراہیم یا اس کی سلطنت ڈھا دی جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ یونہی کسی نبی نے نبوت کو اپنے گزارہ کا ذریعہ نہیں بنایا۔ **ولنبينه لقوم يعلمون** یہ عبارت معطوف ہے۔ **لیقولوا** پر واو عاطفہ اور لام حکمت کے لئے ہے اس میں نزول قرآن اور تصریف آیات کی دوسری حکمت کا ذکر ہے یعنی اس کلام کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم یہ آیتیں علم و عقل و ایمان والی قوم کے لئے بیان فرماتے ہیں۔ وہ ان سے فائدے حاصل کریں گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان آیات سے نتیجے دو ہیں۔ کفار کے دل میں زیادتی اور ان کا آپ پر بہتان تراشی کرنا اور مومنوں کو ہدایت ملنا۔ **بس** بنا ہے جس سے معنی خوب ظاہر کرنا اچھی طرح واضح کرنا یاد رکھو کہ آیات قرآنیہ علم و معرفت کا سمندر ہیں اس سمندر سے موتی نکالنے والے حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا سے علماء دین اولیاء اللہ کے آستانے ان موتیوں کے ملنے کی دکانیں ہیں۔ جہاں سے یہ موتی ہم لوگوں کو ملتے ہیں اس لئے ارشاد ہوا۔ **لقوم يعلمون** ۔

خلاصہ تفسیر : اے مسلمانو یا اے انسانو یا اے کفار یا اے تمام جن و انس تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دل کی آنکھیں کھول دینے والی دلیلیں اور روشنیاں آگئیں۔ کون ہیں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی ہر ادا ہر حالت ہر کیفیت رب کی دلیل ہے یا آیت قرآنیہ جو دل کی آنکھیں کھولنے والی ہیں جو تمہارے زنگ آلود دلوں کے لئے صیقل فرما کر انہیں پاک و صاف کرتے ہیں۔ اور کعبہ اور سورج کی طرح تمہارے دلوں پر چمک کر انہیں نور و روشنی پہونچاتی ہیں

www.alahazratnetwork.org

بخشتے ہیں۔ یہ نعتیں تمہارے پاس آچکیں' اب جو کوئی بصیرت حاصل کر کے اپنے دل کو منور کرے وہ اپنی ہی ذات کے لئے بصیرت حاصل کرے گا' اس کا نفع اس کو ہو گا اور جو اب بھی اندھا رہے گا اور ان محبوب یا اس قرآن کے ذریعہ اپنے دل کی آنکھیں روشن نہ کرے گا۔ اس کا وبال اس کی ذات پر پڑے گا۔ محبوب فرمادو کہ اے لوگو میں تم پر محافظ یا نگرانی کرنے والا ذمہ دار نہیں ہوں' تمہارے متعلق سوال مجھ سے نہ ہو گا اگر تم سارے کے سارے گمراہ رہو تو اس کا مجھ پر کوئی اثر نہیں۔ اے محبوب جیسے ہم نے یہاں توحید رب تعالیٰ کی ذات، صفات' قیامت' جنت' دوزخ وغیرہ کی آیتیں ہر طرح سمجھا کر بیان فرمائیں اسی طرح ہم اپنی آیات پھیر پھیر کر بیان فرماتے رہتے ہیں تاکہ سعید لوگ تو ان پر ایمان لے آئیں اور شقی و بدنصیب یہی کہتے رہیں کہ اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیتیں آپ نے لوگوں سے پڑھیں ہیں اور ان سے پڑھ کر ہم سے کہتے ہیں کہ یہ رب کا کلام ہے اور تاکہ ہم علم والی قوم کے لئے خوب ظاہر فرمادیں کیونکہ بعض لوگ دلائل سے مانتے ہیں۔ بعض ڈر سے' بعض لالچ و امید سے قرآن مجید میں سب کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ ہر طرح کی آیتیں اتاری ہیں۔

فائدے ۔ ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات آپ کی صفات' آپ کے حالات' آپ کے اعمال' آپ کے اخلاق کریمہ' دلوں کی روشنیاں ہیں جن سے دل کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ یہ فائدہ بصائر کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ لہذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری شریف آپ کے سیرت طیبہ کا مطالعہ کیا کرے کہ اس سے دل روشن ہوتا ہے۔ دوسرا فائدہ: قرآن کریم کی آیات دل کی آنکھوں کا سرمہ ہیں یونانی طبیبوں کے سرمے نور بصیرت کہلاتے ہیں مگر آیات قرآنیہ نور بصیرت ہیں۔ یہ فائدہ بصائر کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا بلکہ آیات قرآنیہ بھی نور ہیں۔ ہر ظاہری' باطنی' جسمانی' روحانی بیماریوں کی شفاء ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ **و ننزل من القران ما هو شفاء و رحمة للمومنين** ۔

کلام اللہ بھی نام خدا کیا راحت جان ہے ۔۔۔ عصاء پیرے تیغ جواں ہے حرز طفلاں ہے

تیسرا فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید سے سارے انسان فائدہ نہیں اٹھاتے بلکہ بعض سے زیادہ اندھے ہو جاتے ہیں ان ہستیوں کا انکار کر کے دوزخ خرید لیتے ہیں۔ یہ فائدہ **فمن ابصر** اور **و من عمی** الخ سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے ذمہ دار نہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کافر کے متعلق یہ سوال ہو کہ وہ ایمان کیوں نہ لایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے بے نیاز ہیں۔ ہم سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نیازمند ہیں اگر سورج سے کوئی نور نہ لے تو اس کا کچھ بگڑتا نہیں اگر سارے ہی اس سے نور لے لیں تو اس کا کچھ فائدہ نہیں۔ حضور سورج ہیں ہم لوگ نور حاصل کرنے والے۔ یہ فائدہ **و ما انا عليكم بحفيظ** سے حاصل ہوا۔ پانچواں فائدہ: قرآن کریم میں مختلف پہلوؤں سے توحید رسالت' قیامت، وغیرہ کو بیان کیا گیا ہے' دلائل سے عذاب کا خوف دلا کر رحمت کی امید دلا کر' کیونکہ لوگوں کی طبیعتیں مختلف ہیں اور قرآن مجید سب کی ہدایت کے لئے آیا ہے۔ یہ فائدہ **نصرف الايات** سے حاصل ہوا۔ چھٹا فائدہ: قرآن مجید کسی کی حقیقت کو نہیں بدلتا بلکہ جو تخم سینہ میں قدرت نے بویا ہے اس کو اگاتا ہے' بارش بونے ہوئے تخم کو اگاتی ہے اسے بدلتی نہیں۔ یہ فائدہ **و ليقولوا درست** سے حاصل ہوا ایسی حالت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض کا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے حضرت ابوبکر صدیق اکبر بن گئے مگر ابوجہل شقی ازلی ہم نے عرض کیا ہے۔

www.alahazratnetwork.org

نہیں جلوے میں ان کے بیکراں کوئی آقا ہے کوئی بھائی مومن سمجھا بندہ پرور اندھوں نے محض بندہ پایا!

ساتواں فائدہ: جیسے رب تعالیٰ کی ذات ایک ہے۔ صفت و شانیں بے شمار ہیں کل یوم ھو فی شان ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ایک ہے۔ آپ کی صفات، شانیں، احوال، اعمال، افعال سب بے شمار ہیں۔ لور ہر شان عمل ہر جہان مسلمانوں کے لئے روشنی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکین بھی ہیں۔ بادشاہ بھی، تارک الدنیا بھی ہیں، دنیا نواز بھی، بہادر بھی ہیں، سخی بندہ نواز بھی، غرضیکہ بے شمار صفات سے موصوف ہیں۔ یہ فائدہ بصائر کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا۔ جبکہ بصائر سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہو۔ آٹھواں فائدہ: نزول قرآن کا مقصد کافروں کا کفر ظاہر کر دینا بھی ہے۔ بارش بعض درختوں کو سکھانے کے لئے اور سورج چمگادڑ کی آنکھوں کو اندھا کرنے کے لئے بھی آتا ہے۔ لہٰذا معتزلہ کا یہ قول درست نہیں کہ اللہ تعالیٰ پر وہ کام واجب ہے جو بندوں کے لئے مفید ہو۔ نواں فائدہ: انسان اگر بگڑے تو جانوروں سے بدتر ہو جاتا ہے اگر سنبھلے تو فرشتوں سے افضل ہو جاتا ہے۔ دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب جن و انس کے سوا کسی اور مخلوق نے نہ کی، جانور انہیں سجدے کرتے تھے مگر سرکش انسان ان سے اکڑ تا تھا۔ اللہ تعالیٰ راہ راست پر رکھے۔ آمین۔ دسواں فائدہ: عوام مسلمانوں کو قرآن کریم سے فائدہ بذریعہ علماء کے ملے گا۔ جو علماء سے برگشتہ رہے گا وہ قرآنی فیض حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ فائدہ و لنبینه لقوم یعلمون سے حاصل ہوا۔ سمندر کے موتی غواص کے ذریعہ حاصل ہوتے ہیں اور جواہر یوں کی کان سے ملتے ہیں، علماء جوہری ہیں۔

پہلا اعتراض: پچھلی آیت کریمہ میں ابصار ارشاد ہوا تھا لا تدرکہ الابصار اور یہاں بصائر فرمایا قد جاء کم بصائر ان دونوں میں کیا فرق ہے۔ دونوں جگہ ایک لفظ ہی کیوں نہ ارشاد ہوا۔ جواب: ابصار جمع ہے بصارت کی معنی آنکھ کی روشنی اور بصائر جمع بصیرت کی معنی دل کی روشنی، وہاں اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو آنکھ کی روشنی سے نہیں دیکھ سکتے۔ دل کی روشنی سے اسے جانتے پہچانتے مانتے ہیں۔ یہاں اس آیت کا مقصد یہ ہے تمہارے پاس وہ رسول یا وہ قرآن تشریف لائے جو دل کی روشنی کے ذریعہ ہیں لہٰذا وہاں ابصار فرمانا ہی مناسب تھا۔ یہاں بصائر فرمانا مناسب ہے واقعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید سے دل دماغ روح روشن ہوئے اور ہو رہے ہیں تاقیامت ہوتے رہیں گے۔ دوسرا اعتراض: یہاں ارشاد ہوا کہ وما انا علیکم بحفیظ میں تمہارا نگہبان نہیں۔ دوسری جگہ ارشاد ہوا و یکون الرسول علیکم شہیدا وہاں بھی شہید بمعنی نگہبان ہے یہاں نگہبانی کی نفی ہے۔ وہاں نگہبانی کا ثبوت آیات میں تعارض ہے۔ جواب: اس اعتراض کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ وہاں مسلمانوں سے خطاب ہے یہاں کفار سے خطاب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غلاموں کے ضرور نگران بھی ہیں محافظ بھی۔ کفار کے نہ نگران ہیں نہ حافظ۔ پالتو کتے کا مالک نگران ہوتا ہے، آوارہ کتوں کا کوئی نہ نگران نہ حافظ۔ شکاری جانور کی طرح جس کا جی چاہے اسے مارے۔ مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں ہیں۔ بفضلہ تعالیٰ نفس و شیطان سے محفوظ ہیں۔ ان عبادی لیس لک علیھم سلطان لہٰذا آیات میں تعارض نہیں رہا۔ دوسرا یہ کہ یہاں حفیظ بمعنی ذمہ دار ہے جس کی ذمہ داری کا سوال قیامت میں ہو اس معنی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے ذمہ دار نہیں کہ کسی کے کفر یا گناہ کا سوال حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو کہ فلاں کیوں مومن نہ بنا۔ تیسرا اعتراض: یہاں ارشاد ہوا و لیقولوا درست یہ عبارت معطوف ہے۔ نصرف الایات پر مگر معطوف اور معطوف

www.alahazratnetwork.org

علیہ میں مناسبت بالکل نہیں۔ جواب یہ غلط ہے۔ **لیقولوا** ایک پوشیدہ عبارت پر معطوف ہے جیسا کہ ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا یہ دونوں عبارتیں مصرف کی حکمت بیان فرما رہی ہیں یعنی آیات کا پھیر پھیر کر بیان فرمانا دو حکمتوں سے ہے ایک یہ کہ مسلمان تو ان سے عبرت پکڑیں اور کفار یہ کہتے رہیں لہذا آیت واضح ہے۔ **چوتھا اعتراض:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ نزول قرآن علم والوں کے لئے ہوا۔ دیکھو ارشاد ہوا۔ **و لنبینہ لقوم یعلمون** مگر دوسری جگہ ارشاد ہوا۔ **ھدی للناس** دونوں آیتوں میں تعارض ہے۔ قرآن مجید صرف عالموں کے لیے ہے یا تمام لوگوں کے لئے۔ **جواب:** قرآن کریم ہدایت تو سارے لوگوں کے لئے ہے مگر بیان صرف علماء کے لئے اور تبیان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے **و نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء** عوام بذریعہ علماء کے اور علماء بذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآن کریم کا بیان سمجھیں۔ **پانچواں اعتراض۔** اگر **بصائر** سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہوں اور **جاء کم** میں خطاب سارے انسانوں یا سارے مسلمانوں سے ہو تو یہ آیت کیونکر درست ہو گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد معجزات تو ختم ہو گئے ہم تک نہیں پہنچے۔ **جواب** حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدہا معجزات تاقیامت باقی ہیں۔ قرآن کی ہر آیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا باقی رہنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اثر کہ ہر جگہ ہر وقت ان کا چرچا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بن دیکھے محبوبیت لوگوں کا ان کے نام پر جانیں فدا کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے **و رفعنا لک ذکرک** بلکہ اب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کا بے تم و کاست باقی رہنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔ یہ معجزات تاقیامت قائم ہیں **جاء** کہنا درست ہے۔ **چھٹا اعتراض** اگر بصائر سے مراد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی ہے تو **جاء کم** میں خطاب سارے مسلمانوں سے کیونکر درست ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک وقت خاص میں مکہ مدینہ میں جلوہ گر رہے۔ **جواب:** اس کا جواب گزر گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مکہ معظمہ میں ہوئی سکونت مدینہ منورہ میں رہی یہ دونوں چیزیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ختم ہو گئیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سارے جہاں میں ہوئی سورج کی طرح وفات شریف سے تشریف آوری ختم نہ ہوئی جیسے سورج غروب ہو جانے تو اس کا طلوع و ظہور ختم ہو جاتا ہے اس کی ذات اور اس کے فیضان ختم نہیں ہوتے۔

جلوے دکھا کے چھپ گئے ہیں   دیوانہ بنا کے چھپ گئے ہیں
ڈھونڈوں میں ان کو عالم عالم   وہ دل میں سما کے چھپ گئے ہیں
حیرت ہے یہ مجھ کو اے عزیزو   وہ سامنے آ کے چھپ گئے ہیں

ساتواں اعتراض۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے بالکل بے خبر ہیں ہمارے کسی حال کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر نہیں۔ دیکھو ارشاد ہوا۔ **ما انا علیکم بحفیظ** میں تمہارا نگران نہیں یعنی خبردار نہیں۔ **جواب** یہاں حفیظ کے معنی خبردار نہیں بلکہ ذمہ دار ہیں یعنی اے کافرو بدکارو میں تمہارا ذمہ دار نہیں مجھ سے تمہارے بارے میں سوال نہ ہو گا۔

تفسیر صوفیانہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید اپنی ہزارہا صفات اور کمالات کے ساتھ دنیا میں ہر شخص کے پاس پہنچے آئے۔ عرب میں پہنچے سب کے پاس جیسے سورج رہتا ہے آسمان پر مگر پہنچتا ہے ذرہ ذرہ میں پھر تشریف لائے تو اس شان سے کہ تمام کے دلوں کی آنکھیں روشن کر دیں۔ دل کی روشنی بہت قسم کی ہے کسی روشنی سے انسان اپنے نور کو دیکھتا ہے کسی روشنی سے حضرات اولیاء اللہ کو کسی روشنی سے عالم کے ذرہ ذرہ کو کسی روشنی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی روشنی سے رب تعالیٰ کو جانتا مانتا پہچانتا ہے۔ اس لئے یہاں **بصائر** جمع ارشاد ہوا۔ یہ تمام روشنیاں ملتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ مستفید ان روشنیوں سے خوش نصیب لوگ وافر لیتے ہیں بعض محروم رہتے ہیں۔ اس لئے ارشاد ہوا کہ ان بصیرتوں سے فائدہ اٹھاؤ گے تو اپنے نفع اٹھاؤ گے اپنی بربادی لو گے ہم نہ تمہارے ذمہ دار ہیں تمہارے بیٹے کے ذمہ دار نہیں۔ بادل بارش دینے کا ذمہ دار ہے اس سے فائدہ اٹھانا کاشتکار کی کوشش پر موقوف ہے۔ جیسا بوؤ گے ویسا کاٹو گے۔

گندم از گندم بروید جو ز جو — از مکافات عمل غافل مشو

دیکھو کہ جیسے رات میں چاند، مریخ، زحل، مشتری، عطارد وغیرہ سارے تارے آسمانوں پر مختلف رنگوں میں چمکتے ہیں کوئی سرخ کوئی سبز کوئی پیلا مگر ان سب میں روشنی ایک سورج سے ہی آ رہی ہے یونہی شافعی، حنفی، مالکی، حنبلی شریعت کے سلسلوں والے نیز قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی طریقت کے سلسلوں والے نیز رنگ برنگ کے صحابہ کہ حضرت صدیق جمالی رنگ میں حضرت فاروق شان جلال میں حضرت عثمان شان غنا میں حیدر کرار شان فقر میں چمک رہے ہیں مگر ان سب کو چمکانے والے ایک ذات کریم حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس لحاظ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو **بصائر** یعنی روشنیاں کہا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہیں مگر جلوے مختلف ہیں جیسے درندوں کے جنگل میں وہ بکری ہی محفوظ رہ سکتی ہے جو مالک کے قلعہ اور اس کے نوکروں کے پہرہ میں رہے جو ان دو چیزوں سے دور ہوئی وہ کسی شکاری جانور کا شکار بنی ایسے ہی دنیا بھیڑیوں کا جنگل ہے۔ جس میں شیطان نفس امارہ وغیرہ بھیڑیے ہمارے پیچھے لگے ہیں اسلام اور شریعت محمدی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مضبوط اور حفاظتی قلعہ ہے۔ اولیائے اللہ علماء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نوکر چاکر اس امت کے نگہبان ہیں جو اس قلعہ میں ان بزرگوں کی حفاظت میں رہا شکار ہو جانے سے محفوظ رہا جو ان سے دور رہا شکار ہوا۔ فرمایا گیا **وما انا علیکم بحفیظ** اگر تم کافر بنے تو میں تمہاری حفاظت نہ کروں گا تم مارے جاؤ گے۔ قرآنی آیات مختلف طرح سے بیان فرمائی جاتی ہیں مگر یہ انہی کے لئے جو علم والے دل والے عقل والے ہیں۔ پند و نصیحت سے یہی فائدہ اٹھاتے ہیں۔ میاں محمد صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں۔

مورکھ نوں کی پند نصیحت پتھر نوں کی پالا — کمبل توں لکھ صابن ملئے پھر کالے دا کالا

یعنی بے وقوف کو نصیحت مفید نہیں جیسے پتھر کو بارش مفید نہیں اسے سرسبز نہیں کر سکتی کالا کمبل ہزار ہا صابن سے دھو کرے گا کالا ہی۔ اللہ تعالیٰ اپنا علم اپنی معرفت عطا کرے اپنی عبادت اپنے حبیب کی اطاعت کی توفیق دے۔

www.alahazratnetwork.org

اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ

پیروی کرو اس کی جو وحی کی گئی طرف آپ کی طرف سے آپ کے رب کے نہیں ہے کوئی لائق عبادت سوا اس کے اور

اس پر چلو جو تمہیں تمہارے رب کی طرف سے وحی ہوتی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور مشرکوں سے منہ پھیر لو

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ حَفِیْظًا وَمَآ اَنْتَ

بے توجہ ہو جاؤ مشرکوں سے اور اگر چاہتا اللہ تو نہ شرک کرتے وہ لوگ اور نہیں بنایا ہم نے آپکو اوپر انکے نگہبان

اور اللہ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے اور ہم نے انہیں تم پر نگہبان نہیں کیا اور تم ان پر

عَلَیْهِمْ بِوَكِیْلٍ

اور نہیں ہیں آپ اوپر انکے ذمہ دار

کروڑے نہیں

تعلق : ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق** : پچھلی آیت میں اس بہتان کا ذکر تھا جو کفار حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کو لگاتے تھے یعنی یہ کہ آپ لوگوں سے سیکھ کر قرآن بھی سناتے ہیں اور یہ قرآن کریم اللہ کا کلام نہیں بناوٹی چیز ہے اب اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہے کہ آپ ان بہتانوں سے دل تنگ نہ ہوں اپنا کام کئے جائیں گویا بندوں کی طرف سے زخم کا ذکر پہلے ہوا اور مرہم اب بتایا جا رہا ہے۔ **دوسرا تعلق** : پچھلی آیت کے آخر میں فرمایا گیا کہ قرآن مجید علم والوں کے لئے بیان کیا گیا۔ اب ارشاد ہے کہ اے محبوب آپ اس قرآن پر عمل کر کے لوگوں کو دکھا دیں تاکہ وہ بھی اس پر عمل کر سکیں گویا اللہ کے قانون کا ذکر پہلے تھا اور اس قانون پر عمل کا ذریعہ اب بتایا جا رہا ہے۔ **تیسرا تعلق** : پچھلی آیات میں ارشاد ہوا تھا کہ جو دیکھے گا وہ اپنے بھلے کو دیکھے گا جو اندھا رہے وہ اپنے برے کو اندھا ہوگا اب اس دیکھنے کے ذریعہ کا ذکر ہے۔ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن پر عمل کر کے لوگوں کو دکھانا تاکہ لوگ یہ عمل دیکھ کر بصیرت حاصل کریں گویا بصیرت کا ذکر پہلے ہوا اور بصیرت پیدا کرنے والے سرمہ کا ذکر اب ہے نہ کسی کو قرآن کی بصیرت خود بخود نہیں مل سکتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اس بصیرت کا ذریعہ ہے۔

تفسیر : **اتبع ما اوحی الیک من ربک** اس فرمان عالی میں خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ **اتبع** بنا ہے اتباع سے جس کا مادہ تبع ہے معنی پیچھے ہونا اگر **اتبع** کا مفعول انسان ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں اس کے نقش قدم پر چلنا اس کی نقل کرنا اس کے ساتھ رہنا جیسے **فاتبعونی** اور اگر انسان کے علاوہ کوئی اور چیز ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں اس کے کہنے پر چلنا اس پر چلنا جیسے **لا تتبع الھوی** یا **اتبعوا اھواءھم** یہاں اتباع کے دوسرے معنی مراد ہیں یعنی بتائے ہوئے دکھائے ہوئے راہ پر چلنا۔ اطاعت کے معنی ہیں کسی کا حکم ماننا فرمانبرداری کرنا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وحی الٰہی کے تبع ہیں مگر اس کے مطیع نہیں ساری امت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تبع بھی ہے اور مطیع بھی ہے اس لئے یہاں اطاعت وحی کا حکم نہیں دیا بلکہ اتباع وحی کا حکم دیا اتبع کے معنی ہیں یونہی اتباع کئے جاؤ اتباع پر قائم رہو کیونکہ حضور صلی

www.alahazratnetwork.org

اللہ علیہ وسلم اس آیت سے پہلے بھی اتباع کر رہے تھے۔ جیسے کہ بی بی حلیمہ کا اپنا پستان شریف چوسنا یا بائیں نہ چوسنا حلیمہ کے
اپنے بچوں کے ساتھ علیحدہ سے انکار فرما دینا۔ پانچ چھ سال کی عمر شریف میں بتوں سے نام سے بچے۔ گوشت نہ کھانا حلیمہ کے بچوں
کے ساتھ بکریاں لے جانا اور یہ فرمانا کہ سب کھانے میں برابر ہیں تو کھانا ان کا کام بھی تھی۔ ابھی نہیں گئے یہ سب
اتبع ما اوحی الیک عمل تھوڑی اتنی اس زمانہ سے خدا اس سے پہلے سے شروع ہو چکی تھی۔ ما اوحی سے مراد سب
قرآن مجید ہی نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری وحی مراد ہے۔ خواہ وہ قرآن ہو یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا الہام یا حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں القا یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر اطاعت جو صحابہ کرام
کو سب ... جیسے ہمارے اذان جو صحابہ کرام کے خواب سے۔ بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی گئی بہرحال یہ فرمان
عالی بہت ہی جامع ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وحی کی اتباع کرتے ہیں نہ کہ صرف قرآن کی سمت سے احکام وہ ہیں جو قرآن
میں آنے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جاری فرمائے جیسے حکم وضو یا حکم غسل کہ قرآن کریم نے وضو اور غسل
کا حکم بعد میں فرمایا ... لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل پہلے ہی کیا اور کرایا۔ بہرحال ما
اوحی میں ظاہری وحی قرآن اور باطنی وحی حدیث سب ہی داخل ہیں۔ من ربک یا تو متعلق ہے اوحی کے یا ثابتا پوشیدہ
کے متعلق ہو کر ما کی صفت ہے لہذا اس جملہ کے دو معنی اور دو تفسیریں ہیں۔ یعنی اے محبوب آپ اس طرح ساری وحی الٰہی کی
خواہ قرآن ہو خواہ حدیث اتباع کئے جائیں۔ لا الہ الا ھو یہ عبارت یا تو ربک کا حال موکدہ ہے یا معطوف اور معطوف
علیہ کے درمیان میں جملہ معترضہ ہے اتبع معطوف علیہ ہے اور اعرض عن المشرکین معطوف درمیان میں یہ جملہ
معترضہ ہے مطلب یہ ہے کہ یہ فرمان مثل اتبع کی علت ہو یعنی وحی الٰہی کی اس لئے اتباع کیجئے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں لہذا اس
کی یہ علت اس کی وحی کی اتباع ضروری ہے اس جملہ کی تفسیر ہم آیت الکرسی کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں کہ شریعت والے
اس کے معنی کرتے ہیں۔ لا معبود الا ھو طریقت والے کہتے ہیں لا مقصود الا ھو حقیقت والے کہتے ہیں لا
موجود الا ھو۔ ہمہ اوست از آنچہ ہستی توئی۔ واعرض عن المشرکین یہ عبارت اتبع ما اوحی پر معطوف
ہے۔ اعرض بنا اعراض ہے جس کے معنی ہیں منہ کی جو ذاتی کسی طرف سے پھیرنا اس کا مطلب ہوتا ہے۔ چہرہ لینا کیونکہ جس
کی طرف سے ... جیسا ہوتا ہے تو منہ کا چوڑا حصہ اس طرف ہو جاتا ہے اور جس کی طرف منہ کیا جاتا ہے تو ... حصہ اس کی
طرف ہو جاتا ہے ... جیسے ... ان مردوں ... منہ کر ... دونوں ... جانا ... یہ
حصہ خاص ہے ... بعض لوگوں نے ... لقا ... جا ... بالا کی طرف کی طرح توجہ کرنا ان کے
... حکم ... آیت ... منسوخ ہے۔ ... اس زمانہ ... آپ ... ایذا ... توجہ
... عمل ... کے کام نہیں ... منسوخ ... آپ ... نہ فرمایئے اور ...
... آپ ان کفار ... توجہ ... سے بے توجہ ہو جائیے ... اپنا ... فرمائیں ...
یہ آیت منسوخ نہیں محکم ہے۔ ... سارے ... جاری ... وجہ ہے ...
... خصوصاً مکہ معظمہ میں مشرکین ... قرآن مجید میں ... مشرکین ... لہذا آیات ...
... سے نہیں ... سے ... مقصد قرآن ... یہاں بھی

اعرض کے معنی بھی یہی ہیں کہ اسی طرح ان سے منہ پھیرے رہو کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو پہلے ہی سے مشرکین سے الگ اور ان سے متنفر تھے۔ خیال رہے کہ مشرکین و کفار کے عقائد اور اعمال اور ان کے طور و اطوار ان کی محبت و الفت ان کی قومیت سب سے الگ رہنا ضروری ہے۔ اعرض میں یہ ساری علیحدگیاں مراد ہیں۔ ولو شاء اللہ ما اشرکوا۔ اس فرمان عالی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا مقصود ہے کہ کفار کا کفر مشرکین کا شرک رب تعالیٰ کے ارادہ سے ہے اس لیے نہیں کہ آپ کی تبلیغ میں کوتاہی ہے آپ کی ذات آپ کے فیض سے لاکھوں مومن عارف بن گئے وہ بھی ہمارے ارادے سے بنے بعض بدنصیب کافر رہے وہ بھی ہمارے ارادہ سے رب لہٰذا ان کے کفر پر آپ غمگین نہ ہوں۔ ارادہ مشیت رضا حکم ان سب کا فرق ہم تیسرے پارے میں ولو شاء اللہ ما اقتتلوا کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں۔ کافر کا کفر اللہ کی رضا اللہ کے حکم سے نہیں ہاں اس کے ارادہ اس کی مشیت سے ہے۔ وما جعلناک علیہم حفیظا اس عبارت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب بیان فرمایا گیا اس میں علیہم متعلق ہے حفیظ کے معنی ہیں نگران یا ذمہ دار یعنی ہم نے آپ کو ان کا نبی ان کا مبلغ ان پر حجت فرمانے والا مقرر فرمایا ہے اس لیے عقائد و اعمال کا نگران ان کا ذمہ دار نہ بنایا ہماری طرف سے آپ پر یہ بوجھ نہیں ڈالا گیا۔ وما انت علیہم بوکیل اس میں دوسرا شبہ بیان ہوا یہاں بھی علیہم متعلق ہے وکیل کے معنی یعنی آپ ان کے ذمہ دار نہیں آپ ان سب کے رسول نبی تو ہیں وکیل نہیں ان دونوں عبارتوں میں دو طرح فرق ہے۔ ایک یہ کہ پہلی عبارت کا مقصد یہ تھا کہ ہماری طرف سے آپ ان کے ذمہ دار نہیں ہیں دوسری عبارت کا مقصد یہ ہے کہ آپ خود ان کفار کے مقرر کردہ ذمہ دار نہیں اس لیے پہلے ارشاد ہوا۔ وما جعلناک اور یہاں ارشاد ہوا۔ وما انت الخ۔ دوسرے یہ کہ حفیظ وہ جس کے ذمہ برائیوں سے حفاظت ہو وکیل وہ جس کے ذمہ پہنچانا ہو تو مطلب یہ ہوا کہ نہ تو آپ انہیں کفر سے بچانے دوزخ سے محفوظ رکھنے کے ذمہ دار ہیں نہ انہیں ایمان دینے جنت میں پہنچانے کے ذمہ دار حافظ وہ جو عارضی ظاہری حفاظت کرے حفیظ وہ جو دائمی ہر طرح کی حفاظت کرے۔ دونوں جگہ علیہم کے مقدم فرمانے سے حصر کا فائدہ ہوا جس سے معلوم ہوا کہ آپ صرف کفار کے حفیظ اور وکیل نہیں اپنی امت مرحومہ کے بفضلہ تعالیٰ حفیظ بھی ہیں وکیل بھی ہیں۔ رب فرماتا ہے۔ ویکون الرسول علیکم شہیدا یہاں شہید بمعنی نگران و محافظ ہے۔ ویزکیہم ویعلمہم الکتاب والحکمۃ اور فرماتا ہے۔ بالمومنین رءوف رحیم حضور صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے شفیع مزکی معلم شہید حفیظ وکیل وغیرہ سب کچھ ہی ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی حفاظت سے ہم نفس و شیطان سے بچے رہتے ہیں کفار کو شیطان شکار کر لیتا ہے پالتو جانور مالک کی پناہ اس کی حفاظت اس کی ذمہ داری میں ہوتا ہے۔ شکاری جانور رفتہ کوئی حافظ نہ کوئی پناہ جس کو جی چاہے شکار کرے۔

خلاصہ تفسیر : اس آیت کریمہ کے تین جز ہیں پہلے جز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کی تعریف ہے دوسرے جز لا الہ الا ہو میں توحید الٰہی ہے۔ تیسرے جز واعرض عن المشرکین میں کفار و مشرکین سے علیحدگی ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ کفار کا غم مشرکین کی فکر چھوڑ دیجئے آپ اسی طرح راہ پر چلتے جایئے اس کی اتباع کرتے رہئے جو آپ کے رب کی طرف سے آپ کی طرف وحی کیا گیا خواہ قرآنی شکل میں ہو یا الہام خواب کی شکل میں کیونکہ رب تعالیٰ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ جب وہ آپ کا رب آپ کو پالنے والا بھی

www.alahazratnetwork.org

ہے اور سچا ہے۔ وہ بھی تو آپ اس کی وحی کی اتباع کئے جائیں اور کفار و مشرکین سے منہ پھیر لیں ان کی پرواہ نہ کریں۔ ان کے کفر و شرک سے ہمیں کوئی نقصان نہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے "آپ یقین رکھیں کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے رب تعالیٰ کے ارادے اس کی مشیت سے ہو رہا ہے۔ رب نے ان سب سے ایمان کا ارادہ کیا ہے تو یہ سب ایمان میں ہیں۔ اگر وہ چاہتا تو یہ کفر نہ کرتے۔ اس ارادہ میں رب تعالیٰ کی لاکھوں حکمتیں ہیں۔ ان کے کفر کی وجہ یہ نہیں کہ آپ کی تبلیغ میں کوئی نقص یا کمی ہے۔ آپ یہ بھی خیال رکھیں کہ ہم نے آپ کو ان کفار کا محافظ و نگہبان بنایا کہ آپ ضرور انہیں کفر سے روکیں۔ دوزخ سے بچائیں نہ ان کفار کی طرف سے آپ ان کے وکیل و ذمہ دار ہیں کہ انہیں ایمان دے دیں اور جنت میں پہنچائیں۔ جب یہ دونوں باتیں نہیں ہیں تو آپ ان کے کفر کا غم کیوں کرتے ہو۔ خیال رہے کہ قرآن مجید میں رب تعالیٰ نے اپنے کو کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رب فرمایا جیسے یہاں کبھی مومنوں کا رب جیسے **ادعوا ربکم تضرعا** کبھی سارے انسانوں کا رب جیسے **برب الناس** کبھی سارے جہانوں کا رب جیسے **رب العالمین** کیونکہ اس کی ربوبیت کی نوعیتیں مختلف ہیں حتیٰ کہ کبھی اپنے دشمن کا رب فرمایا **ربکم و رب اباءکم** کیونکہ خدا تعالیٰ کفار و مشرکین کا رب ہے قہر کے ساتھ جیسے پھانسی کے ملزم کو حکومت اچھا کھلاتی ہے۔ فرماتا ہے۔ **کلوا و تمتعوا قلیلا انکم مجرمون** اور ایمان و عرفان سے مومنوں کا رب ہے۔ نبوت و ہدایت سے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ربوبیت فرماتا ہے محبوبیت سے۔ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رب نے کبھی فرمایا۔ **رحمۃ للعالمین** کبھی فرماتا ہے۔ **بالمومنین رءوف رحیم** میں فرماتا ہے۔ **کافۃ للناس بشیرا و نذیرا**۔ غرضیکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک رحمت عالمین کے لئے ہے ایک رحمت مومنین کے لئے ایک رحمت صحابہ کرام کے لئے رب کی ربوبیت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کے رنگ مختلف ہیں۔

فائدے: ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ **پہلا فائدہ**: حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی بندے جن و انس و فرشتہ کی نہ اطاعت واجب ہے نہ اتباع بلکہ سب پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی واجب ہے اور اتباع بھی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت لازم۔ یہ فائدہ **اتبع ما اوحی الیک** سے حاصل ہوا۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین حضرت آمنہ طاہرہ جناب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما حیات رہتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پاتے تو ان پر بھی بلکہ اگر دوسرے انبیاء کرام از آدم تا اسماعیل علیہم السلام میں سے کوئی نبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پاتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و اتباع کرتے۔ **لو کان موسی حیا ما وسعہ الا اتباعی** ہمارے متعلق رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ **اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول** اور فرماتا ہے۔ **قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی**۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام جب خضر علیہ السلام سے ملے تو ان سے کہا **هل اتبعک علی ان تعلمن مما علمت رشدا** آپ نے حضرت خضر کی اتباع کی خواہش کی مگر جناب خضر نے شریعت موسوی کی اتباع نہیں کی بلکہ بے قصور بچہ کو قتل کیا وغیرہ مگر وہی خضر علیہ السلام آج مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے متبع ہیں حتیٰ کہ بیعت الرضوان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت کی معراج کی رات سارے نبیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عالی ہے۔ **دوسرا فائدہ**: حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف قرآن مجید کی اتباع نہیں فرماتے تھے بلکہ وحی الٰہی کی خواہ وہ قرآن مجید ہو یا حدیث۔ صلی اللہ علیہ وسلم کا الہام خواب وغیرہ۔ یہ فائدہ **ما اوحی الیک** سے حاصل ہوا یہاں قرآن

www.alahazratnetwork.org

نہ فرمایا گیا بلکہ ذکر اور عبارت ما اوحی الیک اختیار ہوئی۔ خیال رہے کہ بعض اسلامی احکام حضرات صحابہ کرام کے خواب سے ہم تک پہنچے ہیں۔ جیسے نماز کی اذان وغیرہ مگر وہ خوابیں بھی ایسے کہ ہمارے لئے واجب عمل ہو گئیں کہ سرکار سے ان کی تصدیق و تائید ہو گئی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ خوابیں رب کی طرف سے ہیں یونہی اذان دیا کرو لہذا یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی وحی ہے۔ **تیسرا فائدہ** اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی رب ہے اور مسلمانوں کا بھی اور سارے انسانوں کا بھی اور ساری مخلوق کا بھی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ربوبیت خاص الخاص سے لیے ہوتے ہیں مومنین خاص ربوبیت سے یہ فائدہ **من ربک** میں ربوبیت کو حضور کی طرف نسبت فرمانے سے حاصل ہوا۔ دوسری جگہ عام سے ارشاد ہے۔ ربکم ایک جگہ ارشاد ہے۔ **رب العالمین** ربوبیت کی پوری بحث ہم سورہ فاتحہ میں رب العالمین کی تفسیر میں کر چکے ہیں۔ **چوتھا فائدہ** کفار کا کفر مشرکین کا شرک گنہگاروں کے گناہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ اس کی مشیت سے ہیں دنیا کا کوئی کام اس کے ارادہ کے بغیر نہیں ہو سکتا اس کے ارادے کے بغیر پتہ جنبش نہیں کر سکتا۔ یہ فائدہ **ولو شاء اللہ ما اشرکوا** الخ سے حاصل ہوا۔ ہاں اللہ تعالیٰ کفر و شرک و گناہ سے راضی نہیں نہ ان چیزوں کا اس نے حکم دیا۔ ارادہ، مشیت، رضا، حکم میں بڑا فرق ہے۔ **پانچواں فائدہ** اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ بندہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کرم میں آجائے کہ جو ان کی نگاہ کرم میں آیا وہ اللہ کی نظر رحمت میں آیا پھر وہ دنیا سے بے نیاز ہو جاتا ہے دنیا اس کی نیازمند ہو جاتی ہے۔ اور اللہ کا بڑا غضب یہ ہے کہ بندہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر سے گر جائے جو ان کی نظر سے گرا وہ دنیا میں کبھی اٹھ نہ سکا۔ یہ فائدہ **واعرض عن المشرکین** کی تیسری تفسیر سے حاصل ہوا۔

تیرے در کے ٹکڑے ہیں اور میں غریب — مجھ کو روزی کا ٹھکانا مل گیا

چھٹا فائدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین و کفار کے نہ حفیظ ہیں نہ وکیل کفار آوارہ کتے یا شکاری آوارہ جانور ہیں جو چاہے انہیں مار دے مگر اپنی امت کے شفیع بھی حفیظ بھی وکیل بھی کفیل بھی شہید بھی ہیں رقیب بھی پالتو جانور کا کھانا پینا علاج معالجہ حفاظت سب مالک کے ذمہ جانور مالک کا تابع۔ جانور تین فکروں سے آزاد ہوتا ہے اسے تو ایک ہی فکر چاہیے مالک کی اطاعت اسے راضی رکھنا یہ فائدہ **علیہم** کے مقدم فرمانے سے حاصل ہوا۔ امام بوصیری قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں۔

احل امتہ فی حرز ملتہ — کاللیث حل مع الاشبال فی اجم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اپنے دین کے قلعہ میں محفوظ کر دیا ہے جیسے شیر اپنے بچوں کو کچھار میں محفوظ رکھتا ہے۔ خود فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم **شفاعتی لاھل الکبائر من امتی** میری شفاعت میری امت کے کبیرہ والوں کے لئے بھی ہے۔ اللہ ہمیں توفیق دے کہ ان کی اطاعت کریں انہیں اور ان کے رب کو راضی کریں۔ ہمیں ہماری عزت و آبرو روزی وغیرہ کی انہیں فکر ہے ہم کو اپنا فکر کرنا ہے ہم تو ان کے ہو رہے ہیں۔ **ساتواں فائدہ** بندے پر رب تعالیٰ کا سب سے اعلیٰ غضب یہ ہے کہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم منہ پھیر لیں۔ جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ پھیر لیا اس سے خدا بھی پھر گیا خدا بھی پھر گیا اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے۔ یہ فائدہ **واعرض عن المشرکین** سے حاصل ہوا۔ رب تعالیٰ نے نمایاں کفار سے منہ پھیرا اور اپنے سارے کرم اور ساری رحمتیں بھیجیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا۔

www.alahazratnetwork.org

ان کے در کا جو ہوا خلق خدا اس کی ہوئی   ان کے در سے جو پھرا اللہ اس سے پھر گیا

آٹھواں فائدہ: مومن اگرچہ کیسا ہی گنہگار ہو انشاء اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے منہ نہیں پھیرتے بلکہ انہیں بلاتے ہیں کہ توبہ کرلے میرے دامن کرم میں آجائے۔ یہ فائدہ بھی واعرض عن المشرکین سے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ نے حضور کو کفار سے منہ پھیرنے کا حکم دیا تو مسلمانوں کے متعلق فرمایا واخفض جناحک لمن اتبعک من المؤمنین مومن کے لئے اپنے رحمت کے پر جھکائے رکھو اور فرمایا واذا جاءک الذین یؤمنون بآیاتنا فقل سلام علیکم کتب ربکم علی نفسه الرحمة جب تمہارے پاس مومنین آئیں تو ان سے فرماؤ کہ تم پر سلامتی ہے۔ رب نے تمہارے لئے اپنے کرم پر رحمت لازم فرمائی۔ نواں فائدہ: مومن کہیں ہو کسی وقت ہو کسی حال میں ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں رہتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے اپنی نظر نہیں ہٹاتے یہ فائدہ بھی اعرض عن المشرکین سے حاصل ہوا۔ مکہ مدینہ کا رہنے والا کافر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر عنایت سے دور ہے۔ پنجاب بنگال وغیرہ کا رہنے والا مومن ان کی نظر کرم میں رہتا ہے۔ ہم نے روضہ اطہر سے وداع کے وقت عرض کیا تھا۔

اے دلوں کے چین اے پیارے نبی   لو غلاموں کا سلام آخری
دور سے آئے تھے پردیسی غلام   عرض کرنے کو غلامانہ سلام
آستانہ سے وداع ہوتے ہیں اب   یہ تو فرماؤ کہ بلواؤ گے کب
چشم رحمت سے نہ تم کرنا جدا   رکھیو اپنے سایہ میں ہم کو سدا

انہیں کی نگاہ عنایت ہم بے سہاروں کا سہارا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا   اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام

اللھم صل علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

پہلا اعتراض: یہاں اتبع کیوں ارشاد ہوا اطع کیوں نہ فرمایا گیا اطاعت اور اتباع میں کیا فرق ہے۔ جواب: اطاعت صرف حاکم کی ہوتی ہے۔ اتباع حاکم کی بھی۔ قرآن مجید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حاکم نہیں حاکم تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ قرآن مجید اور وحی الٰہی محکم ہے لہذا یہاں اتبع فرمانا ہی موزوں تھا۔ رب فرماتا ہے لتحکم بین الناس بما اراک اللہ نیز اطاعت میں حکم دینا ضروری ہے اتباع میں حکم لازم نہیں۔ دوسرا اعتراض: اللہ تعالیٰ نے دنیا میں سب کو ایمان کی توفیق کیوں نہ دیدی تاکہ نہ حالانکہ مشرکین کافر کیوں رہ گئے۔ جواب: اس کی تحقیق ہم پہلے پارے میں شیطان کی پیدائش کی حکمت کے ماتحت بیان کر چکے ہیں یہاں اتنا سمجھ لو کہ جیسے عالم اجسام کا انتظام توڑ پھوڑ سے قائم ہے کہ اندھیرا نور سے، رات دن سے، گرمی سردی سے، بیماری تندرستی سے، بیماری والے توڑتے رہو دنیا کا نظام قائم رہے گا اسی طرح عالم روحانیات میں نیکی بدی سے، فسق تقویٰ سے، کفر ایمان سے، کفار کو غازیوں کی تلوار سے توڑتے رہو نظام قائم رہے گا ورنہ محض عبادات تو فرشتے بھی کر رہے تھے۔ طاقت انسانی سے کیا فائدہ۔ نیز نبی کی طاقت کفار کی شکست سے معلوم ہوتی ہے۔ فرعون کی غرقابی، قارون کی تباہی، ہامان کی ہلاکت سے شان کلیم اللہ ظاہر ہوتی ہے۔ یونہی ابوجہل کی ہلاکت ابولہب کی بربادی سارے کفار کی شکست سے طاقت محمدی ظاہر ہوتی ہے۔ نیز کفار کی بنا پر اسلام کی بہت سی عبادتیں ہوتی ہیں۔ ہجرت جہاد غازیوں کی فتح

www.alahazratnetwork.org

شہیدوں کی شہادت کفار سے، وعیدہ اسی سے ہے۔ اسی لئے آسمان سے زمین افضل ہے۔ بلکہ صرف نمازیں ہوتی ہیں مگر زمین پر سجدے عبادتیں ہوتی ہیں۔ یہ کفار و مشرکین مسلمانوں کے ایمان و عبادات کے لئے رکاوٹ ہیں اور رکاوٹ کے ہوتے ہوئے عبادات کا ثواب زیادہ ہوتا ہے اس لئے مسلمان کا ایک سجدہ فرشتوں کی بہت رکعتوں سے [illegible] حال یہ ہیں مشرکین و کفار کا رہنا اس میں اللہ کی بڑی حکمتیں ہیں۔ **تیسرا اعتراض**: اس آیت سے معلوم ہوا کہ اتباع صرف قرآن کریم کی چاہئے۔ حدیث کی کوئی ضرورت نہیں۔ دیکھو یہاں فرمایا گیا **اتبع ما اوحی الیک** حدیث کا نام تک نہیں لیا گیا۔ (چکڑالوی)

جواب: یہی آیت بتا رہی ہے کہ صرف قرآن مجید کی اتباع واجب نہیں۔ حدیث کی بھی اتباع چاہئے کیونکہ یہاں القرآن نہ فرمایا بلکہ **ما انزل اللہ** ارشاد ہوا۔ **ما انزل اللہ** میں قرآن و حدیث سب داخل ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول وحی الٰہی ہے۔ **وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی** ہم نے عرض کیا ہے۔

ہے جس کی ساری گفتگو وحی خدا یہ ہی تو ہیں | رب جن کے چہرے سے عیاں وہ حق نما یہ ہی تو ہیں

لہٰذا اتباع قرآن و حدیث دونوں کی چاہئے۔ **چوتھا اعتراض**: **اتبع** فرمانے سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی حکم شرعی کے مالک اور مختار نہیں بلکہ ہماری طرح حکم الٰہی کے متبع ہیں جو رب تعالیٰ کتاب دے وہ کرتے ہیں۔

مصطفیٰ ہرگز نہ گفتے تا نہ گفتے جبرئیل | جبرئیل ہرگز نہ گفتے تا نہ گفتے کردگار

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بالکل بندہ مجبور ہیں۔ (وہابی) **جواب**: اس کا نہایت مفصل جواب ہماری کتاب **سلطنت مصطفیٰ** میں ملاحظہ کرو یہاں صرف اتنا سمجھ لو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول و فعل اختیاری یا غیر اختیاری وحی الٰہی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اختیار خداداد سے جو کسی کو حکم دے دیں وہ وحی اور **ما اوحی الیک** میں داخل ہے۔ مثلاً ایک شخص کو تین نمازیں معاف فرمادیں اس پر دو ہی نمازیں فرض رہیں۔ دیکھو (مسند امام احمد ابن حنبل) حضرت خزیمہ کی ایک گواہی دو کے برابر کر دی۔ دیکھو بخاری شریف) اگر ہم ہاں کہہ دیتے تو ہر سال حج فرض ہو جاتا (بخاری شریف) حضرت عباس نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حرم شریف کی اذخر گھاس توڑنے کی اجازت دے دیجئے۔ فرمایا اچھا **الا الاذخر** (بخاری شریف) [illegible] وحی الٰہی ہے اسلام [illegible] فیصلہ [illegible] قرآن مجید [illegible] مجمل۔ حدیث شریف نے ان کا بیان باتفصیل فرمایا حتی کہ نماز و روزہ زکوٰۃ کی تفصیل حدیث نے کی۔ نماز کے لئے وضو [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] کے بعد وضو کی نیت [illegible] یہ حدیث [illegible] وحی الٰہی [illegible] **ما اوحی الیک** [illegible] فرمان ہے۔ **پانچواں اعتراض**: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے [illegible] تھے [illegible] اگر آپ پہلے سے ہی متبع وحی ہوتے تو آپ کو اتباع کا حکم کیوں دیا جاتا۔ جو شخص پہلے سے کوئی کام کر رہا ہو اسے اس کا حکم دیا جانا عبث ہے (بے دین)۔ **جواب**: اس کے دو جواب ہیں ایک عالمانہ دوسرا عاشقانہ۔ جواب عالمانہ تو یہ ہے کہ جو کام کوئی پہلے سے کر رہا ہو اسے اس کا حکم دینے کے معنی یہ ہوتے ہیں [illegible] ہم کو حکم دیا **اتقوا اللہ** یا **اقیموا الصلوٰۃ** معنی یہ ہوئے کہ تم نمازی ہو اللہ سے ڈرو۔ مگر حضور انور کو حکم دیا **یا ایھا النبی اتق اللہ** یا فرمایا **اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس** وہاں معنی یہ ہوں گے کہ اے محبوب اسی طرح اللہ سے ڈرتے رہو اسی طرح نمازیں پڑھے جاؤ آپ بالکل ٹھیک کر رہے ہیں [illegible] یہی فعل کے معنی ہیں۔ عاشقانہ جواب یہ ہے کہ ہمارے لئے ان

www.alahazratnetwork.org

انکے یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ اے محبوب آپ غلاموں کی نمازیں، تقوی، خوف خدا ان کے دلوں میں قائم کرو جب سرکے سجدہ کو درست کرتے ہیں۔ حضور اور صلی اللہ علیہ وسلم دل کے سجدوں کو سیدھا اور درست کرتے ہیں۔ سجدے ہم کرلیتے ہیں انہیں قائم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کرتے ہیں کہ برباد نہیں ہونے دیتے۔ یونہی ہم کو اتباع کا حکم دیا یا یہ معنی کو تم لوگ اتباع کرو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا یہ معنی کہ تم لوگ متبع بناؤ۔ تم اتباع کرو اور حضور تم کو دیکھ کر اتباع کریں۔ ہم اتباع کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتباع کراتے ہیں۔ **چھٹا اعتراض:** یہاں ارشاد ہوا کہ مشرکوں سے منہ پھیر لو تو کیا کفار سے منہ نہ پھیرا جائے ان سے محبت میل جول رکھا جائے۔ **جواب** اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ ان جیسی آیتوں میں مشرک بمعنی کافر اور شرک بمعنی کفر ہوتا ہے۔ لہذا معنی یہ ہوئے کہ کفار سے منہ پھیر لو۔ ارشاد باری ہے کہ اللہ تعالیٰ شرک نہ بخشے گا اس کے سوا جسے چاہے بخش دے گا۔ یہاں بھی شرک بمعنی کفر ہے۔ کوئی کفر قابل بخشش نہیں فرماتا ہے کہ اپنی بیٹیوں کا نکاح مشرکین سے نہ کرو۔ یہاں مشرکین بمعنی کفار ہیں کسی کافر سے مسلمہ عورت کا نکاح درست نہیں ایسے ہی یہ یہاں ہے۔ **ساتواں اعتراض:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ شرک و کفر اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ہے۔ فرمایا **ولو شاء اللہ ما اشرکوا** حالانکہ جیسے شرک و کفر کرنا برا ہے ویسے ہی شرک کا ارادہ کرنا بھی برا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر برائی سے پاک ہے وہ شرک کا ارادہ کیسے کر سکتا ہے۔ (معتزلہ) (نوٹ) معتزلہ کہتے ہیں کہ اللہ نے ہر شخص کے ایمان کا ارادہ کیا ہے مگر بعض لوگ رب کے ارادہ کے خلاف شیطان و نفس کے بہکانے سے کافر ہوئے نہ کہ اللہ کے ارادہ سے۔ یہ اعتراض ان کے مذہب کی بنا پر ہے۔ **جواب:** یہ خیال ہی درست نہیں کہ کسی کے کفر کا ارادہ برا ہے یہ تو ایسا ہی ہے جیسے مجوسی کہتے ہیں کہ بری چیزوں کا پیدا کرنا برا ہے۔ لہذا برائیوں کا خالق کوئی اور ہے رب تعالیٰ نہیں۔ کفر کا حکم دینا، کفر پسند کرنا، کفر سے محبت کرنا، راضی ہونا برا ہے۔ کفر کا ارادہ برا نہیں ورنہ پھر بندہ سے بڑھ جائیں گے کیونکہ رب کا ارادہ تھا کہ ابو جہل ایمان لائے مگر شیطان کا ارادہ ہوا کہ کافر رہے، اللہ کا ارادہ نہ چلا شیطان کا ارادہ چلا تو شیطان غالب ہوا۔ اللہ تعالیٰ مغلوب نعوذ باللہ۔ لہذا دنیا میں جو ہو رہا ہے رب تعالیٰ کے ارادے سے ہو رہا ہے۔ **آٹھواں اعتراض:** جب مشرکین و کفار کا شرک و کفر اور تمام بد عملیاں اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے ہیں تو پھر کسی کو سزا نہ ملنی چاہئے کہ رب کے ارادے کے ماتحت یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ **جواب:** اس کا جواب ہم تیسرے پارے میں **ولو شاء اللہ ما اقتتلوا** کی تفسیر میں دے چکے ہیں کہ اس کے دو جواب ہیں۔ ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ **جواب الزامی** تو یہ ہے کہ پھر تو کسی نیک کو ثواب بھی نہیں ملنا چاہئے کہ اس نے جو کچھ کیا اللہ کے ارادے سے کیا، چلو چھٹی ہوئی ثواب و عذاب سب ختم، جنت و دوزخ کی پیدائش بیکار۔ **جواب تحقیقی** یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارادے سے بندہ مجبور نہیں ہو گیا بلکہ مختار رہا۔ اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہوا کہ فلاں بندہ اپنے اختیار و ارادے سے کفر کرے۔ بندہ کا یہ اختیار و ارادہ اس کی سزا و جزا کا باعث ہے۔ مجبور بندے کو سزا رب نہیں دیتا مختار کو دیتا ہے۔ **نواں اعتراض:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ کسی کے حفیظ ہیں نہ وکیل، پھر تم لوگ حضور کی شفاعت و مدد کی بلاوجہ آس لگائے بیٹھے ہو۔ **جواب** واقعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے نہ حفیظ ہیں نہ وکیل، ان شاء اللہ مومنوں کے وکیل بھی ہیں حفیظ بھی شفیع بھی۔ کفار کے لئے تو رب تعالیٰ غفور رحیم بھی نہیں تو کیا مسلمان بھی اس کی رحمت و مغفرت سے مایوس ہو جائیں۔ اسی لئے دونوں جگہ **علیہم** پہلے ارشاد ہوا۔ جب اللہ تعالیٰ نے فانی جسم و جان و مال کی حفاظت کے لئے قفل، دروازے، پولیس، چوکی وغیرہ پیدا فرمائے تو ہمیشہ عملوں سے

www.alahazratnetwork.org

ان ایمان جیسی باقی قوت کے لئے کوئی حفیظ پیدا فرمائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری امت میں چالیس ابدال اور اقطاب و غوث و قطب و اولیاء پیدا فرمائے جو ہمیشہ رہیں گے ان کی برکت سے بارشیں وغیرہ ہوں گی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ **و یرسل علیکم حفظة** حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا **انی حفیظ علیم**۔ رب فرماتا ہے **و ان علیکم لحافظین** **لو اما کا تبین** حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کی آنکھ، عبداللہ ابن عتیک کی پنڈلی، معاذ ابن عفراء کے کٹے ہوئے ہاتھ میں لعاب دہن لگایا تو عمر بھر ان اعضاء کی حفاظت ہوگئی۔ آج تک قرآن، کعبہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت، نمازیں بلکہ سارا دین اسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی **لحافظون** اس لئے گذشتہ نبیوں کے دین مٹ گئیں مگر اسلام ویسے ہی قائم ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں ہے یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری۔ یعنی ہو تو دیکھو کہ حضرت طلحہ کے لئے جنت کی ذمہ داری کرلی۔ حضرت عثمان کے ہاتھ بیررومہ کے عوض حوض کوثر فروخت کردیا۔ یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری۔

تفسیر صوفیانہ : قرآن اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم میں عجیب تعلق ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو قرآن کے تبع ہیں اور قرآن کریم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت فرماتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عربی تھے تو قرآن مجید بھی عربی میں آیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکی تھے تو قرآنی آیات و سورتیں مکیہ ہوئیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدنی ہو گئے تو قرآن کی آیتیں سورتیں مدنیہ ہو گئیں۔ جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سانس توڑا وہ قرآن کی آیت بنی۔ جہاں سانس روکا وہاں سکتہ ہوا۔ جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع فرمایا وہ جگہ رکوع کہلائی۔ جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہرے وہ جگہ وقف بنی۔ دیکھو مکی مدنی ہونا، سانس توڑنا اور رکنا یونہی رکوع کرنا، نہ رب تعالیٰ کی صفات و افعال ہیں، نہ حضرت جبریل کی صرف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات ہیں۔ یونہی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ ہمارا قبلہ کعبہ ہے تو قرآن نے فرمایا کہ **فلنولینک قبلة ترضاها** جس قبلہ سے تم راضی ہو ہم اس طرف آپ کو پھیر دیتے ہیں۔

حکم رب قرآن ہے حکم پیمبر ہے حدیث	لفظ ہی کا فرق ہے تقریر ہے دونوں کی ایک

صوفیا فرماتے ہیں کہ شقی انسان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر سے دور کر دیئے جاتے ہیں شقاوت کی چار علامتیں ہیں۔ آنکھوں کی خشکی، دل کی سختی، حب دنیا، دراز امیدیں۔ سعادت کی بھی چار علامتیں ہیں، نیکوں سے محبت اور ان سے قرب، تلاوت قرآن مجید، راتوں کی بیداری اور شب خیزی، رضائے الہٰی کے لئے علماء کی صحبت، دل کی نرمی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی مبلغ سب کے ہیں مگر حفیظ، منفیج، کامل صرف مومنوں کے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عوام کو توحید کی طرف، خواص کو وحدانیت کی طرف، خواص الخاص کو وحدت کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ **لا معبود الا اللہ** توحید ہے، **لا مقصود الا اللہ** وحدانیت ہے اور **لا موجود الا اللہ** وحدت ہے اس کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت ہے۔ لا محبوب الا ممر غرضیکہ لا معبود الا ہو توحید ہے اور **لیعقوب الا ھو** ایمان ہے۔

ابن یعقوب والتہ نے صورت بخشی	بیضاء کی کلیم اللہ کو نعمت بخشی
اور سلیمان کو دیا کی حکومت بخشی	اپنے محبوب کو بے پردہ زیارت بخشی

www.alahazratnetwork.org

تو توحید کا قوی ہو جانا ہے اور اس کی حمایت سے مومن مخلص بن جاتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی توجہ سے سبب کمال میں انتہا سے متحمس عارف بن جاتا ہے۔ اسی لئے ارشاد ہوا کہ اعرض عن المشرکین اور ارشاد ہوا وما انت علیہم بوکیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقت کے لحاظ سے مشرکین سے اعراض کا حکم ہے اور ظاہر کے اعتبار سے ان کی طرف اقبال کا حکم یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک بدی والوں پر سلام ہے اور حوض والوں پر سلام ہے۔ حضرت شیرازی کہتے ہیں

چہ شکر ہاست دریں شہر کہ قانع شدہ اند　　شاہبازان طریقت بمقام مگس (اقدس)

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ

اور مت گالیاں دو انہیں جن کو وہ پوجتے ہیں اللہ کے سوا پس وہ گستاخی کریں گے اللہ کی حد سے بڑھتے

اور انہیں گالی نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے زیادتی

كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ

ہوئے اور بغیر جانے اسی طرح آراستہ کر دیئے ہم نے ہر جماعت کے لئے ان کے کام پھر ان کے رب کی طرف

اور جہالت سے یونہی ہم نے ہر امت کی نگاہ میں اس کے عمل بھلے کر دیئے ہیں پھر انہیں اپنے رب کی

بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

ہی لوٹنا ہے ان کا پس خبر دے گا ان کو اس کی جو وہ کام کرتے تھے

طرف پھرنا ہے اور وہ انہیں بتا دے گا جو کرتے تھے

تعلق : اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پچھلی آیات میں توحید کی حقانیت اور شرک کی برائی نہایت قوی دلائل سے ارشاد ہوئی۔ اب مسلمانوں کو حکم ہے کہ دلائل سے مشرکین کی تردید کرو کہ اس میں اصلاح ہے مگر مشرکین یا ان کے معبودوں کو برا بھلا نہ کہو اس میں فساد ہے کہ اندیشہ ہے کہ وہ صحیح تبلیغ سے مطالبہ اور [illegible] تبلیغ کو نہ مانیں۔ دوسرا تعلق : پچھلی آیت کریمہ میں ارشاد ہوا تھا کہ آپ مشرکین سے منہ پھیر لو اعرض عن المشرکین اب فرمایا جا رہا ہے کہ منہ پھیرنے کے معنی یہ نہیں کہ انہیں تبلیغ نہ کرو بلکہ مقصد یہ ہے کہ انہیں ان کے معبودوں کو برا نہ بولو ایسے فساد کا اندیشہ ہے گویا یہ آیت کریمہ اس جملہ کی تفسیر یا تفصیل ہے۔ تیسرا تعلق : ابھی پچھلی آیت میں ارشاد ہوا کہ تم ان کے حفیظ و وکیل نہیں اب اس کا نتیجہ بیان ہو رہا ہے کہ جب آپ ان کے محافظ نہیں تو انہیں یا ان کے معبودوں کو برا بھی نہ کہیں کہ آپ کے ذمہ صرف تبلیغ ہے نہ کہ انہیں مجبور کر کے مسلمان کرنا۔ اعلانیہ کہنا بھی ایک قسم کا جبر ہے گویا یہ آیت کریمہ پچھلے مضمون کا نتیجہ ہے۔ چوتھا تعلق : پچھلی آیات میں کفار کی بدحقیقتی اور ان کی بدحقیقی ہے۔ مسلمانوں کو صبر کا حکم دیا گیا اب مسلمانوں کو اخلاق محمدیہ کی تعلیم دی جا رہی ہے کہ بدحقیقی [illegible]

اختیار کرنے والے اچھے اخلاق کا مرتبہ ہو جاتا ہے ایک دن پہلے ایسا ہوا تھا کہ وہ مرے رکن غائب ہو گیا ہے۔

شان نزول اس آیت کریمہ کے شان نزول کے متعلق بہت روایات ہیں۔ قتادہ فرماتے ہیں کہ پہلے مسلمان کفار اور ان کے معبودوں کو گالیاں دیتے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے۔ جس کے جواب میں وہ مسلمانوں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ اللہ تعالیٰ کو گالیاں دیتے تھے۔ مسلمانوں میں انہیں اس حرکت سے روکنے کی طاقت نہ تھی۔ اس موقعہ پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ جس میں ارشاد ہوا کہ تم انہیں برا نہ کہو ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کو برا کہیں گے (خازن روح المعانی ابن کثیر) خیال رہے کہ کفار عرب صدیوں سے بتوں کے پجاری تھے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے سے دور رہتے مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پاک کے فیض سے انہیں اللہ تعالیٰ سے اس کے فرشتوں سے قرآن مجید کلمہ طیبہ تمام ارکان اسلام سے محبت ہو گئی اور بتوں سے بتوں کے پجاریوں سے بت پرستی اور تمام بد عقیدگیوں سے انتہائی نفرت یعنی ایمان کے یہ دونوں رکن انہیں اس صحبت پاک سے میسر ہو گئے تو اب مسلمان بتوں بت پرستوں کو برا کہنے لگے۔ (۲) امام سدی فرماتے ہیں کہ جب ابو طالب کا انتقال ہونے لگا تو سرداران قریش ابو سفیان ابو جہل نضر ابن حارث امیہ ابن خلف اور ان کے دونوں بیٹے امیہ اور ابی عتبہ ابن ابی معیط عمرو ابن عاص اسود ابن بختری وغیرہم ان کے پاس آئے اور بولے کہ آپ ہمارے سردار ہیں۔ اپنے بھتیجے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیحت فرمادیں کہ وہ ہمارے معبودوں اور ہم سے الگ ہو جائیں ہم ان سے بے تعلق ہو جائیں گے ایسا نہ ہو کہ ہم انہیں تمہارے بعد قتل کر دیں اور لوگ کہیں کہ ابو طالب کے مرتے ہی قریش نے حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا۔ چنانچہ ابو طالب نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کر یہ کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری ایک بات یہ مان لیں تو میں ان کی ہر بات مان لوں گا۔ ابو جہل بولا ہم آپ کی دس باتیں ماننے کو تیار ہیں۔ فرمایا کہ کلمہ طیبہ پڑھ لو جھگڑا ہی ختم ہو جائے وہ لوگ اس پر راضی نہ ہوئے یہ لوگ بولے کہ اچھا اگر آپ ہمارے معبودوں کو برا نہیں کہیں گے تو ہم بھی آپ کے رب کو برا کہیں گے۔ اس موقعہ پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (تفسیر کبیر معانی خازن وغیرہ)۔

تفسیر **ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ** خیال رہے کہ ان جیسی آیات میں خطاب صرف مسلمانوں سے ہوتا ہے جیسے **ولا تمش فی الارض مرحا** یا **وبالوالدین احسانا** وغیرہ کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اللہ نے ایسے سانچے میں ڈھالا تھا کہ بچپن شریف سے وفات شریف تک اس زبان پاک پر کبھی جھوٹ نہ آیا تھا۔ غیبت تو کبھی خفا نہ رہنے نہیں کبھی بچپن میں کھیلے نہیں کبھی کسی چیز پر ضد نہیں فرمائی ہاں کبھی اصرار فرمایا تو اس میں صد ہا حکمتیں ہوئیں جیسے جناب حلیمہ سے بی اصرار فرمایا کہ ہم جنگل میں بکریاں چرانے جائیں گے جس کا نتیجہ شق الصدر ہوا اور حلیمہ بلکہ سارے بنی سعد کے ایمان کا ذریعہ بنا یا جیسے ابو طالب سے ایک سفر میں ساتھ جانے کے لئے اصرار فرمایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بحیرہ راہب کو ایمان ملا لہٰذا اس میں مسلمانوں سے خطاب ہے یہ عبارت نہی ہے اس لئے اونچا امر ہے۔ لاتسبوا بنا ہے سب سے قوی یہ ہے کہ سب کے معنی گالی اور فحش کلامی ہیں۔ عربی میں گالی کو شتم کہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام نے کبھی بتوں کو گالی نہیں دی وہ حضرات فحش گو نہ تھے۔ حسب نماز ہر مسلمان کو فحش سے بچا لیتی ہے۔ **ان الصلوة تنهی عن الفحشاء والمنکر** تو وہ حضرات تو بڑے مہذب تھے بلکہ سب کے معنی ہیں برا کہنا ان کا مذاق اڑانا ان کی دل لگی کرنا یہ بات بہت خیال میں رہے اور ہو سکتا ہے کہ یہاں سب کے معنی گالی ہو تو یہ آیت محکم ہے

www.alahazratnetwork.org

منسوخ نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ ان کے معنی ہوں بتوں کے عیب بیان کرنا۔ تیسرے یہ کہ اس کے معنی ہوں ان کی توہین کرنا لعنت کرنا، تیسری میں یہ خرابیاں ہیں۔ لہذا دونوں معنی سے یہ آیت منسوخ ہے۔ **الذین** سے پہلے ما پوشیدہ ہے یا **یدعون** کے بعد ہ ضمیر پوشیدہ چونکہ کفار اپنے بے جان بتوں، پتھروں، درختوں، چاند، سورج، تاروں کو عقل والا سمجھتے تھے نیز ان کے بعض معبود انسان تھے جیسے اساف، نائلہ وغیرہ اس لئے **الذین** ارشاد ہوا جو عقل والوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ **التی یا الاتی** نہ فرمایا گیا **یدعون** بنا ہے دعوۃ سے، جس کے لغوی معنی ہیں بلانا، شرعی معنی ہیں پوجنا۔ قرآن مجید میں اس جیسے مقولوں پر یہی معنی مراد ہوتے ہیں یعنی پرستش کرنا، پوجنا۔ **دون** معنی سوا بھی آتا ہے اور معنی مقابل بھی اور معنی دور بھی۔ معنی مستقل لفظ ہوا بھی یہاں سارے معنی بن سکتے ہیں۔ دعا اور دون کے معنی کی تحقیق ہم نے اپنی کتاب علم القرآن میں کر دی ہے وہاں مطالعہ فرماؤ یعنی اول مشرکوں کو برا نہ کہو جو ما سوی اللہ کی پوجا کرتے ہیں یا ان مشرکین کے بتوں کو برا نہ کہو جن کی یہ پوجا کرتے ہیں یعنی بتوں کو مشرکین کے سامنے برا نہ کہو۔ **فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم** اس فرمان عالی میں گذشتہ حکم کی حکمت ارشاد فرمائی گئی۔ لہذا ف تعلیل یا تعقیب کی ہے۔ چونکہ **فیسبوا اللہ** گذشتہ نہی **لا تسبوا** کے جواب میں ارشاد ہوا لہذا جزم کی حالت میں ہوا اور اس قانون کر گیا اس کا فاعل وہی مشرکین و کفار ہیں **عدوا** کے معنی ہیں حد سے بڑھنا یہ **فیسبوا** کا مفعول لہ ہے یا حال ہے اسی صورت میں معنی اسم فاعل ہے۔ **بغیر علم** کا تعلق **فیسبوا** سے ہے یہاں اللہ کو برا کہنے سے مراد یا تو اللہ کے رسول کو برا کہنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم رب کی تعظیم ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اللہ تعالیٰ کی توہین ہے یا مسلمانوں کو برا کہنا ہے یا براہ راست خود رب تعالیٰ کی شان اقدس میں بکواس بکنا ہے کہ اگرچہ مشرکین اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے اسے اپنا خالق مانتے تھے مگر تھے جاہل، وہ جوش انتقام میں آکر رب تعالیٰ ہی کی شان میں بے ادبی کر دیتے تھے محض مسلمانوں کو دکھ دینے کے لئے جیسے بعض جاہل مسلمان عیسائیوں کے جواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور شیعوں کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کر دیتے ہیں، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں جواب دے رہے ہیں یہ نہیں سمجھتے کہ ان حضرات کی گستاخی کر رہے ہیں۔ اسی لئے یہاں **بغیر علم** ارشاد ہوا۔ حق یہ ہے کہ یہ ممانعت آیات جہاد سے منسوخ ہے چونکہ مکی زندگی میں مسلمانوں میں یہ قوت نہ تھی کہ کفار کی زبان بندی کر سکتے اس لئے اس وقت نہ جہاد کا حکم تھا نہ بتوں اور بت پرستوں کی برائی کرنے کی اجازت تھی، جب بعد ہجرت مسلمانوں کو اللہ نے قوت و طاقت دی تو جہاد کا بھی حکم ہو گیا اور ان کی بھی اجازت دے دی گئی یا سب سے مراد ہے فحش گالیاں دینا اور تاقیامت مسلمانوں سے خطاب ہے یا سب سے مراد اس طرح ان کے معبودوں کو برا کہنا جو فساد، لڑائی، قتل و خونریزی کا ذریعہ بنے تو یہ حکم تاقیامت جاری ہے۔ لہذا یہ آیت کریمہ ان آیات کے خلاف نہیں جن میں خود بت پرستوں کی بت کی برائی کی گئی ہے جیسے **انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم** یونہی ان احادیث اور اقوال صحابہ و اعمال صحابہ کے مخالف بھی نہیں جن میں ان کی برائیاں ہیں۔ ہم تو شیطان کو برائی کر کے پھر تلاوت قرآن کرتے ہیں کہ اولاً پڑھتے ہیں **اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم** جس میں مردود شیطان سے اللہ کی پناہ لینا ہوا، حالانکہ بہت سی قومیں خصوصاً مجوسی شیطان کو اللہ تعالیٰ کا چھوٹا بھائی کہتے ہیں اسے بدی چیزوں کا خالق مانتے ہیں اس کی پرستش ہے۔ ابن انباری کا یہی قول ہے (از تفسیر خازن) بعض مفسرین نے اس کو محکم مانا ہے ان کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ کفار کے معبودوں کو اس طرح برا نہ کہو کہ وہ جوش میں آکر تمہارے رب کی گستاخی کرنے لگیں یا جب اس سے فساد کا

www.alahazratnetwork.org

دروازہ کھلتا ہو تب برانہ کہو وغیرہ لہٰذا اس صورت میں ہم کو در حقیقت اللہ تعالیٰ کی گستاخی سے ان کو روکنا مقصود ہے کہ ہمارا یہ عمل ان کی اس گستاخی کا سبب ہے (خازن)۔ کذالک زینا لکل امۃ عملھم یہ عبارت گزشتہ مضمون کی گویا دلیل ہے اس سے پہلا ایک عبارت پوشیدہ ہے یعنی کما زینا لھولاء عملھم کل امت سے مراد یا تو ساری کافر جماعتیں ہیں یا کافر و مومن دونوں جماعتیں پہلی صورت میں عمل سے مراد ان کی بدعقیدگیاں بدعملیاں ہیں۔ دوسری صورت میں نیکیاں برائیاں سب۔ یعنی جیسے کفار مکہ کے لیے ہم نے ان کے عقائد و اعمال ان کی نگاہ میں اچھے کئے ایسے ہی ساری کافر جماعتوں کے لئے ان کے عقیدے و اعمال ان کی نگاہ میں پسندیدہ کر دیئے۔ خیال رہے کہ یہاں زینت دینے کی نسبت رب تعالیٰ کی طرف خلق کی نسبت ہے۔ اور زین لھم الشیطان میں زینت کی نسبت شیطان کی طرف رغبت دینے کی ہے لہٰذا آیتوں میں تعارض نہیں۔ اس زینت دینے کا مقصد یہ ہے کہ لوگ نبی کی زبان پر اعتماد کریں اور انہیں ایمان بالغیب نصیب ہو طبیب کی دکان میں میٹھی کڑوی ہر قسم کی دوائیں ہیں۔ گھر میں گوشت وغیرہ ہر چیز پکتی ہے عقل اور آنکھ ان مزیدار چیزوں کو پسند کرتی ہے مگر طبیب کڑوی دوائیں اور ساگو دانہ مریض کے لئے تجویز کرتا ہے تو عاقل کا کام یہ ہے اپنی آنکھ اور عقل کی نہ مانے طبیب کی مانے۔ دنیا ایک دکان ہے ہم لوگ مریض حضور صلی اللہ علیہ وسلم حکیم مطلق ہیں لہٰذا اچھائی برائی میں اپنی عقل سے فیصلہ نہ کرو بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ مانو۔ ثم الی ربھم مرجعھم یہ عبارت پہلے جملہ پر معطوف ہے چونکہ سب بندوں کا رب کی طرف لوٹنا قیامت میں ہوگا اور قیامت دنیاوی زندگی سے بہت دور ہے اس لئے یہاں ثم ارشاد ہوا مرجع مصدر میمی ہے معنی رجوع۔ یا لوٹنا ہم سے مراد یا کفار ہیں۔ یا سارے انسان خواہ کافر ہوں یا مسلمان مگر خیال رہے کہ کافر مجرم پکڑ کر لائے جائیں گے مومن عاقل عزت سے بلائے جائیں گے۔ حضرات انبیاء کرام وہاں پہنچائے جائیں گے موت اور قیامت میں کافر کی حاضری وارنٹ کے ذریعہ مومن کی حاضری سمن کے ذریعہ ہے مگر محبوبوں کی حاضری دعوت نامے کے ذریعہ مرجعھم کی بہت صورتیں ہیں۔ قرآن کریم نے اس کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔ یوم نحشر المتقین الی الرحمن وفدا و نسوق المجرمین الی جھنم وردا اسی لئے کافر کی موت کا نام ہلاکت ہے مومن کی موت وفات کہ اس نے مزدوری پوری کر دی اب اجرت و انعام ملنے کا وقت ہے محبوبوں کی موت کا نام ہے وصال فینبئھم بما کانوا یعملون یہ عبارت پچھلے جملہ الی ربھم پر معطوف ہے یہاں خبر دینے سے مراد فیصلہ کی خبر دینا ہے جیسی دنیا میں ہر شخص کو اپنے عقیدے اپنے اعمال اچھے معلوم ہوتے ہیں کیونکہ یہاں پردہ ہے یا اندھیرا ہے قیامت میں سویرا ہو جائے گا پردہ اٹھ جائے گا۔ رب تعالیٰ کا فیصلہ صادر ہو جائے گا کہ فلاں عقیدہ و عمل اچھا تھا اور فلاں فلاں عقیدے و اعمال برے تھے لہٰذا اچھے عقیدے و اعمال والے جنت میں جائیں اور برے عقیدے برے اعمال والے دوزخ میں بھیج دیئے جائیں۔ تب ہر ایک کو حقیقت کا پتہ چلے گا۔ خیال رہے کہ اچھے برے عقیدوں اور اعمال کا قولی فیصلہ تو دنیا میں بھی رب نے فرما دیا ہے۔ حضرات انبیاء کرام اور آسمانی کتابوں کے ذریعہ مگر عملی فیصلہ قیامت میں ہوگا لہٰذا یہ فرمان اس آیت کے خلاف نہیں کہ انہ لقول فصل خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں نیک و بد اعمال کی اچھائی برائی صرف بتائی گئی ہے۔ وہ بھی صرف قول سے عمل سے نہیں بارہا بدکار مالدار ہوتے ہیں نیک نادار فقیر اور تکلیف میں ہوتا مگر بعد موت اور حشر میں یہ اچھائی برائی دکھائی جائے گی کہ نیک اعمال کی صورتیں اچھی ہوں گی برے اعمال کی صورتیں بری نیز نیک اعمال والوں کے منہ اجیالے ساتھ نکلتے داہنے ہاتھوں میں نامہ اعمال دیئے جائیں حضور انور صلی اللہ علیہ

www.alahazratnetwork.org

وسلم کی شان ہر ایک کو دکھائی جائے گی جس سے آپ کے فرمانوں کی شان ظاہر ہو گی یہ بدکار غدار ایسے جھتے ہیں گے جیسے مالک ابن زعر حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کے بازار میں فروخت کرنے پر آپ کا ہاتھ دیکھ کر پچھتایا تھا لہذا ایمان مستقیم فرمانا بالکل درست ہے۔

خلاصہ ء تفسیر : اے مسلمانو تم کفار کے سامنے ان لوگوں کے متعلق جو ایمان تو لائے ہیں مگر مذاق نہ اڑاؤ کہ اس میں اندیشہ ہے کہ اس کے جواب میں وہ اپنی جہالت کی بنا پر اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا تمہارے دین یا تمہاری کتاب کی شان میں گستاخی کریں گے کہ اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں۔ مگر تمہاری مخالفت میں اس کی پرواہ نہ کریں گے جیسے ہم نے ان کفار مکہ کی نظروں میں ان کے برے عقیدے برے اعمال اچھے بنا دیئے کہ وہ اپنے کفر و شرک کو ستھری نیکی اور بت پرستی کو ذریعہ نجات سمجھتے ہیں چونکہ کافر قوم کی نظروں میں اس کے عقیدے و اعمال اچھے ہیں کہ خواہ ان کے عمل کیسے ہی برے ہوں مگر وہ انہیں بھلا سمجھتے ہیں ان پر فخر کرتے ہیں یہ خوش فہمی صرف دنیا میں ہے یعنی ثواب وہ انہیں آخرت میں ان سب کو رب تعالیٰ کی بارگاہ میں لوٹ کر جانا ہے۔ جب وہاں اپنے اعمال کا فیصلہ دیکھیں گے تب انہیں پتہ لگ جائے گا کہ ہم کیا تھے تب کف افسوس ملیں گے اور کہیں گے یا لیتنی اتخذت مع الرسول سبیلا اور سوچیں گے۔ مصرع۔

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

نکر یہ

پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

فائدے : اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ : اگر غیر ضروری عبادت سے ایسا فساد پیدا ہوتا ہو جو ہم سے سنبھل نہ سکے تو اس عبادت کو چھوڑ دو یہ فائدہ ولا تسبوا الخ سے حاصل ہوا۔ دیکھو بت پرستوں اور بتوں کی برائی کرنا انہیں برا سمجھنا عبادت ہے مگر جب اس کا نتیجہ یہ ہو کہ وہ رب تعالیٰ کی بے ادبی کریں اور ہم انہیں روک نہ سکیں تو کفار کے سامنے انہیں برا نہ کہو۔ دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تو فرمایا کہ کعبہ معظمہ ابراہیمی بنیادوں پر حاصل نہیں اس کی تعمیر ناقص بھی ہے اور بدلی ہوئی بھی مگر آپ نے کعبہ معظمہ کو ڈھایا نہیں بلکہ فرمایا کہ قوم ابھی نو مسلم ہے کعبہ کی ترمیم سے فساد کر بیٹھے گی۔ دوسرا فائدہ : کوئی واعظ یا عالم ایسی طریقہ سے وعظ نہ کرے جس سے مسلمانوں میں عناد، ضد پیدا ہو جائے اور فساد پھیل جائے دیکھو بات مشہور ہے کہ دیانت شہد ہوں شہد کی ایک بوند سے بہت سی مکھیاں پکڑی جاسکتی ہیں مگر سرکہ کا ایک گھڑا ایک مکھی نہیں پکڑ سکتا۔ تیسرا فائدہ : اگر کسی شخص کے متعلق یہ قوی اندیشہ ہے کہ اسے نصیحت کرنا اور بھی زیادہ خرابی کا باعث ہوگا تو اسے نصیحت نہ کرے۔ چوتھا فائدہ : انسان کبھی ضد سے اپنا دین بھی کھو بیٹھتا ہے۔ دیکھو کفار مکہ اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ضد میں اس کی شان میں بھی گستاخی کر دیتے تھے۔ سب کو شیطان نے گمراہ کیا مگر شیطان کو حسد اور ضد نے گمراہ کیا۔ پانچواں فائدہ : ہر چیز و شر کا خالق اللہ تعالیٰ ہے خدا کے سوا اور اسباب اکرم ہے۔ یہ فائدہ زینا لکل امۃ عملہم سے حاصل ہوا۔ دیکھو کفار کا اپنے برے عقیدوں، برے اعمال کو اچھا سمجھنا بری بات ہے۔ مگر رب نے فرمایا کہ ہم نے ان کی نگاہ میں یہ اعمال بھلے بنا دیئے یعنی اس بھلائی کے خالق ہم ہیں۔ چھٹا فائدہ : ہر ایک کو بارگاہ الٰہی میں

www.alahazratnetwork.org

پیش ہو جاتے اور حق و باطل کا فیصلہ قیامت ہی میں ہوگا۔ دنیا میں اس کا قولی فیصلہ ہو جاتا ہے۔ یہ فائدہ فینبئہم سے حاصل ہوا
یہ فائدہ کانوا یعملون سے ان کے عقیدے و اعمال سب ہی اعمال ہیں۔

پہلا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ بتوں کو گالیاں دیا کرتے تھے اور گالیاں دینا عقلاً شرعاً سب ہی طرح برا ہے لہذا صحابہ سے انسانی اخلاق بھی نہ سیکھے گئے، مجبوراً رب تعالیٰ نے منع فرمایا **ولا تسبوا الذین یدعون** اس سے معلوم ہوا کہ گالیاں دینا صحابہ کی عادت تھی (روافض)۔ جواب: ہم نے تفسیر میں اس کا جواب دیا کہ عربی میں سب کے معنی گالی ہی نہیں بلکہ برا کہنا سب کے معنی ہیں۔ ایک عربی شاعر کہتا ہے۔

وما كان ذنب بني مالك ... بان سب منهم غلام فسب
بابيض ذي شطب قاطع ... يقد العظام و يبري العصب

اس شعر میں **سب** کے معنی برا کہنا ہیں اور **فسب** میں سب کے معنی برا کرنا آتا ہے۔ یا عملاً برائی کا اظہار ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے **و سببهم بالافعال لا بالتكلم** (روح المعانی)۔ دوسرا اعتراض: حضرت ابوبکر صدیق نے صلح حدیبیہ کی تحریر کے موقعہ پر عروہ سے فرمایا **امصص بظر اللات** دیکھو آپ نے لات کے بارے میں کیسی موٹی اور فحش گالی دی۔ آپ کا یہ عمل اس آیت کے بھی خلاف ہے اور تہذیب کے بھی بہت خلاف ہے ایسی فحش گالی دی۔ جواب: اس وقت حضرت صدیق اکبر اس کافر نمائندے کی بارگاہ نبوت میں گستاخی سخت بے ادبی سن کر جوش غیرت سے ہوش میں نہ رہے اور غیرت بھی ایمانی تھی بے ساختہ آپ کے منہ سے یہ لفظ نکلا ایسی حالت میں شرعی گرفت نہیں ہوتی۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام تورات لے کر جب اپنی قوم کے پاس آئے انہیں بچھڑا پوجتے دیکھا تو غیرت ایمانی سے بے خود ہو گئے اسی حالت میں تورات کی تختیاں بھی ڈال دیں اور اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی داڑھی اور سر کے بال پکڑ کر کھینچے۔ یہ دونوں کام ٹھیک نہ تھے خلاف اسلام تھے مگر چونکہ غیرت ایمانی کے جوش میں یہ کام صادر ہوئے لہذا ان پر کوئی گرفت نہ ہوئی ایسے ہی یہاں ہوا۔ **تیسرا اعتراض**: خود رب تعالیٰ نے ولید ابن مغیرہ کے دس عیب بیان فرمائے جن میں سے ایک یہ ہے زنیم یعنی حرامی ہے۔ وہ آیت اس حکم کے خلاف ہے۔ جواب: وہاں رب تعالیٰ نے اس کے واقعی عیوب گنائے ہیں اسے گالی نہیں کہتے اور وہاں لوگوں کو یہ بتانا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ ستار عیوب ہے مگر جو کوئی اس کے محبوب کی حرمت پر ہاتھ ڈالے تو اس کے خفیہ عیب بیان فرما دیتا ہے اسے تاقیامت بدنام کر دیتا ہے۔ چوتھا اعتراض: اگر **سب** کے معنی برا کہنا ہیں تو چاہئے کہ بتوں اور بت پرستوں کو برا بھی نہ کہا جاوے حالانکہ قرآن مجید حدیث شریف میں بہت جگہ بتوں اور بت پرستوں کو برا کہا گیا ہے۔ قرآن کریم نے ولید ابن مغیرہ کے دس عیب بیان فرمائے حتیٰ کہ فرمایا **عتل بعد ذلک زنیم** اور حضرت ابوبکر صدیق نے صلح حدیبیہ کے موقعہ پر ایک دفعہ فرمایا **امصص بظر اللات** لات کی شرمگاہ چوس لے یہ آیت ان تمام سے خلاف ہے۔ جواب: ابن عباس نے اس آیت کو آیت جہاد سے منسوخ مانا ہے۔ بتوں اور بت پرستوں کو برا کہنا عبادت ہے حرام نہیں۔ رب تعالیٰ حضرات صحابہ کی تعریف فرماتا ہے **اشداء علی الکفار رحماء بینہم**۔ اگر یہاں ناجائز ہو تو اس قسم کے لوگوں سے ایسے منسوخ نہیں وہ فرماتے ہیں اس طرح ان کی برائی بیان کرنا جس سے فتنہ ہو اور جواب میں اللہ تعالیٰ کی گستاخی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی ہو تو تم انہیں برا کہنا منع ہے اس کی تفسیر وہ حدیث ہے کہ

www.alahazratnetwork.org

کسی کے باپ کو برا نہ کہو تاکہ وہ تمہارے باپ کو برا نہ کہے ورنہ گویا تم نے خود اپنے باپ کو برا کہا جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے یونس علیہ السلام پر بزرگی مت دو یعنی اس طرح کی بزرگی جس سے جھگڑے پیدا ہوں۔ وہ فرماتے ہیں انا سید ولد ادم **پانچواں اعتراض**: یہاں ارشاد ہوا کہ اللہ نے کفار کی نگاہ میں ان کے اعمال اچھے کر دکھائے مگر دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے۔ و زین لہم الشیطان اعمالہم ابلیس نے ان کے اعمال ان کو آراستہ کیا تو یہ آیت اس کے خلاف ہے۔ **جواب**: یہاں خلق کا ذکر ہے۔ اس آیت میں سبب کا ذکر ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص نے فلاں کو مار ڈالا اور کہتے ہیں کہ اسے اللہ نے موت دی یعنی سبب موت قاتل نے کیا خلق موت اللہ تعالیٰ نے۔ **چھٹا اعتراض**: یہاں ارشاد ہوا کہ رب تعالیٰ ان کے اعمال کی قیامت میں انہیں خبر دے گا یہ کیونکر درست ہوا۔ رب تعالیٰ نے تو قرآن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں ان کے اعمال کی خبر دیدی ہے۔ **جواب**: یہاں خبر دینے سے مراد ان کی سزا کا فیصلہ فرما کر انہیں دوزخ میں داخل فرمانا ہے۔ واقعی یہ فیصلہ قیامت میں ہی ہوگا۔ **ساتواں اعتراض**: اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرنے والوں کے متعلق یہ دو باتیں کیوں ارشاد ہوئیں۔ عدوا یعنی حد سے بڑھتے ہوئے اور بغیر علم ان دو قیدوں سے کیا فائدہ مراد ہے۔ **جواب**: انسان شان نبوت یا شان الوہیت میں گستاخی جب ہی کرتا ہے جب اپنی حد سے نکل جاتا ہے اگر بندہ اپنی حد اور حیثیت میں رہے تو کبھی ایسی جرأت نہ کرے۔ ہر چیز حد میں رہ کر مفید ہے حد سے نکل جائے تو مضر بلکہ مہلک ہے پانی حد سے بڑھے تو سیلاب کی تباہی پھیل جائے اگر آگ حد سے بڑھے تو محلہ جلا کر خاک کر دے ایسے ہی انسان کی سر سے پاؤں تک ہر عضو کی حدود ہیں اگر انسان اپنی حدود میں رہے تو ولی ہو جائے اور اگر حدود سے بڑھے تو شیطان سے بدتر ہو جائے۔ اس لئے ارشاد ہوا عدوا نیز جاہل آدمی اپنی جہالت سے کفر کو ایمان اور طغیان کو عرفان سمجھ لیتا ہے وہ کفار رب تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرتے تھے یہ سمجھ کر کہ ہم مسلمانوں کو جواب دے رہے ہیں مگر حقیقت میں اپنے دین و مذہب کو جواب دے رہے تھے۔ **آٹھواں اعتراض**: اللہ تعالیٰ نے دنیا میں برے اعمال اچھی شکل میں اور اچھے اعمال بری شکل میں کیوں پیدا کئے یہ تو دھوکہ دینا ہے رب دھوکے سے پاک ہے۔ **جواب**: دھوکا جب ہوتا ہے جبکہ ان کی برائی بھلائی بتائی نہ جاتی اس طرح بنانے کا مقصد لوگوں کو ایمان دینا ہے ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ اپنی عقل و آنکھ پر اعتماد نہ ہو نبی کے فرمان پر اعتماد ہو۔ عقل کہتی ہے کہ سود میں نفع ہے زکوٰۃ میں نقصان مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ نہیں بلکہ سود میں نقصان ہے زکوٰۃ میں نفع یمحق اللہ الربٰو و یربی الصدقٰت ایمان یہ ہے کہ رب کی مانے عقل کی نہ مانے۔

تفسیر صوفیانہ: مومن اللہ کے فضل سے حقیقت بین ہے کافر ظاہر بین قیامت بین ہر چیز اپنے اصل رنگ و روپ میں نظر آئے گی کافر اپنے برے اعمال سے بھاگے گا مومن اپنے اچھے اعمال سے خوش ہوگا۔ یہاں حضرت بلال سیاہ فام نظر آتے ابوجہل گورا چٹا مگر قیامت میں حضرت بلال کا رنگ روپ دیکھنا اور حسینوں سے حسین ہوں گے وہاں کی اصلی صورت ہوگی۔ یہاں فرمایا گیا کہ اے حقیقت میں مسلمانوں ان ظاہر بین کافروں کے سامنے ان کے معبودوں باطل کی برائی اس طرح بیان نہ کرو کہ یہ طول جائیں کیونکہ ابھی یہ لوگ ظاہر میں پھنسے ہوئے ہیں اس لئے حقیقت سے بے خبر ہیں ممکن ہے کہ اس بے خبری میں تمہارے رب کی شان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبی کر دیں پہلے ان کی آنکھوں میں آستانہ محبوب کی خاک کا سرمہ لگاؤ جب یہ لوگ حقیقت بین ہو جائیں گے تب خود ہی ان چیزوں کو برا کہنے لگیں گے قیامت میں تو ہر

www.alahazratnetwork.org

شخص ہر چیز کی حقیقت ہو دیکھ ہی لے گا۔ بعض متقیوں کو خواب یا کشف میں حقیقت دکھا دی جاتی ہے۔

حکایت ایک جوان عبادت گذار شب بیدار تھا۔ ایک رات غفلت میں گرفتار ہو گیا عشاء فجر کی نمازیں بھی قضا کر دیں۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ مسجد کی محراب سے ایک حسین لڑکیاں نکلیں۔ اس سے سے آخری جیسی اس نے کبھی نہ دیکھی آخر میں ایک لڑکی نہایت ہی بد شکل نمودار ہوئی ہے۔ وہ لڑکیاں بولیں ہم تیری وہ راتیں ہیں جو تو نے اللہ کے ذکر عبادت میں گذاریں مگر بد صورت اس لئے ہو گئی میں تیری وہ رات ہوں جسے تو نے غفلت کی وجہ سے مجھے بد شکل بنا دیا۔ حسین لڑکیوں نے کہا

نحن الليالي اللواتي كنت تسهرها تتلوا القران بترجيع و رنات

ہم تیری وہ راتیں ہیں جنہیں تو نے جاگ کر تلاوت قرآن کے ساتھ گذارا ہے۔ حسین تیرے اعمال ظاہر بد صورت نے کہا

اسعى لمولاك و اردد بي الى حالي فانت فحتني من بين اشكالي

و قد اردت بحير اذ و عظت بنا السر فانت من المولى على حال

تو نے مجھے اپنی غفلت سے بد شکل بنا دیا ہے تو رب کے سامنے آنسوؤں کے پانی سے مجھے دھو دے۔ اور مجھے اصلی شکل پر لوٹا دے

غرضیکہ اعمال خود بے جان ہیں بلکہ اپنی حقیقت میں بعض حقیقت ہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ اپنے نفس کے عیوب پر مطلع ہونا عالم ملکوت پر مطلع ہونے سے افضل ہے لہذا اپنے عیوب پر اطلاع اپنی اصطلاح کا درجہ ہے (از روح البیان)۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَىِٕنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ؕ قُلْ

اور قسم کھائی انہوں نے اللہ کی پوری کوشش اپنی قسموں کی البتہ اگر آئے گی ان کے پاس کوئی آیت تو

اور بولے انہوں نے اللہ کی قسم کھائی اپنے حلف میں پوری کوشش سے کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آئی تو ضرور اس پر

اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَاۤ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

ایمان لائیں گے تو فرما دو کہ آیتیں تو اللہ کے پاس ہیں اور کون جانتا ہے تم کو کہ تحقیق وہ آیات

ایمان لائیں گے تم فرما دو کہ نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں اور تمہیں کیا خبر کہ جب وہ آئیں تو یہ ایمان نہ لائیں

وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ

نہیں لائیں گے ایمان اور پھیر دیں گے ہم ان کے دل اور آنکھیں جیسے کہ نہ ایمان لائے تھے اس پر پہلی بار اور چھوڑ دیں گے

اور ہم پھیر دیتے ہیں ان کے دلوں اور آنکھوں کو جیسا وہ پہلی بار اس پر ایمان نہ لائے تھے اور

فِىْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ

ان کو ان کی سرکشی میں کہ اندھے بھٹکتے پھریں

انہیں چھوڑ دیتے ہیں کہ اپنی سرکشی میں بھٹکا کریں

www.alahazratnetwork.org

تعلق اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** گذشتہ آیات میں کفار کے اس شبہ کا ذکر تھا اور ان کا جواب دیا گیا تھا جس کا تعلق قرآن مجید سے ہے **و لقولوا** دوسرا باب نمبر کے اس شبہ کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جس کا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات سے ہے یعنی ان کے مانگے معجزات نہ دکھانا گویا قرآن مجید کی صفائی بیان فرمانے کے بعد صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صفائی کی جا رہی ہے۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں ارشاد ہوا تھا کہ اے محبوب غم نہ کرو [illegible] ان کی ہدایت کی [illegible] کہ ایمان و عمل ان کے نصیب میں نہیں ایسے بدنصیبوں کی طرف دھیان نہ دیجئے ہی کو پریشان رہنا ہے۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ ان کفار کے دل میں اللہ تعالیٰ کا بھی ادب نہیں ہے یہ تمہاری ضد میں اللہ تعالیٰ کی شان میں بھی گستاخی کرنے سے نہیں چوکتے۔ اب فرمایا جا رہا ہے کہ جب ان کے دلوں میں رب تعالیٰ کا احترام نہیں تو اس کے کلام کی تعظیم کیونکر ہو [illegible] قسموں کا احترام مشکل ہے [illegible] ان قسموں کا احترام کرو خیال رہے کہ ایمان کا [illegible] چند چیزوں میں ایمانیات کی عظمت [illegible] ان سے محبت اللہ تعالیٰ قرآن مجید ملائکہ وغیرہ سے یہ تینوں چیزیں چاہئیں مگر یہ تینوں سودے [illegible] کے بازار سے ملتی ہیں جس کے دل میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ہیبت ان سے کا ہے محبت ہے اس کے دل میں اللہ تعالیٰ قرآن کریم وغیرہ سب کی عظمت ہیبت محبت ہوگی جو دل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عظمت و ہیبت سے خالی ہے [illegible] اللہ تعالیٰ قرآن کی عظمت و ہیبت بھی نہیں ہو سکتی چونکہ کفار کے دلوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و محبت نہ تھی [illegible] میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و ہیبت بھی نہیں [illegible] اس کے دلوں میں جرات [illegible] لیتے تھے۔

شان نزول (1) جب آیت کریمہ **ان نشا ننزل علیهم من السماء آیة فظلت اعناقهم لها خاضعین** آئی اور اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمانی نشانی اتار دیں جس سے ان کی گردنیں اس کے سامنے جھک جائیں تب مشرکین نے قسم کھا کر کہا کہ آپ آسمانی نشانی جو ہم مانگیں وہ دکھلادیں تو ہم ضرور ایمان قبول کرلیں گے ان کی تردید میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (تفسیر [illegible]) (2) ایک بار سرداران قریش حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر بولے کہ آپ فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کا عصا تھا عیسیٰ علیہ السلام مردے زندہ اور اندھے کو اچھا کرتے تھے اور صالح علیہ السلام نے پتھر سے اونٹنی نکالی تھی اگر آپ بھی اس قسم کے معجزے ہم کو دکھائیں تو ہم ضرور آپ پر ایمان لائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان معجزوں میں سے کونسا چاہتے ہو [illegible] کہ صفا پہاڑ کو سونا بنا دیجئے اور ہمارے [illegible] مردوں کو زندہ فرما دیجئے [illegible] متعلق پوچھیں [illegible] فرشتوں کو ہمارے پاس بلا دیجئے جو ہم کو خبر دیں کہ آپ سچے ہیں تو ہم ضرور ان قسم کی ایمان قبول کریں۔ بعض مسلمین نے بھی خواہش کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ معجزات انہیں ضرور دکھائیں [illegible] ایمان لے آئیں [illegible] تو [illegible] گفتگو جاری تھی کہ جبریل امین حاضر ہوئے [illegible] یا حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ چاہیں تو یہ [illegible] کل صبح سے پہلے ہو جائیں گے مگر یہ ایمان نہ لائیں گے [illegible] اور اگر آپ [illegible] معجزات [illegible] اور اسی وقت ایمان نہ لائے تو آئندہ ان میں [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان معجزات کا دکھانا [illegible] نہیں چاہتا [illegible] یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں (تفسیر خازن [illegible] روح المعانی [illegible] تفسیر صاوی [illegible] وغیرہ کتب تفسیر)۔

www.alahazratnetwork.org

تفسیر: **واقسموا باللہ جهد ایمانهم** قسم چار طرح کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم متقی مومنوں کی قسم فساق و کفار کی قسم۔ اللہ تعالیٰ کی قسم کا مقصد یا تو مقسم بہ کی عظمت کا اظہار ہے یا مقسوم علیہ جس پر قسم فرمائی جائے اس کی عظمت کا اظہار و ثبوت انجیر زیتون طور سینا مکہ معظمہ کی قسمیں۔ رب نے ارشاد فرمائیں دوسرے پھلوں پہاڑوں شہروں کی قسمیں نہ فرمائیں کیونکہ ان کو اللہ کے محبوبوں سے نسبت ہے کہ انجیر زیتون کو حضرت خلیل سے ملک فلسطین سے نسبت ہے کہ یہ پھل وہاں کے ہیں طور کو جناب کلیم سے مکہ معظمہ کو جناب حبیب سے نسبت ہے۔ اور رب نے فرمایا۔ **یس والقرآن الحکیم انک لمن المرسلین** اے رسولوں کے سردار قرآن کی قسم تم سچے رسولوں میں سے ہو وغیرہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قسمیں ناز کی بنا پر متقی مسلمانوں کی قسمیں سچ بولنے کے لئے ہوتی ہیں۔ کفار و فساق کی قسمیں دھوکہ دینے جھوٹ بولنے کے لئے یہاں کفار کی یہ قسم چوتھی قسم کی تھی اس کا ذکر ہے **واقسموا** باب افعال کا مصدر ہے جس میں **اقسموا** کا فاعل وہی کفار ہیں جن کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ قسم حلف یمین تینوں ہم معنی ہیں مگر ان مختلف ناموں کی وجہیں مختلف ہیں۔ چونکہ حلف کے ذریعہ انسان اپنی بات کو قوت دیتا ہے اپنا کلام لوگوں سے منوا لیتا ہے اس لئے اسے یمین کہتے ہیں۔ یمین بمعنی قوت و قوی اسی لئے داہنے ہاتھ کو یمین کہتے ہیں کہ اس میں قوت زیادہ ہوتی ہے اور چونکہ انسان کی خبر سچی جھوٹی دو قسمیں ہو جاتی ہیں یعنی ماننے والے بعض منکر ہیں یہ شخص حلف کے ذریعہ اس قسم کے لوگوں کی حمایت کرتا ہے جو اس کو سچا سمجھتے ہیں اس لئے اسے قسم کہتے ہیں یعنی ایک قسم کے لوگوں کی تائید کرنے والی چیز (کبیر) اگرچہ کفار اپنے بتوں کی اولاد کی جان و مال کی قسمیں بھی کھاتے تھے مگر چونکہ وہ اپنی اس قسم سے مسلمانوں بلکہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطمینان دلانا چاہتے تھے اس لئے وہ اللہ کی قسمیں کھاتے تھے۔ **جهد ایمانهم** یعنی پوری کوشش کی قسم یہ تھی کہ انہوں نے کعبہ معظمہ میں بعد نماز عصر قسمیں کھائیں اپنی قسم میں اللہ تعالیٰ کی ذات کا بھی ذکر کیا اس کی صفت کا بھی کہ اس اللہ کی قسم جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں جو ہم کو روزی اور زندگی و موت دیتا ہے وغیرہ وغیرہ یہ ہے قسم میں کوشش یا قسم کی کوشش قسم کا اہتمام ہے اور قسم میں اہتمام جب ہوتا ہے جب اللہ کی قسم ہو مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت جیسے یہ کہا جائے۔ رب محمد کی قسم یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے رب کی قسم۔ رب تعالیٰ نے بھی اپنی قسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت ارشاد فرمائی کہ فرمایا **فلا و ربک لا یومنون** جس چیز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آ جاوے وہ شاندار ہو جاتی ہے شاید نماز نے یہ سمجھ کر آپ کے رب کی قسم **لئن جاءتهم ایة لیومنن بها** یہ ہے قسم کا جواب جس پر وہ قسم کھاتے تھے آیت سے مراد ان کی مطلوبہ نشانیوں میں سے کوئی نشانی ہے یا صفا پہاڑ کا سونا ہو جانا یا مردے زندہ ہو کر آ جانا یا فرشتے کا بھیلانا یا صلہ کی بنا یا ہے یعنی ہم اس آیت پر ایمان لے آئیں گے یا اس نشانی کی وجہ سے آپ پر آپ نے قرآن مجید پر ایمان لے آئیں گے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ترجمہ پہلے احتمال پر ہے ہمارا ترجمہ دوسرے احتمال پر۔ ان بد نصیبوں نے یہاں خود اپنی ایمان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہ لیا **لیومنن بک** نہ کہا بلکہ **لیومنن بها** کہا گویا وہ راستے میں پھنس کر رہ گئے اس لئے ایمان نہ لائے **قل انما الایات عند اللہ** یہ جملہ بظاہری ترجمہ ان کفار کے سوال کا جواب نہیں بلکہ اس کے ظاہری معنی یہ کئے جاتے ہیں کہ معجزات میں مجھے کوئی دخل نہیں میں تو بندہ مجبور ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان پر قادر ہے وہ چاہے تو ظاہر فرما دے اگر یہ مطلب ہو تو اس جملہ میں خود کی تائید ہو گی وہابی یہ کہتے ہیں کہ آپ میں محض مجبور ہمارے مظہر چیزیں

www.alahazratnetwork.org

آپ نہیں دکھاتے لہٰذا آپ نبی نہیں نہ رسول۔ نبی تو ہوتا ہی وہ ہے جس کو رب تعالیٰ نے اختیار دیا ہو جو عالم میں تصرف کر سکے نبی کے خصوصی اختیارات ان کے معجزے ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس قرآن عالی میں الا یات میں الف لام عہدی ہے اور اس سے مراد ان کے مطلوبہ معجزات ہیں۔ عند اللہ سے مقصد یہ ہے کہ مجھے ان کے دکھانے کی اجازت نہیں۔ رب تعالیٰ نے انہیں اپنے پاس ہی رکھا ہے اب معنی ظاہر ہو گئے کہ یہ معجزات جو تم مجھ سے مانگتے ہو مجھے ان کے دکھانے کی اجازت نہیں اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں تو ہر چیز ہے مگر ان میں سے بعض کے ظاہر کرنے کی مجھے اجازت ہے بعض کے اظہار کی اجازت نہیں ورنہ صفا پہاڑ کے پتھروں کا سونا کر دینا آسان ہے مگر انگلیوں سے پانی کے چشمے بہا دینا اور پیالہ بھر دودھ سے ستر (70) صحابہ کرام کو سیر کر دینا مشکل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں۔ **لو شئت لسارت معی جبال الذھب** بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض غلاموں نے مٹی کے ڈھیلے کو سونا بنایا۔ حضرت خواجہ فرید گنج شکر نے مرغی کے انڈے پر سورہ اخلاص دم کی تو وہ سونے کا ہو گیا۔ ایک بزرگ ننگے پاؤں تھے کسی نے سونے کا تسمہ پیش کیا چیز سے ٹھوکر لگی فرمایا یہ سونا ہے کہ چاندی ہے کہ لوہا ہے کہ پیتل ہے کہ لکڑی ہے کہ پتھر ہے کہ نہ معلوم کیا ہے جوان کے منہ سے نکلا وہی بن گیا۔ اس کی زیارت احمد آباد گجرات میں کرائی جاتی ہے یہ تو اس آستانہ کے خدام کا حال ہے۔ مردوں کو زندہ کرنے اپنی گواہی دلوانا آسان ہے کہ پہلے اس میں جان تھی مگر بے جان لکڑیوں پتھروں سے کلمہ پڑھوا کر ان سے اپنی گواہی دلوانا مشکل ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلام کر کے دکھائے فرشتوں سے گواہی دلوانا آسان ہے مگر خدا تعالیٰ سے اپنی گواہی دلوانا مشکل ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی گواہی اپنے رب سے دلوائی۔ **و کفی باللہ شھیدا** لہٰذا یہ فرمان عالی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجبوری معذوری ظاہر کرنے کے لئے نہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ **وما یشعرکم انھا اذا جاءت لا یومنون** یہ جملہ نیا ہے۔ یشعرکم میں خطاب ان مسلمانوں سے ہے جن کی بارگاہ رسالت میں خواہش تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ معجزات دکھا دیئے جاویں تاکہ یہ لوگ ایمان لے آویں انھا میں ھا سے مراد وہی فرمائشی معجزات ہیں جاءت سے مراد ہے ظہورت اور **لا یومنون** کا فاعل وہی مطالبات کرنے والے کفار ہیں۔ بعض مفسرین نے انھا میں ان کو معنی میں مانا ہے اور کہا ہے کہ کبھی ان معنی لعل آتا ہے۔ دیکھو امرء القیس کہتا ہے۔

عوجوا علی الطلل المحیل لاننا ۔۔۔ نبکی الدیار کما بکی ابن حزام

لا حاجۃ الیہ اس تفسیر میں اس تاویل کی ضرورت نہیں ان اپنے ہی معنی میں ہے۔ یعنی اے مسلمانو تم کو خبر نہیں حقیقت یہ ہے کہ یہ معجزات ظاہر بھی کر دیئے جاویں تب بھی یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے بس نتیجہ یہ ہو گا کہ ہلاک کر دیئے جائیں گے اور ان کی ہلاکت منظور نہیں۔ شاید کوئی شبہ کرتا کہ آپ ضد سے مانگے ہوئے معجزے دیکھ کر اور ایمان کا وعدہ کر کے پھر وہ ایمان کیوں نہیں لائیں گے اس کا جواب آگے دیا جا رہا ہے کہ معجزہ ایمان کی رہبری کرتا ہے جب دیکھنے والے کے دل میں غور کرنے کی صلاحیت ہو سورج کتنا ہی تیز ہو مگر چمگادڑ کی آنکھ نہیں دیکھتی۔ ان کے دلوں آنکھوں میں یہ دونوں صلاحیتیں نہیں تو یہ ایمان کیسے لائیں۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ **و نقلب افئدتھم و ابصارھم** یہ عبارت معطوف ہے **لا یومنون** پر اور **ما یشعرکم** کے ماتحت ہے یعنی تم کو نہیں معلوم کہ ان معجزات کے اظہار پر بھی ہم ان کے دلوں کو سمجھنے سے آنکھوں کو دیکھنے سے پھیر دیں کہ ان معجزات کو دیکھ کر ایمان نہ لائیں انہیں ایمان کی توفیق نہ ملے لہٰذا

www.alahazratnetwork.org

تم ان کے ایمان کی آس نہ لگاؤ **کما لم یومنوا بہ اول مرۃ** یہ فرمان عالی ہے **لا یومنون** کی یا نقلب کی دلیل ہے۔ **لم یومنوا** کا فاعل وہی مطالبہ کرنے والے عرب ہیں **بہ** کا مرجع حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا قرآن مجید یا گزشتہ دکھلائے ہوئے معجزے (روح المعانی) یعنی جیسے کہ یہ لوگ اگلی دفعہ میں ان شاندار معجزات دیکھ کر ایمان نہ لائے ان معجزات کو جادو ہی بتاتے۔ اب ایسے ہی ان مطلوبہ معجزات کو دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائیں گے انہیں جادو ہی کہیں گے۔ اول مرۃ سے مراد وہ وقت ہے جب انہیں عظیم الشان معجزے دکھائے گئے تھے۔ **و نذرھم فی طغیانھم یعمھون** یہ عبارت معطوف ہے و نقلب الخ پر **نذر** کے متعلق عرض کیا جاچکا ہے کہ یہ غیر متصرف فعل ہے اس کا صرف مضارع اور امر ہی آتا ہے۔ اس کا کوئی مصدر ہے نہ اور کوئی گردان۔ **ھم** کا مرجع وہی مطالبہ کرنے والے کفار ہیں **طغیان** کے معنی ہیں حد سے بڑھ جانا یہاں مراد سرکشی اور کفر ہے۔ **یعمھون** بنا ہے **عمہ** سے آنکھوں کا اندھا پن عمی ہے اور دل کا اندھا پن **عمہ** یعنی حیرانی سرگردانی پریشانی یعنی تم کو کیا خبر کہ ہم ان معجزات کے ظاہر ہو جانے پر بھی انہیں یونہی سرکشی میں حیران و سرگرداں چھوڑ دیں کہ انہیں پتہ نہ چلے کہ اب ہم کیا کریں آنکھ والا آنکھوں سے دیکھ کر راستہ چلتا ہے مگر اندھا لاٹھی سے پتہ لگاتا ہے لاٹھی والا اندھا سرگرداں رہتا ہے۔ آنکھ والے کو اطمینان جو نبی کا ایمان عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ سے طے ہوتا ہے۔ عقل کی لاٹھی سے طے نہیں ہوتا ان کے پاس صرف عقل کی لاٹھی تھی۔ الفت رسول کی آنکھ نہیں۔ لہٰذا ان کی حیرانی لازم ہے **فی طغیانھم یعمھون** بالکل ٹھیک و درست ہے۔

خلاصہ تفسیر: اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم یہ ضدی کفار اتنے معجزات دیکھنے کے باوجود ایمان میں نہ لائے ہمیشہ بہانہ ہی بناتے رہے اب ایک نئی چال یہ چلے ہیں کہ آپ کی بارگاہ میں آئے ہیں لوگوں کے سامنے نہایت مضبوط اور پختہ قسمیں کھائیں کہ اس دفعہ جو معجزات ہم مانگ رہے ہیں اگر ان میں سے کوئی معجزہ نمودار ہو جائے تو اسے دیکھ کر ہم ضرور ایمان لے آئیں گے فرما دو اے محبوب کہ یہ معجزات اللہ تعالیٰ کے خزانہ مکنون میں ہیں جن کے دکھانے کی مجھے اجازت نہیں دی گئی ہم اس کی اجازت کے بغیر کوئی معجزہ ظاہر نہیں فرماتے اجازت اس کی ہوتی ہے تصرف ہمارا ہوتا ہے پھر معجزہ ظاہر ہوتا ہے اور اے وہ مسلمانو جو ان کفار کے مطالبے پورا کرنے کی خواہش کر رہے ہو تم کو خبر نہیں اگر یہ معجزے انہیں دکھا بھی دیئے گئے تب بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے ہم ان کے دلوں کو سوچنے سے ان کی آنکھوں کو دیکھنے سے یوں ہی پھیر دیتے ہیں جیسے پہلے پھیر دیا تھا اور معجزات دیکھ کر ایمان نہیں لائے ہم نے ان کے دلوں آنکھوں کو سمجھنے اور دیکھنے کی توفیق نہیں دی ہم انہیں یونہی سرکشی اور حیرانی و پریشانی میں ٹکریں مارتا ہوا چھوڑ دیتے ہیں اور اگر ان کا مطالبہ پورا ہو اور یہ ایمان نہ لائیں تو ہلاک ہو جائیں گے حالانکہ ان کی ہلاکت ابھی ہم کو منظور نہیں یہ ہلاک ہوں گے وہ جنگ بدر و حنین میں تمہارے ہاتھوں ہلاک ہوں گے بعض کے نصیب میں ایمان ہوگا وہ اپنے وقت پر ایمان لے آئیں گے لہٰذا اس وقت ان کے مطالبے پورے کرنا ہماری حکمت کے خلاف ہے خیال رہے کہ حضرات انبیاء کرام کے معجزات تین قسم کے ہیں بعض دائمی جیسے حسن یوسف علیہ السلام۔ بعض غیر دائمی اختیاری جیسے عصائے موسوی بعض غیر اختیاری جن میں دعا کرنی پڑے جیسے حضرت صالح کی اونٹنی یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مُردے زندہ کرنا تیسرے قسم کے معجزات کے انکار پر **عذاب** آتا ہے جبکہ وہ طلب کرکے دکھائے جائیں کفار مکہ کا مطالبہ انہیں تیسرے قسم کے معجزات کا تھا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے والدین کو زندہ کرکے کلمہ پڑھایا صحابی بنایا اور جنت سے مرے نہ زندہ کئے۔

www.alahazratnetwork.org

فائدے: ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: زیادہ قسمیں کھانا کفار اور جھوٹوں کا شیوہ ہے۔ شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کو قسم کھا کر ہی دھوکہ دیا تھا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **و قاسمهما انی لکما لمن الناصحین** یہ قسمیں محض دھوکہ فریب ہوتی ہیں۔ یہ فائدہ **واقسموا باللہ** الخ سے حاصل ہوا۔ مخلص مومن قسمیں نہیں کھاتا زیادہ کلام نہیں کرتا وہ کام کرتا ہے آج بھی بعض لوگ منبر پر کھڑے ہو کر قرآن مجید اٹھا کر قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم وہابی نہیں ہم پکے سنی ہیں مسلمان ان قسموں سے دھوکہ نہ کھایا کریں۔ دوسرا فائدہ: کفار کی قسموں کا اعتبار نہیں اگرچہ وہ کیسی ہی مضبوط و پختہ قسمیں کھائیں قرآن کریم فرماتا ہے۔ **لا ایمان لهم** یہ فائدہ **لایؤمنون** سے حاصل ہوا جس میں بتایا گیا کہ یہ اپنے منہ مانگے معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ تیسرا فائدہ: حضرات انبیاء کرام کے تمام معجزات خواہ اختیاری ہوں جیسے عصاء موسوی یا ید بیضاء یا غیر اختیاری لازم ہوں جیسے حسن یوسفی یا غیر اختیاری قیام جیسے نزول آیات غرضیکہ ہر قسم کے معجزات اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں اسی طرح حضرات اولیاء اللہ کے کرامات کوئی نبی کوئی ولی۔ رب تعالیٰ کی اجازت کے بغیر اس کی خلاف مرضی معجزہ یا کرامات نہیں دکھا سکتا یہ فائدہ **الا یات عند اللہ** سے حاصل ہوا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وما کان لرسول ان یاتی بایۃ الا باذن اللہ** جو شخص کسی نبی کسی ولی کو معجزات یا کرامات کا مستقل مالک یا خالق جانے وہ ان آیت کا منکر ہے۔ چوتھا فائدہ: ہمارے تمام صفات تمام افعال تمام حرکات و سکنات اللہ تعالیٰ کے قبضہ اور اس کے ارادے کے ماتحت ہیں حتی کہ ہم اس کے خلاف ارادہ کچھ چاہ بھی نہیں سکتے۔ یہ فائدہ بھی **انما الا یات عند اللہ** سے حاصل ہوا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **وما تشاءون الا ان یشاء اللہ رب العالمین**۔ بادشاہ حاکموں کے اور خود ہمارے اپنے اختیارات رب تعالیٰ کی عطا سے اس کے ارادے سے ہیں۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

از خدا داں خلاف دشمن و دوست — کہ دل ہر دو در تصرف اوست!
گرچہ تیر از کماں ہمیں گزرد — از کماندار بیند اہل خرد

پانچواں فائدہ: انسان کا دل اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے وہی اچھی طرف پھیرتا ہے تو پھرتا ہے لہذا کوئی شخص اپنے کسی کمال پر شیخی نہ مارے بلکہ اس کی توفیق پر شکر کرے یہ فائدہ **و نقلب افئدتهم** الخ سے حاصل ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ انسان کا دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے۔ چھٹا فائدہ: انسان کو گذشتہ تجربہ سے فائدہ اٹھانا چاہئے جس سے بارہا دھوکہ ہو چکا ہو اس کی چکنی چپڑی باتوں میں نہیں آنا چاہئے۔ یہ فائدہ **کما لم یؤمنوا بہ اول مرۃ** سے حاصل ہوا۔ جس میں فرمایا گیا کہ یہ معجزے مانگنے والے کفار صرف مطلب ہی ہیں ایمان لانے کے نہیں جیسا کہ تم کو پہلے تجربہ ہو چکا کہ انہوں نے بڑے سے بڑا معجزہ دیکھا مگر ایمان نہ لائے لہذا تم لوگ اس تجربہ سے فائدہ اٹھاؤ۔ ساتواں فائدہ: اللہ تعالیٰ حضرات صحابہ کرام پر بڑا ہی مہربان ہے ہر طرح ان کی تسلی فرماتا ہے دیکھو اس موقعہ پر حضرات صحابہ نے بھی سفارش کی تھی کہ یہ معجزات دکھا دیئے جائیں مگر ان حضرات پر کوئی عتاب نہ فرمایا بلکہ انہیں اچھے طریقوں سے سمجھا دیا دلائل سے اور گذشتہ واقعات یاد دلا کر یوں نہ ہو۔ وہ حضرات محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے منظور نظر ہیں۔ یہ فائدہ **وما یشعرکم انها اذا جاءت** الخ سے حاصل ہوا۔ آٹھواں فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات دیکھنے کے لئے صرف دماغ کی آنکھ کافی نہیں دل والی کی آنکھ یعنی بصیرت کی ضرورت ہے بعض وہ بدنصیب تھے جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ

www.alahazratnetwork.org

وسلم کو دیکھا اور ایمان نہ لائے کروڑوں وہ خوش نصیب ہیں۔ جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا اور ایمان لے آئے۔ یہ فائدہ بھی و مطلب ا اللہ نہم الخ سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا آپ کے معجزات کے قصے سب گھڑے ہوئے ہیں۔ دیکھو کفار کہتے ہیں کہ تم کوئی معجزہ تو دکھاؤ تاکہ ہم ایمان لے آئیں مگر نہیں دکھایا گیا۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے۔ **وما منعنا ان نرسل بالآیات الا ان کذب بها الاولون** ہم کو معجزات اتارنے سے یہ بات روکتی ہے کہ گزشتہ لوگوں نے معجزات کا انکار کیا تھا [illegible] **جواب:** معترض نے اس آیت کا اور اپنی پیش کردہ آیت کا مطلب نہ سمجھا یہاں آیت سے اور وہاں **الآیات** سے مراد فرمائشی مطلوبہ معجزات ہیں نہ کہ مطلقاً معجزات ورنہ بہت سی قرآنی آیات کے خلاف ہوگا۔ قرآن مجید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا موجودہ معجزہ ہے۔ شق القمر وغیرہ بہت سے معجزات کا ثبوت خود قرآن مجید سے ہے احادیث اور تاریخی واقعات تو بے شمار ہیں جو اس کے متعلق موجود ہیں ان کا انکار گویا چمکتے ہوئے سورج کا انکار ہے۔ **دوسرا اعتراض:** [illegible] ایسے عظیم الشان معجزے دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائے۔ **جواب:** قاعدہ ہے کہ جب کسی سے محبت و الفت ہو تو اس کی باتیں اس کے حالات اس کے متعلق والے سب سے محبت ہوتی ہے۔ [illegible] شریعت طریقت حقیقت معرفت غرض قرآن مجید اور تمام معجزات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات ہیں۔ [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نفرت تھی تو ان سب کو نفرت کی نظر سے دیکھتے تھے پھر ایمان کیسے لاتے خیال رہے کہ [illegible] کے حالات اس کے مقامات کا نام ہے ایسے ہی شریعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کے حالات ہیں طریقت دل کے حالات حقیقت روح کے حالات معرفت [illegible] کے حالات غرضیکہ سارا ایمان قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے کا نام ہے۔ **تیسرا اعتراض:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ وہ [illegible] ایمان لانے والے نہ تھے [illegible] ایمان لے آئے پھر **لایؤمنون** کیوں کہا گیا۔ **جواب:** اس فرمان عالی کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان مطلوبہ معجزات کے ذریعہ ایمان نہیں لائیں گے اس وقت ایمان لائیں گے جب ان کے ایمان کا وقت آئے گا [illegible] معجزات دوسرے ہیں۔ دیکھو حضرت خالد جیسا بہادر کنکروں پتھروں کو کلمہ پڑھتے دیکھ کر ایمان نہ لائے بلکہ اپنی شکست [illegible] میں مسلمانوں [illegible] ایمان لائے جیسے فرعونی جادوگر اپنی شکست دیکھ کر ایمان لائے جیسے ایک [illegible] کسی کا دل معجزہ سے [illegible] وقت مقرر ہے ایسے ہی ایمان کے لیے [illegible] **چوتھا اعتراض:** اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ نبی جو چاہتا ہے نہیں کر سکتا [illegible] مجبور [illegible] بے اختیار ہوتے ہیں دیکھو یہاں ارشاد ہوا۔ **انما الآیات عند اللہ** دوسری جگہ ارشاد ہے **وما کان لرسول ان یاتی بآیۃ الا باذن اللہ** تم نبی کو با اختیار مان [illegible] **جواب:** [illegible] جواب الزامی ایک تو یہ ہے کہ پھر تم ہمارے انسانوں بادشاہوں حاکموں اور دوسرے لوگوں کو پتھر کی طرح محض بے اختیار مانو کیونکہ ارشاد دوسرے لوگوں کے متعلق بھی ہے کہ تم اللہ کے بغیر چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے۔ اللہ ہی حاکم ہے تمہارے ہاتھ میں کچھ

www.alahazratnetwork.org

نہیں اللہ جو چاہے کرے اور جب ہم بالکل مجبور ہوئے تو ہم کو ثواب و سزا نہیں اور پھر یادشاہ و حکام سے خوف کیسا ان کی اطاعت
کیسی مشہور مقولہ ہے۔ **لا تتحرک ذرۃ الا باذن اللہ** اللہ کے حکم کے بغیر ذرہ نہیں ہل سکتا۔ دوسرے یہ کہ اگر
یہ آیت کریمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجبوری و معذوری بتانے کے لئے ہے تو ان کفار کی تائید اور ان کی تصدیق کے لئے ہو
گی کہ وہ کفار یہی تو کہتے تھے کہ چونکہ آپ بالکل مجبور و معذور ہیں۔ کسی معجزہ پر قادر نہیں اس لئے آپ نبی نہیں نبی تو وہی ہوتا
ہے جو رب تعالیٰ کی طرف سے اختیار والا ہو "معجزات۔ لہٰذا معاذ اللہ اس آیت نے فرمایا تم یقیناً ان کفار کی تصدیق ہی ہوئی
آیت کریمہ کا مقصد ہی فوت ہو گیا۔ تیسرے یہ کہ اگر حضرات انبیاء و اولیاء معجزات و کرامات میں بالکل مجبور ہیں تو وہ حضرات یہ
کیسے کہہ دیتے ہیں کہ میں یہ کرتا ہوں "حضرت آصف ابن برخیا ولی نے حضرت سلیمان سے عرض کیا **انا اتیک بہ
قبل ان یرتد الیک طرفک** میں تخت بلقیس آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں گا حضرت عیسیٰ
علیہ السلام نے فرمایا **وابری الاکمہ والابرص واحی الموتی باذن اللہ** میں اللہ کے حکم سے اندھوں کوڑھوں
کو اچھا اور مردوں کو زندہ کرتا ہوں یہ میں کیسی معلوم ہوا کہ **اذن باذن اللہ** میں اللہ تعالیٰ کا ہو تا ہے تصرف نبی و ولی کا۔
چوتھے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **لو شئت لسارت معی جبال من الذھب** ہم اگر چاہیں تو ہمارے
ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں۔ معلوم ہوا کہ معاذ اللہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بت سے پہاڑوں کو سونا بنا سکتے ہیں انبیاء کرام کے
تصرف سے حقیقت بدل جاتی ہے ان کی بد دعا سے غار بندر و سور بنے لاٹھی سانپ بن جایا کرتی تھی یہ سب انقلاب حقیقت تو
پتھروں کو سونا بنا دینا کیسی آسان تھا۔ جواب تحقیقی یہ ہے کہ رسل الآیات میں لام عہدی ہے اور اس سے وہ معجزات مراد ہیں جو
کفار نے مانگے تھے اور عند اللہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس اس کے قبضہ میں ہیں مجھے ان کے اظہار کی اجازت نہیں
اور اس اجازت نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ تمہاری ہلاکت کا باعث ہو گا اس کو ظاہر فرمایا۔ ہے لئے ارشاد ہوا کہ **انھا اذا
جاءت لا یومنون** کہ یہ لوگ ان معجزات کے آنے پر ایمان لائیں گے "اللہ کے قبضہ میں ہونا اور بات ہے اور نبی کا اس پر
قادر ہونا دوسری بات اللہ کے قبضہ میں ہے یہ لازم نہیں کہ نبی کو اس پر اختیار نہ ہو ہوا چلنا پھرنا جاگنا سونا اللہ کے قبضہ میں ہے مگر
ان کا ہم کو بھی اختیار ہے دیکھو حضرت خلیل اللہ کو آگ نے جلایا نہیں حضرت اسمعیل کو چھری نے ذبح نہیں کیا کیوں؟ اس
لئے نہیں کہ آگ میں جلانے کی چھری میں ذبح کرنے کی طاقت نہ تھی بلکہ صرف اس لئے کہ انہیں اجازت نہ تھی قدرت اور
اجازت میں فرق کرنا ضروری ہے۔ **پانچواں اعتراض** اس آیت میں ارشاد ہوا کہ ہم کفار کے دلوں اور آنکھوں کو پھیر دیتے
ہیں جس سے پتہ لگا کہ رب تعالیٰ انہیں ایمان و ہدایت کی طرف نہیں آنے دیتا یہ کام تو ابلیس کا ہے خدا تعالیٰ کا نہیں ہو سکتا۔
مسلمانوں کا خدا وہی کام کرتا ہے جو شیطان کرتا ہے۔ (آریہ ہندو)۔ **جواب:** اس کا تفصیلی جواب ابھی پچھلی آیت میں **ربما
لکل امۃ عملھم** کی تفسیر میں عرض کیا گیا کہ ابلیس کا کام برائیوں کی رغبت دینا انہیں اچھائیوں سے منع کرنا ہے۔ رب تعالیٰ
کا کام ہے کہ جب بندہ ارادہ برے کرے اچھی باتوں کی طرف نہ آئے تو کفر و عناد کو اس میں پیدا کر دینا خلق اور کسب میں بڑا
فرق ہے مقتول پر تلوار چلانا قاتل کا کام ہے اور تلوار چلنے پر موت پیدا فرمانا رب کا کام ان جیسی تمام آیات میں یہی خلق مراد
ہوتا ہے "واقعی رب تعالیٰ ہادی بھی ہے اور مضل بھی۔ یعنی ہدایت و گمراہی کا بندے میں پیدا فرمانے والا انبیاء کرام ہادی ہیں
ابلیس مضل ہے۔ یعنی اچھی باتوں کی رغبت دینے والے اور شیطان بری باتوں کا مشورہ دینے والا۔

www.alahazratnetwork.org

تفسیر صوفیانہ اللہ تعالیٰ نے ہر مقصد کے دروازے اور راستے جداگانہ بنائے ہیں جو شخص ان راستوں کے ذریعہ دروازوں تک پہنچے اور دروازے سے داخل ہو وہ مقصد تک پہنچ جاتا ہے جو کوئی راستہ غلط چلے یا دروازہ چھوڑ کر اور ذریعہ سے داخل ہونا چاہے وہ بے عقل ہے خدا تک کا راستہ نبی کی تصدیق ہے ہدایت کا دروازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے۔ خیال رہے کہ [illegible] معجزات بھی پہچان اور ثبوت نبی ہیں [illegible] جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منہ موڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ ہو کر صرف معجزات کے ذریعہ ہدایت یا رب تک پہنچنا چاہے وہ کبھی کامیاب نہ ہوگا۔ یہ مطالبہ کرنے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے سے الگ رہ کر معجزات کے ذریعہ ہدایت چاہتے تھے کہ ہم فلاں معجزہ دیکھ کر ہدایت پائیں گے تو رب نے فرما دیا کہ یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے خواہ کوئی معجزہ دیکھ لیں کیونکہ یہ اللہ کے دروازے ہدایت سے الگ ہو رہے ہیں پھر خدا کو کیسے پائیں۔ ہدایت کیسے حاصل کریں اس کا ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے بہت معجزے دیکھے مگر ایمان نہ لائے۔ معجزات دیکھنا کافی نہیں بلکہ ضروری ہے۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ جیسے سر کی ظاہری آنکھ میں مختلف بیماریاں آتی ہیں اور ہر بیماری کا علاج علیحدہ ہے۔ یونہی دل کی باطنی آنکھ میں مختلف بیماریاں آتی ہیں ظاہری آنکھوں کا سرمہ اور ہے دل کی آنکھ کا سرمہ خاک پائے اولیاء اللہ پھر خاک پاک کوچہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہے ان سوالات والوں کو یہ سرمہ نصیب نہیں ہوا اس لئے وہ بھٹکتے رہے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ **و نقلب افئدتهم و ابصارهم** جیسے اس اندھے کا حال جس کی آنکھوں میں جالا ہو زمین میں حیران پھرتا ہے کہ کدھر جائے ایسے ہی دل کی آنکھوں کا اندھا ہدایت میں حیران ہی پھرتا ہے رب تعالیٰ ہر مسلمان کو حضور کے صدقہ میں مجھے فقیر کو بھی دل کی روشنی نصیب کرے۔ تقویٰ کی زندگی ایمان پر موت میسر فرماوے۔ آمین یا رب العالمین۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ تفسیر نعیمی کا ساتواں پارہ (7) صفر 1386ھ تیئس (23) مئی 1966ء عیسوی بروز دوشنبہ بعد نماز ظہر شروع ہوا اور آج سترہ (17) جمادی الاول 1387ھ چوبیس (24) اگست 1967ء بروز جمعہ بعد نماز ظہر بخیر و خوبی ختم ہوا۔ یعنی ایک سال تین ماہ میں ختم ہوا۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے اور فقیر کی تمام تصنیفات کو قبول فرمائے۔ صدقہ جاریہ اور کفارہ سیئات بنائے۔ [illegible] کی توفیق دے۔ آمین۔ **بجاہ حبیبہ الکریم الرؤف الرحیم علیہ و علی آلہ اصحابہ افضل الصلوۃ و اکمل التسلیم و صلی اللہ تعالٰی علی حبیبہ و زینۃ عرشہ سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین برحمتہ وھو ارحم الراحمین**

احمد یار خاں نعیمی اشرفی

مہتمم مدرسہ غوثیہ نعیمیہ گجرات پنجاب

[illegible] 17 جمادی الاول 1387ھ یوم [illegible]